

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

ایک ہفتہ وار مصلوٰۃ رسالہ

میر سرتوں مخلصی

اسلام آباد کلاں دہلی

مقام اشاعت

۱ مکلاؤ اسٹریٹ

کلاں

قیمت

۱۰ روپے

شمالی ۱۲ روپے

کلاں : ۲۹ عزم الحرام ۱۳۳۱ عری

Calcutta: Wednesday, January 8, 1913





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad.

7-1 McLeod Street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

میر سول نور محمدی  
لاہور

مقام اشاعت  
۱۰۷ مکلاوڈ اسٹریٹ  
کلکتہ

عنوان للفراف  
«لال»

قیمت  
سالانہ ۸ روپیہ  
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

# الہلال

ایک ہفتہ وار مصور سال

جلد ۲

کلکتہ: چاروشنب ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta: Wednesday, January 8, 1913

۱

اطلاع

فہرس

شذرات

مقالہ افتتاحیہ

فاتحہ جلد جدید

ناموران غزوہ بلقان

ایک سر گذشت خونیں

مقالات

قاریخ کی باز گشت

مراسلات

علی گڑھ، لیگ، اور کانفرنس

فکھات

مسلم لیگ

شہر عثمانیہ

البانیہ

کامل پاشا کی اپنے دوستوں سے مایوسی

شہزادہ لائن کی آخری جنگ

تصاویر

— \* —

صفحہ خاص

۸

صلح کانفرنس

سرگذشت خونیں

اعتذار

— \* —

ہم نہایت شرمندہ ہیں کہ سال جدید کے اس پہلے پرچے کی شاعت میں بھی چند اضطراری اسباب سے تاخیر ہوگئی۔ اسکے بعد کا دوسرا نمبر طیارے جو اسکے بعد ہی قاک میں ڈال دیا جائے گا، اور اس طرح انشاء اللہ یہ تاخیر آگندہ ہفتی تک نہ ہوگی۔ (منیجر)

(۱) الہلال کی گذشتہ جلد کا اعلیٰ تائیدل پیچ اور فہرست مضامین و تصاویر زیر طبع ہے۔ ناظرین جلد بندھوانے میں جلدی نہ کریں۔ آئندہ نمبر کے ساتھ شائع کر دی جائے گی۔

(۲) جن خریداروں نے ششماہی قیمت ادا کی تھی انکا چندہ دسمبر میں ختم ہوگیا، جنوری کا پہلا پرچہ انکی خدمت میں دی۔ پی روانہ کرنا تھا۔ لیکن پی۔ پی ششماہی کا ہوا سالانہ کا؟ نیز وہ آئندہ بھی خریدنا پسند فرماتے ہیں یا نہیں؟ امید ہے کہ بہت جلد ایک کڑ لکھکر آپ اسکی اطلاع دیدیں گے۔ جن صاحبوں کی طرف سے اطلاع نہیں آئی۔ انکا نام رجسٹر سے خارج کر دیا جائیگا۔

(۳) نمبر ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ دوبارہ چھپکر طیار ہو گئے ہیں۔ پہلی اور دوسری سہ ماہی کی مکمل جلدیں جنکی جلد پر رست میں سنہری حرفوں میں الہلال کا بلاک منقش ہے، مجلد موجود ہیں۔ پہلی جلد میں نمبر ۱ سے ۱۲ تک، اور دوسری جلد میں نمبر ۱۳ سے ۲۴ تک شامل ہیں۔ دوسری جلد کے مضامین کے لیے پہلی جلد کے دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ قیمت فی جلد چار روپیہ آٹھ آنہ۔ ششماہی کے تمام پرچوں کی یکجا جلدیں بھی بندھوائی گئیں ہیں۔ قیمت فی جلد مجلد آٹھ روپیہ۔

شائقین جلد طلب فرمائیں صرف پچاس مکمل جلدیں باقی رہ گئی ہیں۔



# الہلال

۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

—\*—

فاتحہ جلد جدید

—(\*)—

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللهم اني اعوذ بك من شياطين الانس والجان، واتوبك باسمك العظيم يا رحيم يا رحمن، واحمدك يا من انزل على عبده الكتاب (منه آيات وحكمات من ام الكتاب و آخر منشايات، فاما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاريكه، وما يعلم تاريكه الا الراشعون في العلم - ۳ : ۵) واشكرك على نعمائك التي مننت بها علينا بقولك (اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتي و رضيت لكم الاسلام دينا - ۵ : ۵) واسئلك ان لا اكون من الخسرين اعمالا (الذين ضل سعيهم في الحياة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا ۱۸ : ۱۰۵) واشهد بما شهد الله به (انه لا اله الا هو والملائكة و الرالعلم قائما بالقسط لا اله الا هو العزيز الحكيم) ان الدين عند الله الاسلام ۳ : ۱۷) واشهد ان سيدنا (محمد) رسول الله، والذين معه اشداء على الكفار، رحماء بينهم، تاهم ركعا سجدا، يبتغون فضلا من الله و رضوانا ۴۹ : ۲۹) القائد على لسان ربه (يا ايا هذا صراطي مستقيما، فاتبعوه لا تقبلوا سبل فتفرق بسم عن سبيله، ذالكم رساكم به لعلكم تتقون ۱۵۰ : ۴) اللهم فصل وسلم عليه، وعلى آله واصحابه الموصوفين بالهداية والاعصام بحبل الله وسنة رسواك الذين عهدت اليهم بقولك (ومن يطع الله والرسول فاولئك انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين) وحسن اولائك رفيقا - ۴ : ۷۱)

—\*—

✓ سخن طرازی و دانش، هنر نظیرے نیست قبول دوست مگر نالہ حزین گردد

—\*—

الہلال کی دوسری جلد کا یہ پہلا پرچہ ہے - ناظرین کو یاد ہوگا کہ ہم نے الہلال کی اولین اشاعت کے خطبہ افتتاحیہ کو اس دعا پر ختم کیا تھا :-

رب ادخلني مدخل صدق و اخرجني مخرج صدق و جعلني من لدنك سلطانا نصيرا (۸۱ : ۱۷)

اے پروردگار! اس سفر میں جو میں نے اختیار کیا ہے، ایک بہتر مقام تک پہنچائیو اور دشمنوں کے هجوم سے نکالو تو بہتر طریقے سے نکالو اور گرومیں ضعیف و کمزور ہوں مگر تو اپنی نصرت بخشی ہے اس کارزار حق و باطل میں فتعیابی کے ساتھ غلبہ دیجیو!!

اگر کوئی دعاؤں کا سینہ والا ہے، تو یہ دعا اسی کی بتلائی ہوئی ہے۔ اگر کوئی درد اضطراب اور زنجیری یکسی کا درماں بخش ہے، تو یہ نسخہ راحت اسی کا تجویز کیا ہوا ہے۔ اگر کوئی ہے جو حق کو باوجود ضعف ظاہری کے طاقت بخشتا، اور باطل کو باوجود سرسامان ظاہری کے خاسر و ناکام رکھتا ہے، تو یہ حربہ جنگ اسی کا دیا ہوا ہے۔ اور پھر اگر کوئی ہے جو جھکے ہوئے سرور، اشک فشان آنکھوں، اور زخمی دلوں کو دنیا میں ذلیل و رسوا نہیں کرتا، تو یہ نشان عزت و کامرانی اسی کا بلند کیا ہوا ہے۔ پس یہ ایک صدائے مضطر تھی، جو ایک قلب معزور سے اُس وقت اُٹھی، جب اس سفر کی منزل ہی نہیں، بلکہ راہ سفر نا پید تھی۔ جب صحرائے بے کنار سامنے، مگر درشن ہمت ترشہ سفر کے بار تقویت سے محروم تھا۔ قدم چلنے کیلئے کو بیکار تھے، مگر راہ، موانع سفر کی کثرت سے ایک سطح ا خار تھی۔ جب ایک معرکہ کارزار درپیش، مگر مین و یسار ہموار جنگ اور رفیقان پیکار سے خالی تھا۔ جب بازار میں خریداروں کی تلاش تھی، مگر جو جنس مقبول تھی، اس سے دکان خالی تھی، اور جو متاع ہاتھ میں تھی، اسکا کوئی خریدار نہ تھا۔ لوگ بازار میں آتے ہیں تاکہ نفع و سود حاصل کریں، لیکن ہم نکلے تھے کہ زبان و نقصان کو دھونڈھیں۔ جبکہ زمانے کی حلاوت پسندی جام شربت کی متلاشی تھی، تو ہمارے ہاتھ قند تلخ و گلو گیر سے رکے ہوئے تھے۔ جبکہ دنیا اپنے تاب حس کی افزائش کیلئے غار و دروغ کی منتظر تھی، تو ہمارا دامن گرد و خاک سے بھرا ہوا تھا۔ جبکہ اُن ہاتھوں کی تلاش کی جا رہی تھی، جن میں پہلوں کے گلدستے ہوں، تو ہم اپنا ہاتھ دکھا رہے تھے، جس میں نور نشتر کے سوا کچھ نہ تھا۔ جبکہ جسم راحت طلب کی بیکار تھی، منتظر تھیں کہ کمخواب و مخمل کے بستر کو دیکھیں، تو ہمارا مشق تھا کہ کانٹوں کو زمین پر بچھالیے اور پھر جہاں تک ممکن ہو اسپر لڑیے۔ دنیا کہتی تھی کہ روشنی میں آگئے ہیں، لیکن ہم یہ کہنے کیلئے نکلے تھے کہ تاریکی ہی بہتر ہے۔ زمانہ کہتا تھا کہ علم! علم!! مگر ہم پکارنا چاہتے تھے کہ جہل! جہل!! ہر طرف ہنگامہ بپا تھا کہ آگے بڑھیے، مگر ہم غل مچانا چاہتے تھے کہ پیچھے ہٹیں۔ نظریں سامنے کی طرف تھیں، مگر ہم عقب کے طرف دیکھنا چاہتے تھے۔ بازار میں مانگ تھی مدح و تحسین کی، مگر ہم لیکر نکلے تھے طعن و قدح کو۔ خریدار دھونڈھ رہے تھے برادہ صندل کو، تاکہ اس کے لپ سے ٹھنڈک پائیں، لیکن ہم پیسے رکھتے تھے نمک جراثیم و زہر کو، تاکہ زخموں کی سوزش آوڑ بڑھ جائے۔ یقیناً ہم مجتوں و لاعقل تھے۔ اگر آپ حلوا فروشوں کے بازار میں کسی کو دیکھیے کہ شیرہ قند کے قوام کی جگہ نیم کی پتلیوں کو جوش دے رہا ہے تو آپ کیا کہیں گے؟ اگر آپ سے کہوں کہ آگ اور پانی کے دیو یعنی انجن کو اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں سے رک دینگا تو آپ کیوں تسلیم کرنے لگے؟ شہد کو سب پسند کرتے ہیں، مگر کرنیں کے سفوف کو کوئی شہد کی ارزو و ذوق سے نہیں کھاتا۔ پھول کے گلدستے کیلئے کس کا ہاتھ ہے جو نہیں بڑھے گا، لیکن نشتر کی نوک کیلئے کوئی بھی بیکار نہیں ہوتا۔ سفر کی کامیابی زاد راہ اور اسباب و سامان پر موقوف ہے، اور لڑائی بغیر شمشیر و تفنگ اور سپاہیوں کی صفوں کے ممکن نہیں۔ یہ سب سچ ہے، لیکن پھر یہ کیا ہے جسے اپنے گرد و پیش دیکھ رہا ہوں؟

کیا یہ اُس نیرنگ ساز کے عجائب کار و بار نصرت کی آیات و آثار نہیں ہیں؟ اگر ہر کام کیلئے اسباب و سامان مطلوب ہیں تو ہمارے پاس کیا تھا؟ اگر قبولیت و رجوع، قلوب کیلئے روش عام



## شذات

— \* —

ہفتہ جنگ بالآخر وہی ہوا جسکا ہونا پیشتر سے معلوم تھا صلح کانفرس کے اجلاس ہوئے رہے، ترکی وکلا نے البانیا اور مقدونیا کی خود مختاری تسلیم کر لی، لیکن جزائر بحر اربعین، کریٹ، اور بالآخر ایڈریا نرپل کے قبضے پر زور دیا، مگر بلغاریا تمام مفتوحہ اور غیر مفتوحہ یورپین ترکی کے علاوہ ایڈریا نرپل کے لینے پر بھی مصر ہے۔ اور دول یورپ اس کے اصرار کو بالکل حق بجانب قرار دیتے ہیں۔

انگلستان کی وزارت خارجہ اور ترکی کی موجودہ وزارت، دونوں نے ان توقعات کے پورا کرنے میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کی، جنگی آغاز تجویز صلح میں ہر واقف حال کو انکی نسبت تھی۔

کامل پاشا نے صلح کانفرنس کیلئے لندن ہی کو تجویز کیا اور اسکی علت یہ بیان کی گئی کہ ”سر ایڈورڈ گرے کے مشوروں سے فائدہ اٹھایا جائے“ صلح عین ایسے وقت میں تجویز کی گئی، جبکہ بلغاریا کی قوت کا خاتمہ ہو چکا تھا، اور ترکی کی قوتیں اب کہیں جا کر مجتمع ہوئی تھیں۔ التوے جنگ کی شرائط میں بلغاریا کو تو آزاد چھوڑ دیا گیا کہ اپنی فوج کو رسد پہنچاتی رہے، اور اس طرح اپنی فنا شدہ حالت کو زندہ کرنے کیلئے اس مہلت سے پورا فائدہ اٹھائے، اور ترکی کیلئے اسکی کوئی صورت نہیں رکھی گئی کہ ایڈریا نرپل کے محصورین کو ضروری غذا بھی بہم پہنچ سکے۔ ابتدا میں ترکی کی جانب سے کہا گیا تھا کہ یونان بھی شریک صلح ہو یا اسکی عدم شرکت کی تلافی یوں کی جائے کہ ترکی کو بھی اپنے محصورین کی اعانت کا موقع دیا جائے، لیکن یونان نے برابر جنگ جاری رکھی اور پھر ترکی کی طرف سے بھی اس بارے میں کچھ اصرار نہیں ہوا۔ یہ سب کچھ کامل پاشا کے ہاتھوں انجام پا چکا ہے۔ اب اس سے زیادہ سر ایڈورڈ گرے کی خوشنودی کیلئے اسکی اختیار میں کیا تھا؟ یہ تو ممکن نہ تھا کہ باب مشیعت کے نظارہ فرما: مسٹر ایسکریٹھ کو جامع ایا صوفیا سپرد کر دیتا کہ اسے گنبد پر صلیب کا جھنڈا نصب کر کے اپنے صلیبی رولوں کی تکمیل کریں!۔

صلح کانفرنس کے انعقاد کی خبر سننے ہی ہم نے اور ہم سے زیادہ بہتر واقف حال اصحاب پرانے نے آئندہ کی نسبت رائیں قائم کر لی تھیں۔ کانفرس کے انعقاد سے صرف یہی مقصود تھا کہ بلغاریا کی کمزوری اور ترکی کی جدید اجتماع قوا سے دولت عثمانیہ کو فائدہ اٹھانے نہ دیا جائے، اور ترکی کی فراہم شدہ قوت یورپ کے صلیبی مقاصد میں خارج نہر۔ بدبختی سے ایسا ہی ہوا، اور ترکی کی خداز وزارت کی بدولت اتنا بھی نہیں ہوسکا کہ کم از کم صلح کانفرنس کی تمام مہلت میں ایڈریا نرپل کے مظلوم و بیگس محصورین کو زندہ رہنے کیلئے ضروری غذا بھی پہنچتی رہتی۔ یورپ کا مقصود اس ظالمانہ شرط التوا کے منظور کرانے سے صرف یہ ہے کہ اگر آخر میں ترکوں نے صلح کی منظوری سے انکار کر دیا، تو رسد کی قلت اور ایام گفتگو کے مصالحات کے امتداد سے ایڈریا نرپل کے محصورین کی حالت نازک ہو جائے گی اور وہ مجبور ہو کر اطاعت منظور کر لیں گے۔ پھر ایڈریا نرپل بھی بلغاریا کے مفتوحہ مقبوضات میں آجائے گا اور ترکی اسے الگ کوڈیفے پر باسانی راضی کرا لی جائے گی۔ حالانکہ بجز اب بھی راضی کرا لی جا سکتی ہے اور شاید تقدیر الہی کا یہی فیصلہ ہو کہ کرا لی جائے۔

انقلاب و آثار امید ۳۰ دسمبر تک کانفرنس میں ترکی وکلا کی حالت ویسی ہی تھی، جیسی کامل پاشا کی وزارت میں ہونی چاہیے۔ لیکن اس کے بعد سے انجمن اتحاد و ترقی کی کوششوں کے ظہور، فوج کے اضطراب، شتلاچہ کے پیغامات، غازی انور کے قسطنطنیہ میں وزر، اور محمود شوکت پاشا کی جدوجہد کے نتائج نے لندن کے ترکی وکلا کے اظہارات کو بھی متغیر کر دیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ کامل پاشا کے استبداد اور تسلط ہوا خواہان ملت کی قوت کو بکلی فنا کر دینا چاہا، مگر اتحاد و ترقی کی سرگرمیوں میں پھر بھی اندر ہی اندر کام کرتی رہیں۔ ترکی میں انٹک پبلک اریڈینس اور ملک پر ملت کی آواز مقرر ہوئی، اور اصلی قوت صرف فرجی حلقوں کی آواز میں ہے۔ لیکن جنگ کی وجہ سے تمام عثمانی افواج مختلف حصوں میں پھیل گئی ہوئی ہیں یا شتلاچہ کے استحکام میں مصروف ہیں اور دارالخلافہ فوج کے اجتماع سے خالی ہے۔

یہی سبب ہے کہ کامل پاشا کو اپنے غدارانہ اعمال کیلئے پوری فرصت ہاتھ آگئی اور بغیر کسی داخلی ہیجان کے چارپانچ سرتوجران ترک ایک ہی مرتبہ میں گرفتار کر لیے۔ تاہم جن لوگوں کے داوروں میں ملک و ملت کی بربادی کی قیاس ہے، انکے اضطراب پر فتح پانے کیلئے یہ تمام مظالم بیکار تھے۔ بالآخر اتحاد و ترقی کے ممبر فرجی کو اصلی حالت سے باخبر کرنے میں کامیاب ہو گئے اور شتلاچہ لائن کے افسروں میں ایک سبب برہمی اور شورش پیدا ہو گئی۔ حال میں ایک فوجی مراسلہ کی خبر دی گئی ہے جو شتلاچہ سے سلطان المعظم کے نام بھیجا گیا تھا اور جسپر تمام فوجی افسروں کے دستخط تھے۔ غازی انور پاشا کا بھی یکا یک قسطنطنیہ پہنچ جانا تغیر حالت کی ایک قوی علت ہے، اور کامل پاشا کا تشدد اب پیشتر کی طرح قوی نہیں نظر آتا۔ یقیناً اسی تغیر حالت کا نتیجہ ہے کہ صلح کانفرنس کی پچھلی خبروں میں عثمانی وکلا کی طرف سے یک گونہ استقامت کا ظہور ہوا ہے، اور گو یہ استقامت مقدونیا، البانیا، اور کریٹ کے مسئلہ کو باسانی طے کر دینے کے بعد صرف ایڈریا نرپل ہی کیلئے ہے، تاہم کامل پاشا کی وزارت سے اتنے کی بھی امید نہ تھی۔ آخری خبریں برابر یقین دلا رہی ہیں کہ ترک وکلا نے ایڈریا نرپل پر قابض رہنے کا مختم فیصلہ کر لیا ہے، اور بلغاریا کو صاف جواب دیدیا ہے۔ لیکن صرف اس سے کیا ہوتا ہے، کیونکہ اصل سوال بلغاریا کا نہیں بلکہ دول یورپ کی اس جنونہ شیطانی کا ہے، جو ہر ایسے موقع پر ترکی کا محاصرہ کر لیتی ہے۔ یقیناً دول یورپ اب ترکی پر پورا دباؤ ڈالیں گی کہ ایڈریا نرپل بھی بلغاریا کے حوالہ کر دے۔

افسوس اس وقت اصل کار وزارت کی علجلانہ تبدیلی تھی، اور گو فوجی اضطراب سے کچھ کچھ امید بندھتی ہے، لیکن اتحاد و ترقی کے بے دست رپا ہو جانے کی وجہ سے اسکا قوی سامان نظر نہیں آتا۔ کاش ترکوں کی قوم ہمیشہ کیلئے دنیا سے نابود ہو جائے، مگر اس ذلت کو گوارا نہ کرے جو اسکی بقیہ حیات عزت کیلئے آخری آزمائش ہے۔





ہر اس غرور اور ادعا کو جو دولت اور عزت جہاں دنیوی سے پیدا ہو شیطان کا بت یقین کرے، اور خدا کی عزت کی خاطر، جہاں تک ممکن ہو اسے ذلت سے بچا کر دے۔ حکومتوں کا استبداد، علماء سوء اور مذہبی پیشواؤں کا استیلا، دنیوی رہنماؤں اور جماعتی حکمرانوں کا قہر تسلط، رسم و رواج اور سوسائٹی کے دباؤ کی بندش، یہ تمام چیزیں بھی شیطان ہی کے تخت کے سائے میں نشور نما پانی والی ہیں، اور انکی قوت بھی ”ما انزل اللہ بہا من سلطان“ میں داخل، پس خدا کی محبت کیلئے ان سب کا دشمن ہو جائے، اور اس کے نام کی عزت کو بلند کرنے کیلئے ان سب کو ذلیل و رسوا کرے۔ اپنی زبان کو، اپنے دماغ کو، اور اپنی تمام قوتوں کو وقف کر دے، تاکہ جو طاعت الہی سے سرکش انسان حق و صداقت کی عزت کو دنیا میں تاراج کر رہے ہیں، انکی عزت باطلہ کے تاراج و غارت کرنے کا وہ ذریعہ بنے۔ اسکی زبان حق کی زبان ہو اور قدم حق کے قدم ہوں۔ زبان سے انکی تعقیر و تذلیل کرے، اور پانوں سے انکے مغرور سروں کو کچلے۔ جب اس منزل امتحان سے وہ گزر جائے گا، اس وقت اللہ اور اس کے رسول کا مطیع ہوگا۔ کیونکہ جو اللہ کا مطیع ہو، ضرور ہے کہ شیطان سے باغی ہو۔

\* \* \*

الامر بالمعروف والنہی عن المنکر

سلسلہ سخن میں ہم بغیر کسی گریز کے مقصود اصلی تک پہنچ گئے۔ اس مقام طاعت الہی ہی سے وہ اصل اصول اسلامی رونما ہوتا ہے، جسکو قرآن کریم نے۔

الامر بالمعروف والنہی عن المنکر

کے جامع و مانع الفاظ میں بیان فرمایا ہے، اور جو اس دینِ قریم کا اصل اساس، اور اُمتِ مرحومہ کے شرف و فضائل کی علت حقیقی، اور اس کے تمام اصول و فروع کیلئے بمنزلہ عمامہ کار اور بنیاد شریعت بیضاء کے ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ  
لِّنُظْهِرَهُ لِّلنَّارِ وَهُوَ كَافٍ  
بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنِ عَنِ الْمُنْكَرِ  
عَنِ الْمُنْكَرِ تَوَنُّونَ

تم تمام اُمتوں میں سب سے  
بہتر اُمت ہو، اسلئے کہ اچھے  
کاموں کا حکم دیتے ہو،  
برائی سے روکتے ہو، اور اللہ پر  
ایمان رکھتے ہو۔ (۲۱: ۶۰)

دوسری جگہ سورہ حج میں فرمایا:

الذین ان مکنا  
ہم فی الارض  
اقاموا الصلوة واتوا  
الذکوة و امروا  
بالمعروف ونہرو  
عن المنکر ولله عاقبة  
الامور (۲۲: ۴۳)

اگر ہم مسلمانوں کو حکومت اور خلافت  
دیگر دنیا میں قائم کر دیں، تو انکا کام ملک  
گیری یا عیش و عشرت نہوگا، بلکہ یہ کہ  
وہ اللہ کی عبادت کریں گے، اپنے مال کو اسکی  
راہ میں خرچ کریں گے، دنیا کو نیک کاموں  
کا حکم دیں گے، برائیوں سے روکیں گے۔ اور  
سب کا انجام کار اللہ ہی کے ہاتھوں میں ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے عروج اور رات  
ارض ہونے کی اصلی علت یہ بیان کی ہے کہ وہ دنیا میں اعمال  
حسنہ انجام دیں گے، اور پھر انکی تشریح کی ہے کہ وہ عبادت  
بدنی و مالی، امر بالمعروف، اور نہی عن المنکر ہے۔ پس  
فی الحقیقت حق کا اعلان اور گمراہی کا روکنا ایک ایسا فرض  
اسلامی تھا، جسکو مثل نماز اور زکوٰۃ کے ہر مومن و مسلم پر  
فرض کر دیا گیا تھا، اور دنیا میں اس اُمت کو خدا کی طرف سے  
یہ خدمت تفویض کی گئی تھی کہ حق کے قیام اور گمراہی کے

یاد رہے کہ ہر اطاعت کیلئے ایک سرکشی، ہر وفاداری  
کیلئے ایک دشمنی، اور ہر عاجزی کیلئے ایک غرور و تمرد  
لزمی ہے۔ آپ ایک اقا کے نوکر ہو نہیں سکتے، جب تک  
کہ آپ تمام اقاؤں سے انکار نہ کر دیں۔ زید سے اگر آپکو محبت  
ہے، تو اس کے یہ معنے ہیں کہ اس کے تمام دشمنوں کے آپ دشمن  
ہو گئے۔ ایک چوکھٹا پر جب ہی سر جھک سکتا ہے، جب آپ تمام  
جھکانے والی چوکھٹوں پر سے مغرورانہ گزر جائے۔ جب آپ نے کہا کہ  
میں روشنی ہی کو پسند کرتا ہوں تو ضمناً اسکا بھی اقرار کر لیا کہ  
تاریکی سے متنفر ہوں۔ آپ ایک ہی جانب اپنا منہ نہ کر نہیں سکتے  
جب تک آپ ہر طرف سے منہ پھیر نہ لیں، اور ایک ہی سے اپنا  
ہشتہ جوڑ نہیں سکتے، جب تک ہر طرف سے رشتے کاٹ نہ لیں۔ پس  
خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کیلئے پہلی چیز یہ ہے کہ اسے سوا  
اور جتنی قوتیں اپنی اطاعت کی طرف بلاتی ہیں، ان سب سے  
باغی ہو جائے، اور اس کے آگے جھکنے سے پہلے آپ تمام جھکانے والوں  
کے آگے مغرور ہو جائے۔ جو لوگ اسکی اطاعت کے مدعی ہیں،  
انکو اطاعت سے پہلے سرکشی کا، وفاداری سے پہلے بغاوت کا، اور دوستی  
سے پہلے دشمنی کا ثبوت دینا چاہیے۔ انکو آزمائش میں پڑ کر ثابت  
کرنا چاہیے کہ خدا کی وفاداری کیلئے انہوں نے کن کن قوتوں سے  
بغاوت کی ہے؟ اور اسکی محبت کے پیچھے کس کس کو اپنا دشمن  
بنایا ہے؟ وہ حکومت الہی کے مقابلے میں اپنا تخت تسلط بچھانے  
والی قوت شیطانی، جو انسانوں کو خدا سے چھین کر اپنا مطیع  
و منقاد بنانا چاہتی ہے، اور جس کے مظاہر تمہارے اندر اور باہر، دنوں  
جگہ موجود ہیں، مدعیان اطاعت الہی کیلئے دنیا میں اصلی اور  
پہلی آزمائش ہے۔ کوئی ہستی خدا کی مطیع ہو نہیں سکتی،  
جب تک اس قوت اور اس قوت کے تمام مظاہر سے باغی و متمرد  
نہو جائے۔ سب سے بڑا قوت ابلیسی کا مظہر نفس انسانی اور قوائے  
بہیمہ کی قوائے ملکوتیہ سے ایک دائمی جنگ ہے۔ پھر انسان سے  
باہر طرح طرح کی ضلالتوں اور باطل پرستیوں کے تخت بچھے ہوئے  
ہیں، اور خود انسانوں کے بے شمار غول ہیں، جنہوں نے شیطان  
کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس طرح اسکی اطاعت میں اپنے تئیں فنا کر دیا  
ہے کہ انکا وجود از سرنا پا پیکر شیطانی، اور مجسمہ ابلیسی بن گیا  
ہے۔ ان میں سے ہر قوت شیطانی انسان کو اپنے آگے مرعوب دیکھنا  
چاہتی ہے۔ کہیں دولت اور مال و جاہ دنیوی شیطان کا نشیمن  
ہے، کہیں غرور علم و فضل کے اندر سے شیطان جھانک رہا ہے۔ کہیں  
مذہب، پیشواؤں کی جماعتیں اسکا مرکب فساد بن گئی ہیں، اور  
جماعتی تسلط اور قوت نے اپنی دعوت ضلالت کی باگ اس کے  
ہاتھ میں دے دی ہے۔ حکومتوں اور گورنمنٹوں کا قہر و استبداد بھی  
ایک بہت بڑا مظہر ابلیس ہے۔ اور ننگ و ناموس دنیوی اور  
محبت اہل و عیال کی زنجیروں کے اندر بھی اسی کے تعبد  
و انقیاد کی کشش مخفی ہے۔ پس مقام ”ومن یطع اللہ والرسول“ (۲: ۱۷۷)  
کے حاصل کرنے کیلئے اولین شرط یہ ہے کہ انسان ان تمام طاقتوں کی  
اطاعت سے یکسر باغی و سرکش ہو جائے، اور انکی عظمت و جبروت  
کے اثر سے اپنے دل کو آزاد کر دے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ جہاں تک  
طلب صادق کی قوت، اور توفیق الہی کی ہمت اسکا ساتھ دے،  
ان تمام مظاہر شیطانیہ کے مقابلے میں ایک مغرورانہ جہاد کا اعلان  
کر دے، اور تعبد الہی کی تلوار لیکر فائقانہ اٹھ کھڑا ہو۔ ضلالت  
اور گمراہی کا بتکدہ جہاں دیکھ، حق اور صداقت کی ضرب  
سے پاش پاش کر دے۔ دولت دنیا میں ہمیشہ سے شیطان کی سیرو  
سباحت کا سب سے بڑا مرکب رہی ہے، اور ضلالت کی تاریکی نے  
عالمی اور سونے کی دیواروں کے اندر ہمیشہ گہر بنایا ہے، پس

۸ جنوری ۱۹۱۲

اور مظلوم تھا، اور شیطان کا تخت اپنے سایے کی ظلمت میں باطل پرستیوں کی ایک مغرور فوج رکھتا تھا۔ جبل بوقییس کے تنگ و تاریک غار میں روشنی کی ایک دھیمی چمک نظر آتی تھی، مگر ریگستان حجاز کا ایک ایک ذرہ ظلمات کذب کی پوری مسلم فوج تھا۔ لیکن یہی دعائے مقدس تھی جو خدا نے اپنے زمین کے ایک ہی وارث حق و صداقت کو سکھائی تھی، اور یہی الفاظ تھے جو غربت و بے سروسامانی کے عالم میں اس مجسمہ حقانیت کی زبان سے نکلے تھے۔ پھر جو کچھ ہوا، وہ صرف آپسے اور ہمارے ہی نہیں بلکہ تمام عالم کے سامنے ہے!

اذا جاء نصر الله  
و الفتح، رایت  
الذیاس یدخلون  
فی دین الله افواجا۔  
فسبح بحمد ربک  
واستغفر، انہ کان  
توابا (۱: ۱۱۰)

جبکہ خدا کی نصرت آپہنچی، اور حق و صداقت کو فتح ہوئی، اور تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ دین الہی میں لوگ جوق جوق داخل ہو رہے ہیں، تو اب اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کرو اور اپنے خطاوں کی معافی مانگو! یقیناً وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

\*\*\*

مقام اطاعت خدا و رسول اور شرف معیت جماعت اربعہ

الہلال بھی ایک دعوت ہے، جسکے تمام اغراض و مقاصد اور اصول و فروع کا نقطہ وحید صرف اس دین الہی کی دعوت کی تجدید، اور اسکے اصول بنیادی: الامر بالمعروف والنہی عن المنکر کو زندہ کرنا ہے۔ پس گورہ ایک ذرہ حقیر ہو مگر اس کی روشنی ماخوذ اسی مہر منیر سے ہے۔ اور گورہ خرد ضعیف ہو، لیکن پیغام بر اسی قوی و عزیز کا ہے و لنعم ما قیل:

مگر کچھ خوریم، نسبتے ست بزرگ  
ذرہ آفتاب تابا نیم

یقینی ہے کہ نصرت الہی کے جو عجائب اس دعا۔ مقدس نے ازل روز دکھلائے، اسکا فیضان جاری آج بھی پیروار دین مبین اور حامیان حق و صداقت کو اپنا کرشمہ قدرت دکھلائے اور جن لوگوں نے اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کے ذریعہ مقرب الہی کے مقام سے نسبت حاصل کر لی ہے، وہ اس شرف نسبت کی بدولت ان تمام برکات و نعمات کے شریک و حقدار ہو جائیں، جنکے وہ گورہ مستحق نہیں ہیں، مگر جن مستحقین نعمت کے ساتھ ہیں، انکی معیت کا شرف ضرور حقدار ہے، اور یہی معنی ہیں اس آیت کریمہ کے کہ:

ومن یطع الله  
والرسول  
فاولئک مع  
الذین انعم الله  
علیہم من  
النبیین و  
الصدیقین و  
الشہداء و  
الصالحین،  
وحسن اولئک  
رفیقا (۷۱: ۴)

اور جو لوگ ہر طرف سے باغی ہو کر صرف اللہ اور اسکے رسول کے مطیع و منقاد ہو گئے تو بیشک وہ ان مقربان الہی کے ساتھی ہو جائیں گے جن کو حق تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے نزول کیلئے دنیا میں چن لیا ہے، اور جن میں سب سے پہلی جماعت انبیاء کرام کی، پھر صدیقوں کی، پھر شہداء اور صالحین امت کی ہے۔ یہ چار جماعتیں انکی ساتھی ہونگی، اور اس رفاقت سے بڑھ کر اور کونسی رفاقت ہو سکتی ہے؟

اس آیت میں چار مخصوص جماعتوں کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کی، وہ انکے ساتھیوں میں محسوب ہونگے، لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ مقام اطاعت کا حصول کیونکر متحقق ہو سکتا ہے، اور اسکے شرائط کیا ہیں؟

ضروری ہے تو ہمارے قدم تو اس طرف نہ تھے۔ نفس انسانی ہماری خاطر اپنے خصائص طبعیہ کو چھوڑ نہیں سکتا، اور زمانے نے کچھ ہماری اطاعت کا وعدہ نہیں کر لیا ہے کہ ہمارے لیے اپنا موسم بدل دے گا۔ تعریف نفس کو مرغوب ہے اور نکتہ چین سے کوئی خوش نہیں ہوتا۔ نرم ہاتھوں کو سب پسند کرتے ہیں، لیکن سخت ہاتھوں کی گرفت کسی کو خوش نہیں آتی۔ ملک میں مختلف گورہ مختلف جماعتوں پر حکمراں ہیں، اور انکے قلوب کی باگ اپنے ہاتھوں میں رکھتے ہیں، پھر ان میں سے کسی کا ساتھ دیجیے، تو زمانہ آپسے ساتھ ہے، اور الگ رہیے تو اپنی طاقت کا ثبوت دیجئے، لیکن یہاں طاقت کا ادعا نہیں، بلکہ عاجز و ضعف کا انکسار تھا۔

بایں ہمہ اس چھ ماہ کی اقل قلیل مدت کے بعد دیکھتے ہیں تو یہ کیسی عجیب بات ہے کہ باوجود تمام بے سروسامانیوں کے پہلی منزل سے گذر چکے ہیں، اور باوجودیکہ یکے و تنہا تھے، مگر الحمد للہ کہ کارزار حق و باطل میں شکست و ناکامی سے شرمندہ و نادم نہیں ہیں۔ ہر طرح کے اسباب مفقود تھے، اور موانع کی کثرت سے راہ امید مسدود، مگر اسباب کی تلاش سے پہلے خود اسباب نے ہمیں تلاش کیا، اور طلب سے پہلے خود مطلوب نے اپنی صورت دکھلائی۔ آواز خوش آئند نہ تھی مگر کسی نے سننے سے انکار نہیں کیا، اور جام تند و تلخ تھا، مگر بہتوں نے اسے شربت قند و شہد پر ترجیح دی۔ اسمیں شک نہیں کہ بہتوں نے کانوں میں انگلیاں بھی ڈالیں، مگر ہاتھ میں اسکے اوراق بھی لیے رہے۔ ایسے بھی کم نہ تھے، جنہوں نے پینے سے پہلے منہ بنایا، لیکن بالآخر حلق سے اتار بھی لیا۔ بعضوں کی پیشانیاں صاف تھیں، اور اکثروں کی پرشکن، مگر طرفہ ماجرا یہ تھا کہ چہرے سب کے اسی طرف تھے۔ یہ ضرور ہے کہ مہر و نوازش کی نظریں کم تھیں، مگر نگراں بھی سب اسی جانب تھیں۔ جام سب نے لیے، مگر یوں سمجھ لیجیے کہ کسی نے آنکھوں سے آنکھیں ملا کر لیا، اور کسی نے:

منہ پھیر کر ادھر کر، ادھر کو بڑھائے ہاتھ

\*\*\*

آپکو پورا اختیار ہے کہ اسکے علل و اسباب ظاہری کی جستجو میں کارش کبجیے، مگر ہم کو یقین ہے کہ اس قلیل عرصے میں یہ جو کچھ ہوا، فی الحقیقت اس دعا کی استجابت کا آغاز تھا، اور اس نصرت فرمائے حق کی ایک آیت فافزہ تھی، جو ہمیشہ حق کو باوجود اسکی ظاہری بے سروسامانی کے نصرت بخشتا ہے، اور باطل کو باوجود اسکے ساز و سامان کے ناکام و خاسر کرتا ہے، اور پھر قلوب مومنین اور انظار خاشعین کیلئے اس تائید غیبی کو حق و صداقت کی ایک کھلی نشانی قرار دیتا ہے۔ تاکہ دیکھنے والے دیکھیں، سننے والے سنیں، اور دل رکھنے والے سونچیں:

وقل جاء الحق  
وزہق الباطل ان  
الباطل کان زہوقا،  
وننزل من القرآن  
ما ہر شفاء ورحمة  
للمؤمنین، ولا یزید  
الظالمین الا خسارا  
(۱۷: )

حق ظاہر ہوا، باطل کو شکست ہوئی اور باطل تو شکست ہی کھانے والا ہے، اور ہم اس کتاب ہدایت قرآن میں ایسی تعلیم دیتے ہیں، جسمیں صاحبان ایمان کیلئے تمام امراض قلبی کے لیے شفا اور رحمت ہے (البتہ) نافرمانوں اور حامیان باطل کو اس سے اور الٹا نقصان ہی پہنچتا ہے۔

\*\*\*

ایک ہزار تین سو برس سے زیادہ زمانہ گذرا، جب حق اور باطل، صدق و کذب، نور و ظلمات، پیر و شیطان اور بندگان خدا، دروں میں ایک سخت جنگ برپا تھی۔ حق بظاہر بیکس، بے سروسامان،

طرف پھیل گئی تھی - سب سے بڑا فتنہ علمائے سو کی کثرت اور علمائے حق کی غربت تھی - خلافت راشدہ کے اختتام کے ساتھ ہی شخصی حکومت کی بنیاد پڑ گئی تھی اور شخصی حکومت کی سب سے زیادہ قاتل سمیت امرا و رؤسا کی ندامت اور مصالحت کی رسم کا پیدا ہونا ہے جو دنیوی عز و جاہ کے حصول کا ذریعہ اور بادشاہ وقت کے تقرب و جلب توجہ کا وسیلہ بن جاتی ہے اور یہ سب سے بڑی دین و علم کی آزمائش ہوتی ہے جو بوجہ زنجیر بنکر طبقہ (علماء) کے ہاتھوں میں پڑ جاتی ہے - پھر یہ طبقہ زبردستی اور حصول عز و جاہ کی لعنت میں گرفتار ہو کر شیطان کا سب سے بڑا مرکب فساد بن جاتا ہے اور دین و علم کو امرا و رؤسا کی ابلیسانہ خواہشوں کے تابع کر دیتا ہے - اسکا علم و مذہب اور وعظ و ارشاد حق کیلئے نہیں بلکہ طلب دنیا کیلئے ہوتا ہے وہ قوم کو حق کی طرف نہیں بلاتا بلکہ خود قوم کی ضلالت اور گمراہی کے ہاتھوں میں ایک کھٹکا بن کر رہتا ہے - جس عقیدے اور تعلیم کو جلب قارب اور امرا و رؤسا کی خوشنودی کا ذریعہ دیکھتا ہے بیان کرتا ہے اور جس کو ان کے خواہشوں کا مخالف پاتا ہے ترک کر دیتا ہے -

قرآن کریم نے علمائے یہود کی سب سے بڑی مذمت یہی بیان کی تھی:

فخلف من یھربنی اسرائیل میں سلف صالح کے جانشین بعدہم خلف اور کتاب تورات کے وارث ایسے نا خلف ہوئے

ورثر الکتاب جو احکام الہی کو اغراض دنیوی کیلئے تبدیل یا خذون عرض کر دیتے ہیں اور حق کو چھپاتے ہیں - اسلیئے کہ

هذا الادنہ اس کے لئے میں انہیں اس دنیا کے دوس کا کوئی

و یقولون فلیل حصہ مل جاتا ہے اور اس پر طرہ یہ ہے کہ

سیغفر لکم بلوچوں اس کے کہتے ہیں کہ (ہم علما میں سے

وان یا تم عرض ہیں) اسلیئے ہمارا گناہ تو معاف ہو جائے گا -

مثله یاخذونہ النہ اور اگر پہلی چیز کی طرح کوئی اور دنیاوی چیز ان کے سامنے آجائے تو پھر اس کے لینے کیلئے -

میثاق الکتاب طیار رہتے ہیں - کیا ان گمراہوں سے وہ عہد جو

ان لایقولوا علی حق بات کے سوا دوسری بات خدا کی طرف

اللہ الا الحق منسوب نہیں کریں گے؟ پھر جو کچھ تورات میں

و درسا ما فیہ ولدنا الاخرۃ للذین ہے وہ آئے پڑھنے کے ہیں اور کچھ جاہل

یتقرنوا فلا تعقلون؟ بے خبر بھی نہیں ہیں -

(۷۶: ۱۶۸)

والمرارۃ فرۃ للزیر  
باقی آئندہ

فہرست زرانہ ہلال احمر

(۸)

بائی آفہ رزیفہ

بذریعہ جناب کے - حمید الدین صاحب پیشہ معلم - جامع (۱)  
مسجد - اکوٹ - بزار

جناب خورشید علی خان صاحب - گنگوڑم  
جناب سید پیر نور الدین شاہ صاحب لکھنؤ - سندھ

جناب ظہیر الدین صاحب - ملتان  
میزان ۲ - ۴۴۲

حضرت امیر علیہ السلام کے مذاقب ہوتے تھے بلکہ کھلے کھلے لفظوں میں بنی امیہ کے فظائع و مظالم بیان کیے گئے تھے - عبد الملک جیسا با رعب و جبروت شہنشاہ ہند نے آنا تھا تو اس کے دروازے سے کلیم پوش فقرا و صالحین نکلتے تھے اور بر سر دربار اسکو ظالم بتلاتے تھے - تاریخ میں ہم صد ہا واقعات کے ضمن میں پڑھتے ہیں کہ (حجاج) کے سامنے اسکی بے نیام تلوار رکھی رہتی تھی لیکن جانفروش مومن آئے تھے اور اسکی تلوار کو حقارت سے دیکھ کر اپنی شمشیر حق گوئی سے خود اس کے دل کو مجروح کر دیتے تھے -

عہد عباسیہ اور علمائے حق کی استقامت

بنی امیہ کے بعد انکی ہر چیز کے وارث عباسی ہوئے اور گو حکومت کے استیلاؤ استبداد سے "امر بالمعروف" کا نشور نما رک گیا تھا اور روز بروز اسکی قوت ضعیف سے ضعیف تر ہوتی جاتی تھی لیکن تاہم اسلام نے قوم کے اندر اس اصول کی روح جس قوت کے ساتھ پھونک دی تھی اسکی ہلاکت کیلئے ایک مدت مہدید درکار تھا - باوجود عجمی حکومت مستبدہ کی تقلید اور قہر و استیلائے شدید کے جو آل عباس کو حاصل تھا (مامون الرشید) جیسے عظیم الشان اور (متوکل) جیسے ظالم کے دربار میں آپکو صد ہا اشخاص نظر آئیں گے جنکو تخت بغداد کی عظمت و شوکت بھی مرعوب نہ کر سکی اور اپنی جانوں کو ہتھیلیوں پر رکھ کر انہوں نے امر حق کا اعلان کیا - (مامون الرشید) کا استبداد جب مسئلہ (خلق قرآن) میں ظلم و تشدد تک پہنچ گیا تو دار الخلافہ بغداد میں علمائے حق کی مظلومی نہایت درد انگیز تھی - لوگوں کو جبر و تشدد کے ساتھ مجبور کیا جاتا تھا کہ حدیث قرآن کا اقرار کریں اور جو انکار کرتے تھے انکو طرح طرح کی صعوبتوں میں مبتلا کیا جاتا تھا - جامع مسجد میں سوائے جمعہ و معززلہ کے کسی کو حق نہ تھا کہ وعظ و ارشاد کرے اور جو شخص زبان سے قدم قرآن کا لفظ نکالتا تھا اسکی سزا موت تھی - لیکن بالین ہمہ عین ایسے جاں طلب اور خونریز موقع پر شیخ (عبد العزیز بن یحییٰ الدنانی) مکہ معظمہ سے چل کر بغداد تک صرف اسلیئے آئے تھے تاکہ دار الخلافہ کی جامع مسجد میں خلق قرآن کے ابطال پر غلابیہ وعظ کہے اور اس طرح گرفتار ہو کر مامون کی مجلس تک پہنچے اور پھر اس کے سامنے "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" کے فرض کو انجام دے - چنانچہ وہ بغداد پہنچ کر عین جمعہ کے دن جامع (رضا فہ) میں جاتا ہے اور بعد نماز کے ممبر پر سے پکار کر کہتا ہے:

"کلام اللہ منزل غیر مخلوق" !!

اسکی اس ہلاکت طلب جرات سے تمام مسجد میں ہنگامہ مچا ہو گیا اور لوگوں نے کہا کہ یا زندگی سے بیزار یا مجنون والا یعقل ہے - بالاخر (عمر و بن مسعود) رئیس الشرطہ (کوئوال شہر) کو فوراً اس واقعہ کی اطلاع ہوئی - اس نے آکر (عبد العزیز) کو گرفتار کر لیا اور اسکی خواہش کے بموجب دربار خلافت تک پہنچا دیا - وہاں پہنچ کر اس نے مجلس مذاظرہ اور حضور خلیفہ کی درخواست کی اور مامون الرشید کی موجودگی میں اس عقیدے کے فسادات کو ایک ایک کر کے بیان کیا - (و من شاء التفصیل فلیرجع الی الرسالۃ لہ الفہا فی ما حدث لہ فی بغداد)

ظہر الفساد فی البر والبحر

عباسیہ کے بعد فتنہ تاتار کی غارت گری نے تاریخ اسلام کا ورق اڑا دیا اور ایک وحشی قوم اسلام کے عرش حکومت کی مالک ہو گئی - عربی حکومت کے خاتم کے ساتھ ہی دعوت اسلامی کے بقیہ قوا کا بھی خاتمہ ہو گیا تھا اور فتنہ و فساد، جنگ و جدال، حکومتوں اور قوموں کے تصادم اور دائمی کشت و خوریزی سے نفسانی اغراض و ظلم و عدوان کی فضا ہر



اور ترقی یافتہ علوم و فنون پیش کر دے، لیکن یہ قطعی ہے کہ اس زمانے سے بہتر انسان نہیں نکلا سکتی۔

یہی لوگ تہ جنکی تعریف میں خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ: اشداء علی الکفر کفر و ضلالت کے مقابلے میں نہایت سخت و حمساء بینہم ہیں، مگر آپس میں ایک مومن دوسرے مومن کیلئے نہایت رحم دل ہے۔ (۲۹: ۴۹)

انہی دشمنیاں اللہ کیلئے تھیں اور دشمنیاں بھی اللہ ہی کیلئے۔ انہوں نے اپنے نفس کی خواہشوں کو مٹا دیا تھا اور اسکی جگہ اللہ کی رضا جانی کے ولولے کی انگلیٹھی روشن کر لی تھی۔ ”الحب فی اللہ بغض فی اللہ“ انکا محور اعمال تھا، وہ ملتے تھے تو حق کی خاطر، اور کٹتے تھے تو صداقت کیلئے۔ پھر اس راہ میں نہ کسی کا خوف تھا اور نہ کوئی دنیوی طاقت انکو مرعوب کر سکتی تھی، کیونکہ انہوں نے اس مالک الملک سے صلح کر لی تھی، جس سے کائنات عالم کی ہر شے درتی ہے، پس اب انکو کسی ڈرانے والے سے شکست کھانے کا خوف نہ تھا:

الذین علی المومنین ایمان اور صداقت کے سامنے نہایت عاجز نظر آئے علی الکافریں، مگر کفر و ضلالت کے سامنے نہایت مجاہدین فی سبیل مغرور۔ اللہ ہی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور اللہ والا یخافون پھر کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے (کیونکہ وہ صرف اللہ سے ڈرتے والے ہیں) لومۃ لائم (۵: ۶۱)

اسی ”امر بالمعروف“ کے اصول کا نتیجہ وہ آزادی، راستگویی، اور بے باکانہ حق پڑ رہی تھی، جسکے بے شمار نظائر صدر اول کی تاریخ لبز ہے۔ سر زمین اسلام کا ایک ایک بچہ اور مدینے کی گلیوں کی بڑھیا عورتیں اعلان حق کی جو قوت اپنے اندر پاتی تھیں، وہ آج علم و دولت کی قوت کے مجسموں کو بھی نصیب نہیں۔ ”امر بالمعروف“ کی روح نے ایک ایسی زندگی ہر مسلمان میں پیدا کر دی تھی کہ خلاف حق و صداقت عمل کو دیکھ کر بے اختیار تڑپ جاتا تھا، اور پھر نہ تلوار اسکی زبان کو بند کرنے پر قادر تھی اور نہ حکومت کا تخت سطر اسکی آواز کو دبا سکتا تھا۔

بنی امیہ کا استبداد، ”امر بالمعروف“ کے سد باب کا پہلا دن

ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر قیامت کے دن دنیا کے ظالموں کی صفحہ عام فسق و فجور سے الگ قرار دی جائیں گی، تو ان میں سب سے پہلی صف یقیناً (بنی امیہ) کی ہوگی۔ انہی ظالموں نے اسلام کی اس روح حریت کو غارت ظلم و استبداد کیا، اور اسکے عین عروج اور نشو و نما کے وقت اسکی قوت نمو کو اپنے اغراض شخصہ کیلئے کچل ڈالا۔ انکا اقتدار و تسلط، فی الحقیقت ”امر بالمعروف“ کے سد باب کا پہلا دن تھا۔ نہ صرف یہ کہ انہوں نے اسلام کی جمہوریت کو غارت کر کے اسکی جگہ شخصی حکومت کی بنیاد ڈالی جو یقیناً اعتقاد قرآنی کی رو سے کفر جلی ہے، بلکہ سب سے بڑا ظلم یہ کیا کہ اظہار حق اور امر بالمعروف کی قوت کو تلوار کے زور سے دبا دینا چاہا، اور مسلمانوں کی حق گوئی کے ترقی کنز ولولے کو مضمحل کر دیا۔ تاہم چونکہ عہد نبوت کا فیضان روحانی اور تعلیم قرآنی کا اثر ابھی بالکل تازہ تھا، اسلئے اگرچہ طرح طرح کی بدعات اور معدنات و معاصی کا بازار گرم ہو گیا تھا، لیکن پھر بھی ”امر بالمعروف“ کی آواز کی گرج کوفہ و دمشق کے ایوان و محل کو لرزا دیتی تھی، ساتھ برس کی ایک بڑھیا عورت برسر دربار بلائی جاتی تھی اور (معاویہ) کے سامنے بے دھڑک اپنے وہ اشعار جوش و خروش کے ساتھ پڑھتی تھی، جنہیں نہ صرف

استبداد کا اپنے وجود کو ذمہ دار سمجھنے اور ہر چیز کو گوارا کرانے مگر حق کی مظلومی کی اسکو برداشت نہ ہو۔

یہ فرض علم تھا، کسی خاص جماعت کی اسنیں خصوصیت نہ تھی۔ امر قدیمہ کی گمراہی کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ یہ فرض ہمیشہ علما و رؤساء دینی کے قبضہ اقتدار میں رہا، اور اسلئے جس وقت تک وہ خود حق پر قائم رہے، قوم بھی ہدایت پر قائم رہی، اور جب وہ گمراہ ہو گئے، تو قوم کی قوم بھی پر باد ہو گئی۔ اسلام نے اس مرض کا یہ علاج تجویز کیا کہ ”امر بالمعروف“ کو ہر فرد امت کا فرض قرار دیا، اور اسکی ذمہ داری پوری قوم پر پھیلا دی۔ یعنی ہر مومن جو اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کا اقرار کرتا ہے، بمجرب اقرار، اسکا بھی عہد کر لیتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کو قیام حق اور انبساط باطل کا ذمہ دار سمجھے گا، اور اسکی تمام قوتیں صرف اسلئے ہونگی کہ نیکی کی نصرت کریں اور برائی کو روکیں۔

علاوہ ان آیات کریمہ کے (صحیح مسلم) کی ایک مشہور حدیث میں۔ جس کو حضرت ابو سعید خدری نے روایت کیا ہے اور نیز نسائی، ترمذی، اور ابن ماجہ میں بھی باد نے تغیر موجود ہے۔ کس قدر واضح طور پر اس فرض کی تشریح فرمادی ہے: من رای منکم منکرًا فلیغیرہ دیکھ کر تو اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ کے زور سے بیدہ فان لم تستطع اسکو دور کرے۔ اگر اسکی طاقت نہ پائے تو فیلسانہ فان لم تستطع فبقلمہ اسکی بھی قدرت نہ دیکھ کر تو کم از کم دل ہی و ذالک اضعف دل میں اسکو برا سمجھے۔ مگر یہ آخری الا یمان صورت ایمان کا نہایت ضعیف درجہ ہے۔

اسلام کی تعلیم کا اصلی عملی دور درحقیقت رہی اسکا ابتدائی زمانہ تھا، جو افسوس ہے کہ بہت جلد ختم ہو گیا۔ یہ اسی فرض اسلام کی قوت تھی جس نے قرآن ازل میں تمام اسلامی سر زمین کو اعمال حسنہ کی حکومت سے نیکیوں کی ایک بہشت بنا دیا تھا۔ شیطان آسوت بھی آزاد تھا، جیسا کہ اب ہے، اور اسکے پانوں میں بیڑیاں نہیں ڈال دی گئی تھیں، مگر یہ ضرور تھا کہ اسلام کی قوت عاملہ نے انسانی نفس کی بے اعتدالیوں کو گویا پا بزنجر کر دیا تھا،

اور امر بالمعروف کے حکم سے کوئی باہر نہ تھا۔ ہر شخص یقین کرتا تھا کہ وہ ”مسلم“ ہے، اسلئے دنیا میں خدا کا قائم مقام، اور اسکا نائب ہے، پس دنیا کی ہر چیز اور ہر عمل کو اپنی آنکھ سے نہیں، بلکہ خدا کی آنکھ سے دیکھتا تھا، اور اپنی خواہشوں پر ”مرضات اللہ“ کو مقدم رکھتا تھا۔ ہم اس زمانے کے حالات میں پڑھتے ہیں کہ ایک عورت نفس کے تسلط سے مجبور ہو کر زنا کے ارتکاب میں مبتلا ہو جاتی ہے اور اسکی کسی متنفس کو خبر نہیں ہوتی، مگر وہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آتی ہے اور اپنے زنا کا اقرار کر کے مجبور کرتی ہے کہ سنگسار کی جائے اور پھر انقضائے حمل کے بعد پورے عزم و استقلال سے آکر سنگسار ہوتی ہے۔ ہم کو اس زمانے میں وہ ہزاروں انسان نظر آتے ہیں جو حق کے اعلان کی خاطر اپنے تمام عزیزوں کو چھوڑ دیتے ہیں، اور اللہ کی راہ میں ان تمام سخت سے سخت مظالم کو ہنسی خوشی بردست کرتے ہیں، جو باطل کے پرستاروں کے ہاتھوں انکو جھیلنے پڑتے ہیں۔ باپ نے اپنے بیٹے کو خلاف حق چلتے دیکھ کر اپنے ہاتھوں سے سزائیں دی ہیں، اور بیٹوں نے اپنے والدین کے مقابلے میں تلوار اٹھائی ہے۔ دنیا کے اختیار میں ہے کہ اس عہد سے اعلیٰ تمدن، بہتر ساز و سامان معیشت

ہم کو نماز ادا کرنے کی اجازت دیجائے ” انکو پانچ منٹ کا وقفہ دیا گیا۔ میرا خیال ہے کہ ان آدمیوں کو نماز کے پڑھنے میں پندرہ منٹ سے کم نہیں لگے۔ انکی بیڑیاں کات دی گئیں اور انہوں نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں ایسا اطمینان ظاہر کیا، گویا وہ شب کو آرام کرنے کا انتظام کر رہے ہیں یا ٹھیک اس طرح جیسے کوئی آدمی کم پر جانے سے پیشتر صبح کے وقت فرصت میں آرام کرتا ہے۔ اتفاقاً مجھ کو اس روز کے دیکھنے کا کافی موقع ملا۔ یہ میری زندگی میں پہلا وقت تھا کہ ایسے وحشت انگیز ظلم و ستم کے غم آلود نظارے میرے سامنے تھے۔ اس نیک طینت بزرگ نے جسپر سنگین جرائم کا الزام لگایا تھا دلی اطمینان اور بڑی رغبت کے ساتھ نماز کی طیاری شروع کی۔ جوتے اتار کر اسنے چلے اپنا منہ، پھر ہاتھ، اور پھر پانوں بڑی احتیاط کے ساتھ اچھی طرح دھوے اور سب کے بعد تازہ پانی سے لہی کی، پھر وہ ہاتھ کانوں تک لیگیا، جو مشرقی اقوام کا دستور ہے اور جسکی مثال ہمنویہودیوں کی ان پرانی تصاویر سے ملتی ہے جو انکی ہجو کی غرض سے کھینچی گئی ہیں (یعنی ہاتھ کانوں تک لیجا کر تسکیر کہی اور نماز شروع کی، اللہ اکبر کی صدا سے نامہ نگار کو اذان کا دھوکا ہوا اور اسی لیے آگے چل کر اس نے اسے حرکت کو اذان سے تعبیر کیا ہے۔ الہلال)

\* \* \*

اب وہ اذان دینے کے بعد ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوا، پھر کچھ دیر کے بعد زمین پر بیٹھ کر سجدہ کرنے لگا۔ ایک افسر ہاتھ میں گھڑی لئے ہوئے منٹ گن رہا تھا، پیشتر اسکے کہ وہ بڑھے کر وقت ختم ہونے کی اطلاع دے، بڑھا سلام پھیر کر خود کھڑا ہو گیا، اور خود ہی پھانسی والے درخت کے نیچے چلا گیا۔ اسنے اپنی چاندی کی انگوٹھی آثارِ کحقات سے زمین پر پھینک دی گویا دولت کی اسکے سامنے مٹی سے زیادہ قدر نہ تھی۔ پھر چند قیمتی چیزیں، ایک گھڑی، ایک چاندی کا بکس، اور ایک سگرت ہولڈر ایک نوجوان افسر کو دیدیا جو اسکے پاس ہی کھڑا تھا۔ ایک افسر نے پکارا: ”کوئی ہے جو عمدہ پہندہ دینا جانتا ہو“۔ اس آواز کے سنتے ہی دو دھقانی باغ کی پشت کی جانب سے مسکراتے ہوئے نکلے، اور ان فدائیوں کو مضبوط باندھ کر اپنی عقل اور مشق جلالی کا ثبوت دینا چاہا۔

\* \* \*

مجھ کو سخت تعجب ہے کہ ان دونوں بہادروں کے لبوں سے نہ تو کوئی جانکنی کی آواز نکلی اور نہ کوئی دوسری قسم کی آواز سنی گئی۔ میں نے انکے چہروں کی ایک آخری جھلک دیکھی، جس سے سنجیدگی اور قائم مزاجی کے آثار ہوتا تھے، اور جو باوجود اپنی غمزہ ہیئت کے خوبصورت نظر آتے تھے۔ مجھ کو دل ہی دل میں انکے گناہوں کو پھر دہرانا پڑا، تاکہ اس رحم و درد کا جوش کم پڑجائے، جو میرے دل میں ان دونوں بہادروں کے لئے مرجزن تھا۔ انکی شکلیں شہید بزرگوں کے مانند معلوم ہوتی تھیں۔ اور انکے چہروں سے پاک موت کا سکون ہوتا تھا۔ کچھ آدمیوں نے آکر انکے سروں پر سفید چادر الدی جو کھینچ کر انکے پیروں تک اڑھا دی گئی اور اب وہ مثل خاموش تصویر کے پلے ہے زیادہ خوفناک اور حیرت انگیز معلوم ہوتے تھے۔ ایسے وقت میں بھی جبکہ انپر تاریکی چھا گئی، اور موت انسے اسقدر قریب تھی، انکی زبان سے کوئی لفظ نہیں سنا گیا۔ چند لمحوں کے بعد دونوں جسم لتکتے ہوئے دکھائی دینے لگے۔ کئی مضبوط آدمی انکے پیر پکڑ کر انکے ساتھ جھولنے لگے تاکہ جان نکلنے میں دیر نہ ہو۔ میرے خیال میں انکی جان نکلنے میں کچھ بھی دیر نہ ہوئی ہوگی، گو اس جوان آدمی کی لاش بڑھے ہی نسبت زیادہ تر پھرتی ہوئی دیکھی گئی۔ العرض اس طرح ان دونوں کی زندگی ختم ہو گئی۔

نہیں بھولیں گے۔ اس سے پیشتر میں ان قیدیوں کے حالات سن چکا تھا جو بلغاری سنگین حفاظت کے اندر مصطفیٰ پاشا لائے گئے تھے۔ وہ باشی بزرگ تھے اور شہر بھر میں بہادری کے لئے مشہور۔ ان میں سے ایک نے جو دوسرے سے کسیقدر سن رسیدہ تھا ایک معرکہ میں تیئیس دشمنوں کو قتل کیا تھا اور دوسرے نے بھی اس طرح اسکا ساتھ دیا تھا۔ اس وقت ان کا جرم صرف اسقدر تھا کہ انہوں نے تین بلغاریوں کو جو ان کے گھروں میں لڑتے کے لیے گھس آئے تھے، قتل کر دیا تھا۔ ان کے لئے پھانسی اسی ریران باغ کے مضبوط درخت کی شاخوں میں لٹک رہی تھی۔ درخت کے برابر ایک سیڑھی لگائی گئی تھی۔ ایک پہندے کے نیچے ہند خالی بکس بے ترتیبی سے جمع کر دیے گئے تھے۔ دوسرے پہندے کے نیچے کی جگہ خالی تھی مگر آخری وقت ایک الماری، بکس کے پائے اور آٹے توت گئے تھے، لا کر رکھ دی گئی تھی۔ اس ہجوم میں تماشاخیوں کے جھنڈ علاوہ فوٹو گرافر اور نامہ نگار بھی موجود تھے۔ ایک سپاہی نے اپنی تلوار نکال کر سامنے کی ان شاخوں کو جو فوٹو کے کیمرے کے سامنے اس خوفناک اور حیرت انگیز نظارہ کا فوٹو لینے سے مانع تھیں، صاف کر دیا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس میں کیا ایسی فریفتگی تھی جو آدمیوں کو شوق دلا رہی تھی کہ مظلوموں کو دم توڑتے ایک نظر دیکھ لیں؟ گو میرا ارادہ جانے کا ہوا، مگر آنے والے شور و ہنگامے کو سن کر میں پھر چند لمحوں کے لئے وہاں گیا۔ پیشتر اسکے کہ میں اس شور و ہنگامے کی وجہ کسی سے دریافت کروں، یکایک ایک خاموشی چھا گئی اور ان گوفتار مگر بہادر اور سر بکف قیدیوں کو لایا گیا۔ ان کی مشکیں کسی ہوٹوں اور پیروں میں بیڑیاں تھیں، جو صرف اس قدر دھیلی تھیں کہ وہ مشکل سے چل سکتے تھے۔

انکو اس بیدردی کے ساتھ سنگینوں کی طرف دھکیل دیا گیا، گویا وہ انسان ہی نہ تھے۔ لیکن جب وہ میرے نزدیک پہنچے، تو مجھ کو انکی اس ہمت پر سخت تعجب ہوا جو انسے باوجود اپنی قسمت کے آخری فیصلہ کے معلوم کر لینے کے ظاہر ہو رہی تھی۔ ان میں سے ایک ضعیف آدمی تھا جسکی داڑھی اور سر کے بال پک گئے تھے۔ اسکی گردن کسیقدر موٹی، اور سینہ چوڑا تھا۔ اسکے ساتھی کی عمر بھی پچاس سے کم نہ تھی، گو دیکھنے سے بڑھا معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اسکا قد لمبا، چہرہ کسی قدر لاغر، اور ٹیڑھا تھا۔ اسکے چھوٹی سی کالی داڑھی بھی تھی۔ یہ دونوں ترکی قریبی پہنے ہوئے تھے۔ اور انکے لباس سے ظاہر ہوتا تھا کہ کوئی بڑے عہدیدار ہیں۔

\* \* \*

اسمیں تو اب شک نہیں تھا کہ وہ اپنی قسمت کے فیصلہ پر شاکر ہیں۔ ان دونوں نے ان لاشوں کی طرف جو درخت میں لٹک رہی تھیں غور سے دیکھا، لیکن وہ بالکل نہیں جھجکے، بلکہ انکے چہرے پر ایسے ہی ہیں شاداب اور شگفتہ نظر آتے تھے، جیسے اس شخص کا چہرہ، جسکو یقین ہو کہ اب اسکی مصیبتوں کا خاتمہ نزدیک ہے۔ اسکے بعد انہوں نے اپنے چاروں طرف ہجوم، فوٹو کے کیمرے، اور بے رحم سپاہیوں کو دیکھا، جو انکو ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ ایک افسر نے ان الزاموں کو جو ان پر لگائے گئے تھے سزا کا حکم پڑھ کر سنایا۔ یہ کاغذات نہ تھے بلکہ ایک کئی صفحہ کی مفصل داستان تھی، اور اسکا دہرانا ایسے وقت میں جب کہ دو آدمی آخری فیصلہ کے منتظر ہوں مجھ کو نہایت درد انگیز معلوم ہوا۔ ابھی یہ ختم ہی ہوا تھا کہ ایک دوسرے افسر نے آگے بڑھ کر نئے ترکی زبان میں دریافت کیا ”اب تم کیا مانگتے ہو؟“ دونوں نے یک زبان ہو کر جواب دیا: ”صرف ایک خواہش یعنی



# ناموزان غزوہ بلقان



”کچھ آدمیوں نے آکر انکے سرور ہر سفید چادرۃ ال دی جو کہینچ کر انکے پیروں تک اڑھا دی گئی“

## ایک سرگذشت خونیں

مترجم از گریفک لندن

→:~:~:~:←

پندرہویں نومبر کا واقعہ کچھ ایسا غم آلود تھا کہ میرے لوح دل سے شاید تمام زندگی میں بھی معور نہ ہو۔ ہمارے مرنے کے بعد ہماری نسلیں اسلام کے ایسے شجاعوں اور بلغاریا جیسے ظالموں (یورورپین تہذیب کے بدنام کرنے والوں) کے کارناموں کو پتہ پتہ کر دست تاسف ملیں گی۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ اس میں جو رستم کی ایسی زندہ مثالوں کا ہونا نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔ ترکوں کے اندر اب بھی وہی قوت، وہی جوش، وہی حب الوطنی موجود ہے جو اب سے صدیوں پیشتر ان کے آبا و اجداد کی صورت میں ظاہر ہوئی تھی۔ اس جنگ نے ترکی کے گذشتہ کارناموں کو سطح زمین پر پھر ایک مرتبہ زندہ کر دکھایا ہے۔

\*\*\*

دوپہر دھل چکی ہے اور شام ہونے میں کچھ زیادہ دیر باقی نہیں، آفتاب مغرب کی جانب اپنی لنبی لنبی زرد کرنیں آنے والے انسانوں کے اوپر ڈال رہا ہے۔ میری طبیعت نے یکایک انگڑائی لی اور جی چاہا کہ باہر چلوں۔ یہ وہ وقت تھا کہ مصطفیٰ پاشا پر بلغاریوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ جاتے جاتے مجھ کو مصطفیٰ پاشا کی بڑی سڑک کے کنارے لوگوں کا ایک ہجوم دکھائی دیا۔ میرے دل میں بھی اس کے دیکھنے کا شوق گد گدایا۔ یوں تو جنگ میں ہزاروں جانیں تاف ہوتی ہیں اور اسکا کبھی خیال بھی نہیں ہوتا، مگر یہ واقعہ ایسا نہ تھا کہ اسکو یوں ہی چھوڑ دیا جائے۔ بلغاریوں نے دو ترکوں کو اس جرم میں گرفتار کیا تھا کہ ان کے ہاتھ خون آلود پائے لگے تھے اور ان کو یہاں تھوڑی دیر کے بعد پھانسی دی جانے والی تھی۔ ایک طرف تو ان کو پھانسی پر چوہانے کا سامان کیا جا رہا تھا، دوسری طرف بلغاری گروہ انتقام کے جوش میں اس طرح بے چین تھا، گویا وہ تمام بلغاریوں کا خون آج ہی ان دو ترکوں سے وصول کر لیں گے۔ مجھے جیسے آدمی کے لیے جسکی زندگی میں اس سے پیشتر کبھی ایسے نظارہ کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا، یہ واقعہ نہایت ہی بے یانک اور ہیبت ناک معلوم ہوتا تھا۔ یہ ایک ایسا پرائر اور سینق آموز واقعہ ہے جو مجھ کو اپنی زندگی بھر کبھی



(۱) وضو کرتے کیلئے بوڑھا قوی بڑھ کھول رہا ہے۔

(۲) دونوں ترک اپنے فرد جرم من رہے ہیں۔

(۳) بوڑھا ترک وضو کر رہا ہے۔



(۱) رکوع میں جھک گیا ہے

(۲) پھانسی کی تیار ہے۔

(۳)

در سجدہ کہ سر نہ زتن میشود جد در کشر رنقل کنش نام کردہ اند

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس قوم کا وزیر اعظم مسٹر (گلیڈسٹون) کہتا ہے ”یہ کتاب (قرآن حکیم) مسلمانوں کے ہاتھ سے لیکے جلا دینی چاہیے“ یہ کتاب جب تک مسلمانوں کے ہاتھ میں رہیگی یقیناً یہ اشقیاء تمام برقیوں اور اصلاحوں کے مخالف اور عیسائیت کے دشمن رہیں گے“

انگریزی اخبارات عموماً آجکل لکھ رہے ہیں کہ ”اسلام میں کوئی خرابی نہیں - اور نہ اسلام سے کسی قسم کی اصلاح کی امید رکھنا چاہیے“ بہت سے اخبارات نہایت ہیجان انگیز و بے اصل واقعات شائع کر رہے ہیں - اور بعض تو شاہ بلغاریا سے بھی زیادہ سخت مضامین لکھ رہے ہیں، (پال مال گزٹ) تو صاف صاف کہتا ہے: ”بیشک ہماری رائے اور نیز عام رائے یہی ہے کہ ہم کو اپنے مذہبی بھائیوں کی ضرورت مدد کرنا چاہیے - بیشک ہماری تمنا ہے کہ ہم اپنے بلقانی عیسائی بھائیوں کو دیکھیں کہ وہ اسی طرح ایشیائی تخت سیادت کو آلت رہے ہیں، اور جنوب و مشرق یورپ کو مسلمانوں سے پاک کر رہے ہیں، جس طرح کہ انکے بھائیوں نے اندلس کو عربوں سے پاک کیا تھا“ - انگلستان میں اسلام کے خلاف جوش صرف اخبارات یا پبلک تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ سیاسی و مذہبی حلقوں میں بھی مروج زن ہے - چنانچہ مسٹر لویڈ جارج، اور مسٹر (ماسٹر مین) وزیر مال نے (ریسٹمنسٹر) میں ریاستہائے بلقان کی حمایت کے لیے ایک انجمن قائم کی ہے، جس کے ممبر پارلیمنٹ کے ممبر ہیں - اس انجمن میں یہ طے کیا گیا ہے کہ ”بلقان اس جنگ میں حق بجانب ہے“ نتیجہ خواہ کچھ ہو مگر مقدونیہ ضرور آزاد کر دیا جائیگا - یہ بھی طے ہوا کہ پبلک میں ہیجان عام پیدا کرنے کے لیے ایک عام جلسہ کیا جائے۔“

(مسٹر ناکل بکائن) ممبر پارلیمنٹ (صرفیا) گئے اور اعلان کیا کہ تمام انگریزی قوم کو بلقان کے ساتھ اس جنگ میں ہمدردی ہے اور بہت سے انگریز بطور والتیر کے میدان جنگ میں آنے والے ہیں -

یادریں نے اتوار کے دن عام طور پر بلقان کی فتح و نصرت کے لیے دعائیں مانگیں - (بشپ آف ساروتھ ویلس) نے (ناٹنگھم) میں ایک تقریر کی، جس میں انہوں نے کہا: ”مقدونیہ کے عیسائیوں کی خونریزی و آلام رسیدگی اب ناقابل برداشت ہوگئی ہے - ضرورت ہے کہ اعلان جنگ ہو جائے، لہذا آج کا دن اعلان جنگ کا دن ہے۔“

انگریزی قوم نے (جسکو مسلمانوں کے جذبات کے احساس اور دولت عثمانیہ سے مخلصانہ دوستی کا دعویٰ ہے!!) ایسے وقت میں جب کہ تمام عالم کے مسلمانوں کے دل زخمی ہو رہے ہیں، انکے جذبات کی بالکل پروا نہیں کی، اور کیوں کرنی، جب کہ مسلمانوں کے وہ طریقہ نہیں اختیار کیا جس سے کسی قوم کے جذبات کا لحاظ کیا جاتا ہے - انگلستان کے اس اخلاقی و درلی اثر کے لحاظ سے جو اسکو حاصل ہے، یہ بالکل ممکن تھا کہ وہ اس جنگ کو نہ ہونے دیتا، مگر اُس نے اس کے لئے ذرا بھی کوشش نہیں کی -

انگریزی قوم کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس وقت ۸۰ میلین مسلمان انگریزی سلطنت کے زیر حکومت ہیں - وہ اپنے خواب گران سے بیدار ہو رہے ہیں، واقعات کے ہاتھ، نیتوں پر پڑے ہوئے پردوں کو چاک کر رہے ہیں، اور وہ اخلاص و نفاق میں فرق سمجھنے سے اب عاجز نہیں ہیں، اسلئے اسکا فرض ہے کہ اس کورانہ عداوت سے احتراز کرے، اور وہ وقت نہ آنے دے جب اس کے ”خلاف اسلام“ جوش کی وجہ سے مسلمانوں میں ایک ہیجان عام پیدا ہو جایگا -

انتقام یا اپنے آئندہ مصالح کا حفظ ما تقدم تھا - وہ اس خطرہ کا سد باب تھا، کہ کہیں انکا حریف اسلامی ممالک پر حکمرانی میں سبقت نہ لیجائے - اور اگر یہ نہ تھا تو میں پوچھتا ہوں کہ وہ ہاتھ جو کل دولت عثمانیہ کے ہاتھ میں تھا، آج اس کے شدید ترین دشمن کے ہاتھ میں کیوں ہے؟ وہ ہاتھ جو کل اسلام نوازی کے نام سے حامی اسلام کی دستگیری کے لیے لہتا تھا، آج دشمن اسلام کی پیٹھ کیوں ٹھونک رہا ہے -

یورپ کی بڑی بڑی سلطنتوں کے ماتحت صدھا مسلمان آباد ہیں، وہ ان عیسائیوں سے کہیں زیادہ مصائب و آلام کا شکار ہو رہے ہیں، جو دولت عثمانیہ کی عیسائی رعایا کی بابت بیان کیے جاتے ہیں، مگر آہ! مذہبی و ملکی آزادی کے مستحق صرف وہ لوگ سمجھے جاتے ہیں، جو یسوع مسیح کی بادشاہت میں داخل ہیں، اس لیے عیسائیوں کی آزادی کے لیے تمام یورپ تیار ہو جاتا ہے، مگر مسلمانوں کی آزادی کے لیے اسلامی سلطنتیں تو ایک طرف خود مصیبت کش مسلمان بھی حرف شکایت زبان پر نہیں لاسکتے - یورپ کے موجودہ طرز عمل نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یورپ کی موجودہ جنگیں اُس عظیم الشان سازش کا نتیجہ ہیں، جو آخری تخت اسلام کے آلتے کے لئے عرصہ دراز سے کی جا رہی ہے، اور اس لیے گو ارادہ سلطانیہ (عثمانی شاہی اعلان) میں یہی ظاہر کیا گیا ہے، کہ یہ جنگ محض سیاسی جنگ ہے، لیکن مجمع یقین ہے، اور میں تمام مسلمانان عالم کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ جنگ خالص مذہبی جنگ ہے، اور یہ جنگ عیسائیت کی اس قدیمی عداوت کا نتیجہ ہے، جو اسکو اسلام سے ہے - میرا یہ یقین بے وجہ نہیں ہے بلکہ اس بنا پر ہے کہ شاہ بلغاریا نے اعلان جنگ کے وقت اپنی فوج کو مخاطب کر کے کہا تھا: ”آل عثمان کی عیسائی رعایا کے مصائب و تکالیف سن سن کے ہماری فوج میں غیظ و غضب کی آگ بھڑک اٹھی ہے، اور ہمارے ان مذہبی اور جنسی بھائیوں کی مدافعت کے تمام پر امن طریقے ختم ہو چکے ہیں - یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کی آہیں سنیں، اور ہمارے دل پر چوت نہ لگے، چونکہ ہم کو اپنے لشکر پر اور اپنی قوت پر اعتماد ہے، اس لیے ہم اپنی فوج کو حکم دیتے ہیں کہ اس پرانے دشمن سے جنگ آرا ہو - ہماری مقدس جنگ رحم و انسانیت کی راہ میں ہے، اے میرے بہادر! تمہاری یہ جنگ مقدس صلیبی جنگ ہے، ہاں! بہادر! صلیب کی برکتوں میں آگے بڑھو! انصاف کا دیوتا تمہاری ضرورت مدد کریگا“ اعلان جنگ کے لیے گرجوں میں گھنٹوں کے بجنے کا حکم دیا گیا، اور یادریں نے لڑنے والوں کے لیے نزل رحمت برکت کی دعا مانگی - شاہ سروربانے بھی اعلان جنگ کے وقت فوج سے یہی کہا - تمام سرری گرجوں میں گھنٹے بجائے گئے، اور دعائیں مانگی گئیں - شاہ یونان نے بھی فوج کے سامنے اسی قسم کی ایک تقریر کی -

یونان کے وزیر خارجہ نے اپنی ایک تقریر میں کہا: ”یونان کی صلیبی جنگ اس لیے ہے، کہ تمدن کی مدد کیجائے اور اسکو ایشیائی سیادت (دولت عثمانیہ) کی محکومی سے آزاد کیا جائے، جس نے رائتا تک پہنچکے تمام یورپ کو قرا دیا تھا، اور جو تمام ان قوموں کے کاندھوں پر ایک ناگوار بار ہے، جو فاتح قوم سے زیادہ تمدن و آزادی کی شائق ہیں -“

انگریزی قوم کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ سلامتی ذوق و صفاء قلب میں تمام اقوام یورپ سے آگے ہے، اور اسکا نیم سرکاری اخبار (ٹائمز) یہاں تک کہتا ہے کہ ”اسلام کا قوی ترین مدافعت کرنے والا صرف انگلستان ہے!!“

# مقالہ

## تاریخ کی بازگشت

بیسویں صدی میں پھر جنگ صلیبی

کا اعلان

اور

نام نہاد بے تعصب یورپ کی ہمدردی

— : —

(مقتبس از المنار مصر)

— \* —

لوگ فخریہ کہتے ہیں کہ ہم اُس بیسویں صدی میں ہیں جسمیں انسان زینۂ زندگی کی سب سے بلند تر سیڑھیوں تک پہنچ گیا ہے، جسمیں مساوات، عدل، علم، تمام عالم میں پھیل گیا ہے، جسمیں امراض اجتماعی کے برباد کن جراثیم کا استیصال کر دیا گیا ہے، جسمیں غلامی اور بردہ فروشی کا انسداد ہو گیا ہے، جسمیں انسان کا جذبۂ رحم قوی سے قوی تر ہو گیا ہے، جسمیں انسانیت پرستی، امن دوستی، اور جنس نوازی کے اصول لوگوں کے سامنے مجسم ہوئے آگئے ہیں، جسمیں قلب انسانی سے تعصب مذہبی مٹ گیا ہے، جسمیں مذہبی رواداری کا اصول ایک عملی قانون کا حکم رکھتا ہے، اور جسمیں ہر شخص دوسرے کے مذہب کا احترام کرنے لگا ہے۔

مگر کیا یہ صحیح ہے؟ واقعات اسکا جواب نفی میں دیتے ہیں۔ صلیبی جنگ کو سات سو برس ہو چکے ہیں، اس عرصہ میں یورپ علوم و معارف میں بہت آگے بڑھ گیا ہے، لیکن بائیں ہمہ کیا یورپ اپنی قدیمی مسیحی خصوصیات اور اسلام کے مقابلہ میں اپنا دیرینہ مرکز بھول گیا ہے؟ کیا یورپ اپنے حریف دیرینہ سے غافل ہو گیا ہے؟ کیا آج یورپ اس مرکز سے ایک انچ بھی ہٹا ہے جس پر وہ جنگ صلیبی کے عہد جہالت میں تھا؟

مسلمانو! یقین کر رہو کہ چاہے تم اسلام سے غافل ہو جاؤ، مگر عیسائیت کبھی اس سے غافل نہیں رہیگی۔ تم عیسائیوں کی ستم رانیاں بھول جاؤ، مگر وہ تمہاری بے التفاتیاں نہیں بھولیں گے۔ تمہارے زخم اچھے ہو جائیں، مگر تمہارے لگے ہوئے چرکوں کو وہ ہمیشہ ہرا رکھیں گے۔ ایران و طرابلس میں عیسائیوں کی خونریزی، غارتگری، عصمت دری، تم بھول جاؤ، مگر عیسائی، فلسطین، شام، اور مقدونیہ کو نہیں بھولیں گے، اور میں کہتا ہوں کہ چاہے اندلس و طرابلس کی منہدم مسجدوں کو تم بھول جاؤ، مگر عیسائی ہمیشہ جامع ایا صوفیا اور بیت المقدس کو یاد رکھیں گے۔

اسلئے اے اخوان غفلت شعار! یاد رکھو کہ جب تک زندہ ہو، تم چاہو یا نہ چاہو، مگر تمہیں ہمیشہ عیسائیت سے معرکہ آرا رہنا پڑیگا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم عیسائیوں پر دست درازی کرو، میں یہ نہیں کہتا کہ تم خواہ نخواہ جنگ آرائی کرو، بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ کبھی نہ بھولو کہ تم توحید کے امانت دار ہو، قرآن کریم کے محافظ اور بیت ابراہیمی و روضۂ نبوی کے پاسبان ہو، اسلئے تمہیں ہر وقت ایک ناگزیر جنگ کے مقابلہ کے لئے تیار رہنا ہے، جو جلد یا بدیر تمہاری اور تمہارے مقدس مذہب اور انیم باقی سیاسی ہستی کی

پامالی کے لئے ضرور کی جائیگی، یعنی میں تم سے صرف یہ کہتا ہوں کہ ہمیشہ ”جنگ دفاعی“ کے لیے تیار رہو اور اس ایتاد ہر وقت پیش نظر رکھو کہ راعدوا لہم ما استطعتم من رباط الخیل۔ جس قدر تم سے ہو سکے (سپاہیانہ قوت سے اور طیار گھوڑوں کے باندھ رکھنے سے کافروں کے مقابلے کیلئے تیار رہو)

برادران ملت! مجھے اسوقت موجودہ نامبارک حالات کی تفصیل اور تمہارے درخشاں ماضی سے انکے موازنہ کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ تم خود جانتے ہو کہ افق خلافت کس قدر پر آشوب ہو رہا ہے، اور کاروان اسلام کے آخری نقش کے مٹانے کے لیے دشمنان اسلام کیا کیا سازشیں کر رہے ہیں۔ میں ماضی و حال کا سوال چھوڑ کے مستقبل کا سوال پیش کرتا ہوں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خلافت اسلامیہ کے موجودہ مصائب ہنگامی واقعات نہیں ہیں، بلکہ اسلام کی آئندہ سیاسی مرگ و زیست کی فیصلہ کن کشمکش ہے۔ یہ سنبھالا ہے، جو مریض اسلام لے رہا ہے، اگر بچ گیا تو پھر آگے ایک شاندار مستقبل ہے، ورنہ یہودیوں اور پارسیوں کی طرح محکومی، غلامی، اور ذلت کی ایک غیر معلوم الحد طویل زندگی ہے جس سے اسوقت کی شریفانہ وبا عزت و مرت بدرجہا بہتر ہے۔

اسلئے ضرورت ہے کہ تمہارا نشۂ غفلت اُتر جائے۔ تمہارے تمام قوی بیدار ہو جائیں، تمہارے خون میں حرکت، تمہاری رگوں میں جہش، اور اسلام کے دے ہوئے شراہوں میں پھر شعلہ باری پیدا ہو جائے۔

تم کو یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ یورپ دراصل مقدونیہ کی اصلاح چاہتا ہے، کیونکہ بلغاربا، سربیا، اور مانٹی نیگرو اسکے لیے موزوں نہیں۔ مانٹی نیگرو محض ایک وحشیوں کا گروہ ہے۔ بلغاریہ انتظامی معاملات میں دولت عثمانیہ سے بہتر نہیں ہے، اور سربیا تو محض سوروں کا ایک گلہ ہے۔ لیکن بائیں ہمہ یورپ کو ریاستہائے بلقان سے کیوں ہمدردی ہے؟ اسکے جواب کے لیے میں ایک انگریزی اخبار (پال مال گزٹ) کا یہ نوٹ پیش کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ ”ہماری آرزو ہے کہ ہم بلقان کے عیسائیوں کو اس عرش سیادت (دولت عثمانیہ) کو الٹتے ہوئے دیکھیں، جو پندرہویں یا سولہویں صدی میں پیدا ہوئی تھی“۔ اس لیے اب مسلمانان عالم کو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ دولت عثمانیہ سے یورپ کی تمام جنگیں خالص صلیبی جنگیں ہوتی ہیں، گو مسلمانوں کی برانگیختگی کے خیال سے انکو محض ملکی جنگ کہا جاتا ہے۔

صلیبی یورپ کے واسطے، جو اپنے ہم مذہبوں کی ترقی کے لیے سدراہ ہونا نہیں چاہتا، یہ ضروری ہے کہ وہ مسلمانوں کے مقابلے میں اپنے ہم مذہبوں کی اس حد تک معاونت کرے جس حد تک کہ اسکے شخصی منافع و مصالح کو صدمہ نہ پہنچے اس لیے اس سے یہ امید نہ رکھنا چاہیے کہ وہ کبھی بھی ایک مسلم اور ایک عیسائی کو ایک نظر سے دیکھیگا۔ تم نے سنا ہوگا کہ مسیحی سلطنتوں کے مقابلہ میں بعض دول یورپ نے در ایک دفعہ دولت عثمانیہ کی مدد کی ہے، مگر اسکو دولت عثمانیہ کی مدد کہنا مسلمانوں کی سادہ لوحی اور بعض اسلام فروشوں کی فریب کاری ہے۔ میں تم کو یقین دلانا ہوں کہ یہ مدد اپنے دیر یذہ کینہ



شب بھی بیس چالیس برس ترستی رہ کر اسی خلفشار سے چھوڑ دی۔ کیونکہ میری رائے میں پبلک جلسوں کی شان کے برخلاف ہے کہ پبلک سے بے تعلقی سی رکھی جائے، اور کوس انانیت بجایا جائے۔ اور مجھے بے حد خوشی ہوتی ہے جب کہ میں جمہور کی آواز اپنی آواز کی مانند سنتا ہوں۔ مگر اسی کے ساتھ میں اسکو دوسری غلطی جانتا ہوں کہ ہم کسی گروہ کو الگ کر دیں۔ کوئی مشورہ مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اوسمیں ہر ایک طبقہ اور گروہ کی رائے شامل نہ ہو۔

اب میں آپکی ایک اور پالیسی کی بابت چند سطریں لکھنے کی اجازت چاہوں گا اور وہ ہندو اور مسلمانوں کے اتحاد کا مسئلہ ہے۔ شاید کوئی مشورہ اس سے بدتر اور نالائق تر نہیں ہوگا کہ ایک ملک کے رہنے والے ایک دوسرے کے دشمن ہوں، بلکہ اونکو بلاشبہ دوست ہونا چاہیئے۔ لیکن جناب کا یہ خیال کہ مسلمان اپنی تعداد کی

کی اس اسپیش کی بنا پر جو انہوں نے ترمیم تقسیم بنگال اور اس قسم کے دوسرے مواد پر کی ہے، آپ حضرات اوسے بیزار ہو گئے ہیں۔ کسی شخص کی نسبت یہ کہنا کہ وہ اپنے خیال میں ایمانداری سے کہتا ہے یا بے ایمانی سے؟ بہت مشکل ہے۔ یہ کہنا کہ حکام رس یا اغنیا بے ایمان ہیں، ویسی ہی غلطی ہے جس طرح یہ کہنا کہ دوسرے گروہ والے بے ایمان ہوئے ہیں۔ ہر کسی کو دوسرے کی دلی حالت خداوند تعالیٰ پر چھوڑ دینا چاہیئے جو واقف اسرار ہے۔ ہم ظاہر بینوں کا میرے نزدیک فرض فقط یہ ہے کہ ہم دیکھیں کہ فلاں شخص کی رائے یا خیالات ہمارے سمجھ کے بموجب کہاں تک لائق تسلیم یا ترک ہیں۔

میں اس پر اور زیادہ وضاحت سے عرض کر سکتا ہوں لیکن غالباً اس سے جناب کے معزز اخبار کے اوراق اور انکے پڑھنے والوں کے اوقات زیادہ خرچ ہونگے، اسواسطے اسکو مختصر کرنا اور اپنا یہ منشاء

## فنگانہات

### مسلم لیگ

— \* —

لوگ کہتے ہیں کہ آمادہ اصلاح ہے لیگ \*  
 صیغہ راز سے کچھ کچھ یہ بھنک آتی ہے \*  
 فرق اتنا تو بظاہر نظر آتا ہے ضرور \*  
 عرض مطلب میں زبان کچھ تو بھلتی جاتی \*  
 وہ بھی اب نقد حکومت کو پرکھتے ہیں ضرور \*  
 قوم میں پھونکتے رہتے تھے جو افسوں ونا \*  
 وہ بھی کہتے ہیں کہ اس جنس وفا کی قیمت \*  
 آگے تھے حلقہ تقلید میں جو لوگ اسیر \*  
 \* \* \*

آپ لبرل جو نہیں ہیں تو بلا سے نہ سہی \*  
 کام کرنے کے بہت سے ہیں جو کرنا چاہیں \*  
 سال میں یہ جو تماشا سا ہوا کرتا ہے \*  
 کچھ تو نظم و نسق ملک میں بھی دیجیے دخل \*  
 کچھ نہ کچھ نظم حکومت میں ہے اصلاح ضرور \*  
 کم سے کم حاکم اصلاح تو ہوں اہل وطن \*  
 \* \* \*

یاں کسی کو طلب افسرو اورنگ نہیں \*  
 اب بھی یہ دایرہ سعی و عمل تنگ نہیں \*  
 کام کرنے کا یہ انداز نہیں، تھنک نہیں \*  
 شیوہ حق طلبی ہے یہ کوئی جنگ نہیں \*  
 ہم نہ مانہنگے کہ اس آئینہ میں رنگ نہیں \*  
 کیا ہزاروں میں کوئی صاحب فرہنگ نہیں \*  
 (رماد)

قلت سے مشوش نہ ہوں، اس جدید اصول کی بنا پر جواب راجح ہوتا ہے، بالکل غیر قابل تسلیم ہے۔ اگر مسلمانوں کی پولیٹکل اسٹیج جدا نہ ہوگی۔ اگر مسلمان اتحاد ثلاثہ (یعنی مسلمان، ہندو، اور انگریز) سے بے پروا ہو جائینگے، تو تبہا ہو جائینگے۔ بیشک سر شیل میل جول ہندوؤں اور مسلمانوں میں بڑھنا چاہیئے، محرم، بقرعید، ہولی۔ دیوالی پر جنگ و جدل سخت بدتمیزی اور بد نصیبی ہے، مگر ایسا پولیٹکل اتحاد بھی جیسا کہ الہلال سے پیدا ہوتا ہے کچھ کم بدقسمتی مسلمانوں کے واسطے اور فتح مندی ہندوؤں کے واسطے نہیں ہے۔

ان سطروں کے لکھنے میں اگر کوئی امر خلاف مزاج عالی ہوا ہوتو امید ہے کہ معاف فرمائیگا۔ آپکا نہایت ناچیز خادم (نہیں بلکہ مخدوم) (جناب نواب حاجی) محمد اسماعیل خاں (صاحب رئیس دتاولی)

ظاہر کرنا کہ جناب بجائے مسلمانوں کے دو گروہوں میں مفارقت ڈالنے کے یہ کوشش کریں تو مفید ہو کہ سب طبقے کے لوگ ملکر کام کریں اور بہ کار آمد ہوں۔ اپنا وقت غصے اور سب و شتم کی بجائے، حلم اور اخلاق محمدی (صلعم) برتنے میں آپ صرف فرمائیں، تاکہ امجد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ملکر کام کرنا سیکھیں۔

بلاشبہ مسلم لیگ موجودہ شکل میں سخت بے کار جلسہ ہے، مگر اسکا یہ علاج نہیں ہے جو جناب نے تجویز کیا ہے، اس طرح تو آپ ایک کار آمد گروہ کو جدا کر کے مسلمانوں کے پولیٹکل اقتدار کو ایک دوسری طرح کا صدمہ پہنچانے کی (ممکن ہے کہ آپ اسکو محسوس نہ کرتے ہوں مگر) کوشش کر رہے ہیں۔

میں نے خود مسلم لیگ اور محمدن ایجوکیشنل کانفرنس سے اس وجہ سے علیحدگی اختیار کر لی کہ میری رائے میں یہ جلسے پبلک جلسے نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ مدرستہ العلوم کی ترستی

# مصابہ

موجودہ جنگ سے مسلمانوں کو یہ سبق حاصل کر لیتا چاہیے کہ انگلستان صرف اُس قوم کے جذبات کا پاس کرتا ہے جو اپنی زندگی کا عملی ثبوت دیتی ہے، یا جسکے جذبات کے پاس کرنے سے اس کے مصالح کو فائدہ پہنچتا ہے۔ پس اگر مسلمان چاہتے ہیں کہ ان کے جذبات کا بھی خیال کیا جائے، تو انکا فرض ہے کہ سلطنت برطانیہ کی دیگر معکوم قوموں کی طرح اپنی زندگی کا بھی عملی ثبوت دیں اور اپنی سیاسی قوت کے اعتراف پر اسکو مجبور کر دیں۔ اے برادران اسلام! تم کو معلوم ہے کہ آنداس کے مسلمانوں کا کیا حشر ہوا! تم کو معلوم ہے کہ کس طرح مسجدیں ڈھائی گئیں، مسلمان جبراً عیسائی کیے گئے، اور جو عیسائی نہیں ہوئے، وہ جلائے گئے!! یہ سچ ہے کہ اس وقت تمہارے ساتھ یہ سلوک نہیں ہو رہا ہے، مگر تمہیں کیونکر اطمینان ہو گیا کہ جب تمہاری سیاسی ہستی کا بالکل خاتمہ ہو جائیگا اور دنیا میں کوئی آزاد اسلامی سلطنت نہیں رہیگی، تو اسوقت ایسے لوگ پیدا نہیں ہوں گے، جو مسٹر (گلیدسٹون) کے حکم کی تعمیل کریں؟ نیز ایسے لوگ پیدا نہیں ہوں گے، جو (پال مال گزٹ) کی تمنا پوری کریں؟

اتحادی عیسائیوں نے مفترحہ ممالک میں مسلمانوں اور یہودیوں پر جو ستم رانیاں اور سفاکیاں کی ہیں، تم نے اشک آلود آنکھوں اور مضطرب دل کے ساتھ سنی ہوئی، مگر یہ وقت صرف آنکھوں کے رونے یا دل کے پھڑکنے کا نہیں ہے۔ تمہارے سامنے اندلس، ایران، اور طرابلس کی مثالیں موجود ہیں، تاریخ ہمیشہ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ مسلمانوں کی موجود کشمکش فیصلہ کن کشمکش ہے، اگر اسوقت مسلمانوں نے اپنی اور مذہب اسلام کی حفاظت کے لیے سیاسی طاقت نہ حاصل کر لی، تو انکو فیصلہ کر لینا چاہیے کہ انکا کیا حشر ہوگا۔

برادران اسلام! اسلام کا آخری سیاسی و مذہبی مرکز دارالخلافہ، اسوقت دشمنوں میں گھرا ہوا ہے۔ دشمن بہت، یگانے و بیگانے سب انکے مدد گار، لیکن مرکز اسلام کے ساتھ بجز خدا کے اور کوئی نہیں۔ یاد رکھو کہ اگر تم نے اسکی مدد میں کوتاہی کی، تو تم اُس نخل اسلام کے کاٹنے والوں کے مدد گار ہو گے، جسکو تمہارے آباء و اجداد نے اپنے خوں سے سینچا تھا، اور ایک ایسے حاکم کے سامنے جواب دہ ہو گے، جسکی حکومت سے بچکے تم کہیں نہیں جا سکتے۔

## علی گدہ، لیگ، اور کانفرنس

— \* —

مخدومی حضرت مولانا اذہر "الہلال"

میں جناب اور جناب کے ہم صغیر دیگر دو ایک اخباروں کے وہ مضامین جو پبلک لیڈرز کی گوشمالی کے واسطے لکھے جاتے ہیں۔ نہایت دلچسپی اور غور سے پڑھتا ہوں، اور شاید مجکو فخر کرنا چاہئے کہ ایک حصہ سے انکے میں بھی متفق ہوں، اور آج سے نہیں بلکہ سالوں سے میرا یہ خیال ہے کہ سوائے سر سید رحمت اللہ علیہ کے کسی دوسرے شخص نے اپنے آپ کو ایسا ثابت نہیں کیا کہ اس کے علم اقوال کو احکام سمجھا جائے۔ حضرت سید کی وفات کے بعد مجھ سے چاہا گیا کہ انسٹیٹوٹ گزٹ کو میں اپنے چارج میں لوں، مگر میں نے اسی وجہ سے انکار کیا کہ مجھ سے یہ توقع نہیں کرنا

چاہئے کہ میں اس میں ویسے مضامین کسی کی مدح میں یا کسی کی پالسی کی تائید میں لکھونگا جیسا کہ مرحوم و مغفور سید صاحب کے متعلق لکھا کرتا تھا، کیونکہ میری رائے میں اسوقت کسی نے اپنے آپ کو سر سید کی حاشیہ نشینی کے قابل بھی ثابت نہیں کیا ہے۔ یہ-رتوانا الحق کی صدائیں اس کثرت سے خاص کر علی گڑھ سے اڑتیں کہ کانوں کے پردے اسی طرح پھٹنے لگے، جس طرح (بادب معافی چاہتا ہوں) جناب کی تحریریں کو پڑھ کر آنکھیں پتھر اسی جاتی ہیں۔ اگرچہ رفتہ رفتہ ہڑہائیں آغا خاں نے ایک خاص درجہ میری نگاہ میں حاصل کر لیا ہے، مگر تاہم میں نے مسلم لیگ والوں کو ہمیشہ ملامت کی کہ انہوں نے لیگ کو انکے ہاتھ فروخت کر دیا، اور قومی سے شخصی بنا دیا۔ مگر باوجود ان تمام باتوں کے پبلک لیڈرز سے ایسے طور پر پناہ مانگنا جیسا کہ جناب نے شیوہ اختیار کیا ہے میری سمجھ سے ضرور برتر ہے، اور یہی موضوع میری اس عاجزانہ، تحریر کا ہے۔ جناب یا کوئی صاحب یہ ارشاد کریں کہ زید یا بکر کی پیروی نہ کرو بلکہ عمر کا کہنا مانو تو پڑھنے والے کو ضرور یہ تحریر اس طرف مایل کر سکتی ہے، کہ کہیں ایسا کیا جائے اور ویسا نہ کیا جائے، مگر عام طور پر یہ لکھنا (کہ سب سے بچو) اس کے معنی تو یہ معلوم ہوتے ہیں کہ ہم جو کہیں وہ کر رہے۔ اگر ایسا ہی ہو تو اسکی کیا وجہ ہے کہ جمہور کسی کا کہنا سوائے آپ کے فرمودہ کے نہ مانے، اور یہ تو وہی غلطی ہے جسکی بظاہر جناب اصلاح چاہتے ہیں۔ ہمارا معزز ہم عصر مسلم گزٹ بھی سب سے زبردانی کرانا چاہتا ہے مگر سمجھنے والے خوب سمجھ جاتے ہیں کہ اسکا مرکز نظر بھی کوئی ہے، اور اس بنا پر اسکی نصیحتیں بالکل بے اثر ہو جاتی ہیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ جناب حکام رس لگوں سے بہت ناراض ہیں اور نیز اغنیا سے، مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ ر اسقدر مقہور کیوں ہیں کہ پبلک اور کو بدتر از بدتر سمجھ کر کیا وہ پبلک کے مفہوم کا ایک جزر نہیں ہیں؟ اور کیا جمہور مصداق اور کو الگ کر کے صحیح معنوں پر باقی رہتا ہے؟ جسکی بابت میں عرض کرونگا کہ یہ صحیح نہیں ہے! مجلس شوریٰ کی صفت یہ ہے کہ اوسمیں ہر طبقہ کے لوگ ہوں۔ اگر آپ کسی گروہ کو اپنے میں شامل کرنا پسند نہیں فرماتے، تو اس گروہ کو یا یہ حق آپ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ آپ کے مجمع کو جدا رکھے اور یہ طریقہ ایسا ہے جو ہرگز مفید اور منزل رساں نہیں ہے اور سیاست اور تعلیم اسلام کے بالکل خلاف ہے۔

حاکم اور رعیت انسانی حیات کے دو جزو لاینفک ہیں۔ دنیا میں نہ کل اشخاص حاکم اور نہ کل اشخاص معکوم ہو سکتے ہیں۔ پس ان اجزا کو باہم ملانے کی کوشش کے بجائے تباعد و عداوت، میری رائے میں تو معقول نہیں ہے۔ نظر بریں حکم رسی کوئی جرم نہیں ہو سکتا، اور جو شخص حاکموں کی راجبی تعریف اور مدح کرے یا انکا رتبہ اونکو دے وہ ہرگز قابل حقارت کے نہیں ہو سکتا۔

میں نے اوپر عرض کیا ہے کہ میں نے اسکو ناپسند کیا کہ ہڑہائیں آغا خاں کو لیگ کا روح رواں مانا گیا، مگر میں نے اسی کے ساتھ اس کو بھی نہایت افسوس سے دیکھا کہ آغا خاں



اس تار سے قیاس ہوتا ہے کہ اسماعیل کمال بک نے یہ محسوس کر کے کہ ”اکثرت (مجارٹی) استقلال تام کے خلاف ہے“ کامل پاشا سے گفتگو شروع کی ہے۔

جولگ اس شخص کی ان حرکات سے واقف ہیں، جو یہ سلطان سابق کے عہد سے لیکے زمانہ دستور تک کرتا رہا، وہ جانتے ہیں کہ مصائب (روملی) کا سب سے بڑا سبب یہی شخص تھا۔

سربیا رومانیوں سے اتحاد اور بلقان اور البانیہ کی کامل خود مختاری کی بابت اسی نے گفتگو کی تھی اور مالیسوریوں کو بغارت پر بھی اسی نے آمادہ کیا تھا۔

ایک دفعہ اس نے (دیا) کے نامہ نگار سے دوران گفتگو میں کہا: ”تعجب ہے کہ سربوں البانیوں کو کیوں ذبح کر رہے ہیں حالانکہ سربوں اور البانیوں دولت عثمانیہ کی مخالفت میں متحد تھے“ اس کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ البانی سربوں کی دولت عثمانیہ کی مخالفت میں متحد تھے، مگر یہ بھی صحیح ہے کہ اس اتحاد کا بانی اسماعیل کمال بک ہی تھا۔ البانیوں کی دولت عثمانیہ سے مخالفت کی وجہ انجمن اتحاد و ترقی کی کارروائیاں بیان کی جاتی ہیں، مگر یہ غلط ہے۔ درحقیقت کمال بے البانیوں کو دولت عثمانیہ سے جنگ کرنے کے لیے تیار کر رہا تھا، اس کی بدیہی دلیل یہ ہے کہ اس وقت انجمن اتحاد و ترقی بر سر اقتدار نہیں ہے، لیکن پھر بھی البانیوں کی مخالفت کا خاتمہ نہیں ہوا۔ اب تک اسماعیل کمال بک بالکل علیحدگی کا طالب ہے اور ایک مسلمان امیر کے بدلے ایک فرانسیسی، انگریزی، یا آسٹریائی پرنس کو مقرر کرنا چاہتا ہے۔

## التواء جنگ سے قبل ایک آخری حملہ

— \* —

ایک عثمانی نامہ نگار ۹ دسمبر کو قسطنطنیہ سے لکھتا ہے:-

التواء جنگ کے متعلق گفتگو جب قریب اختتام ہوئی، اور بلغاریوں کو (ادرنہ) کی سپردگی سے مایوسی ہو گئی، تو انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ التواء سے پہلے (ادرنہ) پر چند ایسے فیصلہ کن رفقہ بخش حملے کر دیں، کہ التواء جنگ ہو تو (ادرنہ) ان کے ہاتھ میں نظر آئے، کیونکہ معرکہ (ادرنہ) تمام جنگ کا نصف حصہ سمجھا جاتا ہے اس ارادہ کی بنا پر بلغاریوں نے اپنی تمام آخری قوت صرف کر کے ایک سخت حملہ کیا، لیکن فوراً سخت نقصان کے ساتھ واپس کر دیے گئے۔

ہم نے بلغاریوں کی اس آخری ہزیمت کی خبر سنی تھی، مگر تفصیل معلوم نہ تھی اس لئے نہیں لکھی۔ کل کے اخباروں میں (ادرنہ) کے آخری معرکے کی تفصیل سرکاری طور پر شائع کی گئی ہے۔ یہ بجنسہ وہ تار ہے، جو وزیر داخلہ کو آج سے ۵ دن پہلے (ادرنہ) سے موصول ہوا ہے وہ تاریخ ہے:

التواء جنگ سے پہلے دشمن نے قلعہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ کل رات کو ۹ بجے جذب، مشرق، مغرب کی طرف سے دشمن نے اپنے تمام پیادوں، توپخانوں کے ساتھ ایک عام حملہ کیا لیکن الحمد للہ کہ ہماری بہادر فوج نے نہایت کامیابی کے ساتھ ان پیہم حملوں کا مقابلہ کیا۔ اس دہشت انگیز جنگ میں جو ۶ گھنٹہ تک جاری رہی دشمن کا بہت سخت نقصان ہوا۔ شکست کھا کر مجبوراً پیچھے ہٹ گیا، اثناء جنگ میں دشمن نے شہر پر ۷۰ گولے بھی پھینکے تھے مگر شہر کا ذرا بھی نقصان نہیں ہوا۔ اسی رات کی صبح تھی، جبکہ التواء جنگ کا اعلان کیا گیا تھا۔

البانیہ تعلیم گاہوں سے بالکل خالی تھا۔ دولت عثمانیہ کے طرف سے اس کا کوئی انتظام نہ تھا۔ یونانی چرچ کی مذہبی جماعت نے اس فرصت کو غنیمت سمجھ کر انہیں یونانی زبان کی تعلیم دینا شروع کر دی، یہ دیکھ کر اطالوی پاپاؤں نے بھی کیتھولک عیسائیوں کو اطالوی زبان کی تعلیم دینا شروع کی۔ چونکہ البانیہ اطالوی ممالک سے قریب تھا اور ان میں اور البانیہ میں تجارتی تعلقات بھی قائم تھے، اس لیے البانیوں میں اطالوی زبان بہت رائج ہو گئی۔ اس وقت اقوام یورپ کے مختلف تمدنوں میں سے اطالوی تمدن کا اثر البانیا میں سب سے زیادہ نمایاں ہے۔

X

## استقلال البانیا

— \* —

(مقتبس از جرائد عثمانیہ مختلفہ)

البانیا کو اس طرح کی خود مختاری، جیسی کہ اسماعیل کمال بک چاہتا ہے، ملنا بہت بعید معلوم ہوتا ہے۔ اس کو صرف ایک خاص قسم کا انتظامی اختیار دیا جائیگا اور سلطان المعظم کے زیر سیادت ایک امیر متعین ہوگا۔ باب عالی کو شش کریگا کہ اسمیں اور اس ریاست میں ہمیشہ عمدہ تعلقات رہیں۔

آج سے پہلے بھی کئی بار البانی رؤسا خلیل بک والی بیروت کے مکان پر جمع ہو چکے ہیں اور ایک ایسی البانی ریاست کا نظام ترکیبی بنا چکے ہیں جس کی بنیاد دولت علیہ کے ساتھ نہایت مستحکم ارتباط و تعلقات پر ہو۔

البانیہ سے آئی ہوئی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے باشندوں کا بیشتر حصہ یہی چاہتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ان کو بالکل خود مختار سلطنت نہیں مل سکتی۔ اس کے علاوہ وہاں کے مسلمان باشندے دولت عثمانیہ سے قطع تعلق کرنا نہیں چاہتے۔ البانیہ کی ریاست کے امیدوار حسب ذیل اشخاص ہیں۔

(۱) امیر عبدالمجید افندی (شاہی خاندان کے ممبر ہیں)

(۲) امیر عم خدیو مصر۔

(۳) فرید پاشا رئیس الاعیان۔

(۴) ابن فرید پاشا سر خدیو مصر۔

نامہ نگار مذکور ایک دوسری چٹھی میں لکھتا ہے:

اسماعیل کمال بک کی خود مختاری، دولت عثمانیہ سے بالکل علیحدگی کی فرمائش، اور البانیہ پر عثمانی امیر کی تقرری پر یورپی پرنس کے تعین کو ترجیح، اور اسی قسم کے اسماعیل کمال بک کے دیگر حرکات جو مشہور ہوئے ہیں، ان کو نہ البانی امراء مقیمین قسطنطنیہ نے پسند کیا، اور نہ جمہور البانیوں نے، بلکہ اصالتاً و نیابتاً اس کے خلاف آواز بلند کی ہے، کیونکہ البانیہ میں در ثلث سے زائد مسلمان آباد ہیں اور خلافت اسلامیہ سے قطع تعلق کرنا اپنے مصالح کے خلاف سمجھتے ہیں۔ چنانچہ البانی امراء نے غالب پاشا کے مکان پر ایک جلسہ کیا، جس میں فرید پاشا دیوان خاص کے صدر مجلس اور عاکف پاشا ممبر دیوان خاص بھی شریک ہوئے۔ اس جلسہ میں طے پایا کہ ”البانیہ میں دولت عثمانیہ کے مصالح کی تائید اور اس کی سیاست و سیادت کی تقویت جسطرح ہوسکے کی جائے“۔ حال میں اسماعیل کمال بک کا تار بھی صدر اعظم کے پاس آیا ہے جس میں مہم الفاظ میں ظاہر کرتا ہے کہ ”دولت عثمانیہ اور البانیوں میں کوئی شے حائل نہیں ہے“

# توں عثمانیہ

## صوبۃ البانیہ

— \* —

جس کی اداری خرد مختاری ترکی نے بصورت ملح تسلیم کر لی ہے۔

— (\*) —

یہ خطہ جسکو ہم (البانیہ) کہتے ہیں، قدیم زمانہ میں (ایروس) کہلاتا تھا۔ (البانیہ) اسکا نام قرون وسطی میں پڑا۔ اس میں معمولی زمین کے علاوہ بہت سے پہاڑ بھی ہیں۔ یہ پہاڑ بہت بلند ہیں، جنہیں سے نہایت صاف و شفاف جھرنے اور آبشار جاری رہتے ہیں۔ البانیہ کے عام مناظر طبعی نہایت درجہ نظر فریب و دلکش ہیں۔ گزشتہ افسانوں میں عشق کے لیے یہیں کے معشوق انتخاب کئے جاتے تھے۔ یہاں کی عورتیں نہایت حسین، شدید پاکدامن، اور بے حد غیرتمند ہوتی ہیں۔

یہاں کے باشندوں کو اہل یورپ البینین کہتے ہیں، مگر ترک انکو (ارناوٹ) اور انکے ملک کو (بلاد ارناوٹ) کہتے ہیں۔ خود البانی اپنے آپ کو نہ (البانی) کہتے ہیں اور نہ (ارناوٹ)، بلکہ ایک اور نام سے موسوم کرتے ہیں جسکا لفظی ترجمہ (عقاب بردار) ہے۔

بعض مورخین کا بیان ہے، کہ البانی قوم اقوام یورپ میں قدیم ترین قوم ہے، اس کا وجود تین ہزار سال سے ہے۔ اپنی نسل کو غیر البانی خوں سے محفوظ رکھنے میں اسکو بہت زیادہ غلو ہے۔ اور اسوقت تک اپنی مافوق العادت سختی کی وجہ سے اسکی نسل ان تمام اقوام کے اختلاط سے محفوظ ہے، جو وقتاً فوقتاً اس کرۂ ارض پر وجود پذیر ہوتی ہیں۔

اسی عدم اختلاط کا یہ اثر ہے کہ اسکی زبان، اس کے مراسم، اور اسکا تمدن آج بھی ایک حد تک محفوظ ہے۔

گذشتہ صدیوں میں البانی قوم با شوکت و اقتدار تھی، اور ہمیشہ اپنے دشمن کے مقابلہ میں کامیاب رہا کرتی تھی۔ مگر چونکہ اسکو دیگر اقوام کے میل جول سے نہایت سخت پرہیز تھا، اور اپنے بزرگوں کے آثار و عادات کے محفوظ رکھنے میں نہایت سخت تعصب تھا، اسلیے گو ایک عرصہ تک وہ اپنی حریت، استقلال، وطن، زبان محفوظ رکھ سکی، مگر ان ترقیوں سے مستفید نہ ہو سکی جو اس کے تمدن خاص کے بعد عام تمدن میں ہوئیں۔

البانی قوم حب وطن، سنگینی طبع، اور شجاعت میں مشہور ہے، بلکہ اسکی بہادری تو شجاعت کی حد سے نکل کے تہر کی حد تک پہنچ گئی ہے۔

طبائع کی ذکارت، خواہشوں کا اعتدال، اسپ سواری، احترام قانوں، رعایت حقوق، مہمان نوازی، جنگ پسندی، بغاوت دوستی، اس کے ممتاز خصائل ہیں۔

البانیوں نے پندرہویں صدی میں رشتہ وطنیت کے نام سے متحد ہوئے، اپنے استقلال و حریت کی محافظت کے لیے نہایت شجاعت و پامردی سے ترکوں کا مقابلہ کیا تھا۔ سنہ ۱۴۴۳ء میں انکا سردار (جوجی کاستریوتی) جو اسکندر بک کے نام سے مشہور تھا، آل عثمان کے ہاتھ میں ایک طویل مدت تک گرفتار رہنے کے بعد بھاگ گیا۔ اور جب اس کے پاس اس کے ہم وطنوں کی ایک جماعت

جمع ہو گئی، تو وہ انکو لیکے ترکوں پر حملہ آور ہوا اور (کرویا) اور چند دیگر مقامات پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے سلطان (محمد) فاتح قسطنطنیہ اور سلطان (مراد) چہارم کے مقابلہ میں اعلان جنگ کیا۔ ان معرکہ آرائیوں کا یہ اثر ہوا کہ البانیوں نے اسکو اپنا حکمران تسلیم کر لیا۔

وہ اپنے بہادر البانی اعوان و انصار کو لیکے پھر ترکوں پر حملہ آور ہوا، اور (اتھینیز) اور دیگر بیس بڑے بڑے معرکوں میں فتحیاب ہوا۔ سنہ ۱۴۶۷ء میں وہ مر گیا، اس کے مرنے کے بعد البانی سرداروں میں باہم نزاع و نا اتفاقی پیدا ہو گئی، جسکی وجہ سے انکا شیرازہ برہم ہو گیا۔ ترکوں نے اس خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کے البانیہ پر فوج کشی کی، اور اسکو زیر نگین کر لیا۔ البانیہ کے مفتوح ہونے کے بعد باشندوں کا بڑا حصہ (اٹلی) چلا گیا اور وہیں سکونت پذیر ہو گیا۔ جو لوگ نہیں گئے ان میں سے کچھ مسلمان ہو گئے اور کچھ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے، لیکن ترکوں کی اس فتحیابی و تسخیر ملک سے اسکی شجاعت و بسالت میں ذرا بھی فرق نہیں آیا۔ وہ اپنی اسی خشونت، بددیت، اور استواری عزم پر قائم رہی۔

البانیا کے بالائی و زیریں حصوں کے پہاڑی مقامات کے عیسائی باشندوں کو قریباً وہی حقوق حاصل تھے جو انکے هموطن مسلمانوں کو تھے، انیسویں صدی کے اوائل میں البانیہ میں دو شخص پیدا ہوئے، جنہیں سے ایک کا نام (مصطفی پاشا اسقودری) اور دوسرے کا نام (علی طیلین یانانی) تھا، انہیں سے ایک نے البانیائے بالائی اور دوسرے نے زیریں حصے کو انتخاب کیا اور کوشش شروع کر دی۔ دونوں کو اپنے اپنے حلقہ میں کامیابی ہوئی، تمام قبائل اور ادنی و اعلیٰ انکے زیر اثر ہو گئے۔ انکا احترام و نفوذ اسدرجہ بڑھ گیا کہ دولت عثمانیہ کو کھٹکنے لگا، اور اپنے اثر و اقتدار کے متعلق خوف پیدا ہو گیا۔ جب ان دونوں شخصوں کو اپنی دیرینہ کوشش، یعنی عیسائیوں اور مسلمانوں کو باہم متحد کرنے میں کامیابی ہو گئی تو سنہ ۱۸۲۰ء میں (علی پاشا) نے عام بغاوت بلند کیا، باب عالی نے اسکی سرزنش کے لیے (خورشید پاشا) کو بھیجا۔ (خورشید پاشا) ۱۸۲۱ء تک محاصرہ کئے پڑا رہا۔ جب (علی پاشا) کو گرفتار نہ کر سکا، تو مجبوراً اس نے تجویز کیا کہ (یانیا) کے باہر کسی مقام پر (علی پاشا) اس سے ملے اور صلح کی بابت گفتگو کرے، (علی پاشا) حسب تجویز مقام مقررہ پر آیا، جب وہ اطمینان سے بیٹھ گیا، تو (خورشید پاشا) نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ (علی پاشا) کو قتل کر دے، چنانچہ (علی پاشا) قتل کر دیا گیا۔

علی پاشا کے قتل کے بعد باب عالی نے مصطفی پاشا کی قوت کا بھی کا خاتمہ کر دیا، لیکن بالین ہمہ البانی برابر خود مختاری کے لیے کوشش کرتے رہے۔ اور ۱۸۳۰ء و ۱۸۴۴ء میں پھر دولت عثمانیہ کے مقابلہ میں علم بغاوت بلند کیا۔ سنہ ۱۸۷۹ء میں برلن کانفرنس نے جب یہ طے کیا کہ البانیہ کا ایک حصہ جبل اسرد و یونان سے ملحق کر دیا جائے، تو انہیں برافرور خنگی پیدا ہو گئی، اور انہوں نے ایک عام جنگ برپا کر دی۔

سنہ ۱۸۸۴ء میں پھر دولت عثمانیہ کے مقابلہ میں علم بغاوت بلند کیا گیا۔

## معجب و آزمودہ شرطیہ درائیں جو بادائی قیمت نقد نا حصول صحت دیجانی ہیں

### زرد کن

داڑھی مونچھ کے بال اس کے لگانے سے گہنے اور لکیر پیدا ہوتے ہیں۔  
۲ تولہ دو روپے

### سر کا خوشبودار تیل

دلپا خوشبو کے علاوہ سیاہ بالوں کو سفید نہیں ہوتے دیکھا توڑے وزلم سے  
بچاتا ہے شیشی خورد ایک روپے آٹھ آنہ کلاں تین روپے

### حب قبض کشا

رات کو ایک گولی کھانے سے صبح اجابت با فراغت اگر قبض ہو دور  
۴ درجن ایک روپیہ

### حب قائم مقام افیون

انکے کھانے سے افیم چاندرو بلا تکلیف چھوٹ جاتے ہیں فی تولہ پانچ روپے

### حب دافعه سیلان الرحم

لیسدار رطوبت کا جاری رہتا عورت کے لئے وبال جان ہے اس دوا سے  
آرام - دو روپے

### روغن اعجاز

کسی قسم کا زخم ہو اسکے لگانے سے جلد بھر جاتا ہے بدبو زائل - نا سرور -  
بھگندور - خنا زیر کے گھاٹ - کار بقل زخم کا بہترین علاج ہے - ۶ تولہ دو روپے

### حب دافع طحال

زردی چہرہ - لاغری کمزوری مور مرض تلی سے نجات - قیمت  
دو ہفتہ دو روپے

### برالسااعہ

ایک دو قطرے لگانے سے درد دانت فوراً دور - شیشی چار سو مردخس کے لئے  
ایک روپے

### دافع درنگن

شیشی مدھا بیماروں کے لئے - ایک روپے

### حب دافع بواسیر

بواسیر خونی ہو یا بادی زنجی ہو یا سادی - خون جانا بند اور سے  
خود بخود خشک - قیمت ۲ ہفتہ دو روپے

### سرمہ صمیرہ کرامانی

مقوی بصر - محافظ بینائی - دافعه جلا - دھند - غبار - نزول الباقہ سرخی -  
صلع بصر وغیرہ - فی تولہ مدھا سلائی سنگ شیش دو روپے

### پتہ

## جواہر عشبہ مغربی

### مع چوب چینی وغیرہ

جن کو انگریزی میں سارس اور لا کہتے ہیں

جن امراض کا عروج شد و مد سے سلطنت جسم میں تباهی کرتی ہوتا ہے انکو  
غروب کرنے کا الہ (تاریختو) اگر کوئی ہے تو یہ جواہر ہے - جب بگاڑ خون اتقا  
دوڑھ تک پہنچ کر خون کو ردی کردے اس وقت اسکو درست کرنا چاہو تو اس  
جواہر عشبہ کو استعمال کرو - یہ مرض کو بدتر نہی نہیں بلکہ عالم وجود سے ہوتا ہے -  
جواہر عشبہ انسان کے خون کو صاف کرنے کی مسلہ دوا ہے - اسکے استعمال سے  
خون گندہ نہیں ہوتا - اس واسطے یہ معاف صحت ہے - جواہر عشبہ کو  
میتیکل افسر - پروفیسر علوم طب اور حکماء نے خون سے سمیت دور  
کرنے کا علاج قرار دیا ہے - جواہر عشبہ تبدیلی موسم کی وجہ سے جو جسم پر  
پہوڑے، پھنسیاں، دھبے وغیرہ ہوتے ہیں ان سب کو دور کرتا ہے - جواہر عشبہ  
خنازیر کے باعث جب زخم یا ناصور یا بھگندور یا چنبل یا سیاہ داغ جس پر سے چھلکے  
آتے ہوں یا زرد آب نکلتا ہو یا خارش زیادہ ستاتی ہو یا خاص موسموں میں زخم  
یا جسم پر دانت پیدا ہوتے ہوں - ہوائے سرد سے سر بہاوی ہو جاتا ہو یا جسم پر  
دھبے نکلتے ہوں، سب کے لئے اکسیر ہے -

### انگریزی دوکانوں اور ولایت کے تیار کردہ

عشبہ برہہ آمیزش شراب ایک تو مذہباً ناپاک دوسرے خون کو گرم کر دیتے  
ہیں کیونکہ وہ سرد ملکوں کے لئے گرم اجزاء سے بنائے جاتے ہیں -

### ہمارے جواہر عشبہ و چوب چینی کی فضیلت

یہ ہے کہ یہ اس دیس کی طبائع کے خیالات کو ملحوظ رکھ کر سرد و ٹھنکی،  
جوش خون کو روکنے والی ادویہ سے مرکب کیا گیا ہے - جس سے خون میں  
ٹھنک پیدا ہوتی ہے اور جوش خون دور ہو جاتا ہے -

— \* —

تجربہ کر کے دیکھ لو! جب ہاتھ پاؤں میں سوزش ہو - جب جڑوں  
میں درد ہو - جب چہرہ پر سیاهی معلوم ہو -  
جب ہڈیاں پھول جائیں اور رات کو درد ستائے - جب سر یا داڑھی کے بال گرنے  
لگیں - جب سر پر تلم کھرنے لگے سے گنج کی صورت بن جائے تو اسکو پالنے سے تلم  
شکائیں دور ہو جاتی ہیں - برسوں کے زخم، ناصور، بھگندور دنیوں میں بھر جاتے  
ہیں -

— \* —

بڑی مستند شہادت { اس جواہر کے مؤثر، سریع العمل اور مفید ہونے کی یہ  
ہے - کہ موجودہ اور گزشتہ اطباء یگواں ہو کر لکھتے ہیں -  
اگر یہ جوی بوٹی دنیا میں ظاہر نہ ہوتی تو ہم نہیں کہہ سکتے ہزاروں مریض ہو  
ملک اور شہر میں لاعلاج ہو کر زندہ درگور ہو جاتے - مگر چوب چینی و عشبہ  
کے ظاہر ہونے سے پہوڑے پھنسیاں اور خون میں سمیت حیوانی یا نباتی سوائسہ  
کرنے سے جو ردی و مرضی امراض پیدا ہوں سب دور ہو جاتے ہیں - جب تلم  
جسم پر خارش ہو - خراب اور موطوب آب و ہوا میں رہنے سے بہرے بند ہو جاتے - دو  
عرق النسا ستائے تو اسے آزمائے -

### قیمت شیشی تین روپے

حکیم غلام نبی زبدۃ الحکماء - لاہور



## مظالم یونان

گذشتہ نمبروں میں ہم نہایت تفصیل سے وہ مظالم بیان کرچکے ہیں جو بلغاریوں نے اپنے مفتوحہ ممالک میں مسلمانوں پر کیے ہیں۔ اس ہفتہ کی ڈاک میں مظالم بلغاریا کے سلسلہ میں صرف ایک واقعہ اور آیا ہے کہ جزیرہ نما (کلدیسیہ) میں پانچ سو مسلمان گولیوں سے شہید کئے گئے۔ لیکن بلغاریا کے بدلے یونان کے نہایت گریہ انگیز دلدوز مظالم کی ایک فہرست درج ہے جس کا اقتباس ہم شائع کرتے ہیں۔ اور اسلام فروش پرستان یورپ سے پوچھتے ہیں کہ یورپ کے امن پسندوں، انسانیت پرستوں، عدل پروروں، اور اسلام نوازوں کے جم غفیر میں سے آج کوئی بھی اٹھا کہ ان بیکس مسلمانوں کو خونخوار مسیحی دزدوں کے پنجوں سے نکلے؟ مسلمانوں بلکہ دنیا کی تمام قوموں کو یاد رکھنا چاہیے کہ یورپ کے رحم و انسانیت اور انصاف و عدل سے صرف دو شخص فائدہ اٹھا سکتے ہیں، ایک عیسائی اور دوسرا وہ شخص جس کے ہاتھ میں ناممکن التسخیر تلوار ہو اور بس۔

یہ بالکل قطعی امر ہے کہ اگر ترکوں کے ہاتھ میں انکی تلوار نہ ہوتی تو آج سے بہت پہلے ایران کی طرح انکی آزادی کا بھی خاتمہ کر دیا گیا ہوتا۔

جامع (یعقوب پاشا) میں مسلمان نماز جمعہ پڑھتے تھے کہ یونانی دزدوں کی ایک جماعت نے انکو گھیر لیا اور نمازیوں کے کپڑے، گھڑیاں، نقد، جوڑے وغیرہ لوٹنا شروع کر دیے، نمازیوں میں سے جس نے انکا مقابلہ کیا سخت و شدید بے رحمی سے زخمی کیا گیا۔

یونانی فوج کی ایک ٹولی کنیسیہ (ایاترہ) سے آرہی تھی۔ محلہ (حمیدیہ) میں اسکو کچھ مسلمان خاتونیں ملیں۔ ان ستمگروں نے صحرائی دزدوں کی طرح ناقابل بیان سختی کے ساتھ ان پر حملہ کیا، انکی چادریں چاک کر ڈالیں۔ کانوں سے بالیاں نہایت بے دردی سے کھینچ کے اٹار لیں اور اسقدر مارا کہ سب خون آلود ہو گئیں۔ انہیں سے ایک خاتون مارے دھشت کے بیہوش ہو گئی تھی مگر باقی خاتونوں نے چیخنا شروع کر دیا۔ فوج کے لوگ پہرہ تھے وہ آواز سن کر دوڑے، انکو دیکھتے ہی یونانی غارتگر بھاگ گئے، جو خاتون بیہوش ہو گئی تھی وہ گھر لائی گئی۔ مگر وہ اسقدر ڈر گئی تھی کہ جان برفہ ہو سکی۔

یونانیوں نے زندہ مسلمان مردوں اور عورتوں پر جسقدر ستمرائیاں کی تھیں ان سے انکے جذبہ انتقام پسندی کی تشفی نہیں ہوئی۔ یہ وحشی چند مقبروں میں گھس گئے۔ وہاں سنگ مرمر کی چند قبریں تھیں، جن پر طلائی حروف میں کچھ عبارتیں کندہ تھیں۔ ان اشقیاء نے اپنے پہاڑوں سے ان تمام قبروں کو بالکل منہدم کر دیا۔ مگر اس سے بھی انکی کینہ کش طبیعتوں کی تسلی نہیں ہوئی اور مردہ جانوروں کی لاشیں لائے اور ان سے قبروں کو پات دیا۔

سلاویک کے مسلمانوں نے گو غذا کا سامان جمع کر لیا تھا، مگر یونانی فوج نے داخل ہوتے ہی تمام گوداموں پر قبضہ کر لیا۔ جن روٹی کی دکانوں سے مسلمان روٹیاں خریدتا کرتے تھے انکے دروازوں پر یہ لکھ دیا کہ ”یہ صرف فوج کے لیے ہیں۔“ جب عام مسلمان بھوکے مرنے لگے تو چند خدا ترس و رحمہ دل دولتمندوں نے اپنے خرچ سے ایک دکان مسلمانوں کے لیے کھلوا دی۔ یونانیوں کو جب اسکی خبر ہوئی تو وہ رات کو بڑے بڑے تھیلے لیکے اس دکان پر گئے اور جسقدر روٹیاں وہاں تھیں سب الٹیں پھینک دیں۔

یہ امر نہایت تعجب انگیز ہے کہ التوائے جنگ سے کسی قدر پہلے جبل اسود کی فوج ایک ایسی شکست کے بعد جسمیں انکا سخت نقصان ہوا (طربوش) اور (اشقودرہ) سے واپس گئی اور شاہ جبل اسود اپنے ہزاروں بچوں کے غم میں ماتمی کپڑے پہنے ہوئے اپنے درالسلطنت میں لوٹ آیا۔

یہ بالکل ظاہر ہے کہ اگر ہماری فوج کو غذا کی طرف سے اطمینان ہو جائے، اور دو در تین تین دن تک نے آب و دانہ نہ لوٹا پڑے، تو اسے شکست کا خوف نہیں ہے۔ اسکی ایک روشن دلیل یہ ہے کہ (ساقز) میں ایک ہزار عثمانی ۴ ہزار یونانیوں سے مقابلہ کر رہے ہیں اور لطف یہ کہ یہ یونانی جنگی بیڑے کی پشت پناہی میں ہیں، اور انکے ساتھ ہی جزیرے کے یونانیوں کی بھی ایک تعداد کثیر موجود ہے۔

## کامل پاشا اور انگلستان

— \* —

المزید لکھتا ہے:—

”سیاسی حالات و نیز نامہ نگاران اخبارات کے ساتھ کامل پاشا کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ کامل پاشا کو انگلستان سے مدد (جسکی اسکو قومی امید تھی) نہیں ملی۔ کیونکہ انگلستان نے بلقان کی طرف میلان ظاہر کیا، اور دولت عثمانیہ کی اسوقت تک بالکل مدد نہیں کی“ آگے چلے لکھتا ہے ”اگر انگلستان نے کامل پاشا کو چھوڑ دیا ہے اور گفتگوئے صلح میں بقدر طاقت مدد نہیں کی ہے، تو انگلستان کو یاد رکھنا چاہئے کہ وہ مشرق میں اپنے تمام دوست کھو دینا، اور ایک ایسے شخص کے ساتھ اسکے برتاؤ کی یہ مثال جس کی سال گذشتہ شاہ انگلستان نے اسقدر عزت افزائی کی تھی، ارباب عقل کے لئے عبرت آموز ہوگی“

انگریزی اخبارات کی موجودہ ہمدردی ایک دام تزییر ہے۔

— \* —

دوران جنگ میں انگلستان کے اخبارات کا جوب و لہجہ تھا، اخبار بین دنیا کو معلوم ہے۔ انگریزی اخبار عام طور پر لکھتے تھے کہ ”اسلام میں کوئی خوبی نہیں اور نہ اس سے کسی قسم کی نیکی کی امید رکھنا چاہیے۔“ (پال مال گزٹ) نے تو صاف صاف لکھ دیا تھا ”ہماری آرزو ہے کہ اپنے مذہبی بھائی بلقانی عیسائیوں کو دیکھیں کہ وہ یورپ کو اسی طرح مسلمانوں سے پاک کر رہے ہیں، جس طرح ہمارے اور انکے بھائی اندلسی عیسائیوں نے انداس کو مسلمانوں سے پاک کر دیا تھا“ لیکن اب بھی انگریزی اخبار مسلمانوں سے ہمدردی اور بلقانیوں کی ظالمانہ حرکات پر اظہار نفرت کر رہے ہیں۔ ایک مشہور عثمانی اہل قلم اس غیر معمولی تغیر کے متعلق لکھتا ہے:

”انگریزی اخبارات باوجود اس میلان کے جو وہ اثناء جنگ میں بلقان کی طرف ظاہر کر چکے ہیں، آج بلقان کے ان وحشیانہ حرکات سے چیخ رہے ہیں جنہوں نے قرآن وسطی کی صلیبی جنگ کو پہلے لڑا دیا ہے، لیکن انگریزی اخبارات کی یہ چیخ پکار اسلیے نہیں ہے کہ وہ اسلام کے دوست ہیں، بلکہ اسلیے کہ ان کو خوف پیدا ہو گیا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ ان واقعات کی وجہ سے مسلمانوں میں اتحاد و ہمدردی بڑھ جائے، اور دل یورپ خصوصاً انگلستان کے خلاف ایک عام جوش پیدا ہو جائے“

ہم اس کے متعلق کچھ کہنا نہیں چاہتے، ناظرین فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اس عثمانی اہل قلم کی یہ تعلیل کہاں تک صحیح ہے؟

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# آئینہ

ایک حقہ وار مصوٰر سالہ

پرنسٹن پریس

کلیفٹن ہل، نیو یارک

مقام اشاعت  
۱-۲ مکتوبہ اشاعت  
کلیفٹن ہل

قیمت  
سلاہ ۸ روپیہ  
شعبہ ۴ روپیہ ۱۷ آنہ

۲۰

کلیفٹن ہل: چار شنبہ ۶ ستمبر ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta: Wednesday January 15, 1913

۲۰







فرہنگ بعض الفاظ عربیہ

— \* —

- |                   |   |
|-------------------|---|
| (آستانہ)          | قسطنطینیہ   |
| (ادرنہ)           | ایڈریا نوبل   |
| (بحر مرمرہ)       | مار مرمرہ   |
| (بحر ایجہ)        | ایجین سی (جس میں جزائر ساموس وغیرہ واقع ہیں)  |
| (نہر الدانوب)     | دریائے ڈینیوب (جو کسی وقت ترکی روسی سرحد تھا)   |
| (النمسار المجر)   | آسٹریا ہنگری  |
| (البوسنہ والہرسک) | بوسنیا، ہزیگوینیا   |
| (الجبل الاسود)    | مانٹی نیگر  |
| (ایڈینیا)         | ایٹنہس دار الحکومت یونان  |
| (سکھ حیدر)        | یعنی ریلوے لائن کا خط - (حدود) یعنی وہ موٹی جدول جو ترکی حدود حکومت کو ریاست ہائے بلقان یونان سے علیحدہ کرتی ہے - |
- (یہ نقشہ قسطنطینیہ کے مکتب حریہ کے جغرافیے سے طیار کیا گیا ہے اور اصل نقشے کا بعکس عکس ہے)

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ الْإِسْلَامُ الْكَرِيْمُ

جلد اول

# اِسْتِثْنَاءُ

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

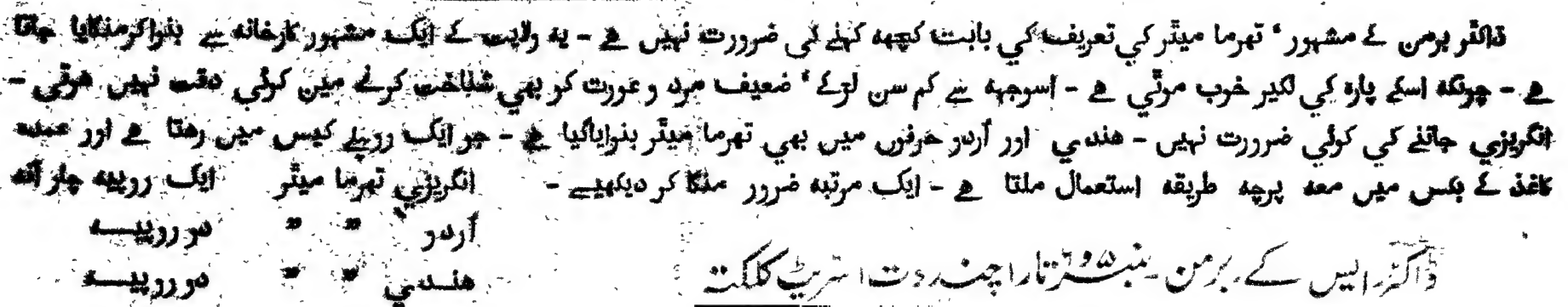
میر رسول نور محمدی  
اساتذہ کرام کلام الدہلوی

و جاهدوا في الله حق جهاده ،  
هو اجتباكم ، و ما جعل عليكم  
في الدين من حرج ، ملّة ابيكم  
ابراهيم ، هو سماكم المسلمين  
من قبل و في هذا ، ليكون  
الرسول شهيدا عليكم ، و تكونوا  
شهداء على الناس ، فاقيموا  
الصلاة و اتوا الزكاة ، و اعتصموا  
بالله ، هو مولاكم ، نذم المولى  
و نعم النصير ! ( ۷۸ : ۲۲ )

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو ، جو حق جہاد کرنے کا ہے ۔ اس نے تم کو  
تمام دنیا کی قوموں میں سے برگزیدگی اور امتیاز کیلئے چن لیا ۔  
پھر جو دین تم کو دیا گیا ہے ، / وہ ایک ایسی شریعت فطری ہے جس میں  
تمہارے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ۔ یہی ملت تمہارے مورث اعلیٰ ابراہیم  
خلیل کی ہے ، اور اس نے تمہارا نام ”مسلمان“ رکھا ہے ، گذشتہ زمانوں  
میں بھی اور اب بھی ۔ تاکہ رسول تمہارے لیے ، اور تم تمام عالم کی  
ہدایت اور نجات کے لیے شہادہ ہو ۔ پس اللہ کی رشتہ کو مضبوط پکڑو ،  
جس اور مال دونوں کو اس کی عہدت میں لٹاؤ ، وہی تمہارا ایک آقا اور  
مالک ہے (اور پھر جس کا خدا مالک و حاکم ہو) اس کا کیا اچھا مالک ہے  
اور کیسا قوی مددگار !

؟

وہ کمی جو بہت روزوں سے تھی اب دور ہو گئی



اب بالکل یقینی ہے۔ کیونکہ حضرت شیخ سنوسی کے خایفہ نے بمقام بیروت سیدی خواجہ حسن نظامی سے آئندہ حالات کی نسبت جاسقو پیشین گوئیاں کی تھیں (اور جنکو کتب شیخ سنوسی کے حصہ اول و دوم میں شائع کر دیا گیا تھا) سب ہو بہو سچی ثابت ہوئیں۔ اب صرف انگریزی حکومت کے مسلمان ہو جانے کی پیشین گوئی باقی ہے۔ جو خدا نے چاہا تو عنقریب پوری ہوگی۔ پس اگر آپ یہ پیشین گوئیاں اور ترکی و ایران علی الخصوص افغانستان و جلالپور چین وغیرہ کے انجام کار کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو رسالہ شیخ سنوسی کے دونوں حصے پڑھئے۔ قیمت ہر دو آٹھ آنہ۔

کلمات اکبر۔ لسان العصر و جہان النہا خان بہادر مولوی سید اکبر حسین العباسی کے زبردست قلم کے دونوں حصے چھپ کر تیار ہیں۔ کاغذ لکھائی پھیلانی نہایت اعلیٰ ہے۔ اور صرف ہمارے ہاں دستیاب ہو سکتے ہیں۔ قیمت ہر دو حصص ۳ روپیہ ۸ آنہ۔

مضامین خواجہ حسن نظامی میں غدر کے اور تیموریہ خاندان کے سچے مگر نہایت درد ناک قصے درج ہیں نیز آٹو۔ میچر۔ دیسلائی وغیرہ عنوانوں پر نہایت مزیدار اور معنی خیز مضامین لکھے ہیں۔

سفر نامہ ہندوستان بمبئی، گجرات، کانہیاواڑ، سرمات وغیرہ مقامات کا دلچسپ سفر نامہ۔ بطریق روز نامہ از سیدی خواجہ حسن نظامی دہلوی قیمت ۸ آنہ۔

اسلام کا انجام مہر کے شیعہ المشائخ کی حوصلہ افزا پیشین گوئیاں - قیمت ۴ آنہ  
اسرار مخفی رموز کا خزانہ بس دیکھنے کے قابل قیمت ۴ آنہ -

ترکی فلم شاہ مشفق احمد صاحب منجم دہلوی کی پیشین گوئیوں - قیمت ۲ پیسہ  
دل کی مراد - شاہ صاحب کے طلسماتی تعریف قیمت ڈیڑہ آنہ -

کارکن حلقہ نظام المشائخ دہلی سے منگالیے

شرح اجرت اشتہارات

میعاد اشتہار	فی صفحہ	فی کالم	نصف کالم	نصف کالم سے کم
ایک ہفتہ ایک مرتبہ کے لئے	۱۵ روپیہ	۱۰ روپیہ	۷ $\frac{1}{4}$ روپیہ	۸ آنہ فی مربع انچ
ایک ماہ چار مرتبہ	۵۰	۳۰	۲۰	۷ آنہ
تین ماہ ۱۳	۱۲۵	۷۵	۴۵	۶ آنہ
چھ ماہ ۲۶	۲۰۰	۱۲۵	۷۵	۵ آنہ
ایک سال ۵۲	۳۰۰	۲۰۰	۱۲۵	۴ آنہ

(۱) ٹائٹل پیج کے پچھلے صفحہ کے لیے کوئی اشتہار نہیں لیا جائیگا - اس کے علاوہ ۳ صفحوں پر اشتہارات کو جگہ دیجائیگی -

(۲) مختصر اشتہارات اگر رسالہ کے اندر جگہ نکال کر دیے جائیں تو خاص طور پر نمایاں رہیں گے لیکن انکی اجرت عام اجرت اشتہارات سے پچیس فیصدی زیادہ ہوگی۔

(۳) ہمارے کارخانہ میں ہلاک بھی طیار ہوتے ہیں جسکی قیمت ۸ آنہ فی مربع انچ ہے۔ چھاپے کے بعد ہلاک پھر صاحب اشتہار کو واپس کر دیا جاتا اور ہمیشہ انکے لئے کارآمد ہوتا۔



# جلد اول

## الم

—:○(\*)○:—

### فہرست مضامین نثر

بترتیب حروف تہجی

صفحہ نمبر

صفحہ نمبر

#### ( الف )

۲۲ ۸	انگلستان و اسلام (۱)
۲۲ ۱۱	” (۲)
۲۰ ۱۹	احیاء دعوت قرآنی و مقتضیات حالہ
۳۲ ۱۲	انکشاف حقیقت
۴ ۱۳	( حضرت شیخ ) احمد السنوسی کا مشہور جہاد
۱۲ ۱۲	( حضرت شیخ ) احمد السنوسی کا ورورہ جہاد میں
۱۳ ۱۵	( حضرت شیخ ) احمد السنوسی کا ورورہ
۹ ۱۵	ادھم پاشا کمانڈر طبرق

#### ( ب )

۱۳ ۲	( جنرل ) برتھ
۱۵ ۱۳	بیسویں صدی کی مسیحی تہذیب کا ایک صفحہ
۱۹ ۱۳	بلغاری فتوحات کی تکذیب
۲۹ ۱۵	بلغاریا کے مظالم
۲۴ ۱۳	بلغاریا کی جنگی تیاریاں
۲۴ ۶	بانی فساد کون ہے ؟

#### ( پ )

۵ ۲	پونا کی آرڈر کانفرس
۸ ۲	پنجاب کے اسماعیلی ہندو
۱۴ ۱۳	پنجاب کے نو مسلم جو لوگوں کو ترکہ نہیں دیتے

#### ( ت )

۱ ۳	تمہید افتتاحی
۵ ۳	تعمیر بصرہ
۹ ۲	تار عنکبوت
۱۰ ۲	تمدن خطرہ میں ( ۱ )
۱۱ ۹	” ( ۲ )
۱۲ ۸	تزلحم احزاب و تصادم اغراض
۱۶ ۱۹	تقریر مسئلہ اسلامی پر ( ۱ )
۱۸ ۱۰	” ” ( ۲ )
۱۹ ۱۳	تقریر العرب
۲۳ ۱۵	ترکوں کو ایک شیطان دھوکا
۱۴ ۱۰	ترکی افسروں کی جانبازی
۱۳ ۸	ترکی کے موجودہ کوائف
۱۳ ۱۹	ترکی اور بلغاریا کی فوجی طاقت کا مقابلہ

#### ( ج )

۲ ۱۵	جزائر ایجین
۱۵ ۲	جہل والحد

۱ ۳

۱ ۱۶

۱ ۹

۲ ۱۱

۲ ۱۶

۳ ۱۴

۳ ۱۵

۵ ۴

۶ ۴

۷ ۸

۳ ۹

۴ ۱۳

۵ ۹

۵ ۱۰

۷ ۱۳

۹ ۹

۱۰ ۱۳

۹ ۱۲

۱۰ ۲

۱۰ ۱۴

۱۲ ۲

۱۲ ۳

۱۲ ۱۱

۱۳ ۲

۱۳ ۲

۱۴ ۸

۱۵ ۸

۱۵ ۴

۱۸ ۸

۱۹ ۸

۲۰ ۳

۲۳ ۱۹

۲۴ ۱۰

صفحہ خاص ۲

۲۱ ۱۱

۲۰ ۱۱

فار

شیخ الشریف احمد السنوسی

اب عربی قیدی کی سرگذشت

اہل قاہرہ کا تار بنغازی کے معرکہ کی نسبت

اہل کی قیمت

اہل کردی والتتیر کی میدان جہاد سے واپسی

اہل جنگ

اہل بالمعرف و النہی عن المنکر (۱)

(۲) ” ”

(۳) ” ”

اہل العظیم الغازی انور بک (۱)

(۲) ” ”

(۳) ” ”

(۴) ” ”

(۵) ” ”

التتیر کامرید کی پہلی چٹھی

التتیر کامرید کی دوسری چٹھی

التتیر کامرید کی پہلی چٹھی کا جواب بہ عنوان عرض حال

التتیر کامرید کی دوسری چٹھی کا جواب

الہدیم ثریا بک

الہدیم و رابطہ

الہدیم کی روح حریت

الہدیم من آیات الملیہ

الہدیم اور خیال

الہدیم مرضات اللہ

الہدیم رائے (۱)

(۲) ” ”

الہدیم ضروری نکتہ

الہدیم و الاصلاح (۱)

(۲) ” ”

(۳) ” ”

الہدیم چوکسی والتتیر کی معیر العقول شجاعت

الہدیم عالمگیر ہو تو کیا ہوگا

حقیقت (۱)

(۲) ” ”

الہدیم پر اسرار طلسم



صفحہ نمبر

صفحہ نمبر

(و)

۲	۱۲	واقعہ خمس کی سرکاری تفصیل
۲	۱۵	وزارت کا اظہار اعتماد
۲	۱۵	وزارت کا استعفاء
۳	۵	وفاداری کا وعظ
۱۴	۲	ورثہ امامت کی جدید تقسیم
۲۲	۱	عالی جناب نواب وقار الملک قبلہ

(ھ)

۲	۱۳	ہلال احمر کی راپسی
۱۳	۱۵	ہندوستان کے مجاہدین طرابلس میں
۱۴	۱۱	ہندوستان میں پین اسلامزم
۲	۱۶	الہلال کی قیمت
۸	۶	الہلال کی پریٹنکل تعلیم
		الہلال کے مقاصد و پریٹنکل تعلیم کی نسبت ایک خط
۹	۴	اور اسکا جواب
		الہلال کی توسیع اشاعت کے متعلق ایک لطف فرما
۸۰	۱۲	کی مراسلت
۱۳	۴	الہلال کے اصلی مخاطب
۲۴	۵	الہلال کی پہلی ششماہی جلد کا اختتام
۲۰	۱۵	ہلال و صلیب
۱۲	۱۲	ہمارے قومی صلاحکار

(ی)

۱۶	۲	یا قرمنا اجیبوا داعی اللہ !!
۲۲	۲	یا لاسف و یا للعار !!
۲۴	۶	یونانیوں کی سرفروشی

## حصہ نظم

— \* —

۲۱	۹	ترکیب بند
۲۳	۳	جزر و مد
۲۲	۹	خطاب بہ رائے انریڈل مسٹر امیر علی صاحب
۱۹	۱۲	شہر آشوب اسلام
۲۴	۱۶	فغان مسلم
۱۵	۱۳	مسلم لیگ
۲۰	۹	مسئلہ الحاق
۱۸	۱۲	یونیورسٹی
۱۶	۱۳	یونیورسٹی و الحاق

میدان جنگ سے موسیرومیرا کی چٹھی  
مسیحی تہذیب و عہد و قرار کی برہنگی  
میدان جنگ میں ایک عشق باز قوم  
میدان جنگ میں سنوسی عربوں کا لباس  
مسئلہ صلح طرابلس پر اہل عرب کا اعلان  
محمود شوکت پاشا (۱)  
” (۲)

مسلمانان چین

مسئلہ طرابلس پر فرانس کے سابق وزیر جنگ کے خیالات

میجر محمد نوری بک

مسلم یونیورسٹی (۱)

مسلم یونیورسٹی اور راجہ صاحب محمود آباد

مسلم یونیورسٹی کے خواب کی تعبیر (۲)

مسلم یونیورسٹی کمیٹی

مسئلہ تعلیم و الحاق

مسلم یونیورسٹی و الحاق

مصر کی حزب الوطنی کے مصائب (۱)

” (۲)

مصر میں الحزب الوطنی کا ہیجان

مسلم گزٹ

منصور پاشا الطرابلسی

من انصارہ الی اللہ ؟

مسئلہ صلح

مسئلہ صلح کا افتتاح

مسئلہ صلح

کیپٹن مریرز کی سرگذشت

مرقع حیات

معرکہ قرق کلیسا کی تفصیل

موجودہ جنگ کے متعلق اہم معلومات

موجودہ جنگ اور عثمانی مشکلات

غازی مختار پاشا کا بیان

مظالم بلغاریا

(ن)

النیل قاہرہ کے نام تار اور بلغازی میں معرکہ

مرلانا نذیر احمد صاحب مرحوم و گریستان علیگڑہ کالج

نظرے خوش گذرے

نشہ شام کی نصف شب (۱)

” (۲)

نئی جنگ کی پہلی منزل

النباء العظیم (۱)

(۲)





صفحہ نمبر	صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
	۵ ۱۸	الجهاد	
	۱۳ ۲۰	جنگ یورپ و ترکی	
	۱۵ ۲۰	جنود ابلیس اجمعون	
	۳ ۲۱	” ”	
	۵ ۲۳	الجهاد ! الجهاد !	
	۱۱ ۱	( یوزباشی ) جاوید بک	
		( چ )	
		چٹلچا میں ایک شب ( ۱ )	
		” ” ( ۲ )	
		( ح )	
	۵ ۲	العرب فی الاسلام	
	۲ ۱۲	حب الدینا راس کل خطیئة	
	۱۱ ۱۴	حکم تعظیم و تکریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	
	۳ ۲۲	حق اخوت یا جہاد	
	۱۰ ۲	خمس میں ایک فتم عظیم	
	۱۳ ۸	خلیل بک کماندر خمس کے خیمے کا پاسبان	
		( د )	
	۱ ۲	دشواری سفر	
	۱۴ ۴	دس عربوں نے ایک اٹالین مورچے کو درہم برہم کر دیا	
	۱۳ ۱۲	دو اگست کا معرکہ زوارہ	
	۱۴ ۱۷	دعوت اصلاح مسلمین و اتحاد اسلامی	
	۹ ۲۰	” ” ” ” ( بقیہ نمبر ۱۷ )	
	۱۳ ۲۲	دنیا کی ایک بہترین مگر مظلوم قوم	
	۱۲ ۱۷	قبیچہ کی تباہی	
		( ر )	
	۱ ۱۵	رجال الغیب	
		( ز )	
	۱۲ ۴	زوارہ کے عثمانی کیمپ کے افسر	
	۲ ۷	زندہ دلوں کا وطن	
		( س )	
	۱۵ ۲	سودان پھر چونک پڑا	
	۱۱ ۶	سول سروس کمیشن	
	۱۴ ۸	سرزمین طرابلس کے معجزات	
	۱۲ ۱۸	سکرٹری مسلم لیگ کمیٹی کی خدمت میں کھلی چٹھی	
		( ش )	
	۲۰ ۱	شوکت پاشا کا استعفاء	
		( ص )	
	۵ ۱۱	صبح امید ( ۱ )	
	۵ ۱۲	” ” ( ۲ )	
	۱۰ ۱۵	صفحة من صفحات التاريخ	
	۱۵ ۱۸	صلحنامه اٹلی و ترکی	
		( ط )	
	۱۳ ۱	طرابلس کا پیغام	
	۱۵ ۳	طرابلس میں افغانی و کردی والتیر	
	۱۵ ۲	طرابلس میں کارٹوس اور بارود کا کارخانہ	
	۱۵ ۲۴	طلباء یونیورسٹی کے پانچ خاص لیکچر	
		( ع )	
	۱۳ ۲۰	شیخ عبد العزیز شاریش	
	۱۱ ۲۰	عثمانی طلبہ اور جوش ملیت پرستی	
	۵ ۲۱	عید الفطر	
	۵ ۲۳	عید اضحیٰ ( ۲ )	
	۱۱ ۱	” ” ( ۳ )	
	۵ ۲۰	” ” ( ۴ )	
	۵ ۲۱	” ” ( ۵ )	
	۶ ۲۲	عقل سلیم سے التجا ( ۱ )	
	۱۴ ۲۳	” ” ( ۲ )	
	۱۱ ۲۴	( جناب مولوی ) عبد الحق صاحب حق کی مراسلت	
		( ف )	
	۸ ۲	فرہاد بک	
	۱۴ ۱۴	فرانس میں ایک اٹالین ہوائی جہاز	
	۱۳ ۱۸	( السیدۃ ) فاطمہ بنت عبد اللہ	
	۱۵ ۱۸	فرمان سلطانی	
		( ق )	
	۳ ۲	قسطنطنیہ میں ہجوم مشکلات ( ۱ )	
	۱۵ ۲	” ” ( ۲ )	
	۴ ۲	” ” ( ۳ )	
	۷ ۲	” ” ( ۴ )	
		قوم کے ایک مشہور صاحب ریاست کی مراسلت کے متعلق چند ملاحظات	
	۱۳ ۲	قند مکرر	
	۳ ۱۳	القسطاس المستقیم ( ۱ )	
	۵ ۴	” ” ( ۲ )	
	۵ ۵	” ” ( ۳ )	
	۵ ۶	” ” ( ۴ )	
	۱۰ ۶	القتال او الشرف و الاستقلال	
	۶ ۴	قسطنطنیہ کی حالت	
		( ک )	
	۱۳ ۱۰	( موسیور ) کرلیرا مالک النيل کی راہی	
	۱۰ ۱۰	کامریڈ کی ممالک اسلامیہ میں مقبولیت	
	۱ ۰	کفر از کعبہ	
	۲ ۰	کلکتہ میں عید اضحیٰ	
	۱۵ ۲	کامل پاشا کا اپنے دوستوں سے شکوہ	
	۲ ۴	کانپور کی چٹھی پر چند ملاحظات	
	۱۴ ۴	کانپور سے ایک چٹھی ادیٹر کے نام	
		( گ )	
	۱۲ ۴	گذشتہ اسلامی دارالعلوم و مسئلہ الحاق	
	۱۲ ۱	لکھنؤ سے ایک گمنام چٹھی	
	۱۳ ۳	لکھنؤ سے ایک دوسری گمنام چٹھی	
	۱۰ ۶	نژادی کی اغلب رو	
		( م )	
	۴ ۱۴	المصلح العظیم محمد رشید رضا الحسینی (۱)	
	۶ ۱	” ” (۲)	
	۷ ۱	” ” (۳)	

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

AL - HILAL

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad.

7-1 McLeod Street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly " " 4-12.

# الهلال

میرسنول نرخصی  
اسلامی کلامی

مقام اشاعت:  
۱-۲ مکلاوڈ اسٹریٹ  
کلکتہ

عنوان: تلفراف  
"الهلال"

قیمت  
سالانہ ۸ روپیہ  
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

ایک ہفتہ وار مصور سالہ

جلد ۲

کلکتہ: جہاوشنبہ ۶ صفر ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta: Wednesday, January 15, 1913

نمبر ۲

## شذرات

— \* —

ہفتہ جنگ اس وقت تک ترکی کے طرف سے ایڈریا نوبل کی حوالگی کے انکار میں پوری استقامت کا اظہار ہو رہا ہے۔  
۱۳ - کی تار برقی ہے کہ حکومت نے مسئلہ صلح و جنگ کو ایک بہت بڑی قومی مجلس کے حوالہ کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ جسکو سلطان المعظم منعقد کریں گے۔  
صلح کانفرنس کا بظاہر عملاً خاتمہ ہو گیا ہے مگر وکلا اینک لندن میں مقیم ہیں۔ اگر یہ سچ ہے کہ بلغاریا دوبارہ جنگ کے جاری کرنے کیلئے پوری استعداد رکھتی ہے تو باوجود فیصلہ کن رائے دیدینے کے بار بار کیوں خود ہی مہلت کو طول دیتی ہے اور اپنے وکلا کو لندن سے بلا نہیں لیتی؟

اصل یہ ہے کہ بلغاریا کی قوت کا اسی دن خاتمہ ہو گیا تھا جس دن اس نے قرق کلیسا پر اپنے تئیں فدا کر کے قبضہ کیا تھا۔ یورپ نے دیکھا کہ اب اگر ترکوں کو جنگ کی مہلت ملی تو صلیبی مقاصد کے حصول کی فرصت ہاتھ سے نکل جائے گی پس جس کورسیت کیلئے وہ اس وقت میدان جنگ کو موزوں نہیں سمجھتا ہے اسکا حملہ صلح کے دباؤ سے کرنا چاہتا ہے۔ اب اگر بلغاریا تھریس کے میدانوں میں ترکی کو شکست نہیں دے سکتی تو کیا مضائقہ ہے کیونکہ لندن اور روس کی وزارت خانہ خارجہ سے صلح کے سازشی دباؤ کے ذریعہ پوری شکست دی جا سکتی ہے!

ایک دوسرا تار لندن کے عثمانی حلقوں کا یہ خیال نقل کرتا ہے کہ "ایڈریا نوبل کا چھوڑنا ممکن نہیں ہے۔ اور ترکی کا فیصلہ اب اس وقت خود بخود معلوم ہو جائے گا جب عثمانی وکلا لندن چھوڑ دیں گے۔ مشہور محرم سیاست اہل قلم: مسٹر (بلنٹ) نے اپنے مضمون میں جو خیالات ظاہر کیے تھے وہ حرف بحرف پورے ہو رہے ہیں انہوں نے لکھا تھا کہ "آخر میں سر ایڈورڈ گریے باتفاق ایم سارا نوبل ترکی پر دباؤ ڈالیں گے کہ بلغاریوں کو سب کچھ سپرد کر کے صلح کر لے" اور اب دول یورپ نے دباؤ ڈالنا شروع کر دیا ہے اور انگلستان اور روس اس صلیبی دباؤ کے اصلی ہیرو ہیں۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۴ پر)

## فہرس

— \* —

۲	شذرات
	ہفتہ جنگ
	یالیت قومی یلموں!
	مقالہ افتتاحیہ
۴	فاتحہ جلد جدید (۲)
	مقالات
۸	تاریخ عمران عربی کا ایک صفحہ
	مراسلات
۱۱	الهلال روزانہ
	ترکی کا وزیر خارجہ
	عرضداشت
	فکافات
	مسلم یونیورسٹی ڈیپارٹمنٹ
	شکون عثمانیہ
۱۳	جنگ بلقان اور دول یورپ کے تعلقاً موجودہ
۱۴	جنگ باقائے حواث و واقعات پر ایک نظر

## نصویر

— \* —

البطل العظیم: غازی انور پاشا

صفحہ خاص

## الهلال جلد اول

— \* —

الهلال کی پہلی مکمل جلد جس میں جولائی سے دسمبر تک کے تمام پرچے بہ ترتیب موجود ہیں اور ابتدا میں مفصل دست مضامین و تصاویر اور علحدہ ٹائٹل پیج بڑھا دیا گیا ہے۔ بالکل طیار ہے۔ جلد خوشنما ولایتی کپڑے کی ہے اور اسپر "لال" کا ہلاک طلائی حرفوں میں منقش ہے۔ قیمت ۸ روپیہ۔ صرف ۳۰ مکمل جلدیں دفتر میں باقی رکھنی ہیں۔ باقی ہفتی پرچے ہیں۔ البتہ نمبر (۱۳) سے (۲۴) تک کی ماہی جلد علحدہ اور مکمل بھیجی جا سکتی ہے۔

## فہرست تصاویر

—○(\*)○—

صفحہ نمبر	صفحہ نمبر	صفحہ نمبر
صفحہ خاص ۱۳	شہداء عجم	۳ ۹
۲۳ ۴	شٹلجا میں ایک عثمانی مشین گن	۴ ۹
۵ ۱۵	طرابلس میں اٹالین تہذیب کا ایک خونی منظر	۷ ۷
۵ ۱۳	طبرق کا حملہ	صفحہ خاص ۱۲
۵ ۱۲	طرابلس کے جلا وطن اٹالین جہاز میں	صفحہ خاص ۲۲
۷ ۱۴	طرابلس میں اٹالین مشکلات	۹ ۱۶
۸ ۱۴	طرابلس کے اٹالین کیمپ کی فوجی حالت	۹ ۱۵
۱۴ ۱۶	طرابلس میں نا کام اٹالین ریلوے لائن	۱۰ ۱۵
۱۴ ۱۵	طرابلس میں اٹالین ہوائی جہاز	۱۰ ۱۴
۱ ۱۳	عزیزہ میں عثمانی کیمپ	۱۱ ۱۱
۳ ۹	عزیزہ کے عثمانی کیمپ میں شفاخانہ	۱۲ ۱۲
۴ ۴	عثمانی ہوائی جہاز کی رسم افتتاح	۱۴ ۱۳
۱۳ ۱۴	عزیزہ میں مجلس یوم الذہب	۲۳ ۳
صفحہ خاص ۱۸	الشہید فی سبیل اللہ : علی نظمی بے	۲۴ ۴
۱۶ ۱۰	عبد الرحمن بک موجودہ وزیر مالیہ	۲ ۱۲
صفحہ خاص ۲۰	کمانڈر عبد اللہ پاشا	۲ ۱۱
۲ ۸	فرہاد بک اور شیخ القبائل	۷ ۱۳
۳ ۸	فتحی بک سابق قنصل تیونس	۱۵ ۱۶
۱۵ ۱۴	فائق بک	۲۴ ۴
صفحہ خاص ۱۸	السیدۃ فاطمہ بنت عبد اللہ	۳ ۴
۲ ۸	ڈاکٹر کریم ثباتی بک	۵ ۸
۱۳ ۵	کامل پاشا رئیس مجلس شرع عثمانی	۲۴ ۳
۱ ۵	المصلح العظیم السید محمد رشید رضا الحسینی	۱ ۱۰
۱ ۴	حکیم الامہ شیخ محمد عبدہ	۳ ۳
۱۴ ۴	مراکش کا بے تاج و تخت حکمران	۵ ۳
۴ ۳	محمود شوکت پاشا اسپیشل دے رہے ہیں	۲۲ ۵
۱۳ ۱۴	منصور پاشا مبعوث بنغازی	۲۲ ۵
صفحہ خاص ۱۴	مقدونیہ کے فوجی افسر	صفحہ خاص ۲۰
۱۵ ۱	سلطان محمد فاتح کا قسطنطنیہ میں داخلہ	۸ ۱۳
۱۶ ۹	موقع حیات	۱۳ ۱۴
صفحہ خاص ۱۹	موقع اضحیٰ عید	۵ ۸
۲۰	غازی محمود مختار پاشا	۴ ۶
۱۶ ۴	ہز ایکسیلنسی ناظم پاشا	۱ ۱۴
۲۱ ۱۶	نقشہ دولت عثمانیہ ریاستہائے بلقان	۲ ۱۲
۲۳ ۴	نوبل صلیبی جنگ	۲ ۹
۹ ۷	والہی غیر ذی زرع ایام حج میں	۴ ۱۰
صفحہ خاص ۲۰	یونانی جہاز ترکی افسروں کے قبضہ میں	۱۹ ۱۰
	ایک عثمانی بیٹا ممبر اٹالین کیمپ میں	
	ملازم احمد خیری بک	
	غازی انور بے	
	غازی انور بے مع حملہ درنہ	
	غازی انور پاشا عربی لباس میں	
	اٹالین درندوں کا غول	
	ادھم پاشا کمانڈر طبرق	
	اٹالین ہوائی جہاز بنغازی میں	
	ابراہیم ثریا بک	
	احمد حلمی بک	
	اٹلی کی بیرت پر گولہ باری	
	ایک پانزدہ سالہ عثمانی مجاہد شہید	
	ڈاکٹر انصاری کا طبی وفد	
	ایک شیر، جسکو دھوکے سے زخمی کیا گیا	
	بیرت پر گولہ باری	
	برقہ کے عثمانی کیمپ کا شفاخانہ	
	برقہ کے معرکے کا ایک منظر	
	بنغازی کے جدید مورچے	
	بلغاریا کی پانچ عورتیں	
	ترفیق پاشا سابق سفیر لندن	
	ترکستان کا امیر المحسنین	
	ترکی بحری فوج کے چٹلجا میں جنگی کارنامے	
	یوز باشی جارج بک	
	السید جمال الدین الافغانی	
	جہاز مدینہ میں شہنشاہ انگلستان اور ترکی وفد	
	جامع فیلی پولی کے دیوان محراب و منبر	
	جامع طرابلس پر علم صلیب	
	چند ترک لڑکوں کا کھیل اور بد حواس یونانی	
	خلیل بک کمانڈر خمس	
	خلیل بک سابق صدر مجلس مبعوثین	
	وزارہ کا کمانڈر موسیٰ بک	
	وزارہ کا عثمانی کیمپ	
	شیخ سلمان بارونی مع جماعت مجاہدین	
	شیخ سلمان بارونی بنغازی کے معرکہ میں	
	شیخ سنوسی کا مقدس علم جہاد	
	ساحل بیرت پر گولہ باری	
	سروریا کے فوجی دھسے اور مورچے	





وہ حقیقت سمجھ لیا ہو اور غزوہ دہلی اور غازی شہزادوں کی مشورہ اندازوں نے کتنا ہی انکو معطل اور مجبور ہونے کا یقین دلایا ہو، لیکن انکو یاد رکھنا چاہیے کہ انکی کلمہ سب کچھ سے متجاوز ہے، اور وہ آج پھر ان اسلام کی سب سے بڑی تعداد ہیں، جو زمین کے کسی ایک ٹکڑے میں آباد ہے۔ انکو ایوان حکومت سے نکلے ہوئے ابھی زیادہ زمانہ نہیں گذرا ہے، اور بلوچوں ہر طرح کے تنہا کے اب بھی وہ دولت اور تعلیم اور علمی الخصوص نئی بیداری اور اپنے مصائب کے معسوسوں کو ملے ہیں ان مقامات کے مسلمانوں سے بھی نسبت بہتر حالت رکھتے ہیں، جہاں اب تک اسلامی حکومت باقی ہے۔ اسلیے اگر آج غلط کلمہ توحید، و بقاء بلاد مقدسہ، و قیام شعار و ناموس شریعت اسلامیہ کی سب سے زیادہ ذمہ داری ترکوں کے ذمے ہے، کیونکہ انکے ہاتھ میں تلوار ہے، تو یقین کیجئے کہ مسلمانان گنہگار کے ذمے بھی اتنے کم نہیں ہے، کیونکہ انکی تعداد تمام دنیا کی اسلامی آبادیوں میں نسبت سے زیادہ ہے، اور جس مصائب اور ذرائع اعانت کے حصول کے لحاظ سے وہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں درجہ امتیاز رکھتے ہیں۔ پس اسلام کیلئے مستقبل میں جو کچھ ہونے والا ہے، ضرور ہے کہ مسلمانان گنہگار اس میں اپنا پورا حصہ لیں، اور ایک لمحہ کیلئے بھی اس ترسہ ابلسی سے قریب نہ کھائیں کہ وہ بالکل بے دست و پا بنیں اور کچھ نہیں کر سکیں۔

یقیناً تم کچھ نہیں کر سکتے، اگر تم ایسا سمجھتے ہو کہ کچھ نہیں کر سکتے۔ دنیا میں ہمیشہ دو ہی خیال دماغ نہیں چمکا کرتے ہیں۔ بعضوں نے سمجھا کہ کچھ نہیں کر سکیں گے، اور بعضوں نے خیال کیا کہ اگر کرنا چاہیں گے تو سب کچھ کر لیں گے۔ یہ خیال کا نتیجہ بھی نکلا کہ کچھ نہوا، لیکن دوسرے خیال نے چٹیل میہ انٹرن کو ایوان و محل و زبان جنگلوں کو آباد و شاہ آب و دریاں کو خشک میدان، پہاڑوں کو سطح زمین، غلامی کو آزاد، ایک گدھے کو صاحب تاج و تخت، اور ایک مردہ قوم کو زندہ و قائم کر دیا، فاعبروا و تفکروا ایہا المسلمون الغافلون! و لا تکرہوا کاذبین فسوا اللہ، فاسامہ انفسہم، اولئک ہم الخاسرون!!

البتہ استقامت شرط راہ، و دلیل وصول بارگاہ ہے:

ان الذین قالوا ربنا جن لوگوں نے اللہ کو اپنا مددگار سمجھا،  
اللہ تم استقامو! اور اپنے اندر استقامت پیدا کر لی، تو پھر  
فلا خوف علیہم نہ تو انکے لیے کسی طرح کا خوف ہے اور  
ولا ہم یحزنون نہ کسی نا کامی و نا مرادی کا غم!  
(۱۲: ۴۶)

انفروا خفافاً و ثقالاً!!

آپ کہیں گے کہ مسلمانوں نے ان چند مہینوں کے اندر کس قدر جوش و اضطراب کا اظہار کیا اور کس استعداد سے لاہور روپیہ ترکی کی اعانت میں فراہم کر لیا۔ اس سے زیادہ اور انکے بس میں کیا ہے؟

لیکن میں کہتا کہ بس میں تو سب کچھ ہے، بشرطیکہ وہ اپنی قوت کا اندازہ کریں، کلمہ توحید کی حفاظت کیلئے آتھ کھڑے ہوں، اور اپنے نفس کے مقابلے میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو ترجیح دیں۔ یقیناً وہ قیاس جو ورد اسلام کی انہوں نے اپنے دل میں پیدا کی، نہایت قیمتی ہے۔ وہ اضطراب و ہرجا و مرجہ انہوں نے اس وقت تک ظاہر کیا، اس عالم یاس میں بھی امید کا پیام ہے، اور روپیہ کی فراہمی بھی ایک اولین جہاد مالی تھا، جس سے وہ غافل نہ رہے، لیکن میرا سوال یہ نہیں ہے کہ انہوں نے کیا کچھ کیا؟ بلکہ میں پوچھتا چاہتا ہوں کہ جو کچھ کر سکتے تھے، وہ کیا یا نہیں؟ روپیہ بھیج کر آپ زخمی ترکوں کی مرہم پٹی کا ضرور سامان کر سکتے ہیں، لیکن اس تلوار کے حملے کی قوت

جس قوم کی عزت کا پہلا دن یہ تھا کہ اسکا خدا تین دن تک سولی کی لعنت میں گرفتار رہا، کیونکہ (نور اللہ) میں لکھا ہے کہ جو کلمہ پر چڑھا رہا مسلمان ہوا۔ آج بھی قوم سولی کے تختے کو پرچنے والی قوم، ایک مغلوب لاش کی پرستش کرنے والی قوم، اس قوم کو میدان جنگ میں تلوار سے ہلاک کرنے کی جگہ، سازش کا صلح میں پھانسی چھٹا چھٹتی ہے، جس کا سب سے بڑا جرم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے ہائی نے دنیا میں ظاہر ہو کر اپنے تئیں مسیح کی طرح سولی پر نہیں چڑھایا، بلکہ تلوار کے زور سے اپنے دین کی اشاعت کی! و تلک الیام نداولہا بین الناس۔

توحید اور تثلیث کا باہمی سلوک

محبت سے ہمارا معاملہ آج ہی شروع نہیں ہوتا، بلکہ یہ میدان صدیوں سے گرم ہے۔ لیکن آج ہم کو سر جھکا کر اعتراف کر لینا چاہیے کہ اس نے ہمکو پوری شکست دے دی۔ یہودیوں نے اس کے خدا پر "ولد الزنا" ہونے کی تہمت لگائی تھی اور اسکی ماں کی عصمت پر بٹہ لگایا تھا۔ ہم نے دنیا میں آتے ہی اسکو اس شرمناک ذلت سے نجات دلائی اور کہا کہ:

و قولہم علی سریم بہتاناً اور یہودیوں کا حضرت مریم کی نسبت عظیمیا (۴: ۱۵۵) قول ایک بہت بڑا بہتان ہے۔

لیکن آج تمام مسیحی دنیا ہم پر وحشت و خونریزی اور قتل و فساد کا بہتان لگانے میں کامیاب ہو رہی ہے۔ ہم نے روز اول سے انکے معبدوں اور گرجوں کی حفاظت کو اپنی مسجدوں کی حفاظت سے کم نہ سمجھا اور ایک مرتبہ دمشق کی مسجد کی تعمیر شدہ زمین دیدی تاکہ اسپر گرجا بنایا جائے، لیکن آج طرابلس اور فہلی پوری کی مسجدوں کے مندر و منبر بھی صلیب پرستوں کے حملہ آور برتنوں سے محفوظ نہیں ہیں، اور مشہد کی مسجد گوہر شاہ کا نصف گنبد تریوں کی گولا باری سے گرا دیا گیا ہے۔ ہم نے آتھ سو برس تک اسہیں میں عیسائیوں کو آستین میں بٹھا کر دودھ پلایا، انہوں نے صحن مسجد میں آکر پیغمبر اسلام کو گالیوں دیں مگر ہم نے انکو انکی سرزمین کی راحت سے محروم نہیں کیا، لیکن آج وہ ہم کو یورپ سے جلا وطن کرنے کی سازش میں فتح یاب ہو گئے ہیں، اور عنقریب خود دنیا کے صفحہ ہی سے مٹا دینے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ ہم نے بغداد کے دربار عظمت و جلال میں "سگ رومی" (۱) کے منہ پر تھوکا تھا، اور یہ بھی غلط نہیں کہ ایک سو برس آہر ترک عثمانی وزیر اعظم کی زبان میں روس اور استریا کے پادشاہوں کو یاد کرنے کیلئے سب سے بڑی عزت یہ تھی کہ "وہ ہمارے اچھے کتے ہیں"۔ لیکن پھر اس سے کیا ہوتا ہے؟

کیونکہ آج یورپ کا ہر مسیحی کتوں کو اپنی گود میں بٹھا کر پیدار کرتا ہے، لیکن ہمارے سروں کیلئے اس کے دانی سب سے بڑی عزت بڑی کی گھوڑی میں ہے۔ یقیناً ہم نے آتھ صلیبی حملوں میں عیسائیوں کے سروں کو کچلا، اور یروشلیم کے مقدس "بيت اللحم" پر انکو قابض ہونے نہیں دیا، لیکن اسکا ذکر بھی اب بے فائدہ ہے۔ کیونکہ آج تو وہ دن ہے کہ اگر غفلتوں اور بے سود فغاں سنجیوں کا یہی حال رہا، تو قریب ہے کہ ہماری عزت و حیات کی آخری متاع یعنی "موقد مطہرہ رسول اللہ" اور "بيت مقدس خلیل اللہ" کی طرف بھی اسکی تریوں کے دھانے کھلمیے جائیں گے، اور (جدہ) اور (یمن) کے ساحلوں پر یورپ کے آہن پوش دریدنات لنگر انداز نظر آئیں گے، یا لیکنی مس بل هذا، و لت نسیاً منسیاً! (۱۹: ۲۳)

خاندان اسلام کا سب سے بڑا گھرانہ!!

ہندوستان کے مسلمانوں نے خواہ کتنا ہی اپنے تئیں ذلیل

(۱) ہارون رشید نے قیصر روم کو ایک خط میں قلب الروم کہہ مخاطب کیا تھا۔

## یا ایہا الذین امنوا ! لا تفرحوا

—○(☆)○—

مسلمونو ! (اُن) یہود اور نصاریٰ کو (جو اسلام کے خلاف جنگ پر مقرر ہو جائیں) اپنا دوست نہ بناؤ ! (یہ لوگ تمہارے مخالفین ہیں) ان کے دوسرے کے مددگار اور دوست ہیں۔ اور اگر تم میں سے کوئی (باجوہ اسلام کی مخالفت کے) انکو اپنا دوست بنائے گا تو یقیناً اللہ کے نزدیک اسکا بھی شمار انہی دشمنان دینِ حق میں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے ظالم اور ظالمین کو راہِ راست نہیں دکھاتا۔

جس لوگوں کے دلوں میں اسلام فرشتی اور نفاق کی جگہ ہے، تم دیکھو گے کہ وہ ان لوگوں کو اپنا دوست بنانے میں بڑی جلدی کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم کو اس بات کا ڈر لگا ہوا ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ ہم کو کسی مصیبت سے پہنچا دے۔ سو کچھ عجب نہیں کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم کو کوئی کامیابی نہ دے گا۔ یا کوئی اور غیبی امر ظاہر ہو اور اس وقت یہ لوگ اس نفاق پر جو اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں، پشیمان ہوں۔

یا ایہا الذین امنوا ! لا تفرحوا  
اليهود والنصارى اولينهم  
بعضهم اولياء بعض ومن  
يتولهم منكم فانه منهم  
ان الله لا يهدي القوم  
الظالمين۔

فَيُزِيهِ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ  
مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ  
نَخْشَىٰ أَنْ تُصِيبَنَا دَاسِرَةٌ  
فَعَصَىٰ اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْقَوْمِ  
أَوْسَمُنَ عِنْدَهُ تَهْمِسُ عَلَيْهِ  
مَا اسْرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ نَادٍ مِّنْ

پھر انسانوں کی کتنی ہی آبادیاں ہیں جنکو انکی غفلت و بد اعمالی کی پاداش میں ہم نے ہلاک کر دیا، پس اب وہ ایسی چیزیں پڑتی ہیں کہ انکی دیواریں اپنی چھتوں پر گری پڑتی ہیں، انکے لبریز کنوئیں بیکار ہو رہی ہیں، اور بڑی بڑی عمارتوں میں محل مکینوں سے خالی ہیں پھر کیا لوگ زمین پر چلتے پھرتے نہیں اور قوموں کے عروج و زوال کی نشانیں کو دیکھتے نہیں؟ اگر دیکھتے تو انکے دل سونچنے والے ہوتے اور کان سننے والے اور جب تباہی کا وقت قریب آجاتا ہے تو مونکی انکی اندھی نہیں ہوجاتیں بلکہ وہ دل اندھ ہوجاتے ہیں، سینوں کے اندر چھپے ہوئے ہیں !! یا لاعار !!

من قریۃ  
اهلکناھا  
ظالمة نہی  
علیٰ ہر شہا  
معطلۃ وقصر  
مشیدہ - افلم  
یسیرا فی الارض  
فتکون لہم قلب  
یعقلون بہا، ار  
اذان یسمعون  
بہا، فانہا  
لاتعمی الابصار  
ولکن تعمی القلوب  
التي فی الصدور  
(۲۲ : ۴۴)

اگر ہم کو مٹنا ہی ہے تو اسکا کوئی شکوہ نہیں۔ رومۃ الکبد اور بابل و نینوا کی عظیم الشان قومیں جہاں آباد تھیں، وہاں خاک کے تودے اور توڑی ہوئی دیواروں کے کھنڈر بھی سیاحوں کی بڑی جستجو سے ملتے ہیں۔ ہم نے تیرہ سو برس تک دنیا میں حکمرانی کی ہے، اور مغرب و مشرق اگر ہمارے بعد ہمکو بھلا نہ چاہے تو مدتوں ہمارے افسانہ حیات و ممات کو دہرا سکتا ہے لیکن غم ہے تو اسکا ہے کہ موت دونوں کو آتی ہے۔ سپاہی کو میدانِ جنگ میں، اور مجرم کو سولی کے تختے پر۔ پہلی وہ عزت کی موت ہے جس پر ذلت کی ہزاروں زندگیاں قربان، اور دوسری ذلت کی موت ہے جس کے بعد انسانی روح کیلئے اور کوی ذلت نہیں۔ اگر یورپ نے ہم سے آخری انتقام لینے کا فیصلہ کر لیا ہے تو کاش ہمارے سینے پر گولی لگتی، لیکن ہمارے گلے میں پھندا نہ ڈالاجانا صلیب پرست قوم، اسلام کو مصلوب کرنا چاہتی ہے

اللہ اللہ ! انقلاب و حوادث کی کیا نیرنگی ہے ! جس قوم کی ابتدا دنیا میں سولی کے تختے سے ہوئی ہے، جسکی ہستی دنیا میں اس طرح شروع ہوئی ہے کہ بت پرست رومیوں کے حکم پر یہودیوں کی خواہش سے اسے خدا کو سولی کے تختے پر لٹکا دیا گیا تھا اور اسے ہتھیلیوں اور ٹخنوں کو تختے سے لگا کر بڑی بڑی میخیں ٹھونکندی گئیں تھیں۔ اگرچہ وہ بددلی کی شدت سے بہت چڑھتا رہا تھا کہ "خدا یا موت کے پیالے کو میرے لبوں سے ہٹالے" پر اس سولی پر چڑھنا تھا، اور بے رحم چڑھانے والوں نے چڑھا کر چھوڑا۔

والصافات صفا، فالزلاجات زجراً، فالتالیات ذکراً (۲۰) کہ مہلتوں کا خاتمہ، فرصتوں کا رقت آخر، ہمتوں کا امتحان، اور سعی و جہد کے انتہائی لمحے درپیش ہیں۔ فالوقت ضیق، والخطب شدید۔ والہواء رغبات، والرسائل سلطان۔ فہابی حدیث بعدہا یومنون؟ میں وہ صور کہانے لڑیں، جبکی اراز چالیس کروز دلوں کو خراب غفلت سے بیدار کر دے؟ میں اپنے ہاتھوں میں وہ قوت کیسے پیدا کروں، جنکی سینہ کوئی کے شور سے سرگشتگان خواب موت اور ہشیار ہوجائیں؟ آہ! کہاں ہیں وہ انکھیں جنکو دردِ ملت میں خونباری کا عذاب ہے؟ کہاں ہیں وہ دل، جنکو زوالِ ملت کے زخموں پر ناز ہے؟ کہاں ہیں وہ جگر، جو آتشِ غیرت و حمیت کی سریش کے لذت آشنا ہیں؟ اور پھر آہ! کہاں ہیں اس بوم شدہ انجمن کے ماتم گسار، اس برباد شدہ قافلے کے نالہ ساز، اس صفِ ماتم کے فغانِ صبح، اور اس کشتیِ طوفانی کے مایوس مسافر، جنکی موت و حیات کے بخری لمحے جلد جلد گزر رہے ہیں، اور وہ بے خبر ہیں، یا خاموش رہتے ہیں، یا مایوسی سے چپ و راست نگراں، مگر نہ انکے ہاتھوں میں اضطراب ہے اور نہ پانوں میں حرکت۔ نہ ہمتوں میں اقدام ہے، اور نہ ارادوں میں عمل کا رولہ۔ دشمن، شہر کے دروازوں کو توڑ رہے ہیں، اور اہل شہر رونے میں مصروف ہیں۔ ڈاکوؤں نے قفل توڑ دیے ہیں اور گھر والے سرتے بھی نہیں، مگر اب تک انکھ ملنے سے مہلت نہیں ملی ہے۔ جب کسی کے گھر میں آگ لگتی ہے تو محلہ کے دوست دشمن، سبھی پانی کیلے دوڑتے ہیں، لیکن اے رونے کو ہمت اور مایوسی کو زندگی سمجھنے والو! یہ کیا ہے کہ تمہارے گھر میں آگ لگ چکی ہے، ہوا تیز ہے، اور شعلوں کی بھڑک سخت، مگر تم میں سے کوئی نہیں جسکے ہاتھ میں پانی ہو! پھر اگر اسی وقت کے منتظر نہ ہو، تو کیا نہیں سنتے کہ وہ وقت آگیا ہے؟ اگر تم کشتی کے ڈوبنے کا انتظار کر رہے تھے، تو کیا نہیں دیکھتے کہ اب اس میں دیر نہیں؟ اور آہ مسلمانوں کے عروج و زوال کی سیزدہ صد سالہ کشتی، جو بارہا قریبی، اور بارہا اچھلی، اور نہیں معلوم کہ اب ڈوبنے کے بعد ہمیشہ کیلئے سطحِ عالم سے ناپید ہوجاتی ہے، یا اسکے ٹوٹے ہوئے تختے، اور تار تار بادبان بے تکرے سمندر کی موجوں کا چند گھنٹے اور مقابلہ کرتے ہیں! درکار ماست نالہ و مادر ہواے اور پرزائے چراغ مزار خودیم ما

(۱) قسم ہے مجاہدین کے اُن گھروں کی، جو دشمنوں سے لوے کیلئے صف بستہ ہوئے ہوتے ہیں۔ پھر اپنے گھروں کو زور سے لٹکارتے اور دشمنوں پر حملہ کرتے ہیں، اور پھر جب لڑائی سے فارغ ہوجاتے ہیں تو ذکرِ الہی اور تلاوتِ قرآن میں مصروف ہوجاتے ہیں (۱ : ۳۷)



موعدي؟ (۲۰ : ۸۸) اسلئے تم نے اس عہد ہدایت کو  
(۱) توڑ ڈالا جو تم نے مجھ سے کیا تھا؟

حضرت مسیح علیہ السلام کوئی نئی شریعت لیکر نہیں آئے  
تھے بلکہ محض شریعت موسوی کے ایک مصلح اور آخری مجدد تھے۔  
تاہم انکی دعوت کی تاریخ چند برسوں سے آگے نہیں بڑھتی، اور  
ہمیں خوف ہے کہ جو نادان اور ابلہ ماہی گیر انکے ساتھ جمع ہو گئے  
تھے، ان میں سے سوائے (یوحنا) کے کسی نے انکی تعلیم کو سمجھا  
بھی تھا یا نہیں؟ انکے بعد چند برسوں کا زمانہ یہودیوں کے مظالم  
اور حواریوں کے تحمل و تحمل کا ضرور سامنے آنا ہے جس میں ایک  
مظلومانہ اخلاق کی کشش یقیناً پائی جاتی ہے، لیکن اسکے بعد ہی  
ایک متغنی اور فیلسوف یہودی: (سنیت پال) کی شرکت سے  
مسیحی تحریک کا خاتمہ ہو جاتا ہے، اور اسکی جگہ ایک نیا مذہب  
لے لیتا ہے جو رومی بت پرستی، افلاطونی الہیات، اور یہودیت کے  
چند مسخ شدہ رسم کا مجموعہ تھا:

فاختلاف الاحزاب من پھر عیسائیوں میں بہت سے فرقے پیدا  
بینہم، فریل ہو گئے اور آپس کے اختلافات میں پڑ گئے،  
لذین کفر من مشید پس افسوس ہے انکی کفر و ضلالت پر،  
یرم عظیم اور انکو ایک بڑے دن میں اللہ  
(۱۹ : ۳۷) کے آگے حاضر ہونا پڑے گا۔

یہی حال تمام امم قدیمہ کا ہے۔ لیکن منجملہ ان آیات صداقت  
اور اعلام حقانیت کے جنکے ذریعہ خدا تعالیٰ نے اس دین قویم کی  
نصرت فرمائی ہے، ایک بہت بڑی الہی نشانی یہ تھی کہ اسکی  
دعوت و تبلیغ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا اور روز ازل ہی کہدیا کہ:

یریدون لیطفئوا پیرران باطل چاہتے ہیں کہ حق و صداقت کا جو نور  
نور اللہ بافواہم، الہی روشن کیا گیا ہے، اسے اپنی مخالفت کی  
واللہ متقم نوزہ پھرنگ مارکر بجھادیں، مگر وہ یاد رکھیں کہ اللہ  
ولو کرہ الکا فرورن اپنے اس نور صداقت کی روشنی کو درجہ کمال تک  
(۶۱ : ۸) پہنچا کر چہرے کا اگرچہ باطل پرستوں کو برا لگے۔

(۱) اس موقع پر ہمیں (نہج البلاغہ) کا ایک نہایت بلیغ قول یاد آگیا، اور اسکا  
کونسا بیان اعلیٰ ترین بلاغت اور بہترین حکمت سے خالی ہے؟ بعض احبار یہود نے ان  
اختلافات و نزاعات کو دیکھ کر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد معاہدہ  
میں پیدا ہو گئے تھے، حضرت امیر علیہ السلام سے اعترافاً کہا کہ: مادفنتم نبیکم حتی  
اختلفتم فیہ (ابھی تم لوگ اپنے نبی کو دفن بھی نہیں کرچکے تھے کہ اسکی نسبت  
اختلافات میں پڑ گئے!) اس اعتراض سے مقصود یہ تھا کہ قرآن کریم ہر جگہ یہودیوں کو  
انکے اختلاف اور تعریف و تبدیل شریعت کا الزام دیتا ہے، حالانکہ خود پیرران قرآن  
یہ حال ہے کہ آنحضرت کی وفات کے ساتھ ہی اختلافات و نزاعات میں پڑ گئے۔ لیکن  
حضرت امیر علیہ السلام نے کس قدر بلیغ و جامع اور پھر قاطع و فیصل کن جواب  
ارشاد فرمایا کہ: انبا اختلفنا عنہ (یہ سچ ہے کہ ہم میں اختلافات پیدا  
ہوئے، لیکن اپنے نبی کی نسبت نہیں، بلکہ ان چیزوں کی نسبت جو اس سے تعلق رکھتی  
ہیں) یعنی ہم میں اختلاف امم گذشتہ کی طرح خود داعی مذہب کے وجود، اسکے  
درجہ رسالت، اسکی نبوت، اور نبوت کی صداقت کی نسبت نہیں پیدا ہوا، جسکی  
صحت و بقا پر دعوت دہانہ کی حفاظت موقوف ہے، بلکہ ان چیزوں کی نسبت ہو  
جو اس سے منسوب تھیں، یا پھر ان روایات کی نسبت ہوا، جو اسکی نسبت سے  
بیان کی جاتی تھیں۔ پھر آگے چلکر فرمایا:

ولکنتم ما جفت ارجلکم من حضرت موسیٰ نے جب تم کو فراغ مصر کی غلامی  
البحر، حتی قلتم لنبیکم: سے نجات دلا کر انکے ملک سے نکالا، تو ابھی دریائے  
”اجعل لنا الہا کما لہم قلزم کی تری تمہارے ہاتھوں میں خشک بھی نہ  
الہة فقال انکم قوم تجهلون“ ہوئی تھی کہ تم نے باطل پرستی شروع کر دی اور انہیں  
(نہج البلاغہ جلد دوم صفحہ ۲۲۰ مطبوعہ مصر) فرمایش کی کہ ”ہمارے لیے بھی ایک وںساہی بت  
بنادے، جس طرح کے بت ان بت پرستوں کے پاس ہیں“

کرتی گئی۔ اجتماعی فسادات و امراض کے علاوہ سد ناب اجتہاد  
اعتقاد تقلید نے تمام علیم عقلیہ و دینیہ کی ترقی روک لی تھی  
علی الخصر علم دینیہ کی درس و تدریس میں وہ  
نقائص، جنکو علامہ (ابن خلدون) نے اپنے زمانے میں محسوس  
تھا، پیدا ہو چکے تھے، اور جو بالآخر بڑھتے بڑھتے آج اس حد تک  
گئے ہیں کہ علوم قدیمہ کی تحصیل صرف متاخرین کی چند  
برس اور حواشی و شرح کے پیچھے صرف دماغ کر دینے میں محدود  
ہوئی ہے، اور علوم قرآن و حدیث کہ سرچشمہ ارشاد و ہدایت  
منبع امر بالمعروف و نہی عن المنکر تھے، محض (تفسیر جلالین)  
(مش: ۲) کے الفاظ سے مناسبت پیدا کر لینے کا نام رکھ گیا ہے۔

اگرچہ یہ گذشتہ آٹھ صدیوں کا زمانہ اسلام کے اخلاقی و اجتماعی  
حالی کا اصلی دور تھا، اور جن امراض کی ابتدا بنی امیہ و عباسیہ  
زمانے میں ہوئی تھی، وہ اب ہڈیوں سے گذر کر ظاہر جسم پر بھی  
نہاں ہو گئے تھے، لیکن تاہم خدا کی سرزمین حق و صداقت کی  
سے کبھی بھی خالی نہیں رہی ہے، اور اس دین قویم کی نصرت  
و مدد کیلئے اسکا وعدہ ہے کہ وہ سخت سے سخت عہد طغیان  
و ساد میں بھی ایک جماعت صالحین امت کی ہمیشہ ایسی  
رکے گا، جنکے قلوب خود اسکی حفاظت اور پناہ میں ہونگے، اور  
ملت شیطانی کو ان پر کبھی دسترس حاصل نہوگا:

عبادی لیس لک جو میرے سچے بندے ہیں، انپر شیطان  
مہم سلطان، رکھی کا قابو نہ چل سکے گا، اور اللہ اپنے بندوں  
کے رکھ رکھا (۲۷: ۱۷) کی کار سازی کیلئے بس کرتا ہے۔

\*\*\*

۲۰۶۱

مقصود امت مرحومہ اور سلسلہ دعوت حق کا قیام دائمی

اگر گوش حق نیش باز، اور دیدہ اعتبار بینا ہو، تو  
حق الحقیقت اس دین قویم کے بقا و احیاء اور دعوت الی الحق  
و ہدایہ کیلئے روز ازل سے خدا تعالیٰ کے کاربار نصرت فرمائی عجیب  
و غریب رہے ہیں۔ امم قدیمہ کے حالات ہم پڑھتے ہیں تو کوئی  
ہدایت اور دعوت صداقت ایسی نہیں ملتی، جو اپنے داعی ربانی  
مذہب کی زندگی کے بعد ایک صدی تک بھی دنیا میں قائم  
رہسکی ہو۔ ان اقوام کی تاریخ سے قطع نظر کرنی پڑتی ہے جو اپنی  
گذشتہ تاریخ کیلئے کوئی بصیرت بخش روشنی نہیں رکھتے۔ لیکن  
دنیا کی جو بڑی بڑی قومیں اور مذاہب آج موجود ہیں، انکی قرآن  
و نبی کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ حضرت موسیٰ چالیس دن کیلئے  
وہی سینا کے پہاڑوں پر چلے گئے تھے، تاکہ وہی الہی سے تورات  
میں کو مرتب کریں، لیکن اتنے ہی دنوں کی غیبت میں تمام  
قوم کو سالہ پرست ہو گئی تھی۔ اور انکی برسوں کی  
پرست و ہدایت پر ایک شعبہ باز کے چند لمحوں کا کرشمہ  
غلبہ آگیا تھا:

حضرت موسیٰ الی قومہ حضرت موسیٰ غصے اور تاسف کی  
حالت میں اپنی قوم کی طرف واپس  
آئے اور کہا کہ اے لوگو! کیا تم سے خدا  
تعالیٰ نے تورات کے دینے کا وعدہ نہیں  
کیا تھا؟ کیا تمکو اس وعدے کی مدت  
بہت بڑی معلوم ہوئی کہ بت پرستی  
میں مبتلا ہو گئے؟ یا پھر تم نے یہ چاہا  
کہ تم پر تمہارے پروردگار کا غضب نازل ہو

موسیٰ الی قومہ  
اسفان اسفا - قال  
ای قوم الم یعدکم  
بم وعداً حسناً  
قال علیکم العہد  
وعدتکم ان یصل  
بکم غضب من  
کم فباخلفتم



# الاملا

۱۰ جنوری ۱۹۱۲ء

## فاتحہ جلد جدید

— : \* : —

( ۲ )

الامر بالمعروف والنهي عن المنکر

— \* —

زوال بغداد کے ساتھ ہی عربی قوت کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو گیا، اور ترکوں کا جو اقتدار ایک صدی سے نشوونما پا رہا تھا، وہ تمام عالم اسلامی پر چھا گیا۔ ترک ایک نو مسلم قوم تھی، جو عربی زبان سے واقف نہ تھی اور نہ اسکو دین و مذہب کی کچھ خبر تھی۔ اسلیے مجبوراً اسکو تمام علمی اور مذہبی معاملات میں علما سے مدد لینا پڑی اور اس طرح علم و مذہب پیشتر سے زیادہ حصول قوت و حکمرانی اور دولت و جاہ دنیوی کا ذریعہ بن گیا۔ یہ ”امر بالمعروف“ کی بقیہ زندگی کیلئے گویا ایک آخری فتوائے موت تھا۔ کیونکہ اب علم و مذہب اعلان حق و دفع باطل کیلئے نہیں، بلکہ حصول عز و جاہ اور حکومت و تسلط کیلئے حاصل کیا جانے لگا اور نفس پرست پادشاہوں اور امیروں کے دربار کی پہلی صفوں میں علماء و فقہاء کی قطاریں نظر آنے لگیں۔ علم حق ایک نور الہی ہے، جو اغراض نفسانیہ کی تاریکی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ وہ حق و صداقت ہے مگر نفس، کذب و باطل کی پرستش کرتا ہے۔ پس جن دلوں میں دنیوی لذائذ اور حکومت و امارت کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے وہ مجبور ہو جاتے ہیں کہ علم و حقانیت کو ان نفوس خبیثہ کا تابع و محکوم کر دیں، جنکے ہاتھ میں دولت اور عز و جاہ دنیوی کی بخشش کی قوت ہے۔ غرض اور ہوس کا تسلط انکے دلوں سے خدا کی حکومت کے خوف کو زائل کر دیتا ہے، اور اسکی جگہ دولت و امارت اور جماعت و عوام کی حکومت قائم کر دیتا ہے۔ وہ حق کو دیکھتے ہیں کہ مظلوم ہے، لیکن زبان نہیں کھولتے، کیونکہ جانتے ہیں کہ حق کی نصرت انکے اغراض نفسانیہ کیلئے مضر ہے، جو دل خدا سے نہیں درتا، پھر وہ دنیا کی ہر شے سے ڈرنے لگتا ہے۔ پس وہ اللہ کی حکومت سے آزاد ہو کے شیطان کے ہر ادب سے ادبے مظهر اور ذریت کے غلام ہو جاتے ہیں اور چونکہ امرا و رؤسا یا عوام و جہلا سے جلب نفع اور حصول زر کی خواہش اپنے اندر رکھتے ہیں، اسلیے انکی قدرت سے باہر ہوتا ہے کہ انکے خلاف لبوں کو حرکت دیسکیں۔ وہ حق اور راستی کو پہچانتے ہیں لیکن اسکی طرف انگلی اٹھا کر اشارہ نہیں کر سکتے، کیونکہ درتے ہیں کہ پھر دولت و جاہ دنیوی کے بت اپنا ہاتھ انکے سروں پر سے ہٹالیں گے: وان فریقا منهم، لیکن تم

الحق وہم يعلمون (۲: ۱۴۱)

فی الحقیقت تاریخ اسلام کی گذشتہ آخری صدیاں ”الامر بالمعروف“ کی تاریخ کا ایک عہد تاریک تھا، جسمیں روز بروز پچھلی روشنی مفقود ہوتی گئی، اور نئی تاریکی اسکی جگہ

پر تو کچھ بھی اثر نہیں ڈال سکتے جو نئے نئے زخم پیدا کر رہی ہے! جوش و اضطراب بنیاد کار ہے، لیکن پھر صرف آنسو بہا کر تو کسی فوج نے ملک فتح نہیں کیا ہے! یقین کیلئے کہ تمام مسیحی یورپ اب اسلام کے فنا کر دینے کیلئے آخری اتفاق کر چکا ہے اور عرضداشتوں اور رزولیشنوں سے دنیا میں کبھی کلم نہیں نکلے ہیں۔ اور لیں کار

پس اگر مسلمانان ہند اس وقت اپنی قوت سے کوئی نتیجہ خیز کام لینا چاہتے ہیں تو براے خدا حالت کی نزاکت کو محسوس کریں اور میدان کار میں چند قدم آگے بڑھائیں۔ اس سلسلے میں پہلا کام انکا یہ ہے کہ حتی الامکان تمام یورپین مال تجارت اور مصنوعات کو بائکات کر دیں۔ درحقیقت موجودہ جنگ ابتدا سے یورپ کی درپردہ متفقہ جنگ تھی، مگر ابتر بالکل ایک کھلا یورپین اتحادی حملہ ہے، جو اسلام کے مقابلے میں شروع کر دیا گیا ہے، اور تمام دہل متفقہ طور پر ترکی کو ایڈریا نریل حوالہ کر دینے کیلئے مجبور کر رہی ہیں۔ پس اب باوجود اس حالت کے جو مسلمان یورپ کی تجارت اور مصنوعات کو خریدتا اور استعمال کرتا ہے، وہ گویا دشمنان اسلام و توحید کی کھلی اعانت کرتا ہے۔ شریعت حقہ اسلامیہ نے ہم کو تمام دنیا کے ساتھ رحم و محبت اور فائدہ رسانی کی تعلیم دی ہے، لیکن چونکہ حق و صداقت کی حفاظت تمام چیزوں سے مقدم اور سب سے بالا تر ہے، اسلیے جب کوئی قوم اسلام کے خلاف اعلان عداوت کر دے، تو پھر یہ قانون محبت، قانون جنگ سے تبدیل ہو جاتا ہے اور خدا اور انسان میں مقابلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر جنکو اللہ کی محبت کا دھڑا ہے، ضرور ہے کہ وہ اللہ کی دوستی کو انسانوں کی دوستی پر ترجیح دیں اور اسکے دشمنوں سے تمام اپنے فائدہ رسا تعلقات منقطع کر لیں۔ یہ کوئی ملکی اور سیاسی مسئلہ نہیں ہے بلکہ ایک خالص دینی معاملہ ہے، اور ہر مسلمان بشرطیکہ مسلمان ہو، اسکی تعمیل پر مجبور ہے۔

یہ مسئلہ پورے سات مہینے سے ہمارے سامنے تھا مگر ہم اسکے تمام پہلوؤں پر غور کر رہے تھے، اسلئے اسکی نسبت اظہار خیال میں جلدی نہیں کی، مگر اب جو کچھ سونچنا تھا سوچ چکے، اور سمجھ رہے ہیں کہ سونچنے کا وقت ہی باقی نہیں رہا۔ اس وقت اپنے جذبات اور جوش کے اظہار کا عملی اور موثر ذریعہ یہی ہے جو مسلمانان ہند کے سامنے ہے، اور ہم اسکی نسبت آئندہ بہ تفصیل عرض کریں گے: هذه تذکرہ، فمن شاء اتخذ الی ربه سبیلاً۔

### (بقیہ ہفتہ جنگ)

دول یورپ ایک دوسری متفقہ یادداشت بھیجنا چاہتے تھے، اور یورپ کے موجودہ سیاسی مصطلحات میں یادداشت کے معنی ایک کامل قاتلانہ حملے کے ہیں، لیکن اس یادداشت کا بھیجنا اسلیے ملتری کر دیا گیا ہے کہ جرمنی نے چند ترمیمات پیش کر دی ہیں اور اسلیے اسکا صلح کانفرنس میں پیش ہونا ضروری ہے۔

یہ استقامت جو ترکی کی طرف سے ظاہر ہو رہی ہے، اس انقلاب داخلی اور ہیجان ملی کا نتیجہ ہے، جو انجمن اتحاد و ترقی بی سعی، انور پاشا کے شعلہ پھنچنے، اور خود ناظم پاشا کے حزب الصلوة و الائتلاف سے بیزار ہو جانے کا نتیجہ ہے۔ ولایت کی پچھلی ڈاک میں اس تغیر حالت کی نسبت بعض اہم معلومات ملتے ہیں۔ اور ہم نے الہلال کی ۱۱ - دسمبر کی اشاعت میں (محسوس شوکت پاشا) کی مضطربانہ جد و جہد کی خبر دینے سے جن تیغیات کا اظہار کیا تھا، الحمد للہ کہ اسکی تصدیق کرتے ہیں۔

درحقیقت یہ ملک ہدایت اور فطرۃ صغیرہ کے (روحانی ارتقاء) کا ایک سلسلہ ہے، جس کا آخری درجہ مقام نبوت ہے، مگر اس کی ابتدا صلحائے امت کے مرتبے سے ہوتی ہے۔ وہ تمام نفوس قدسیہ جنکو خدا تعالیٰ ہدایت و ارشاد عالم کیلئے چن لیتا ہے، اگرچہ نبی نہیں ہوتے، مگر اس زنجیر کی ایک کڑی ہوتے ہیں، جسکی آخری کڑی مرتبہ نبوت و رسالت ہے۔ اللہ تعالیٰ انکے دلوں کو فیضان نبوت سے مستفید ہونے کیلئے کھول دیتا ہے، اور جس طرح افتاب کی روشنی تمام ستاروں کے اجسام کو روشن و منور کر دیتی ہے، بالکل اسی طرح انکے قلوب آفتاب نبوت کی ضیا بخشی سے انور اندرز ہو کر چمک اٹھتے ہیں۔ اسی ارتقاء انسانیت کے وہ چار مراتب ہیں جنکو قرآن کریم نے بالترتیب اس ایت میں گنایا ہے، اور انکو خدا تعالیٰ کی تمام نعمتوں اور برکتوں کا مورد و مہبط قرار دیا ہے کہ:

الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین حسن اولئک رفیقاً -

جو لوگ تمام شیطانی طاقتوں سے باغی ہو کر ”مقام اطاعت خدا و رسول“ کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں، انکا شمار انہی چار جماعتوں کے متبعین میں ہو جاتا ہے، اور وہ انکے رفیق اور ساتھی بن جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ان تمام الہی نعمتوں اور برکتوں کے بھی مستحق ہو جاتے ہیں، جنکا خدا تعالیٰ نے ان جماعت ہائے اربعہ کو مستحق قرار دیا ہے۔

## فہرست

### زرعانۃ ہلال احمر

— \* —

ان اللہ اشتري من المومنین انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة

(۹)

تفصیل چفۃ ہلال احمر یہ سعی و بذریعہ جناب  
شاہ محمد عثمان صاحب و چودھری لطیف الحق  
صاحب ممبران جلسہ اتحادیہ موضع لکھان ضلع مونگیر۔

۱۵۱	۳	۶	موضع لکھان ضلع مونگیر
۱۰۶	۱۵	۰	موضع بلنا خورد
۲۵	۱۰	۹	موضع لچیر
۵۶	۱۰	۰	موضع بڑی بلہا و دندوئی
۲۰	۱۱	۰	موضع سید پور
۳	۵	۰	موضع سان پور
۳	۲	۰	موضع کدھری
۱۵	۱۵	۳	موضع مسجد پور
۵	۵	۰	موضع تڈری
۱۱	۲	۶	موضع شاہا پور و کڈھا

۴۰۰	۰	۰	میزان
۱۳	۲	۰	جناب عبد الغفور و محمد نور صاحبان - علیپور پارک - کلکتہ
۳۳	۰	۰	میاں بارو شرف و فضل خان زمیندار ضلع چکوال
۳۳	۰	۰	جناب محمد گل زمیندار
۷۳	۵	۰	میاں شمس الدین و محمد امین صاحب
۴۰	۰	۰	بذریعہ مولیٰ حبیب النبی صاحب (کڑیا) ملکتہ

۵۹۲۰	۷	۰	میزان
۸۶۲۳	۱۱	۰	سابق
۹۲۱۶	۲	۰	میزان کل

[تمام قسم کی دھڑی و لایٹی اشیاء کیلئے مرزا محمد عزیز بیگ  
کمیشن ایجنٹ و منیجر شفاخانہ زمانہ - فراشخانہ دھڑی سے خط  
و کتابت کریں -]

اور مفسدانہ اغراض کام کر رہے تھے۔ آخر میں (ملا مبارک) کے خاندان کے دخل سے حالت ضرور بدلی، مگر یہ تبدیلی بھی کچھ مفید نہ تھی، کیونکہ وہ خود پچھلے مرض کا ایک بے اعتدالانہ علاج بالمثل تھا، لیکن عین اسی زمانے میں حضرت (شیخ احمد سرہندی) کا ظہور ہوتا ہے، جو ایک غیر معروف گوشے میں بیٹھ کر لاکھوں دلوں کو اپنی صدائے وعد آسائے حق کا شیفتہ بنا لیتے ہیں اور احوالے شریعت و تجدید شعار اسلامی اور اعلان حق و امر بالمعروف کیلئے اپنے وجود کو یکسر وقف کر دیتے ہیں۔ پھر گیارہویں صدی کے اواخر اور بارہویں کے آغاز میں حضرت شاہ (ولی اللہ) اور انکے خاندان نے امر بالمعروف کی تاریخ میں جو حیرت انگیز خدمات دینیہ انجام دی ہیں، محتاج بیان نہیں۔ علی الخصوص (شاہ ولی اللہ) وجود قدسی، جو فی الحقیقت اپنے اندر الہام ربانی و فیضان الہی اور فطرۃ کاملہ و اقتباس انوار نبوت کی ایک مستثنیٰ مثال رکھتا تھا۔

اسی طرح گیارہویں صدی کے اواخر میں قاضی (شوکانی) کا یمن میں ظہور، اور احیاء سنت اور رفع بدعت کیلئے سعی مشکور، احادیث مذکورہ کی پیشین گوئی کیلئے ایک مثال صداقت ہے۔ اگر یہ تائیدات غیبی اور کاروبار الہی نہیں ہیں، تو پھر یہ کیا بات ہے کہ ہر زمانے میں کچھ لوگ ایسے نظر آتے ہیں، جو اپنے زمانے کی سوسائٹی میں پرورش پاتے ہیں، اور بچپن سے لیکر عہد شعور تک انہی خیالات و اعتقادات اور رسم و رواج کو دیکھتے اور سنتے ہیں جنکی فضا انکی چاروں طرف محیط ہوتی ہے۔ کانوں میں انکے صدا آتی ہے تو باطل پرستی کی، اور آنکھیں دیکھتی ہیں تو ضلالت و فساد کو۔ لیکن پھر ایک غیبی ہاتھ ہوتا ہے جو انکا بازو ہتھام کر شاہراہ عام سے الگ ایک راہ پر لیجاتا ہے، اور فیضان ہدایت الہی کی ایک مخفی قوت ہوتی ہے جسکا سرچشمہ انکے سینے کے اندر سے ابلنے لگتا ہے۔ وہ جب زبان کھولتے ہیں تو انکی آواز انکے زمانے کے عام اعتقادات و خیالات سے بالکل متضاد ہوتی ہے، اور اپنے خاندان، سوسائٹی، تعلیم و تربیت، اور ملکی رسم و رواج سے بالکل الگ ہو کر حق و صداقت کی طرف دنیا کو دعوت دیتی ہے۔ انسان اپنے تمام خیالات و معتقدات میں خارجی اثرات کا تابع ہے۔ وہ دنیا میں آتا ہے اور ایک خاص طرح کی تربیت اور سوسائٹی میں نشو و نما پاتا ہے۔ یہی تربیت اسکے تمام خیالات و معتقدات کی جڑ بن جاتی ہے، اور وہ جو کچھ سمجھتا اور جانتا ہے، یکسر اسکے گرد و پیش کے اثرات کا عکس ہوتا ہے۔ پس وہ کونسی چیز ہے، جو ایک شخص پر ان تمام اثرات کے خلاف جو اسکو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے رہتے ہیں، بالکل ایک نئے خیال اور عقیدے کی راہ کھول دیتی ہے۔ اور وہ باوجود تمام ملک اور زمانے کو اپنا مخالف دیکھنے کے تن تنہا اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ رسم و رواج، معتقدات عام، دولت و ثروت، اور حکومت و سلطنت کے مقابلے میں حق کی تائید و نصرت کیلئے جہاد کرے؟

یہ کیا نیرومگی ہے کہ آرزو بت تراش کے گھر میں خلیل بت شکن پیدا ہوتا ہے اور پرستاران لات و منات کی سرزمین سے صدائے توحید و حق پرستی بلند ہوتی ہے؟

ان اللہ فالق بی شک خدا (ہی) ہے جو زمین کے اندر الحب والنری بیج اور دانے کو پہاڑ کو اس سے ایک درخت قوی و بزرگ پیدا کر دیتا ہے۔ وہی زندے کو مردے سے نکالتا ہے، اور مردے کو زندے سے پیدا کرتا ہے۔ یہی عجائب قدرت کے کرمے دکھانے والی ذات تمہاری مالک ہے پھر تم کدھر یوفکون؟ (۶ :)

لا تنزل طائفۃ من  
امتی ظاہرین علی  
الحق لا یضرهم من  
خذلہم حتی یأتی  
امر اللہ وہم کذلک  
ہمیشہ میری امت میں ایک جماعت  
رہے گی جو حق و صداقت کے اعلان میں  
فتح یاب ہوگی - باطل پرست اس  
مخالفت کریں گے مگر انکی ضرر رساں  
سے خدا اسکو محفوظ رکھے گا -

ابن ماجہ اور نسائی کی بعض روایتوں میں قتال و جہاد کا یہ  
لفظ ہے اور مسلم کی ایک حدیث میں جس کو عقبہ بن عامر نے  
روایت کیا ہے "قاہرین لعدوہم" لا یضرہم من خالفہم " بھی  
میں زیادہ ہے - یعنی وہ جماعت حق دشمنان صداقت کیلئے  
اندر ایک الہی قہر و غلظت رکھے گی، اور جو لوگ اسکی مخالف  
کریں گے، وہ اسے نقصان پہنچانے میں کامیاب نہو سکیں گے -

اسی طرح ایک دوسری مشہور حدیث میں جسکو ابو داؤد  
حاکم و بیہقی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے، ہم کو خبر دی گئی  
ہے کہ اس دین الہی کے احیاء و تجدید کیلئے ہمیشہ خدا تعالیٰ  
مصلحان امت اور مجددان ملت کو بھیجتا رہیگا، اور وہ ہر صدی  
میں ظاہر ہو کر بدعات و محدثات کا استیصال کریں گے :

ان اللہ تعالیٰ یبعث  
لہذہ الامۃ علی  
راس کل مائۃ سنۃ  
من یجدد لہا دینہا  
کیا نہیں دیکھتے کہ یہی نصرت الہی اور نئی زندگی پیدا کر دینے  
نے باوجود ہیجان طغیان، و اشتداد فساد، و شیوع فتن، و اختلا  
کار و بار ہدایت، ہر زمانے میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر  
آواز کو حی و قائم رکھا، اور فساد و ضلالت کی کوئی سخت سے سخت  
قوت ابلیسی بھی اس قوت الہیہ پر غالب نہ آسکی - علی الخصوص  
تاریخ اسلام کی وہ گذشتہ آخری صدیاں، جبکہ اسلام کے قدیم  
مرکزوں کے اختلال، عربی حکومت کے خاتمے، امراء و سلاطین  
طامعانہ و عیش پرستانہ اغراض، علمائے حق کی غربت و قلت، و  
قتل و خون ریزی کی شدت و احاطہ سے تمام عالم اسلامی کی حالت  
موجودہ تنزل و انحطاط کے اسباب فراہم کر رہی تھی، اگر تاریخ  
نظر دالی جائے تو پھر بھی اسکے ہر دور میں چند نفوس قدسیہ ایسے  
ملجائے ہیں، جنکے سینوں کو خدا نے نور ہدایت کیلئے کھول دیا تو  
اور انکے دلوں کو حق و صداقت کے جمال کا مسکن بنادیا تھا - آٹھویں  
صدی ہجری میں جبکہ مسلمانوں میں علم و دین کے تنزل  
و انحطاط کا بیج بار آور ہو چکا تھا، علامہ (ابن تیمیہ) کا پیدا ہونا  
اور انکا علاوہ علوم و فنون میں درجہ رسوخ و اجتہاد پیدا کرنے  
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی راہ میں ہر طرح کے شدا  
و مصائب کا گوارہ کرنا، اور اپنے تلامذہ و متبعین کی ایک بہت بڑی  
جماعت پیدا کر دینا، جسمیں علامہ (ابن قیم) جیسے اشخاص کا  
ہونا، کس قدر تعجب انگیز ہے ؟

لیکن اس تعجب انگیز ظہور کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے  
ہیں جنکو مسلمانوں کے اس ذہنی اور قلبی انحطاط کا صحیح اند  
ہے، جو چھٹی صدی کے بعد تمام عالم اسلامی پر طاری ہو گیا  
اور سد باب اجتہاد کے اذہان و عقول کی ترقی کو اسکے عین عر  
و ارتقاء کے وقت ہلاک کر دیا تھا -

اگر صرف ہندوستان ہی میں دعوت حق کی تاریخ پر نظر کر  
جائے تو یہ آپکے لیے ایک قریب کی مثال ہوگی - تاریخ  
میں (اکبر) کا عہد اس لحاظ سے خاص طور پر قابل ذکر ہے  
سلاطین پرست اور متبعین ہوائے نفس علما کی دربار پر حکومت  
تھی، اور دینداری اور تقدس کے پردے میں نفسانی تعصبا

توسری جگہ فرمایا :-  
انا نحن نزلنا  
النذر، وانا لہ  
لحافظون (۹:۱۵)  
بیشک ہم ہی نے اس دین حق و صداقت کی  
دعوت دنیا میں بھیجی، اور ہم ہی ہیں جو  
ہمیشہ اسکے محافظ اور ناصر ہونگے -

اسی تائید الہی کا نتیجہ تھا کہ انحضرت (صلعم) کی وفات  
کے دن ہی سے اختلافات کی بنیاد پڑ گئی اور پھر شخصی حکومتوں  
کے قیام، ملکی اغراض اور سیاسی مطامع کے فشار، عجمی اقوام اور  
عجمی تمدن و رسوم کے اتباع، اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے  
ضعف و روز بروز فتنہ و فسادات میں ترقی ہوتی گئی - یہاں تک کہ  
زوال بغداد اور عربی حکومت کے خاتمے کے بعد فتنہ و فساد کا ایک  
ایسا تباہ کن سیلاب اٹھا، جو بنی اسرائیل پر (بخت نصر) کے تسلط کی  
تباہی سے کسی طرح کم نہ تھا، لیکن پھر بھی اسلام کی دعوت کا بیج  
اپنے اندر ایک ایسی قوت نمور کھتا تھا کہ پامال ہوتا تھا، اور پھر  
ابھرتا تھا - حوادث و مصائب کا ہاتھ جسقدر اسکی شاخوں اور پتوں کو  
کاٹتے تھے، اتنی ہی اسکی قوت نمو ابلتے ہوئے چشمے کی طرح اچھل  
اچھل کر بلند ہوتی تھی - فتنہ و فساد کی باد صرصر اگر اسکی شاخوں  
کو ہلا رہی تھی، تو اللہ کا دست محکم اسکی جڑ کو مضبوط پکڑے  
ہوئے تھا - زمین کے اوپر اسکے پتے جھڑ جھڑ کر گر رہے تھے، لیکن  
زمین کے اندر اسکی جڑ کے ریشے مستحکم ہو رہے تھے - یہ سچ ہے  
کہ امم قدیمہ کی تمام تباہیاں اور گمراہیاں ایک ایک کر کے اس امت  
کو بھی پیش آئیں - کوئی گمراہی بنی اسرائیل اور مشرکین مکہ کی  
ایسی نہ تھی جس سے شبہ گمراہیوں میں مسلمان مبتلا نہ ہوئے ہوں،  
مگر دین آخری کے بقا اور قیام کا یہ معجزہ تھا کہ ان میں سے کوئی  
ضلالت بھی اصل سرچشمہ تعلیم کو مکدر نہ کر سکی، اور تحریف  
و نسخ اور حذف و اضافہ سے قرآن کریم ہمیشہ محفوظ رہا - اس سے  
بھی بڑھ کر یہ کہ نصرت فرمائے حق کی تائید غیبی ہر سخت سے  
سخت دور فتن و طغیان میں ایک جماعت ایسی پیدا کرتی رہی  
جسکے قدم حق و حقیقت پر غیر متزلزل ہوتے تھے، اور چاروں طرف  
کی پہیلی ہوئی ضلالت سے محفوظ رہکر باوجود قلت انصار و اعوان و عدم  
ساز و سامان دنیوی کے وہ جہاد امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں کامیاب  
و فتکباب ہوتی تھی، اور حق تعالیٰ اسکے دل و دماغ کو اپنے دست قاهر  
و مقتدر میں لیکر، اپنے دین قریم کی حفاظت اور ہدایت امت  
مرحومہ کا ذریعہ بنا دیتا تھا - دنیا میں صداقت ہمیشہ رہی اور  
مختلف ناموں سے ہمیشہ آئی رہی، لیکن دین اسلام اسکا آخری  
ظہور تھا، اسلئے ضرور تھا کہ وہ کامل تر ظہور ہو، اور پھر اس طرح محکم اور  
نا ممکن التبدیل ہو، کہ دنیا کی شیطانی قوتیں اسپر کبھی بھی  
غلبہ نہ پاسکیں -

پس بہ ایک حقیقت تھی، جسکا اعلان پہلے ہی دن کر دیا  
گیا تھا - قرآن کریم کے علاوہ احادیث کا تفحص ایجیہ، تو اس  
حقیقت کو جا بجا ایک پیشین گوئی کی صورت میں پائیگا :-  
لا تنزل من امتی ظاہرین میری امت میں ہمیشہ ایک جماعت  
علی الحق حتی یتیمہم امر حق ضلالت و باطل پرستی پر  
اللہ رہم ظاہرون فتنم باب رہے گی - یہاں تک کہ  
(متفق علیہ) قیامت ظاہر ہو -

اس حدیث کو اعام بخاری و مسلم نے صحیح میں مغیرہ کی  
روایت سے درج کیا ہے، مگر یہی حدیث بہ تغیر الفاظ نہایت کثرت  
سے مختلف اسناد و روایات کے ساتھ شہرت پا چکی ہے، اور متعدد  
صحابہ کرام سے مروی ہے - مسلم، ترمذی، اور ابن ماجہ میں  
بروایت ثوراب ہے :-



کیا، مگر بارگاہ خلافت میں حاضر ہونے کی اجازت نہیں ملی۔ اس عرصہ میں قصر کی آرایش نہایت اہتمام کے ساتھ گراں بہا و خوشنما آلات، فرش، اور پردوں سے کی گئی۔ پارچہ ہائے انماطی، دیبقی، و طبری کے ۱۲ ہزار فرش بچھائے گئے۔ ۳۸ ہزار پردے پارچہ ہائے ارمنی، راسطی، بہمنی، دیبقی، مطرّز کے لٹکائے گئے۔ ان ۳۸ ہزار پردوں میں سے ۱۲ ہزار پردے پارچہ دیبقی کے تھے، جن پر گھوڑے، ہاتھی، اونٹ، اور دیگر جانوروں کی تصویریں منقش تھیں۔

سفیر کی فرد گاہ (دارصاعد) سے لیکے دار الخلافہ کے پھاٹک تک ایک لاکھ ساٹھ ہزار سوار اور پیادوں کی دروہہ صفیں کھڑی کی گئی تھیں۔ سواروں کی پوشاکیں نہایت قیمتی، گھوڑے نہایت عمدہ، زینیں نقرائی و طلائی تھیں۔ سواروں کے ہمراہ کونٹل گھوڑے بھی تھے۔ بازار شرقی کی تمام دوکانیں، کوٹے، حتیٰ کہ چھتیں اور چھچھ تک تماشائیوں نے بہت زیادہ کرایہ پر لے لیے تھے۔

بازار مذکور کے یمن و یسار کے مکانات اور خود بازار تماشائیوں سے بھرا ہوا تھا۔

اصناف کشتی میں سے شذرات، طیارات، زلا زلات، اور سمریات دجلہ میں باہمہ آرایش و سامان کھڑی تھیں۔ دار الخلافہ کے پھاٹک سے لیکے پیشگاہ خلافت تک مجرئی غلام اور دارانی و بیداری خدام لباس فاخرہ پہنے، زرین پتکے باندھے، اور ہاتھوں میں ننگی تلواریں لیے سروق کھڑے کیے گئے تھے۔

تمام حاجب و دیگر خدام اپنے اپنے منصب کے موافق گذرگاہوں اور نشست گاہوں میں حاضر تھے۔

آرایش کے بہمہ وجوہ مکمل ہونے کے بعد سفیر کو حاضر ہونے کی اجازت دی گئی۔

سفیر اپنی فرد گاہ (دارصاعد) سے مع اپنے تمام جلوس کے دروہہ صفوں سے ہوتا ہوا دار الخلافہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں نصر قشوری الحاجب کا مکان ملا، جو خلیفہ کی تہذیبی کا دربان تھا۔ لیکن مکان کی آراستگی اور اشخاص کی صف بستگی کو دیکھتے وہ سمجھا کہ شاید دار الخلافہ یہی ہے۔ منظر مکان کی عظمت اور خیال دار الخلافہ کی ہیبت اس پر چھا گئی، اور وہ مرعوب ہو کر رک گیا، لیکن پھر اسکو بتا دیا گیا کہ یہ دار الخلافہ نہیں ہے، بلکہ دار الحاجب ہے۔ سفیر آگے بڑھا۔ تھوڑی دُور کے بعد وزیر السلطنت کا مکان ملا۔ یہ مکان (ابوالحسن علی بن محمد الفرات) کی صرف مردانہ نشست گاہ تھی۔ یہاں جب سفیر نے حاجب کے مکان سے زیادہ شکوہ و احتشام دیکھا، تو اسکو یقین ہو گیا کہ یہی دار الخلافہ ہے۔ مگر یہاں بھی اسے بتایا گیا کہ یہ دار الخلافہ نہیں، بلکہ دار وزیر ہے۔

(دجلہ) از باغ کے بیچ میں ایک نشسنگاہ تھی، جو عمدہ عمدہ پردوں اور چیدہ چیدہ فرشوں سے آراستہ تھی۔ چند دست (نخت یا اسکے مانند کوئی شے) نصب تھے، جنکے ہر چہار طرف تلام عدا اور تلواریں لہے کھڑے تھے۔ سفیر اس نشسنگاہ میں گیا، اسکے بعد تمام قصر کی سیر کرائی گئی، پھر پیشگاہ خلافت میں باریاب ہونے کیلئے حاضر ہوا۔

یہ تفصیل ایک روایت کے مطابق ہے۔ دوسری روایت سے جو اس روایت سے طویل، مفصل، اور کسب قدر مختلف ہے، یہ معلوم ہوتا ہے کہ سفیر جب دار الخلافہ تک پہنچ گیا تو ایک تہ خانہ میں داخل کیا گیا، جہاں سے وہ بارگاہ خلافت میں حاضر کیا گیا۔ سفیر نے شاہ روم کا پیغام عرض کیا، اور اسکے بعد

ذراں کے تحت میں گو (دار الشجر)، (الجوسق) اور (حیر الرحش) کے لارہ (الفردرس) اور (الزج) بھی داخل ہیں، مگر چونکہ مصنف نے ان دونوں قطعات کے متعلق کچھ بھی نہیں لکھا، اسلئے ہم صرف تین مقدم الذکر مقامات کے حالات لکھتے ہیں۔

### دار الخلافہ

دار الخلافہ کے ایک قطعہ میں نہایت صاف پانی کا ایک وسیع و مستطیل حوض تھا۔ وسط حوض میں ایک نقرائی درخت تھا، جسکا وزن پانچ کروڑ درہم تھا، اس درخت کی ۱۸ شاخیں تھیں۔ بعض شاخیں نقرائی اور بعض پر طلائی ملمع تھا، یہ شاخیں بہت طویل تھیں۔ جب ہوا چلتی تھی، تو یہ شاخیں اصلی شاخوں کی طرح جھومتی تھیں۔ انکے پتے مختلف رنگ کے تھے، جو ہوا سے اصلی پتوں کی طرح ہلتے تھے، ان شاخوں پر ہر نوع کے نقرائی و طلائی طیور بٹھائے گئے تھے، جو نہایت شربتی کے ساتھ نغمہ منجیاں کرتے تھے، حوض کے داہنے و بائیں جانب اس سواروں کے ۱۵ سنگی بت تھے، سواروں کی پوشاکیں دیبا و حریر وغیرہ گراں بہا کپڑوں کی تھیں، ہر سوار کے ہاتھ میں ایک ایک نیزہ تھا، یہ تمام سوار اس طرح متحرک تھے کہ معلوم ہوتا تھا گویا انہیں سے ہر ایک سوار دوسرے پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔

یہ مکان دار الشجر کہلاتا تھا، اور عجیب و غریب مشینوں اور علم منجذبی کے رموز و اسرار سے ایک حیرت انگیز طلسم تھا۔

### الجوسق

یہ ایک محل کا نام ہے، جو چند باغوں کے درمیان میں بنایا گیا تھا۔ وسط محل میں رانکے کا ایک حوض تھا۔ یہ حوض ایک جانب سے تیس ہاتھ اور دوسری جانب سے بیس ہاتھ لंबا تھا۔ اسکے گرد رانکے کی ایک نہر بھی تھی، جو صفائی اور سفیدی میں جلا کی ہوئی چاندی سے بھی زیادہ درخشاں و خوشنما معلوم ہوتی تھی۔ حوض میں چار طیارات تھیں (طیارہ ایک خاص قسم کی کشتی کو کہتے تھے) ان کشتیوں کی نشستگاہیں طلائی تھیں، جن پر کار چوبی اور حاشیہ دار دیبقی کپڑا منڈھا ہوا تھا، اور ان پر کار چوبی پارچہ دیبقی کی چادریں پڑی رہتی تھیں۔

حوض کے گرد ایک وسیع باغ تھا، جسمیں ایک روایت کے بموجب ۴ سرکھجور کے درخت تھے۔ ہر درخت پچاس ہاتھ لمبا تھا، ان درختوں کے تنوں پر منقش ساگون کے پترے ہر چہار طرف سے جڑے ہوئے تھے، اور انکے تنے طلائی ملمع کار حلقوں سے آراستہ کیے گئے تھے۔ باغ کے کناروں پر ترنج، دستنبور، و منقہ وغیرہ درختوں کی قطاریں باغ رضواں کا دھوکا دیتی تھیں۔

### حیر الرحش

”حیر“ کے معنی باغ کے ہیں، اور رحش سے مقصود حیوانات ہیں۔ یہ قطعہ دراصل اجل کی اصطلاح کے مطابق باغ حیوانات تھا۔ جسمیں مختلف قسم کے جنگلی جانور رکے گئے تھے، اور وہ اس قدر انسانی سے مانوس ہوئے تھے کہ آدمیوں کے پاس آئے انکے جسم سرنگھانے (جیسا کہ پالو جانور اکثر کرتے ہیں)، اور انکے ہاتھ سے چیزیں لینے کھاتے تھے۔

شاہ روم، سفیر آرایش قصر

سید ۳۰۵ میں شاہ روم نے (مقتدر باللہ) کے پاس اپنا سفیر بھیجا۔ یہ سفیر جب (تکرت) پہنچا، تو (مقتدر) نے حکم دیا کہ دو ماہ تک اسکو (تکرت) میں رکھا جائے۔ وہاں سے جب (بغداد) آیا، تو (دارصاعد) میں اتارا گیا۔ یہاں سفیر نے دو ماہ تک انتظار

# مقالہ

## تاریخ عمران عربی کا ایک صفحہ

### دار الخلافہ یا قصر حسنی

موجودہ دور میں، جبکہ جو کچھ ہمارے پاس باقی رہ گیا ہے، آٹے بھی کھر رہے ہیں، کیا بہتر نہ ہوگا کہ جو کچھ ہمیں حاصل تھا، ایک مرتبہ اسکی یاد پھر تازہ کر لیں؟

گاہے بازار خرواں این دفتر پارینہ را  
تازہ خرواہی داشتن گردغہاے سینہ را

ابوبکر خطیب بغدادی ( المتوفی سنہ ۴۹۴ ہجری ) نے ایک نہایت ضمیمہ و بسیط تاریخ بغداد لکھی ہے، جو ”تاریخ مدینۃ السلام“ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مسلم ہے کہ اس سے بہتر اور جامع تاریخ بغداد اس کے بعد کوئی نہیں لکھی گئی، اور اگرچہ مصنف نے ضمیمہ مطالب کو جا بجا اس کثرت سے درج کیا ہے اور حدیث و فقہ کے مباحث میں اس قدر دلچسپی لی ہے کہ مروضہ کتاب کو اس سے سخت نقصان پہنچا ہے، تاہم وہ تمام ضمیمہ مطالب بھی اس قدر ضروری اور کارآمد ہیں کہ ان کے لیے بھی مصنف کا شکر گزار ہونا پڑتا ہے۔ اس نادر کتاب کا سب سے زیادہ صحیح اور قدیم نسخہ قسطنطنیہ کے کتب خانہ ( مصطفیٰ پاشا کو بیرویلی ) میں محفوظ ہے، دوسرا کامل نسخہ مکہ معظمہ کے قبة معمریہ کے کتب خانے میں، اور تیسرا لندن کے برٹش میوزیم میں۔ اسی آخری نسخہ کے ایک ٹکڑے کی نقل ہے، جس کو سنہ ۱۹۰۴ء میں پروفیسر جی۔ سلیمان ( G. Salmon ) نے تصحیح و تہذیب و جمع اختلاف نسخ کے بعد شائع کیا ہے۔

الہلال پریس ”احیاء آثار و علوم عربیہ“ کے سلسلے میں جن قدیم کتابوں کی اشاعت کا انتظام کر رہا ہے، ان میں ایک یہ تاریخ ”مدینۃ السلام“ بھی ہے۔ اس تاریخ کے مطالعہ سے بغداد کے شش صد سالہ تمدن کے عجیب و غریب مناظر سامنے آجاتے ہیں، اور مدھا اس طرح کے تاریخی واقعات ہیں، جنکا عام و متداول تاریخوں میں نام و نشان تک نہیں ملتا۔

(المقتدر باللہ عباسی) کے زمانے میں قیصر روم نے بعض معاملات کے انجام دینے کیلئے ایک سفیر بھیجا تھا، جو کئی ہفتے تک بغداد میں مقیم رہا، اور دار الخلافہ کے عجائب و نوادر کی سیر کرتا رہا۔ اس زمانے میں خلیفہ المقتدر کا قیام ایک خاص عمارت میں تھا، جسکا نام ”القصر العسني“ تھا، اور اسی قصر میں سفیر روم باریاب حضور خلافت ہوا تھا۔ ”تاریخ مدینۃ السلام“ میں، اس قصر کے ساز و سامان اور سفیر روم کی آمد کے نہایت دلچسپ حالات لکھے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ اس کے ایک مختصر ٹکڑے کا ترجمہ آج کی اشاعت میں درج کر دیں۔

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں میں ”فنِ روایت“ صرف ”حدیث“ کیلئے مخصوص نہ تھا، بلکہ قدمائے مورخین واقعات تاریخی کو بھی بسلسلۂ روایت جمع کرتے تھے، اور یہ منجملہ ان فضائل مخصوصہ ہے جس کو تاریخ اسلام تمام دنیا کے تاریخی ذخیرے کے سامنے پیش کر سکتی ہے۔ تاریخ بغداد میں بھی تمام واقعات بقصد روایت لکھے گئے ہیں اور ہر واقعہ کے درج کرنے سے بچے راویوں کے نام بسلسلۂ روایت درج کردے ہیں۔ چونکہ ان کے نقل کرنے میں تطویل لا حاصل، اور ترتیب واقعات میں اختلاط و خلل کا خوف تھا، اسلیے ترجمہ میں راویوں کے نام نکال دے ہیں، اور واقعات کو بھی روایات کی ترتیب کی جگہ واقعات کی ترتیب سے نقل کیا ہے۔ ( ابوبکر )

### جہ تسمیہ

خاندان ہرامکہ کے ایک ممتاز اور عالی مرتبہ ممبر (حسن بن سہل) نے نہر (معلي) کے نیچے ساحل دجلہ پر ایک قصر عالیشان تعمیر کرایا تھا۔ یہ قصر اپنے بانی کے نام سے مشہور تھا، جس کی وفات کے بعد اسکی بیٹی (بوران) کے قبضہ میں آیا۔ خاندان

(۱) یہ بوران حسن بن سہل کی دھی لڑکی ہے جس سے مامون الرشید نے عقد نیا تھا، اور جسکی نسبت ایک طویل طویل حکایت عقد الفرید میں بیان کی گئی ہے۔ علامہ ابن خلدون نے مقدمۃ تاریخ میں اس حکایت کا مضحکہ اڑایا ہے۔ ( اقبٹر )

عباسیہ کا سرلوہاں فرمانروا ( معتضد باللہ ) جب تخت نشین ہوا، تو اپنے قیامگاہ کے لیے اسکی نظر انتخاب اس محل پر پڑی، چنانچہ اس نے ( بوران بنت حسن ) سے اس کے تخلیہ کی فرمائش کی۔ بوران نے چند روز کی مہلت مانگی جو اسکو ملگئی۔

حصول مہلت کے بعد بوران نے عمارت کی درستگی و آراستگی کی طرف توجہ کی۔ اولاً شکستہ مقامات کی مرمت اور گچکاری کرائی، اس کے بعد سفیدی پھر دائی۔ اصل عمارت کی درستگی کے بعد اسکی آراستگی شروع کی، زمین پر نہایت بیش بہا و خوشنما فرش بچھوائے، دروازوں پر نہایت پر تکلف و گراں قیمت پردے لٹکائے گئے۔

آراستگی سے فراغت کے بعد محل کے گرداموں میں وہ تمام اشیا مہیا کی گئیں، جن کی شاہانہ زندگی میں ضرورت ہوتی ہے۔ جب اس عمارت کو بہمہ وجوہ شاہی قیام کے قابل بنا دیا، تو ( معتضد باللہ ) کو اطلاع دی اور ( معتضد ) نے محل کو بہمہ وجوہ آراستہ و مکمل دیکھ کر نہایت پسندیدگی ظاہر کی۔

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اسکا ماخذ ( ہلال بن الحسن ) کی روایت ہے، مگر اس روایت کا آخری جزء یعنی بوران سے ( معتضد ) کی تخلیہ محل کی فرمائش اور ( بوران ) کا ( معتضد ) کو حوالہ کرنا قابل تسلیم نہیں۔ اسلیے کہ ( بوران ) کا سنہ وفات ۲۷۱ ہجری ہے اور ( معتضد ) سنہ ۲۷۹ ہ میں تخت نشین ہوا ہے۔

معتضد سے پہلے معتمد باللہ سنہ ۲۵۶ ہ میں تخت نشین ہوا تھا، بوران اسوقت زندہ تھی، اسلئے عجب نہیں کہ ( بوران ) نے ( معتمد ) کو یہ قصر دیا ہو، اور رواۃ نے غلطی سے ( معتمد ) کے بدلہ ( معتضد ) بیان کر دیا ہو، بہر نوع اسقدر ضرور صحیح واقعہ ہے کہ یہ قصر در اصل ( حسن بن سہل ) برمکی کا تھا۔ اسکی وفات کے بعد ( بوران ) کے پاس رہا، اور ( بوران ) سے خلفاء بنی عباس کے پاس آیا۔

### تسمیات جدیدہ

(معتضد) نے اس قصر کے گرد و پیش کے قطعات بھی اسمیں شامل کر لیے، اور ایک دیوار آٹھوا دی، جس سے نہ صرف یہ تمام قطعات ایک عمارت کے اجزاء معلوم ہونے لگے، بلکہ نہایت مستحکم اور محفوظ ہو گئے۔ (معتضد) کے جانشین (مکتفی باللہ) نے جو سنہ ۲۸۹ ہ میں تخت نشین ہوا تھا ( دجلہ ) پر ایک تاج بنوایا جس کے پیچھے چند بیعد بلند و وسیع قبة اور ایوان بھی تعمیر کرائے تھے (مکتفی) کے بعد (مقتدر) سنہ ۲۹۵ ہ میں تخت نشین ہوا، مقتدر نے تعمیرات کے ناتمام حصوں کی تکمیل مزید کی، اور بعض نئی عمارتیں بھی از سر نو بنوائیں۔

اس تمام اضافہ و توسیع کے بعد دار الخلافۃ کا طول و عرض کچھ تھا؟ اسکا جواب ( عضد الدولہ ) کے خزانچی ( ابو نصر خوشاذہ ) کی زبان سے یہ ہے کہ ”میں دار الخلافۃ کے آباد و ویران حصے اور حریم و غیر حریم میں پھرا۔ میرے اندازے میں دار الخلافۃ شہر ( شیراز ) کے برابر ہے“

دار الخلافۃ کے بعض قابل ذکر قطعات

دار الخلافۃ نہ صرف اپنی وسعت و بلندی کے لحاظ سے دہشت انگیز و حیرت آفریں تھا، بلکہ اس کے بعض قطعات بھی اس زمانہ کی اعجوبہ طرازی و نادرہ کاری کے بہترین نمونہ تھے۔ اس

# ماہوار

## الہلال روزانہ

— \* —

متعنا اللہ بطول بقائکم

بجناب مولانا المحترم ذوالمجدد والکرم السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ - اخبار الہلال کی روزانہ اشاعت کے باب میں ابوالاعجاز صاحب عوشی کی اس تجویز سے ہمیں کسیقدر اختلاف ہے کہ "الہلال" ہفتہ وار روزانہ کر دیا جائے اور بجائے ہفتہ وار کے صوری و معنوی خصوصیات کے ساتھ چار پانچ جزو کی ضخامت میں رسالہ البیان ماہوار شائع کیا جائے " ہفتہ وار الہلال جس آب و تاب اور جن خریدوں کی بدولت اپنے ہمعصر اخبارات میں درجہ اختصاص حاصل کئے ہوئے ہے، وہ محض آپ کی محنت شاقہ اور جگر کاری کا نتیجہ ہے ایک ہفتہ کی لگاتار محنت کے بعد اخبار الہلال پبلک کی مشتاق

الہلال کے روزانہ اشاعت سے مقصود معارفہ روز و بلقان کی تاؤ خبریں ناظرین کے سامنے پیش کرنا، اور حتی الوسع صحیح خبروں سے ناظرین کو آگاہ کرنا ہے تاکہ غلط اور غیر صحیح خبروں سے ناظرین کو نعل در آتش رہنے کا موقع نہ رہے لیکن دیگر اخبارات ان فرائض کے ادا کرنے سے غافل نہیں ہیں پھر جس امر کی نسبت اور اخبارات سرگرم و ساعی ہیں انکو انہی کیلئے چھوڑ دینا بہتر ہے - ترقی و بیداری کی روح پھونکنے کا مہتمم بالشان ذمہ آپ نے اپنے سر لیا ہے اور اس عظیم الشان ذمہ داری کو عرصہ قلیل میں جس خوش اسلوبی و کامیابی کے ساتھ آپ نے انجام دیا ہے اسکا ایک زمانہ مداح و معترف ہے پس آپکے لیے اصلی میدان کاری یہی ہے - بنظر حالات متذکرہ ہم مناسب نہیں جانتے کہ الہلال کی روزانہ اشاعت سے اوسکی قدردانی میں کمی پیدا ہو لہذا ہفتہ وار الہلال بدستور جاری

## فکاکاٹ

یونیورسٹی ڈیپوٹیشن

— \* —

- |  |  |
|--|--|
| <p>اہل مجلس بھی بظاہر نظر آئے تھے خموش<br/>جسکی آزادی تقریر تھی غارتگر ہوش<br/>چونک اوتھے وہ بھی جو بیٹھے ہوئے تھے پنبہ بگوش<br/>دروہا یہ کہ کہیں اور نہ بڑے جائے یہ جوش<br/>کہ "تو ہم شامل وفدستی و این مایہ مجوش"<br/>ایک ہی جرعه میں وہ شیر جری تھا مدھوش<br/>نہ وہ ہنگامہ طرازی تھی نہ وہ جوش و خروش<br/>اب وہ اک پیکر تصویر تھا بالکمال خاموش<br/>وہ شرارہ، جو ابھی برق سے تھا دوش بہ دوش<br/>ہو گیا شعلہ سوزندہ بھڑک کر خس پوش<br/>للہ الحمد ابھی ملک میں ہیں رائے فروش<br/>(کشاف)</p> | <p>تھی سفارت کی جو تجویز بظاہر موزوں<br/>دفعۃً دایرہ صدر سے اٹھا اک شخص<br/>اسنے اس زور سے تجویز پہ کی رد و قدح<br/>اہل مجلس نے جو بدلا ہوا دیکھا انداز<br/>صدر محفل نے بلا کر اسے آہستہ کہا<br/>بادہ جام سفارت مئی مرد افگن تھا<br/>اب نہ وہ طرز سخن تھا، نہ وہ آزادی رائے<br/>جسکی تقریر سے گونج اٹھا تھا اجلاس کا ہال<br/>سخت حیرت تھی، کہ اک درۂ خاکستر تھا<br/>دیکھتے ہیں تو حرارت کا کہیں نام نہیں<br/>اہل ثروت سے یہ کہدو کہ مبارک ہو تمہیں</p> |
|--|--|

و شائع ہوتا رہے البتہ ماہوار البیان شائع کرنا مناسب حال سمجھا جائے تو ہمیں ارسامیں عذر نہیں - اظہار رائے میں کوئی غلطی سرزد ہوئی ہو تو معاف فرمائیگا -  
محمد احمد اللہ (حیدر آباد)

### عرضداشت

— \* —

مسلمانوں اور سلطان المعظم خلد اللہ ملکہ کے تعلقات کی تفصیل چندان ضروری نہیں - صرف اتنا کہدینا کافی ہے کہ وہ خادم حرمین شریفین ہیں اور ہم لوگ انکو اپنا خلیفہ سمجھتے ہیں - برسوں سے جو مظالم دول یورپ سلطنت عثمانیہ پر کر رہے ہیں، اُن سے ہم بے خبر نہیں - ان مظالم کا سلسلہ موقوف (سوقت تک

طوروں اور قدردان ہوتے ہیں میں دکھائی دیتا ہے اور پھر جس جوش و خروش کے ساتھ اسکا خیر مقدم کیا جاتا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہم آپ کو ہمیشہ عید الفرستی کا عذر رہا - اگر الہلال روزانہ شائع ہوا ہے گا تو عید الفرستی اور عجلت میں ان ساری خریدوں کے یکقدم موقوف جائیگا اندیشہ ہے جنکی پبلک قدردان ہے مجبوراً صفحات الہلال پر کرنے کیلئے انگریزی عربی اخبارات کے اقتباسات اور بسا اوقات پوری عربی عبارات کی نقل کرنی پڑے گی جس سے پبلک کی گروہ بندی اخبار بینی کے مذاق میں جو خدا خدا کرے اب پیدا ہو چلا ہے اب گونہ بد مزگی پیدا ہو جائیگی اور ممکن ہے کہ الہلال اسوقت جن خریدوں سے فلک عز و افتخار پر چمک رہا ہے روزانہ اشاعت سے اسکی ضیاء ماند پڑ جائے اور پھر کثرت کاری تکاں آپکی صحت پر اثر ڈالے -



صناع نے حیرت انگیز انسانی کمال ظاہر کیا ہے۔ تخت بھی دیبکی  
مطرز و مذهب فرش سے مفروش ہے، اور اس کے سروں کے دروں جانب  
لعل و زمرد کے در بڑے بڑے ہار آویزاں ہیں، جنکی چمک اور  
درخشانی سے تمام گرد و پیش منور ہو رہا ہے۔  
— خلیفہ کے سامنے اس کے پانچ شاہزادے بیٹے تھے، تین دھلی جانب  
اور دو بائیں طرف۔

سفیر رزم کے ساتھ ( نصر القشوری ) بہ حیثیت مترجم کے  
موجود تھے۔ سفیر جب تخت کے قریب پہنچا تو اس نے سینے پر  
ہاتھ رکھا اور تعظیم کے اظہار کیلئے سر جھکا دیا۔ پھر مترجم سے کہا کہ  
”اگر تمہارے یہاں سجدہ کرنا ممنوع نہوتا تو میں سجدہ کرتا، لیکن  
میں اس طریق سے کورنش بجالایا ہوں جو ہمارے یہاں کے ادب  
و رسم کا شعار ہے“

اس کے بعد خلیفہ کے طرف سے قیصر رزم کے خط کا جواب دیا گیا۔  
جسکو سفیر نے لیکر چوما، انکھوں سے لگایا، اور (باب دجلہ) کے طرف  
سے اپنی فرودگاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

خلیفہ کی طرف سے سفیر رزم کیلئے پچاس کشتیاں عطایہ  
شاہانہ کی پیشتر سے پہنچ چکی تھیں۔ اسکا اندازہ مشکل ہے کہ  
ان میں سے ہر کشتی کے اندر دنیا کی کس قدر دولت موجود  
تھی؟ اور جس خزانے سے آئی تھی، اس کے اندر زر و جواہر کے کیسے  
عظیم الشان سمندر بند تھے؟ یہ واقعہ سنہ ۳۰۵ ہجری کا ہے۔

## خون ناحق

— \* —

دور و بین اقوام اسلام اور مسلمانوں کو صفحہ دہر سے متذکرے لئے دوستی کے  
پردہ میں خفیہ ساریں کر رہی ہیں۔ اگر آپ اس سر بستہ راز کا ہرزا ہورا انکشاف  
چاہتے ہوں تو کتاب خون ناحق کا مطالعہ کیجئے۔ جسمیں سوادہل طرابلس پر  
اٹلی کے خونین کارناموں کو انسی دل ہلا دینے والی صورت میں پیش کیا گیا ہے  
جسے ایک نظر دیکھتے ہی دور و بین چالوں کی بھول بھلائی میں پہنچ کر انسان  
معدہ حیرت ہو جاتا ہے۔ خان بہادر لسان العصر مولانا سید اکبر حسین  
صاحب جج الہ نادی مدظلہ فرماتے ہیں ”خون ناحق بہت عمدہ مجموعہ  
مضامین کا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دہاد میں اس جدید کی نسبت کیا خیالات  
تھے۔ اور مسلمانوں کے دلوں پر کیا کدڑی تھی۔ نہ وہ زمانہ وہ چالیکا نہ یہ لوگ  
وہ جاہلوں لیکن ہستی کے بوق حالات گذشتہ یاد دہندہ رہ گئے۔“ اور بہت سے نزر گور  
اور سببوں اخباروں نے تعریفیں دی ہیں۔ لکھنؤی چھاپائی میں بقول فاضل  
ادیتور الہلال آج کل یہ پتر سے بہتر مطبوعات ہی اس قابل نہیں دیکھیں  
تفطیع ۲۰ - ۳۰ کل - مہات ۱۲۰ صفحہ - قیمت - مجلد ایک روپیہ چار آنہ غ  
مجلد ایک روپیہ - ملنے کا پتہ :—

محمد انوار ہاشمی - مدیر مکتبہ قادریہ

لال کورتی - مدیر تھہ

علی  
فارس اور واپسی  
اس کے تین چھاپائی کیلئے  
محمد  
محمد

اسکو تمام قصر کی سیر کرائی گئی - سیر قصر کی کیفیت کے  
متعلق چند روایتوں کے جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت  
سفیر داخل ہوا ہے، قصر میں فوج کا ایک سپاہی بھی نہ تھا۔  
صرف حجاب اور مختلف النسل خدام تھے جن کی تفصیل یہ ہے  
خدام سفید ۴ ہزار حجاب ۷ سر  
خدام سیاہ ۳ ہزار حبشی غلام ۴ ہزار  
یہ تمام اشخاص چھتوں پر کھڑے کیسے گئے تھے۔ سفیر عام  
پھاٹک سے داخل ہوئے (خان خیل) کی طرف چلا۔ (خان خیل)  
ایک بہت بڑا مکان تھا، جسمیں بکثرت رواق اور سنگ مرمر کے  
ستون تھے۔ دھننے جانب پانچ سو گھوڑے کھڑے تھے، جن پر پانچ سو  
طلائی و نقرئی زینیں کسی ہوئی تھیں، اسی طرح بانیں جانب  
پانچ سو گھوڑے کھڑے تھے، جن پر دیبا کی جھولیاں اور لمبے لمبے  
برقعے پڑے ہوئے تھے، اور ان تمام گھوڑوں کی باکیں لباس فاخرہ  
پہنے ہوئے سائیسوں کے ہاتھوں میں تھیں۔

یہاں سے درمیان کی دھلیزوں اور گزرگاہوں سے ہوتے ہوئے  
سفیر کو (حیر الوحش) میں لیگئے۔ (حیر الوحش) سے اسکو ایک  
اور مکان میں لیگئے، جہاں چار ہاتھی کھڑے تھے، یہ ہاتھی دیبا کی  
جھولوں اور گلکاری سے آراستہ کیسے گئے تھے۔ سفیر ان مقامات کو  
نہایت متعجب ہوئے دیکھتا تھا، اور ادنے ادنے بانوں کو متعجبانہ  
پوچھتا تھا۔ اس مکان سے اسکو ایک اور مکان میں لیگئے جہاں ایک سو  
شیر تھے، ۵۰ داھنے جانب، اور ۵۰ بائیں جانب۔ ان شیروں میں سے  
ہر شیر کا ہاتھ چند اور شیروں کے ہاتھ میں تھا، اور شیروں کی  
گردنوں میں زنجیریں اور طرق پڑے تھے۔ اس مکان سے اسکو  
(الجوسق) میں لیگئے۔ (الجوسق) سے دار (الشجرہ) میں۔  
(دار الشجرہ) سے (الفردوس) میں لیگئے، جو بيشمار آلات و فروش  
سے آراستہ تھا۔

(الفردوس) کی دھلیز میں دس ہزار طلا کار ذریعیں آویزاں تھیں۔  
یہاں سے اسکو ایک ایسے راستہ میں لیگئے جو ۳ سو ہاتھ لمبا تھا اور اس  
کے ہر دو جانب دس ہزار درقہ، خود، بیقہ، زردیہ، مرصع  
ترش، اور کمائیں آویزاں تھیں، اور ایک ہزار گوزے اور حبشی غلام  
چپ و راست کھڑے تھے۔ ۲۳ محلوں کی سیر کرنے کے بعد سفیر کو  
(صحن التسعینی) میں لیگئے۔ (صحن التسعینی) میں حبشی غلام  
لباس فاخرہ پہنے اور پورے طور پر مسلح کھڑے تھے، اور ان کے اسلحہ میں  
”برچہ، تبر، عصا، اور تلواریں تھیں۔ سفیر کو مع اپنے جلوس کے صحن  
التسعینی سے (دار السلام) میں لیگئے، جہاں لذت سے سسلی کے غلام  
دو در در کے برف کا پانی اور شربت وغیرہ لوگوں کو پلا رہے تھے۔

اس سیر کی طول مسافت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، کہ  
یہ لوگ سات مقام پر اس عرصہ میں استراحت کی غرض سے  
بیٹھے اور اتنے ہی باز پانی پیا۔ ابو عمر عدی الطرطوشی صاحب  
السلطان اور رئیس بلاد شام ایک سیاہ عبا پہنے اور سیف و منطقہ  
زیب امر کیسے، تمام سیر میں ان کے ہمراہ تھے۔

پیسہ کاہ خلافت

جب سفیر رزم قصر خلافت کی سیر کرچکا، تو حرم خلافت سے  
طلبی کا پیغام پہنچا۔

(خلیفہ "مقتدر باللہ" کے دیوان خاص کی عزت (قصر حسنی)  
کا وہ ٹکرا تھا، جو عین دجلہ کے کنارے واقع تھا اور (الناج) کے نام  
سے مشہور تھا۔ سفیر جب باریاب حضوری ہوا تو اس نے دیکھا کہ  
آبنوس کے ایک تخت پر خلیفہ عباسی متمکن ہے، اور دیبکی کا ایک  
زرافشان حلقہ پہنے ہوئے ہے، جس پر طلائی بیل بوٹوں کے بنائے میں

ۛ؎ ءون عثمانیہ

طرح گریز نہیں ہو سکتا کہ اسکی اس حرص پرورمی و طمع رانی ہی میں یقیناً اسکی آئندہ تباہی مضمر ہے۔

جنگ طرابلس سے مسیحی دہل کی باہم ساز و باز مصالح پرستی، اور حق کشی منظر عام پر آگئی تھی۔ جنگ بلقان نے اسکی مزید نائید کی اور اسکے ساتھ دنیا کو یہ بھی دکھا دیا کہ یورپ جس قدر آگ بھڑکا جائیگا، اسقدر امن و انصاف خطرے سے قریب تر ہوتا جائیگا۔

یورپ نے اعلان کیا کہ ”مسئلہ بلقان کی بابت جد-جگ نہیں ہوگی“ یہ اعلان غالباً مدبروں یورپ کی ظرافت پسندی نہ تھی بلکہ ایک سجدہ اعلان تھا، اور بیشک اگر اضار برستی نہ ہوتی تو یورپ کا یہ اعلان حرف بحرف صحیح ثابت ہو جاتا۔ دل یورپ کا ادنیٰ اشارہ جنگ رونگٹے کے نیچے کافی تھا۔ چند چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی انہی جرأت نہیں ہوسکتی تھی کہ وہ یورپ کی باشعورت اقتدار سلطنتوں کے خلاف مشورہ اداں۔

لیکن منع جنگ کا اشارہ ایوں ہوتا؟ ریاستہائے بلقان روس کے لواحقین میں سے تھیں، جنہیں وہ نہ صرف حوصلہ افزائی کے لیے، بلکہ اپنے مخصوص مصالح کے لئے اپنے حریف دہریہ دولت عثمانیہ کے مقابلہ کے لیے ہمیشہ سہ دہتا رہتا ہے۔ گوفرانس رائے سٹائن کوبراہ راست ریاستہائے بلقان سے کوئی تعلق نہیں، مگر وہ تعلق کیا کہ ہے کہ ان پر ایک ایسی سلطنت ظل گستر رہتی ہے جسکی خوشنودی و درستی انہیں اپنی ہر روز کمزور و مجہول مسلمان رعایا کی ہر دلعزیزی سے کہیں زیادہ عزیز ہے۔ دُلفاف مٹنٹ ( انگلستان، روس، فرانس ) کے ایک جنگ پر متفق ہو جانے کے بعد کوئی وجہ نہ تھی کہ اتحادِ ثلاثہ ( جرمن، اٹلی، اسٹریا ) اسکی مخالفت کرنا۔

دول یورپ کا یہ عذر کہ انہوں نے جنگ نورکنڈا چاہا مگر ریاستہائے بلقان راضی نہیں ہوئے، محض ابلہ فریبی و حیلہ طرازی ہے۔ کیا کوئی معمر ای عقل کا آدمی بھی یہ فرض کر سکتا ہے کہ جبل اسود کی سی چھوٹی ریاست، دول یورپ کے کسی ایک مشورہ کو بھی نامدظور کر سکتی ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ یورپ کی ساز و باز اور ملمع کار دروغ گوئی کی اس کثرت سے اور اس قدر جلد جلد رپے درپے شہادتیں مل رہی ہیں کہ اگر اب بھی اعلیٰ مشرق نہ سمجھیں، تو آئندہ انکے سمجھنے سے ہمیشہ کے لیے مایوس ہو جانا چاہیے۔

بہر نوع اعلان جنگ ہوا اور اسکے بعد فوراً ہی موسیو (پوائیکر) وزیر خارجہ فرانس کی تجویز اور انگلستان و روس کے اتفاق سے یہ اعلان کیا گیا کہ ”خواہ نتیجہ کچھ ہی ہو مگر فتحیاب کو اپنے ملک میں مزید اراضی کے الحاق کا حق نہ ہوگا یا بالفاظ دیگر فریقین کے ممالک میں کڑی جغرافیائی تغیر نہیں ہوگا“ موسیو (پوائیکر) نے یہ کیوں تجویز کیا تھا؟ صرف روس کی خوشامد کے لیے - انگلستان نے اس سے کیوں اتفاق لیا؟ صرف روس کو خوش کرنے کے لیے - اور خود روس کے اسکو کیوں پسند کیا؟ اسلیے کہ اسکا خیال تھا کہ بہادر ترکی فوج جسوقت اپنی بارکوں سے چلے گی، تو پھر (صوفیا) میں جانے دم لیگی - اسکو معلوم تھا کہ یونانی فوج جب اس سے برسر پیکار ہوئی نہی تو اسکا لیا حشر ہوا تھا - اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ آج یونان صرف اسواسطے ایک آزاد سلطنت نظر آنا ہے کہ اعلان جنگ کے بعد یہ بھی اعلان کر دیا گیا تھا کہ جغرافیائی حالت بدستور قائم رہیگی -

ہم پر رہم اکبر  
 یٰٰنَا لَکُم الْاٰیٰتِ  
 لِنُتَمَّ تَعَالٰی  
 قرآن مجید اپنا کوئی حکم بجز نہیں منواتا بلکہ جمیع احکام و ہدایات  
 تمہ ان کے دلائل و براہین بھی بیان فرمادیتا ہے۔ اس حکم میں  
 اس امر کی فرم گداشت نہیں کی گئی اور اس سے بعد کی آیات  
 بتلا با کہ مقصود یہ ہے کہ مسلمان ان کے شر سے محفوظ

سنو جی! تم کچھ ایسے سیدھے سیدھے کے  
لڑکے ہو کہ تم تو ان سے دبستی رکھتے ہو اور  
وہ تم سے مطلق دوستی نہیں رکھتے اور تم خدا  
کی ساری کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور وہ  
تمہارے قرآن کے منکر ہیں اور جب تم سے  
ملتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم بھی ایمان  
لے آئے ہیں اور جب اکیلے ہوئے ہیں تو  
مارے غصہ کے تم پر ابھی انگلیاں کاٹتے ہیں  
اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ اپنے غصہ میں  
جل مرو جو بغض ہماری طرف سے تمہارے  
دلوں میں ہے اللہ تو سب معلوم ہے مسلمانو!  
اگر تم کو کوئی فائدہ پہنچے تو ان کو برا لگتا  
ہے اور اگر تم کو کوئی ہزن پہنچے تو اس سے  
خوش ہوتے ہیں اور اگر تم ان اذو سے پرہیز  
کرو اور انعام میں زیادتی سے بچے رہو تو  
اطمینان رکھو کہ ان کے فریب سے تمہارا کچھ  
بھی نہیں بگڑے گا۔ بدو کہ جو کچھ یہ کہہ رہے  
ہیں اس کا دفعہ اللہ کے احاطہ قدرت میں ہے۔

ایک غیر مسلم کو وزیر خارجہ مقرر کرنے سے ترکی کے احکام  
اتنی کمی صریح مخالفت نہیں کی؟ اصل یہ ہے کہ قرآن کی  
دستی سے گدیے عالم کے سلطان اور قیصر و کسمی کی سلطنتوں کے  
الک بن گئے تھے۔ اب قرآن کو پس پشت پھینکے سے حاصل کی  
سلطنتیں کھو رہے ہیں۔ فاعتبروا یا اذی الابصار۔

( نور الدین از گوجرانوالہ )

✓✓ جنگ بلقان و دہل یورپ

—+•+—

تاریخِ جنگ پر ایک اجمالی نظر اور یورپ کے  
سیاسی تعلقات موجودہ

یورپ کا عام ادب، حفظ حقوق، اعانت مظلوم، رفاہ عہد، اور  
تعلیم پر درمی کے ادعا سے لبریز ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ وہ جذبہ  
وہابی (حکمرانی) کا اس درجہ حلقہ بگوش ہے کہ اسکی فرمانبرداری  
بہتر ہر قسم کی اخلاقی قربانیوں کے لیے بے دریغ ہو جاتا ہے۔  
اس عہد، غصب حقوق، اور زبردست آزاری خواہ کتنی مذموم  
ہو، لیکن اگر اسکے ذریعہ سے توسیع ملک میں مدد  
میں ہے تو اسکے استعمال میں اسکو ذرا بھی شامل نہیں۔ ممکن  
ہو، سطح میں نظریں ان حرکات کو اسکی کامیابی و سرسبزی کا  
موجہ جھتی ہوں مگر ارباب نظر کو اس امر کے اعتراف سے کسی

واقعیت فن سپہ گری سے خطرہ جان ہے۔ ہمارے پاس اسکا کافی جواب موجود ہے کہ ہم اس سے ناواقف نہیں ہیں مگر کلمہ توحید جسکی تعظیم کا اثر ہر مسلمان کے رگ رگ میں ہے، میدان سپہ گری میں جوہر دکھانے کے لئے تمام نقصوں کا کامل علاج ہے۔

بالفرض اگر یہی مان لیا جائے کہ جان کا خطرہ ہے بلکہ خط نہیں جان کا جانا متصور ہے تو یہی مسلمانوں کے عقیدے کے موافق نہ ایک عارضی چیز ہے، بمقابلہ اس کے آخرت مستقل ہے۔ علاوہ اس کے یہ یہ عقیدہ ہے کہ چاہے کسی قوم کی جائیں اور کسے ہاتھ میں ہوں، مسلمانوں کی جائیں اور کسے مالک حقیقی کے ہاتھ میں ہیں جنکو از وقت کوئی بھی نہیں لے سکتا۔ اگر مسلمانوں کا وقت آگیا ہے سبحان اللہ! اس سے بہتر موت اور کسے نہیں ہو سکتی جسمیں از درجہ شہادت حاصل ہوگا۔

یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں کے متجانب سے سلطنت برطانیہ، ایک ایسی قوم جو اپنے مذہب اور اپنے تاریخی روایات کے برعکس غلامی اور محکومی کیلئے سب سے زیادہ موزوں قوم ہے، متجانب مگر اس کا افسوس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ انگریزی قوم آپ کو آزادی کا علم بردار کہتی ہے، اور تجربہ شاہد ہے کہ وہ صدی کی مغلوب قوموں کو آزادی کے ایسے جد جہد کرنا سکھا چکی ہیں مسلمانوں کی قوم جسکی سلطنت کو گئے ہوئے پوری امدادی بھی نہیں گذری ہے اور جسکی دنیا میں ابھی اور ساطذ باقی ہے، کیوں اپنی گم گشتہ آزادی کیلئے اب ایک آخری حرک مذہبی سے باز رہے؟

[بہر اسلٹ ایک اسلامی انجمن کی جانب سے پچھلے مہینے ہمارے پاس پہنچا تھا جس کے آخر میں اسے منسوخ کیا گیا۔ ہم نے اس خیال سے شائع نہ کیا تھا کہ اس قسم کے خیالات کے اظہار سے کوئی نتیجہ حاصل نہیں۔ درخواست اور عرضداشتیں کبھی بھی کسی قوم کے مصائب کا علاج نہیں ہوئی ہیں۔ لیکن شائع کردہ ہے کہ ہم ان کم مسلمانوں کے خیالات اصلی کا تو اعلان ہے۔ اہلا

## ترکی کا وزیر خارجہ

ترکی کی وزارت خارجہ پر ایک ارمنی نسل کا مسیحی مذہب جسکا نام نورونگیان افندی ہے۔ غور کر، وزارت خارجہ کا جلیلہ کیسا ذمہ داری کا عہدہ ہے اور یہ بالکل صحیح ہے کہ سلطنت کے سیاہ و سپید کا مالک وزیر خارجہ ہوتا ہے۔ بعض رموز سلطنت کے ایسے ہوتے ہیں جن کو اجانب و اغیار سے پردہ خفا میں رکھنا بے ضروری ہوتا ہے۔ اسی بنا پر ایک اسلامی سلطنت کا وزیر خارجہ مسلمان ہونا چاہئے لیکن ترکی کو اس کا مطلق احساس نہیں یورپ کی مسیحی اقوام اسلام کے قلع و قمع پر تلی ہوئی ہیں وہ ہر وقت اسی دھن میں رہتی ہیں کہ بس چلے تو آل عثمان یورپ سے جلا وطن کر دیں، لیکن سلطنت عثمانیہ ایسی بھولے ہوئے ہے کہ انہی مخالفین و معاندین اسلام کے ایک فرد کو وزارت جیسے عہدہ جلیلہ پر ممتاز فرمانے سے دریغ نہیں کرتی۔ \* بین تفاوت رہ از کجاست تابکجا

قرآن مجید نے نہایت توضیح و تاکید سے فرمایا ہے کہ مسلم چاہیے کہ اپنے سوا کسی غیر کو اپنا رازدار دوست نہ بنائے کقواہ تہ یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دینکم لا یالونکم خبائلاً ودر ما عنکم قد بددت البغضاء من افراہم و ما تخفی

نہیں ہوا ہے، بلکہ روز افزوں ترقی دینا چاہی ہے۔ جنگ طرابلس اور جنگ متعدد ریاست ہائے بلقان کے بانی کار دل کو ہم نے اچھی طرح پہچان لیا ہے مگر اس وقت ہم کو اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ اگر آئندہ کوئی موقعہ پیش آیا تو ان شاء اللہ تفصیل سے بحث کریں گے۔ تازہ اخبارات سے مظالم بلغاریا کی جو تفصیل ہم تک پہنچی ہے، اسکی فہرست نہایت طویل ہے۔ مختصراً یہ ہے کہ بلغاریا کے سپاہیوں نے مسلمانوں کے گھر و زمینیں گھس کر ناکتخدا لڑکیوں اور عورتوں کو نہایت بیرحمی سے بے عصمت کیا اور مساجد کے ساتھ طرح طرح کی بے ادبیاں کیں۔ کیا دنیا کا کوئی انسان جسکی عزت کے ساتھ یہ برتاؤ کیا جائے اپنی حد پر قائم رہ سکتا ہے؟ ہر انصاف پسند طینت اسکا جواب یہی دیگی کہ ”ہرگز نہیں“۔ قطع نظر اس کے کیا دنیا کی کوئی قوم اپنی عبادت گاہوں کی بے حرمتی دیکھنا گوارہ کر سکتی ہے؟ اگر نہیں کر سکتی تو پھر کیا یہ واقعہ اسلامی دنیا کے لئے ایسا نہیں ہے کہ اسلام کے بچہ بچہ کو اس پر آمادہ کر دے کہ وہ وحدانیت کی قسم کھا کر اسکا بیڑہ اڑتا لے کہ اور ملعونوں کو واصل جہنم کر کے اور کئی قوم کو صفحہ ہستی سے مٹا دیگا؟ اور یہ نہوسکا توروہ خود اس عالم سے ناپید ہو جاوے گا کہ پھر کبھی ایسے جانگداز اور روح فرسا واقعات اس کے کانوں تک نہ پہنچیں؟

اسلام دنیا میں اسیلئے بھیجا گیا تھا کہ وہ دنیا کو آزادی، اخوت اور مساوات کی تعلیم دے۔ اس کے تمام پیرو آزاد اور بالکل آزاد ہوں۔ چنانچہ مسلمانوں کی تاریخیں اس قسم کے صدہا واقعات سے لبریز ہیں۔ لیکن آہ! ہم یہ کیا دیکھتے ہیں کہ آج کل تمام قوموں سے زیادہ مسلمانوں کی گردنوں میں غلامی کے طوق پڑے ہیں۔ مگر ہم کیا کہتے ہیں؟ کیا یہ طوق بگلو مسلمان مسلمان ہیں؟ کیا اسلام اور غلامی ایک ساتھ جمع ہو سکتی ہے؟ کیا جس قوم کے غلام آزاد ہوئے ہوں اس کے آزاد غلام ہو سکتے ہیں؟ کیا جو شخص اسلام کا مقدس ”فرض حریت“ نہ بجا لائے وہ مسلمان ہو سکتا ہے؟

یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ مسلمان آج تک تاج برطانیہ کے وفادار رہے ہیں بلکہ خود گورنمنٹ نے بھی غالباً یہی تصفیہ کر لیا ہوگا کہ مسلمان ایک قوم ہے جو ہمیشہ وفاداری کا عہد نباہ سکتی ہے لہذا ہم لوگ اس ادب اور تعظیم کے ساتھ جو ایک وفادار رعایا کو اپنی گورنمنٹ کے ساتھ ظاہر کرنا چاہیے، ملتئم ہیں کہ ہماری عرضداشت دو صورتوں میں سے جس ایک صورت کو پسند فرمایا جائے منظور ہو:

(۱) بلغاریا سے اس کے تمام تہذیب سوز اور وحشیانہ افعال کی پوری سختی اور قوت کے ساتھ باز پرس کی جائے اور قانون و تہذیب کے خلاف جو حرکتیں اس سے اور اسکی سپاہ سے سرزد ہوئی ہیں اور جنگی وجہ سے کئی لاکھ مسلمانوں کو طرح طرح کے جگر سوز اور طرح فرسا مصیبتیں گوارا کرنی پڑیں اور ہزارہا مسلمانان بلغاریا اپنی عزت و ناموس سے دست بردار ہونے پر مجبور ہوئے۔ اسکو تمام دل و جگر کے سامنے پیش کرے۔

(۲) با پھر یہ کہ گورنمنٹ غیر جانبداری کو بالای طاق رکھ کر ہم کو ہمارے ارادے پورا کرنے کے لئے آزاد کر دے۔ اول صورت کے لئے ہمیں یقین ہے کہ ہماری سلطنت کے وزیر خارجہ کا صاف الفاظ میں یہ جواب ہوگا کہ گورنمنٹ برطانیہ بوجہ غیر جانبداری کے ایسا کرنے سے معذور ہے۔ اگرچہ ہمارے پاس اس کے کافی دلائل موجود ہیں کہ گورنمنٹ ایسا کر سکتی ہے، مگر ہم کو اس پر زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں۔ پس غالباً ہماری گورنمنٹ کو ہماری عرضداشت کی درستگی صورت منظور کر لینے میں کوئی تاہل نہ ہوگا۔ کیونکہ زیادہ سے زیادہ اس صورت کے لئے گورنمنٹ کہہ سکتی ہے کہ عدم



(جیش الغرب) میں تیس ہزار سپاہی تھے جسکے کمانڈر (زکی پاشا) تھے۔ اس فوج کا مرکز (بلغاریا) کے جانب غرب اس مقام پر تھا، جہاں (کوسٹنڈیل) (کوچنہ) (عثمانیہ) (جمعہ بالا) (رسنہ) اور (جسر آغا صالح) واقع ہیں۔

(جیش الشرق) بلغاریا کے جنوبی حصہ میں تھا۔ (جیش الجذب) کے در حصے تھے۔ ایک حصہ زیر کمان (اسعد پاشا) (یانیا) کی طرف متعین کیا گیا تھا اور دوسرا حصہ حدود (الاصونیہ) پر مامور تھا۔ اس حصہ کی کمان کے لیے (رضا پاشا) کمانڈر قریخانہ تجویز کیے گئے تھے مگر انہوں نے اسکی کمان لینے سے انکار کر دیا، اسلئے انکے بدلے (حسن پاشا) کمانڈر مقرر ہوئے۔

اسی طرح فوج کا کچھ حصہ جبل اسود کی طرف بھی برائے نام بھیج دیا گیا تھا۔

خلاصہ یہ کہ اعلان جنگ کے وقت تمام یورپین ترکی میں کل فوج تین لاکھ پچاس ہزار تھی۔ اسکے مقابلہ میں ایک لاکھ پچاس ہزار سربیا کی، تین لاکھ پچاس ہزار بلغاریا کی، ایک لاکھ دس ہزار یونان کی اور تیس ہزار جبل اسود کی فوج تھی۔ یہ تمام فوج، جنکی مجموعی تعداد چھ لاکھ تیس ہزار تھی یکایک حدود عثمانیہ پر حملہ آور ہو گئی۔

(قرق کلیسا) (جسر مصطفیٰ پاشا) (ادیمتوقہ) (جمعہ بالا) (جسر صالح آغا) (جازوفہ) (کوچنہ) (سلطان تیدہ سی) (دودہ باغردان) (یوبا) (فتزہ) (زینعیترہ) (متر) (فتزہ) (پرانہ) (لورس) (الاصونیہ) میں جنگ شروع ہوئی۔ یونانی فوج ایک لاکھ دس ہزار تھی۔ اسکے مقابلہ میں عثمانی فوج صرف تیس ہزار۔ جسمیں (لورس) میں بارہ ہزار اور (بش بیدار) میں تین ہزار، باقی فوج دیدبانہ پر مامور تھی۔ (الاصونیہ) میں ۱۵ ہزار فوج تھی جسمیں سے پانچ ہزار جزیرہ نما (خالکیدنیکا) ر بندرگاہ (سالونیکا) میں اس غرض سے مامور کی گئی تھی کہ یونانی بحری فوج کو روکے، جو جنگی بیڑے کی کشتیوں سے نکلے (سالونیکا) کی طرف بڑھنا چاہتی تھی۔ اور باقی دس ہزار (الاصونیہ) میں لڑ رہی تھی۔

(قرق کلیسا) کے قریب (بلغاریا) کی ایک لاکھ دس ہزار فوج تھی، جسکے مقابلہ میں (قرق کلیسا) کے قلعوں میں صرف پچاس ہزار عثمانی فوج تھی۔

(یلور پاشا) کے سانہ صرف آٹھ ہزار عثمانی تھے، جنکے مقابلہ میں بلغاریا پرے دس ہزار تھے۔ (جسر مصطفیٰ پاشا) میں عثمانی فوج صرف ایک لاکھ تھی، مگر اسکے مقابلہ میں بلغاریا کی فوج دو لاکھ چالیس ہزار تھی۔ پچاس ہزار سربیا، اور ایک لاکھ نوے ہزار بلغاریا۔ ہمارے جیش الشمال میں بھی صرف تیس ہزار سپاہی تھے اسکے مقابلہ میں پانچ ہزار سربیا اور پینتالیس ہزار بلغاریا تھے۔ علاوہ ان بیس ہزار سربوں کے جو حدود جبل اسود پر تھے، خود حدود (سربیا) پر بھی نوے ہزار سپاہی موجود تھے، انکے مقابلہ میں عثمانی فوج صرف پچاس ہزار تھی۔ دشمن کی فوج ہماری فوج سے نہ صرف تعداد میں زیادہ تھی، بلکہ ساز سامان میں بھی ہماری فوج کے ساتھ تین میٹرلوز قسم کی توپیں، دو معمولی توپیں، پیدائے اور سوار تھے۔ علاوہ اسکے سفر میدا کی نقل و حرکت کے لیے ریل تھی اور توپوں کے لیے موٹر گاڑیاں۔ لیکن اسکے مقابلہ میں ہمارے ایک فرقہ میں کل دو توپیں میٹرلوز قسم کی تھیں، اور سفرمینا اور توپوں کی نقل و حرکت کے لیے محض بیل گاڑیاں !

تعداد و سامان کے علاوہ ایک بڑا فرقہ یہ تھا کہ دشمن کی فوج تربیت یافتہ تھی، بحالیکہ ہماری فوج میں اسی فیصدی غیر تربیت یافتہ تھے۔ ہماری فوج ردیف کی بلٹنوں میں ہر دھائی سو سواروں پر

یونانی جماعتوں میں عرصے سے چلی آتی تھی، اور خود بھی تینوں ریاستوں کے سفراء متعینہ (سینٹ پیٹر برگ) میں باہم اتفاق پیدا کرانے کی کوشش کی۔ چنانچہ اوائل سنہ ۱۹۱۲ء میں ہم ان فرقوں میں اتحاد کا دور دورہ دیکھنے لگے، جنمیں ہمیشہ باہم کشت و خون کا بازار گرم رہا کرتا تھا !

اس عرصہ میں چار سال کی وہ مدت گزر گئی جو اعلان دستور کے بعد بطور ہنگامی صلح کے قرار پائی تھی، اور ہم سننے لگے کہ صرفیا میں بلغاریا و دیگر ریاستہائے بلقان کے سفراء باہم حملہ مدافعت کی بابت معاہدہ کر رہے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ ہم سے زیادہ (آسٹریا) کو ہماری سلطنت کے متعلق علم تھا۔ چنانچہ کونت (پرچبولڈ) وزیر خارجہ (آسٹریا) نے تمام دارالسلطنتہائے یورپ کا اس غرض سے دورہ شروع کیا کہ احکام معاہدہ برلن کی رعایت پر درات عثمانیہ کو مجبور کیا جائے اور کفایت ہو کر اس معاہدہ کی بھی اطلاع دیدی۔

اس عرصہ میں قوم نے بھی یہ محسوس کر لیا تھا کہ اسکا اصلی دشمن کون ہے؟ اسلئے (سعید پاشا) کی وزارت کے بعد جو وزارت بیٹھی، اس نے فوراً اعلان کر دیا کہ ”دولت عثمانیہ (مقدونیہ) میں اصلاحات نافذ کرنے کے لیے بالکل تیار ہے“ لیکن ریاست ہائے بلقان نے اپنے پس پردہ دل کی جرات افزائی سے شہ پاکر (مقدونیہ) کی کامل خود مختاری کا مطالبہ شروع کر دیا۔ باب عالی نے یہ مطالبہ نامنظور کیا اور ۱۸ - اکتوبر سنہ ۱۹۱۲ء کو اعلان جنگ ہو گیا۔

\*\*\*

اعلان جنگ کے وقت

اعلان جنگ سے پہلے ہماری فوج کی یہ حالت تھی کہ مارچ سنہ ۱۹۱۱ء میں محمود شوکت پاشا اپنے عہدہ وزارت جنگ میں نظام فوج کے اندر ایک عظیم الشان تغیر کر چکے تھے۔ لیکن اسکے بعد باقاعدہ فوج کے اکثر پرانے افسر معزول ہو گئے، نئے ریجمنٹوں کے ساتھ وہ تمام باقاعدہ دستے بھی ملحق کر دے گئے جو تعداد میں ۴ سو تھے۔

محمود شوکت پاشا جسوقت اس عہدہ سے علیحدہ ہوئے، اسوقت نئے ریجمنٹوں کے انٹر سپاہیوں کی مدت ملازمت خدمت ختم ہو چکی تھی، اسلئے اکثر ریجمنٹ تجربہ کار سپاہیوں سے خالی ہو گئے تھے اور سپاہیوں کی تعداد بھی کم ہوتی گئی تھی۔ اعلان جنگ سے قبل مختار پاشا کو اعلان جنگ کے امکان کا یقین نہ تھا۔ (کیونکہ یورپ کی تمام بڑی سلطنتیں یقین دلا رہی تھیں کہ ریاستہائے بلقان جنگ نہیں کریں گی۔ الہلال) مگر تاہم قسطنطنیہ میں اتحادیوں کے مظاہرات کی وجہ سے انکا استعفاء دیدینے کا قطعی ارادہ تھا۔

اعلان جنگ کے وقت ہماری یہ حالت تھی کہ جسوقت باب عالی نے جنگی تیاری کا حکم دیا ہے اسوقت (ادریا نرپل) کے علاوہ تمام (مقدونیہ) میں بہت تھوڑی فوج موجود تھی۔ سامان جنگ قریباً مفقود تھا اور سفرمینا کا سامان بیل گاڑیوں پر جانا تھا۔ دشمن حدود عثمانیہ میں گھسا آرہا تھا اور ہم ابھی فوج کے جمع کرنے ہی میں مصروف تھے۔ اسکے علاوہ ہماری فوجی تربیت بھی بلغاریا کی فوجی تربیت سے گری ہوئی تھی۔ کیونکہ باقاعدہ فوج ہمیں (ایشیا) سے لانی تھی اور یہاں جو ردیف فوج موجود تھی وہ امور جنگ سے محض ناواقف تھی۔ ان مشکلات کے ساتھ جسقدر فوج ہم جمع کرسکے، اسکو ہم نے چار حصوں پر تقسیم کر کے ہر حصہ کو ایک خاص نام سے موسوم کر دیا۔

ایک حصہ کا نام (جیش الشرق) دوسرے کا نام (جیش الغرب) تیسرے کا نام (جیش الشمال) اور چوتھے کا نام (جیش الجذب) تھا۔ (جیش الشمال) میں ۴۰ اور ۵۰ ہزار کے درمیان میں سپاہی علی رضا پاشا کے زیر کمان تھے۔ (جیش الشمال) سے درکمپنیاں اور کمان (فتح، پاشا) اور (جارید پاشا) سربوں کے حدود پر مامور تھیں

نے کوئی تشفی بخش تصفیہ نہ کیا اور بات بڑھی تو یورپ کا امن عام ضرور خطرہ میں ہوگا۔ اور اس کے بعد یہ نہکتہ بھی سمجھا میں آجاتا ہے کہ جو سلطنتیں پہلے مداخلت کرنا نہیں چاہتی تھیں وہ اب اس قدر صلح کے لیے کیوں کوشاں ہیں؟ اور یہ کیوں طے کیا جا رہا ہے کہ متفقہ طور پر باب عالی پر زور ڈالا جائے کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو صلح کر لے؟

## جنگ بلقان کے حوادث و واقعات

ایک تفصیلی نظر

(ایک عثمانی مصری مفہم استاذ کے قلم سے)

فخر کائنات صلح نے فرمایا کہ ”مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی ہے۔ جب ایک عضو کو مرض کی شکایت ہوتی ہے، تمام جسم اس کو محسوس کرتا ہے“ اسی لیے بوجہ ان مصائب و آفات کے جو ہمارے عثمانی بھائیوں پر اجل نازل ہو رہی ہیں مصری مسلمانوں کو حزن و الم کی حالت میں دیکھتا ہوں چونکہ میں نے اپنی آنکھوں سے ان جگرخون کن مصائب ایک حصہ دیکھا ہے جو باشندگان مقدونیہ و عثمانی قیدیوں، اتحادیوں کے قبضہ کے بعد سے نازل ہو رہے ہیں اور نیز یونانیوں، اس وحشیانہ برتاؤ کو دیکھا ہے جو وہ عثمانی قیدیوں کے ساتھ کر رہے ہیں، اسلئے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنے مشاہدات، خلاصہ سے اپنے مصری بھائیوں کو مطلع کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”وہ اس وقت تک کسی قوم کو نہیں بدلتا“ جب تک وہ اپنے آپ کو نہ بدلے“ اسلئے یہ بدیہی ہے کہ کچھ ایسے مادہ و اخلاقی اسباب ضرور ہیں جو ہمارے اس تنزل و شکست کا موجب ہو رہے ہیں۔

اخلاقی اسباب کو میں مورخین اسلام کے لیے چھوڑ دیتا ہوں اس وقت صرف مادی اسباب و علل کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ عذابی صوبہ مقدونیہ چار سال قبل اجنبی (یورپی) نگرانی میں تھے، لیکن بایں ہمہ امن نہ تھا، جسکی وجہ سے یورپیوں مقاصد کے فروغ کو بہت نقصان پہنچتا تھا۔ مدبریوں دول (روس و انگلستان) شہر (ریوال) میں جمع ہوئے اور طے کیا کہ ”مقدونیہ کا نظریہ حکومت بدلدینا چاہیے“ یہ تجویز ابھی عملی صورت اختیار کرنے نہیں پائی تھی کہ دولت عثمانیہ میں فوجی انقلاب برپا ہو گیا۔ اس انقلاب نے اس تجویز کو ہنگامی طور پر ملتوی کر دیا۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں حکومت کی طرف سے ایسی کارروائیاں ہوئیں، جو بلغاریہ انجمن کے دوبارہ قیام کی باعث ہوئیں اور اس نے پھر دولت عثمانیہ سے (مقدونیہ) کے لیے نظام غیر مرکزی کا مطالبہ کیا حکومت نے اس کو نا منظور کیا۔ بلغاریوں میں پھر جماعت بندیان و گروہ بازیاں شروع ہو گئیں اور یورپ کو متوجہ کرنے کے لیے جابجا تباہ کن گولے پھینکے جانے لگے۔ اس کے بعد زمانہ اس طرح گزر رہا تھا کہ ایک طرف تو ان گروہوں کی قوت بڑھتی جاتی تھی اور دوسری طرف حکومت کی کارروائیوں کو ناپسند کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہو رہی تھی۔

سال گذشتہ کے اواخر میں بلغاریہ عثمانیوں نے یورپ میں چند وفود بھیجے، جنکی غایت یہ تھی کہ دولت عثمانیہ احکام معاہدہ برلن کی کماحقہ رعایت کرنے پر مجبور کی جائے۔ مگر ان وفود کو یورپ میں بجز روس کے اور کوئی مددگار نہیں ملا۔ روس نے یہ دیکھا کہ سلاوی عنصر کی نجات اس وقت تک نہیں ہوسکتی، جب تک ریاستہائے بلقان میں اتحاد نہ ہو جائے، اسلئے اس نے ریاستہائے بلقان کو پہلے اس باہمی ناچاقی کے دفع کرنے کی صلاح دی، جو بلغاریہ، سربو، اور

لیکن فتح و شکست کی تقسیم بالکل خلاف امید ہوئی۔

ہوا کا رخ بدلہ ہوا دیکھ کر خیالات کا رخ بھی بدلتا اور سب سے پہلے اخبارات نے یہ سوال اٹھایا کہ بلقانیوں کو کیوں نہ اس فتح کے ثمرات سے متمتع ہونے کا موقع دیا جائے، جس کے لیے انکی ہزارہا جانیں کام آئی ہیں“ اعلان جنگ پر ابھی نصف ماہ سے زائد نہیں گزرا تھا کہ (روس) سے یہ آواز بلند ہوئی: ”نہایت نا انصافی ہوگی اگر ریاستہائے (بلقان) کو ان فتوحات سے ثمرہ اندر نہ ہونے کا موقع نہ دیا گیا جس کے لیے انہوں نے اپنی نہایت عزیز جانیں دی ہیں“ اس کی صداے بارگشت (انگلستان) و (فرانس) سے بھی آئی اور مستر ایسکوٹنہ اور موسیو پوانیکر بھی وہی کہنے لگے، جو ایک روسی مدبر کہہ رہا تھا۔ گو (جرمن)، (آسٹریا)، اور (رومانیا) بھی چاہتی تھیں، کہ نقشہ ملک میں تغیر نہ ہو، مگر روس کے ساتھ (انگلستان) اور (فرانس) کے ہم آہنگ ہو جانے سے مجبوراً انکو خاموش ہو جانا پڑا۔ لیکن (آسٹریا) نے تغیر جغرافیہ کی مخالفت سے اس شرط پر دست کشی اختیار کی کہ ”البانیہ ریاستہائے بلقان میں تقسیم نہ کر دیا جائے“ کیونکہ اگر البانیہ انکو ملجائے، تو سلاوی (ملاہین) عنصر کا غلبہ ہو جاتا، جو (آسٹریا) کی ہستی کے لئے سخت خطرناک ثابت ہوتا۔ اس نے اس امر کی بھی مخالفت کی کہ (سربو) کو بحر (ایڈریاتک) میں ایک بندرگاہ و اسلحہ خانہ بنانے کی اجازت دیجائے۔

(آسٹریا) نے سربو کو متنبہ کر دیا کہ وہ مطالبات میں اعتدال سے کام لے اور بحر (ایڈریاتک) میں بندرگاہ کے مطالبہ سے دست بردار ہو جائے۔ (سربو) نے آسٹریا کے مقابلہ میں سختی کی، اور اپنے ارادے پر نہایت مضبوطی سے قائم رہنے کا اظہار کیا۔ ادھر ائتلاف مٹاٹ نے بھی سربو کی طرف اس خیال سے اظہار توجہ کیا کہ آسٹریا در جائے اور اپنی مخالفت سے باز آجائے، مگر (آسٹریا) کو معلوم تھا کہ یہ موقع کمزوری دہانے کا نہیں ہے۔ اسکی آبادی کا ایک تہائی سلاوی عنصر ہے اسلئے اگر آج وہ (البانیہ) کا مختار کل ہو گیا تو کل آسٹروی ممالک کا بھی مالک سمجھنا چاہیے۔

(آسٹریا) نے ایک طرف تو جنگی تیاری کا حکم دیا اور سربو سے کہدیا کہ ”اگر تم اپنے فتوحات سے صرف فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو ہم کو اس سے کچھ تعرض نہیں، لیکن اگر تم قبضہ و ملکیت چاہتے ہو تو اس سے ہمیں قطعی اختلاف ہے“ خواہ اس اختلاف کا نتیجہ جنگ ہی ہو اور اسمیں تمہارے ساتھ ائتلاف مٹاٹ بھی شریک ہو جائیں۔ اور دوسری طرف اتحاد کی تجدید کی اور اپنے حلیفوں سے وعدہ لے لیا کہ اگر ائتلاف مٹاٹ کے (سربو) کی حمایت میں ہتھیار اٹھائے تو وہ بھی میدان جنگ میں انر آئیں گے۔ ائتلاف مٹاٹ نے یہ دیکھا کہ (بلقان) کی چھ لاکھ فوج اور اس کے ساتھ روس کے لاکھوں سپاہیوں سے بھی (آسٹریا) کے ارادہ میں فرق نہیں آیا تو مجبوراً (البانیہ) کی خود مختاری تسلیم کر لی۔

گو یہ نزاع طے ہو گئی ہے مگر ہم حفظ مانعہ کے لیے آسٹریا کو ۶ فوجیں اور ایک بیڑہ، اور روس کو ایک کثیر فوج اس کے مقابلے کے لیے تیار رکھنا ضروری ہے، کیونکہ جنگ کا چھڑ جانا ہر وقت ممکن ہے۔

(رومانیا) بھی جواب تک نہایت خاموشی سے رفتار جنگ دیکھ رہی تھی، تقسیم ممالک کے وقت خاموش نہ رہسکی اور اعلان کر دیا کہ ”اگر اس تقسیم میں اس کو کچھ نہ دیا گیا تو وہ تغیر نقشہ کی مخالفت کریگی“۔

خود اتحادیوں میں بھی خانہ جنگی ہو گئی اور یونان اور بلغاریوں میں سبائیوں کی بابت تلوار چلتے چلتے رہ گئی۔

ان حالات کے دیکھتے ہوئے ماننا پڑتا ہے کہ اگر صلح کانفرانس

## مجرب و آزمودہ شرطیہ دوائیں جو ہادائی

قیمت نقد تا حصول صحت

دیجاتی ہیں

— \* —

### زرد کن

داڑھی منبجھ کے بال اسے لگائے کہلے اور لنبے پیدا ہوتے ہیں ۔  
۱ تولہ دو روپے

### سر کا خوشبودار نیل

داربا خوشبو کے علاوہ سیاہ بالوں کو سفید نہیں ہوتے دیتا۔ نزلہ و زکام سے  
بچاتا ہے شیشی خورد ایک روپے آٹھ آنہ کلاں تین روپے

### حب قبض کشا

رات کو ایک گولی کھائے سے صبح اجابت یا فراغت اگر قبض ہو دور  
۱ درجن ایک روپیہ

### حب قائم مقام افیون

انکے کھائے سے افیم چاندو بلا تکلیف چھوٹ جاتے ہیں فیلولہ پانچ روپے

### حب دافعة سيلان الرحم

لیسدار رطوبت کا جاری رہنا۔ مورت کے لئے وبال جان ہے اس دوا سے  
اہم - دور روپے

### روغن اعجاز

کسی قسم کا زخم ہو اسکے لگائے سے جلد بھر جاتا ہے بدبو زائل - نا سر ر  
بھگندر - خنا زیر کے گھاٹ - کار بنگل زخم کا بہترین علاج ہے ۔ ۱ تولہ دو روپے

### حب دافع طحال

زردی چہرہ - لغوی کسڑی دور مرض تلی سے نجات - قیمت  
۱۰ ہفتہ دو روپے

### برالسااعة

ایک دو قطرے لگائے سے درد دانت فوراً دور - شیشی چار سو موزن کے لئے  
۱۰ روپے

### دافع در دکان

شیشی مدھا بیماروں کے لئے - ایک روپے

### حب دافع بواسیر

بواسیر خونئی ہو یا بادی ریحی ہو یا سادی - خون جانا بند اور سے  
درد بخود خشک - قیمت ۲ ہفتہ دو روپے

### سرمه صمیره کراماتی

مقوی بصر - معافہ ہانکی - دانہ جال - دھند - غبار - نزول الماء - سرخی -  
بضع بصر وغیرہ \* فیلولہ مدھا سلاتی سنگ بضع دو روپے

— \* —

## جوهر عشبہ مغربی

مع چوب چینی وغیرہ

جس کو انگریزی میں سانس ابرہ کہتے ہیں

جس امراض کا علاج شد و مد سے سلطنت جسم میں تباهی کر ڈیوالا ہوتا ہے آنکو  
خرب کرنے کا الہ (تاریخہ) اگر کوئی ہے تو یہ جوہر ہے - جب بگل خون انڈیا  
درجہ تک پہنچ کر خون کو زہی کردے اس وقت اسکو درست کرنا چھو تر اس  
جوہر عشبہ کو استعمال کر - یہ مرض کو قبولاتی نہیں بلکہ عالم وجود سے ہوتا ہے -  
جوہر عشبہ انسان کے خون کو صاف کرنے کی مسئلہ دوا ہے - اسکے استعمال سے  
خون گندہ نہیں ہوتا - اس واسطے یہ محافظ صحت ہے - جوہر عشبہ کو  
میکٹیکل افیسر - پروفیسر علوم طب اور حکماء خون سے سمیت دور  
کرنے کا علاج قرار دیا ہے - جوہر عشبہ تبدیلی موسم کی وجہ سے جو جسم پر  
پہرے ، پھنسیاں ، دھبے وغیرہ ہوتے ہیں ان سب کو دور کرتا ہے - جوہر عشبہ  
خفا زہر کے باعث جب زخم یا ناصور یا بھگندر یا چنبل یا سیاہ داغ جس پر سے چھلکے  
آتے ہوں یا زرد آب نکلتا ہو یا خارش زیادہ سکتی ہو یا خاص موسموں میں زخم  
یا جسم پر دانے پیدا ہوتے ہوں - ہوائے سرد سے سر بہاری ہو جاتا ہو یا جسم پر  
دھیر نکلتے ہوں ، سب کے لئے اکسیر ہے -

## انگریزی دوکانوں اور ولایت کے تیار کردہ

عشبہ برہہ آمیزش شراب ایک تو مدھا نایا دوسرے خون کو گرم کردیتے  
ہیں کیونکہ وہ سرد ملکوں کے لئے گرم اجزاء سے بنائے جاتے ہیں -

## ہمارے جوهر عشبہ و چوب چینی کی فضیلت

یہ ہے کہ یہ اس دس کی طبائع کے خیالات کو ملحوظ رکھ کر سرد و ٹھنکی ،  
جوش خون کو روکنے والی ادویہ سے مرکب کیا گیا ہے - جس سے خون میں  
ٹھنک پیدا ہوتی ہے اور جوش خون دور ہو جاتا ہے -

— \* —

تجربہ کرنے دیکھ لو! جب ہاتھ پاؤں میں سوزش ہو - جب جوڑوں  
میں درد ہو - جب چہرہ پر سیاہی معلوم ہو -  
جب ہڈیاں بھول جائیں اور رات کو درد سگائے - جب سر یا داڑھی کے بال گرنے  
لگیں - جب سر پر تلم بھونک بننے سے گنہ کی صورت بھجائے تو اسکو پلانے سے نلم  
شکائیں دور ہو جاتی ہیں - برسوں کے زخم ، ناصور ، بھگندر دنوں میں بھر جاتے  
ہیں -

— \* —

بڑی مستند شہادت { اس جوہر کے مؤثر ، سریع العمل اور مفید ہونے کی یہ  
ہے - کہ موجودہ اور گذشتہ اطباء یقیناً ہو کر لکھتے ہیں -  
اگر یہ جڑی بوٹی دنیا میں ظاہر نہ ہوتی تو ہم نہیں کہہ سکتے ہزاروں موزن ہر  
ملک اور شہر میں قلعہ ہرگز زندہ نہ رہتے ہر جگہ - مگر چوب چینی و عشبہ  
کے ظاہر ہونے سے پھرے پھنسیاں اور خون میں سمیت حیوانی یا نباتی سرایت  
کرنے سے جو رذی و موزی امراض پیدا ہوں سب دور ہو جاتے ہیں - جب تلم  
جسم پر خارش ہو - خراب اور مرطوب آب و ہوا میں رہنے سے بھوک بند ہو جائے - دو  
مق النساء سگائے تو اسے آزمائیں -

قیمت فی شیشی تین روپے

حکیم غلام نبی زبدہ الحکما - لاہور



مجموعی طور پر نتیجہ یہ ہوا کہ (اوسٹوما) کی فوج جو بلغاری فوج کی پیشقدمی کو نہیں رک سکتی تھی، (سالونیکا) کی مدافعت کے لئے (نیچہ) کے خط دفاع میں آگئی اور اس طرح دشمنوں کو بڑھانے کا اور موقع مل گیا۔

(نیچہ) کے سب سے پہلے معرکہ میں ایک ہزار تیس سو عثمانی زخمی ہوئے، دوسرے معرکے میں عثمانی فوج کے قلب کی ایک عیسائی پلٹن بھاگ نکلی اور بلغاری فوج نے فوراً اسکی جگہ پر قبضہ کر لیا۔ جسکی وجہ سے عثمانی فوج کا موقع (پوزیشن) نہایت نازک ہو گیا تھا، مجبوراً اسکو (نیچہ) چھوڑ کے (واردار) کے بالمقابل چلا آنا پڑا۔

(سالونیکا) کے ایک طرف یونانی محاصرہ کئے پڑے تھے، اور دوسری طرف سے سربیا کی فوج گھیرے ہوئی تھی۔

گو (اوسٹوما) کی فوج جو اسوقت (سالونیکا) میں موجود تھی (جسر صالح آغا) کی مدافعت کر سکتی تھی، لیکن (کوچہ) سے دشمن کی پیشقدمی نے اسکی واپسی کا راستہ رک دیا تھا۔ دشمن کی فوج سرد مرکز (درآمد) اور (سبروز) پر بی قابض ہو گئی اور وہاں سے (قولہ) پہنچ گئی۔

فوج (واردار) کی ناکامی کا قصہ یہ ہے کہ یہ فوج صحراء (کوچہ) میں ۲۸ اکتوبر سنہ ۱۹۱۲ ع تک حیرت انگیز سخت وبسات سے لڑتی رہی، لیکن اسکے بعد اسکے چند مسیحی دستوں نے فریب دیا، جسکی وجہ سے فوج کا سارا نظام برباد ہو گیا، اور مل سامان جنگ (کوچہ) ہی میں چھوڑ کے فوج (مناسٹر) چلی آئی۔ اس واپسی کے اسباب بجز اسکے اور کچھ نہ تھے کہ تویس عین

وقت پر نصبگاہوں پر نصب نہیں ہوئیں تھیں، اور مسیحی سپاہی بھاگ نکلتے تھے، نیز پانی نہایت شدت سے برسنے لگا تھا۔ (دوربشا) نے پلٹن جسکا واپسی کا راستہ (دیخوفید) میں قطع کر دیا تھا، اور جو دشمن کی فوج میں ہر طرف سے گھیرے ہوئی تھی اور پھر تعداد بھی جسکی صرف ۸ ہزار تھی، یہ واقعہ دنیا میں یادگار رہے گا کہ نہایت ثابت قدمی سے مدافعت کرتی رہی بلکہ (الواء درآمد) کے جس پر دشمن قابض ہو چکے تھے اس سے واپس بھی لے لیا، لیکن

جب اس نے (آدربا نوبل) کی فوج سے ملنا چاہا تو اپنے آپ کو دشمنوں میں گھرا ہوا پایا۔ مجبوراً (درآمد) سے آگے نہ بڑھ سکی (اشقورہ) اور (یانید) ابھی تک ہمارے ہاتھ میں تھے اور

البانیا کے جنوبی حصہ پر اسوقت تک دشمن قابض نہیں ہو سکے۔ سرب کی جو فوج البانیہ کی طرف بڑھ رہی تھی، وہ اسواسطے رک گئی۔ کہ (اسٹریا) کے سرب سرحدر پر فوج جمع کرنا شروع کر دیا ہے اسلئے جواب میں (سربیا) نے اسٹریا حدرہ پر فوج جمع کر رہی ہے تمام مغربی مقامات بھی مثل (دراج) (برزین) (برشنہ) (مہتر فیتزہ) وغیرہ کے اب تک دشمنوں کے قبضے میں نہیں آسکے ہیں اور بے سروسامان عثمانی سپاہیوں نے فاقہ مستی کی حالت میں لو لڑ کر انہیں محفوط رکھا ہے۔

ہماری ان تمام ناکامیوں کی ایک بڑی وجہ باشندوں کی ہجر بھی ہے۔ کیونکہ یہ ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ یہاں کی بقاء فوج بہت تھوڑی تھی۔ زندہ تریدیف فوج تھی۔ رنہف فوج سپاہی یہ دیکھتے کہ انکے اہل و عیال ہجرت کر کے دوسری جگہ جا رہے ہیں کبھی فوج میں نہیں رہ سکتے، کیونکہ انکی حفاظت کے لئے وہ بھی انکے ہمراہ جانا چاہتے ہیں۔ مجمع نہایت افسوس کے ساتھ کہ پڑتا ہے کہ روملی کے باشندوں نے ضرورت کے لئے ضرورت بھی ہج کی جسکی وجہ سے اثر و نف کے سپاہی چلے گئے۔

گو مقدونیہ میں ہماری حالت اسدرجہ خراب تھی، (شٹلجا) میں بحمد اللہ ہماری حالت باوجود تمام اسباب بخلا کے غالبانہ و فاتحانہ رہی ہے۔ ایشیا سے جسقدر کرد، عرب، اور آئے ہیں سب (شٹلجا) میں جمع ہو رہے ہیں۔ (باقی آئند

صرف ایک افسر تھا حالانکہ دشمن کی فوج میں ہر ایک ہلک میں ایک یوز باشی اور پلٹن کے افسر تھے۔

اوائل جنگ میں بلغاری فوج در غیر قلعہ بند مقامات یعنی (جمعہ بالا) اور (شاردہ) پر قابض ہو گئی اور (لورس) کو یونانی فوج نے مسخر کر لیا، مگر عثمانی فوج بھی سرب ممالک میں پانچ کیلو مٹر تک بڑھی چلی گئی۔

جنگ کے بعد

آغاز جنگ میں عثمانی فوج چار دن تک مدافعت کرتی رہی۔ کیونکہ تمام عثمانی محافظ فوجوں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ دشمن کی فوج ہر مقام پر اس سے کئی گنا زیادہ ہے، لیکن چار دن کے بعد بعض افسروں نے مدافعت کے بدلے حملہ شروع کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب حملہ میں کامیابی نہیں ہوئی تو عثمانی فوج پیچھے ہٹی اور (قرق کلیسا) کی محافظ فوج قلعوں کو نہ سنبھال سکی۔ یہ مدافعت کے بدلے حملہ آوری ہی کا نتیجہ تھا کہ (مصطفی پاشا) کا پل

مسخر ہو گیا، اور (آدربا نوبل) کا بلغاریوں نے محاصرہ کر لیا۔

(جسر مصطفی پاشا) کے مسخر ہوتے ہی (آدربا نوبل) کے مشرق و مغرب سے بلغاری فوج آمد آمد کر آئے اور جنوب کی طرف پیش قدمیاں کرنے لگی۔ ان آنے والی فوجوں میں سے ایک حصہ (درہ اغاج) تک پہنچ گیا، جس نے (قسطنطینیہ) اور (سالونیکا) کی قربوں کا نقطہ اتصال منقطع کر دیا۔ رسد رسانی کے لئے بحری راستہ توچلے ہی سے مسدود تھا، مگر اس نقطہ اتصال کے منقطع ہوجانے سے ریل کے ذریعہ سے بھی رسد رسانی ناممکن ہو گئی۔ (قرق کلیسا) کی شرقی جنوبی جانب سے جو بلغاری فوج آ رہی تھی وہ (شٹلجا) پہنچ گئی، لیکن خیریت یہ ہوئی کہ وہاں رنہف کے بدلے باقاعدہ فوج مدافعت کے لیے مامور کر دی گئی تھی۔

(آدربا نوبل) کے محاصرہ سے جسقدر بلغاری فوج بچتی رہے (تکفور طاعی) کی سرحد پر پہنچ گئی۔ معرکہ (قرق کلیسا) (شٹلجا) اور (آدربا نوبل) میں بلغاری نقصانات کی بابت یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ اسکے ایک لاکھ نوے ہزار سپاہی کام آئے ہیں۔

شمل میں (عابی رضا پاشا) کی شہادت کا قصہ یہ ہے کہ عثمانی فوج کو جو حدرہ (سربیا) میں بڑھتی چلی گئی تھی، بوجہ چند (قرمانروہ) کے خط دفاع تک پیچھے ہٹ آنا پڑا۔ جسوقت یہ فوج ہٹنے آ رہی تھی، اسوقت (کمانو) میں چار دن سے سرب و عثمانی فوجوں میں لڑائی ہو رہی تھی۔ اس معرکہ کا خانہ سربا کی پیش قدمی پر ہوا اور فوج کو وہاں سے ہٹنے (اسکوب) میں آگے کا حکم ملا۔ لیکن (اسکوب) میں آگے دیکھا تو واپس آنے والی فوج میں سے کل دس یا پندرہ ہزار سپاہی ہٹ گئے تھے، اور وہاں ردیف کے جسقدر آدمی تھے وہ سب اپنے اپنے گھر بھاگ گئے تھے۔ یہ حالت دیکھتے کمانیر موصوف نے یہ فیصلہ کیا کہ (اسکوب) اپنی مدافعت نہیں کر سکتا۔ اسلئے فوج کو حکم دیا کہ (مناسٹر) چلے اس فوج سے ملے جو (کوچہ) سے ہٹ آئی ہے اور وہاں مقیم ہے۔ حدرہ (مناسٹر) سے اس بغیر مقابلہ کی واپسی کا یہ نتیجہ ہوا کہ سرب فوج (کوچہ) سے لیکے (برلبہ) تک کے تمام مقامات پر بغیر مقابلہ کے قابض ہوئی چلی آئی، (واردار) سے جو فوج ہٹے (مناسٹر) آئی تھی، اس کا پچاس ہزار سرب سپاہیوں سے چار دن تک مقابلہ رہا۔

(الاصوفیہ) میں ابتداء میدان ہمارے ہاتھ رہے۔ حتیٰ کہ ہماری فوج یونانی برہوں پر قابض ہو گئی، لیکن آخر میں جنگ کا رخ بدل گیا، اور ہماری فوج مجبوراً ۳۱ اکتوبر سنہ ۱۹۱۲ ع کو (نیچہ) کی طرف ہٹ آئی۔

(جیشن غربی) کی ماتحت فوج کی (واردار) میں واپسی، بلغاری فوج کی (کوچہ) سے (سالونیکا) کی طرف، پیشقدمی، اور یونانی و بلغاری فوج کا (سالونیکا) کا محاصرہ، ان تمام امور کا

لا اله الا الله محمد رسول الله

# آشائے آلا

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

میر سرتول مرچھوی

مسلمہ اعلیٰ علامہ اعلیٰ

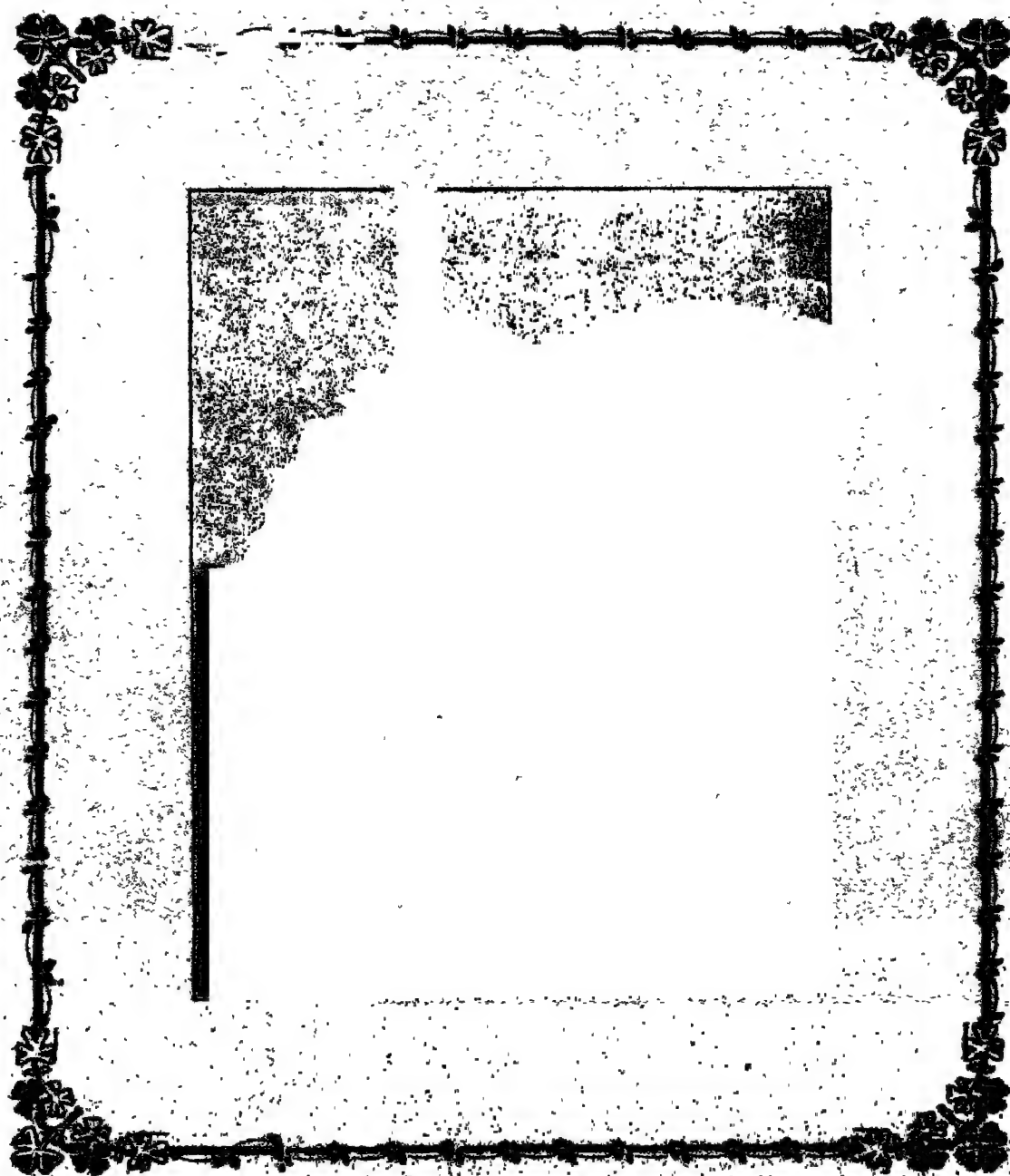
قیمت  
سالانہ ۸ روپیہ  
شعبہ ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۲

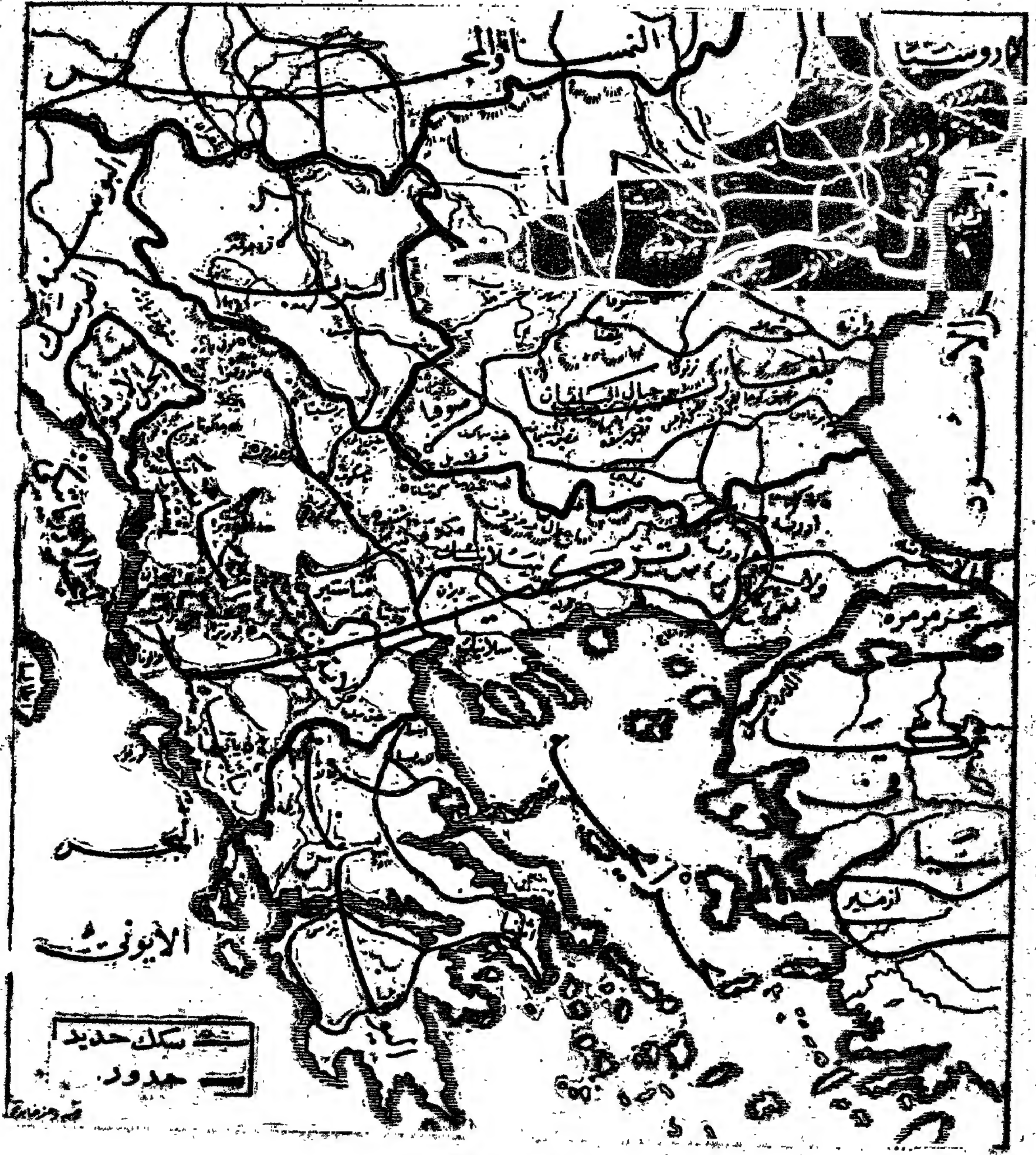
کلکتہ: جہاوشنبہ ۱۳ مفر ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta: Wednesday, January 22, 1913

۳







فرہنگ بعض الفاظ عربیہ

— \* —

(استانہ)	قسطنطنیہ
(امزہ)	ایڈریا ٹریل
(بحر مرمر)	مارمورا
(بحر ایجہ)	ایجیئن سی (جس میں جزائر ساموس وغیرہ واقع ہیں)
	(رہی سرحد تھا)

یونان کی سرحدیں

- (الچیل السود) مانی نیکر
- (ایٹلیا) الٹھوس دار الحکومت یونان
- (سنگ حديد) یعنی ریلوے لائن کا خط - (حدود) یعنی وہ موٹی حدود جو ترکی حدود حکومت کر ریاست ہائے بلقان
- یونان سے علیحدہ کرتی ہے۔
- (یہ نقشہ قسطنطنیہ کے مکتب عربیہ کے جغرافیہ سے طیار کیا گیا ہے اور اصل نقشے کا بچسہ عکس ہے)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

AL - HILAL

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad.

7-1 McLeod Street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

میرسنول مخصوص  
الکلام اللامالی

مقام اشاعت  
۱۰ مکلاوڈ اسٹریٹ  
کلکتہ

عنوان تلغراف  
«الملال»

قیمت  
سالانہ ۸ روپہ  
ششماہی ۴ روپہ ۱۲ آنہ

# الہلال

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

جلد ۲

کلکتہ: جمعہ ۱۳ صفر ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta: Wednesday, January 22, 1913

۳

## شذرات

## فہرس

ہفتہ جنگ بالآخر درل یورپ نے اپنا آخری متفقہ نوت ترکی کو دیدیا ہے: استکباراً فی الارض و مکر السی (۳۵: ۴۱) ”آخری وقت“ اور ”فیصلہ کن وقت“ مہینوں سے ہماری زبانوں پر ہے، مگر سچ یہ ہے کہ آخری وقت پہلے نہ تھا، اب آیا ہے۔ یہی چند ایام عاجلہ جو یاس و یم کے عالم میں گذر رہے ہیں، قواے بقیہ اسلامیہ کیلئے کامل اور حقیقی معذرت میں فیصلہ کن ہوئے: ہالک اہل المسلمون و زلزلوا زلزالاً شدیداً (۲۳: ۱۲) درحقیقت اسلام کو یورپ سے خارج کر دینے کیلئے جس صلیبی اتحاد کا کہنا تھا، اور جس کو مسئلہ مشرقی کی پیچیدگی اور درل یورپ کی باہمی رقابت اب تک قائم نہیں ہونے دیتی تھی، اب وہ پررے طور پر مکمل ہو گیا ہے، اور یہ متفقہ نوت اسکا اعلان جنگ ہے۔ یورپ انتظار کرتے کرتے اسلام کی سخت جانی اور اپنی رقابتوں سے اکتا گیا تھا، اسلئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، اگر اب وہ اور انتظار کرنا نہیں چاہتا۔ لیکن ہزار تعجب باب عالی کی موجودہ حکومت پر ہے، اگر وہ آخری فیصلہ کن وقت کیلئے کسی اور وقت کا انتظار کرے، اور پھر اس کے بعد اور کیا باقی رہ جاتا ہے کہ اس کے بچاؤ کیلئے ذلت کی مہلت، اور بے بسی کے انتظار کو طول دیا جائے؟ درل کا یہ نوت انتہائی سختی کے ساتھ فیصلہ کن حکم ہے۔ یا تو یورپ کے دعوے کیلئے خون یورپ کے جج کا فیصلہ تسلیم کر لیں، یا پھر یورپ کی ہمدردیوں سے مایوس۔ صاف صاف طور پر نوت میں اسکا بھی اشارہ کر دیا ہے کہ اگر باب عالی نے درل کے احکام کی تعمیل نہ کی، تو خرد قسطنطنیہ کیلئے خطرہ ہوگا، اور ایشیائی صوبعات میں جنگ پھیل جائے گی۔

جنگ و صلح کے فیصلے کیلئے جو قومی مجلس تجویز کی گئی ہے اسکا فیصلہ اب تک معلوم نہیں۔ ۱۹ - کے تار سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمانی وزیر خارجہ نے درل کے نوت کے جواب کا مسودہ مجلس وزرا میں پیش کر دیا ہے۔ جواب کا لہجہ گونہم اور التماسانہ ہے تاہم ایڈریا نپل اور جزائر ایجیوں کے دیدینے سے انکار کیا ہے اور

۴ - ۱	شذرات
۵	مقالہ افتتاحیہ
۷	فائز جلد جدید (۳)
۱۴	مقالات
۱۶	سیرۂ نبوی
۱۹	قطرات انک
۲۰	شہر عثمانیہ
۲۱	مظالم سرور
۲۲	سالونیکا کے چنگی خانہ میں چوری

## تساویر

۸	شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی
۳	مسجد جامع سلیم (ایڈریا نپل)

## انجمن ہلال احمد قسطنطنیہ کا پیغام

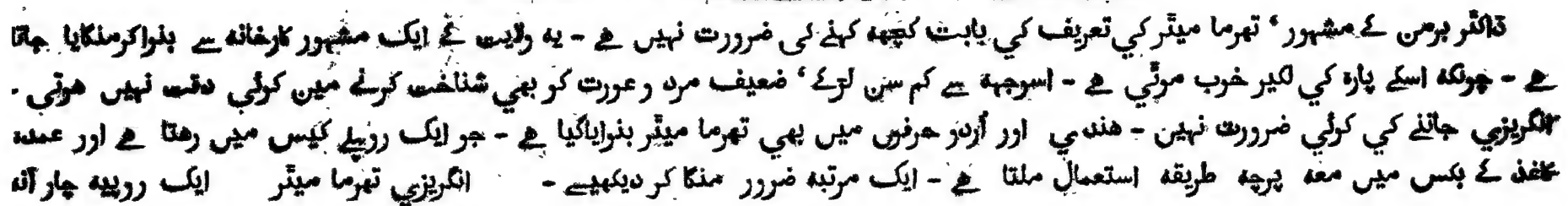
مسلمانان ہند کے نام  
(بنام الہلال کلکتہ)

ہم ہندوستانی مسلمان بھائیوں کی اس گرمجوشی کے اظہار کے لئے جو ان سے ترک مجروحین کے لئے چندہ جمع کرنے میں ظاہر ہوئی، نیت مبذول ہیں اور آپ ہماری اس ممنونیت کا پیغام یقیناً تک پہنچا دینگے۔ جنگ کی وجہ سے بہت سے بے خانمان ہو گئے ہیں اور نہایت سخت و شدید مصائب میں گرفتار ہیں۔ فصل کیفیت روانہ کی جاتی ہے۔ ہندوستان سے روپیہ روانہ کرنے میں کو آپ ہدایت کر دیں کہ وہ روپیہ سنٹرل افس عثمانی انجمن ہلال احمد استنبول کے نام روانہ کریں جس کی وجہ سے ملنے میں ہم اسانی ہوتی ہے۔ روپیہ دینے والوں کی مفصل فہرست بھیجیے۔

نسیم عمر رائس پریسڈنٹ

انجمن ہلال احمد عثمانی ادارہ مرکزی

وہ کمی جو بہت روزوں سے تھی اب دور ہو گئی



برمن - نیٹلز تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

— \* —

دل کی مراد - شاہ صاحب کے طلسماتی تعویذ قیمت دیرہ آنہ ۔

کارکن حلقہ نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

\*\*\*\*\*

وہ بلاک پھر صاحب اشتہار کو واپس کر دیا جیسا کہ اور ہمیشہ ان کے لئے کارآمد رہا۔

**بارہا ہفتہ ام و بار دگر می گویم** یورپ کی سلطنتوں کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کے نظام حکومت میں مذہب کو دخل نہیں اور اس لیے وہ مسیحی اور غیر مسیحی دونوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کرتی ہیں، لیکن اس دعوے کی تکذیبات کے دفتر بے پایاں میں سے ایک تازہ ترین واقعہ موجودہ جنگ مسیحیت و اسلام بھی ہے۔ گو یورپ ایشیائی خطرہ کے فرضی دیو سے ہمیشہ ڈرتا رہا ہے، اور گواسوقت اسلامی دنیا کا بیشتر حصہ عیسائی سلطنتوں کے زیر حکومت ہے، مگر تاہم جب شاہ فرڈیننڈ نے صلیب کے نام سے علم جنگ بلند کیا، تو تقسیم عمل کے طلائی اصول کی بنا پر سپاہیوں نے اپنی جانوں سے، پبلک نے رویہ سے، مدبروں نے مشوروں سے، سلطنتوں نے سازش، ناظرانداری، مداخلت، اور متفقہ کارروائی سے، اور اخبارات نے خلاف اسلام ہجو آمیز نفرت انگیز مضامین کی اشاعت سے اس صلیبی جنگجو کی مقدس معارفت کی۔

دوران جنگ میں انگلستان کے اخبارات اسلام کے خلاف اپنے قلم کو جس جہادی جوش سے صرف عداوت کرتے تھے، اس کا اندازہ ان چند اقتباسات سے ہو گیا ہوگا۔ جو ہم گذشتہ نمبروں میں شائع کرچکے ہیں، اور اب تو تمام دول یورپ اپنی بلقانی ذریات کو سامنے سے ہٹا کر خود اس جنگ کا مقدمۃ الجیش بن گیا ہے۔

روس کے اخبارات بھی اپنے ہمعصر و ہمساز انگریزی اخبارات سے پیچھے نہیں رہے اور اس قدر شدید لہجہ میں اسلام کے خلاف مضامین لکھے کہ روس ایسی گورنمنٹ کے ماتحت مسلمان رعایا (بارجود سخت سے سخت جبر و استبداد کے عادی ہونے کے) برداشت نہ کر سکی، اور اخبار (نبرگ) اور (موسکو) میں

مضطربانہ صدائے اعتراض بلند کی۔ مگر ان کے اعتراض کا بھی وہی حشر ہوگا، جو مسلمانان ہندوستان کے اعتراض کا ہوا ہے۔

یورپ کی خود ساختہ خطرہ سے اس قدر بیخوفی، اور عداوت اسلام کے اظہار میں اس درجہ بے باکی فہ تو تعجب انگیز ہے اور نہ بے سبب۔ ایک طرف اس کے صدها مسلم نما ایجنٹ موجود ہیں جو ہر وقت مسلمانوں کو اس کی فرضی ”نصفت پروری“ اور ”مسلم نوازی“ کا یقین دلاتے رہتے ہیں، اور دوسری طرف وہ ”لیڈر“ ہیں جو قوم کو جذبات کشی، ملت فراموشی، اور یورپ پرستی کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ یورپ کا وہ دور جہالت گذر گیا جب کہ وہ مردوں کی روحوں سے ڈرتا تھا۔ اب اس کا دور، دور علم و تمدن ہے اور صرف زندوں ہی سے ڈرتا ہے۔ مسلمانوں کے عرصے سے اپنی زندگی کا کوئی عملی ثبوت نہیں دیا، اس لیے کوئی سبب نہیں کہ وہ انکو زندہ سمجھ کر ان کے ساتھ زندہ لٹکا سا سلوک کرے اور مردہ لاش سمجھ کر ٹھکڑا نہ دے۔ اگر آج مسلمان اپنے اعتراضات اور جذبات کو مؤثر بنانا چاہتے ہیں تو انکا فرض ہے کہ وہ شور و فغان کے ساتھ زندگی کی کوئی حرکت بھی اپنے اندر پیدا کریں اور جلد سے جلد اسکا اعتراف کرائیں۔

اشا سابق جنرل نے جب ینگ پارٹی کے خلاف بغاوت کو سرسبز کرتے نہ دیکھا تو آخر کار تھک کر پیرس واپس چلا گیا۔ سفیر کے ن طلعت بک نے جنکو غلطی سے گرفتار کیا گیا تھا اور جو پھر رہا دیے گئے ہیں، ناظم پاشا اور انیس بک، ایک پرانے افسر اور میٹنی کے بارسوخ، لیڈر سے ملاقات کی۔ انکو بھی مثل دوسروں کے ید کیا گیا تھا اور اس وقت ناظم پاشا نے انکو بعض امور میں مشورہ رنے کے لیے طلب کیا تھا۔ یہ مجالس نہایت اہم اور معنی طلب ہیں اور ساتھ ہی خوفناک بھی خیال کی جاتی ہیں۔

ایک اور جرمنی اخبار کا نامہ نگار متعینہ قسطنطنیہ لکھتا ہے: ”بابعالی نے اسکا فیصلہ کر لیا ہے کہ ایڈریا نپل اور قرق کلیسا کو کسی شرط پر بھی نہ دیا جائے اور عثمانی گورنر جنرل کی ماتحتی میں بقدرنیہ اور البانیہ کی خود مختاری پر زور دے۔“

بابعالی اور یورپین سفارت خانوں میں یہ خیال ہے کہ لندن وفرنس کا خاتمہ قریب ہے اور لڑائی کی تجدید قریب قریب ناگزیر۔ ترکی جنگی طیاریاں اور دول عظام کا اپنے جہازات ابنائے اسفورس سے ہٹانے میں دیر کرنا اسکی دلیل کے لیے کافی ہے۔

آئے چلند یہی نامہ نگار لکھتا ہے: ”اس کشیدگی کے ساتھ

ساتھ اندرونی کارپردازوں کی ہر زور کوششیں بھی جاری ہیں۔ وزیر اعظم کامل پاشا کے ستارہ کو گھن لگنا شروع ہو گیا ہے۔ چونکہ کامل اپنا وعدہ وفا نہ کر سکا اور برٹش گورنمنٹ کی پشت پناہی نے اسکی امیدوں بالکل خوں کر دیا اس لیے خیال لیا جاتا ہے کہ اسی وجہ سے اسکا مزاج بہک گیا ہے اور بات بات پر اپنے جان نثار دوستوں مثلاً شیخ الاسلام جمال الدین سے بگڑتا رہتا ہے۔ ساتھ ہی اس کے ناظم اشا کا ہاتھ بھی اسکی مخالف پارٹی یعنی کمیٹی کی دوبارہ تعمیر میں مدد

کر رہا ہے۔ اگر گورنمنٹ نے لندن کی صلح میں کافی زور نہ دیا ہو فوجی جماعت بہت جلد وزارت پر غالب آجائیگی۔ فی الحال محمود شوکت پاشا و عزت پاشا کی بابت خیال ہے کہ اس کے قائم مقام اور سرگروہ یہی ہیں۔“ ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا

### سالونیکا میں طوائف الملوکی

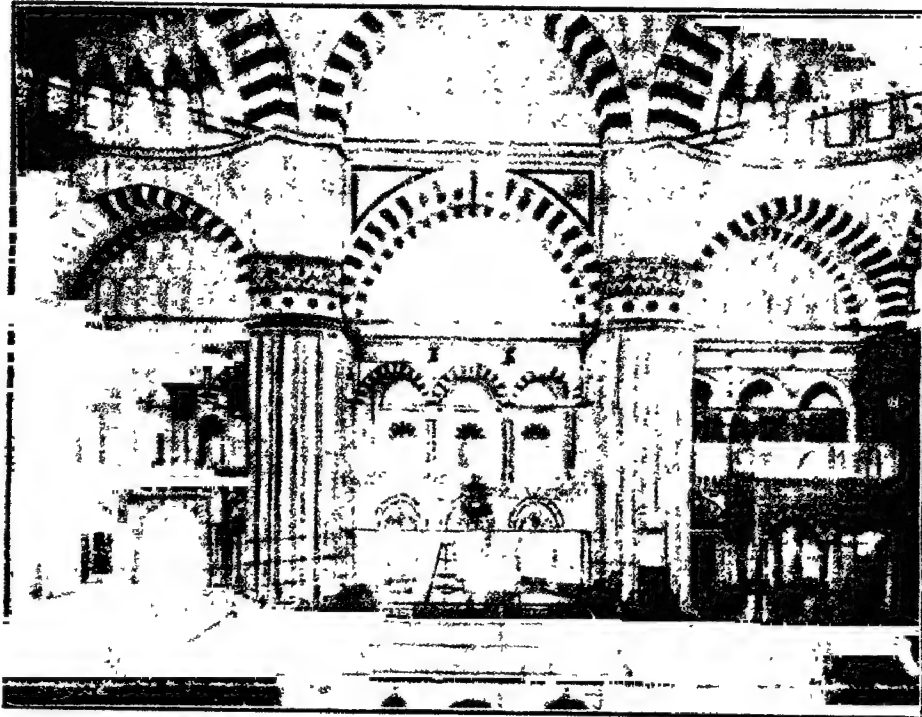
— \* —

فرانسیسی اخبار (اوتو کرسل) کو معلوم ہوا ہے کہ (سالونیکا) میں اس وقت سخت طوائف الملوکی کا دور دورہ ہے۔ چنگی خانہ کی آمدنی کی بابت یونانیوں اور بلغاریوں میں باہمی فساد اس قدر ہو گیا کہ آخر چنگی خانہ بند کر دینا پڑا۔

### سرویا اور البانیہ

— \* —

اخبار مذکور کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ چند البانیوں نے ایک بری باتری پر حملہ کر کے افسر کو قتل کر ڈالا اور باٹری کو تار پر لپکے۔



مسجد جامع سلیم واقع ایڈریا نپل

جس مبارک توحید نہیں معلوم چند گھنٹوں کے بعد (اسلامی عادت کی صدها بادگاروں کی طرح) علم صلیب کا معکم ہو جائے گا، یا پھر اسکی نقیض و عظمت، آل عثمان کی سب سے بڑی اور آخری قربانی کے بعد، ہمیشہ کیلئے باندھار و رقرار ہو جائے گی۔



کا تقرر منظور کر لیا، لیکن انہیں ابھی وزیر اعظم کو اسکی منسوخی کا موقع حاصل تھا۔ اسلیے نوجوان ترکوں نے ولیعهد کی ہمدردی بھی حاصل کرنا چاہی، مگر اسمیں انکو نا کامی ہوئی۔

مزید تفصیل اخبار رچ (سینٹ پیٹرسبرگ) کا نامہ نگار متعینہ قسطنطنیہ لکھتا ہے: ”مجھکو ہلجیان آفندی سابق وزیر پبلک رکس سے، جنکو معہ دوسرے لیڈروں اور ہم منصبوں کے قید کیا گیا تھا، وزارت جنگ کے قید خانہ میں ملاقات کرنے کا موقع ملا۔ یہ ملاقات بہت دیر تک جاری رہی، جسمیں دوسرے معزز قیدی بھی شریک تھے۔ بہت سے سابق وزیروں نے اپنی گرفتاری کی وجہ اور بغاوت کا وہ الزام جو انپر لگایا گیا تھا، بیان کیا جو بالکل لغو اور بے معنی تھا۔ انکا بیان ہے کہ کورٹ مارشل کے اکثر ممبر اس فرجی جماعت کے تھے جو نوجوان ترکوں کی جماعت کو تباہ کرنے پر تیلے ہوئے تھے۔ اس سے تین دن پیشتر یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ انکو جلا وطن کر کے قریبا بھیج دیا جائے۔ قیدیوں نے وزیر داخلہ سے درخواست کی کہ ہمارا معاملہ عوام کے روبرو پیش ہو، جسکا جواب یہ دیا گیا کہ یہ معاملہ میری طاقت سے باہر ہے اور اسکی لیے فوجی جماعت کو پورا اختیار ہے۔ باوجود اسکی سول حکام نے ہمدردی ظاہر کی۔ ازل رسمی طور پر ایک مہجسٹریٹ قیدیوں کے بیانات قلمبند کرنے کے لئے مقرر کیا گیا۔ مہجسٹریٹ نے جرح کے وقت علانیہ اقرار کیا کہ میں اپنی دیوثی انجام دے رہا ہوں اور دراصل مجھے بذات خود آپکے خلاف کوئی بات ایسی نظر نہیں آتی جس سے قانونی مقدمہ کے لیے کوئی مفید مطلب برآی ہو۔ اسکی بعد کورٹ مارشل نے معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور فیصلہ کر دیا کہ انکو جلا وطن کر کے قریبا بھیج دیا جائے۔“

”لیکن اس تین دن کے عرصہ میں معاملات کی صورت بالکل بدل گئی۔ نوجوان ترکوں کی گرفتاری سے فوج میں ہل چل مچ گئی۔ افسروں نے بلا کسی خوف کے کہ دیا کہ اگر انکو رہا کیا گیا تو ہم ابھی شتہلجا چھوڑ کر قسطنطنیہ واپس چلے جائیں گے۔ ناظم پاشا نے خود بھی پرانے گروہ اور فوجی جماعت کی مخالفت کی۔ اب گورنمنٹ پر ثابت ہو گیا کہ فوج اسوقت یںگ پارٹی کا ساتھ دینے پر آمادہ ہے اور انکی ضرر رسائی کا خیال کرنا گو اپنی ضرر کا خیال ہے۔ یہ دیکھ کر حکم دیا کہ کورٹ مارشل پرانے ممبروں کو سوائے پریسیدنٹ کے موقوف کر دیا جائے اور بجا۔ انکے وہ نئے ممبر منتخب کئے جائیں جنکا تعلق کسی جماعت سے ہو۔ پریسیدنٹ نے قیدیوں سے ملاقات کی اور بیان کیا کہ آپ صاحب کا معاملہ نامناسب طور سے بڑھ گیا ہے اور مجھے امید ہے کہ آپ رہائی میں اب دیر نہ ہوگی“ اس چٹھی میں کوئی تاریخ نہیں ہے مگر آگے چل کر اسکا بیان ہے کہ اب وہ سب رہا کر دیے گئے۔

اسکے بعد نامہ نگار لکھتا ہے: ”برابر شام تک گفتگو جاری رہی۔ آ۔ ایک افسر اندر آیا اور ادب کے ساتھ کچھ فاصلہ پر کھڑا ہو گیا۔ ہلجیان آفندی نے اسکی طرف دیکھا۔ افسر نے مہذبانہ لہجہ میں کہا ”دروازہ بند کرنے کا وقت آگیا ہے اور اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو ملاقات کے لئے دوسرا وقت قرار دیا جائے“ ہلجیان آفندی نے کہا کہ ”جنا ایک لمحہ توقف کیجیے“ افسر نے پھر ادب کے ساتھ جواب دیا ”معاف فرمائیے، میں جناب کے لفظ سے مخاطب کئے جانے کے قابل نہیں ہوں، آپکی رہائی کی خبر میرے لیے ایک مزید جانفزا ہوگی اسی طرح ہر نیر گہلالت کا نامہ نگار متعینہ قسطنطنیہ لکھتا ہے ”یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہاں یںگ پارٹی کی طرفدار می بے حد جوش بڑھ گیا ہے، جسکا ثبوت اس سے ظاہر ہے کہ شریف

لکھا ہے کہ ”ایڈریا نوبل میں بلغاری آبادی بہت کم ہے، اسکی قلعے ناقابل تسخیر ہیں اور حملے سے بے خوف۔ اسمیں سلاطین عثمانیہ کے مقبرے اور اسلام کی یادگاریں ہیں۔ پھر پای تخت کا دروازہ اور قسطنطنیہ کی کنجی ہے۔ ان اسباب کی بنا پر کیزنکریہ بلغاریا کے حوالے کر دیا جائے؟“

افسوس کہ ہمارے دل کا اضطراب مچنونا ہے، اور ہم اپنے جگر کا کوئی تکرہ قسطنطنیہ نہیں بھیج سکتے۔ یہ قطعی ہے کہ اب عثمانی قرا شتہلجہ میں نہایت مستحکم ہیں، اور بلغاریا کی فوجی قوت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ یہ بھی حتمی ہے کہ اگر یورپ سامنے آیا تو پھر تمام اسلامی ممالک میں باوجود ہمہ غفلت و بے حسی، آگ لگ جائے گی اور یہ ایک فیصلہ کن ہلال و صلیب کا مقابلہ ہوگا، اور سب سے زیادہ یہ کہ مصلحت شناسی، انتظار، مہلت طلبی، اور تحفظ بقایا، اسی وقت تک ہے، جب تک کہ ائندہ کیلیے کچھ امید ہو، اور اب اسکی بعد ترکی کے پاس عزت و زندگی کی کونسی متاع باقی رہ جائے گی، جسکے بچانے کیلیے وہ موت پر زندگی کو ترجیح دے؟ پھر کیوں نہ قسطنطنیہ کی گلیاں لاشوں سے بھر جائیں اور کیوں نہ عزت کی موت کو ذلت کی زندگی پر ترجیح دینے والوں کے خون میں تیرنے لگیں؟ رعسی ان تکرہوا شیئا وھو خیر لکم رعسی ان تحبوا شیئا وھو کرہ لکم، واللہ یعلم، انتم لا تعلمون (۱۱۲:۲) ہم اس وقت تک متعدد تار مختلف لوگوں کے نام بھیج چکے ہیں۔ وزارت کے نام بھیجنا لاحاصل تھا، کیونکہ وہ خود اس مسئلے میں ایک فریق ہے۔ اسلیے سبیل الرشاد، اقدام، طنین، اور جون ترک کے نام بھیجے ہیں۔ نیز مصباح الدین شریف بے سابق ممبر پارلیمنٹ عثمانی کے نام، جن کے ساتھ عرصے سے ہماری خط و کتابت تھی مگر وہ سعید پاشا کی وزارت کے شکست کے بعد قسطنطنیہ سے چلے گئے تھے، اور پچھلی ڈاک میں انکے خط سے انکی آمد کا حال معلوم ہوا ہے۔ امید ہے کہ آئندہ اتوار کی ڈاک میں وہ حسب وعدہ تفصیلی چٹھی روانہ کریں گے اور ہم کو اسکی اشاعت کا موقعہ ملیگا۔

فوجی مجاس کے فیصلے کی نسبت بھی ہم نے انکو تازہ دیدیا ہے کہ بمجرد اطلاع کے ہمکو مطلع کر دیں۔

انجمن اتحاد و ترقی  
انجمن اتحاد و ترقی کامل پاشا اور اسکے پس پردہ حامیوں کے شدید ترین استیلا اور قہارانہ مظالم کے، اپنی جانوں پر کھیل کر خدمت ملت و وطن کیلیے جد و جہد کرتی رہی۔ اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ صلح کانفرنس میں آخری شرائط کے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا گیا، اور اب تک باب عالی اپنی موجودہ وزارت کی خواہش کے مطابق درل کے نرت کو تسلیم کر لینے کی جرات نہ کر سکا۔

ڈاکٹر (دین) نے (کنٹیڈیری ریو) میں قسطنطنیہ کے موجودہ حالات کی نسبت ایک مضمون لکھا ہے، جسمیں وہ لکھتے ہیں:

”اجراے جنگ کے لیے نوجوان ترکوں کی سب سے پہلی کوشش یہ تھی کہ انہوں نے (پرنس سعید حلمی پاشا) کو وزیر اعظم کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ وہ (شتہلجا) میں استواری کے ساتھ مدافعت کی ضرورت ثابت کریں، اور مدافعت کا چارج (محمود شوکت پاشا) کو دے دینے پر مجبور کریں لیکن (کامل پاشا) نے نوجوان ترکوں کے نامزد کردہ شخص کی تقرری نا منظور کی۔ اسکی بعد انہوں نے دربا اثر شخص سلطان المعظم کے پاس بھیجے۔ اس مرتبہ سلطان المعظم متاثر ہوئے اور انہوں نے محمود شوکت پاشا

# الملاح

۱۳ صفر ۱۳۳۱ ھری

## فاتحہ جلد جدید

— : \* : —

( ۳ )

گریند مگو سعیدی چندین سخن عشقش X  
می گویم و بعد از من، گریند بدستانها

— \* —

بد فی سبیل اللہ اور امر بالمعروف

اور یہی ”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر“ ہے، جس کو ان کریم ”جہاد فی سبیل اللہ“ کے جامع و مانع لقب سے یاد کرتا ہے، اور اسکو قیام اسلام کا مقصد اصلی، اور مسلمانوں کے تمام اعمال و عبادات کا مبداء حقیقی قرار دیتا ہے۔  
”جہاد“ لفظ ”جہد“ سے ہے، جسکے معنی محنت، تعب، محنت، اور کسی کام کیلئے سخت تکلیف برداشت کرنے کے ہیں۔ پس جہاد کی تعریف یہ ہے:

تفراغ السرع  
فی مدافعة العذر  
بأمر و بطناً  
مفردات امام راضی  
فی سبیل اللہ ( )  
دشمن کے حملے کی مدافعت میں اپنی  
پوری طاقت اور قوت سے کوشش کرنا۔  
وہ دشمن ظاہری حملہ آور ہو مثلاً  
اعدائے دین و ملت اور انکا حرب و قتال،  
یا باطنی جیسے نفس و مظاهر شیطان۔  
اسلام کا مقصد اصلی دنیا میں قیام حق و صداقت، اور دفع باطل و ضلالت ہے، یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر خواہ وہ کسی صورت پر کسی شکل میں ہو، اور یہ ممکن نہیں، جب تک کہ اُن تمام باطل پرستیوں اور گمراہیوں کو دور نہ کیا جائے، جنکو حق کی ضد حقیقی یعنی قوت شیطانی مختلف مظاہر و اشکال میں ہمیشہ پیدا کی رہتی ہے۔ پس اس بنا پر ہر طرح کی انسانی گمراہیوں کے دور کرنے کیلئے سعی کرنا اور باطل و ظلم کے مقابلے میں حق و عدل کا حامی بننا امر ہونا عین مقصد اسلام، و علت ظہور رسالت، و سبب نزول نبوت ہے۔ اور اسی نصرت حق و دفع باطل کی سعی و کوشش کا نام طلاع قرآنی میں ”جہاد فی سبیل اللہ“ ہے۔ اس مطلب کو زیادہ سمجھنے کیلئے یوں سمجھیے کہ ”امر بالمعروف“ اسلام کا مقصد ہے، لیکن ”امر بالمعروف“ ہو نہیں سکتا، جب تک کہ نہی عن المنکر نہ کیا جائے۔ امر بالمعروف کے معنی ہیں نیکی اور صداقت کی طرف بلانا اور اسکا حکم دینا، اور نہی عن المنکر سے مراد ہے برائیوں اور گمراہیوں کو روکنا۔ لیکن نیکی اور صداقت برائیوں کے دور ہونے ہی کا نام ہے، اور روشنی کے معنی ہی یہی ہیں کہ تاریکی نہ ہو۔ کپڑا صاف کیونکر رہ سکتا ہے جبکہ آپ اسے سیاہ دھوئے نہ بچائینگے؟ پس امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر لازم ہے اور نہی عن المنکر ہی کا دوسرا نام ”جہاد فی سبیل اللہ“ ہے۔

صاحب مفردات نے نہایت اچھا لفظ ”ظاہراً و باطناً“ کا رکھ دیا ہے۔ یہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے غلوں اور انکے خوں راز

ہتیاروں کی صورت میں ہوتا ہے، اور کبھی اعتقادات اور اعمال و افعال کی صورت میں۔ کبھی ضلالت تلوار و تفنگ ہاتھ میں لیکر مسجدوں کی محرابوں اور اذان کے مناروں پر علانیہ قبضہ کرنا چاہتی ہے تا کہ پرستاران حق کو نابود کرے، اور کبھی خیالات و عقائد کے مخفی ہتھیار لیکر چپکے چپکے ان انسانی قلوب اور اذہان کو مسخر کرنا چاہتی ہے، جو حق کی پرستش کی مخفی مگر حقیقی عبادت گاہیں ہیں۔ کبھی وہ جنگ کی تلوار لیکر نکلتی ہے اور کبھی فریب کا دام و کمند۔ کبھی اسکے ہاتھ میں توپوں کے مشتعل کرنے کا فتیلہ ہوتا ہے اور کبھی زہر آلود جام شربت۔ دونوں قوت شیطانی کے مظہر، اور دونوں اسکی حکومت کی ظاہر و مخفی فوج ہیں۔ پس ”جہاد“ کے معنی یہ ہیں کہ جب گمراہی کا ظہور جنگ کے ہتھیاروں کی صورت میں ہو تو پرستاران حق و امانت داران توحید کے ہاتھ میں بھی تیغ جہاد ہو، اور یہ دشمن ظاہری کے مقابلے میں مدافعت ہے۔ لیکن جہاد گمراہی کا ظہور نفس و شیطان کی پھیلائی ہوئی باطل پرستی، اور جہل و ضلالت کے اعتقادات و اعمال اور ارہام و خیالات کی شکل میں ہو، تو وہاں مومن و مسلم کو ”امر بالمعروف و نہی عن المنکر“ کے اسلحہ کے ذریعہ اپنی زبان اور قلم سے اسکے دفع و ابطال میں جہاد کرنا چاہیے، اور یہ باطنی دشمن کے مقابلے میں مدافعت ہے۔

تشریح معنی جہاد

یہی سبب ہے کہ متعدد احادیث میں حکم جہاد کی تشریح کی گئی اور قلب و ضمیر کی اُن تمام کوششوں کو جو نفس و شیطان کے مقابلے میں کی جائیں، جہاد سے تعبیر کیا گیا۔ مثلاً فرمایا: جہاد امر بالمعروف و نہی عن المنکر! (اپنے ہوائے نفس کے مقابلے میں بھی ویسا ہی جہاد کرو، جیسا کہ ظاہری دشمنوں کے مقابلے میں ہتیاروں سے جہاد کرتے ہو) اور فی الحقیقت یہی جہاد اکبر ہے۔ ایک دوسری حدیث میں جس کو نسائی اور ابوداؤد نے حضرت انس سے روایت کیا ہے، زیادہ توضیح فرمائی کہ: جہادو المشرکین بانفسکم و اموالکم و السنتکم (باطل پرستوں کے مقابلے میں اپنی جان، اپنے مال، اور اپنی زبان کے ذریعہ جہاد کرو) یعنی فرض جہاد کبھی حرب و قتال کی صورت میں، کبھی اعلاء حق کیلئے مال لٹانے کی صورت میں، اور کبھی زبان سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے کی شکل میں انجام پاتا ہے۔

اسلام امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیلئے آیا، اور امر بالمعروف اور جہاد، دونوں ایک ہی حکم کے دو نام ہیں۔ پس ہر وہ کوشش جو حق کیلئے ہو، ہر وہ صرف مال جو سچائی اور نیکی کی خاطر ہو، ہر وہ محنت و مشقت جو صداقت کے نام پر ہو، ہر وہ تکلیف و مصیبت جو اپنے جسم و جان پر راہ حق میں برداشت کی جائے، ہر وہ قید خانے کی زنجیر اور بیڑی جو اعلان حق کی وجہ سے پانوں میں پڑے، ہر وہ پھانسی کا تختہ، جس پر جمال حق و صداقت کا عشق لیچا کر کھڑا کر دے، غرضکہ ہر قربانی جو بذریعہ جان، مال، اور زبان و قلم کے سچائی اور حق کی راہ میں کی جائے، جہاد فی سبیل اللہ ہے، اور معنی جہاد میں داخل۔ تم اپنا رویہ اسکے نام پر لٹاؤ، اپنی گردنوں سے خور کا سیلاب بہاؤ۔ گردن کو طوق سے، ہاتھوں کو ہتکڑیوں سے، پاؤں کو زنجیروں کے زبور سے حسن حق پرستی کا جلوہ گاہ بدو، زبان سے حق کا اعلان کر، اور قلم کو توہین و تذلیل شیطانی ضلالت کیلئے وقف کر دو۔ اسکو عزت دو جو حق کی عزت کرتا ہے، اور اسکو ذلیل کر دو جو حق کو ذلیل کرنا چاہتا ہے۔ دنیا کے رشتوں کو اللہ کے رشتے پر ترجیح دو، اور سب سے کت جاو تا کہ اسکے ہو سکو۔ حق

قانون کی پوری پابندی کے ساتھ، امن کے سچے طور پر دوست ہونے کے ساتھ، اور گورنمنٹ کی وفادارانہ اطاعت سے بغیر سرمر تعارض کرنے کے، یہ ایک مفید ترین کام اور فرض اسلامی ہے جس کو تم انجام دے سکتے ہو، اور جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں اور لکھیں گے، بلکہ بعض مصلحت اندیشانہ پالیسی ہی نہیں، بلکہ موجودہ حالات کی بنیاد پر داخل احکام شریعت ہے، فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر۔

کے سلسلے میں اس ہفتے نامور مدافع ناموران غزوہ بلقان عثمانی: غازی شکری بے کی تصویر و حالات کے لکھنے کا ارادہ تھا، چنانچہ اسی خیال سے انکی تصویر کا گروپ (جسمیں) وہ مع اپنی بلٹن کے انفرس کے بیٹھے ہیں (ٹائٹل پیج پر دیدیا گیا) اور وہ سب سے پہلے چھپتا ہے۔ لیکن اب مضمون لکھنے کیلئے اس ترکی رسالے کو دھونڈنا ہوں جسمیں انکے مدافعانہ کارناموں کی سرگذشت شائع ہوئی تھی تو سر اتفاق سے نہیں ملتا۔ یا تو کسی غفلت کی نذر ہوا، یا کہیں ہے اور ملتا نہیں۔ بہر حال اسکے سرا چارہ نہیں کہ اس تصویر کی رسالے کے اندر اشاعت کو آئندہ کیلئے ملتی کر دیا جائے۔

حاجی عبدالغنی کا نام ہندوستان کے مجاہد غیور ہندی: مسلمانوں کیلئے بالکل نیا ہے، مگر انہوں نے اسلام کی جس پرانی اور سیزدہ سالہ روح غیرت کا ثبوت دیا ہے اس کے لحاظ سے ضرور ہے کہ لوگ اسے واقف ہوں، اور انکی عزت کے اپنے دلوں میں جگہ دیں۔

یہ وہ جوان اسلام پرست ہے، جس نے پچھلے دنوں بارجودہ طرح کی بے سروسامانی کے، بعض ولایت خدمت اسلام و ملت کے جوش میں طرابلس تک کا سفر اختیار کیا، اور ہر طرح کے حوصلہ شکن مصائب برداشت کر کے (دورنہ) پہنچا، وہاں در ماہ تک غازی انور کی خدمت میں رہا، اور اسکے بعد دسمبر کے اواخر میں مع الخید ہندوستان واپس آیا: لا یستوی القاعدون من المومنین غیہ اولی الضرر والمجاہدون فی سبیل اللہ باموالہم وانفسہم، فصل اللہ

المجاہدین باموالہم وانفسہم علی القاعدین درجہ - (۹۷: ۱۴)

پچھلے اترار کو کلکتہ میں جو عظیم الشان جلسہ انکے حالات سن کر بعض اہم تحریکوں کیلئے منعقد ہوا تھا، اسکا حال اب اخباروں میں پڑھ چکے ہونگے۔ کثرت اجتماع اور ابراز جوش و خروش کے لحاظ سے یہ جلسہ ہمیشہ یادگار رہے گا۔ اس عاجز (ایڈیٹر الہلال) نے سب سے پہلے حاجی عبد الغنی صاحب کے حالات سفر اور طرابلس کے موجود حالات جو اسے معلوم ہوئے ہیں، بیان کیے، اور اسکے بعد حاضرین مجالس کے طرف سے نیابتاً انکے گلے میں پھولوں کا ہار پہنایا۔

یہ پھولوں کا ہار تھا، حالانکہ اگر ہم اپنے دلوں کو کسی رشتے میں پر کر ہار بنا سکتے، تو درحقیقت (عبد الغنی) اس ہار کا مستحق تھا جس کے قدم آس سر زمین پر چلے ہوں، جو خون شہدائے اسلام مہینوں رنگین رہی ہے، اسکی عظمت کا کیا پوچھنا؟

انشاء اللہ ہم عنقریب انکا با تصویر سفر نامہ مع ان پیغامات جگر سوز کے جو مجاہدین طرابلس نے انکی زبانی اخوان ہند نام بھیجے ہیں، الہلال میں شائع کریں گے۔

آخری طبی اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اب حضرت مؤدہ صحت ریسرے کی صحت قابل اطمینان حد تک ترقی کر چکی ہے، زخم مندمل ہوئے ہیں، اور نقل و حرکت کی طاقت بڑھ رہی ہے۔ ایک در بار گازی میں بیٹھ کر آپ کچھ دور تک بھی تشریف لیگئے۔ امید ہے کہ بہت جلد ہم صحت کامل کا مزہ سن سکیں گے۔

یہ تم سے کس نے کہ دیا ہے کہ تم صرف صبر و رابطہ! آنسو ہی بہا سکتے ہو؟ حالانکہ تمہارے پاس انکے کے سرا اور بھی بہت کچھ ہے۔ کامل اتحاد، مضبوط ارادہ، عہد رائق، اور اللہ پر اعتماد، یہی چیزیں ہیں جنکے اندر دنیا کی عظیم الشان قوتیں پوشیدہ ہیں، اور خدا نے تم پر کچھ اتکا دروازہ بند نہیں کر دیا ہے۔

مستقل جوش اور کامل اتحادی قوت کے بعد اولین شہیہ جو اس وقت مسلمانان ہند کے جذبات کو موثر بنا سکتی ہے، یورپین مصنوعات کا (بالیکات) ہے۔ ہزاروں رزلوشن اور عرضداشتوں کے دھیر سے ایک دن کا متحدہ و متفقہ بائی کات زیادہ کارآمد ہے۔ مسلمانوں نے اس وقت تک کتنے ہی جلسے کیے، اور کتنے رزلوشنوں کی نقل انگلستان بھیجی، لیکن اشارہ و کنایہ ہی میں نہیں بلکہ صاف صاف لفظوں میں کہ دیا گیا کہ ہندوستان کی خاطر کچھ انگلستان اپنے روسی اتحاد کے فوائد ضائع نہیں کر سکتا، لیکن اگر اسکی جگہ پوری قوت اور اتحاد کے ساتھ بائیکات کا اعلان کیا جاتا اور بنگالیوں کے گزشتہ بائیکات کے طرح نا ممکن العمل کاموں میں نہیں، بلکہ ممکن العمل حد تک اسپر عمل شروع کر دیا جاتا تو یہ یقینی ہے کہ انکے آنسوؤں کو اس حقارت سے نہ ٹھکرایا جاتا۔ موجودہ عہد تجارت کا یہ ایک اصلی حربہ ہے جو خود یورپ نے ہم کو دیا ہے، اور آج دراصل یورپ کے ایوانہائے سیاست پر بھی اسکے میلوں اور کارخانوں کی حکومت ہے۔ انگلستان کو یقیناً آپنی پررا نہر کیونکہ آپنے اپنی حالت سے اسے پررا کرنے کا عادی نہیں بنایا لیکن منچسٹر اور لنکا شائر کے تو ایک ادنے سے ادنے نقصان کی بھی پررا کرنے پر رہے مجبور ہے۔ جو دھواں وہاں کے کارخانوں کی چمنیوں سے نکلتا ہے، وہ کچھ آپنے بے سود آہ ز فغان کا دھواں نہیں ہے۔

یہ بالکل غلط خیال ہے کہ بنگالیوں کا بائیکات نا کام رہا، اور وہ کوئی مفید مقصد اثر حکومت پر نہ ڈال سکا۔ ہم اس بارے میں جو شمار و اعداد اور بعض نقشے طیار کر رہے ہیں، انکی اشاعت کے بعد اندازہ کیا جا سکے گا کہ کس درجہ قری اور ناقابل انکار نتائج عملی طور پر بائیکات سے حاصل ہوئے اور بارجود بنگالیوں کی موجودہ افسردگی کے، اب بھی اس تحریک کی برکت سے کیا کیا نتائج حاصل ہو رہے ہیں؟

البتہ ضرور ہے کہ عہد رائق ہو، اور عزم راسخ، اور ہر شخص انتہائی قوت کے ارادے کے ساتھ قسم کھا لے کہ ”وہ آجکی تاریخ سے سوائے اُن حالتوں کے جنکے لیے وہ مجبور ہے، اور تمام یورپ کی بنی ہوئی چیزوں کا خریدنا ترک کر دینا، اور دیسی اشیاء کے استعمال میں مال اور ارادش و نمائش کی آسے جس قدر قربانی کرنی پڑیگی، اپنے جانورکی قربانی کرنے والے بھائیوں کی یاد میں، اسے برداشت کر لینگا۔“

اگر اس تحریک کے ہزارہا فوائد سے قطع نظر بھی کر لیا جائے جنکے بیان کرنے کیلئے دفتر کے دفتر چاہئیں، تو بھی صرف یہی ایک خیال مسلم و مومن دل کیلئے کیا کم ہے کہ اگر آج آرزو اُن سے کچھ بڑھ نہیں آتا تو کم از کم دشمنان اسلام کی اعانت تو نہ کریں۔

آج تمام یورپ جو کوس لمن الملک الیم بجا رہا ہے، اسکا اولین سبب اسکی تجارتی حکمرانی، اور اسکے ذریعہ تمام مشرق سے جلب دولت ہے۔ پھر اگر آج تم یورپ کی تجارت کو فروغ دیتے ہو، اور اسکی مصنوعات کو خریدتے ہو تو اسکے یہ معنی ہیں کہ تم صریح طور پر آس قوت کے پیدا کرنے اور بڑھانے میں شریک ہوئے ہو، جو اپنے استعمال کا سب سے پہلا مصرف تمہارے فنا ہی کو سمجھتی ہے۔



بہ - ولئن سألنی زبان سے بولتا ہے - پھر وہ جو مانگتا ہے  
لاعطینہ - ولئن آسے عطا کرتا ہوں - اور جب پناہ مانگتا  
استعاذنی لاعینہ ہے - تو اپنی پناہ میں لے لیتا ہوں -

چشم و گوش و دست و پایم از گرفت  
من بدر رفتم سراپم از گرفت  
این بصر و بین سمع - چو آن آلات اوست  
ملک ذرات تنم مرآت اوست  
نغمہ از نوائست نے از نے - بدان  
مستی از ساقیست - نے از مے بدان  
گفتن او گفتن اللہ بود  
گرچہ از حلقم عبد اللہ بود  
ما چو مست از دیدن ساقی شدیم  
مست گشتیم - از فنا باقی شدیم

پس چونکہ اس جماعت کے تمام کاموں کو اللہ اپنا کام بنا لیتا  
ہے - اس لیے خود انکا وجود کتنا ہی نا کام و حقیر ہو لیکن انکے کام کامیاب  
و عظیم ہوتے ہیں - اور وہ کبھی دنیا میں نا کامی و نا مرادی سے  
ذلیل و رسوا نہیں ہوتے - وہ خدا کا ہاتھ - یا پھر اسکی فرج ہوتے  
ہیں - پس خود انکو شکست کا غم ہو - لیکن خدا کو تو شکست کا  
خوف نہیں ؟

اور ہم نے اپنے جن بندوں کو ارشاد و ہدایت  
کلیے دنیا میں بھیجا - انکی نسبت پہلے ہی  
انہم لہم المنصورون دن سے ہم نے کہ دیا ہے کہ ہماری تائید  
و ان جندنا نصرت سے بیشک وہی فتح مند اور کامیاب  
و مظفر ہونے والے ہیں - اور یقیناً ہماری  
فرج ہی سب پر غالب آکر رہے گی - ( ۱۷۱ : ۳۸ )

اگر چشم دل را - اور دیدہ حق میں کور نہ ہو - تو فی الحقیقت  
دنیا میں نصرت الہی کی فیرونگیوں کی سب سے بڑی نشانی اس  
جماعت کے عجائب کار و بار دعوت میں ہوتی ہے - دنیا میں حق  
و صداقت کی آواز کبھی بھی تاج و تخت اور ایوان و محل کے اندر  
سے نہیں آتی ہے - بلکہ ہمیشہ اسکا سر چشمہ زبان جنگلوں  
پھونس کے جھونپڑوں - اور پہاڑوں کے غاروں کے اندر بہا ہے - اور  
یہ بھی اُس شاعر عجائب پسند کا عجیب و غریب کرشمہ ہے کہ  
ہمیشہ شکستگی اور افتادگی ہی کو محبوب رکھتا ہے - اپنا گھر بھی  
بناتا ہے تو ٹوٹے ہوئے آرزو رحمتی دلوں کو - اپنی آواز بھی سناتا ہے  
تو کانٹے پڑے ہوئے خشک حلقوں سے - اپنی نگاہوں کا جلوہ بھی دکھاتا  
ہے - تو گردنوں کی خرنچکانی اور تڑپتی ہوئی لاسوں کے اضطراب  
میں - اور پھر اپنے حسن و جمال کا جلوہ گاہ بھی بنائے گا تو تاریک  
غاروں - شکستہ دیواروں - پھٹی ہوئی چٹائیوں کو :

محبوبہ محفل شاہی - کہ در ولایت عشق  
گدا بہ تخت نشاند و پادشہ گیرند

پھر اگر وہ نہیں ہے تو کون ہے جسکا ہاتھ گلیم فقر و مسکینی  
سے نکلتا ہے اور پادشاہوں کے تاج و تخت کو ازلت دیتا ہے ؟ یہ  
نفس کی تماشہ آرائی ہے کہ چند بے ہوش فقیروں کو کھڑا کر دیتا ہے -  
اور وہ دنیا کی بڑی بڑی قوتوں کے تسلط سے نکال کر لاکھوں  
دلوں کو اپنے آگے سر بسجود کرا لیتے ہیں : افسر خدا - ام انتم

لا تبصرون ؟ ( ۵۲ : ) انہم ہذا الحدیث عجیبون ؟ و یضحکون  
و لا تبصرون ؟ و انتم سامعون ؟ ( ۵۴ : ۵۹ ) و ان فی ذلک  
لآیات - و ما یعقلہا الا العالمون ( ۲۹ : ۴۲ ) :

مبین حقیر گدا یاں عشق را - کہن قوم  
شہان بے کمر و خسروان بے کلمہ اند

و من یسلم وجہہ الی اللہ و ہو محسن فقد استمسک بالعروة الوثقی ( ۲۱ : ۳۱ )  
اور جس نے ہر طرف سے گردن پھیر کر اللہ  
کی طرف منہ کر لیا - اور حسن عمل اختیار  
کیا - تو بس یقین کر وہ اس نے اللہ کی  
اطاعت کی رسی مضبوط پکڑ لی -

اور یہی حقیقت امر بالمعروف و نہی المنکر کی ہے - پس جو  
لوگ اطاعت خدا و رسول کے ذریعہ دوستان الہی کی صفوں میں  
داخل ہو گئے - ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ انکو بھی " الذین انعم اللہ علیہم "  
میں شامل کر کے اپنی نعمتوں اور غیبی برکتوں کا مورد و مہبط  
بنادے - اور دنیا میں سب سے بڑی نعمت الہی - نتیجہ کار کی  
فتح مندی - اور ہمتوں اور عزموں کی کامیابی اور فلاح ہے -

چونکہ وہ لوگ اپنے تئیں خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں - اور اس کے  
کلہ حق کے اعلان کیلئے اپنی تمام قوتوں کے ساتھ وقف ہو جاتے  
ہیں - پس خدا تعالیٰ بھی بحکم : من تقرب الی شبرا تقرب الیہ زاعا

( جو میرا بندہ ایک بالشت بھر میدہی طرف چلتا ہے - میں ایک  
ہاتھ آگے بڑھ کر اس سے قریب تر ہو جاتا ہوں ) انکو اپنا بنا لیتا ہے - اور  
انکے تمام کاموں پر اپنی عزت اور کبریائی کی چادر ڈال دیتا ہے - پھر وہ کام  
انکے نہیں رہتے - بلکہ خدا کے ہو جاتے ہیں - اور انکو انجام دینے والی  
انکے جسم و نفس کی قوتیں نہیں ہوتیں - بلکہ اللہ کا مقتدر و قاهر  
ہاتھ ہوتا ہے - انکی آواز کو انکے حلق سے نکلتی ہے - لیکن چونکہ  
حق و معروف کی آواز ہوتی ہے - اس لیے انکی نہیں - بلکہ صوت  
الہی کی صدا کے لازوال ہوتی ہے - وہ راہ الہی میں مجاہد ہوتے  
ہیں - پس خدا بھی انکو اپنی فوج بنا لیتا ہے - اور انکے ہاتھ  
میں اپنی تائید و نصرت کا حربہ دیکر - ایک پیچھے رکھ کر لڑنے والے  
سبہ سالار کی طرح لڑتا ہے - بظاہر وہ بے مایہ و سامان - اور حقیر  
و عاجز انسان نظر آتے ہیں - مگر انکا دل قوت الہی اور جبروت ربانی  
کا مسکن ہوتا ہے - انکے ہاتھ دنیا کے ظاہری ہتھیاروں سے خالی  
ہوتے ہیں - پر خدا کے قدوس کی شمشیر جلال انکے انگلیوں کی  
حرکت سے متحرک ہوتی ہے - اور صف اعدا پر گرتی ہے - وہ کارزار  
عالم میں تنہا اور بے یار و مددگار ہوتے ہیں - مگر انکے یمین و یسار  
نصرت خداوندی کے ملائکہ مسومین کی صفیں ہوتی ہیں - خدا  
انکے عاجز کو اپنی کبریائی سے - انکے تذلل و انکسار کو اپنی عظمت  
و عزت سے - انکے ضعف و کمزوری کو اپنی قوت و طاقت سے - اور  
انکی بے ساز و سامانی کو اپنی مالک الملکی سے بدل دیتا ہے -

پھر جب وہ بولتے ہیں تو انکی آواز میں صدا کے حق کی گرج ہوتی ہے -  
اور جب نظر اٹھاتے ہیں تو انکی نگاہوں سے نور الہی کے شعلے  
نکلتے ہیں - انکی آواز سے نسل شیطانی کے طاقتور دل دھل جاتے  
ہیں - اور انکی نگاہوں کی طرف گمراہی و ضلالت کی نظریں اٹھ  
نہیں سکتیں - کیونکہ تم انسان کی آواز - اور نظر کا مقابلہ کر سکتے ہو -  
لیکن خدا کی آواز پر غالب آنے اور اسکی نظر کی تاب لانے کی  
نس میں طاقت ہے ؟

اس موقع پر اُس حدیث قدسی کو یاد کرلو - جسکو امام بخاری

مذاب التواضع میں بروایت ابو ہریرہ لائے ہیں - کہ :

فإذا احببته - کنت  
سمعه الذی یسمع  
و بصره الذی  
بصر به - و یدہ  
التي یبطش بہا -  
و رجلہ التي یمشی  
بہا - و لسانہ  
الذی یتکلم  
جب میں اپنے کسی بندے کو اپنا  
دوست بنا لیتا ہوں - تو اسکا کان ہو جاتا  
ہوں - وہ میرے کان سے سنتا ہے - اور  
اسکی آنکھ ہو جاتا ہوں - وہ میری آنکھ  
سے دیکھتا ہے - اور اسکا ہاتھ ہو جاتا ہوں - وہ  
میرے ہاتھ سے پکڑتا ہے - اسکا پانوں ہو  
جاتا ہوں - وہ میرے پانوں سے چلتا ہے -  
اور اسکی زبان ہو جاتا ہوں - وہ میری

کیا کہ ”جاہدوا فی اللہ حق جہادہ“ یعنی جبکہ ان تمام فضائل و خصال سے تم متصف کیے گئے ہو، پس تمہارا فرض ہے کہ اللہ اس کے کلمہ حق و صدق کی راہ میں جہاد کرو، اور اس کے لیے اپنی انتہائی سعی اور تمام قوتیں وقف کردہ تاکہ حق جہاد تم سے ادا ہو سکے۔

اور چونکہ اس حقیقت اسلامی اور آسودہ ابراہیمی کے حاصل کرنے میں طرح طرح کے شدائد و مصائب اور امتحان و ابتلا ناگزیر ہیں پس آخر میں کہا کہ ”واعتصموا باللہ“ ہو مولاکم ” نفس کی ترغیبات و وسوسے سے متاثر، اور باطل و ضلالت کے دنیوی ساز و سامان اور قوت و عظمت سے مرعوب مت ہو، صرف اللہ کے ہر جار اور اسے رشتے کو مضبوط پکڑ لو۔ اوروں نے دنیا میں اپنے بہت سے آقا اور مالک بنا لیے ہیں، مگر تمہارے لیے وہ سب اصنام و طواغیت ہیں تمہارا مالک ایک مالک الملک ہے۔ پس کیا اچھا وہ مالک ہے جو کیا اچھا مددگار! اسی پر بھروسہ کرو اور تمام عالم سے بے خوف و ڈر ہو جاؤ! ان یضرک اللہ فلا غالب لکم“ و ان یخذلکم فمن ذالذی ینصرکم من بعدہ؟ و علی اللہ فلیتوکل المؤمنون (۳: ۱۰۴) عود الی المقصد

پس درحقیقت ”امر بالمعروف“ ایک اشرف ترین جہاد فی سبیل اللہ ہے، جس کے سلسلہ حقہ کے تا قیامت قائم رہنے کا ہر وعدہ کیا گیا ہے، اور احادیث صحیحہ میں خبر دی گئی ہے کہ باوجود شیوع فتن و فساد، امت مرحومہ میں ہمیشہ ایک جماعت حق قائم رہے گی، جس کے مجاہدات کو حق تعالیٰ احواء شریعت اور تجدید حیات ملت کا وسیلہ بنادے گا۔ اور پھر ان احادیث میں اس جماعت کی سب سے بڑی علامت یہ بتلائی گئی ہے کہ طاہرین علی الحق، لایضرہم من خذلہم، حتی یاتی امر اللہ وہ کذلک۔ یعنی وہ جماعت منصور من اللہ ہوگی۔ اللہ اس کی دعوت حق کی حفاظت کریگا، اس کو گمراہ جماعتوں پر فتح یاب رکھے گا، اور شیاطین ضلالت کی جو ذریعات اس کی مخالفت کریں گی، وہ اسے کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گی۔ یہ حالت برابر قائم رہے گی یہاں تک کہ قیامت کا ظہور ہو۔

نزل بعالم الہند و نصرت رمانہ

اور یہ پیشین گوئی صدہا آبات کریمہ، و تجارب تاریخیہ و مشاہدات اہل حق و معارف کے عین مطابق ہے۔ وہی آیت کریمہ، جس کو ہم نے خطبہ مضمون کے آخر میں درج کیا تھا ہم کو اس علامت کی خبر دیتی ہے: ومن یطع اللہ و الرسول فالنک مع الذین انعم اللہ علیہم من العبدین و الصدیقین و الشہداء و الصالحین و حسن اولئک رفیقاً (۴: ۷۱) کہ جو لوگ تمہارا شیطان قوتوں سے باغی ہو کر صرف اللہ اور اس کے رسول کے مطیع و منقاد ہو جائے ہیں، خدا تعالیٰ ان کو اپنی آن محب و محبوب جماعتوں میں شامل کر دیتا ہے، جن کو اس نے اپنی نعمتوں اور برکتوں کیلئے چن لیا ہے، اور پھر وہ لوگ صالحین امت کے مرتبے تک پہنچ کر، بادہ نشان جام شہادت کے مقام پر قائم المرام ہوتے ہیں، اور وہاں سے ترقی کر کے مرتبہ صدیقیت تک مرتفع ہوتے ہیں، اور پھر اس کے بعد براہ راست آفتاب نبوت سے بہرہ اندوز انوار و تجلیات ہوتے ہیں:

ومن بعد هذا ما یدق صفاتہ و ما کتمہ احظی لدیہ و اجمل ہم نے آغاز تحریر میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ مقام اطاعت خدا و رسول کے معنی یہ ہیں کہ انسان ہر طرف سے کت کر صرف خدا اور اس کے کلمہ حق کا ہو جائے، اور دنیا میں جس قدر اس سے باغی قوتیں ہیں، ان کی طرف سے منہہ مڑ لے کہ:

کی خاطر درست بنو، اور حق کی خاطر دشمن۔ نیکی کے آگے تمہاری گردن جھکی ہوئی، لیکن بدی کے آگے بلند و مغرور ہو۔ ان تمام حالتوں میں سے کوئی بھی حالت ہو، درحقیقت جہاد فی سبیل اللہ اور مقام امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں داخل ہے، اور جس خوش نصیب کو تائید الہی اس کی توفیق دے، وہ ”مجاہد فی سبیل اللہ“ کے خطاب کا مستحق۔

حقیقت جہاد اور حقیقت اسلامیہ

یہی سبب ہے کہ حکم جہاد اسلام کے ساتھ لازم و ملزوم ہے اور کوئی ہستی مسلم و موحد نہیں ہو سکتی، جس وقت تک کہ مجاہد نہ ہو۔ کیا نہیں دیکھتے کہ قرآن کریم میں ہر جگہ جہاد فی سبیل اللہ کو ”مسلم“ کی خصوصیات میں سے شمار کیا ہے؟

و جاہدوا فی اللہ حق جہادہ“ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو، جو حق جہاد کرنے کا ہے۔ اس نے تم کو تمام دنیا کی قوموں میں سے برگزیدگی اور امتیاز کیلئے چن لیا۔ پھر جو دین تم کو دیا گیا ہے، وہ ایک ایسی شریعت فطریہ ہے جس میں تمہارے لیے کوئی رکاوٹ نہیں۔ یہی ملت تمہارے مورث اعلیٰ ابراہیم خلیل کی ہے، اور اس نے تمہارا نام ”مسلمان“ رکھا ہے، گزشتہ زمانوں میں بھی اور اب بھی۔ تاکہ رسول تمہارے لیے، اور تم تمام عالم کی ہدایت اور نجات کے لیے شاہد ہو۔ پس اللہ کی رستے کو مضبوط پکڑو، جان اور مال، دونوں کو اس کی عبادت میں لٹاؤ۔ وہی تمہارا ایک آقا اور مالک ہے اور پھر جس کا خدا مالک و حاکم ہو، اس کا کیا اچھا مالک ہے اور کیسا قری مددگار!

(۲۲: ۷۸)

فی الحقیقت یہ آیت کریمہ ہمارے مقصود اور (الہلال) کی دعوت کے اظہار کیلئے ایک شہادت قاطعہ، اور منکرین حق و پرستاران نفاق کے قلع و قمع و ہلاکت کیلئے ایک سیف اللہ المسلول ہے:

فللہ الحجۃ البالغہ، فلورساء لہدائم اجمعین (۶: ۱۵۰)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تمام عالم میں فضیلت و بزرگی عطا فرمانے کی بشارت دی، حضرت ابراہیم نبی طرف اشارہ کر کے ان کے اس ”اسود حسد“ پر توجہ دلائی کہ انہوں نے راہ محبت الہی میں اپنے نفس کے جذبات، اور اپنے فرزند عزیز کی جان قربان کر دی تھی اور تم انہی کے پیرو اور انہی کے ملت حذیفہ کی طرف منسوب ہو، ”اقیموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ“ کہہ کر جسم اور مال، دونوں کے ایذا و قربانی کی تعلیم دی کہ فی الحقیقت نماز سے مقصود اپنی تمام نفسانی خواہشوں اور قوتوں پر عبودیت کے عجز و انکسار کی قربانی طاری کرنی ہے اور اس کے بخشے ہوئے سر کو اسی کی چوہمت پر رکھ دینا ہے، اور زکوٰۃ کا حکم ایذا و مال و دولت کا محکم دیتا ہے، تاکہ انسان اپنی پیدا کی ہوئی دولت میں انفاق فی سبیل اللہ کو بطور ایک شریک کار و بار حقدار کے حصہ کے ہمیشہ تسلیم کرتا رہے۔ اس کے بعد امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو نسبت ابراہیمی و اسلامی کی علت حقیقی قرار دیا اور کہا کہ ”تمہارا نام مسلم اسی لئے رکھا گیا ہے تاکہ تم اعلان حق کر کے تمام عالم کیلئے گواہ بنو اور رسول تمہاری ہدایت کا شاہد ہو“۔ اور پھر ان تمام خصوصیات و خصال کو آغاز آیت میں بطور نتیجہ بیان کے پیش

الحمد لله رب العلمین والصلاة علی رسوله محمد

وآلہ واصحابہ اجمعین -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں کو جو محبت اور شیفقتی ہے، اس کا اقتضا یہ تھا کہ آج ہماری زبان میں سیرت نبوی پر متعدد تصنیفیں گھر گھر پھیلی ہوتیں -

لیکن واقعہ یہ ہے کہ جو محبت اور خلوص ان حضرت کی سوانح نگاری کا سبب ہو سکتا تھا، اُسی نے ارباب عقیدت کو اس جرأت سے روک رکھا، ہر شخص جانتا ہے کہ آنحضرت کی نسبت معمولی سے معمولی واقعہ کا منسوب کرنا بھی سخت نازک ذمہ داری کا کام ہے، ایک لا ابالی شاعر بھی اس نکتہ کو سمجھتا ہے :

آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را  
بہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے مقدس محدثین مثلاً امام بخاری، امام مسلم، امام احمد حنبل وغیرہم نے سیرت نبوی پر کوئی کذاب نہیں لکھی، لیکن آخر چارہ کار کیا تھا؟ کیا یہ گوارا کیا جاتا کہ جس مبارک سے اسلام کا تمام نظام وابستہ ہے، جسکی محبت مسلمانوں کی رگوں کا خون ہے، جس کے نام لینے سے تمام اسلامی جذبات مشعل ہو جاتے ہیں، جو اسلام کی اصلی کائنات ہے، اُسی کے حالات سے تصنیف کا دامن خالی رہ جائے؟ یہی سبب تھا جس نے بہت سے محدثین اور ائمہ فن کو اس جرأت پر آمادہ کیا اور اسی کا نتیجہ ہے کہ دوسری صدی ہجری میں جب تصنیف و تالیف کا آغاز ہوا، تو امام زہری وغیرہ نے سیرت نبوی کی بنیاد رکھی اور آج سیکڑوں عربی کتابیں اس فن میں موجود ہیں -

میں اس بات سے نازا قف نہ تھا کہ اسلام کی حیثیت سے میرا اولین فرض یہی تھا کہ تمام تصنیفات سے پہلے سیرت نبوی کی خدمت انجام دیتا، لیکن ایک مدت تک جس خیال نے گذر محدثین کو اس فرض سے باز رکھا، وہی خیال مجھ کو بھی اس جرأت پر آمادہ نہیں ہونے دیتا تھا، لیکن ساتھ ہی میں دیکھ رہا تھا کہ جس ضرورت نے اوروں کو اس خدمت کے ادا کرنے پر مجبور کیا تھا، آج اس زمانہ میں اس سے بڑھکر ضرورتیں پیدا ہو گئی ہیں -

اگلے زمانہ میں سیرت کی ضرورت، صرف تاریخ اور واقعہ نگاری کی حیثیت سے تھی، علم کلام سے اسکو کوئی واسطہ نہ تھا، لیکن معترضین حال کہتے ہیں کہ اگر مذہب، صرف خدا کے اعتراف کا نام ہوتا تو بحث یہیں تک رہ جاتی، لیکن جب اقرار نبوت بھی جزو مذہب ہے تو یہ بحث پیش آتی ہے کہ جو شخص حاملِ وحی، از سفیر الہی تھا اُسے حالات، اخلاق اور عادات کیا تھے؟

یورپ کے مورخین، آنحضرت کی جو اخلاقی تصویر کھینچتے ہیں، وہ (نعوذ باللہ) ہر قسم کے معائب کا مرقع ہوتی ہے - آج کل مسلمانوں کو جدید ضرورتوں نے عربی علوم سے بالکل محروم کر دیا ہے، اسلئے اس گروہ کو اگر کبھی باطنی مذہب کے حالات اور سوانح کے دریافت کا شوق ہوتا ہے تو انہی یورپ کی تصنیفات کی طرف رجوع کرتا پڑتا ہے - اس طرح یہ زہر آلود معلومات چپکے چپکے اتر کرے جاتے ہیں اور لوگوں کو خبر تک نہیں ہوتی، یہاں تک کہ ملک میں ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے جو پیغمبر کو محض ایک مصلح سمجھتا ہے، جس نے اگر مجمع انسانی میں کوئی اصلاح کر دی تو اُس کا فرض ادا ہو گیا - اس بات سے اس کے منصب نبوت میں فرق نہیں آتا کہ اُس کا دامن اخلاق معصیت سے داغدار ہے - اس گروہ کے نزدیک قرآن مجید جاہل عربوں کے لیے چراغِ ہدایت ہو سکتا تھا، لیکن تمدن کے نصف النہار میں وہ کیا کام دے سکتا ہے؟ (۱)

(۱) ذلک قولہم بافروہم، یضاعون قول الذین کفروا من قبل، قاتلہم اللہ انہی یوفکون - ۱۹ - ۳۰ [الہلال]

یہ واقعات تھے جنہوں نے میرے خیالات میں تبدیلی پیدا کی اور میں نے سیرت نبوی پر ایک مبسوط کتاب لکھنے کا ارادہ کر لیا - یہ کام بظاہر نہایت آسان تھا - عربی زبان میں سیکڑوں کتابیں موجود ہیں، ان کو سامنے رکھکر ایک ضخیم اور دلچسپ کتاب لکھ دینا زیادہ سے زیادہ چند مہینوں کا کام تھا - لیکن واقعہ یہ ہے کہ کوئی اسلامی تصنیف، اس تصنیف سے زیادہ دیر طلب اور جامع مشکلات نہیں ہو سکتی - آگے چلکر ہم تفصیل سے بیان کریں گے کہ عربی زبان میں آج تک ایک بھی ایسی کتاب نہیں لکھی گئی جس میں صرف صحیح روایتوں کا التزام کیا جاتا، یہاں تک کہ خود محدثین میں یہ اصول قرار پا گیا کہ سیرت میں ہر قسم کی روایتیں جائز ہیں - حافظ ابن الدین عراقی جو حافظ ابن حجر کے آئندہ تھے انہوں نے سیرت نبوی میں ایک منظوم کتاب لکھی ہے، اس میں لکھتے ہیں :

ولیعالم الطالب ان السیرا بجمع ماصح وما قد انکرا

یعنی سیرت میں ہر قسم کی روایتیں ذکر کی جاتی ہیں - یہی سبب ہے کہ مستند اور مسلم الثبوت تصنیفات میں بھی سیکڑوں ہزاروں غلط روایتیں شامل ہو گئیں، اس بنا پر ضرورت تھا کہ نہایت کثرت سے حدیث و رجال کی کتابیں ہم پہنچائی جائیں اور پھر نہایت تحقیق و تنقید سے ایک مستند تصنیف طیار کی جائے، لیکن سیکڑوں کتابوں کا استقصاء کے ساتھ دیکھنا اور ان سے معلومات کا اقتباس کرنا ایک شخص کا کام نہ تھا - اسلئے ساتھ ہی ضرورت یہ تھی کہ یورپ میں آنحضرت کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے اُس سے بھی واقفیت حاصل کی جائے - میں بدقسمتی سے یورپ کی کوئی زبان نہیں جانتا - فرینچ جس قدر جانتا ہوں اس کو جاننا نہیں کہہ سکتے، اسلئے ایک استفادہ کی ضرورت تھی جس میں قابل عربی دانا اور انگریزی دانا شامل ہوں، خدا نے سرکارِ عالیہ بھوپال ہزٹائینس سلطان جہاں بیگم خلد اللہ تعالیٰ ملکہا کی بدولت یہ سامان مہیا کر دیا -

مسلمانوں کے اس فخر کا قیامت تک کوئی حریف نہیں ہو سکتا نہ انہوں نے اپنے باطنی مذہب کے حالات اور واقعات کا ایک ایک حرف اس استقصاء کے ساتھ محفوظ رکھا کہ کسی شخص کے حالات اس جامعیت اور احتیاط کے ساتھ قلمبند نہ ہو سکے اور نہ آئندہ توقع کی جاسکتی ہے - بڑے بڑے باطنی مذہب، زردشت، حضرت موسیٰ، حضرت مسیح، گوتہ بدہ ہیں اور زردشت کے حالات ایک صفحہ سے زیادہ جگہ نہیں لے سکتے - حضرت موسیٰ کے واقعات کی حد توڑا ہے، حضرت عیسیٰ کی زندگی ۱۲ سے ۳۰ برس تک بالکل غیر معلوم ہے اخیر کے تین برس منظر عام پر نمایاں ہیں اور وہ بھی رہی ہیں جو اناجیل اربعہ میں مذکور ہیں - ہندوؤں کی کل تاریخ افسانہ ہے - بخلاف اسکے پیغمبر عرب کے ۲۳ برس کے واقعات جو عہد نبوت کے واقعات ہیں، ان کا ایک ایک حرف محفوظ ہے - اس سے زیادہ کیا عجیب بات ہو سکتی ہے کہ آنحضرت کے افعال اور اقوال کی تحقیق کی غرض سے آپ کے دیکھنے والوں اور ملنے والوں میں سے تقریباً ۱۳ ہزار شخصوں کے نام اور حالات قلمبند کئے گئے اور اُس زمانہ میں کئے گئے جب تصنیف و تالیف کا آغاز تھا - چنانچہ طبقات ابن سعد، طبقات ابن ماکولا، اسد الغابہ، استیعاب، اساتذہ فی احوال الصحابہ، جو نہایت ضخیم کتابیں ہیں، صرف انہی بزرگوں کے حالات میں ہیں - کیا دنیا میں کسی شخص کے رفقا میں سے اتنے لوگوں کے نام اور حالات درج تحریر ہو سکے ہیں؟



# مقالہ

## سیرۃ نبوی

— \* —

از شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی

— \* —

این نیست کہ صحراے سخن جادہ ندارد  
واژوں روش کے نگری را چہ کند کس ؟

اگر قوم میں کلم کرنے والوں کی کمی ہے ، تو چنداں شکایت نہیں ، کلم کرنے والے ہمیشہ کم ہی رہتے ہیں ، لیکن افسوس اس عالمگیر خیرہ مذاقی پر ہے کہ جو کلم کرنے والے موجود ہیں ، انکے حسن و قبح کو پہچاننے والے بھی ناپید ہیں - نحسین ہے تو ناشناسانہ ، اور طعن ہے تو معاندانہ !

از رد و دم قبول تو فارغ نشستہ ام  
اے آنکہ خوب ما نشانسی ز رشت ما  
مرحوم غالب کو شکایت بھی :  
غالب سوختہ جان را چہ بگفتار آری  
بدیاری کہ ندانند نظیری ز قلیل

لیکن قلیل نے تو پھر بھی اچھے شعریات سے کہے ہیں ، اور نافہمی نے لیے یہ مثال کچھ زیادہ درد انگیز ہیں - اسکا کیا علاج کہ اجکل کے بازار ہم و نقد میں جب حکمت و فضیلت کا ترازو ہاتھ میں لیا جاتا ہے تو بہت سے مدعیان نظر ہیں ، حکو شاہ ولی اللہ اور مولوی نقیہ احمد ، دونوں کے وزن میں کچھ فرق نظر نہیں آتا !

لشکان مابین الیزید بن فی السدی  
یزید سلیم ، والا عربین حاتم  
اس خیرہ مذاقی کا نتیجہ یہ ہے  
کہ غمت و غمیں اور کھرو سنگ میں  
کوئی تمیز نہیں - گوش اور فکر و فکر و فکر  
مفقود ہوئی جاتی ہے ، اور دماغ عموماً

قانع ہیں - مانگ اعلیٰ کی ہے مگر ادنیٰ بھی مانجائے تو شکایت نہیں ، اور تلاش گو سونے کی پیدا ہوگئی ہے مگر ہر چمکتی ہوئی چیز سونا سمجھ لیتی ہے -

یہ ضرور ہے کہ آج ملک میں مخصوص اہل فلم کی جو تصنیفات شائع ہوئی ہیں انکے ناموں کی شہرت کو بطور ایک ضمانت کے تسلیم کرنا گیا ہے ، اور ایک جماعت موجود ہے جو فوراً استقبال کے لئے مستعد ہو جاتی ہے ، لیکن افسوس ہے کہ اس استقبال کی تہ میں بھی کوئی جمال شناسی اور حسن ستیجی نہیں ہے ، بلکہ محض ایک اعتقادی اعتراف اور مقلدانہ حسن ظن کہ فلاں شخص کی طرف محسوب ہے اسلئے کتاب ضرور اچھی ہوگی -

جن مخصوص مصنفات کو آج اردو لٹریچر کا قیمتی ذخیرہ سمجھا جاتا ہے ، وہ نے آج تک ایک بحر رباعی نہیں دیکھی جسمیں انکے واقعی حسن و قبح پر شناسا نقد کی گئی ہو -

ناظرین کو معلوم ہے کہ کچھ عرصے سے شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی

ایک نہایت عظیم الشان دینی و علمی خدمت میں مصروف ہیں - یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جامع و مکمل سیرۃ کی تدوین و تصنیف میں - جو نہ صرف یہ کہ اردو زبان میں اجکت نہیں لکھی گئی تھی ، بلکہ افسوس کہ عربی اور ترکی زبانوں میں بھی ، جن پر اردو سے بہتر تصنیف و تالیف کا دور گذر رہا ہے -

لیکن شاید بہت کم لوگوں کو اس کلم کی مشکلات کا صحیح اندازہ ہوگا - درحقیقت یہ کلم ایک شخص کے بس کا نہ تھا ، گورہ اپنے اندر قابلیتوں اور فضیلتوں کا کیسا بھی مجمع رکھتا ہو ، کیونکہ قابلیت اور دماغ ہی نہیں بلکہ وقت اور محنت بھی مطلوب تھی - ضرورت تھی کہ ایک منتخب تہوں اور اب علم کی مجلس ہوئی ، اور نورب کے مجامع علمیہ کے اصول پر اس کلم کو انجمن دنا جانا ، لیکن افسوس کہ ہم میں دماغ اور دل ، دونوں کا قحط ہے ، اور آدمی کسی مشین میں تھال کر پیدا نہیں کیے جا سکتے -

اس وقت ”سیرۃ نبوی“ کا کلم جس رفتار سے ہو رہا ہے اسکے لحاظ سے امید کی جا سکتی ہے کہ غالباً چند ماہ کے اندر کتاب کا پہلا حصہ پریس میں جائے نکلے طیار ہو جائے گا - اس وقت تک مسودے کی صورت میں اسکا بڑا حصہ مرہب ہو چکا ہے اور بدریک کے حالات کی پہلی انکیض بھی ہو چکی ہے - ہم نے مولانا سے عرض کیا کہ کتاب کی اشاعت سے پہلے اسکے بعض اہم اجزا جن سے طرز تصنیف و ترتیب اور مشکلات موضوع کے خاص مقامات سامنے آجائیں ، شائع کردہ چاہئیں نا کہ اردب فن و رائے کو اسکی نسبت بحث کرے اور مشورہ دے کہ موقع ملے -

آج کی اشاعت میں ہم دیدہ چہ کتاب کا ایک ٹکڑا شائع کرتے ہیں جسکے مطالعہ سے موضوع کتاب کے متعلق ناظرین کو نہایت مفید بصیرت حاصل ہوگی - اسکے بعد اہل

کتاب کے بعض اہم حصے بھی شائع کیے جائیں گے - ان علمائے کرام سے ، جنکو فن سیر و حدیث سے دلچسپی ہے ، خاص طور پر امید کی جاتی ہے کہ وہ بنعق نظر ولاحظہ فرمائیں گے اور کوئی امر قابل بحث و مذاکرہ یا مشورہ ضروری انکے خیال میں آئے گا ، تو اسے دفتر سیرۃ نبوی صفحات الهلال تک پہنچائے میں دریغ نہ فرمائیں گے -

یہ ظاہر کردہ ضروری ہے کہ ابھی کتاب کے تمام ٹکڑے محض مسودے کی حالت میں ہیں - ممکن ہے کہ جو ٹکڑے شائع کیے جائیں ، ان میں عند الاشاعت بہت سی تبدیلیاں ہو جائیں - سردست مقصود صرف بغرض مشورہ و مبادیہ آرا و بحث و مذاکرہ انکی اشاعت ہے -

جو حضرات آجکل کے جدید فن سوانح نویسی و واقعہ نگاری سے ذرا واقفیت رکھتے ہیں ، وہ کتاب کی ترتیب و تنظیم مطالب کی نسبت اگرچہیں تو مفید مشورے دے سکتے ہیں ( الهلال )



شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی مد فیومہ

کو دیکھا تھا، علم حدیث میں ان کو کمال تھا، امام زہری کے دروازہ پر دربان مقرر تھا کہ کوئی شخص بغیر اطلاع کے نہ آئے، لیکن محمد بن اسحاق کو اجازت تھی کہ جب چاہیں چلے آئیں۔ ان کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کی نسبت محدثین میں اختلاف ہے۔ امام مالک ان کے سخت مخالف ہیں، لیکن محدثین کا عام فیصلہ یہ ہے کہ مغازی اور سیر میں ان کی روایتیں استناد کے قابل ہیں۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں ان کی روایت نہیں لی، لیکن جزء القراءۃ میں ان سے روایت کی ہے اور تاریخ میں تو اکثر واقعات انہی سے لیتے ہیں۔

فن مغازی کو انہوں نے اس قدر ترقی دی اور اس قدر دلچسپ بنا دیا کہ خلفاء عباسیہ، جو زیادہ تر درسی قسم کی تصنیفات کا مذاق رکھتے تھے، ان میں بھی مغازی کا مذاق پیدا ہو گیا، چنانچہ ابن عدی نے ان کے اس احسان کا خاص طرح پر ذکر کیا ہے۔ ابن عدی نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس فن میں کوئی تصنیف ان کی تصنیف کے رتبہ کو نہیں پہنچتی (۱)۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں لکھا ہے کہ محدثین کو محمد بن اسحاق کی کتاب پر اعتراض تھا تو یہ تھا کہ خیبر وغیرہ کے واقعات وہ ان یہودیوں سے دریافت کر کے داخل کتاب کرتے تھے، جو مسلمان ہو گئے تھے، اور چونکہ یہ واقعات انہوں نے اپنے باپ دادا سے سنے تھے اسلئے ان پر اعتماد نہیں ہو سکتا۔ علامہ ذہبی کی تصریح سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ محمد بن اسحاق یہود و نصاریٰ سے روایت کرتے تھے اور ان کو ثقہ سمجھتے تھے۔ سنہ ۱۵۱ میں وفات پائی۔

محمد بن اسحاق کی کتاب المغازی کا ترجمہ شیخ سعدی کے زمانہ میں ابوبکر سعد زنگی کے حکم سے فارسی میں ہوا تھا، اس کا قلمی نسخہ الہ آباد کے کتب خانہ میں ہماری نظر سے گذرا ہے۔ محمد بن اسحاق کی کتاب کثرت سے پھیلی اور بڑے بڑے محدثوں نے اسے ان کے نسخہ مرتب کیے۔ اسی کتاب کو ابن ہشام نے زیادہ منقح اور اضافہ کر کے مرتب کیا جو سیرت ابن ہشام کے نام سے مشہور ہے، اصل کتاب اب کم ملتی ہے، اسلئے آج اس کی جو یادگار موجود ہے وہ یہی ابن ہشام کی کتاب ہے۔

ابن ہشام کا نام عبد الملک ہے، وہ نہایت ثقہ اور نامور محدث اور مورخ تھے۔ حمیر کے قبیلہ سے تھے، اور غالباً اسی تعلق سے سلاطین حمیر کی تاریخ لکھی جو آج بھی موجود ہے۔ انہوں نے سیرت میں یہ اضافہ کیا کہ جو مشکل الفاظ آتے ہیں ان کی تفسیر بھی لکھی۔ سنہ ۲۱۳ میں وفات پائی۔

واقعی خود تو قبل ذکر نہیں لیکن ان کے تلامذہ خاص میں سے ابن سعد نے آنحضرت اور صحابہ کے حالات میں ایسی جامع اور مفصل کتاب لکھی کہ آج تک اس کا جواب نہ ہو سکا۔

ابن سعد مشہور محدث ہیں۔ محدثین نے عمرماً لکھا ہے کہ گو ان کے استاد (واقعی) قابل اعتبار نہیں لیکن وہ خود قابل سند ہیں۔ خطیب بغدادی نے ان کی نسبت یہ الفاظ لکھے ہیں: کان من اهل العلم والفضل والفہم والعدالة، صنف کتاباً کبیراً فی طبقات الصحابة والتابعین فاجاد فیہ والحسن (۲)۔

وہ خاندان ہاشم سے تھے۔ بصرہ میں پیدا ہوئے، لیکن بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ بلاذری جو مشہور مورخ ہیں، انہی کے شاگرد ہیں۔ سنہ ۲۳۰ میں ۶۲ برس کی عمر میں وفات پائی۔

ان کی کتاب کا نام طبقات ہے۔ ۱۲ جلدوں میں ہے۔ در جلدیں خاص آنحضرت کے حالات میں ہیں اور یہی حصہ در اصل سیرۃ نبوی

اس فن کی پہلی تصنیف تھی۔ امام زہری اپنے زمانہ کے اعلم العلما تھے، فقہ اور حدیث میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا، نیر امام بخاری کے شیخ الشیوخ ہیں، انہوں نے آنحضرت کی حالات بہم پہنچانے میں یہ محنتیں اٹھائیں کہ مدینہ منورہ میں ایک ایک انصاری کے گھر پر جاتے۔ جوانم، بوڑھا، عورت، مرد، جو مل جاتا، یہاں تک کہ پردہ (۱) نشین عورتوں سے جا کر آنحضرت کے اقوال اور حالات پرچہ اور قلمبند کرتے۔ وہ نسبتاً قریبی تھے، سنہ ۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ بہت سے صحابہ کو دیکھا تھا۔ سنہ ۸۰ھ میں عبد الملک کے دربار میں آئے، اسنے بہت قدر و منزلت کی۔ یہ بات خاص لحاظ کے قابل ہے کہ امام موصوف بخلاف اکثر ائمہ حدیث کے سلاطین کے دربار سے تعلق رکھتے تھے اور مقربین خاص میں داخل تھے۔ ہشام بن عبد الملک نے اپنے بچوں کی تعلیم ان کے سپرد کی تھی۔ سنہ ۱۲۳ میں وفات پائی۔

امام زہری کی وجہ سے مغازی و سیرت کا عام مذاق پیدا ہو گیا، ان کے حلقہ درس سے اکثر ایسے لوگ نکلے جو خاص اس فن میں کمال رکھتے تھے، ان میں سے یعقوب بن ابراہیم، محمد بن صالح تمار، عبد الرحمن بن عبد العزیز، فن مغازی میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ چنانچہ تہذیب التہذیب وغیرہ میں ان لوگوں کا امتیازی وصف (صاحب المغازی) لکھا جاتا ہے۔

زہری کے تلامذہ میں دو شخصوں نے اس فن میں نہایت شہرت حاصل کی اور یہی دو شخص ہیں جن پر اس فن کا مدار ہے: موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحاق۔ موسیٰ بن عقبہ خاندان زبیر کے غلام تھے، حضرت عبد اللہ بن عمر کو دیکھا تھا۔ فن حدیث میں امام مالک کے استاد تھے۔ امام مالک لوگوں کو ترغیب دیتے تھے کہ فن مغازی سیکھنا ہو تو ان سے سیکھو۔ ان کی مغازی کی خصوصیات یہ ہیں، اور ان خصوصیات کی طرف خود امام مالک نے اشارہ کیا ہے:۔

(۱) مصنفین روایات میں صحت کا التزام نہیں کرتے تھے، انہوں نے زیادہ تر اس کا التزام کیا۔

(۲) عام مصنفین کا یہ مذاق تھا کہ کثرت سے واقعات نقل کرتے تھے، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ہر قسم کی رطب و یابس روایتیں آجاتی تھیں۔ موسیٰ نے احتیاط کی اور اکثر وہی روایتیں بن جو ان کے نزدیک صحیح ثابت ہوئیں، یہی وجہ ہے کہ کتاب بہ نسبت اور کتب مغازی کے مختصر ہے۔

(۳) چونکہ روایت حدیث کے لیے کسی عمر کی قید نہ تھی اسلئے اکثر لوگ بچپن اور آغاز شباب ہی سے حلقہ درس میں شامل ہو جاتے تھے اور حدیثیں سن کر لوگوں سے روایت کرتے تھے، لیکن چونکہ اس عمر تک واقعات کا صحیح طور سے سمجھنا اور محفوظ رکھنا ممکن نہ تھا، اسلئے اکثر روایتوں میں تغیر ہو جاتا تھا موسیٰ نے اختلاف اوروں کے کبر سن میں اس فن کو سیکھا، (۲) سنہ ۱۴۱ میں انہوں نے وفات پائی۔

موسیٰ کی کتاب آج موجود نہیں۔ لیکن ایک مدت تک شائع ذئع رہی اور سیرت کی تمام قدیم کتابوں میں کثرت سے اس کے حوالے کیے گئے ہیں۔

محمد بن اسحاق نے مغازی میں سب سے زیادہ شہرت حاصل کی، وہ امام فن کے نام سے مشہور ہیں۔ شہرت عام میں اگرچہ واقعی ان سے کم نہیں لیکن واقعی کی لغوی معنی مسلمہ عام ہے، اسلئے ان کی شہرت بدنامی کی شہرت ہے۔ محمد بن اسحاق نے متعدد صحابہ

(۱) تہذیب التہذیب ترجمہ امام زہری (محمد بن مسلم)

(۲) تہذیب التہذیب ترجمہ موسیٰ بن عقبہ۔

(۱) تہذیب التہذیب

(۲) تہذیب التہذیب ترجمہ محمد بن موسیٰ۔

علمائے تصنیفین لکھوائیں، قاضی عبد البر نے جامع بیان العلم میں امام زہری کا قول نقل کیا ہے :

کنا نکرہ کتاب العلم حتی ہم لوگ علم کا قلم بند کرنا پسند نہیں کرنا علیہ ہولاء الامراء کرتے تھے، یہاں تک کہ ان امراء نے ہم (مطبوعہ مصر صفحہ ۳۶) کو مجبور کیا ۔

سب سے پہلے امیر معاویہ نے عبید بن شریہ کو یمن سے بلا کر قداما کی تاریخ مرتب کرائی جس کا نام اخبار الماضیین (۱) ہے ۔ امیر معاویہ کے بعد عبد الملک نے ( جو سنہ ۶۵ ہجری میں تخت نشین ہوا ) ہر فن میں تصنیفین لکھوائیں ۔ سعید بن جبیر جو أعلم العلماء تھے، ان کو حکم بھیجا کہ قرآن مجید کی تفسیر لکھیں، چنانچہ امام موصوف نے ایک کتاب لکھ کر بھیجی جو کتب خانہ شاہی میں رکھی گئی ۔ عطا بن دینار کے نام سے جو تفسیر مشہور ہے انہی کی تفسیر ہے ۔ عطا کو خزائنہ شاہی سے یہ نسخہ ہات آگیا تھا اور انہوں نے اپنے نام سے مشہور کر دیا (۲) ۔

حضرت عمر ابن عبد العزیز کا زمانہ آیا تو انہوں نے تصنیف و تالیف کو زیادہ ترقی دی ۔ تمام ممالک میں حکم بھیج دیا کہ احادیث نبوی مدون اور قلمبند کی جائیں ۔ سعد بن ابراہیم جو بہت بڑے محدث اور مدینہ منورہ کے قاضی تھے، ان سے دفتر کے دفتر قلمبند کرائے اور تمام ممالک مقبوضہ میں بھیجے ۔ علامہ ابن عبد البر جامع بیان العلم میں لکھتے ہیں :

عن سعد بن ابراہیم قال امرنا سعد بن ابراہیم کہتے ہیں عمر بن عبد العزیز بجمع کہ عمر بن عبد العزیز نے ہم کو السنن فکتبناھا دفتراً دفتراً فبعث احادیث کے جمع کرنے کا حکم الی کل ارض له علیہا سلطان دیا ۔ ہم نے دفتر کے دفتر لکھ کر عمر دفتراً ( مطبوعہ مصر نے جہاں جہاں ان کی حکومت صفحہ ۳۶ ) تھی ابک ایک دفتر بھیج دیا ۔

ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم انصاری جو اس زمانہ کے بہت بڑے محدث، امام زہری کے استاد، اور مدینہ کے قاضی تھے، ان کو بھی خاص طور پر احادیث کے جمع کرنے کا حکم بھیجا (۳) ۔

حدیث میں حضرت عائشہ کی مرویات ایک خاص حیثیت رکھتی ہیں ۔ ان سے اکثرہ حدیثیں مروی ہیں جو عقائد یا فقہ کے مہمات مسائل ہیں، اسلئے عمر ابن عبد العزیز نے ان کی روایتوں کے ساتھ زیادہ اعتنا کیا ۔ عمر بن بنت عبد الرحمن ایک خاتون تھیں، ان کو حضرت عائشہ نے اپنے آغوش تربیت میں پالا تھا، تمام علما کا اتفاق ہے کہ حضرت عائشہ کی مرویات کا ان سے بڑھ کر کوئی عالم نہ تھا ۔ عمر بن عبد العزیز نے ابوبکر بن محمد کو خط لکھا کہ عمرہ کے مسائل اور روایات قلمبند کر کے بھیج دیں (۴) ۔

مغازی پر توجہ

اب تک محدثین نے مغازی رسیر کے ساتھ اعتنا نہیں کیا تھا، حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس فن کی طرف خاص توجہ کی اور حکم دیا کہ غزوات نبوی کا حلقہ درس قائم کیا جائے ۔ عاصم بن عمرو بن قتادہ انصاری ( المتوفی سنہ ۱۲۱ ) اس فن میں خاص کمال رکھتے تھے ۔ ان کو حکم دیا کہ دمشق کی جامع مسجد میں بیٹھ کر لوگوں کو مغازی اور مناقب سکھائیں ۔ یہ سیرت نبوی کا پہلا سنگ بنیاد تھا ۔ اسی زمانہ میں امام زہری نے مغازی پر ایک مستقل کتاب لکھی اور جیسا کہ امام سہیلی نے روض الانف میں تصریح کی ہے یہ

( ۱ ) فہرست ابن الندیم صفحہ ۲۴۴ ۔

( ۲ ) میزان الاعتدال ترجمہ عطاء بن دینار ۔

( ۳ ) تہذیب التہذیب ترجمہ ابوبکر بن محمد و عمر بن بنت عبد الرحمن و طبقات

ابن سعد جز دوم حصہ دوم صفحہ ۱۲۴ ۔

( ۴ ) تہذیب التہذیب ترجمہ عاصم بن عمرو بن قتادہ ۔

سیرت نبوی کے متعلق قدمائے جو ذخیرہ مہیا کیا (۱) اس کی مختصر تاریخ اور کیفیت ہم اس غرض سے اس موقع پر درج کر دیتے ہیں کہ اب ایک کامل اور مستند کتاب کے مرتب کرنے کے لیے کیونکر اس ذخیرہ سے کام لیا جاسکتا ہے اور کہاں تک تحقیق و تنقید کی ضرورت ہے ؟

فن سیرت کی ابتدا

آنحضرت کے ساتھ صحابہ کرام کو جو شغف تھا، اس کا اقتضا یہ تھا کہ وہ آپ کی ایک ایک بات کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے اور جہاں بیٹھتے تھے انہی باتوں کے تذکرے کرتے تھے ۔ ان میں وہ احکام اور اوامر بھی تھے جو منصب نبوت کی حیثیت سے تعلق رکھتے تھے اور وہ باتیں بھی تھیں جو روزمرہ کی زندگی میں داخل تھیں ۔

عرب میں علوم و فنون اور تاریخ نہ تھی ۔ صرف خاندانی معرکوں اور لڑائیوں کے واقعات کو محفوظ رکھتے تھے، اور یہی قصے ان کی گرمی محفل کے کام آتے تھے، اس لحاظ سے قیاس یہ تھا کہ آنحضرت کے حالات و واقعات میں سے سب سے پہلے مغازی کی روایتیں زیادہ پھیل گئیں اور تصنیف و تالیف کا آغاز مغازی ہی سے ہوتا، لیکن احادیث کے تمام اقسام میں سے سیرت و مغازی کا درجہ سب سے متاخر رہا اور اکابر صحابہ اور محدثین نے اس طرف کم توجہ کی ۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ خلفا اور اکابر صحابہ نے زیادہ تر آنحضرت کے ان اقوال و افعال پر توجہ کی جن کو منصب شریعت سے تعلق تھا، اور جن سے فقہی احکام اور مسائل استنباط ہوسکتے تھے ۔ ابن القیم نے اعلام الموقعین کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ جو صحابہ فتویٰ دیتے تھے ان کی تعداد ۱۳۰ سے زائد تھی ( ۲ )

تعریر و رواج

عرب میں اگرچہ لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا تاہم مکہ معظمہ میں اسلام سے پہلے متعدد اشخاص لکھنا پڑھنا جانتے تھے، چنانچہ جب آنحضرت مبعوث ہوئے تو قریش میں ۱۷ شخص پڑھنے کے ساتھ لکھنا بھی جانتے تھے ۔ جن میں بعض عربی بھی تھیں ۔ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں : حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت ابو عبیدہ، طلحہ، زید، ابو حذیفہ بن عتبہ، ابوسفیان، معاویہ، شفاء بنت عبد اللہ (۳) ۔

جنگ بدر میں جو کفار گرفتار ہوئے اور فدیہ نہیں ادا کرسکے ان کو آنحضرت نے حکم دیا کہ دس دس بچوں کو اپنے ذمہ لیں اور انکو لکھنا سکھادیں ۔ زید بن ثابت جو کاتب وحی تھے، انہوں نے اسی طریقہ سے لکھنا سیکھا تھا (۴) اس طرح مدینہ منورہ میں کثرت سے لکھنا پڑھنا رائج ہوچکا تھا ۔ باایں ہمہ تصنیف و تالیف کا رواج نہیں ہوا تھا ۔ تصنیف و تالیف کی ابتدا سلطان کی وجہ سے ہوئی ۔

صحابہ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں اگرچہ فقہ و حدیث کی نہایت کثرت سے اشاعت ہوئی ۔ اور بہت سے درس کے حلقے قائم ہو گئے، لیکن جو کچھ تھا ربانی تھا ۔ جب خلافت کا دور ختم ہوکر حکومت قائم ہوئی اور بدوامیدہ نے دمشق کو پایۂ تخت بن دیا جو رومن کے اثر سے معمور تھا ۔ تو لندن کے تمام آثار خود بخود پیدا ہو گئے، جن میں تالیف و تصنیف بھی تھی، بنو امیہ کے حکم دیکر

( ۱ ) نہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ حدیث کی نقابونامیں آنحضرت کے حالات اور اخلاق و سادات کے متعلق نہایت کثرت سے واقعات مذکور ہیں جو سیرت نبی تصنیف میں کافیہ مدد دے سکتے ہیں تاہم ان سے کوئی کتاب عیار نہیں ہوسکتی ۔ اسلئے علامہ انہیں تاریخی ترتیب نہیں دے سکتے ۔ بہار ہم نے جس کتاب کو ذکر کیا ہے حدیث کی کتابوں ان کے علاوہ ہیں ۔

( ۲ ) اعلام مطبوعہ مصر صفحہ ۱۳ ۔

( ۳ ) یہ دوری تفصیل فتوح البلدان مطبوعہ بوز صغہ ۴۷۱ و ۴۷۲ میں ہے ۔

( ۴ ) طبقات ابن سعد ذکر غزوہ بدر صفحہ ۱۴ ۔



سے الگ کیا جائے، تو اسلام کے سوا کون ہے جو سامنے آسکتا ہے؟ یہودیوں کو چھوڑ دو کہ وہ سامنے نہیں آتے، لیکن (مسیحیت جو باوجود تیغِ عام و مدنیّت سے مذبح ہو جانے کے پھر بھی اپنی موت کا اقرار نہیں کرتی) محض تاریکی کی ایک سیاہ چادر ہے، جس میں اس نے اپنے خدائے مصلوب کی لاش کو صدیوں سے لپیٹ لیا ہے، پھر چاہتی ہے کہ اس بے روح بوجھ سے عالم انسانیت کے کاندھوں کو اب بھی نجات نہ دے۔

فرض کرو کہ ایک بدگمان شخص (یوحنا) کی زبانی انجیل میں یہ پڑھتا ہے کہ یروشلم کی فاحشہ عززتوں کے ہاں بائبل کا مسیح مہمان ہوا کرتا تھا، اور (بیت عنیاہ) میں بعض جوان عزتوں تین تین سو دیڈلز کا عطر جوشِ محبت میں آکر اس کے پانوں پر ڈال دیتی تھیں اور پھر اپنے بالوں سے پونچھتی جاتی تھیں (یوحنا ۱۲: ۳) نیز وہ رنا کار عزتوں پر بہت شفیق تھا اور ان کو سزا دینے سے انکار کرتا تھا، اور یہ حجت پیش کرتا تھا کہ دنیا میں سب گنہ گار ہیں! (یوحنا ۸: ۹) پھر وہ سنتا ہے کہ یہ روحانی معلم بچپن ہی کے زمانے میں مصر پہنچا دیا گیا تھا اور اپنا تمام عہد شباب و افات کسی نا معلوم الحال شہر میں کات کر تیس سال کے بعد اپنے تئیں ظاہر کیا تھا، تو انصاف کرو کہ اس کے لیے کیا امر مانع ہے کہ وہ مسیح کی مجہول و تاریک زندگی کے متعلق سخت سے سخت شکوک اپنے دل میں پیدا نہ کرے، اور مسیحیت کو اس کا ذمہ دار قرار نہ دے کہ بچپن سے لیکر جوانی تک کی اصلی اور پر امتحان زندگی کے حالات پیش کیے جائیں؟

#### امام طبری اور الزام تشیع

مولانا نے دیباچے کی آخری سطور میں ابن جریر طبری کا ذکر کرتے ہوئے اس الزام بے اصل کی تغلیط کی ہے جسکو بعض محدثین نے انکی نسبت شہرت دی تھی اور انکو شیعہ قرار دیا تھا۔ حال میں بریلی سے ایک صاحب نے الہلال میں شائع کرنے کیلئے ایک تحریر رافعہ ”احراق بیت فاطمہ“ کی نسبت بھیجی ہے، اور اسمیں اس الزام کو بہت طول دیا ہے اور پھر ہمیں مجبور کیا ہے کہ بسلسلہ ”اسئلہ و اجوبہ“ انکی تائید کریں۔ افسوس ہے کہ ہم انکی تحریر کی اشاعت بے سود سمجھتے ہیں، ان مباحث کیلئے بیشتر سے ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ لیکن چونکہ ضمناً یہ ذکر آگیا ہے اسلئے یہ کہدینا ضروری سمجھتے ہیں کہ (علامہ طبری) کی نسبت انکی رائے سے ہم متفق نہیں ہو سکتے۔

اصل یہ ہے کہ (ابن جریر) منجملہ ائمہ فن اور مجتہدین وقت کے تھے، جو صاحبِ مذہب و تحقیق خاص ہوئے، اسلئے وہ اپنے اجتہادات میں کسی کی پیروی نہیں کرتے تھے۔ (سمعانی) نے انساب میں تصریح کی ہے کہ یہ مجتہد ہیں، لہٰذا انکے مذہب کی پیروی کرتے ہیں۔ سیوطی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے چوتھی صدی تک انکے مقلدین موجود تھے (یعنی جب تک کہ تقلید شخصی شروع نہیں ہوئی تھی)۔

منجملہ انکے اجتہادات مخصوصہ کے ایک اجتہاد یہ تھا کہ وہ برخلاف تمام ائمہ اہل سنت کے مسیح قدیمین کے قائل تھے۔ حدیث خم غدیر کی توثیق میں بھی انکو نہایت غلط تھا، چنانچہ اس بارے میں ایک خاص کتاب تصنیف کی۔

ان اسباب نے ایک جماعت کو انکا مخالف کر دیا، حذبلہ انیسے برہم تھے کہ اختلاف الفقہاء میں انہوں نے امام احمد حنبل کو نہیں لیا، اور صرف ائمہ ثلاثہ کے مسائل پر بحث کی۔ انہوں نے بھی اس مخالفت میں شرکت کی، نتیجہ یہ نکلا کہ مسئلہ مسیح قدیمین کی وجہ سے انکو تشیع کا الزام دیا گیا۔ اس سے زیادہ اسکی اصلیت نہیں۔

دعوتِ نبوی الیہ سختیوں کو برداشت کرنا مجھے زیادہ پسند (۱۲: ۴۰) و محبوب ہے۔

کتنے عبادِ شب زندہ دار، زہاد زاویہ نشین، حکماء فطرت شناس، فلسفہ حقایق آگاہ، اور شنوارانِ قلزمِ اخلاق و حکمت ہیں جو دعوا کر سکتے ہیں کہ تنہائی اور سکون و طمانینہ کے کسی حجلہ عیش نشاط میں ایک صاحبِ دولت و جاہ فتنہ حسن، منت و شرق، اصرار، التجا، تحریف و ترہیب کے ساتھ عیشِ شباب کی دعوت دیکر بلا لگا کر کہے گا کہ ”ہیت لک“ اور پھر وہ یہ کہہ کر گردن موڑ لیں گے کہ:

عاف اللہ! استغفر اللہ! یہ تو مجھ سے کبھی نہیں ہو سکتا۔  
 ربی احسن تو میرے آقا کی بیوی ہے جس نے مجکو  
 شہرامی، انہ اچھی طرح رکھا ہے۔ پھر کیا اپنے مالک کی  
 یلعظ الظالمون متاع میں خیانت کروں؟ حالانکہ خائفوں کو  
 (۱۲: ۲۳) خدا کبھی فلاح نہیں دیتا!

اور پھر جب اسکی طرف سے اصرار و جوش میں جبر ہو، تو بالکل اس طرح، جیسے کوئی انسان کسی خونخوار اژدہ سے بھاگتا ہے، بھاگ کر بچنے کی کوشش کریں گے؟

پھر دنیا میں کتنے ہیں کہ وہ اپنے کو حضرت یوسف کی جگہ فرض کریں، اور تختِ مصر پر بیٹھ کر اپنے بھائیوں کے ایک ایک جگر خون ن مظالم یاد کریں۔ لیکن جب وہ بھائی، جنہوں نے کنوئیں میں انکو ہلاک کرنا چاہا تھا، ایک فقیر و درویشہ گر کی صورت میں اقرار صورت کریں کہ: تالہ لقد اثرک اللہ علینا وان کنا لخطائین۔ تو اس کے جواب میں انکی زبانوں سے ”یوسف“ کی طرح نکلے:

لا تثریب علیکم آج کے دن میری طرف سے تم پر کوئی الزام  
 لیوم یغفر اللہ اور شکایت نہیں۔ میں نے معاف کیا اور  
 کم رھوارحم خدا بھی تمہارے قصور معاف کر دے کہ وہ  
 لراحمین ارحم الراحمین ہے۔

یہی خلقِ نبوت کی آواز ہے، جو فتح مکہ کے دن بھی دھرائی گئی تھی، اور جن لوگوں نے اس داعیِ حق کو اپنے طرح طرح کے مظالم، شائد سے ترک وطن پر مجبور کیا تھا، وہ جب بے بس قیدیوں کی صورت میں اس کے سامنے لائے گئے تو اس نے کہا تھا: لا تثریب علیکم لیوم، یعفر اللہ کم رھوارحم الراحمین۔

حاصل سخن یہ ہے کہ دعوتِ نبوت کی صداقت کیلئے اصل راہ دلیلِ نبی کی زندگی ہے۔ اسکا کھانا پینا، رہنا سہنا، عزیزوں اور غیروں سے ملنا۔ گھر کی معاشرت، اور باہر کا سلوک، یہی چیزیں ہیں، جو ایک مدعی کے دعوے کی صداقت و عدم صداقت کی شہادت دے سکتی ہیں۔ پس ہر داعی الی اللہ کیلئے ضرور ہے کہ اسکی زندگی کا صفحہ ہمیشہ دنیا میں کھلا رہے۔

اس اصول کو پیش نظر رکھ کر دنیا کے تمام بڑے بڑے بائیانِ مذہب کی زندگی کو دھونڈھدیے، توفی الحقیقت ایک زندگی بھی ایسی نہیں ہے، جس کے ضروری حالات تک معلوم ہو سکیں۔ تورات کی ابتدا، نئی پانچ کتابیں (خروج) سے (استثنا) تک ضرور حضرت موسیٰ کی زندگی کے حالات بتلاتی ہیں، لیکن دراصل وہ عہد موسوی کے ہی اسرائیل کی تاریخ ہے، خود حضرت موسیٰ کی زندگی کے خاص حالات کا اسمیں کوئی حصہ نہیں۔ اناجیل اربعہ میں آخرے مذہبی برس کے واقعات حضرت مسیح کے ملتے ہیں، لیکن ان سے بھی خود مسیح کی اصلی زندگی کا عقدہ نہیں کھلتا اور افسوس ہے کہ جس قدر حالات معلوم ہوئے ہیں، وہ نہ صرف درجہٴ نبوت، بلکہ درجہٴ انسانیت سے گرے ہوئے ہیں۔

پھر اگر آج ایک طالبِ حق مذاہبِ عالم کو للکارے کہ اپنے اپنے بایزن مذہب کی زندگیوں کو بازارِ تفحص میں لاؤ، تاکہ کھرا کھوٹے

ہم نے اسکو چھوڑ دیا کہ بالفعل اسکی اشاعت ضروری نہیں -  
 آغاز تحریر میں مولانا نے سیرۃ نبوی کی اس خصوصیت کی طرف  
 اشارہ کیا ہے کہ ”مسلمانوں نے اپنے بانی مذہب کے حالات جس  
 تفصیل اور استقصاء کے ساتھ جمع کیے، دنیا کی کوئی قوم اسکی  
 نظیر نہیں پیش کر سکتی“ چند کلمات اسکی نسبت عرض کرنا  
 چاہتے ہیں کہ یہ ایک نکتہ ضروری ہے -

اشرف ترین خصوصیت اسلام

اور برہان نبوت

نبوت ایک دعوا ہے، جسکی دلیل نبی کی زندگی کے سر  
 اور کوئی چیز نہیں ہوسکتی - دلیل کیلئے ضرور ہے کہ اسکا نتیجہ  
 براہ راست مخاطب کو تسلیم دعوا پر مجبور کرے - ایک شخص  
 دنیا میں ظاہر ہوکر دعوا کرتا ہے کہ وہ ہدایت و ارشاد کی ایک  
 قوت الہی لیکر آیا ہے، اور باوجودیکہ وہ اُسی قوم اور سوسائٹی  
 کا ایک فرد ہے، تاہم اسکے اندر ایک قوت ہے جسکے ذریعہ  
 وہ انسانوں کے اعمال و معتقدات کی صف اولت دیکھا اور ایک  
 بہت بڑی تبدیلی پیدا کردیگا، پس ضرور ہے کہ وہ اس تبدیلی  
 کا اولین نمونہ خود اپنی زندگی کو ثابت کرے - وہ اپنی زندگی  
 کی کتاب سب کے سامنے کھل دے اور اسکا کوئی صفحہ انظار  
 عالم سے مخفی نہ ہو - اسکی زندگی ویسی ہی ہو، جیسی ہر انسان  
 کی ہوتی ہے، تاہم اسکے اندر نفس و جذبات کی تبدیلی کے وہ  
 مظاہر ہوں، جنکے حاصل کرنے سے انسان کی تمام ملوکوتی قوتیں  
 عاجز آجاتی ہیں، اور جنکو دنیا میں پیدا کردینے کا وہ مدعی ہے -  
 وہ ثابت کرے کہ جس نفس کے تسلط سے آزاد کرانے کیلئے وہ آیا  
 ہے، اس سے خود بھی آزاد ہے - وہ خباثت اخلاقی، جن کے قہار  
 و جبار لشکر کو شکست دینے کا وہ مدعی ہے، اسکو خود بھی شکست  
 دے چکا ہے - اس نے اپنے اخلاق و خصائل میں صفات الہیہ کا ایک  
 مظہر قدسی پیدا کرایا ہے، اور وہ باوجود پورے انسان ہونے کے  
 پھر بھی اپنے اعمال کے اندر عام سطح انسانیت سے بالا تر ایک جلو  
 حق رکھتا ہے - مختصر یہ کہ وہ قوائے فطریہ انسانیت کے جس صحت  
 استعمال کا مدعی ہے، خود اسکی زندگی بھی اسکی شہادت دیتی ہے -  
 پس فی الحقیقت نبی کیلئے دلیل حقیقی خود نبی کی  
 زندگی کے اندر ہے، نہ کہ اس سے باہر - نبی کی سچائی کیلئے  
 سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ اسکی زندگی میں کوئی راز نہ ہو، اسکی  
 زندگی آفتاب کی طرح بڑھنے ہو مگر دھبے سے پاک ہو - وہ جزئیات  
 جنکو تم نظر انداز کردیتے ہو، دراصل انسانیت کے کلیات کا اصلی  
 سرچشمہ ہیں - ایک شخص درودیوار اور شجر و سنگ سے اپنی  
 صداقت کی گواہی دلا سکتا ہے، مگر دشمن پر قابو پا کر اس سے درگزر  
 نہیں کر سکتا - ممکن ہے کہ ایک شخص آگ میں کود کر زندہ  
 و سلامت نکل آئے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ غیظ و غضب کی جب  
 ایک خفیف سی چنگاری بھی اسکے دامن حالم پر لگی تھی، تو اسکا  
 کیا حال تھا؟ مولانا روم نے اس نکتے کو لکھا ہے:

روژ آراز یدمیر معجزہ ست!

پیغمبر کی آواز اور چہرہ، خود معجزہ ہے، آواز معجزت ہوں  
 یا نہوں -

حضرت یوسف کے سامنے دو چیزیں آئیں: بارہ برس کی قید  
 عفت و عصمت کے ساتھ، اور ہمیشہ کا عیش و عشرت عصیان  
 و عدران کے ساتھ، لیکن انہوں نے قید صداقت کو عیش معصیت پر  
 ترجیح دی اور کہا:

قال رب السجن خدایا! جس شے کی طرف مجھ کو یہ عزتیں  
 احب الی مما بلاتی ہیں، اسکے مقابلے میں تو قید کی

ہے - باقی جلدیں صحابہ کے حالات میں ہیں، اور چونکہ صحابہ کے  
 حالات میں ہر جگہ آنحضرت کا ذکر آجاتا ہے اسلئے ان حصوں میں بھی  
 سیرت کا بڑا سرمایہ موجود ہے -

یہ کتاب قریباً ناپید ہو چکی تھی، یعنی دنیا کے کسی کتب  
 خانہ میں اس کا پورا نسخہ موجود نہ تھا، شہنشاہ (جرمنی) کو اس  
 کی طبع و اشاعت کا خیال آیا - چنانچہ لاکھ روپے جیب خاص سے  
 دیئے اور پروفیسر (ساخو) کو مامور کیا کہ ہر جگہ سے اسکے  
 اجزا فراہم کرے لے - پروفیسر مرصوف نے قسطنطنیہ، مصر، اور  
 یورپ جاکر جابجا سے تمام جلدیں بہم پہنچائیں - یورپ کے بارہ  
 پروفیسروں نے الگ الگ جلدوں کی تصحیح اپنے ذمہ لی، چنانچہ  
 نہایت اہتمام اور صحت کے ساتھ یہ نسخہ لیڈن (ہالند) میں  
 چھپکر شائع ہوا -

اس کتاب کا بڑا حصہ راقدی سے ماخوذ ہے لیکن چونکہ تمام  
 روایتیں بہ سند مذکور ہیں، اسلئے راقدی کی خاص روایتیں بہ آسانی  
 الگ کر لی جاسکتی ہیں -

اس زمانہ میں سیرت پر اور بہت سی کتابیں لکھی گئیں  
 چنانچہ کشف الظنون وغیرہ میں اُن کے نام مذکور ہیں، لیکن چونکہ  
 نام کے سوا انکے متعلق اور کچھ معلوم نہیں، نہ اُنکا آج وجود باقی ہے  
 اسلئے ہم اُن کے نام نظر انداز کر دینے پر مجبور ہیں -

عام کتب تراجم

سیرت کے سلسلہ سے الگ، تاریخی تصنیفات ہیں - ان میں سے  
 جو تاریخی محدثانہ طریقہ پر لکھی گئیں، یعنی جن میں تمام روایتیں  
 بہ سند مذکور ہیں، اُن میں آنحضرت کے حالات اور واقعات کا جس  
 قدر حصہ ہے وہ بھی دراصل سیرت ہے - ان میں سب سے مقدم اور  
 قابل استناد امام بخاری کی دونوں تاریخیں ہیں، لیکن دونوں  
 نہایت مختصر ہیں - تاریخ صغیر چھپ گئی ہے - اس میں سیرت نبوی  
 کے صرف پندرہ صفحے ہیں اور ان میں بھی کوئی ترتیب نہیں - کبیر  
 الدنہ بڑی ہے - میں نے اس کا نسخہ جامع ابا صوفیہ (قسطنطنیہ)  
 میں دیکھا تھا لیکن سوانح نبوی اس میں بھی کم ہیں، اور جستہ  
 جستہ واقعات بھی جس قدر ہیں، بلا ترتیب مذکور ہیں -

تاریخی سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبری  
 کی تاریخ کبیر ہے - طبری اس درجہ کے شخص ہیں کہ تمام محدثین  
 ان کے فضل و کمال اور رسعت علم کے معترف ہیں - انکی تفسیر  
 احسن التفاسیر خیال کی جاتی ہے - محدث ابن خزمہ کا قول ہے  
 کہ دنیا میں کسی کو ان سے بڑھکر عالم نہیں جانتا انہوں نے سنہ ۳۱۰  
 میں وفات پائی -

بعض محدثیں (مثلاً سلیمان) نے اُن کی نسبت لکھا ہے کہ یہ  
 شیعوں کے لئے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے - لیکن علامہ ذہبی  
 میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں:

هذا رجم بالظن الکاذب یہ جھوٹی بدگمانی ہے، بلکہ واقعہ یہ  
 بل ابن جریر من کبار ائمة ہے کہ ابن جریر اسلام کے معتمد اماموں  
 الاسلام المعتمدین! میں سے ایک بہت بڑے امام ہیں -

تاہم علامہ ذہبی نے اس موقع پر لکھا ہے کہ ”ان میں فی الجملہ  
 تشیع تھا لیکن مغر نہیں“ تمام مستند اور مفصل تاریخیں مثلاً تاریخ  
 کامل ابن الاثیر، ابن خلدون، ابو الفداء وغیرہ انہی کی کتاب سے ماخوذ  
 اور اسی کتاب کی مختصرات ہیں - یہ کتاب بھی توپا ناپید تھی اور  
 یورپ کی بدولت وجود میں آئی -

(باقی آئندہ)

[الہلال] اسکے بعد مولانا نے سیرۃ نبوی کی تمام تصنیفات  
 کا مبسوط اور مفصل نقشہ دیا ہے جو ۸ صفحوں میں آیا ہے -

بت مریم سے نصاوی کر ادھر تھی امید اب فلک سے کوئی ترکوں پہ بلا آئی شدید  
جہانگشا ہی تھا ابھی بام فلک سے خورشید کہ ادھر نور کو ظلمت پہ ہوئی یوں تصعید

دیور معمور تھا اسلام کے جانبازوں سے  
”صوفیا“ گونج اٹھا تکبیر کی آوازوں سے

زلزلہ پرگیا یورپ کے کلیساؤں میں کھلبلی مچ گئی یونان کے داناؤں میں  
آج غراس تیرے تپونس کے جو دریاؤں میں دیرے کل دالیدیے روم کے صحراروں میں

بجلیاں تیغ کی گر آج گریں بلقان پر  
چہا گئیں کل بھی بادل کی طرح ایران پر

سرسودا زدہ میں عشق کی شوربہ کی تھی سینہ پر داغ تھا اور قلب میں تفتیدگی تھی  
حوصلے دل میں تیرے اور روح میں بالیدگی تھی جس طرف دیکھیے اسلام کی روئیدگی تھی

شعلہ توحید کا ہر دل میں بھڑک جاتا تھا  
کفر تک نلم خدا سنکے بھڑک جاتا تھا

\*\*\*

یا وہی تک ہیں بلقان میں اب یوں یامال خستگی روح میں، اعضا میں تھکن، دل میں ملال  
چہرے سب سرخ ہیں اور خون سے یوں کپڑے لال قالدے ہوئی میں جس طرح کوئی رنگ گلال

سیل خون شہدا سے ہوا صحرایہ دریا  
پت گیا لاشوں سے اور بنگیا دریا صحرایہ

ہو گئے قتل مکین اور مکمل ہیس مسمار جس طرف دیکھیے لاشوں کا لگا ہے انبار  
بوزے ہیں ذہم جدا قتل الگ ہیں بیمار ہے زمین خون خواتین، عرب سے گلزار

گردنیں بچوں کی اور آہنی شمشیریں، آہ!  
کیسی خاموش ہوئیں بولتی تصویریں، آہ!

س کے یہ سینہ میں بیچپن جگر ہو کہ نہ ہو خوفشانی کا محل دبدہ تر ہو کہ نہ ہو  
اپنے اعضا کی جراحت کی خبر ہو کہ نہ ہو اپنے انجام پہ کچھ تجھ کو نظر ہو کہ نہ ہو

نہ سہی یہ بھی، مٹیں ترک تو کچھ فکر نہیں  
شمع فاران، مگر در ہے نہ بجھ جائے کہیں

\*\*\*

نہ ترے نالے میں اب کچھ شر افشانی ہے رجز ہے رہ، نہ وہ انداز حدی خروانی ہے  
نہ ترے سینہ صد چاک کی عریانی ہے نہ جنوں کی تری رہ سلسلہ جنبانی ہے

تو بھلا بیٹھا غضب لذت دلسوزی کو  
بیقراری کو، مذاق تیش اندوزی کو

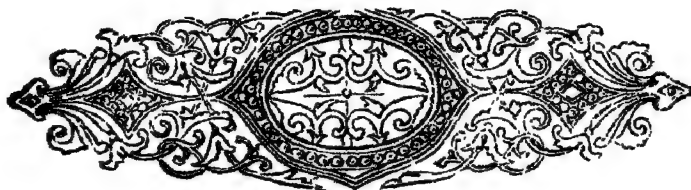
کیف کی اب نہ رہی آنکھ میں سرخی باقی نہ وہ رفتار میں ہے لغزش مستی باقی  
بزم میں ساقی، نہ اب باد صافی باقی ہے فقط تذکرہ جام و صراحی باقی

محفل عشرت در شینہ کا انسانہ ہے  
بازی بان سحر کو پر پروانہ ہے

سر طاعت ہے، نہ ہے ذوق نیایش باقی نہ بسالت کا رہا شوق نمایش باقی  
طلب ارج کی ہے اب، نہ گرایش باقی دھکئی غیر کی اک مدح و ستایش باقی

خس سکوں چاہے تو گرداب کو کب پروا ہے  
گرد، شکوہ رم آہو سے کرے، سودا ہے

(نیاز محمد خان ”نیاز“ محمد فتح درزی)







## معجب و آزمودہ شرطیہ دوائیں جو بادائی قیمت نقد تا حصول صحت دیجانی ہیں

### زرد کن

دازمی مرنچہ کے بال اسکے لگائے سے کہنے اور لنبے پیدا ہوتے ہیں -  
۲ تولہ دو روپے

### سز کا خوشبودار تیل

دلریا خوشبودار کے علاوہ سیاہ بالوں کو سفید نہیں ہونے دیتا لڑکے و زکام سے  
بچاتا ہے شیشی خورد ایک روپے آٹھ آنہ کلاں تین روپے

### حب قبض کشا

رات کو ایک گولی کھانے سے صبح اجابت با فراغت اگر قبض ہو دور  
۲ درجن ایک روپیہ

### حب قائم مقام افیون

انہی کھانے سے افیم چاندور بلا تکلیف چھوٹ جاتے ہیں فیقولہ پانچ روپے

### حب دافعة سيلان الرحم

لیسدار رطوبت کا جاری رہنا عورت کے لئے وبال جان ہے اس دوا سے  
آرام - دو روپے

### روغن اعجاز

کسی قسم کا زخم ہوا اسکے لگائے سے جلد بھر جاتا ہے بدبو زائل - ناسور -  
بھگندر - خنا زہر کے گھاٹے - کار بنگل زخم کا بہترین علاج ہے - ۲ تولہ دو روپے

### حب دافع طحال

زردی چہرہ - لاغری کمزوری دور مرض تلی سے نجات - قیمت  
دو ہفتہ دو روپے

### برالسااعة

ایک دو قطرے لگائے سے درد دانت فوراً دور - شیشی چار سو مرضوں کے لئے  
ایک روپے

### دافع دردگان

شیشی مدھا بیماروں کے لئے - ایک روپے

### حب دافع بواسیر

بواسیر خونی ہو یا بادی ریکی ہو یا سالی - خون جانا بند اور سے  
حود بخود خشک - قیمت ۲ ہفتہ دو روپے

### سرمہ صمیدہ کرامانی

مقوی بصر - معاف بنائی - دافعه جالا - دھند - غبار - نزول الماء سرخی -  
منع بصر وغیرہ \* فیقولہ معہ سلائی سنگ یشب دو روپے

### پتہ :-

حکیم غلام نبی زبدۃ الحکما - لاہور

## جوہر عشبہ مغربی

### مع چوب چینی وغیرہ

جس کو انگریزی میں سارسا پڑی کہتے ہیں

جن امراض کا عروج شد و مد سے سلطنت جسم میں تباہی کونیوالا ہوتا ہے انکو  
غروب کرنے کا الہ (تاریخہ) اگر کڑی ہے تو یہ جوہر ہے - جب بگاڑ خون انکھا  
درجہ تک پہنچ کر خون کو ریکی کردے اس وقت آسکر دوست کرنا چاہو تو اس  
جوہر عشبہ کو استعمال کرو - یہ مرض کو دہشتناک نہیں بلکہ عالم وجود سے ہوتا ہے -  
جوہر عشبہ انسان کے خون کو صاف کرنے کی مسلمانہ دوا ہے - اسکے استعمال سے  
خون گندہ نہیں ہوتا - اس واسطے یہ معاف صحت ہے - جوہر عشبہ کو  
میڈیکل افسر - پروفیسر علوم طب اور حکماء نے خون سے سیت دور  
کرنے کا علاج قرار دیا ہے - جوہر عشبہ تبدیلی موسم کی وجہ سے جو جسم پر  
پہوزے، پھنسیاں، دھبے وغیرہ ہوتے ہیں ان سب کو دور کرتا ہے - جوہر عشبہ  
خنازیر کے باعث جب زخم یا ناسور یا بھگندر یا چنبل یا سیاہ داغ جس پر سے چھلکے  
اُترتے ہوں یا زرد آب نکلتا ہو یا خارش زیادہ ستاتی ہو یا خاص موسموں میں زخم  
یا جسم پر دانے پیدا ہوتے ہوں - ہوائے سرد سے سر بہاری ہو جاتا ہو یا جسم پر  
دھبے نکلتے ہوں، سب کے لئے اکسیر ہے -

### انگریزی دوکانوں اور ولایت کے تیار کردہ

عشبہ برجہ آمیزش شراب ایک تو مذہباً ناپاک دوسرے خون کو گرم کر دیتے  
ہیں کیونکہ وہ سرد ملکوں کے لئے گرم اجزاء سے بنائے جاتے ہیں -

### ہمارے جوہر عشبہ و چوب چینی کی فضیلت

یہ ہے کہ یہ اس دیس کی طبائع کے خیالات کو ملحوظ رکھ کر سرد و ٹھنکی،  
جوش خون کو روکنے والی ادویہ سے مرکب کیا گیا ہے - جس سے خون میں  
ٹھنک پیدا ہوتی ہے اور جوش خون دور ہو جاتا ہے -

— \* —

تجربہ کر کے دیکھ لو! { جب ہاتھ پاؤں میں سرش ہو - جب جوڑوں  
میں درد ہو - جب چہرہ پر سیاہی معلوم ہو -  
جب ہڈیاں بھول جائیں اور رات کو درد سٹائے - جب سر یا دازمی کے بال گرے  
لگیں - جب سر پر تمام کھرتہ بننے سے گنج کی صورت بن جائے تو اسکو پلانے سے تلم  
شکائیں دور ہو جاتی ہیں - برسوں کے زخم، ناسور، بھگندر دنوں میں بھر جاتے  
ہیں -

— \* —

بڑی مستند شہادت { اس جوہر کے مؤثر، سریع العمل اور مفید ہونے کی یہ  
ہے - کہ موجودہ اور گذشتہ اطباء یکرہاں مرکز لکھتے ہیں -  
اگر یہ جڑی بڑی دنیا میں ظاہر نہ ہوتی تو ہم نہیں کہہ سکتے ہزاروں مریض ہو  
ملک اور شہر میں علاج ہو کر زندہ درگور ہو جاتے - مگر چوب چینی و عشبہ  
کے ظاہر ہونے سے پہوزے پھنسیاں اور خون میں سیت حیوانی یا نباتی سبب سے  
کرنے سے جو ریکی و موزی امراض پیدا ہوں سب دور ہو جاتے ہیں - جب تلم  
جسم پر خارش ہو - خراب اور مرطوب آب و ہوا میں رہنے سے بھری بند ہو جائے - دود  
مرق النساء سٹائے تو اسے آزمائیے -

### قیمت فیشیشی تین روپے

# سُورِ عثمانيہ

روانے والی ہیں اور ان کے مقابلے میں وہ سختیاں رحم و معیت معلوم ہونے لگتی ہیں، جو البانیا کے لوگ ترکی حکومت کے زمانے میں برداشت کرتے تھے۔

ایک ممتاز البانی شخص جو پوزرینڈ سے گریزیم واقع (آسٹریا) میں بھاگ آیا تھا اور جس نے اپنا عہد شباب آسٹریا میں زیر تعلیم بسر کیا تھا، حسب ذیل داستان بیان کرتا ہے:—

”سرویی سپاہیوں کے آگے اپنے آپ کو البانی ظاہر کرنا اسے لیے کافی تھا کہ اسکو فوراً گولی مار دی جائے۔ ایسا بارہا ہوا کہ جو لوگ البانی مسلمانوں کے مقرض تھے انہوں نے اپنے مسلمان قرض خواہوں کو ظاہر کر دیا اور وہ بلا استثناء پھانسی پر لٹکا دیے گئے۔ (اسکوب) میں تمام مسلح البانیوں کو افسروں نے گولی مار دی اور جس گھر میں ایک معمولی شکار کا چہرا بھی نکلا اس کے مالک کو بغیر کسی پرسش کے ہلاک کر دیا گیا۔ ریسورڈش میں سرویی کمانڈر نے مقررہ باشندوں کو اپنے مکانوں میں راہیسی اور ہتھیار رکھنے کے لیے حکم دیا، اور جب ان مظلوموں نے تعمیل کی، تو اس غدار نے معاً ۴ سو آدمی قتل کر دیے“

صلیب احمر کا ایک ڈاکٹر بیان کرتا ہے:

”سرویا کو جہاں جہاں البانی ملے، بلا تامل قتل کر ڈالے گئے۔ عورتیں، بچے، اور بوڑھے تک نہیں چھوڑے گئے۔ میں نے سرویا قدیم میں بیسمار گاؤں دیکھے، جنکو آگ لگا دی گئی تھی اور اس کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ (کراٹرور) اور (سلیفونٹس) میں سیکڑوں قیدی قطار در قطار کھڑے کیے گئے اور مشین گن توپ کے گولوں سے اڑا دیے گئے (سینجیکا) کے قریب جنرل (زیوکوتش) نے ساڑھے نو سو شریف البانی مسلمانوں اور ترکوں کو قتل کیا“

[جس قوم نے اٹھ سو برس تک اسپین میں عیسائیوں کو زندگی اور راحت دی، جن نادان اور بے وقوف ترکوں نے اُس سطور رجبروت کے زمانے میں جب کہ وائنا کے دروازوں پر انکے گریز پڑتے تھے، عیسائیوں کو اپنی استیوں میں بٹھا کر دودھ پلایا، یقیناً وہ اب علم برداران صلیب کے ہاتھوں اسی سزا کے مستحق ہیں۔  
دان فی ذلک لایت لکم، ان کفتم مومنین الہلال]

## سالونیکا کے چنگی خانہ میں چوری

— \* —

(سالونیکا) میں یونانیوں کی غارتگری ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ چوری کا بازار گرم ہو گیا۔

قسطنطنیہ کے انگریزی اخبار (لورڈ عثمانی) کو معلوم ہوا ہے کہ یونانی فوج کے قبضہ (سالونیکا) کے بعد سے اس وقت تک چنگی خانہ کا جس قدر مال چوری کیا ہے، اس کی قیمت کا اندازہ تین ملین گنی کیا جاتا ہے۔ اسکو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ انگریزی کونسل نے اس بد نظمی پر اعتراض کیا ہے اور یونانی حاکم سے فرمایش کی ہے کہ چنگی خانہ کے مسلمان سنٹری پھر مقرر کر دیے جائیں کیونکہ انہی کے نکال دینے سے یہ حالت پیش آگئی ہے۔ یہ ہے حالت اُس قوم کے امن و نظم کی، جو تہذیب و تمدن کی اشاعت کے لیے ایشیائی سیادت کا تخت الٹ دینا چاہتی ہے!

## مظالم سرویا

— \* —

البانیا کو یورپ ترکوں کے ظلم سے نجات دلا کر مسیحی امن و رحم کا درس دیتا ہے!

— \* —

مقامی معاصر اسٹیٹسمین کا نامہ نگار لندن سے لکھتا ہے: ”ذیلی ٹیلیگراف کے نامہ نگار کے بیان کے بموجب باشندگان البانیا پر موجودہ جنگ کے اثناء میں ہیبتناک مظالم کا ارتکاب کیا گیا تھا۔ وہ علانیہ لکھتا ہے کہ (البانیہ) کے مظالم کی (جنکے ذمہ دار مقرر سرویی افسر اور سپاہی ہیں) تصدیق آسٹریی، انگریزی، اطالوی، اور ناروی نامہ نگاروں نے ناقابل انکار زور کے ساتھ کی ہے۔ ان تمام مظالم کی روئداد، جو سرویی سپاہیوں کی طرف سے عمل میں آئے تھے، آسٹریا ہنگریں گورنمنٹ کی طرف سے فراہم کی گئی ہے۔ روئداد ظاہر کرتی ہے کہ تمام ظالمانہ گرفتاریاں جو تاریخ عالم میں بیان کیجاتی ہیں جنرل (جنکووتش) کے سپاہیوں کے ہاتھوں تمام علاقہ البانیا میں دھرائی گئیں۔ صرف کومانو اور اسکوب کے درمیانی حصے میں تین ہزار آدمی قتل کیے گئے۔ پوسٹینیا کے قریب ۵ ہزار آدمی سرویی ہاتھوں سے نذر اجل ہوئے، لیکن کسی بہادرانہ جنگ میں نہیں، بلکہ ایک وحشیانہ قتل عام میں۔ بہت سے دیہاتوں کے مکانات میں آگ لگا کر انسانی آبادیوں کو کوڑے کرکٹ کی طرح چلا دیا گیا، انکے مظلوم رہنے والے جب گھروں سے باہر کھلے میدان میں نکلے، تو چوہوں کی طرح گولیاں سے مار ڈالے گئے۔ شوہر بیوی اور بچوں کی آنکھوں کے سامنے قتل کیے گئے، اور عورتوں کو ان بچوں کی حفاظت پر مجبور کیا گیا جو بلا مبالغہ سنگینوں سے ٹکرے ٹکرے کٹیے گئے تھے۔ مسلمانوں کو پھانسی پر چڑھاتے رہنا سرویی سپاہیوں کی ایک ایسی روزانہ تفریح تھی، جسکے بغیر وہ ایک دن بھی بسر نہیں کرسکتے تھے۔ اگر کسی گھر میں ہتھیار پائے جاتے تھے تو تمام گھر والوں کو یا تو گولی مار دیجاتی یا پھانسی پر لٹکا دیا جاتا۔ کس قدر بیکس مسلمان اس تاریخ عالم کے بے نظیر قتل عام میں ہلاک کیے گئے؟ اسکا صحیح جواب کبھی بھی نہیں دیا جاسکے گا۔ البتہ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ صرف ایک دن کے اندر ۱۳۶ اشخاص کو پھانسی دی گئی تھی!

ہنگری کا ایک شریف آدمی (ہرٹومش) سابق سکریٹری وزیر اعظم کا بیان ہے کہ میں نے جب سفر کیا تو ”(پوزرینڈ) سے لیکے (ایکس) تک سرک کے دونوں طرف جلے ہوئے دیہاتوں کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھا۔ لب راہ پھانسیوں کی قطاریں تھیں جن پر البانیوں کی لاشیں لٹک رہی تھیں“ (بلغراد) سے شائع ہونے والے اخبارات نے بھی وہ مظالم بیان کئے ہیں جو سرویی سپاہیوں کے دست وحشت سے بغیر کسی طرح کی ندامت کے عمل میں آئے۔

کرنیل (آسٹرش) کی فوج جب (پوزرینڈ) میں داخل ہوئی تو کرنل مذکور نے با آواز بلند کہا ”مارر اور زندہ مت چھوڑو!“ بلغاری اخبارات کہتے ہیں کہ یہ لفظ زبان سے نکلا تھا کہ بھرے ہیزوں کی طرح سپاہی گھروں پر توت پڑے اور جو انسان سامنے آیا بے دریغ اسکو قتل دیا گیا۔ پری لپ کسود، اور ورچنزا کی وحشت کاریاں ان مظالم اور سفاکیوں سے بھی زیادہ عالم انسانیت کو



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# آلِیُّہ

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

میر سرتول مرچھوی

احسان علی شاہ علامہ دہلوی

مقام اشاعت  
۱۰۷ مکلاوڈ اسٹریٹ  
کلکتہ

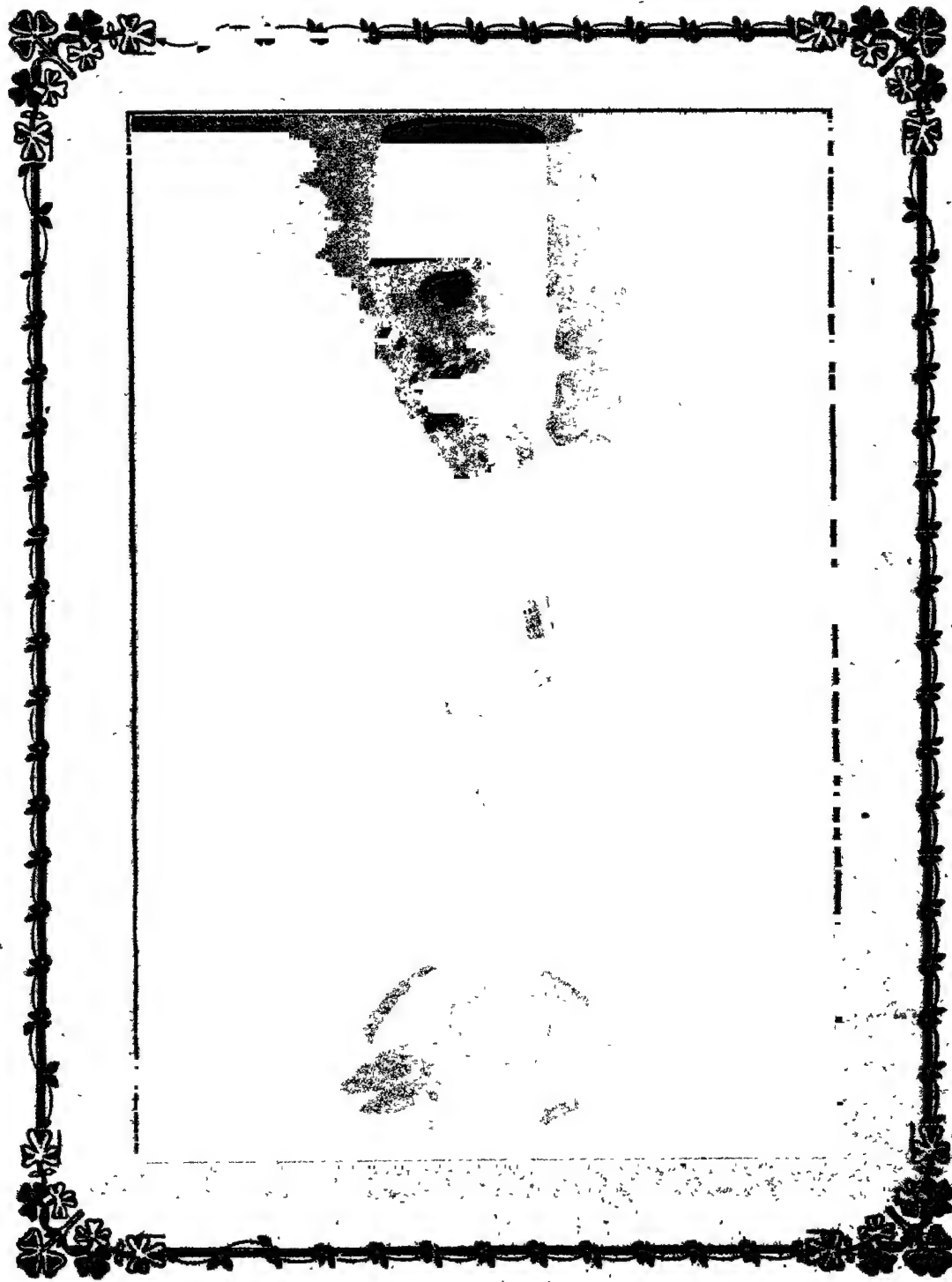
قیمت  
سالانہ ۸ روپیہ  
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۲

کلکتہ: چہار شنبہ ۲۰ صفر ۱۳۳۱ ہجری

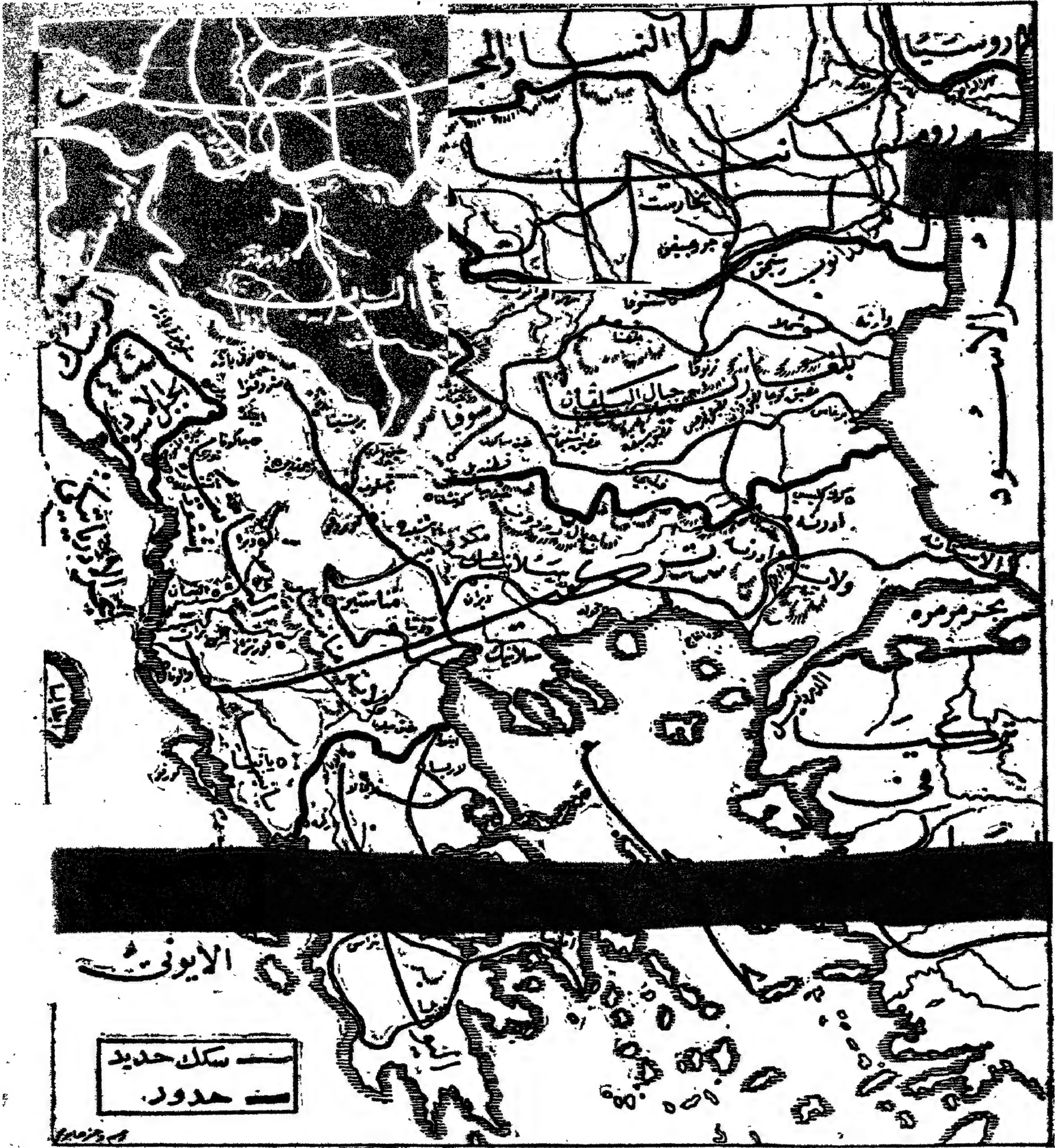
Calcutta: Wednesday, January 29, 1913

نمبر ۴



نئی نئی آنہ

قیمت فی وجہ



فرہنگ بعض الفاظ عربیہ

— \* —

(آستانہ)	قسطنطنیہ
(امرنہ)	ایڈریا نوبل
(بحر مرمرہ)	مار مرزا
(بحر ایجہ)	ایجین سی (جس میں جزائر ساموس وغیرہ واقع ہیں)
(نہر الدانوب)	دریائے ڈینیوب (جو کسی وقت ترکی روسی سرحد تھا)
(المنسارالمجر)	آسٹریا ہنگری
(البوسفہ والہرسک)	بوسینیا، ہزرگوینا
(العیل السود)	مائیٹیکر
(ایٹلیا)	ایٹلیس دار الحکومت یونان
(سک حیدر)	یعنی ریلوے لائن کا خط - (حدود) یعنی رومانیہ، جرنی، حیدر حکومت کر ریاست ہائے بلقانی
	یونان سے علیحدہ کرتی ہے -

(یہ نقشہ قسطنطنیہ کے مکتب حریہ کے جغرافیہ سے طیار کیا گیا ہے اور اصل نقشے کا بعینہ عکس ہے)

# الْهَيْلَالُ

AL - HILAL

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad.

7-1 McLeod Street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

میر رسول محمد خصوصی  
مدیر اخبار و کلام لاهوری

مقام اشاعت  
۱۰۷ مکلاوڈ اسٹریٹ  
کلکتہ

عنوان تلفراف  
«الھلال»

قیمت  
سالانہ ۸ روپہ  
شامی ۴ روپہ ۱۲ آنہ

# الْهَيْلَالُ

ایک ہفتہ وار مصور سالہ

جلد ۲

کلکتہ: جمعہ ۲۰ صفر ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta: Wednesday, January 29, 1913

بر ۴

## شذرات

تلغراف خصوصی

—: \*:—

(۱)

بجواب "الھلال"

—: \*:—

( قسطنطنیہ: ۲۳ - جنوری ۱۹۱۳ء )

ہاں یہ سچ ہے کہ غدار وزارت نے صبح کے ۱۲ بجے ایسا کرنا چاہا تھا، لیکن قبل اسکے کہ رات کی تاریکی پھیلے، اللہ کی روشنی نمودار ہوئی، اور اس نے اپنی تلوار ہمارے ہاتھوں میں دیدی۔ سپاہیوں کے ہجوم، افسران فوج کی برہنہ تلواریں، پبلک کے نعرہ ہائے جوش و خروش، اور ایک تغیر خواہ عرضداشت کے ساتھ جسپر ۵ - ہزار دستخط کیے گئے تھے، (انور بے) نے قصر کا محاصرہ کر لیا۔ اگرچہ کھڑکیوں سے گولیوں کی ایک ہلکی سی بارش ہوئی مگر وہ فائنکھانہ قصر کے اندر داخل ہوا اور وزرا کو حکم دیا کہ اپنی کرسیوں کو خالی کر دو۔ بغیر کسی توقف کے وزارت مستعفی ہو گئی اور اس طرح یہ دوسرا انقلاب عثمانی ہے جو بغیر کسی کشت و خونریزی کے اختتام کو پہنچا، اگرچہ ناظم پاشا اپنی غلطی کا آپ شکار ہوا۔

محمود شوکت پاشا نے نئی وزارت مرتب کر لی ہے، اور اس نے اپنی پالیسی کا اعلان کر دیا ہے کہ عزت ملی کو بچائیں گے یا اپنے آپ کو فنا کر دیں گے۔ ایتھریا نوریل کی "جامع سلیم" اسی وقت دی جاسکتی ہے، جبکہ قسطنطنیہ کے جامع "صوفیا" کو مسخر کر لیا جائے گا۔

اب موسم بدل گیا ہے۔ ہمارا مقصد اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ اسلام کی عزت کی حفاظت کریں، اور اگر نہ کرسکیں تو مت جائیں۔ یقین کر رہے ہیں کہ ہم مت جائیں گے مگر تم کو دنیا میں شرمندہ نہیں ہونے دیں گے۔ پس اپنی دعاؤں میں ہم کو نہ بھولو۔

## فہرس

— \* —

شذرات	
مقالہ افتتاحیہ	
حیات بعد المیات	
پیغام میات	۵
حیات بعد المیات	۴
قتل الخراساں	۷
پر اسرار جد و جد	۷
جاء الحق و رهن الباطل	۸
ناموران غزہ بلقان	
سرگذشت انقلاب	
تراجم احوال (بہ ذیل مقالات)	
سرد ندی (۲)	۹
شہر عثمانیہ	
قسطنطنیہ کی چٹھی	۱۱
دول یورپ کی آخری یادداشت	۱۲
القراء جنگ کے بعد	۱۳
برطانیہ بلغاریا و سربیا کی دیرینہ دوست ہے	۱۴
ادبیات	
قطرات اشک	۱۵
غزل	۱۵
مراسلات	
مسلم لیگ	۱۶
فکرات	۱۶

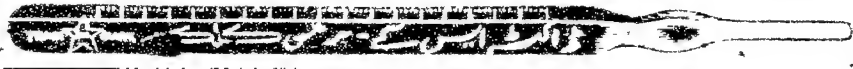
## تصاویر

— \* —

عمر ایکسلسی محمود شوکت پاشا جدید صدر اعظم عثمانی (صفحہ خاص)	
سجد جامع سلیم کی معراییں واقع ایتھریا نوریل	۵
علمی ہے	۶
رحم ناظم پاشا	۷
نعل پاشا	۷
تاری انور بے درنہ میں	۸
بیاری ہے	(۸ الف)



وہ کمی جزیہت روزوں سے تھی اب پور ہوئی



**ڈاکٹر امیر** : بزمن غنیمت و تمارا چند دوت اسٹریٹ کلکتہ  
 آرہو " " " " " " " "  
 ہندی " " " " " " " "  
 مورزیہ " " " " " " " "  
 مورزیہ " " " " " " " "

## انگریزی حکومت کا مسلمان ہوجانا

کلیات اکبر - لسان العطر و جردان الملة خان بہادر مولی سید اکبر حسین الہ آبادی کے زیر دست کلم کے دونوں حصے چھپ کر تیار ہیں۔ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ ہے۔ اور صرف ہمارے ہاں دستیاب ہو سکتے ہیں۔ قیمت ہر دو حصے ۳ روپیہ ۸ آنہ۔

سفرنامہ ہندوستان بمبئی، گجرات، کاتھیاواڑ، سومنات وغیرہ مقامات کا دلچسپ سفرنامہ: بطریق روزنامہ از سیدی خواجہ حسن نظامی دہلوی  
قیمت ۸ آنہ -

اسرار مخفی رموز کا خزانہ بس دیکھنے کے قابل قیمت ۴ آنہ ۔

دل کی مراد - شاہ صاحب کے طلسماتی تعریفِ قیمتِ دیوہ آنہ -

کارکن حلقہ نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

شرح اجرت اشتہارات

میعاد اشتہار	فی صفحہ	فی کالم	نصف کالم	نصف کالم سے کم
ایک ہفتہ ایک مرتبہ کے لئے	۱۵ روپیہ	۱۰ روپیہ	۷ $\frac{1}{4}$ روپیہ	۸ آنہ فی مربع انچ
ایک ماہ چار مرتبہ "	" ۵۰	" ۳۰	" ۲۰	" ۶ آنہ
تین ماہ ۱۳ "	" ۱۲۵	" ۷۵	" ۴۵	" ۴ آنہ
چھ ماہ ۲۶ "	" ۲۰۰	" ۱۲۵	" ۷۵	" ۵ آنہ
ایک سال ۵۲ "	" ۳۰۰	" ۲۰۰	" ۱۲۵	" ۴ آنہ

(۱) ٹائٹل پیج کے پہلے صفحہ کے لیے کوئی اشتہار نہیں لیا جائیگا - اس کے علاوہ ۳ صفحوں پر اشتہارات کو جگہ دیجائیگی -

(۲) مختصر اشتہارات اگر رسالہ کے اندر جگہ نکال کر دیے جائیں تو خاص طور پر نمایاں رہیں گے لیکن انکی اجرت علم اجرت اشتہارات سے پچیس فیصدی زائد ہوگی ۔

(۳) ہمارے کارخانہ میں ہلاک بھی طیار ہوتے ہیں جسکی قیمت ۸ آنہ فی مربع الفج ۷ - چھاپے کے بعد وہ ہلاک پھر صاحب اشتہار کو واپس کر دیا جاتا اور ہمیشہ انکے لئے کارآمد ہوتا -

# الملل

۲۹ صفر ۱۳۳۱ ہجری

— \* —

## حیات بعد الممات

— \* —

### تبدیلی و زارت

یا

### انقلاب عثمانی

— \* —

الا، ان حزب الله هم الغالبون !!

— :: —

وہ خدا ہی تو تھا، جس نے مسلمانوں کے افسردہ دلوں میں اپنے طرف سے قوت اور اطمینان کی روح پیدا کر دی، تاکہ انکی ایمانی قوت میں ایک تازگی پیدا ہو جائے۔ زمین کے جانفروشان حق، اور آسمان کی ملائکہ نصرت، دونوں فرجیں اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں، بیشک وہ علیم و حکیم ہے۔

هو الذي انزل السكينة في قلوب المؤمنين ليزدادوا ايماناً مع ايمانهم، ولله جنود السماوات والارض، وكان الله علماً حكماً۔ (۴: ۴۸)

— (\*) —

امید کو، ناکامیوں میں سے کامیابی کو، نامرادیوں میں سے مراد کو، تاریکی سے روشنی کو، خزان سے بہار کو، اور موت سے زندگی کو پیدا کرتا ہے اور دنیا پر اس کے عجائب تصرفات قدرت کا دروازہ ابھی بند نہیں ہوا:

ان اللہ فالتی الحب والنوی، یخرج الحی من المیت، ویخرج المیت من الحی، ذلکم اللہ فانی یوفون؟ (۹۵: ۶)

جبکہ موسم تابستان کی تابش و ریوست زمین کو اسکی تمام

”خازم“ تھنڈی ہواؤں کی نو قسموں میں سے ایک نہایت سرد قسم کا نام ہے۔ ”سہام“ نہایت گرم لو کی لپٹ۔

”شمال“ نہایت تھنڈی اور خشک ہوا، جسکو ”شام“ کی طرف منسوب کرتے تھے، برخلاف ”صبا“ کے، کہ وہ ”بانی“ سمجھی جاتی تھی۔

”نسیم“ نہایت ہلکی اور غیر معسوس ہوا، جس سے پتے تک نہ ہلکے۔ ”عاصفہ“ دہرے اقسام میں سے ایک نہایت سخت قسم کی اندھی ہے، جو درختوں کی چڑوں کو ہلانے اور قوی سے قوی چیزوں کو توڑنے۔

یہ عجیب بات ہے کہ عرب ایک خشک و رنگستان ہے جہاں بارش اسقدر کم ہوتی ہے کہ وہاں نہایت گرم ہوا کی وہ تمام اقسام جو مختلف قسم کے بادلوں کے ساتھ چلتی ہیں، اور جو بارش کی خبر دیتی ہیں، یا جو بارش کے بعد ظاہر ہوتی ہیں، ان پر تلاش کیجئے گا تو عربی میں بکثرت ملیں گی۔ ذاریات، معصرات، صبا، ہیف، وغیرہ اسی طرح کی قسموں کے نام ہیں۔

والمسلات عرفاً، فالعاصفات عصفاً، والناشرات نشراً، فالغارات برقاً، فالملقیات ذکراً (۱) کہ وہ ”صبا“ سے ”جنوب“ کو ”سموم“ سے ”خازم“ کو، ”سہام“ سے ”شمال“ کو، ”نسیم“ سے ”عاصفہ“ کو، اور ہوائے مخالف سے باد مراد کو، یعنی مایوسیوں میں سے

(۱) قسم ہے ان ہواؤں کی، جو ابتدا میں معمولی رفتار سے چلائی جاتی ہیں، پھر نکانک زور پکڑے تیز ہو جاتی ہیں، پھر بادلوں کو چاروں طرف پھیلا دیتی ہیں، پھر انکو پہاڑ کر ایک دوسرے سے الگ کر دیتی ہیں۔ اور پھر قسم ہے انکی، اسلیے کہ وہ اپنی ان عجیب و غریب مختلف حالتوں سے انسان کے دلوں میں قدرت الہی کا خیال پیدا کر دیتی ہیں (۱: ۷۷) ان بات کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ جس طرح ابتدا میں آہستہ چلتی ہے، پھر تیز ہو جاتی ہے، پھر بادلوں کو حرکت دیتی ہے، اسی طرح وہ انہیں اتحاد و تفریق کی کوششوں کی را ابتدا میں آہستہ چلی، پھر زور پکڑتی ہے، اور اب انقلاب و زارت گردا بارش کا ظہور ہے، جسکی آبیاری سے عجب نہیں کہ اسلامی عزت کی کشت امید سرسبز ہو جائے۔

(۲) عربی زبان میں جس کثرت کے ساتھ ہوا کی مختلف قسموں اور حالتوں کیلیے اسماء و صفات ہیں، شاید ہی کسی زبان میں ہوں، اور صرف ہوا پر موقوف نہیں، سنی وسعت کی مثال کیلیے ہر شے پیش کی جاسکتی ہے۔ سورہ ”مسلات“ اور ”ذاریات“، وغیرہ میں مسلات، عاصفات، ناشرات، ذاریات، معصرات، صمر، و غیرہ جسطورہ الفاظ آئے ہیں، تمام مختلف ہواؤں کے نام ہیں، جو عرب جاہلیت کے ایسے میدانی اور صحرائی زندگی میں رکھے لیے تھے۔ عربی میں اصلی قسمیں، جو اندازہ اہمات رواج کے سمجھی جاتی ہیں، چار ہیں: شمال، جنوب، صبا، دہر۔ پھر ان چار قسموں سے مختلف اوقات و موسم کی بہت سی قسمیں قرار دی گئیں۔ مثلاً (صبا) کی قبول، ہیر، ایر، (جنوب) کی نعیمی، خردج، ازنب، اور (دہر) کی لواقع، ہوارح، رخا، جفول، جافلہ، ہوج، سوافی، خروق، نرج، سفسفہ، دروج، ہجوم، رومس، وغیرہ وغیرہ، اور ان اقسام کے ذریعہ سے ہوا کی کوئی تعبیری حالت اور موسمی اثر ایسا نہیں ہے، جسی نہایت نازک اور خفیف جزائیات امتیاز کو ملحوظ رکھکر، صحیح تعبیر نہیں کی جاسکی۔ ہم نے جن چند اقسام کا ذکر کیا ہے، وہ یہ ہیں:

”صبا“ ہوا کی معتدل، مفرح، آہستہ خرام، کشت پرور، لیکن ابرو باران کے ساتھ آنے والی اقسام ہوا میں سے ہے، جس کو اہل عرب بہت معبود رکھتے تھے، ”دہر“ اس کے مخالف ہے۔

”سموم“ گرم ہواؤں کی ایک قسم ہے، جو دن کو زیادہ اور رات کو کم چلتی ہے، ورمستان میں اسکو لو سمجھتے۔

قربانیاں کے شرائط سے مشروط ہے، علی الخصوص وزارت خارجہ کا عہدہ جسکے قبول کرنے سے قومی سے قومی فرض شناس دل بھی لرزے ہوئے۔  
تغیر وزارت کے متعلق بعد کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ  
سب سے پہلے قومی گروہ کو روکنے کی کامل پاشا کے ابتدائی کانگ  
نے کوشش کی تھی - جسکے حملے کا فوراً جواب دیا گیا - اسکی  
بعد ناظم پاشا غضب آلود ہو کر باہر نکلا، اور افسوس ہے کہ ملے  
پرستوں کے ہاتھ سے اُسے مرت نصیب ہوئی۔  
معزول رزرا دوسرے دن در بجے تک نظر بند رکھے گئے تھے  
مگر اسکے بعد رہا کر دیے گئے۔

انگلستان نے دو جہاز قسطنطنیہ بھیج دی ہیں - فرانس نے حرکت  
کے لئے حکم دیدیا ہے - بلقانی وکلا سر ایڈمرل گروہ سے سرگرم مشور  
ہیں، مگر ساتھ ہی شکست صلح سے عجیب طرح گریز کر رہے ہیں  
موجودہ حالات کی بنا پر دل کے ائندہ رویے کا صحیح انداز  
مشکل ہے - نیز نہیں کہا جاسکتا کہ نئی وزارت  
عنفوریت کن حوادث سے درچار ہونا پڑے گا؟ اتحاد و ترقی  
نے تلواروں کے سایے میں اپنی وزارت کا اعلان کیا ہے - مشکلات  
حد و شمار، مالی مسئلہ مقدم ترین مرحلہ جنگ ہے، اور اسکی  
طرف سے اطمینان نہیں - ایڈمرل نوئل کے محصورین سامان و رسد  
محرور ہیں، اور انکی نازک حالت مزید صبر و صرف وقت کی مقتضی  
نہیں - پچھلی وزارت نے آخری دنوں کی مہلت (جس سے بلغاریہ  
پورا فائدہ اٹھاتی رہی) اس اطمینان میں ضائع کر دی کہ صلح بہر حال  
ہونی ہے پس جنگ کے انتظام کی ضرورت نہیں - ایسی حالت میں  
ائندہ کی نسبت کسی قومی توقع کا اظہار بہت مشکل ہے - اللہ تعالیٰ  
نئی وزارت کو اپنے اس شجاعانہ عزم پر عمل کی توفیق  
دے - تاہم اس وقت اتحاد و ترقی نے جو کچھ کیا، یہی ایک  
پیش نظر علاج تھا، اور باقی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

### صلح کانفرنس قوت گئی

اس وقت کا تار ہے کہ بلقانی وکلا نے رشید پاشا کو یاد داشت  
دیدی، اور صلح کا خاتمہ ہو گیا - تاہم بلقانی ترکی سے یاد داشت  
کے جواب کے منتظر ہیں - باب عالی جمعہ کے دن جواب دے گا

### اطلاع

من جانب سکرٹری شعبہ ترقی اردو و آل انڈیا  
محمّدن ایجوکیشنل کانفرنس

آل انڈیا محمّدن ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ جلسہ باب  
سنہ ۱۹۱۲ ع میں شعبہ اردو کی خدمت راقم کے تفویض کی گئی  
ہے - شعبہ جیسا کچھ اہم اور ضروری ہے وہ محتاج بیان نہیں  
اور یہ بھی مخفی نہیں ہے کہ اگرچہ اس شعبہ کے متعلق کچھ  
کچھ کام ہوتا رہا ہے - لیکن اب تک وہ سسکتی ہوئی حالت میں  
ہے اور اس سے جو توقع کی گئی تھی وہ ابھی تک پوری نہیں  
ہوئی - میں اب اسے خاص اصول پر پوری مستعدی کے ساتھ چلا  
چاہتا ہوں - چونکہ اردو زبان کا قیام کرنا اور ترقی دینا تمام اہل  
ملک کا فرض ہے لہذا مجھے قومی امید ہے کہ پبلک میری دستگیری  
کرے گی - میں اسکے اغراض و مقاصد عام طور پر کثرت سے شائع کر  
رہا ہوں اور جو کام زیر تجویز ہیں اسکی اطلاع ارکان ترقی اردو  
پبلک کی خدمت میں وقتاً فوقتاً کی جائیگی لہذا اسبارے میں  
ذیل کے پتہ سے خط و کتابت کی جائے - اور جو صاحب مجھے اس  
متعلق کوئی مشورہ دینگے میں ان کا نہایت ممنون ہوں گا - فقط

عبدالحق - بی - اے - (علیگڈہ)

صدر مہتمم تعلیمات صوبہ اورنگ آباد (دکن) سکرٹری ترقی

اردو (آل انڈیا محمّدن ایجوکیشنل کانفرنس) -

اور اعانت کر کہ اعانت کا وقت کل تک نہ تھا، اصلی وقت اب  
آیا ہے -

دنیا نہیں سمجھ سکتی کہ صرف ۱۲ گھنٹے کے اندر اس  
عظیم الشان واقعہ کے اسباب کیونکر فراہم کیے گئے؟  
(مصباح الدین شریف)

(۲)

### ہز ایکسلنسی محمود شوکت پاشا

کا تار بنام الملال

— : \* : —

(بجواب تلفراف تبریک و خیر مقدم)

— \* —

۲۳ - کی شام کو ہم نے ایک تار تبریک و خیر مقدم کا  
ہز ایکسلنسی کے نام بھیجا، جسکے آخر میں یہ الفاظ تھے :  
” ہم خوش ہیں لیکن خدا کیلئے ہم کو اور زیادہ خوش کیجیے اور  
اطمینان دلائیے - لوگ پریشان ہیں اور آپکا اقرار سننا چاہتے ہیں کہ  
عزت اسلامی کے تحفظ کو اپنی زندگی پر ترجیح دیجیے گا - ایسا نہر  
کہ فرغہ اعدا و ہجوم مصائب آپکے ارادے کو متغیر کر دے“  
اسکے جواب میں یہ تار آیا :

(قسطنطنیہ : ۲۸ جنوری ۳ - بجے)

آپکے خیر مقدم اور اظہار محبت کا دلی شکریہ - یقین دلائیے  
کہ ہم نے اسلام کی عزت و ابرو کی حفاظت کا قطعی اور حتمی  
ارادہ کر لیا ہے -  
(صدر اعظم : محمود شوکت)

ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم و اموالهم :

بان لهم الجنة

فی الحقیقت ترکوں کی مدد کا اصلی وقت کل تک نہ تھا  
بلکہ اب آیا ہے - کل تک ہمکو معلوم تھا کہ کامل پاشا کی  
پارٹی برسر حکومت ہے، اور وہ اسلام کی آخری امیدوں کی  
پامالی پر تلی ہوئی ہے، لیکن تاہم ہم مجبور تھے کہ وہاں جو کچھ  
ہو رہا ہے اسکی پروا نہ کریں، اور صرف اپنا فرض اسلامی دیکھیں - لیکن  
اب ملک کے حقیقی خادم اور سچے حامیوں کو خدا نے بھیج دیا  
ہے، تاکہ حفظ خلافت اسلامی کیلئے ایک آخری سعی کریں -  
پس ہزار حیف ہے مسلمانان ہند کی غیرت و حمیت پر، اگر  
وہ تار پر تار بھیج کر ترکوں کو جنگ کی ترغیب دیں، اور جب  
وہ کہتے ہو جائیں، تو انکے زخمیوں اور مصیبت زدوں کو بھول جائیں -  
ہم نے اجتنک صرف فراہمی اعانت کی ترغیب و تشویق کو  
اپنا فرض سمجھا، اور بقدر طاقت اس جہاد لسانی کی سعی کی -  
ایک بغیر تحریک کے جو حضرات دفتر الملال میں چندہ بھیجتے  
رہے، انکے لیے ایک فہرست کھول دی تھی - لیکن آج پہلی مرتبہ  
فاظریں الملال سے التماس کرتے ہیں کہ وہ گرو اہنگ بارہا اس مد میں  
روپیہ دیجئے ہونگے، مگر الملال کی فہرست تو اب تک انکی شرکت  
سے محروم ہے - خدا را اسکی طرف متوجہ ہوں !

یہ التماس خاص ہے عام طور پر تمام اخوان ملت سے التماس ہے  
کہ ڈاکٹر مصباح الدین کی اپیل سے خدا را اغماض نہ کیجئے کہ وقت  
وہ آگیا ہے کہ تمام دنیا آپ سے اغماض کرنے والی ہے - مالی مدد  
جس قدر ہو چکی ہے، اس سے اب در چند کا وقت سمجھئے - روپیہ  
بھیجئے کیلئے محفوظ ترین ذریعہ یہ ہے کہ ” عمر نسیم بک  
رئیس پریسڈنٹ ہلال احمر“ کے نام بھیجیے - دوسری حالتوں  
میں طرح طرح کے خدشات ہیں -

ہفتہ جنگ نئی وزارت نے اعلان کیا ہے کہ وزارت خارجہ کے تقرر  
میں دفتروں کا سامنا ہے، تاہم وہ دل کو زیادہ دیر تک  
منتظر نہیں رکھے گی، اور اگر تقرر میں تاخیر ہوئی تو جواب دیدیا جائے گا -  
سچ یہ ہے کہ موجودہ وزارت کا ہر عہدہ ہمتوں اور ارادوں کی سخت



مخلصین لہ الدین! کر دیتی ہے، پس وہ دھائیں مانگنے لگتے ہیں (۱۰: ۲۳) کہ تیرے سوا اب گنجات دینے والا کوئی نہیں! اگر غم اور افسوس کے وقت انسان کے دل اس کے پہلوؤں سے تڑپ کر باہر نکل سکتے، تو نہیں معلوم اُس وقت کئی کڑور زخمی دل خون کی چادر میں لپٹے ہوئے گرد و خاک پر لوٹتے، جبکہ اس انتظار و اضطراب، امید و بیم، خوف و طمع، اور لمحات حیا و ممات کے بعد ۲۲ جنوری کو تین بیچے یہ خبر، صاعقہٴ ہلاکت بنکر قسطنطنیہ سے پہنچی:

”جس مجلس کا انتظار تھا، وہ صبح کو ”درلہ باغچہ“ کے قصر میں منعقد ہوئی۔ ۸۰ آدمیوں کا مجمع تھا۔ تھوڑی دیر کی بحث کے بعد تقریباً بالانفاق فیصلہ ہوا کہ دل کا نوت قبول کر لیا جائے۔ اب ایک یادداشت دل کے سفر کو دی جائے گی، جسمیں ترکی گورنمنٹ اپنے آپ کو یورپ کے ہاتھ سپرد کر دے گی اور ایڈریانوئل اور جزائر اربیل کے بارے میں ان کے احکام (تجارتی) کے آگے سرطاعت خم کر دیگی (یفعل مایشاء ریختار): یہ اس کشتی کے نتیجے کا آخری منظر تھا، جس نے بتلادیا کہ اب کیا ہونے والا ہے؟

کشتی ما بورطہ گرداب فتنہ رفت  
صد دیدبان اگرچہ بہر سو گیماشتیم  
حیات بعد الممات

تار پڑھتے ہی بے اختیار ہماری زبان سے (اوس بن حجر) کے مشہور مرثیے کا مطلع نکل گیا:

ایتھا النفس! اجملی جزعا  
فان ماتحذرين قد رقعاً!

مایوسی کی انتہا ہو چکی تھی، اور فیصلہ آخری تھا، چند گھنٹوں کے بعد دوسرا نار آجانے والا تھا کہ نوت کا جواب سفرائے دل کے حوالے کر دیا گیا، اور اس میں بظاہر کوئی امر مانع نہ تھا۔ تاہم ایک چیز تھی، جو باوجود موجوں کی طوفان خیزی اور کشتی کے پارہ پارہ ہوجانے کے، پھر بھی امید دلانی تھی کہ ایک غیبی ہاتھ اس کے تختوں کو نکالنے کیلئے بڑھنے والا ہے۔ ومن یقنن من رحمته الا الکافرون؟ (انجمن اتحاد و ترقی) کی آخری سعی کا حال ہمیں معلوم تھا، اور تین دن پہلے ڈاکٹر مصباح الدین شریف بے (ممبر اتحاد و ترقی اور شریک سعی انقلاب) کی ایک تفصیلی چٹھی آچکی تھی، جسمیں ایک نئے انقلاب کی طیاری کی تفصیلی سرگذشت مرقوم تھی، نیز ہم کو یقین کامل تھا کہ اتحاد و ترقی کے بقیۃ السیف ممبر اپنے تئیں فنا کر دینگے، مگر اس آخری وقت میں مالک و ملت کی عزت کو اس یہودی الذسل و ذل (کامل پاشا) کے فتنے سے بچانے کی ضرورت جانفروشانہ سعی کریگے۔ تاہم وقت آخری اور انتظار کی مہلت ناپید تھی۔ ہم نے اسی وقت ڈاکٹر موصوف کے نام تحقیقات حال کیلئے تار بھیجا، لیکن قبل اسکے کہ اس کا جواب آئے، ۲۳۔ کو دھائی بیچے کی تقسیم میں ریپورٹر ایجنسی نے اُس چیز کی خبر دی، جسکی دل تصدیق کرتا تھا، مگر واقعات جھٹلاتے تھے: ”وزارت مستعفی ہو گئی، محمود شوکت وزیر اعظم، طلعت بے وزیر داخلی، اور عزت پاشا وزیر جنگ۔ طلعت بے نے کہا کہ ہم نے عزم بالجموع کر لیا ہے کہ ایڈریانوئل کو اپنے قبضے میں رکھیں۔ یا تو ہم اپنی عزت کو بچائیں گے یا مت جائیں گے“

یہ چند الفاظ تھے، جن میں کڑوروں دلوں کی مدفون امیدوں کیلئے ایک اقلیم حیات پوشیدہ تھی۔

رات کے تین بیچے ڈاکٹر مصباح الدین شریف کا جواب بھی آگیا، جس نے اس انقلاب کی تفصیلی سرگذشت سنا دی:

کرتے ہیں کہ شاید موجوں کے اندر سے اپنی سلامتی کا پیغام دیں۔ بعینہ اسی طرح مسلمانوں کی سیزدہ صد سالہ عزت کی کشتی (بوسفورس) کی موجوں میں نہیں، بلکہ اس کے کنارے ایک محل کی سنگی فرش پر دو چار گرداب ہلاکت، اور محصور امواج و تلاطم تھی وہ کشتی جسکو قلم کی موجوں سے کبھی ہراس نہیں ہوا تھا:

بھی تجربی بہم فی موج کا لجال (۱۱: ۴۴) (۱) اب ہوا کی آس خفیف سی موج کی متحمل نہ تھی، جو چند انسانوں کی آبریں کی حرکت کے ساتھ سرے ”درلہ باغچہ“ کی فضا میں پیدا ہونے والا تھا۔ وہ بادبان، جس سے اطلانتیک اور بحر ظلمات کا خارا شکاف طوفان سرنگرا کر رہ جاتے تھے: فما استطاعوا ان یشہروہ، وما استطاعوا لہ نقبا (۱۸: ۹۶) (۲) اب اس صرصر دسائیس کے ایک جھونکے سے بھٹ کر گر جانے والا تھا، جو ”ٹیمس“ کی نہر دریا نما سے اٹھ کر، بوسفورس کے کناروں پر چل رہا تھا۔ وہ سمندروں اور اسکی موجوں کے مسخر کرنے والے مسافر، جنکے عزم و ارادے کو بحر عرب کی وہ گرم و تند ہوائیں کبھی شکست نہ دی سکیں جن سے جزیرہ سقرطہ کے کنارے کی موجیں کھولتے ہوئے پانی کی طرح آباتی ہیں: کانہم بنیان موصوص (۹۱: ۴) (۳) اب اُن سرد ہواؤں کے ایک طمانچے کے خوف سے کانپ رہے تھے، جو بحر بالٹک کی منجمد برف سے اٹھ کر، ان کے سروں پر سے گزرنے والی تھی۔

لمحور اور منتوں کے اندر یہ سب کچھ گذر رہا تھا، اور بے بس دیکھنے والے منتظر تھے کہ یہ درستی ہوئی کشتی ہمیشہ کیلئے بیتہ جاتی ہے، یا موجوں اور طوفانوں سے ایک مرتبہ اور مقابلہ کرنے کیلئے اس کے شکستہ تختے اور تار تار بادبان، سطح سمندر پر پھر نظر آتے ہیں؟

کنارے پر کھڑے رہنے والے سمندر کی موجوں کے قہر اور کشتی کی بے بسی کا تماشا دیکھ سکتے ہیں، پر سمندر سے لڑ نہیں سکتے، لیکن ایک سب سے بالا تر قہار و مقتدر ہستی ہے، جو سمندر کی موجوں اور کشتی کی بے بسی، دونوں کو دیکھتی ہے، اور پھر اسکا ہاتھ جس کی طرف چاہتا ہے، نصرت و حمایت کیلئے بڑھتا ہے۔ خشکی کی پر امن سطح پر تم اسکو بھول سکتے ہو، لیکن سمندر کی ہلاکت خیز موجوں میں اس کے سوا کون ہے، جس کی یاد مایوس دلوں کو تسکین دے سکتی ہے؟

ہو الذی یسیر کم فی البر والبحر، چلاتا ہے، یہاں تک کہ تم سمندروں کے اندر ہوتے ہو اور کشتی باد و موافق کی مدد سے چلتی ہے اور بیتہنے والے مطمئن و مسرور ہوتے ہیں، (لیکن پھر یکایک) تند و تیز ہوا کے جھونکے چلنا شروع ہو جاتے ہیں، ہر طرف سے موجیں اٹھ اٹھ کر حملہ آور ہوتی ہیں، اور وہ ناامید ہو کر سمجھنے لگتے ہیں کہ اب تو ان موجوں میں گھر کر رہ گئے۔ یہ ناامیدی ان کے دلوں میں خلوص اور انقطاع کے ساتھ اللہ کا خیال پیدا

(۱) سرورہ ہود میں حضرت نوح کی کشتی کی نسبت ہے، یعنی ”وہ کشتی جیسی بلند موجوں کے اندر بے خوف و خطر چلی جا رہی تھی!“

(۲) سرورہ کہف میں (ذوالقرنین) کی نسبت ہے کہ اس نے قوم یاجوج و ماجوج کو روکنے کیلئے ایک ایسی معکم اور بلند دیوار بنائی کہ ”نہ تو وہ اسیر چڑھ سکتے تھے نہ انہ اس میں سوراخ کر سکتے تھے“

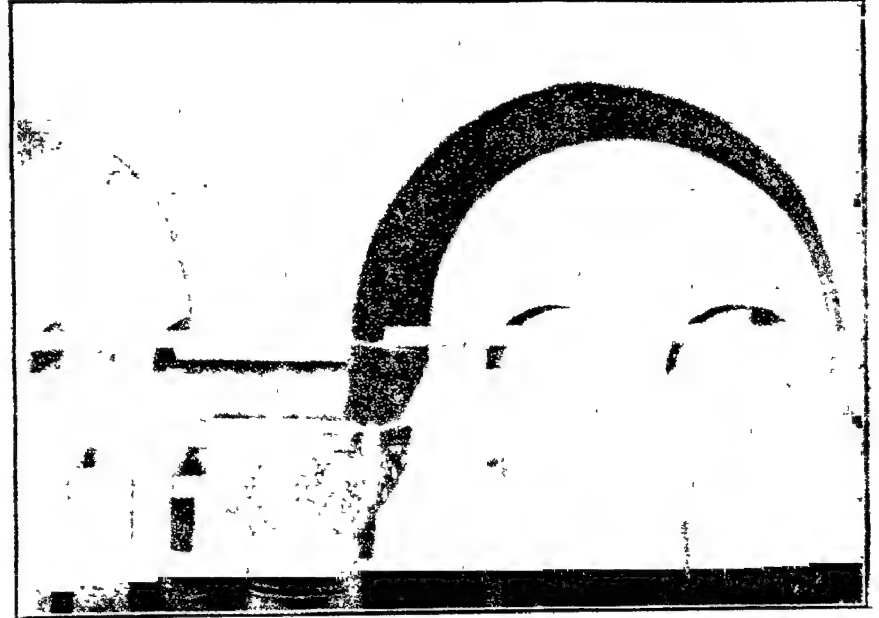
(۳) مجاہدین کے عزم و ثبات کی تعریف میں فرمایا ہے کہ وہ اس طرح جم کر کھڑے ہیں ”گویا ایک سیسے کی دیوار ہیں“

کبی ایک مڈل نظر آئے۔ پھر کتنی آمیدیں ہیں جو تمہارے اندر مرتی ہیں اور زندہ ہوتی ہیں؟ کتنی ارزئیں ہیں جو ناکامی کی خاک تلے مدفون کر دی جاتی ہیں، اور پھر اٹھ کر کھڑی ہو جاتی ہیں؟ کتنے رولے ہیں، جنکے جنازوں کو خود ہی کاندھا دیتے ہو، اور پھر خود ہی انکی زندگی کا بوجھ اٹھاتے ہو؟ اور پھر یہ کرن ہے، کہ جب تم ہر طرف سے مایوس و ناامید ہو جاتے ہو، تو اپنے پیغامِ امید سے تمہارے مردہ دلوں کو زندہ کر دیتا ہے؟

ہو الذی یُنزل وہ خدا ہی ہے کہ جب لوگ بالکل مایوس الغیث من ہو جاتے ہیں اور کوئی امید بارش کی نہیں پاتے بعد ما قنطروا تو پھر وہ اپنی قدرت کی نیرنگی دکھلاتا ہے اور رینشہ رحمۃ رہو اپنی رحمت کا منہ بوسا لگتا ہے۔ رہی الراہی الحمید کارساز حقیقی اور سزاوار حمد و تقدیس ہے۔ پیغامِ ممات

قلم دماغ کے افکار کی ترجمانی کر سکتا ہے، لیکن جذبات کی تعبیر اسکی قدرت سے باہر ہے۔ ”امید و بیم“ اور ”اضطراب و انتظار“ ان چار لفظوں کی ترکیب سے شاید وہ حالت بیان کی جا سکے، جو ۲۲- کی سہ پہر تک باشندگانِ ارضی کے کڑوروں قلوب پر طاری تھی۔ اور جبکہ قسطنطنیہ سے موت و حیات کے آخری پیغامات کا انتظار کیا جا رہا تھا۔

و لولا دفع اللہ الناس بعضهم بعضاً، لهدمت صوامع و بیع و صلوات و مساجد، ذکر فیہا ام اللہ کثیرا (۲۲ - ۴۱)



ایڈریا نوئل کی مسجد سلطان سلیم کی معراییں، جنکو کامل پاشا نے فروخت کرنا چاہا تھا مگر انور پاشا اسراضی نہیں!

بہت سی غم آشنا ہستیوں نے اپنے سامنے ایک بسترِ مرض کو اس حالت میں پایا ہے، جبکہ انکا سب سے زیادہ محبوب عزیزِ موت و حیات کی آخری کشمکش میں ایڑیاں رگڑ رہا ہے، اور وہ منتظر ہیں کہ ان آخری ساعاتِ امید و بیم میں کیا فیصلہ ہوتا ہے؟

ہم نے اُن مجرموں کو دیکھا ہے، جو کسی خونی الزام میں عدالت کے سامنے لائے گئے ہیں، اور اب مقدمے کی اُس آخری منزل میں کھڑے ہیں، جبکہ جج اپنا فیصلہ سنائے کیلئے مستعد ہوا ہے، اور اسکے لبوں کی چند حرکتیں زندگی یا موت کا حکم دینے والی ہیں۔

کیا اس انتظار کی تعبیر کیلئے یہ دو مثالیں کافی ہیں؟ درتا ہوں کہ نہیں، کیونکہ وہ اس سے بھی زیادہ مضطرب، اس سے بھی بڑھ کر جاں گسل، اور اس سے بھی بدرجہا زیادہ ہوش رب تھا۔ اس انتظار میں شخصی زندگیوں کی موت و حیات کا اضطراب ہے، لیکن وہ قوموں اور ملتوں کے بقا و فنا کا انتظار تھا۔ جس طرح سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر مجبور رہے دست و پا تماشائی اپنے درست و احباب، عزیز و اقارب، اہل و عیال، اور مال و جاہ سے بھرے ہوئے جہاز کو مرجوں کے اندر ڈوبتے اور اچھلتے دیکھتے ہیں، اور آخری امید کی آنکھیں پہاڑ پہاڑ کر اسکے مستولوں کو تلاش

زندگی کی علامتوں سے محروم کر دیتی ہے۔ خزان کا بے پناہ حملہ اُن تمام ارواحِ نباتاتی کو، جنکے العابِ حیات سے کائناتِ عالم کی رونق، اور جنکے الوانِ مختلفہ کی حسنِ ارائیوں سے اسکی سطحِ ارضی ایک صفحہٴ جمال معلوم ہوتی ہے، ہلاک کر دیتا ہے۔ لہلہاتے ہوئے کھیت خشک، شگفتہ و شاداب سبزہ زار افسردہ، باغ و چمن کے تختے ویران، درختوں کی تہیں بے برگ و بار، ندیاں صحرائے ریگ، دریا اترے ہوئے، اور فضائے آسمانی پر از گرد و غبار ہو جاتی ہے۔ زمین آفتاب کے آتشکدے کی طرف کھینچنے لگتی ہے، اور وہ اپنی تیز شعاعوں کے پے در پے حملوں سے اسکے خزانہِ رطوبت کو غارت کر دیتا ہے۔ اُس وقت تمام کائناتِ عالم بارش کیلئے یکسر صدائے العطش ہوتا ہے، امید کی نظریں آسمان کی طرف اُٹھتی ہیں اور مایوسی کا جواب لیکر واپس آ جاتی ہیں۔ لیکن پھر تم دیکھتے ہو کہ یکایک فضائے آسمانی میں ایک انقلابِ عظیم نمودار ہوتا ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے چلنے لگتے ہیں۔ سیاہ بادلوں کے غول آسمان پر ہر طرف پھیل جاتے ہیں۔ بجلی کی چمک اور بادلوں کی گرج، آنے والے وقت کا پیغام ہر طرف پہنچا دیتی ہے۔ صحرا کے میدان، پہاڑوں کی چوٹیاں، درختوں کی شاخیں، طیور کے جھنڈ، انسان اور حیوان، غرضکہ تمام مخلوقاتِ عالم کے چہروں پر بحالی آ جاتی ہے، اور یاس کی

و لولا دفع اللہ الناس بعضهم بعضاً، لهدمت صوامع و بیع و صلوات و مساجد، ذکر فیہا ام اللہ کثیرا (۲۲ - ۴۱)

جگہ امید، اور موت کی جگہ زندگی کے آثار و علائم سے دنیا کی صورت یکسر بدل جاتی ہے:

اللہ الذی یُرسل الریح، فتثیر سحاباً، فی السماء کیف یشاء، و یجعلہ کسفا، فتری الودق ینحرج من خلاہ فاذا اصاب بہ من یشاء من عباده، اذ ہم یستبشرون

اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے اور وہ بادلوں کو اپنی جگہ سے ابھارتی ہیں، پھر خدا جس طرح چاہتا ہے انسے کام لیتا ہے۔ کبھی بادلوں کو آسمان پر پھیلا دیتا ہے، کبھی انکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے، اور تم کو ایسا نظر آتا ہے گویا انکے درمیان سے مینہ نکلا چلا آتا ہے۔ پھر جب اپنے بندوں میں سے وہ جن پر برسانا چاہتا ہے، برسا دیتا ہے، تو وہ خورشیاں منانے لگتے ہیں۔

در حقیقت یہ ایک قانون ”حیات بعد الممات“ ہے، جو کائنات کی ہر شے پر طاری ہے۔ انسان مرنے کے بعد کی زندگی کی نسبت ہمیشہ متردد رہا ہے کہ ”اذا کنا عظاماً ورفاً تا، ائنا لمبعوثون خلقاً جدیداً؟“ (۱) لیکن اگر وہ زمین کو دیکھے، جس سے کبھی اسکے قدم جدا نہیں ہوتے، تو اسکے ہر ذرہ میں حیات بعد الممات اور حشرِ اجساد

(۱) جب ہم مرنے کے بعد گل سڑ کر بعض ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا یہ ممکن ہے کہ ہمیں پھر از سر نو پیدا کر کے کھڑا کر دیا جائے گا؟ (۱۷ : ۵۲)

صرف انکا وزنگ کارڈ ملفوف تھا ، اور جس سے معلوم ہوا کہ وہ قسطنطنیہ آگئے ہیں ۔ اسکے بعد ایک مختصر خط آیا ، جس میں لکھا تھا کہ وہ قسطنطنیہ میں نہ تھے ، ” کیونکہ قسطنطنیہ میں انکے لیے مصیبت تھی ، لیکن چونکہ اب خرد ملک و ملت کیلئے مصیبت درپیش ہے ، اسلئے اپنی مصیبت کو بھرنے کے لئے آگئے ہیں “

اسی خط میں انہوں نے لکھا تھا کہ وزارت کے نام تار بھیجنا ایک فعل عبث بلکہ تمسخر انگیز حماقت ہے ۔ ہندوستانیوں کو چاہیے کہ ترکی اخبارات کے نام تار بھیجیں ، تاکہ عام پبلک کو انکے خیالات کا علم ہو ، چنانچہ ہم نے اس مضمون کا تار اردو انگریزی اخبارات میں انہی کے ایما سے بھیجا تھا ۔

اس خط کے جواب میں ہم نے انکے نام متعدد تار بھیجے اور اتحاد و ترقی کے ممبروں کی رہائی کے بعد کے حالات بہ تفصیل دریافت کیے ۔ انہی تاروں کا جواب ہے ، جو گذشتہ ڈاک میں موصول ہوا ہے ۔ اس چٹھی کی اصلی قدر و قیمت اس واقعہ میں پوشیدہ ہے کہ اسکا لکھنے والا موجودہ انقلاب کا ایک رکن جلیل ، اور ایک عضو کارکن ہے ، اور من جملہ اُن چند عجیب انسانوں کے ہے ، جنہوں نے دو ہفتے کے اندر ایسا عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا ، اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص سے بڑھکر اور کس کا قلم واقعات صحیحہ کا قابل وثوق زاری ہو سکتا ہے ؟ اس چٹھی کا ترجمہ آپکو بہ ذیل ” نامرزاں غزوة بلقان “ آئندہ صفحات پر ملے گا ۔

## جاء الحق و زهق الباطل

ان الباطل کان زهوقا ( ۸۳۰۱۷ )

— \* —

مسٹر بلنٹ کو ہم کئی بار یاد کرچکے ہیں ، مگر آج اصلی دن آگیا ہے کہ ایک مرتبہ پھر انکی طرف دیکھیے ۔ ہم نے ۱۱ - دسمبر کی اشاعت میں لکھا تھا کہ صلح کانفرنس شیطنت آباد یورپ کے عفریت سیاست کا تخت بچھائے گی ، اور بالآخر کامل پاشا ملکی خیانت کے بوجھ سے کمر خمیدہ ، اور ملک کی لعنت کے عصا کو ٹیکتا ہوا لایا جائے گا تاکہ اس تخت کے آگے سر بسجود ہو ۔ کامل پاشا اپنے گھٹنوں کو زمین پر رکھ چکا تھا ۔ وہ اپنی وزارت کا اصلی فرض صرف یہی سمجھتا تھا کہ اُن احکام کی یکے بعد دیگرے

خزانتہ و بال امرہا ، وکان عاقبة امرہا خسرا

( ۹ : ۶۵ )



کامل پاشا ، جسکا خائن ملت سینہ قوم پرستوں کی گولی کا ناظم پاشا سے زیادہ مستحق تھا لیکن شاید قدرت اس طرح کی موت کو اسکی سزا کیلئے کافی نہیں سمجھتی ۔



محرم : ناظم پاشا ، جسکی قسمت میں عزت کی موت نہ تھی کیونکہ وہ مسلمانوں کو دلت کی زدگی بخشنا چاہتا تھا

انکی صحت اور توثیق کیلئے اس قدر کھدینا کافی ہوا کہ بہ اُس شخص کے قلم سے نکلے ہوئے ہیں ، جو ” اتحاد و ترقی “ بی مخصوص ترین جماعت کا سرگرم رکن ہے ، مناسٹر کی اولین مرکزی جمعیت کا ممبر ہے ، انقلاب عثمانی سے پہلے اسکا ایک خفیہ داعی اور واعظ رہ چکا ہے ، اور مدتوں جاسوسوں کی آنکھوں میں خاک ڈالکر فرجی بارکوں کے اندر پھرتا رہا ہے ۔ اُن تین مشہور انقلاب انگیز اور استبداد شکن رسالوں میں سے دو کا مصنف ہے ، جنکی ایک لاکھ کاپیاں سنہ ۱۹۰۷ - ع میں تمام ترکی فوج کے اندر پوشیدہ تقسیم کی گئی تھیں ، اور جنمیں سے پہلا رسالہ ( احمد رضا بے ) کا ” وظیفہ و مسئولیت “ نامی تھا ۔ جو برخلاف سیکڑوں زر پرست اور اغراض دوست مخالفان عبد الحمید کے ، ایک سچا اور مخلص حریت پرست غیور تھا ، جسکو اتحاد و ترقی کے زمانہ قیام مصر میں عبد الحمید کے ایجنٹوں نے طرح طرح کی طمعیں دلاکر رام کرنا چاہا ، لیکن وہ بغیر ادنیٰ التفات کے اخبار ” اجتہاد “ میں اپنی آتش فشاں تحریریں شائع کرتا رہا ، اور ایک لمحہ کیلئے بھی حق و صداقت کے مصائب پر ، ظلم و عدوان کے بخشے ہوئے عیش و عشرت کو ترجیح نہ دی ۔ یعنی نامور اتحادی : ڈاکٹر مصباح الدین شریف بے ، جنکا مختصر ذکر ہم پیشتر کرچکے ہیں ، اور جنہوں نے نہیں معلوم اس انقلاب کی کیسی نازک اور اہماک طلب گھڑیوں میں یہ چٹھی لکھر ، فی الحقیقت تمام مسلمانان ہند پر احسان عظیم کیا ہے ۔

ہم نے سب سے پہلے ڈاکٹر موصوف کا نام بک باشی ( نیازی بے ) کے روزنامے میں دیکھا ، جو ( خواطر نیازی ) کے نام سے شائع ہوا ہے ۔ اسکے بعد انکے متعدد مقالات و رسائل کے تراجم ڈاکٹر ( بی الدین بک ) وغیرہ نے عربی اخبارات میں شائع کیے ، اور پھر ( احمد رضا بے ) کے ذریعہ اسے خط و کتابت کی صورت نکل آئی ، اور عرصے تل سلسلہ جاری رہا ۔

اتحاد و ترقی کی آخری پارلیمنٹ میں یہ ( رزم ایلی ) کے کسی شہر کی طرف سے ممبر تھے ، لیکن ” الحریۃ و الائتلاف “ کے برسر اقتدار ہونے کے ساتھ ہی اتحاد و ترقی پر جو مصیبت آئی ، اُس نے مدھا اشخاص کی طرح انکو بھی قسطنطنیہ کے ترک کر دینے پر مجبور کیا ۔ جنگ بلقان کے چھو جانے کے بعد ہم صحیح خبروں کے دریافت کرنے کیلئے بے چین تھے ۔ ہم کو سب سے پہلے انہی کا خیال آیا اور بار بار دریافت حال کیلئے انکے نام تار بھیجے مگر سخت تعجب اور مایوسی ہوئی ، جب کوئی جواب نہیں ملا ۔ لیکن ۶ - جنوری کی ڈاک میں یکایک ایک خط ملا ، جس میں



فانظر الي اثار رحمت الله  
كيف يحيي الارض بعد موتها  
ان ذلك لمحى الموتى  
وهو على كل شيء قدير  
( ۳۰ : ۴۹ )

قتل الخرا صوان :

الذين هم في عمرة سابقون ( ۹ : ۵۱ )

ناظرین ابھی اُن خیالات و آرا اور توقعات کو بھولے نہ رہو جو پچھلے چھ ماہ کے اندر الہلال کے صفحات پر ہمیشہ ظاہر کیے گئے ہیں۔ جبکہ سعید پاشا اور انجمن اتحاد و ترقی کی شکست کی خبر کا تمام عالم استقبال کر رہا تھا، جبکہ اجانب کا دست دسائس ”حزب الحریۃ والائتلاف“ کے پردے میں کام کر رہا تھا، جبکہ صلیب اپنی راہ سے ”توحید“ کی اصلی اور سچی محافظ جماعت کو ہٹا دینے میں کامیاب ہو گیا تھا، اور جبکہ ہندوستان کے تمام اخبارات بلا استثناء (مختار پاشا) کے نام سے مرعوب ہو کر، المود، العدل، اور المقطم (قبضہ اللہ) کی مذبذبات و مفتریات کو بلا تامل قبول کر رہے تھے، اور بدبختانہ اس انگریزی ساراش کا شکار ہو رہے تھے، جو

اپنے اعمال مخفیہ کے انجام دینے کیلئے خود انجمن اتحاد و ترقی کو شکار کر چکی تھی، تو فی الحقیقت وہ وقت انجمن اتحاد و ترقی سے حسن ظن رکھنے والوں کیلئے ایک نہایت نازک آزمائش کا وقت تھا، اور تمام ہندوستان و مصر بلکہ خود قسطنطنیہ کے متفقہ غوغاے مخالفت کے مقابلے میں اپنی راے پر قائم رہنا بہت مشکل تھا، تاہم اسوقت اس جرم حق گوئی کا مرتکب صرف الہلال ہی ہوا تھا کہ اس ہنگامہ ضلالت، اور طغیان شرارت، و غربت حق و صداقت سے بغیر ایک لمحہ کیلئے بھی متاثر ہوئے، انجمن اتحاد و ترقی کی حمایت میں اراز بلند کی، اور ۲۹ - ستمبر کی اشاعت میں ایک تفصیلی افتتاحیہ مضمون لکھ کر انجمن کی شکست کو مرکز خلافت کے تحفظ کیلئے مصیبت عظمیٰ و ابتلائے شدید قرار دیا۔

نیز لکھا کہ : ”خواہ کچھ ہو، مگر انگلستان کی سیاسی مذبذبات سے انجمن اتحاد و ترقی مر نہیں سکتی۔ کچھ بعید نہیں کہ عنقریب وہ اپنے پانچ سال پیشتر کے کارنامے ایک مرتبہ اور دنیا کو دکھلا دے“ اس سے بھی زیادہ سخت و شدید زمانہ جنگ بلقان کے چھوڑنے کے بعد شروع ہوا۔ اس جنگ کا آغاز انجمن کی شکست سے اور (مختار پاشا) اور (کامل پاشا) کے زیر اقتدار شروع ہوا تھا، اور جسقدر شکستیں ہوئی تھیں، وہ فوج کی بد نظمی اور بے قاعدگی سے نہیں، بلکہ فوجی ضروریات و انتظامات کی بد نظمی سے ہوئی تھیں، جسکا ذمہ دار صریح طور پر برسر حکومت دفتر جنگ تھا، لیکن ناہم چونکہ اب باب عالی پر نہ سلطان محمد خامس کی حکومت تھی، اور نہ وزراے عثمانی کی، بلکہ کامل پاشا کے پردے میں انگلستان حکومت کر رہا تھا، اسلئے تمام عثمانی ناکامیوں کو انجمن اتحاد و ترقی کی طرف منسوب کیا گیا۔ اگر مرحوم (ناظم پاشا) نے (عبد اللہ پاشا) کو در لاکھ دشمنوں کے مقابلے میں محض ستر ہزار فوج کے ساتھ بھیجنے کی غلطی کی تھی، اگر لولی برغاس کو عین وقت پر مدد دینے سے وہ قاصر رہا تھا، اگر محمود مختار پاشا نے قرق قلعی میں مٹھی بھر سپاہیوں کو لیکر در لاکھ

بلغاریوں کے مقابلہ کرنے میں بے احتیاطی کی تھی، اگر حملے کی بہترین فرصت کو مختار پاشا نے غفلت میں کھو دیا تھا، اگر باوجود بلقانی ریاستوں کے علانیہ سرحدی حملوں اور اقدام کے، کامل دو ہفتے تک باپ عالی یورپ کے وعدہ ہائے امن پر اعتماد کرتا رہا تھا، اور اگر دفتر جنگ نے رسد رسانی کی نازک ترین خدمت کو محض بلغاری زبلے والوں کے رحم پر چھوڑ کر، ترکی کے پیکر شجاعت و جان نثار سپاہیوں کو چار چار دن تک بھوکا رکھا تھا، تو ان تمام جرائم کے ملزم اتحاد و ترقی کے وہ مظلوم و بے دست و پا ممبر تھے، جن کو ایوان حکومت سے نکلے ہوئے کئی ماہ گذر چکے تھے، اور جنہیں سے انٹرچیل خانوں کے کمروں میں مقید، یا یورپ کے شہروں میں چھپے پھرتے تھے !

درحقیقت یہ سب کچھ یورپ کر رہا تھا، اور ترکوں کی غیر متوقع فوجی ناکامی اس کے لیے ایک طلائی فرصت تھی۔ لیکن چونکہ بد قسمتی سے ناکامیاں واضح، اور حقیقت مستور تھی، اسلئے عالم اسلامی اس دسیسہ ابلیسی سے متاثر ہو رہا تھا، اور تمام یورپ اور مشرق نے اتحاد و ترقی کی مخالفت میں گویا ایک مستحکم معاہدہ کر لیا تھا۔

ہم مت جائیں گے مگر قومی عزت کو ہاتھ سے نہ دیں گے (ریور ایجنسی ۲۳ - جنوری)



مشہور اتحادی : طلعت بے

جس نے سدرجہ صدر العاط میں جدید وزارت کے پروگرام کا اعلان کیا

بہت مشکل تھا کہ ایسے موقعہ پر انجمن سے حسن ظن قائم رکھنے والے اپنے تئیں اس عالمگیر مخالفت کے اثر سے محفوظ رکھتے، تاہم الحمد للہ کہ ہماری نظر ابتدا سے اُن حقائق مخفیہ پر تھی، جنکی صداقت قدم مند، اور جنکی واقعیت غیر متزلزل تھی۔ ایک لمحہ بلکہ ایک عشر لمحہ کیلئے بھی ہمارا دل اتحاد و ترقی کی طرف سے مشکوک و مایوس نہیں ہوا، اور بلا انقطاع (الہلال) میں یہ یقین ظاہر کرتے رہے کہ ”موجودہ مصائب کی علت اتحاد و ترقی نہیں، بلکہ اتحاد و ترقی کی شکست ہے“ ذالک ہدی اللہ یھدی بہ من یشاء، ومن یصل اللہ فالہ من ہاد ؟ ( ۳۹ : ۲۴ )

پر اسرار جہد و جہد

++::++

ادی شریک کار عثمانی کا مراسلہ

داکٹر مصباح الدین شریف بے

— \* —

اُن واقعات کے دھرانے کی ضرورت نہیں، جو کل تک گذر چکے ہیں۔ کل تک ہماری آخری آمید یہ تھی کہ انجمن اتحاد و ترقی کو ۲۴ - جولائی کی تاریخ کے دھرانے کا موقعہ ملے اور موجودہ اسلام فروش وزارت کا خاتمہ ہو۔

آج بھی امید واقعہ کی صورت میں ظاہر ہو گئی ہے۔ کئی ہفتے چاہئیں، جب اس انقلاب کے مرتب حالات دنیا کے سامنے آئیں گے، جب ٹائمز اور منچسٹر گارڈن کے نامہ نگاروں کی مراسلات ہم تک پہنچیں گی، یا پھر مصر کے اخبارات سے مشتبہ اور محرف، مگر ایک حد تک تفصیلی حالات معلوم ہونگے۔ لیکن خوش قسمتی سے ہمارے پاس ایک ایسی تحریر موجود ہے، جس کو اس انقلاب کی خبر کے بعد، کسی اخبار کے دفتر کیلئے سب سے زیادہ قیمتی چیز کہنا بیجا نہ ہوگا، اور اسکی وجہ سے ہم طیار ہیں کہ آج عالم مطبوعات میں سب سے پہلے اس انقلاب کے متعلق صحیح ترین حالات بیان کریں۔ وہ حالات، جو آج کی اشاعت کے ٹائمز، تان، نور ربیعا، اور المود میں بھی غالباً نہ ہونگے، اور اگر ہونگے تو اس سے زیادہ مشرق اور مرقع نہ ہونگے۔

## وزارت کی کشمکش

وزارت کے سامنے سب سے زیادہ مشکل مسئلہ (قومی مجلس) کا تھا۔ اسکے انعقاد کا اعلان ہو چکا تھا اور وہ چاہتی تھی کہ ملک کی اخیری فروخت کی دائمی لعنت سے کسی طرح خرد بچ جائے اور حصول مقصد کے ساتھ اسکا طوق خود ملک کی گردن میں ڈال دے۔ پھر اسی چیز کو اپنے خیال میں ملک کے سکون کیلئے اللہ فریب بھی سمجھتی تھی۔ ان اسدب سے اسکا انعقاد ناگزیر تھا۔ ساتھ ہی خوف تھا کہ اگر ایک اصلی قومی مجلس منعقد کی جائے گی تو قوم کسی طرح اسکے لیے راضی نہ ہوگی کہ جنگ کی تلوار سے جان بچا کر صلح کی پھانسی کی رسی اپنی گردن میں پہن لے۔

بالآخر اس مشکل کو کسی طرح حل کیا گیا اور ۲۱ - کو مجلس اعظم کیلئے اعلان ہوا۔ ریپورٹ نے ۲۲ کے قار میں شرکاء مجلس کی تعداد ۸۰ - بتلائی ہے اور اگر یہ سچ ہے تو یقیناً اس تعداد میں صلح پسند مجارٹی پیدا کرنے کی کوئی پر فریب کارروائی کی گئی تھی جسکے حالات انشاء اللہ آگے چلکر معلوم ہونگے۔ مجلس میں جو تقریریں کی گئیں اور جس طرح (حسب روایت ریپورٹ) بغیر کسی طولانی مباحثے اور اختلاف کے صلح کے تمام شرائط پیش کردہ تسلیم کر لیے گئے اس سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ اس صحبت کو ”مجلس“ کے نام سے منعقد کر کے قوم کو احمق بنانے کی کوشش کی گئی تھی، ورنہ وہ قومی مجلس کی جگہ صرف کامل پاشا کی جماعت اور ”حزب الحریۃ“ کے پرستاروں کا ایک سازشی مجمع تھا۔ ایسی مجالس کا باسم قوم منعقد کر لینا کوئی مشکل بات نہیں ہے اور اگر آپ کو تعجب ہو تو (الشی بالشی یدر) آپ کامل پاشا کے دارالوزرا کی جگہ (علی گڑھ) کے دارالمصلحین میں جاکر اس طرح کے قومی کاموں کا نمونہ دیکھ سکتے ہیں۔



مشہور مجاہد دستور : نیازی بے

عزت ملی کی فروخت کا اخیری سودا انجمن اتحاد و ترقی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی مگر بالکل خاموش تھی اور اپنی قوت کو (جیسا کہ ڈاکٹر مصباح الدین نے لکھا ہے) انتہائی مجبوری کے پیش آنے کی صورت میں صرف کرنا چاہتی تھی۔

یہاں تک کہ بدہ کے دن گیارہ بجے (یعنی ۲۲ -) کو شیطان نے چابکیں مار مار کر روزرا کو انکے سارے کدوں سے نکالا اور سرے ”دولہ باعچہ“ میں مجلس کا انعقاد ہوا۔ بظاہر کچھ دیر تک آپسمیں سرگوشیاں کرتے رہے : ماقبل بعصم علی بعض یتساءلون (۱) اسکے بعد ہر صیغہ کے وزیر نے اپنے اپنے صیغہ کی موت و ہلاکت کا اٹھ اٹھ کر اعلان کیا۔ وزیر مال نے کہا کہ روپیہ نہیں، وزیر خارجی نے کہا کہ روس کی تلوار سر پر چمک رہی ہے۔ وزیر جنگ نے کہا کہ گوسپاہی جنگ کے لیے بیقرار ہیں مگر جنگ سے کوئی امید فلاح نہیں۔ گویا ملکی ذات و مسکنت کی تکمیل کیلئے سب نے اپنے اپنے صیغے کا کام آپسمیں تقسیم کر لیا تھا اور ہر شخص تقسیم عمل کے پر امن اصول کے مطابق صرف اپنا کام انجام دیکر بیٹھ جاتا تھا :

وزرائیچین کے مسئلہ میں بظاہر استقامت ظاہر کرے اور اسکا بیچہ تھا کہ صلح کانفرنس میں باب عالی کے اوتھکر مچل جانے کا فرضی ڈراما دکھایا گیا۔ اور ہم نے کامل پاشا کی خلقت سے لعل متضاد خبر سنی کہ باب عالی جزائر دیکر صلح کرنے پر سی طرح راضی نہیں!

یہ اضطراب جب بڑھا تو مجلس اعظم کے منعقد کرنے اور صلح کے مسئلے کو عام اتفاق رائے سے طے کرنے کا اعلان کیا گیا اس سے بھی یہی مقصود تھا کہ کسی طرح فرصت نکال کر اس می جوش کو فروغ دیا جائے جو انجمن اتحاد و ترقی نے مہلت پیدا کر دیا ہے۔ اسی اثنا میں دول نے اخیری یاد داشت بھی پیش کر دی اور باب عالی کے تذبذب سے بگڑ کر روس کے دور مرنہ باب لفظوں میں الٹی میٹم دیدیا۔

اب حالت مخدوش اور مہلت مفقود تھی۔ ایک طرف یورپ کی سخت و فیصلہ کن احکام اور دوسری طرف انجمن اتحاد و ترقی کی تلوار کے دربارہ نیام سے نکلنے کا خوف تھا۔ بالآخر قوم کو مطمئن کرنے کیلئے دول کے نرت کا ایک جواب طیار کیا گیا اور اسمیں بدرا نوبل کی مساجد اور سلطانی مقابر کی حالت زار پر یورپ سے رحم کی درخواست کی گئی۔ مگر جواب کا یہ مسودہ ہی اس غرض سے نہ تھا کہ بھیجا جائے کہ صرف ایک فریب امیز ارادے کا اعلان ہوتا کہ قوم کا جوش ترقی نہ کر جائے نیز ہا جاسکے کہ وزارت نے نرت کی منظوری سے کارکردینے کا بھی ارادہ کیا تھا۔

مگر یہ تمام کوششیں اس جہاد حق معروف کے جوش کو فروز کرنے کیلئے بیکار ہیں، کیونکہ انجمن کے ہاتھ اب قوی ہو گئے ہیں اور اس نے قوم کو خراب غفلت سے نشہ کر دیا تھا۔ تاہم یہ واقعہ بھی اس انقلاب کے واقعہ کی طرح دنیا ہمیشہ تعجب میں غرق ہو کر سنے گی کہ ان حالات کے غری دنوں میں انجمن نے بظاہر اپنے تمام پیدا کردہ اضطراب پر خاموشی اور سکون کی

پادر ڈال دی تھی اور جس سمندر کی قہار موجیں درتین دن کے عد حیرت کا نختہ اولت دینے والی تھیں اسکی سطح پر ہوا سے پیدا ہونے والی ہلکی لہروں تک کا پتہ نہ تھا!

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ایک شدید ترین سیاسی انقلاب کیلئے پبلک اور فوج میں شورش پیدا کرائی جا رہی تھی اور اس طرح کی شورشیں جب پیدا ہوجاتی ہیں تو ان پر خود نوزش کرنے والوں کا بھی قابو نہیں ہوتا۔ لیکن با ایں ہمہ ملکی نوزش کی قوت کو ایک مقید اسٹیم کی طرح انجمن اپنے ہاتھوں میں دباے ہوئے تھی کہ جب ضرورت دیکے عین وقت پر اس سے کام لے اور جب تک اصلی وقت استعمال نہ آئے اسے مٹھی میں چھپائے ہوئے خاموش بیٹھی رہے!

انجمن کی اس عاملانہ قوت کا یہ دوسرا منظر ہے کیونکہ پہلا واقعہ اس سے بھی عجیب تر سنہ ۱۹۰۷ ع کے انقلاب دستوری کا تھا۔ اور فی الحقیقت ملکی انقلابوں کیلئے ایک اصلی اور بنیادی لئہ عمل ہے۔

# ناموران غزوہ بلقان

تو نخل خوش ثمرے کیستی، کہ باغ و چمن  
ہمہ ز خویش پریدند و در تو پیوستند!



طرابلس میں غازی انور نے قری مصائب و آلام کی خبر سنی ہے، اور شدت رنج و الم سے سکتے کی حالت ان پر طاری ہو گئی ہے۔ جوش تاسف میں ہاتھ مل رہے ہیں اور حیران ہیں کہ کیا کریں؟ انکے ساتھ خلیل عمری یک بیٹے ہیں جو بلغازی کی ایک لڑائی میں زخمی ہو گئے تھے، اور اب گواہ ہیں مگر چلنے سے مجبور ہیں۔ اس صعبت میں تیسرا شخص صرف فرہاد یک ہے، جس نے یہ تصور کھینچی تھی۔

—:~::~~:—

و صداقت سے غافل نہ تھی۔ اسکے ممبروں کو اگرچہ قید کیا گیا اسکے رئیسوں کو جلا وطنی پر مجبور کیا گیا، اسپر طرح طرح کی تہمتیں لگائی گئیں، اور اسکی سعی و جہد حقانیت کو کبھی بغاوت حکومت سے، اور کبھی خلع سلطان حال سے تعبیر کیا گیا لیکن، تاہم حفظ وطن عزیز، اور خدمت کلمہ ملت کی جو مقدس آگ اسکے سینے میں شعلہ زن تھی، وہ ایک نور الہی تھا، جس کو کامل پاشا اور اسکے پس پردہ معارنین نے دھان کفر پھونک مارا نہیں بجھا سکتے تھے۔ خدا کی جنود نصرت نے ہمیشہ عاجزوں اور درماندوں کے ہاتھ میں اپنی تلوار دی ہے، یہ سچ ہے کہ انجمن بظاہر بے دست و پا ہو گئی تھی، مگر اسکو کیا کہیے کہ خدا تعالیٰ نے حفظ ناموس اسلامی کی آخری گھڑیوں میں اپنی نصرت فرمائی کیلیے اُسے کورچن لیا تھا۔ یکا یک شلجہ لائن کے قلعوں میں سے ایک فوجی اضطراب کی آندھی اُٹھی، اور آنا فانا قصر وزارت اور سراے ”چراغان“ کی کھڑکیوں تک پہنچ گئی۔ یہ ان مجاہدین انکادی کے دروزہ دروزے کا نتیجہ تھا، جسکا حال آگے چلکر آپ پڑھیں گے۔ خود دار الخلافہ کے مختلف حلقوں میں بھی شورش شدید آثار شروع ہو گئے، اور ایک ڈیپریٹیشن سلطان المعظم کی خدمت میں پہنچا، جس نے یومی قسرت کے ساتھ ملکی خواہش کا اظہار کیا اور کہا کہ ”ہم ذلت کی صلح کے نہیں بلکہ فنا کر دینے والی مگر با عزت جنگ کے طلب گار ہیں۔ اس اضطراب و اغتشاش کے وزارت کو مجبور کیا کہ ایڈریا نوپل اور

تعمیل کرتا جائے، جو انگلستان کی طرف سے اسکے قلب پر القا کیے جاتے ہیں۔ اس نے صلح کانفرنس کی درخواست کی، دارالصلح لندن کو تجویز کیا، اور سر ایڈورڈ گرے نے مشورہ فرمائی کی زحمت بھی اسکی خاطر گوارہ کر لی۔ پھر یونان نے باوجود فریق جنگ ہونے کے کاغذات التوا پر دستخط نہیں کیے، مگر اس نے اپنی کوتاہ گردن کو جنبش نہیں دی۔ ایڈریا نوپل کے محصورین کو رسد بھیجنا اولین مرحلہ التوا تھا، لیکن وہاں لاکھوں باشندوں کی زندگی کو بھی اس نے اپنے زرد رنج آقا کی مرضی پر چھوڑ دیا اور اسکی نسبت اصرار کرنے کی گستاخی نہیں کی۔ پھر البانیا اور مقدونیا کی آزادی کا مسئلہ سامنے آیا، مگر اس نے ترکی رکلا کو انکے مرضی کے خلاف مجبور کیا کہ بلا چرون و چرا ہر حکم کو تسلیم کرالیں۔ سب سے آخر جزائر ایجین اور اڈریا نوپل کی حوالگی کا حکم ہوا، اور ایڈریا نوپل کی حوالگی کا مشورہ قسطنطنیہ کی حوالگی کا ایک مہذبانہ کنایہ تھا، یہ یورپ کے دفاتر خارجہ کا وفادار غلام یقیناً اب بھی طیار تھا کہ فوراً قصر (سنیت حیمس) کی چرکھت پر اپنی نرد سالہ پیشانی کی ایک ایک شکن گھس کر مٹا دے، اور اس سجدہ معذرتہ میں دیر نہ کرے، جسکے لیے اسکی جھکی ہوئی کمر کا بار خیانت اسے بے تابانہ جھکا رہا تھا، لیکن وہ جماعت حق پرستان غیور، وہ مجاہد حریت و دستور، وہ محافظ لواے اسلامی، وہ فدائے راہ اسلام پرستی، وہ آیت من آیات اللہ، وہ حزب من احزاب اللہ: یعنی انجمن اتحاد و ترقی اب اپنی جہاد حق



و ترقی میں ہو رہی ہے - اگر وہاں دولت عثمانی یورپ کے مقابلے میں مظلوم اور بے دست و پا ہے، تو یہاں بھی نسل عثمانی کی امیدیں برسر اقتدار حکومت کے اجانب پرستانہ جور و تعدی سے، انتہائے مظلومی و بیکسی کو پہنچ چکی ہیں - دنیا کو اس وقت یقین نہیں آتا تو ہم کو کوئی پروا نہیں، لیکن وہ وقت دور نہیں جب اسکو یقین کرنا پڑے گا کہ عثمانیوں (۱) کی بیرونی مظلومی و شکست، سرتا سرانگی اندرونی مظلومی کا عکس ہے - انکی اصلی بدبختی یہ ہے کہ وہ اپنے گھر کے اندر مظلوم و بیکس ہو گئے ہیں، اسلیے باہر بھی مظلوم و کس مپرس ہیں!

کاش ہم کو متانے کیلئے موجودہ وزارت نے جس قدر اپنی طاقت صرف کی، اسکا کچھ حصہ بھی ان دشمنوں کے مقابلے میں خرچ کرتی، جو اس کے گھر کے اندر گھسے ہوئے ہیں! اس نے ہم کو کچل دینے کیلئے غیروں سے مدد لی، اور ہماری دشمنی میں دشمنوں کو درست بنالیا - اسنے ہماری ہستی کی ان شاخوں ہی کو نہیں کاٹا جو زمین کے اتر تھیں، بلکہ کوشش کی کہ زمین کے اندر جڑے پھیلے ہوئے ریشوں کو بھی اکھاڑ کر پھیکدے - صرف سترہ آدمی قید و غارت ۷ بج سکے جو وقت سے پہلے قسطنطنیہ سے نکل گئے تھے، باقی تمام لوگوں کو، حتیٰ کہ ان طالب علموں کو بھی، جنکی ہم میں سے کسی شخص سے صاحب سلامت تھی، گرفتار کر کے قید خانوں کے حوالے کر دیا -

با ایں ہمہ شاید قدرت حق ہم کو ایک مہلت اور دینا چاہتی ہے! یہ سچ ہے کہ ہم سمندر کی موجوں میں ہیں، لیکن ہمارے ہاتھ پانوں ابھی شل نہیں ہوئے - آپ کیا سمجھتے ہیں کہ گورنمنٹ نے محض رحم و عدل سے ہمارے ممبروں کو رہا کر دیا؟ جس وزارت کیلئے وطن اور ملت کا نام کوئی اثر نہیں رکھتا، اسکیلئے اخلاقی احکام میں کیا قوت ہو سکتی ہے؟ اصل یہ ہے کہ تغیر وزارت کے سانہ ہی فرج کو طرح طرح کی غلط فہمیوں میں پھنسانے کی کوشش کی گئی تھی، لیکن گرفتاریوں کی خبر نے انکی آنکھیں کھول دیں، اور حکومت پر واضح ہو گیا کہ ابھی ملک اسقدر اسکے قابو میں نہیں آیا ہے کہ اسکو بالکل مطلق العنان چھوڑ دے - جب وزارت نے فرج کے دباؤ اور اندرونی بغاوت کو اپنے سامنے دیکھا تو مجبور ہو کر رھائی کا حکم دینا پڑا -

(۱) افسوس کہ اب تک نادان ترکوں کی زبان پر ”اسلام“ کی جگہ ”عثمانیت“ کا نام چڑھا ہوا ہے - انقلاب عثمانی کے بعد سب سے بڑی غلطی جو نوجوان ترکوں نے کی (اور جسمیں اتحادی و ائتلافی، سب شریک ہیں) جنس و وطن کا سوال تھا - انہوں نے سمجھا کہ یورپ کا تعصب محض ترکوں کی مذہبی صورت کی وجہ سے ہے، اور یورپین ترکی کی مسیحی آبادی صرف اسی وجہ سے ترکی کو اپنی حکومت نہیں سمجھتی - پس انہوں نے اپنی عالمگیر ”اسلامی قومیت“ کو ”جنس عثمانی“ کے لفظ سے تبدیل کر دیا، اور اس طرح مٹھی بھر غدار عیسائیوں کی خاطر جنکی عثمانیت کا تجربہ اس جنگ میں ہو گیا ہے، چالیس کروڑ مسلمانوں کے رشتے کی پروا نہیں کی، حالانکہ مسلمانوں کی، خواہ وہ افریقی ہوں یا ترکی، اسلام کے سوا کوئی جنس اور قومیت نہیں ہو سکتی: ان هذه امتکم امة واحدة، وانا ربکم فاتقون -

تم اپنے تئیں عثمانی کہو یا محض وطن پرست، وہ کبھی رحم نہیں کرے گا - اسکو ان اضافی اوصاف سے تعصب نہیں ہے، بلکہ تمہاری اصل ذات اور وجود سے، تم جب تک مشرقی اور مسلمان ہو، وہ بھی یورپین اور مسیحی ہے - اور اب ان دو لفظوں کے اندر وہ سب کچھ ہے، جس کا درندوں کے بہت اور وحشیوں کے غولوں کے اندر تصور کیا جا سکتا ہے:

وجودک ذنب لا یقاس بہ ذنب (الہلال)

(پس) اس طرح کا واقعہ پیش آیا، اور جب ہم نے ایک دوسری جامع کوانکی جگہ کا وارث بنایا، تو ان لوگوں پر آسمان اور زمین، کسی نے بھی آنسو نہیں بہائے (کیونکہ انکا زوال غم کا نہیں بلکہ خوشی کا مستحق تھا) اور نیز خود انکو بھی مہلت نہیں دی گئی کہ وہ کسی طرح اپنے تئیں سنبھالتے - (۲۷: ۴۴)

پس یہ ایک قدرت الہی کی نشانی، اور حق و صداقت کی فتح مندی تھی، جو اس طرح تکمیل کو پہنچی - ایندہ کی نسبت ان زبان کھول سکتا ہے؟ حالات نازک، مشکلات کا ہجوم، دشمنوں کا اتحاد، اور راہ اعانت ناپید، نہیں معلوم کل کو کیا حالات پیش آئیں؟ ایسے سخت اور نازک موقعہ میں (دول کے متفقہ نرت کی بنا منظور کی کے اعلان کے سانہ) وزارت کا جاں گسل ذمہ داری اپنے سر لینا، فی الحقیقت ایک مجاہدانہ قربانی ہے جو اس قریبی النسل اور آل فاروق مجاہد: محمود شوکت پاشا نے راہ اسلام پرستی میں کی، پس ائندہ خواہ کچھ ہو، لیکن اتحاد و ترقی نے اس وقت اپنا اولین فرض ملی و اسلامی ادا کر دیا اور جو کچھ کیا، بھی اس موقعہ پر کیا جا سکتا تھا:

وانہ للعسرة اور اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ کافروں کے علی الکافریں، لیے موجب حسرت ہے، اور اسمیں بھی کچھ و انہ هو الحق شک نہیں کہ یہ ایک قطعی اور یقینی صداقت الیقین، نسیم کا ظہور ہے - پس اپنے پروردگار عظیم و قدوس باسم ربک کی حمد کر (جس نے اپنی امید بخشی کا اعظیم (۲۹): دروازہ تم پر بند نہیں کیا ہے)

## ایک پر اسرار جد و جہد

### سرگذشت انقلاب

ایک عثمانی شریک انقلاب کے قلم سے (۱)

(ڈاکٹر مصباح الدین شریف بے) لکھتے ہیں:

”کل اخبار (اقدام) اور (سبیل الرشاد) میں آپکے تار چمپ گئے - جزاکم اللہ تعالیٰ - جن تفصیلی حالات کو آپ پرچھتے ہیں، انکو کیا بیان کروں اور جس بیج کے بار آور ہونے کی امید نہیں، اسکی آبیاری کا افسانہ کیا سنوں؟ ہمارے سرور پر خاک مذلت (۲) اور ہماری امیدیں یکسر وقف پامالی، ہم موت اور حیات کے کنارے پر ہیں - نہ زندگی کی امید ہے، اور نہ مرنے کی راہ باز!

(ما کلید بہشت بشکستیم در دوزخ بروے ما بستند)

لیکن امید پرست انسان، جسکی حسدات منفعلہ مایوسی سے ہمیشہ گریز کرتی ہیں، اطبا کے جواب دیدینے کے بعد بھی موت کا خبر مقدم نہیں کرتا - ایڑیاں رگرتا ہے اور دعائیں مانگتا ہے - ہم کو امید نے جواب دیا ہے مگر ہم امید کو جواب نہیں دی سکتے - کامیابی ہم سے بظاہر روتھ گئی ہے، مگر ہم کوشش سے کیونکر گردن موڑ لیں؟ بس کوشش میں مصروف ہیں اور نہیں جانتے کہ نتیجہ کیا سکے گا؟

آج چار مہینے سے دنیا دیکھ رہی ہے کہ دولت عثمانیہ تیس کے میدان میں بلغاربا سے لڑ رہی ہے، مگر اسکو اصلی جنگ کا حال معلوم نہیں - نسل عثمانی کی موجودہ جنگ ’سبی خاک سے باہر نہیں ہے، بلکہ اندر ہے - اسکی اصلی جنگ یہ ہے، جو خود قسطنطنیہ کے اندر موجودہ حکومت اور اتحاد

(۱) اصل چٹھی فارسی میں ہے -

(۲) فارسی کا معاورہ ہے ”خاک بر سرم“ ہم نے اردو میں راز کرنے کیلئے مجبوراً ”مذلت“ کا لفظ بڑھا دیا -

## جاء الحق

ہاں اب وقت آگیا تھا کہ موسم بدلے، اور قرار پا گیا تھا کہ وہ حی و قیوم اپنی قدرت کی ایک نئی نشانی دنیا کو دکھلا دے۔ پس وہ سب کچھ شروع ہو گیا، جو ہمیشہ ایسے وقتوں میں ہوا ہے۔ خاموش سمندر کی سطح یکایک متحرک ہوئی اور آسمان پر برق و باران کے آثار ظاہر ہو گئے۔ جوش ملی اور غیور اسلامی کا یہ ایک صور تھا، جسکی آواز نے ایک طرف ہزاروں انسانوں کو چند لمحوں کے اندر جمع کر دیا، اور دوسری طرف اسکی گرج سے خائفین ملت کے دل کانپ گئے: ان كانت الا صيحة واحدة فاداهم خامدون (۳۶: ۲۸)

فوجی افسروں کی بڑھنے تلواریں، پبلک کا جوش و خروش طلباء کے نعرہ ہائے ملی، جان فروش سپاہیوں کی صفیں، طلبی کا عزم راسخ، انقلاب کا فتح مند رولہ، اور ان سب نصرت الہی کی غیبی تلوار کی چمک، یہ مناظر عظیمہ تھے، باب عالی کی طرف کسی مقدس رسم کے سکون و وقار کے ساتھ بڑھ رہے تھے۔ وہ پیکر حمیت اسلامی، مجسمہ نصرت الہی، باند ساز لوہے ملت، جان نثار راہ حق صداقت، معی الدین والدین، محبوب الاسلام والمسلمین، حجة الله المبین، آية الله في الارضین، الذی صدق اخبار الماضیین، وحقق مانسوخ من الاولین، والذی ہوفی جبهة هذ الدهر غرة، وفی قلاذته لا قد اینہا فی الدنیا درہ۔ والذی تجل صفاته الجلیلة، یحصرها حاصر، ویتوسعها ناظم وناثر۔ سیف الله القوی العظیم، والمجاهد فی سبیل الله و دینہ القویم، یعنی قہرمان مدافعة ملی بطل الشہیر: غازی انور بے سب کے آگے تھا، اور مشہور ملت پرست غبور و مجاہد حریت دستور: بک باشی نیازی بے، سرگرم رکن اتحاد و ترقی: طلعت بے اسکے یمین و یسار تھے

ثلاثة من الاولین وقلیل من الاخرین (۵۶: ۱۳)

(انور بے) کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا، جس پر ۵-۵ افسران جنگ، اور عام پبلک کے دستخط تھے اور اسمیں تبدیلی وزارت یا انکار صلح پر زور دیا گیا تھا۔ فوجی اقتدار کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ فوج کا جو حصہ وزارت کے ہاتھ میں تھا، کسی غیر معلوم طریقہ سے مصنوعی جنگ کیلئے باہر بھیج دیا گیا تھا، اور آؤر جس قدر فوج شہر میں موجود تھی، وہ سب کہ سب قومی جماعت کے ساتھ مسلح ہو کر جا رہی تھی۔

وزارت بے خبر اپنے کام میں مشغول تھی کہ یہ جماعت (اسکی کھڑکیوں کے نیچے پہنچ گئی۔

اگرچہ ریورٹ کی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ناظم پانچ کے ایڈی کاگ نے اس ہجوم کو روکنے کی سعی کی، اور ناظم پانچ نے ”گستاخ کتے“ سے زیادہ کہنے کی مہلت نہیں پائی، مگر ڈاک مصباح الدین کے قار سے معلوم ہوتا ہے کہ ”گولبریں کی ایک ہلاکت بارش“ ضرور ہوئی تھی۔ بہر حال مجمع باب عالی کے سامنے پہنچ کر رزمیہ تقریریں، ہنگامہ خیز صدارت اور جنگ و انقلاب۔ پیہم نعروں میں مصروف ہو گیا (جسمیں چند ہندوستانی مسلمانوں کی صداائیں بھی ملی ہوئی تھیں) اور (انور بے) ایک فائر حکمران کی طرح، بے دھڑک وزارت خانے کے ہال میں داخل ہوا، کامل پاشا کو حکم دیا کہ یا جنگ کے قائم رکھنے کی قسم کھائے اپنی کرسی خالی کر دے۔ بالآخر کچھ دیر کے بعد وہ وزارت کے مستعفی ہوجانے کی بشارت لیکر فتح مندانہ مجمع کے سامنے نمودار ہوا، اور پھر سلطان المعظم کی خدمت میں حاضر ہو (محمود شوکت پاشا) کی وزارت کے قیام کا حکم لے لیا:

شیاطین الجن والانس یوحی بعضهم الی بعض زخرف القول غرورا (۱۱۲: ۶)

غرضکہ صرف ایک گھنٹے کے اندر تیرہ سو برس کی عزت اسلامی، اور آٹھ سو برس کی متاع عثمانی کو دائمی ذلت و روسیاهی کے درہم بخس پر یورپ کے ہاتھ فروخت کر دینے کا فیصلہ کر دیا:

اولئك لعنہم یہی وہ لوگ ہیں کہ اللہ کی ان پر پھٹکار اللہ ویلعنہم بڑی اور (چالیس کھڑوں مسلمان) لعنت الا عنہون کرنے والوں نے بھی انکی (اس عزت فروشی) پر لعنت کی۔ (۱۵۵: ۲)

خدا تعالیٰ نے مسلمانوں نے کی علامت یہ بتلائی ہے کہ: اذلة على المومنین، اعزة على الكافرين (لیکن ان غارنگران عزت اسلامی کی حالت اس وقت بالکل برعکس تھی: اعزة على المومنین، مسلمانوں کے مقابلے میں نہایت مغرور اذلة على الكافرين! سخت، لیکن کافروں کے سامنے عاجز و ذلیل آج (محمود شوکت پاشا) کہتا ہے کہ ”ہم جنگ کے خواہشمند نہیں، لیکن اگر عالم اسلامی کی نفریں اور جنگ، دونوں ہمارے سامنے آئے، تو ہم مجبور ہیں کہ آخری چیز کو اختیار کریں“ اور اس طرح صاف لفظوں میں ہماری ان التجاؤں اور فریادوں کی عزت کا اعتراف کرتا ہے، جو ہم تمام اکذاف عالم سے قسطنطنیہ بھیج رہے ہیں، یعنی مسلمانوں کے سامنے اسکا سر اعتراف جھکا ہوا ہے۔ لیکن کامل پاشا نے آغاز جنگ سے لیکر آخر تک مسلمانان عالم کے صدها تازیں اور التجاؤں کا کہیں اشارہ تک نہیں کیا اور اپنی اس ذمہ داری کو کبھی دنیا پر ظاہر نہیں کیا، جو مسلمانوں کی طرف سے آج مرکز خلافت کے ذمے عائد ہوتی ہے۔ اسکا سر ہمارے آگے بہت مغرور تھا، لیکن یورپ کے سامنے سر بسجود: فای الغریق احق بالامن ان کنتم تعلمون؟

بوم یسعون الصیحة بالعق:

دلک یوم الخروج

(۵۰: ۴۱)

اس فیصلے کی خبر ہمارے دلوں کیلئے ایک برق ہلاکت تھی، پھر اندازہ کرنا چاہیے کہ اتحاد و ترقی کے ملک پرستان غیور پر کیا گذری ہوگی؟ تاہم جس سمندر کی تہ میں گندھک کے طوفان آتشیں اٹھ رہے تھے، اسکی سطح بالائی اب بھی خاموش تھی۔ ۲۳۔ کورڈا کا اجتماع ہوا کہ اس فیصلے کی تعمیل کیلئے باقاعدہ یادداشت مرتب کی جائے۔

اب یہ فرصت کی آخری گھڑیاں تھیں، جو ایک گھنٹے کے اندر تیزی کے ساتھ گذر جائیں۔ جس عزت ملک و ملت کے زندہ لاش کی ”مجلس“ نے تجہیز و تکفین کی تھی، اب اسکا جنازہ قبر کے کنارے رکھ دیا گیا تھا تاکہ مدفون کر دیا جائے۔

مجلس فیصلہ کر چکی تھی، صرف سفراء درل کے پاس باقاعدہ جواب بھیجنا باقی تھا۔ چند گھنٹے اور مطلب تھے کہ ملک فروشی کے ابلیسانہ عمل کی پوری تکمیل ہو جائے۔ جب وزارت باقاعدہ جواب بھیج دیتی، تو پھر ہدیشہ کیلئے معاملہ ہاتھ سے نکل جاتا از کوئی علاج ممکن نہ ہوتا۔

لیکن پھر وہ فیرنگ ساز قدرت کہاں تھا، جسکا ہاتھ عین اُس وقت کشتی کے بچانے کیلئے نمودار ہوتا ہے، جبکہ ایک لمحہ کے بعد اسکے تختے سطح آب پر تیرنے والے ہوتے ہیں؟ یہ شیطان کی فوج تھی، جو اپنی فتح مندی کو آخر تک پہنچا دینے کیلئے سرگرم کار تھی، لیکن پھر خدا کی فرج کہاں تھی؟

# مقالا

## اِخْرَاجُ الْخَوَالِ

دیباچہ

### سیرۃ نبوی از شبلی

— : \* : —

(۲)

صحت ماخذ

انحضرت (صلعم) کے حالات، نبوت کے تقریباً سو برس کے بعد  
بند ہوئے، اسلئے مصنفین کا ماخذ کوئی کتاب نہ تھی بلکہ  
یہ روایتیں تھیں۔

اس قسم کا موقع جب کبھی دوسری قوموں کو پیش آتا ہے یعنی  
ب زمانہ کے حالات، مدت کے بعد قلمبند کیے جاتے ہیں تو یہ  
نہ اختیار کیا جاتا ہے کہ ہر قسم کی عمیانہ افراہیں قلمبند کرلی  
یہ ہیں، جن کے راویوں کا نام و نشان تک معلوم نہیں ہوتا ان  
میں سے وہ واقعات چھانت لئے جاتے ہیں جو قراین اور  
ات کے مطابق ہوتے ہیں اور پھر تھوڑی دیر کے بعد یہی خرافات  
، دلچسپ تاریخی کتاب بن جاتے ہیں۔ یورپ کی سیکڑوں  
ی تصنیفات اسی اصول پر لکھی گئیں۔

لیکن مسلمانوں کے فن تاریخ کا معیار اس سے بہت زیادہ بلند تھا  
کا پہلا اصول یہ تھا کہ جو واقعہ بیان کیا جائے، اُس شخص کی  
سے بیان کیا جائے، جو خود شریک واقعہ تھا اور اگر خود نہ تھا  
بیک واقعہ تک تمام راویوں کا نام بہ ترتیب بتا دیا جائے۔ اس  
ساتھ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جو اشخاص، سلسلہ روایت  
آئے، کون نے؟ کیسے تھے؟ کیا مشاغل تھے؟ چال چلن کیسا تھا؟  
لہ کیسا تھا؟ سمجھہ کیسی تھی؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ، سطحی  
ن تھے یا دقیقہ بین؟ عالم تھے یا جاہل؟ ان جزئی باتوں کا پتہ لگانا  
ت مشکل بلکہ ناممکن تھا، لیکن سیکڑوں ہزاروں محدثین نے  
عمریں اسی میں صرف کر دیں۔ ایک ایک شہر میں گئے،  
سے ملے، ان کے متعلق ہر قسم کی معلومات بہم پہنچائیں،  
رگ ان کے زمانہ میں موجود نہ تھے ان کے دیکھنے والوں سے  
دریافت کئے۔ ان تحقیقات کے ذریعہ سے اسماء الرجال  
گرافی) کا وہ عظیم الشان فن طیار ہو گیا جس کی بدولت آج  
م لاکھ شخصوں کے حالات و واقعات معلوم ہو سکتے ہیں، اور  
اثر اسپرنگر (۱) کے حسن ظن کا اعتبار کیا جائے تو یہ تعداد  
لاکھ تک پہنچ جانی ہے۔

محدثین نے حالات کے بہم پہنچانے میں کسی شخص کے رتبہ  
بثیت کی کچھ پروا نہ کی۔ بادشاہوں سے لیکر برے برے  
داؤں تک کی اخلاقی سراغ رسانیاں کیں، اور ایک ایک کی  
ری کی۔ نکتہ چینی، عیب جوئی، تجسس، مذموم اوصاف  
رجوئی، آج کل کے خیال کے مطابق تہذیب کے بالکل خلاف ہے،  
محدثین کے حدیث کی محبت میں سب بچھہ گوارا کیا،  
یہ ہے کہ اگر اس احادیث کی بدولت، احادیث نبوی میں

اثر اسپرنگر، جرعی کے مشہور عربی دان فاضل ہیں، مدت تک ایشیاٹک  
سائنس میں کام کیا، اسبابہ کا نسخہ انہی کی تصحیح سے کلمتہ میں چھپا،  
ن کے دیباچہ میں صاحب موصوف نے لکھا ہے ”نہ کوئی قوم دنیا میں گذری  
موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا سا عظیم الشان فن  
یا ہر، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے (منہ)۔

غلط اور صحیح کا امتیاز قائم رہ گیا، تو ہزاروں محاسن کو ان عیوب پر  
قربان کر دینا چاہئے۔ اس سلسلہ میں سیکڑوں تصنیفات تیار ہوئیں  
جن کی اجمالی کیفیت یہ ہے:

سب سے پہلے اس فن یعنی راویوں کی جرح و تعدیل میں  
یعنی بن سعید القطان نے ایک کتاب لکھی، وہ اس رتبہ کے شخص  
تھے کہ امام احمد حنبل نے ان کی نسبت لکھا ہے: ”میری آنکھوں  
نے ان کا نظیر نہیں دیکھا“ ان کے بعد اس فن کو زیادہ رواج ہوا  
اور کثرت سے کتابیں لکھی گئیں، جن میں سے چند ممتاز تصنیفات  
حسب ذیل ہیں:—

رجال عقیلی	نام مصنف	کیفیت
خاص ضعیف الروایۃ لوگوں کے		حالات میں ہے۔
رجال احمد بن عبد العجلی	اس کتاب کا نام کتاب الجرح	المتوفی سنہ ۳۲۷ ہج
	والتعدیل ہے۔	
رجال امام عبد الرحمن بن حاتم	بہت ضخیم کتاب ہے۔	
الرازی المتوفی ۳۲۷ ہج		
رجال امام دار قطنی	مشہور محدث ہیں، یہ کتاب	
	خاص ضعیف الروایۃ اشخاص	
	کے حال میں ہے۔	

کامل ابن عدی اس فن کی سب سے مشہور  
کتاب ہے، اور تمام محدثین نے  
اُسی کو اپنا ماخذ قرار دیا ہے۔  
یہ کتابیں قریباً آج ناپید ہیں، لیکر، بعد کی تصنیفات جو انہی  
کتابوں سے ماخوذ ہیں، آج بھی موجود ہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ جامع اور مستند کتاب  
تہذیب الکمال ہے جو علامہ مزنی (یوسف بن الزکی) کی تصنیف  
ہے، جنہوں نے سنہ ۷۴۲ میں وفات پائی۔ علاء الدین مغلطانی  
المتوفی سنہ ۷۶۲ نے تیرہ جلدوں میں اس کا مکمل لکھا، علامہ  
ذہبی المتوفی سنہ ۷۴۸ نے اس کا اختصار کیا، اور بہت سے  
محدثین نے اس کے خلاصے اور ذیل لکھے۔ بالآخر حافظ ابن حجر  
نے ان تمام تصنیفات سے ایک نہایت ضخیم کتاب تہذیب التہذیب  
لکھی جو ۱۳ جلدوں میں ہے اور آج کل حیدرآباد میں شائع ہوئی  
ہے۔ مصنف نے کتاب کے خاتمہ میں لکھا ہے کہ اس کی تصنیف  
میں آٹھ برس صرف ہوئے۔

اس سلسلہ کی ایک اور سب سے زیادہ متداول اور مستند  
کتاب میزان الاعتدال ہے، جو علامہ ذہبی کی تصنیف ہے۔ حافظ  
ابن حجر نے اس کتاب پر اضافہ کیا جس کا نام لسان المیزان ہے۔  
اسماء الرجال کی کتابوں میں سے تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب،  
لسان المیزان، تقریب، تاریخ کبیر بخاری، تاریخ صغیر بخاری، ثقات  
ابن حبان، تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی، مشتبہ النسبۃ ذہبی، انساب  
سمعانی، تہذیب الاسماء، ہماری نظر سے گذری ہیں۔

فن روایت اور درایت کی اصلی بنیاد

روایت کی تحقیق و تنقید، اسلام کے عنصر میں داخل ہے اور  
خود قرآن مجید نے اس کے اصول متعین کر دیے ہیں۔  
یا ایہا الذین آمنوا ان جائکم مسلمائیں! اگر تمہارے پاس کوئی  
فاسق بنیاء فتبینوا فاسق خبر لائے تو تم اچھی طرح جانچ لو،



سے در تھے، مگر اب وطن کی عزت ہی کو ضرورت تھی کہ وہ اس سے دور نہ رہیں۔ انکو آخری حالات سے مطلع کرنا، اور پھر انکا جلد پہنچ جانا، اسقدر مشکل کام تھا کہ اسکی کسی کو توقع نہ تھی، لیکن خدا نے انکو بالآخر پہنچا دیا۔ وہ جس دن آستانہ میں پہنچے ہیں، اسی دن (نظامی پاشا) کا تار پہنچا تھا کہ یونان کے مطالبات کا دول ساتھ نہیں دیتے، لیکن جزائر کو آزاد کر دینا چاہتے ہیں۔ وزارت آمادہ تھی کہ مزید التجا و عاجزی کی تاکید کرے، آخر میں ایک ترکی قاضی اور ایک ترک ریڈیڈنت کی تقرری کی درخواست کے بعد منظور کر لے، لیکن انور کے باب عالی پہنچنے کا یہ نتیجہ نکلا کہ مجبوراً تسلیم کرنے سے انکار کر دیا گیا۔

انور کے کی حیرت انگیز جانبازی

— \* —

وہ اسی دن آستانہ سے روانہ ہوئے اور لوگوں کو معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ کہاں ہیں؟ لیکن در اصل وہ ایک عجیب جاں بازانہ کوشش کر رہے تھے۔ وہ بغیر اس کے کہ دشمنوں کو علم ہو (ایڈریا نپل) میں داخل ہوئے۔ اور وہاں دو دن تک مقیم رہے۔ انہوں نے وہاں کی محصور فوجی اور غیر فوجی آبادی کا معائنہ کیا، تاکہ انکی قوت مقاومت کا اندازہ کرسکیں۔ پھر جامع سلیم میں محصورین کو جمع کر کے انکے سامنے صبح و شام متعدد تقریریں کیں، اور (قرآن مقدس) پر حلف اٹھوایا کہ خواہ حالت کیسی ہی نازک ہو جائے، خواہ رسد کی قلت سے بھرے مرنے لگیں، خواہ انکے پاس ایک گولی بھی باقی نہ رہے، لیکن وہ دشمن کے آگے اطاعت کا سر کبھی نہ جھکائیں گے۔

جاوید بک اور حسین جاہد بک

— \* —

انور کے وررد سے پہلے (جاوید بک) عارضی طور پر انجمن کے مشیر بنے (انجمن اتحاد و ترقی کے اپنے یہاں صدارت کا عہدہ نہیں رکھا ہے بلکہ ایک شخص کو نظم و خدمت مجلس کیلئے چن لیتی ہے اور اسکو مشیر کے لفظ سے تعبیر کرتی ہے۔ الہلال) لیکن اب انور بے ہیں، (حسین جاہد بک) ایڈیٹر طہین، جو رہائی کے بعد استائے سے چلے گئے تھے، اب پھر واپس آگئے ہیں اور اپنی خدمات میں مصروف ہیں۔

انور کے کا شتلجہ میں وعظ

— \* —

تین دن سے انور بے (شتلجہ) گئے ہوئے ہیں، اور انکی ولولہ انگیز تقریروں کے وہاں کے فوجی حلفوں کو جوش و فدایت کا ایک آشکدہ بنا دیا ہے۔ تمام فوجی افسروں سے وہ حلف لے رہے ہیں کہ ذلت انگیز خانہ جنگ کی کسی حالت میں تعمیل نہ کریں گے۔

ایندہ کی نسبت

امید و بیم

ہم ایندہ کی نسبت کوئی ایسی توقع نہیں پیدا کرنا چاہتے، جسکے پورا کرے ہی ہمیں مہلت نہ ملے۔ تاہم مطمئن رہیے کہ ملک غافل نہیں ہے، اور حالت بدل چکی ہے۔ ایک ماہ پہلے سکون تھا، مگر اب ہر طرف اضطراب ہے۔ پہلے خاموشی پیدا کرائی گئی تھی، مگر اب جنگ کی صداوں سے در اور رعب پیدا ہو گیا ہے۔ ہم امید دلاتے ہیں کہ اگر موجودہ امید افزا حالات میں انقلاب ہوا تو خواہ کچھ ہو، ہم بھی ایک مرتبہ آزر کررت لیں گے، اور کم از کم ملک کو اسقدر ارزان فروخت نہ ہونے دیں گے۔ جسقدر دشمن چاہتے ہیں۔ ہمارے لیے متصل دعا کرتے رہیے کہ ہمیں خدا کی مدد چہرے نہ دے۔

ہمارا اصلی جرم یہ تھا کہ ہم نے مصائب اٹھا کر ملک کو اسکی قسمت پر نہیں چہرے دیا، اور آخری وقت بھی کوشش کی کہ اسے ذلت سے نجات دلائیں۔

سعی کی ابتدا

— \* —

ہم نے وزارت سے پانچ مرتبہ درخواست کی کہ جنگ کو جاری رکھے، اور ہم کو خدمت کا موقع دے، مگر اس نے حقارت کے ساتھ ہم کو ٹھکرا دیا۔ ہم نے مجبور ہو کر سلطان المعظم تک رسائی پیدا کی، مگر وزارت کے استبداد کے انکے حکم کی بھی تعقیب کی۔ پھر ہم نے ولی عہد دولت کے ذریعہ سلطان المعظم کو اصلی حالت سے واقف کرنا چاہا، لیکن اسکو خلع سلطان کی کوشش سے تعبیر کیا گیا، اور ہم پر تہمت لگائی گئی کہ ہم تخت خلافت کو اولت دینا چاہتے ہیں۔

.....

جب ہم ان تمام کوششوں میں جو ہم نے علانیہ کی تھیں، ناکام رہے گئے، تو اب اس کے سوا کیا چارہ تھا کہ خواہ کتنا ہی خطرناک اور مخدوش ہو، مگر اپنی آخری تدبیر سے کام لیں۔

جو چیز اس مایوسی میں ہمیں امید دلاتی ہے، وہ یہی ہے کہ ہماری یہ آخری تدبیر ضائع نہیں گئی اور الحمد للہ کہ ہم حکومت کے استبداد سے قوم کی مرعوبیت کو دور کر دینے میں کامیاب ہوئے۔ اب ہم آزاد ہیں، اور اتحادی ہونا کوئی جرم نہیں۔ گورنمنٹ قوم کی خواہشوں کا احاطہ کرنے پر مجبور ہو گئی ہے، اور اس نے وعدہ کر لیا ہے کہ جن شرائط پر دول اجانب زور دینا چاہتی ہیں، انکی منظوری سے انکار کر دے گی۔ یہ اسی کوشش کا نتیجہ تھا کہ باب عالی کو متواتر دو تار اپنے رکلائے نام لندن بھیجنے پڑے کہ وہ ارجیبل اور ادرنہ کے متعلق سختی سے انکار کر دے تمام ملک میں صلح کے نام سے برہمی پھیل گئی ہے، اور فرج کا ہر بیمار اور زخمی سپاہی بھی جنگ کا طلبگار ہے۔ اب ہم کو قومی امید پیدا ہو گئی ہے کہ شاید آخری ذلت کا سامنا نہ ہو گا۔

خفیہ مجلس اور حلف

— \* —

خواہ کچھ ہو، مگر اب ملک اپنی انکھوں کے سامنے اپنی ذلت کی تکمیل نہیں دیکھ گا۔ ہم نے ایک سال کے بعد پھر آخری جانبازی کے حلف کی تجدید کی ہے اور ہر شخص نے عہد رائق کر لیا ہے کہ آخر دم تک سعی سے باز نہ آئے گا۔ جس دن ہماری جماعت قید خانے سے نکلی، اس کے دوسرے ہی دن ہم کو ایک جگہ جمع ہونے کا موقع مل گیا، اور ہم نے اپنا ایندہ پروگرام قرار دے لیا۔ اسکا منشا یہ تھا کہ وطن کی موجودہ مشکلات اور نزاکت حال کی وجہ سے سردست وزارت کی تبدیلی کی سعی مضر ہوگی، پس گورنمنٹ کو بحالت موجودہ قائم رکھنے قومی طاقت کا دباؤ ڈالا جائے اور اسکو مجبور کیا جائے کہ ملک کی خواہشوں کے خلاف قدم نہ اٹھائے، البتہ اگر اسمیں ناکامی ہوئی تو پھر ہم کو انتہائی علاج کیلئے اپنی قوت سے کام لینا پڑیگا۔ ہمارے آئندہ ممبر صرف اس کام کیلئے شتلجہ لائیں گے قلعوں میں تقسیم ہوئے ہیں کہ فوج کے جوش و خروش اور ملکی جاں نثاری کے ولولے کو قائم رکھیں اور انکو موجودہ حالت سے واقف کرتے رہیں۔

انور کے کی طلبی

سب سے بڑی تبدیلی انور کے کی موجودگی سے پیدا ہو گئی ہے، جنکے بلانے پر ہم مجبور ہوئے تھے۔ وہ وطن کی عزت کیلئے وطن

# شہزادہ عون عثمانیہ

## قسطنظیہ کی چٹھی

—:~:—

ایک عزیز دوست کی رسالت سے آپکا اخبار (الہلال) ملگیا جس کی ظاہری و باطنی خوبیوں نے دل کو مسخر کر لیا۔ میں آپسے اُس زمانہ سے واقف ہوں جبکہ آپ کے مضامین مختلف اُردو رسالوں میں شائع ہوا کرتے تھے۔ اس کو زمانہ ہوا۔ لیکن اس کی خبر نہ تھی کہ آپ نے اسقدر زبردست اسلامی و ملکی خدمت اپنے ذمے لیلی ہے۔ قیام انگلستان کے طولانی ہرنیکے باعث میں ہندوستان کی خبروں سے رنیز بہت سے ضروری امور سے ناواقف رہا۔ لیکن آپ کے اخبار سے ناواقفیت کا افسوس ہے اور خواہش ہے کہ گذشتہ تمام نمبروں کا مطالعہ کروں اور آئندہ باقاعدہ مطالعہ کیا کروں۔

میں سچے دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ آپ ایک روشن ضمیر محب ملت اور آگوا العزم مصلح قوم ہیں۔ آپ کے زور قلم سے اور اعلیٰ مضامین سے دل کو ایک عجیب روحانی غذا میسر ہوئی۔ ہم لوگ پرائیڈرٹ (بلا اعانت غیرے) ایک ہلال احمر مرتب کر کے اور انگلستان کی تعلیم سے چند دنوں کے لیے اپنے تعلقات منقطع کر کے قسطنظیہ میں مقیم ہیں اور تقریباً ایک ماہ سے مہرج ترک سپاہیوں کی خدمت کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔ خدا کے فضل و کرم سے میرے رفقا شیر دل مسلمان ہیں اور جس حسن عقیدت و جوش کے ساتھ وہ یہاں پر تشریف لائے ہیں، ہر طرح قابل ستائش ہے۔

پوری پارٹی کے نام معہ پتہ حسب ذیل ہیں:—

(۱) نواب سید محمد حسین صاحب بی۔ اے (اسن) حیدر آباد دکن۔

(۲) سید آل عمران صاحب۔ اکسفورڈ۔ رئیس نگینہ ضلع بجنور

(۳) سید عبد الحق صاحب اکسفورڈ۔ حیدر آباد

(۴) ڈاکٹر عبد الخالق سلیم صاحب لندن۔ مصر

(۵) سید حسن عابد جعفری اکسفورڈ۔ آگرہ

ہماری مختصر پارٹی کا خیر مقدم ترکی اخبارات نے سچی اخوت اسلامی کی شان کے مطابق کیا جس کے ہم نہایت درجہ ممنون ہیں اور بعد افتخار اعتراف کرتے ہیں۔

(حیدر پاشا حسنہ خانہ) یعنی ملیٹری ہسپتال میں کم ہمارے سیر کیا گیا ہے اور ایسے اعلیٰ و با اقتدار مقام پر ہماری خدمات کا انجام دینا تشکر طلب ہے۔

مجھے اس امر سے دینی مسرت ہو رہی ہے کہ نہ صرف مسلمانان ہند جوش دکھا رہے ہیں، بلکہ دیگر اہل وطن اقوام بھی داد شرافت دیکر حق ہمسایگی ادا کر رہی ہیں۔

مجھے خیال نہیں پڑتا کہ اس واقعہ جنگ سے پہلے کبھی کسی دوسرے موقع پر اسلام و دیگر ہندوستانی مذاہب میں اس درجہ میل ہوا تھا۔ خدا کرے یہ میل قائم رہے اور اس میں دن دینی رات چوگنی ترقی ہو۔

ترکی کا کیا حال لکھوں؟ دل بیٹھا ہوا ہے ترک جتنی ترقی کرتے ہیں، دیگر اسباب کے باعث اُنہی ہی پیچھے ہٹتے ہیں۔ فرجی اقتدار تو خاک میں ملگیا۔ اب سوائے دوسری جنگ کے جس میں ترک فتح مند ہو جائیں، یہ اقتدار حاصل ہونا ممکن نہیں ہے۔

ملا علی قاری نے موضوعات کے خاتمہ میں (۱) حدیثوں کے معتبر ہونے کے چند اصول تفصیل سے لکھے ہیں اور ان کی مثالیں نقل کی ہیں، ہم اسکا خلاصہ اس موقع پر نقل کرتے ہیں:

(۱) جس حدیث میں فضول بائیں ہوں جو رسول اللہ کی زبان سے نہیں نکل سکتیں، مثلاً یہ کہ جب کوئی شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو خدا اس کلمہ سے ایک پرند پیدا کرتا ہے اسکی ستر زبانیں ہوتی ہیں۔ ہر زبان میں ستر ہزار لغت ہوتے ہیں الخ۔ (۲) وہ حدیث جو محسوسات کے خلاف ہو، مثلاً یہ حدیث ”بیگن کھانا ہر مرض کی دوا ہے“ +

(۳) جو حدیث صریح حدیثوں کے مخالف ہو۔ (۴) جو حدیث واقع کے خلاف ہو مثلاً یہ کہ ”دھوپ میں رکے ہوئے پانی سے غسل نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ اس سے برص پیدا ہوتا ہے۔ +

(۵) وہ حدیث جو انبیاء علیہم السلام کے کلام سے مشابہت نہ رکھتی ہو۔

(۶) وہ حدیث جن میں آئندہ واقعات کی پیشینگویی بقید تاریخ مذکور ہوتی ہے، مثلاً یہ کہ فلاں سنہ اور فلاں تاریخ میں یہ واقعہ پیش آئیگا۔

(۷) وہ حدیث جس کے غلط ہونے کے دلائل موجود ہیں، مثلاً عروج بن عرق کا قد تین ہزار گز کا تھا۔ +

(۸) وہ حدیث جو صریح قرآن کے خلاف ہے، مثلاً دنیا کی عمر سات ہزار برس کی ہے، کیوں کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو ہر شخص بتا دیگا کہ قیامت کے آنے میں اسقدر دیر ہے، حالانکہ قرآن سے ثابت ہے کہ قیامت کا وقت کسی کو معلوم نہیں۔ (۹) جس حدیث کے الفاظ رکیک ہوں۔

ان اصول سے محدثین نے اکثر جگہ کام لیا اور ان کی بنا پر بہت سی راہنیں رد کر دیں، مثلاً ایک واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت نے خیبر کے یہودیوں کو اداء جزیہ سے معاف کر دیا تھا، اور معافی کی دستاویز لکھوا دی تھی۔ ملا علی قاری اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں، کہ یہ روایت مختلف وجوہ سے باطل ہے:

(۱) اس معاہدہ پر سعد بن معاذ کی گواہی بیان کی جاتی ہے حالانکہ وہ غزوہ خندق میں وفات پا چکے تھے۔

(۲) دستاویز میں کاتب کا نام معاریہ ہے، حالانکہ وہ غزوہ خیبر کے زمانہ تک اسلام نہیں لائے تھے۔

(۳) اسوقت تک جزیہ کا حکم ہی نہیں آیا تھا، جزیہ کا حکم قرآن مجید میں جنگ بتوک کے بعد نازل ہوا ہے۔

(۴) دستاویز میں تحریر ہے کہ یہودیوں سے بیگار نہیں لی جائے گی حالانکہ آنحضرت کے زمانہ میں بیگار کا رواج ہی نہ تھا۔

(۵) خیبر والوں نے اسلام کی سخت مخالفت کی تھی، اُن سے جزیہ کیوں معاف کیا جاتا؟

(۶) عرب کے دور دراز حصوں میں جب جزیہ معاف نہیں ہوا حالانکہ ان لوگوں نے چندان مخالفت اور دشمنی نہیں کی تھی تو خیبر والے کیونکر معاف ہو سکتے تھے؟

(۷) اگر جزیہ معاف کر دیا گیا ہوتا تو یہ اس بات کی دلیل تھی کہ وہ اسلام کے ہوا خواہ اور درست ہیں، حالانکہ چند روز کے بعد وہ خارج البلد کر دیے گئے۔ (لہا بقیہ)

یہ حکم فن رجال کی بنیاد تھا - حدیث میں ہے :

كفى للمرء كذبا، ان آدمي کے جھوٹے ہونے کی دلیل یہ ہے يحدث بكل ما سمع کہ جو کچھ سنے، روایت کر دے -

یہ ایسا اصول تھا کہ اگر اس پر پورا عمل کیا جاتا تو سیکڑوں ہزاروں جھوٹی روایتیں سرے سے وجود ہی میں نہ آتیں یا کم از کم پھیلنے نہ پاتیں - حدیث رسیر کی بہت سی کتابوں میں غلط اور موضوع روایتیں موجود ہیں، ان کے درج کرنے کی یہی وجہ ہوئی کہ راوی نے جو حدیث سنی، یہ سمجھ کر روایت کر دی کہ ”جب سلسلہ روایت بیان کر دیا گیا تو روایت کا فرض ادا ہو گیا“ حالانکہ حدیث مذکورہ بالا کی رو سے یہ جائز نہیں کہ جو کچھ سنا جائے روایت کر دیا جائے - ہر روایت کی تحقیق و تنقید بھی ضروری ہے اور انہی روایتوں کا بیان کرنا جائز ہے جو تحقیق کے معیار پر پوری اتر چکی ہوں -

فن روایت کی ابتدا

روایت کی ابتدا خود صحابہ کے عہد میں ہو چکی تھی - حضرت عائشہ کے سامنے جب یہ حدیث بیان کی گئی کہ انحضرت نے فرمایا ہے : ” مردہ پر جب گھر والے نوحہ کرتے ہیں تو اس کو عذاب دیا جاتا ہے “ تو حضرت عائشہ نے اس بنا پر اس کی صحت سے انکار کیا کہ یہ قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف ہے : لا تزر وازرة كوفي شخص کسی دوسرے شخص کے گناہ رزر آخری کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا -

چنانچہ صحیح بخاری (کتاب الجنائز) اور مسلم میں یہ واقعہ مختلف روایتوں سے مذکور ہے -

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عائشہ نے یہ بھی کہا : ” تم لوگ حدیث روایت کرتے ہو اور جھوٹ نہیں بولتے، لیکن سننے میں فرق ہو جاتا ہے “ ایک روایت میں ہے کہ ” حضرت عائشہ نے فرمایا : ” ابو عبد الرحمن کو خدا بخشے، انہوں نے جھوٹ نہیں کہا لیکن بھول گئے یا غلطی کی “

(سماع موتی) کے مسئلہ میں حضرت عائشہ نے حضرت عمر کی روایت پر جو اعتراض کیا تھا، وہ اسی بنا پر تھا کہ ان کے نزدیک وہ روایت، نص قرآن کے خلاف تھی -

فقہاء میں بعض اس بات کے قائل ہیں کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے رضو ثرت جاتا ہے - حضرت ابو ہریرہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس کے سامنے جب اس مسئلہ کو آنحضرت کی طرف منسوب کیا تو عبد اللہ بن عباس نے کہا اگر یہ صحیح ہو تو اس پانی کے پینے سے بھی رضو ثرت جائے گا جو آگ پر گرم کیا گیا ہو - حضرت عبد اللہ بن عباس حضرت ابو ہریرہ کو ضعیف الروایۃ نہیں سمجھتے تھے، لیکن چونکہ ان کے نزدیک یہ روایت، درایت کے خلاف تھی اسلئے انہوں نے تسلیم نہیں کیا، اور یہ خیال کیا کہ سمجھنے میں غلطی ہو گئی ہوگی -

جب حدیثوں کی تدوین شروع ہوئی تو محدثین نے درایت کے اصول بھی منضبط کیے جن میں سے بعض یہ ہیں :

قائل ابن الجوزی وکل ابن جوزی نے کہا ہے کہ جس حدیث حدیث رايتہ بخالفہ کو دیکھو کہ عقل یا اصول مسلمہ کے خلاف ہے تو جان لو کہ وہ مصنوعی ہے اس کی نسبت اس بحث کی ضرورت نہیں کہ اس کے راوی معتبر ہیں یا غیر معتبر، اسی طرح سے وہ حدیث قابل اعتبار نہیں جو محسوسات یا مشاہدہ کے خلاف ہو اور تاویل کی گنجائش نہ رکھتی ہو، مما يدفعه الحس

والمشاهدة او مباينا لنص الكتاب والسنة المتواترة او اجماع القطعي حيث لا يقبل شيء من ذلك التاويل اريتضمن الافراط بالوعيد الشديد علي الامر اليسير او با الوعد العظيم علي الفعل اليسير وهذا والاخير كثير موجود في حديث القصاص والطريقة ومن ركة المعني لا تاكلوا القرعة حتى تذبحوها ولذا جعل بعضهم ذلك دليلا على كذب راويه وكل هذا من القرائن في المروي وقد تكسرون في الراوي كقصة غياث مع المهدي ..... او انفرادة عن لم يدركه بمال يوجد عند غيرهما او انفرادة بشي مع كونه فيما يلزم المكلفين علمه و قطع العذر فيه كما قرره الخطيب في اول الكفاية او بامر جسيم يتوفر الدواعي على نقله كحصر عدد الحاج عن البيت

درایت کے چند اصول

یا وہ حدیث جس میں ذرا سی بات سخت عذاب کی دھمکی ہو، معمولی کام پر بہت بڑے ثواب کا وعدہ ہو (اس قسم کی حدیثیں واعظوں اور صوفیوں کے ہاں بہت پائی جاتی ہیں یا وہ حدیث جس میں لغویت پائی جائے مثلاً یہ حدیث کہ کدو کو بغیر ذبح کئے نہ کھاؤ، اسلئے بعض محدثین نے لغویت کو راوی کی کذب کی دلیل قرار دیا ہے، یہ تمام قرینے خود روایت کے متعلق ہیں - اور کبھی یہ قرائن راوی کے متعلق ہوتے ہیں، مثلاً غیاث واقعہ خلیفہ مہدی کے ساتھ، یا جب کہ راوی کوئی ایسی حدیث بیان کرے جو اور کسی نے نہ بیان کی ہو اور خود راوی جس سے روایت کرتا ہے اس سے ملا تک نہ ہو، یا حدیث جس کو ایک ہی راوی بیان کرتا ہے حالانکہ بات ایسی ہے کہ اس سے ارور کا بھی مطلع ہونا ضرور تھا جیسا کہ خطیب بغدادی نے کتاب الکفاية کے شروع میں اس کی تصریح کی ہے - یا وہ روایت جس میں کبھی عظیم الشان واقعہ کا ذکر ہے کہ اگر وہ واقعہ ہوتا تو سیکڑوں آدمی اس پر بیان کرتے، مثلاً یہ واقعہ کہ کسی دشمن نے حاجیوں کو کعبہ کے حج سے روک دیا -

اس عبارت سے درایت کے جو اصول مستنبط ہوتے ہیں، یہ ہیں کہ حسب ذیل صورتوں میں روایت اعتبار کے قابل نہ ہوگی اور اس کے متعلق اس تحقیق کی ضرورت نہیں کہ اس کے راوی معتبر ہیں یا نہیں :

- (۱) جو روایت عقل کے خلاف ہو -
- (۲) جو روایت اصول مسلمہ کے خلاف ہو -
- (۳) محسوسات اور مشاہدہ کے خلاف ہو -
- (۴) قرآن مجید یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے خلاف ہو، اور اس میں تاویل کی کچھ گنجائش نہ ہو -
- (۵) جس حدیث میں معمولی بات پر سخت عذاب کی دھمکی ہو -
- (۶) معمولی کام پر بہت بڑے انعام کا وعدہ ہو -
- (۷) ریک المعنی ہو مثلاً کدو کو بغیر ذبح کیے نہ کھاؤ -
- (۸) جو راوی کسی شخص سے ایسی روایت کرتا ہے کہ کسی اور نے نہیں کی اور یہ راوی اس شخص سے نہ ملا ہو -
- (۹) جو روایت ایسی ہو کہ تمام لوگوں کو اس سے واقف ہونے کی ضرورت ہو، یا اس ہمہ ایک راوی کے سوا کسی اور نے اس کی روایت نہ کی ہو -
- (۱۰) جس روایت میں ایسا قابل اعتنا واقعہ بیان کیا گیا ہو کہ اگر وقوع میں آتا تو سیکڑوں آدمی اس کی روایت کرتے، یا وجود اس کے صرف ایک ہی راوی نے اس کی روایت کی ہو -



کے بعد انکا تعاقب جاری رکھ سکتے - پہلی نومبر کے بعد بلغاری فوج باوجود طرح طرح کے ارادوں اور منصوبوں کے تھریس سے آگے نہ بڑھ سکی - چھ روز کی رسد رسانی کا طریقہ جس پر وہ بہت نازاں تھے، بالکل ناکامیاب ثابت ہوا، جبکہ انکودہ روزہ جنگ کے لیے رسد رسانی کا انتظام کرنا پڑا - نیز اس موقع پر رسالہ بھی ناکامیاب ثابت ہو چکا تھا - ایسے نازک وقت میں انکی ناکامیابی کی وجہ سے یقین کرنا چاہیے کہ شتالجا انکے ہاتھ سے نکل گیا، جو انکو فتوحات برابر جاری رکھنے کے بعد ضرور مل سکتا تھا -

اب بلغاری ذرائع سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ وہ حملہ جو بلغاریوں نے ۱۸ نومبر کو شتالجا پر کیا تھا، ایک محض ظاہری حملہ نہ تھا، بلکہ اسمیں ترکی مرچوں کو زک پہنچانے کی حتی المقدور پوزی کوشش کی گئی تھی - یہ حملہ قریباً سب سے بڑا اور سخت حملہ تھا جو انہوں نے لڑائی جاری ہونے کے وقت سے اب تک کیا ہے - اس کے بعد ترکوں کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ جس وقت تک ہم اپنے مرچوں کے اندر ہیں، ہم کو غنیم کا تریخانہ یا نیدل پلٹن، دونوں میں سے ایک بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے - اگر اس حملہ میں جیسا کہ اوپر بیان ہوا، بلغاریوں نے پوزی طاقت صرف کی تھی، تو اس عقدے کے حل میں اب کوئی دقت باقی نہیں رہتی کہ ترک جنگ کے لیے بالکل طیار تھے اور انکا لڑائی جاری رکھنے کا ارادہ مصمم تھا - ورنہ ظاہر ہے کہ التوائے جنگ کے کاغذ پر دستخط کر دینے کے بعد اگر وہ فارغ البال ہو چکے ہوتے تو بے خبر ہو کر بیٹھ رہتے اور بلغاریا اپنے اس آخری شدید ترین حملے میں ضرور کامیاب ہو جاتی -

#### سرد

واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سردیاں برخلاف بلغاریوں کے جنگ بلقان میں زیادہ قابل تعریف ہے - بلغاریوں نے ہجوم کے وقت غیر معمولی بندوبست کی کوشش کی، کیونکہ انکا موجودہ انتظام اس موقع کے لئے ناکافی تھا اور اگر سردی اس موقع پر رسد اور گولہ بوزن سے انکی مدد نہ کرتے تو غالباً ترکوں کے مقابلہ میں انکے تمام منصوبے خاک میں مل جاتے - باوجود بلغاریا کے ضرورت کے موافق سپاہ اور رسد کے مہیا کر لینے کے، سردیوں نے غیر معمولی کامیابی اور تیزی کے ساتھ اپنے فرض کو ادا کیا - اسمیں شک نہیں کہ (علی رضا پاشا) نے مرچوں کے انتخاب میں بڑی ہوشیاری سے کام لیا تھا اور پوزی شاندار مدافعت کی، مگر بالآخر اسکی سپاہ کو اپنے غدار عیسائی سپاہیوں کے فریب کی وجہ سے سردیوں فوج کے انتظام کے سامنے ہار ماننی پڑی - سردیوں کو بھی ان لڑائیوں میں بے حد نقصان اٹھانا پڑا، لیکن انکا نقصان نسبتاً بلغاریوں کے اُس نقصان سے کم ہوا، جس کے زخموں سے وہ تھریس کے میدان میں چور ہو چکے ہیں -

#### مانٹی نیگرو

مانٹی نیگرو کی کامیابیوں کا اندازہ کرنے سے پہلے اسکا خیل کر لینا ضروری ہے کہ وہ ایک جنگجو قوم مشہور ہے - جس چیز نے اسکو اس جنگ پر آمادہ کیا وہ ترکوں کے خلاف اسکی پرانی دشمنی کا اظہار تھا اور اسکا نتیجہ ظاہر ہے - وہ ایک حیوت انگیز قربانی کے بعد ایک سرحدی مورچہ پر قبضہ کرنے میں حب کامیاب ہوئے، تو انہوں نے سقوطی پر قبضہ کرنے کے خیل سے بے دریغ قدم آگے بڑھا دیے - اس احمقانہ خیال کے پورا کرنے میں (جس نے اسکو جنگ پر آمادہ کیا تھا) وہ صرف ناکامیابی کا منہ دیکھنے ہی پر مجبور نہیں ہوئے، بلکہ مثل بلغاریوں کے ترکی محصور فوج کے متواتر اور کامیاب حملوں نے انکی بھی اچھی طرح خبر لی - شروع جنگ سے اس وقت تک یہ بات راسخ ہو گئی ہے کہ وہ سوائے لڑنے کے اصلی فزون جنگ سے محض نازاں ہیں -

بلغاریوں کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ خط (شتالجا) میں وقت اسی قدر مضبوط ہیں، جس قدر کہ ترک ان جنگی تدبیرات کے بد سے مضبوط ہیں، جو گزشتہ چند ہفتوں کے اندر نہایت محنت و مشقت اٹھا کر ترک جنرلوں نے انجام دی ہیں -

التوائے کی دانشمندانہ پالیسی کی پوزی بلغاری بھی اسی طرح سکتے ہیں جس طرح کہ ترک - اسلیے اگر آئندہ جنگ ہوئی تو ترک (پلونا) میں (عثمان پاشا) اور انکی فوج کے سے بہادرانہ کارناموں کا مقابلہ کرسکیں گے لیکن غالباً نتیجہ پھر بھی کامل سپردگی ہوگا -

تاہم ممکن ہے کہ ترکی حکومت میں دانشمندی اس سے کم بیعت کی گئی ہو جس قدر کہ قومی مجلس میں ہے، اور یورپ کے ارباب سیاست کی تنبیہ کو جو خود غرضانہ مقاصد کی طرف سے قہر نہیں ہوئی ہے بلکہ محض مخلصانہ، نہ پھینک دیا جائے - مصیبت یہ انسانیت کے مصالح کے لحاظ سے ہر شخص یہ امید رکھے گا مگر یہی وقت تک، جب تک کہ پانسا نہیں پھینکا گیا ہے -

[ ہم نے اس مضمون کا ترجمہ اس خیال سے درج کیا ہے تاکہ ناظرین اہلستان کے موجودہ جذبات و خیالات اور اُس مسیحی اتحاد کا اندازہ رکھیں، جو ترکوں کے خلاف اس وقت پورے استحکام سے کام کر رہا ہے - جس کھلے تعصب اور معاندانہ خیالات کا اسمیں اظہار کیا گیا ہے، اسے رد کی ضرورت نہیں - الملال ]

## التوائے جنگ کے بعد

— \* —

فریقین کی حالت

— \* —

(از مراسلہ نامہ نگار "ٹائمس" متعینہ قسطنطنیہ)

میری گزشتہ چٹھی میں اسکی تشریح کی جا چکی ہے کہ شتالجا میں بلغاری اور ترکی مجالس کے درمیان صلح کی گفتگو کی نیت کوشش جاری تھی - میرا یہ دعویٰ آخر کار صحیح نکلا کہ التوائے جنگ باوجود سخت ترین شرائط کے بھی ضرور منظور ہوگا اور جسکی ابتدا بلغاریوں کی طرف سے ہوئی - میرا یہ قیاس اس وجہ سے تھا کہ بلغاریوں کو اس جنگ میں گمان و امید سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑا، جسکا یورپ کو خیل بھی نہ تھا - بلاشک بلغاریوں، سردیوں، اور مانٹی نیگرو کے لئے یہ ضرور تھا کہ وہ اس چیز کے لیے ہنگامہ برپا کرتے، جسکو یورپین اصطلاح میں "فتح کا نتیجہ" کہتے ہیں - ایک مناظرہ کرنے والے کے خیال میں "فتح کے نتیجہ" کے یہ معنی نہیں ہیں کہ تم ایک چیز کو پسند کرتے ہو، اسلیے اسپر دعویٰ کرے، بلکہ جس چیز کو تم لڑ جھگڑ کر کسی طرح حاصل کر لے سکتے ہو، یہی تمہارا اصلی حق اور جنگ کی فتح ہے -

میرے خیال میں یہ بہتر ہے کہ پہلے بلغاریوں کی بابت بیان کیا جائے - تیسری دسمبر منگل کے دن (جس روز کہ التوائے جنگ پر دستخط کئے گئے ہیں) بلغاریوں کے سامنے دو اہم مسئلہ پیش تھے:

(۱) ایڈریا ہریل کی تسخیر، جو اول درجہ کا قلعہ ہے اور شروع جنگ سے انکے خلاف قائم ہے - اس قلعہ کی تسخیر کی کوشش میں انکے تیس ہزار سے زیادہ سپاہی کام آئے اور جسکا عوض انکو یہ ملا کہ محصور فوج کے متواتر اور کامیاب حملوں نے انکا ناک میں دم کر دیا - بالآخر سخت مجبور اور لاچار ہو کر اسکا خاتمہ التوائے جنگ کی صورت میں کیا گیا -

(۲) خط شتالجا کی تسخیر -

بلغاری ناکامیابی

ترکوں کی قدرتی طاقت تمام دنیا میں مشہور ہے - ممکن تھا کہ بلغاری اسکی تسخیر کے اہل سمجھے جاتے، اگر وہ اپنی اول فتوحات

تھی، لیکن جنگی کارروائیاں، دول یورپ کے عمدہ دفاتر کے ذریعہ سے ملتوی ہوئی ہیں۔ اور صاف یہ ہے کہ اگر ترک ہتیاروں سے ایک بار پھر درخواست کرنے کے لیے کافی حد تک بیوقوف ہیں، تو دول عظمیٰ کی طرف سے پھر کوئی مداخلت نہ ہوسکے گی [کاش یورپ ترکی کو بے وقوف بننے کیلئے چھوڑ دے اور عقلمند بننے کیلئے دباؤ نہ ڈالے - الہلال]

جنگ آخر تک ضرور لڑی جائیگی اور اگر نتیجہ نہ صرف (اقریا نوبل) بلکہ قسطنطنیہ کی بھی گرفتاری ہو، تو پھر تلوار کے فیصلے کی اپیل نہیں کی جاسکے گی۔ ہم معقول طور پر قیاس کرتے ہیں کہ جو پیغام دول کی طرف سے باب عالی کو بھیجا گیا ہے، وہ انہی خیالات پر مبنی ہوگا۔ یادداشت کے ساتھ ہی ساتھ ریاستہائے بلقان کی طرف سے اعلان جنگ بھی کر دیا جائیگا اور اگر باب عالی نے دول عظمیٰ کے دیے ہوئے مشورہ کو ماننے سے انکار کیا تو فوراً جنگ شروع ہو جائیگی۔ اس لیے صلح اور جنگ کی ذمہ داری معاملات قسطنطنیہ کی کمزور اور ضعیف الاخلاق برسر حکومت گورنمنٹ پر عائد ہوتی ہے۔ شکست کا آزادانہ اعتراف اب بھی ترکوں کیلئے قسطنطنیہ اور اس کے اطراف کے ممالک کو چھوڑ دینا - یہ قطعی ہے کہ جنگ کے دوبارہ چھوڑ جانے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلام ہمیشہ کیلئے یورپ سے جلاوطن کر دیا جائیگا اور پھر اگر قسمت موافق ہوئی تو زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ سلطنت کی جو قاش اس وقت بلقانی اتحاد دے رہا ہے، اس سے کسی قدر لنبی قاش ترکی کے ہاتھ آجائے۔ مسئلہ صلح و جنگ کے طے کرنے کے لیے ترکی حکومت کا ایک فوجی مجمع کو مدعو کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ ذمہ دار وزراء اپنے فرائض کی ادائیگی سے اب افسوس ناک اجتناب کر رہے ہیں۔

اس قسم کے قومی مجمع کو تمام واقعات کا مالک نہیں بنایا جاسکتا اور نہ وہ معقول نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ غیر ممکن ہے کہ حب وطن اور جہالت کی وجہ سے قومی مجمع کے ممبر اپنے ملک کی قسمت کو خطرہ میں ڈالنے کا فیصلہ کر لیں، حالانکہ وزراء ایسے وقت میں اپنی ذمہ داری پر اگر کام کرتے، تو جنگ بلقان جیسی ایک شرطیہ کچل ڈالنے والی شکست کے بعد، ضرور تھا کہ دانشمندانہ طریقہ پر طریق رضامندی اختیار کر لیتے۔

تمام حالات و قیاسات اور معلومات و تقابل اس یقین کیلئے مجبور کرتے ہیں کہ اب ترکوں کی کامیابی کا موقع، مشکوک ہے۔ ترکوں کی شکست صرف ایک ہی سبب سے نہ تھی - جس کا تدارک کیا جاسکے، بلکہ ایک عام غیر مستعدی کا نتیجہ تھی - فوج میں آدمیوں، ساز سامان جنگ، اور باقاعدہ تشکیل (آرگنائزیشن) تینوں باتوں کی کمی تھی - فوج کا بیشتر حصہ ایسے نواموز اشخاص پر مشتمل تھا جنہوں نے کبھی رائفل کی صورت تک نہیں دیکھی تھی - ان کے پاس سامان جنگ کچھ بھی نہ تھا، اور ان کے افسروں میں موجودہ جنگ کے وسیع مقابلے میں آدمیوں کے جم غفیر کو لڑنے کی قابلیت نہ تھی - موجودہ حالت میں ان نقصانات کی تلافی کی کوشش محض بے سود اور ایک خالی از امید کوشش ہوگی۔

تاہم جنگ کے طرفدار غالباً ترکی سپاہی کی اس قابلیت پر اعتماد کرتے ہیں جو وہ گذشتہ زمانہ میں مدافعت کے وقت تحمل کے ساتھ ثابت قدم رہنے میں دیکھا چکا ہے اور یہ امید کیجاتی ہے کہ بلقانی اپنی تمام طاقت ناممکن التسخیر مقامات و لا حاصل حملوں میں صرف کرچکے ہیں - لیکن جو اعتماد کہ ان خیالات پر مبنی ہوگا وہ غالباً ناامید ثابت ہوگا۔

صلح کی خبریں گرم ہیں مگر قرابین سے صلح نظر نہیں آتی کیونکہ ایک نیا اقتدار روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔

گذشتہ چند دنوں سے ترکوں کی کامیابیوں کی خبریں وصول ہو کر مسرت ہوتی ہے۔ - شتلبہ پر عرب، اناطولی، کردی، اور ارض روم کے شیر صفت سپاہی آجے ہیں، اور لڑائی کے لئے ہمہ تن مشتاق ہیں۔ امید ہے کہ ابھی جنگ میں ترک پلونا سے زیادہ حسن کارگذا رہی دکھائیں گے۔ آمین۔

براہ کرم اس عریضہ کو اپنے اخبار میں جگہ عنایت فرمائیگا۔ ممکن ہو تو میں اپنی پارٹی ہلال احمر کی (جو ہندوستان کا پہلا ہلال احمر ہے) تصویر بھی بغرض اشاعت ارسال کرونگا۔ عذیم الفرستی کی وجہ سے مختصر عریضہ کی معافی چاہتا ہوں۔ انشاء اللہ بشرط فرصت مفصل عریضہ لکھونگا۔ والسلام

سید حسن عابد جعفری - (آگرہ)

مقیم آکسفورڈ - انگلستان (حال وارد قسطنطنیہ)

## دول یورپ کی آخری یادداشت

— \* —

انگلستان کے اصلی جذبات ترکی کے متعلق

— \* —

مقامی معاصر استیسمین لکھتا ہے :

”ترکی کی التوائے جنگ کی پالیسی گرومنٹسمہ نقشے کے خلاف بارہا نہایت کامیابی کے ساتھ استعمال کی جاچکی ہے، لیکن موجودہ صلح کانفرنس میں بالکل بیکار ہے۔ بلقانی ریاستیں کسی قدر صحت کے ساتھ جانتی ہیں کہ انکو کیا چاہیے اور انکو کس قدر ملے گا؟ بحالیہ دول یورپ (خواہ انکا مابعد کا اختلاف کچھ ہی ہو) اس آرزو کی تصدیق کی آرزو مند ہیں کہ ترکی کے دن پورے ہوئے۔ گذشتہ زمانہ میں یورپ کے اندر ہمیشہ باب عالی کا کوئی نہ کوئی حامی و مددگار رہا۔ ایک زمانہ میں (آسٹریا) نے اور (برطانیہ) نے ترکی حکومت کو (روس) کے ہاتھوں بیخ کنی سے بچالیا۔ اس کے بعد روس نے (ارمنیا) کے قتل عام کی موقوفی کے لیے سلطان پر دباؤ ڈالنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا، اور اب آخر میں (جرمنی) اس کا درست تھا۔ مگر یہ بے قاعدہ اتحاد اب ختم ہوگئے ہیں۔ کیونکہ اب اسکا دور گیا کہ کسی طاقت کو بھی اس مریض آدمی (ترکی) کے زندہ رکھنے سے دلچسپی ہو۔ اصلاح کی بابت اسکی کوششیں ناکام ہوچکی ہیں اور اسکی فوجی طاقت بالکل ناقابل اعتماد ہے۔ یورپ کے میلان میں یہ تغیر صاف طور پر اس یادداشت کے اندر ظاہر کیا گیا ہے جو دول نے باب عالی کو بھیجنے کیلئے تیار کی۔ یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اتحادیوں کو گفتگوئے صلح پر قائم رکھنے کی انتہائی کوشش کی جگہ، انہوں نے ایسی مراسلت مرتب کی ہے، جس میں ترکی حکومت بلقانی حلیفوں کے پیش کردہ شرائط کے مطابق صلح کرنے پر مجبور کی گئی ہے۔

گو یادداشت کا مضمون اب تک ظاہر نہیں کیا گیا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ صرف ایک ہی مشورہ ہے جو طاقتیں دیسکتی ہیں۔ وہ یہی بتا سکتی ہیں کہ اگر ترکوں نے اقریا نوبل کی حوالگی نامنظور کی تو پھر جنگ ضرور شروع ہو جائیگی، اور اگر جنگی کارروائیاں دوبارہ شروع ہوئیں تو باب عالی کو ضرور نتیجہ منظور کرنا پڑیگا۔

یہ امر فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ہنگامی صلح ترکی حکومت کو دول سے اپیل کرنے کے نتیجہ کے طور پر عطا کی گئی تھی۔ یہ صحیح ہے کہ بلغاریا جنگ کی موقوفی کے منظور کرنے کے لیے تیار

## ادبیات

## قطرات اشک

اے مسلمان، نکل خوں کا محضر لیکر گرم فریاد ہو پھر ہات میں خنجر لیکر  
 ہاں، نکل سینہ میں امیدوں کا محشر لیکر یہ سکون ہستی میں ظالم دل مضطر لیکر!  
 کھینچ رہا ہے نالہ کہ پیدا ہو شر دامن میں  
 آگ لگجائے تیری شمع کے پیراہن میں  
 سینہ کورہ جسے سن کے دھل جاتا تھا لیکے رہا بار امانت تو سنبھل جاتا تھا  
 لن ترانی کی صدا سن کے مچل جاتا تھا ایک جلوہ کے لیے آگ میں جل جاتا تھا  
 جستجو کی رہ مگر تیری ادائیں نہ رہیں  
 ذوق آلود رہا پر درد صدائیں نہ رہیں  
 ساز توحید کا اک لغمہ بیتاب تھا تر تھا گھر، لیک زماں میں نہ کمیاب تھا تر  
 مثل نرگس نہ کبھی شیفٹہ خراب تھا تر سرعت برق تھا تر، ہستی سیماب تھا تر  
 نہ ہوا جس کے لیے آف، درخیز بہاری  
 نظر آتا ہے اسی ہات میں خنجر بہاری  
 کیا ترا بیعت رضواں میں یہی پیمان تھا؟ کیا یہی درس علی و عمر و عثمان تھا؟  
 یہی اسلام تھا پہلے بھی، یہی ایمان تھا؟ کیا شہ یثرب و بطحان کا یہی فرمان تھا؟  
 جا، نکل، ترے مذلت کا اگر متوالا  
 تیرا محتاج نہیں گنبد خضرا والا  
 منتشر میسری نوا صورت نکھت ہو جائے ہر جراحت کا نشان دیدہ عبرت ہو جائے  
 دل بیتاب مری زیست کی لذت ہو جائے کلفت درد مجھے مایہ عشرت ہو جائے  
 خط تقدیر مٹاؤں تو رے در پر گھس کر  
 خاک ہرجاؤں تیری راہ کی میں پس پس کر

( نیاز محمد خاں ” نیاز “ فتم دی )

## غزل

غضب ہے کہ پابند اغیار ہو کر مسلمان رہ جائیں یوں خوار ہو کر  
 سمجھتے ہیں سب اہل مغرب کی چالیں مگر پھر بھی بیٹے ہیں بیکار ہو کر  
 آئے ہیں جفا پیشگان مہذب ہمارے مٹانے پہ تیار ہو کر  
 تقاضاے غیرت یہی ہے عزیز! کہ ہم بھی رہیں اُن سے بیزار ہو کر  
 ابھی تمکو سمجھ نہیں اہل مغرب بتاؤ انہیں گرم پیکار ہو کر  
 فریب و دغا کے مقابل میں تم بھی نکل آؤ بے رحم و خونخوار ہو کر  
 کہیں صلح و نرمی سے رہجائے دیکھو نہ یہ عقدہ جنگ، دشوار ہو کر  
 یہ ترک و عرب تھان لیں اپنے دل میں رہینگے نہ محکوم کفار ہو کر  
 رہا کے ہیں احق جو حسرت و فدا کے ہیں طالب دل آزار ہو کر

( حسرت مہتابی )



یہ ہے کہ انکی سخت بیوقوفی ہوگی اگر وہ صرف ایدریا نوپل کیلئے جسکو وہ باوجود حیرت انگیز قربانیوں کے اب تک زیر نہ کر سکے، یہ دوبارہ مصائب جنگ میں گرفتار ہوں۔ یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ زمانہ حال (خاص کر یورپ) کی اصطلاح میں اصلی قتل کا اندازہ صرف اس سے کیا جاتا ہے کہ کس قدر جانیں تلف ہوئیں، اور کس قدر مالی نقصان ہوا؟ ریاستوں کو اب صرف ان اسباب پر غور کرنا چاہیے کہ (کونسل چیئرمین) یعنی سر ایدرڈ گریہ ہم کو اس سے زیادہ اور کیا دلا سکتا ہے، جس قدر کہ ہم کو جان و مال کی قربانی کے بعد ملنے کی امید ہو؟ اسوقت یہ سوال ٹھیک ریسا ہی ہے، جیسا کہ سات برس پیشتر سنہ ۱۹۰۵ء میں جاپانیوں کو جنگ مکدن کے بعد پیش آیا تھا، جبکہ تمام دنیا کا خیال تھا کہ جاپان روس سے بچے بچائے گوشت کا آخری لقمہ بھی حلق سے جبراً نکال لیگا اور یا پھر ناکامیابی کی حالت میں وہ ہاربن کی طرف کوچ کر دے گا۔

بلغاریوں، سرریوں، اور مانٹی نگریوں کی بھی اس موقع پر وہی حالت ہے۔ جاپانیوں نے بڑی جانچ پڑتال کے بعد اسکا فیصلہ کیا کہ یہ موقع ہاربن کی جانب بڑھنے کا نہیں ہے، جسکی وجہ سے وہ نسبتاً نقصان میں رہینگے۔ اگر بلغاری بھی اسوقت اسی دانشمندی سے کام لیں تو امید ہے کہ وہ سرحد شتلبجا پر قابض ہونے کے جنون میں ایک انسانی جان یا ایک کارٹوس بھی گزوانا پسند نہیں کریں گے۔ [یقیناً ایسا خیال بلغاریا کیلئے جنون ہے، بشرطیکہ انگلستان کی وزارت خارجہ کا دماغ محفوظ و مصئون رہے۔ (الہلال)]

## برطانیہ بلغاریا و سرویا کی دیرینہ دوست ہے

— \* —

(مسٹر جے ہارڈ رھائٹ ہارس) نائن ٹینتھ سنچری کے آخری نمبر میں موجودہ جنگ پر ایک مضمون لکھتے ہوئے لکھتے ہیں: ”برطانیہ عظمیٰ اسوقت (بلغاریا) اور (سرویا) کی دیرینہ دوست ہے، اسلئے کہ ہم اس شخص (مسٹر گلیڈسٹون) کے ہموطن ہیں، جسکی قدر آج بھی اسقدر ہے جسقدر کہ اسوقت تھی، جبکہ وہ انکے دشمنوں (یعنی ترکوں) کے برخلاف گرجتا تھا۔ قومی محبت ایک ایسا خزانہ نہیں ہے جو آسانی سے حاصل ہو سکے“

## خون ناحق

— \* —

یورورپین اقوام اسلام اور مسلمانوں کو صفحہ دہر سے مٹانیکے لئے دوستی کے پردہ میں خفیہ سازشیں کر رہی ہیں۔ اگر آپ اس سربستہ راز کا پورا پورا انکشاف چاہتے ہوں تو کتاب خون ناحق کا مطالعہ کیجئے۔ جسمیں سواحل طرابلس پر اقلی کے خونین کارناموں کو ایسی دل ہلا دہنے والی صورت میں پیش کیا گیا ہے جسے ایک نظر دیکھتے ہی یورورپین چالوں کی بھول بھلیاں میں پہنچ کر انسان معر حیرت ہو جاتا ہے۔ خان بہادر لسان العصر مولانا سید اکبر حسین صاحب جم الہ بادی مدظلہ فرماتے ہیں ”خون ناحق بہت عمدہ مجموعہ مضامین کا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا میں اس جذبہ کی نسبت کیا خیالات تھے۔ اور مسلمانوں کے دلوں پر کیا گزرتی تھی۔ نہ یہ زمانہ وہ جائیگا نہ یہ لوگ وہ جائیں گے لیکن ہسٹری کے ورق حالات گذشتہ کا آئینہ دیکھئے“ اور بہت سے نژادوں اور سیکڑوں اخباروں نے تعریفیں کی ہیں۔ لکھائی چھپائی میں بقرل فاضل اقیٹر (الہلال) آجکل کی بہتر سے بہتر مطبعات بھی اسکا مقابلہ نہیں کر سکتیں، تقطیع ۲۰-۳۰ کلاں - ضخامت ۱۲۶ صفحے - قیمت مجلد ایک روپیہ چار آنہ غیر مجلد ایک روپیہ - صلفے کا پتہ:—

محمد انوار ہاشمی - مدیر مکتبہ قادریہ

لال کورنی - میرتھہ

اب میں کچھ یونانیوں کی بابت بیان کرونگا۔ جو کچھ ہونا تھا ہو گیا اور سب لوگ سن چکے۔ یونانیوں نے اس جنگ میں بہت کچھ کیا ہے۔ انہوں نے ترکوں کے مقابلہ میں مستقل مزاجی کا ثبوت دیا اور سالونیکا پر قابض ہو گئے۔ انکی سپاہ (اینوس) اور (ڈیڈچ) میں پہنچ کر دیپائرس کے خط سرحدی پر ناکہ بندی کرنے میں بھی کامیاب ہو گئی، جسکی وجہ سے ترکوں کا سخت نقصان ہوا۔ کسی کا یہ خیال بھی نہ تھا کہ یونانیوں کی ترکیب اس جنگ میں ایسی مفید ثابت ہوگی۔ انکی کامیابی سے ہم کو ایک سبق ملتا ہے کہ وہ شے جسکو ہم ایک رقت حقیر اور غیر مفید سمجھتے ہیں، کیا معلوم کہ دوسرے رقت ایک نہایت ہی مفید شے ثابت ہو۔ اس محنت کا نتیجہ جو یونانی جنرل اسٹاف نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں برداشت کی، اسوقت ہمارے سامنے ہے۔ یونانی بحری اور بری فوج (بالٹک فیڈریشن) کا نہایت عمدہ جزو ہے۔ دوسری ریاستوں کے مقابلہ میں انکا سب سے کم نقصان ہوا۔ شاید کل تین ہزار آدمیوں کا۔ گو وہ بھی اصلی معنوں میں اچھوتی نہ رہی، لیکن اسکو ترکوں کے امیدوں کے بالکل خلاف فتح ہوئی۔ اسکے بیڑے کو انگریزی افسر نے تعلیم دی تھی۔ کبھی کسی کا خیال بھی نہ تھا کہ یونانی فوج مقدونیہ بندرگاہوں پر قابض ہو سکے گی۔ سب سے پہلے یونانی فوج سالونیکا میں داخل ہوئی، جسکی وجہ سے بلغاریوں اور سرریوں میں حسد کی آگ شعلہ زن ہے۔ [لیکن اس تحریر سے بعد کی جنگوں میں یونانیوں کا نہایت شدید نقصان ہوا، جسکا مجبورانہ اعتراف اب ایتھنز میں بھی کیا جا رہا ہے (الہلال)]

ترکی کی حالت

اگر یہ قیاس ٹھیک بھی ہو کہ اسوقت ترکوں کی نصف قوت کا خاتمہ ہو گیا ہے تو بھی وہ اسوقت بلقانی ریاستوں کے مقابلہ کے لیے پوری طرح مضبوط ہیں۔ یہ اس موقع پر اپنے مورچوں میں محفوظ رہ کر غنیمت کو متواتر اور مستقل نقصان پہنچانے کیلئے کامیاب حملہ کریں گے اور فوج کی صورت ظاہری سے نسبتاً زیادہ کامیاب ثابت ہونگے۔ اگر بالفرض یہ لڑائی چھ مہینہ اور جاری رہے، تو ترکوں کو خطوط شتلبجا کی صرف چند میل زمین اور چھوڑ دینی پڑیگی۔ غالباً اس فوج کی رسد کے اخراجات جو اسوقت شتلبجا اور در دانیال میں جمع ہوئی ہے، اسقدر کم ہیں کہ اسوقت تک شاید ہی دنیا کی کسی فوج کے ہوئے ہوں۔ ترکی سپاہی کہتے ہیں کہ ہم کو آدھی روٹی اور ایک پیالہ پانی کی ضرورت ہے اور بس۔ برخلاف اسکے دشمن کی فوج کے میدان میں موجود ہونے کی وجہ سے انکی ریاستوں کا دیوالہ نکلنے کا رقت آ رہا ہے۔ پھر اس نقصان کا تو ذکر ہی کیا ہے جسکا نتیجہ قوم کے بڑے ہرے میلان جنگ کی شکل میں ظاہر ہو جائیگا یعنی موسم سرما کے وہ مصائب، جنکی منادی ایشیائی ہیضہ حال ہی میں اپنی برباد کن صدا سے کرچکا ہے۔

ان تمام واقعات کو دیکھ کر بھی اگر ترک اپنے مفید مطلب شرائط حاصل کرنے میں کوتاہی کریں، تو انکے لیے اس سے زیادہ اور کیا بد نصیبی ہو سکتی ہے؟ یہ انکو معلوم ہے کہ مقدونیہ ہمارے قبضہ سے نکل چکا ہے اور وہ اس سرکش روئے کے ہاتھ سے نکل جانے پر زیادہ رنجیدہ بھی نہیں ہیں۔ وہ اسوقت بھی (ڈیڈچ) پر ترکی قبضہ قائم رہنے کے لیے گفتگو سے صلح میں زور دہرے ہیں، وہ جینیوا اور سقوطری، درنوں کی قربانی پر رضامند ہو جائیں گے اگر ترکی سپاہ کو فوجی اعزاز کے ساتھ کوچ کرنیکی اجازت ملجائے اور آئندہ سرحد بندی کے وقت ایدریا نوپل پر انکا قبضہ رہے۔ بلقانی ریاستوں کے مصالح پر گفتگو کرتے ہوئے میرا ذاتی خیال

## عجرب و آزمودہ شرطیہ درائیں جو بادائی قیمت نقد تا حصول صحت دیجانی ہیں

### زرد کن

دارھی مریض کے بال اس کے لگائے سے گہلے اور لپے پیدا ہوتے ہیں۔  
تولہ دو روپے

### سر کا خوشبودار نیل

دلربا خوشبو کے علاوہ سیاہ بالوں کو سفید نہیں ہونے دیتا نزلہ و زکام سے  
چکانا ہے شیشی خورد ایک روپے آٹھ آنہ کلاں تین روپے

### حب قبض کشا

رات کو ایک گولی کھائے سے صبح اجابت با فراغت اگر قبض ہو دور  
درجن ایک روپے

### حب

انکے کھائے سے افیم چاندل

### حب دافعة سیدلان الرحم

لیسدلو وطوبت کا جاری رہنا عورت کے لئے وبال جان ہے اس دوا سے  
آرام - دو روپے

### روغن اعجاز

کسی قسم کا زخم ہو اس کے لگائے سے جلد بھر جاتا ہے بدبو زائل - ناسور -  
بہکندر - خنا زیر کے گھاٹ - کار بنگل زخم کا بہترین علاج ہے - ۶ تولہ دو روپے

### حب دافع طحال

زردی چہرہ - لاغری کمزوری درمرض تلی سے نجات - قیمت  
در ہفتہ دو روپے

### برالسااعة

ایک دو قطرے لگائے سے درد طاقت فوراً دور - شیشی چار سو روپے کے لئے  
ایک روپے

### دافع در دکان

شیشی صدها بیماروں کے لئے - ایک روپے

### حب دافع بواسیر

بواسیر خونی ہو یا بادی ریخی ہو یا سانی - خون جانا بند اور سے  
خود بخود خشک - قیمت ۲ ہفتہ دو روپے

### سرمہ صمیرہ کرامانی

مقوی بصر - معالطہ بنائی - دافعه جالا - دھند - غبار - نزول الماء - سرخی -  
منف بصر وغیرہ - فیلزہ معہ سائی سنگ شیش دو روپے

بیتہ

## جوہر عشبہ مغربی

### مع چوب چینی وغیرہ

جس کو انگریزی میں سارس الیلا کہتے ہیں

جن امراض کا عروج شد و مد سے سلطنت جسم میں تباهی کو فیروا ہوتا ہے انکو  
غروب کرنے کا الہ (تاریتو) اگر کوئی ہے تو یہ جوہر ہے - جب بگاڑ خون انتہا  
درجہ تک پہنچ کر خون کو ردی کردے اس وقت اسکو درست کرنا چاہو تو اس  
جوہر عشبہ کو استعمال کرو - یہ مرض کو قبول تہی نہیں بلکہ عالم وجود سے کہوتا ہے -  
جوہر عشبہ انسان کے خون کو صاف کرنے کی مسلیہ دوا ہے - اس کے استعمال سے  
خون گندہ نہیں ہوتا - اس واسطے یہ معالطہ معصم ہے - جوہر عشبہ کو  
میکیکل انیسر - پروفیسر علوم طب اور حکماء نے خون سے سب سے دور  
کرنے کا علاج قرار دیا ہے - جوہر عشبہ تبدیلی موسم کی وجہ سے جو جسم پر  
پہرے پہنسیاں دھتے وغیرہ ہوتے ہیں ان سب کو دور کرتا ہے - جوہر عشبہ  
خنا زیر کے باعث جب زخم یا ناصور یا بہکندر یا چنبل یا سیاہ داغ جس پر سے چھلکے  
اُترتے ہیں یا زرد آب نکلتا ہو یا غارش زیادہ ستاتی ہو یا خاص مہسبوں مد -

### انگریزی دوکانوں اور ولایت کے تیار کردہ

عشبہ بوجہ آمیزش شراب ایک تو مذهباً ناپاک دوسرے خون کو گرم کر دیتے  
ہیں کیونکہ وہ سرد ملکوں کے لئے گرم اجزاء سے بنائے جاتے ہیں -

### ہمارے جوہر عشبہ و چوب چینی کی فضیلت

یہ ہے کہ یہ اس دپس کی طبائع کے خیالات کو ملحوظ رکھ کر سرد و ٹھنکی  
جوش خون کو روکنے والی ادویہ سے مرکب کیا گیا ہے - جس سے خون میں  
ٹھنک پیدا ہوتی ہے اور جوش خون دور ہو جاتا ہے -

— \* —

عجربہ کرتے دیکھ لو! جب ہاتھ پاؤں میں سوزش ہو - جب جڑوں  
عجربہ کرتے دیکھ لو! میں درد ہو - جب چہرہ پر سیاہی معلوم ہو -  
جب ہڈیاں پھول جائیں اور رات کو درد سقائے - جب سر یا دارھی کے بال گرے  
لگیں - جب سر پر تلم کھرتے ہلے سے گنج کی صورت بن جائے تو اسکو پالنے سے تلم  
شکافیں دور ہو جاتی ہیں - برسوں کے زخم، ناصور، بہکندر نفوں میں  
ہیں -

— \* —

بڑی مستند شہادت { اس جوہر کے مؤثر، سریع العمل اور مفید ہونے کی وجہ  
ہے - کہ موجودہ اور کشفیہ اطباء پکڑیاں ہو کر لکھتے ہیں -  
اگر یہ جڑی بوٹی دنیا میں ظاہر نہ ہوتی تو ہم نہیں کہہ سکتے ہزاروں مریض ہو  
ملک اور شہر میں لعالط ہو کر زندہ درگور ہو جاتے - مگر چوب چینی و عشبہ  
کے ظاہر ہونے سے پہرے پہنسیاں اور خون میں سیسہ حیوانی یا نباتی سوائس  
کرنے سے جو ردی و مریض امراض پیدا ہوں سب دور ہو جاتے ہیں - جب تمام  
جسم پر غارش ہو - خراب اور مرطوب آب و ہوا میں رہنے سے بھوک بند ہو جائے - مرد  
موق النساء سگتے تواتر آزمایا ہے -

### قیمت فیشیشی تین روپے

۵۵۳-۵۵۴

حکیم غلام نبی زبدۃ الحکماء - لاہور

# ملاح

## مسلم لیگ

اور ایندہ جلسے کے صدر کا انتخاب

—: \* :—

جناب اڈیٹر صاحب السلام علیکم -

ہندوستان کے روشن خیال مسلمانوں میں بہت کم لوگ ایسے ہونگے جو آئندہ اجلاس لیگ کے لئے آنریبل میاں محمد شفیع صاحب بیرسٹریٹ لاہور کے انتخاب کو استعسان کی نظر سے دیکھیں گے۔ برخلاف اسکے کچھ تعجب نہیں کہ اس عجیب و غریب انتخاب سے وہ بدگمانی جو لیگ کی جانب سے قوم میں پھیلی ہوئی ہے مضبوطی کے ساتھ دلوں میں بیٹھ جائے۔ ابھی سے مخالفت کی صدا بلند ہو چلی ہے۔ اخبار امپائر کلکتہ مورخہ ۲۱ جنوری اور امرتا بازار پتر کلکتہ مورخہ ۲۳ جنوری کے مطالعے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ عوام تو عوام بہتیرے انگریزی خوانوں تک کو آنریبل موصوف

مسلمان بادشاہ گذر چکے ہیں، کوئی نہ کوئی بھی اپنی رعایا کے لیے تعلیم کو جبری کر دیتا۔ چونکہ ایسا نہیں ہوا، اس لیے اسلام کے رے تعلیم میں جبر محض ناجائز اور حرام ہے۔ اسی اجلاس میں آنریبل مسٹر مظہر الحق نے بھی ایک امر یعنی "مسلمانوں کی طرف سے کونسل میں عائدہ نمائندگی" میں قومی جذبات کے خلاف اپنی رائے ظاہر کی تھی۔ لیکن سلیقے کے ساتھ۔ صاف طور پر کہ دیا تھا کہ "یہ رائے میری ذاتی رائے ہے، عام مسلمانوں کے خیالات اسکے برعکس ہیں" پھر پھلا مسلمان مسٹر شفیع کی مخالفت نہ کریں تو کیا کریں؟

کیا لیگ کے سکرٹری صاحب یا اسکے ممبران کونسل اتنا نہیں سمجھتے کہ قوم خدا کے فضل سے اب وہ قوم نہیں رہی جو انکے ہاتھوں کت پتلی بن کر رہے؟ قوم میں صاحب فہم و تمیز لوگوں کی کمی نہیں۔ ڈاکٹر محمد اقبال بی۔ ایچ۔ قبی۔ میجر حسن بلگرامی۔

## فنگانہات

### مسلم لیگ

- \* جناب لیگ سے میں نے کہا کہ "اے حضرت! کلیم طور پہ کرتے تھے عرض قوم کا حال معاملات حکومت میں دیجیے کچھ دخل خدا نخواستہ ترک وفا نہیں مقصود عدالتوں کی پریشانیوں بیاں کیجیے دراز دستی پولیس کا کیجیے اظہار گذر رہی ہے یہ جو کچھ کہ کاشکاروں پر شیوع عالم میں قیدیوں جو بڑھتی جاتی ہیں سنائیے انہیں کچھ بھر قہر و جبر کا حال برادران وطن کہہ رہے ہیں کیا کیا کچھ کہہ ہی تو رد و قدح کی بھی کیجیے جرأت نہ ہو سکے تو اشاروں میں کیجیے اظہار
- \* جناب لیگ سے میں نے کہا کہ "اے حضرت! کلیم طور پہ کرتے تھے عرض قوم کا حال معاملات حکومت میں دیجیے کچھ دخل خدا نخواستہ ترک وفا نہیں مقصود عدالتوں کی پریشانیوں بیاں کیجیے دراز دستی پولیس کا کیجیے اظہار گذر رہی ہے یہ جو کچھ کہ کاشکاروں پر شیوع عالم میں قیدیوں جو بڑھتی جاتی ہیں سنائیے انہیں کچھ بھر قہر و جبر کا حال برادران وطن کہہ رہے ہیں کیا کیا کچھ کہہ ہی تو رد و قدح کی بھی کیجیے جرأت نہ ہو سکے تو اشاروں میں کیجیے اظہار

جناب لیگ نے سب کچھ یہ سنکے فرمایا: \* \* \*

"مجھے تو خوہ کہ جو کچھ کہو بجا کہیے"

[نقاد]

نواب وقار الملک وغیرہ بہتیرے سچے بھی خواہ قوم موجود ہیں۔ جنہر قوم بجا طور پر اعتماد کرسکتی ہے۔ ان لوگوں کے ہوتے ایک ایسے شخص کو صدر مقرر کرنا جو ایک مفید ملت مسئلے کی متعصبانہ مخالفت کرتے ہوئے خود اسلام پر ناروا الزام لگانے میں نہ ہچکچائے۔ حماقت نہیں تو کیا ہے؟ پھلا ایسا شخص ہندوستان کے مناسب حال سلف گورنمنٹ کا کیا خاک خاکہ کھینچینگا۔ مناسب ہے کہ ممبران کونسل اس انتخاب پر قبل اسکے کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے، تھنڈے دل سے نظر ثانی کریں۔ اور شخصی خورشیدی پر قومی بہردی کو قربان نہ کریں۔ اگر اور کوئی صاحب نہیں ملتے تو مسٹر مظہر الحق ہی کیوں نہ صدر بنائے جائیں۔ جہاننگ دیکھا گیا ہے انکا دامن بیجا خورشامد سے پاک ہے۔ رعنا علینا الا البلاغ -

آپکا خادم

رحید النبی خان

} کلکتہ

کی صدارت ناپسند ہے۔ نظر غور سے دیکھا جائے تو یہ مخالفت بیجا بھی نہیں ہے۔ لیگ کے کونسل نے آنریبل موصوف کو صدر انتخاب کرنے میں سخت غلطی کی ہے۔ کل کی بات ہے کہ لیگ قوم کو اپنی روش کے برخلاف دیکھ کر اپنے قواعد و ضوابط میں مناسب ترمیم کرنے پر آمادہ ہوگئی تھی۔ بلکہ قومی احساس کے لحاظ سے سلف گورنمنٹ کو اپنا نصب العین بنانے پر بھی راضی ہوگئی تھی۔ آج وہ ایک ایسے بزرگ کو اپنی صدارت کی کرسی پر بٹھانا چاہتی ہے۔ جو پچھلے ہی اجلاس میں جبری تعلیم کے متعلق قومی جذبات اور خیالات کی سختی کے ساتھ مخالفت کرچکے ہیں۔ اور صرف اجلاس ہی میں مخالفت کرنے پر اکتفا نہ کی، بلکہ امپیریل کونسل میں بھی جہاں وہ بحیثیت نمائندہ جذبات مسلمانان پنجاب داخل تھے۔ اسی اپنی مخالفت پر اترے رہے۔ پھر دلیل کیسی معقول جسے ایک طفل مکتب تک سنکر بے اختیار ہنس پڑے۔ کہ اگر اسلام جبری تعلیم کا رزا دار ہوتا تو تیرہ سو برس سے آج تک کتنے ہی



لَا تُهْلِكُ الْكَلِمَاتُ الْكَلِمَاتُ الْكَلِمَاتُ الْكَلِمَاتُ الْكَلِمَاتُ الْكَلِمَاتُ الْكَلِمَاتُ الْكَلِمَاتُ الْكَلِمَاتُ الْكَلِمَاتُ

AL - HILAL

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad.

7-1 McLeod Street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly " " 4-12.

# الْهَيْلَال

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

میر رسول غفرانوی  
اساتذہ کرام لکھنؤ

مقام اشاعت  
۷-۱ مکلاوڈ اسٹریٹ  
کلکتہ

عنوان تلفراف  
"الھلال"

قیمت  
سالانہ ۸ روپے  
ششماہی ۴ روپے ۱۲ آنے

جلد ۲

کلکتہ: جہاوشنبہ ۲۷ مفر ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta: Wednesday, February 5, 1913

نمبر ۵

## تلفراف خصوصی

— : \* : —

بجواب الھلال

( قسطنطنیہ : ۶ - فروری )

— \* —

جنگ شروع ہوگئی - انتظامات ما فوق العادہ نہایت مسنعدی سے جاری، ایڈریا نوبل کے معصومین کی طرف سے ہفتوں اطمینان ہے - دشمن نے دو مرتبہ پیش قدمی کی اور گولوں کی بارش سے فرار پر مجبور ہوا - شوکت پاشا شتلاچہ پہنچ گئے ہیں - انور بے ۳۰ - ہزار فوج لیکر دارالخلافہ سے روانہ ہو گئے - فتحی بے بھی طرابلس سے آگئے اور انکی کمان میں جنوبی حصہ دیدیا گیا - مشہور ہے کہ دشمن صلح کیلئے اب تک دول سے ناامید و پیام کر رہا ہے - ناظم پاشا کے انتقام کی خبر محض گپ ہے - شتلاچہ کی فوج متعدد و متفق -

( مصباح )

## اطلاع

نمبر ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، دوبارہ چھپکر طیار ہوئے ہیں - پہلی اور دوسری سہ ماہی کی مکمل جلدیں جنگی جلد پر وسط میں سنہری حرفوں میں الھلال کا بلاک منقش ہے، مجلد موجود ہیں - پہلی جلد میں نمبر ایک سے ۱۲ تک، اور دوسری جلد میں نمبر ۱۳ سے ۲۴ تک شامل ہیں - دوسری جلد کے مضامین کے لیے پہلی جلد کے دیکھنے کی ضرورت نہیں - قیمت فی جلد چار روپیہ آٹھ آنہ - ششماہی کے تمام پرچوں کی یکجا جلدیں بھی بندھرائی گئیں ہیں - قیمت فی جلد مجلد آٹھ روپیہ -

## فہرس

— \* —

شذرات	
مقالہ افتتاحیہ	
حدیث الغاشیہ	۵
ترکی کے شکست کے اسباب	۶
گھوڑوں کی کمی	۷
سڑکوں کی خرابی	۷
سامان جنگ	۷
بلغاریا کے دعوے	۸
صلح کے شرائط	۸
تراجم احوال ( بہ ذیل مقالات )	
سیرۃ نبوی ( ۳ )	۹
ادبیات	
دعوت درد	۱۲
فکافات	
سوت اہل سلف گورنمنٹ	۱۲
شہرین عثمانیہ	
مظالم بلغاریا	۱۳
تقسیم ممالک	۱۴
جنگ بلقان کے حوادث	۱۵
فہرست زرعانۃ الھلال احمر	۱۶

## تصاویر

— \* —

جامع سلیم ( ایڈریا نوبل ) کا معین	۴
میجر سید حسن بلگرامی	۶
مشہور اتحادی جاوید بے	۱۵
مشہور اتحادی حسین جاہد بک	۱۵



فرہنگ بعض الفاظ عربیہ

— \* —

(آستانہ)	قسطنطنیہ
(امرنہ)	ایڈریا نریل
(بحر مرمرہ)	مار مرمرہ
(بحر ایجہ)	ایجین سی (جس میں جزائر سامروس وغیرہ واقع ہیں)
(نہر الدانوب)	دریائے دینیوب (جو کسی وقت ترکی روسی سرحد تھا)
(النسار المجر)	آسٹریا ہنگری
(البوسنہ والہرسک)	بوسینیا، ہزریگوینا
(الجبل السود)	مانٹی نیکرو
(ایٹلیا)	ایٹنہس دار الحکومت یونان
(سنگ حديد)	یعنی ریلوے لائن کا خط - (حدود) یعنی وہ مرئی جدول 'جو ترکی حدود حکومت کو ریاست ہائے بلقان و یونان سے علیحدہ کرتی ہے -

(یہ نقشہ قسطنطنیہ کے مکتب حریہ کے جغرافیے سے طیار کیا گیا ہے اور اصل نقشے کا بجنسہ عکس ہے)

ایسا سناٹا اور خاموشی طاری ہو گئی، گویا زبانیں سب سے چھن گئی تھیں، اور صرف کان ہی باقی رہ گئے تھے۔

جوش کا کچھ اندازہ آپ اس سے کر سکتے ہیں کہ جلسے میں چندے کی وصولی کا ابتدا سے انتظام تھا، اور تقریر کے شروع ہونے سے پہلے ہی تقریباً ایک سو والنٹیروں کی جماعت بار بار تمام جلسے میں درجہ کر چکی تھی، مگر بائیں ہمہ اٹھائے تقریر میں جب اس عاجز کی زبان سے یہ جملہ نکلا کہ :

”اب صرف دو ہی کام ہیں، جنکی طرف تم کو بلاتا ہوں : جیب میں مال ہے، آسے بھیج دو، اور جسم میں جان ہے آسے ہتھیلیوں پر طیار رکھو تاکہ جب کبھی کلمہ الہی کو تمہاری ضرورت ہو تم اسکی پہلی صدائے دعوت پر اپنی تڑپتی ہوئی لاشوں کا اضطراب اور اپنی گردنوں کے خون کا فوارہ پیش کش کر سکو!“

تو جاں نثاران ملت نے اپنی جیبوں کو الت دیا، اور نوٹوں اور روپیوں کے سانہہ صدائیں اٹھیں، کہ جیب کی اخیری متاع بھی حاضر ہے !

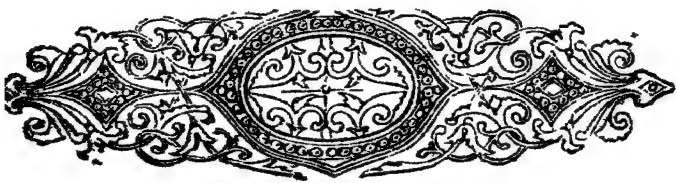
کلکتہ میں ایک سال سے چندے کی وصولی ہو رہی ہے، علم لوگوں میں (اور وہی اسلام کے سچے فرزند ہیں) شاید ہی کوئی شخص ہوگا جس نے دس پندرہ مرتبہ چندہ نہ دیا ہو۔ پچھلے دنوں اس فقیر کی تقریریں کی مجلسیں ہفتے میں چار چار مرتبہ منعقد ہوئیں اور ہزاروں مخلصین و معبین ہیں، جو ہر مجلس میں شریک ہوتے تھے اور ہر مرتبہ چندہ دیتے تھے۔ اسی طرح شہر کے ہر حصے میں چندے کا سلسلہ جاری رہا، بائیں ہمہ اس جلسے میں پیسوں، اکئیسوں اور درہنیوں سے تقریباً ۳۰۰ ہزار روپیے کی رقم فراہم ہو گئی۔

والنٹیروں کا گروہ جلسے کے بعد راستوں سے گذرا تو مکانوں کی کھڑکیوں سے عورتوں نے اپنے زور پھینکنا شروع کر دیے۔ خود جلسے میں نہایت کثرت سے لوگوں نے اپنی گھڑیاں، انگوٹھیاں، اور کپڑے اتار کر دیدیے۔ یہاں تک کہ گاڑی اور گھوڑا تک ایک شخص نے پیش کر دیا۔

### تشکر و تبریک

—:~\*~:—

ہم ان جوانان غیور، اور خدمت گزاران مخلصین کو ان نتائج عظیمہ کیلئے خلوص دل سے مبارک باد دیتے ہیں، جنہوں نے ایک ہفتے تک اپنی پوری زندگی اس خدمت کیلئے وقف کر دی اور اس درجہ عظیم الشان مجلس کے منعقد ہونے کا اصلی باعث ثابت ہوئے، علی الخصوص پر جوش ممبران انجمن (معین الاسلام) جو ایک ہفتے کیلئے اپنے ازام رراحت کو بالکل بھول گئے تھے۔ (کوہر تولد) کے حضرات بھی مستحق شکر ہیں، علی الخصوص (حاجی محمد اسمعیل صاحب) پٹنوی، شریک فرم حاجی الہ بخش صاحب، جنکا جوش و خلوص اپنے اندر ایک قابل تقلید مثال رکھتا ہے۔ اس جلسے کے انتظام و مشورہ کیلئے جو ابتدائی مجلس ہوئی تھی، اس میں اس عاجز نے جب دوکانوں کے بند کیے جانے پر توجہ دلائی، تو پہلی آواز حاجی صاحب ہی نے بلند کی تھی، فجزاہم اللہ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء ورفقنا اللہ سبحانہ وایاہم کما یحبہ ویرضاه۔



وہو الذی یزل الغیث من بعد ما قنطوا، ویذشر رحمته وہو الولی  
الحمد (۲۷ : ۴۲) ولا تالیسو من روح اللہ ! انہ لایایس من روح اللہ  
الاکفرون (۱۳ : ۸۷)

\*\*\*

جلسہ کی کارروائی ”سورہ والصف“ کی تلاوت سے آغاز کی گئی، جسکو جناب شیخ محمد موسیٰ المصری امام مسجد جامع نے شروع کیا، اور پھر میں نہیں بتلا سکتا کہ میں کہاں تھا؟ میرے دس میں یہ صدا آرہی تھی، لیکن معلوم نہیں کہ اس صدا کا جواب چالیس کروڑ زبانوں سے کب ملے گا؟

اے وہ لوگو کہ دعویٰ ایمان رکھتے ہو، اور کاروبار دنیوی میں مشغول ہو! میں ایک ایسی تجارت بتلاؤں، جو تم کو (آئے والے) سخت و شدید مصائب عذاب سے بچالے؟ اللہ اور اسے رسول پر ایمان کامل پیدا کرو، اور خدا کی راہ میں اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں سے جہاد کرو! یہی طریق تمہارے لیے بہتر ہے بشرطیکہ تم (وقت کی مصیبت کو) سمجھو!

اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تمہارے قصور سے در گذر کر دیگا، تم کو کامیابی و با مرادی کے ایسے باغیچے نشاط میں پہنچا دے گا، جہاں (اشک حسرت و نامرادی کی جگہ عیش مراد کی) نہریں بہہ رہی ہوں گی، اور نیز ایسے مکانات طیبہ میں، جو دائمی مسرت کے باغوں میں تم کو بسائے رکھیں گے۔ غور کرو تو یہی کامیابی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ اور پھر اس کے علاوہ ایک دوسری نعمت محبوب بھی تم کو ملے گی، یعنی اللہ کے طرف سے غیبی نصرت کا انزال ہوگا، اور تم عنقریب فتم مند ہو جاؤ گے۔ (اے پیغمبر) یہ بشارت ہے جو مسلمانوں کو پہنچا دو!

\*\*\*

جلسے کی صدارت کیلئے باہر سے ایک بزرگ طلب کیے گئے تھے، مگر عین وقت پر وہ علالت سے مجبور ہو گئے۔ اسلئے بالفاق رائے تبدیل مسٹر غلام حسین عارف کا انتخاب ہوا اور نئی وزارت کے خیر مقدم مسلمانوں کو اس فیصلہ کن وقت میں اتحاد اسلامی کی دعوت، مظالم بلقان اور دول سڈہ کی خاموشی پر اظہار نفرت و تاسف، اور تحریک عمومی جہاد مالی کے بالترتیب رزلوشن پیش کیے گئے۔ تمام جلسے میں جوش و خروش اور اضطراب و التهاب کا جو عالم تھا، اسکا بیان حیطہ تقریر سے باہر ہے۔ درمیان میں چندہ کی وصولی اور نئے نئے آنے والے گروہوں کے سیلاب سے (جسکی لہریں منتقل ہوتی ہوئیں وسط مجلس تک پہنچ جاتی تھیں) شور و ہنگامہ بپا ہو گیا تھا، اور آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جس جگہ بلا سبڈہ مبالغہ دیکھ لاکھ آدمیوں کا مجمع ہو، اسکا ادے سا بھی ہنگامہ کیسا شدید اور سخت ہوگا؟ لیکن الحمد للہ کہ تمام دنوں کا قبلہ اضطراب ایک ہی تھا، اسلئے جب اسکی صدا اٹھتی تھی تو سب متوجہ ہو جاتے تھے۔ تقریر کے شروع ہوتے ہی ایک



شذرات

$$\text{---}:\text{---} \circ (* ) \circ \text{---} \text{---}$$

## کلمتہ کا ایک عظیم الشان دن

—: \* :—

۲ - فوری

— \* —

نیو مارکیٹ میں اتوار کے دن بکثرت خرید و فروخت ہوتی ہے اور انگریزوں کی تمام روزانہ ضروریات کا دار و مدار اسی بازار پر ہے ، لیکن یہاں ایک دکان بھی کھلی نہ تھی ۔

قصائیوں اور گوشت کے دکانداروں کا دکان بند کر دینا سب سے زیادہ موثر تھا - اسکا اندازہ کرنا مشکل ہے کہ اُس دن دنوں وقت کتنے لوگوں کو گوشت کی جگہ محض ترکاری پر قناعت کرنی پڑی ، اور اس طرح معلوم کرنا پڑا کہ آج کیا ہو رہا ہے ؟

مسلمان گازی والوں نے بھی گاڑیاں بند کر دی تھیں -

جلسہ کیلئے ہالیدے اسٹریٹ کے ایک نہایت وسیع میدان میں انتظام کیا گیا تھا - دس بجے سے انسانوں کے سیلاب عظیم ہر طرف سے متحرک ہوئے اور مقام مجلس تک بڑھنا شروع ہوئے - سب سے زیادہ موثر منظر اُن باقاعدہ جلسوں کا تھا جو تمام بڑے بڑے محلوں سے نکالے گئے تھے - یہ ہزاروں انسانوں کا ایک مضطرب اور پر جوش مجمع ہوتا تھا، جسکے آگے بڑے بڑے علم ہوتے تھے اور اُن پر مختلف آیات جہاد و قتال جلی حروف میں نمایاں نظر آتی تھیں - علم کے پیچھے ہزاروں آدمی ”اللہ ابر“ اور ”جاہدوا فی سبیل اللہ باموالکم و انفسکم“ کے نعرے لگاتے تھے اور باپھر بعض پرائر نظموں کے بند جوش و خروش کے ساتھ پڑھتے جاتے تھے -

بارہ بجتے بجتے وہ وسیع میدان ، جسکی نسبت قیاس کیا جاتا تھا کہ شاید اسکے بعض گوشے خالی رہکر جلسے کی عظمت کو نقصان پہنچائیں گے ، اس طرح بھر گیا تھا کہ ہزاروں آدمی سڑک پر کھڑے تھے ، اور جس طرف نظر جانی تھی انسانوں کا ایک سمندر متلاطم نظر آتا تھا۔ اُس وقت ہر شخص کو خود بخود ایک عجیب نا قابل تعبیر بیدردانہ کیفیت کے ساتھ اپنے اندر قوت و عظمت کا احساس ہوتا تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ ہم اتنے ضعیف و کمزور نہیں ہیں ، جتنا بدقسمتی سے ہمیں سمجھایا گیا ہے ۔

دیر ہجے جب یہ عاجز جلسے میں پہنچا تو چاروں طرف سڑک بھی اس طرح بھر چکی تھی کہ بلا مبالغہ اسٹیج تک جانے میں پورے دس منٹ صرف ہوئے۔

حیران ہوں کہ ایک وقت تھا جو گزر گیا ، اب آپکو اسکی تصویر کیونکر دکھلائی جائے ؟

اتنے بڑے جلسے میں شامیانوں کا انتظام ممکن نہیں، البتہ درپہر کی سخت تپش و حرارت کا اسمانی شامیانہ سب کے سروں پر تھا، اور اندر سے اٹھنے والے درد حسرت و اندر سے سب کی آنکھیں پر نم تھیں۔ پسینے کے قطرے پیشانیوں پر چمک رہے تھے، اور دل کے اندر اور جسم سے باہر، دونوں فضاؤں میں آتش و حرارت کے سرا کچھ نہ تھا۔ آہ! یہ آتش مقدس! یہ حرارت زندگی! یہ تپش حیات ملی!! جس کے افسردہ شعلوں کے بھونکنے کے دن نہیں معلوم کب آئیں گے؟ حالانکہ اگر دن آنے والے تھے تو آگئے:

نه داغ تازه میخارد، نه زخم کهنه می‌کارد

بدہ یارب دلے، کین صورت بیجان نمی خواهم

اغراق اور مبالغہ بیانی نے الفاظ کا اثر کمودیا ہے۔ جب ہر، چند  
ادمیوں کا مجتمع اخباروں اور روگدادوں کے صفحوں پر آکر بلا تامل  
”عظیم الشان مجلس“ بن جاتا ہے، تو اب واقعہ نگار کیلئے یہ نہایت  
سخت مشکل درپیش ہے کہ جو مجلس واقعی عظیم الشان ہو،  
آئے کس لفظ سے تعبیر کرے؟

پچھلے اٹوار کو کلکتہ میں جو عام مجلس منعقد ہوئی،  
 فی الحقیقت اسکی قوت اجتماعی کے بیان کیلئے صرف کلکتہ ہی  
 کا نہیں، بلکہ بغیر کسی مبالغہ کے تمام ہندوستان کا سوال درپیش  
 ہے۔ ہم پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ کثرت نفوس، و اظہار  
 جوش و اثر کے لحاظ سے شاید ہی اب تک ہندوستان میں کوئی  
 انسانی مجمع ایک رقت میں ایسا ہوا ہو۔

صرف ایک مجمع اس مجلس کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا ہے - یعنی وہ ماس میٹنگ ، جو آغاز غرہ طرابلس کے زمانے میں فدریشن ہال کی زمین پر منعقد ہوتی تھی ، لیکن وہ بھی کلکتہ ہی کی مجلس تھی -

اس نکتے کو یاد رکھنا چاہیے کہ پارلیٹکل جالسوں کی حالت علم مجالس سے بالکل الگ ہوتی ہے۔ کسی علم کامیاب مجالس کیلئے اسقدر ہوجانا کافی ہے کہ اسمیں آدمیوں کا اجتماع کثیر ہو، تقریریں پر اثر کی جائیں، ذہنی عزت اور بارسوخ اشخاص شریک ہوں، چندہ کی مقدار کافی ہاتھ آئے، اور چیز کی آواز متصل ہو۔ لیکن پارلیٹکل اغراض سے جو مجمع منعقد ہوتے ہیں، انکے لیے صرف اتنا ہی ہونا کافی نہیں ہے، بلکہ پہلی چیز یہ ہے کہ کسی ایسی قوت کا انکے ذریعہ ظہور ہو، جو براہ راست مقصد مجالس کے اثر کا دنیا سے اعتراف کرے، اور جلسہ کی تقریروں سے نہیں، بلکہ اسکی در و دیوار سے ایک خاموش قوت کی صدا اٹھے لگے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ لوگ ہر جگہ جلسے کرتے ہیں مگر اس ضروری نکتے کا خیال نہیں رکھتے -

لکنتہ میں پچھلے انوار کا آفتاب ابھی اچھی طرح بلند نہیں  
 ہوا تھا کہ ہر شخص محسوس کرنے لگا کہ آج کوئی غیر معمولی  
 کارروائی ہونے والی ہے۔ سب سے پہلا عظیم الاثر منظر یہ نظر آیا  
 کہ صبح ہی سے شہر کے تمام بڑے بڑے بازاروں کی دکانیں بند ہونا  
 شروع ہو گئیں، اور تھوڑی دیر کے بعد گیارہ لاکھ آبادی کے طول  
 و عرض میں ایک مسلمان کاروباری کی دکان بھی ایسی نہ تھی  
 جو بند نہ ہوئی ہو۔

اتوار کا دن گوسرکاری تعطیل کا دن ہے، مگر کلکتہ اور بمبئی وغیرہ میں دیسی بازاروں کے کاروبار کا اصلی دن بھی ہوتا ہے، کیونکہ ایک تو انگریزی دکانوں کے بند ہو جانے کی وجہ سے ضرورت کی چیزیں ہندوستانی بازاروں میں لین پڑتی ہیں، دوسرے تعطیل کی وجہ سے لوگ بازاروں میں بکثرت آتے ہیں اور ہفتے بھر کی ضروریات خریدتے ہیں۔ پس اتوار کے دن کلکتہ کے بازاروں میں خاموشی و سناٹے کا چھا جانا ایک ایسی قرت کا ظہور واضح تھا، جس کا ہر باشندہ شہر کو اعتراف کرنا پڑتا تھا۔

# الہلال

۲۷ صفر ۱۳۳۱ ہجری

—○:~:○—

## حدیث الغاشیہ (۱)

بسم الله على الجماعه

— \* —

الحمد لله الذي احيانا بعد ما اماتنا واليه النشور!

— \* —

یہ پرچہ ناظرین کے ہاتھوں میں اس وقت پہنچے گا، جبکہ لکھنؤ کی صحبتوں کو دیر ہفتہ گزر چکا ہوگا، تاہم یقین ہے کہ ”صلح کانفرنس“ کے بعد اگر کوئی تذکرہ انکی صحبت پر لکھنؤ کی گذشتہ کانفرنسوں کی ”معرکہ اڑائیاں“ ہونگی۔ اخلاقی عقائد کی بہت سی گمراہیاں ہیں جنکے الفاظ لوگوں کی زبانوں پر چڑھ گئے ہیں، اور ہر موقع پر انکا استعمال نہایت کثرت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ من جملہ انکے ایک یہ خیال بھی ہے کہ ”صلح جنگ سے“ اور امن، شورش سے، بہر حال بہتر ہے۔

لیکن غور کیجیے تو اس خیال میں جس قدر سچ ہے، اس سے کسی قدر زیادہ مقدار میں جھوٹ بھی ہے۔ یہ سچ ہے کہ شورش سے سکون بہتر ہے، مگر کس شورش سے؟ سمندروں کے تلاطم، اور ہواؤں کی خوفناک موجوں کی شورش سے۔ نہ کہ اس زندگی کی شورش سے، جسکے جاتے ہی موت کے سکون کا پیام آجاتا ہے! صلح بھی اچھی چیز ہے، مگر شاید وہ صلح اس سے مستثنیٰ کر دی جائے، جس کے مشیر (سر ایڈورڈ گریس) ہوں۔

لکھنؤ کے ان جلسوں میں بھی امن کم اور شورش زیادہ تھی، صلح کا خیال محدود تھا، اور جنگ کی طلب وسیع۔ امن و سکون اسٹیج کے کنارے تک بھی خالص نہ تھا، مگر جنگ کے رولے سے ہال کی پوری فضا گونج گونج اٹھتی تھی۔ پس اسمیں تو شک نہیں کہ یہ شورش بھی اور امن شورش سے بہتر ہے۔ اسمیں بھی کوئی دھوکا نہیں کہ یہ ایک جنگ کی سرگرمی تھی، اور صلح فی نفسہ جنگ سے اچھی ہے۔ لیکن چونکہ اس شورش سے پہلے جو سکون تھا، وہ دریا کا سکون نہ تھا، جس سے مسافروں کی زندگی اور کشتیوں کی سلامتی وابستہ ہے، بلکہ سکون تھا اُس خواب غفلت کا، جو انسان کو زندگی کی حرکت سے معزوم کر دیتا ہے، اور اپنے اندر موت کی ایک مثال کامل رکھتا ہے: (رہو الذی یثوفاکم باللیل)۔ بلکہ وہ سکون تھا، اُس جمود ممات، اس نعش بے حرارت، اور اس جسد بے روح کا، جسکے لیے وزوزں جگہ زمین کے اوپر نہیں، بلکہ اسکے نیچے ہے۔ اسلیئے اگر بیداری ہشیاری سے، جنبش، بے ہوشی سے، اور زندگی، موت سے بہتر، تو یقیناً یہ شورش بھی امن سے، یہ جنگ بھی صلح سے، اور یہ ہنگامہ و غوغا بھی خاموشی سے بہتر تھا۔ فالحمد لله الذی احيانا بعد ما اماتنا،

(۱) اس ہفتے میں ایڈیٹر ریل حصے کے لکھنؤ اور کمپوز ہونے کے آخری دنوں میں بعض اوقات پیر اور منگل کو [مولانا سخت دلیل ہو گئے ہیں۔ امید نہیں کہ وہ لیڈنگ ٹیکل لکھ سکیں۔ یہ آرگنل جنوری کے پہلے ہفتے کے الہال کیلئے لکھا گیا تھا، لیکن سرد عثمانیہ اور ”فاتحہ جلد جدید“ کے اس قدر جگہ لے لی کہ ابیدہ اشاعت کیلئے رہ دیا گیا، اسکے بعد بھی ہر نمبر میں مقدم مضامین جگہ لیتے رہے اور اسکی اشاعت نہایت آہستہ آہستہ ہو رہی ہے، چونکہ اس ہفتے یہ صفحات خالی ہیں، احتیاطاً کمپوز کرا لیا جاتا ہے اور ہر سونے لیڈنگ آرگنل مل گیا، تو اسے نکال دیا جائے گا ورنہ شائع ہو جائے گا۔ (عبد الواحد)

والیہ النشور [پس تمام حمد و تقدیس ہے اُس قدیر و حکیم کیلئے، جس نے ہم کو ہشیاری کی زندگی عطا فرمائی، حالانکہ ہم غفلت کی موت میں ساکن رساکت پڑے تھے۔]

\*\*\*

لیکن اس عجائب سرے بر قلموں میں ایک ہی وقت کے اندر سب کو خوشی نہیں ہو سکتی۔ ہمیشہ شادی و غم میں باہم تصادم رہا ہے، اور ایک کی خوشی دوسرے کیلئے ماتم رہی ہے۔ اور غور کیجیے تو ایسا ہونا قدرتی ہے۔

دنیا میں رنج و خوشی اور شادی و غم کی حقیقت یہ ہے کہ پہلے میں ”حاصل“ کی مسرت ہوتی ہے، اور دوسرے میں ”رفتہ“ کا افسوس۔ غم کی تمام مثالوں کو ایک ایک کر کے ذہن میں لائیے، ہر مثال میں آپ دیکھیں گے کہ کوئی نہ کوئی شے آپسے جاتی رہی ہے، اور جانے ہی کا نام غم ہے۔ مفلس اداس رہتا ہے، اسلیئے کہ دولت چلی گئی۔ بیمار غمگین ہوتا ہے، اسلیئے کہ صحت جاتی رہی۔ مایوسی میں سب سے زیادہ غم ہوتا ہے، کیونکہ ایک چیز ”امید“ تھی، جو اُس سے چھن گئی۔ اسی طرح خوشی کے تمام مواقع یاد کیجیے۔ آپ ایک پُر تکلف محل یا کسی قیمتی موٹر پر بیٹھ کر خوش ہیں، اسلیئے کہ دولت ہانہ آگئی۔ بیمار کیلئے غسل صحت کا دن کم از کم عید نہیں، کیونکہ اُسے صحت مل گئی۔ پس شادی و غم کی تعبیر اگر زیادہ واضح لفظوں میں کی جائے تو یہی ہوگی کہ حاصل ہونے کا نام خوشی ہے، اور کھودینے کا نام غم۔ پھر اگر یہ سچ ہے کہ خوشی، کسی شے کے حاصل ہونے کا نام ہے، تو آپ کو جب کبھی کوئی چیز ملے گی، ضرور ہے کہ وہ کسی کے ہاتھ سے نکلی ہو۔ عالم کائنات میں کوئی چیز بھی بیکار پڑی ہوئی نہیں ہے کہ آپ اٹھا لیں گے، ہر چیز کسی نہ کسی جگہ جڑی ہوئی ہے، آپ کو اٹھا لینے سے نہیں ملے گی بلکہ توڑنا پڑے گا۔ اور توڑنے کا تو آپکا دامن بھرے گا مگر کسی کی استین ضرور خالی ہوگی۔ آپ پہلوں کی سیج پر لرت کر خوش ہوتے ہیں، مگر یہ بھول جاتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی باغ اجڑا ہے، جب کہیں جاکر آپکا بستر آباد ہوا ہے۔

(عربی شیرازی) جو بجائے شاعر ہونے کے ایک اسرار شناس

حکیم تھا، اس نکتے کو کہہ گیا ہے:

زمانہ گلشن عیشی کرا بہ یغما داد؟

کہ گل بدامن ما دستہ دستہ می آید

(میرزا غالب) نے ایک دوسری بات کہی ہے، مگر آپ اسی نظر سے دیکھیں:

ہر جادہ کہ از نقش پئے تست بہ گلشن

چاکہ است بجیب هوس انداختہ ما

پس دنیا میں آپکا ہر نفع کسی دوسرے کا نقصان ہے، اور آپ اپنے نفع سے خوش ہیں تو دوسرا اپنے نقصان پر متاسف۔

لکھنؤ کے جلسوں میں جو کچھ ہوا، وہ دراصل ایک ابتدائی معرکہ جنگ تھا، جس نے مسلمانوں میں سب سے پہلے ایک نئے حریف مقابل کو دنیا سے روشناس کیا۔ قوم خوش ہے کہ اُس نے طاقت حاصل کی، لیکن جن سے چھین کر حاصل کی، ضرور ہے کہ وہ غمگین ہوں۔ آپ کو اگر اپنے بننے کی خوشی ہے تو کسی کو اپنے بگڑنے کا ماتم ہے۔ پھر اسکا کوئی علاج نہیں کہ ایسا ہونا قدرتی ہے۔ قوم کی قسمت اب تک ایک جائداد منقولہ تھی، جن پر چند اشخاص کا قبضہ تھا: لا تسئل عما یفعل۔ یہ پہلا موقع ہے کہ ایک نیا دعویٰ دار پیدا ہوا اور طاقت دکھلا کر اپنا حق لینا چاہا۔ آپ کسی کے قبضے سے اسکی مقبوضہ ریاست چھیننا چاہیں گے تو وہ ضرور روئے گا۔ ضابط و خود دار ہوگا تو کسی گوشہ مکان میں رومال سے آنکھیں چھپا کر روئے گا، بے ضبط اور بے قابو آدمی سڑکوں پر چیخ چیخ کر ماتم کریں گے۔ کوئی وجہ نہیں کہ آپ اسپر معترض ہوں:

## جنگ بعد از صلح

— \* —

ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا، فلا خوف علیہم ولا هم یعززون

— \* —

زور ڈال رہے تھے کہ شرائط منظور کر لے، اور یا اب بیان کیا جاتا ہے کہ ”ترکی کا نوت معتدل ہے اور دول نے بلقانی ریاستوں پر صلح کی منظوری کیلئے اپنا پورا زور صرف کیا۔ انگلستان کے اخبارات عام طور پر بلقانی اتحاد کو آمادہ صلح کر رہے ہیں“

ترکی نے آخر تک جنگ میں پیش قدمی سے پرہیز کیا۔ بلقانی اتحاد نے ۳ - فروری کی شام سے اعلان جنگ کر دیا تھا، چنانچہ شام کے سات بجے ایڈریا نرپل پر گولہ باری شروع کر دی گئی۔ بلقانیوں نے اعلان کر دیا ہے کہ نامہ نگاروں کو میدان جنگ میں شرکت کی بالکل اجازت نہ ہوگی، اور باوجود صوفیا اور بلغراد کی اکاذیب، اور لغتنت (ویگنر) کی شریفانہ خدمات کے خریدنے کے جو تلخ تجربہ ریاستوں کو افشائے حالات کا ہو چکا ہے، وہ اسی کا مقتضی تھا۔ اس وقت جنگ کے متعلق جو خبریں آئی ہیں انہیں (صوفیا)

کی خبر سخت گوارہ باری از ایڈریا نرپل کے ایک حصے میں آتشزدگی کا دعوا کرتی ہے، مگر قسطنطنیہ کی سرکاری خبر میں اسکا کوئی ذکر نہیں، بلکہ ظاہر کیا گیا ہے کہ دشمن پسپا ہو کر فرائ پر مجبور ہو گیا۔

”ناصیۃ جمال امید“

— \* —

ہم نے نمبر (۳) کے ساتھ غازی (انور بے) کی جو آخری تصویر بہ تقریب و زور قسطنطنیہ شائع کی تھی، اس کے اوپر ”ناصیۃ جمال امید“ لکھا تھا۔ اُس وقت تو یہ توقع تھی لیکن اب واقعہ ہے۔

یہ سچ ہے کہ موجودہ حالت میں جنگ کو صلح پر ترجیح دینا مصلحت اندیشیوں کی سب سے بڑی قربانی تھی، جو (اتحاد و ترقی) نے کی۔ مشکلات بے شمار، اور موانع چند در چند درپیش، تاہم مایوسیوں کی خواہ کتنی ہی ظلمت ہو، (انور بے) کا ناصیۃ جمال ہمارے لئے شمع امید ہے۔ شرکت پاشا کی گورنمنٹ، اور انور بے کی موجودگی یقین دلاتی ہے کہ اب جنگ کی حالت اس کے ماضی سے بالکل مختلف ہوگی، اور عنقریب واقعات کا چہرہ بدل جائے گا۔

اب (انور بے) کس حالت میں ہیں؟ اس کی نسبت کو کوئی اطلاع نہیں آئی لیکن یقیناً وہ شعلہ پہنچ گئے ہوں گے اور ہم خاص طور پر تحقیق حال کیلئے تازہ بھیج چکے ہیں۔

ایک نہایت تشویش انگیز مگر اتنی ہی ناقابل رثوق خبر یہ تھی کہ مرحوم نظم پاشاہ کے قتل کا انتقام لینے کیلئے ایک فوج قسطنطنیہ کی طرف بڑھ رہی ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یا تو یہ کسی بے اصل افواہ کا نتیجہ ہے، یا سیاسی اغراض سے شائع کی گئی ہے۔ یقین نہیں کہ اس کی کوئی اصلیت ہو۔ نظم پاشا کا واقعہ محض اتفاقی تھا، اور اگر یہ انقلاب عزت اسلامی کی حفاظت میں کچھ بھی کامیاب ہوا، تو ایک ناظم پاشا کی جگہ اگر ہزار ناظم بھی قتل ہو جائیں تو بھی ایک لمحہ کیلئے ہمیں کوئی تاسف نہیں۔

(محمود شوکت پاشا) نے کہا تھا:

”عالم اسلامی کی ملامت اور جنگ، ان دو چیزوں میں سے اگر کسی ایک کے اختیار کر لینے پر ہم مجبور کیے گئے تو ہم کو تلوار کھینچنی پڑیگی“

بالآخر یہ قبلہ امال اور کعبہ امید چہل کرور نفوس اسلامیہ، تلوار کھینچنے پر مجبور کیا گیا، اور اس نے کھینچ لی۔

وزارت خارجہ پر پرنس سعید حلیم پاشا کا تقرر ہو گیا۔ جمعہ کے دن باب عالی کے طرف سے یادداشت کا جواب پیش کیا گیا، جس کا لب و لہجہ پوری دانشمندی اور مصلحت وقت کے مطابق رکھا گیا تھا مگر ایڈریا نرپل اور جزائر کی حوالگی سے قطعی انکار تھا۔ ترکی کے جواب کے متعلق تار برقیوں میں عجیب اختلاج بیان رہا۔ ۳۰ کی صبح کو جو پہلی تار برقی آئی ہے اس میں ظاہر

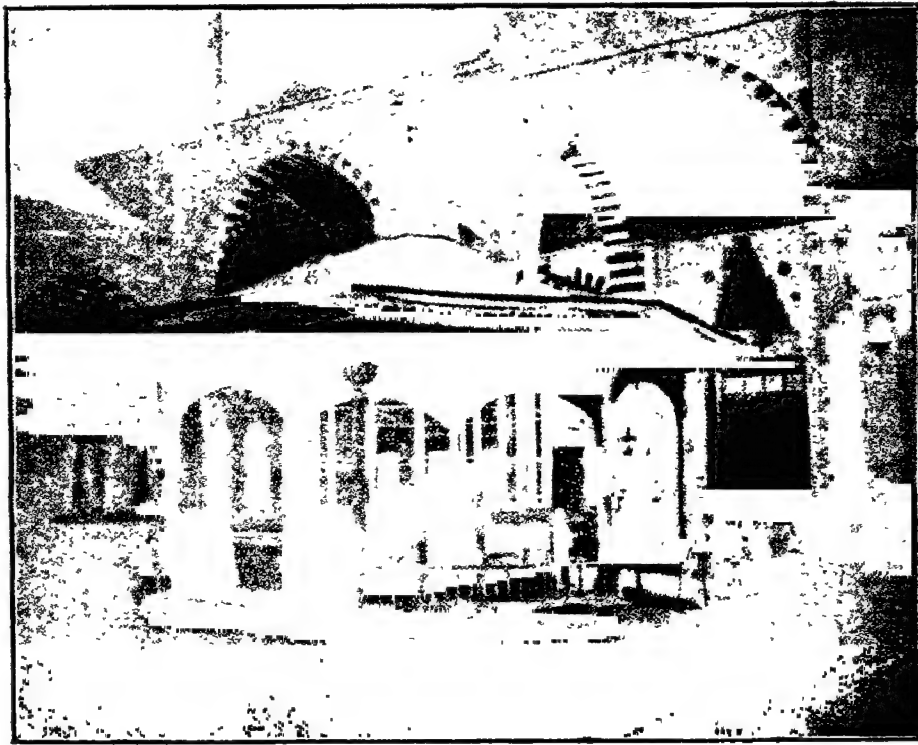
کیا گیا تھا کہ ”باب عالی اس کے لیے طیار ہے کہ ایڈریا نرپل کے جنگی استحکامات مسمار کر دیے“ یہ دراصل انگلستان کی تجویز تھی جو صلح کانفرنس کے آخری ایام میں مشہور ہوئی تھی۔ نیز اس تار میں ترکی کے طرف سے یہ بھی ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ ایڈریا نرپل کے اُس حصے کو دول کی راے پر چھوڑ دیتی ہے، جو دریائے مارنزا کے دھنی جانب ہے، اور جہاں اسلامی معابد و مقابر ہیں۔ لیکن پھر درجے ایک دوسرا قیلمگرام آیا، جس کا پہلا جملہ یہ تھا: ”ترکی کے نوت میں ایڈریا نرپل

کے قلعوں کے مسمار کرنے کا کوئی ذکر نہ تھا بلکہ ایڈریا نرپل کے اُس حصے کی نسبت، جہاں مزارات مقدسہ واقع ہیں، ترکی حکومت میں رکھنے پر اصرار کیا گیا ہے!“

ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ جس طرح قلعوں کے مسمار کرنے کا نوت میں ذکر نہیں تھا، اسی طرح ایڈریا نرپل کے ایک حصے سے دست بردار ہو جانے کا بھی اسمیں ذکر نہ ہوا، جس کو پہلے تار میں پھوکر بہت سی جلد باز طبیعتیں نئی وزارت کی طرف سے مایوس ہو گئی تھیں۔

دوسرے تار کی عبارت اس خیال کی پوری تصدیق کرتی ہے۔ ایڈریا نرپل کا وہ حصہ جو دریا کے بائیں جانب ہے، شہر کی اصلی آبادی ہے، اور تمام مقابر و مساجد اسی میں واقع ہیں۔ نوت میں اُس حصے کی اسلامی و تاریخی اہمیت پر زور دیا گیا، ہوگا کہ ایسے مقام سے ترکی کیونکر دست بردار ہو جائے؟ لیکن کسی ایک حصے کی اہمیت پر زور دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے دوسرے حصے سے دست بردار ہو گئے۔

بہر حال بلقانی اتحاد نے صلح کی منظوری سے انکار کر دیا۔ نئی وزارت کی استقامت اور ہیبت نے پہلا اثر جو پیدا کیا، وہ ایک دول کے روئے کی ایک نئی حرکت تھی۔ یا نہ دول ترکی پر



جامع سلیم (ایڈریا نرپل) کا صحن



جب ایسی حالت میں جنگ شروع ہوگئی تو ہم کو مجبوراً غیر مستعد اور ناقابل لوگوں سے کلم لینا پڑا، اور مناسٹر اور ایڈریا نوبل کی قیامی فوجیں، جنگی فوج بذاکر میدان میں بھیج دینی پڑیں۔ اس فوج میں ایسے سپاہی بے سر سامانی سے بھرتی ہوئے تھے جنہوں نے بندوق کبھی چلائی بھی نہ ہوگی اور جنگی تعلیم صرف دو یا تین کمپنی افسروں کو اپنے ہاتھوں میں لینی پڑی تھی۔ اس موقع پر ہمارے جنگی جہازوں کی کمی نے ہمیں نقصان پہنچایا، کیونکہ ہمارے پاس شام کے ساحل پر دیوہ لاکھ باقاعدہ سپاہی موجود تھے جنہیں ہم اسوقت یورپ نہیں پہنچاسکے اور جنکو قونیا ریلوے تک آنے میں کئی سو میل کی مسافت طے کرنی پڑی۔ یہ فوجیں چٹالچہ اسوقت پہنچیں، جب التوائے جنگ کا اعلان ہوچکا تھا۔

### گھوڑوں کی کمی

ہمارے سوار اور برق انداز زمین گھوڑوں کی بھی سخت کمی تھی۔ ہم نے حماقت سے یورپین خیال کے مطابق اپنے بندوق کے رسالہ کو صلح کی وقتی حالت میں قائم رکھا تھا۔ جب جنگ شروع ہوگئی تو ہماری یورپین افواج میں ۶۸ - ہزار گھوڑوں کی ضرورت پائی گئی۔ انکی جگہ نئے اور وحشی گھوڑوں سے پر کرنی پڑی۔

### سڑکوں کی خرابی

دوسری بڑی دقت سڑکوں کی خرابی سے پیش آئی۔ انکی خرابی کی یہ حالت تھی کہ پائے تخت کے متصل جو سڑکیں ہیں وہ بھی تھوڑی سی بارش کے بعد بالکل دلدل ہو جاتی ہیں۔

### سامان جنگ

فوجوں کی تعداد کاغذ پر تو ضرور تھی اور جب نقل و حرکت کا حکم صادر ہوا تو تمام سپاہی حاضر بھی ہو گئے جیسا کہ ہر سچے ترک سپاہی کا دستور ہے، مگر بار برداری کا سامان کہاں تھا؟ گھوڑے اور دیگر ضروری جانور خریدنی کوڑیوں کہاں سے آقا؟ سپاہی جب روانہ ہوئے ہیں تو انکا عجیب حال تھا۔ نہ تو انکے اسلحہ درست تھے، اور نہ گولہ بارود اور دیگر لوازم جنگ کا کوئی سامان تھا۔ نہ قطع مسافت کیلئے ریل تھی، اور نہ لڑنے والے افسر موجود تھے۔ ان بیچاروں نے باسفرس عبور کیا اور میدان جنگ کی پہلی صفوں میں قربانی کی بھیڑوں کی طرح ہانک دیے گئے۔ انہیں کوئی بھی یہ نہیں جانتا تھا کہ انکا سردار کون ہے؟ فوج کے کس حصہ سے اسکا تعلق ہے؟ اور کس دستہ کا رہ شریک ہے؟ با ایں ہمہ بدنظمی ہمارے سپاہی میدان جنگ میں جان فرشی سے باز نہیں آئے اور بے دریغ اپنے تئیں کھڑے رہے۔ یہ بلغاری، سرپین، یا یونانی نہ تھے، جنہوں نے انکو شکست دی، بلکہ جنگ کی بے تربیتی اور بھوک سپاہیوں کی گرسنگی تھی، جو ترکوں کے برادری کا باعث ہوئی۔ کرک قلعی، لولی بر غاس، اور چٹلچا کی لڑائیوں کو مثالا سامنے رکھیے (محمود مختار پاشا) کی فوج میں سواری کا کوئی سامان نہ تھا۔ ان بلغاریوں پر جنکا تادی دل ایڈریا نوبل کی راہیں مسدود کرنا چاہتا تھا، مختار پاشا کو مجبوراً حملہ کرنا پڑا۔ اس حملہ میں وہ سپاہی شریک تھے جنکو تین شبانہ روز سے روٹی غذا نہیں ملی تھی۔ سب کے سب بالکل کمزور ہوئے تھے اور انکے پاس سامان جنگ بھی نہ تھا سڑکیں اتنی خراب تھیں کہ گھوڑے کیچڑ میں پھنس پھنس جاتے تھے اور بندوقیں زمین میں گر جاتی تھیں۔ دو دو گھرے کرے بھی انکا آگے بڑھنا ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ اور پیدل سپاہی تو گرسنگی کے باعث اسقدر نحیف ہو گئے تھے کہ ان سے کسی مدد کی امید نہ تھی۔ روٹی کی تلاش میں مستعد سپاہی منتشر ہو گئے۔ حالت میں دشمنوں کی فوجیں نمودار ہوئیں اور ترکی سپاہی

بتلانے پر خوشی سے آمادہ ہو گئے۔ قدرۃ میرا پہلا سوال یہ ہوا کہ ترکی فوج اس طرح میدان میں کمزور کیوں ثابت ہوئی؟ اس کے جواب میں انہوں نے حسب ذیل تقریر کی:-

” افسوس! آپ ضرور ایسا دریافت کریں گے اور میں اس کے وجوہ جہاں تک جانتا ہوں عرض کروں گا، کیونکہ آپکو معلوم ہے کہ میں ان لڑائیوں میں موجود نہ تھا اور میرا چٹلچہ پر جانا اس وقت ہوا جبکہ جنگ ملتوی ہوچکی تھی۔ مگر میں نے اکثر فوجی جنرلوں سے بہت دیر تک گفتگو کی، خصوصاً (محمود مختار پاشا) سے، جو انکی بڑی تعریفیں کر رہے تھے اور افسوس کرتے تھے کہ آپ اس جنگ میں انکے ساتھ نہ تھے۔

بہر کیف آپ کو ضرور واقفیت ہوگی کہ ہم جنگ کے نیچے مطلق طیار نہ تھے اور یہ لڑائی ہم پر نہایت بزدلانہ ترکیب سے ڈال دی گئی۔ گذشتہ سال ہم لوگ اپنی افواج کے ساتھ اپنے بشت پر اٹلی سے جنگ کر رہے تھے۔ اپنی بحری طاقت کی خرابی سے ہم طرابلس میں کوئی کمک روانہ نہ کرسکے، تاہم کسی طور پر ہم نے ترکی سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد اور کئی ہزار بہترین جوان افسروں کو روانہ کر دیا تھا، تاکہ عربوں کو مردانہ حفاظت وطن کی جنگ کی میں تربیت و تنظیم کی مدد دیں۔ اس کے بعد یہ خبر معلوم ہوئی کہ سربیا اور بلغاریہ اپنے اسلحہ جنگ درست کر رہے ہیں اور اس خبر کے موصول ہونے ہی یہ فریب آمیز جنگ شروع بھی ہو گئی۔ انہوں نے ہم پر یہ تہمت لگا کر، اس کے انتقام کی صدا بلند کی کہ ہماری فوج نے انکے مواضع پر حملے کئے ہیں۔ مانتی نیگرو نے بھی فوراً انکی تقلید کی۔ ہم اپنی آئندہ دقتوں کو سمجھ گئے اور اپنی افواج کو نقل و حرکت کا حکم دینا چاہا، مگر سر (جریلڈ لوتھر) سفیر انگلستان متعینہ قسطنطنیہ اور دیگر سفراء نے یہ استدعا کی کہ ہم لوگ کوئی حرکت ایسی نہ کریں جو اشتعال دہنے والی تصور کی جائے، کیونکہ انہوں نے ہمارے صاف لفظوں میں سمجھایا کہ دول یورپ اس پر مستعد ہیں کہ جنگ ہرگز نہ ہونے دیں، اور اسوقت تک ترکوں کو کسی مخالفانہ حملہ کا اندیشہ کرنیکی ضرورت نہیں جب تک خود انکی طرف سے کوئی جنگی طیارہ اور پیش قدمی نہ ہوگی۔ بہت خوب، ہملوگوں نے فوراً اپنی فوجوں کو تھر حانیکا حکم دیدیا، اور کوئی انتظام شروع نہ کرسکے۔ مگر بلقان لیگ کا مخالفانہ انداز روز بروز بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ خود دول یورپ نے عام طور پر اعلان کر دیا کہ اگر جنگ چھوڑ گئی تو دونوں فریق میں سے کسی کو اجازت نہ ہوگی کہ اس جنگ سے کوئی ملکی یا مالی نفع اٹھائے۔ اس دھمکی کو یورپ کی پارلیمنٹوں نے یوں مفید ٹھہرایا تھا کہ جب کسی فریق کو جنگ سے فائدہ کی امید نہ ہوگی، پھر یقینی بلقان لیگ کا ابلتا ہوا خون ٹھنڈا پڑ جائیگا، لیکن دول یورپ شاید بھول گئے تھے، وہاں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں اپنے خاص ارادے بھی رکھتی ہیں۔ پس ساری دنیا کو حیرت ہوئی، جب ان سب قصوں کے بعد ایک ایسا اعلان ہمیں دیا گیا، جس کے الفاظ نے مجبور کیا کہ اسے اعلان جنگ تصور کریں۔

### فوجی بے سر سامانی

ہم جنگ کے لیے بالکل آمادہ نہ تھے۔ افسروں میں سے کئی ہزار جوان طرابلس میں رے پڑے تھے، جیسا کہ میں ابھی آپ سے کہہ چکا ہوں۔ اس کے علاوہ ہم نے دو بڑی بڑی باقاعدہ اور ردیف فوجیں شام کے ساحل پر اس غرض سے جمع کر دی تھیں، تاکہ اٹلی کی فوج وہاں اتر نہ سکے، اس لیے ہماری یورپین فوج میں افسروں کی سخت کمی محسوس ہوئی۔ بعضوں میں سات اور بعضوں میں صرف دو کمپنی افسر تھے، یورپین افواج کے کل ردیف ساحل شام پر جمع تھے۔

## ترکی کے شکست کے اسباب

— \* —

عثمانی نظامی پاشا ممبر صلح کانفرنس کا بیان

— \* —

(اخبار پابنیر کے ایک سابق نامہ نگار کی تحریر)

عثمان پاشا اوسط عمر کے آدمی ہیں۔ انکا سن ۴۵ سے زیادہ نہیں۔ انہوں نے ملٹری کالج سے نکل کر قسطنطنیہ کے اسٹاف کالج

دل از من، دیدہ از من، آستین از من، کنار از من !

\* \* \*

لیکن یہ جو کچھ ہوا، اسپر محض ایک سرسری نظر ڈالکر نہیں گذر جانا چاہیے۔ آجکل ہماری نظریں (بھر مار مورا) اور (در دانیال) کے جنگی طوفانوں کی طرف لگی ہوئی ہیں، اور جی نہیں چاہتا کہ اور کسی طرف دیکھیں، تاہم ہم ناظرین سے کہیں گے کہ وہ ان چند ہلکی لہروں سے بھی اغماض نہ کریں جو ۲۶ دسمبر کو (گومتی) کی ساکن و خاموش سطح میں اٹھی تھیں۔ عجب



میجر سید حسن بلگرامی

• • • • • ہمدن انجوائمن کانفرنس کے گذشتہ اجلاس کے صدر، جنگی غیر متوقع ارادی و صداقت کی بدولت، علی گڑھ کانفرنس کے اسٹیج پر پہلی مرتبہ ایک زندہ آواز بلند ہوئی۔ فجزا ہم اللہ عن المسلمین خیر الجزاء

میں شرکت کی اور اس طرح بحیثیت لفٹنٹ کرنل اور سلطان کے ایڈی کانگ کے فوج میں داخل ہوئے۔ وہ مشرقی اور مغربی دونوں زبانیں یکساں فصاحت سے بولتے ہیں اور زبان انگریزی میں انکا اسقدر ملکہ ہے، جسقدر ترکی میں۔ ترکی وکلاے کانفرنس میں صرف وہی انگریزی زبان سمجھتے ہیں۔ میں نے انکو کارٹن ہوٹل میں خفیہ خطوط پڑھتے ہوئے مشغول پایا، لیکن مجھے پہچانکر انہوں نے فوراً اپنے کام سے ہاتھ اٹھالیا اور جو کچھ خبریں وہ دیسکتے تھے

نہیں کہ کسی وقت یہی گومتی کی لہریں قازم کے طوفانوں کا کام دیں۔ فی الحقیقت ان جلسوں میں صاحبان عقل و فکر کیلیے بہت سی عبرتیں تھیں، جنکو ایک ایک کر کے یاد کرنا چاہیے، کیونکہ وہ مسلمانان ہند کے اُس تغیر افکار و اعمال کی پہلی منزل تھیں، جنسے اس تغیر کا مستقبل وابستہ ہے، اور جسکی طرف ہم نے پچھلے دنوں ”صبح امید“ کے عنوان سے در افتادہ مضمون لکھ کر ترجمہ دلائی تھی اور ہم چاہتے ہیں کہ اسے تفصیل سے لکھیں۔

# مقالہ

## تراجم الرجال

دیباچہ

### سیرۃ نبوی

— \* —

( اثر : شمس العما مولانا شبلی نعمانی )

— \* —

( ۳ )

### تبصرہ

سیرۃ نبوی کے عام ذخیرہ پر

— \* —

فن سیرت کی یہ ایک سادہ اور مجمل تاریخ تھی - اب اس پر مختلف پہلوؤں سے نظر ڈالنی چاہیے :

( ۱ ) تیرہ سو برس کی وسیع مدت میں ایک کتاب بھی اس فن میں ایسی تصنیف نہیں کی گئی جس میں صرف صحیح روایتوں کا التزام کیا جاتا - سیرت کی جس قدر کتابیں موجود ہیں ان سب میں محمد بن اسحاق کی سیرت سب سے زیادہ مستند ہے تاہم علامہ ذہبی جو ان کے طرف دار ہیں، میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں :

مالہ عندي ذنب، الا ما قد میرے نزدیک ان کا اسکے سوا کوئی حشا في السيرة من گناہ نہیں کہ انہوں نے سیرت میں الاشياء المنكرة المنقطعة منکر اور بے سند روایتیں اور جعلی الاشعار المکذوبة اشعار بھری دیئے ہیں -

( ۲ ) محدثین نے تنقید اور تحقیق کی ضرورت کو احادیث احکام کے ساتھ خاص کر دیا، یعنی صرف وہ حدیثیں تنقید کی محتاج ہیں جن سے شرعی احکام ثابت ہوتے ہیں - جو روایتیں فضائل وغیرہ سے متعلق ہیں، ان میں احتیاط کی حاجت نہیں - حافظ زین الدین عراقی بہت بڑے پایہ کے محدث ہیں، حافظ ابن حجر انہی کے شاگرد ہیں، وہ اپنی سیرۃ منظوم کے دیباچہ میں لکھتے ہیں :

وليعلم الطالب ان السيرة يجمع ماصح وما قد انكرا (۱) یہی وجہ ہے کہ مذاقب اور فضائل اعمال میں نہایت کثرت سے جھوٹی اور ضعیف روایتیں شائع ہو گئیں اور بڑے بڑے ائمہ حدیث نے اپنی کتابوں میں ان روایتوں کا درج کرنا جائز رکھا - علامہ ابن تیمیہ کتاب التوسل ( ۲ ) میں لکھتے ہیں :

قد رواه من صنف في عمل يوم وليلة كابن البتي : ابی نعیم و فی مثل هذه الكتاب احادیث كثيرة مرسوعة لا يجوز الاعتماد عليها في الشريعة باتفاق علماء - اس حدیث کو ان لوگوں نے روایت کیا ہے جنہوں نے رات دن کے اعمال میں کتابیں تصنیف کی ہیں مثلاً ابن البتی اور ابو نعیم اور اس قسم کی کتابوں میں کثرت سے جھوٹی حدیثیں موجود ہیں جن پر اعتماد کرنا ناجائز ہے اور اس پر تمام علماء اتفاق ہے -

( ۱ ) طالب العلم کو جاننا چاہیے کہ سیرت میں سبھی طرح کی روایتیں ہوتی ہیں صحیح بھی اور غلط بھی -  
( ۲ ) مطبوعہ مطبع المنار صفحہ ( ۹۹ )

حاکم نے مستدرک میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ جب حضرت آدم سے خطا سرزد ہوئی، تو انہوں نے کہا ”اے خدا ! میں تجھ کو محمد کا واسطہ دیتا ہوں کہ میری خطا معاف کر دے“ خدا نے کہا ”تم نے محمد کو کیونکر جانا“ حضرت آدم نے کہا ”میں نے سر اٹھا کر عرش کے پایوں پر نظر ڈالی، تو یہ الفاظ لکھے ہوئے دیکھے : لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ - اس سے میں نے قیاس کیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ جس شخص کا نام ملایا ہے، وہ ضرور تجھ کو محبوب ترین خالق ہوگا“ خدا نے کہا ”آدم ! تو نے سچ کہا، محمد نہ ہوئے تو میں تجھ کو پیدا بھی نہ کرتا“

حاکم نے اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، علامہ ابن تیمیہ یہ قول نقل کر کے لکھتے ہیں :  
اما تصحيح الحاكم لمثل هذا الحديث وامثاله فهذا مما انكره عليه ائمة العلم بالحديث وقالوا ان الحاكم يصحح احاديث وهي مرسوعة مكذوبة عند اهل المعرفة بالحديث وكذلك احاديث كثيرة في مستدرکته يصحها وهي عند ائمة اهل العلم بالحديث مرسوعة (۱) کے نزدیک موضوع ہیں -

علامہ موصوف ایک اور موقع پر ابو الشیخ اصفہانی کی کتاب کا تذکرہ کر کے لکھتے ہیں ( صفحہ ۱۰۵ و ۱۰۶ ) :

وفيها احاديث كثيرة قوية صحيحة وحسنة واحاديث كثيرة ضعيفة مرسوعة وهينة وكذلك ما يرويه خيثمة بن سليمان في فضائل الصحابة وما يرويه ابو نعیم في فضائل الخلفاء في كتاب مفرد في اول حلیة الاولياء ... وما يرويه ابو بكر الخطيب و ابو الفضل بن ناصر و ابو موسى المديني و ابو القاسم بن عساكر و الحافظ عبد الغني و امثالهم فمن له معرفة بالحديث - اور اس میں بہت سی حدیثیں ہیں جو قوی ہیں اور حسن ہیں اور بہت سی ضعیف اور موضوع اور مہمل ہیں اور اسی طرح وہ حدیثیں جو خیثمہ بن سلیمان، صحابہ کے فضائل میں روایت کرتے ہیں اور وہ حدیثیں جو ابو نعیم اصفہانی کے ایک مستقل کتاب میں خلفاء کے فضائل میں روایت کی ہیں اور اسی طرح وہ روایتیں جو ابو بکر خطیب اور ابو الفضل اور ابو موسیٰ مدینی اور ابن عساکر اور حافظ عبد الغنی وغیرہ ارباب حدیث روایت کرتے ہیں -

غور کرو ! ابو نعیم، خطیب بغدادی، ابن عساکر، حافظ عبد الغنی وغیرہ حدیث اور روایت کے امام ہیں، باوجود اسکے یہ لوگ خلفاء اور صحابہ کے فضائل میں جھوٹی اور موضوع حدیثیں بے تکلف روایت کرتے تھے - اسکی وجہ یہی تھی کہ یہ خیال عام طور پر پھیلا ہوا تھا کہ صرف مسایل فقہیہ کی حدیثوں میں احتیاط اور تشدد کی ضرورت ہے، ان کے سوا اور روایتوں میں سلسلہ سند نقل کر دینا کافی ہے، تنقید اور تحقیق کی ضرورت نہیں -



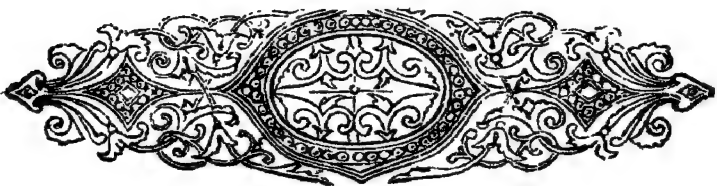
اور ہمارا قصد مصمم ہو چکا ہے کہ تھریس یا ایدریا نوبل کو کبھی جدا نہیں ہرنے دینگے۔ اگر جنگ پھر شروع کی جائے گی تو ہم بھی اسکے لئے طیار ہیں۔ ہماری ساری کمزوریاں دور ہو چکی ہیں۔ ہمارے پاس اسوقت ۷۵۰۰۰ سپاہی نبرد آزما گیلی پولی میں اور درلاکھ چٹلجہ میں موجود ہیں، اور وہ ۸۰ ہزار ترک اسکے علاوہ ہیں جو قزاق اور سقوطی کے درمیان باسفرس سے متصل مقیم ہیں اور ہر روز نہایت بے چینی سے اجراء جنگ کا انتظار کر رہے ہیں۔ یہ جتنی تاخیر ہو رہی ہے، ہماری فوج کو مضبوط بنا رہی ہے اور اگر وہ ہمارے شرائط نامنظور کرینگے تو ہم لڑیکر مستعد ہیں۔ باقی رہا نتیجہ جنگ، تو اسکا ہمیں کوئی خوف نہیں۔“

(الہلال) ان اقتباسات کو پڑھو اور غور کرو! بلقان میں اسلحہ فراہم کیے جاتے ہیں مگر کوئی نہیں روکتا۔ اسکے بعد ڈپلومیٹک جنگ کا آغاز ہوتا ہے، اس پر ترکی کو تنبہ ہوتا ہے اور وہ بھی بغرض حفظ ما تقدم جنگی تیاری کرنا چاہتی ہے، مگر مرد سخن (جیسا کہ ادعاء کیا جاتا ہے) انگلستان، بلقانیوں کا ظل گستر: روس، اور مثلث کا تیسرا ضلع، فرانس کے سفراء سفیر ترکی سے ملتے ہیں اور علی الخصوص انگلستان کا سفیر طفل تسلی دیتا ہے کہ جب تک وہ خود حملہ کی محرک نہ ہوگی اسوقت تک کسی علانیہ جنگ کا اسے خوف نہ کرنا چاہیے۔ اور پھر اسی پر بس نہیں کیا گیا بلکہ اسکو مجبور کیا جاتا ہے کہ تدابیر حفظ ما تقدم کو چھوڑ دے۔ ترکی کی ناعاقبت اندیش وزارت طرابلس کے تلخ تجربہ کے باوجود پھر بھی اعتماد دل کا شکار ہوتی ہے، اور جنگی تیاری یک قلم موقوف کر دیتی ہے۔ خلوت میں منافقین سیاست کی طرف سے ایک طرف اٹلی کو ابھارا جاتا ہے کہ تمام قوانین جنگ و انسانیت کو بالائے طاق رکھ کر بیرت پر حملہ کر دے، تاکہ ترکی مجبور ہو کر اپنی فوج کا اصلی حصہ قسطنطنیہ سے دور بھیج دے۔ دوسری طرف راست باز انگلستان کا راست باز سفیر جنگی تیاری سے روکتا ہے اور یقین دلاتا ہے کہ جنگ ہرگز شروع نہ ہوگی۔ لیکن پھر دفعۃً جنگ چھیڑ دی جاتی ہے۔ ترکی اپنے کو دیکھتا ہے تو فوج ہیں، نہ افسر۔ سپاہی ہیں، نہ سواری۔ سرکس خراب ہیں۔ اور بدقسمتی سے سرکوں کے سانہ موسم بھی خراب ہے۔ تربیت یافتہ افسروں کی قلت کی تلافی ناممکن، قلت سواری کا تدارک ممکن مگر خزانہ خالی، مجبوراً سپاہیوں کی کمی رگڑ رگڑوں سے پوری کی جاتی ہے جو بندر قوں کو بھرنا بھی نہیں جانتے۔ پھر یہ فوج ایک ایسی فوج سے معرکہ آرا ہوتی ہے، جو تیس برس سے تیار کی جا رہی تھی اور یورپ کی بہترین اعانتوں سے فائدہ اٹھا کر میدان میں نکلی تھی۔

ایسی حالت میں ناکامی لازمی تھی اور پیش آئی، مگر سوال یہ ہے کہ اسکا باعث کون ہے؟ ترک؟ مگر وہ تو ڈپلومیٹک جنگ کے آغاز ہی سے حفظ ماتقدم کرنا چاہتے تھے۔ پھر کون ہے؟.....

قتل از عشوہ نہالست کہ من میدانم

سر این فتنہ ز جانیست کہ من میدانم



کھل بلی مچ گئی۔ (محمود مختار) نے فوجوں کو مرتب کرنا چاہا اور اسکی کوشش میں اپنے لوگوں کو گولی سے مار بھی ڈالا مگر بھوک کی شدت نے لوگوں کو ہوش و حواس ہی میں کب رکھا تھا کہ وہ حالت کی نزاکت محسوس کرتے؟ نتیجہ یہ ہوا کہ مختار پاشا اپنی فوج کو اسوقت آراستہ کر سکے، جب اس جنگ لڑی برغاس میں اپنے متعدد بہترین سپاہیوں کو خود اپنے ہاتھ سے شہید کرچکے تھے۔

#### بلغاریا کے دعوے

یہ تمام خود ساختہ روایتیں کہ دست بدست لڑائیاں ہوئیں اور سنگین چلیں اور بلغاریوں نے نہایت دلیرانہ حملے کیے، محض جھرت اور افترا ہے۔ میں ترکی اسپتال سے ہو آیا ہوں اور متعدد افسروں سے جو جنگ کے ہر موقع پر شریک تھے گفتگو بھی کر چکا ہوں۔ متعدد سپاہیوں پر نظر پڑی جنکے جسم بندرق یا توپ سے مجروح تھے، مگر سنگین یا تلوار کا کوئی زخم دیکھنا تو درکنار، سننے میں بھی نہیں آیا۔ میں بلغاریوں کی مذمت نہیں کرتا۔ انکی فوج بہترین طریقہ سے آراستہ تھی اور انہوں نے حملہ کا وقت بھی نہایت مناسب نکالا تھا مگر بلغاری لغت و لکڑی کے مصنوعی قصور کے ہیرو نہیں ہیں۔ وہ معمولی انسان ہیں۔ اگر اب جنگ چھڑ جائے تو ہم ان سے یکساں قوت پر مقابل ہونگے اور ہمیں صرفیا تک دخل کر لینے میں شاید ایک ماہ سے زائد عرصہ نہ لگے گا۔

#### صلح کی شرائط

اب ذرا صلح کانفرنس اور اسکے شرائط کو ملاحظہ فرمائیے۔ بلقان لیگ نے جو شرطیں پیش کی ہیں، وہ بالکل لغو اور بے معنی ہیں اور ہرگز قبول نہ ہونگی۔ ایدریا نوبل یورپین ترکی کا قدیمی پامی تخت ہے اور وہاں ہمارے گزشتہ سلاطین مدفون ہیں۔ ہم تو ابھی پیرزندہ دیچکے ہیں، جہاں مراد اول جنگ (قصر) کے بعد سنہ ۱۳۸۹ میں دفن ہوئے تھے۔ لیکن ایدریا نوبل ہم کبھی علحدہ نہیں کر سکتے۔ یہ صوبہ قسطنطنیہ کی کنجی ہے۔ اسپر بلغاری قبضہ ترکی سلطنت کے حق میں ہمیشہ مخدوش ہوگا۔ اسکا ہمارے ہاتھوں میں رہنا بلغاریہ کے لیے خطرناک نہ تھا اور نہ اب ہے۔ علاوہ ازیں یہ مقام اب تک بلغاریا کیلئے ناممکن التسخیر رہا، پھر اسکا حق کس انصاف اور حق پر مبنی ہے؟ ترک نہیں ایک پرانی مثال ہے کہ جو ”شے تلوار سے حاصل ہوتی ہے اسکو تلوار ہی چھین سکتی ہے“ اگر ایدریا نوبل پر لڑائی میں قبضہ ہو گیا ہوتا تو وہ دوسری صورت ہوتی اور اسوقت ہملرگ شاید اسکے دیدینے پر جبراً راضی بھی کر لیتے جاتے۔ مگر موجودہ حالت میں تو ایسا ہونا ممکن نہیں۔ ہم دول یورپ کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے کو آمادہ ہیں کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق البانیا کو ریبرنگرانی سلطانی کسی ترکی خاندان کی حکومت کے ماتحت خود مختار کر دے، ہم اسپر بھی آمادہ ہیں کہ چار ناچار مقدونیا سے اپنا قبضہ اٹھالیں مگر تھریس ہمارا تھا۔ ہمارا ہے اور ہمارا ہی رہیگا۔ جزیرے بھی کبھی جدا نہیں ہو سکتے۔ یہ سچ ہے کہ جنگی جہازوں کی کمی کے باعث یونانیوں نے چند جزیروں پر قبضہ کر لیا ہے مگر آپکو بھوانا نہیں چاہیے کہ ہمارا کوئی قلعہ وہاں نہیں تھا۔ ان جزیروں میں زیادہ تر یونانی آباد ہیں اور ہم نے اپنے دستور کے موافق انکو کامل آزادی دیدی تھی۔ ان باشندوں کی یہ آزادی پھر واپس ہو جائیگی مگر ہماری ایشیائی حکومت کے لئے یہ بات سخت نقصان دہ ہوگی کہ ہم اپنے خاص دروازہ کے جزیرے اس قوم کے ہاتھوں میں دیدیں، جو بیزنطانی وراثت پر حق کا اب تک دعویٰ کرتا ہے۔ ہم نے فیصلہ کر لیا ہے

اُن کے نزدیک یہودیوں کے ساتھ جو کچھ کیا جائے عین انصاف ہے۔ احادیث اور سیرت کی انٹرکٹائیں عباسیوں کے زمانہ میں لکھی گئیں اور اُس وقت لکھی گئیں جب ناز و نعمت اور عیش پرستی کا اوج شباب تھا۔ اس حالت نے تاریخ و روایت پر جو اثر کیا وہ اگرچہ روایتوں کے رگ رگ میں نظر آتا ہے، لیکن کسی نے اس کا احساس نہیں کیا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ خلفائے عباسیہ کثرت سے شادیاں کرتے تھے، ہزاروں حرمین ہوتی تھیں، مامون الرشید اور ہارون الرشید کے پاس درود ہزار کنیزیں تھیں اور یہ تعداد کبھی کم نہیں ہوتی تھی، اس بنا پر جن روایتوں میں میل الی النساء اور جمال پرستی کا ذکر ہوتا تھا وہ خود بخود رواج عام پا جاتی تھیں، اسی کا اثر ہے کہ طبقات ابن سعد اس قسم کی روایتوں سے لبریز ہے اور اُور کتابوں میں بھی اسکی مخفی تلمیحات نظر آتی ہیں۔ اس بحث کی زیادہ تفصیل مناسب نہیں، ورنہ ہم بہت سی روایتوں کو نقل کرسکتے تھے۔

یہ وہ اسباب ہیں کہ ثقہ سے ثقہ زاری ان کے اثر سے بچ نہیں سکتے تھے۔ ثقافت صرف کا اسی قدر اثر ہوسکتا ہے کہ کوئی واقعہ غلط نہ بیان کیا جائے، لیکن ثقہ سے ثقہ زاری بھی اس سے نہیں بچ سکتا کہ اُس کے مذاق اور رائے کا اثر روایت پر پڑتا ہے۔ جو واقعہ زاری کے مذاق کے مناسب ہوتا ہے اُس میں خود بخود زور آجاتا ہے، وہ آجاگر ہوجاتا ہے، دوسرے واقعات اُس کے سامنے دھندلے ہو جاتے ہیں، اور جو جزئیات اُس واقعہ سے الگ ہوتے ہیں بیان سے چھوٹ جاتے ہیں۔ امام بخاری کا عموماً یہ اصول ہے کہ ایک طویل الذیل روایت کے بیسیوں ٹکڑے کرتے ہیں اور یہ ٹکڑے جہاں جہاں اور جس جس باب میں آسکتے ہیں، اُن کے مستقل عنوان بناتے ہیں۔ ان ٹکڑوں کو پوری روایت میں دیکھو۔ تو سادہ اور معمولی معلوم ہوتے ہیں، لیکن مستقل عنوانوں میں مقصود بالذات ہونے کی وجہ سے یہی ٹکڑے زیادہ روشن ہو جاتے ہیں، اور اگرچہ کسی موقع پر غلط بیانی نہیں ہوتی، لیکن واقعات کی حیثیت ہر جگہ بدل جاتی ہے، اور اکثر جگہ الفاظ تک بدل جاتے ہیں۔

یہ بات معمول بہ از عام ہے کہ زاری، روایت کا جو حصہ چاہتا ہے چھوڑ دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ میں ایک ہی حدیث کو دیکھو تو کسی میں وہ روایت نہایت مطول ہوتی ہے، دوسرے میں اُس سے مختصر، تیسرے میں اُس سے بھی مختصر، اسکی یہی وجہ ہے کہ ایک بڑی روایت میں سے زاری جو واقعات یا جو واقعہ چاہتا ہے چھوڑ جاتا ہے۔ اصول حدیث کی زر سے اس قسم کی کمی بیشی کا اختیار نہیں تک ہے، جہاں تک واقعہ کی نوعیت میں فرق نہ آئے، لیکن یہ ایک اجتہادی بات ہے، یعنی ممکن ہے کہ ایک زاری کے نزدیک واقعہ کی بعض خصوصیات چھوڑ دینے سے اصل مقصد میں فرق نہیں آتا، لیکن درحقیقت آجاتا ہو۔

زمانہ اور طبیعت کا مذاق اس حالت میں نہایت سخت نتائج پیدا کرتا ہے، مثلاً حضرت عمرؓ نے ذمیوں کی نسبت یہ حکم دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے محلوں میں سو رہ لائیں، مساجد کے سامنے صلیب نہ نکالیں، اُن بچوں کو اصطباغ نہ دیں جو کسی مسلمان کے زیر تربیت ہوں، کتاب الخراج اور طبری میں یہ احکام انہی قیدیوں کے ساتھ منقول ہیں، لیکن جب تعصب بڑھتا گیا تو یہ قیدیوں خود بخود آگہی گئیں اور ابن الاثیر وغیرہ میں یہ احکام عام احکام بن گئے، یعنی ذمیوں کے لیے سور چرانا، صلیب نکالنا، بچوں کو اصطباغ دینا، سرے سے ممنوع ہو گیا۔

[لہا بقیۃ]

تاریخ پر کیا ہوگا؟ اُس کا قبلہ مقصد صرف واقعیت ہوتی ہے، وہ اُسی پر اپنے معتقدات اور خیالات، بلکہ تمام چیزوں کو قربان کر دیتا ہے۔ لیکن اس میں حد سے زیادہ تفریط ہو گئی، اس بات سے بچنے کے لیے کہ واقعات، رائے سے مخلوط نہ ہو جائیں، پاس پاس کے ظاہری اسباب پر بھی نظر نہیں ڈالتے، جس سے ہر واقعہ خشک اور بے اثر ہو کر رہ جاتا ہے۔ مثلاً آنحضرت (صلعم) کی سیکڑوں چھوٹی چھوٹی لڑائیوں پر اس طرح شروع کرتے ہیں کہ آنحضرت (صلعم) نے فلاں قبیلہ پر فلاں وقت فوجیں بھیجیں، لیکن اُن کے اسباب کا ذکر نہیں کرتے، حالانکہ تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی واقعہ ایسا نہیں ہوا جس کے ذریعہ اسباب نہ تھے۔

(۵) ایک بڑا اور اہم مسئلہ زمانہ کا مذاق، ذاتی میلان اور میلانِ مذہبی کا اثر ہے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ زاری ثقہ ہوں، لیکن زمانے کے مذاق اور اثر سے واقعہ کی اصلی حالت بدل جائے۔ مثلاً جس زمانہ میں تصنیف و تالیف کا رواج ہوا، مذہبی تعصب اور غیر مذہب والوں سے نفرت، عام ہو چکی تھی۔ کبھی روایت میں اگر یہ مذکور ہو کہ کوئی کافر قتل کر دیا گیا، تو کسی کو وجہ اور سبب کی تلاش نہیں ہوتی تھی، اس لیے کہ قتل کے لیے یہ کافی سبب تھا کہ وہ مسلمان نہ تھا۔ یہ تعصب جس طرح پیدا ہوا، اور جس طرح بتدریج بڑھتا گیا، تمام مذہبی اور تاریخی تصنیفات میں اُسی تدریج کے ساتھ اُس کے آثار نظر آتے ہیں۔ مثلاً حضرت عمرؓ نے غیر مسلم رعایا کی نسبت بہت سے احکامات صادر کیے تھے جن کا منشا یہ تھا کہ وہ صورت اور وضع و لباس میں مسلمانوں سے مشتبہ نہ ہونے پائیں، قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج میں ان احکام کو نقل کیا ہے اور ہارون الرشید سے نہایت زور کے ساتھ استدعا کی ہے کہ ان احکام کی تعمیل نہایت پابندی کے ساتھ کی جائے۔ قاضی صاحب اگرچہ نہایت سختی کے ساتھ ان احکام کی تعمیل کی تاکید کرتے ہیں، لیکن اُن کے کسی لفظ سے یہ پتہ نہیں لگتا کہ ان احکام کا منشا کیا ہے؟ یا اس سے ذمیوں کی توہین مقصود ہے، لیکن جب تعصب زیادہ بڑھا اور متعسف فقہاء پیدا ہوئے، تو یہی روایت اس صورت میں دھل گئی کہ حضرت عمرؓ نے تحقیر و توہین کے لیے یہ احکام صادر کیے تھے! جنگ یرموک میں جب حضرت ابو عبیدہؓ نے تمام مفتوحہ مقامات سے فوجیں واپس بلالیں، تو افسران فوج کو حکم بھیجا کہ جس قدر جزبہ جہاں جہاں سے وصول کیا گیا ہے سب واپس کر دیا جائے، اور رعایا سے کہ دیا جائے کہ ”جزبہ اس غرض سے لیا جاتا ہے کہ کوئی دشمن چڑھ آئے تو ہم تمہاری حفاظت کرسکیں، لیکن چونکہ اب ہم تمہاری حفاظت کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے اس لیے وہ تمام رقم واپس کر دی جاتی ہے“ یہ واقعہ تمام تاریخوں میں مذکور ہے اور یہ اسلام کے عدل و انصاف کی اصلی تصویر ہے، لیکن قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج میں یہ واقعہ جہاں نقل کیا ہے، وہاں اسقدر اپنی رائے بھی شامل کر دی ہے کہ ”حضرت ابو عبیدہؓ نے تالیف و لوب کے لیے ایسا کیا تھا“ ما بعد کی تصنیفات میں یہ واقعہ اُسی رائے کے قالب میں دھل گیا اور اب تو واقعہ کو اس رائے سے الگ کر ہی نہیں سکتے۔

بنو نضیر کی لڑائی میں جب یہودیوں کا محاصرہ کیا گیا تو آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ قلعہ کے گرد جو کھجور کے درخت ہیں، کٹوا دیئے جائیں، عام ارباب سیر اس واقعہ کو اُسی طرح سادہ لکھتے ہیں اور گویہ یہودیوں کے اس اعتراض کا ذکر کرتے ہیں کہ ”محمد (صلعم) باز جود دعویٰ پیغمبری ایسی بے رحمی کا ارتکاب کرتے ہیں“ لیکن اس اعتراض (۱) کے جواب سے بالکل تعرض نہیں کرتے، کیونکہ

(۱) جنگ بلی نضیر کے ذکر میں تفصیل سے اس واقعہ کا اور اس کے اسباب کا ذکر آگیا جس سے ظاہر ہوگا کہ یہودیوں کا اعتراض بالکل غلط تھا۔

بے احتیاطی مولودی روایتوں کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ اکثر واقعات میں اس کا پرتو نظر آتا ہے۔ سیرت اور مغازی کا بڑا حصہ امام زہری سے منقول ہے لیکن ان کی اکثر روایتیں جو سیرت ابن ہشام اور طبقات ابن سعد وغیرہ میں مذکور ہیں، منقطع ہیں، یعنی اوپر کے راویوں کے نام مذکور نہیں۔

(۴) سیرت میں محدثوں نے جو کتابیں لکھیں ان سے بعد کے لوگوں نے انکی روایتوں کو ان محدثین کے نام سے نقل کر لیا، ان بزرگوں کے مستند ہونے کی بنا پر لوگوں نے ان تمام روایتوں کو بھی معتبر سمجھ لیا اور چونکہ اصل کتابیں ہر شخص کو ہات نہیں آسکتی تھیں اسلئے لوگ راویوں کا پتہ نہ لگا سکے اور اس طرح رفتہ رفتہ یہ روایتیں تمام کتابوں میں داخل ہو گئیں۔ اس تدلیس کا یہ نتیجہ ہوا کہ مثلاً جو روایتیں راقدی کی کتاب میں مذکور ہیں، ان کو لوگ عموماً غلط سمجھتے ہیں، لیکن انہیں روایتوں کو جب ابن سعد کے نام سے نقل کر دیا جاتا ہے تو ان کو معتبر سمجھ لیتے ہیں، حالانکہ ابن سعد کی اصلی کتاب ہات آئی تو پتہ لگا کہ ابن سعد نے یہ روایتیں راقدی ہی سے لی ہیں۔

(۵) محدثین نے روایت کے متعلق جو اصول منضبط کیے تھے صعبہ کے متعلق انکو بالکل نظر انداز کر دیا۔ مثلاً اصول روایت کی زر سے رواۃ کے مختلف مدارج ہیں، کوئی راوی نہایت ضابط نہایت معنی فہم، نہایت دقیقہ رس ہوتا ہے، کسی میں یہ اوصاف کم ہوتے ہیں، کسی میں اور بھی کم ہوتے ہیں، یہ فرق مراتب جس طرح فطرۃً عام راویوں میں پایا جاتا ہے، صحابہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ حضرت عائشہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ کی روایتوں پر جو تنقیدیں کیں، اررجحہ کا ذکر اور گذر چکا، وہ اسی بنا پر کیں، لیکن عام طرح پر اس فرق مراتب کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ فرض کر کے ایک بدری، جس نے صرف ایک دفعہ آنحضرت کو کبھی دیکھ لیا، کسی نازک اور نہایت مشکل واقعہ کو ادا کرتا ہے، اور پھر اسی واقعہ کو حضرت ابو بکر یا حضرت علی ادا کرتے ہیں، تو کیا دونوں روایتوں کا ایک درجہ ہوگا؟ کیا ہم یہ قیاس کریں گے کہ بدری نے واقعہ کو اسی طرح سمجھا ہوگا، اور اسی طرح اس کے نازک اور ناقابل ادا پہلوؤں کو ادا کیا ہوگا، جس طرح حضرت ابو بکر اور حضرت علی سے امید ہو سکتی ہے؟ حضرت عائشہ جب آنحضرت کے عقد نکاح میں آئیں تو ان کی عمر سات برس کی تھی۔ اس زمانہ میں انہوں نے جو واقعات سننے اور بیان کیے انہی واقعات کو اگر ۱۶-۱۷ برس کی عمر میں سن کر بیان کرتیں تو کیا دونوں روایتوں کا ایک ہی درجہ ہوتا؟ احادیث میں بڑا خلط مبعث یہ ہے کہ بہت سی مہتم بالشان حدیثیں، صحابہ کی صغر سن کی زمانہ کی مروری ہیں لیکن ان احادیث کی متعلق اس تفریق کا کوئی اشارہ نہیں کیا جاتا۔

(۶) واقعات کے اسباب و علل سے مطلق بحث نہیں کرتے، نہ ان کی تلاش و تحقیق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس میں شبہ نہیں کہ اس بارہ میں یورپ کا طریقہ نہایت غیر معتدل اور واقعیت کے بالکل خلاف ہے۔ یورپین مورخ، ہر واقعہ کی علت تلاش کرتا ہے اور نہایت دور دراز قیاسات اور احتمالات سے سلسلہ معلومات پیدا کرتا ہے، اس میں بہت کچھ اس کی خود غرضی اور خاص مطمئن نظر کو بھی دخل ہوتا ہے، وہ اپنے مقصد کو ایک محصور بنا لیتا ہے، اور تمام واقعات اسی کے گرد گردش کرتے ہیں، بخلاف اس کے اسلامی مورخ نہایت سچائی اور انصاف اور خالص بے طرفہ داری سے واقعات کو دھونڈھٹا ہے، اس کو اس سے کچھ غرض نہیں ہوتی کہ واقعات کا اثر اس کے مذہب، معتقدات، اور

اس بے احتیاطی کا اثر سیرت نبوی کی روایتوں پر زیادہ تر پڑا، خلفا اور صحابہ کے فضائل میں جب مبالغہ آمیز روایتوں کا نقل کرنا جائز تھا، تو بارگاہ رسالت کے فضائل میں جس قدر کہا جاتا، کم تھا۔ اس قسم کی روایتیں عوام میں مقبول ہو کر اس طرح رواج پا جاتی تھیں کہ اگر کوئی محقق ان سے انکار کرنا چاہتا تو عوام دشمن بن جاتے۔ موضوعات ملا علی قاری میں لکھا ہے کہ بغداد میں ایک راعظ نے یہ حدیث بیان کی ”قیامت میں خدا آنحضرت کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا“ امام ابن جریر طبری نے سنا تو بہت برہم ہوئے اور اپنے دروازہ پر یہ فقرہ لکھ کر لگا دیا: ”خدا کا کوئی ہمنشین نہیں“ اسپر بغداد کے عوام سخت برافروختہ ہوئے اور امام موصوف کے گھر پر اس قدر پتھر برسائے کہ دیواریں ڈھک گئیں (۱)

ایک خاص نکتہ

اس موقع پر ایک خاص نکتہ لحاظ کے قابل ہے۔ یہ مسلم ہے کہ حدیث و روایت میں امام بخاری اور مسلم سے بڑھ کر کوئی شخص نہیں پیدا ہوا۔ رسول اللہ کے ساتھ ان کو جو عقیدت اور خلوص اور شیفتگی تھی، اس کے لحاظ سے بھی وہ تمام محدثین کے سرتاج تھے۔ باوجود اس کے فضائل و مناقب کے متعلق جس قسم کی مبالغہ آمیز روایتیں بیہقی، ابونعیم، بزار، طبرانی وغیرہ میں پائی جاتی ہیں، بخاری اور مسلم میں نہیں ملتیں۔ بلکہ اس قسم کی حدیثیں جو نسائی، ابن ماجہ، ترمذی وغیرہ میں پائی جاتی ہیں، وہ بھی ان میں مذکور نہیں، اس سے قطعی ثابت ہوتا ہے کہ جس قدر تحقیق و تنقید کا درجہ بڑھتا جاتا ہے، مبالغہ آمیز روایتیں گھٹتی جاتی ہیں۔ یہ روایت کہ جب آنحضرت (صلعم) عالم وجود میں آئے تو ایوان کسریٰ کے ۱۴ کنگرے گر پڑے، آتش فارس بجھ گئی، بحیرہ طبریہ خشک ہو گیا۔ بیہقی، ابونعیم، خرائطی، ابن عساکر، ابن جریر، سب نے روایت کی ہے، لیکن بخاری اور مسلم بلکہ صحاح ستہ کی کسی کتاب میں اس کا پتہ تک نہیں!

سیرت نبوی پر جو کتابیں لکھی گئیں، وہ زیادہ تر اسی قسم کی کتابوں (طبرانی، بیہقی، ابونعیم وغیرہ) سے ماخوذ ہیں، اسلئے ان میں نہایت کثرت سے غلط اور کمزور روایتیں درج ہو گئیں اور اسی بنا پر محدثین کو کہنا پڑا کہ سیرۃ میں جھوٹ سج، ہر قسم کی روایتیں ہونی ہیں۔

(۳) سیرت کے باب میں یہ سہل انگاری اختیار کی گئی کہ محدثین نے تحقیق کے جو اصول قرار دیے تھے، اکثر نظر انداز کر دیے گئے۔ محدثین کا سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ روایت کا سلسلہ اصل واقعہ تک کہیں منقطع نہ ہونے پائے، لیکن آنحضرت کے حالات ولادت کے متعلق جس قدر روایتیں مذکور ہیں، قریباً سب منقطع ہیں۔ صحابہ میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کی عمر، آنحضرت کے ولادت کے وقت روایت کے قابل ہو۔ سب سے معمر حضرت ابو بکر تھے، وہ آنحضرت سے عمر میں دو برس کم تھے، اسی بنا پر ولادت شریف کے متعلق جس قدر روایتیں مذکور ہیں، کوئی ان میں سے متصل نہیں، اور اسی بنا پر ان واقعات کے متعلق نہایت دور از کار روایتیں پھیل گئیں، مثلاً ابونعیم نے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت پیدا ہوئے تو بہت سے پرند آکر مکان میں بھر گئے، جن کی زمرہ کی منقار اور یا قوت کے پر تھے۔ پھر ایک سفید بادل آیا اور آنحضرت کو اٹھا لیگیا اور ندا آئی کہ اس بچے کو مشرق و مغرب اور تمام دریاؤں کی سیر کراؤ کہ سب لوگ پہچان لیں (۲) یہ

(۱) موضوعات علی قاری صفحہ ۱۳ مطبوعہ دہلی۔

(۲) مآثر لدیہ میں یہ روایت نقل کی ہے۔ اس میں - انتہا مبالغہ آمیز باتیں ہیں - جن نے معصومی کو نقل کر دیا ہے۔



# کون عثمانیہ

## مظالم بلغاریا

—: \* :—

( اخبار جون ترکی ، تصویر افکار ، الموبد ، اور شریعی پاشا صدر  
ہلال احمر مصر کے بیانات کا اقتباس )

بلغاری ممالک میں قریباً چھ لاکھ مسلمان آباد تھے - اعلان  
حک کے بعد بلغاری دست ظلم سب سے پہلے ان محکوم مسلمانوں پر  
اٹھا - مکانات مسمار کیے گئے، آبادیوں کو جلا کر خاک کا ڈھیر کر دیا گیا  
اور تمام مال و اسباب فروج کے لیے لوت لیا گیا اور پھر صرف  
اتنا ہی نہیں، بلکہ مسلمان خاتونوں کی عصمت پر وحشیانہ حملے  
کئے گئے، جسکی سرگذشت قابل بیان نہیں -

یہ مظالم ان سمنرائیوں کی ابتدائی مشق تھی، جو حدود  
عثمانیہ میں ہوئے والے تھے - بلغاری فوج اس طرح مسلمانان بلغاریا  
کو بے خان و مان اور بے عزت و آبرو کرتی ہوئی حدود عثمانیہ میں  
داخل ہوئی - انکے داخل ہونے کے ساتھ ہی مسلمان  
خاندانوں کے ہجرت شروع کر دی کیونکہ انکو مظالم کا حال معلوم  
ہو چکا تھا - بعض خاندان نو قسطنطنیہ میں چلے آئے اور اکثر  
انطولیہ چلے گئے - مہاجرین کی تعداد تخمیناً ایک لاکھ پچاس ہزار  
سے متجاوز تھی - اسکا بیشتر حصہ قرق کلیسا، لولی برعاس، ریڈہ  
سارلو، ساویری، اور دیگر قرب و جوار کے مقامات کے فلاح  
روں پر مشتمل تھا -

دہ آٹاج، قوالہ، اور درامہ وغیرہ میں جو مسلمان خاندان تھے،  
ان سے جسکی جان و آبرو خدا کو بچانا منظور تھی، وہ تو اپنے  
اپنے شہروں سے ہجرت کر کے روانہ ہو گئے اور زیادہ تر خدبو مصر کی  
شہریوں پر سوار ہو کر مصر پہنچ گئے، لیکن بد قسمتی سے جن بلغاری  
حدود کے خاندان نہیں بھاگ سکے تھے، ان کی جانیں بے امان  
سواروں، اور انکی عزت و ناموس بلغاری وحشت کاروں کی نذر  
ہو گئی -

صوبہ ( سالونیکا ) کے مسلمان دعوہ دشمنوں میں گھر گئے - اسلیے  
اسو ترک وطن کی مہلت نہیں ملی، لیکن دھم دیہانوں سے ہزاروں  
مسلمان بابا خیل شہر ( سالونیکا ) میں چلے آئے تھے کہ یہاں انسانیت  
پرست درل یورپ کے قواصل موجود ہیں، اسلیے آئر یونانی اور بلغاری  
فوجوں نے دست درازیاں کیں تو انکی رگ انسانیت کو ضرور جذبش  
ہوئی، مگر جب شیر دشمنوں کا قبضہ ہو گیا تو پھر شاید ہی  
دینی سخت سے سخت وحشیانہ ظلم ایسا ہے جو ان مظلوموں پر نہ ہوا ہو  
اور یورپ کے قنصلوں نے خاموشی کے ساتھ انکا تماشہ نہ دیکھا ہو -  
( قورہ ) کے مسلمان سب سے زیادہ بد قسمت تھے -

فوجوں نے وہاں داخل ہوتے ہی قتل عام شروع کر دیا - شہر کے  
اسنے لاشوں سے پتے پتے تھے، صرف نہر میں انکی لاشیں پڑتی تھیں  
وہ پانی کی زراہی رک گئی تھی - ( نوزی بازار ) اور حدود  
( جبل اسرد ) کے مسلمانوں کا بھی ایسا ہی حشر ہوا -

( سالونیکا ) میں عیسائیوں کے مظالم کی تفصیل گو خود یورپین  
سے نگاروں نے تفصیل سے شائع کی ہے مگر تہذیب پرور درل یورپ  
میں سے کسی ایک پر بھی اسکا اثر نہ ہوا، اور اسوقت تک بلقادیوں کی  
سیطرہ پاسداری ہو رہی ہے، جس طرح کہ اس تفصیل کی اشاعت  
سے پہلے ہوتی تھی -

درل یورپ سے تغافل کی شکایت فی الحقیقت بے معنی ہے -

ایسی قوم کی عصمت یا جان کبھی محفوظ نہیں رہ سکتی جو خود  
کچھ کرنا نہ چاہتی ہو، اور دشمن سے انصاف و عدل کی امید رکھتی ہو -  
( استرومچہ ) میں بلغاری فوج کے داخل ہوتے ہی بلغاری  
کمانڈر نے پانچ سو مسلمانوں کو قتل کیا - ( سیروز ) میں جس دن  
فوج داخل ہوئی، اسی دن پانچ سو اعیان شہر قتل کیے گئے -  
( راوستہ ) میں جتنے بالغ مسلمان پائے گئے، بے دریغ نذر اجل ہوئے  
اور انکے ساتھ عورتیں بھی گرفتار کر لی گئیں - بعض مسلمانوں نے  
اپنی جان بچانے کے لیے تمام مال فدیہ میں دینا قبول کیا، لیکن  
جب فدیہ وصول ہو گیا تو بلا تامل قتل کر دالے گئے - تیرہ تیرہ  
چودہ چودہ برس کی مسلمان لڑکیوں کی نہایت وحشیانہ طور پر  
عفت دری کی گئی - انکو یہ اشقیاء ایک گاؤں سے دوسرے  
گاؤں میں لیجائے تھے اور اپنے درسوں کی ضیافت کرتے تھے - انہیں  
سے کتنی ہی لڑکیاں شدت مظالم کی وجہ سے مر گئیں - بہت سی  
لڑکیوں نے عزت دیکر جان بچانے پر، موت کو ترجیح دی اور بہتر  
کو مرے کی بھی مہلت نہیں دی گئی -

( سالونیکا ) کے قرب کے ایک گاؤں میں ان اشقیاء نے مسلمان  
خاندانوں کے تمام مردوں کو، جنہیں بچے، جوان، بوڑھے، ہر  
عمر کے لوگ تھے، دہم کر دالا اور بڑھئیوں کے پیت تلواروں سے پھاڑ کے  
انہیں گھوڑے کی لید اور پتھر بھر دیے، صرف لڑکیوں اور جوان  
عورتوں کو چھوڑ دیا، اسلیے کہ انکی عصمت و عفت کو اپنی نفس  
پرستی پر قربان کر دیں -

بعض لوگوں نے ان سفاروں سے پوچھا کہ بچوں نے تمہارا کیا قصور  
کیا ہے اس کے جواب میں انہوں نے کہا: ” یہ بچے بڑے ہو کر اسلام  
کا دم بہہ گئے تھے کے پلوں کو پہلے ہی دن مار ڈالا چاہیے تھا کہ بڑھکے نہ  
بھولندیں - ہم ان ممالک میں ایک مسلمان کو بھی زندہ نہ چھوڑینگے -  
ایونکہ ہم جہنم میں نہ یورپ کو اسلام کی نجاست سے پاک کر دیں -

( سالونیکا ) اور ( رومیلی ) کی مسجدوں کے مدرے منہدم کر دیے  
گئے - ممبر نور دیے گئے، اور انکی عمارتوں کو گرچا بنا دیا - تمام  
مسلمانوں کو شاید ان ایذا اور چوڑے کی عمارتوں کی توہین پر بہت  
غصہ آگیا، اور بیشک میڈیا یہ عقیدہ ہے کہ انکی توہین اسلام  
و توحید کی توہین ہے - یہ شعائر اسلام ہیں، اور ہر مسلمان کا فرض  
ہے کہ اپنے خون کا آخری قطرہ بھی اسکی حفاظت میں بہا دے -  
مگر اس مصیبت کی میرے نظر میں کچھ اہمیت نہیں رہتی،  
جب میں ان ہزاروں مسلمان خاندانوں کا خیال کرتا ہوں، جن میں  
سے ہر ایک جسم و وجود، اسلام و توحید کی اپنے دلوں میں  
مسجدیں رکھتا تھا مگر انکی لاشوں کو مٹی تک نصیب نہ ہوئی -

جب میں یہ خیال کرتا ہوں کہ ایک طرف حاملین توحید کی  
صغیں کھڑی ہیں اور بلغاری، گواہوں کی بارش سے انکا چراغ ہستی  
گل کر رہے ہیں، دوسری طرف انکی عزتیں اور بیچے پاؤں بڑبڑاتے  
ہیں اور زار قطار رہ رہے ہیں مگر ظلم مسیح پرستوں کے دل پر ذرا  
بھی اثر نہیں پڑتا، بلکہ وہ جس قدر آہ و زاری کرتے ہیں انہی ہی  
انکی سنگینی آہ بڑھتی جاتی ہے - جب میں اس جگر پوش منظر  
کو پیش نظر کرتا ہوں وہ اسلامی خاتونیں جو ہمیشہ اپنی عیسائی  
بہنوں کو بزمہائے عیش میں لطف اختلاط اٹھاتے دیکھتی تھیں  
مگر محض اپنے پاک مذہب کی ممانعت کی وجہ سے غیر مرد کا

## ادبیات

—:○(\*)○:—

دعوت درد

— \* —

اتھہ دل راحت طلب پیدا سر شوریدہ کر \* آپ بھی غمدیدہ ہو اور ونکو بھی غمدیدہ کر  
پھونک دے محفل کو اپنے شعلہ آواز سے \* گرمی ہنگامہ سے ہر قلب کو تفتیدہ کر  
سرمہ آسا اہل بینش کی نگاہوں میں سما \* ذرہ ہستی کو اپنے اور بھی سائیدہ کر  
شور پیدا کر جہاں میں نالہ بیتاب سے \* زخمیائے سینہ کو اپنے نمک پاشیدہ کر  
کرے عریاں شمع ہستی کو دکھا اوسکا فروغ \* یغے نذر شعلہ غم جامہ بوسیدہ کر  
ہاں زمانہ دیکھ لے رفعت تری شکل ہلال \* اور بھی اپنے تن کاھیدہ کو کاھیدہ کر  
کارواں کی چشم خوابیدہ کا ہو جا درد تو!

جب وہ سرگرم تگا پو ہو تو بن جا گرد تو!

ساقیا پھر جلوہ پیرا ہو اسی انداز سے \* زندہ کردے اہل محفل کو اسی اعجاز سے  
طائر سدرہ! ہماری خستگی پر کر نظر \* زور بازو گھٹ گیا، پر رھنگے پرواز سے  
جہانک لے پھر پردہ بردیمانی سے ذرا \* پھر سکھا طرزِ فغاں چشم نوا پرداز سے  
وہ حدای خروانی کے نغمے! وہ سرود رجز آہ! \* ہو گئے نا آشنا اپنے پرانے ساز سے  
ہمنوا ہوں غیر کا میں بھی، بھلا ممکن کہاں \* جب کراہا تک نہیں جاتا یہاں آواز سے؟  
محو کر دل سے خطا دلدادگان حسن کی \* روٹھتا ہے یوں بھی کوئی عاشق جانباز سے؟  
سر اُگر ہم کو دیا ہے سرفروشی بھی سکھا  
مے عنایت کی تو پھر وا رفتہ ہوشی بھی سکھا

( ”نیاز“ فتح پوری )

## فنگانہات

صلح کانفرنس کی شکست اور جنگ کا آغاز

— \* —

سوت ابل سلف گورنمنٹ

Suitable Self - Government.

—:○\*:○:—

دیکھا جو لیگ نے کہ ہوا خاتمہ تمام \* از بسکہ دست حق طلبی اب دراز ہے  
کہنے لگے ہیں سب کہ سیاست کا یہ نظام \* مقبول خاص و عام نہیں، خانہ ساز ہے  
تقسیم مشرقی نے عیاں کر دیا ہے سب \* جو شاہ راہ حق میں نشیب و فراز ہے  
جاری ہے ہر زبان پہ مساوات کا سبق \* ہر خاص و عام پردہ امتیاز ہے  
مجبور ہوئے لیگ نے اُلٹایا ہے ورق \* جو سر بسر مرقع نیرنگ ساز ہے  
چہرہ پہ ہے جو سلف گورنمنٹ کا نقاب \* ہر دیدہ ور اسیر طلسم مجاز ہے  
سمجھے نہ یہ کہ ”سوت ابل“ کی جو شرط ہے \* تمہید سجدہ ہائے جبین نیاز ہے  
سمجھے نہ لوگ یہ، کہ یہی لفظ پر فریب \* اس ملک میں طلسم غلامی کا راز ہے  
سب یہ سمجھے رہے ہیں کہ اب لیگ و کانگریس \* دونوں کا ایک عرصہ کہ ترک تاز ہے

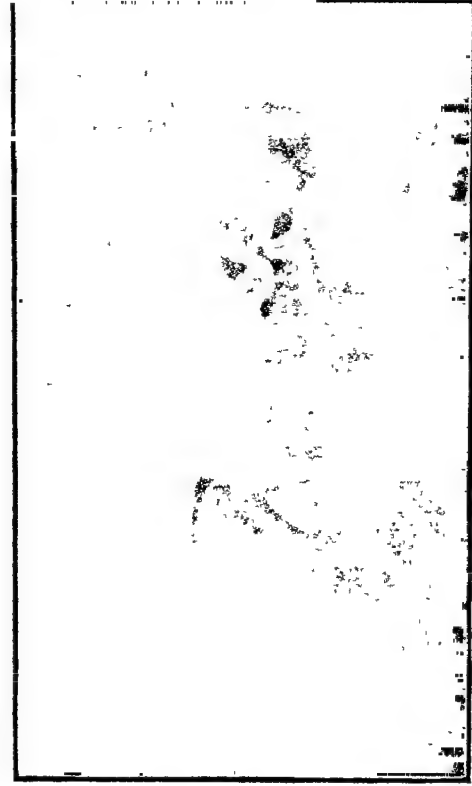
\* \* \*

جب تک کہ لوگ حلقہ بگوش خواص ہیں \* جب تک زبان قوم خوشامد طراز ہے  
جب تک ہیں لوگ عالم بالا سے مستفیض \* جب تک بہم یہ دور ”قدح ہائے راز“ ہے  
”حرار“ سے کہو کہ نہیں کچھ اُمید ”صلح“ \* متا نہیں جو تفرقہ و امتیاز ہے  
آزادی خیال پہ تم کو ہے گر غرور \* تو لیگ کو بھی شان غلامی پہ ناز ہے

( نقاد )

مشہور اتحادی: جاوید بے

جس کا ذکر اکثر مصباح الدین نے اپنے مراسلہ میں کیا ہے



نیا ہے تو ایشیاء میں بھی اسکا ظہور ہوگا اور اسکی پیچیدہ شکلیں یورپ کو ابھی کئی پشتوں تک سیاست کی شطرنج بازی میں مشغول رکھینگی اور جب تک کسی پسندیدہ و تشفی بخش صورت میں حل نہ ہو جائیں گی، اہل مشرق کو یورپ کی فتنہ پردازوں سے چین نہیں ملیگا لیکن انکے حل ہوتے ہی یہ سوال سامنے آئیگا کہ ترکوں کو بھاگ کر کس گوشہ میں پناہ لینے کی اجازت دیجائے؟

## جنگ بلقان کے حوادث

بر

ایک تفصیلی نظر

(اب عثمانی اہل قلم کی تعریف)

[بقیہ الہلال نمبر ۲]

بلقانی فوجوں نے عموماً اور سروری اور بلغاری فوجوں نے خصوصاً جن انسانیت سوز اور دلدوز سفاکیوں کا بازار گرم کیا تھا، بیشک ان کا معتقظی یہی تھا کہ ریاستہائے بلقان کے نام نہاد انسانیت پرست یورپ کی نظروں سے گر جائیں اور یورپ اپنا دست مساعدت کھینچ لے، مگر یہ نا ممکن ہے۔ اسلیے کہ صلیب اور ہلال یا با الفاظ دیگر اسلام اور نصرانیت کا مقابلہ ہے اور ایسی حالت میں جب تک کہ مخصوص مصالح کو نقصان نہ پہنچتا ہو، یورپ کی کڑی سلطنت بھی اسلام کی مساعدت کے لیے ہاتھ نہ بڑھائیگی۔ کسی مسیحی حکومت کو اسلامی سلطنت کا محافظ کہنا دانستہ سادہ رچی ہے، ہر قوم میں کچھ لوگ گہرے اور کچھ سطحی ہوتے ہیں، یہی حال عیسائی قوموں کا ہے، بعض قومیں بہت گہری ہیں اور گورہ اندر ہی اندر اسلامی بنیاد ہلا رہی ہیں، اور علانیہ کارروائی کے لیے ایسے وقت کی منتظر ہیں جبکہ قصر اسلام کے دہانے کا اصلی زر آخری وقت آجائے گا، لیکن انکی عداوت پوشیدہ رہتی ہے اور جسقدر ظاہر ہوتی ہے وہ چند مخصوص اشخاص کی طرف منسوب کر دی جاتی ہے تاکہ حکومت اُس سے متاثر نہ ہو، لیکن بعض نہایت تنگ ظرف ہیں۔ وہ اس کینے و جو اسلام کی طرف سے انکے دلوں میں پیدائش کے بعد سے نفس پرستی تک پیدا کیا جاتا ہے، چھپا نہیں سکتیں اور مرقع اتے ہی انتقام لینے لگتی ہیں۔ بلقانی اقوام کا شمار بھی قسم نئی میں ہے، اسلیے کہ جنگ کے آخری فیصلہ سے قبل انہوں

نے مفترحہ مقامات پر جو مظالم کیے ہیں، ان پر انسانیت خوں کے آنسوں رورہی ہے۔

گو لوگوں کو سکتے تعجب ہوگا، مگر واقعہ یہ ہے کہ بلغاری میرے متعلق حسن ظن رکھتے تھے۔ میرا اصول یہ ہے کہ اپنے حقوق کی حفاظت کا ہر شخص مجاز ہے، اسی لیے میرے نزدیک جو قوم اپنی قوت اور قربانی کے زور سے اپنے حقوق مانگتی ہے وہ قوم قابل رشک و لائق تحسین ہے۔ اس سے نہ حکمران قوم کو آرزوہ خاطر ہونا چاہیے اور نہ ہمسایہ اقوام کو ناراض ہونا چاہیے۔ دنیا میں کبھی کسی حاکم قوم نے اپنی محکوم قوم کو اسوقت تک حقوق نہیں دیے ہیں، جب تک کہ محکوم قوم نے اپنی حقوق پرستی کا ثبوت نہیں دیا، اور یہ ظاہر ہے کہ حقوق پرستی کا ثبوت قرار دادوں سے نہیں ہوتا۔ قرار دادوں کو وہ ایک دعویٰ سمجھتی ہے اور چونکہ کڑی دعویٰ بے دلیل کے ثابت نہیں ہو سکتا، اسلیے اسکا ثبوت مانگتی ہے، اور وہ سب سے زیادہ روشن، سب سے زیادہ یقینی، اور سب سے زیادہ ناقابل انکار قربانی ہے اسلیے اگر بلغاریوں نے اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے سر فرشتیاں کیں، تو میں نے کبھی اسکو برا نہیں سمجھا بلکہ ہمیشہ انکی حقوق پرستی کا مداح رہا۔ قطع نظر اسکے ایک انصاف پسند آدمی بھی یہی رائے رکھیکا۔ اپنی سلطنت کے نقطہ خیال سے بھی میری یہی رائے تھی۔ کیونکہ کوئی حکومت جسمیں ظلم و ستم کی فرمان روائی ہو کبھی زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہ سکتی۔ جب پیمانہ صبر لبریز ہو جاتا ہے تو قومیں محکومیت کا برجہ کاندھے سے پھینک کر خود مختار ہو جاتی ہیں۔ ایک طریقہ حکومت یہ بھی ہے کہ انصاف تو نہ ہو، مگر مشہور کیا جائے، جیسا کہ آجکل مغربی سلطنتیں اپنے حق پرش ایجنٹوں کے ذریعہ اپنی داد گستری و عدل پروری کی قصائد خوانیاں کراتی ہیں، لیکن میرا عقیدہ ہے کہ یہ فریب کاریاں زیادہ عرصہ تک کامیاب نہیں رہ سکتیں، اور جلد یا بدیر، یورپ کی محکوم قومیں اپنی حکمران اقوام کی عیاری اور حق کش، حاکم پرست، ملت فروش ہم جنسوں کی فریب کاری کو سمجھ جائیں گی۔ پس باوجود عثمانی ہونے کے میں بلغاریوں میں ہر دلعزیز تھا اور یہ اسی لیے تھا کہ میں انکی حقوق طلبی کو بالکل جائز سمجھتا تھا۔

رعایت حقوق کی بابت میرا یہ خیال ایک کلیہ ہے جو کسی حالت میں توت نہیں سکتا۔

بلقانی جسوقت مقدونیہ پر قبضہ کر رہے تھے، اسوقت مجھے خوش قسمتی نہیں بلکہ بد قسمتی سے (کیونکہ میں نے وہاں مسلمانوں پر



مشہور اتحادی اہل قلم: حسین جاہد بک ایڈیٹر (طنین)



ارمنیا، لیبونا، شام، بغداد، ریلوے، کویت، حدود ایران، جدہ، یہ مقامات منجملہ ان چند مشرقی مسائل کے ہیں جن پر برطانوی و نیز تمام مغربی اخبارات میں گذشتہ ہفتہ زور شور سے خامہ فرسائیاں ہوئیں۔ گو اس وقت بھی یہ مسائل معمولی نہیں، لیکن جس قدر زمانہ گزرتا جائیگا، اسی قدر یہ اہم ہوتے جائیں گے۔

ریاستہائے بلقان نے دل یورپ کی مساعدت سے جو کارروائیاں کی ہیں، کوئی وجہ نہیں کہ چند روز کے بعد رومانیہ بھی وہ کارروائیاں نہ کرے اور کیوں دل یورپ اسکی معارف نہ ہوں؟ فرانس ابھی سے دنیا کو یقین دلاتا ہے کہ شام اسکے حلقہ اثر میں ہے۔ (روس) نے بھی ایشیائے کوچک کا ایک مختصر سا قطعہ یعنی (اناطولیا) اپنے لیے متعین کر لیا ہے جس میں اسکو ریلوے کی بابت وہی حقوق حاصل ہیں، جن کی بدولت اسنے شمالی منچوریا پر قبضہ کیا تھا۔ آيا (جرمنی) مسیوپوٹیمیا کے متعلق صدائے دعویٰ بلند کر چکی یا نہیں؟ اسکے متعلق ابھی تک ہم نے کچھ نہیں سنا، مگر اغلب ہے کہ ضرور کرے گی۔ اور اسکے بعد (زبولنت) کا فلسطین کے متعلق دعویٰ جو گذشتہ درشنہ کو ڈاکٹر ویکس نے (ٹائمز) کے کالموں میں نہایت زور شور سے پیش کیا تھا، پیش ہوگا۔

[ابھی تک (برطانیہ) کا ذکر نہیں کیا گیا۔ میرے نزدیک اور نہ صرف میرے نزدیک بلکہ تمام حالات آشنا کے نزدیک برطانیہ اسقدر بیوقوف نہیں ہے کہ بقول ٹائمز کے چند ملین مچھل و نیم مردہ مسلمانوں کے مذہبی اہال کے خوف سے (ایشیا) میں اپنی آرزوں کو خاک میں ملاے گی اور اپنے ہمچشموں سے پیچھے رہیگی۔

واقعات کی بنیاد پر نہایت وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ برطانوی وزارت خارجہ پیش بندی سے غافل نہیں ہے۔ مصر میں جس کو مغربی دنیا کے تعلقات، جوش، اور علم کے لحاظ سے بلاد اسلامیہ کا دماغ کہا جاتا ہے، لارڈ (کچنر) بھیج دیے گئے ہیں جو بجائے ملکی افسر ہونے کے ایک نہایت شدید فوجی افسر ہیں اور جنہوں نے سودان میں برطانوی اثر قائم کرنے کی سخت ترین تدابیر کے استعمال میں بھی تردد نہیں کیا تھا۔

مصر میں انگریزی اثر کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اگرچہ موجودہ جنگ شاہ (فرڈیننڈ) نے صلیب کے نام سے کی تھی اور اسکے دیگر حلیف بھی اسکے ہم نوا تھے، مگر با ایں ہمہ انکے تعلقات مصر سے ویسے ہی رہے جیسے کے جنگ کے قبل تھے۔ کیا مصر اسلامی اور عثمانی سلطنت نہ تھی اور کیا اسلام کے مقابلہ میں اعلان، اسکے مقابلہ میں بھی اعلان نہ تھا؟ اگر تھا، تو پھر انگریزی اثر کے سوا اور کونسی شے تھی، جس نے مصر اور ریاستہائے بلقان کے تعلقات میں فرق نہیں آنے دیا؟

مصر سے انگلستان کے گونہ گون مصالح وابستہ ہیں، اسلیئے جب ممالک عثمانیہ کی تقسیم ہوگی، تو انگلستان اپنے ان مصالح اور اس اثر کی بنا پر ضرور الحاق کا اعلان کر دیگا جو یقیناً کامیاب ہوگا۔ اعلان الحاق میں اگر کسی جماعت کے خلل افکن ہونے

اندیشہ ہو سکتا ہے تو وہ مصر کی (حزب الوطنی) ہے، مگر نہایت کامیابی کے ساتھ حسن تدبیر نے اسکا شیرازہ برہم کر دیا ہے۔ رئیس جلا وطن ہے، اسکے زبردست آرگن: اللواء اور العلم بند ہیں۔ اور گواسر وقت تک اسکا احتیصال نہیں ہوا ہے، لیکن اگر واقعات کی ایسی ہی رفتار رہی تو اعلان کے وقت اسکا بالکل مردہ ہو جانا یا اگر بہت سخت جاں ثابت ہوئی تو اسقدر کمزور ہو جانا کہ انگلستان کی دیرینہ آرزو کی مقامت نہ کرسکے، یقینی ہے۔]

غرض اگر یورپ میں (مسئلہ مشرقیہ) کا حسب دلخواہ حل

نظر بہرے دیکھنا بھی گوار نہیں کرتی تھیں، آج انکی جان سے زیادہ قیمتی شے یعنی عفت پر بلغاریوں کے حملے ہو رہے ہیں۔ وہ گھبرا گھبرا کے اپنے عزیزوں کو دیکھتی ہیں لیکن وہ پا بزنجیر سامنے کھڑے حسرت آلود نگاہوں سے اپنی مجبوری کا اظہار کر رہے ہیں۔ وہ بھاگتی ہیں اور بلغاری شکاری کتوں کی طرح انکے پیچھے دوڑتے ہیں، پکڑے تلواروں اور سنگینوں کی نوکیں انکے بدن میں چبھتے ہیں اور جان کے فدیہ میں عفت مانگتے ہیں۔ جو طبیعتیں مضبوط ہیں اور خدائے ناصر و قہار کے وعدوں پر یقین رکھتی ہیں وہ مرنا قبول کر لیتی ہیں مگر اپنی ناموس کی بے عزتی گوارا نہیں کرتیں۔ مگر کچھ ایسی بد نصیب بھی ہیں کہ انکو مرنے بھی نہیں دیا جاتا، اور انکے ہاتھ پیر رسی سے باندھے دیے جاتے ہیں۔ اسوقت میرے آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں، میرے جگر میں سوراخ پڑ جاتے ہیں اور دل اچھلتا ہے کہ باہر توپ کر نکل جائے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ جس مسلمان کے دل میں عزت اسلامی کا ایک شائبہ بھی ہوگا، وہ کبھی ان حالات کو پڑھکر اپنے ہوش و حواس میں نہیں رہ سکتا۔

ایک زمانہ وہ تھا کہ خلیفہ بغداد کو ایک مسلمان بڑھیا عورت کی عیسائیوں کے ہاتھ گرفتاری گوارا نہ تھی، اور قسم کھا کر اٹھا تھا کہ محل حادثے پر جا کر دم لڑنگا۔ مگر آج انہی مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ عیسائیوں کی مسلم کشی و عصمت دری پر گھروں میں بیٹھ کے عورتوں کی طرح رہتے ہیں۔ نہ پیروں کو جنبش ہوتی ہے اور نہ ہاتھوں کو حرکت۔ جس قوم کے مردوں کے پاس گریہ رزاری، آہ و فغان، اور بہت ترقی کی تو عیسائیت سے ذات آمیز التجار کے اسلحہ ہوں، اسکی جان و آبرو کی حفاظت معلوم ہے۔

• مصائب تازیانہ عبرت میں جو سوتوں کو بیدار اور عاقلوں کو ہشیار کرتے ہیں۔ سنہ ۱۲ - نے مسلمانوں کے سامنے یورپ کے تعصب، اظہار عداوت اسلام میں بے باکی، شعائر اسلام کی توہین، اصول انسانیت و تہذیب کی بے اثری، اور ادعاء انسانیت نوازی کی حقیقت کا مرقع پیش کر دیا ہے۔ ہر شخص کو معلوم ہے کہ عیسائیوں کے مذہبی مقدس مقامات اسوقت مسلمانوں کے زیر حکومت ہیں۔ یورپ کی یہ دیرینہ آرزو ہے کہ وہ نہ صرف ان مقامات کو مسلمانوں کے ہاتھ سے نکالے، بلکہ خود مسلمانوں کے مذہبی مقامات پر بھی قابض ہو جائے۔

یہ صحیح ہے کہ تم نے بیت المقدس کی توہین نہیں کی مگر تمہیں یہ امید نہ رکھنا چاہیے کہ وہ اس کورسید میں تمہارے مذہبی مقامات کی توہین نہیں کریں گے؟ کیا جب تم نے اندلس فتح کیا تھا تو عیسائیوں کو جلا وطن کر دیا تھا؟ اور تم جب مقدونیہ پر حکمراں تھے تو تم نے عیسائی بچوں کو صرف اس جرم پر پارہ پارہ کیا تھا کہ وہ عیسائی تھے؟

### تقسیم ممالک اسلامیہ

(مقتبس از گریفک)

جب (مسئلہ مشرقیہ) یورپ سے ہمیشہ کے لیے شہر بدر کر دیا جائیگا تو وہ ایشیا میں پناہ گزس ہوگا، جہاں فوائد کے نقطہ نظر سے وہ دول عظمیٰ کو اسی طرح اشتفہ خاطر کرتا رہیگا، جس طرح کہ یورپ میں ہمیشہ کرتا رہا۔

گراں تک خود یورپ میں (مسئلہ مشرقی) کا آخری حل اب کہیں جا کر ہوا ہے، لیکن ابھی سے ایشیا کے مسائل مشرقیہ پر مغربی تعلقات کا گہرا رنگ چڑھا ہے، انہیں ابھارنے کی کوشش کیجا رہی ہے۔



### چٹلجا کا سڈ مدافعت

جس سے بالآخر تمام بلغاریائی قوت سرسٹک—راکر رھ گئی

مورچوں کی زد، ترکی قلعے

چٹلجا کے خطبہ مدافعت کی ایک تصویر ہے الہلال میں شائع ہو چکی ہے، لیکن یہ اسکا زیادہ مکمل اور واضح نظارہ ہے۔ اس میں عثمانی اور بلغاریائی استعدادات، مورچے۔

اور ساحل کے جنگی بیڑے کے مقامات اچھی طرح نظر آئے ہیں

[ الہلال جلد ۲ نمبر ۶ ]

یہ تصویر مسٹر ایچ۔ سی۔ رائے نے لکھی ہے۔ جو عثمانی انداز کے ہمراد ہیں۔ یہ عین اس وقت کی تصویر ہے، جبکہ بلغاریوں نے (بج چمپی) کے قریب آخری حملہ کیا تھا۔

تھا، سب بلقانی فوجیں اور بلقانی لڑتے لیگے تھے۔  
وہاں سے - واپسی میں (کوسٹروں) نامی ایک گاؤں میں  
میرا گذر ہوا - اندر جا کے دیکھا تو اسمیں بڑا سو مسلمان لاشیں  
پڑیں تھیں جنمیں مرد عزتیں اور معصوم بچے تھے۔

شہر عثمانیہ سے جو خانمان برباد ہجرت کر کے (سالونیکا) آ رہے تھے  
انمیں ایک دس سالہ لڑکی بھی تھی - یہ بد قسمت لڑکی تیس  
گھنٹہ کی مسافت طے کر کے شہر (طوبران) میں ٹہر گئی - (طوبران)  
جب تسخیر ہو گیا تو وہ اسوقت وہیں تھی - دشمن بھوکے بھیڑوں  
کی طرح شہر میں گھسے - انکے سفید چمکتے ہتھیار خون آشامی سے  
ابھی سیر نہیں ہوئے تھے - چند سپاہیوں کو یہ لڑکی راہ میں ملی  
وہ دیکھتے ہی اس معصوم روح پر روت پڑے اور اپنے تیز ہتھیار اسکے  
بدن میں چبھونا شروع کر دیے اس بیکس نے نہایت درد ناک آواز  
میں ان خونخوار درندوں سے رحم و انسانیات کا واسطہ دیکر چہرے کی  
درخواست کی مگر آہ! اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا اور تلوار کے وار  
کے ساتھ یہ جواب ملا کہ ”رحم و انسانیات مسلمان کے لیے نہیں  
ہے بلکہ صرف عیسائیوں کے لیے ہے“ مگر خوش قسمتی سے میں  
عین موقع پر پہنچ گیا اور ڈاکٹر (ہاجی دلکونا افندی) کی مدد  
سے اسکو ان خونخوار درندوں کے پنجوں سے بچایا میری فرمائش  
سے ڈاکٹر صاحب نے اسکی مرہم پٹی کی -

مسلمان عزتوں کی عصمت پر حملہ کرنے کے تو اس کثرت  
سے واقعات ہوئے ہیں کہ انکا بیان کرنا مشکل ہے بس یہ  
سمجھ لینا چاہئے کہ معمولی سے معمولی تکلیف جو انکو دی  
گئی وہ یہ ہے کہ انکی چادریں چاک کردالی گئیں اور چہروں پر  
راستوں کی کیچڑ ملی گئی - ایک نہایت امیر کبیر خاندان کی  
خاتونوں پر جو حملے ہوئے تھے انکی میں نے پوری تفصیل سنی ہے  
مگر میں اسکو شائع کر کے ایک معزز مسلمان خاندان کی بے عزتی  
کرنا نہیں چاہتا -

منجملہ قابل ذکر واقعات کے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ میں  
(ستر مچہ) کے کمانڈر کے کمرے میں گیا - یہ بزرگ (سرینا)  
کی احتیاطی فوج کے افسر اور (بلعراہ) کے ہائی کورٹ میں جج  
تھے، مگر دیکھا تو آپ مسلمان فیدوں کی جیبوں میں ہاتھ ڈال  
رہے ہیں اور جو کچھ نکلتا ہے اسکو اپنی جیب میں  
رکھ لیتے ہیں - مجھے یہ دیکھ کر خیال آیا کہ اللہ اکبر! جس قوم کی  
یہ حالت ہو، یورپ اسکے ہاتھ مقدونیہ کی قسمت صرف اسلئے  
دینا چاہتا ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جائے! (باقی آئندہ)

## فہرست

### زرعائے ہلال احمر

(۱۰)

پانی	آہ	روپیہ
۱۰۰	۰	۰
۹۵	۹	۰
۴۰	۴	۰
۳۷	۰	۰
۱۰	۰	۰
۷	۸	۰
۲	۰	۰
۰	۸	۰
۵	۰	۰

جذب حاجی مصباح الدین صاحب - کلکتہ  
بذریعہ منشی حبیب صاحب - جلندہ - بیواہی پور - کلکتہ  
” مسٹر آس - ایم - پدارے - مخدوم پور - گیا -  
” مواری براب علی صاحب - فٹپور -  
احمد جہاں بیگم صاحبہ - اعلیٰ خانہ نصحہ بلدار - وھارو -  
منشی نور محمد صاحب - مدر لاهور بورسٹل جیل -  
اہلیہ جناب منور صاحبہ - لاهور بورسٹل جیل -  
بنت جناب منور صاحبہ - لاهور بورسٹل جیل -  
جناب شیخ محمود صاحب - جعت فروش - اکوٹ - ہزار

مبڑان ۲۹۷ ۱۳ -  
سابق مبڑان ۹۲۱۶ ۲ -  
مبڑان کل ۹۵۱۳ ۱۵ -  
تصحیح - جذب اطف علی صاحب ریاست بہاول کی مرسلہ رقم  
گیارہ روپیہ نو آنہ گذشتہ ذہبر میں غلطی سے نو روپیہ گیارہ آنہ سائع ہو گئے ہیں -

نہایت صبر ربا و گریہ انگیز مظالم دیکھ جنکو میں چند سطروں کے  
کے بعد لکھتا ہوں (مقدونیہ کے چند مقامات میں پھرنے کا موقع  
مل گیا تھا، میں سب سے پہلے جس مقام میں پھرا، وہ (ستر مچہ)  
ہے - یہ ایک شہر ہے جو (سالونیکا) سے دو دن کی مسافت پر واقع  
ہے، اسمیں ایک ہزار پانچ سو گھر آباد ہیں جنمیں سے آٹھ سو صرف  
مسلمانوں کے گھر ہیں - یہ شہر بلغاریوں نے بزور شمشیر فتح نہیں  
کیا تھا بلکہ بلغاری کمانڈر مسبطوف کو (شاید اصل نام متیف ہے)  
اس بنیاد پر حوالہ کیا گیا تھا کہ اس نے باشندوں کی جان، مال  
اور آبرو کی حفاظت کا نہایت سنجیدہ و پختہ وعدہ کیا تھا -

کمانڈر مذکور نے (رشف) کو شہر کا والی مقرر کیا، ایک  
میونسپلٹی قائم کی اور شہر کی حفاظت کے لیے سرورپی ریجمنٹ  
چہارم کی پہلی پلٹن کے کمانڈر (یوالی) کو مقرر کر کے خود (سالونیکا)  
رہانہ ہو گیا -

لیکن شہر کی حوالگی اور امان بخشی کے بعد ہی بلقانیوں نے  
پیمان شکنی کی اور نہایت بے دردی سے ڈاکٹر عابدین، یوزباشی  
فاضل بک، یوزباشی تحسین بک، چار عہدہ لفتننٹ کے افسر، سو  
سپاہی، اور چار سو بیسی مسلمان اور یہودیوں کو قتل کر ڈالا -

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ایک قومی عدالت قائم کی  
گئی تھی جسکے سات ممبر تھے - ہر کلمہ کو قومی عدالت میں بطور  
مجرم کے حاضر کیا جاتا تھا، جس کی بریت پر سات ممبروں سے  
چھ ممبر متفق رائے ہوتے تھے وہ چہرے دیا جاتا تھا - لیکن جسکی  
بریت پر چھ ممبروں سے ہم متفق ہوتے، اسکی تمام مال و دولت  
لے لی جاتی تھی اور قید خانے میں بند کر دیا جاتا تھا -  
چوبیس گھنٹہ تک قید خانہ میں بے آب و دانہ پڑا رہتا  
تھا - اسکے بعد نکالا جاتا اور نہ - اہم کپڑے انار لینے کے بعد  
ہاتھ پیر باندھ کے پولیس کے حوالے کیا جاتا - وہ اسے کشاں کشاں  
شہر کے باہر لے جاتے اور پھر وہاں صلیب کی تیغ ستم، توحید  
پرستی کے جرم میں اسکا سر تن سے جدا کر کے اپنے آتش انتقام  
کو تھنڈا کرتی!

لیکن آہ! ان بیکران ستم کی تسلی اس سے بھی نہیں ہوتی تھی  
ایک مسلمان کے جسم پر مٹی کا تیل چھڑک کے اسکے کپڑوں میں  
آگ لگا دی گئی اور اسطرح عین بیسویں صدی میں ازمنہ  
مظالمہ کے مسیحی کارناموں کو از سر نو زندہ دیا گیا!

کریم آغا نامی شرفاء شہر میں ایک شخص تھا - اسکے اترے کا نام  
حسن افندی تھا - حسن افندی ان لوگوں میں سے تھا جن کی  
بریت پر عدالت فوج کے چھ ممبر متفق رائے نہیں ہوئے تھے اسلئے  
اس پر بھی اس ستمگاہ عدالت سے موت کا حکم صادر ہوا -  
(حسن آغا) کو بھی اپنے هموطن مسلمان شہداء کی طرح قندگاہ  
نک جانا تھا - جب پولیس نے حوالہ دیا گیا تو پولیس نے اسکو  
چوڑاؤں کی طرح زمین پر کھڑا دیا اور ایک شخص اسکی پشت پر  
سوار ہوئے سوار کی کے جانور زنگی طرح ہٹکا ہوا شہر کی بڑی بڑی  
سڑوں سے گذرا اور پھر قتل کے میدان میں پہنچا - یہاں ایک  
صلیب بدار ہاتھ میں تلوار لیے ہوتا تھا - حسن آغا نے پہنچتے ہی  
تلوار ایک بار بلند ہوئی پھر جھکی، اور اسکے بعد حسن آغا کا سر  
جو ہر روز پانچ مرتبہ درگاہ الہی میں سجدہ کے لیے جھکا کرتا تھا  
خون آرد ہو کر زمین پر تڑپنے لگا!

مسلمانوں کے آٹھ سو بیسی گھر تھے جنمیں اسوقت کل اٹھارہ  
مرد سڑے موت سے بچ رہے تھے -

چار گھروں کے علاوہ آٹھ سو اٹھتر گھروں میں نہ ایک ٹکڑا چٹائی کا  
بیٹھنے کے لیے تھا اور نہ ایک کدورا پانی کا پینے کے لیے، جو کچھ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# آلِ شَالَا

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

میر سرتوں عزیز خصوصی

اسلام آباد اسلام آباد

مقام اشاعت

۱۰۷ مکلا روڈ اشرف

کلاکٹہ

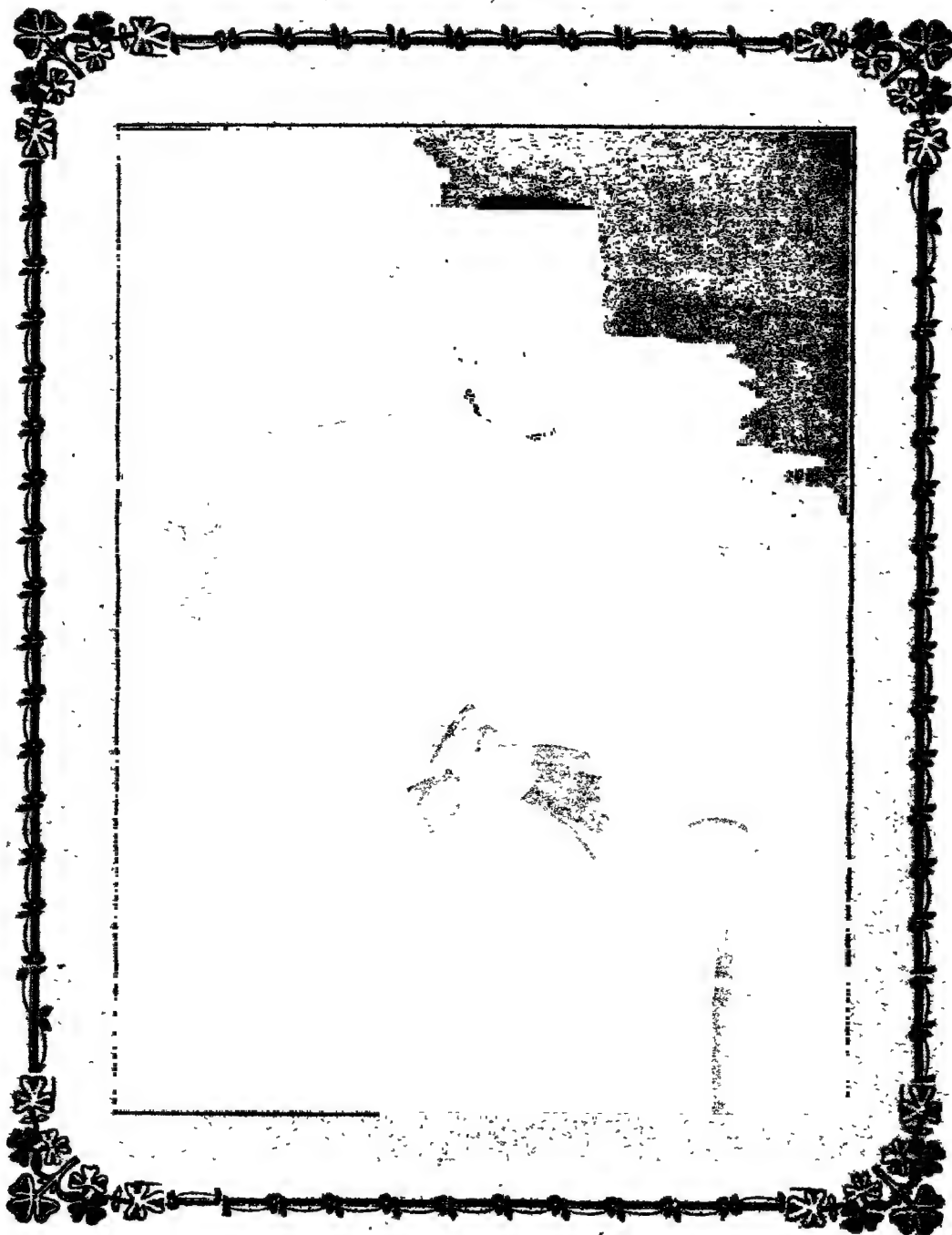
قیمت  
سالانہ ۸ روپے  
ششماہی ۴ روپے ۱۲ آنہ

جلد ۲

کلاکٹہ: چاروشنبہ ۵ ربیع الاول ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta : Wednesday, February 12, 1913.

نمبر ۶









# اطلاع

- (۱) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے، تو تاریخ اشاعت سے دو ہفتہ کے اندر اطلاع دیں، ورنہ بعد کر فی پرچہ چار آنے کے حساب سے قیمت لی جائیگی۔
- (۲) اگر کسی صاحب کو ایک یا دو ماہ کے لئے پتہ کی تبدیلی کی ضرورت ہو تو مقامی ڈاکخانہ سے بندوبست کر لیں، اور اگر تین یا تین ماہ سے زیادہ عرصہ کے لئے تبدیل کرانا ہو تو دفتر کو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیں۔
- (۳) نمونے کے پرچہ کے لئے چار آنے کے ٹکٹ آنے چاہیں یا پانچ آنے کے رمی - پی کی اجازت۔
- (۴) نام و پتہ خاصکر ڈاکخانہ کا نام ہمیشہ خوش خط لکھیے۔
- (۵) خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
- نوٹ — مندرجہ بالا شرائط کی عدم تعمیلی کی حالت میں دفتر جواب سے معذور ہے اور اس وجہ سے اگر کوئی پرچہ یا پرچے ضائع ہو جائیں تو دفتر اس کے لئے ذمہ دار نہ ہوگا۔

## شرح اجرت اشتہارات

— \* —

میعاد اشتہار	فی صفحہ	فی کالم	نصف کالم	نصف کالم سے کم
ایک ہفتہ ایک مرتبہ کے لئے	۱۵ روپیہ	۱۰ روپیہ	۷ ۱/۲ روپیہ	۸ آنے فی مربع انچ
ایک ماہ چار مرتبہ	۵۰	۳۰	۲۰	۷ آنے
تین ماہ ۱۳	۱۲۵	۷۵	۴۵	۶ آنے
چھ ماہ ۲۶	۲۰۰	۱۲۵	۷۵	۵ آنے
ایک سال ۵۲	۳۰۰	۲۰۰	۱۲۵	۴ آنے

(۱) ٹائٹل پیج کے پے صفحہ کے لیے کوئی اشتہار نہیں لیا جائیگا۔ اس کے علاوہ ۳ صفحوں پر اشتہارات کو جگہ دیجائیگی۔

(۲) مختصر اشتہارات اگر رسالہ کے اندر جگہ نکال کر دیے جائیں تو خاص طور پر نمایاں رہیں گے لیکن انکی اجرت عام اجرت اشتہارات سے پچیس فیصدی زائد ہوگی۔

(۳) ہمارے کارخانہ میں بلاک بھی طیار ہوتے ہیں جسکی قیمت ۸ آنے فی مربع انچ ہے۔ چھاپے کے بعد وہ بلاک پھر صاحب اشتہار کو واپس کر دیا جائیگا اور ہمیشہ انکے لئے کارآمد ہوگا۔

## شرائط

(۱) اسکے لئے ہم مجبور نہیں ہیں کہ آپکی فرمائش کے مطابق آپکو جگہ دیں، البتہ حتی الامکان کوشش کی جائے گی۔

(۲) ایک سال کے لئے اشتہار دینے والوں کو زیادہ سے زیادہ ۴ اقساط میں، چھ ماہ کے لئے ۲ اقساط میں، اور سہ ماہی کے لئے ۳ اقساط میں قیمت ادا کرنی ہوگی اس سے کم میعاد کے لئے اجرت پیشگی ہمیشہ لی جائیگی اور وہ کسی حالت میں پھر واپس نہ ہوگی۔

(۳) منیجر کو اختیار ہوگا کہ وہ جب چاہے کسی اشتہار کی اشاعت روک دے، اس صورت میں بقیہ اجرت کا روپیہ واپس کر دیا جائے گا۔

(۴) ہر اس چیز کا جو جوڑے کے اقسام میں داخل ہو، تمام منشی مشروبات کا، فحش امراض کی دواؤں کا اور ہر وہ اشتہار جسکی اشاعت سے پبلک کے اخلاقی و مالی نقصان کا ادنیٰ شبہ بھی دفتر کو پیدا ہو، کسی حالت میں شائع نہیں کیا جائے گا۔

نوٹ — کوئی صاحب رعایت کے لئے درخواست کی زحمت گزارا نہ فرمائیں۔ شرح اجرت یا شرائط میں کسی قسم کا رد و بدل ممکن نہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

AL - H I L A L

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad.

7-1 McLeod street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

# الاحلام

میر رسول محمد خصوصی  
مدیر کل کلام الہادی

مقام اشاعت  
۱۰۷ مکلاوڈ اسٹریٹ  
کلکتہ

عنوان تلغراف  
«الاحلام»

قیمت  
سالانہ ۸ روپیہ  
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

ایک ہفتہ وار مصور سالہ

جلد ۲

کلکتہ: چاروشنبہ ۵ ربیع الاول ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta: Wednesday, February 12, 1913.

نمبر ۶

تساویر

— \* —

چٹلجا کے خطوط مدانعت کا ایک کامل نظارہ (صفحہ خاص)  
پرنس یوسف عزالدین نامور رکن انقلاب عثمانی ۸ (ب)

تلغراف خصوصی

بنام الاحلام

(قسطونہ: ۱۱ فروری)

عثمانی اقدامات غیر متوقع طور پر کامیاب ہو رہے ہیں۔  
ایڈریا نریل نا قابل تسخیر۔ انور بے یقین ہے کہ ایڈریا نریل میں  
ہیں اور عنقریب محاصرہ توڑ کر محصورین پر حملہ آور ہونگے۔ میڈیا  
اور گیلی پولی میں اجتماع افواج۔ سقوطی میں سخت جنگ کے  
بعد دشمنوں کو کچل ڈالا گیا، ۱۰۰ ہزار مجروح و مقتول، اور مانٹی  
نیگر کی قوت کا خاتمہ۔ قسطنطنیہ میں جنگی جوش حد بیان سے  
باہر۔ عجب نہیں کہ سلطان المعظم بہ نفس نفیس افواج کا  
معائدہ فرمائیں۔ مہاجرین اور مجروحین، اپنی اعانت کے  
منظر ہیں۔

(مصباح)

یغادرس پر قبضہ

— \* —

ریوٹر قسطنطنیہ سے تار دیتا ہے کہ آدریا نریل کے قلعہ سے محصور  
ترکوں نے نکل کر ۹ ماہ حال کو بلغاریوں پر حملہ کر دیا اور (آلینڈن)  
کی پہاڑیوں پر سنگینیں چڑھا کر چڑھ گئے اور بلغاریوں کو سخت و شدید  
نقصانات پہنچا کر اس پر قابض ہو گئے۔ چٹلجا کی ترکی فوج  
(پاپا برغاس) کی فوج سے متحد ہو گئی اور دونوں نے ملکر بلغاریوں  
پر جو مغرب کی پہاڑیوں پر موجود تھے حملہ کر دیا۔ تمام بلغاری  
گرفتار ہو گئے۔ صرف دس بلغاری بھاگ کر نکل گئے۔ ترکی رسالہ نے  
(یغادرس) پر قبضہ کر لیا ہے۔

فہرس

— \* —

شذرات

تلغراف خصوصی

حدیث الجہود

اسئلہ و اجوبتها (بجاء مقالہ افتتاحیہ)

مجلس مواد آنحضرت (علم)

وعدت مجلس ذکر (علم)

مفت و سامع علمائے حال و اسد بے محل

معبار تصدیق و علیط و اصول نقد روایت

جماعت محدثین و قصاص و واعظین

موضوعات ذکر و ادب کا سرچشمہ اول

روایات ثلاثہ حافظ ابو نعیم اصفہانی

(۱) بروایت عمرو ابن مدنی

(۲) بروایت ابن عدس

(۳) بروایت حمزہ بن عمار

تحقیق و نقد روایت ثلاثہ

کسراواں کسر و رونا لبویدان

ناموران غزوة بلقان

سرگذشت انقلاب (۲)

پرنس یوسف عزالدین و بی عہد خلافت

ادبیات

اسوہ حسنہ

فکاهات

شذرات نظم

مقالات (تراجم احوال)

دبیات سیرۃ نبوی (۴)

مراسلات

ترجمہ معرب میں اعلا کلمۃ اللہ

مسلم ہندوستانی فونڈیشن کمیٹی

شہر عثمانیہ

سری انور بے کے تارہ بریں اطہرات

۸ (د)

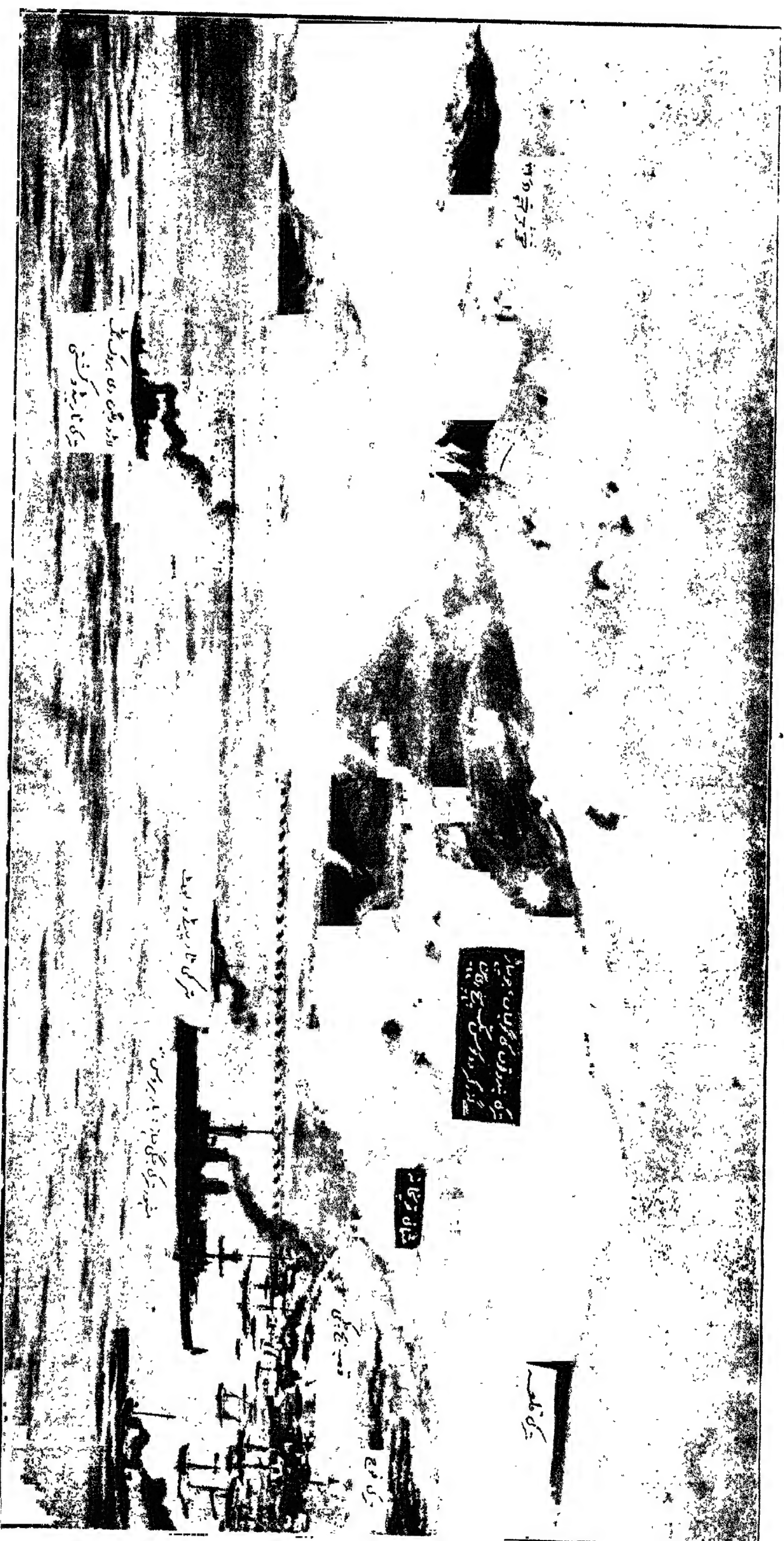
۸ (ج)

۹

۱۱

۱۴

۲۰



### چٹلچا کا سٹل مسدا فعت

جس سے بالآخر تمام بلغاری قوت سر تکر — را کر رھ گئی  
 ۴ رورچرپ کی زد ، ترکی قلعہ ۴  
 — ۴ اس میں عثمانی اور بلغاری استعدا کا مات ۴ مورچہ —

چٹلچا کے خطوط مدافعت کی ایک تصویر پر چھ الہلال میں  
 اور ساحل کے جنگی بیڑوں کے مقامات اچھی طرح نظر آتے ہیں ۔

یہ تصویر مسٹر ایچ ۔ سی ۔ رائٹ نے کھینچی ہے ۔ جو عثمانی لاسکر کے ہمراہ ہیں ۔  
 یہ عین اس وقت کی تصویر ہے ، چھہ بلغاریوں نے ( سچ چنسی ) ے قریب آخری حملہ کیا تھا ۔



[ بقیہ ناموران غزوہ بلقان صفحہ ۸ - ج - ]

( ۲ ) گورنمنٹ کی طرف سے نہیں بلکہ ذات شاہانہ ہمایوں کے دستخط سے فوراً ایک اپیل تمام ملک میں شائع کی جائے جسمیں ایک داخلی قرضہ کیلیے درخواست ہو۔

( ۳ ) نیز ایک دوسری اپیل شائع کی جائے جسمیں حفاظت وطن کیلیے ایک قومی فذ کے قیام کی درخواست ہو۔

( ۴ ) اگر خدا نخواستہ مجوزہ کمیشن کی تحقیقات کے بعد یہی نتیجہ نکلے کہ عثمانی فوج ( محمد فانی ) اور ( با یزید یلدرم ) کی عزت کی حفاظت سے جواب دیدیتی ہے تو پھر بھی جلالت ماب التوا کی منظوری کو چند لمحوں کیلیے ملتوی رکھیں، اور ایک مرتبہ خود بہ نفس نفیس چٹلجا تشریف فرما ہوکر عثمانی فوج سے صرف اتنا دریافت فرمائیں کہ ” کیا اس جسم کی حفاظت سے تم نے آخری جواب دیدیا ہے ؟ “

سلطان المعظم نے نوجوان ترکوں کی ان ملت پرستانہ معروضات کی پوری قدر دانی کی، اور حکم دیا کہ ایک کمیشن منتخب ہو۔ لیکن قبل اسکے کہ محمود شوکت پاشا وغیرہ شٹلجا روانہ ہوں، کامل پاشا اور اسکے پس پردہ معاونین نے اپنی تدبیروں کو خاک میں ملتے محسوس کرلیا، وہ سمجھے کہ اسکا نتیجہ قطعاً جنگ کا قیام، اور یورپ کی آمیدوں کی نامرادی ہوگی۔ وہ فوراً قصر سلطانی میں حاضر ہوا اور سرپرست کرکھا: ” چند ناعاقبت اندیش اور دشمنان ملک نوجوان کی باتوں میں آکر آپ ملک کی حفاظت کی آخری تدبیر کو بھی غارت کر رہے ہیں۔ جنگ کا خیال اب محض جنوں ہے۔ دول یورپ کا یہ احسان عظیم ہے کہ وہ صلح کا سامان کرکے ہمیں ہلاکت سے بچا رہے ہیں۔ جب سفراء دول دیکھیں گے کہ آپ نوجوان ترکوں کی راے پر چل رہے ہیں اور فوجی حالت کی درستگی اور تحقیق کیلیے لوگ شٹلجا جارہے ہیں، تو برہم ہوکر صلح کی منظوری سے دست بردار ہو جائیں گے، پھر مرض قطعاً لا علاج ہو جائے گا۔ “

دوسرے طرف یکایک نوجوان ترکوں کی گرفتاریاں شروع ہوگئیں، محمود شوکت پاشا کو نظر بند کردیا، کچھ نوجوان ترک لڑائیوں سے زخمی ہوکر آئے تھے، انکو بھی شفاخانوں سے نکالکر قید خانے میں بھیج دیا۔ یہ کارروائی جس سرعت اور طاقت کے ساتھ رات بھر کے اندر کی گئی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجانب کا ہاتھ بھی کام کر رہا تھا۔ نوجوان ترکوں کی گرفتاری کے بعد ہی الزامے جنگ کے کاغذات پر دستخط ہوگئے!

اس پر آشوب وقت میں بھی جس شخص نے ان مظلوم ملت پرستوں کی علانیہ اعانت کی، وہ یہی پرنس (یوسف عزالدین) تھے۔ نوجوان ترکوں کی طرح انکو کامل پاشا گرفتار نہیں کر سکتا تھا، یہ رلی عہد سلطنت تھے۔ اس نے سلطان المعظم کو یقین دلانے کی کوشش شروع کردی تھی کہ ” دراصل محمود شوکت پاشا اپکو معزول کرکے پرنس کو تخت نشین کرنا چاہتے ہیں “ لیکن اس وسوسہ کا چل جانا آسان نہ تھا۔

وہ علانیہ انجمن کی حمایت کیلیے کھڑے ہو گئے۔ صرف آٹھ شخص جو گرفتاری سے بچ رہے تھے، انکے ساتھ تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے سلطان المعظم کی خدمت میں حاضر ہوکر اس اہلیسانہ ظلم و تعدی کی فریاد کی۔ پھر پوشیدہ طرز پر فوج کے اندر اضطراب پیدا کرنے میں مدد کی۔ انور بے کی طلبی کا انتظام کیا، قانون سلطنت کی رو سے وہ بہ نفس نفیس وزارت کے کاموں میں دخل نہیں دے سکتے تھے، اسلیے ( جمال الدین بے ) کراپے طرف سے وکیل مقرر کیا اور اس طرح چند دنوں کے اندر حکومت مجبور ہوگئی کہ گرفتاران انجمن کو رہا کر دے۔

صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ بلغاریوں کو اگر بدحواس ہوکر ہمارے روانہ ہوجانا پڑا، تو ایسا ہونا ناگزیر تھا، کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرنا اپنی تمام قوت کو اس کاغذ کی طرح، جو قینچی کے در میں آگیا ہو، پارہ پارہ کر دیتے۔

اس حالت کے سمجھنے کیلیے بہتر ہے کہ قلم سے چند خطوط چار میدان جنگ کا نقشہ آپکے سامنے کر دوں۔ [ نقشہ دیکھیے ] اس نقشے میں آپ دیکھتے ہیں کہ غازی ( انور بے ) نے مارمورا کے اس حصے پر فوج اتار دی ہے، جہاں سے محاصرین ریل پر بائیں جانب کو بڑھکر باآسانی حملہ کیا جاسکتا ہے۔

پچھلے آئیے تو آپکو در دانیال کی وہ تنگ بحری شاخ

دیکھیے، جسکے ایک طرف مارمورا، اور دوسری جانب بحر اسود ہیں ( گیلی پولی ) واقع ہے، جہاں ( فتعی بے ) ۶۰ ہزار کے ساتھ موجود ہیں۔

( انور بے ) کی ناگہانی موجودگی ایک طرف تو خود محاصرین پر نوبل کے سر پر عذاب الیم بنگئی کیونکہ سامنے سے ایڈریا نوبل کو، عقب سے ( انور بے ) کا حملہ، اور سر پر شٹلجا لائن کی مشائی، یوم یغشام العذاب من فوقہم ومن تحت ارجلہم، و یقول و ما کنتم تعملون ( ۲۹ : ۵۶ ) دوسری طرف جسقدر بلغاری فوج ی پولی کی طرف سے ترغٹی تھی، وہ بالکل قینچی کے اندر آگئی۔ ایک طرف سے اگر فتعی بے کی فوج بڑھے اور دوسری طرف انور بے کی، تو سمندر کے سوا اور کوئی تیسری راہ فرار باز نہیں۔ پس بلغاریا کی حرکت بظاہر کسی پیش نظر جدید نقشہ جنگ تبدیل پر مبنی نہیں معلوم ہوتی، بلکہ محض ایک مضطربانہ بدحواسانہ آشیانے کی تلاش ہے۔ وہ بالکل مجبور ہوگئی ہے کہ غازی ( انور بے ) کے اقدام سے پہلے گیلی پولی کی مصروف کارزار فوج کو یہ طرح قوی کر دے۔

ایک تاریخی میں ظاہر کیا گیا ہے کہ ” غالباً ایڈریا نوبل کے دوسرے کی جگہ اب پوری قوت ( گیلی پولی ) کی راہ بڑھنے پر نہ ہی جائے گی “ یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ در دانیال کی طرف حملہ کرنے کا ارادہ کیا جا رہا ہے۔ آغاز جنگ ہی کے زمانے میں بعض تجربہ کاران جنگ نے اخبارات میں لکھا تھا کہ ” بلغاریا کی فوجی قوت کو ایڈریا نوبل کے محاصرے اور شٹلجا کے سامنے کاربڑے رہنے میں کیوں ضائع کر رہی ہے ؟ اسکے لیے زیادہ عقلمندانہ روئی یہ ہے کہ ( گیلی پولی ) میں اپنی قوت جمع کر دے “

ممکن ہے کہ ایڈریا نوبل کی جگہ اب ( گیلی پولی ) جنگ کے لیے نقطہ بن جائے، لیکن اگر امپائر کا تار صحیح ہے تو اسکا ت چلا گیا۔

امپائر کے تار کے قبول کر لینے میں صرف ایک امر مابع ہے، یعنی ہم اپنی خاص معلومات کی بنا پر یقین کرتے ہیں کہ اس عثمائی فوج کیلیے جلد سے جلد ایڈریا نوبل کے محاصرے کا تمہ بردینا سب سے پہلا کام ہے، اور غازی انور بے کا ارادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی طرح ایڈریا نوبل میں پہنچکر وہاں کی محصور راج بی کمان اپنے ہاتھ میں لیں، اور باہر نکالکر محاصرین پر قوت زور۔ لیکن ممکن ہے کہ مصالح نے اس راے میں تبدیلی پیدا کر دی ہو۔ بہر حال حالات و نتائج کا انتظار، اور راہ قیاس ناپید،

[۱] نلہ العلی الکبیر۔

اطلاع

پچھلا نمبر اس عاجز کی مجبور کن علامات کی وجہ سے بہت بے مزہ نکلا۔ اسکی تلافی کیلیے یہ نمبر دیورھی مختصرت اور ایک پورے صفحہ کی تصویر کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے۔ درمیان میں چار صفحے، اور آخر میں چار صفحے، کل ۸- صفحے زیادہ ہیں۔

( ایڈیٹر )



ان ہذا من اعاجیب الزمن !

کش جسقدر بحث نفس انعقاد اور مجلس کے سنت و بدعت ہونے کی نسبت کی گئی ہے، وہ اس مجلس کی اصلاح حال کیلئے کی جانی - وہ تمام چیزیں جو قوم میں شوق و شغف کے ساتھ موجود ہوں، درحقیقت ایک قوت ہیں، پس سب سے اول کوشش یہ ہونی چاہیے کہ استیقام کو ضائع کرنے کی جگہ اس سے مفید کام لیا جائے - البتہ اگر اصل کار ہی جادہ شریعت سے منکر ہو اور صورت اصلاح مفقود، تو پھر اس کے استیصال کی کوشش امر بالمعروف میں داخل اور ناگزیر ہے -

۱۱ غفلت و مدافعت علما و تشدد بے محل ۱۱ -

ہزار تعجب ہے اُس عالم صاحب تصنیف و تالیف کے دعوے علم پر، جس کے جواب کے بعض جملوں کو آپ نے نقل کیا ہے - درحقیقت یہی وہ مذہب کے نادان حامی ہیں، جن کی دوستانہ حمایت، ہمیشہ دشمنوں کی مخالفت سے زیادہ مذہب کیلئے مضر رہی ہے - جن روایات کی نسبت آپ نے تحقیق چاہی تھی، انکا انکار نہ تو نیچریت ہے اور نہ الحاد، بلکہ عین شیعہ اسلام و ایمان ہے، اور ہر صاحب نظر، جسکو فن حدیث و سیر سے کچھ بھی خبر ہوگی، ایک لمحہ کیلئے بھی ان روایات کو تسلیم نہیں کریگا -

آپ اس سعی و کوشش کیلئے مستحق تحسین تے، افسوس کہ اس نادان مدعی علم نے تشدد مذہبی کا بیجا استعمال کیا، حالانکہ جو محل استعمال ہیں، انکی ہمارے علما خبر بھی نہیں لیتے -

بہت سے لوگ ہیں جو تشدد مذہبی اور تعصب دینی کو علمائے حال کی طرف منسوب کرتے ہیں اور پھر برسوں سے اس پر رورہے ہیں، لیکن میں اسے صحیح نہیں سمجھتا - مجھکو تو شکایت ہے کہ جس درجہ تشدد مذہبی علما میں ہونا چاہیے، افسوس ہے کہ نہیں ہے - صدہا امور ایسے ہیں جن میں صاف طور پر ان کے بیجا تسامع و مدافعت کو دیکھ رہا ہوں اور حق و معروف کے اعلان سے دانستہ اعراض کیا جا رہا ہے - البتہ چند چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں، جن میں تشدد کا اظہار ہوتا ہے، مگر چونکہ یہ اظہار بے محل ہوتا ہے، اسلئے محض رائگان جاتا ہے، بلکہ اثر مرقعوں میں اور مضر ہوتا ہے -

ایک بہت بڑا نکتہ عمل یہ ہے کہ ہر قوت کا استعمال اس کے صحیح محل میں ہو - آپ استیقام کو جس سے سمندروں میں جہاز، خشکیوں پر ریل، اور کارخانوں میں مشینیں چلتی ہیں، قات کی بوریں میں بھر کر غبارہ بٹانے کی کوشش نہ کیجیے - ورنہ آپ کی قوت اور سعی، دونوں رائگان جائیں گی -

یہ اس ذکر کے چھوٹے کا وقت نہیں، ورنہ بجائے خود ایک داستان طولانی ہے - اپنی مصیبتوں کا حل یہ ہے کہ چادر کا کوئی گوشہ دھبے سے خالی نہیں - کس کس چیز کو بیان کیجیے، کس کس کے حال پر روئیے، اور پھر اتنا وقت کہاں سے لائیے ؟

آسودہ شبے باید و خوش مہتابے

تا با تو حکایت کنم از ہر بابے

معیار تصدیق و تغلیط و اصول نقد روایت

لیکن ان روایات کی صحت و عدم صحت کی نسبت ضمناً جن خیالات کا آپ نے اظہار فرمایا ہے، افسوس کہ فقیر اس سے متفق نہیں - وہ ایک نہایت خطرناک اصولی غلطی ہے، جس میں زمانہ حال کے مدعیان تحقیق و اجتہاد اور رہبران جادہ تطبیق عقل و نقل، برسوں سے مبتلا ہیں - آپ نے بار بار اس سوال کو دہرایا ہے کہ ”اگر یہ

کے اتباع کی لوگوں کو دعوت دی جانی، اور ان اعمال کا دلوں میں شوق و رولہ پیدا کیا جاتا، جو ایک ”مسلم و مومن“ زندگی کے لئے اصل کا اصل مایہ خمیر ہیں، اور جن کے اتباع نے صحابہ کرام کی ساری کو اس درجہ تک پہنچادیا تھا کہ لسان الہی نے ”یحبہم“ ”محبہ“ کے صدائے محبت سے انکی مدح سرائی کی اور اتباع عرب نے انکو خود محبوب بنا دیا :

ن ان کنتم اے پیغمبر! مدعیان محبت الہی سے کہدو کہ اگر عربون اللہ تم راقعی اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع بعونی یحبکم کرو (اگر تم نے ایسا کیا تو تم کو اللہ کی محبت اللہ و بعفرکم کے دعوے کی ضرورت نہرگی بلکہ) خود اللہ تم سربکم واللہ کو اپنا محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہوں کو بر الرحیم - بھی بخشدیگا وہ نہایت مہربان بخشنے والا ہے -

اگر ایسا ہوتا تو ظاہر ہے کہ ان مجالس سے بڑھکر مسلمانوں کیلئے عدت کونین کا ذریعہ اور کیا تھا ؟ یہ تمام کانفرنسیں اور انجمنیں جنکا نرس طرف ہنگامہ بپا ہے، ایک طرف، اور اس مجلس کا ایک عہد ایک طرف، جو اس ”اسرہ حسنہ“ کے نظارے میں بسر ہو - ماری مجلسیں اسی ذکر کیلئے ہونی چاہئیں، اور ہماری آنکھیں ہی جمال جہاں آرا کے نظارے کیلئے :

خدا سردے تو سردا دے تیرے زلف پریشان کا

و لنعم ما قیل :

مصلحت دید من آنست، کہ یازان ہمہ کار بگذرانند، و خم طرہ یارے گیرند !

لیکن بدبختی یہ ہے کہ ہمارے اعمال کی صورتیں مسخ نہیں رہی ہیں، مگر حقیقت غارت ہوگئی ہے - قومی تذل کے معنی یہ ہیں کہ تمام قومی و دینی اشغال بظاہر قائم رہتے ہیں لیکن سب روح مفقود ہو جاتی ہے - یہ نہیں ہے کہ ہماری مسجدیں جڑ گئی ہوں، کتنے جہاز اور فانوس ہیں جن سے مسجدیں بقیعہ و زبڈائی جاتی ہیں ؟ مگر رونا یہ ہے کہ دل اجڑ گئے ہیں، اور یہ ہسنی ہے کہ جب یہ رہبان ہرجائے تو پھر آبادی کہاں ؟ :

مجھے یہ تر ہے، دل زندہ ! تو نہ مرجائے کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے !

فانہا لاتعمی الابصار، و لکن تعمی القلوب التي فی

لصدور

مجھے کیا کہنا تھا، اور کیا کہنے لگا - بہر حال مولود کی مجلسیں بھی اپنے مقصد کے لحاظ سے ایک بہترین دینی عمل تھا، جسکی صورت تو قائم ہے، مگر حقیقت مفقود - محض ایک رسمی قریب ہے جو مثل اور رسمی صحبتوں کے ضروری سمجھ لی گئی ہے - اور امراء و رؤساء نے تو اپنی نمائش اور ریاء دولت کا اسکو بھی ایک ذریعہ بنالیا ہے -

حضرت کے صحیح حالات زندگی اور ان انقلابات عظیمہ کے بیان کی جگہ، (جو آپ کی ولادت کے واقعہ نے مشرق و مغرب میں پیدا کردے) کتنے افسوس کی بات ہے کہ محض چند روایات ضعیفہ و قصص مرہوعہ کے بیان کرنے پر اتنے بڑے ملی و دینی جذبے کو قربان کر دیا جاتا ہے ؟ اور پھر اگر محض طبقہ عوام کا یہ حال ہو تو قابل شکایت نہیں، لیکن تعجب اور صد ہزار تعجب ہے اس بوالعجبی پر، کہ صدہا علمائے مات ہیں جو با وجود ادعائے رسوخ حدیث

پرسید و وسعت نظر و عام، ان روایات کو خاموشی کے ساتھ سنتے ہیں، خرد پڑھتے ہیں، اور لوگوں سے پڑھواتے ہیں، مگر ایک لمحہ کیلئے بھی انکے دل میں تحقیق و تفتیش کی جنبش پیدا نہیں ہوتی :



کر دیجیے کہ آیا یہ واقعات واقعی مستند کتابوں میں مرقوم ہیں اور ان میں شک کرنا نیچریت اور مذہب سے کنارہ کشی ہے؟ واقعی ایسا ہی ہے تو انصاف کیجیے کہ کیا یہ واقعات عقل پر آتے ہیں؟ اور انکو آجکل کوئی تسلیم کر سکتا ہے؟ معاف فرمائیے اگر ایسے ہی واقعات سنا کر آپ ہم کو دینی جذبات سے برگشتہ کا الزام دیتے ہیں تو دیجیے، ہماری سمجھ میں تو نہیں آتے وہ واقعات یہ ہیں:

(۱) جب حضرت کی ولادت کا وقت قریب آیا تو ایک م سفید نمودار ہوا اور حضرت آمنہ کے پاس آیا نیز اس شب کرتہ جانوروں اور پرندوں نے گفتگو کی -

(۲) حضرت مریم اور حضرت آسیہ کا ولادت سے پہلے آننا بشارت دینا -

(۳) جب حضرت عبد اللہ کا نکاح حضرت آمنہ سے ہوا تو سر عورتیں رشک سے مرگئیں -

(۴) حضرت کی ولادت کے دن آتشکدہ ایران بجھ گیا، قصر نوشیروں کے کنگرے گر گئے اور خانہ کعبہ کے بت اوندھے ہو گئے -

(۵) ولادت کے بعد حضرت کچھ دیر کیلیے غائب ہو گئے پھر کسی نے بہشتی کپڑوں میں لاکر رکھ دیا -

(۶) روشنیوں کا نمودار ہونا اور عجیب عجیب آوازوں سنائی دینا -

### (الہلال)

آپکا جوش دینی، و محبت ایمانی، و فکر اصلاح مجالس مولد، مستحق تحسین و لائق تشکر ہے - فجزاکم اللہ تعالیٰ - آپنے ایک نہایت اہم اور ضروری بحث چھیڑ دی - جی چاہتا کہ بلا تامل صفحہ کے صفحہ لکھ جاؤں، لیکن افسوس کہ وقت گنجائش سے مجبور ہوں، لہذا چند کلمات ضروریہ پر کرتا ہوں:

### فضیلت مجالس ذکر (صلعم)

مولود کی مجالس کا عجیب حال ہے - مقصد مجالس - لحاظ سے دیکھیے تو فقیر کے اعتقاد میں اس سے زیادہ اہم، عصا المنفعة، اور قوم کیلیے ذریعہ ارشاد و ہدایت اور کوئی اجتہاد نہیں - لیکن طریق انعقاد پر نظر ڈالیے تو اجتماعی و مجلسی قوتوں کے ضائع کرنے کی بھی اس سے زیادہ اور کوئی افسوسناک مثال نہیں ملیگی - اسلام ایک تعلیم تھی، اور اس تعلیم کا عمل نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کہ:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ لمن کان یرجو اللہ والیوم الآخر و ذکر اللہ کثیرا

بیشک رسول اللہ کی زندگی میں لوگوں کیلیے پیروی اور اتباع کا ایک بہترین نمونہ ہے جو اللہ اور یوم الآخر سے ڈرتے اور یوم آخرت پر ایمان والے ہیں

(۳۳: ۲۲)

حضرت (عائشہ) سے پوچھا گیا کہ اُس صاحب خلق عظیم کا لفظ کیا تھا؟ فرمایا: خلقہ القرآن! اگر آنحضرت کا اخلاق دیکھنا ہے قرآن کو دیکھ لو کہ اس ”کتاب مرقوم“ کا وہ ایک ظل مجسم! اس کے عملی نمونے کی ایک ”توحہ محفوظ“ ہے! رفی ذات فلیتدفس المتذافسون (۸۳: ۱۸) (۱)

پس مولود کی مجالس کا اصلی مقصد یہ ہونا تھا کہ وہ ”اسوۃ حسنہ“ کے جمال الہی کی تجلی گاہ ہوتیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاق عظیمہ اور خصا

(۱) یہ چیز ہے کہ پیروی کرنے والوں کو اسکی پیروی کرنی چاہیے -

# الہلال

• ربیع الاول ۱۳۳۱ ہجری

—:—:—

## اسئلہ واجوبتھا

—:—:—

### مجالس مولد نبوی (صلعم)

— \* —

واحادیث ضعیفہ و موضوعہ

— \* —

(از جناب احمد حسین خان صاحب - بی - ۱ - ۷)

— \* —

چند دنوں کے بعد ماہ مبارک ربیع الاول آنے والا ہے، جبکہ مولود شریف کی مجلسیں جابجا منعقد ہونگی، لیکن جس طریقہ سے یہ مجلسیں منعقد ہوتی ہیں اور جو حالات و واقعات اسمیں بیان کیے جاتے ہیں، معلوم نہیں جناب کا خیال اس بارے میں کیا ہے؟ لیکن میں تو اسکو نہایت افسوس ناک سمجھتا ہوں اور یقین کرتا ہوں کہ یہی حالات و واقعات ہیں جنہوں نے حضرت بانی اسلام کی پاک زندگی کے متعلق مخالفین کے دلوں میں شکوک پیدا کر دیے ہیں -

ایک مدت سے میرا خیال تھا کہ ایک مختصر رسالہ حضرت کے حالات میں جمع کروں جسکو مولود شریف کی مجلسوں میں پڑھا جائے، لیکن جس طرح کے حالات کا متلاشی تھا، وہ کہیں نہیں ملتے تھے - عرصہ ہوا ایک رسالہ منشی امیر احمد امیر مینائی نے شائع کیا تھا اور لکھا تھا کہ اسمیں حالات زندگی ایک بہت بڑے عالم کی مدد سے لکھے گئے ہیں، لیکن اسکو بھی دیکھا، از سر تا پا وہی قصہ بھرے تھے - اس سال میں نے بطور مسودے کے ایک تحریر لکھی اور چند علمائے دین کو بغرض اصلاح سنائی، لیکن وہ اس امر پر نہایت برہم و ناراض ہوئے کہ ذکر ولادت کے وہ واقعات اسمیں نہ تھے جو عام کتب مولود میں بیان کیے گئے ہیں - میں نے ان میں سے ایک صاحب تصنیف عالم صاحب سے عرض کیا کہ کیا یہ واقعات مستند تاریخوں اور حدیث کی کتابوں میں لکھے ہیں؟ انہوں نے جواب میں لکھا کہ ”یہ تمام واقعات و معجزات صحیح ہیں جنکو تمام مورخین و محدثین نے ہمیشہ بیان کیا ہے - بڑے بڑے علمائے دین اور اکابر اسلام نے انکی تصدیق فرمائی ہے“ از انکو پڑھا ہے، اور مجلسوں میں سنا ہے - البتہ آجکل کے نیچروں اور ”مذہبوں کو انکے ماننے میں تامل ہے“ کیونکہ انگریزی کی کتابوں میں مرقوم نہیں

آپ ہمیشہ ہم انگریزی دانوں کو الحاد اور مذہبی غفلت کا الزام دیتے ہیں، لیکن جس انداز اور طریقہ سے دیتے ہیں، اسکی وجہ سے ہم نہایت خرس ہیں اور آپکو اپنا خیر خواہ اور مصلح سمجھتے ہیں، لیکن خدا کے لیے اس بارے میں میری تشفی

اور یقیناً یکسر موضوع ہیں، تاہم ان میں بھی ان واقعات ولادت کا کہیں پتہ نہیں - (ایضاً - صفحہ - ۳۰۴ -)

روایات ثلاثہ حافظ ابو نعیم اصفہانی

پس در اصل ان قصص کا سر چشمہ وحید، اور مبداً اول وہ تین طول طویل حدیثیں ہیں، جنکو (ابو نعیم) صاحب (دلائل) نے عمرو بن قتبیبہ، ابن عباس، اور خود حضرت عباس کی نسبت سے روایت کیا ہے، اور یہی روایات ہیں، جذکا آگے چلکر قصاص و مجلس ارا واعظوں نے اپنی گرمی مجلس کیلئے استقبال کیا، اور پھر تمام قصص و حکایات اور کتب سیر متاخرین میں داخل ہو گئیں؟

شیخ جلال الدین سیوطی نے (خصائص کبریٰ) کی پہلی جلد میں ان تینوں روایتوں کو نقل کیا ہے - ان میں سے ہر روایت ایک ایک صفحہ کی ہے - پوری نقل نہیں کر سکتے، ضروری تکررے حسب ذیل ہیں :-

#### (۱) بروایت قتبیبہ

واخرج ابو نعیم عن عمرو بن قتبیبہ، قال سمعت ابي وکان من اوعية العلم قال: لما حضرت ولادة أمّنا قال الله للملائكة افتحوا ابواب السماء كلها و ابواب الجنان كلها، و امر الله الملائكة بالعضور، فنزلت تبشر بعضها بعضاً - و تطارلت جبال الدنيا و ارتفعت البحار و تباشروا أهلها، فلم يبق ملك الا حضر، و اخذ الشيطان فغل سبعين غلا و القي منكوساً في لجة البحر الخضراء، و غلت الشياطين و المردة، و البست الشمس يومئذ نورا عظيماً، و اقيم علي رأسها سبعون الف حوراء في الهواء ينتظرون ولادة محمد صلى الله عليه و سلم - و كان قد اذن الله تلك السنة لذواء الدنيا ان يحلمن ذكورا كرامة لمحمد صلى الله عليه و سلم و ان لا تبقي شجرة الا حملت و لا خوف الا عاد امنا - فلما ولد النبي صلى الله عليه و سلم امتلأت الدنيا كلها نورا و تباشرت الملائكة و ضرب في كل سماء عمود من زبرجد و عمود من ياقوت قد استنار به فهي معروفة في السماء \* \* \* و نكست الاصنام كلها و اما اللات و العزى، فانهما خرجا من خزائنها و هما يقولان ”ريح قریش جاء هم الاميين جاء هم الصديق“

#### (۲) بروایت ابن عباس

واخرج ابو نعیم عن ابن عباس قال: كان من دلائل حمل رسول الله صلى الله عليه و سلم ان كل دابة كانت لقریش نطقت تلك الليلة \* \* \* و لم تبق كهنة في قریش و لا في قبيلة من قبائل العرب، الا حجت عن صاحبها، و انزع علم الكهنة منها، و لم يبق سرور ملك من ملوک الدنيا الا اصبح منكوساً، و الملك مخرساً لا ينطق يومه ذلك، و مرت رحش المشرق الى رحش المغرب بالبشارات \* \* \* و فتح الله لمولده ابواب السماء و جذانه فكانت آمنة تحدث عن نفسها و تقول ”اتاني آت حين مرني من حملي سنة اشهر فوكني برجله في المنام و قال لي يا آمنة! انك قد حملت بخير العالمين طرا فاذا ولدتيه فسميه محمدا“ فكانت تحدث عن نفسها و تقول ”لقد اخذني ما ياخذ النساء و لم يعلم بي احد من القوم فسمعت رجبة شديدة و امرا عظيما فها لني ذاك“ فرأيت كان جناح طير ابيض قد مسح على فودي فذهب عني كل رعب و كل رجح كذت اجد ثم التفت فاذا انا بشربة بيضاء لبنا و كنت عطشي فتناولتها، شربتها فاضاء مني نور عال، ثم رأيت نسرة كالذخل الطوال، كأنهن من بذات عبد مناف يحدثن بي فبينما انا اعجب و اذا بديباج ابيض قد مد بين السماء و الارض، و اذا بقائل يقول خذ و ممن اعين الناس قالت و رأيت رجلا قد وقفوا في الهراء بايديهم ابارق فضة و رأيت قطعة من الطير قد اقبلت حتى غطت حجري منادياها من

مخصوص متاخرین ایران میں بعض لوگوں نے وعظ گزنی کو ایک قدر فن بنا دیا، اور چونکہ قابل اور اہل قلم بھی تھے، اسلئے اپنی اس کو کتب سیر و قصص کی صورت میں مدون بھی کر دیا: و فیلو، فویل لهم و لاتباعهم -

و احسن ما روي

(ملا حسین واعظ کاشفی) اور (ملا معین الدین ہرزی) کی روایتوں میں سے ہے - علی الخصوص آخر الذکر شخص، جو بحقیقت انشا پردازي، و حکایت طرازي، و اقتباس روایات، و موضوعہ، و تاویلات، و ریکیہ، قرآن و سنت، و عبور و رسوخ، و تبدلات، و روایات یہود میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا -

نہایت بہت سے لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ آج اردو زبان میں جس قدر مولود لکھے گئے ہیں اور رائج ہیں، وہ سب کے سب بے واسطہ و واسطہ اسی (ملا معین ہرزی) کی کتابوں: معارج النبوة، سدر سورہ یوسف موسوم بہ نقرہ کار، قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام موسوم بہ اعجاز موسوی وغیرہا سے ماخوذ ہیں -

اسمیں شک نہیں کہ ان کتابوں میں بعض حصے نہایت عجیب اور قابل دید ہیں، مثلاً وہ صرفیہ و عارفانہ لطائف و نکات، و احادیث، جو اقوال و مرویات صوفیا سے لیے گئے ہیں، خود اس نے پیدا کیے ہیں، لیکن تاہم ان لطائف کو کیا کیجیے، اصل موضوع ہی سر تا سر ینبوع خرافات ہے -

وگ ان میں سے اکثر چیزوں کے خود مرید نہ تھے، بلکہ اپنی بہمت کے پیشرو افراد کے متبع، لیکن فارسی میں لکھکر اور کتب سیر و وعظ کو شائع کر کے ان لوگوں نے تمام موضوعات و خرافات کو ایران و ہند میں پھیلا دیا، اور چونکہ عوام بالطبع اس غذا کے خواہاں ہیں، بغیر کسی دقت کے انکو قبول علم حاصل بھی ہو گیا -

#### قصص کتب مولد کا سر چشمہ اول

آپے جن روایات کی نسبت استفسار کیا ہے، (آپکو سنکر تعجب ہوا نہ) ان میں سے ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے، جو اصل ان حدیث کی بنا پر صحیح تسلیم کیا جاسکے، اور جسکو کتب معتبرہ محدثین میں روایت کیا گیا ہو - (صحاح) ان قصص سے لے کر خالی ہے - عام مسانید و معاجم اور مصنفات مشہورہ میں بھی کوئی لائق احتجاج ثبوت نہیں ملتا - حافظ (سیوطی) نے (جمع الجوامع) میں جمع احادیث کا پورا التزام کیا ہے، لیکن یہ کسی عجیب بات ہے کہ ان روایات کا اسمیں کہیں پتہ نہیں! (منہ اعمال) میں متعدد ابواب تھے جہاں یہ روایات آسکتی تھیں، مگر (معجزات من قسم الاقوال) کے باب (اعلام و دلائل نبوت) میں لیکن ایک اثر بھی وہاں درج نہیں کیا گیا - (قسم الافعال) میں ولادت کا مستقل باب موجود ہے، مگر وہ نہایت مختصر ہے اور صرف سادہ ذر، تاریخ و ایام ولادت کے متعلق پائے جاتے ہیں لیکن ان واقعات کا ذکر نہیں - معجزات ولادت میں صرف دو چار روایتیں انحضرت کے معجزوں پیدا ہوئے کی نسبت البتہ درج کی ہیں، لیکن وہ تمام ترک (ابن عساکر) کی ہیں، جنکی نسبت علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں، کہ: ”و فیہا احادیث کثیرہ ضعیفہ موضوعہ و ہینہ“ اور پھر ان سب کے راوی اول حضرت ابن عباس ہیں، اور اسلئے تمام روایات ولادت کی طرح یہ روایت بھی منقطع ہے، پس قابل احتجاج نہیں -

(ان روایات کیلئے کنز العمال جلد ۲ - صفحہ - ۳۳۱ کو دیکھیے)

منہ اعمال کے باب (قسم الافعال) میں (دلائل و اعلام نبوت)

سے عنوان کے نیچے در تین طول طویل روایتیں (ابن عساکر) وغیرہ سے لیئے درج کی ہیں، جن میں نہایت بے سرریا قصے بیان کیے ہیں

سرہما نے بھی کہا ہے، مگر پھر دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک سے الحاد پرورش پاتا ہے اور دوسرے سے مذہب پر تقویت ہوتی ہے، حالانکہ مقصود پہلی جماعت کا بھی تقویت مذہب ہی ہے۔ یہ فوق حالت بھی زیادہ تر اسی اختلاف طریق کا نتیجہ ہے۔ آپ لوگوں کو شکایت ہے کہ علما اچکل کی چیزوں پر متوجہ نہیں ہوتے۔ یہ سچ ہے، مگر اسکو بھی تو دیکھیں کہ آپ لوگوں نے انکی نظروں کو متوجہ کرنے ہی کا کونسا سامان کیا ہے؟ لوگ دیکھتے ہیں کہ جس چیز کو آپ ”تطبیق عقل و نقل“ کہتے ہیں، وہ صرف ایک تیز و برق خرام قینچی ہے، جس کو آپ اٹھایا اور بے تکان قطع و برید شروع کر دی۔ نہ علم و فن سے مس ہے، نہ اصول و قواعد کی خبر ہے، نہ کتابوں پر نظر ہے، اور اس زبان سے واقفیت ہے، جس سے قرآن و حدیث کو الگ نہیں کیا جاسکتا۔ پھر وہ آپکی وقعت کریں تو کیا کریں؟

گو میں اپنے عقیدے میں اس اغماض کو بھی علما کی ایک سخت غلطی سمجھتا ہوں اور بیان وجوہ کا یہ موقع نہیں، تاہم اگر اپنے اغماض کی یہ توجیہ کریں تو آپ کیا جواب دیں گے؟

میں جو ہمیشہ (شیخ محمد عبدہ) اور انکے متبع طریقت (سید رشید رضا) کی تعریف کرتا ہوں تو اسکی بھی یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بہ نسبت ہندوستان کے مصلحین جدید کے اس نکتہ پر زیادہ خیال رکھا ہے، حالانکہ ضرورت انکے سامنے بھی رہی تھی جو یہاں درپیش ہے۔

اب آپ اپنے سوالات کا جواب لیں۔ عقل و تفلسف کو زحمہ دینے کی ضرورت نہیں، سرے سے یہ تمام روایتیں ہی از قبیل قصص و حکایات مرضوعہ ہیں، جنکا کتب معتبرہ حدیث میں نام و نشان تک نہیں۔

#### طبقہ محدثین و جماعت قصاص و وعظ

اس تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں مگر چند الفاظ کہوں گا۔ یہ کیسی سخت بدبختی کی بات ہے کہ آج مسلمانوں میں جن چندوں کی سب سے زیادہ شہرت، اور عوام و خواص میں جو بیانات سب سے زیادہ مقبول ہیں، وہی سب سے زیادہ غیر معتبر اور نا قابل تسلیم بھی ہیں۔ یہ حال ہر علم و فن کا ہے۔ تاریخ میں بھی کتابیں اور انکی کتابوں کی حکایات مشہور و مقبول ہیں، جنکے بعد ہمارے ہاں خرافات و اکاذیب کا کوئی درجہ نہیں۔ سیر و فضائل میں بھی انہی کتابوں کو قبول علم حاصل ہے، جنکے مصنف محدثین ہی جگہ قصاص و واعظین تھے۔ سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ قدمہ کی کتابوں پر نظر نہیں، اور ہر علم و فن میں تمام تر دار و مدار متاخرین پر ہے۔ یہ لوگ محض حطاب اللیل تھے، اور چند کتابیں سے رطب و یابس روایات کو کسی ترتیب تازہ کے ساتھ جمع کر دینا ہی انکی قوت تصنیف کا سدرۃ المذہب تھا۔

میں نے در مرتبہ ”قصاص و واعظین“ کا لفظ کہا، یعنی مذہبی قصص و حکایات سے گرمی محفل کا کام لینے والے واعظ۔ فی الحقیقت یہ طبقہ ہمارے یہاں ابتدا سے سرچشمہ موضوعات و مبداء جمیع اقسام افتراء و مکذوبات، و بربوع خرافات و حکایات رہا ہے۔ یہ لوگ اپنے وعظ و بیانات کو انظار عوام میں دلفریب و پرکشش بنانے کیلئے مجبور تھے کہ قصص و حکایات کی تلاش و جستجو میں رہیں، اور اگر میسر نہ آئیں تو خود وضع کریں: یکتبوں باید یسم ثم یقرآن هذا من عند اللہ۔ پھر یہ لوگ اس طرح کی تمام روایتوں کو شائع و اخراج و تغلیب، اور داستان طرازانہ اضافہ و تحشیہ کے ساتھ اپنی مجلسوں میں بیان کرتے تھے، اور رفتہ رفتہ مرض متعدی ہو جاتا تھا۔

روایات صحیح ہیں تو کیا عقل میں آسکتی ہیں؟ جواباً گذارش ہے کہ روایات تو یقیناً صحیح نہیں ہیں، لیکن یہ اصول بھی کب صحیح ہے کہ جو واقعہ آپکی عقل میں نہ آئے، وہ یکسر غلط و موضوع ہے؟ آپ بلا تامل پرچھیے کہ یہ واقعات اصول فن روایت کی بنا پر کہاں تک صحیح اور قابل قبول ہیں؟ اور میں آپکو یقین دلانا ہوں کہ صرف اتنا پرچھ لینا ہی آپکے مقصد کے حصول کیلئے کافی ہے، لیکن یہ کہاں کا اصول تحقیق اور معیار تمیز حق و باطل ہے کہ واقعہ کی صحت کیلئے پہلی شرط آپکے عقل کی تصدیق ہے؟ آپ لوگ اچکل بے تکلف یہ جملہ کہہ دیا کرتے ہیں مگر نہیں سمجھتے کہ کیسی خطرناک سوفسطائیت کی راہ ہے، جو اسطورہ آپکے سامنے کھل جاتی ہے۔ ہر واقعہ کی صحت و عدم صحت کیلئے پہلی چیز، اصول روایت اور صحت نقل کے شرائط کا اجتماع ہے اور بس، نہ کہ زہد و عمر کی عقل میں آنا۔ مجھ کو یقین نہیں کہ ہزاروں ٹیلی گرام کو آپکی عقل تسلیم کرتی ہو، اور غالباً آپ اب تک اسکا عینی مشاہدہ بھی نہ کیا ہوگا، لیکن ازل مرتبہ جب اس ایچہ کی خبر یورپ کے کسی مستند پرچھے میں دیکھی ہوگی، اور تمام اخباروں میں اسکی شہرت کا غاغلہ مچا ہوگا، تو فرمائیے، آپ اسکی تصدیق کی تھی یا انکار؟

آپکو معلوم نہیں کہ یہی وہ سرحد ہے جہاں سے (با وجود اتحاد مقصد و اصول) مجھے اچکل کے مصلحین مذہب سے الگ ہو جانا پڑتا ہے۔ ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ جس حدیث اور جس روایت کو اپنے خود ساختہ معیار عقلی سے ذرا بھی الگ ہوتے ہیں، معاً اس سے انکار کر دینے کیلئے بیچپن ہو جاتے ہیں، اور پھر اس انکار محض کو ”تطبیق منقول و معقول“ کے عرب کن لفظ سے تعدیل کرنے کے علانیہ تمسخر سے نہیں شرماتے: و نقولون بانواہکم ما یس لکم بہ علم، و احسبونہ ہنیاء و ہو عند اللہ عظیم (۲۴: ۱۵)

حالانکہ اگر انکو عام دینید کے حصول کا موقع ملا ہوتا اور عام و فن پر نظر ہوتی، تو وہ دیکھتے کہ اسی مقصد کو اصول فن کے ساتھ چلکر بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

کیا ضرورت ہے اسکی کہ ان روایات کی محض اسوجہ سے تعاطی کر دی جائے کہ وہ ہمارے عقل میں نہیں آتیں، جبکہ ہم اصول مقررہ حدیث و اثر، و طریق جرح و تعدیل روایت، و تحقیق و نقد روایت، و شہادت موثقہ از باب علم و فن کی بنا پر بغیر ادلے دقت کے دابت کر سکتے ہیں کہ یہ روایات ہی پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں، اور اصول فن سے لائق احتجاج نہیں۔ اور اسطورہ بغیر سر شدۂ اصول کو ہاتھ سے دیے، کسی منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔

معلوم نہیں آپ میری گذارش کو سمجھا بھی یا نہیں؟ میں کہتا ہوں کہ بہت سی باتیں ہیں جنسے انکار کرنے میں ممکن ہے کہ آپسے مصلحین حال اور ہم متفق ہوں، لیکن پھر ہم میں اور ان میں بعد المشرقین ہے۔ وہ محض اس بنا پر انکار کرتے ہیں کہ انکی عقل میں نہیں آتی، اور ہم اس لیے انکار کرتے ہیں کہ اصول فن سے انکا قابل تسلیم ہونا ثابت نہیں۔ فی الفرق احق بالامن ان کذتم تعلمون؟

آپ کہیں گے کہ نتیجہ دونوں کا ایک ہے، میں کہوں گا کہ منزل تک پہنچنے ہی پر سفر کی کامیابی موقوف نہیں ہے، بلکہ بہت کچھ راہ سفر کے تعین و انتخاب پر:

و شتان ما بین خل و خمر

آپکو نہیں معلوم، صدہا باتیں ہیں کہ اچکل کے مصلحین بھی کہتے ہیں اور انہی کو امام غزالی اور شاہ ولی اللہ قدس اللہ



نعوت کا یہ حال تھا کہ وہ بھی بڑی ہمہ تساہل چپ نہ رہ سکے اور بے اختیار ہو کر انکار شدید کے ساتھ اسکی معذرت کرنی پڑی کہ معض حافظ (ابو نعیم) کے اتباع کے خیال سے درج کر دیتا ہوں! وہ لکھتے ہیں کہ میرا جی نہیں چاہتا تھا کہ ان روایتوں کو درج کروں۔ غرض کیجیے کہ جن روایتوں کے درج کر کے سے حافظ سیوطی کی طبیعت بھی اعراض کرے، وہ اس درجہ راہی و مزخرب ہوئی؟

اجکل منافق و فضائل اور واقعات و سیر میں مدعیان فن کی انتہائی سرحد حافظ سیوطی و اقارنہ ہیں۔ لیکن یہ کیسا دلچسپ اقرار خود حافظ موصوف کا ہے کہ میں ہر طرح راہی و منکر روایتیں لوگوں کے اتباع کے خیال سے درج کر دیتا ہوں فتاملوا و تفکروا ولا تغروا باصحاب العمائم العجرا ان قررها و اجازوها، ان ہم الا اصحاب اوہام و شقائق یقتربون بہا من العوام۔

کسر ایوان کسری وغیرہ

آپکے اکثر سوالات کا جواب ان روایات کی بحث میں آگیا۔ نیز بعض غیر مسئلہ عذہ امور کا بھی، لیکن ابھی ایک چوتھی روایت بڑی ہے، جسمیں تشکدہ ایران کے بچہ جانے، قصر نوشیرواں کے کنگوروں کے گرنے، کاہنوں کے پر اسرار و عجائب اظہارات اور ایک خطبہ کھانت کا ذکر کیا گیا ہے۔

یہ روایت بھی پورے در صفحہ کی ہے۔ سیوطی نے (خصائص) میں اور حافظ ابو نعیم نے (دلائل) میں اسکو درج کیا ہے۔ اگر نقل کروں تو پورے در کام مطالب ہوں۔ خلاصہ مضمون یہ ہے کہ ”آنحضرت کی ولادت کی رات کسری کے ایوان میں زلزہ محسوس ہوا، اسکے ۱۴۔ کنگوروں گر گئے، ایران کی وہ آگ جو ہزار سال سے نہیں بجھی تھی، بجھ گئی، بحیرہ سارہ خشک ہو گیا، نوشیرواں نے رزرا اور موبدن کو جمع کر کے اسکی وجہ پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے بھی خواب دیکھا ہے، عرب میں کوئی انقلاب ہونے والا ہے۔ اسپر نوشیرواں نے نعمان بن منذر کے نام خط لکھا کہ عرب سے ایک ایسا شخص بھیج دو جو میرے ہر سوال کا جواب دے، نعمان نے (عبد المسیح) نامی ایک کاہن کو بھیجا، لیکن اس نے اپنے سے زیادہ عالم (سطیح) کاہن شام کو بڈلایا، اور نوشیرواں کے سوالات لیکر وہ اسکے پاس گیا (سطیح) مرض الموت میں گرفتار تھا۔ (عبد المسیح) نے کھانت امیر اشعار پڑھے اور جب اس نے سر اٹھایا تو کہا: ”تھری الی سطیح“ و قد ارفی علی الضریح، بعثک ملک بنی ساسان، لا تجاس الایران، و خمود الذیران، و روبا الموبدان، رابی ابلا صعبان، تقود خیلا عربا، وغیرہ وغیرہ“ لیکن سطیح عمر گیا اور جواب کی مہلت نہ پڑی“ (۱)

لیکن یہ روایت بھی قطعاً ناقابل اعتدا ہے۔ اسکا راوی اول (مخزوم ابن ہانی) ہے جو اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ خود حافظ سیوطی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قال ابن عساکر: حدیث ابن عساکر نے اسکی نسبت غریب لانعرفہ الا من کہا ہے کہ حدیث غریب ہے حدیث ابن مخزوم عن ابیہ، جسکو سوائے ابن مخزوم کے تفرد بہ ابوالرب البجلي آزر کسی نے روایت نہیں (جلد اول صفحہ ۵۱) کیا ہے۔

اس روایت کے واقعات بہ تغیر الفاظ و حذف و اضافہ بعض امور، فضائل و حکایات کی کتابوں میں بکثرت ملتے ہیں، لیکن ان سب کی بنیاد یہی روایت ہے، والعبرة بما یروی المحدثون، لا بما یہذی بہ القصاصون الکاذبون۔

(۱) تہذیبی روایت کبلیے دلائل النبوة جلد اول صفحہ ۴۱۔ اور خصائص جلد اول صفحہ ۴۹۔ کو دیکھیے۔ منہ

۱۔ اس - تیسری روایت میں خود تصریح کر دی ہے کہ ”یسنہ معیف“ لیکن راوی کے اس انکسار طبع پر ہم قانع نہیں ہو سکتے، یہ نہ کہ روایت ضعیف ہی نہیں بلکہ سرے سے موضوع ہے۔ روایت ضعیف حضرت عباس سے ہے جو بطور جملہ معترضہ کے अगर حدیثہ میں پہلے ہیں: ولد اخي عبد الله، وهو اصغرنا (میرا بھائی عبد اللہ) میرا اور وہ ہم تمام بھائیوں میں سب سے زیادہ چھوٹا تھا (صرف ای جملہ معترضہ اس روایت کے موضوع ہونے کیلئے ایک محکمہ نہ ہی شہادت ہے، کیونکہ بالاتفاق یہ مسلم ہے کہ حضرت عبد اللہ حضرت عباس سے بڑے تھے نہ کہ چھوٹے۔

حافظ ابن عبد البر (الاستیعاب فی معرفة الاصحاب) میں لکھتے ہیں: عباس بن عبد المطلب (عم رسول اللہ یکنی ابا الفضل بابنہ) کے چچا، اپنے لڑکے فضل کی لفصل، رکان العباس اس من نسبت سے ابر الفضل کنیت رسول اللہ بسنتین و قبل بثلاث رکھتے تھے۔ انکی عمر آنحضرت سنیں۔ (دیکھو کتاب مذکور جلد ۱ - صفحہ ۴۹۷) بعض نے کہا ہے کہ تین برس۔

جب خود حضرت عباس کی عمر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سب سے تین برس زیادہ تھی، تو آپکے والد سے کیونکر بڑے ہو سکتے ہیں؟ معلوم ہوتا ہے کہ جس نادان نے یہ قصہ گڑھکر حضرت عباس کی طرف منسوب کیا ہے، یا تو اس غریب کو اسکی خبر نہ تھی، یا جانتا تھا اور روایت کو معتبر بنانے کیلئے قصداً یہ ٹکرا داخل کر دیا کہ ضمناً ایک دوسرا مغالطہ دیکر روایت کو انقطاع سے محفوظ ثابت دے۔ فکفی بذلك کذبہ و بہتانہ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ومن کذب علیہ متعمداً فلیتبرء مقعدہ فی النار۔

(۳) ایک سب سے بڑی دلیل واضح ان روایات راہیہ کے نا قابل اعتبار ہونے کی یہ ہے کہ خود (حافظ ابو نعیم) نے (دلائل النبوة) میں ان روایات کو نقل نہیں کیا (۱) حالانکہ اسمیں ہر طرح کی ضعیف و منکر روایتیں بلا تاامل جمع کر دی ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خود حافظ موصوف کے نزدیک یہ روایات اسدرجہ اصح طور پر موضوع تھیں، کہ وہ ضعیف و منکر روایتوں میں بھی نہیں نہ لے سکے، اور باوجود انکے مذاق میں سب سے بڑے ذخیرہ دلائل اعلام نبوت ہونے کے، مجبوراً چھوڑ دینا پڑا۔

(۴) لیکن ان سب سے بڑھکر ایک برہان قاطع از شہادت واضح جو فی الحقیقت ان روایات کے موضوع ہونے کا اخیری فیصلہ دہکتی ہے (یہ ہے کہ خود حافظ سیوطی (خصائص کبریٰ) میں تیسری روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

هذا لا اثر الاثران قبلہ، یہ روایت اور اس سے قبل کی جو بد نکارة شدیدہ، ولم یز فی کتابی هذا نہایت سخت و شدید انکار و قباحیت ہے اور باوجود انکے اشد شدید انکار کے میں نے اس کتاب میں جو درج کیا، تو میرا دل اس امر کو پسند نہیں کرتا تھا مگر میں نے معض حافظ ابو نعیم کی پوری کے خیال سے ایسا کر دیا۔ (صفحہ ۴۹)

حافظ (سیوطی) ہر طرح کی رطب و یابس روایتوں کے جمع کرنے بلکہ ان سے استدلال کر دینے میں جس درجہ بے احتیاط اور تساہل پیشہ ہیں، وہ ارباب نظر سے مخفی نہیں۔ لیکن ان روایات کی

(۱) دلائل النبوة دائرة المعارف حیدر آباد میں چھپ گئی ہے۔ اسکے پچھ حصے ۳۲) میں (تزوج امہ) کا پورا باب دیکھ جائیے، بہت سی روایات معیہ و راہیہ درج ہیں مگر ان روایات کا پتہ نہیں! منہ۔

فی کتاب مفرد فی اول حلیۃ مستقل کتاب کے روایت کی ہیں  
الاولیا (کتاب التوسل) (۱) (حلیۃ الاولیا) کے ابتدا میں -  
علامہ (ابن تیمیہ) کی شہادت پر شاید بعض پرستاران سبک  
و ابن حجر مکی چین بجیں ہوں، مگر یہ واضح رہے کہ علامہ  
موصوف کے رسوخ حدیث، و حفظ و ضبط، و اتقان فن کا وہ  
و اعلیٰ مقام ہے، جس سے انکے سخت سے سخت مخالف کو بھی  
کبھی انکار کی جرأت نہو سکی - حدیث ”کنت نبیاً و ادم بین الناس  
و الطین“ کو (ان الفاظ کے ساتھ) علامہ موصوف نے موضوع  
تھا - حافظ ابوالخیر (سخاری) ایک فتوے میں بحث کرتے ہوئے  
لکھتے ہیں: ”اس بارے میں ابن تیمیہ کے علم راسع اور حدیث  
حدیث پر اعتماد کر لینا، اعتماد کیلئے کافی ہے جسکا موافق  
مخالف، دونوں کو اقرار ہے“

سخاری کا یہ قول (زرقانی) نے مواہب کی شرح میں نقل  
کیا ہے (۲)

سب سے زیادہ یہ کہ حافظ (ذہبی) کا قول اس موقع پر  
کر لینا چاہیے جو کہتے ہیں کہ: ما رايت اشد استحضاراً للمؤمن  
و غروہامہ، و کانت السنۃ بین عینیہ و لسانہ بعبارة رشیقة و عین مفتوحة

حافظ (ابو نعیم) کے اس تساہل، موضوعات پر سکوت، اور فقر  
و جمع روایات میں بے احتیاطی کی شکایت صرف علامہ موصوف  
ہی کو نہیں ہے، بلکہ اس سے بھی بڑھکر ثبوت واضح اسکے لیے موجود  
ہے - یہی حافظ ذہبی، جنہوں نے تذکرہ میں انکا ترجمہ لکھا ہے  
(میزان) میں حافظ (ابو نعیم) اور انکے معاصر (ابن مندہ) نے  
باہمی طعن و قذح کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

لا قبل قول کل منہما میں ان دونوں میں سے کسی کے طعن پر  
فی الآخر، و ہما دوسرے کے حق میں قبول نہیں کرتا میرے  
عندی مقبولان نزدیک دونوں مقبول ہیں - مجھے ان دونوں  
لا اعلم ذنباً اکبر من کا گناہ اس سے بڑھکر تو اور کوئی نہیں معلوم  
روایتیں موضوعات کہ وہ چھوٹی حدیثیں روایت کرتے ہیں  
ساکتیں علیہا! اور اسکی نسبت سکوت اختیار کر لیتے ہیں!  
حافظ (ذہبی) کے نزدیک یہ غفلات انکی مقبولیت میں خلل  
انداز نہیں، لیکن افسوس کہ اسی خطرناک مقبولیت نے ان  
موضوعات و حکایات کو قوم میں پھیلادیا، جنکی وجہ سے آج اسلام کو  
شرمندہ اغیار، اور هدف طعنہ مخالفین و اجانب بننا پڑا ہے!

(۲) اب ان روایات پر نظر ڈالئے، میں اس وقت اس بحث  
کو چھیڑنا نہیں چاہتا کہ درایت انکے مطالب کس درجہ قابل اعتراض  
و انکار ہیں؟ کیونکہ کہہ چکا ہوں کہ پہلی چیز نفس روایت ہی  
صحت و عدم صحت ہے -

ان روایات میں پہلی روایت (عمرو ابن قتیبہ) سے ہے - وہ کہتے ہیں کہ  
میں نے اپنے والد سے سنا ”کان من اربعۃ العلم“! انہوں نے اپنے والد کی  
فضیلت علمی تو بیان کردی، لیکن کچھ نہیں معلوم کہ انہوں نے  
یہ واقعہ کیونکر معلوم کیا اور کس اعتماد پر بیان کر رہے ہیں؟  
ذکر ولادت کی اکثر روایتیں منقطع ہیں (یعنی واقعہ تک رازی کا  
سلسلہ نہیں پہنچتا) لیکن یہ روایت منقطع روایات میں بی  
بدترین منقطع ہے - دوسری روایت کے رازی اول حضرت (ابن عباس)  
ہیں، لیکن ابن عباس واقعہ ولادت نبوی کے پچیس برس بعد پیدا  
ہوئے ہیں، نہیں معلوم انہوں نے کس سے سنا اور پھر باقی روایت کا

(۱) اس رائے کو علامہ ابن تیمیہ نے کتاب التوسل میں لکھا ہے، لیکن یہ کتاب ابتدا  
میرے پاس موجود نہیں ہے - مولانا شبلی نعمانی نے دیباچہ حیرت نبوی نمبر (۳)  
مطبوعہ الہلال میں اس عبارت کو نقل کیا ہے اور صفحہ (۹۹) کا حوالہ دیا ہے - ہائی  
کتابیں پیش نظر ہیں - منہ

(۲) زرقانی کا یہ مقام میں نے دیکھا ہے اور یاد ہے لیکن اس وقت تلاش کرنا چاہا  
تو جلدی میں نہ نکال سکا - منہ

الزمرد و اجنحتہا من البواقیت فکشف اللہ عن بصری و ابصرت  
تلك الساعة مشارق الارض و مغاربہا \* \* \* \* \* ثم رأیت محابة بیضاء  
قد اقبلت من السماء حتی غشیته فغیب عن وجہی و سمعت  
منادیا ینادی ”طوفوا بمحمد شرق الارض و غربہا و ادخلوا البحار  
لیعرفوہ باسمہ و نعتہ و صورته“ \* \* \* \* \* ثم تجلت عنہ فی السرع وقت  
فاذا انا بہ مدرج فی ثوب صوف ابيض و تعتہ حريرة خضراء و قد  
قض علی ثلاثة مفاتیح من اللؤلؤ الرطب و اذا قائل یقول ”قبض  
محمد علی مفاتیح النصر و مفاتیح الريح و مفاتیح النبوة“ ثم اقبلت  
سحابة اخرى یسمع منہا صہیل الخیل و خفقان الاجنحة حتی  
غشیته فغیب عن عینی، فسمعت منادیا ینادی ”طوفوا بمحمد  
الشرق و الغرب و علی موالید النبیین“ و اعرضہ علی کل روحانی  
من البحر، و الانس و الطیر و السباع“ \* \* \* \* \* و اذا انا بثلاثة نفر  
فی ید احدہم ابریق من فضة و فی ید الثانی طست من زمرد  
اخضر و فی ید الثالث حريرة بیضاء فنشرہا فاخرج منہا خاتما تحار  
ابصار الناظرین دونہ، فغسلہ من ذالک الابریق سبع مرات ثم ختم  
بین کتفیه بالخاتم و لفہ فی الحريرة ثم حملہ فادخلہ بین اجنحتہ  
ساعة ثم رده الی

### (۳) بروایت حضرت عباس

و اخرج ابو نعیم بسند ضعیف عن العباس قال لما ولد  
اخي عبد اللہ و هو اصغرنا \* \* \* \* \* فلما ولدت أمدة  
قلت لها ما الذي رأیت فی والدتك؟ قالت ”لما جاءني الطاق  
و اشتد بي الامر سمعت جلبة و كلاماً لا یشبه کلام الانبیاء“ روایت  
علما من سندس علی قضیب من یاقوت قد ضرب ما بین السماء  
و الارض \* \* \* \* \* روایت قریبی سرہا من القطاء قد سجدت لہ  
و نشرت اجنحتہا روایت نابغة سعيرة الاسدية قد مرت رهي تقول  
ما لقي الاصنام و الکهان من ولدک هذا هاکمت سعيرة و الولیل  
للانصام روایت شابا من اثم الذاس طولا و اشدہم بیاضاً، فاخذ المولد  
مني، فقتل فی فیہ، و معہ طاس من ذهب فشق بطنہ شقا، ثم  
اخرج قلبہ فشقه شقا، فاخرج منہ نكة سرداء فرمى بہا، ثم اخرج  
صرۃ من حریر اخضر ففتحہا فاذا فیہا شیء، کاذريرة البیضاء فحشاہ  
ثم اخرج صرة من حریر ابيض ففتحہا فاذا فیہا خاتم فضرب علی  
کتفہ کالبیضة و البسه قمیصاً“ فہذا ما رأیت - (۱)

لیکن یہ تینوں روایتیں قطعاً بے اصل ہیں، بوجہ ذیل:

(۱) حافظ (ابو نعیم) پانچویں صدی کے حافظ حدیث میں  
سے ہیں - (ذہبی) نے انکو تیسروں طبقہ کے ذیل میں شمار کیا  
ہے اور (تذکرہ) میں مفصل ترجمہ لکھا ہے - انکی جلالت مرتبہ سے انکار  
نہیں، لیکن کیا کیجیے کہ یہ ان لوگوں میں ہیں، جنکی نسبت  
مسلم ہے کہ فضائل و معجزات میں رطب و یابس اور ضعیف و موضوع،  
ھر طرح کی حدیثیں درج کر دیا کرتے تھے - یا تو یہ حسن اعتقاد کی  
وجہ سے تھا، یا پھر اعتماداً علی الناس، کہ لوگ خود درجہ صحت  
ضعف کو تحقیق کر لینگے - یہاں تک کہ (علامہ ابن تیمیہ) کو  
ابو لشیخ اصفہانی کے ذکر میں لکھنا پڑا:

و فیہا احادیث كثيرة قوية و اسمیں بہت سی حدیثیں ہیں  
صحيحة و حسنة و احادیث جو قوی و حسن ہیں اور بہت سی  
کثيرة ضعيفة و موضوعہ ضعیف و موضوع ہیں \* \* \* \* \* یہی  
\* \* \* \* \* رکذالک ما یوریہ حال ان احادیث کا ہے جو ابو نعیم  
ابو نعیم فی فضائل الخلفاء کے خلفاء کے فضائل میں بصورت ایک

(۱) ہم نے ان تینوں روایتوں کا بہت سا حصہ چھڑ دیا اور ترجمہ بھی نہیں  
کیا، کیونکہ اس سے مضمون بہت بڑھ جائے گا اور الہلال میں صفحات محدود - ان روایات  
میں وہ تمام واقعات و ولادت، جو عام طور پر مولود کی کتابوں میں بیان کیے  
جاتے ہیں، موجود ہیں اور جنکی نسبت آج سوالات کیے ہیں - نیز اور بھی بہت سے  
عجایب و خوارق بیان کیے گئے ہیں - منہ

وارث خلافت عثمانی: شہزادہ یوسف عز الدین ولی عہد دولت علیہ تھے۔ انہوں نے تمام شہزادگان قصر کو جمع کیا اور موجودہ وزارت کی ملک فروریوں کی خبر دی۔ انکو یقین دلایا کہ اتحاد و ترقی ہی اس وقت ایک جماعت ہے جو ملک کو اس ورطۂ ہلاکت سے نجات دے سکتی ہے۔ انہوں نے خاص طور پر اس طرف توجہ دلائی کہ کامل پاشا نے سلطان المعظم کو قسطنطنیہ چھوڑ دینے کا مشورہ دیا تھا، اور اب ترکی کی طرف سے صلح کی درخواست کر کے ذلت کی تکمیل کرنا چاہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ”اگر واقعی حالت رسی ہی نازک اور مخدش ہے، جیسی کہ یہ بوڑھا وزیر ظاہر کرتا ہے، تو پھر اس وقت اس شہر محبوب و مقدس کو ہماری سب سے زیادہ ضرورت ہے تاکہ ہم اپنے آخری قطرہ خون تک دشمنوں سے اسکو بچائیں۔ یہ کیا ہے کہ ہمکو، ہم محمد فاتح اور بایزید یلدرم کی اولاد کو، مشورہ دیا جانا ہے کہ نامردانہ ملک اور قوم کو چھوڑ کر فرار کر جائیں؟“

اس مجلس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام شہزادوں اور خاندان سلطانی کے اعضاء نے حلف اٹھایا کہ وہ آج سے انجمن کے ساتھ ہیں۔ عزت ملک کیلئے اپنی پوری قدرت صرف کرالیں گے اور موجودہ وزارت کے ارادوں کو کامیاب نہ ہونے دینگے۔

پرنس یوسف عز الدین کے خدمات کے حاصل ہوجانے سے انجمن کی کوششوں میں ایک نئی روح پیدا ہوگئی۔ انہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ سلطان المعظم سے ایک قومی وفد کی باریابی کی اجازت لیلی، جو در گھنٹے کے بعد انکی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا تھا۔ یہ وفد انجمن اتحاد و ترقی کے رضاء اور مختلف رکلاے ملت سے مرکب تھا، اور اسکے رئیس شیخ (موسیٰ کاظم آفندی)، سابق شیخ الاسلام تھے۔

اس وفد نے حاضر ہونے کی طرف سے حسب ذیل معروضات پیش کیں:—

(۱) اس وقت تک جسقدر شکستیں دولت عثمانیہ کو ہوئی ہیں، وہ دفتر جنگ کی غفلت، فوج کی بے سر سامانی، غذا کی بد نظمی، اور باقاعدہ سپاہ کی عدم موجودگی کی وجہ ہوئی ہیں۔ لیکن اب رفتہ رفتہ حالت درست ہوتی جاتی ہے، اور باوجود ہر طرح کی بے سر سامانیوں کے پھر بھی عثمانی فوج نے بلغاریہ کی قوت کو سخت مجروح و مضروب کر دیا ہے۔ پس جنگ کا ہمارے لیے اصلی وقت یہی ہے، اگر ایک ہفتے تک ہم جنگ اور قائم رکھ سکے، تو صرفاً تک ہمارا کوئی مزاحم نہوگا۔ ایسی حالت میں باب عالی کا صلح کی درخواست میں شریک ہونا سخت غلطی، اور ملک و ملت کی آخری عزت کو خاک میں ملانا ہے۔ ہم نے جنگ سے پہلے ریست ہائے بلقان کے مطالبات کو ذلت کے ساتھ ٹھکرا دیا تھا، اب بھی ہم کو چاہیے کہ خواہ کچھ ہی ہو، لیکن جیتک تلوار کا قبضہ ہاتھ میں ہے ذلت کا سر نہ جھکائیں۔

جلالت ماب کو یقین دلایا گیا ہے کہ صلح کے بغیر چارہ نہیں، مگر ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ایسا سمجھنے کی کیا وجہ ہے، جبکہ آستانے سے لیکر شتلیجا تک ہمکو عثمانی افواج کا ایک سمندر متلاطم نظر آ رہا ہے؟ اگر با ایں ہمہ صلح کا ارادہ کر ہی لیا گیا ہے، تو خدا کیلئے اسمیں اسقدر جلدی نہ فرمائیے اور کم از کم ایک مرتبہ اپنی موجودہ قوت کا صحیح اندازہ فرما لیجیے۔ تمام قوم کی خواہش ہے کہ ایک کمیشن تحقیقات کیلئے منظور کیا جائے، جسکے ممبر محمود شوکت پاشا، عزت پاشا، ناظم پاشا، عادل بے، اور شیخ الاسلام ہوں، اور اسے جلالت ماب شتلیجا روانہ فرمائیں تاکہ وہاں کی فوجی حالت و قوت کا پوری تحقیق کے ساتھ معائنہ کرے اور دیکھے کہ ایندہ جنگ جاری رکھی جاسکتی ہے یا نہیں؟

دل نہ کر دیتے۔ سب سے زیادہ اس خبر نے قصر سلطانی میں ایک عام برہمی پیدا کر دی کہ ”کامل پاشا سلطان المعظم قسطنطنیہ چھوڑ دینے اور قدیم ایشیائی پایۂ تخت عثمانی پر چلے جانے کا مشورہ دے رہا ہے!“

حقیقت کامل پاشا نے اسکی پوری سعی شروع کر دی تھی جسکے آنے والے خطرات اور قسطنطنیہ پر بلغاری قبضے کا خوف دلا کر سلطان المعظم کو ترک قسطنطنیہ کیلئے راضی کر لے، اور اس طرح ربح اسلام کا سب سے زیادہ ذلت بخش، اور چالیس کروڑ چہروں کو رسوا کرنے والا حادثہ، اسکی ملکی خیانت کی تکمیل کے ساتھ ہر جگہ۔

صلح کی گفتگو ہو چکی تھی، لیکن ابھی عرش خلافت کی (سینٹ جیمس) لندن میں نہیں کھودی گئی تھی، وہ سلطان المعظم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: ”حالات بدل رہے، اب اسکے سوا چارہ نہیں کہ جلالت ماب قسطنطنیہ کی حفاظت کو ہمارے سپرد کریں اور جہاں تک جلد ممکن ہو، تمام خاندان خلافت کو اپنے قدیمی پایۂ تخت میں تشریف لیجائیں، یہ مشورہ دینے لیے میں مجبور ہوں، کیونکہ آنے والے وقت کو دیکھنا نہیں چاہتا“ یہ کیا کہہ رہا تھا؟ یہ آتھ سربس کے تخت حکومت کو ہز و نامردانہ فرار کا مشورہ اس شخص کو دے رہا تھا، جسکے نام بزرگ (سلطان مراد) نے جنگ (قرصہ) کے معرکے میں طرح جان دی تھی کہ جانکئی کے وقت بھی اپنی پالکی کو بدان جنگ سے ہٹانے نہیں دیا!

جبکہ یہ کہہ رہا تھا، تو یقیناً اسکے اندر سے صلیبی امیدوں کا بطن لعین بول رہا تھا۔ جن امیدوں کو آج صدیوں سے یورپ میدان لگ میں پورا کرنا چاہتا ہے، یہ کہہ رہا تھا، تاکہ اسے بغیر ایک سیحی قطرہ خون کے رائگان کیے پورا کر دے۔

آہ! یہ چاہتا تھا کہ قسطنطنیہ کا وہ تخت، جو آتھ صدیوں سے بی خالی نہیں ہوا، خالی ہو جائے!

مگر کامل پاشا، جسکی رگوں کی زندگی ڈھائی ہزار برس کی بے مغضوب الہی اور تاج و تخت سے محروم قوم کے خون سے روش پڑھی تھی، اس عثمانی خون کی حرارت کا اندازہ نہیں سکتا تھا جسکا گہر آتھ سو برس سے صرف تاجدار سروں اور شمشیر لب ہاتھوں ہی میں رہا ہے۔ غالباً یہ پہلا موقع تھا کہ سلطان المعظم کو کامل کا چہرہ بغیر کسی نقاب کے نظر آیا۔ انہوں نے کہہ دیا کہ ”اس مشورے کی تعمیل محال ہے!“

اس اثنا میں بلغاریہ بھی صلح کیلئے طیار ہو گئی تھی کہ یہ دوزخی کو النوائے جنگ کے پردے میں چھپائے۔ یکایک نہر ہوا کہ کامل پاشا سخت سے سخت شرائط کے ساتھ بھی صلح سلسلہ جنبانی کر رہا ہے۔

حالت دیکھ کر اتحاد و ترقی کے ممبروں نے عرض و التجا کی ہائی کوششیں شروع کر دیں۔ سلطان المعظم کامل پاشا کی طرف مشورہ خاطر ہو چکے تھے، لیکن مشکل یہ تھی کہ وہ پوری فوج کے ساتھ حالات سے انکو بے خبر رکھتا تھا، اور یقین دلانا تھا کہ یورپ نے صلح کو منظور کر کے انکے تاج و تخت کو بچالیا ہے، اور اگر اسکے ماننے میں شامل ہوا تو پھر کوئی صورت بچنے کی نہیں، کیلئے مقدم کام یہ تھا کہ کسی طرح سلطان المعظم کو اصل حال سے خبر دیا جائے۔

انجمن اس سے پہلے سلطان المعظم سے عرض حال کر چکی تھی اور وہ چکی تھی کہ کامل پاشا کے تسلط سے یہ طریقہ بھی مفید نہیں، پس اس نے قصر سلطانی کی طرف توجہ کی اور خاندان سلطانی کو اپنا ہم خیال بنانا چاہا۔

اس سعی میں سب سے زیادہ جس شخص نے حصہ لیا وہ



# ناموران غزوہ بلقان

## سو گزشت انقلاب

— \* —

(۲)

پرنس یوسف عزالدین ولی عہد خلافت علیہ  
و نامور رکن انقلاب

— \* —

(مقدس از بعض مراتب آستانہ علیہ)

— \* —

(۲۹) جنوری کی اشاعت کے

بعد ہم کو اس انقلاب کی نسبت اور کچھ لکھنے کی مہلت نہیں ملی۔ حالانکہ حالات رافر اور معلومات مزید قابل تذکرہ ہیں۔

انسانی اعمال کی انتہائی سرحد

سعی و جہد سے زیادہ نہیں ہے

نقائص پر حکومت کبھی بھی اُسے

نہیں ملی، پس موجودہ معاملات

کے خاتمے کی نسبت کوئی پیشین

گوئی نہیں کی جاسکتی۔ تاہم اس

وقت نازک میں عزت ملک و ملت

کیلئے ان ملت پرستان غیر نے جو

کچھ کیا، اس کی عظمت و اجلال

ہمیشہ غیر متغیر اور لازوال رہے گی۔

وہ ایک قابل احترام عمل تھا، جو

شرع بھی ہوا اور پورا بھی ہو گیا، اور

اب اپنی تکمیل کیلئے نتائج مسدقلہ

کا محتاج نہیں ہے۔ اس کا مقصد

سرپرست حکومت کو ایل بڑ عزت

سر بلندی کے ساتھ کھڑ کر دینا تھا،

اور جس وقت (انور بے) قصر وزارت

کے اندر فاتحانہ داخل ہوا اور پھر

فاتحانہ نکلا، یقین کیجیے کہ اس کے چند لمحوں کے اندر ہی انجمن

اتحاد و ترقی نے اپنے اس فرض و مقصد کو پورا بھی کر دیا۔ اس کی

سعی کی ابتدا اور مقصد کی تکمیل، دونوں ایک ساتھ انجام پائے۔

پس اب کوئی انتظار نہیں ہے جو ہم کو اس انقلاب کے احترام میں

مانع آئے، اور ہم اس کے کارنامہ ہائے عزیز و محبوب کے تذکرے سے

غافل رہیں۔

\*\*\*

الہلال کے متعلق یہ امر ناظرین کے ذہن نشیں رہنا چاہیے کہ

اس کی ضخامت محدود، اور وہ ایک ہفتہ وار جرنل ہے۔ پس

اپنی ہر اشاعت کو ترتیب دینے ہوئے فرض کر لینا ہے کہ ہفتہ

بھر کے علم حالات و اخبار ناظرین کی نظر سے گذر چکے ہیں، اور اب

یا ان کے کسی اہم حصے پر بحث و مذاکرہ کی انہیں ضرورت ہے یا ایسے معلومات کی، جو عام ذرائع سے میسر نہیں، اور ایسا فرض کر لینا اس کی حالت کے لحاظ سے ناگزیر ہے۔ پس ہم ہمیشہ خدہ معلومات کے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور معلومات حاصل کرنے کیلئے ہماری جستجو و سعی خاموش و مشغول بہ کار ہوتی ہے، نہ کہ غلغلہ انداز و نمایش خواہ۔ موجودہ انقلاب پر نسبت بھی نہایت اضطراب سے ہم اس وقت کے پورا ہوجانے انتظار کر رہے ہیں جو قسطنطنیہ کی ڈاک کیلئے ضروری ہے امید ہے کہ بہت جلد مرقق ترین و مفصل تر حالات پیش کرسکیں گے لیکن انقلاب سے ایک ہفتہ پیش

تک کے بعض ضروری کوائف ہیں جو ضرور ہے کہ بالترتیب شائع کی جائیں۔

\*\*\*

یاد ہوگا کہ ڈاکٹر (مصباح الدین شریف بے) نے اپنے گزشتہ مرسہ میں لکھا تھا:

”ہم نے ولی عہد خلافت۔

ذریعہ جلالت ماب کو حالات سے واقف

کرنے چاہا، مگر اس کو خلع سلطانی کو

کوشش سے تعبیر کیا گیا، اور ہم

تہمت لکائی گئی کہ ہم تخت

خلافت کو اولت دینا چاہتے ہیں!“

یہ ایک تفصیل طلب اشارہ ہے

انجمن اتحاد و ترقی کے گذشتہ

چار سالہ عہد اقتدار میں شاہزادہ

قصر خلافت کی خواہشوں کا بہ

ایک خاص نازک مسئلہ رہا ہے

یہ لوگ اتحادی وزارت سے خبا

نہ تھے، اور بہت سی شکایتیں دینا

کرتے تھے۔ منجملہ ان کے ایک بڑے

شکایت یہ تھی کہ اتحاد

وزارت نے ان کی تنخواہیں گھٹا دی تھیں، اور پیش قرار رقم

حاصل نہیں کرسکتے تھے۔ سعید پاشا کی وزارت کے ساتھ جب

اتحاد و ترقی کو شکست ہوئی، تو کامل پاشا کی جماعت نے

نئے اقتدار کے بڑھانے میں اس واقعہ سے بھی فائدہ اٹھایا، اور شاہزادہ

شہزادوں کی ہمدردی حاصل کر لی۔ یہاں تک کہ کامل پاشا کے

اعظم ہونے پر ایک شہزادے نے مدحیہ ترکی نظم بھی لکھی تھی۔

مگر واقعات میں جلد جلد تبدیلی شروع ہوگئی اور جنگ کے

السیر تغیرات نے ارادوں اور منصوبوں کے چہرے بے نقاب کر دیے

پے درپے شکستوں کے ظہور، وزارت کے تساہل، یورپ پر اعتماد

کامل پاشا کی بزدلی، ذلت بخش درخواست صلح، اور جنگ

کی طیاروں کی مرقوفی، یہ واقعات ایسے نہ تھے، جو ان کو



عزالدین والین :

حضرت شہزادہ یوسف عزالدین ولی عہد دولت عثمانیہ

# مقالا

## تراجم احوال

دباجہ

### سیرۃ نبوی

—: \* —:

( اثر: شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی )

—: \* —:

( ۴ )

بقیہ ” فنِ روایت “

—: \* —:

سخت فرگذاشت یہ ہوئی کہ روایت کے اصول و قواعد میں عیت واقعہ کے اثر کا خیال نہیں کیا گیا، یعنی یہ نہیں ملحوظ رکھا کہ واقعہ کی نوعیت کے بدلنے سے شہادت اور روایت کی حیثیت ان تک بدل جاتی ہے؟ مثلاً ایک شخص جو ثقہ ہے، ایک ایسا معمولی واقعہ بیان کرتا ہے جو عموماً پیش آتا ہے اور پیش آسکتا ہے، بے تکلف یہ روایت تسلیم کے قابل ہے، لیکن فرض کرو وہی راوی سا واقعہ بیان کرتا ہے جو غیر معمولی اور تجربہ عام کے خلاف ہے، زبرد پیش کے واقعات سے مناسبت نہیں رکھتا، تو اب راوی کی عمری درجہ کی ثقافت کافی نہیں ہو سکتی، بلکہ اُس کو معمولی درجہ سے زیادہ عادل، زیادہ محتاط، زیادہ نکتہ دان ہونا چاہیے۔

اس نکتہ کے ملحوظ نہ رکھنے سے روایت کے اکثر قاعدوں میں ہمیشہ قائم کر لی گئی، اور اس سے بہت سی غلطیاں پیدا ہو گئیں۔ مثلاً ایک بحث یہ ہے کہ روایت کرنے کے لئے کسی عمر کی حد ہے یا نہیں؟ اکثر محدثین کا مذہب ہے کہ ۵ - برس کا لڑکا حدیث کی روایت کر سکتا ہے۔ محدثین کا اس پر استدلال یہ ہے کہ حماد بن الربیع ایک صحابی تھے، آنحضرت کے وقت وہ پانچ برس کے تھے۔ آنحضرت نے ایک دفعہ اظہار محبت کے طور پر ان کے مونہہ پر کھلی کا پانی ڈال دیا تھا۔ اس واقعہ کو انہوں نے جوان ہو کر لوگوں کو بیان کیا، اور سب نے یہ روایت قبول کر لی۔ اس سے ثابت ہوا کہ ۵ - برس عمر کی روایت مقبول ہے (۱) محدثین کا یہ بھی استدلال ہے کہ اگر بلوغ کی قید لگائیں، تو بہت سے صحابہ کی روایتیں ہمز دینی پڑیں گی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس آنحضرت کے وفات کے وقت ۱۴ - ۱۵ - برس کے تھے۔ عبد اللہ بن زبیر ۹ - ۱۰ - برس کے تھے۔ سلمان بن بشیر ۸ - برس کے تھے۔ اسی طرح سائب بن یزید، عبد اللہ بن جعفر، سیرور بن مخرمہ، سلمہ بن مغلہ، عمر بن ابی سلمہ، سف بن عبد اللہ بن سلام، ابو طفیل وغیرہ نے کم عمری میں حضرت سے حدیثیں سنی تھیں۔

اس کے برخلاف، بعض محدثین کی رائے ہے کہ کم سن کی روایت قابل حجت نہیں، فتح المغیث میں ہے:

من تمنع قوم القبول لیکن بعض لوگوں نے بچہ کے متعلق ذاتی فی مسئلۃ الصبی روایت کے قبول کرنے سے انکار کیا ہے، ائمہ، فلم یقبلوا من ان لوگوں کے نزدیک وہ روایت مقبول عمل قبل البلوغ لان نہیں جو سن بلوغ سے پہلے کی گئی ہو،

(۱) یہ دوری بحث فتح المغیث صفحہ ۱۶۶ تا صفحہ ۶۶ میں ہے (منہ)

الصبی مظنة عدم الضبط کیونکہ بچہ کی نسبت احتمال ہے کہ اس نے دھو وجہ للشافعیہ \*\*\* روایت کو اچھی طرح ملحوظ نہ رکھا ہوگا۔

وإذا كان ابن المبارك شافعیہ کے لیے یہی ایک دلیل ہے۔

یتوقف فی حدیث اسطرح عبد اللہ بن مبارک بچہ کی الصبی (صفحہ ۱۶۴) روایت کے قبول کرنے میں تامل کرتے تھے۔

لیکن یہ رائیں صحیح نہیں، بے شبہ ۵ - برس کا بچہ اگر یہ واقعہ بیان کرے کہ میں نے فلاں شخص کو دیکھا تھا، اُس کے سر پر بال تھے، یا وہ بڑھا تھا، اُس نے مجھے کو گودیوں میں کھلایا تھا، تو اس روایت میں شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ لیکن فرض کرو وہی بچہ یہ بیان کرتا ہے کہ فلاں شخص نے فقہ کا یہ دقیق مسئلہ بتایا تھا، تو شبہ ہوگا کہ بچہ نے صحیح طور سے مسئلہ کو سمجھا بھی تھا یا نہیں؟

فقہا نے اس نکتہ کو ملحوظ رکھا ہے۔ چنانچہ فتح المغیث میں شرح مہذب سے نقل کیا ہے:

قبول اخبار الصبی المميز باتمیز لڑکے کی روایت ان واقعات کے متعلق طریقہ المشاہدۃ بخلاف فیما طریقہ الذقل کالافتاء متعلق رکھتے ہوں، لیکن جو باتیں روایت الاخبار ونحوہ نقلیات میں داخل ہیں، مثلاً فتویٰ یا حدیث کی روایت کرنا، تو ان میں مقبول نہیں۔ (صفحہ ۱۲۲)

لیکن محدثین نے اس اصول کو عموماً نظر انداز کیا ہے: فتح المغیث میں ہے:

ثم الضبط نوعان: ظاہر و باطن ضبط (۱) کی دو قسم ہے: ظاہری و باطنی، ظاہری کے یہ معنی ہیں کہ لفظ کے لغوی معنی کا لحاظ رکھا جائے، باطنی کے یہ معنی ہیں کہ شرعی حکم جس بنا پر متعلق ہے، اس کا لحاظ رکھا جائے، اس کو فقہ کہتے ہیں، لیکن جو ضبط روایت کے لیے مشروط ہے اکثروں کے نزدیک وہ صرف ظاہری ضبط ہے کیونکہ ان لوگوں کے نزدیک روایت بالمعنی جائز ہے اسی بنا پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ روایت کے ادا کرنے میں معنی بدل جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اکثر صحابہ نے بہت کم حدیثیں روایت کیں کیونکہ معنی کا نہ بدل جانا مشکل ہے، لیکن محدثین اس کا لحاظ نہیں کرتے بلکہ بچہ جب سننے اور مجلس میں شریک ہونے کے قابل ہو گیا تو اس کی روایت کو جائز سمجھتے ہیں۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ سیرت نبوی کے نہایت اہم واقعات

ثم الضبط نوعان: ظاہر و باطن فالظاهر ضبط معناه من حيث اللغة، والباطن ضبط معناه حيث يتعلّق بالحکم الشرعی به وهو الفقہ، ومطلق الضبط الذي هو شرط في الراوی، هو الضبط ظاهراً عند الاكثر، لانه يجوز نقل الخبر بالمعنی تامة بتدیل المعنی روایتہ قبل الحفظ او قبل العلم حين سمع ولهذا المعنی قلت الرواية عن اكثر الصحابة لتعذر هذا المعنی قال وهذا الشرط وان كان علی ما بينا فان اصحاب الحديث قل ما يعتبرونه فی حق الطفل دون المغفل فانه متى صح عذره سمع الطفل او حضوره اجازوا روايته (صفحہ ۱۲۱)

(۱) ضبط کا لفظ محدثین کی ایک اصطلاح ہے، جس کے معنی میں کسی روایت کے الفاظ اور مطلب کو اچھی طرح سمجھنا اور ادا کرنا ہے۔

## ادبیات

لقد كان لكم في رسول الله :

### اسوة حسنہ (۱)

—:— (\*) —:—

افلاس سے تھا (سیدہ پاک) کا یہ حال \* گھر میں کوئی کنیز نہ کوئی غلام تھا  
گھس گھس گئی تھیں ہات کی دونوں ہتھیلیاں \* چکی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا  
سینہ پہ مشک بھر کے جو لڑتی تھیں بار بار \* گونور سے بھرا تھا، مگر نیل فام تھا  
ات جاتا تھا لباس مبارک غبار سے \* جھارو کا مشغلہ بھی جو ہر صبح و شام تھا  
آخر گئیں جناب رسول خدا کی پاس \* یہ بھی کچھ اتفاق کہ واں اذن عام تھا  
معمر نہ تھے جو لوگ تو کچھ کر سکیں نہ عرض \* واپس گئیں کہ پاس حیا کا مقام تھا  
بہر جب گئیں دوبارہ تو پرچھا حضور نے : \* کل کس لیے تم آئیں تھیں، کیا خاص کام تھا ؟  
غیرت یہ تھی کہ آپ بھی نہ کچھ منہ سے کہہ سکیں \* (حیدر) نے ان کے منہ سے کہا جو پیام تھا  
ارشاد یہ ہوا کہ ”غریبان بے وطن \* جن کا کہ صفۃ نبوی میں قیام تھا  
میں ان کے بندوبست سے فارغ نہیں ہنوز \* ہرچند اس میں خاص معجز اہتمام تھا  
جو جو مصیبتیں کہ اب ان پر گذرتی ہیں \* میں اسکا ذمہ دار ہوں، میرا یہ کام تھا  
کچھ تم سے بھی زیادہ مقدم تھا ان کا حق \* جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا  
خاموش ہو کے (سیدہ پاک) رہ گئیں \* جرأت نہ کر سکیں کہ ادب کا مقام تھا  
یوں کی ہر (اہل بیت) مطہر نے زندگی \* یہ ماجرای دختر خیر الانام تھا  
(شبلی نعمانی)

(۱) یہ پورا واقعہ اسی تفصیل سے (سدری داؤد) میں مذکور ہے۔

## فنگانہا

### شذرات نظام

— \* —

نلاعہ سیاست کا آمد و اورد

کوئی پوچھے تو میں کہہ دوں گا ہزاروں میں یہ بات \* روش (سید مرحوم) خوشامد تو نہ تھی  
ہاں مگر یہ ہے کہ تحریک سیاسی کی خلاف \* اُن کی جو بات تھی، اورد تھی، آمد تو نہ تھی  
عشق آباد ہمد

لاکھ آرادی انکار کو روکا، لیکن \* یہ وہ افسوس ہے کہ ہر شخص پہ چل جاتا ہے  
غیر کمبخت تو گستاخ تھے مدت سے، مگر \* اب تو کچھ آپ کے منہ سے بھی نکل جاتا ہے  
حرکت مذہبی

کامیابی میں بس ایک آدہ برس باقی ہے \* لیگ سے سلسلہ کانگرس باقی ہے  
اب بھی آجاتی ہے کالج سے خوشامد کی صدا \* جا چکا قافلہ، اب بانگ جرس باقی ہے  
رہی کا دل

بیڑیاں اور توکت جائیگی کتنے کتنے \* کوئی اس مرحلہ سعی میں ناکام نہیں  
(سوٹ ابل) کا یہ مگر سلسلہ بے معنی \* ہے وہ آغاز، کہ جسکا کہیں انجام نہیں  
(نقاد)



یہ رہی سلاطین کی مصاحبت کا اثر ہے۔ محمد بن اسحاق جن کی کتاب پر آج اس فن کی بنیاد ہے، انہوں نے یہ کتاب خلیفہ منصور کے لیے لکھی تھی، اس لیے غزوات نبوی کی نسبت بھی ایسا ہی قیاس قائم کر سکتے تھے۔

غزوات جس انداز میں لکھے گئے ہیں ان میں بالکل شاہی تاریخوں کا انداز ہے۔ فوجیں آراستہ ہوتی ہیں، برے برے نامور پہلوان میدان جنگ میں آتے ہیں، مار دھاڑ شروع ہوتی ہے، تیغ و خنجر چلتے ہیں، غارت گری ہوتی ہے، اسباب و مال لت کر آتا ہے، بیوائیں، بچے، بزرگے گرفتار ہوتے ہیں اور قیدی بنائے جاتے ہیں، مغازی نبوی کی بھی بعینہ یہی تصویر کھینچی جاتی ہے۔

سخت تعجب یہ ہوتا ہے کہ بہت سے غزوات کے متعلق بخاری و مسلم وغیرہ میں ایسے واقعات موجود ہیں کہ اگر ان کو پیش نظر رکھ لیا جاتا، تو غزوہ کی صورت بدل جاتی اور معلوم ہوتا کہ جو کچھ ہوا مجبوری اور حفاظت خود اختیاری تھی، لیکن سیرت کے مصنفین نے بخاری و مسلم کو بھی ان موقعوں پر نظر انداز کر دیا۔ جاہلیت میں دستور تھا کہ جب کوئی قبیلہ کسی قبیلہ پر فتح پاتا تھا تو مال غنیمت میں سے چوتھا حصہ خود لیتا تھا، اس کے علاوہ عمدہ چیزیں بھی انتخاب کر کے لیتا تھا، اس کو صفیہ کہتے تھے۔ ہمارے سیرت نگاروں نے بھی جابجا صفیہ کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ حضرت صفیہ (حرم نبوی) کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اسی طرح حرم نبوی میں داخل ہوئی تھیں۔

غرض اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مصنفین، جو سلاطین کے درباری تھے، سلاطین ہی کا نمونہ پیش نظر رکھتے تھے، اس لیے سیرت نبوی کا عام انداز بھی وہی نظر آتا ہے جو شاہی تاریخوں کا ہوتا ہے۔ (لہا بقیہ)

### مغربی دنیا میں اعلاے کلمۃ اللہ

— \* —

مکرمی - السلام علیکم - میں نے ہندوستان سے رخصت ہوتے ہوئے پیسہ اخبار زمیندار کے ذریعہ اپنی غرض سفر شائع کر دی تھی، اشاعت اسلام کے متعلق اگرچہ میں نے کسی سے وعدہ کیا نہ کوئی امید دلائی، لیکن برادران ملت نے مجھے بواسطہ یا بلا واسطہ عنوان بالا کے ساتھ وابستہ کر دیا، اور میرے متعلق صحائف اسلامی میں وہ امیدیں ظاہر کی گئیں، جنکا اہل میں کبھی بھی اپنے آپکو نہیں سمجھتا۔ مجھے ان تحریروں کو دیکھ کر یہ تو خوشی ہوئی کہ میری قوم میں بیداری اور اشاعت اسلام کا شوق ہے، میں یہاں نہ کسی انجمن کی طرف سے مقرر ہو کر آیا اور نہ کسی مفروضہ تاجر بمبئی کی جیب نے متکفل ہو کر مجھے اشاعت اسلام کے لئے یہاں بھیجا۔ میں دراصل اس اصول ہی کا مخالف ہوں۔ چنانچہ ڈاکٹر اقبال کا سفر جاپان چونکہ انجمن کی طرف سے تجویز تھا اس لیے میں نے اسکی مخالفت کی۔ اسلام کا درخت دائمی

قربانیوں کے خون سے سیراب کیا ہے، اور اب ہمیں اُسی کی ضرورت ہے میرے مضطرب دل کی احادیث مآب کی جناب میں گریہ و زاری و نیاز مندی مجھے مغربی دنیا میں لے آئی ہے اور میں آج کسی نہج پر بھی اس سفر کو ضائع نہیں سمجھتا۔

مجھے یہ علم تھا کہ یہاں کا طریق عمل اور یہاں کا شعار بالکل نرالا ہے، اس لیے میں نے عجلت سے کام نہیں لیا۔ یہاں کسی ہال کو کرایہ پر لے لینا، انمیں لیکچر دیدینا، یا اخباروں میں چرچا کرنا اپنے ہم وطنوں کو دھوکہ دیدینا اور اس طرح انکی جھوٹی خوشی کا

وہ نہ کہتا ہے، امیر المومنین کا دادا وہاں موجود تھا، کسی نے بت تک نہ پرچھی، مامون الرشید کو بھی اس گستاخانہ آپ پر غصہ آیا مگر بات سچ تھی، مجبوراً تحسین کرنی پڑی۔ انعام یہ قوی اور عالمگیر قوت بالکل بے اثر نہیں رہ سکتی۔ سلیس سیرت میں اُس کے نشانات جا بجا پائے جاتے ہیں۔ سیرت کی کتابیں عموماً اس انداز پر لکھی گئیں، جس طرح صبر کی ملکی فتوحات لکھی جاتی ہیں۔ تاریخ نگاری کا یہ طریقہ یہ تھا کہ فتوحات اور رزمیہ کارناموں کو نہایت میل سے لکھتے تھے۔ ملکی نظم و نسق اور تمدن و معاشرت کے وقت یا تو بالکل قلم انداز کر جاتے تھے، یا اس طرح پراگندہ اور اثر لکھتے تھے کہ ان پر نگاہ نہیں پڑتی تھی۔ سیرت نبوی بھی یہ انداز پر لکھی گئی، جس طرح سلاطین کی تاریخیں لکھی جاتی ہیں۔ چنانچہ سیرت کی ابتدائی تصنیفیں مثلاً سیرت ابن عقبہ اور ابن اسحاق، مغازی ہی کے نام سے مشہور ہیں۔ کذبوں کی ترتیب یہ ہے کہ سلاطین کی تاریخ کی طرح سنیں کو ان بتاتے ہیں اور اسی ترتیب سے حالات لکھتے ہیں۔ یہ حالات م تو جنگی معرکہ ہوتے ہیں اور غزوات ہی کے عنوان سے داستانیں جمع کی جاتی ہیں۔

یہ طریقہ اگرچہ سلطنت و حکومت کی تاریخ کے لیے بھی صحیح ہوتا تھا، لیکن نبوت کی سوانح نگاری کے لیے تو بالکل ناموزوں۔ ممکن ہے کہ کسی پیغمبر کو ناگزیر طور پر جنگی واقعات پیش آئیں اور ممکن ہے کہ اس خاص حالت میں وہ بظاہر ایک فاتح سدہ سالار کے رنگ میں نظر آئے، لیکن یہ پیغمبر کی اصلی ذات نہیں ہے۔ پیغمبر کی زندگی کا ایک ایک خط و خال، تقدس، مت، حلم و کرم، ہمدردی عام، اور ایثار ہونا چاہیے، بلکہ عین رحمت، جب کہ اس پر سکندر اعظم کا دھوکا ہو رہا ہو، ژرف نہ لکھیں فوراً پہچان جائیں کہ سکندر نہیں، فرشتہ ہے !

ازدب سیر نے اپنی دانست میں یہ طریقہ بہتر سمجھا کہ عام امت زندگی کے بعد ایک جدا باب فضائل اور محاسن کا باندھتے ہیں اور اُس میں آنحضرت کے مکارم اخلاق کو تفصیل سے لکھتے ہیں، لیکن اس طریقہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کتاب دو مختلف حصوں کی تاریخ بن جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کے تقابلاً و اوصاف بالکل الگ الگ ہیں۔

تمم از باب سیر لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے جب (بنو نضیر) کا قصد کیا تو حکم دیا کہ اُن کے نخلستان کاٹ ڈالے جائیں (قرآن میں بھی اس کا اجمالی ذکر ہے) از باب سیر یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہودیوں نے اس حکم کی نسبت اعتراض کیا کہ ”یہ سب اور انسانیت کے خلاف ہے“ یہ اعتراض نقل کر کے ہمارے عقین اصلی واقعہ کی حقیقت نہیں کھولتے اور بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ جس طرح آجکل دشمنوں کے باغ اور کھیتیاں برباد کر دی جاتی ہیں اُس مقدس زمانہ میں بھی یہی انداز تھا۔

ازدب سیر لکھتے ہیں کہ آنحضرت کسی غزوہ کی جب طیاری لے کر تو جدھر حملہ کرنا ہوتا تھا اُس کا نام نہیں ظاہر کرتے تھے کسی اور مقام کا نام مشہور کرتے تھے۔ سیرت ابن هشام میں مذکور ہے۔

آنحضرت کا عام معمول یہ تھا کہ جب کسی غزوہ کے لیے نکلتے تھے تو نام کو چھپاتے تھے اور جدھر کا قصد ہوتا تھا اس کے خلاف ظاہر کرتے تھے۔

امام احمد حنبل کا قول ہے :

ابن اسحاق رجل تکتب عنہ هذه الحديث یعنی المغازی و انحرها و اذا جاء الحلال و الحرام اردنا قوما هكذا ( و قبض اصابع یدہ الاربع ) ( فتح المغیث صفحہ ۱۲۰ )  
ابن اسحاق اس درجہ کے آدمی ہیں کہ مغازی وغیرہ کی حدیثیں ان سے روایت کی جاسکتی ہیں، لیکن جب حلال و حرام کے مسائل آئیں، تو ہم نہ ایسے لوگ درکار ہیں ( یہ کہہ کر انہوں نے چاروں انگلیوں کو بد کر کے دبا لیا - )

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محدثین، واقعہ کی اہمیت پر بنا پر راوی کے درجہ کا لحاظ رکھتے تھے، اسی بنا پر ابن اسحاق کی نسبت امام احمد نے یہ تفریق کی کہ حلال و حرام میں ان کی شہادت معتبر نہیں، لیکن مغازی میں ان کا اعتبار ہے۔ یہ وہی اصول ہے کہ جس درجہ کا واقعہ ہو، اسی درجہ کی شہادت ہوگی چاہیے، اور یہ کہ واقعہ کے بدلنے سے شہادت کی اہمیت بدل جاتی ہے، لیکن افسوس یہ ہے کہ محدثین نے صرف مسائل فقہیہ میں اس اصول کا لحاظ رکھا، فضائل و مناقب و مغازی اور ثواب و عقاب میں اسکی رعایت نہ کی، حالانکہ فضائل و مغازی میں بہت سے ایسے موقع پیش آتے ہیں جو مسائل فقہیہ سے زیادہ اہم ہوتے ہیں فرض کرو، یہ حدیث کہ نماز میں آمین زور سے کہی جائے یا آہستہ اس کے اثبات و نفی سے اسلام پر کیا اثر پڑسکتا ہے، لیکن حضرت زینب کے نکاح کی روایت جس طرح مسند حنبل میں مذکور ہے اگر صحیح ہو تو اس کا اسلام پر کیا اثر ہوگا ؟

سیرت میں بہت سے واقعات ہیں جو آنحضرت کے اخلاق سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان روایتوں میں نہایت احتیاط تنقید اور تحقیق کی ضرورت تھی، لیکن ان میں یہ اصول ملحوظ نہیں رکھا گیا، اسی کا اثر ہے کہ ازواج مطہرات کے واقعات میں بہت سی ایسی روایتیں داخل ہوگئیں، جو واقع میں صحیح نہیں، اور جن کو آج مخالفین اسلام استدلال میں پیش کرتے ہیں۔

(۷) فن تاریخ و روایت پر جو خارجی اسباب اثر کرتے ہیں ان میں سب سے بڑا قوی اثر حکومت کا ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو ہمیشہ اس بات پر فخر کا موقع حاصل رہے گا کہ ان کا قلم تلوار سے نہیں دبا۔ حدیثوں کی تدوین بنو امیہ کے زمانہ میں ہوئی، جنہوں نے پورے ۹۰ برس تک سندھ سے ایشیائے کوچک اور اندلس تک مساجد جامع میں آل فاطمہ پر تبرکھلایا، سیکڑوں ہزاروں حدیثیں امیر معاویہ وغیرہ کے فضائل میں بنوائیں، عباسیوں کے زمانہ میں ایک ایک خلیفہ کے نام پیشین گوئیاں حدیثوں میں داخل ہوگئیں، لیکن نتیجہ کیا ہوا؟ عین اسی زمانہ میں محدثین نے علانیہ منادی کر دی کہ یہ سب جھوٹی روایتیں ہیں۔ آج حدیث کا فن اس خس و خاشاک سے بالکل پاک ہے (۱) اور بنو امیہ و عباسیہ جو ظل اللہ اور جانشین پیغمبر تھے اسی مقام پر نظر آتے ہیں جہاں ان کو ہونا چاہیے تھا۔ (۲)

ایک دفعہ ایک شاعر نے مامون الرشید کے دربار میں قصیدہ پڑھا کہ ”امیر المومنین اگر تو آنحضرت کے انتقال کے وقت موجود ہوتا تو خلافت کا جھگڑا سرے سے پیدا ہی نہ ہوتا، دونوں فریق تیرے ہات پر بیعت کر لیتے“ فوراً سر دربار ایک شخص نے اُٹھ کر کہا

(۱) لیکن میں سمجھتا ہوں کہ خس و خاشاک اتنی باقی ہیں۔ آج بھی مدھا وہ احادیث کتابوں میں موجود ہیں جو بعض بنو امیہ کے سیاسی دسائے سے وجود میں آئی تھیں اور انکے متعلق کوئی تمیز نہیں کی جاتی۔ (الملہ)

(۲) لیکن سیوطی نے تو ائمہ اثنا عشریہ کے متعلق بھی کوئی تمیز نہیں کی۔ (الملہ)

جو آج تک معرکہ الارا ہیں اور جن پر ارباب آراء کے مختلف گروہ قائم ہو گئے ہیں، اکثر ان راویوں سے منقول ہیں جو سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے۔ حدیثوں میں ہے کہ جب آپ نے پہلی دفعہ حضرت جبریل کو دیکھا تو کانپتے ہوئے گھر میں تشریف لائے اور حضرت خدیجہ سے کہا کہ مجھ کو اپنی جان کا قہر ہے۔ بخاری کتاب التعبير میں روایت ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرا دینا چاہا۔ طبری میں ہے کہ آپ کو خیال ہوا کہ میرے حواس میں فرق آگیا ہے۔ حضرت خدیجہ نے کہا ”نہیں خدا آپ کو ضائع نہیں کرے گا“ پھر وہ آپ کو ورقہ کے پاس لگا گئیں، ورقہ نے آپ کا بیان سنا اور آپ کو تسکین دی۔

یہ روایت کس قدر تعجب انگیز ہے! سید المرسلین کو حضرت جبریل نظر آتے ہیں، ان کو دیکھ کر آپ کانپتے ہیں، اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا دینا چاہتے ہیں، حواس کی نسبت شبہ ہوتا ہے، پھر ایک عیسائی تسکین دیتا ہے، تب کہیں تسکین ہوتی ہے! عالم ملکوت کے واقعات اور مشاہدات ہر شخص ادا نہیں کرسکتا، آنحضرت نے جو کچھ دیکھا، جن الفاظ میں ادا فرمایا، اسکو راوی نے کس طرح سمجھا، کیونکر ادا کیا، پھر درجہ بدرجہ، راویوں تک آتے آتے کیا کیا تبدیلیاں ہو گئیں؟ اس کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔

یہ خدا نخواستہ روائے کی شان میں بدگمانی نہیں، بلکہ اقتضائے حالت ہے۔ اصول فقہ میں جہاں یہ بحث ہے کہ جو صحابہ فقہ نہ تھے ان کی روایت اگر قیاس شرعی کے خلاف ہو تو راجب العمل ہوگی یا نہیں؟ بحر العلوم، فخر الاسلام کا مذہب نقل کر کے لکھتے ہیں:

ورجہ قول الامام فخر الاسلام ان النقل بالمعنی شائع و فلما يوجد النقل باللفظ فان حادثه واحدة قد رويت بعبارة مختلفة، ثم ان تلك العبارات ليست مترادفة بل قد زوي ذالك المعنى بعبارة مجازية فاذا كان الراوي غير فقيه احتمل الخطاء في فهم المعنى المرادي الشرعي \* \* \* ولا يلزم منه نسبة الكذب معتمدا الى الصحابي معاذ الله عن ذاك (شرح مسام مطبوعه اکنہو ۱۴۲۲)  
محدثین اس اصول سے کہ ”واقعہ جس درجہ کا اہم ہو، شہادت بھی اسی درجہ کی اہم ہوگی چاہیے“ بے خبر نہ تھے، لیکن انہوں نے اس کا دائرہ محدود رکھا۔

امام بیہقی کتاب المدخل میں ابن مہدی کا قول نقل کرتے ہیں: اذا روينا عن النبي في الحلال والحرام شدتنا في الاسانيد وانتقدنا في الرجال، و اذا روينا في الفضائل والثواب والعقاب سهلنا في الاسانيد و تساهلنا في الرجال۔ (فتح المغیث صفحہ ۱۲۰)

متعلق چشم پوشی کرتے ہیں۔

جس سوشلزم کو آج یورپ میں پیش کیا جاتا ہے اس کے خوبصورت پہلو اسلامی تعلیم میں موجود ہیں اور اس کے نقص بھی قرآن نے دکھلا دیے ہیں اور پھر بین بین راستہ تجویز کیا ہے۔ سوشلزم کا گل سرسبد ( اصول جسے پروفیسر لیکی عیسائیت کیلئے مہلک بتلاتا ہے اور میرے نزدیک وہ حقیقت انسانیت کا نصف نقشہ ہے ) وہ کامل و مکمل حالت میں سورہ والتین کے اندر موجود ہے۔

حکیم مل جن حریت کے اصولوں پر قرآن ہو رہا ہے۔ اس سے چار چند حریت صحابہ کی زندگی میں پائی جاتی ہے۔ جس ذاتی قربانی کو بعض حکماء یورپ نہایت رنج کے ساتھ مفقود ہوتا دیکھ رہے ہیں، وہ خود لفظ اسلام میں موجود اور اس کے ارکان پر عمل کرنے سے انسان میں پیدا ہو جاتی ہے۔ حکیم نیدشا (۹) کے متبعین اس بات کے محتاج ہیں کہ جہاں تک حکیم موصوف انہیں پہنچا چکا ہے، اس کے آگے قرآن کی جگہ ہے۔ سفر یحیٰ ( حقوق نسوان متعلقہ رت ) کی تحریک اعلیٰ ان حقوق نسوان سے بہت نیچے ہے، جو قرآن نے عورتوں کو دے رکھے ہیں۔ انگلستان جس رائےت سلیرٹریڈ سے سخت گھبرا رہا ہے، اس کا علاج اگر کچھ ہے تو کثیر الازدواجی ہے۔

یہ چند ایک امور ہیں جن پر یورپین حکما اور اہل الرائے گھبرا رہے ہیں۔ یہاں مشدہ بطور راعظ بھیجنا اور اشاعت کرانا۔ میرے نزدیک اس کے لیے یہ ملک ابھی تک طیار نہیں۔ ہاں کوئی خود مشہور و معروف ہو جائے تو اس کی باتوں پر یہاں کان دھر سکتے ہیں۔ قلم و کاغذ یہی ایک بڑی چیز ہے جس کا لوہا یہاں سب پر غالب ہے۔ ہندوستان سے لکھ کر یہاں کتابیں شائع ہوں، یا وہاں کے انگریزی میعاد رسالے یہاں آویں ان کے لیے رسی کی ٹوکری یہاں موجود ہے۔ اگر کوئی اور وجہ نہیں تو ہندوستان کی چھپائی اور ٹائپ اسے قابل کر دیتی ہے۔ یہ امور بالکل بے سود ہیں۔ یہاں استقامت اور استقلال کے ساتھ بیٹھ کر اگر قلم و کاغذ سے صحیح طریق پر کام لیا جائے، تو بہت ہی مفید ہوگا۔ یہاں بیٹھ کر نہ صرف انگلستان میں اشاعت اسلام ہو سکتی ہے بلکہ یورپ اور امریکہ میں اور خصوصاً اس سیاہ بر اعظم میں جن کے دل بالکل نور اسلام کے لیے طیار ہو چکے ہیں، اور جن کے دلوں کو ان کے چہروں کی طرح سیاہ کرنے کی زبردست تحریک یہاں پادری حلقہ میں پولیٹیکل اغراض سے ہو رہی ہے۔ وہ انگریزی زبان سے بھی واقف ہیں، عیسائی ہیں، لیکن عیسائیت سے متنفر ہیں اور اسلام کو پسند کرتے ہیں۔ میری مراد اس سے (افریقہ) ہے۔ اس کے متعلق میں آئندہ مفصل لکھوں گا۔ یورپ دراصل خیالات اور اصولوں کے زیر حکومت ہے۔ ہم یورپ کو تلوار اور تفنگ سے فتح نہیں کر سکتے۔ البتہ جن اصولوں کے مانعیت وہ ہے، اگر اس کا بہترین صورت میں ماخذ قرآن دکھلایا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ قرآن ان پر غالب نہ آجائے۔ کسی یورپین حکیم کی تحریر کو دیکھ لو! وہ یورپین تہذیب و تمدن سے متنفر ہو کر ایک ایسا تمدن تجویز کر رہا ہے جو بالکل قرآن کے قریب ہے۔ ان کی نگاہ قرآن کی طرف اس لیے نہیں جاتی کہ قرآن کے ماننے والے ان سب خرابیوں سے جو میرے خیال میں قرآن کے اتباع سے حاصل ہو جانی ہیں معرہ ہو چکے ہیں۔ درخت پہلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ ہم کو غلط طور پر غیر اسلامی دنیا

نے قرآن کا پہل سمجھ لیا ہے حالانکہ ہمارے اعمال و افعال کا قرآن ذمہ دار نہیں۔

لندن نیشنل بینک آف انڈیا { خواجہ کمال الدین بی - ۱  
۱۷ جنوری سنہ ۱۹۱۳ { مقیم لندن

یہ تو ان اہل الرائے کی وجہ سے ہے نہ کہ عامۃ الناس کی۔ میں نے یہاں آکر بعض مشاہیر کلیسا سے عیسائیت کے متعلق گفتگو کی۔ علمی معاملات میں دلچسپی رکھنے والے بعض امرا سے میں سمجھ ان سے ملکر بہت خوشی ہوئی۔ جب میں نے عیسائیت کے اصولوں کے خلاف ایک نرم پیرایہ میں بعض اشکال پیش کئے تو انہوں نے تسلیم کر لیا۔ بعض یہاں کے سوشیل اور تمدنی جدید خیالات کو بعض قرآنی آیات کا لفظی ترجمہ دکھلایا، تو وہ اور بھی حیران ہوئے اور بعض نے کہا کہ ہم نے محمد صلعم کے دماغ کو اتنا باندھ دیا کہ سمجھا تھا۔ ان لوگوں نے چاہا کہ اگر اسلام کے متعلق کوئی اور صحیح علم دیا جائے تو ان کی خوشی اور مزید غور و فکر کا موجب ہوگا۔ یورپ کی گذشتہ نسل اور ایسا ہی موجودہ نسل نے مشاہیر کا ایک طبقہ پیدا کر دیا ہے جو موجودہ تہذیب و تمدن پر بے متغیر ہے۔ بعض کے نزدیک یورپ اس وقت روم کی آخری تہذیب پر پہنچ چکا ہے۔ جس کا نتیجہ موجودہ عظمت کا خاتمہ ہے۔ یہ بزرگ اس تہذیب و تمدن کے مقابل نئے اصول تہذیب و تمدن کے تجویز کرتے ہیں اور جدید طریق تمدن کو پیش کرتے ہیں۔ میرے دوست یہ سکر نہایت ہی حیران اور خوش ہوئے کہ وہ طریق اور اصول بعض اسلام کے قریب ہیں اور بعض اسلامی ہیں جن کو میرے انگریزی خواں بھائی مدت ہوئے چھوڑ چکے ہیں۔ یہاں کی کمیشن طلاق کی رپورٹ دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ کمیشن اب قانون طلاق میں جو آسانیاں پیش کر رہی ہے، وہ بالکل اسلامی ہیں۔ میں نے عرض کیا ہے کہ عام لوگ بلے آنا بلے کے قائل ہیں اور اپنی رائے نہیں رکھتے۔ جو ان کے آغا ہیں وہ تمدن، مال، سوشل، اور پولیٹیکل امور میں اسلامی طریقہ کا تتبع کر رہے ہیں۔ لیکن آخر الذکر جماعت کو حکمت اور ملائمت کے طریق پر یہ سمجھایا جائے کہ جس طریق کو وہ پیش کر رہے ہیں اس کے بعض حصہ کو قرآن نے تیرہ سو برس ہوئے پیش کیا۔ اور بعض میں یہ نقص ہیں اور اسلام نے اس کو اس طریقہ پر پیش کیا ہے۔ مثلاً روح اور جسم کا تعلق یا روح کی پیدائش اور حقیقت فلسفہ ذہنی کا ایک بڑا حصہ ہے جس کو غزالی اور بوعلی سینا نے بہت کچھ یورپ میں رنگا ہوا ہے۔ لیکن ہنری بریسن فرانسیسی حکیم نے (جو اس وقت زندہ ہے) روح کی جو کیفیت بیان کی ہے، وہ سب پچھلے فلسفہ پر پانی پھیر دیتی ہے۔ لیکن اس کا خلاصہ اس آیت کا لفظی ترجمہ ہے جو اٹھارویں س پارہ میں ہے اور جس کا خاتمہ (فانشانہ خلق آخر) پر ہوتا ہے۔

پروفیسر ہکسلی عیسائیت سے بیزار ہے اور اس کے فلسفہ کا ایک بھائی پہلو "ان الانسان لفي خسر" ہے، جس سے نکلنا تہذیب و تمدن کا فرض ہے۔ اس کے نزدیک اس کا علاج مذہب نے (اور مذہب اسے نزدیک عیسائیت ہے) نہیں بتلایا۔ اس کے بعض علاج جو اس نے تجویز کئے ہیں گو نامکمل اور بہت ہی ناقص حالت میں ہیں۔ مگر اس زمرہ اصول کے قریب آجائے ہیں جو سورہ عصر میں اس آیت کے آگے دیا گیا ہے۔ یعنی: الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر

حکیم اسپنسر علت العلل کو مان کر عیسائیون کی کتابوں میں کوئی ایسی دلیل یا وجہ معقول نہیں دیکھتا کہ اس علت العلل کا علم انسان حاصل کر سکے۔ یعنی وہ الہام کا قائل ہونا نہیں چاہتا۔ کیا سورہ نحل میں اسی نیچر کی شہادت پر، جو اس حکیم کی معلوم ہے، حکیمانہ دلائل اور فلسفیانہ براہین موجود نہیں ہیں؟



# مراۓ

انگلش کے اخباروں میں ایک قسم کی سازش ہے - کیا مجلہ ایک فقرہ بھی ترکوں کی حمایت میں نکل جاوے - میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم ہندوستان میں کیا سمجھ ہوئے تھے - یہ تو کل کے کل ترکوں کے دشمن ہیں - بہر حال یہ پولیٹیکل امور ہیں جن سے مجھے تعلق نہیں، میری غرض کہنے کی یہ ہے کہ ترکوں بھیانک نقشہ جو یورپی دنیا میں، خصوصاً اس پچاس سالوں میں پولیٹیکل اغراض سے پھیلا گیا، اسنے اسلام کو یہاں بد نما کر دیا ہے۔ کیونکہ ترک اور مسلمان یہاں مترادف ہیں -

یہاں کی طرز زندگی یہاں کے خیال کے مطابق معصومانہ لہو و لہو یا دفع الوقتی ہیں مگر وہ باتیں اپنے اندر رکھتی ہیں جو میرے نزدیک فواحش میں داخل ہیں - تختگاہ ایلپس (پیرس) میں گیا اور واقعہ حاصل کرنے کے لیے اس خناس کے بعض دربار بھی دیکھے - پھر یہاں آیا یہاں کے مختلف مشاغل کو بھی دیکھا - استغفار اور لا حول بڑے توخیر ایسے مواقع پر ہر ایک مسلم کا اضطراری فعل ہے، لیکن اشاعت اسلام کے نقطہ خیال سے میں اکثر دربارے حیرت میں چلا جاتا ہوں اور کہتا ہوں الہی یہ قوم اور اسلام کو قبول کرے گی! میں نے عرض کیا ہے کہ خود عیسائیت اور مذہب سے انکو دلچسپی نہیں - مذہبی معاملات میں دخل دینا یہ تضحیع اوقات سمجھتے ہیں - اس سے انکو سخت نفرت ہے - اسلام انکے نزدیک مانع ترقی ہے - موجودہ زمانہ کی رفتار کے بالکل مخالف - پھر ان سب باتوں - ماسوا انکی مصروفیت اور اشغال دنیوی کچھ ایسے وسیع ہیں، انکو فرصت بھی کسی کام کی نہیں - یہ حالات نصف سے زیادہ فر کے ہیں - باقی امرا ہیں جنکو سمجھ ہی نہیں آتی کہ ریپہ از دولت کو کہاں پہنچائیں؟ ایسے فارغ البال اور مجموعہ عجائبات ملک میں انکے بہارے کے سامان ایسے کثیر ہیں کہ انکو مذہب جیسے امر سے کوئی تعلق نہیں ہوسکتا - یہ تو تاریک پہلو اشاعت کا ہے میں نے عرض کیا اور امور بالا کو دیکھ کر میں نے پسند نہ کیا، وقت اور ریپہ لیکچروں میں خرچ اور ضایع کروں - لیکر تصویر کا ایک رزشن پہلو بھی ہے جو نہایت ہی خوش کن اور حوصلہ افزا ہے -

یہاں کے لوگ جیسے کہ اہل الرائے باہر سمجھ جاتے ہیں، عام طور پر ہرگز نہیں اور ہرگز نہیں - یہاں کے لوگوں کو بعض معاملات کے متعلق اخبار پڑھنے کے بعد عقل آتی ہے - صبح اوتھتے ہی اخبار پڑھتے ہیں جسپر انکو بہرہ ہوتا ہے - پھر جو کچھ اس اخبار میں ہو یا نہ ہو وہی انکا دین و ایمان ہے، وہی انکی رائے ہے - یہی وجہ ہے کہ پریس یہاں زبردست طاقت ہے - اس تو کی ترقی کے اسباب میں یہ ایک سبب بھی ہے کہ جس شخص کو ایک دفعہ اہل الرائے مان لیں یا اپنا لیڈر تسلیم کر لیں، کچھ کھدینا نقش برسنگ ہے - جنگوں میں بھی انکے سپاہیوں کی یہی حالت ہے - مذہبی، تمدنی، ملکی، سیاسی، وغیرہ امر میں ایک رفیع صاحب الرائے کسی رائے کا اظہار کر دے، کل کے کل ہم آواز ہونیکو طیار ہیں - میرے نزدیک یہ ایک اعلیٰ خوبی ہے، ہر ایک شخص ہر امر میں صائب رائے نہیں دے سکتا - یہی رہا ہے کہ ایک زبردست آدمی ایک کتاب لکھ کر ایک نئی بات پیش کرتا ہے اور ملک کو اپنی زندگی میں اپنا ہم رائے بنا جاتا ہے - مجھے اگر اشاعت اسلام کی کوئی ضرورت اسوقت تک سمجھ میں

موجب ہوجانا تو بہت ہی آسان کام تھا اور خصوصاً اس شہر میں جہاں تاجرانہ اصول پر برقی سے برقی عزت اور عصمت اور رائیں خریدی جاسکتی ہیں - مجھے نہ شہرت سے مطلب اور نہ ”ان اجری علی اللہ“ کے سوا کسیکے اجر پر نگاہ، اور نہ کسی انجمن یا تاجر بمبئی کے مقابل کسی خدمت کی ذمہ داری، اسلیے میں نے یہاں کے حالات کا بہ نگاہ اشاعت اسلام مطالعہ کرنا شروع کیا - آج ہندوستان سے نکلے مجھے پانچواں مہینہ ہے - اگرچہ میعاد تہوڑی ہے لیکن اس عرصہ میں میں جس نتیجہ پر آیا ہوں، وہ برادران اسلام کی اطلاع کے لیے قلم رکھنے کے حوالہ کر دیتا ہوں - اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ جن نتائج پر میں پہنچا ہوں وہ غلط ہیں یا صحیح؟ یہ لوگ سرد ملک کے باشندے ہیں اور معاملات میں جلد باز نہیں، لبرل خیال ہو کر قدامت پرست ہیں - نئی بات یا طریق یا تہذیب کو جلدی میں اختیار نہیں کرتے، انمیں خود پسندی اور خود رائی بہت ہے، متواتر کامیابی نے اور طاقت و دولت نے انمیں رعونت پیدا کر دی ہے، یہ ایشیائی دماغ کو کسی قابل نہیں سمجھتے، ہر ایک خیر و خوبی کا منبع مغرب کو جانتے ہیں، اگرچہ انکا خدا مشرق میں آیا لیکن کسی مشرقی اصول یا خیال و رائے کو محض مشرقی ہونیکے باعث قابل توجہ نہیں سمجھتے - سخت عہدیم الفرست ہیں - صبح کے آٹھ بجے تک گھروں سے نکل کر اپنے اپنے کاموں پر چلے جاتے ہیں - چھ بجے شام کو کام سے لوٹ کر گھر آجاتے ہیں - سارے دن کے تھکے ماندے مختلف قسم کے سرور و خوشی کے اشغال میں لگ جاتے ہیں - لیکچروں میں اگر آتے ہیں تو محض دل بہلاوے یا شغل کے لیے - اسلیے یہاں کے لیکچر نصف یا پورے گھنٹے کے اندر اندر ختم ہوجاتے ہیں - اس سے زیادہ انمیں بیٹھنے کی تاب نہیں - پالیٹکس یہاں کی دین و ایمان ہے - کوئی نامور معروف فاضل اور وہ بھی پالیٹکس پر لیکچر دے، تو ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوجاتے ہیں اور خصوصاً ایسے موقع پر جمع ہونا ازورے فیشن لوازمات سے ہے - مذہب پر جسقدر لیکچر میں نے سنے، اگرچہ بعض مواقع پر لیکچر بہت ہی نامی تھے، لیکن اس آباد شہر میں سامعین کی تعداد ستر اور سو کے اندر اندر دیکھی - مذہب سے انکو کوئی دلچسپی نہیں - گرجوں میں اکثر جا کر دیکھا - یہاں کا فیشن عورتوں کو معبدوں میں لے آتا ہے جنکے وابستہ زلف بعض مرد بھی ہوتے ہیں - باقی خیریت -

اسلام کے متعلق جن غلط فہمیوں کو یہاں آکر دیکھا، انکا وہم و گمان بھی کبھی مجھے ہندوستان میں نہ تھا - بڑا سے بڑا تصور جو کسی مذہب یا ایسوسی ایشن کا تصور تجویز کیا جاسکتا ہے وہ یہاں اسلام کا ہے - اسکے ذمہ دار پادری ہی نہیں بلکہ یہاں کا پالیٹکس ہے - پچاس سال گذر گئے جب لبرل پارٹی نے چاہا کہ ترک یورپ سے روانہ ہوں - یورپ میں جنگ بنکر اور لڑکوں کے ہاتھ میں ہے - موجودہ بلقانی جنگ بنکر اور اخباروں کی سازش کا نتیجہ ہے - یہاں کی لبرل پارٹی کا فرض تھا کہ اگر وہ ترکوں کو یورپ سے نکالنا چاہے تو انکے خلاف لوگوں کی رائے پیدا کر دے - چنانچہ قسما قسم کی دروغ بیانیوں اور قسما قسم کے خلاف واقعات مظالم انکے ذمہ اخباروں میں، ناولوں میں، کتابوں میں، شائع کیے گئے، اور گزشتہ پچاس برس کے اندر کل مغربی اقوام کو اور عامۃ الناس کو ترکوں کا دشمن بنایا گیا - آج کل

ہوتے مجھکورات کے درجے گئے اور جب پلنگ پر لیٹا تو انہیں خیالات میں بہت دیر تک نیند نہ آئی اور بہت تھوڑا سونے پایا تھا جو سارے آٹھ بجے صبح کے دغدغہ کی وجہ سے بہت جلد بیدار ہو گیا اُس وقت دماغ کی جو حالت تھی میں ہی جانتا ہوں مگر جس طرح بھی ہوسکا میں نے اپنا مسودہ تیار کیا اور اُس کو میں بجڑسہ ذیل میں نقل کرتا ہوں :-

#### مسودہ مرتبہ خاکسار مشتاق حسین و رزولوشن

ڈاکٹر میجر سید حسن صاحب کا رزولوشن جسپر کامل ایک دن بحث ہو چکی ہے مفصلہ ذیل عبارت میں بالاتفاق پاس کیا جاتا ہے :-  
قوانین و قواعد ٹرسٹیان کالج کی دفعہ ۴۱ ضمن ۵ میں جو اختیارات اس وقت پیٹرن کالج کو حاصل ہیں وہ یونیورسٹی کی صورت میں حضور ریسرے چانسلر یونیورسٹی کی طرف بدولت کسی اضافہ کے منتقل کر دیے جائیں -

#### رزولوشن

کانسٹی ٹیوشن کمیٹی نے ( جسکو یہ فونڈیشن کمیٹی تسلیم کرتی ہے ) آنریبل سر ہار کورت بٹلر صاحب بہادر کے مراسلہ ۹ - اگست سنہ ۱۹۱۲ ع کے جواب میں جو رائیں دی ہیں فونڈیشن کمیٹی ان سے اتفاق رکھتی ہے اور اُن کو منظور کرتی ہے اور آنریبل سر راجہ صاحب محمود آباد کو مجاز کرتی ہے کہ وہ گورنمنٹ آف انڈیا کے حضور میں ایک ڈپوٹیشن لے جانے کا انتظام فرمائیں جو مرکب ہوگا گذشتہ ڈپوٹیشن کے ممبروں سے اور جس میں چند جدید نام اب اور اضافہ کیے گئے ہیں اور اب اُس ڈپوٹیشن کے ناموں کی فہرست حسب ذیل ہے :-

#### ذیل میں اسماء کی تفصیل درج ہوتی

یہ ڈپوٹیشن گورنمنٹ آف انڈیا کے حضور میں حاضر ہو کر اس وقت کی ضروریات کو ادب کے ساتھ عرض کرے گورنمنٹ سے غور مکرر کے واسطے درخواست کرے - اس گفتگو اور عرض و معروض کے وقت ڈپوٹیشن کو کامل اختیار ہوگا کہ اپنی قومی یونیورسٹی کے مقاصد کا لحاظ رکھ کر اگر ضرورت سمجھے تو کسی تجویز کی ترمیم یا تفسیح منظور کرے - رزولوشن نمبر (۱) مندرجہ بالا بھی اس اختیار کے تحت میں ہوگا اور اب ڈپوٹیشن کو گورنمنٹ میں عرض معروض کرنے وقت خصوصیت کے ساتھ مفصلہ ذیل امور کو مد نظر رکھنا ہوگا اور اُن کے علاوہ اور جو امور قابل بحث درمیان میں آجائیں -

[ ذیل میں وہ امور درج ہوتے جو رزولوشن کے تحت میں اس وقت کی قرارداد کے مطابق درج ہونے والے تھے اُس کے بعد یہ عبارت درج ہوتی : ]

مجوزہ ڈپوٹیشن کے ممبروں میں سے اگر کوئی اتفاق سے شریک نہ ہو سکتا ہو تو ایک خاص کمیٹی (۱) کو جس میں مفصلہ ذیل اشخاص شامل ہونگے :-

آنریبل سر راجہ صاحب محمود آباد -

ڈاکٹر میجر سید حسن صاحب -

آنریبل مسٹر مظہر الحق صاحب -

اختیار ہوگا کہ وہ اگر ضرورت سمجھیں تو اسی صوبہ سے جس صوبہ کا کوئی ممبر غیر حاضر ہو دوسرے کسی ممبر کو نامزد کر دیں -

#### رزولوشن نمبر (۲)

گورنمنٹ میں ڈپوٹیشن کی حاضری سے پہلے یہ ضرور ہوگا کہ کانسٹیٹوشن کمیٹی کی طرف سے آخر مرتبہ جو مسودات کانسٹیٹوشن

(۱) میں نے تو ابتداء یہ اختیار صرف آنریبل راجہ صاحب سے متعلق رکھا تھا تھا - بعض اور حضرات کی رائے سے اُس کو ایک مختصر سی کمیٹی کی صورت میں بدل دیا تھا -

میں مطلب کو دوسرے الفاظ میں ادا کیا اور جن الفاظ میں سے دن ایک مفصلہ کن رزولوشن پیش ہونا چاہیے تھا اُس میں اردو انگریزی میں مرتب کیا گیا، اور میرے سوا باقی نے اُس پر اپنے اپنے دستخط ثبت فرمائے - ممبران ڈپوٹیشن فہرست جو کسی صاحب کے پاس انگریزی میں پہلے سے تھی اُس کو میں نے اردو میں لکھا تو معلوم ہوا کہ اُس فہرست میں بہت کچھ کمی ہے، اور یہ کہ ممبران کانسٹی ٹیوشن میں اور خاص کر وہ کل اصحاب بھی اُس میں شامل نہیں ہیں جو سے پیشتر قوم کی طرف سے بطور ایک ڈپوٹیشن کے گورنمنٹ آف انڈیا کے آنریبل ممبر صاحب تعلیمات کے ساتھ کام کرتے رہے - اس پر میں نے اپنی یہ رائے ظاہر کی کہ ممبران کانسٹی ٹیوشن اور گذشتہ ڈپوٹیشن کے نام تو کل ہونے چاہئیں اُن کے علاوہ جن ناموں کا اضافہ مناسب ہو وہ نام اور اضافہ کر لیے جائیں - اس وقت جس قدر نام ممبران ڈپوٹیشن کے اُس وقت ہم لوگوں کو یاد تھے اس فہرست میں میرے ہی قلم سے اور اضافہ کیے گئے، اور اُن تک مجھکو یاد ہے اُس کے آخر میں اس قدر میں نے اور اضافہ کیا کہ ”باقی اور نام بھی ہیں“ - اور قرار پایا کہ صبح کو دفتر سے آکر وہ سب نام درج کر لیے جائیں گے - (یہ اردو کی فہرست میں میرے قلم سے کچھ اضافے ہوئے تھے غالباً اس وقت مسٹر محمد علی نے مجھ سے لے لی، جس کے بعد وہ مجھکو پھر واپس لے لی) اسی اثنا گفتگو میں کسی نے ہم میں سے یہ بھی کہا اس وقت صرف چند اشخاص جو یہ مشورہ کر رہے ہیں اس میں خدو بھی لوگوں کو باہر پہنچائی اور وہ اس بات سے ناخوش نہ ہو بلکہ مشورہ کے بغیر یہ لوگ کیوں بالابالا اس قسم کی رائے کر رہے ہیں - میں نے اس کے جواب میں کہہ دیا تھا کہ اب کچھ بھی بدگمان نہ ہوگی اگر ہم بلا کم و کاست اس وقت کی قرارداد اس کے سامنے دیں کر دیں گے - مسودہ رزولوشن پر جب مجھ سے سب ممبر دستخطوں کے لیے کہا گیا تھا تو میں نے عرض کیا کہ میں اس مجوزہ مسودہ رزولوشن کی عبارت کی نسبت زیادہ زیادہ سے اور میرے نزدیک زیادہ شگفتگی اس میں ہے کہ ہم اب صاف لکھ دیں کہ کانسٹی ٹیوشن کمیٹی کی تجویزات ۱۱ و ۱۲ سے گذشتہ سے فونڈیشن کمیٹی کو اتفاق ہے اور صاف صاف اسے ایسا کرنے سے (کہ ہم اپنی کانسٹی ٹیوشن کمیٹی کی تجویزوں کے مطابق پاس کر دیں) اس کمیٹی کی خدمات کا ایک اعتراف بھی ہے - ڈاکٹر میجر سید حسن صاحب کے رزولوشن منشاء آنریبل سر جدید رزولوشن میں داخل کر لیا گیا ہے لیکن بصراحت اس بات کا بیان کر دینا (کہ جلسہ اس رزولوشن کو بھی پاس کرتا ہے) جلسہ کی بھی عام مسرت و اطمینان کا موجب ہوگا - اس پر بعد میں کہا گیا کہ کانسٹی ٹیوشن کمیٹی کی خدمات کا اعتراف کرنے کسی کو انکار نہیں ہے، ہم اس کمیٹی کے شکر یہ کا ایک علیحدہ شکر کر دیں گے - الغرض میرے اور باقی حضرات کے فیما بین مجوزہ رزولوشن کی عبارت کی نسبت اختلاف رہ گیا - اس وقت اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جلسہ برخاست ہوا اور قرار پایا کہ میں صبح کے پہلے اول کام یہ کرونگا کہ میں بھی اپنے الفاظ میں رزولوشن کا اردو نسخہ لکھوں - اس کو بھی سب صاحب ملاحظہ فرمائیں - الغرض اس کے برخاست کے بعد سب سے اول راجہ صاحب جہانگیر آباد راجہ سید ابو جعفر صاحب اور یہ نیازمند جلسہ سے باہر آئے - صاحبان موصوف اپنی اپنی گاڑیوں میں سوار ہو گئے اور میں اپنے عین چلا آیا - اُس وقت تک سب کو یہی معلوم تھا کہ صبح کے سارے آٹھ بجے سے ہے - کچھ اور ضروریات سے فارغ ہوتے

## مسلم یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی کی کارروائی لکھنؤ میں

— \* —

مجموعہ ڈیپوٹیشن میں توسیع کی ضرورت ہے

— \* —

ہی زور شور سے دلچسپی کا اظہار کیا گیا تھا۔ دوسرے وقت کے جلسہ کی صدارت سر راجہ صاحب محمود آباد نے فرمائی تھی۔ ڈاکٹر میجر سید حسن صاحب کے ایک رزلویشن نے (جرم میں انہوں نے حضور چانسلر کے غیر محدود اختیارات کو خاتمہ مصلحت قرار دیا تھا) جلسہ میں بہت ہی گرمی پیدا کر دی تھی۔ یہ مباحثہ آخر وقت تک بھی اس روز ختم نہ ہوا اور جلسہ کے وقت معلوم ہوتا تھا کہ مانکن فیدہ مسائل اسقدر مشہور اور پیچیدہ ہو گئے ہیں کہ آئندہ اجلاس میں بھی اسکا سلجھنا دشوار ہوگا۔ لہذا یہ لازمی امر تھا کہ تمام وہ اصحاب جو مجموعہ یونیورسٹی میں دلچسپی رکھتے تھے ان کو اسی وقت سے یہ فکر لاحق ہوئی کہ کوئی نہ کوئی تدبیر ایسی ہونی چاہیے جس سے یہ مشکل آسان ہو۔ دوسرا دن ۲۸ دسمبر آل انڈیا محمندن ایجوکیشنل کانفرس کی کارروائی کا دن تھا۔ لہذا یونیورسٹی کے کانسٹیٹیوشن پر غور کرنے کے لیے زیادہ وقت مل گیا تھا۔

شب مابین ۲۸، ۲۹ دسمبر کو میں نے اپنی ایک تجویز جنرل نواب حاجی محمد اسحاق خان بہادر کے سامنے پیش کی جو عنقریب ایم۔ اے۔ آر کالج اور مسلم یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی کے آنری سیکرٹری کے عہدہ کا چارج لینے والے تھے۔ اصولاً میری اس تجویز خلاصہ یہ تھا کہ فونڈیشن کمیٹی کو کانسٹیٹیوشن کمیٹی کی تجویزات ۱۱، ۱۲ - اگست گذشتہ سے کامل اتفاق کر لینا چاہیے۔ مزید برآں جنرل ڈاکٹر میجر سید حسن صاحب کے اس رزلویشن کو بھی پاس کر دینا چاہیے جسپر ۲۷ دسمبر کو تمام دن مباحثہ ہوتا رہا تھا۔ اور اس دن کے جلسہ کے رنگ سے بھی یہ معلوم ہوتا تھا کہ دونوں بائیں قوم کی متفقہ (یا کم از کم بہت بڑی معجزاتی کمی رائے کے) بھی عین مطابق ہیں۔ فونڈیشن کمیٹی کے ان فیصلوں سے اس ڈیپوٹیشن کو جو ہمارے معروضات لیکر گورنمنٹ آف انڈیا میں حاضر ہوگا کافی رزلو اور اثر کے ساتھ گورنمنٹ میں یہ عرصہ کرنے کا موقع ہوگا کہ جو کچھ وہ گورنمنٹ سے چاہتے ہیں وہ قوم کی متفقہ خواہش اور دیرینہ آرزو ہے۔ اسی کے ساتھ ڈیپوٹیشن کو یہ اختیار بھی دے دیا جائے کہ اپنے معروضات کو گورنمنٹ میں پیش کرتے وقت اور گورنمنٹ کے اعلیٰ عہد داروں سے گفتگو اور تبادلہ خیالات کی حالت میں انکو ڈیپوٹیشن اپنی تجویزوں میں قومی مقاصد کی حفاظت کے ساتھ کسی ترمیم کا قبول کر لینا مصلحت سمجھے تو اس کو قبول کر لے۔

نواب صاحب ممدوح نے میری اس گزارش سے اتفاق کیا اور فرمایا کہ البتہ اس طرح پر ایک راستہ نکلتا تو ہے۔ اس کے بعد میں نے اپنے خیالات کا اظہار اسی شب میں علیحدہ مفصلہ ذیل حضرات سے کیا:—

جناب انریبل سر راجہ صاحب جہانگیر آباد و جناب انریبل سر راجہ صاحب محمود آباد و جناب انریبل راجہ سید ابو جعفر صاحب اور جناب انریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب و جناب محمد عی خاں صاحب آڈیٹر (کامیڈ) (اور شاید کسی اور صاحب سے بھی) اور سب سے آسکر پسند کیا اور بالآخر قرار پایا کہ اسی شب میں تپانا کھانے کے بعد چند حضرات ایک جگہ جمع ہو کر ایسی کسی تجویز پر غور کریں جس سے کل صبح کو پیش آنے والی مشکلات حل ہو جائیں۔ چنانچہ محمود آباد ہرس کے بالاخانہ پر ۱۱ بجے شب کے قریب پرائیویٹ طور پر ہم سب نے (جن کا ذکر اوپر ہوا ہے اور جن میں بعض اور اہل الرائے حضرات بھی شریک ہوئے تھے) ان معاملات کے متعلق مشورہ کیا جس میں بہت وقت صرف ہو گیا۔ میری رائے تو یہی تھی جو میں اوپر عرض کر چکا ہوں مگر دیگر حضرات

مسلم یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی میں جو کارروائی ۲۷ و ۲۹ دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء کو ہوئی ہے اور جو رزلویشن اس میں پاس ہوئے ہیں ان کے متعلق اخباروں میں جو مضامین نکلے ہیں (اور نکل رہے ہیں) ان کے اور دوستوں کے اعتراضات کے لحاظ سے میرے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہیں ہے کہ بعض اہم واقعات پر جو پردہ پڑا ہوا ہے اس کو اٹھاؤں۔ اور اس ضرورت سے ۲۷ و ۲۹ دسمبر سے پہلے کی بھی کچھ واقعات بیان کرنے ناگزیر ہیں۔ مسلم یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی کے صدر دفتر (علی گڑھ) سے جب یہ اعلان شائع ہوا کہ کمیٹی موصوفہ کا اجلاس فلاں وقت اور فلاں مقام پر ہوگا تو اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ اس اجلاس کا ایک پروگرام پہلے سے مرتب ہو کر کم از کم کانسٹیٹیوشن کمیٹی اور ٹرسٹیان ایم۔ اے۔ آر۔ کالج اور ان جملہ صاحبان کی خدمت میں بھیج دیا جائے جو اضلاع کے انتخاب کے ذریعہ سے بطور ڈیلی گیٹ کے جلسہ میں شریک ہونے والے تھے۔ اور تجویز یہ بھی کہ ارائل دسمبر میں جب اکثر حضرات ہزار نواب لفٹننٹ گورنر بہادر صوبہ کی رونق افزائی کے موقع پر علی گڑھ میں جمع ہونگے تو اس وقت وہ پروگرام مرتب ہو جائے گا۔ چنانچہ اس کے لیے وقت بھی مقرر ہوا۔ لیکن جن اصحاب کی شرکت اس موقع پر ضرور تھی ان کی عدم موجودگی کی وجہ سے اس وقت پروگرام کا مسودہ مرتب نہ ہو سکا۔ اور مجبوراً نواب خان بہادر محمد مزمل اللہ خاں صاحب قائم مقام آنری سیکرٹری فونڈیشن کمیٹی اور اس خاکسار کے اتفاق سے پروگرام کا مسودہ تیار کیا گیا (جس کا اس موقع پر بچندہ ذیل میں درج کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے):

اسے بعد فونڈیشن کمیٹی کا اجلاس تھا جس میں اب ڈیپوٹیشن کے اصحاب، نواب وفارالحق بی اسلم جامعہ اسلامیہ اور مدافع رزم یونیورسٹی کے صدر بی تجویز کے روادیش تھے۔ ہم نے وہ حصہ تعریف تصور کر دیا (الملال)۔

یہ مسودہ پروگرام چھاپا گیا اور تقسیم ہونے ہی کو تھا کہ بعض ممبر صاحبان فونڈیشن کمیٹی نے خواہش کی کہ اس کا اجراء ملتوی رکھا جائے اور جس وقت ممبر صاحبان لکھنؤ میں عنقریب جمع ہوتے ہیں اس وقت باہمی صلاح و مشورہ سے پروگرام مرتب کیا جائے۔ چنانچہ شب مابین ۲۶ و ۲۷ دسمبر عین (جس کی صبح کو فونڈیشن کمیٹی کا اجلاس منعقد ہونے کو تھا) بڑی صدارت ہوا۔ ایڈس حضور نواب صاحب بہادر والی رام پور دام اقبالہم پروگرام کی ترتیب کی غرض سے بمقام لکھنؤ محمود آباد ہوس جلسہ منعقد ہوا اور ایک پروگرام لکھا گیا جس کے چھپنے کی نوبت نہیں آئی اور جو اس وقت میرے پاس بھی موجود نہیں ہے۔ اس پروگرام کے مسودہ لکھتے وقت تمام وہ حضرات شریک جلسہ تھے جو اس وقت تک بیرونجات سے لکھنؤ تشریف لا چکے تھے اور بعض دیگر حضرات اہل لکھنؤ میں سے تھے۔ ۲۷ دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء کو قیصر باغ کی بارہ دری میں فونڈیشن کمیٹی کا جلسہ بڑی صدارت حضور ممدوح الشان منعقد ہوا اور اس روز جس قدر کارروائی ہوئی وہ سب پبلک کارروائی تھی۔ اس کے اعادہ کی اس موقع پر ضرورت نہیں ہے۔ جلسہ میں بہت



فہرست سے متروک نہیں کیا گیا تھا، بلکہ اور بہت سے نام متروک ہو گئے تھے؛ اور یہ اصول بھی بدل دیا گیا تھا کہ کانستبلیشن کمیٹی کے سب ممبر اُس میں رکھے جائیں؛ یہاں تک کہ جو ممبر پہلے سے ڈپوٹیشن میں شریک تھے اور گورنمنٹ کے آئربل ممبر صاحب تعلیمات کے ساتھ کام کرتے رہے تھے ان میں سے بھی کتنے ہی نام پیش شدہ فہرست میں درج نہیں ہوئے۔ اس غیر متوقع کارروائی نے مجھ کو سخت حیرت میں مبتلا کیا، اور میں نے آئربل سر راجہ صاحب محمود آباد کو جو اس وقت جلسہ کی صدارت فرما رہے تھے اس کارروائی پر توجہ دلائی جس کا مجھ کو کوئی جواب نہیں ملا۔ اس کے بعد جب پنجاب کے چند حضرات نے شکایت کی کہ ان کے صوبہ کی قائم مقامی ڈپوٹیشن میں کافی طور پر ملحوظ نہیں رکھی گئی اور صاحبان حل و عقد نے ان کا ناراض کرنا مناسب نہ سمجھا، تو جذبات سر راجہ صاحب ممدوح نے مجھ سے (جو اس وقت جلسہ میں آئربل سرگرمی کی خدمات انجام دے رہا تھا) فرمایا کہ میں ایک نوٹس جاری کر دوں کہ شام کے جلسہ میں بھی فونڈیشن کمیٹی کی کچھ کارروائی ہوگی۔ میں نے یہ تعمیل ارشاد نوٹس جاری کر دی جس کی اطلاع صبح کے تمام حضار جلسہ کو تو اُس وقت چند منٹ میں ہو نہیں سکتی تھی، لہذا جلسہ اور مہمانوں کے کیمپ میں چند جگہ وہ نوٹس چسپال کر دیے گئے۔ اور جذبات سر راجہ صاحب کی خدمت میں میں نے ایک عریضہ کے ذریعہ سے عرض کر دیا کہ حسب الحکم نوٹس تو جاری کر دیے گئے ہیں، لیکن ایک ایسے بے اصول جلسہ میں خود نیازمند حاضری سے معافی چاہتا ہے۔ چنانچہ میں اُس جلسہ میں شریک نہیں ہوا۔ لیکن میں نے سنا کہ پنجاب سے چند حضرات کے نام ڈپوٹیشن کی فہرست میں اور اضافہ کر لیے گئے۔

یہ ایک واقعہ ہے کہ جس وقت مسٹر محمد علی نے رزولوشن کے ساتھ جلسہ کے سامنے ڈپوٹیشن کے نام پیش کیے میں بھی سمجھتا رہا کہ یہ بھی نام پڑھے جارہے ہیں جو میرے سامنے ڈپوٹیشن کے واسطے تجویز ہو چکے تھے۔

اب یہاں مجھ پر یہ الزام لگایا جاسکتا ہے کہ اُسی وقت جلسہ میں فہرست کے سننے کے بعد میں نے کہیں محسوس نہ کیا کہ یہ وہ رات والی مکمل فہرست نہیں ہے اور کتنے ہی نام اُس میں سے نکال دیے گئے ہیں۔ سب سے اول اس الزام کے جواب میں میں اپنے دماغ کی کمزوری کو معذرت کے ساتھ پیش کروں گا، جس سے پہلے غالباً پوری طرح واقف ہے اور جس کے لحاظ سے میں بار بار اس قسم کے کاموں کی شرکت سے معافی چاہ چکا ہوں اور اس مرتبہ بھی جو میں لکھنؤ کے ان جلسوں میں شریک ہوا میری وہ شرکت اسی سخت ضرورت کی وجہ سے تھی، ورنہ میری حالت صحت مجھ کو اُسکی اجازت نہیں دیتی تھی۔ دوسرے میں اس پر مطمئن تھا کہ فہرست پر میں غور کر چکا ہوں اور جو کچھ میرے نزدیک مناسب تھا وہ اُس میں داخل ہو چکا ہے، لہذا میرا ذہن اُس ترمیم کی طرف منتقل نہوا جو بغیر میری اطلاع کے فہرست میں کر دی گئی تھی۔ سوم ایک ایسی لمبی فہرست کو ایک ہی دفعہ سننے کے بعد اُن سب ناموں کو ذہن میں محفوظ رکھنا اور یہ معلوم کر لینا کہ اُس میں کیا کمی ہے، معمولی دماغ کا کام نہیں ہے۔ بایں ہمہ اگر قوم کے نزدیک میرے یہ عذرات کافی نہیں تو اپنی خطا کا اقرار کرتا ہوں اور امید ہے کہ قوم میری اس معذرت کو مہربانی سے قبول کرے مجھے معاف فرمائیگی، خصوصاً اسے وقت میں جبکہ اس قسم کی خطاؤں کے سرزد ہونے کا کوئی موقع میرے طرف سے غالباً آئندہ پیش آنے والا نہیں ہے۔

یہ صورت میں پیش کرونگا اس پر مجھ سے بہت اصرار کیا گیا کہ ایسا نہ کروں ورنہ جلسہ میں بہت گڑبڑ ہو جائیگی۔ اور مجھ سے کہا گیا کہ اگر کسی اور طرف سے پیش شدہ رزولوشن اختلاف کیا جاوے اور معلوم ہوتا ہو کہ اختلاف رائے ہو گیا ہے ریمونڈ میں طوالت ہو رہی ہے تب میں اپنی ترمیم پیش کروں، ورنہ جب تک جلسہ کا یہ رنگ رہے کہ اُس میں کسی اختلاف کے نوبت آنے کے بدوین پیش شدہ رزولوشن بجائے نظر ہو جائیگا، تب مجھ کو اپنی ترمیم پیش نہ کرنی چاہیے۔ ریمونڈ کی پیشی کے وقت مسٹر محمد علی نے جب اُس پر جلسہ کے سامنے تقریر کی تو اُس میں انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ توبہ رات گئے تک اس کے متعلق مشورہ ہوتا رہا ہے اور اس ملا صاحبوں کے اتفاق سے (جن میں میرا نام بھی انہوں نے لیا) رزولوشن کا مسودہ مرتب ہوا ہے۔ اس پر میں نے اپنے اُن عزیز دوست کو جنہوں نے مجھے خاموش رہنے کی تائید کی تھی جہ دلائی کہ پیش شدہ رزولوشن کی ذمہ داری اب میرے اوپر ہی آئی ہے، مگر انہوں نے اُس وقت سکوت فرمایا اور کوئی جواب نہ دیا۔ اُس وقت میں نے اپنے آپ کو سخت مشکل میں پایا۔ اور سوچنے کے لیے میرے پاس وقت بہت ہی تنگ تھا۔ بہر حال جو خیال اس وقت میرے دل میں آیا وہ یہ تھا کہ اس وقت ترکوں میں بھی بہت زیادہ اختلافات واقع ہیں اور ہر لک شخص ان میں سے بھی دعویٰ کرتا ہے کہ میں جو رائے رکھتا ہوں وہی قوم کے حق میں زیادہ مفید ہے اور دوسرے کے خیال سے اطاعت کرنا نہیں چاہتا، اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ جھگڑے پھٹنے چلے جارہے ہیں۔ پیش شدہ رزولوشن میں بھی وہ باتیں سب لگی ہیں جو میرے مسودہ میں ہیں، صرف بعض باتوں کا فرق ہے، لہذا رفع اختلاف کی غرض سے اور جلسہ کو سکون کی حالت میں ہم رہائے کی ضرورت سے مجھے ہی کو اُس وقت خاموش رہنا مناسب ہے، ورنہ میں بھی اُسی الزام کا ملزم ہوں گا جو میں ان پر لگا رہا ہوں اور میں نے ریسائی کیا اور رزولوشن پاس ہوا۔ جس حصے میرے مجوزہ رزولوشن میں ایسے تھے جن کو بطور علیحدہ رزولوشن کے پیش ہونے میں کوئی مضائقہ نہ تھا۔ لیکن صدر جموں صاحب نے پیش شدہ رزولوشن کا پاس ہو جانا اس قدر قیمت سمجھا کہ بغیر اس بات پر غور کیے ہوئے کہ اور کیا کام فی رہ گیا ہے انہوں نے فونڈیشن کمیٹی کے جلسہ کو برخاست کیا، دوسرے وقت کا جلسہ ایجوکیشنل کانفرنس کی کارروائی کا جلسہ قرار دیا گیا۔ نیز وقت بھی اس قدر گزر گیا تھا کہ عام جلسہ نے بھی اس وقت کارروائی کے اختتام کو بہتر سمجھا۔

جلسہ کے بعد ہی ایک صاحب میری فرودگاہ پر میرے پاس سرف لائے اور فرمایا کہ میرے صوبہ کی طرف سے مجوزہ ڈپوٹیشن میں نام نہیں آیا۔ میں نے عرض کیا کہ خود آپ کا نام ہے۔ انہوں نے کہا کوئی نہیں۔ میں نے پھر عرض کیا کہ آپ کا نام خود میرے سامنے لکھا ہوا ہے۔ انہوں نے اس پر دوبارہ تحقیق کیا تو بھی معلوم ہوا کہ درحقیقت اُن کا نام اُس فہرست میں نہیں ہے۔ اور جب میں نے بھی تحقیق کیا تو اُن کا خیال صحیح تھا اور اُن کا نام پورٹیشن کی اُس فہرست میں نہیں تھا جو رزولوشن کے ساتھ جلسہ کے سامنے پیش کی گئی تھی۔ اور وہ پہلا وقت تھا جب مجھ کو معلوم ہوا کہ سر راجہ صاحب جہانگیر آباد اور آئربل راجہ بد بو جعفر صاحب اور اس خاکسار کے رات کو اُس جلسہ سے چلے گئے بعد ہم لوگوں کے سامنے کی مرتبہ فہرست بدل دی گئی تھی اور صرف وہی ایک نام جس کی طرف میں نے اوپر اشارہ کیا

اس جلسہ کے اندر مباحثہ کے دوران میں بھی ظاہر کی گئی ہیں منجملہ دیگر امور کے یہ بھی طے پایا ہے کہ اول یونیورسٹی کا نام "مسلم یونیورسٹی" علیگڑہ ہونا چاہیے۔ دوم یہ کہ قابو کے متعلق اختیارات چانسلر کو سپرد کیے جانے تجویز ہوئے ہیں وہ گورنر جنرل باجلاس کونسل کو سپرد نہ ہونے چاہئیں۔ سوم یہ کہ جو اختیارات اسٹیچرس کے باب سوم کے فقرہ پنجم میں مذکور ہیں وہ رہی ہونے چاہئیں جو پیٹرن کو زیر دفعہ ۴۱ قواعد و قوانین ٹرسٹیں علیگڑہ کالج دیے گئے ہیں۔ چہارم یہ کہ الحاق کے متعلق اسٹیچرس اسی صورت پر باقی رہیں جیسے کہ وہ تجویز ہوئے ہیں۔ اور پنجم یہ کہ کورٹ کونسل اور سنت کے متعلق کانستٹیوشن کو شرائط اندر ترمیم نہیں ہونی چاہیے۔ علاوہ بریں ان مہمات ضروریہ لحاظ کرتے ہوئے جو اس مسئلہ کے ساتھ وابستہ ہیں یہ جلسہ حضرات ذیل کی ایک کمیٹی مقرر کرتا ہے اور ان کو کامل اختیار منصب کلم کرنے اور مسلم یونیورسٹی کے متعلق جملہ معاملات کو مختتم طور پر اس نہج کے ساتھ طے کرنے کا عطا کرتا ہے۔ ان کو قزم کے بہترین فوائد کے لحاظ سے مناسب معلوم ہو۔ یہ کہ وہ بصورت ایک ڈپوٹیشن کے ہذا کسنسی وائسراے کے حضور میں باریاب ہو کر اس باب میں کل ضروری معروضات پیش کریں۔ اسماء ممبران ڈپوٹیشن

ایکس آنیشیو:— ہز ہائیڈس سر آغا خاں پریسیڈنٹ فارنڈیشن کمیٹی، انریبل سر راجہ صاحب بہادر محمود آباد پریسیڈنٹ کانسنٹیشن کمیٹی، نواب حاجی محمد اسحاق خان بہادر منتخب سکرٹری علی گڑہ کالج۔

صوبجات متحدہ آگرہ وارڈ:— نواب وقار الملک بہادر صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب، آنریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب۔ مسٹر سید نبی اللہ بیرسٹر ایت لا، مسٹر سید وزیر حسن بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔

پنجاب:— آنریبل خان بہادر میاں محمد شفیق، آنریبل کیتان ملک محمد مبارز خاں، ڈاکٹر شیخ محمد اقبال، خان بہادر شیخ رحیم بخش صاحب سی۔ آئی۔ اے، میاں محمد فضل حسین صاحب بیرسٹر ایت لا۔

بمبئی:— آنریبل مسٹر فاضل بھائی کریم بھائی، آنریبل مسٹر محمد علی جناح۔

مدراں:— سیٹھ یعقوب حسن صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی، نواب غلام احمد خان بہادر کلامی۔

بنگال:— آنریبل مسٹر جسٹس سید حسن امام، مسٹر سلطان احمد بیرسٹر ایت لا۔

بہار:— آنریبل مسٹر مظہر الحق بیرسٹر ایت لا، آنریبل مسٹر فخر الدین۔

ممالک متوسط:— خان بہادر ایچ۔ ایم۔ ملک صاحب۔

دہلی:— مسٹر محمد علی (اکسن)۔

لندن:— میجر سید حسن صاحب بلگرامی۔

جلسے میں رزلوشن پیش ہونے سے پہلے گذشتہ شب کے جلسہ کے شرکاء میں سے کسی نے میرے مسودہ کے دیکھنے کی خواہش نہیں کی جس کی وجہ غالباً کچھ یہ بھی ہوگی کہ کارروائی کے لیے وقت بہت ہی تنگ ہو گیا تھا۔ رزلوشن پیش ہونے کے بعد مجھے سے بعض معزز دوستوں نے پرائیویٹ طور پر دریافت کیا کہ آپ اس کی تائید کریں گے؟ میں نے عرض کیا کہ میرے مرتبہ مسودہ میں اور پیش شدہ رزلوشن میں کسی قدر اختلاف ہے لہذا پیش شدہ رزلوشن کی تائید ہو جانے کے بعد میں اپنے مسودہ کو ترجیح

پبلک رائے کے واسطے مشہور ہوئے تھے اور جن پر اس تازہ بحث کی وجہ سے جو سر ہار کورٹ ہٹلر کے مراسلہ ۹ - اگست سنہ ۱۹۱۲ ع سے پیدا ہو گئی تھی کانستٹیوشن کو غور اور فیصلہ کا موقع نہ ملا تھا اسکے واسطے مناسب مہلت کے ساتھ کانستٹیوشن کمیٹی کا اجلاس منعقد کیا جائے جس میں وہ سب ممبر شامل ہوں جن کا نام رزلوشن نمبر (۱) میں آیا اور وہ کمیٹی مسودات مرتبہ کا فیصلہ کریں۔ رزلوشن نمبر (۳)

مسودہ بائی لاز جو ابھی پبلک کے سامنے پیش نہیں ہوا ہے وہ بھی حتی الامکان جلد پبلک کے سامنے پیش کیا جائے اور کانستٹیوشن کمیٹی کا جو اجلاس حسب مندرجہ رزلوشن صدر منعقد ہو اسی میں بائی لاز کا مسودہ بھی مکمل کر لیا جائے، تاکہ گورنمنٹ کو بھی یونیورسٹی کے تمام مالہ و ماعلیہ پر کامل طور سے غور فرمانے اور ہمارے ڈپوٹیشن کو ہر ایک معاملہ متعلقہ کی نسبت گورنمنٹ میں عرض معروض کا موقع ملے۔ (انتهی)

اس مسودہ کو مرتب کر چکنے کے بعد میں منتظر تھا کہ شبینہ مشرورہ کے شرکاء بڑے جلسہ سے قبل میرے اس مسودہ کو ملاحظہ فرمائیں گے۔ لیکن جب بجائے سازھے آتھے کے نو بھی بج گئے تب مجھ کو معلوم ہوا کہ جلسہ کا وقت دس بجے سے قرار دیدیا گیا ہے۔ مجھ کو معلوم نہیں کہ یہ قرار داد کب اور کس طرح ہوئی۔ غالباً اسی شب میں برخاست جلسہ کے بعد یہ تجویز ہوئی ہوگی اور اگر ایسا تھا تو شاید میں یہ کہنے میں حق بجانب ہونگا کہ مجھ کو بھی اس تبدیلی وقت سے اطلاع دی جانی مناسب تھی، تاکہ میں اطمینان سے اس شب میں کچھ آرام کرسکتا اور صبح اطمینان کے ساتھ اپنا مسودہ مرتب کرتا اور جو تکلیف پریشانی مجھ کو وقت کی تنگی کی وجہ سے ہوئی، اس سے میں معذور رہ سکتا جس کا میں اپنی اس عمر اور ضعف اور علالت کی حالت میں شاید مستحق نہ تھا۔

بہر حال جلسہ سے قبل جناب نواب محمد اسحاق خاں صاحب بہادر مجھ سے ملے اور ان کو میں نے اپنا یہ مسودہ دکھلایا اور جہاں تک اس وقت مجھ کو یاد آتا ہے اس کے بعد آنریبل سر راجہ صاحب محمود آباد نے بھی اس کو ملاحظہ فرمایا، اور چونکہ عین جلسہ کا وقت آگیا تھا لہذا سب صاحب جلدی جلدی فونڈیشن کمیٹی کے جلسہ میں پہنچے۔ جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی اور مسٹر محمد علی صاحب (کامریڈ) نے سب سے اول اپنا وہ رزلوشن پیش کیا جو اس جلسہ کے آخر میں پاس ہوا۔ اور جو کارروائی اس وقت جلسہ میں ہوئی وہ علانیہ تھی اور تمام جلسہ اس سے واقف تھے اور اخباروں میں اس کی ررئداد چھپ چکی ہے۔ مجھ کو ان امور میں سے کسی کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

مسٹر محمد علی نے اپنے رزلوشن کے ساتھ ممبران ڈپوٹیشن کے نام بھی پڑھے جس کی نسبت میں نے خیال کیا کہ یہ بھی فہرست ہے جو رات کے جلسہ میں میرے سامنے طے پائی تھی۔ بہر حال پیش شدہ رزلوشن کے مضمون کے متعلق بعض اخباروں میں کچھ غلط فہمی ہو گئی ہے لہذا احتیاطاً میں اس کو علی گڑہ انسٹیٹیوٹ گزٹ مطبوعہ ۸ جنوری سنہ ۱۹۱۳ ع سے بچسنہ ذیل میں درج کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

وہو ہذا :

یہ جلسہ حضور ملک معظم کے وزیر ہند بہادر کے فیصلہ مندرجہ مراسلہ آنریبل سر ہار کورٹ ہٹلر مورخہ ۹ - اگست من مقام شملہ میں کو نہایت مایوسی اور افسوس کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ان آراء پر لحاظ کرتے ہوئے جو کانستٹیوشن کمیٹی نے ظاہر کی ہیں اور جو

اُسوقت خواجہ صاحب نے اپنی تقریر میں بیان فرمایا تھا کہ کن کن شرائط کے ساتھ ڈپوٹیشن کو مسودہ کانسٹی ٹیوشن مرتبہ کانسٹی ٹیوشن کمیٹی میں ترمیم کا اختیار ہوگا، مثلاً یہ کہ جب تک در ثلث ممبران ڈپوٹیشن کسی ترمیم پر اتفاق نہ کر لیں تو اُس ترمیم کو ڈپوٹیشن منظور نہ کر سکے۔ رزلوشن میں ایسا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اُسکی توضیح رزلوشن میں اور ہو جانی چاہیے۔ اور اسی کے ساتھ کوئی ایسا فقرہ بھی رزلوشن میں ضرور درج ہونا چاہیے کہ جب ڈپوٹیشن ضرورت سمجھے تو اپنی فہرست میں توسیع کر سکے۔ اور مذکورہ بالا مقاصد کی غرض سے میرے نزدیک مندرجہ ذیل طریقوں میں سے کوئی طریقہ اختیار کیا جائے۔

اول یہ کہ مجوزہ ڈپوٹیشن کا ایک اجلاس جلد منعقد کیا جائے اور وہ ان دنوں باتوں کا تصفیہ کر کے اطلاع کے لیے اپنی تجویز مشہور کر دے اور قوم کی طرف سے وہ بطور جزر پاس شدہ رزلوشن کے منظور ہو۔

(الف) فہرست ڈپوٹیشن کی توسیع کے متعلق۔ اور یہاں میں صاف صاف یہ کہ دینا چاہتا ہوں کہ ڈپوٹیشن کے اس اجلاس کو فرنڈیشن کمیٹی کی منظوری کے بدون یہ اختیار نہ ہونا چاہیے کہ کانسٹیٹوشن کمیٹی کے یا اس ڈپوٹیشن کے ناموں میں کمی کر دے جو اس سے پہلے گورنمنٹ کے ساتھ کارروائی کرنے میں مصروف رہا ہو حال کے ڈپوٹیشن کو یہ اختیار ہونا چاہیے کہ اگر وہ اور کسی جدید نام کا اضافہ ڈپوٹیشن میں کرنا مناسب سمجھے، تو وہ کر سکے۔

یہاں بعض حضرات شاید یہ خیال فرمائیں کہ ایسا کرنے سے ممبران ڈپوٹیشن کی تعداد اس قدر زیادہ ہو جائے گی کہ اُس کو گورنمنٹ شاید پسند نہ کرے۔ لیکن اُسی کے ساتھ ہم کو یہ بھی خیال رکھنا لازم ہے کہ سات کروڑ مردم شماری کے کامل اختیارات اس ڈپوٹیشن کو سپرد ہوتے ہیں، اور اس تمام جم غفیر کا اطمینان اور بھروسہ اس ڈپوٹیشن کے کامل اطمینان ہونے پر منحصر ہے۔ اور ہم کو اس امر پر بہت زیادہ غور کرنا ہے کہ جن لوگوں نے اس معاملہ میں قوم کی خدمات انجام دی ہیں اُن کی خدمات کی ناقدر شناسی بھی نہ ہونی چاہیے۔ یہ سچ ہے کہ جو لوگ اس طرح قومی خدمات انجام دیتے ہیں وہ کسی قدر شناسی یا کسی دوسرے معارضہ کی اُمید پر ایسا نہیں کرتے۔ لیکن قوم بھی تو آخر انسانوں ہی سے مرکب ہے۔ اُس کو یہ کب زیبا ہے کہ اپنے خدمت گذاروں کی خدمات کے اعتراف سے چشم پوشی کرے؟ لہذا اپنی طرف سے تو ہم کو اُن کا نام قائم رکھنا چاہیے۔

(ب) جب ممبران ڈپوٹیشن موجودہ مرقع میں (یعنی جس قدر ممبر گورنمنٹ کے حضور میں) کسی وقت کانسٹیٹوشن کی نسبت عرض و معروض کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے ہوں باہم اختلاف رائے ہو تو اسکا فیصلہ کس طرح ہوگا؟

(ج) بعض اور ضروری رزلوشن جو گذشتہ جلسہ میں وقت کی تنگی کی وجہ سے پیش نہ ہو سکے (مثلاً یہ کہ یونیورسٹی کے سرمایہ کا منافع ایم۔ اے۔ اے۔ اے۔ کی اُس قسم کی ترقی میں صرف ہو سکے جو اُسکو یونیورسٹی کے درجہ تک پہنچانے کے لیے ضروری ہو) اُن کا پیش ہو کر فیصلہ ہو جانا چاہیے۔ دوم یہ کہ پھر ایک تاریخ اور مقام مقرر کر کے فرنڈیشن کمیٹی کو طلب کیا جائے اور ان معاملات کا فیصلہ کرایا جائے، اور اگر اسکی نوبت آئے تو اسی جلسہ میں فرنڈیشن کمیٹی کی ایک مینیجنگ کمیٹی بھی مع اپنے اختیارات کے منتخب ہو جائے۔ نوٹس میں

نے بعد چند نوجوان اور تعلیم یافتہ حضرات نے رائے قائم کی اور صاف کہہ دیا کہ ڈپوٹیشن میں نصف ایسے لوگ ہونے چاہئیں جو ہم رائے ہوں اور نصف دوسری طرح کے ہوں اس اصول کے تحت وہ نئی فہرست مرتب ہوئی جو اگلی صبح کو پورن کے ساتھ جلسہ میں پیش کی گئی۔

نیز ابھی تین چار دن پہلے علیگڑہ میں، مجھ کو ایک نوجوان لیم یافتہ صاحب سے معلوم ہوا کہ ممبران ڈپوٹیشن کی جب یہ فہرست مرتب ہو رہی تھی تو اُس میں شریک مشورہ کرنے کے سے کچھ لوگوں کے پاس موٹر کار بھیجے گئے اور اُسی وقت وہ سوتے ہوئے در اُس جلسہ میں بلائے گئے اور اُن سے مشورہ ہو کر جدید فہرست مرتب ہوئی۔ جو صاحب مجھ سے اس روایت کے راوی ہیں وہ بھی میں نے ایک ہیں جن کے پاس اُس شب میں موٹر کار بھیجی گئی شریک مشورہ ہوئے۔ میں اوپر اپنے اس مضمون میں بیان کر چکا کہ میں نے مجوزین مسودہ رزلوشن کو یہ مشورہ دیا تھا کہ اس کی بدگمانی سے بچنا چاہئے، توجو کچھ اس وقت رات میں ہوا ہے وہ سب جلسہ کے وقت صاف صاف بیان کر دیا جائے، لیکن ہم ہوتا ہے کہ ان صاحبوں نے اس وجہ سے اُس کی جرات نہ کی یا کرنے سے کہیں اُنکا جما جمایا رنگ اکھتر نہ جائے۔ یہاں تک مجھ کو بھی (جو اُس وقت جلسہ میں انٹری سکریٹری کی ش میں تھا) بالقصد بے خبر رکھا گیا۔ اور کیا ان راقعات کے بعد کے سرا کوئی اور رائے قائم ہو سکتی ہے کہ یہ جو کچھ کیا گیا حد کیا گیا اور صرف اس نیت سے کیا گیا کہ فہرست ڈپوٹیشن مجوزین راقعات کو پردہ اخفا میں رکھ کر اپنے منصوبہ کو جاسہ چپ چپائے پاس کر لیں؟

میں نے اپنے ناظرین کا بہت قیمتی وقت اپنی اس گزارش صرف کیا ہے جس کی میں معافی چاہتا ہوں، اور اب کے بعد جو کچھ عرض کرنا ضرور ہے وہ صرف یہ ہے کہ یہ تو کچھ ہوا رہا ہوا، لیکن اب آئندہ قوم کو کیا کرنا ہے؟ اُس کی بہت میری ناچیز رائے یہ ہے کہ فہرست ڈپوٹیشن کے علاوہ باقی پورن جو ۲۹ دسمبر ۱۹۱۲ ع کے جلسہ میں پاس ہوا اُسکو منور قائم رکھا جائے، نیز اس سے بھی چارہ نہیں ہے کہ ہم کو ایک با اختیار ڈپوٹیشن تجویز کرنا چاہیے جو گورنمنٹ آف انڈیا کے ہماری معروضات کو پیش کرے اور جہاں تک اُسکے امکان میں ہے اپنے آپ کو اسکا پابند رکھے کہ قوم کی خواہشات پر پورا زور دے۔ لیکن اسمیں بھی شک نہیں ہے کہ ڈپوٹیشن کے اختیارات کو کوئی مناسب قید بھی ہونی چاہیے، یا دوسرے لفظوں میں یہ کہ اگر ڈپوٹیشن کے ممبروں میں باہم اختلاف رائے ہو اُس وقت ڈپوٹیشن کا طرز عمل کیا ہونا چاہیے۔ آنریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب نے بعض نہایت مفید مشورہ وقت اُس معاملہ کے متعلق جلسہ کے سامنے پیش کیے تھے، ان صاحبان حل و عقد نے (جن کو اُس وقت صرف اپنے نقصان پسنداری منظور تھی بدوں اس کے کہ اُس پیش شدہ ترمیم کی بت غور کیا جاتا یا اُن کا کچھ جواب دیا جاتا) خواجہ صاحب صرف کا ایک نام ڈپوٹیشن کے ممبروں میں اضافہ کر دینا کافی سمجھا، زور بحث کو آگے بڑھنے نہ دیا۔ خواجہ صاحب کا اسم گرامی نہ کرنے سے غالباً مطلب یہ تھا کہ ڈپوٹیشن کی کارروائی کے وقت ب ممدوح اپنے خیالات کو بہت اطمینان کے ساتھ ڈپوٹیشن کے لئے پیش کر سکیں گے۔ لیکن اس کے بعد بھی وہ سوال بدستور رہتا ہے کہ اگر ممبران ڈپوٹیشن کے باہم کسی مسئلہ پر اختلاف ہو تو اُس کا تصفیہ کس طرح ہوگا؟ اور اسکا بہترین حل بھی ہے جو



سا نام اس فہرست سے کیوں مٹورک کیا گیا - مسٹر محمد علی بھٹیٹ ایڈیٹر کامریہ دہلی کی طرف سے قائم مقامی کا دعویٰ نہیں کر سکتے - پھر ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب سے زیادہ کسی شخص نے بھی کانستٹیوشن کے بنانے میں محنت اور جانکاهی نہیں کی، اور گو مسردہ کانستٹیوشن میں اُن سے سمجھکر بہت اختلاف رہے، لیکن جو محنت بہ حیثیت سکرٹری کانستٹیوشن کمیٹی اور بھٹیٹ سکرٹری ڈپوٹیشن انہوں نے برداشت کی اُس سے انکار کرنا آفتاب پر خاک ڈالنا ہے - لیکن بایں عدا ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب کا نام فہرست میں اول سے آخر تک کہیں نظر نہیں آتا - آنریبل سر راجہ صاحب محمود آباد کو خود فہرست کی ترتیب کے وقت ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب کے نام نے مٹورک ہونے کا ایسا افسوس ہے کہ وہ اس فرورگذاشت کو بمنزلہ گدے کے سمجھتے ہیں - اسی طرح جب اُس فہرست کو مزید غور کے ساتھ دیکھا جائے گا تو معلوم ہوگا کہ دوسرے صوبوں میں بھی اس قسم کی بعض بعض اہم فرورگذاشتیں ہوئی ہیں اور مجوزین ڈپوٹیشن کے سوا خدا ہی کو معلوم ہے کہ یہ اتفاقیہ فرورگذاشتیں ہیں یا جو کچھ ہوا بالقصد ہوا - لیکن جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ ڈپوٹیشن کی توسیع کا نام آنا ہے تو بعض مجوزین فہرست کو یہ ذکر ناگزیر گذرتا ہے، تو اس میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں رہتی کہ انہوں نے یہ قطعی ارادہ کر لیا تھا کہ فونڈیشن کمیٹی کے جلسہ سے جس طرح بھی ہوسکے اس فہرست کو جلدی سے پاس کرادیا جائے اور جس طرح اس قسم کی کمیٹیوں میں دنیا جہاں کا قاعدہ ہے کہ آئندہ توسیع اور ترمیم کی گنجائش باقی رکھی جاتی ہے ایسا کوئی فقرہ رزلوشن میں داخل نہ کیا جائے - تو یہ اُن مجوزین کی دانستہ کارروائی ہے - صاحبان! یہ کسی کی ذاتی میراث کا معاملہ نہیں تھا کہ چار بھائی ایک جگہ مل کر بیٹھ گئے اور میراث کو باہم تقسیم کر لیا - اس میراث میں تو تمام قوم شریک اور سہیم ہے - اُس میں ترکیب ترکیب سے اپنے مفید مدعا مطلب براری ہرگز زبیا نہیں ہوسکتی - جلسہ کے سامنے ایک طرف تو میرا نام مجوزین فہرست میں بالکل خلاف واقعہ لیا گیا اور یہ کہہ کر کہ مجوزہ رزلوشن بنانے میں مشتاق حسین بھی شامل

ہے جلسہ کو دھوکا دیا گیا، اور دوسری طرف اس بات کی کوشش کی گئی کہ میں جلسہ میں بالکل سکوت اختیار کروں - با ایں ہمہ اگر سمجھکر پہلے سے یہ معلوم ہوتا کہ ڈپوٹیشن کی فہرست میری غیبت میں بدل دی گئی ہے تو میں ہرگز بھی جلسہ میں خاموش نہ رہتا اور اُس وقت یقیناً حضار جلسہ کو اسماء ڈپوٹیشن پر کامل طور سے غور اور خور کا موقع ملتا اور ضروری ترمیموں کے ساتھ فہرست پاس ہوتی اور لازمی طور پر اسمیں یہ گنجائش بھی رکھی جاتی کہ ضرورت کے وقت اسمیں پھر بھی کوئی ترمیم ہوسکے، مثلاً میں ہی اب اپنی ناتندرستی صحت کے لحاظ سے اپنے آپ کو اس قسم کے جلسوں میں شامل ہونے کے قابل نہیں پانا، اور اس حالت میں اگر قوم کو اس بات کی ضرورت محسوس ہو کہ میری جگہ کوئی اور صاحب ڈپوٹیشن میں شریک کئے جاوے تو جس عبارت میں کہ رزلوشن پاس ہوا ہے اس کی رو سے اس ترمیم کا کوئی مرقع قوم کے ہاتھ میں نہیں ہے -

اور جو کچھ سمجھکر ممبران ڈپوٹیشن کی فہرست کے متعلق بعد میں بعض ان حضرات سے جو برخاست جلسہ کے بعد وہاں بیٹھے رہ گئے تھے، معلوم ہوا ہے کہ وہ بھی اس قابل ہے کہ قوم کو اس پر مطلع ہونا چاہیے - اور وہ یہ ہے کہ ہم تین شخصوں کے (یعنی راجہ صاحب جہانگیر آباد اور راجہ سید ابو جعفر صاحب اور نیازمند کے) وہاں سے

میں پہلے بھی ایک دفعہ عرض کرچکا تھا کہ اب میرا دماغ ان تفکرات کے برداشت کرنے کے قابل نہیں ہے - اسپر بھی جو میں لکھنؤ چلا گیا یہ میری طرف سے قانون قدرت کی خلاف ورزی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لکھنؤ سے لوٹنے کے بعد (جہاں میں نے حتی الامکان ہر طرح کی احتیاط اپنے کھانے پینے وغیرہ میں کی تھی اور عالی جناب سر راجہ صاحب محمود آباد کی طرف سے بھی) جنس کا میں اس موقع پر مہمان تھا ہر ایک طرح میری آسائش کا پورا انتظام و اہتمام رکھا گیا تھا) اسی تھوڑے عرصہ میں چار دفعہ میری طبیعت خراب ہوئی اور پیچش وغیرہ میں مبتلا ہوا - اور اس وقت بھی میری حالت کسی سفر کے واسطے موزوں نہ تھی - لیکن ”چور چوری سے جائے مگر ہیرا پھیری سے نہیں جاسکتا“ یہ سمجھکر کہ ٹرسٹیان کالج کا سالانہ جلسہ ہے کم از کم ایک دفعہ تو اس میں ضرور شریک ہونا چاہیے اور خاصکر اس خیال سے کہ حال ہی میں نواب حاجی محمد اسحق خاں صاحب بہادر نے علی گڑھ پہنچکر اپنے معزز عہدہ آنریری سکرٹری کا چارج لیا تھا، میرے دل نے نہ مانا اور میں علی گڑھ چلا آیا، اس ارادہ سے کہ ایک ہفتہ یہاں قیام کروں - لیکن یہاں علی گڑھ پہنچنے سے چوتھے دن میرے بائیں رخسارہ پر فالج کا اثر ظاہر ہوا، حالانکہ میرے معزز درست مسٹر عامر مصطفیٰ خاں صاحب نے میرے آرام اور حفاظت میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا تھا - اور اب ڈاکٹروں کی متفقہ اور قطعی رائے یہ ہے کہ اس قسم کے خطرات جو اس سے قبل یا اب مجھے پیش آئے، دماغی کام کرنے کی وجہ سے ہیں، اور آئندہ وہ مجھے بہت اصولوں کے ساتھ اس قسم کی جرات سے منع فرماتے ہیں - اُن کے ارشاد کی تعمیل نہ کرنا خود کشی میں داخل ہے جس کو میرا کوئی دوست بھی یقین ہے کہ گوارا نہ کرے گا - میں سمجھتا ہوں (گو اس کے ساتھ مجھے افسوس بھی بہت زیادہ ہے) کہ آئندہ میں پبلک جلسوں یا صالح و مشوروں کی صحبتوں میں بھی شریک ہونے ہی سے معذور نہ رہوں گا بلکہ غالباً تحریر کے ذریعہ سے بھی اب مجھے اپنے خیالات کے ظاہر کرنے کا موقع نہ ملے گا، اور اسلئے میری ذات پر قوم کو اگر کچھ تھوڑا بہت بھروسہ تھا تو اُس سے بھی اب قطع نظر کرنی چاہیے اور جو کچھ کرنا چاہیے خود سوچ سمجھکر کرنا چاہیے - اس وقت اس فہرست کی حالت جو جلسہ میں منظور ہوئی یہ ہے کہ جلسہ کے برخاست کے بعد ہی پنجاب کے بعض حضرات کو شکایت پیدا ہوئی کہ ڈپوٹیشن میں پنجاب کی قائم مقامی کا لحاظ پورے طور پر نہیں کیا گیا جس کی تلافی اسی وقت دوسرے بالکل غیر متعلقہ جلسہ میں اضطراری طور پر کی گئی جس کو کوئی شخص بھی (جو غور کی نگاہ سے دیکھے گا) راجبی اور باقاعدہ نہ سمجھے گا - جناب آنریبل سر راجہ صاحب جہانگیر آباد نے مجھ سے اس بات کی سخت شکایت کی ہے کہ ڈپوٹیشن میں صوبہ اودہ کی قائم مقامی کا بھی مطلق لحاظ نہیں رکھا گیا - سید نبی اللہ صاحب اور سید وزیر حسن صاحب کو ہم اودہ میں شمار نہیں کر سکتے - راجہ صاحب محمود آباد بھٹیٹ اپنے عہدہ پریسیڈنٹ یا وائس پریسیڈنٹ کے کل ہندوستان سے تعلق رکھتے ہیں - دہلی کے حضرات میرے سامنے شکایت کرتے ہیں کہ یہ عجیب قسم کا ڈپوٹیشن ہے جو تمام ہندوستان کے مسلمانوں کی طرف سے گورنمنٹ آف انڈیا میں حاضر ہونے کے لیے تجویز کیا گیا ہے اور دہلی کے اتنے بڑے شہر کی طرف سے (جو اس وقت تمام ہندوستان کا پایہ تخت ہے اور جہاں خود ڈپوٹیشن شاید کسی وقت حضور وائسرائے انڈیا کی خدمت کی خدمت میں حاضر ہونے کی عزت حاصل کرے) کوئی بھی قائم مقام نہیں، اور انکو سخت تعجب ہے کہ حاذق الملک کا

## ذیابیطس

### خطرناک مرض ہے اس کا جلد علاج کرو

**علامات مرض:** جن لوگوں کو پیشاب بار بار آنہو یا پیاس زیادہ لگتی ہو۔ منہ کا ذائقہ خراب رہتا ہو۔ رات کو کم خرابی ستاتی ہو۔ اعضاء شکنی۔ غریبی جسم۔ ضعف مثانہ ہونے سے روز بروز قوت میں کمی اور خرابی پیدا ہوتی جاتی ہو اور چلنے پھرنے سے سرچکوتا ہو۔ سر میں درد اور طبیعت میں غصہ آجانا ہو۔ تلم بدن میں یبوست کا غلبہ رہتا ہو۔ ہاتھ پاؤں میں خشکی اور جلن رہے جلد پر خشونت وغیرہ پیدا ہو جائے اور تھننے پانی کو پی نہ لے۔ معدہ میں جلن معلوم ہو۔ بیوقت بڑھاپے کے آثار پیدا ہو جائیں اعضاء رئیسہ کمزور ہو جائیں۔ وقت۔ سرعت اور کمی باہ کی شکایت دن بدن زیادہ ہوتی جائے تو سمجھ لو کہ مرض ذیابیطس ہے۔ جن لوگوں کے پیشاب میں شکر ہوتی ہے انکو مندرجہ بالا آثار یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتے ہیں۔ اسے لوگوں کا خانمہ علی العیسیٰ کا بیکل سے ہوتا ہے۔ دہل بہت پر کبھی گردن میں پیدا ہوتا ہے۔ جب کسی کو کاربنکل ہو تو اسے ہناب میں یقیناً شکر ہونے کا خیال کر لینا چاہیے۔ اس راج پھوڑے سے سینکڑوں ہونہار قابل لوگ مرچکے ہیں۔

**مرض کی تشریح اور ماہیت:** ذیابیطس میں جگر اور لبلبہ کے فعل میں کچھ نہ کچھ خرابی ضرور ہوتی ہے اور اس خرابی کا باعث اکثر دماغی تفکرات شبانہ روز کی محنت ہے بعض دفعہ کثرت جماع۔ کہنے سوزاکی اور کثرت دہار کا باعث ہوتا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ اس حالت میں پیشاب میں شکر نہیں ہوتی بلکہ مثانہ کے ریشہ وغیرہ پائے جاتے ہیں۔ کبھی ابتداء عمر میں کثرت جماع سے آخر یہ مرض پیدا ہو جاتا ہے اور کبھی بغار کے بعد یہ مرض شروع ہوتا ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ راج پھوڑا کاربنکل نہ نکلے تو علاج حفظ مانتقدم یہ ہے کہ ہماری ان گولیوں کو کھاؤ۔ شیرینی۔ چاول۔ ترکی۔ کردو۔ بڑھ اگر سستی کرگئے تو پھر یہ ردی درجہ ذیابیطس میں اس وقت ظاہر ہوتا ہے جبکہ تلم اندرونی اعضاء کوشت پوست بگڑ جاتے ہیں۔ جو لوگ پیشاب زیادہ آنے کی پروا نہیں کرتے وہ آخر اسے لا علاج مرضوں میں پہنچتے ہیں جن کا علاج پھر نہیں ہو سکتا۔ یہ گولیاں پیشاب کی کثرت کو روکتی ہیں اور تلم عوارض کمی قواء اور جملہ امراض ردیہ سے محفوظ رکھتی ہیں۔

**ذیابیطس میں عرق ماء اللحم اسلئے مفید ہوتا ہے کہ بوجہ اخراج رطوبات جسم خشک ہو جاتا ہے۔ جس سے غذائیت کی ضرورت پادہ پڑتی ہے۔ یہ عرق چونکہ زیادہ مقوی اور مراد خون ہے اسلئے بہت سہارا دیتا ہے غذا اور دوا دونوں کا کم دیتا ہے۔**

## حب دافع ذیابیطس

یہ گولیاں اس خطرناک مرض کے دفعیہ کے لئے بارہا تجربہ ہوچکی ہیں اور مددگار مریض مجھ ایک گھنٹہ میں کئی دفعہ پیشاب کرتے تھے پھر دنوں کے استعمال سے اچھے ہو گئے ہیں یہ گولیاں صرف مرض کو ہی دور نہیں کرتیں بلکہ انکے کھانے سے گئی ہوئی قوت باہ حاصل ہوتی ہے۔ آنکھوں کو طاقت دیتی ورمٹہ کا ذائقہ درست رکھتی ہیں۔ جسم کو سوکھنے سے بچاتی ہیں۔ اسل بول۔ ضعف مثانہ۔ نظام عصبی کا بگاڑ۔ اسہال دیرینہ یا پچیش یا بعد ہانے کے فوراً دست آجاتے ہوں یا درد شروع ہو جاتا ہو یا رات کو نیند نہ آتی ہو سب شکایت دور ہو جاتے ہیں۔

### قیمت فی تولہ دس روپیہ

میر محمد خان۔ ٹالپڑوالٹی ریاست خیرپور سندھ۔ پیشاب کی برت نے مجھے ایسا حیران کر دیا تھا اور جسم کو بے جان اگر میں حکیم غلام ی صاحب کی گولیاں ذیابیطس نہ کھاتا تو میری زندگی محال تھی۔ محمد رضا خان۔ زمیندار موضع چٹہ ضلع اٹارہ۔ آپ کی حب ذیابیطس نے مریض کو فائدہ معلوم ہوا۔ دن میں ۱۶ بار پیشاب کرنے کی بجائے اب روز ۵-۶ دفعہ آتا ہے۔

عبد القدیر خان۔ محله غرقاب شاہ جہان پور۔ جو گولیاں ذیابیطس آپ نے یس عبد الشکور خان صاحب اور محمد تقی خان صاحب کے بھائی کو زیادتی شاپ کے دفعیہ کے لئے ارسال فرمائی تھیں وہ اور بھیج دیں۔

### پتہ

حکیم غلام نبی زبدۃ الحکما - لاہور

عبد الوہاب۔ قپٹی کلکٹر۔ غازیپور۔ آپ کی بھیجی ہوئی ذیابیطس کی گولیاں استعمال کر رہا ہوں۔ بجائے ۴-۵ مرتبہ کے اب دو تین مرتبہ پیشاب آتا ہے۔

سید زاہد حسن۔ قپٹی کلکٹر الہ آباد۔ مجھے عرصہ دس سال سے عارضہ ذیابیطس نے دق کر رکھا تھا۔ بار بار پیشاب آنے سے جسم لاغر ہو گیا۔ قوت مردمی جاتی رہی۔ آپ کی گولیوں سے تلم عوارض دور ہو گئے۔ رلم ملازم پوسٹماسٹر جنرل۔ پیشاب کی کثرت۔ جاتی رہی۔ مجھے کوراک دن میں بہت دفعہ پیشاب آتا تھا۔ آپ کی گولیوں سے صحت ہوئی۔ انکے علاوہ صدھا سندھات موجود ہیں۔

## معجب و آزمودہ شرطیہ دوائیں جو بادائی

### قیمت نقد تا حصول صحت

### دیجاتی ہیں

— \* —

### زود کن

دازھی مرنچہ کے بال اسکے لگانے سے کہنے اور لنبے پیدا ہوتے ہیں۔ ۲ تولہ دو روپے

### سر کا خوشبودار نیل

دلربا خوشبودار کے علاوہ سیاہ بالوں کو سفید نہیں ہونے دیتا نزلہ و زخم سے بچاتا ہے شیشی خورد ایک روپے آٹھ آنہ کلن تین روپے

### حب قبض کشا

رات کو ایک گولی کھانے سے صبح اجابت با فراغت اگر قبض ہو تو ۲ درجن ایک روپیہ

### حب قائم مقام افیون

انکے کھانے سے یافیم چاندرو بلا تکلیف چھوٹ جاتے ہیں فیتولہ پانی روپے

### حب دافعة سیلان الرحم

لیسدار رطوبت کا جاری رہنا عورت کے لئے وبال جان ہے اس دوا سے اولم۔ دوروپے

### روغن اعجاز

کسی قسم کا زخم ہو اسکے لگانے سے جلد بھر جاتا ہے بدبو زائل۔ ناسور۔ بھگندر۔ خنا زبر کے گھاہ۔ کاربنکل زخم کا بہترین علاج ہے۔ ۶ تولہ دو روپے

### حب دافع طحال

زردی چہرہ۔ لاغری کمزوری دور مرض۔ تلی سے نجات۔ قیمت۔ دو ہفتہ دو روپے

### برالساہ

ایک دو قطرے لگانے سے درد دانت فوراً دور۔ شیشی چار سو مریض کے لئے ایکروپے

### دافع درد کان

شیشی صدھا بیماروں کے لئے۔ ایکروپے

### حب دافع بواسیر

بواسیر خونی ہو یا باندی ریحی ہو یا سادی۔ خون جانا بند اور مے خود بخود خشک۔ قیمت ۲ ہفتہ دو روپے

### سرمہ صمیرہ کراماتی

مقوی بصر۔ محافظ بینائی۔ دافعه جالا۔ دھند۔ غبار۔ نزول الماء سرخی۔ منعف بصر وغیرہ \* فیتولہ معہ سلائی سنگ یشب دو روپے

# نوں عثمانیہ

میں آخر تک مقابلہ کے خیل کی بنیاد ڈال دینے کے بعد میر  
یہاں آنے میں انکے نزدیک کوئی حرج نہ تھا۔ اس لیے میں نہایت  
اطمینان کے ساتھ یہاں چلا آیا۔  
(س) آپ نے درنہ میں قیام کے بدلہ قسطنطنیہ تشریف آوری  
کیوں ترجیح دی؟

(ج) بیشک میرے قیام درنہ میں چند ایسی خصوصیات تھیں  
جو یہاں حاصل نہیں ہو سکتیں کیونکہ وہاں میں برقعہ کا حاکم  
تھا اور میرے ہی ہاتھ میں تمام فوج کی کمان تھی، مگر  
میں بحیثیت ایک معمولی افسر کے رہونگا اور مجھ کو ہمیشہ  
پر کوئی امتیاز نہ ہوگا۔ پس اگر میں اپنے مخصوص مصالح  
لحاظ کرتا، تو درنہ نہ چھوڑنا چاہیے تھا۔ مگر چونکہ میری غر  
خلافت اسلامیہ اور دولت عثمانیہ کی خدمت کے فرض عام  
بجا آوری تھی، اس لیے اپنے تمام امتیازات چھوڑ کے یہاں چلا آیا  
نہ میں دولت مند ہوں اور نہ دولت جمع کرنے کا خیال ہے  
کیونکہ میں نے اپنی ذات کے لیے کبھی بھی کچھ نہیں کیا۔ ج  
بلقان شروع ہونے کے بعد جب مجھ کو اور میرے بھائیوں کو اعاد  
دولت علیہ کے چندہ جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا تو اس وقت میر  
پاس بہت تھوڑی سی رقم تھی، مگر میں نے سب دیدی، کپڑا  
ہم لڑگ طالب زر نہیں۔

(س) آپ مصر میں سے کیوں نہیں ملے حالانکہ آپ کو بہت محب  
ہیں اور بارہا آپ درنہ میں انکی بلند ہمتی و سخاوت پر ا  
پسندیدگی فرمایا کرتے تھے؟

(ج) بیشک میں ان سے ملنا اور مصافحہ کرنا چاہتا تھا  
موجودہ حالات نے ذرا بھی وقت نہیں چھوڑا تھا اس لیے  
بجلی کی چمک کے ساتھ قسطنطنیہ پہنچ جانا چاہتا تھا۔ ا  
علامہ اور کوئی اور سبب نہیں۔

(س) آپ یہاں کیا کرنا چاہتے ہیں؟

(ج) وطن عزیز اور خلافت اسلامیہ کی مدافعت کے  
اور کچھ نہیں، جو جنگ بلقان کے بعد سے نہایت شدید خ  
میں ہے۔

(س) اسکے علاوہ اور کوئی مہم بھی آپ کے پیش نظر ہے؟

(ج) اسکو میں آئندہ کے لئے چھوڑتا ہوں۔

(س) ختم جنگ کے بعد درنہ واپس جانے کا ارادہ ہے؟

(ج) انتہاء جنگ کے بعد میں اپنے معاملات میں آزاد ہوں  
لیکن اس وقت تو میں فوجی نظام کا ایک تابع سپاہی ہوں  
بہر حال خدمت اسلام ہمیشہ کرتا رہونگا۔

(س) موجودہ حالات کے مستقبل کے متعلق آپ کی کیا رائے؟

(ج) میں نے چٹلجا کے قلعوں کی حالت دیکھی، میر  
نزدیک حالت ہر طرح قابل اطمینان ہے۔

## اطلاع ضروری

اگر کوئی صاحب الہلال نمبر ۱ جلد ۱ فروخت کرنا چاہتا  
ہوں تو حسب ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں۔

پتہ: — ڈاکٹر محمد جی عرف سید ولایت حسین صاحب

سب اسٹنٹ سرجن - پلنگ پوسٹ تارادیری - شما

یہ بھی درج کیا جاوے کہ جس قدر حضرات بھی شریک جلسہ  
ہو سکیں گے ان کا فیصلہ فرنڈیشن کمیٹی کا فیصلہ سمجھا جاوے گا۔

میں خوب راقف ہوں کہ اس قدر جلد اور اس قدر دور دور کے  
حضرات کو دوبارہ اس قسم کی زحمت دینا کس قدر مشکل اور کس قدر  
تکلیف دہ امر ہے، نیز یہ کہ اس دوسرے جلسہ کی کارروائی کی  
نسبت بھی شاید کسی قسم کا قانونی اعتراض کسی صاحب کی  
طرف سے پیش ہو سکے۔ لیکن اس کی ذمہ داری انہی حضرات پر  
ہو گی جو قومی معاملات کو قومی معاملات کی طرح اور ہر ایک  
امر کو پوری صفائی اور وضاحت کے ساتھ طے کرانے کی بجائے  
ترکیب سے صرف اپنے منشا کو پورا کرنے سے غرض رکھتے ہیں۔

یہ در تجریزیں جو میرے خیال ناقص میں آئی ہیں وہ  
میں نے عرض کر دی ہیں۔ آئندہ اور حضرات ان کے سوا اور جو  
کچھ رائے قائم کریں ممکن ہے کہ انکی آرا اور تبادلہ خیالات سے  
اور کوئی بہتر اور آسان تر شکل نکل آوے۔

اب آخر میں یہ خاکسار اپنی ناتندرستی کی وجہ سے اور  
اپنے طبی مشیروں کے مشورہ سے اس قسم کے جلسوں اور دماغی  
کاموں میں شریک ہونے سے معافی چاہتا ہے، اور پبلک سے اس  
التماس دعا کے ساتھ رخصت ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنے فضل  
و کرم سے اپنے اس عاصی گنہگار کا خاتمہ بخیر کرے اور جو دن  
میری زندگی کے باقی ہوں ان میں اپنے قوم کی کامیابیوں کی  
خوشی کی خبریں سننا رہوں، اور یہی خوشیاں انشاء اللہ میرے  
لیے غذائے روح کا کام دیں گی، والسلام۔

[یہ مضمون میں نے اپنے حال کے عارضہ فالج سے پہلے لکھنا شروع  
کیا تھا اور بارجون طبی ممانعت کے میں نے آج اسکا ختم کر دینا  
ایک قومی فرض سمجھا ہے۔]

خاکسار

علی گڑھ: { ۲ فروری سنہ ۱۹۱۳ ع } مشتاق حسین [نواب رفاہ الملک]  
[الہلال] ناظرین اس مضمون کو اول سے آخر تک پڑھ لیں۔ ہم بشرط صحت  
آئندہ نمبر میں پوری تفصیل کے ساتھ اسکی نسبت اپنے خیالات ظاہر کریں گے۔

## غازی انور بے

### تازہ ترین اظہارات

مولوی ابوسعید صاحب رنگونی جو ایک سال سے ممالک اسلامیہ گئے ہوئے ہیں،  
اس وقت قسطنطنیہ میں مقیم تھے، جب غازی انور بے طرابلس سے پہنچے۔  
انہوں نے ملاقات کا موقع حاصل کر کے انکے سفر کے وجوہ دریافت کیے۔ اس  
گفتگو کا خلاصہ ہم (الشعب) قاہرہ سے نقل کرتے ہیں:

(س) آپ طرابلس چھوڑ کے قسطنطنیہ کیوں تشریف لائے؟

(ج) میں نے اپنی جان کو دین اسلام اور وطن عثمانی کی  
خدمت کے لیے وقف کر دیا ہے اس لیے میرے نزدیک طرابلسی اور  
غیر طرابلسی دونوں برابر ہیں۔ میں نے جب دیکھا کہ دولت خلافت کو  
خطرہ نے گھیر لیا ہے اور اسکے مصائب عنقریب تمام عالم اسلامی پر نازل  
ہونے والے ہیں، تو میں نے اپنے اخوان دین، افسران مجاہدین، اور  
مشائخ عرب کی رائے اس بارے میں لی۔ پھر میں نے اپنے ارادے  
کی اطلاع شیخ سنوسی کو دی، مگر میں نے دیکھا کہ میدان جنگ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

میرسنول مخصوصی

مسند کلام الدہلوی

مقام اشاعت  
۱۰۷ مکلاوڈ اسٹریٹ  
کلکتہ

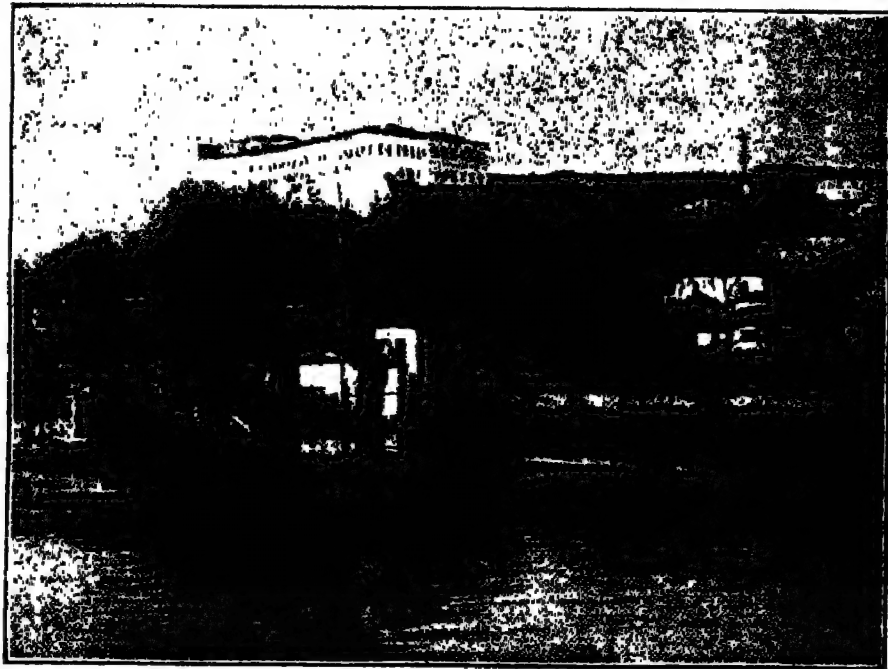
قیمت  
سالانہ ۸ روپیہ  
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۲

کلکتہ: جہاوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta: Wednesday, February 19, 1913.

نمبر ۷



## کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس - کے - بومین کی

کافوری جنٹری سنہ ۱۹۱۳ عیسوی

کی نہایت خوبصورت بنی ہے۔ جسکا چکنا کاغذ خرسط اور سندر لکھائی ہے۔ اور چھپی بھی صاف ہے یہ جنٹری تصویدار رنگین بلا قیمت و معصوم بھیجی جاتی ہے اگر آپ دیکھنا چاہیں تو ایک کارڈ پر متفرق جگہ کے دس شرف اور لکے پڑے ہوئے اشخاص کا نام اور پورا پتہ لکھ بھیجنے سے ایسی ڈاک سے جنٹری آپکی خدمت میں پہنچے گی۔

ڈاکٹر ایس کے بومین بہت زیادہ خدمت ادا کرتے

## انگریزی حکومت کا مسلمان ہوجانا

— \* —

اب بالکل یقینی ہے۔ کیونکہ حضرت شیخ سنوسی کے خلیفہ نے بمقام بیروت سیدی خواجہ حسن نظامی سے آئندہ حالات کی نسبت جسطرح پیشین گوئیاں کی تھیں (اور جنکو کتب شیخ سنوسی کے حصہ اول و دوم میں شائع کر دیا گیا تھا) سب ہو رہی ہیں سچی ثابت ہوئیں۔ اب صرف انگریزی حکومت کے مسلمان ہوجانے کی پیشین گوئی باقی ہے۔ جو خدا نے چاہا تو عنقریب پوری ہوگی۔ بس اگر آپ یہ پیشین گوئیاں اور ترکی و ایران عالی العصور افغانستان و چین وغیرہ کے انجام کار کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو رسالہ شیخ سنوسی کے دونوں حصے پڑھئے۔ قیمت ہر دو آٹھ آنہ۔

گلیات اکبر۔ لسان العصر و جدان الملة خلی بہادر مولوی سید اکبر حسین العبادی کے زیر دست کلام کے دونوں حصے چھپ کر تیار ہیں۔ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ ہے۔ اور صرف ہمارے ہاں دستیاب ہو سکتے ہیں۔ قیمت ہر دو حصے ۳ روپیہ ۸ آنہ۔

مضامین خواجہ حسن نظامی میں غدر کے اور تیموریہ خاندان کے سچے مگر نہایت درد ناک قصے درج ہیں نیز آکر۔ مچھر۔ دیاسلاتی وغیرہ عنوانوں پر نہایت مؤید اور معنی خیز مضامین ہیں۔

سفرنامہ ہندوستان بھلی، کجرات، کاتھیاواڑ، سرمناٹ وغیرہ مقامات کا دلچسپ سفرنامہ بطریق بہ نامچہ از سیدی خواجہ حسن نظامی دھلوی قیمت ۸ آنہ۔

اسلام کا انجام مصر کے شیخ المشائخ کی حوصلہ افزا پیشین گوئیاں۔ قیمت ۴ آنہ

اسرار مغنی روز کا خزانہ بس دیکھنے کے قابل قیمت ۴ آنہ۔

ترکی فتح شاہ مشتاق احمد صاحب منجم دھلوی کی پیشین گوئیاں۔ قیمت ۲ پیسہ

دل کی مراد۔ شاہ صاحب کے طلسماتی تعویذ قیمت دیرہ آنہ۔

کارکن حلقہ نظام المشائخ دھلوی سے منگائیے

## شائقین تواریخ و تصوف کو مژدہ

— \* —

وزارت اویسا دھلوی بالکل نئی تصنیف ہے۔ تمام اولیائے کرام و صوفیائے عظام جو دھلوی کی مقدس سرزمین میں مدفون ہیں ان کے بسیط حالات سلسلہ وار در حصوں میں درج کئے گئے ہیں۔ زائرین کے لیے اس سے بڑھکر کوئی رہنما نہیں ہو سکتا۔ قیمت حصہ اول ۶ آنے حصہ دوم ۲ آنے ہر دو حصے مع معصوم ڈاک و خرچ ری۔ پی پیکنگ وغیرہ ۱۰ آنے۔

ہندوستان کی اسلامی تاریخ عہد افغانیہ۔ صفحہ صوفی کرام الہی صاحب ڈنگرلی۔ ۴۲ تواریخوں کا لب لباب ہے۔ معترضین کے حملوں کا معتبر اور مستند حوالہ کے ثبوت سے جواب دیا گیا ہے۔ فاضل اجل مولوی سید احمد صاحب مراد لغات آصفیہ فرماتے ہیں کہ اس سے بہتر ہندوستان کی تاریخ اب تک ان کی نظر سے نہیں گذری قیمت ۲ روپیہ ۸ آنے معصوم ڈاک و خرچ ری۔ پی ۳ آنے۔

المشتہر۔ منیجر اسلامیہ بک ڈپو جنرل اخبار ایجنسی بازار بلی ماراں۔ دھلی۔

## حمیدیہ ہوٹل

— \* —

نمبر ۱۳۱ لورچیت پور روڈ

— \* —

ہمارے ہوٹل میں ہر قسم کی اشیائے خوردنی و نشیدنی ہر وقت طیار ملتی ہیں نیز اسکے ساتھ مسافروں کے قیام کیلئے ہر تکلف اور آرام دہ کمروں کا بھی انتظام کیا گیا ہے جو نہایت ہوادار، فرشتہ اور بر لب راہ واقع ہیں جن صاحبوں کو کچھ دریافت کرنا ہو بذریعہ خط و کتابت منیجر ہوٹل سے دریافت کر سکتے ہیں۔ جنگ ترکی و اٹلی اور جنگ بلقان کی جملہ تصویریں ہماری ہوٹل میں فروخت کے لیے موجود ہیں مع تصویر شیخ سنوسی وغیرہ۔

المشتہر۔ شیخ عبدالکریم مالک حمیدیہ ہوٹل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

AL - H I L A L

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad.

7-1 McLeod street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

# الهلال

ایک ہفتہ وار مصور سالہ

پرسنل مخصوص  
سالانہ کلام الہادی

مقام اشاعت  
۱۰۷ مکلاوڈ اسٹریٹ  
کلکتہ

عنوان تلفراف  
«الهلال»

قیمت  
سالانہ ۸ روپہ  
نیم سالہ ۴ روپہ ۱۲ آنہ

جلد ۲

کلکتہ: جہاوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta: Wednesday, February 19, 1913.

بر ۷

## تلفراف خصوصی

— \* —

بنام الهلال

(۱)

(قسط پنجم: ۱۶ - فروری)

ایک بہت بڑی خونریز جنگ میں مانٹینی نیگر اور سروریا کی فرج کو جسکی تعداد سولہ ہزار سے کہیں زیادہ تھی، ترکوں نے شکست فاحش دی۔ چھ توپوں پر قبضہ کر لیا اور دشمن تین ہزار مقتول و مجروح میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔

ایڈیٹر (تصویر افکار) کو باعالی کی طرف سے اس امر کے اظہار کی اجازت دی گئی ہے کہ گورنمنٹ ترکی کا منشاء صلح کرنے کا ہرگز نہیں ہے، گورنمنٹ صلح سے انکار بھی نہیں۔

عبد العزیز چاریش

(سابق ایڈیٹر الهلال العثماني و حال ایڈیٹر الهدایہ)

(۲)

## افواہ صلح کی تکذیب

بجواب الهلال نسبت اشاعت صلح

— \* —

(قسط پنجم: ۱۸ - فروری)

— x —

محمود شوکت پاشا آج صبح کے اخبارات کو اطلاع دیتے ہیں کہ ”ہمارے طرف سے صلح کی کوئی خواہش نہیں۔ ہم جنگ میں کامیاب ہیں، اور اپنے ارادوں میں پوری طرح محکم و مستقل۔ ممالک خارجہ کی اشاعت محض بے اعل ہیں۔“

غازی (انور بے) ایڈریا نیل سے کسی خاص جانب روانہ ہو گئے ہیں۔ گھبراؤ مت اور اس قدر جلد ہماری طرف سے بدگمان نہوجاؤ۔ (۱)

(مضامین)

(۱) ہم نے تار میں لکھا تھا کہ ”اگر صلح کی افواہ سچ ہے تو بتلاؤ کہ تم میں اور کامل میں کیا فرق ہے؟“ یہ اسکا جواب ہے۔

## فہرس

— \* —

- ۱۔ تلفراف خصوصی
- ۲۔ شذرات
- ۳۔ افکار حوادث
- ۴۔ سنہری گریمنوں
- ۵۔ ہفتہ جنگ
- ۶۔ مقالہ افتتاحیہ
- ۷۔ ایک عظیم الشان اجتماع
- ۸۔ شہر عثمانیہ
- ۹۔ املا پاشا کی ”قومی مجلس“
- ۱۰۔ سابق کوئی میں ترکوں کی مدافعت
- ۱۱۔ عثمانی فتوحات
- ۱۲۔ فسطاطیہ کی چٹھی
- ۱۳۔ فکافات
- ۱۴۔ درس پیشوائی کی ابجد
- ۱۵۔ آئندہ لیگ کی صدارت
- ۱۶۔ مقالات
- ۱۷۔ صلح اور جنگ
- ۱۸۔ کیا صبح قیامت آگئی؟
- ۱۹۔ مراسلات
- ۲۰۔ الهلال اور تعلیم نسوان
- ۲۱۔ دولت علیہ کو قرض حسنہ
- ۲۲۔ ادبیات
- ۲۳۔ تدریس اسلام کا سبب اصلی
- ۲۴۔ سرگذشت انقلاب نمبر (۳)
- ۲۵۔ فہرست رزاعانہ دولت علیہ

## تصاویر

نازی انور بے جنگ طرابلس سے پہلے (صفحہ خاص)  
سلانیک کا ایک مرغزار  
بطل طرابلس: کرنیل فتحی بے  
نہرور اتحادی: خلیل بے



# اطلاع

(۱) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے، تو تاریخ اشاعت سے دو ہفتہ کے اندر اطلاع دیں، ورنہ بعد کو فی پرچہ چار آنے کے حساب سے قیمت لی جائیگی۔

(۲) اگر کسی صاحب کو ایک یا دو ماہ کے لئے پتہ کی تبدیلی کی ضرورت ہو تو مقامی ڈاکخانہ سے بندوبست کر لیں، اور اگر تین یا تین ماہ سے زیادہ عرصہ کے لئے تبدیل کرانا ہو تو دفتر کو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیں۔

(۳) نمونے کے پرچہ کے لئے چار آنے کے ٹکٹ آنے چاہیں یا پانچ آنے کے ری - پی کی اجازت۔

(۴) نام و پتہ خاص کر ڈاکخانہ کا نام ہمیشہ خوش خط لکھیے۔

(۵) خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

نوٹ — مندرجہ بالا شرائط کی عدم تعمیلی کی حالت میں دفتر جواب سے معذور ہے اور اس وجہ سے اگر کوئی پرچہ یا پرچہ ضائع ہو جائیں تو دفتر اس کے لئے ذمہ دار نہ ہوگا۔

(منیجر)

جناب ابو القاسم محمد عبد السلام صاحب مالیکان سے تحریر فرماتے ہیں کہ آپکا اعجاز نما چارل بیشک اسم بامسمیٰ ہے جس پر علامہ سرور اخلاص کے خریدار کا نام بھی لکھ کر چاندی کی خوشنما دبیہ میں بحفاظت تمام معہ خوردبین روانہ کیا جاتا ہے۔ اس کے ملاحظہ سے صنعت خداندی ظاہر ہوتی ہے۔ حصول برکت و دفع بلیات کے لئے بچوں کے گلے میں پہنانے کے قابل گہری کے لاکڑوں میں لٹکانے کے لائق۔ نادرات زمانے کا حیرت خیز نمونہ ہے۔ اگر یہ گوہر نایاب نقد جاں کے عوض خریدا جائے تو بجا ہے۔

\*\*\*

جناب محمد عالمگیر بیگ صاحب ناظم علاقہ سواے جے پور ارشاد فرماتے ہیں کہ چارل اعجاز نما پہنچا واقعی یہ اعجاز ہی ہے ایک چھوٹے سے دانہ برنج پر ایسی صنعت و دیدہ ریزی کا کلم اعجاز نہیں تو کیا ہے میں آپ کا بیحد ممنون و مشکور ہوں کہ ایسی شے بے بہا آپ نے مجھے عنایت فرمائی اللہ تعالیٰ اپکو اسکا عظیم بدل عنایت کرے۔

حفظہ، محض، بالاحضاح صاحب حکیم حنیہ پرنس - راجا آباد دکن

سے ۱۶ جنوری سنہ ۱۹۱۳ ع کو ارقام فرماتے ہیں کہ میں آپکی اس کوشش اور جانفشانی کا تہ دل سے مشکور ہوں واقعی ایک چارل پر اتنی بڑی سرور اخلاص معہ نام کے تحریر کرنا ایک حیرت انگیز کوشش ہے اور خصوصاً زمرہ اناٹ میں ایسی صنعت کا ایجاد الشان کا اعلیٰ کا مصداق ہے گویا یہ آپ ہی کا حصہ تھا خداوند تعالیٰ آپ کو اسکا اجر عظیم دے آپ نے جملہ اہل اسلام پر احسان کیا۔ بلکہ (میں افسوس کرتی ہوں کہ گنجائش نہیں)

ملنے کا پتہ — عائشہ بیگم اہلیہ حاجی محمد ظہیر صاحب قاضی اسٹریٹ امر وہہ ضلع مراد آباد

جناب نواب علی خان صاحب و جناب مراد علی محمد حسن صاحب ساکن کلکتہ کی در رسیدیں بابت ۲۰۸، ۲۲۸ ترکی پوند جو انہوں نے بغرض امداد یتیمان و بیروگان ترک روانہ کئے تھے دفتر قرض و قرض جملہ دولت ترکی بمبئی میں موجود ہیں برجہ پتہ نہ معلوم نہ ہونے کے روانہ نہیں کی جاسکیں۔ بزرگان موصوف کو چاہئے کہ دفتر میں باقاعدہ اطلاع دیکر رسید طلب فرمائیں یا دفتر الہلال کو اپنے پتہ سے اطلاع دیں کہ منگوا کر ارسال خدمت کی جائیں۔

[امروہہ کے مشہور و معروف قالین سوتی اور اونٹنی اور کشتی نما ٹوپیاں ریشمیں اور زرین تاجرانہ نرخ پر حاجی محمد ظہیر صاحب قاضی اسٹریٹ امر وہہ سے بکفایت مل سکتی ہیں]

## اعجاز نما چارل

جسپر تمام قل ہو اللہ شریف معہ خریدار کے نام کے تحریر کیجاتی ہے یہ اشتہار پھر نہ چھپاگا اور ۲۸ فروری سنہ ۱۹۱۳ ع تک بالکل مفت تقسیم کیا جاویگا

اول تو میں اپنی ان تعلیم یافتہ اور معزز بہنوں اور اسلامی بھائیوں کا ہزار ہزار شکریہ عرض کئے بغیر مرکز نہیں رہ سکتی کہ جنہوں نے اس قلیل عرصہ میں اپنی قدردانی کا پورا پورا ثبوت دیکر مجھے ممنون و مشکور فرمایا جن جن صاحبان نے اس نایاب تحفہ اعجاز نما چارل کو ایک مرتبہ منگا کر ملاحظہ فرمایا ہے شاخہ ان کی زبان سے کلمات تحسین آفرین نکل رہے ہیں۔ آپ کے ملاحظہ کے لئے چند تازہ ساریفکت جو مچکر آج ہی کی ڈاک سے وصول ہوئے ہیں درج ذیل کرتی ہوں اعجاز نما چارل کا اصلي ہدیہ تو میں نے گیارہ روپے پانچ آنے رکھا ہے۔ مگر اسلامی پبلک کو اس سے زیادہ خوش نصیبی کا اور کونسا وقت آئے گا کہ نواب محمد ہادی علی خاں صاحب بہادر کے حکم سے ایک ہزار اعجاز نما چارل ۲۸ - فروری سنہ ۱۹۱۳ ع تک بالکل مفت تقسیم کئے

جائینگے۔ چارل مذکور کے ہمراہ ایک خوردبین جو سب تحریر کرنے نظر آتے ہیں (یہ وہی خوردبین ہے جسکی قیمت سوداگران کلکتہ و بدینی ایک روپیہ چار آنہ لیتے ہیں) اور چاندی کی خوشنما دبیہ اور دو عدد بتن کی منقش دبیایں وغیرہ سی جانی ہیں۔ ان سب چیزوں کی قیمت بھی نہایت رعایتی یعنی ایک روپیہ آٹھ آنہ علاوہ محصول ڈاک مقرر کردی ہے۔ بغیر ان چیزوں کے اعجاز نما چارل روانہ نہیں ہوگا نصف درجن کے خریدار کو محصول ڈاک معاف اور ایک درجن کے خریدار سے پندرہ روپے محصول ڈاک کے لیجائیگی یہ ضرور ملاحظہ رہے کہ یہ قیمت رعایتی صرف ۲۸ فروری سنہ ۱۹۱۳ ع تک بحال ہے اس کے بعد وہی اصلي قیمت گیارہ روپے ہو جائے گی ہاں یہ اقرار کرنا بھی اپنا فرض خیال کرتی ہوں کہ اگر میرے تحریر شدہ اعجاز نما چارل پر سرور اخلاص کا کوئی حرف معہ آپ کے نام کے صاف نہ پڑھا جائے تو یہ معمولی قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ بھی بلاعذر واپس کر دیں گی \*

نوٹ — فرمائش کے ہمراہ ساڑھے تین آنے کی ٹکٹ محصول ڈاک کے واسطے پیشگی ضرور مرحمت فرمائیں ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

## ساریفکت

میں نے سرور اخلاص چارل پر لکھی ہوئی پڑھی - آگے گلاس سے صاف معلوم ہوتا ہے - واقعی بہت دیدہ ریزی اور کاریگری کا کام ہے - (میرزا حیرت ایڈیٹر کرزن گزٹ دہلی) -

یقین کرتا ہے کہ : ر نحن اقرب اليه من حبل الوريد - تو دوسرا بھی اپنے مسجد لئیم سے کبھی جدا نہیں کہ : ومن يعش عن ذكر الرحمن نقیض له شیطاناً \* فہر لہ قرین -

حضرات صوفیا کہتے ہیں کہ انسان اللہ کا بید ہے ( انسان سری رانا سرہ ) یہ بندگان اصنام بھی اپنے معبودوں کے راز نیاز کا سر مخفی ہیں - یہاں تک کہ کہا جاسکتا ہے : ” وہ انکے بید ہیں اور یہ انکا راز ہیں “ : ع - کراماً کاتبین را ہم خبر نیست !

اس ہفتے ہڑھائینس سر ( آغا خان ) بالقابہ الکثیرہ نے مسلمانان ہند کے نام ایک چٹھی بمبئی ٹائمز میں شائع فرمائی ہے اور اسکا خلاصہ بذریعہ تار کے اسی دن تمام اخبارات کو باہتمام مخصوص بھیجا گیا ہے - یہ چٹھی نہایت دلچسپ ہے - اور اس قابل ہے کہ مندرجہ صدر معارف باطنیہ کو پیش نظر رکھ کر اسکی استیفا کی جائے - چٹھی کا آغاز ترکوں کی دل سوزانہ ہمدردی سے مگر خاتمہ ایک ہمدردانہ مشورے پر کیا گیا ہے - وہ اسکو بہت ضروری سمجھتے ہیں کہ مجروحین و مہاجرین کیلئے روپیہ دیا جائے - لیکن اسپر خشمگیں ہیں کہ مسلمانان ہند اجراء جنگ کیلئے ترکی کو کیوں مشورہ دیتے ہیں ؟ انکو کسی کے جنگ و صلح سے کیا غرض ؟ ” اپنی “ حکومت کی امن بخشی سے شاد کام رہیں - ترکی کیلئے صلح ہی میں بہتری ہے -

آخر میں انکا مشورہ ہے کہ اسلام کو اب اپنے پورے مقبوضات سے فوراً جلا وطن ہو جانا چاہیے - صرف ایشیا ہی پر قناعت کر لی جائے - ایسا کرنے سے ایک نعمت گراں مایہ یعنی ” دولت علیہ برطانیہ “ کی سرپرستانہ اعانت اور اسلام نوازانہ مہر و نوازش کی دولت لا زوال حاصل ہو جائے گی -

یہ ایک ” بانسری “ کی نئی ” حکایت “ یا ” گریمرن “ کا نغمہ تازہ ہے جو ہڑھائینس کے ساز و جود سے منتقل ہو کر سامعہ نواز بزم رانجمن ہوا ہے -

بعض ظاہریں بد مزہ ہورہے ہیں کہ یہ آواز ترکچہ خوش آئند نہیں ، لیکن باطن شناسان حقیقت کہتے ہیں کہ ملامت بے فائدہ ہے - تم اُن تاروں کو دیکھتے ہو ، جسے آواز نکلتی ہے ، اور ہماری نظر اُن انگلیوں پر ہے ، جو انپر زبر و بالا پڑ رہی ہیں ! نغمہ از ” نائیسٹ “ نے از ” نے “ بدای !

ہڑھائینس نے اس ایک چٹھی میں اپنے ” باطنی “ کمالات کے کتنے بھیس بدلے ہیں ! آغاز تحریر میں ترکوں کی ہمدردی کرتے ہوئے اپنے تئیں ” مسلمان “ ظاہر کرتے ہیں - کچھ دیر کے بعد انکو اس خیال سے سخت پریشانی ہوتی ہے کہ ” جنگ دوبارہ جاری کر دی جائے “ یہاں آکر وہ موجودہ مسیحی جہاد کے مقدس علم بردار : شاہ ( فردینند ) کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ، کیونکہ ( صوفیا ) سے بعینہ یہی ارز و دھرائی گئی ہے کہ ترکوں کو جنگ جاری کرنے کا مشورہ نہ دیا جائے -

آگے چلکر انکا چہرہ زیادہ صاف نظر آجاتا ہے - وہ بے تکان مشورہ دینے کیلئے بڑھتے ہیں کہ ” اسلام کیلئے بہتر ہے کہ یورپ کو خالی کر دے “ اب انکا لباس بلغاری وضع کی جگہ ، انکی اصلی انگریزی وضع اختیار کر لیتا ہے ، کیونکہ انکے اس مذہب کے اہوالاء : ( مسٹر گلید اسٹون ) نے بھی سنہ ۱۸۷۶ - میں یہی رائے دی تھی ” بس اب ترکوں کیلئے صرف ایک ہی کام باقی رہ گیا ہے یعنی فوراً اپنے مدیروں ، بک باشیوں ، قائمقاموں ، اور باشی بزرگوں کو ساتھ لیکر ، اپنے گتھری اور بقیچے سمیت باسفر رس کے پار ( ایشیا میں ) چلی جائے “ -

البتہ گلید اسٹون کا نیا تناسب نسبتاً اچھے لفظوں میں ہوا ہے -

## انکار و حوادث

—:—  
—نہری گریمرن سے ایک نیا نغمہ !

—\*—  
داونگ اسٹریٹ لندن ، اور کملاہل بمبئی

—\*—  
لیدری کا ” طوطی “ کہنہ مشق

اور  
” استاد ازل “ کا ایک نیا سبق

و من يعش عن ذكر الرحمن ، نقیض له شیطاناً ،  
فہر لہ قرین ( ۳۳ : ۳۵ )

—\*—  
” سنہری گریمرن سے ایک نیا نغمہ “ کیونکہ اس سے پہلے بہت نغمات خوش آہنگ نکل چکے ہیں -

” مولانا “ کے زمانے میں ” گریمرن “ نہ تھا ، ادائے مطلب کیلئے انکو بانسری سے کام لینا پڑا :

بشنو از نے چوں حکایت می کند

سارحین مثنوی کا اتفاق ہے کہ ” نے “ سے مقصود یہاں رجود سانی ہے ، اور ” نے ساز “ سے نغمہ سراے ازل ، کہ : الانسان سری اتا سرہ ( انسان میرا بید ہے اور میں اسکا بید ہوں ) وہ ایک الہ عطل کی طرح دست الہی میں ہے - یقلبہا کیف یشاء ( جس کی چاہتا ہے اسکا دل پھرا دیتا ہے ) جو آواز اس ” نے “ سے نکلتی ہے ، ظاہریں سمجھتے ہیں کہ ” نے “ کی آواز ہے ، لیکن حقیقت انسان ” باطنی “ کو صاف نظر آجاتا ہے کہ ” نے “ کی نہیں کہ نے بجائے والی کی سامعہ نوازی ہے - بانس کے ایک ٹکرے میں ، طاقت کہاں کہ ہنگامہ موسیقی سے اقلیم جاں کو تہہ و بالا کر دے ؟ نغمہ از نائیسٹ نے از ” نے “ بدای

مستی از ساقیست نہ از مے بدای

لیکن ( مولانا ) کی ” نے “ اور ( ایڈیسن ) کا ” گریمرن “ دونوں دل کیلئے یکساں طور پر مفید ہیں ، اور اس وقت ہمارے کانوں میں جس نغمہ تازہ کی صدا آرہی ہے ، آپ پوزی طرح مہجاز ہیں ، ان دونوں میں سے کسی ایک کو مثال کیلئے اختیار کر لیجیے -

فی الحقیقت رجود انسانی کی مثال کیلئے ( مولانا ) کی بانسری ” ایک عجیب شے ہے اور اب ( ایڈیسن ) نے اسکو زیادہ ممل کر دیا - ” مسئلہ جبر و اختیار “ کو اگر آپ اس وقت نہ بیٹیں ، تو میں کہوں گا کہ حضرات صوفیا کا یہ قول قابل غماض نہیں کہ ” ان ایک بانسری کی طرح ہے ، جو خدا کے ہاتھ میں ہے - جس روح کی آواز چاہتا ہے ، اس کے اندر سے سنا دیتا ہے - البتہ انسانوں کی ی قسمیں ہیں ، اور پھر سب کی پرستش گاہیں بھی ایک نہیں - ان کا معبود وہ خالق لم یزل ہے ، انکے رجود سے اسی کا نغمہ حق نکلتا ہے - لیکن جنکے معبود دنیاوی قوتوں کے ” شیاطین الانس والجن “ ہیں ، انہوں نے اپنے دلوں کو ” نزعات شیطانہ “ کیلئے وقف کر دیا ، یقلبہا کیف یشاء - جس طرف چاہتے ہیں ، انکے دلوں کو پھیر لے لیں ، اور جس آواز کو چاہتے ہیں ، انکی زبان سے سنا دیتے ہر : هل نبئکم علی من تنزل الشیاطین ؟ تنزل علی کل افک ہم یلقون السمع و اکثر ہم کاذبون ( ۱۹ : ۲۲۱ )

” لقاؤ لزل الہام “ کے لحاظ سے دلوں کا یکساں حال ہے ، صرف رجسے مختلف ہیں - دونوں اپنے معبود راہ کی پھونکی ہوئی زہ نغمہ ہیں - مگر ایک کا معبود قوت الہیہ ہے ، اور دوسرے کی ظہر شیطانہ - پہلا اگر اپنے معبود حکیم کو ہر وقت حاضر و ناظر

## شذات

۷ **ہفتہ جنگ** اس ہفتے کی خبروں میں سب سے زیادہ اہم واقعہ سقوطی کی محصور فوج کا حملہ اور دشمنوں کا نقصان عظیم ہے۔

سقوطی کے محصورین کی حالت نہایت نازک تھی، عرصے سے وہ ہر طرف سے بند ہیں۔ خبر رسائی کا کوئی سلسلہ ان میں اور دار الخلافہ میں باقی نہیں رہا۔ آغاز جنگ سے دشمن اپنی تمام قوتوں کو وہاں جمع کر رہا ہے، تاہم انکا اس بے سرو سامانی کے عالم میں نکل کر مدافعت کی جگہ خود حملہ کرنا اور شکست عظیم کے بعد محاصرین کی قوت کا خاتمہ کر دینا، لفتننٹ (ریگنر) کی فرضی بلغاری فوجوں سے بڑھ کر، مگر ایک واقعی عثمانی فتح کا واقعہ ہے۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ڈاکٹر (مصباح الدین شریف بے) نے سب سے پہلے اس فتح عظیم کی خبر دی تھی، مگر ریپورٹر غالباً اس بارے میں کوئی خبر نہیں دی گئی۔

ڈاکٹر موصوف نے جس معرکے کا ذکر کیا تھا، معلوم ہوتا ہے کہ وہ برابر جاری رہا۔ ۱۶ - فروری کو شیخ (عبد العزیز شادیش) ایڈیٹر (الہدایۃ) استاذ علیہ سے تار دیتے ہیں کہ مانتی نیگرو اور سروریا کی متحدہ فوج کو ترکوں نے شکست دی۔ یہ نار ہمیں ۱۷ - کو دن کے دو بجے ملا تھا۔ شام کو ریپورٹر نے بھی قسطنطنیہ سے بجنسہ اس خبر کی تصدیق کی۔

سنجی (دار الحکومت مانتی نیگرو) کے تار میں گو نقصانات کا تخمینہ بتلانے سے قام شرمندہ ہے، تاہم اعتراض کیا گیا ہے کہ نقصانات اندازے سے بھی زیادہ تھے۔ سب سے زیادہ یہ کہ ”سرکاری طور اعلان کیا گیا ہے کہ اب دوبارہ حملہ کرنے کا ارادہ نہیں“ آخری سطر سے ڈاکٹر مصباح الدین کے اس جملے کی پوری تصدیق ہوتی ہے کہ ”دشمنوں کی قوت کا بالکل خاتمہ ہو گیا“

گذشتہ اشاعت میں ”ہفتہ جنگ“ پر لکھتے ہوئے ہم ایڈریانوپل نے امید ظاہر کی تھی کہ غازی انور بے ایڈریانوپل میں ہونگے۔ ہم نے تفتیش حالت کیلیے ڈاکٹر مصباح الدین کے نام تار بھیجا کہ ”انور بے اس وقت کہاں ہیں؟“

الحمد للہ کہ ہمارے پر امید قیاس کی تصدیق ہو گئی اور جواب میں جو تار ملا، وہ پہلے صفحہ پر درج کر دیا گیا تھا۔ اس تار کے بعد ہی ڈاکٹر انصاری اور خود ریپورٹر کے تار آئے، جنسے اسکی تصدیق مزید ہو گئی۔ ہم نے امید ظاہر کی تھی کہ غالباً (غازی انور بے) کا اولیٰں کام ایڈریانوپل کے محاصرے کی شکست ہوگا، چنانچہ ۹ - فروری کا تاریخی حملہ اور (ڈالڈن) کے مورچوں پر قبضہ، اس عمل عظیم کے کامیاب آغاز کی خبر دیتا ہے۔

پچھلے نمبر میں (چٹلجا) کی جو تصویر اگ صفحہ پر شائع کی گئی تھی، اسکو اپنے سامنے رکھ لیتے ہیں۔ آپکے دھنی جانب چٹلجا کی آبادی ہے اور بائیں جانب جو پہاڑی سلسلہ ہے، اسکے عقب میں بلغاری فوج پھیلی ہوئی ہے۔ قصبہ بچ چکمی کے اوپر جو پہاڑی سلسلہ نظر آتا ہے، اسکی چوٹیوں کا عقب بلغاری پیش قدمی کی انتہائی سرحد تھی، مگر اب ساحل کے عثمانی بیڑے کی گولہ باری نے (جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں) اسکو عثمانی حدود کے اندر لے لیا ہے۔ قصبہ اور بائیں جانب کی پہاڑی کے درمیان ایک پل واقع ہے اور ترکی جنگی جہاز: (باربروس)

اسکے محاذی کھڑا ہے، تاکہ دشمن کی پیش قدمی سے ہمیشہ محفوظ رہے۔

(ڈالڈن) کی پہاڑیاں جن پر شجاعت پیکران اورنہ نے قبضہ کر لیا، اسی بائیں جانب کی پہاڑی کے عقب میں ہے، وہ ایڈریانوپل کے بالکل محاذی، مغرب میں واقع ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ چٹلجا سے ایک عثمانی فوج پل کو عبور کر کے پہاڑ چڑھ گئی اور آدھر سے (پایا برغاس) کی فوج نے نکل کر اسکا ستارہ دیا۔ سامنے سے ایڈریانوپل کے محصورین نکلے اور بندوڑوں پر سنبھل کر چڑھ کر پہاڑی پر چڑھنا شروع کر دیا۔ یہ ایک ایسا متفقہ اور ہر طرف سے محصور کر دینے والا حملہ تھا، جس نے بلغاریوں کو بھاگنے کا موقع بھی نہ دیا، اور (جیسا کہ تار میں ظاہر کیا گیا ہے) صرف سر آدمی کسی طرح بھاگ کر بچ نکلے، باقی سب کے سب گرفتار ہوئے۔ کد لک العذاب، ولعذاب الاخرة اکبر لوکانوا یعلمون - (۹۸: ۳۳)

۵ - فروری کی اشاعت میں ہم نے ڈاکٹر (مصباح الدین) کا جوتار شائع کیا تھا، اسکے آخر میں انہوں نے اطلاع دی تھی: ”مشہور ہے کہ دشمن صلح کیلیے ہمارے نامہ و پیغام کر رہا ہے“

شاید یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ حقی پاشا کے سفر کی خبر ساتھی ہی مشہور کیا گیا کہ موجودہ وزارت بھی رفتہ رفتہ صلح کی گذشتہ شرطوں پر رضامندی ظاہر کر رہی ہے۔ لیکن شیخ (عبد العزیز شادیش) کی تار برقی سے اس افواہ کی بکلی تکذیب ہوتی ہے، وزارت کے ایک سرکاری اعلان کا حوالہ دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقی پاشا کے سفر کو کم از کم صلح کی اس حد سے کوئی تعلق نہیں، جسکو تاروں میں ظاہر کیا گیا ہے۔

ہم نے اس وقت ڈاکٹر مصباح الدین کے نام بھی مسئلہ صلح کی نسبت ایک تار روانہ کیا ہے۔

گذشتہ اشاعت میں ہم نے جو قیاسات ظاہر کیے، نقشہ جنگ تھے، ان میں تبدیلی کیلیے اب تک کوئی رہنما پیدا نہیں ہوئی۔

لیکن غازی (انور بے) کے خوراک عزائم کیسے عجیب ہیں! وہ اجراء جنگ کے وقت چٹلجا میں رعب کر رہے تھے۔ پھر یکایک ایک فوج کے ساتھ مار مورا کے ساحل پر نمودار ہوئے۔ جبکہ دن انکو چٹلجا کے پیچھے دیکھ رہی تھی، معاً معلوم ہوا کہ ایڈریانوپل میں محصور فوج سے حملہ آوری کا کام لے رہے ہیں۔ پھر یقینی ہے کہ ۹ - فروری کے حملے کے اندر انہی کی عجیب و غریب قوت کام کر رہی تھی۔ اب نہیں معلوم کہ ہمت و عزم کی یہ خاطر کس طرف چمکنے والی ہے؟

موجودہ نقشہ جنگ میں سب سے زیادہ اہم واقعہ غازی (انور بک) کی وہ نقل و حرکت تھی، جسکی خبر امپائر کے نامہ نگار نے دی تھی۔ اب ۱۲ - کے ایک تار میں ریپورٹر ظاہر کرتا ہے کہ ۴۵ - جنگی کشتیوں کا ایک مسلم بیڑا انور بے کے زیرِ کمان نکلا تھا کہ مختلف اہم نقاط میں فوج اُتار دے لیکن وہ بالکل ناکام رہا کیونکہ اس وقت تک اسکی نسبت کچھ نہیں سنا گیا تھا۔ یہ کسی عمل ناکامی کی عجیب علت ہے کہ ”اسکے نڈا“ معلوم نہیں کیا یہ ممکن نہیں کہ خاموشی کے ساتھ مخفی عمل کا کام کر رہے ہونگے؟

(ریچلی) میں فوج کے اترنے کی نسبت بھی خبر دی گئی ہے۔



قابل ذکر جماعت کو اتفاق نہیں (سنو سنوا) انکے خیالات اسلام کے خلاف ہیں، اور اس ملک کے اہل اسلام انکو نا منظور کرتے ہیں (مدائے تصدیق)

یہ کہنا کہ ”جو لوگ ترکوں کو جنگ کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، وہ غیر ذمہ دار اشخاص ہیں اور اپنی فتنہ انگیزی سے واقف نہیں“ مسلمانوں کے جذبات سے گویا چشم پوشی کر رہی ہے، ہزہائینس کو جاننا چاہیے کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے جنگ کے اجرا کیلئے جو مشورے دیے ہیں وہ اسلئے ہیں کہ ترکوں پر ایک نہایت مشکل اور صعب موقع آپڑا ہے، وہ چاہتے ہیں کہ اپنی خواہشوں سے انکی ہمت بڑھائیں (چیرز)

یہ کہنا کہ ”دروں کو غیر ذمہ دار صلاح دیگئی“ بالکل غلط فہمی پر مبنی ہے۔ موجودہ واقعات نے بتلادیا ہے کہ جو صلاح دی گئی تھی، وہ بہت صحیح تھی اور ترکوں نے جنگ جاری کر دی (چیرز)۔ ہزہائینس فرماتے ہیں کہ ”ترکی کو صرف ایشیائی سلطنت ہونے پر قانع ہو جانا چاہیے اور یورپ کے تمام صوبوں کو چھوڑ دینا چاہیے“ لیکن میرے لیے تو اسکا بار کرنا ہی مشکل ہے کہ کوئی شخص مسلمانوں کا لیڈر ہو کر مسلمانوں کے خلاف ایسے الفاظ منہ سے نکال سکتا ہے! (چیرز)

فی الحقیقت انکی تمام تحریر ایسی ہی خیالات کی روح سے لبریز ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ ہزہائینس کے یہ خیالات عارضی ہونگے اور جب انکو مسلمانوں کے اصلی جذبات معلوم ہونگے تو وہ اپنی رائے کے واپس لے لینے میں تامل نہیں کریں گے۔ اسکے بعد انہوں نے وہ تاریخ پر ہنر سنا، جو بنگال کے مختلف مقامات کی انجمنوں سے آئے تھے، اور جنمیں جلسہ کی تجاویز سے اپنا اتفاق کامل ظاہر کیا گیا تھا، اور زور دیا تھا کہ ہم کو اپنے ہمراہ شریک کار یقین کیجیے۔

انریبل مسٹر (فضل حق) ممبر کونسل بنگال نے مظالم بلقان کی نسبت پہلا رزلوشن پیش کیا، اور اپنی تقریر میں اس پر برانہ خوریزی و درندگی کے واقعات بہ تفصیل بیان کیے جو یورپین نامہ نگاروں کی شہادت موثقہ سے اب اس درجہ قطعی الثبوت اور نا قابل انکار ہیں، کہ انکی وقعت کیلئے مسٹر ایسکریٹھ کی سرن مہرہ پہلو تھی، اور سر ایڈورڈ گرے کا سرگرم تجاھل، دونوں بے اثر ہیں۔

اس رزلوشن کے متعلق اردو، بنگلہ، اور انگریزی میں متعدد پرجوش اور مدلل و مبسوط تقریریں کی گئیں، اسکے بعد جلسہ نماز عصر کیلئے ملتوی کر دیا گیا۔

عصر کے بعد دوسرا رزلوشن مولوی نجم الدین صاحب ریٹائرڈ ٹیپٹی کلکٹر کے انگلستان کے اس طرفدارانہ رویے کی نسبت پیش کیا، جو آغاز جنگ سے ذمہ دار وزرا کے اظہارات، ترکی پر تخلیہ ادرنہ و جزائر کیلئے اصرار، اور اعلان جنگ مقدس و رحشت کارانہ مظالم عظیمہ سے اغماض و خاموشی سے پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ مولوی صاحب نے رزلوشن کو پیش کرتے ہوئے ایک مبسوط انگریزی تحریر میں مسلمانوں کے جذبات کی تحقیر، اور مسٹر ایسکریٹھ، مسٹر چرچل، سر ایڈورڈ گرے کے گذشتہ نومبر اور دسمبر کے بیانات پر نہایت تفصیل سے بحث کی تھی۔

انکے بعد ایڈیٹر (الہلال) نے تقریر کی۔

اگر قلمبند کرسکا تو مضمون کے آخر میں درج کرنے کی کوشش کرونگا۔

ہر ایک افسوس کہ بیانات اسقدر قری، اور راہی اس درجہ سابق القول اور ثقہ ہیں کہ مجھ کو مجبوراً انپر یقین کرنا پڑا۔

سے بعد انہوں نے ان مظالم کی تشریح کی، اور نامہ نگار نے ٹیلی گراف کی وہ تازہ ترین شہادت پیش کی جس میں ہزہائینس، سربیا، اور یونان، تینوں ریاستوں کے چشم دید مظالم بیان کیے ہیں، پھر کہا:

”آپ کو انسانی تاریخ کے صفحوں پر ایسے خوفناک اور حسد منہ مظالم کی مثالیں نہیں ملیں گی۔ مسلمانوں کو معلوم ہے کہ اس طرح مسٹر گلیڈسٹون نے ارمینیا کے فرضی مظالم کی استائسرائی سے ترکوں کے خلاف جدوجہد کی تھی، اور پھر کس طرح ترکی کے متعلق تمام یورپ میں غیظ و غضب پھیلا دیا تھا، سلطان عبدالحمید کو ”قابل اعظم“ کے نام سے یاد کیا تھا۔ لیکن آج تمام سرزمین یورپ میں ایک راستباز ہستی بھی نہیں ہے، مظالم مسلمانوں کو انصاف دلائے کیلئے آواز بلند کرے؟ انسانییت اور نوع پرستی کی ہمدردی صرف عیسائیوں ہی کیلئے مخصوص کر دی گئی ہے؟

ہم کو امید نہی کہ ہمارے شہنشاہ کے وزرا ایسے الفاظ کہنے میں مل کرینگے جن سے قیصر ہند کی کڑوروں رعایا کے دلوں کو صدمہ پہنچے۔ وزرا سا ضبط اور اعلان بے طرفی کی کسی قدر سختی، یہ در باتیں عمل میں لائی جاتیں، تو حصول مقصد کے ساتھ ۷۰- ملین قلوب لامیہ اس طرح زخمی نہوتے۔

میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جو گورنمنٹ برطانیہ سے چاہتے ہیں کہ ترکی کی حمایت میں کوئی عملی حصہ لے۔ ترکی کو بے نیسے خود ہی لڑنے دو، (چیرز) البتہ ہماری گورنمنٹ کی طرف کوئی بات ایسی نہیں ہونی چاہیے، جس سے اسکی ازادی میں ترقی آجائے۔

ہمارا فرض بالکل غیر پیچیدہ ہے، اور اسمیں ہمارے مذہب کی شرکت بھی ہمیں حاصل ہے۔ ہم لوگ اپنے برادران اسلامی کی مٹی الامکان امداد کریں گے۔ یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ خلیفہ عثمانی اسلام کے مقدس مقامات کا محافظ ہے، اور ترکی کا تزلزل میں اسلام کا تزلزل ہے۔ پھر اسکے تزلزل سے نہ صرف اسلام کیلئے خطرہ ہے بلکہ تمام ایشیا کی عزت و اقتدار کیلئے۔ میں اپنے ہم وطن ہندو و مسلمانوں، دونوں سے یکساں طور پر التجا کرتا ہوں کہ ہلال احمر کی اعانت کیلئے اٹھ کھڑے ہوں۔ ہمارے ہندو بھائی اس موقعہ پر مسلمانوں کی دائمی شکرگزاری حاصل کرسکتے ہیں۔ تمام دنیا میں اس واقعہ کو مشہور ہونے دو کہ انسانیت کی ایک مصیبت نظم میں ہندوستان کی دونوں قوموں کے برابر کا حصہ لیا (چیرز) ہزہائینس سر اغا خان کا مشورہ

حضرات! ہندوستان میں مسلمانوں کی جو عام روش اس بارے میں رہی ہے، اسکی نسبت نہایت افسوس کے ساتھ میں سر اغا خان کی تحریر کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں، جو حال میں بمبئی کے ایک اخبار میں شائع کی گئی ہے اور جسکی خبر ہم ہندوستان میں تار کے ذریعہ پھیلائی گئی ہے۔ شخصاً میں ہزہائینس کی اسقدر عزت اپنے دل میں رکھتا ہوں کہ نہیں سمجھتا کہ کو کیونکر ظاہر کروں؟ لیکن اگر میں ایک ملی مسئلہ کی نسبت ذاتی دوستی کی بنا پر خاموشی اختیار کر لوں، تو اپنے ملائی فرض کے ادا کرے سے اپنے تئیں بالکل قاصر یقین کرونگا۔ (چیرز)

میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہزہائینس نے جن خیالات اپنی اس تحریر میں اظہار کیا ہے، ان سے مسلمانان ہند کی کسی

# الہلال

۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۱ ھجری

—:—:—

## ایک عظیم الشان اجتماع

— \* —

### مسلمانان ہنگال کا قائم مقام جلسہ

— \* —

ہز ہائڈس سر آغا خاں کے غیر اسلامی مشورے کے عطیے کی واپسی

— \* —

اذلہ علی المومنین، اذلہ علی الکافرون، بجاہدون فی سبیل اللہ، ولا یخافون  
لومہ لائم ( ۵ : ۶ )

— \* —

یہی ایت کریمہ تھی، جسکی تلاوت سے ۱۶ - فروری کو دھائی بجے ( تین ھل ) کلکتہ کی عظیم الشان مجالس کا افتتاح ہوا، اور اس طرح قبل اسکے کہ انسانی ارازیں اٹھیں، صدامے الہی نے جلسہ کی کارروائی پوری کر دی:

مسلمانوں! اگر تم میں کوئی دین الہی کی راہ سے پھر جائے، تو اللہ کو اسکی ذرا بھی پورا نہیں، وہ ایسے لوگوں کو موجود کر دیگا جنکو وہ درست رکھتا ہوگا، اور وہ اسکو درست رکھتے ہونگے۔ مسلمانوں کے ساتھ نرم دل، مگر کافروں کے مقابلہ میں نہایت سخت ہونگے اللہ ( اور اسکی صداقت ) کی راہ میں جانیں لڑادیں گے، اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ مقامات ایمان و صداقت اللہ کا ایک فضل ہے، جسکو چاہے، عطا فرمادے۔ اسکی رحمت بڑی وسیع، اور وہ سب کے دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے۔

اے مسلمانو! تمہارا درست اللہ ہے، اسکا رسول، اور مومنین صادقین، جو اپنے جان اور مال، دونوں کو اللہ کی عبادت میں صرف کرتے ہیں، اور دنیاوی طاقتوں اور حکومتوں کے آگے مغرور ہو کر اللہ کے آگے جھکے رہتے ہیں ( نہ کہ وہ منافقین، جنہوں نے دین الہی کی صداقت شعاری سے منہ پھیر لیا ) اور پھر یاد رکھو کہ جو شخص کفر اور کفر کی طاقتوں کی جگہ، اللہ، اسکی رسول، اور مسلمانوں کا درست بنکر رہے گا، تو وہ اللہ کی جماعت میں سے ہوگا اور اللہ ہی کی جماعت ( آخر میں ) غالب آنے والی ہے۔

یا ایہا الذین آمنوا! من یرتد منکم عن دینہ، فسوف ینزل اللہ بقوم یرتد عن دینہ، اذلہ علی المومنین اعزۃ علی الکافرون۔ بجاہدون فی سبیل اللہ، ولا یخافون لومۃ لائم، ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء، واللہ واسع علیم۔ انما یریکم اللہ و رسولہ آمنوا، الذین والذین یقیمون الصلوة و یرتوون الزکوۃ و ہم راکعون و من یقول اللہ و رسولہ والذین آمنوا فان حزب اللہ ہم الغالبون ( ۵ : ۶۲ )

جبکہ سورہ ( مائدہ ) کے اس آئوہیں رکوع کی صدا میرے کانوں میں آ رہی تھی، تو میں نے سوچا: اللہ اکبر! دنیا کی غیر فانی

صداقتیں ہر زمانے اور ہر وقت میں کس طرح آزمائشوں کے پیرا ہیں؟ اگر یہ غیر فانی صداقت نہیں ہے تو کیا ہے کہ ایک طرف تو تنہا ایک شخص کے ارتداد کو دیکھتا ہوں، اور دوسری طرف حد نظر تک نظر آنے والے، ان ہزارہا مومنین صادقین کا ایمان جو زبان حال سے شہادت دے رہا ہے کہ: من یرتد منکم عن دینہ فسوف ینزل اللہ بقوم یرتد عن دینہ، اذلہ علی المومنین، علی الکافرون " واللہ غنی عن العالمین "

\*\*\*

شیخ احمد موسیٰ المصری جب تلاوت مبارک سے فارغ ہوئے ( مسٹر مظہر الحق ) بیر سڈرات لا بانکی پور کی صدارت کی تحریک کی گئی۔ اس عاجز نے جو الفاظ اس تحریک کی تائید کرتے ہیں کہے تھے، بہتر ہے کہ وہ تحریر میں آجائیں۔ میں نے کہا تھا کہ " مسٹر مظہر الحق کی محض قابلیت اور لیاقت کا اعتراف اس موقع پر غیر ضروری سمجھتا ہوں، کیونکہ میرے عقیدے میں سب سے بڑی تعریف انکی یہ ہے کہ وہ مسلمانوں میں آخری دو برسوں سے نہیں بلکہ ابتدا سے ایک ازاں خیال اور تعلیم یافتہ مسلمان ہیں: و کافی فخر "

مسٹر مظہر الحق نے پہلے اردو میں اغراض مجلس کی تشریح کی، اسکے بعد اپنا انگریزی ایڈریس پڑھ کر سنایا جسکا خلاصہ حسب ذیل ہے:

### مسٹر مظہر الحق کی اسپیک کا خلاصہ

" مجھ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ہماری جماعت میں لوگوں جوش بے انتہا بڑھا ہوا ہے۔ میں اس امر سے بھی واقف ہوں، کہ ہندو اینگلو انڈین پریس کا رویہ ترکی کے متعلق سخت حملہ آورانہ رہا، تاہم میں آپ لوگوں سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ بد زبانی کا جواب بد زبانی سے نہ دیں، اور گو دوسروں کے الفاظ کتنے ہی اشتعال انگیز ہو مگر آپ انکی تقلید نہ کریں۔ یاد رکھیے کہ محض زبان کی اعتدالی سے کوئی نتیجہ نکل نہیں سکتا، بلکہ اس سے ہمارے دوستوں کی ہمدردی ہم سے جاتی رہتی ہے، اور جس غرض سے سختی کی جاتی ہے، وہی حاصل نہیں ہوتی۔

ہم لوگوں کا مقصد عدل و انسانیت اور تہذیب و نوع پرستی کی حمایت ہے اور بہتر ہے کہ انصاف ہی اسکا حکم ہو۔

اعتدال اور مرتبے کے خیال کو ملحوظ رکھ کر آپ اپنے اصلی خیالات کو پوری ازادگی کے ساتھ صاف صاف بیان کریں اور اسمیں کسی طرح کا خوف نہ کریں، میں خیالات کے چھپانے کا قائل نہیں ہوں ( چیرز )

گورنمنٹ کے ساتھ اس سے بڑھ کر اور کیا بد سلوکی ہو سکتی ہے کہ ہمارے اصلی خیالات پر شدیدگی میں مدفون رہیں، اور صاف طور پر ظاہر کرنے کی جگہ، دل ہی دل میں انکو سونچتے رہیں؟

گورنمنٹ کیلئے نہایت ضروری ہے کہ ہر مسئلہ کے متعلق تمہارے جذبات اسکے سامنے ہوں، اور تمہاری کسی خواہش کے بے خبر نہ ہو۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو پھر کیونکر امید کی جاسکتی ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ تمہاری قسمت نہ ٹوٹنے والے رشتے کے ساتھ وابستہ ہے، وہ تمہاری صداؤں کا جواب دینگے اور تمہاری مدد کریں گے؟ ( چیرز )

جو وحشیانہ مظالم اس خوفناک جدگ میں مسلمانوں پر کیے گئے ہیں، مشکل ہے کہ اس بیسویں صدی میں انپر یقین کیا جائے۔ میں نے اول اول جب ان مظالم کی خونین سرگذشتوں کو پڑھا تو مجھ کو خیال ہوا کہ یہ صحیح نہیں ہیں۔ کاش میرا شبہ صحیح

# شہزادہ عثمانیہ

## کامل پاشا کی "قومی مجلس"

— \* —

۱۰ - جنوری کو صلح و جنگ کے فیصلے کیلئے منعقد ہوئی تھی (مقتبس از جرائد مختلفہ آستانہ علیہ)

— \* —

### خاندان سلطانی کی مجلس

سب سے پہلے ۲۲ - جنوری یوم چہار شنبہ ۱۰ بجے، بصدارت لکھنؤ سلطان المعظم، مانین ہمایونی میں شاہی خاندان کے اراکین کی ایک مجلس منعقد ہوئی۔ مجلس میں ولی عہد، ف عزالدین افندی، شہزادہ ضیاء الدین افندی، شہزادہ بد الدین افندی، شہزادہ عبد المجید افندی بھی شریک تھے۔ زائد صلاح الدین افندی، نادرستی مزاج کی وجہ سے شریک نہ سکے۔ تمام حاضرین آدھ گھنٹہ جلالتماب کے سامنے موجودہ حالات گفتگو کرتے رہے اور اسکے بعد صحبت برخاست ہوگئی (۱)۔

حاضرین کے جانے کے بعد کامل پاشا اور جمال الدین افندی مدین الاسلام کو شرف بار یابی عطا ہوا۔ اسی درمیان میں ایک ان سلطانی شایع کراہا گیا کہ قومی مجلس کی صدارت کامل پاشا دہیجئے۔ مجلس میں شرکت کے لیے جو لوگ مدعو کیے گئے، وہ قصر سلطانی میں آئے لگے۔ اسماعیل خبانی بک مدیر عام ریفات سلطانیہ، اور رشید پاشا صاحب حضرة سلطانیہ استقبال کے لیے۔

### فہرست شرکاء مجلس

حاضرین مجلس میں علاوہ ۱۲ - وزیروں اور مستشار صدارت کے ان فہم میں سے حسب ذیل اشخاص شامل تھے :  
سعید پاشا (سابق وزیر اعظم) فرید پاشا (سابق وزیر اعظم) مدبر پاشا (سابق وزیر اعظم) رشید عاکف پاشا، فواد پاشا، داماد د پاشا، رضا پاشا (لفتنانت) عمر رشیدی پاشا، آرام افندی، نیدی پاشا، ازربان افندی، محمود الہم (ملک الشعراء) حسنی، حلیم بک، عبد الرحمن شرف بک (مورخ السلطان) رضا لدی، پرنس سعید حلیم پاشا، سلیمان پاشا، شریف جعفر پاشا، ف ناصر بک، عارف حکمت پاشا، عبد القادر آفندی، عزت پاشا، ب غالب بک، فائق بک، تعرفت بک، مارورکور داؤ افندی، ی الدین پاشا، نوری بک، شکری پاشا۔  
علاء میں سے حسب ذیل اشخاص آئے تھے :

شیخ محمد اسعد افندی (امین باب ققاراء شیخ الاسلام) عہدہ ابراہیم ادھم افندی (قاضی لشکر روم ایلہ) قاضی لشکر بل - رکیل تعلیمات مذہبی - شیخ مصطفیٰ عاصم افندی - شیخ محمد سعید افندی وغیرہ وغیرہ۔

ان حضرات کے علاوہ حسب ذیل اشخاص بھی شریک تھے :  
عزت پاشا (رئیس ارکان حربیہ عمومیہ) ہادی پاشا فاروقی  
نور رئیس ارکان حربیہ عمومیہ) فرید پاشا (رئیس دائرہ سواران)  
نور پاشا (فریق اول) ناظم پاشا (رئیس صیغہ صنائع حربیہ)  
رشید پاشا (فریق حالی و سابق ناظر بحریہ) احمد پاشا (رئیس

(۱) یہ خاندان سلطانی کی اجراء جنگ کیلئے آخری کوشش تھی، جسکا اشاعت میں ہم درج کریں گے [الہلال]

دائرہ محاسبات) حسنی پاشا (مفتش قطعات عسکریہ) خلیل پاشا (رئیس محاکمات بحریہ) راسم پاشا (رئیس دائرہ مصارف) عبدی پاشا (رئیس دائرہ لیماں) صدقی بک (رکیل رئیس ارکان حربیہ بحریہ) احمد سالم بک (رئیس ثانی دائرہ ملکیہ) سعید بک (رئیس ثانی دائرہ تنظیمات) توفیق بک (رئیس ثانی دائرہ مالیہ و اشغال و معارف) شیخ علی حیدر افندی (رئیس محکمہ تمیز نظارت عدلیہ) عثمانی بک (رئیس دائرہ جزاء نظارہ عدلیہ) رشید بک (رئیس دائرہ استدعاء) اسماعیل حقی بک (باش مدعی عمومی) جمیل پاشا (امین شہر آستانہ) سری بک (مدیر عام چنگی خانہ) وغیرہم۔

### اتحادی اعیان ملت کا شرکت سے انکار

مگر (محمود شرکت پاشا) نے معذرت کہلا بھیجی کہ بیماری کی وجہ سے شریک نہیں ہوسکتے۔ شیخ موسیٰ کاظم افندی (سابق شیخ الاسلام اتحادی) نائل بک، ابراہیم پاشا، شریف علی حیدر بک سلیمان افندی بستانی (مدیر بیروت و مترجم "ہومر") ضیاء الدین محمد توفیق پاشا، حقی پاشا (سابق وزیر اعظم) پرنس مدیح الدین بک، یہ سرگ نہ تو شریک ہوئے، اور نہ انہوں نے کوئی معذرت بھیجی۔

### آغاز مجلس

قصر سلطانی میں قائمہ العز (ہائی آف ایمپسڈر) مجلس کے لیے تجویز کیا گیا تھا۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو کامل پاشا شرکت جلسہ کے لیے جلالتماب سلطان المعظم کے پاس سے آئے اور دیر بچے آکر کرسی صدارت پر بیٹھے۔ کرسی کے دھنی جانب شیخ الاسلام، اور بائیں جانب سعید پاشا (سابق وزیر اعظم) تھے۔ حاضرین کی تعداد قریباً ایک سو تھی۔ سعید بک (مدیر تحریرات باب عالی) کہتے ہوئے، اور دل کی یہ یاد داشت پڑھتے سنائی جو حسب ذیل تھی :

### یاد داشت دول ستہ

"ہم سفراء آسٹریا، انگلستان، روس، جرمنی، اور اطالیا جنکے دستخط اس یاد داشت پر ہیں، جلالتماب سلطان کے وزیر کو اپنی اپنی حکومتوں کی طرف سے، جنکے ہم تابع ہیں، اطلاع دیتے ہیں : چونکہ ہماری سلطنتوں کو عدم اعادہ جنگ سے سخت رغبت ہے، اسلئے انہوں نے خیال کیا کہ جلالتماب سلطان کی نظر اس جوابدہی کی طرف مبذول کریں جو دول عظمیٰ کے نصائح نہ قبول کرنے کی صورت میں (بصورت عدم قیام امن عامہ) ان پر عائد ہوگی۔ نیز یہ کہ اگر جنگ شروع ہوگئی اور آستانہ کی حالت منافشہ اندیز ہوگئی یا اعادہ جنگ کیوجہ سے دولت علیہ کے ایشیائی ممالک میں سے کوئی ملک مفتوح ہوگیا، تو باب عالی کیلئے ضروری ہوگا کہ اس نڈگی فرصت سے (جس پر ہم اسوقت متنبہ کر رہے ہیں اور جس سے نکالنے کے لیے ہم کوشاں ہیں) نکلنے میں دول عظمیٰ سے کسی قسم کی مدد کی امید نہ رکھے۔

اگر دولت عثمانیہ نے صلح منظور کر لی تو پھر ان نقصانات کی تلافی یوں کی جائیگی کہ آستانہ میں اپنے مرکز کو قوی کرنے اور اپنی وسیع ایشیائی مقبوضات سے (جو دولت عثمانیہ کی حقیقی قوت کے سرچشمے ہیں) فائدہ اٹھانے کے باب میں دول عظمیٰ کی مادی و اخلاقی مدد سے فائدہ اٹھا سکے گی۔ جلالتماب سلطان کی حکومت نو معلوم ہونا چاہیے کہ باب عالی جسقدر یورپ کے نصائح کی (وہ



صدارت کا بڑا حصہ ہزہائٹنس سراغا خان کی ضلالت اندیش اور مسلم آزار تحریر کی تغلیط کیلئے مخصوص کر دیا (چیزز)

میں خاص طور پر اس اعلان حق کی تعریف پر اسلیے زور دیتا ہوں کہ میرے تجربے میں ہزہائٹنس سراغا خان کا مسئلہ ہمیشہ مدعیان حریت و حق گوئی کیلئے ایک سب سے بڑی آزمائش رہا ہے (چیزز)

برادران غیور! ہم کو چاہیے کہ اپنے مقصد کے اظہار میں بالکل غیر مشتبہ ہوں، اور جب اپنی صدا بلند کریں تو اسقدر صاف ہو کہ اسکے سمجھنے میں ذرا بھی دیر نہ لگے۔ اس رزلوشن کے پیش کرنے سے ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ سراغا خان کی تحقیر و تذلیل کریں، بلکہ یہ کہ اپنی قوم کو تحقیر سے بچائیں (چیزز)

ہم اس رقت جس کام میں مصروف ہیں وہ دوسروں کی نہیں اور چھپے ہوئے بھیدوں کا تجسس نہیں ہے، بلکہ صرف اپنی نیت اور کہلے ہوئے خیال کا اظہار۔ ہم نہیں جانتے کہ سراغا خان کی نیت اس مشورے کے دینے سے کیا تھی؟ مگر ہم بتلا سکتے ہیں کہ ہمارے دل کے خیالات اس بارے میں کیا ہیں؟ پس یہ جو کچھ کیا جا رہا ہے گو کسی پر حملہ ہو، لیکن اسکا مقصد حملہ نہیں ہے بلکہ صرف اپنی بریت (چیزز)

برائوں کے ذمے رقت نیکیوں کو یاد رکھنا ایک مشکل ترین اخلاقی ریاضت ہے۔ علی الخصوص ایسی حالت میں، جبکہ نیکی کی شکل افسردہ مگر برائیوں کا ہیکل مہیب ہو، تاہم یہ پرری کوشش کریں کہ اس اخلاقی ریاضت سے عہدہ برا ہو سکیں۔ ہم کو یاد ہے کہ ہزہائٹنس نے پچھلے چند برسوں کے اندر بہت سے کام کیے ہیں۔ انہوں نے تھوڑے عرصے کے اندر علی گڑھ یونیورسٹی کیلئے ایک بڑی رقم فراہم کر دی اور متعدد کاموں میں اپنے جیب خاص سے بڑی بڑی رقمیں دیں۔ روپے کا خرچ ہوا ایک بڑی اولوالعزمی کی بات ہے، اور ہم ہرگز نہیں چاہتے کہ موجودہ حالات پر اسقدر زور دیں کہ اس گزشتہ اولوالعزمی کو صدمہ پہنچے، تاہم اسلام کے ایک ہزار سالہ نقش قدم کو سر زمین یورپ سے محروم کر دینے کے مشورے کی جگہ، شاید یہ زیادہ بہتر تھا کہ مسلمانان ہند کی بعض تعلیمی عمارتیں روپے سے محروم رہ جائیں۔ نئی برائی ہمارے لیے اسقدر درد انگیز ہے کہ اگر پرانی بھلائی اسکی جگہ نہ ملتی، تو ہم شکایت کی جگہ یقیناً شکر گزار ہوتے۔

مسٹر (مظہر الحق) نے کہا:

”اس رزلوشن کے متعلق چند الفاظ میں مکرر کہنا چاہتا ہوں۔ مجھ کو افسوس ہے کہ رزلوشن کے پیش ہوتے رقت بعض صاحبوں نے بے اعتدالانہ جوش کا اظہار کیا۔ میں اسکو پسند نہیں کرتا۔ ہمارا مقصد اس تجربے کے پیش کرنے سے صرف یہ ہے کہ انگلستان میں ہزہائٹنس کی تحریر ہمارے خیالات کی نسبت کوئی غلط فہمی پیدا نہ کر دے۔ ہزہائٹنس کی نسبت مجھ کو دینی طور پر معلوم ہے کہ انکے دل میں قوم کا درد ہے۔ انکی خدمات سے ہمیں انکار نہیں۔ لیکن یہ انکی ایک غلطی ہے اور ہم کو اپنے طرز عمل سے ثابت کرنا ہے کہ غلطی خراہ کتنے ہی بڑے شخص کی ہو، مگر ہم اسکو توڑنے کیلئے طیار ہیں (چیزز)

قوم کا فرض ہے کہ وہ اپنے لیڈروں کی عزت کرے، لیکن اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ انکی ہر غلط رائے تسلیم کر لی جائے۔ قوم کو سچی نکتہ چینی کیلئے ہر وقت طیار رہنا چاہیے، اور لیڈروں کا فرض ہے کہ

[بقیہ مضمون کیلئے صفحہ ۱۹ - دیکھیے]

مولوی واحد حسین صاحب رکیل ہائی کورٹ و سکریٹری بنگال پرائنسیپل کانفرنس، اور مولوی محمد اکرم صاحب ایڈیٹر ”محمدی“ نے بھی اس مرقعہ پر مبسوط تقریریں کی تھیں۔ اسکے بعد تیسرا رزلوشن پیش ہوا:

That this meeting expresses its strong disapproval of the letter of His Highness the Aga Khan, published in a Bombay paper, as it does not voice the opinion of the Indian Muslim and considers it as most inopportune and misleading.

”مسلمانوں کا یہ قائم مقام جلسہ ہزہائٹنس سراغا خان کی اس چٹھی کی نسبت، جو انہوں نے بمبئی کے اخباروں میں شائع کی ہے، اپنی منتہا درجہ نراضگی ظاہر کرتا ہے، کیونکہ جو خیالات اسمیں ظاہر کیے گئے ہیں، وہ مسلمانان ہند کے اصلی خیالات نہیں ہیں۔ نیز ان خیالات کو سخت بے موقع اور گمراہ کنندہ خیال کرتا ہے۔“

ابھی اس رزلوشن کے متعلق تقریریں شروع بھی نہیں ہوئی تھیں کہ تمام جلسہ میں (سراغا خان) کے ذکر نے ایک سخت برہمی اور غصہ کی شورش پیدا کر دی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اب پبلک اس نام کو سکون و اعتدال کے ساتھ سننے کیلئے بالکل طیار نہیں ہے، اور اس نام سے اسدرجہ متذبی و متذلم ہے، کہ سننے کے ساتھ ہی اظہار غیظ و غضب کیلئے بے اختیار ہو جاتی ہے۔ جونہی ہزہائٹنس کا نام رزلوشن میں آیا، معاً انکار و تبہ کی صدائیں ہر طرف سے اٹھنے لگیں۔ بہت سی آوازیں نہایت سخت و شدید الفاظ و القاب کے ساتھ مختلف سمتوں سے سننے میں آئیں تھیں، جنکا ذکر یہاں مناسب نہیں سمجھتا، اور جو یقیناً نامناسب اور قابل تنبیہ و مواخذہ تھیں۔ مسٹر مظہر الحق نے کمال دانشمندی اور قابلیت صدارت کے ساتھ لوگوں کو اس بے اعتدالی سے روکا، اور نہایت سختی کے ساتھ سرزنش کی۔ اگر وہ نہ روکتے تو زبانیں دلوں کے بے اختیارانہ جوش سے اسقدر بے قابو ہو رہی تھیں کہ عجب نہیں، تمام جلسے میں ان سخت و شدید الفاظ کی تکرار متعدي ہو جاتی۔

اگر میرے بعض نیک گمان احباب اجازت دیں تو بغیر امید صلہ و مزہ تحسین کے کہہ سکتا ہوں کہ اس سرزنش و تنبیہ میں نے بھی حصہ لیا۔

چند الفاظ جو اس موقع پر میں نے کہے تھے، بہتر ہے کہ انکی ابتدائی تمہید کا خلاصہ قلمبند کر دوں:

ایڈیٹر الملال کی تیسرے رزلوشن کے متعلق تقریر ”اس آخری شکرۃ صدارت سے پہلے جسکے لیے ابھی انریبل مسٹر فضل حق آپکے سامنے آئیں گے، میں اپنے جوش خباثات سے بے اختیار ہوں کہ مسٹر مظہر الحق کا خاص طور پر شکر یہ ادا کروں۔ آپکو معلوم ہے کہ حق گوئی کی راہ مشکلات اور آزمائشوں سے پر ہے، اور اسکے ایک چھوٹے سے چھوٹے فرض کے ادا کرنے کیلئے بھی بڑی سے بڑی قربانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس جب کسی راست باز انسان کی زبان سچائی کیلئے کہے، تو اسپر نہ جاؤ کہ اس نے ایک عام اور بالکل ظاہر و آسن بات کہی، بلکہ اسکو دیکھو کہ اس نے سچائی کا اعلان کیا، اور سچائی خواہ کتنی ہی آسن قسم کی ہو، مگر قربانی اور ایثار سے خالی نہیں۔ پھر دیکھو کہ زمانہ کیسا پر آشوب ہو رہا ہے، اور باطل پرستی کی عالمگیر حکومت کے دلوں کو کس قدر موعوب کر دیا ہے؟ ہر دلعزیزی کی زنجیر سے کڑی پانوں خالی نہیں، اور دل اور زبان نہیں بھی متفق نہیں۔ پس نہایت سچی تعریف کے مستحق ہیں مسٹر مظہر الحق، جنہوں نے عین مرقعہ پر تمام مسلمانان ہند کے دلی جذبات کی ترجمانی کی، اور اپنی تقریر

ہمیشہ زندہ رکھیگا - ترکی کی مالی حالت بھی اچھی نہیں ہے ...  
..... عنقریب ایک عظیم الشان جنگ ہونیوالی ہے - ایدریا نرپل  
کے محصور بن کی حالت بہت اچھی ہے - ترکی قلعہ بہت مضبوط  
حالت میں ہیں ..... یہ سننے کیسا افسوس ہوا کہ سالونیکا کو  
بغیر لڑائی کے تحسین پاشا نے یونانیوں کے حوالہ کر دیا مگر حال  
کی خبر ہے کہ پرسوں ترکوں نے ایک زبردست فتنہ یونانیوں پر اسی  
سلونیکا کے قریب حاصل کی -

(۲۱ جنوری) تمام ترک اپنے ہندوستانی برادران دینی کی  
ہمدردی کے بیکہ مشکور ہیں - اونکو ہندوستان کے اس اظہار ہمدردی  
و محبت پر سخت تعجب ہے - معزز پاشا اور دیگر اکابر قوم بھی  
ہمارے خلوص اور محبت سے بہت متاثر ہوتے ہیں اور ہملوگوں  
سے نہایت محبت اور احسانمندی سے پیش آتے ہیں -

(۱۶) تاریخ کو ہزاکسلنسی نسیم عمر پاشا نے ہمارے طبی  
مشن کی ایک پر تکلف دعوت کی - پاشاے مرصوف کا محل نہایت  
شانداز اور آراستہ ہے - دعوت میں ہزاکسلنسی اسد پاشا جو امراض

و طبی سلطان کی سرکاری ہمارے پاس سے نکلی ' ہم نے سلام کیا اور  
وہی کے نعرے بلند کیے - سلطان المعظم نے اپنے ایڈی کانگ کے  
زیر سلام کہلا بھیجا - ہم سب نے سلطان المعظم کے ساتھ نماز  
پڑھی جس کے بعد حضرت سلطان ایوب انصاری کے مزار پر گئے یہ ایک  
ایمان عمارت اور بہت آراستہ ہے - یہاں رسالت مآب صلی اللہ  
علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان ہے - یہاں سے ہم سلطان محمد  
فتح کے مقبرے کو گئے - یہاں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے  
بارہ کی زیارت کی - مقبرے کی دیوار پر ایک نہایت خوشنما  
تصویر ہے جس میں ایک حدیث بطور پیشین گوئی فتح قسطنطنیہ کے  
تعلق لکھی ہوئی ہے اب ہملوگ جلد میدان جنگ جانیوالے  
ہیں ..... لڑائی کی صحیح خبریں یہاں بھی کمیاب  
ہیں - ہندوستان کے بعض اخبارات میں یہاں سے زیادہ وضاحت سے  
علم ہوتی ہیں (نیازی ہے) بڑی جانبازی سے کام کر رہے ہیں -  
ہند کا کرنی اعلان نہیں ہوا ہے - سننے میں آیا ہے کہ عراق  
رہنم کی فوجیں لڑائی کی واسطے تیار ہیں ..... آج شام کو

## فنگانہات

شذرات نظم

— \* —

درس پیشوائی کی ایجاد

میں نے یہ حضرت والا سے کئی بار کہا : \* یہ تو انداز خوشامد ہے ' اسے کیا کیجیے ؟  
مسکرا کر یہ کہا مجھے ' کہ ہاں سچ ہے ' مگر \* کامیابی کی یہ ایجاد ہے ' اسے کیا کیجیے ؟  
ایندہ لیگ کی پرسیڈنٹ

لیگ نے سلف گورنمنٹ کی جو کی خواہش \* وہ یہ سمجھی تھی کہ یہ طرز بدیع اچھا ہے  
لیکن اب اس نے یہ سمجھا کہ غلط تھا وہ خیال \* کہ ملازم رہی اچھا ' جو مطیع اچھا ہے  
اب کے ہوجایگا اس جرأت بیجا کا علاج  
لیگ مجرم ہے تو ہونے دو ' شفیع اچھا ہے

کسوف

چشم کے ایک ماہر خیال کیے جاتے ہیں ' اور ڈاکٹر طلعت بے  
اور بعض اور مشہور ترکی ڈاکٹر بھی مدعو تھے - کہانے سب انگریزی  
اقسام کے تھے ' جیسا کہ آپکو مینو (فہرست طعام) سے معلوم ہوگا -  
ایک مفصل تقریر میں میزبان نے ہمارے مشن کا شکریہ ادا کیا اور  
اثنائے گفتگو میں مختلف ممالک کے مسلمانوں کے درمیان رشتہ  
اخوت و محبت قائم کرنے کے ذرائع پر بحث کرتے ہوئے کہا : کیا  
اچھا ہوتا اگر ہم میں اور ہمارے ہندوستانی برادران دینی میں رشتہ  
مذاکحت قائم ہوا کرتا ! ہندوستانی لوگ ترکی عورتوں سے اور ترک  
ہندوستان کی عورتوں سے بے تکلف شادیاں کرتے اور اس طریقہ سے  
وہ رشتہ یگانگت قائم ہوجاتا جسکی اسلام کو بہت سخت ضرورت  
ہے - اس تجویز کو ہم سب نے بہت پسند کیا بلکہ ہمارے ساتھ کے  
ایک شخص نے اسکی تائید میں کہا کہ تجویز تو بہت اچھی ہے مگر  
ترک بھی ایندہ یورپ کی عیسائی عورتوں سے مذاکحت کرنا چھوڑ دے  
کیونکہ یہ اونکی خرابی نسل کا باعث ہوتا ہے - یورپ کی عیسائی  
لیدیوں سے ہماری ہندوستانی عورتیں کہیں بہتر ہیں - اس پر لطف  
تقریر کے بعد ڈاکٹر انصاری نے طلعت بے سے درخواست کی کہ

تر آئی کہ لڑائی پھر شروع ہوگئی - ترکی بیڑا (در دانیال) سے  
ساکر (بحر ایجین) میں یونانیوں سے لڑنے گیا ہے - شتلبجہ  
س بھی لڑائی شروع ہوگئی - ابکی مرتبہ سخت لڑائی ہوگی اور  
اس سے امید ہے کہ ترکوں کی فتح ہو - دشمنوں نے مفتوحہ مقاموں  
کل مسلمانوں کے ساتھ جو قسارت کی ہے ' وہ بیان سے باہر ہے  
رجہ چھوڑتے چھوڑتے بچے اور عورتیں پکڑ کے زندہ جلا دی گئیں -  
ظلم کی باتیں سننے کی تاب نہیں -

(۱۴ جنوری) کل ڈاکٹر انصاری مع چند ترکی افسروں اور  
نہروں کے وہ مقام دیکھنے گئے ' جہاں ہملوگوں کا اسپتال قائم ہوگا  
- مقام کا نام (عمر کوبی) ہے اور شتلبجہ لین کے بہت قریب ہے -  
وہ ناظم پاشا سے بھی ملاقات ہوئی - ناظم پاشا نہایت خلاق اور گرم  
رشی سے پیش آئے - لڑائی کی بابت بہت گفتگو رہی - پاشاے  
مرصوف سخت افسوس کرتے تھے کہ فوجی انتظام بہت خراب ہے -  
وہ میں آتا ہے کہ وزارت بدل جائیگی - ایک پارٹی لڑائی  
زی رکھنے کی طرفدار ہے اور دوسری پارٹی صالح کرلیڈا چاہتی ہے -  
ت بہت نازک ہے مگر خدا میں سب قدرت ہے - وہ اسلام کا نام

نصائح، جن میں یورپ اور دولت عثمانیہ، دونوں کے مصالح یکجا ہیں (اتباع کی طرف میلان رضا مندی ظاہر کریگا، اسی قدر عملی حیثیت سے اسکو دول عظمیٰ کی مدد ملیگی۔

اسلیے دول عظمیٰ مکرر باب عالی کو نصیحت کرتی ہیں اور اس سے خواہش ظاہر کرتی ہیں (بحالیکہ وہ خود باہم متفق ہیں) کہ ادرنہ ریاستہائے بلقان کے لیے چھوڑ دے۔ اور مسئلہ جزائر اربخیل کے حل میں دول عظمیٰ پر اعتماد کرے۔ اسوقت باب عالی کو حق ہوگا کہ مسلمانان مقدونیہ کے مصالح اور ادرنہ میں مساجد اور مذہبی معابد کے احترام کی محافظت میں دول عظمیٰ کی مساعدت پر رثوق کرے۔ دول کوشش کریں گی کہ مسئلہ جزائر اربخیل کو اسطرح حل کریں کہ دولت عثمانیہ کو ان تمام چیزوں سے مطمئن کر دے جو اسکے مستقبل کیلئے خوف انگیز ہیں۔

(مرقومہ آستانہ ۱۷ - جنوری سنہ ۱۹۱۳ ع)

ہم ہیں سفراء دول عظمیٰ :

برمیار	سفیر فرانس
گبرس	سفیر روس
گیرار لوتھر	سفیر انگلستان
بالا ویچنین	سفیر آسٹریا
ر انگہام	سفیر جرمنی
گیسیلو گارونی	سفیر اطالیا

#### وزرا کی تقریر

یاد داشت پڑھنے کے بعد (مرحوم) ناظم پاشا وزیر جنگ کہتے ہوئے اور حاضرین کو موجودہ جنگ کے حالات اور فریقین جنگ کے لشکروں کے موقف (پوزیشن) سے مطلع کیا۔ انکے بعد عبد الرحمن بک وزیر مال کہتے ہوئے اور مالی حالت کی حقیقت سے ناظرین کو آگاہ کیا۔ انکے بعد نواز دنگیلان آفندی وزیر خارجہ کہتے ہوئے اور بیان کیا کہ انکو سخت سردی لگ گئی ہے جسکی وجہ سے وہ آواز اتنی بلند نہیں کرسکتے کہ سب سن سکیں، اسلیے انہوں نے اپنے بیانات ایک کاغذ پر لکھ دیے ہیں جو انکی طرف سے سعید بک وزیر مال نے حاضرین کو سنائے۔ انکے بیانات میں سیاست عامہ کی حالت، ہر سلطنت کے طریقے، اور ان اعلانات کے متعلق جو تمام دول نے اپنی سفراء کی معرفت بھیجے ہیں، تشریحات تھیں۔ انکے بعد شیخ مصطفیٰ آفندی مبعوث سابق، داماد فرید پاشا، داماد خاندان سلطانی، مشیر نواز پاشا، شیخ محمود اسعد آفندی ناظر دفتر خاقانی، رشید عاکف پاشا، لفرقت بک، سعید پاشا سابق وزیر، یکے بعد دیگرے کہتے ہوئے اور ہر شخص نے کچھ نہ کچھ تقریر کی۔ ان تمام مقررین نے بالاتفاق موجودہ معاملات کے نرمی و امن کے ساتھ طے ہونے پر زور دیا۔

انکے بعد اسمعیل حقی بک نایب عمومی کہتے ہوئے اور اجراء جنگ کی فرمائش کرتے ہوئے چند مسائل کے متعلق کچھ کہا، اور زور دینا چاہا کہ جنگ شروع کی جائے، لیکن ناظم پاشا نے ان کی تقریر کے لفظوں کو خلاف واقعہ بیان کر کے انکی تردید کر دی۔ ان لوگوں میں سے جب ہر شخص اپنے خیالات ظاہر کرچکا تو دول عظمیٰ کے ساتھ نرمی و اشتی سے حقوق دولت عثمانیہ کی حفاظت کے ضروری ہونے کی طرف تمام رائیں لی گئیں۔

رشید پاشا وزیر داخلہ اور نواز دنگیلان آفندی وزیر خارجہ نے چند ضروری باتیں پیش کیں۔ انکے بعد مورخ سلطانی : عبد الرحمن بک نے تقریر کی۔ پھر ناظم پاشا کہتے ہوئے اور آغاز جنگ سے فوج کی حالت جیسی کچھ رہی تھی، لوگوں سے بیان کی۔ دوران تقریر میں انہوں نے کہا : ”اسوقت فوج کی تمام ضروریات پورے طور پر

موجود ہیں۔ اور اسکی ادبی (مارل) حالت بھی بہت اچھی ہے۔ سعید پاشا (سابق وزیر اعظم) نے پوچھا : کیا یہ مجلس سرکاری حیثیت رکھتی ہے؟ جواب دیا گیا کہ یہ مجلس شوریٰ حاضرین میں بجز چند اشخاص کے سب وزارت کی رائے متفق تھے۔ ۴ - بیچے مجلس برخاست ہوئی۔ سعید پاشا سابق اعظم نے کامل پاشا کا ہاتھ پکڑ کے زینے تک مشالعت کی، اور بعد اعضاء مجلس قصر سلطانی کے ہال میں منتشر ہو کر کھانے پینے میں مشغول ہو گئے۔

دوران مباحثہ میں جلالتماب سلطان المعظم کو تمام واقعات خبر ملتی رہی تھی۔

#### سائز کوئی کی محافظ فوج کی شجاعت

— \* —

اخبار (لوید) عثمانی کو اپنے نامہ نگار از میر سے اطلاع ملی کہ سائز کی عثمانی محافظ فوج نے دشمن کی فوج کا، جو اس سے چند زیادہ تھی، نہایت بہادرانہ مقابلہ کیا۔ وہ اس امید پر کہ عثمانی بیڑا معاصرہ کو اٹھا دینے کے لیے درانیال سے نکلیگا، نہایت مصائب و مقامات برداشت کرتی رہی۔ جب اسکو عثمانی اور یونانی بیڑوں کی معرکہ آرائی کی خبر پہل ملی، تو اس نے نہایت فرح و شادمانی کے ساتھ اس خبر کا استقبال کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ عثمانی بیڑا اسکی مدد کیلئے فوراً نمودار ہوگا۔ رسد کے خرچ ہو جانے کیوجہ سے جب اسکی حالت بہت سخت نازک ہوگئی اور اسمیں مقابلہ کی طاقت نہ رہی، تو دربارہ عسکری اشارات کے ذریعہ سے اطلاع دی کہ ہر طرف سے گہرے ہوئے ہیں۔ اگر عثمانی بیڑا ہماری مدد کرے گا تو ہماری حالت سخت نازک ہو جائیگی۔ لیکن عثمانی ان معصور بہادروں کی مدد نہ کرسکا اور مجبوراً فوج نے شہر حر کردیا۔ یونانی کمانڈر نے انکی اور انکے ماتحتوں کی شجاعت کا ذکر کیا اور تلوار باندھنے کی اجازت دی۔

#### عثمانی فتوحات

— \* —

آستانہ علیہ میں خبر آئی ہے کہ ایک عثمانی آہن پوش جہاز جزیرہ آسٹروپالیا کے قریب تک پہنچ گیا۔ جہاں اسکا مقابلہ جنگی کشتیوں سے ہوا۔ انیریونانی پھربرے آڑ رہے تھے۔ لیکن عثمانی جہاز نے تین کشتیوں کو غرق آب کردیا۔ صرف ایک نے بچنے کا نام میں پناہ لی۔

عثمانی فوج نے شنکین کی سرحد کو (جو ساحل اشقودہ واقع ہے) واپس لے لیا ہے۔

#### قسطنطنیہ کی چٹھی

— \* —

ڈاکٹر محمود اللہ جو کلکتہ سے ڈاکٹر انصاری کے مشن کے ساتھ گئے ہیں، اپنے خط میں لکھتے ہیں :

(۵ جنوری) ہمارا قیام اسپتال (قادرگاہ) میں ہے جو اسٹیشن میں واقع ہے۔ یہ ایک بہت بڑا اسپتال قابلہ گری کا ہے، مگر بالآخر ایک جنگی اسپتال بنا دیا گیا ہے۔ یہاں کے مریض بہت اچھی حالت میں ہیں۔ بلجیم کی (بیرونس روزین) یہانکی بڑی نرس اور ڈاکٹر سہامی، جو ایک یہودی ہیں، اسکے بڑے ڈاکٹر ہیں۔ ترک لوگ ہمارے ساتھ نہایت خلاق اور مہمان نوازی سے پیش آتے ہیں۔ ..... پرسوں جمعہ کو ہملرگ مسجد جامع میں نماز کے واسطے گئے تھے۔ اسی مسجد میں سلطان المعظم بھی تشریف لائے۔



جو مدت سے برطرف کر دیے گئے تھے مگر اس نئی پرانے خیالات کی درپیک وزارت کے ہاتھ بٹانے والے درست تھے۔

سب سے مہلک کام یہ کیا کہ شوکت پاشا کو - جو (ران ڈرگولٹنر) کے اعلیٰ درجہ کے قابل اور لائق شاگرد تھے، جنہوں نے فرج کے جنرل اسٹاف کی اصلاح جدید طریقے کے مطابق کی تھی، اور جن کے دماغ میں تمام مقبوضات سلطنت عثمانیہ کے بچاؤ کی جنگی تدبیریں کل کی کل محفوظ تھیں - برطرف کر کے انکی جگہ (ناظم پاشا) کو مقرر کر دیا۔ ناظم پاشا فوجی علوم کے پرانے مکتب کی ایک جاہل یاد گار تھے۔ وزارت جنگ کے اعلیٰ عہدے پر آکر اس نے نگرانی افواج میں (جسکا مادہ اسمیں مطلق نہ تھا) جو غفلت برتی، اسکا نتیجہ تھا کہ فرج کی حالت میں اس قدر جلد ابتری پھیل گئی - سب سے مضر بات یہ ہوئی کہ کامل پاشا نے (جسکا دستور العمل یہی تھا کہ انگلستان کی خواہشات کے مطابق چلا کرے اور انگریزوں کی نصیحت کو سرانکھوں سے مان لیا کرے) اس بھروسے اور اس اعتماد پر کہ انگریزی مددبری کا سہارا ایسا نہیں ہے جو کبھی بے نتیجہ رہے، آنے والی جنگ کے لیے دیدہ و دانستہ کسی قسم کی تیاری نہ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جسوقت اتحادیوں نے اعلان جنگ کر دیا تو ترکی فوج بالکل بے سروسامان تھی - نہ تو باربرداری کا کوئی سامان تھا، نہ رسد مہیا تھی، اور نہ آلات جنگ ہی موجود تھے۔ اتنا بھی تو نہ تھا کہ جنگ کرنے کی کوئی با ترتیب اسکیم پیش نظر ہوئی!

مختلف آرمی کور علحدہ علحدہ جگہوں میں غیر مستعد پڑی ہوئی تھیں، حتیٰ کہ آخری رقت تک بھی ریزرو کے سپاہی مجتمع نہیں کیے گئے - ان ساری باتوں کے لیے ضرور بالضرور کامل ذمہ دار ہے۔

اسکے ساتھ ساتھ جب ترکوں کی حکومت کے اگلے وقتوں کو یاد کرتا ہوں، تو اس یقین کو دل سے مٹانا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ پیر فرقت، جو حمیدیہ اور اسکے اگلے عہد کی یادگار ہے، اپنے ملک پر ان ساری مصیبتوں کے لانے کے لیے ایک نہ ایک نوع سے ضرور ساجھی تھا - یہ بالکل یقینی ہے کہ کامل نے یا تو خود بخود، یا انگلستان کے سفیر کے رغلانے سے یہ خیال کر لیا ہوگا کہ یورپ کے مقبوضہ صوبجات کو اسلامی قبضے میں رکھنا قطعاً ناممکن ہے، اور اسی خیال سے انکے بچانے کیلئے کوئی ایسا کام کیا جسکو اصلی کوشش کہا جاسکے - بہر حال کامل اور سر اڈورڈ گرے کو مجرم قرار دینے کیلئے صرف اتنی سی بات پر نظر ڈال لینا کافی ہے کہ ایک ایسے وقت میں جب کہ سلطنت عثمانیہ کی حالت آج سے چار مہینے قبل کی طرح نازک تھی اور ہر طرف سے خطرات اسکے سر پر منڈلا رہے تھے، سلطنت کے انتظام کی باگ کامل کے ہاتھ میں دیدی گئی - کامل انگلستان کا پیمانہ دادہ نہ کرکے تھا اور سلطان کی فوجی تباہی کیلئے انگلستان کو اسکے ساتھ ساتھ ہمیشہ کیلئے مورد الزام رہنا پڑیگا۔

یہ ساری باتیں تو اس یاد گار مکرر فریب کے گذشتہ واقعات کے متعلق تھیں، آئندہ کی نسبت میرا خیال ہے کہ دیکھنے والے دیکھینگے کہ سلطان کے یورپین مقبوضات میں سے اگر کچھ حصہ انکے قبضے میں رہ جائیگا تو اس سبب سے نہیں رہے گا کہ انگلستان انکی کسی قسم کی اعانت کریگا - کیونکہ انگلستان نے انہیں کوئی مدد نہیں دی ہے، بلکہ صرف جرمنی کی بدولت بھیگا - اسمیں کوئی شک نہیں کہ یہی جرمنی ہے جس نے بیچ میں پڑ کر شاہ فریدنڈ کو قسطنطنیہ تک بڑھانے سے روکا ہے - آئندہ کیلئے بھی اسی پر بھروسہ

انگلستان اور روس کے دفاتر خارجہ میں ترکوں کی انتظامیہ کے لئے تباہ کرنے کی نیت سے جو سازش ہوئی تھی، اس کا پتہ بارہا کیا جا چکا ہے۔

ان دنوں میں سے ہر ایک کا مطلب علیحدہ تھا - انگلستان اس نظام کی حکومت کو تباہ کر کے قاہرہ میں اپنا مطلب یعنی مصر پر قائم ہونے کی نیت سے روس چاہتا تھا - روس چاہتا تھا کہ باسفورس کے دریا کے اندر سے اپنے جنگی جہازات کی آمد و رفت کی اجازت حاصل کرے - عیسائیوں کے ان دنوں پر روس مطالبوں کی سطح پر اس کے نوجوان ترکوں کی حکومت نے ٹکا سا جواب دیدیا اور اپنے جواب پر استقلال کے ساتھ قائم تھی - پس اس انگلر نہیں مطالبہ برآری کے لیے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ حکومت جو ملک کی سچی خیر خواہ تھی اور عثمانی پارلیمنٹ کی پشت پناہ تھی، اپنی جگہ ایک ایسی حکومت کے لیے الٹی نڈے، جو اجانب کے ہاتھوں میں کت پتلی بن کر رہے - ساتھ ساتھ وہ سخت گیر پارلیمنٹ، جسکا فیصلہ کوئی زبردست ہاتھ توڑ نہ کر سکتا تھا، توڑ دی جائے - [یعنی اتحادی وزارت کی پارلیمنٹ] ہم ہمیشہ بتلاتے رہے ہیں کہ گذشتہ سال کے واقعات کی بھی تاریخ اگر کوئی ہے تو یہی ہے - ڈاؤننگ اسٹریٹ سر اڈورڈ گرے کا آفس (اور سینٹ پٹرس برگ (روسی حکومت) کی طرف سے اطالیہ کو طرابلس پر دن دھارے دیکھتی ہے) مستعدی کے ساتھ جو تائید ملی تھی، اسکا راز اسی تاریخ میں مضمر ہے - نیز دل یورپ کے اس دباؤ کی تاریخ بھی، جو سلطان پر شاہ اطالیہ کے ساتھ شرمناک صلح کرنے کے لیے ڈالا گیا تھا، یہیں پنہاں ہے - گذشتہ گرمیوں میں البانیہ اور مقدونیہ میں نوجوان ترکوں کو جس فساد کا نئے سرے سے مقابلہ کرنا پڑا تھا، اسکا بھی بھید میں پوشیدہ تھا - یہی فساد بڑھتے بڑھتے تین مہینے ہوئے قسطنطنیہ میں قابل ترین نوجوان ترک اور وزیر جنگ یعنی شوکت پاشا کے خلاف فوجی بغاوت کی شکل میں نمودار ہوا، اور انجام کار شوکت پاشا اور نوجوان ترکوں کی حکومت کو اسی فساد نے استعفا دینے پر مجبور کیا، اور اسکی جگہ ایک قدامت پسند فریق کو بندہ انگلستان یعنی کامل پاشا کی سرکردگی میں لا بٹھایا - اس ملک فروش نے عثمانی پارلیمنٹ کو دھڑائی اور بے ضابطگی کے ساتھ برطرف کر دیا، ریزرو کے اشارے پر ناچنے والے وزرا کے ماتحت، پرانی بے قاعدہ حکومت پھر سے قائم کر دی۔

یہ سارے ہتھ کھنڈے انگلستان کے تھے البتہ اسکا نیا سازشی انداز روس بھی اسکا ساتھ دیتا جاتا تھا - آگے چل کر انگلستان کی لقانی کمیٹی اور لندن کے وہ لبرل اخبارات بھی جو گورنمنٹ کے زیر اثر ہیں، انکے سرید بن گئے۔

جنگ بلقان کا انتہائی انجام جو کچھ ہوا، شاید وہاں تک براؤنڈ گرے کی نیت ابتداء نہ پہنچی ہوگی، با ایں ہمہ جو صحت ناک واقعات اس جنگ کے اثناء میں ظہور پذیر ہوئے گئے ہیں، بلا شک شبہ انگلستان کی حکومت ان سبھوں کے لئے ذمہ دار ہے - انگلستان کی صلاح کے بموجب کامل پاشا نے تمام فوجی اور ملکی انتظامات کا محکمہ جوائنڈ اور لائق کارکن افسروں کی ذمہ داری کر دیا - صوبہ کے با دیانت تجربہ کار اور ہوشیار معاملہ مناس نوجوان ترک حاکموں کی جگہ، گذشتہ حکومت کے وقت کے بد اخلاق ایجنٹ مقرر کیے گئے - فرج کے بڑے بڑے فسرانے ہاتھ سے، جنکی تعلیم اعلیٰ پیمانے کی تھی، اختیارات نہیں دیے گئے، اور یہ اختیارات ان نئے اشخاص کو دے دیے گئے

# مقالہ

## انگلستان اور اسلام

(۳)

### صلح اور جنگ

یا زندگی اور موت

— \* —

از مسٹر "بلنت"

— ○ : \* : ○ —

جنگ بلقان کے نتائج بلقانیوں کے حق میں جو کچھ ہونے والے ہیں، اس کی جھلک صاف صاف ہمیں نظر آ رہی ہے۔ شاہ فردینند اور سلطان المعظم میں جو صلح ہونے والی ہے، اس کے متعلق عام شرائط کا اعلان ہو رہی چکا ہے، صرف جزئیات کا تصفیہ باقی ہے۔ یہ بھی ہفتہ عشرہ میں ہو جائیگا۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان (یڈریا نوبل) سواحل مار مرزا، اور در دانیال پر قبضہ رکھنے کے مجاز ہونگے۔ ترکوں کے یورپین مقبوضات کا بقیہ، اتحادیوں کے حصے میں آئیگا کہ وہ آپس میں جس طرح چاہیں تقسیم کر لیں۔ اس میں کوئی مزاحم داخل انداز نہ ہوگا۔ اتحادی اس کے آپ ذمہ دار ہونگے۔ یہ بھی کوئی اہم مسئلہ نہیں ہے کہ ایڈریاٹک کے بنادر کس کے حوالے کئے جائیں گے؟ اور نہ یہی بات قابل اعتنا ہے کہ البانیہ کا ایندہ حشر کیا ہوگا؟ ایک امر مسلم ہے اور بس، اور وہ یہ ہے کہ یہ تمام ممالک، سلطنت عثمانیہ سے ہمیشہ کے لیے جدا کر لیے گئے۔ بالفاظ دیگر "اسلام" سے ان کا تعلق بالکل قطع کر دیا گیا۔ البانیہ کے مسلمانوں نے ترکوں کے ساتھ ناعاقبت اندیشانہ فساد چھیڑ کر اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی ماری ہے۔ آئندہ کے لیے قومیت کے لحاظ سے ان کا مرتبہ کچھ ہی کیوں نہ ہو، ایک خود مختار اسلامی حکومت کی آزادی وہ اب کسی طرح نہیں پانے کے۔ ہاں اپنی اس علیحدہ ذیبت کی مسجد کے ساتھ یورپ کی چکی کے نا خدا شناس پات میں اچھی طرح پس پسا کر، بوسینیا کی طرح عیسائی حکومتوں کی عالیشان عمارت کا مسالہ بن جائینگے۔

وہ بات جو حقیقت میں غور طلب ہے، اور نتائج کے جس حصے کے متعلق اب تک ہمیں کچھ بھی علم نہیں، یہ ہے کہ باسفورس کی تاریخی نشست گاہ میں خلافت عثمانیہ کو سیاسی حیثیت سے کونسا درجہ ملیگا؟ آیا سچ مچ اس کے قدیمی آزادانہ اور فوجی و ملکی اختیارات و اقتدارات یورپ کے بچے کچے صوبوں ہی پر سہی مگر رہنے دیے جائیں گے؟ یا یہ دول یورپ کے قرضے کی شکنجے میں کس دی جائیگی؟ آیا سلطان کو اپنی بقیہ مسلمان رعایا پر حکم ران رہنے دیا جائیگا؟ یا اب سے وہ ایشیا میں صرف ایک نمائشی ذیل بنا کر رکھے جائیں گے۔ جس طرح مصر میں خدیو رکھے گئے ہیں؟ یعنی ایک ایسے شخص کی صورت میں، جسکی ظاہری شان شوکت تو بہت کچھ ہو، لیکن جو دراصل متحدہ یورپ کی طرف سے معصوم ایک وظیفہ خوار تخت کا پنلہ ہو؟ درحقیقت یہ ایک نہایت نازک اور اہم مسئلہ ہے۔ ایسا مسئلہ، جس سے دنیا اسلام کا گہرا تعلق ہے۔

(ایچپٹ) کے مسلمان ناظرین پر وہ واقعات جن سے قسطنطنیہ میں موجودہ افسوس ناک حالت پیدا ہو گئی ہے، بخوبی ظاہر ہو چکے

ہم سب ہزاکسلنسی انور بے کی زیارت کے بعد مشتاق ہیں۔ آپ ہمارا یہ اشتیاق کسی طرح انکے گوش گزار کر دیں۔ انہوں نے جواب دیا: بہت اچھا، میں انکو فوراً مطلع کرونگا، وہ بالفعل شلجہ میں ہیں۔ مگر امید ہے کہ کل آپلوگوں سے ضرور ملیں۔ چنانچہ دوسرے دن ٹھیک تین بجے ہزاکسلنسی انور بے نہایت بے تکلفی سے تن تنہا اسپتال میں ہملوگوں سے ملنے تشریف لائے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ہم نے انکو دیکھا۔ وہ نہایت خوشرو جوان، تقریباً تیس سال کے معلوم ہوتے ہیں۔ انکے چہرے پر ایک عجیب دلفریب مسکراہٹ ہے۔ فوج میں ان سے زیادہ کوئی ہر دل عزاز نہیں۔ ہم نے نہایت گرجوشی سے انکا استقبال کیا اور انکے قومی کارناموں کی جسقدر تعریف الفاظ میں ہوسکی، ہم نے کی۔ انہوں نے بھی ہمارا تہ دل سے شکریہ ادا کیا اور ہمارے خلوص و محبت کی بہت قدر کی۔ اس کے بعد وہ ہملوگوں کو ساتھ لیکر بیماروں کے وارڈ کی طرف چلے۔ ہر سپاہی کی پیٹھ نہایت شفقت سے ٹھونکنے اور نہایت محبت اور دلدہی کے لہجے میں اس سے باتیں کرتے تھے۔ انکا ہر ہر لفظ ہمدردی اور امید سے بھرا ہوا تھا۔ وہ انکو سمجھاتے تھے کہ "رنج نکر اور اپنی تکلیفوں کا خیال اپنے دل سے اٹھادو! دیکھو! تمہارے بھائی کتنے دور دراز فاصلہ سے سفر کی مصیبتیں جھیلے صرف اس لیے آئے ہیں تاکہ تمہاری مصیبت دور کریں اور تمہاری تکلیفوں میں شریک ہوں۔ پس تمکو چاہیے کہ اپنے ان بھائیوں کی تکلیفوں کا خیل کر اور اپنے مصائب بھول جاؤ۔ جلدی سے اچھے ہو جاؤ تاکہ ایک مرتبہ اور اپنی شجاعت اور جانبازی کے جوہر دنیا کو دکھلا سکو" اس قسم کے دل بڑھانے والے مگر محبت سے بھرے ہوئے الفاظ ایک ایک سپاہی سے کہتے تھے، جس طرح کوئی شفیق باپ اپنے پیارے بیٹے سے باتیں کرتا ہے۔ ہر سپاہی ان باتوں کو سنکے جوش و خروش سے نعرہ ہائے تحسین بلند کرتا تھا، گویا واقعی اسکی تکلیفیں دور ہو گئیں تھیں! اسکے بعد ہم سب صحن میں تھوڑی دیر بیٹھے جہاں بہت سے گروپ لیے گئے، جنہیں سے ایک میں ہزاکسلنسی ہمارے مشن کے ساتھ بیٹھے ہیں اور ایک تصریر تنہا علیحدہ خود انکی اور ایک گروپ اور مسلمان روسی عورتوں کا ہے، جو مجروحین کی اعانت کے واسطے ملک روس سے آئی ہیں۔ میں یہ سب تصویریں دستیاب ہونے پر آپکی خدمت میں روانہ کرونگا۔ ہزاکسلنسی نے یہ بھی وعدہ فرمایا کہ اپنا ایک دستخطی فوٹو بطور یادگار کے ہر ممبر مشن کو عنایت کریں گے۔

دوشنبہ کے دن یقیناً ہمارا مشن (عمر کوئی) روانہ ہو جائیگا۔ ترکوں کی وہ جماعت جو انجمن ہلال احمر کی بانی ہے، نہایت جوش اور ہمدردی سے مجروحین اور مہاجرین کے اعانت کا کام کر رہی ہے۔ تمام اسپتال جو دارالسلطنت میں یا اسکے قرب و جوار میں قائم ہیں، وہ اسی ہلال احمر کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ نسیم عمر پاشا، اسد پاشا، اور طلعت بے کی کوششیں ہزاروں تعریفوں کے لائق ہیں۔ ۴۰۰ معزز خاندانوں کی خاتونیں دن رات اسی کام میں مشغول ہیں کہ ان مصیبت زدہ ترکوں کی ہر طرح سے اعانت کریں۔ ایک معذیہ میں انکی کوششیں گورنمنٹ سے زیادہ قابل تحسین ہیں۔

جو عمل میں نہیں آئیں؟ اور اب کونسی ہت دھرمی اور بیدردی ہے جو سلطنت عثمانیہ کے خون ناحق کے واسطے نہیں کی جارہی ہے؟ یورپ کے برتاؤ پر کیا ہم فرقان مجید کے اس نتیجہ خیز شذرہ معرفت سے سبق نہیں لے سکتے؟

ولن ترضی عنک الیہود اور (۱۷ پیغمبر) نہ تو یہود ہی تم والا نصری حتی تتبع سے کبھی راضی ہونگے اور نہ نصاری ملتہم (پارہ اول سورہ بقرہ کوع ۱۴ - آیت ۸) نہ اختیار کرلو -

وان تمسکم حسنة (مسلمانو!) اگر تم کو کوئی فائدہ پہنچے تو ان کو برا لگتا ہے اور تم کو کوئی گزند پہنچے تو اس سے خوش ہوتے ہیں اور اگر تم ران تصبر و تقوا (الکی ایذاؤں پر) صبر کرو اور (انقام لایضرم کیدہم شئاً میں زیادتی سے) بچو تو (اطمینان سرہ آل عمران) رکھو کہ (انکے فریب سے تمہارا کچھ بھی نہیں بگوتا ہے - (۱۱:۱۲)

پھر کیا ایسی حالت میں مسلمانوں کو صرف یہی مناسب ہے کہ وہ ایک جلسہ کر کے سر ایڈورڈ گری کے وزارت خانے میں تار بھیجیں اور اس بارگاہ احدیت کی طرف تہرتی دیر کے واسطے بھی رجوع نہوں جسکے احکام جبروتی کے آگے تمام دنیوی طاقتیں ہیج ہیں؟ اب رقت تارباڑوں کا کیا - اب رقت اپنے خدا، اپنے ہادی، اپنے دل اور اپنے عالمگیر منتشر شیرازہ کے چاروں طرف غور و فکر کرینا ہے۔

آستین نکلی ہوئی جیب و گریباں چاک چاک

دامن محشر سے وابستہ میرا دامن رہا

قوموں کی زندگی میں ابھار اور جوش کا رقت اتفاق سے آتا ہے - اسلامیت کی زندگی میں بھی یہ رقت ایک دور ارتقائی کے چکر سے آگیا ہے - اس کے نشیب و فراز پر غور کرنا اور ایک مستقل اور درامی تحریک کی روح پھونکنا جانباڑوں اور فدائیوں کا کام ہے - اب بھی اسلامیت کے پریشان ذروں میں کچھ شرف نفس کا جوہر باقی ہے - حب وطن، حمیت قوم، اور عزت کی موت کو ذلت کی حیات پر ترجیح دینے اور اس کے سمجھنے کا میلان پایا جاتا ہے -

ہم دیکھتے ہیں کہ یورپ کے دیوتاؤں کے پوجنے، یورپ کے علوم و فنون کے پس خوردہ کھانے، اور یورپ کی تہذیب خون آشام کی ریس کرنے سے مسلمان عیوس ہو گئے ہیں، اور وہ دیکھ رہے ہیں کہ جتنی تحریکوں کے تخم یورپ کے آتش فشاں دھن میں بکھر گئے ان میں نہر اور حیات کے آثار مطلق نہیں - ساتھ ہی جتنی محدود بالارض اور سطحی کوششیں ہوئیں، ان سے آج تک نہ تو کوئی نتیجہ مرتب ہوا، اور نہ آئندہ اس کے ہونیکے امید ہے - اسے پر آشوب اور پر شور رقت میں ایشیا، افریقہ، اور یورپ سے آواز بلند ہو رہی ہے کہ:

(۱) خانہ کعبہ کے آزاد دامن امن میں ایک عالمگیر جمعیت فدائیان اسلام کی بہت جلد منعقد ہو - جہاں عربی میں باخبر مسلمان سرنچکر بتائیں کہ مسلمانوں کی مذہبی اور سیاسی حالت کس طرح محفوظ رہ سکتی ہے - اس شرع کعبہ کی تجویز اور کارروائیاں مختلف مقامی زبانوں میں عالمگیر طریقہ سے شائع کی جائیں:

(۲) نوجوان تعلیم یافتہ مسلمان، جنکو اپنے دور افتادہ بھائیوں کا درد ہے، ہجرت کریں، یا کم سے کم کچھ زمانہ کے واسطے ممالک اسلامیہ میں جا بسیں اور سمجھیں کہ دور کی ہمدردی اور قریب کی ہمدردی میں آسمان و زمین کا فرق ہوتا ہے - اس طرح اپنے بھائیوں کو اس عالمگیر سلسلہ آمد و رفت سے بیدار کریں اور سیلاب یورپ کی مدافعت کے پشتے اپنے جسم، اپنے عمل، اپنے مال اور اپنے جان سے پختہ کریں - ہجرت اور اخوت کو مسلمانوں کی تاریخ سے ایک معنی خیز تعلق ہے -

## کیا صبح قیامت آگئی؟

اور مسلمان خواب غفلت سے بیدار نہونگے؟

— \* —

بمسلسلہ ”مستقبل الاسلام“ نمبر (۱)

— \* —

درہ منزل لیلیٰ کہ خطر ہاست بجان

شرط اول قدم آنست کہ مجنون باشی

— \* —

ہاں، بنی نوع انسان کی تاریخ میں ایک نیا باب کھل گیا ہے - اقوام و ملل کے سمندر میں تلاطم بپا ہے - عمل اور انکشاف کی دنیا میں ایک ہیجان ہے - موت یا زندگی کی کشاکش شروع ہو گئی ہے - مظالم، نا انصافیاں، اور خونی ہنگامہ آرائیاں مشرق اور مغرب میں ہر آن متلاطم و متحرک ہو رہی ہیں - ہاں، ایک شور اور ایک طوفان ہے، جو ایشیا، افریقہ، یورپ میں اٹھ رہا ہے اور شمال کو جنوب، جنوب کو شمال، اور مشرق کو مغرب، مغرب کو مشرق بنانے کے لیے بے چین ہے - پھر صدیوں کے بعد اب شہادت گاہیں سُنسان مقامات میں قائم ہو گئی ہیں - دار و رسن کی خونی نمائش گاہیں کھل گئی ہیں، جان سپاری اور خون ریزی کے بازار اور دکانیں بھی لگادی گئی ہیں - شہید اعظم ثقہ الاسلام بھی دار پر منصور کی طرح لٹک رہا ہے - مرا کو، طرابلس، ایران، عرب، اور مقدونیہ کی کربلاؤں سے کتنے بیڑبان شہید ہیں، جو یا صباہ یا صباہ پکار رہے ہیں، انکی لاشیں ایک صدا ہیں، جو کہتی ہیں کہ

”اے اسلام کے نام لیواؤ! خواب غفلت سے جاگوا کیادیکھتے نہیں کہ یورپ نے کمر باندھی ہے کہ ممالک اسلامیہ کو نیست و نابود کر دے“ پھر وہ رقت آگیا ہے کہ کوہ صفا پر چڑھ کر خدا کے برگزیدہ نبی کی روح اظہر ندادے: ”انا الذیذیر العسریان“ اور بتائے کہ عالم فتنہ و فساد سے پر ہے، جہالت کا اندھیر ہے، خباثت پھیلی ہوئی ہے - نوع بشر پر جو ر جفا کی چھریاں چل رہی ہیں، لڑائی جھگڑے چھوڑ کر بھائی بھائی بن جانے اور مفسدوں اور فتنہ انگیزوں کو نڈا کر کے ایک عالم کو نجات دلانیکا رقت آگیا ہے -

بظاہر دنیا اسلام کے زندہ رہنے کی کوئی امید نہیں ہے - معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۵ء میں کوئی اسلامی سلطنت پردہ دنیا پر باقی نہ رہیگی - تمام دنیا کے مسلمانوں کی حالت اب ایسی نازک ہو گئی ہے کہ آئندہ دس برس کے اندر انکو آبادیاں اور بستیاں چھوڑ کر پہاڑوں، جنگلوں، اور بے نام و نشان گوشوں میں پناہ گزیں ہونا پڑیگا - بلکہ انہیں اپنے آپکو مسلمان کہتے ہوئے بھی حجاب آلیگا اور مصلحت رقت کی تعمیل ضروری کے لحاظ سے اپنی شخصیت چھپانے ہی میں عافیت نظر آئیگی - آج ہم کو اتنا رقت ہے کہ اپنے مظلوم شہیدوں کے نام لے لیتے ہیں کرسکیں، مگر نہیں معلوم کہ کل کیسے اسباب پیش آجائیں؟

معان ہے کہ شاید ماتم رشیوں کی بھی فرصت نہ بچائے - اور ہر تسو کے بہانے کے واسطے اجازت اور مصلحت کا منہ دیکھنا ہو! مسلمانوں ہی نے اپنے آپکو مٹا کر پیلے زمانہ میں اخوت، عالمگیر وحد نیت، اور حقوق العباد کی مشعلیں اسوقت روشن کی تھیں، جب کہ ایک طرف رومی صلیب پرستوں کی سفاکیوں سے خلق خدا بیزار ہو گئی تھی، دوسری طرف ایرانی آتش پرستوں کی زندہ بون سے دنیا خون کے آنسو رہی تھی - اب بھی عالمگیر امن و امن اور عالمگیر سکون کے لئے ایشیا، افریقہ، اور یورپ کی زمین مسلمانوں کا پاک خون مانگتی ہے - ہاں، ہمارے بدلنے سے دنیا بدل جائیگی، اور ہمارے ایثار میں تمام عالم کی آزادی مضمر ہے - یورپ نے طرابلس غرب میں کیا کیا قیامت نہ اٹھائے؟ تبریز اور مشهد مقدس میں وہ کونسی بیرحمیاں ہوسکتی ہیں



جو ایک ارزتی ہوئی خبر عثمانی بلغاری اتحاد کی ارزی تھی اسکی پھر تصدیق نہیں ہوئی - [الہلال]

اس اہم ترین مسئلہ سے قطع نظر کر کے، جسکا ہر پہلو نہایت نازک اور دقیق ہے، عثمانی سلطنت کی فوری ضرورت یہ ہے، حکومت کا انتظام اُن ناقابل اور نامراد ہاتھوں سے لے لیا جائے جنہوں نے اس کے ساتھ خیانت کی ہے - (کامل) پھر اسی تیرہ ریزکرو میں دھکیل دیا جائے جس سے وہ چار مہینے ہوئے اپنے ملک میں تباہی لانے کے لیے انگلستان کا دوست بن کر نکلا تھا - نیز عثمانی پارلیمنٹ از سر نو جمع کیجائے - شوکت پاشا دوبارہ وزیر جنگ مقرر ہو کر فوجی انتظامات اپنے ہاتھوں میں لیں، اور پارلیمنٹ نامزدگی سے ایک ایسی وزارت قائم ہو، جس کے ارکان اپنے وطن سے سچے خیر خواہ ہوں - [الحمد للہ کہ یہ امید اب واقعہ ہے - [الہلال]

سلطنت کی اس عام مصیبت میں میرا خیال ہے کہ مصر، حصہ بہت کم ہوگا - غالب سے غالب یہیں تک ہے کہ مصر دفتر خارجہ سلطان کی فوجی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر کسی نہ کسی شکل میں ممالک خدیوہ پر برطانوی دخل کی منظوری حاصل کرلیگا - یہ ایک افسوس ناک بحث ہے - میں نہیں چاہتا کہ آج اس مسئلہ کو طول دوں -

تمہ

میں مضمون لکھ رہا تھا کہ اس امر کا اعلان سننے میں کہ ”صلح کی گفتگو لندن میں ہوگی تا کہ ترکوں کے وکلا سر اڈورڈ گریہ کی صلاح سے فائدہ اٹھا سکیں“ یہ اعلان اصلی حالات کے لحاظ سے ایک عجیب شومی قسمت کا اعلان ہے - ساتھ ہی ساتھ وہ برقی خبر بھی، جو سر اڈورڈ گریہ کے اخبار (وست منسٹر گزٹ) میں ایشیاء کوچک کی حکومت کی سرخی کے نیچے خصوصیت کے ساتھ نمائندگی طور پر شائع ہوئی ہے، کچھ کم نا مبارک نہیں ہے - ایک چھپا ہوا کہ روس اور انگلستان کے سخت اصرار پر باب عالی نے اس بات کا فیصلہ کر لیا ہے کہ ”اناطولیہ“ اور ”مید پوٹیمید“ کی حکومت کے انتظام کے لیے ۱۶ - روسی اور انگریزی انسپلڈ مقرر کرے اور اُن ممالک کی ذمہ دار پبلک کو ایک حد تک سلف گورنمنٹ عطا کر دے - اس کے یہ معنی ہیں کہ ایشیائی ترکی میں سر اڈورڈ گریہ کی مشہور معروف ایران والی پالیسی دہرائی جائے، یعنی زار روس کے ساتھ انتظام حکومت کی تقسیم کی رہ پالیسی، جو بہ الفاظ دیگر ”غارت گری بلا جنگ و جدال“ - موزوں تر الفاظ سے تعبیر کی جاسکتی ہے -

[الہلال]

یہ مضمون مسٹر بلنت نے ۸ - دسمبر کو لکھا تھا، اس لیے واقعہات ما بعد کا اسمیں ذکر نہیں - مسٹر موصوف کو مشرقی مسئلے کے اسرار و رموز پر جیسا کچھ عبور ہے، اور علی الخصوص وزارت خانہ لندن کی پوشیدہ دسائس و فریب سے جیسی محرومانہ واقفیت رکھتے ہیں، اسکا ثبوت انکی کتاب ”تاریخ سری مصر“ سے ملچکا ہے - لیکن (ایچ پی ٹ) کے مضامین بھی ہمیشہ ایک تازہ شہادت ہوتے ہیں - پچھلے دنوں الہلال کے صفحوں میں آپنے انکا مضمون پڑھا تھا جس کے قیاسات اور اظہارات حرف بحرف صحیح ثابت ہوئے - اب دوسرا مضمون ہے - جسمیں صلح کانفرس کے انعقاد تک کے واقعہات کی بڑا پر انہوں نے اپنی رائیں ظاہر کی ہیں -

اسلام دوستی کی یہ سرگذشت اس حکومت کی ہے، جس نے اجکل اس کے بغیر تقاضا کے ایجنڈا، مسلم نواز اور وفادار اسلام ظاہر کرتے ہوئے اپنے خدا اور اپنے ضمیر، دونوں سے نہیں شرمائے: واللہ یعلم انہم لکاذبون الخاسرون -

کیا جاسکتا ہے کہ اگر کبھی ایسا وقت آجائیگا تو وہ روئے گی - میرا یہ بھی خیال ہے کہ یہی جرمنی ہے جو انگلستان اور روس کے اصلی منشاء یعنی درانیال سے روسی جنگی جہازات کیلئے آمد و رفت کا راستہ کھول دیے جانے کی مزاحمت کرے گی [لیکن جرمنی کے متعلق یہ خیال درست نہیں، بعد کے واقعات نے پردے اٹھا دیے - [الہلال]

- میری رائے میں یہی سب سے بڑا اہم مسئلہ ہے جو بہت جلد ہمارے سامنے پیش آنے والا ہے - اگر یہ راستہ کھل گیا تو اسکا مطاب یہ ہوگا کہ قسطنطنیہ میں سلطان محض بے دست و پا بنا کر رکھ دیے جائیں، کیونکہ اسوقت یورپ کی ہر بحری طاقت کے اختیار میں ہوگا کہ جس بات کے لیے چاہیگی اُن پر دباؤ ڈالیگی اور ساحل پر گولہ باری کی دھمکی سے اُسکی تکمیل کرالیگی - سلطان ایک طرف سے تو بحر قازم کی طاقتوں، یعنی انگلستان اور فرانس کے، اور دوسری طرف بحر اسود کی جانب سے روس کے تابع فرمان بنجائیگے - یہ ایسی صورت ہے جو ایتلاف مڈلٹ (جرمنی، اسٹریا، اٹالیہ) کو مشکل سے پسند آئیگی، کیونکہ اُس حالت میں جب کبھی ایتلاف مڈلٹ (جرمنی، اسٹریا، اٹالیہ) اور اتحاد مڈلٹ (روس، فرانس، انگلستان) کے درمیان عام معرکہ آرائی ہو جائیگی، تو ترکوں کو مجبوراً اول الذکر کے مقابلہ میں آخر الذکر کا ساتھ دینا پڑیگا - انہی وجہ سے میرے خیال میں یہ بھی صاف نظر آئیگا کہ جب یورپین کانفرانس کے سامنے عثمانیوں کی آئندہ قسمت کے جملہ مسائل پیش ہونگے، اور اسوقت تک عدنان حکومت سر اڈورڈ گریہ کے ہاتھوں میں رہے، تو انگلستان آبنائے باسفورس سے راستہ کھلوا دیے جانے کے مسئلہ میں روس کا حامی رہیگا - عثمانی سلطنت پر کیسی ہی کچھ مصیبت کیوں نہ آجائے، درانیال کا راستہ کھل جانا ایک ایسا امر ہوگا، جس سے بڑھ کر خطرناک اور مہلک دشمنی مسلمانوں کی زندگی کیساتھ نہیں ہو سکتی - کیونکہ اس حالت میں خلافت اسلامی اُن تین اشد ترین دشمنان اسلام کے ہاتھوں میں پڑ جائیگی، جس سے اسوقت اسلام کا مقابلہ ہو رہا ہے، یعنی شمال مغربی افریقہ میں فرانس، مصر میں انگلستان، اور وسط ایشیا میں روس -

خلیفۃ اسلام عیسائی یورپ کا ایک ادنیٰ چاکر بنجائیگا -

یہی سبب ہے کہ اسوقت جو مصیبت کی تاریک گھٹائیں مسلمانوں کے معاملات پر ہر طرف سے چھائی ہوئی ہیں، اسمیں اس خبر کو روشنی کی سب سے عمدہ جھلک سمجھنے پر آمادہ ہوں کہ شاہ فرڈیننڈ نے سلطان سے آپس میں بلغاری اتحاد قائم کرنے کی ایک تجویز پیش کی ہے - میری رائے میں اگر یہ اتحاد قائم ہو گیا، تو یہ سب سے بڑا اور مضبوط اتحاد ہوگا، جو خلافت کی آزادی کے قائم رکھنے کا ذمہ دار ہو سکے، اور یہی وہ اتحاد ہوگا جو اغیار کی ہوسوں کو عملی طور پر روک دے سکے - یہ پہلا موقعہ نہیں ہے کہ اس قسم کے اتحاد کا خیال پیدا ہوا ہو - علانیہ طور پر نہ سہی، لیکن سنہ ۱۹۰۸ ع کے انقلاب ترکی کے بعد سے لیکر آج تک خاص خاص صحبتوں اور موقعوں میں بارہا اس اتحاد کا ذکر آچکا ہے، اور میں بذات خود ہمیشہ اس اتحاد کا موید رہا ہوں - میرا خیال ہے کہ سلطان کے لیے یہ بہترین موقع ہے کہ ایک آزادانہ فرصت کی مہلت کو کام میں لا کر اپنی سلطنت کی اس ضرورت کو پورا کر لیں اور اپنی پچھلی شکست کی قلافی کراں - اگر یہ ممکن نہ ہو اور اگر طاقتوں کی رائے ہوئی کہ باسفورس اور درانیال کا راستہ کھل دیا جائے، تو میرے خیال میں یہ اس سے ہزار درجہ بہتر ہوگا کہ قسطنطنیہ سے تخت خلافت کو ہٹا کر ایشیائے کوچک میں لیجایا جائے - [لیکن اسکا وقت چلا گیا -

# ملاح

## آرٹینٹ بینک آف انڈیا لمیٹڈ

کیطرف سے

سرپرستی رابٹ آنریبل سید امیر علی صاحب بالقابہ  
ترکی سلطنت کو اسلامی قرض حسنہ

— \* —

جس کے ڈائریکٹران آرٹینٹ بینک آف انڈیا لمیٹڈ سے یہ استدعا ہے کہ اس وقت ترکی سلطنت کو مالی فائدہ و امداد پہنچانے کی واسطے ایک ایسے عام اسلامی قرض حسنہ کا انتظام ہو جس سے عمل میں لایا جائے جس میں بالاتفاق تمام مسلمانان ہندوستان کی شرکت و شمولیت ہو۔ لہذا یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ یہ قرض بہاری رقم زر، بینک کی طرف سے بذریعہ جاری کرنے ایسے عہدہ نمسکات قرضہ کے ہم پہنچائی جائے، جو کہ بالکل بغیر سود کے ہوں۔ اور پھر یہی رقم کثیر بطور قرضہ حسنہ گورنمنٹ ہندوستان کو بھی اسی طرح بالکل بغیر کسی سود کے دیدی جائے۔ اس پر بینک، سرکار عثمانیہ سے صرف ایک قلیل سی مقررہ محض بطور کمیشن فقط ان اخراجات کو پورا کرنیکی خاطر لینا چاہئے۔ اور کافی رقم سرمایہ کے جمع ہوجانے پر بینک کے ڈائریکٹران فوراً روپیہ مذکور کو اس بندوبست داد و ستد اور دیگر قرضہ میں داخل کر دینگے جو کہ ترکی سلطنت کے ساتھ جائیداد اور وہ یا تو اس شرط و قرار داد پر ہوگا کہ یہ ایک نیا سر جدید قرضہ ہے جو سود کی آلاش سے بالکل پاک و مبرا ہوگا۔ ہندوستانی مسلمانوں کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ اور یہ کہ روپیہ مذکور سرکار عثمانیہ کے ان موجودہ قرضہ جات کا کوئی حصہ یا انکی کسی مقدار کے حاصل کرنے میں دیدیا جائیگا، جو کہ دولت عثمانیہ کی طرف سے بصورت تمسکات عثمانیہ آری کئے گئے ہیں۔ بالفعل جیسا کہ مشورہ دیا گیا ہے، صاحبان موصوف طریقہ اول الذکر کا اختیار کرنا بوجہ اسکے زیادہ سے زیادہ کرینگے کہ طریقہ مذکور بلحاظ کثیر ہندوستانی مسلمانوں کے مذہبی احساسات اور انکی لایق قبولیت و قابل قدر خواہشات کے زیادہ تر معزز و سرفراز اور زیادہ تر مقبول و مناسب و فائدہ بخش اور فائدہ تر قابل منظوری و پسندیدگی ہے۔

اس غرض کے واسطے جو بانڈز (یعنی تمسکات) منجانب بینک جاری کئے گئے ہیں۔ انکو ”مسلم لون بانڈز“ (یعنی اسلامی تمسکات قرض حسنہ) کہا جاتا ہے۔ اور یہ بہت ہی قلیل مالیت کے ہیں۔ یعنی انکی قیمت فی قطعہ صرف مبلغ پانچ روپیہ، دس روپیہ، اور پچاس روپیہ تک رکھی گئی ہے۔ نیز یہ کہ تمسکات مذکورہ انکے ہر ایک اصل مالک یا جائز وارث و جانشین کے حق میں حسب ضابطہ واجب الادا قرار دیے گئے ہیں اور انکا کل روپیہ غیر سود کے انکی تاریخ اجرا سے دس سال بعد بلاکم و کاست واپس لینا چاہیگا۔ لیکن اگر قرضہ مذکور کی واپس ادائیگی یا وصولی منجانب سلطنت ترکی دس سال کی معیاد گزرنے سے پیشتر ہوجائے، تو اس حالت میں روپیہ مذکور ان تمسک داروں کو واپس دیدیا جائیگا جو کہ عیوضات اسکو واپس لینا چاہیں، اور تمام روپیہ جو کہ اس مد میں وصول ہوگا بینک کی طرف سے انویسٹ (یعنی کسی اور کاروبار میں بگاڑ مقلد) نہیں کیا جائیگا۔ تاوقتیکہ ترکی حکام کے ساتھ جو بندوبست و داد و ستد اور کاروبار قرضہ کا ہوا ہو، وہ بالکل مکمل اور پورا ہو جائے۔ لیکن حساب فلوئڈنگ یعنی چلت میں جمع رکھا جائیگا۔ اور اس سررشتہ قرض حسنہ کے مربی و سرپرست رائٹ

آنریبل سید امیر علی صاحب بالقابہ اس امر کے باقاعدہ انتظام وغیرہ کیواسطے حسب ضابطہ ایک ایسا بورڈ بھی قائم فرمائینگے جس میں کئی ایک اعلیٰ عہدہ داران سلطنت ترکی اور کئی ایک بارسوخ معزز انگریز صاحبان جو سلطنت ترکی کے محب اور دوستدار ہیں شامل و شریک ہونگے۔ تاکہ وہ ہمارے ہندوستانی تمسک دار بھائیوں کے فوائد اور حقوق کی بوجہ احسن نگرانی و حفاظت کرسکیں۔ اور اس امر کو بھی ملحوظ رکھیں کہ جو روپیہ ہندوستان سے جمع کرکے دیا جائے وہ ٹھیک اپنے مرقعہ اور محل مناسب پر لگایا جائے چنانچہ اس بارے میں رائٹ آنریبل سید صاحب ممدوح نے ابھی سے کئی سربراہان و وزراء سلطنت ترکی سے گفتگو فرمائی ہے اور بینک کو اپنی منظوری بھیج دی ہے۔ پس ڈائریکٹران بینک یہ امید اور یقین کرتے ہیں کہ اگر ہندوستان کا ہر ایک ایسا مسلمان جو اپنے اسلام کی خاطر کسی طرح کم از کم پانچ روپیہ تک بھی قرض دینے کی استطاعت رکھ سکے تو اس اسلامی قرض حسنہ کا تمسک دار بنجائے تو ایک بہت ہی تھوڑی مدت اور قلیل عرصہ کے اندر ہی کروڑوں روپے۔ اس مد میں اکٹھے ہوکر جمع ہوسکتے ہیں۔ پس ڈائریکٹران مذکور اس واسطے ہر فرد مسلمان اور ہر ایک پیر اسلام سے بطور اپیل یہ عرض کرتے ہیں کہ وہ اس اسلامی قرض حسنہ کو ایک کامیاب نتیجہ پر لانے میں ہرگز کوئی بھی رکاوٹ نہ رھنے دیوں۔ اور اس طرح دنیا کو یہ ثابت کر دکھائیں کہ اس ملک کے مسلمان بھی ابھی تک کیا کچھ کامیابی حاصل کرسکتے ہیں۔

فارم درخواست برائے خرید تمسکات طلب فرمائیے اور براہ مہربانی اسکا پورا پورا اندراج فرماکر ہمہ کل رقم کے جو ان تمسکات کی بابت واجب الادا ہو، جنکے واسطے درخواست کیجائے، بنام منیجر صاحب ہیڈ آفس آرٹینٹ بینک آف انڈیا لمیٹڈ لاہور یا بینک مذکور کی کسی شاخ کے منیجر کو یا براہ راست راقم کے پاس بھیج دیجیے۔

(دستخط) احمد حسن بیدسترائٹ  
منیجرنگ ڈائریکٹر آرٹینٹ  
بینک آف انڈیا لمیٹڈ لاہور  
مقام لاہور مورخہ ۲۲ جنوری  
سنہ ۱۹۱۳ ع

## ایک انگریز کی شریفانہ اخلاقی جرأت

مسٹر (ایپری ہربت) نے انگلستان کی انجمن حامی بلقان کی ممبری سے استعفاء ایک خط کے ذریعہ سے دیا، جو انہوں نے اخبارات میں شائع کیا ہے۔ مسٹر موصوف اس خط میں انجمن کے اس رزلوشن کو سخت ناپسند کرتے ہیں جس میں یہ طے کیا گیا ہے کہ دول عظمیٰ پر زور ڈالا جائے کہ وہ مطالبات کے حاصل کرنے میں ریاستہائے بلقان کی مدد کریں اور ترکی پر زور ڈالیں کہ وہ بلقان کے مطالبات من و عن تسلیم کر لے۔ مسٹر موصوف کہتے ہیں کہ یہ تجویز اس ناظرندارنہ پالیسی کے خلاف ہے جو انگلستان نے اختیار کی ہے۔ اسکے بعد مسٹر موصوف ناظرین کی توجہ ان وحشیانہ مظالم کی طرف منعطف کرتے ہیں جو بلغاری، سرب، اور یونانی فوجوں نے مسلمانوں پر کیے ہیں۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ بلقانیوں کے وحشیانہ و انسانیت سوز مظالم طشت از بام ہو گئے ہیں اور اسقدر ناقابل انکار مسلم اور غیر مسلم ذرائع سے ثابت ہو گئے ہیں کہ انہیں شک کی گنجائش نہیں، پس اگر انجمن کی بنیاد تعصب مذہبی یا جنسی کے بدلے حق پرستی اور مظلومی کی دستگیری کے اصول پر ہے تو اسکو اپنا اول فرض یہ سمجھنا چاہیے تھا کہ وہ علی الاعلان بلقانیوں کے وحشیانہ مظالم پر اظہار نفرت کرے

[بذیل مراسلات]

## الہلال اور مسئلہ تعلیم نسوان

— \* —

محسن قوم و ملک! السلام علیکم

آپکی آزادانہ و منصفانہ رائے زنی کا مرقع صفحات الہلال میں دیکھکر مجھے خیال پیدا ہوا کہ میں بحیثیت فرقہ اناث کی ایک ادنیٰ فرد ہونیکے آپسے اپنے کس میڈرس فرقہ کی بابت کچھ عرض کروں مگر ذرۂ بے مقدار کا خورشید تاباں کے مقابلہ میں تیزی دکھانا علامت حماقت و قابل مضحکہ فعل ہے۔ بھلا کہاں میں کندہ ناتراش پردہ نشیں ہندوستانی لڑکی، اور کہاں آپ جیسے عالم متبحر و راجب التعظیم بزرگ۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

عرض مدعا سے قبل میں یہ گوش گزار کردینا انسب سمجھتی ہوں کہ آپ میری اس بیباکی کو میری خیرہ چشمی پر محمول نفرمائیں۔

میں آپسے صرف اسقدر نہایت منت سے التجا کرتی ہوں کہ تب کبھی کسی مناسبت مرقع پر حقوق نسوان پر روشنی ڈالیں جسے ضمن میں تعلیم نسوان و حجاب نسوان پر بھی اپنی قیمتی رائے، اظہار فرمائیں۔

اگرچہ یہ بدنصیب مسئلے مقاصد الہلال سے قطعی بے تعلق ہیں مگر میرا دل خود رفتہ مجبور کر رہا ہے کہ آپ جیسے ہمدرد قوم کے روبرو اپنے کمزور بیکس و محروم فرقہ کی حالت زار کا فوٹو پیش کرے آپکے خیالات پاکیزہ معلوم کروں، خواہ خلاف توقع ہی کیوں نہ ہو۔ و نیز مجھے یہ بھی امید ہے کہ شاید آپکا صرف ایک مرتبہ زور قلم دکھاتا بدنصیب مستورات کی حمایت میں اکثر سنگدل قلوب کو موم کرے میری بعض ہمجنسوں کو جہالت کے غار عمیق میں گرنے سے بچالے اور آپکے زور دار فقرے، آپکا سحر آگین انداز تحریر، ممکن ہے کہ میری مانند اکثر حضرات کے دلنیر وعد و برق کا سا اثر دکھائے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

افضال الہی سے ہندوستان کے لاتعداد بزرگان قوم فرائض قومی کو انجام دے رہے ہیں مگر رائے برگشتگی بخت زنان، کہ کوئی خدا کا بندہ صادق مسیحائے وقت بنکر مستورات کے الم پنہاں کی خبر نہیں لیتا جو ہر عورت کے دل میں بصورت جہالت موجود ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ میں مقرر ہوں کہ تعلیم نسوان کی اہم ضرورت ہندوستان میں زیادہ تر محسوس ہو چکی ہے مگر آہ! آہ!! ابھی تعلیم اخوان ملک کی طرح عام نہیں ہوئی میرا دعویٰ غلط نہوگا اگر میں کہوں کہ فیصدی دس عورتیں زبور تعلیم سے مزین نظر آئیں گی اور چشم بد درز فیصدی نوے مرد۔ بس یہی خیال ہمیشہ میرے قلب مضطرب میں ہیجان پیدا کیے رہتا ہے۔

میں غالباً اداے فرض انسانیت سے قاصر رہونگی اگر الہلال ہی نسبت چند کلمات عرض نہ کردوں۔ میرے خیال میں اگر مسلمانان عالم کی بیداری کا کوئی ذریعہ ہو سکتا ہے تو وہ الہلال ہے۔ الہلال کو ہی خیر اندیشانہ (حقیقی معنوں میں) پالیسی رکھنے کا شرف حاصل ہے۔ آپکے پاکیزہ خیالات ناصحانہ انداز بیان کو دیکھکر بیساختہ میرے منہ سے نکلتا ہے کہ:

اللہ کرے حسن رقم اور زیادہ

آخر میں میں امید کرتی ہوں کہ میری مرقومہ بالا ناچیز التجا شرف قبولیت حاصل کرے گی فقط۔

راقمہ آتمہ

آپکی ایک ناچیز ہندوستانی بہن

(۳) یورپ کے ان اسباب کو ایک سخت عالمگیر طریقہ سے بائیکاٹ کر دیا جائے، جن سے ممالک اسلامیہ کا قلع قمع کیا جا رہا ہے۔ اپنے دارالعلوم، اپنے مرکز، اور اپنے چرچے ہوں۔ ہر برت اسپنسر نے جاپانیوں سے کہا تھا کہ اگر اپنی شخصیت کو محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو یورپ کے کل ضروری علوم و فنون اپنی زبان میں کرلو۔ ایک چپہ زمین کا یورپ کے کسی اجارہ دار کو ندینا۔ اپنی عورتیں انہیں ندینا اور انکی عورتیں اپنے گھر میں نہ لانا۔ بظاہر مغربی ہونا مگر باطناً مشرقی رہنا۔

(۴) عربی زبان بولنے، عربی زبان سیکھنے، اور عربیت کے چرچے کے لیے فوراً آمادہ ہو جانا، جس سے مرکز اصل کے طرف میلان بالطبع کی راہیں نکلیں، اور مسلمانان عالم میں اپنے سرچشمہ سے قریت بڑھتی جائے۔

(۵) قرآن مجید پڑھنے اور سمجھنے کے فوری ان تھک رسایل اور طریقے پیدا کرنا، تاکہ مسلمانان عالم کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا رہنما غیر فانی ہے اور ہم کو اسپر یوں اعتماد ہے کہ اسی کی بدولت ہم نے ایک طرف رومیوں کے چہکے چھڑا دیے اور دوسری طرف آتش پرستوں کا طبقہ پلٹ دیا اور علوم و فنون کی مشعل لیکر دنیا میں اجالا کر دیا تھا۔

(۶) مسلمانان عالم کے دل سے یہ خیل نکالنا کہ یورپ تہذیب و ترقی کا دیوتا ہے اور وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ بلکہ یہ جاگزیں کرنا کہ اسکی کمزوریاں اسکی مقصد کو کھوکھلا کر رہی ہیں اور وہ اسوقت دوسروں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔

فرقان مجید لایالونکم خیالا (نصاری تمہیں ضرر پہنچانے میں ہرگز دریغ نہ کریں گے) کا معلم ہے۔

(۷) ہزار ہا نوجوان مسلمان یورپ، امریکہ، اور جاپان بھیجے جائیں جو سیاسیات اور واقعات جدیدہ کے تجربوں کے علاوہ فنون عملیہ کے ماہر ہو کر آئیں اور وہ بلاد اسلامیہ میں تقسیم کر دیے جائیں۔ ابھی اسکا وقت ہے۔ ممکن ہے کہ آئندہ دس برس میں کسی مشرقی کو کوئی علم اور فن یورپ اور امریکہ والے نہ بتائیں۔

(۸) مسلمانان عالم کا ایک (خزینۃ الاسلامیہ) خانہ کعبہ کے صدر مقام میں قائم ہو۔ جس میں زکوٰۃ، اوقاف، اور چندہ کا رویہ فراہم ہوا کرے۔ بلکہ مسلمانان عالم اس کے واسطے اپنے اوپر ایک خاص ٹیکس (فدیۃ اسلام) کے نام سے مقرر کر لیں۔ اسی سے مختلف ضرورتیں پوری کریں۔

\*\*\*

یورپ نے بڑی مستعدی اور سرگرمی سے ممالک اسلامیہ کے زیر زبر کرینکا تہیہ کرایا ہے، لیکن تاریخ گواہی دے رہی ہے کہ ایسی ظالمانہ تحریکوں کی ابتدا بڑے دھوم اور بڑے تیز رفتاری کے ساتھ ہوئی ہے مگر ایسی تحریکوں کے توڑنے اور مدافعت کے واسطے جو انتظامی طریقے پیدا کئے جاتے ہیں، انکا آغاز بہت سست اور کمزور ہوا ہے۔ لیکن بعد چندے وہ ظالمانہ تحریکیں دھیمی پتجانی ہیں اور اس کے برخلاف مدافعت پسند طریقے رفتہ رفتہ زور پکڑ جاتے ہیں۔ یہی حال یورپ اور اسلام کا ہوگا۔ اسلیے کہ موجودہ واقعات نے مسلمانوں کو یورپ سے بیزار کر دیا ہے۔ ان میں اخوت، ہمدردی، اور جاں نثاری کی چنگاریاں زندہ ہو گئی ہیں جو زمانہ کی آب و ہوا سے مشتعل ہو کر شعلۂ برق کا کام دینگے۔

(فاران) کی چوٹیوں سے آوازیں آ رہی

ہیں اور (مدینہ) کے غیر فانی بادشاہ

کی فوجیں آراستہ ہو رہی ہیں۔

(معمد نذیر ہاشمی غازی پوری)



# ناموران غزوہ بلقان

## سرگذشت انقلاب

پر اسرار ۱۲ - چھندیاں

(۳)

اب گذشتہ انقلاب کے تفصیلی حالات آنا شروع ہوئے ہیں۔ گذشتہ قریب ۷ مہینے اخبارات میں گو تاریخوں سے زیادہ نہیں، اور غریب (الم-وید) تو بالکل نئی حالت میں ہے، لیکن قسطنطنیہ کے اخبارات میں انقلاب کے ابتدائی اور لمبی قریب ۷ مہینے بعض نہایت دلچسپ تفصیلات ہیں۔ ہم آج کی اشاعت میں معلومات کا خلاصہ درج کرتے ہیں۔ ایندہ پرچہ میں اب

اساتذہ نگار جلیل : (ڈاکٹر  
مہاجر الدین شریف) کی  
ہی شائع کردہ ہے، اور اس کے  
بد اس کی سلسلے میں غازی  
اسرار (ب) کی خود نوشتہ  
اشاعت ہے۔

\*\*\*

گورنمنٹ کو افسروں کی طرف  
بار بار آگاہ کر دیا گیا تھا کہ فوج  
کسی خیال کے جنگ کو دوبارہ  
ارہی دیکھنا چاہتی ہے اور وہ ان کے  
سے سخت مضطرب ہے۔ نیز  
جس اتحاد و ترقی کے مدبرین  
یہ برابر اس پر زور دے جا رہے  
ہے، مگر کامل پاشا اس کا سخت  
خلاف تھا۔ اس کا خیال تھا کہ

خطرات جو دوسروں کو سامنے نظر آتے ہیں، اس کے سامنے بالکل ہیچ  
ہیں۔ اس کو ناظم پاشا پر پورا بھروسہ تھا اور اس لیے ان خطرات کی کچھ  
بی پیش بندی نہیں کی گئی۔

اس ہونیوالے انقلاب کی صبح کو (طلعت بک) نے کامل پاشا  
کے ملاقات کی اور اٹھائے گفتگو میں صاف طور سے ظاہر کر دیا کہ ”یا  
باب عالی اس موقع پر دل کی یادداشت کو منظور کرنے سے انکار  
دے، یا پھر ایک سخت خونریزی کیلئے مستعد ہو جائے!“

\*\*\*

اس مبارک دن کی درپہر دھل چکی تھی، تین بجے کا وقت  
تھوڑا خاموشی اور سکون کے خلاف کوئی بات نہیں ہوئی تھی، کہ یکایک  
کے والے حادثے کا پہلا نشان ظاہر ہوا۔ امجد بک (والی ادرہ) ایک  
ہوئے پر سوار نظر آئے، جن کے ساتھ پانچ سوار آ رہے تھے۔ جنہی انہوں  
نے باب عالی کے طرف جانے کیلئے اپنے گھوڑے لگام مڑی، معاً  
ارہ آدمیوں کی ایک جماعت قریب کے قہرہ خانے سے نکلتی

ہوئی نظر آئی، اور سڑک پر پہنچتے ہی انہوں نے بغل سے سرخ  
وسفید رنگ کی چھندیاں نکالیں اور ان کو بلند کر کے کھول دیا۔

یہ عجیب پر اسرار چھندیاں تھیں، جن پر قرآن کریم کی آیات  
کارچوبی کام سے لکھی ہوئی تھیں، اور خاموش و ساکن فضاے شہر  
کو متحرک و متلاطم کرنے میں ایک ناقابل فہم طلسمی اثر رکھتی  
تھیں۔ اس جماعت نے جلد جلد قدم بڑھانا شروع کر دیا۔ یکایک  
ایک دوسری راہ سے ۱۲ - چھندے نمودار ہوئے۔ ان کے نیچے

بھی ۱۲ - یا ۱۵ آدمیوں سے زیادہ تعداد تھی۔ چند لمحوں  
کے بعد ایک دوسرے راستے سے ایسی ہی جماعت نکلی، اور پھر  
تیسری اور چوتھی اور پانچویں، غرض کہ پہلی جماعت اپنی سرخ  
وسفید چھندیاں کو لیے ہوئے جوں جوں بڑھتی جاتی تھی،  
نئی نئی جماعتیں پورے سکون  
اور خاموشی سے آ آ کر ملتی جاتی  
تھیں۔ پندرہ بیس منٹ کے اندر  
شہر کا کوئی راستہ جو باب عالی  
تک جاتا ہے، پر اسرار ۱۲ -  
والی جماعت سے خالی نہیں  
رہا، اور بغیر کسی شور و ہنگامے  
کے، باب عالی تک پہنچتے  
پہنچتے ایک بڑی جماعت فراہم  
ہو گئی۔

جنہی یہ گروہ باب عالی کے  
برے پھاٹک پر پہنچا، ایک  
جانب سب کی نگاہیں اٹھ گئیں۔  
سب نے دیکھا کہ غازی (انور بے)  
ایک گھوڑے پر سوار چلے آ رہے ہیں۔

\*\*\*

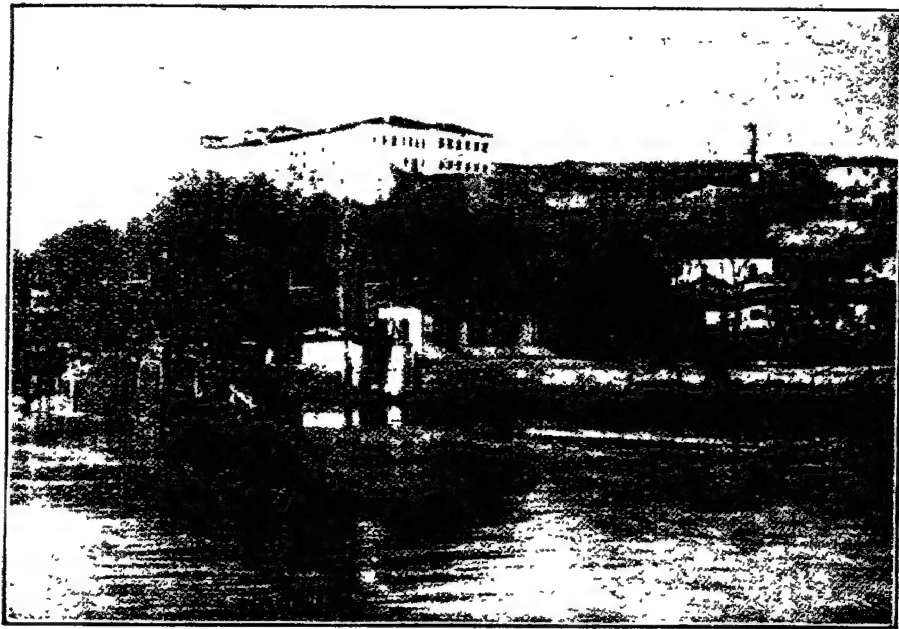
اب یہ ایک پوری باقاعدہ جماعت تھی، جس کی تعداد سو کے  
قریب تھی۔ غازی انور بے کے بعد سب سے زیادہ قابل ذکر نیازی بک  
اور طلعت بے ہیں، جو سب سے آگے تھے۔ ان کے علاوہ انجمن اتحاد  
و ترقی کے رہنما اور ”فدائی“ ممبروں کی جماعت تھی۔

صدر دروازے سے بڑھتے ہی جماعت نے سب سے پہلے نعرہ لگایا:  
”حکومت سے دست بردار ہو جاو! ہم مائیک کو بچائیں گے!“۔

اس نعرے کے ساتھ ہی پوری جماعت نے باب عالی کے اندر  
داخل ہونا چاہا۔ جو معاف دستہ فوج وہاں موجود تھا، اس نے  
کسی طرح کی مزاحمت نہیں کی۔

قرمی جماعت کا باب عالی کے سامنے نمودار ہونا اور پھر یکایک  
اندر داخل ہوجانا، اس قدر جلد ظہور میں آیا کہ تمام واقعہ بالکل  
ایک طلسم معلوم ہوتا ہے۔

لیکن دراصل اس واقعہ پر کچھ بھی تعجب نہیں کرنا چاہیے۔  
تعجب کا اصلی مرکز اتحاد و ترقی کے پر اسرار اعمال ہیں، جس نے



یورپین ترقی کا نظارہ آخری

سلانیک کا ایک صحن باغ -

## ادبیات

## تذلل اسلام کا سبب اصلی

— (\*) —

لوگ کہتے ہیں کہ یہ بات ہے اب امر صریح \* کہ زمانہ میں کہیں عزت اسلام نہیں  
آپ جائینگے جہاں، قوم کو پائینگے ذلیل \* اس میں تخصیص عراق و عرب و شام نہیں

\*\*\*

یہ بھی ظاہر ہے کہ ہیں مختلف الحال یہ لوگ \* کوئی چیز ان میں جو ہو مشترک عام، نہیں  
ایشیائی ہے اگریہ، تورہ ہے افریقی \* اور کوئی رابطہ نامہ و پیغام نہیں  
لالہ رخ یہ ہے، تو زندگی و سیہ فام ہے وہ \* یہ سمن برہے، وہ موزون و خوش اندام نہیں  
اسنے گہوارہ راحت میں بسر کی ہے عمر \* وہ کبھی خوگر آسایش و آرام نہیں  
وہ ازل سے ہے کمنڈ افگن و شمشیر نواز \* اسکو جز عیش، کسی چیز سے کچھ کام نہیں  
خوان و ایوان سے بھی سیری نہیں ہوتی اسکو \* اسکو گران جویں بھی ہو، تو ابرام نہیں  
اسنے یورپ کے مدارس میں جو سیکھے ہیں علوم \* وہ ابھی ابجد تعلیم سے بھی رام نہیں  
اسقدر فرق و تفاوت پہ بھی ہے عام یہ بات: \* قوم کا دفتر عزت میں کہیں نام نہیں

\*\*\*

پس اگر غور سے دیکھو، تو بجز مذہب و دین \* ہم مسلمانوں میں کوئی صفت عام نہیں  
ان اصولوں کی بنا پر یہ نتیجہ ہے صریح: \* سبب پستی اسلام، جز اسلام نہیں

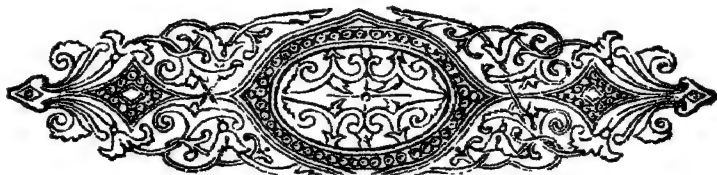
\*\*\*

ان مسائل میں ہے کچھہ ژرف نگاہی درکار \* یہ حقایق ہیں، تماشاء لب بام نہیں  
غور کرنے کیلئے فکر و تعمق ہے ضرور \* منزل خاص ہے یہ، رہگذر عام نہیں  
بحث مافیہ میں پہلی غلطی یہ ہے، کہ آپ \* جسکو اسلام سمجھتے ہیں وہ اسلام نہیں  
آپ کھانے کو بنا دیتے ہیں، پلے مسموم \* پھر یہ کہتے ہیں، غذا موجب اسقام نہیں  
اعتقادات میں ہے سب سے مقدم توحید \* آپ اس وصف کو دھونڈھیں تو کہیں نام نہیں  
کون ہے شائبہ شرک سے خالی اسوقت \* کون ہے جسپہ فریب ہوس خام نہیں؟  
استانوں کی زیارت کے لیے شد حال \* اس میں کیا شان پرستاری اصنام نہیں؟  
کیجیے مسئلہ ”شرک نبوت“ پہ جو غور \* کفر میں بھی یہ جہانگیری اوہام نہیں  
اب عمل پر جو نظر کیجیے آئیگا نظر \* کہ کسی ملک میں پابندی احکام نہیں  
اغلیا کی ہے یہ حالت، کہ نہیں ہے وہ رئیس \* جسکے چہرہ پہ فروغ ملے گلفام نہیں  
نص قرآن سے مسلمان ہیں بھائی بھائی \* اس اخوت میں خصوصیت اعمام نہیں  
یاں یہ حالت ہے کہ بھائی کا ہے بھائی دشمن \* کونسا گھر ہے جہاں یہ روش عام نہیں  
نہ کہیں صدق و دیانت ہے نہ پابندی عہد \* دل ہیں ناصاف، زبانوں پہ جو دشنام نہیں  
آیت ”فاعتبروا“ پڑھتے ہیں ہر روز، مگر \* علما کو خبر گردش ایام نہیں

\*\*\*

الغرض عام ہے جو چیز، وہ بیدینی ہے \* صاف یہ بات ہے، دھوکا نہیں، ایہام نہیں  
ان حقایق کی بنا پر سبب پستی قوم \* ترک پابندی اسلام ہے، اسلام نہیں

(شبلی نعمانی)



گرہ اور خفیہ پولیس کے آدمی دیدیے گئے تھے تاکہ تمام اخبارات کے دفاتر کی نگرانی کریں، نیز ان کے دروازوں پر سخت پہرہ بٹھا دیا گیا تھا کہ نہ تو کوئی شخص اندر سے نکل سکے، اور نہ باہر کا کوئی شخص اندر جاسکے۔

انقلاب کے ظہور کے ساتھ ہی گورنمنٹ کے تمام ممبروں کی گرفتاری میں بھی عجیب و غریب قوت کا اظہار کیا گیا۔ صرف یہی لوگ نہیں، بلکہ وہ یورپین اشخاص بھی گرفتار کرلیے گئے تھے جن سے انجمن کو کسی طرح کا خطرہ تھا۔

انڈولیا ریلوے کا ڈائریکٹر: ایم۔ ہگنڈن، جرمن قنصل خانے کا مترجم: ہر ویڈر، اور ایک انگریز مسٹر کننگھم نامی، جو نیشنل بینک کا منیجر تھا، اسی وقت گرفتار کرلیے گئے تھے اور پانچ بجے تک گرفتار رہے۔

اگرچہ آرتھر تمام وزراء رات کے ۳ بجے رہا کر دیے گئے، لیکن عبد الرحیم پاشا، وزیر مال، اور رشید پاشا، وزیر داخلہ اب تک مقید ہیں۔

[بقیہ مضمون مقالہ افتتاحیہ صفحہ ۶ - ۷]

اس طرح کی نکتہ چینی سے نہ گہرائیں - کوئی ہر دم کو چاہیے کہ جس جوش سے اس کی سچی رائے میں اس کا ساتھ دیں، اتنی ہی سختی سے اس کی غلطی پر نکتہ چینی بھی کریں - ابھی مولانا آزاد آپ کے سامنے تقریر کر رہے تھے، لیکن کیا یہ غلط راہ چلیں گے تو ہم انکو چھوڑ دیں گے؟ (اراز کبھی نہیں)

\*\*\*

مسٹر محمد شریف بیرسٹریاں لائے تحریک کی کہ اس جلسہ کے روزلیوشن کی نقل وزیر اعظم انگلستان کے پاس بھیجی جائے، نیز انگلستان اور ہندوستان کے اخبارات میں شائع ہوں۔

آخر میں انریبل مسٹر فضل حق نے پریسڈنٹ کیلئے روت اف تھینکس کی تحریک کی اور چوندھری نواب علی صاحب کی تائید سے بالاتفاق منظور ہوئی۔

یہ جلسہ جس قوت اور عظمت کے ساتھ منعقد ہوا، اب اس کا اندازہ آپ روئداد کے لفظوں سے کیا کریں گے۔ جولوگ کلکتہ کی حالت سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ کل تک یہاں مسلمانوں کے جمع کرنے سے زیادہ کوئی کام مشکل نہ تھا، لیکن اب کچھ عرصے سے حالت متغیر ہے۔ تین ہال میں پچھلے دنوں سب سے بڑا مسلمانوں کا جلسہ ”مسلم لیگ“ کے سالانہ اجلاس کا ہوا تھا، لیکن باوجود داخلے کیلئے ٹکٹ کی شرط اٹھادینے کے ہمیشہ کرسیاں اپنی بے رونقی پر متاسف رہیں۔

برخلاف اسکے یہ ایک حقیقی معنوں میں مسلمانوں کا قائم مقام جلسہ تھا، جس میں ہر طبقے اور ہر درجے کے لوگ شریک تھے۔ بیرسٹر، وکلاء، زمیندار، رؤساء، اور عام تعلیم یافتہ مسلمانوں کا شاید ہی کوئی ایسا عظیم الشان مجمع منعقد ہوا ہو۔ جوش اور اضطراب کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ صبح سے موسم بالکل بدل گیا تھا، اور عین جلسہ کے اجتماع کے وقت بارش ہو رہی تھی، تاہم پورا ہال، درنوں طرف کے برآمدے، سامنے کی گیلری، اور سیڑھیاں تک انسانوں کے سوا اور کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ تقریروں کے اثنا میں جس جوش و خروش کا اظہار ہوا، وہ بھی ہمیشہ یادگار رہیگا۔ مظالم کی خونین سرگذشتیں جب سنائی جاتی تھیں، تو ہزاروں آنکھیں اشکبار نظر آتی تھیں۔ ہڑھائیں سر اٹھا خاں کے ذکر پر مجمع میں جو برہمی پیدا ہوئی، اُس سے بھی دلوں کی حالت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ہاں نیک کہ نئی وزارت قائم ہو جائے“  
لوگ رات کے دو بجے رہا کر دیے گئے تھے۔

\*\*\*

اس اثنا میں کیا حکومت بالکل غافل رہی؟  
نہیں، لیکن انجمن کے جادو نے سب کو سلا دیا تھا، اور اب دار نے کی وقتی کوشش بے فائدہ تھی۔ باب عالی کی محافظ بچ کا حال لکھ چکا ہوں، اور پھر مزید یہ کہ اس کا افسر غالب تھا۔ ان پر عرصے میں سپاہیوں کو کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ موجودہ حالات میں انہیں کیا کرنا چاہیے؟

محافظ دستے کے افسر نے ایسا ظاہر کرنے کی کوشش کی، گویا غائب اسکے آنے میں دیر ہوگئی، لیکن دراصل ایک شریک انقلاب سر اسپر مسلط کر دیا گیا تھا کہ حرکت نہ کر سکے۔

خاص شہر کے حاکم کی سرگذشت نہایت عجیب ہے۔ ارل اسکو بہت دیر میں اطلاع ملی، پھر سب سے نزدیک کے فوجی کے میں جا کر سپاہیوں کو جمع کرنا چاہا، مگر معلوم ہوا کہ وہ تو ب کے سب سازش میں شریک ہیں!

وہ درزا ہوا دوسری پلٹن میں گیا، لیکن وہاں افسر موجود نہ تھے! سپاہیوں کو حکم دیا کہ طیار ہوں، مگر انہوں نے نہایت سردی سے یہ جواب دیکر ڈال دیا کہ ”افسروں کے معاملات میں ہم خل نہیں دینگے“! بالآخر ناامید ہو کر خاموش ہو گیا!!

لیکن یہ خاموشی، سپاہیوں کی عجیب خاموشی سے بھی عجب تر تھی۔ کیا یہ خود بھی شریک سازش تو نہ تھا؟ عجب نہیں، کیونکہ اب دنیا بدل گئی تھی اور ہر چیز کا مالک انور ہے! تھا!

\*\*\*

تہریزی ہی دیر کے بعد (غازی انور بے) دوبارہ نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں فرمان سلطانی تھا: ”ہزیکسلوسی محمود رکت پاشا وزیر اعظم مقرر کرکے گئے“

اس خبر کے اعلان کے ساتھ ہی کمیٹی نے پہلا کام یہ کیا کہ عوام میں سکون اور باقاعدگی پیدا کرنے کی انتہائی کوشش شروع کر دی، جنکے ہجوم اور ہنگامے سے ایک محشر جوش و خروش پیدا تھا۔ کمیٹی کے ممبروں ہی میں یہ کام تقسیم کر دیا گیا، کیونکہ اب انکے سوا پہلک کو کوئی خاموش نہیں کرا سکتا تھا۔

اسکے ساتھ ہی اتحاد و ترقی کے مخالفین و معاندین کی رنڈیاں بھی شروع ہو گئیں۔ دل خارجہ کے سفرا نے مغرورین کیلئے محفوظ مقامات مہیا کیے اور اس طرح سعید پاشا (پسر کامل پاشا) بختیار بک (پسر شیخ الاسلام) اور محل کے ماتحت سکریٹری رشید اشا نے فوراً بھاگ کر سفرا کے یہاں پناہ لی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ انجمن کا سلوک اپنے دشمنوں کے ساتھ کیسا ہوتا ہے؟ وہ دشمن، جن سے انتقام لینے کی آہ پوری طاقت حاصل ہے۔ کیا انجمن انکو سخت سزائیں دینا پسند کریگی؟

\*\*\*

بطاہر سازش کنندوں کی تعداد بہت قلیل تھی، وقت اور رست اس سے بھی کم، تاہم انہوں نے جس مستعدی، چالاکی، اور حدت انگیز سرعت کے ساتھ ایک عظیم الشان انقلاب ڈھپورا دیا، وہ ہمیشہ نا قابل فراموش رہے گا۔

آئندہ فوج اور قبائلی گراف کے وہ تمام تارکات ڈالے گئے تھے، جو اب عالی، محل سلطانی، اور دفتر جنگ میں باہم مخاہرہ کا ذریعہ ہوتے تھے۔ اسماعیل افندی ایک شامی اتحادی ہے، جو کمیٹی کے ماتحت خفیہ پولیس کا افسر تھا۔ اسکے ماتحت سپاہیوں کا ایک



بطل طرابلس : غازی فتحی ہے

جو ۶۰ - ہزار فوج کے ساتھ کیلی پولی میں مصروف کارزار ہیں :

اللہم انصرہ وانصر عساکرہ !



یہ عجیب تماشا دنیا کو دکھانا چاہا تھا - فی الحقیقت یہ ایک عظیمی مکمل اور باقاعدہ طے شدہ کارروائی تھی جس کے تمام اسباب و لوازم پیشتر سے فراہم کر لیے گئے تھے -

باب عالی کی محافظ فوج نے کچھ تعرض نہیں کیا، لیکن کچھ گرتی، جبکہ وہ خود اتحاد و ترقی کے جان نثار اور فدائی تھے؟ صبح ہی سے اس کا انتظام کر لیا گیا تھا اور باقاعدہ محافظ دستے کی جگہ (اوشک پلٹن) کے سپاہی متعین کیے گئے تھے - یہ انجمن کی خاص مددگار جماعت ہے -

انجمن کو اس کارروائی کا موقع کیونکر ملا؟ خاص باب عالی کی محافظ فوج کیونکر بدلدی گئی؟ کیا اس کی اطلاع دفتر جنگ، وزرا، اور پولیس کو نہیں ہوئی؟ یقیناً یہ ایک معمہ ہے جس کا حل کرنا سردست مشکل ہے (۱)

تاہم اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انجمن اپنے اس سخت قومن دور مصیبت میں بھی، جبکہ دنیا یقین کرتی تھی کہ اس کی زندگی کے آخری دن ہیں، اپنے اندر کیسی عجیب اور اعجوبہ خیز قوت انقلاب رکھتی ہے؟ اور اس کی تدابیر مخفیہ کس درجہ پختہ، اور اس کے نشانے کس درجہ بے خطا ہیں؟

جماعت آگے بڑھ کر چند لکھوں کیلیے رکی اور خاموش سپاہیوں کے دستے کے سامنے نیازی ہے (بالکل اس طرح، جیسے کوئی تھیٹر میں پارت کرتے ہوئے کہتا ہے) چلا کر کہا:

”میں اپنے آبائی ملک کی عزت بچانے آیا ہوں، جس کے حقیر و ذلیل کرنے، ٹھکرانے، اور روندے جانے میں خائن گروہ انتہا کوئی حقیقہ اتھا نہیں رکھا - اگر تمہاری مرضی یہی ہے تو بہتر، میں بھی فوجی ہوں - مجھ کو مار ڈالو! میرے سینے کو گولیاں سے چھلنی دو! میں اپنے سامنے ترکی کی دل خون کن تذاہیل و تعقیبات کو نہیں دیکھوں گا! زندگی میں یہ سانس سے مرنے کے بعد سننا بہتر ہے کہ ترکی کیلیے اب دنیا میں عزت نہیں!“

اب اس تھیٹر کا آخری ایکٹ باقی تھا - غازی انور بے، خلیل بے، جمال بک آگے بڑھے - ان کے پیچھے طلعت بے، عمر بے، نیازی بے اور مدحت بک تھے - یہ تمام لوگ وزارت اعظم کے دفتر میں چھلی اس وقت وزرا کی مجلس، یادداشت کا جواب لکھنے کیلیے منعقد تھی، اپنے معمولی کپڑوں میں بے باکانہ داخل ہو گئے -

(۱) لیکن ائندہ نمبر میں ہمارے خاص مراسلہ نگار خلیل کی چٹھی شاید اس معنی کو یکہ حد تک حل کر دے - (الہلال)

سب سے پہلے کامل پاشا کا ایڈیکانگ (نافذ ہے) نکلا اور پولی لے لے لے ہرے وسط راہ میں راستہ روک کر کھڑا ہو گیا - لیکن معاً ایک گولی چلی اور وہ زمین پر ڈھیر تھا -

اس کی متابعت ناظم پاشا کے ایک خفیہ ایجنٹ اور ایڈی کاٹر (توفیق بک) نے کی، لیکن اس کو بھی مہلت نہیں ملی - سب سے آخر میں خود (ناظم پاشا) باہر نکلا اور (انور بے) کو دیکھ کر کہا ”یہ کیا گستاخی ہے؟“

ایک پرانے افسر (مصطفیٰ نجیب) نے کہا: ”گستاخی گستاخی تم کر رہے ہو!“

سانہہ ہی فیر کر دیا اور متواتر تین گولیاں اس کے جسم سے نکل گئیں.....

کامل پاشا کے مصاحب نے (ناظم پاشا) کے قاتل کو مار ڈالا، لیکن خود بھی نہ بچ سکا - بعض لوگوں کا بیان ہے کہ کسی ”فدائی“ کی گولی اس کے حصے میں آئی - بعض اس کے قاتل کو ایک فوجی افسر بتلائے ہیں -

\*\*\*

گولیاں کے چھوٹنے کی آواز سن کر محافظ دستہ فوج میں ایک جنبش پیدا ہوئی - ایک در سپاہیوں نے (انور بے) کی طرف بندوق کی نالی بھی کر دی، لیکن اُس نے کسی بات پر توجہ نہیں کی - وہ اپنے ارادوں میں منہمک، اور گویا کسی طے شدہ نقشہ کے مطابق ایک کے بعد ایک منزل سے گذر رہا تھا - وہ سیدھا ہال کے اندر چلا گیا اور کامل پاشا کے سر پر کھڑے ہو کر حاکم الہیہ میں بغیر کسی تمہید کے کہا:

”میں حکم دیتا ہوں کہ یا تو لڑائی جاری رکھنے کی قسم کھاؤ اور یا اس کرسی کو چھوڑ دو! اگر تم نے ذرا بھی پس و پیش کیا تو یاد رکھو کہ اسی وقت یہ تمام فضا خون آلود ہو جائیگی“

کامل پاشا نے جو اس وقت بالکل سرد پڑ گیا تھا، دڑتے دڑتے جواب دیا:

”میرا خیال جنگ جاری رکھنے کے خلاف ہے - میں استعفا دیتا ہوں“

(انور بے) نے صرف اتنے ہی کو کافی نہیں سمجھا، بلکہ اسی وقت استعفا کا مضمون کاغذ پر لکھ کر پیش کر دیا اور کامل نے بلا کسی وقفہ کے دستخط کر دیے -

استعفا جیب میں رکھ کر اس نے ہال کے چاروں طرف نظر ڈالی اور تمام سابق وزرا سے کہا:

”براہ عنایت آپ تمام حضرات اپنے آپ کو نظر بند یقین کریں“



خلیل بک

مشہور اتحادی رئیس، اور سابق صدر دار الشیخہ

## ذیابیطس

### خطرناک مرض ہے اس کا جلد علاج کرو

علامات مرض: جن لوگوں کو پیشاب بار بار آنا ہو یا پیاس زیادہ لگتی ہو۔ منہ کا ذائقہ خراب رہتا ہو۔ رات کو کم خرابی ستاتی ہو۔ اعضاء شکنی۔ لاغری جسم۔ ضعف مثانہ ہونے سے روز بروز قوت میں کمی اور خرابی پیدا ہو جاتی ہو اور چلنے پھرنے سے سرچکراتا ہو۔ سر میں درد اور طبیعت میں غصہ آ جانا ہو۔ تمام بدن میں بیہوشی کا غلبہ رہتا ہو۔ ہاتھ پاؤں میں خستگی اور جلن رہے جلد پر خشونت وغیرہ پیدا ہو جائے اور تھکنے پانی کو جی نہ رہے۔ معدہ میں جلن معلوم ہو۔ بیہوشی بڑھانے کے آثار پیدا ہو جائیں اعضاء رئیسہ کمزور ہو جائیں۔ رقت۔ سرمہ اور کسی باہ کی ناکایت دن بدن زیادہ ہوتی جائے تو سمجھ لو کہ مرض ذیابیطس ہے۔ جن لوگوں کے پیشاب میں شکر ہوتی ہے انکو مندرجہ بالا آثار یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتے ہیں۔ اسے لوگوں کا خانہ علی العموم کاربیکل سے ہوتا ہے۔ ذیل دشت پر کبھی گرس میں پیدا ہوتا ہے۔ جب کسی کو کاربیکل ہو تو اسے پیشاب میں یقیناً شکر ہونے کا خیال کر لینا چاہیے۔ اس راج پھوڑے سے سینکڑوں ہونہار قابل لوگ مر چکے ہیں۔

مرض کی تشریح اور ماہیت: ذیابیطس میں جگر اور لبلبہ کے فعل میں کچھ نہ کچھ خرابی ضرور ہوتی ہے اور اس خرابی کا باعث اکثر دماغی تفکرات شبانہ روز کی صحت میں بعض دفعہ کثرت جماع۔ کبھ سوڑاک اور کثرت دھار کا باعث ہوتا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ اس حالت میں پیشاب میں شکر نہیں ہوتی بلکہ مثانہ کے ریشہ وغیرہ پائے جاتے ہیں۔ کبھی ایکدائے عمر میں کثرت جماع سے آخر یہ مرض پیدا ہو جاتا ہے اور کبھی بچارے بعد یہ مرض شروع ہوتا ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ راج پھوڑا کاربیکل نہ نکلے تو علاج حفظ ماتقدم یہ ہے کہ ہماری ان گولیوں کو کھاؤ۔ شیرینی۔ چاول ترک کر دو۔ رزق اگر سستی کر کے تو پھر یہ دسی درجہ ذیابیطس میں اس وقت ظاہر ہونا ہے جبکہ تمام اندرونی اعضاء گوشت پوست بکر جائے ہیں۔ جو لوگ پیشاب زیادہ آنے کی پروا نہیں کرتے وہ آخر اسے لا علاج مرضوں میں پھنستے ہیں جن کا علاج پھر نہیں ہو سکتا۔ یہ گولیاں پیشاب کی کثرت کو روکتی ہیں اور تمام عوارض کی قواء اور جملہ امراض ودیہ سے محفوظ رکھتی ہیں۔

ذیابیطس میں عرق ماء اللحم اسلئے مفید ہوتا ہے کہ بوجہ اخراج رطوبات جسم خشک ہو جاتا ہے۔ جس سے غذائیت کی ضرورت زیادہ پڑتی ہے۔ یہ عرق چونکہ زیادہ مقوی اور مرلہ خورن ہے اسلئے بہت سہارا دیتا ہے غذا اور دوا دونوں کا کم دیتا ہے۔

### حب دافع ذیابیطس

یہ گولیاں اس خطرناک مرض کے دفعیہ کے لئے بارہا تجربہ ہو چکی ہیں اور صدہا مریض جو ایک گھنٹہ میں کئی دفعہ پیشاب کرتے تھے تھوڑے دنوں کے استعمال سے اچھے ہو گئے ہیں یہ گولیاں صرف مرض کو ہی دور نہیں کرتیں بلکہ انکے کھانے سے لگتی ہوئی قوت باہ حاصل ہوتی ہے۔ آنکھوں کو طاقت دیتی اور منہ کا ذائقہ درست رکھتی ہیں۔ جسم کو سوکھنے سے بچاتی ہیں۔ مسلسل بول۔ ضعف مثانہ۔ نظام عصبی کا بگاڑ۔ اسہال دیرینہ یا پچیش یا بعد کھانے کے فوراً دست آجائے ہوں یا درد شروع ہو جاتا ہو یا رات کو نیند نہ آتی ہو سب شکایت دور ہو جاتے ہیں۔

#### قیمت فی تولہ دس روپیہ

میر محمد خان۔ تالیٹر والی ریاست خیرپور سندھ۔ پیشاب کی کثرت نے مجھے ایسا حیران کر دیا تھا اور جسم کو بے جان اگر میں حکیم غلام نبی صاحب کی گولیاں ذیابیطس نہ کھاتا تو میری زندگی محال تھی۔ محمد رضا خان۔ زمیندار موضع چٹہ ضلع اٹارہ۔ آپ کی حب ذیابیطس سے مریض کو فائدہ معلوم ہوا۔ دن میں 16 بار پیشاب کرنے کی بجائے اب صرف 5-6 دفعہ آتا ہے۔

عبد القدیر خان۔ محلہ غرقاب شاہ جہاں پور۔ جو گولیاں ذیابیطس آپ نے رئیس عبد الشکور خان صاحب اور محمد تقی خان صاحب کے بھائی کو زیادتی پیشاب کے دفعیہ کے لئے ارسال فرمائی تھیں وہ اور بھوجدیں۔

#### پیشاب

### حکیم غلام نبی زبدۃ الحکما - لاہور

عبد الرحاب قہنی کلکٹر۔ قازان۔ آپ کی پیچی ہوئی ذیابیطس کی گولیاں استعمال کر رہا ہوں۔ بجائے 4-5 مرتبہ کے اب دو تین مرتبہ پیشاب آتا ہے۔

سید زاہد حسن۔ قہنی کلکٹر الہ آباد۔ مجھے عرصہ 5 سال سے عارضہ ذیابیطس نے دق کر رکھا تھا۔ بار بار پیشاب آنے سے جسم لاغر ہو گیا۔ قوت میدی جاتی رہی۔ آپ کی گولیوں سے تمام عوارض دور ہو گئے۔ رقم ملازم پوسٹماسٹر جنرل۔ پیشاب کی کثرت۔ جاتی رہی۔ مجھے کوراث دن میں بہت دفعہ پیشاب آتا تھا۔ آپ کی گولیوں سے صحت ہوئی۔ انکے علاوہ صدہا سندبات موجود ہیں۔

### معجزہ و آزمودہ شرطیہ دوائیں جو بادائی قیمت نقد نا حصول صحت دیجاتی ہیں

#### زود کن

داڑھی مونچھ کے بال اسے لگانے سے گھنے اور لمبے پیدا ہوتے ہیں۔ 2 تولہ دو روپے

#### سر کا خوشبودار نیل

دلربا خوشبو کے علاوہ سیاہ بالوں کو سفید نہیں ہونے دیتا نزلہ و زخم سے بچاتا ہے شیشی خرد ایک روپے آٹھ آنہ کلاں تین روپے

#### حب قبض کشا

رات کو ایک گولی کھانے سے صبح اجابت با فراغت اگر قبض ہو دور 2 درجن ایک روپیہ

#### حب قائم مقام افیون

انکے کھانے سے افیون چاندو بلا تکلیف چھوٹ جاتے ہیں فیتولہ پانچ روپے

#### حب دافعة سیلان الرحم

لیسدار رطوبت کا جاری رہنا عورت کے لئے وبال جان ہے اس دوا سے لہم۔ دوروپی

#### روغن اعجاز

کسی قسم کا زخم ہو اسے لگانے سے جلد بھر جاتا ہے بدبو زائل۔ نا سور۔ بھگندر۔ خنا زبر کے گھاٹ۔ کاربیکل زخم کا بہترین علاج ہے۔ 6 تولہ دو روپے

#### حب دافع طحال

زردی چہرہ۔ لاغری کمزوری دور مرض۔ تلی سے نجات۔ قیمت دو ہفتہ دو روپے

#### برالساغة

ایک دو قطرے لگانے سے درد دانت فوراً دور۔ شیشی چار سو مریض کے لئے لکروپی

#### دافع درد کان

شیشی صدہا بیماروں کے لئے۔ لکروپی

#### حب دافع بواسیر

بواسیر خونی ہو یا باہی ریکی ہو یا سانی۔ خون جانا بند اور سے خود بخود خشک۔ قیمت 2 ہفتہ دو روپے

#### سرمہ صمیرۃ کرامانی

مقوی بصر۔ محافظ بنائی۔ دافعه جالا۔ دھند۔ غبار۔ نزول المہ سیخی۔ صلیف بصر وغیرہ 6 فیتولہ معہ سلائی سنگ شب دو روپے

## فہرست زرعائے دولت علیہ اسلامیہ

(۱۱)

پائی آنہ

بذریعہ جناب احمد دین صاحب بخاری :

۱۲ -

چندہ کلکتہ

چندہ بزرگان چکوال جو میاں غلام نبی کربالے والے  
ضلع جہلم چکوال نے بھیجا ہے

۱۰ -

میاں محمد امین صاحب خلیفہ

بذریعہ جناب مولوی محمد شہاب الدین - مسافر -  
مانٹکھلہ - محلہ میاں باغ قدم رسول نمبر ۲۴۷ کلکتہ :

۱ -

نقد

زبورات - چاندی کی ہنسلی ایک عدد - چاندی کا طرق  
ایک عدد - چاندی کا جوشن ایک جوڑا ہاتھ کا بالا  
چار عدد ( چاندی کا ) - چاندی کی بالیاں بارہ عدد -  
انگشتری دس عدد زنجیر چاندی کی ایک عدد -  
چاندی کی گھڑی ایک - ناک کا پھول سونے کا چھ عدد -  
گلاس پیٹل کا ایک -

۱ -

کپڑا - ریشمی ساڑی ایک - کرتا ایک - ٹوپی ایک - پگڑی ایک -  
بذریعہ جناب عبد اللطیف صاحب ناظر ضلع پربھنی - ناسک  
بذریعہ مولوی نذیر احمد خان صاحب سہرامی - محلہ  
مجاہد پور بھاگپور سیٹن

۳ -

حضرت مولوی سبحان احمد خان صاحب

۵ -

نذیر احمد خان صاحب

۱ -

حاجی عشرت علی خان صاحب

۱ -

حسن جان صاحب

۸ -

مولابخش صاحب

۸ -

شیر علی صاحب

۴ -

میاں جان صاحب

۴ -

نبی میاں

بذریعہ جناب نواب علی صاحب - بی - اے - ایل - ایل -  
بی - وکیل بارہ بنکی

۱ -

سید فضل احمد صاحب - مسوا

۱ -

اہلیہ شیخ سجاد علی صاحب بھاری

۱ -

گنڈام

۱ -

جناب محمد حسین صاحب - سندری - شاہجہاں پور

۱ -

شیخ بھانی

۱ -

اینگلو سنسکرت ٹاؤپ فاونڈری

۸ -

اہلیہ شفقت حسین صاحب کھنڈرہ

۸ -

والدہ صاحبہ

۱ -

ہمشیرہ صاحبہ

۱ -

نیاز علی خان صاحب منگلا تبدیلی وزارت کے شکریہ میں

۱ -

عبد الرحیم صاحب - سوٹب کلر باندہ

۸ -

عبد القادر خان

۶ -

مسماۃ محبوبہ صاحبہ

۶ -

انیس صاحبہ

۱ -

عبد الرحمن صاحب باندہ

۱ -

خواجہ محمد یونس صاحب حیدر آباد دکن

۱ -

حبیب الحق صاحب بھاگپور

۱ -

غلام نظام الدین صاحب بانکی پور

۲ -

متین احمد صاحب بانکی پور

۵ -

چند مسلمان طلبا بانکی پور

۱ -

ایک صاحب از گوتھی

۱ -

عبد الکریم صاحب کوہیا

۱ -

احمد حسین صاحب راحت مراد آباد

۱ -

عاشق علی خان صاحب کوہیا

۱ -

غیرت پرستان غیور مسلمانان ( دیرہ اسماعیل خان )

۱ -

بذریعہ حزب اللہ خانصاحب

۱ -

میزان

۱ -

سابق

۱ -

میزان کل

مقامی پریس نے بالاتفاق جلسہ کی اہمیت کا اعتراف کیا ہے -

\*\*\*

ہم نے اس جلسہ کی رویداد الہلال کے مقالہ افتتاحیہ کے حصے  
میں درج کی، حالانکہ ناظرین ہماری عادت سے واقف ہیں کہ جلسوں  
کی رپورٹیں اور تقریروں کے خلاصے کبھی بھی رسالے میں درج نہیں  
کرتے، حتیٰ کہ ایک مرتبہ کے سوا کبھی ہم نے اپنی بھی کوئی  
تقریر الہلال میں شائع نہیں کی، باوجودیکہ کئی ماہ سے کلکتہ میں  
کوئی ہفتہ اس سے خالی نہیں جاتا -

اس کا سبب بیان کرنے سے پہلے درویشوں کو درج کر دینا ضروری  
ہے جو ہندوستان کے مشرق و مغرب، درمیان مخالف سمتوں سے حال  
میں ظاہر کی گئی تھیں -

ابھی شاید ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا کہ مقامی اینگلو انڈین  
اخبار نے مسلمانوں کی موجودہ پولیٹیکل حالت پر ایک لیدنگ  
آرٹیکل لکھا تھا، جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ  
”آجکل مسلمانوں نے ترکی کے معاملات کی نسبت جو صدائیں  
بلند کرنا شروع کر دی ہیں، وہ تمام تر چند انتہائی خیال کے نوجوانوں  
کی اشتعال انگیزی کا نتیجہ ہے، جنکو بنگالی اکسٹریمست لوگوں سے  
مدد مل رہی ہے“

گویا اس کی نگاہ میں وہ صدہا جلسے جو تمام اطراف ہند میں  
ہورے ہیں، بیسیوں عظیم الشان اجتماع جو کلکتہ میں ہر ہفتے  
منعقد ہوتے ہیں، اور علی الخصوص اس ماس میٹنگ کے قریب  
لاکھ مسلمان، جو ۶ - فروری کو ہالیدیے اسٹریٹ کے میدان میں  
جمع ہوئے تھے - سب کے سب نیشنلسٹ ہندوں اور ان کے مجہول  
الحال ساتھی مسلمانوں کے غیر ذمہ دار مناظر تھے !

یہ ہم کو معلوم ہے کہ گلیلیو (Galileo) نے سنہ ۱۶۳۰ ع  
میں درویشوں کی ایجاد کی تھی، جسکو مسیحیت کے ہاتھوں سخت  
مصلحتیں اٹھانی پڑیں، کیونکہ اسلام اور علم، دونوں مسیحیت کے  
ہاتھوں یکساں طور پر ظلم سہتے رہے ہیں، لیکن ہم کو معلوم نہیں  
کہ سنہ ۱۹۱۳ ع میں (انگلشمن) کے پرنٹنگ ہاؤس میں کوئی  
ایسی ٹلسکوپ ایجاد کی گئی ہے، جس سے قریب کی اشیا بڑی  
نظر آنے کی جگہ، کئی سو حصے چھوٹی نظر آتی ہیں !

دوسری راے ہمارے ایک اردو معاصر کی تھی جس نے لکھا تھا کہ :  
”جب سے الہلال نکلا ہے، کلکتہ کے مسلمانوں کے جلسوں  
کا اعتبار جاتا رہا، کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ وہاں اب جسقدر چھوٹے  
بڑے جلسے ہوتے ہیں، وہ صرف ایک ہی شخص کے خیالات کا عکس  
ہیں“ -

اگر کوئی تنہا شخص ایک پورے شہر کے خیالات میں تبدیلی  
پیدا کر دے، جس کے اندر تین چار لاکھ مسلمان بستے ہیں، تو اسکو اس  
قوت کیلئے خدا کا شکر گزار ہونا چاہیے، لیکن ہم نہیں سمجھتے کہ  
یہ دونوں نزدیک اور دور کی نظریں تھیں ہل کے اس جلسے کی کیا  
تاریخ کریں گی؟ یہ ایک پورا قائم مقام جلسہ تھا، جس میں نہ صرف  
کلکتہ، بلکہ بنگال کے عمائد و ناظمین شریک تھے - رزولوشن جسقدر  
پیش ہوئے، انکو ایڈیٹر الہلال نے پیش نہیں کیا، بلکہ ان لوگوں نے  
پیش کیا، جنکا نام غالباً (انگلشمن) نے اکسٹریمست مسلمانوں  
کی یادداشت میں ابھی درج نہیں کیا ہوگا - پھر کیا یہ جلسہ بھی  
اکسٹریمست ہندو کی سازش کا نتیجہ ہے ؟

اصل یہ ہے کہ تم نے خود ہی ہم کو تھوکر لگا کر بیدار کیا ہے،  
پھر جب ہم کورٹ بدلتے ہیں تو کبھی بگڑتے ہو، اور کبھی اپنے دل کو  
تسلی دینے کیلئے فرض کر لیتے ہو کہ بیداری کا رجحان نہیں -  
یہ بالکل بے فائدہ ہے - حقائق و واقعات آج جھٹلائے جا سکتے ہیں،  
مگر کل کو ان کے نتائج سے بچنا آسان نہ ہوگا -



لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

# الْمَسْأَلَةُ

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

میر سرتوں عزیز خصوصی

اسلام آباد کلام الدہلوی

مقام اشاعت  
۱۰۷ مکلاوڈ اسٹریٹ  
کلکتہ

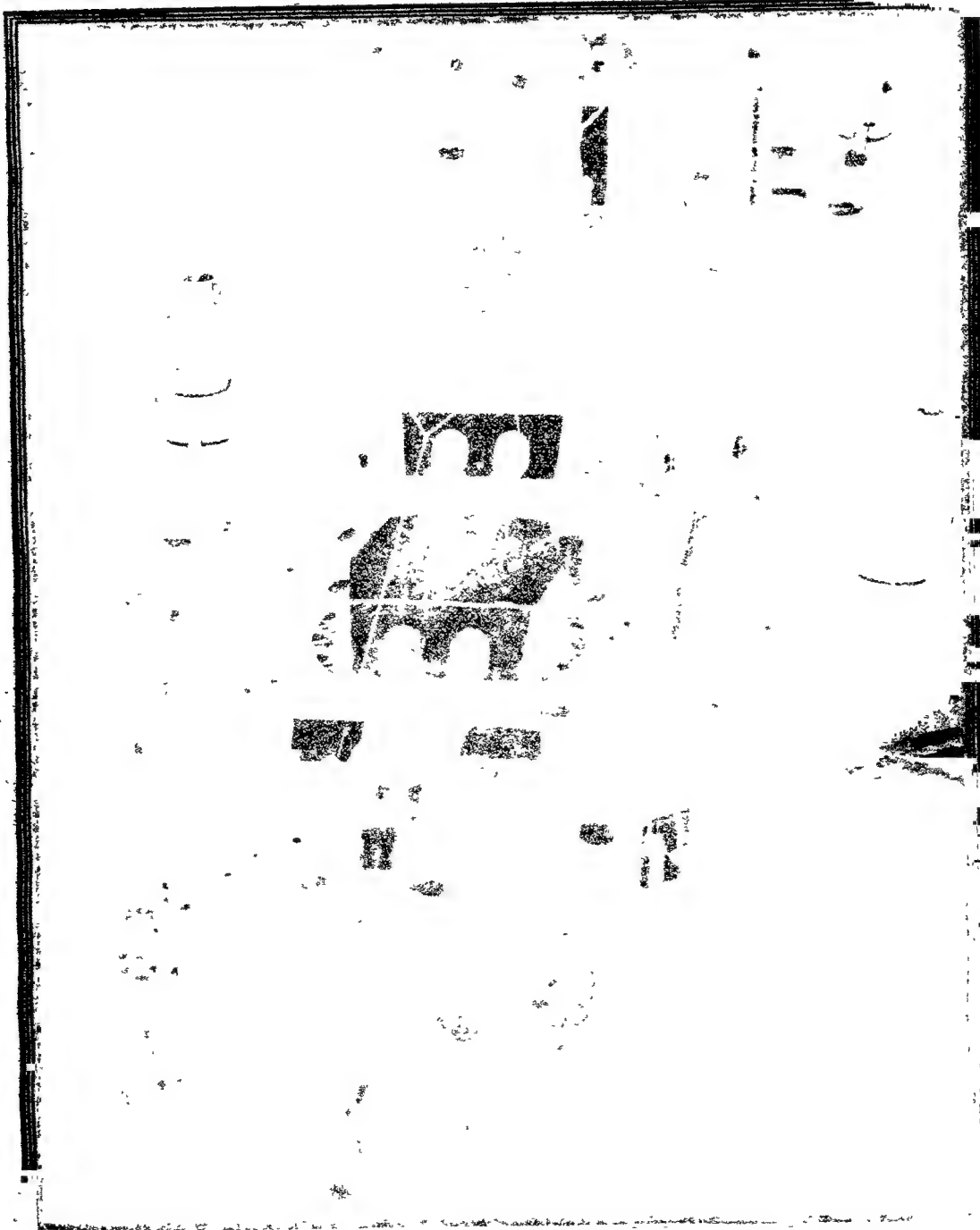
قیمت  
سالانہ ۸ روپیہ  
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۲

کلکتہ: چاروشنبہ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta: Wednesday, February 26, 1913.

نمبر ۸



اطلاع - ڈاکٹر ایس - کے برمن کی خوبصورت تصویردار کافوری جنٹری سنہ ۱۹۱۳ء کی متفرق جگہ کی دس شریف آدمیوں کا نام اور پتہ لکھ کر بلا قیمت و محصول بھیجی جاتی ہے -

### اصل عرق کافور

دیکھو گرمی کا موسم آیا جہاں نہاں ہیضہ کا آنا بھی ممکن ہے اس سے بچنے کا آسان طریقہ ڈاکٹر ایس کے برمن کا اصل عرق کافور ہے یہ ۲۹ برس سے تمام ہندوستان میں جاری ہے یہ عرق گرمی کے دست پیت کا درد و متلی کیلیے اکسیر کا اثر رکھتا ہے ہمیشہ ایک شیشی اپنے پاس رکھو قیمت فی شیشی ۴ آنہ محصول ڈاک ۴ تک ۵ آنہ

ڈاکٹر ایس کے برمن - منبشتار اچند دت اسٹریٹ کلکتہ

### انگریزی حکومت کا مسلمان ہوجانا

— \* —

اب بالکل یقینی ہے - کیونکہ حضرت شیخ منرسی کے خلیفہ نے بمقام بیروت سیدی خواجہ حسن نظامی سے آئندہ حالات کی نسبت جس قدر پیشین گوئیاں کی تھیں (اور جنکو کتب شیخ منرسی کے حصہ اول و دوم میں شائع کر دیا گیا تھا) سب ہو رہی ہیں - اب صرف انگریزی حکومت کے مسلمان ہوجانے کی پیشین گوئی باقی ہے - جو خدا نے چاہا تو عنقریب: پوری ہوگی - پس اگر آپ یہ پیشین گوئیاں اور ترکی و ایران علی الغصوص افغانستان و جاپان و چین وغیرہ کے انجام کار کو دیکھنا چاہتے ہیں - تو رسالہ شیخ منرسی کے دونوں حصے پڑھئے - قیمت ہر دو آنہ آنہ -

کلیات اکبر - لسان العصر و جدان الملة خان بہادر مولوی سید اکبر حسین العبادی کے زبردست کلام کے دونوں حصے چھپ کر تیار ہیں - کاغذ لکھا ہے چھپائی نہایت اعلیٰ ہے - اور صرف ہمارے ہاں دستیاب ہو سکتے ہیں - قیمت ہر دو حصہ ۳ روپیہ ۸ آنہ -

مضامین خواجہ حسن نظامی میں غدر کے اور تیموریہ خاندان کے سچے مگر نہایت درد ناک قصے درج ہیں نیز آکر - مچھر - دیاسلائی وغیرہ عنوانوں پر نہایت موجد اور معنی خیز مضامین ہیں -

سفرنامہ ہندوستان بنگلی، کجرات، کاتھیاواڑ، سرمنات وغیرہ مقامات کا دلچسپ سفرنامہ: بطریق روز نامہ از سیدی: خواجہ: حسن نظامی دہلوی قیمت ۸ آنہ -

اسلام کا انجام مصر کے شیخ المشائخ کی حوصلہ افزا پیشین گوئیاں - قیمت ۴ آنہ

اسرار مغنی رموز کا خزانہ بس دیکھنے کے قابل قیمت ۴ آنہ -

ترکی فتح شاہ مشفق احمد صاحب منجم دہلوی کی پیشین گوئیاں - قیمت ۲ پیسہ

دل کی مراد - شاہ صاحب کے طلسماتی تعویذ قیمت دیوہ آنہ -

کارکن حلقہ نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

### شائقین تواریخ و تصوف کو مژدہ

—:○\*○:—

مزارات اولیاء دہلی بالکل نئی تصنیف ہے - تمام اولیاء کرام و صوفیاء عظام جو دہلی کی مقدس سرزمین میں مدفون ہیں ان کے بسیط حالات سلسلہ وار در حصوں میں درج کئے گئے ہیں - زائرین کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی رہنما نہیں ہو سکتا - قیمت حصہ اول ۶ آنے حصہ دوم ۲ آنے ہر دو حصوں کے مع محصول ڈاک و خرچ ری - پی پیکنگ وغیرہ ۱۰ آنے -

ہندوستان کی اسلامی تاریخ عہد افغانیہ - مصنفہ صوفیہ کرام الہی صاحب دنگرئی - ۴۲ تواریخوں کا لب لباب ہے - معترفین کے حمولوں کا معتبر اور مستند حوالہ کے ثبوت سے جواب دیا گیا ہے - فاضل اجل مولوی سید احمد صاحب مولف لغات آصفیہ فرماتے ہیں کہ اس سے بہتر ہندوستان کی تاریخ اب تک ان کی نظر سے نہیں گذری قیمت ۲ روپیہ ۸ آنے محصول ڈاک و خرچ ری - پی ۳ آنے -

المشتہر - منیجر اسلامیہ بک ڈپو و جنرل اخبار ایجنسی بازار بلی ماراں - دہلی -

### حمیدیہ ہوٹل

—:○\*○:—

### نمبر ۱۳۱ لورچیت پور روڈ

—:~::~~:—

ہمارے ہوٹل میں ہر قسم کی اشیاء خوردنی و نوشیدنی ہر وقت طیار ملتی ہیں نیز اس کے ساتھ مسافروں کے قیام کیلیے ہر تکلف اور آرام دہ کمروں کا بھی انتظام کیا گیا ہے جو نہایت ہوادار، فرشتہ اور بر لب راہ واقع ہیں جن صاحبوں کو کچھ دریافت کرنا ہو بذریعہ خط و کتابت منیجر ہوٹل سے دریافت کر سکتے ہیں - جنگ ترکی و اٹلی اور جنگ بلقان کی جملہ تصویریں ہماری ہوٹل میں فروخت کے لیے موجود ہیں مع تصویر شیخ منرسی وغیرہ -

المشتہر - منیجر عبد الکریم مالک حمیدیہ ہوٹل

لَا تَتَّبِعُوا الْاَوَّلِينَ وَالْاٰخِرِينَ وَلَكُمْ الْاٰخِرَةُ حَقًّا وَلَكُمْ الْاَوَّلَةُ حَقًّا وَلَكُمْ الْاٰخِرَةُ حَقًّا وَلَكُمْ الْاَوَّلَةُ حَقًّا

AL - HILAL

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad.

7-1 McLeod street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

# الاحلام

میرسنول نرخصوی  
بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقام اشاعت  
۱-۷ مکلاوڈ اسٹریٹ  
کلکتہ

عنوان تلفراف  
الاحلام

قیمت  
سالانہ ۸ روپیہ  
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

ایک ہفتہ وار مصورسال

کلکتہ: جہار شنبہ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۱ ہجری  
Calcutta: Wednesday, February 26, 1913.

جلد ۲

نمبر ۸

## تلفراف خصوصی

(تسطنطنیہ: ۲۵ - فروری)

گیلی پولی میں دشمنوں نے عقب سے حملہ کیا - نہایت ذلت  
انگیز شکست کے ساتھ فرار پر مجبور ہوئے - ۸ - سولاشیں اور ایک  
توپ میدان جنگ میں چھوڑیں - ہمارے ۸۰ - شہید اور ۱۰۰ -  
زخمی ہوئے -

ایڈر بانویل پر دشمنوں کی قوت بالکل ضعیف اور ناقابل ذکر  
ہے - بلغاری فوج میں رسد کی قلت اور فوجی بے دلی کے آثار  
شدت سے نمایاں - تدابیر و انتظامات کے نتائج عنقریب نمایاں  
ہونگے - (مصباح)

(۲)

(۲۲ - فروری)

برف باری کی شدت سے گیلی پولی میں دشمنوں کی نقل  
و حرکت پر قدرتی بلا نازل ہوگئی - سخت مصائب میں مبتلا  
ہوگئے - (انور بے) کی نسبت ابھی کوئی خبر نہیں - ہمارے  
خلاف گذشتہ عہد کے مفسدین سرگرم فساد ہیں - ایک بہت بڑی  
سارش کا انکشاف ہوا - پانچ مفسد لیڈر گرفتار کیے گئے -  
(مصباح)

## ایک پر منفعت کاروبار

—:—:—

### یا الہلال کی ایجنسی

—\*—

الہلال کو ہفتہ وار ہے، مگر اسکی ایجنسی مشہور روزانہ اخبارات  
سے کم ایجنٹوں کیلئے پر منفعت نہیں - اس وقت دہلی، بانکی پور،  
پٹنہ، جھانسی، حیدرآباد، وغیرہ مقامات کے ایجنٹ پچیس تیس  
روپیہ بآسانی ماہوار پیدا کرلیتے ہیں - پھر ایک صدے دینی  
و ملی کی اشاعت میں معین ہونے کا اجر اخروی اسکے علاوہ -  
شرائط بہت سادہ اور آسان ہیں - ۲۵ - فی صدی کمیشن کچھ  
کم معارضہ نہیں - بہت جلد خط و کتابت کیجیے - (منیجر)

## فہرس

—\*—

۱	تلفراف خصوصی
۲	شذرات
۵	مقالہ افتتاحیہ
۶	حدیث الغاشیہ (۱)
۶	مقالات
۶	معجزہ و خوارق (۱)
	فکافات
	مسلم یونیورسٹی کا نصاب تعلیم
	ادبیات
۱۲	جواب شکوہ کا اقبال
۱۴	مذاکرہ علمیہ (اسئلہ و اجوبہ)
	تقدیم
	شہر عثمانیہ
۱۶	فرانس سے ایک صدے انصاف
۱۷	انگلستان اور اسلام (۲)
۱۸	مصر کی ذی
	مراسلات
۱۸	املا
	ناموران غزوہ بلقان
۱۹	عثمانی جنگی جہاز "باربروس"
۲۰	فہرست زر اعانہ دولت علیہ اسلام (۱۲)

## تصاویر

—\*—

۳	مستر مظہر الحق پیرسٹرات لا (بانکی پور)
۱۵	چوتھی صدی ہجری کی تحریر کا ایک ٹکڑہ
	عثمانی جنگی جہاز "باربروس" کے بالائی
۱۹	حصے کا ایک منظر



# اطلاع

(۱) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے، تو تاریخ اشاعت سے دو ہفتہ کے اندر اطلاع دیں، ورنہ بعد کو فی پرچہ چار آنے کے حساب سے قیمت لی جائیگی۔

(۲) اگر کسی صاحب کو ایک یا دو ماہ کے لئے پتہ کی تبدیلی کی ضرورت ہو تو مقامی ڈاکخانہ سے پتہ درست کر لیں، اور اگر تین یا تین ماہ سے زیادہ عرصہ کے لئے تبدیل کرانا ہو تو دفتر کو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیں۔

(۳) نمونے کے پرچہ کے لئے چار آنے کے ٹکٹ آنے چاہئیں یا پانچ آنے کے ری۔ پی کی اجازت۔

(۴) نام و پتہ خامکر ڈاکخانہ کا نام ہمیشہ خوش خط لکھیے۔

(۵) خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

نوٹ — مندرجہ بالا شرائط کی عدم تعمیلی کی حالت میں دفتر جواب سے معذور ہے اور اس وجہ سے اگر کوئی پرچہ یا پرچہ ضائع ہو جائیں تو دفتر اس کے لئے ذمہ دار نہ ہوگا۔

جناب ابو القاسم محمد عبد السلام صاحب مالیکاری سے تحریر فرماتے ہیں کہ آپکا اعجاز نما چارل بیشک اسم بامسمیٰ ہے جسپر علامہ سورۃ اخلاص کے خریدار کا نام بھی لکھ کر چاندی کی خوشنما دبیہ میں بحفاظت تمام معہ خوردبین روانہ کیا جاتا ہے۔ اس کے ملاحظہ سے صنعت خدائندی ظاہر ہوتی ہے۔ حصول برکات و دفع بلیات کے لئے بچوں کے گلے میں پہنانے کے قابل گہری کے لاکڑوں میں لٹکانے کے لائق۔ نادرات زمانے کا حیرت خیز نمونہ ہے۔ اگر یہ گوہر نایاب نقد جاں کے عرض خریدنا جائے تو بجا ہے۔

\*\*\*

جناب محمد عالمگیر بیگ صاحب ناظم علاقہ سرائے جے پور ارشاد فرماتے ہیں کہ چارل اعجاز نما پہنچا واقعی یہ اعجاز ہی ہے ایک چھوٹے سے دانہ برنج پر ایسی صنعت و دیدہ ریزی کا کام اعجاز نہیں تو کیا ہے میں آپ کا بیحد ممنون و مشکور ہوں کہ ایسی شے بے بہا آپ نے مجھے عنایت فرمائی اللہ تعالیٰ آپ کو اسکا عظیم بدل عنایت کرے۔

جناب منشی آباد خان صاحب مہتمم خفیہ پولیس حیدرآباد دکن سے ۱۶ جنوری سنہ ۱۹۱۳ ع کو ارقام فرماتے ہیں کہ میں آپکی اس کوشش اور جانفشانی کا تہ دل سے مشکور ہوں واقعی ایک چارل پر اتنی بڑی سورۃ اخلاص معہ نام کے تحریر کرنا ایک حیرت انگیز کوشش ہے اور خصوصاً زمرہ اثاث میں ایسی صنعت کا ایجاد الشان کا اہتمام کا مصداق ہے گویا یہ آپ ہی کا حصہ تھا خدائند تعالیٰ آپ کو اسکا اجر عظیم دے آپ نے جملہ اہل اسلام پر احسان کیا۔ بلکہ (میں افسوس کرتی ہوں کہ گنجائش نہیں)

ملنے کا پتہ — عائشہ بیگم اہلیہ حاجی محمد ظہیر صاحب قاضی اسٹریٹ امرہ ضلع مراد آباد

جناب نواب علی خان صاحب و جناب مولوی محمد حسن صاحب ساکن کلکتہ کی در رسیدیں بابت ۲۰۸ و ۲۲۸ ترکی ہونڈ جو انہوں نے بغرض امداد یتیموں و یتیموں ترک روانہ کئے تھے دفتر قونصل جنرل دولت ترکی بمبئی میں موجود ہیں برجہ پتہ نہ معلوم نہ ہونے کے روانہ نہیں کی جاسکیں۔ بزرگان موصوف کو چاہئے کہ دفتر میں باقاعدہ اطلاع دیکر رسید طلب فرمائیں یا دفتر الہلال کو اپنے پتہ سے اطلاع دیں کہ منگوا کر ارسال خدمت کی جائیں۔

[امرہہ کے مشہور و معروف قالین سرتی اور اونی اور کشتی نما قریناں ریشمیں اور زین تاجرانہ نرخ پر حاجی محمد ظہیر صاحب قاضی اسٹریٹ امرہہ سے بکفایت مل سکتی ہیں]

## اعجاز نما چاول

جسپر تمام قل ہو اللہ شریف معہ خریدار کے نام کے تحریر کیجاتی ہے یہ اشتہار پھر نہ چھپکا اور ۲۸ فروری سنہ ۱۹۱۳ ع تک بالکل مفت تقسیم کیا جاویگا

اول تو میں اپنی ان تعلیم یافتہ اور معزز بہنوں اور اسلامی بھائیوں کا ہزار ہزار شکریہ عرض کئے بغیر ہرگز نہیں رہ سکتی کہ جنہوں نے اس قلیل عرصہ میں اپنی قدردانی کا پورا پورا ثبوت دیکر مجھے ممنون و مشکور فرمایا جن صاحبان نے اس نایاب تحفہ اعجاز نما چاول کو ایک مرتبہ منگا کر ملاحظہ فرمایا ہے ساختہ ان کی زبان سے کلمات تحسین آفرین نکل رہے ہیں۔ آپ کے ملاحظہ کے لئے چند تازہ سارٹیفکٹ جو منجھ کو آج ہی ڈاک سے وصول ہوئے ہیں در ذیل کرتی ہوں اعجاز نما چاول کا اصلی ہدیہ تو میں نے گیارہ روپے پانچ آنے رکھا ہے۔ مگر اسلامی پبلک کو اس سے زیادہ خوش نصیبی کا اور کونسا وقت آئے گا کہ نواب محمد ہادی علی خاں صاحب بہادر کے حکم سے ایک ہزار اعجاز نما چاول ۲۸ - فروری سنہ ۱۹۱۳ ع تک بالکل مفت تقسیم کئے جائیں گے۔ چاول مذکور کے ہمراہ ایک خوردبین جس سے حروف موٹے نظر آتے ہیں (یہ وہی خوردبین ہے جسکی قیدمت سرداگران کلکتہ و بدلی ایک روپیہ چار آنہ لیتے ہیں) اور چاندی کی خوشنما دبیہ اور دو عدد بٹن کی منقش دبییاں وغیرہ دی جاتی ہیں۔ ان سب چیزوں کی قیمت بھی نہایت رعایتی یعنی ایک روپیہ آٹھ آنہ علاوہ محصول ڈاک مقرر کردی ہے۔ بغیر ان چیزوں کے اعجاز نما چاول روانہ نہیں ہوگا نصف درجن کے خریدار کو محصول ڈاک معاف اور ایک درجن کے خریدار سے پندرہ روپے محصول ڈاک کے لیجا ٹیکٹی یہ ضرور ملاحظہ رہے کہ یہ قیمت رعایتی صرف ۲۸ فروری سنہ ۱۹۱۳ ع تک بحال ہے اسکے بعد وہی اصلی قیمت گیارہ روپے کی ہاں یہ اقرار کرنا بھی اپنا فرض خیال کرتی ہوں کہ اگر میرے تحریر شدہ اعجاز نما چاول پر سورۃ اخلاص کا کوئی حرف معہ آپ کے نام کے صاف نہ پڑھا جائے تو یہ معمولی قیدمت ایک روپیہ آٹھ آنہ بھی بلاعذر واپس کر دوں گی \*

نوٹ — فرمائش کے ہمراہ سارے آئین کی ٹکٹ محصول ڈاک کے واسطے پیشگی ضرور مرحمت فرمادیں ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

## سارٹیفکٹ

میں نے سورۃ اخلاص چارل پر لکھی ہوئی پڑھی۔ آئی گلاس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ واقعی بہت دیدہ ریزی اور کاریگری کا کام ہے۔ (میرزا حیرت ایڈیٹر کزن گزٹ دہلی)۔

ایک انجمن ہے جو عام پرجوش ممبروں اور بعض عہد داران سلطنت سے مرکب ہے، اور جس قدر ترکی میں اور ترکی سے باہر کی امداد سے روپیہ جمع ہوتا ہے، اسکو بطور خود اپنی تعویذ میں رکھ کر زخمیوں کی خدمت، طبی رفد کے ارسال، اور شفاخانوں میں بیماروں کی خبرگیری کا انتظام کرتی ہے۔

حکومت کو اعتراف ہے کہ جنگ طرابلس میں اس کے مشنوں نے عمدہ خدمات انجام دی تھیں۔

سب سے پہلے ابراہیم پاشا اس کے پریسڈنٹ بنائے گئے تھے، پھر حلمی پاشا ہوئے۔ یہ انگریزی عہدہ ہے، نہ کہ بحیثیت عہدہ سرکاری۔

اپنے ذاتی شرق سے جو عزتیں کام کرتی ہیں، اور جنہیں بڑا

حصہ مصری اور یورپین ترکی کی مہاجر عزتوں کا ہے، ان کے علاوہ ایک جماعت یورپین نرسوں کی بھی انجمن نے نوکر رکھ لی ہے۔

اب سب سے مقدم بات قابل غور یہ ہے کہ یہ انجمن حکومت سے کوئی تعلق نہیں رکھتی، پس اسکو روپیہ دینا، خواہ وہ کیسی ہی مفید کام کرنے والی انجمن ہو، مگر حکومت کو روپیہ دینا نہیں ہے۔

آپ یہی کہہ سکتے ہیں کہ قسطنطنیہ کی ایک انجمن کو روپیہ دینا، مگر دراصل آپ اس یقین کے بھوکے ہیں کہ اپنے ترکی حکومت اور دولت خلافت کو روپیہ دینا۔

یہ صاف بات ہے (جیسا کہ ہم نے محمود شوکت پاشا کو لکھا ہے) اور اسکو چھپانے کی ضرورت نہیں کہ مسلمانان ہند کو ہلال احمر کی غرض سے روپیہ بھیجتے ہیں، مگر اس سے مقصود اصلی ترکی حکومت کی خدمت انجام دینا ہے، جسکو وہ اپنے عقیدے میں اسلام کی عزت کا محافظ سمجھتے ہیں۔

پس ایسی حالت میں ضرور ہے کہ انکی مدد حکومت کے ہاتھوں تک پہنچے جو سمجھ سکتی ہے کہ اس وقت مدد کے مستحق وہ زخمی ہیں جو آجے ہو کر میدان جنگ میں جا لیں گے، یا وہ صحیح و سالم انسان ہیں، جنکے قوت و ضعف پر چند لمحوں کے اندر

دائمی فتح و شکست کا دار مدار ہے؟

جنگ کی حالتوں کا آپکو یا ہم کو تجربہ نہیں اور نہ علم۔ فرض کیجیے کہ آج پچاس ہزار زخمی مرہم پٹی کے محتاج ہیں، لیکن ساتھ ہی ایک ہزار صحیح و سالم جنگ آزمائوں کو غذا کی بھی ضرورت درپیش ہے، اور اگر بر وقت نہیں ملتی تو عجب نہیں کہ ایک قیمتی زمین کا ٹکڑا ہاتھ سے نکل کر فتح و شکست کا نقشہ بدلدے۔ پس ایسی حالت میں ان پچاس ہزار زخمیوں کی مرہم پٹی ضروری ہے یا ہزار آدمیوں کی زندگی؟

ہم ہلال احمر کیلئے روپیہ جمع کرتے ہیں مگر پہنچنا چاہیے ایسے ہاتھوں میں جو اصلی اور مقدم ضرورت کے لیے اسکو صرف کریں۔

راہی راے کی عزت کو ملحوظ رکھنے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ اس اخیری سرحد کے بعد بھی ہمکو اطمینان نہیں!!

یہ نہایت دل شکن اور افسوس ناک خیالات ہیں جو ہم اہر کر رہے ہیں۔ مگر ناظرین کو اس امر کا اندازہ ہو چکا ہے کہ ہم اس قسم کے امور میں اپنی راہوں کی قیمت کچھ نہ کچھ ضرور اٹھانا چاہتے ہیں۔ پس وہ سمجھ سکتے ہیں کہ کوئی ایسا ہی نہیں، اور کوئی ایسی ہی سخت مجبوری ہوگی، جس نے ان خیالات کے اعلان پر مجبور کیا: واللہ علی ما اقرل شہید۔

ہم چار ماہ سے اس بارے میں قسطنطنیہ کے بعض احباب سے طرکات بحث کر رہے تھے۔ پھر اسپر اکتفا نہ کر کے ہم نے بعض بہدار اصحاب سے بھی خط و کتابت کی اور پچھلے دنوں ایک چھ

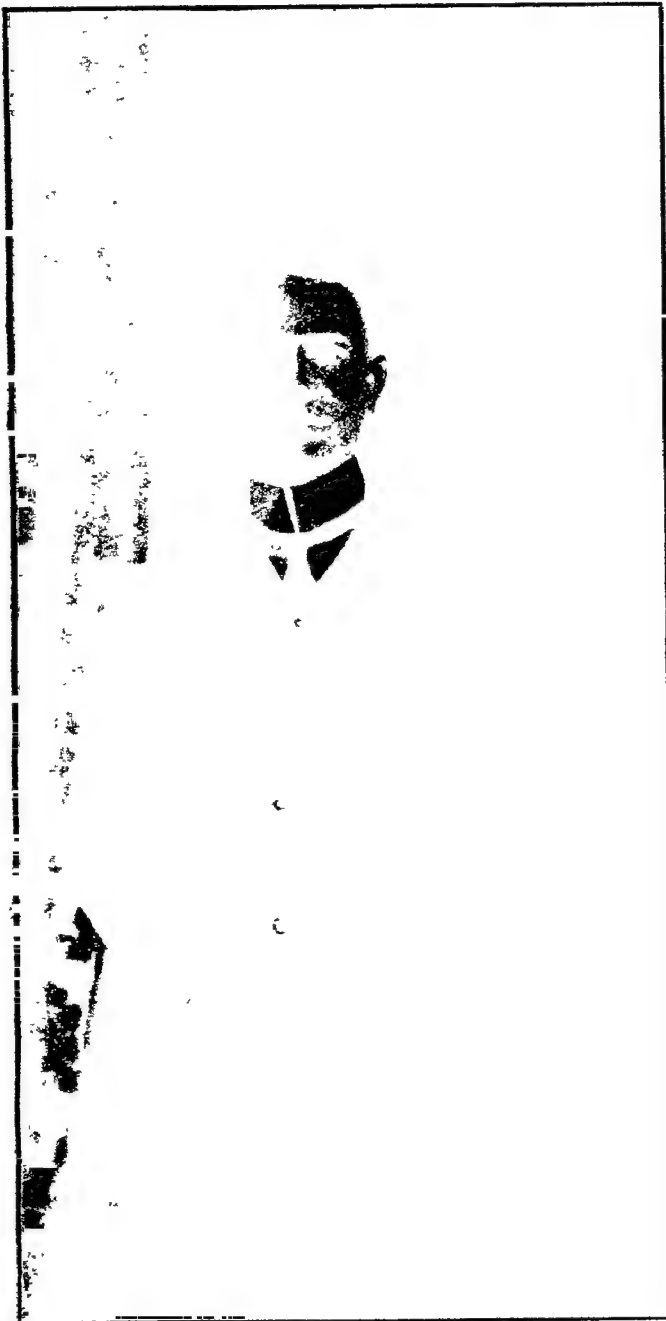
نچھٹی چٹھی خود ہزیکسنسی محمود شوکت پاشا اور شیخ موسیٰ کاظم افندی لکھی۔ اسمیں علاوہ آر آر امور کے درمیانے رتبہ اسی بارے میں تھے۔ پھر تار کے بعد در خلاصہ استفسار امور کا جواب نفیاً اثباتاً طلب کیا جو الحمد للہ کہ ہمکو مل گیا ہے۔

اس وقت تمام عالم اسلامی سے اگر انداختہ الخواص مخلصین اسلام منتخب سے جائیں، تو انکی تعداد بہت زیادہ ہوگی، مگر بہت کم لوگوں کو معلوم ہے ان لوگوں کی فہرست میں سب سے اداہ نمایاں نام مصر کے پرنس (عمر حسن پاشا) کا ہوا، جرنی الحقیقت ایک مخلص ترین خدمتگار ملت اور ایک سچا جان نثار اسلام ہے۔ یہ شہزادہ وزیر اسلام پرست آج در سال سے مرکز اسلام کے انتہائی مصائب میں جر گرانمایہ مات انجام دے رہا ہے، اسکی نظیر اس بی صدی میں بمشکل ملیگی۔ طرابلس و تازی (انور بے) کے پاس (با وجود طرفہ راہ کے مسدود ہونے کے) ہزاروں ہندوین کیلئے سامان جنگ کی برت اور ہر طرح کی ضروریات و رمکان کی موجودگی نے ایک عالم منحصر بنا دیا تھا، مگر یہ راز لوگوں کو ہم نہیں کہ کون خاموش قوت تھی، جو سب کچھ مصر میں بیٹھے بیٹھے انجام دے رہے تھے؟ یہ سب کچھ پرنس

مروسون) کی فدا کارانہ کوششوں کا نتیجہ تھا، اور آج ملک بلقان کے موقع پر بھی وہاں جو کچھ ہو رہا ہے، اسی کے مست و اسلام کی مجاہدات کا نتیجہ ہے۔

ہم نے اس بارے میں پرنس مروسون سے بھی مراسلات کیں اور ان کے متعلق خاص طور پر مشورہ طلب کیا۔

لطفہ کی موجودہ انجمن ہلال احمر جنگ یونان کے زمانے قائم ہوئی تھی، لیکن اس زمانے میں بالکل سرکاری تھی جسکو روپیہ جاتا تھا وہ یلڈیز میں جمع کر دیا جاتا تھا۔ جنگ پس کے شروع ہونے کے بعد انجمن نے از سر نو کام شروع کیا، اب سرکاری خزانے یا دفتر وزارت سے اسے کوئی تعلق نہیں، صرف



قوم کا ایک راستباز، آزاد خیال، اور قابل تعریف فرد: مسٹر مظہر الحق بیروستراتلا (بانکی پور)

جو آخر کے دو سالوں سے نہیں، بلکہ ابتدا سے اپنے سیاسی اعتقادات میں صراط مستقیم پر ہیں، جنہوں نے لیگ کے گذشتہ جلسے میں ”سوت ایل سلف گورنمنٹ“ کے بے معنی نصب العین سے حق پرستانہ مخالفت کی۔ وہ کلکتہ کے گذشتہ دنوں ہال کے جلسے میں مسلمانان ہند کے اصلی جذبات کے بہترین عنوان پر ترجمان و وکیل تھے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ عن المسلمین خیر الجزاء۔

# شذرات

—:~:—

## چندہ ہلال احمر

— \* —

### ایک خطرہ عظیم

(۱)

آغاز اشاعت الہلال سے لوگوں کے بکثرت خطوط ہمارے پاس آتے رہے ہیں جن میں ہم سے پوچھا گیا ہے کہ اعانۂ ہلال احمر کے چندے کو کہاں بھیجا جائے؟ اور فلاں فلاں ذرائع معتمد ہیں یا نہیں؟

بارہا اصرار کیا گیا کہ اسکا جواب الہلال میں دیں، تاکہ عام طور پر لوگوں کو معلوم ہو سکے اور جو حضرات اپنے لطف و نوازش سے اس بارے میں الہلال کے مشورے کو رقیع سمجھتے ہیں، انکے لیے موجب بصیرت ہو۔

لیکن ہم نے آج تک الہلال میں نہ تو اس بحث کو چھیڑا، اور نہ کبھی ذرائع ترسیل زر کی نسبت کوئی خاص رائے دی۔ جب کبھی لوگوں کے خطوط آئے، تو انکو جوابات دیدیے گئے اور حتی المقدور اصرار کیا کہ ۲۵ - پونڈ تک بھی رقم جمع ہوگئی ہو تو براہ راست ترکی بھیج دیں۔

خود بھی ہم نے کبھی چندہ جمع کرنے کی کوشش نہیں کی اور ہمیشہ صرف ترغیب و تشویق ہی کو اپنے لیے کافی سمجھا۔ خود کلکتہ میں بھی جس قدر روپیہ جمع ہوا، مقامی انجمن ہلال احمر کے سپرد کر دیا۔ اسی اثنا میں اپنے بعض اخوان طریقت اور احباب و مخلصین سے خاص طور پر اسکی تحریک کی نوبت آئی، اور ایک صحبت میں کچھ روپیہ جمع ہوگیا۔ ان بزرگوں کی اصرار کے ساتھ یہی رائے ہوئی کہ یہ عاجز ہی اپنے ذریعہ سے روانہ کرے۔

مجبوراً اس رقم سے الہلال کی ”فہرست زراعات“ کھول دی گئی اور باہر سے جو روپیہ خود بخود اکثر آجاتا تھا اور یا واپس کر دیا جاتا تھا یا انجمن کے سپرد کر دیا جاتا تھا، وہ بھی اسی میں شامل ہونے لگا۔

ہم نے ارسال زر کے ان ذرائع کی نسبت جو ہندوستان میں موجود ہیں، کیوں بحث نہیں کی؟ صرف اسلیے کہ اس طرح کے امور میں ہم ہمیشہ سخت سے سخت احتیاط کو بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ عام لوگوں کے جوش اور میلان کا کچھ عجیب حال ہوتا ہے۔ وہ معاملات کو انکی اصلی اور معدودہ حالت میں دیکھنے کے عادی نہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اشخاص کی غلطیوں کے افشاء کے ساتھ، سرے سے اس کام ہی کے نسبت بے دلی پیدا ہو جاتی ہے، جسمیں وہ اشخاص بھی اور صدھا اشخاص کے ساتھ شریک تھے۔

یہ ایک نہایت ضروری نکتہ ہے، جسکی طرف سے کام کرنے والوں کو اغماض نہیں کرنا چاہیے۔

پس اس بنا پر ہم نے اس تمام عرصے میں، باوجود طرح طرح کے مخالف افکار کے جو چندے کی وصولی اور ارسال و طرق ارسال کی نسبت ہمیشہ پیش نظر رہے، خاموشی ہی کو اراں و مناسب سمجھا۔

لیکن اب دیکھتے ہیں کہ خاموشی مصلحت سے گذر کر معصیت تک پہنچ گئی ہے۔ کیونکہ اس بارے میں ہماری معلومات ظن و قیاس نہیں، بلکہ اب یقیناً تک پہنچ گئی ہے۔

پس مجبور ہو گئے ہیں کہ مسلمانوں کو انکی سب سے بڑی اسلامی خدمت اور مالی سرگرمی کیلئے علانیہ مشورہ دیں۔

اس امر کے اظہار کیلئے کسی توضیح و تشریح کی ضرورت نہیں کہ جو روپیہ آج ترکی کی اعانت کیلئے باسم و حقیقت اعانت اسلام جمع ہو رہا ہے، وہ کس درجہ قیمتی ہے؟ بیرونی عورتوں نے اسے لیے فاقے گوارا کیے ہیں، اور غریب ماؤں نے اپنے بچوں کے ہاتھوں سے پیسے چھین کر اسمیں شامل کیے ہیں۔ یہ روپیہ نہیں ہے، بلکہ دل و جگر کی قاشیں ہیں، جو اسلام پرستی اور عشق الہی سے بھرے ہوئے سینوں نے پیش کی ہیں، اور سچی اور حقیقی قربانیاں ہیں، جو اس صدی میں پہلی مرتبہ فرزندان اسلام کر رہے ہیں۔

پھر اگر اس میں سے ایک پیسہ، پیسے کے اگر دس حصے ہو سکتے ہیں تو دسواں حصہ بھی ضائع جائے، اور اس مقصد میں صرف نہ ہو، جسکی امید اور ارز میں وہ دیا گیا ہے، تو ہمارے دلوں میں ناسور پڑ جانے چاہئیں، اور ہم کو اپنے منہ سے خون تھوکانا چاہیے۔

انصاف کیجیے کہ جب ایک چکی پیسنے والی بڑھیا عورت اپنی دن بھر کی کمائی آپکے حوالے کرتی ہے، تو اسکو پورا یقین ہوتا ہے کہ یہ چند پیسے اسلام اور فداکاریوں کی خدمت و راحت میں صرف ہونگے، اور پھر چند دنوں کے بعد یہ یقین کرے ایک نا قابل اندازہ روحانی خروش حاصل کرتی ہے کہ اسکی دی ہوئی رقم اس مقصد میں صرف ہوگئی۔ نہیں سمجھ سکتا کہ اس ذمہ داری کو کن لفظوں میں بیان کروں جو اس بڑھیا کے اس مقدس یقین سے چندہ کی ترغیب دینے والوں، چندہ لینے والوں، چندے کی انجمنوں تمام اخبارات، بلکہ تمام پرستاروں خدا کے نام سے اُٹھ رہے جاتی ہیں۔

مگر ایسا کہنا بے فائدہ ہے، کیونکہ میری بصیرت اور میرا علم مجھے کہتا ہے کہ غریب بڑھیا کا ایمان اور اسکی نیت جتنی صحیح ہے، افسوس کہ اسکا یقین اتنا صحیح نہیں!

احباب یقین فرمائیں کہ اس بارے میں میرے احساسات جس درجہ درد انگیز ہیں، انکو بیان کرنے کی قلم اور الفاظ میں قدرت نہیں، اور علی الغرض اس وقت، کہ دل کی طرح میرا جسم بھی سخت بیمار ہے۔

اول تو اصولاً دیکھیے کہ حالت کیا ہے؟ چندے کا کوئی باقاعدہ انتظام نہیں، کوئی ارگنا ٹریش نہیں، کاموں میں اتحاد اور باہمی نفاق نہیں۔ دینے والے ہاتھ ہیں اور وصول کرنے والی جیبیں یا پھر وہ بنکیں، جہاں اپنے نام سے وہ جمع کرا دیں۔ جس شخص کا جی چاہتا ہے فرضی انجمنیں قائم کر لیتا ہے۔ چند دن کیلئے فہرستیں کھول دیتا ہے۔ نہ کوئی حساب و کتاب ہے اور نہ کوئی نگرانی و احتساب۔

لیکن تا ہم یہاں تک بھی مضائقہ نہ تھا اگر اس درجے سے بلند ہو کر نظروں کو دیکھنے کیلئے قابل اطمینان حالت نظر آتی، مگر اصلی رونا تو اسکا ہے کہ یہ بھی نہیں۔ حالات عموماً چند در چند خدشات

و خطرات سے محصور ہیں اور بہت سی حالتوں میں صریح اور بین طور پر نا قابل اطمینان۔ پھر زیادہ افسوس یہ ہے کہ انکی تشریح کر نہیں سکتا کہ وہی مصلحت کار خاموشی رہنے پر مجبور کرتی ہے۔

خیر، اس سے آگے بڑھیے اور فرض کیجیے کہ یہاں سے روپیہ بحفاظت تمام قسطنطنیہ کی ”مرکزی ہلال احمر“ میں پہنچ گیا اور وہاں سے باقاعدہ رسید بھی آپکے پاس آگئی۔ یہ سعی و کوشش کی آخری سرحد ہے۔ لیکن طول طویل مراسلات، کافی جستجو و تحقیق، معتبر و مرتق ذرائع سے استفسارات، پوری ذمہ داری



# الملك

۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۱ ہجری

—:~::~~:—  
حدیث الغاشیہ

— \* —  
( ۲ )

نشۃ نپم شبی کا صبح خماریا

یونید-ورسٹی فونڈیشن کمیٹی

— \* —  
حزنی سادہ دل امررز دگر چوں ہر بار  
بہ سخن ہائے فریب تو تسلی شد رفت

جنوری کے اوائل میں میں نے لکھنؤ کی گذشتہ صبحتوں کی سبب ایک افتتاحی مضمون لکھا تھا، لیکن بعض دیگر مضامین کی اہمیت و ضرورت نے اسکو وقت پر شائع ہونے کی مہلت نہ دی۔ شاید سردست اس بحث کو دربارہ نہ چھیڑتا لیکن نواب رفیع الملک بہادر کی تحریر گرامی نے (جو پچھلے دنوں علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ میں شائع ہوئی ہے) اور جسکو ہم نے بھی الہلال میں نقل کیا تھا (ایک نیا موقع اس ذکر کا پیدا کر دیا ہے۔

میں اس وقت سخت بیمار ہوں اور بستر پر لیٹے لیٹے یہ سطور بہہ رہا ہوں۔ اس بارے میں نہایت تفصیل سے بحث کی ضرورت تھی، مگر اس وقت تفصیل ممکن نہیں۔ پس صرف چند ضروری امور کی طرف اشارہ کرنا، کیونکہ وقت نکلا جا رہا ہے۔

الہلال نمبر (۵) میں جو مضمون ”حدیث الغاشیہ“ کے عنوان سے نکلا ہے، وہ دراصل اس لیدرگ آرٹیکل کا ایک ابتدائی ٹکڑا تھا، جو میں نے لکھنؤ سے آکر لکھا تھا۔ میں نے اس مضمون کو ’س تحمید ماثور سے شروع کیا تھا کہ: الحمد لله الذي احيانا بعد ما ماتنا‘ واليه النشور (حمد و ثنا اس قادر و قدیم کیلیے ہے جس نے ہمیں موت کے بعد زندگی عطا فرمائی)

فی الحقیقت ان جلسوں کے ذکر میں پہلی چیز جو سامنے آئی ہے، وہ لیدروں کے اس احباری و رہنمائی اقتدار کے طلائی بت کا بڑا پارہ ہونا ہے، جسکی مشرکانہ پرستش نے برسوں سے مسلمانوں کے اجنبانہ فکر اور ازادی رائے کو فنا کر دیا تھا، اور جسکے رعب و ہیبت نے آئے اجنک قومی قوت کو ظاہر ہونے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ قومی رائے اور ازادی خیال کی یہ ایک قوت تھی، جس نے یورپی قوم کو ایک بے جان لاش بنا کر لٹا دیا تھا، لیکن لکھنؤ کے جلسوں میں اس لاش نے زندگی کی پہلی کورت لی۔ اور غلبہ ہمارے لیدروں کو پہلی مرتبہ معلوم ہوا کہ چاندی سونے کی قوت کے علاوہ دھرم میں اور قوتیں بھی بستیں ہیں۔

لیدری کے اقتدار کا یہ بت عجیب الخواص تھا۔ یہ طلائی تہ، اسلیے جب کبھی شملے کی چوٹیوں سے آفتاب نکلتا، تو اسکا جسم ایک شعلہ جوالہ کی طرح چمکنے لگتا۔ اس وقت دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جاتیں۔ لیکن تاریکی میں اسکی صورت مہیب تھی، اور دیکھنے والوں کیلیے خوفناک۔ لکھنؤ کے جلسوں میں اسنے اپنی دنوں صورتیں دکھلائیں۔ وہ چمکتا بھی تھا اور مہیب بھی بنتا تھا،

لیکن نہ تو آنکھیں خیرہ ہوئیں، اور نہ لوگوں کے دل ہلے۔ بالآخر عاجز آکر مجبور ہوا کہ ایک عظیم الشان بت کا معبودانہ اقتدار و جلال چھوڑ کر، عام انسانوں کی طرح عاجزانہ مکر و سازش کی کوششوں سے کام لے، اور جس قوت کو میدان جنگ میں شکست نہ دے سکا، اس سے سازش کے خیموں میں عہدہ برا ہو: کڈاک نبلوہم بما کانوا یفسقون (۷: ۱۲۲)

ہم اس امر کو اتنی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ اب دہرانے کی ضرورت نہیں۔ ہم نے بارہا لکھا ہے کہ قومی کاموں میں تنظیم اور تشکیل کیلیے جسدرجہ لیدروں کی ضرورت ہے، اس سے کہیں زیادہ انکا خود مختارانہ اقتدار مضر اور مہلک بھی ہے۔ اسلام دنیا میں صرف اسلیے آیا، تاکہ انسانوں سے ان تمام اقتداروں کو چھین لے، جنکے ذریعہ وہ تحکم اور جبر کے سانہے غیر مسئلہ حکومت کرتے ہوں، اور پھر خواہ یہ اقتدار دنیوی رؤساء کے ہاتھوں میں ہو، خواہ مذہبی پیشواؤں کے حکومت کے ہاتھوں میں ہو، یا کسی بت خانے کے پوجاریوں کے قبضے میں، کہیں ہو، اسلام اسکا دشمن ہے، اور اسکو شرک فی الصفات قرار دیتا ہے، کیونکہ اُسکے نزدیک غیر مسئلہ ہونا اللہ کی صفت ہے، پس جو شخص اس صفت کو اللہ کے سوا کسی اور طاقت میں تسلیم کرتا ہے، وہ خدا کی صفت میں دوسرے کو شریک کرتا ہے: ما کان لرجل ان یتوبہ اللہ الکتاب والحکم والنبوة

ثم یقول للذاس کونوا عباداً لی من دون اللہ - (۳: ۷۳) (۱)  
وہ اس طرح کے اقتدار کو صرف ”اللہ“ کے سانہے مخصوص کر دیتا ہے: (ان الحکم الا للہ) اور اسی کو دین قیم قرار دیتا ہے: (ذلک الدین القيم) پھر اگر اس اقتدار کا حق دنیوی امور میں کسی شے کو ہے، تو وہ صرف قوت ”شوری“ یا جماعت کا اجماع و مشورہ ہے، اور وہ بھی اپنے تمام اعمال میں احکام الہیہ کے تابع رہنے پر مجبور۔

پس یہ ایک شرک جلی تھا، جو ایک کھلی بت پرستی کی صورت میں تمام پیروان توحید پر مسلط ہو گیا تھا۔ ہر شخص جو (علی گڑھ) کو چندہ دینے کیلیے روپیہ رکھتا ہو۔ ہر شخص جسکے پاس علم کی جگہ چاندی سونا ہو۔ ہر دولت مند جو کسی اجتماع کے موقع پر ایک پر تکلف دنر دیسکتا ہو۔ ہر رئیس جسکے پاس سازشوں کیلیے بہت سی موٹر کاریں ہوں۔ ہر قیمتی پوشاک جسکی جیب بھاری ہو۔ ہر اراز جسکے گرد ایک حلقہ تحسین ہو، غرضکہ ہر وہ شے جسکا وزن بھاری، اور رنگ سنہری ہو، اس امر کا قدرتی حق رکھتی تھی کہ سات کتر انسانوں کا اپنے تئیں معبود و مسجود ظاہر کرے، اور قومی رائے، ازادی خیال، حق و صداقت، علم و فضل، تجربہ و دانشمندی، غرضکہ دنیا کی ہر شریف قوت سے جبراً اپنے آگے سجدہ کرائے۔ اسکی رائیں حکم ہوں، اسکا حکم شریعت ہو، اور اسکی شریعت غیر منسوخ: یتبع ما یشاء ویختار:

و کڈاک جعلنا  
فی کل قریۃ  
اکبر معرمیہا  
لیمکررا فیہا، وما  
یمکرون الا بانفسہم  
وما یشعرون  
(۲: ۱۲۴)  
اور اسی طرح ہر انسانی ابادی میں ہم نے بڑے بڑے لوگ پیدا کیے کہ وہی ان میں بد اعمال بھی تھے، تاکہ ان ابادیوں میں مکر و فساد پھیلاؤں۔ حالانکہ وہ جسقدر مکر کرتے ہیں، اپنے ہی ساتھ کرتے ہیں (کیونکہ) یمکرون الا بانفسہم وہ انہی کے آگے آئے والا ہے) مگر وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے۔

ہم نے لکھا تھا کہ اولین منزل لیدروں کی لیدری کا نہیں، بلکہ اسکی ہیبت و سطوت کے تسلط کا بت ہے، ایک مرتبہ بھی

(۱) یہ حق کسی انسان کو حاصل نہیں کہ خدا اسکو کتاب و عقل یا حکم و نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے احکام کی پیروی کر اور اس طرح مجھکو پوجو!

دشمن کی اور فوج بڑھی اور البسان کی پہاڑیوں پر قبضہ کر لیا لیکن ترکی والنتیروں نے رات کے حملے میں قبضہ واپس لے لیا۔

اسٹریا و روس فوجی تیاری کر رہے ہیں جرمنی و فرانس فوجی طیاروں میں سرعت کے ساتھ کوشاں ہیں۔ ایم ڈیل کیس فرانس کی جانب سے سینٹ پیٹر سبرگ میں سفیر مقرر کیا گیا ہے جسے پیرس میں بڑی خوشی ہوئی۔ مسٹر پانیکار کے تقرر پر فرانس کے ساتھ روس نے درستی کا مزید اظہار اس طرح کیا ہے کہ مسٹر پانیکار کو آرڈر آف سینٹ اینڈرر عطا کیا۔

گذشتہ سنیچر اور اتوار ہم نے بانکی پور میں بانکی پور کے جلسے بسر کیا، اور کیا مبارک ہیں زندگی کی وہ گھڑیاں، جو دل کی ایک ٹیس، اور انہوں کے ایک قطرہ اشک کے ساتھ بسر ہو جائیں!

بالعموم مسلمانان بانکی پور میں جو خود فرورشانہ جوش و خروش، اور اسلام پرستانہ ولولہ و اضطراب اس موقع پر نظر آیا، وہ ہمارے لیے ایک نہایت امید افزا منظر تھا۔ ہم نے دیکھا آگ بھڑکی ہے، تو تنور کا کوئی گوشہ شیش سے خالی نہیں، دلوں کی صفیں ہر جگہ برہم ہیں۔ اسمیں کسی خاص شہری خصوصیت نہیں۔ البتہ آگ اس لیے ہے، تا کہ اس سے کام لیا جائے اور کوئی ایسا چراغ روشن کر لیا جائے جو چرچے کے تہذیب ہو جائے بعد بھی جلتا رہے۔ یہی ایک خیال ہے، جسکی خلش مرجعہ جنگ کے آغاز سے اس وقت تک ہمارے دل میں ہے، اور انجا کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

انجمن اسلامیہ بانکی پور کے جلسے میں اس عاجز کی تقریر ”واقعہ میلاد نبوی“ پر تھی، اور وہ صرف اسی غرض سے شائع منعقد ہوا تھا۔ یہ جلسہ اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ قوم کے ذکر میلاد کا ایک نیا نمونہ پیش کیا گیا۔

عنوان تقریر: لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ تھا۔ دوسرے دن عیدگاہ کے میدان میں ہلال احمر کا جلسہ عام تھا بیس ہزار آدمیوں کا اجتماع، دانا پور تک سے جلوسوں کا بندا آنا اور شریک جلسہ ہونا، اللہ اکبر کی صدا ہاے پیہم، اور پھر محویت و بیخودی کی سرشاری، جس سے مجمع کا کوئی کون خالی نہ تھا، فی الحقیقت اسے مناظر نہ تھے جو ہمیشہ میسر آتے اور ایسی صدائیں نہ تھیں جو جاد بھلا دی جالیں۔

میں تمام بزرگان و کار فرمایاں بانکی پور کو انکی اس مستعد صد تحسین و اتباع بیداری و خدمات جلیلہ پر مبارکباد دیتا ہوں، شکر گزار ہوں اس پر جوش و خلوص استقبال اور اظہار محبت و نوازش کیلئے، جو اس عاجز کیلئے انہوں نے ظاہر فرمایا، اور جو ایک لمحہ کیلئے بھی اپنے تئیں اہل نہیں سمجھتا۔

طلباء شہر کے جوش و محبت کے اظہارات خاص طور پر یاد یاد رہیں گے۔

البتہ یہ دیکھ کر سخت افسوس ہوا کہ باہمی نزاعات و مذناشات اور فریقانہ منافسات کے مرض متعدی سے آجکل کی اسلامی خدمت کی مقدس رضا بھی خالی نہیں، اور ہر جگہ کا یہی حال ہے میں امید کرتا ہوں کہ ہلال احمر کے جلسہ کی اخیری تقریر میں جو معروضات اس عاجز نے پیش کی تھیں، بزرگان بانکی پور ان اضماع نہ فرمائیں گے۔

یہ ہفتہ بالکل خاموشی میں گذر رہا ہے۔ ہفتہ جنگ (حقی پاشا) کے سفر انگلستان کی نسبت طرح طرح کی افواہیں مشہور کی گئیں، مگر بالآخر انہوں نے لندن میں ظاہر کر دیا کہ میرے سفر کو ان افواہوں سے کوئی تعلق نہیں، فیذا یدریا نرپل اور جزائر کو چھوڑ کر صلح کرنے کا بھی کوئی ارادہ اپنے ساتھ نہیں رکھتا۔

ایک اہم واقعہ ترکی کا مالی مسئلے کی مشکلات کو حل کرنا ہے۔ مرجعہ وزارت کے تدبیر و دانشمندی کا یہ ایک دوسرا ثبوت ہے کہ مالی مسئلے کے انتظامات میں وہ غیر متوقع کامیابی حاصل کر رہی ہے۔ ریوٹر نے اس بارے میں صرف اتنی خبر دی ہے کہ بازاروں اور پونڈ کی زمین کی ضمانت پر (بلجیم) سے نصف ملین پونڈ قرضہ وصول کیا گیا ہے۔ نیز حکومت نے بہت سی چیزیں فروخت کر دیں، جن سے اتنی ہی رقم آرہی ہے وصول ہوگئی اور اس طرح سپاہیں کی تذخراہ اور رسد کے وقتی انتظام کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔

لیکن فی الحقیقت جو انتظامات عظیمہ روپیے کے طرف سے اطمینان کامل حاصل کر لینے کیلئے (طلعت ہے) نے بغیر استمدادِ دلِ یورپ کیے ہیں، وہ اس سے زیادہ وسیع اور عظیم الشان ہیں، اور امید ہے کہ جنگ کی ایک طویل مدت تک کیلئے حکومت کو مالی افلاس سے نجات مل جائیگی۔

لیکن جبکہ درات عثمانیہ جنگ جاری رکھنے کیلئے ان دقتوں سے روپیہ فراہم کر رہی ہے، تو ان مسلمانانِ ہند کو اپنا فرض نہیں بھرانا چاہیے، جنہوں نے اسے جنگ پر آمادہ کیا ہے۔

بمبئی کے عثمانی قنصل کو جو اطلاعات قسطنطنیہ سے ملی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایدریا نرپل پر خفیف سی گولہ باری جاری ہے۔ کوئی بڑا مقابلہ نہیں ہوا۔ گیلی پولی اور بلیر میں ترکی قرا محکم رشید، اور دشمنوں کی قوت انتقال و حرکت کی جرأت نہیں کرتی۔

معلوم ہوتا ہے کہ ایدریا نرپل کے طرف ہت کر گیلی پولی کی راہ بڑھنے کے ارادے میں بھی باغاریا و سروریا کو پوری ناکامی ہوئی ہے اور خبروں کا نہ انا (بقول ایک مشہور انگریزی ضرب المثل کے) یہی معنے رکھتا ہے کہ اچھی خبر ہے۔

مگر ہم کو یقین ہے کہ غازی (انور پے) کسی نہایت ہی عظیم الشان مخفی ارادے سے سرگرم کار ہیں، اور گو ابھی خود قسطنطنیہ میں کسی کو معلوم نہ ہوگا کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ مگر عنقریب وہ اپنی محیر العقول اور نیرنگ ساز صورت میں دنیا کے سامنے ظاہر ہونے والے ہیں۔

یہ کیسی تمسخر انگیز مگر شرارت و دسائس سے لبریز حرکت ہے کہ ادھر تو میدان کارزار گرم، اور صلح برہم ہر جگہ ہے، اور ادھر البانیا کی تقسیم، سقراطی کا الحق، رومانیا اور باغاریا کے مقبوضہ مقامات کے سرحدی نقشے، اور تقسیم و تحدید کے مشورے طے پا رہے ہیں!

اسٹریا اور روس میں جنگی طیاروں کی خبریں پھر گرم ہیں، رومانیا اور باغاریا کی کشید گدیاں بڑھتی جاتی ہیں، مگر امید نہیں کہ ان بادلوں کی گرج اس وقت برس سکے۔

۲۴ - فروری کا تار مظهر ہے کہ - ایدریا نرپل میں گولہ باری جاری ہے ایک باغاری آلہ ہوائی جسے روسی لفتنانت چلاتا تھا ترکی لین میں اترا اور گرفتار کر لیا گیا۔ ایک قریب باغاری فوج جو کادیکونی سے بڑھ رہی تھی درگھنٹے کی جاگ کے بعد پسپا ہوگئی۔ اسی وقت

اور اپنے ایمان و ایقان میں محکم تر ہو جائیں۔ کل سعی کی اسلیے ضرورت تھی کہ بہر حال سعی کرنی چاہیے، لیکن آج اسلیے ضرورت ہے کہ خود نتائج بھی سعی کی دعوت دے رہے ہیں۔ کل تک لوگ غافل تھے، پس ضرورت تھا کہ انہیں ہشیار کیا جائے، مگر اب لوگ آنکھیں مل رہے ہیں، پس ہم کو بھی اٹھنے والوں سے غافل نہیں ہونا چاہیے:

بائیں کہ کعبہ نمایاں شود زبا منشیں

کہ نیم گام جدائی ہزار فرسنگ ست

( ۴ )

اگر ہوا موافق نہ ہو، دریا مہربان نہ ہو، اور ستارے رھنمائی نہ کریں تو کشتیوں کیا کر سکتا ہے؟ لیکن تاہم کشتی اگر سلامت جائے تو کشتی چلانے والے کا حق تعریف کوئی چھین نہیں سکتا۔ جو تغیرات اس وقت مسلمانوں کے خیالات میں ہوئے ہیں، وہ ایک قدرتی نتیجہ ہے اُن تغیرات کا، جنہوں نے چاروں طرف سے ہمارا محاصرہ کر لیا ہے، تاہم جن لوگوں نے ان تغیرات کا ساتھ دیا، اور

نفس کیلئے یہ بس کرتا ہے کہ راہ صحیح اور موصل الی المقصود نہ ہو، ضرورت نہیں کہ ہمارے ہی قدم منزل مقصود تک پہنچیں۔ مگر ہمارے نقش قدم پر چلنے والے منزل مقصود تک نہیں گئے، اور جو سفر کا خط ہم نے کھینچ دیا ہے، وہ انکی کامیابی کے لیے نشان تک رھنمائی کرے گا:

نفس نہ انجمن آرزو سے باہر کھینچ!

اگر شراب نہیں انتظار ساغر کھینچ!

حسب حالت یہ ہو، تو پھر اس انقلاب کے ظہور کو کیوں نہ ایک غیبی برکت اور ایک احسان الہی سمجھا جائے، جسکی کوششوں کے نتائج سال سے بھی کم عرصے میں ظاہر ہو گئے، اور جو بیچ سالہا سال انتظار کی برداشت کے بعد برگ و بار لاتے ہیں، انہوں نے چند بدوں کے اندر ہی اپنی تہذیبیں پھیلادیں؟ البتہ یہ جو کچھ ہوا، جس ایک ابتدائی مظہر نصرت، اور مستقبل کا پہلا نمونہ تھا، پھر ہر طرف ایک محدود دائرے کے اندر ہوا اور ابھی ہمارے اعمال

## فنگانہات

—: (\*):—

### مسلم یونیورسٹی کا نصاب تعلیم

— \* —

- \* ہمارے لیڈروں کے مشغلے اب بڑھتے جاتے ہیں
- \* کہ اب سازش کی بھی باقاعدہ تعلیم ہوتی ہے
- \* ہماری مجلس قومی کے جب اجلاس ہوتے ہیں
- \* تو اخلاقی قواعد میں بھی کچھ ترمیم ہوتی ہے
- \* بنائے جاتے ہیں کالج کے لڑکے عدرو پائیس میں
- \* سکھائی جاتی ہے جو کچھ نئی اسکیم ہوتی ہے
- \* ادھر اسٹیج پر سرگوشیاں ہوتی ہیں آپس میں
- \* اشاروں میں ادھر فرد عمل تقسیم ہوتی ہے
- \* طلسم جشم و ابرو کے جو اسرار نہانی ہیں
- \* کسی پر تائیاں بچتی ہیں تحقیر و اہانت کی
- \* کسی آزاد گو کے کان میں کچھ پھونک دیتے ہیں
- \* کہ جس سے کچھ امید شیعہ تسلیم ہوتی ہے
- \* شکایت ہوتی ہے جب تشنہ کامان تفرار کو
- \* ترپہر جام سفارت میں بھی کچھ تعمیم ہوتی ہے
- \* یہاں تک تو خدا کے فضل سے ہم نے ترقی کی
- \* اب آگے دیکھیے اس فن میں کیا ترمیم ہوتی ہے

( نقاد )

انکی صدا کے سننے کے لیے دلوں میں استعداد پیدا کرائی۔ ضرورت ہے کہ اس معلول کے ”علل“ میں انکو بھی شمار کیا جائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس سلسلے میں سب سے بڑے نواب ( رقار الملک بہادر ) قبلہ کے اُس مضمون کا ذکر کرنا چاہیے، جو انہوں نے دربار دہلی سے آکر علی گڑھ گزرتے میں لکھا تھا، اور جسمیں گوکسی اصول کے طرف دعوت نہیں دی گئی تھی، مگر مسلمانوں کے ”مسلمہ قومی پالیسی“ کے بت پر یقیناً اس سے ایک ضرب کاری لگی۔

اسکے بعد شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی نے بعض مضامین ( مسلم گزٹ ) میں لکھے، اور اسکا اعتراف کرنا چاہیے کہ انہوں نے تغیر خیالات میں سب سے زیادہ مدد دی۔ اسکے ساتھ ہی ( مسلم گزٹ ) کی اشاعت بھی قابل ذکر ہے، جو الحمد للہ کہ بدستور خدمت ملت میں سرگرم، رقعہ رقعہ استبداد سیاست میں مصروف پیکار ہے۔ اس سلسلے میں ہم اپنے شیعہ آفریں دوست

معتقدات کے وہ اصل اصول باقی ہیں، جنکے مقابلے میں جماعتوں نے بڑھوں کے متفقہ جہاد کی ضرورت ہے۔ میں اس تغیر کو اس لحاظ سے یقیناً اہمیت دیتا ہوں کہ وہ تغیر تھا، اور مسلمانوں کی حالت دنوں سے غیر متغیر ہو رہی تھی، پس تغیر خواہ کتنا ہی ابتدائی و ضعیف ہو، مگر جمود کی شکست کا منہبر ہے۔ ررنہ اس بارے میں بڑے خیالات بہت وسیع، اور پیش نظر مقاصد بہت بلند ہیں، سنہل ہے کہ اس وقت اپنی نظریں وہاں تک پہنچ سکیں۔ میں صرف اس نقطہ پر قرحہ دلانا چاہتا ہوں کہ کام کرنے والے اپنے کام میں تبدیلی کے تغیر کے تذکرے سے فائدہ اٹھائیں۔ انکی کوششیں اگر ابھی ساٹھ سال تک ایک ادنا سا تغیر بھی پیدا نہ کر سکتیں، جب ہی انکو مایوس نہ ہونا تھا، چہ جائیکہ اسقدر جلد ایک سخت و نمایاں تغیر انکو کامیابی کا مژدہ دے رہا ہے، اور یقین دلا رہا ہے کہ محنتوں کے نتائج کیلئے زیادہ صبر و انتظار کی آزمائش نہیں ہے۔ پس وہ اپنی ہمتوں کو آرزو قری کرے، عمل کی رفتار تیز کر دے،



دنیاوی جن ہاتھوں میں ہے، ان میں سے ایک متنفس بھی نہ تھا جس نے ساتھ دیا ہو، مگر با ایں ہمہ آپ نے لکھنؤ میں دیکھا کہ درخت پیدا ہو چکا ہے، اور اسکی شاخیں قوی اور تنومند ہیں۔ پس یہ فی الحقیقت ایک بہت بڑی نعمت و احسان الہی ہے، جسے میں میں گردنوں کو سر بسجود، اور زبانوں کو زمزمہ سنج تہمید و تقدیس ہو جانا چاہیے :

الحمد لله الذي تمام حمد و تقدیس اُس خدائے حکیم و رفیع  
هدانا لهذا وما کیلئے جس نے اس راہ حق و حریت کی طرف  
نڈا نہندہی لولا ہماری ہدایت کی، اور یقیناً ہم ہدایت نہ پائے  
ان ہدانا الیہ اور ضلالت سے نہ نکلتے، اگر اسکی ہدایت  
(۷: ۴۲) بخشی کی نصرت ہماری مدد نہ کرتی۔

یہ بھی ایک ظہور تھا اس اعلان حق و معروف کی طاقتوں کا، جنکی طرف ہم نے پچھلے دنوں ”فاتحہ جلد جدید“ کے زیرِ عنبر اشارہ کیا ہے۔

### (۳)

ایک بڑی بصیرت جسکی صدا اس انقلاب حالت سے نکلتی ہے، یہ ہے کہ جو کوششیں حق اور سچائی کے اعلان کیلئے کی جائیں خواہ زمانہ کتنی ہی انکی مخالفت کرے، لیکن وہ دنیا کے پاؤں کی طرح اپنی راہ خود نکال لیتی ہیں، اور کہیں ان لوگوں کی محنت ضائع نہیں جاتی، جو آرزوئی معیت چھوڑ کر حق و صداقت کا ساتھ دیتے ہیں۔ کارساز قدرت کا وعدہ ہے کہ: ”انی لا اضيع عمل عامل من دأمر رائی“ میں کسی کام کرنے والے کے کام کو نفع و زائگان نہیں کرتا۔ قرآن کریم میں ہر جگہ ”والعاقبة للمتقين“ فرمایا گیا ہے، اور اسکی بھی یہی معنی ہیں کہ دنیا میں انجام دہ کی کامیابی صاحبان حق و معروف ہی کیلئے ہے۔

پس ہم اُن تمام حامیان حق و معروف کو مبارکباد دیتے ہیں جنہوں نے پچھلے سال قوم میں آزادی خیال اور طلب حقوق کی تحریک پیدا کرنے میں حصہ لیا۔ اُس نصرت فرمائے حق نے سند قلیل عرصے کے اندر انکی سعی مشکور کے نتائج حسنہ انکو دکھلا دیے، حق و صداقت کا اعلان کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لیے بہت بڑے صبر و انتظار اور تحمل و ضبط کی ضرورت ہوتی ہے۔ نڈی پاک ہستیاں عین، جنہوں نے دنیا میں اسکی پیچ بوسے اور اپنی بڑی بڑی زندگیاں اسکی آپداسی میں صرف کر دیں، پھر نکلے جا فرماں حق و صداقت ہیں، جنہوں نے اپنے اشک ہائے امید اور خونہائے حسرت و راز سے اس پیچ کے پودے کو سیراب کر دیا، ہمہ انکی آنکھوں کو اسکی برگ و بار کا منظر دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ نسلیں پر نسلیں گذر گئیں، جب کہیں خار وہ بیج بار اور ہوئے۔

آج مسلمانوں کی اعمال زندگی کی ہر شاخ میں جو حالت ہو رہی ہے، وہ حامیان حق و صداقت سے ایسی ہی قربانیوں کی طالب ہے، جو صبر و انتظار کی انتہائی قوتیں اپنے اندر رکھتی ہیں اور نتیجہ کیلئے بے صبر نہیں، بلکہ اپنے کام میں منہمک و مشغول ہوں۔ ہم ایک پوزی قوم کو چاہتے ہیں کہ از فرق تا بقدم بدل دیں۔ انسانی اعمال و معتقدات کا ایک نقشہ ہمارے سامنے ہے، ہم چاہتے ہیں کہ اسکو یکسر اڑات۔ دیں ہمارے سامنے ایک سر بفلک عمارت ہے جسکی دیواریں پہاڑوں کی چٹانوں سے، اور جسکی چھتیں لڑھکی سلاخوں سے بڈائی گئی ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ اسکو مسمار کر دیں اور ایک ایسی نئی عمارت بنالیں جسکی چھت ہی نہیں، بلکہ بنیاد بھی نئی ہو۔ پھر اگر یہ ارادہ عظیم ہے، تو ضرور ہے کہ انتظار کی قوت بھی شدید، اور صبر کا پیمانہ بھی بڑا ہو۔ اس راہ کے مسافر

اگر یہ دیوتا گرا دیا گیا، تو پھر اس بساط پیشوائی کے تمام مہرے ہائے اصنام خود بخود سرنگوں ہو جائیں گے۔ پس لکھناؤ میں جو کچھ ہوا، وہ اس امر کا ثبوت ہیں تھا کہ کم از کم اس مشرکانہ عیدت کا بت تو قومی راے کے گزر گراں سے مجروح ہو چکا ہے، اور اگرچہ گذشتہ ایک سال کے عرصے میں موسم کی تبدیلی کے آثار بالکل واضح اور ظاہر تھے، تاہم یہ پہلی شکست ہے جو قوم نے افراد کو دی، توقع سے زیادہ اور امیدوں کے برخلاف۔ اور قومی زندگی کی یہ پہلی آواز ہے جو مسلمانوں کی مجالس میں اُٹھی، امید سے زیادہ قوی، اور توقع سے زیادہ بلند۔ زنجیریں بہت بھاری تھیں، اور پاؤں مدتوں سے مقید۔ میدان کا پنچہ سخت تھا، اور صید بظاہر کمزور، لیکن الحمد للہ کہ رھٹی کی پہلی کوشش کا تجربہ بے اثر نہ رہا، اور بند گوتے نہیں مگر ڈھیلے ضرور ہو گئے :

فائل تر ہو گئے ہیں وہ تائیر عشق سے

موقع نکالنا سو یہ حکمت کی بات ہے

ہمارے عقیدے میں یہ انقلاب حالت ایک الہی بار بار تھا، جو صرف اسلیئے تھا تاکہ عبرتوں اور بصیرتوں کا موجب ہو، تاکہ بہرے سنیں، اور اندھے بینا ہوں۔ تاکہ اس ابدی راری قانون کا ایک نیا معجزہ تم دیکھو کہ حق اور صداقت کی آواز کو کوئی قوت رک نہیں سکتی، اگرچہ شیطان کے بڑے بڑے مظاہر جمع ہو جائیں۔ اور سچ ہمیشہ سے ایک ابھرنے والا جوہر ہے، اگرچہ جھوٹ کی بڑی چٹانوں سے اُسے دبا دیا جائے: و یحق الله الحق بکلمتہ و یو کرہ المجرمون (۵۲: ۴۱) زان فی دلت اذی، لمن کان لہ قلب او القی السمع و هو الشہید (۵۰: ۳۷)

### (۲)

درخت سب بوئے ہیں، لیکن ہر شخص بی نصیب میں بہ نہیں ہوتا کہ پھل بھی کھائے۔ پس نہایت مبارک ہے وہ ہاتھ جو تخم پاشی کے بعد ہی اپنے دامن میں اسے پھلوں کو بھی دیکھے۔ مسلمانوں میں نئی حرکت کی تاریخ تقسیم بنگال کی منسوخی سے شروع ہوئی ہے۔ اس سے پہلے صرف خال خال اشخاص تھے، جنکو کانگریسی، باغی، بے وفائے قوم، مفسد، اور اسی طرح کے بعض بعض اصطلاحات خاص سے یاد کیا جاتا تھا، مگر قوم کی قوم صرف اس شریعت پر عامل تھی کہ لیڈروں کی کاہلی کھینچ گئے، انکو ہر حکم پر ”سمعنا و طعنا“ کہہ کر سر بسجود ہو جائیں اور مسلمانوں کیلئے غلامی و استبداد کی جو شریعت (بالہی) انہوں نے مقرر کر دی ہے، اس سے سر موٹا نہ کیجیے کہ :

بے حکم شرع اب خوردن خطاست

(طعاطری) نے (حاشیہ در المحتار) میں مذاہب اربعہ کی تقلید کی نسبت غصے میں آکر لکھ دیا تھا کہ: من کان خارجاً عن هذه الاربعة في هذا الزمان، فهو من اهل البدعة و النار اس سے بھی شدید تر حال ان ائمہ مجتہدین کی تقلید کا تھا کہ جو شخص انکی تقلید سے انکار کرے، وہ قطعاً قوم سے خارج اور گمراہ ابدی ہے۔ رہا اگر اسپر ”اجماع“ ہو گیا تھا، تو یہاں بھی مسلمانوں کی ”مسلمہ قومی پالیسی“ پر ”مبارکتی“ کا سواد اعظم تھا: من شد، شد فی النار! پھر غور کیجیے کہ اس نئی حرکت کے بیج کو جگہ پکڑنے، پھوٹنے، اور ابھر کر بلند ہونے کیلئے کتنی مدت ملی؟ اسباب ظاہری میں سے کیا سامان تھا، جو اسے میسر ہوا؟ زمین بظاہر نا موافق تھی، اور چند ارازم کے سوا، جنکے دبانے کیلئے دولت، اجتماع، سازش، اور رئیسانہ و حاکمانہ اقتدار، تمام قوتیں مستعد تھیں، کرن تھا جس نے آبپاشی کی ہو؟ اعزاز ظاہری اور رسوخ

# مقالہ

## معجزہ و خوارق

— : \* : —

( ۱ )

— : \* : —

• معجزہ کے باب میں سب سے پہلی بحث یہ پیدا ہوتی ہے کہ معجزہ دلیل نبوت ہے یا نہیں؟ اہل کے زمانے میں جو سرمایہ جدید علم کلام کے نام سے فراہم کیا گیا ہے۔ اسمیں ثابت کرنے کی ریش کی گئی ہے کہ معجزہ دلیل نبوت نہیں ہو سکتا۔ ہم چاہتے ہیں کہ سب سے پہلے اسی سوال پر نظر ڈالیں۔

در اصل یہ رائے مشہور مسلمان حکیم : ( قاضی ابو ولید ابن رشد ) کے کتاب سے ماخوذ ہے اسلئے پہلے ہم انکی رائے بتمامہ نقل کر دیتے ہیں۔

بہت سے مقدمات

معجزہ سے جب نبوت پر دلیل لائی جاتی ہے تو مقدمات یہ ہوتے ہیں :

(۱) نبی سے معجزہ صادر ہوا۔

(۲) جس سے معجزہ صادر ہوتا ہے وہ نبی ہوتا ہے۔

مقدمہ اولی کا ثابت ہونا دو مقدموں پر مبنی ہے :

( الف ) معجزہ ممکن الوقوع ہے اور واقع ہوتا ہے۔

( ب ) مدعی نبوت نے تعین کے ساتھ معجزہ دکھایا۔ وہ کسی سمت عملی یا صفائی مشق کا نتیجہ نہ تھا۔ نہ نظر بدی۔ تہی۔ نہ تحیل تھا۔

(۲) دوسرا مقدمہ۔ اسکا ثبوت بھی دو مقدمات پر موقوف ہے :

( الف ) رسالت و نبوت کا وجود ہے۔

( ب ) معجزہ بجز نبی کے کوئی نہیں دکھا سکتا۔

ابن رشد کی تقریر کے متعلق دو امر قابل لحاظ

حکیم ابن رشد کی طولانی تقریر سے جو مقدمات ہم نے نقل کیے ہیں، انکے متعلق دو امر قابل لحاظ ہیں :

(۱) معجزہ کے معجزہ ثابت کرنے میں نہایت دقت و دشواری ہے۔

(۲) جب تک مقدمات اربعہ ثابت نہ ہو جائیں، معجزہ دلیل

بوت نہیں ہو سکتا۔

ہم سب سے پہلے امر اول کی طرف توجہ کرتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ خود علامہ موصوف نے اثبات نبوت کیلئے کونسی دلیل اختیار کی ہے اور اس میں کیا سہولتیں ہیں۔

ابن رشد کی دلیل نبوت

ام الذی دعا بہ الناس

لحد اہم بہ، ہو الكتاب

عسز، فقال تعالى: قل

سُن اجتماعت الحسن

الانس علی ان یاتوا

سأ هذا القرآن، لا یأتون

سأله راسو کان

مضم لبعض ظہیرا

قائل: فأثرا بعشر راسو مثله

لیکن وہ چیز جسکے ذریعہ سے

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم

نے لوگوں کو بلایا اور انکے مقابلہ و

معارضہ میں پیش کیا، کلام پاک

ہے۔ فرمایا اللہ رب العزت نے

”کہدے اے پیغمبر ( صلی اللہ

علیہ وسلم ) کہ اگر تمام جن

و آدمی ملکر قرآن کی مثل بنانا

چاہیں تو اسے نہ ممکن ہے۔

مغتریات۔ واذا کان الامر

هكذا، فخارقہ صلی

اللہ علیہ وسلم الذی

تحدی بہ الناس وجعلہ

دلیلا علی صدقہ فیما

ادعی من رسالہ، ہو

الكتاب العزیز۔ ( الكشف عن

مناہج الادلة - صفحہ ۷۷ )

اگرچہ انکا بعض، بعض دوسریکا

معان اور مددگار ہو جارے۔

اور فرمایا اللہ پاک نے ”لاؤ ایسی۔

دس سورتیں بذاکر“ جب یہ

حال ہے تو وہ امر خارق عادت

جسکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنی رسالت کے ثبوت میں

پیش کیا صرف کلام مقدس ہی ہے

اس تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ ابن رشد نے سرور کائنات صلی اللہ

علیہ وسلم کی نبوت مطلقہ اور رسالت عامہ کو صرف خدا کی الہامی

اور مقدس کتاب سے ثابت کیا ہے اور آپ کے خوارق عادت میں سے

محض قرآن پاک کو معجزہ تسلیم کیا ہے ( یعنی قرآن کے مبارک ارشاد،

بلیغ جملے، فصیح عبارات، بلیغ معانی، جامع ہدایتیں، پر تاثیر نصائح،

مکمل تعلیمیں ) اسکے نزدیک یہ جملہ امور صاف طریقہ سے بتاتے ہیں کہ

بے شبہ یہ کتاب خدا کی کتاب ہے اور صاحب کتاب نبی مامون ہیں

پھر ان تمامی باتوں کے ساتھ جب اسکا خیال اس طرف مائل ہوتا ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امی تے، جاہل اور وحشی قوم میں

پیدا ہوئے، انہی میں پرورش پائی، انہی میں ہمیشہ رہے اور

بوجود اسکے ایسی کتاب پیش کی، تو آپ کی رسالت کا پورا اور کامل

یقین ہو جاتا ہے۔

آنحضرت ( صلی اللہ علیہ وسلم )

کی نبوت پورے طور پر ثابت ہوتی

ہے بلکہ یقین کامل کے مرتبہ کو پہنچ

جاتی ہے، جب یہ امر جانا جاتا ہے

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امی

تے، ایک جاہل اور وحشی قوم میں

پیدا ہوئے، جنہوں نے کبھی علم

کی طرف توجہ نہ کی اور نہ اسکی

مشق کی۔ نہ کوئی علم انکی طرف

منسرب ہوا، نہ موجودات عالم کی

تحقیق و جستجو کا انمیں رواج تھا

اور نہ یونانیوں اور دوسری قوموں کا

دستور تھا جنمیں حکمت کی

تکمیل ہوئی۔

ويتأكد هذا المعنى بل يصير

الى حشد القطع والیقین

التام اذا علم انه

صلى الله عليه وسلم كان اميا

نشأ في امة امية عامية بدوية

لم يمارسوا العلوم قط ولا نسب

اليهم علم ولا تدابروا

الفحص عن الموجودات

على ما جرت به عادة

اليونانيين وغيرهم من

الامم والذين كملت

الحكمة فيهم في الاحقاب

الطويلة ( الكشف

صفحہ ۸۰ )

اسمیں کچھ شک نہیں کہ علامہ ممدوح نے جذاب رسالت پناہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول اللہ ہونیکو نہایت شائستہ عنوان اور واضح

برہان سے ثابت کیا ہے، اور سچ یہ ہے کہ اس سے بڑھکر کونسی

دلیل قاطع و مانع ہو سکتی ہے؟ یقیناً ایک مسلمان یا ایک

معمولی منکر کو یہ دلیل نہایت آسانی سے مطمئن کر سکتی ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کسی منکر دیرینہ یا ایک مخالف مناظر کی

بہی اس برہان سے تشفی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ ہماری رائے میں

ہرگز نہیں ہو سکتی، بلکہ جسقدر دشواریاں معجزات میں ہیں

اتنی ہی دشواریاں اس راہ میں بھی ہیں۔ معجزات سے دلیل لانے

میں اگر مقدمات اربعہ کا ثبوت نصب العین ہے، تو کلام پاک سے

استدلال کرنے میں مقدمات ذیل کا اثبات ضروری ہے :

کارروائی دوسرے دن پر ملتوی کر دی جائے - یہی وقفہ قیامت  
وقفہ تھا:

کرتے ہیں بھرنے کو یاں خالی تفتگ

(۷)

جو جوش عام لوگوں نے طبقہ مستبدین کے خلاف جلسے  
میں ظاہر کیا تھا، اسمیں شک نہیں کہ اسمیں بے اعتدالی اور  
تفریط ضرور تھی۔ لیکن چونکہ گیند بہت زور سے زمین پر پٹکا پڑا  
اسلیے اس کے دور تک اچھلکر بلند ہونے کی بھی شکایت نہیں کی  
جاسکتی۔ قدرتی امنگوں اور قوتوں کو دبائیے گا تو اور زیادہ اپہل  
نمودار ہونگے۔ پھر جن لوگوں نے برسوں پہلے پکوانوں سے اپنی  
ارنجی دکانوں کو سجایا تھا، اگر آج ایک وقت کیلئے ضرورت  
زیادہ نمک کھانے میں پڑ گیا، تو کم از کم انکو تو شکایت نہ کرنی  
چاہیے۔ اگر یہ بے اعتدالی بھی تھی تو بے اعتدالی ہی  
جواب میں:

محکمہ ختم شکست و من سر اور:  
سن بالسن والجرح قصاص

(۸)

دوسرا دن گذشتہ کے ماتم اور ایندہ کی فکروں میں بسر ہوا  
بالآخر اس ”شام بلا“ کی تاریکی قیصر باغ کی برجیوں پر نمودار  
ہو گئی، جسکی پردہ پرش تاریکی میں نہیں معلوم کیا کیا کچھ ہوا  
والا تھا۔ یاران شاطر نے اس تاریکی کی فرصت کو ”مطلب براری“  
کیلئے غنیمت سمجھا کہ رات بھر کی مہلت میں کسی کی  
حریف نوازی اور نرم دلی جسقدر جرأت دلائے، متمتع و کامیاب  
ہو رہیے، رنہ پھر صبح ہجران کا مطلع محشر نمودار ہونے کیلئے  
سر پر کھڑا ہے۔

کہ در تلخیر آفتاب، عاشق را زیباں دارد

اتنے میں خبر اڑی کہ (ہزار) کے ہاں (دنر) ہے۔ ہم نے کہ  
کہ انا لله وانا الیہ راجعون۔ قومی طاقت کے ہزاروں آہنی حربے ایک  
طرف، اور ان نقری چھری کانٹوں کی جھنکار ایک طرف۔ حریت  
پسندوں سے پوچھا کہ کہیے! اس نازک کا بھی کوئی جواب  
آپکے ترکش میں ہے؟ جواب ملا کہ نہیں، شکست کا اعتراف ہے!

چشم اگر اینست، وابر این، رناز و عشرہ این

الفراق اے ہوش و تقویٰ! الوداع اے عقل و دین!

لیکن پھر ہم نے دل کو تسلی دی۔ اطباء قدیم و جدید،  
اتفاق ہے کہ چھ گھنٹے کے بعد غذا کے جرم سے معدہ خالی ہو جاتا  
ہے۔ جلسہ رات کو نہیں بلکہ صبح آٹھ بجے ہے، اور انگریزی کھانا  
برجہ سادہ و بے آمیز ہونے کے قدرتی طور پر زود ہضم ہوتا ہے۔  
اب ایسی بھی یہ غذاے نفیس کیا تقیل ہوگی، کہ صبح تک  
معدے میں فرکاش رہے، اور آرازیں نکلیں تو حلق کی جٹھ  
معدوں سے!

مگر افسوس کہ دوسرے دن ہماری طبی معلومات میں ایک  
انقلاب عظیم واقع ہوا۔ (طبی کانفرنس) کے آئندہ اجلاس میں  
ہم اس مسئلہ کو پیش کریں گے۔ ہمیں اب یقین ہے کہ غذا جتنی  
نفیس و لطیف ہوتی ہے، اتنی ہی زیادہ تقیل بھی ہوتی ہے۔ نیز  
اگر بقراط بھی کہیں ملیں، تو ہم ان سے اس بارے میں لڑنے کیلئے  
طیار ہیں کہ ”شام کی غذا کم از کم دوسرے دن کی دوپہر تک تو  
ضرور معدے میں موجود رہتی ہے“ [باقی آئندہ]

مسٹر محمد علی کو بھی نہیں بھول سکتے جنہوں نے فی الحقیقت  
یونیورسٹی کے معاملے میں آزاد خیالی کی تعلیم متصل اور پے ہم  
رکھی اور جس نے موجودہ حرکت کی تشکیل میں بہت زیادہ مدد دی۔  
فجزاهم اللہ تعالیٰ عن الاسلام و المسلمین خیر الجزا، وقفنا اللہ  
وایہم کما یحبہ ویرضاه فی القول و العمل و الاعتقاد۔

اس موقع پر یہ کہدینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ جو کچھ ہوا  
معض سیاسی اعتقادات کا تغیر ہے، اور میں اس وقت کا منتظر ہوں  
جب کسی صحیح مذہبی تبدیلی کا ثبوت بین نمایاں ہو، کیونکہ  
بغیر اس کے کوئی ہنگامہ تغیر میرے لئے تشفی بخش نہیں ہو سکتا۔  
البتہ چونکہ نئی گرفتاری کیلئے پچھلی گرفتاری سے آزاد ہونا ضروری  
ہے، اسلیے اس تغیر کو بھی اس سلسلے کی ابتدا سمجھتا ہوں۔  
والامر بیدہ سبحانہ، لہ مقالید السموات والارض۔

(۵)

یہاں تک تو ہم نے لکھنؤ کے جلسوں پر اس حیثیت سے نظر  
دالی ہے، جہاں تک انکا تعلق تغیر خیالات، اور قومی رائے کے  
اظہار قوت سے ہے، لیکن اب اس نتیجے پر بھی نظر دالنی چاہیے  
جو اس معرکہ آرائی کے بعد پیدا ہوا۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ معرکہ ابتدائی، اور حریف  
نواہز تھا، جنگ میں علانیہ ہتھیاروں ہی سے نہیں، بلکہ سازش  
و خدع کے چھپے ہتھیاروں سے بھی کام لیا گیا۔ اسلیے باایں ہمہ اظہار  
قوت و مقارمت قوم کو شکست ہی قبول کرنی پڑی۔

قاہم اس شکست کو شکست نہ سمجھنا چاہیے، کیونکہ دراصل  
قوم نے اپنے حریفوں سے شکست نہیں کھائی، بلکہ اس دھوکے میں آکر  
تلوار رکھ دی کہ اب مقابل حریف نہیں بلکہ خود اسی کے تیغ آزما  
ہیں۔ حریفان شاطر نے جب دیکھا کہ دست و بازو شل ہو گئے ہیں، اور  
آئندہ جنگ کی طاقت نہیں، تو پھر یہ تجویز کی کہ صلح کی ایک  
سازش گاہ منعقد کی جائے، اور قوم کو خود قوم کے بے یس میں آکر  
شکست دی جائے۔ بے خبروں نے یکایک ایک صداے صلح سنی۔  
زادان سمجھے کہ ہماری آواز ہے، حالانکہ اب راجحہ بدلا ہوا تھا مگر  
آواز اُنہی کی تھی، جواب اس ظاہر کا باطن ہو گئے تھے۔  
وہ حلقہ ہائے زلف کمیں میں ہیں ایخدا  
رکھ لیجیو میرے دعوے وارسنگی کی شرم

(۶)

اس اجمال کی تفصیل اب کیا کریں کہ وقت گذر گیا:

تو خود حدیث مفصل بخوان ازیں مجمل

تاہم نواب صاحب قبلہ نے یہ مضمون لکھ کر گذرا ہوا ورق پھر  
اوقات دیا ہے۔ فرنڈیشن کمیٹی کا پہلا دن فی الحقیقت ”بزرگان  
قوم“ کیلئے ایک ”یوم الفزع الاکبر“ تھا۔ لوگوں نے دیکھا کہ  
الحاق اور ”مسلم“ کے انتساب کا جھگڑا چکانے آئے تھے، یہاں میجر  
سید حسن بلگرامی نے اختیارات کی ایک نئی بحث چھیڑ دی:  
یہ بعد از انفصال اب آرزو ہی جھگڑا نکل آیا۔

جلسے کے وقفوں میں اس تجویز کے استرداد و ترمیم کی پوری  
کوششیں کی گئیں، اور اسٹیج کے میدان میں جسقدر حربے دکھلائے  
جاسکتے تھے، ایک ایک کر کے سب سے کام لیا، مگر معلوم ہوا کہ دھال  
چمڑے کی نہیں بلکہ پتھر کی ہے۔ نہ دور کے تیر کام دیتے ہیں نہ سامنے  
کی تلواریں۔ لوگوں کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ تجویز کے خلاف  
تمام ہال سے ایک آواز بھی اوتھنے والی نظر نہیں آتی تھی۔ اگر  
اس وقت روٹ لیے جاتے تو نتیجہ معلوم تھا کہ کیا نکلنا۔ اسلیے  
مصلحت نے سرگوشی کی کہ ایک دن کے وقفے کے بعد بقیہ



نظام قائم ہے وہی عادت الہیہ، سنت مستمرہ اور اصول فطرت کے لقب سے پکارے جاتے ہیں۔

قرآن کریم سے استدلال

نیز معترضین قرآن کریم سے استدلال کرتے ہیں کہ کوئی واقعہ خلاف قوانین فطرت و ضوابط مقررہ نہیں ہو سکتا خداوند پاک نے خود اسکی نسبت اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرمایا ہے :

(۱) انا کل شیء خلقناہ ہم نے ہر چیز کو ایک خاص اندازہ سے پیدا کیا ہے۔

(۲) کل شیء عنده بمقدار ہر ایک چیز اس کے نزدیک ایک مقدار معین پر ہے۔

(۳) رخلق کل شیء فقدرہ تقدیرا۔ ہر چیز کو اس نے پیدا کیا اور اس کے لیے مناسب اندازہ مقرر فرمایا۔

(۴) لا تبدل لخلق اللہ خدا کی خلقت میں تبدیلی نہیں ہے۔  
(۵) ولن تجد لسنة اللہ تبدیلا۔ تو خدا کی عادت میں تبدیلی نہ پائیگا۔

(۶) ولن تجد لسنة اللہ تعویلا۔ خدا کے طریقہ کو تلتا ہوا تو نہ پائیگا۔

(۷) سنة اللہ التي خلت من قبل ولن تجد لسنة اللہ تعویلا۔ یہ خدا کا طریقہ ہے جو قبل سے چلا آتا ہے اور خدا کے طریقہ میں تو کچھ تغیر نہ پائیگا۔

کلام پاک کی ان سات معتبر شہادتوں سے ثابت ہو گیا کہ خلاف فطرت امور کا واقع ہونا نہ صرف دشوار بلکہ نا ممکن اور محال ہے۔ خداوند ذوالجلال کے یہ سات قولی وعدے ہیں۔ اور جو محکم نظام اس نے اپنی قدرت و حکمت کے موافق جاری فرمایا ہے وہ اس کا عملی وعدہ ہے۔ ایسی حالت میں اگر کوئی امر خلاف قانون قدرت تسلیم کیا جائے تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ اس کا عمل، قول کے بالکل مخالف ہے اور سب سے بڑا الزام کذب و خلف وعدہ کا عائد ہوگا جس سے اس کی ذات پاک ابداً بری ہے۔ یہیں تک ہم نے جو کچھ لکھا ہے۔ قانون قدرت کی تشریح و دلائل میں معترضین کا اصلی استدلال ہے۔

## خون ناحق

— \* —

دو روپوں افوام اسلام اور مسلمانوں کو صفحہ دہر سے مذہب کے لئے دوستی کے پردہ میں خفیہ سازشیں کر رہی ہیں۔ اگر آپ اس سرستہ راز کا دورا پورا انکشاف چاہتے ہیں تو کتاب خون ناحق کا مطالعہ کیجئے۔ جسمیں سواحل طرابلس پر اقلی کے خونین کارناموں کو ایسی دل ہلا دینے والی صورت میں پیش کیا گیا ہے جسے ایک نظر دیکھتے ہی دو روپوں جالوں کی بھول بھلیاں میں پہنچ کر انسان معر حیرت ہو جاتا ہے۔ خان بہادر لسان العصر مولانا سید اکبر حسین صاحب جم الہ بادی مدظلہ فرماتے ہیں ”خون ناحق بہت عمدہ مجموعہ مضامین کا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا میں اس جنگ کی نسبت کیا خیالات تھے۔ اور مسلمانوں کے دلوں پر کیا گذرتی تھی۔ نہ یہ زمانہ رہ جائیگا نہ یہ لوگ رہ جائیں گے لیکن ہسٹری کے ورق حالات گذشتہ کا آئینہ رہیں گے“ اور بہت سے بزرگوں اور سبزوڑ اخباروں نے تعریفیں کی ہیں۔ لکھائی چھپائی میں بقول فاضل ایڈیٹر الہلال آجکل کی بہتر سے بہتر مطبوعات بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکیں، قطع ۲۰۔۳۰ کلاں۔ ضخامت ۱۲۸ صفحہ۔ قیمت: مجلد ایک روپیہ چار آنہ غیر مجلد ایک روپیہ۔ ملنے کا پتہ:—

محمد انوار ہاشمی - مدیر مکتبہ قادریہ

لال کورتی - میرٹھ

بی۔ صلی اللہ علیہ جوہر کو دوسرا جوہر بنادیا ہو سنہ ۱۰۰۰ الکرامات و (لکویکروسانپ بنادیا ہو وغیرہ) حواری فانما ظہرت فی اور جو حواری آپ سے صادر ہوئے لہذا حوالہ من غیر وہ اثنائے حالات میں ظاہر ہوئے یوحنا (۷) (الکشف بغیر اسکے کہ آپ نے اُسے مقابلہ کیا ہو۔)

اس تحریر کے بعد ہم اُن اعتراضات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو منکرین معجزات کی جانب سے پیش کئے جاتے ہیں۔ مہی غنم میں ابن رشد کے مقدمات اربعہ مذکورہ کا بھی جائزہ پانچاگ - جنہر معجزہ کا دلیل ندرت ہونا موقوف ہے۔

اعتراضات جو مثبتین معجزات پر وارد ہوتے ہیں

معجزہ پر جو اعتراضات وارد کیے جاتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔ لہذا اسے ہمیں جنکا تعلق امکان وقوع سے ہے اور بعض ایسے ہیں جو استدلال سے متعلق ہیں، چنانچہ ہم سبکو تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ (۱) معجزہ چونکہ خلاف قانون قدرت ہے اس لیے نا ممکن ہے۔

(۲) کسی خارق عادت کا وجود ہوا یا نہیں؟

(۳) خرق عادت سے کیا مراد ہے؟

(۴) مانا کہ کسی خارق عادت کا وجود ہوا مگر اس کا کیونکر علمیان ہو کہ اس کے لیے دیگر اسباب مخفیہ نہ تھے؟ بہت ممکن ہے کہ سحر یا شعبدہ یا مسمریزم کی مشق کا اثر ہو۔ منجملہ ربط کے ایک شرط معجزہ کی یہ بیان دیدجانی ہے کہ کوئی شخص نہ مقابلہ کر سکے، لیکن اس کا کیسے یقین ہو سکتا ہے کہ کوئی معارضہ نہیں کر سکتا اور دنیا میں ایک شخص سے بھی جواب ہوسکتا ہے کیا مراد ہے؟ اگر یہ مراد ہے کہ اظہار کے وقت اس کا جواب ہو سکا تو اور بھی بہت سے لوگوں کو پیدمیر مانڈا ہوگا۔ زردشت وغیرہ جو بنائیں ظاہر ہوئیں اس وقت ان کا کوئی مقابلہ نہ کر سکا۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ قیامت تک نہ ہو سکیگا تو یہ پبشین گوئی کیونکر دعائیں سبکیں گے کہ ہم آخر تک اس کی نظیر نا ممکن ہے؟

اعتراضات مذکورہ کے جوابات

۱۔ اعتراض

معجزہ چونکہ خلاف قانون قدرت تسلیم کیا جاتا ہے اس لیے ناممکن ہے۔

اس سوال کا جواب تین مقدموں کی تحقیقات پر عینی ہے۔

(۱) قانون قدرت سے کیا مراد ہے؟

(۲) کوئی امر خلاف قانون فطرت نہیں واقع ہو سکتا۔ اس کے واسطے یہ دلائل ہیں؟

(۳) کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں واقعہ خلاف قانون قدرت ہے۔

اس سب سے کیا مراد ہے

معترضین کہتے ہیں:

حو امور ہزاروں لاکھوں تجربات اور بارہا کے مشاہدوں سے ثابت ہو چکے ہیں مثلاً آگ کا جلانا، سیکڑوں افراد آگ کے دیکھے گئے ہیں، بڑی آگ ایسی نہ مل سکی جو گرم یا جلائی والی نہ ہو۔ یا پانی کا زہر سے سبیل ہونا۔ برف کی ٹھنڈک۔ سڈکیا کا زہر قاتل ہونا۔ جمادات کا غیر متحرک ہونا وغیرہ وغیرہ۔ یہ تمام قوانین ایسے مسلم ہیں کہ ان کے مخالف کوئی مثال آج تک نملي نہ ان میں لہجہ بدیلی ہوئی۔

پس انہی کا نام قوانین قدرت ہے اور یہی فطرۃ اللہ کہلاتے ہیں۔ اصول نظام کا مرتب سلسلہ جو ہمارے پیش نظر ہے اور جنکو دنرات ہم آزماتے ہیں، علت و معلول - سبب و مسبب، شرط و مشروط کا وسیع ذخائر، جو سارے عالم میں پھیلا ہوا ہے۔ اور جنہر اس دنیا کا

ابن رشد کی دلیل ان مقدموں پر موقوف ہے

- (۱) مقدس تعلیمات برگزیدہ ہدایات سے -
- (۲) اسکی پاک زندگی کے پاکیزہ حالات سے -
- (۳) معجزات سے -

ایک خاص خیال سے مصنف کا زیادہ مخالفت نکرنا

کہا جاسکتا ہے کہ مستقل دلائل نبوت کے صرف دو طریق ہیں۔ معجزات بطور شاہد اور موبد کے ہیں، معجزات ان کے ساتھ منبر نبی کی نبوت کو واضح کردیتے ہیں، اور وہ اذعان جو تعلیم و نصائح پر غور کرنے سے پیدا ہوتا ہے، اسکو بہت کچھ بڑھادیتا ہے جیسا خیال حکیم ابن رشد کا ہے :

اما الخارق الذي هو ليس في نفس وضع الشرائع مثل انغلاق البحر و غير ذلك يدل دلالة ضرورية على هذه الصفة المسماة بالنبوة و انما تدل اذا اقترنت الى الدلالة الاولى -

بہر دو سطر کے بعد فرماتے ہیں :

فعلى هذا ينبغي ان تفهم الامر في دلالة المعجزة على الانبياء، يعني ان المعجزة في العلم والعمل هو الدلالة القطعية على صفة النبوة، و اما المعجزة في غير ذلك من الاعمال، فشاهد لها و مقوي لها (الكشف صفحہ ۸۹)

نو ہم کو اس تقریر سے کچھ زیادہ مخالفت نہیں، ہماری محاطب صرف وہ لوگ ہیں جن کا دلی اعتقاد یہ ہے کہ نبی سے کوئی معجزہ خلاف قانون جاری صادر نہیں ہوا، بالخصوص آنجندہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی امر ما فوق العادت تمام عمر میں کبھی نہیں دکھایا۔ نہ معجزہ سے مسئلہ نبوت پر روشنی پڑتی ہے نہ وہ مثل شاہد و موبد کے کسی موقع میں پیش آئے جاسکتے ہیں۔ کیونکہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ معجزہ نبوت کی مسند دلیل ہے۔ اور کم از کم اسکی تائید و تقویت کی تصدیق سے تو کسی طرح انکار نہیں دیا جاسکتا۔

ابن رشد معجزہ کے مدد نہیں

بہ بھی واضح رہے کہ علامہ حکیم ابن رشد معجزات کے مدد نہیں ہیں بلکہ ان کے کلام کا مفاد محض اسقدر ہے کہ اس راہ میں چونکہ کچھ پیچ بہت زیادہ ہیں، لہذا اسکو چھوڑ کر دوسری شاہراہ پر چلنا چاہیے اور اس سے علحدگی اختیار کرنی چاہیے۔ وہ خود صاف صاف فرماتے ہیں :

وانت تتبين من حال الشارع صلى الله عليه وسلم انه لم يدع احدا من الناس رامة من الاعم الى الايمان برسالة و بما جاء به بان قدم علي يد يد دعواه خارقا من خوارق الافعال مثل قلب عين من الاعيان الي عين اخرى و ما ظهر

شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے حالات پر نگاہ کرنے سے تمکو معلوم ہوگا کہ آپ نے کسی شخص یا کسی گروہ کو اپنی رسالت کی تصدیق اور ان تمامی چیزوں سے ایمان کی طرف جنکو آپ نے اس طرح سے نہیں بلایا کہ اپنے دعوے کے ثبوت میں آپ نے کوئی خرق عادت دکھائی ہو مثلاً ایک

- (۱) خدا کا وجود ہے -
- (۲) خدا موبد و متکلم ہے -
- (۳) نبوت کا وجود ہے اور اسکی ضرورت ہے -
- (۴) وحی کی حقیقت کیا ہے -
- (۵) کلام اللہ کس لحاظ سے معجزہ ہے -
- (۶) اسکے مثل نہ کوئی بناسکتا ہے نہ کسی نے بنایا۔
- (۷) بے مثل ہونا منزل من اللہ ہونیکی دلیل ہے -
- (۸) نبوت پر اسکی دلالت قطعی ہے -
- (۹) اسکی عبارت فصیح و بلیغ، ہدایات و تعلیمات کامل اور سریع التأثير ہیں -
- (۱۰) آنجندہ صلی اللہ علیہ وسلم امی تے -

معجزہ کے ثبوت کیلئے اگر چار مقدمے یا سات درکار ہیں، تو اسکے واسطے دس مقدمات کی حاجت ہے۔ اور جب تک مقدمات عشرہ ثابت نہ ہونگے، کذاب اللہ کا دلیل نبوت ہونا ناممکن ہے۔ پھر اگر تمام مقدمات بالفرض تسلیم بھی کرلیے جائیں، جب بھی گفتگو ختم نہیں ہوتی۔ دیگر انبیاء کرام کی نبوت پر ایمان لائیکا کونسا ذریعہ ہوگا؟ اگر انکی صداقت رسالت کا بھی عامۃ الناس کو اذعان کذاب و تعلیم کے ذریعہ سے دلایا جائے، تو دوسرے مقدمات سے سبکدوشی نہیں ہونی۔

- (۱) ہر نبی کے پاس کذاب تھی -
  - (۲) انکی تعلیم کامل مکمل من اللہ تھی -
  - (۳) تعلیم کی غایت خدا پرستی تھی -
  - (۴) انہیں تعلیموں پر نبی عمر بھر قائم رہا اور کبھی منحرف نہ ہوا۔
- غرض ان مشکلات اور صعوبتوں کے ذہن نشیں کرنا کے بعد ہر فہمیدہ آدمی سمجھ سکتا ہے کہ اس صورت سے نبوت کو ثابت کرنا کچھ کم مشکلات نہیں رکھتا۔ بلکہ اسکا پایہ اگر زیادہ نہیں تو کم سے کم معجزہ کے برابر ہے۔ علامہ ابن رشد نے اگرچہ مقدمات مذکورہ میں سے بعض کو اعتراض نے غالب میں بدل دیا ہے اور پھر انکے جواب دیئے کی زحمت گوارا کی ہے، لیکن بغیر اسکے کہ انکے کلام پر کوئی تعقید کیجائے، یہ کہدینا کافی ہے کہ اس وقت و طوالت اور تفصیل و توضیح کے ساتھ تو معجزات سے بھی مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔

اس جگہ یہ ظاہر ہو دینا بھی مناسب ہے کہ ہم دلیل مذکور کو یا دیگر دلائل جنکو ائمہ فن اور اساطین کلام نے اپنی قابل قدر کتابوں میں ذکر فرمایا ہے ضعیف و کمزور نہیں سمجھتے اور نہ معجزہ ہی کو اثبات نبوت کی قوی دلیل جانتے ہیں۔ بلکہ جس طرح معجزہ کے بارہ میں برہان انبی ہونیکا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ویسا ہی انکی بابت قطعیت اور واقعیت کا اعتقاد رکھتے ہیں، اگر کسی اعتبار سے معجزہ کو آن پر فضیلت ہے تو دوسری وجہ سے ان ادلہ کو معجزات پر ترجیح ہے۔ اگر ان سے نبوت کی اصلیت اور حقیقت ہلتی ہے تو اس سے اسکا خاصہ اور مخصوص نشانی پہچانی جاتی ہے۔ اور جس قسم کی مشابہتیں معجزہ کیلئے سد راہ ہیں اگر بالکل ویسی نہیں تو دوسرے رنگ کی دقتیں رہیں بھی قدم قدم پر ساتھ ہیں۔ یہ بھی ہماری غرض نہیں ہے کہ جو مقدمے پہلے مذکور ہوئے ہیں انکا ثبوت ناممکن ہے اور کسی کو آج تک انکے اثبات میں کامیابی نہیں ہوئی، بلکہ مطلب محض زحمت و اشکال کا دکھانا ہے۔ اور اس حیثیت سے دونوں کی یکساں حالت ہے۔ بلکہ بعض رجوع سے معجزہ میں صفائی اور وضاحت زیادہ ہے۔ اسکو ہم آخر مباحث میں انشاء اللہ بیان کریں گے۔

میرے نزدیک ہر نبی کی نبوت تین طریقوں سے ثابت ہوتی ہے۔

جسکو دنیا میں نہ پرچہ کوئی رہے فن ہم ہیں \* جس سے بغیہ نہورہ دہر میں سوزن ہم ہیں  
جام توتے ہوئے، اجڑے ہوئے مسکن ہم ہیں \* ایک بھی پہل نہورل نہور جسمیں رہے گلشن ہم ہیں  
کوئی مونس نہیں، ہمدم نہیں، غمخوار نہیں  
ہم ہیں رہے جنس، کوئی جس کا خریدار نہیں  
اب رہے محفل نہیں، رہے خم نہیں، رہے جام نہیں \* رہے طریقہ نہیں رہے ملت اسلام نہیں  
عمل احمد مختار سے کچھ کام نہیں \* یہی باعث ہے جوراحت نہیں آرام نہیں  
اپنی محفل میں نہیں روشنی شمع ولا  
ایک کے دل میں نہیں روشنی شمع ولا  
ذوق العادہ ہے پا بندی ملت کیسی \* جانتے ہی نہیں ہوتی ہے شریعت کیسی  
طرز اغیار پہ مائل ہے طبیعت کیسی \* بے خبر رہتی ہے کرنیں سے غفلت کیسی  
فکر اور روز نہ ہے کچھ غم فردا ہم کو  
در ضرر سے ہے نہ بہبود کی پروا ہم کو  
جتنے عالم ہیں عمل سے انہیں بیزاری ہے \* زہد کے جسم میں پوشاک ریاکاری ہے  
قلب کے مدر سے میں درس حسد جاری ہے \* کچھ دوا جسکی نہیں رہے ہمیں بیداری ہے  
دل میں ہے شوق صد، نام زباں پر تیرا  
جب یہ حالت ہے تو پھر رہے کوئی کیونکر تیرا  
ننگ اسلام ہیں جتنے ہیں جہاں میں مسلم \* کیسے پا بند ہیں زنجیر زباں میں مسلم  
مکھڑھتے نہیں تکبیر و ادال میں مسلم \* روزے رکھتے نہیں ماہ رمضان میں مسلم  
بت پرستی کے خیالات ترابکوں میں  
شرکت رشتہ زنا ہے تسبیحوں میں  
رہے خطا کار کہ ہم چلتے نہیں راہ صواب \* آنکھ رکھتی نہیں آنکھوں میں ہدایت کی کتاب  
کثرت جرم کی پروا نہ غم روز حساب \* خانقاہوں میں پیدا کرتے ہیں غفلت کی شراب  
قلب میں داغ محبت کا نہیں سوز نہیں  
کیا اجالا ہو یہاں شمع دل افروز نہیں  
کب ہے اسلاف کا دستور ہمارا دستور \* ہم ہیں آرزو کی خو رحم نہا ان کا دستور  
دشمنی اپنا چلن انکا تولا دستور \* خورہ رہے اچھے تھے تراچھا تھا طریقہ دستور  
عشق کے داغوں سے گلزار تھے سیدے ان کے  
تیری توحید کے دفتر تھے سفیدے ان کے  
اب رہے ایمان نہ رہے جوش نہ رہے روزہ نماز \* آرزوئی زبواں اور دلوں میں نہ گداز  
رہے پرستش کا طریقہ نہ رہے انداز نیاز \* جانب گلشن معنی نہ رہے شوق پرواز  
باغ اندلس میں ہمارے رہے نشیمن نہ رہے  
مہدم ہوئے سسلی میں رہے مسکن نہ رہے  
قوم اسلام میں توحید کی دولت نہ رہی \* بادہ آشامی خم خانہ ہمت نہ رہی  
دل کے آئینے میں تصویر صداقت نہ رہی \* رہے محبت رہے مروت رہے حمیت نہ رہی  
رہے نمازی ہیں نہ رہے شوق جبین سائی ہے  
ضعف اسلام کی گھنگرور گھٹا چھائی ہے  
ایک رہے عہد تھا قیصر بھی تھے فغفور بھی ہم \* تابع حکم تھے جتنے تھے سلاطین عجم  
کبھی باہر نہ پڑا سرحد کوشش سے قدم \* بہر راحت تھا بس اک سایہ شمشیر دردم  
ہر جگہ جلوہ توحید دکھایا کس نے  
قطرہ پایا تو اسے بحر بنایا کس نے  
آج اگر حال زبوں ہے تو الم بیجا ہے \* قلب اقبال ہوا ہے تو اچھنڈا کیا ہے  
دیکھئے باغ اجڑتا ہے کبھی پھلتا ہے \* تنگدل ہیں تو کریں صبر یہی اچھا ہے  
جب بہار آتی ہے کلیوں کی چٹک کھتی ہے  
کب ہمیشہ خلش تنگ دلی رہتی ہے

جذاب صاحبزادہ معظمہ خاں صاحب ”شہر“

ہوم سکریٹری ریاست رامپور



## ادبیات

— \* —

جواب شکوہ

کا

## اقبال

—:○(\*)○:—

ساز نیرنگ ہوں ہر تان نئی ہے میری \* طرز آہنگ ہر اک آن نئی ہے میری  
رنگ دنیا سے الگ شان نئی ہے میری \* آگہی شیرہ ہوں پہچان نئی ہے میری

چشم نظار گئی انجمن آرائی ہوں

آئینہ خانہ قدرت کا تماشا ہی ہوں

سرمہ چشم تمنا ہے تماشا میرا \* دلکش حسن ہے انداز تولا میرا

آفتاب فلک قدس ہے ذرا میرا \* عقل کل سنتا ہے افسانہ سودا میرا

رنگ لایا ہے میرا ذوق تکلم کیسا؟

جوش زن رحمت باری کا ہے قلم کیسا؟

شان رحمت کی ادا! میری شکایت دیکھو \* آگئی کام مصیبت کی حکایت دیکھو

مجھے ناچیز پر اس درجہ عنایت دیکھو \* ہم سخن بندے سے معبود ہے قسمت دیکھو

ایسی رحمت کے فدا شان کرم کے صدقے

طرز شفقت کے فدا شان کرم کے صدقے

جب بڑھا درد جگر آگئے لب پر نالے \* پہنچے تاعرش برین دل سے نکل کر نالے

خوب جی بھر کے لگاتے رہے چکر نالے \* راہروپا کے مجمع بس گئے رہبر نالے

تیز رو ایسے کہ دم بہر میں اثر تک پہنچے

ایک پرواز ہی میں عرش کے در تک پہنچے

سچ ہے ہم تجھ سے ترے لطف کے سائل ہی نہیں \* ہو اگر آنکھ تو پردہ کوئی حائل ہی نہیں

ہم کو روٹا ہے یہی ہم کسی قابل ہی نہیں \* جلوہ افروز تو جس دلمیں ہو رہ دل ہی نہیں

دھونڈھنے والے نے جس چیز کو دھونڈھا پایا

مصر میں جذب طلب سے مہ کنعان آیا

پیرو فخر عرب دل سے اگر ہم ہوتے \* کیوں پریشان صفت گرد سفر ہم ہوتے

سرمہ دیدہ ارباب نظر ہم ہوتے \* خسرو کشور اقبال رظفر ہم ہوتے

امت احمد ذی شان ہیں فقط کہنے کو

کفر آئیں ہیں، مسلمان ہیں فقط کہنے کو

راہ پر آئیں رہ ہمت ہی نہیں ہے ہم میں \* دھائیں بتخانے رہ طاقت ہی نہیں ہے ہم میں

سختیاں سہنے کی جرات ہی نہیں ہے ہم میں \* بندہ بن جانیکی عادت ہی نہیں ہے ہم میں

دل میں رکھتے ہیں تو رکھتے ہیں ہجرم الحاد

دین کے پردے جلاتی ہے سموم الحاد

نامیہ سائی کے آثار جبینوں میں نہیں \* ذکر تک کعبے کا ہم دیر نشینوں میں نہیں

حق شناسی کے مضامین سفینوں میں نہیں \* داغ الفت جسے کہتے ہیں، رہ سینوں میں نہیں

ننگ دارین ہیں ہم امت احمد ہو کر

بندگی شیرہ نہیں بندہ سرمہ ہو کر

رہ نظر ہی نہیں قدرت کا تماشا کیسا؟ \* آنکھ رکھتے نہیں گلشن کا نظار کیسا؟

کرتے ہیں بندگی بت، ترا سودا کیسا؟ \* ہم جو مینوش نہیں، نشہ مہیا کیسا؟

عازم بتکدہ ہیں راہ حرم بھول گئے

تجھ سے جو عہد کیا تھا آئے ہم بھول گئے

اب نہ رہ ہم ہیں نہ رات کی بیداری ہے \* رہ تضرع ہے نہ فریاد، نہ رہ زاری ہے

جنس ناکارہ غفلت کی خریداری ہے \* گردش جام نرالی نئی مے خوراری ہے

دل شیدا جو بغل میں نہیں سودا بھی نہیں

سوز الفت جو نہیں داغ تمنا بھی نہیں

اس عنصر کے اکتشاف کے بعد بھی میڈم موصوفہ نے عملیات کیمیائیہ کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہاں تک کہ میڈم کوری اور اسکے شوہر نے متحدہ کوشش سے (ریڈیم) کو تحقیق کیا۔

(ریڈیم) کا سب سے پہلا ذرہ جو میڈم اور پروفیسر کوری نے نکالا تھا، نمک کی طرح کا ایک چھوٹا سا ذرہ تھا۔ یہ ذرہ تاریکی میں چمکتا تھا، اور اسکی روشنی اورینیم سے ۱۸ - لاکھ گونہ زیادہ تھی۔

میڈم موصوفہ کا طریق استخراج نہایت دیر طلب و پریشان کن ہے، اور اس طریقہ سے مہینوں کی عرقریز کوشش کے بعد کہیں چند ذرے نکلتے ہیں۔

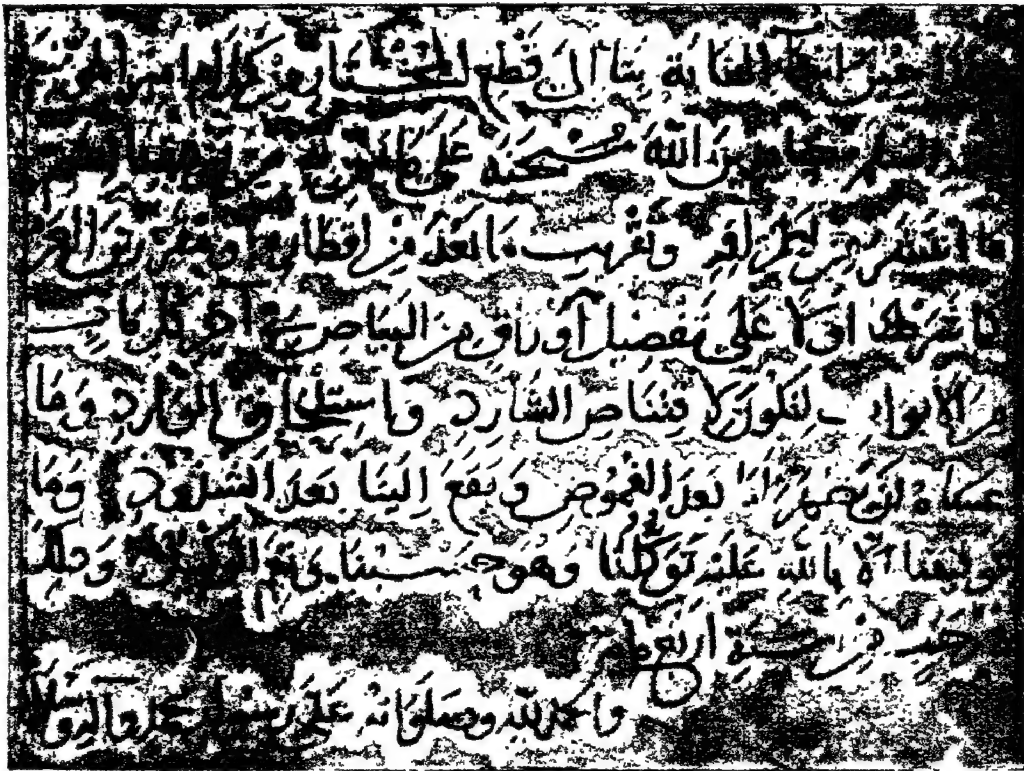
ریڈیم اور دیگر معدنیات میں یہ فرق ہے کہ ریڈیم جلد حل ہو جاتا ہے۔ اسکی اور دیگر معدنیات کی سرعت انحلال میں بھی نسبت ہے، جو رفتار میں ایک بیل گاڑی کو اسپرڈس ٹرین سے۔

ریڈیم کی عمر کے متعلق علماء کیمیا کا تخمینہ ہے کہ وہ زائد سے زائد دہائی ہزار سال تک رہ سکتا ہے۔ اسی بنا پر خیال کیا گیا ہے

اس نتیجہ کی اشاعت ہوتے ہی علما نے اس جز کے علاوہ نے کی کوشش شروع کر دی۔ اس کوشش میں کامیابی ہوئی یہ سب اسکے محقق اول (پکریل) کے نام سے موسوم کیا گیا۔

ان شعاعوں کی بابت یہ بھی تحقیق ہوا کہ انہیں منجملہ اے، بے، گاما کے ایک یہ خاصیت بھی ہے کہ کهربائیت سے بھرے بے چم کو خالی کر سکتی ہیں۔ اس خاصیت کے دریافت جانے سے ریڈیم کی تحقیق میں بیحد مدد ملی، کیونکہ اب اکثر سکوب کا استعمال ممکن ہو گیا۔

(ایکٹر سکوب) ایک نہایت بسیط آلہ ہے، جس سے کسی جسم کی کهربائیت کے عدم وجود کے متعلق فیصلہ کیا جاتا ہے۔ یہ ل شبشے کا ظرف ہوتا ہے جسکے منہ پر کا رگ لگا ہوتا ہے۔ کارگ میں ایک مسی تار ہوتا ہے تار کے نیچے معمولی طلائی نرس سے زیادہ باریک، در طلائی رزق ہوتے ہیں۔ یہ آلہ جب بی بسے جسم سے لگایا جاتا ہے، جسم میں کهربائیت ہوتی ہے،



چوتھی صدی ہجری کی تحریر کا ایک ٹکڑا

بعد علامہ سید (شرف الرضی) المتوفی سنہ ۱۰۴۰ھ - جامع کتاب (نہج البلاغہ) کے ہاتھ کی تحریر، جو علامہ موصوف کے خود نوشتہ نسخہ نہج البلاغہ کے آخر میں موجود ہے۔

کہ ریڈیم کسی دوسرے مادہ سے پیدا ہوتا رہتا ہے، رزق اب تک فنا ہو گیا ہوتا۔ گورہ مادہ جس سے ریڈیم پیدا ہوتا ہے اب تک غیر معلوم ہے۔

دوران تحلیل میں ریڈیم سے مختلف رنگوں کی شعاعیں نکلتی ہیں۔ جو یونانی ابجد کے تین حروف: الفا، بتا، گاما، کے نام سے موسوم کی گئیں ہیں۔

(شعاعہ الفا) نہایت چھوٹے ذرات ہیں جو ایجابی کهربائی سے نکلتے ہیں۔ ان ذرات کی شرح رفتار ۱۵ - ہزار فی ثانیہ ہے۔ ان ذرات کا حجم ہیدروجن کے جواہر سے درگونہ زیادہ ہوتا ہے۔

(شعاعہ بتا) - یہ ذرات ہیں جو سلبی کهربائی سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان ذرات کا حجم (ہیدروجن) کے حجم سے ہزار گونہ چھوٹا ہوتا ہے۔ ان ذرات کی شرح رفتار روشنی کی شرح رفتار کے برابر ہے۔ (روشنی کی شرح رفتار فی ثانیہ ۳ - لاکھ کیلو متر ہے) (شعاعہ گاما) در حقیقت رتجن ہی کی شعاعیں ہیں۔

خواہ مقدار میں کتنی ہی کم کیوں نہ ہو، یہ دونوں طلائی رزق ت فوراً متاثر ہو جاتے ہیں۔ انہیں معاً کهربائیت پیدا ہر جاتی ہے۔ ہر ایک دوسرے سے الگ ہو کر کهربائی اثر کا ثبوت قطعی دیتے ہیں۔

اس اکتشاف کے بعد میڈم (کوری) نامی پولینڈ کی ایک مل عورت شعاعہ بے پکریل کے مطالعہ پر ہمہ تن متوجہ ہو گئی۔ مطالعہ سے میڈم موصوفہ کا مقصد اس مادہ کا دریافت کرنا تھا، جس سے یہ شعاعیں پیدا ہوتی ہیں۔

امریکی حکومت نے میڈم موصوفہ کی اس بارے میں ہر طرح اہانت کی۔ وہ عرصے تک اپنے تجارب میں مصروف رہی اور آخر ایک عنصر دریافت کر لیا جو فوٹوگراف کی تختی اور سکرین پر (اورینیم) سے بھی زیادہ شدید اثر رکھتا ہے۔ میڈم موصوفہ پولینڈ کی رہنے والی تھی۔ اس مناسبت سے اس عنصر کا (پولینیم) رکھا گیا۔

# منزل علم

## اسئلہ واجوبہا

ریڈیم

— \* —

(از جذب مولوی علی احمد صاحب از گجرات)

ایک عرصے سے (ریڈیم) کی نسبت یورپ کے رسائل میں مضامین نکل رہے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک نیا عنصر ہے جو دریافت ہوا ہے۔ حال میں ایک اخبار نے کسی امریکن رسالے سے نقل کیا ہے کہ اس کی ایک نئی مقدار کسی مشہور ڈاکٹر نے پیدا کر لی ہے۔ براہ عنایت آپ تحریر فرمائیں کہ یہ کیونکر دریافت ہوا، اور اس کے خواص کیا ہیں؟

(الہلال)

بیسویں صدی میں علم الکیمیا کے اکتشافات اس درجہ حیرت زا ہیں کہ آج سے دو صدی قبل کے راقعات ہوتے تو وہ تخیل انسانی کی فسانہ طرازی سمجھے جاتے۔ ریڈیم جس کی نسبت آپ دریافت فرماتے ہیں ان حیرت زا اکتشافات کی ایک خاص مثال ہے۔

(ریڈیم) چند ایسے صفات کا مجموعہ ہے، جن میں سے بعض صفات دیگر عناصر میں کمیاب اور بعض نایاب ہیں۔ اس اعجز و لگی کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کا صحیح تصور بغیر مشاہدہ کے ناممکن نہیں تو بے حد مشکل ضرور ہے۔

امریکہ کے ایک علمی رسالے (میکانک) نامی نے اسے لوگوں کے لیے، جنہوں نے ریڈیم کو کبھی نہیں دیکھا، ایک قریب الفہم و محسوس تشبیہ شائع کی تھی۔ وہ لکھتا ہے:

”تم تصور کر کہ تمہارے پیش نظر ایک جنگی جہاز ہے۔ جہاز کے گرد و پیش میلوں تک ایک قسم کا گیس، پھیلتا ہوا چلا گیا ہے۔ جس قدر چیزیں گیس اور اس کے حدود کے اندر ہوں، انکو یہ گیس ہر چہاز طرف سے محاط ہے۔ جہاز میں توپیں نصب ہیں، جن کے دھانے بندھنوں سے ۴۰ ہزار گونہ زیادہ سرعت کے ساتھ، پدہم گولے برسا رہے ہیں۔ جہاز میں بندھنیں بھی ہیں۔ جن سے فی ثانیہ (سیکند) ۱۷۵ میل جانے والی گولیوں کی بارش ہوئی ہے۔ ان گولیوں سے شعاعیں نکل رہی ہیں، جو خون، گوشت، چوب، استخوان، بلکہ آہن و سنگ میں بھی نفوذ کر رہی ہیں۔ راہ میں جو چیزیں حائل ہوتی ہیں، انکو شعاعوں کے امواج منطام تباہ کر دیتی ہیں۔ جہاز کے حوالی میں جو لوگ ہیں، ان میں کوئی صحیح و سالم نہیں۔ قریب و بعید کے اعتبار سے کوئی اندھا ہو گیا ہے، کوئی لنگڑا ہو گیا ہے، اور کوئی صرف جل گیا ہے۔“

اس جہاز کو تم اس قدر چھوٹا فرض کرو کہ ایک سوئی کے ناکے سے ان جہازوں کا ایک بیڑا نکل جائے۔ (ریڈیم) کے ذرات یہی چھوٹے جنگی جہاز ہیں۔“

سنہ ۱۸۹۵ء میں رنچن (۱) نے جب اپنی تحقیق کردہ

(۱) رنچن مسیجر جرمن مؤلف ہے، جس نے سنہ ۱۸۹۵ء میں ”شعاع غیر مرئی“ کو تحقیق کیا۔ ان شعاعوں کا خاصہ یہ ہے کہ اجسام کثیفہ اس کے لیے حائل و حاجب نہیں ہو سکتے، اور ان میں سے گذر کر اپنی روشنی پہنچا دیتی ہے۔ آجکل جسم کے اندر ہڈیوں کی حالت اسی روشنی کے ذریعہ دیکھی جاتی ہے۔ منہ

شعاعوں کا اعلان کیا، تو تمام علما نے ان شعاعوں کا راز دریافت کرنے کے لیے انکا نہایت انہماک سے مطالعہ شروع کر دیا۔ ان علماء میں موسیو پوانکارے (Pioncare) نامی ایک فرنیچ عالم تھا۔ موسیو پوانکارے کو یہ خیال آیا کہ ان شعاعوں میں اور اس چمک میں (جو ان شعاعوں کی تولید کے وقت پیدا ہوتی ہے) کوئی تعلق ضرور ہے۔ موسیو مذکور نے اپنا خیال علما کے سامنے پیش کیا۔ روس کے ایک عالم (نیوگلاسیکی) نے اس خیال پر نہایت توجہ مبذول کی، اور اس نعت کی تفتیش کرنی چاہی۔ (نیوگلاسیکی) نے فوٹوگراف کی ایک تختی لی اور اس کو ایک سیاہ کاغذ سے لپیٹ کے اس پر شیشے کا ایک مربع ٹکڑا رکھا اور اس ٹکڑے پر کیمیاوی چوڑے کے چند دانے ڈال دیے۔ دوسرے دن اس نے تختی کو الت کے دیکھا تو اس پر سہ گوشہ شیشے کی تصویر کھنچی ہوئی پائی۔ اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ شعاعیں شیشے کے کناروں پر منحرف ہو جاتی تھیں۔ ان دو راقعات سے وہ حسب ذیل دو نتیجوں پر پہنچا:

(۱) (کیمیاوی چوڑے) کی شعاعیں کاغذ سے بھی نفوذ کرے فوٹوگراف کی تختی پر اثر کرتی ہیں۔

(۲) یہ شعاعیں رنچن کی شعاعیں نہیں ہیں، کیونکہ اس طرح کا انحراف ان میں مطلقاً نہیں ہوتا۔

گو نیوگلاسیکی کو یہ معلوم ہو گیا کہ شعاعیں رنچن کی شعاعیں نہیں ہیں، مگر تاہم یہ تحقیق نہ کر سکا کہ یہ کون سی نئی شعاعیں ہیں؟ نیوگلاسیکی کے بعد ایک فرانسیسی پروفیسر (پکول) نے ان کا معلوم الحقیقہ شعاعوں کے تجارب شروع کیے۔ پروفیسر مذکور کو معلوم تھا کہ (اورینیم) جن مادوں کے اجزاء میں شامل ہوتا ہے، وہ مادے بالخاصہ روشن ہوتے ہیں۔ اس لیے اس نے بے تجارب میں کیمیاوی چوڑے کے بدلے (جیسا کہ نیوگلاسیکی کیا کرتا تھا) اورینیم کے مرکبات دھوپ میں رکھنے کے بعد شیشے پر رکھے۔

یہی عمل وہ کئی دن تک کرتا رہا۔ ایک دن جب وہ تختی دھوپ میں رہنے کے لیے تیار کر رہا تھا۔ یکایک ابر آگیا۔ آفتاب کے چھپ جانے کی وجہ سے اس نے تختی ایک دبے میں مع اورینیم کے نمک کے رکھ دی۔ اتفاق سے ایک کنجی بھی تختی پر رکھ گئی تھی۔ کئی دن کے بعد پھر وہ ڈبا اسکو ملے۔ تختی کو الٹ کر دیکھتا ہے، تو اس میں کنجی کی شکل بھی بنی ہوئی ہے! یہ حسن اتفاق ہی ایک عجیب رہنمائی تھی۔

اس واقعہ سے اس نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ فوٹوگراف کی تختی پر (اورینیم) کا نمک تاریکی میں بھی اثر کرتا ہے۔ اس واقعہ کے بعد سے اس نے تختی کو دھوپ میں رکھنا چھوڑ دیا، مگر اس وقت تک وہ شعاعیں نامعلوم الحقیقت تھیں۔ اس لیے اس نے تجارب کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔

پروفیسر مذکور نے اورینیم کے مختلف نمکوں کا تجربہ کیا مگر سب کا نتیجہ ایک ہی نکلا۔ البتہ ایک نئی بات یہ دریافت ہوئی کہ وہ معدنی شے، جس سے اورینیم نکالا جاتا ہے، خود اورینیم سے زیادہ اس بارے میں شدید الاثر ہے۔ اس انکشاف کے بآسانی اس نتیجے تک پہنچا دیا کہ اس معدنی مٹی میں اورینیم کے علاوہ کوئی جزء ایسا بھی ہے جو فوٹو گراف کی تختی پر اثر کرنے والے اجزاء کے علاوہ ہے۔



## انگلستان اور اسلام

( ۴ )

ایک حق پرست انگریز کی چٹھی ٹائمز لندن کے نام

ان معلومات سے جو مجمع اور نیز اکثر اشخاص کو موصول ہوئے ہیں، یہ معلوم ہوتا ہے، کہ مقدونیہ میں ناجائز حملوں کے رسائل عملی طور پر ترتیب دیے گئے اور یہ، کہ بہت سے بے گناہوں پر نہایت ہیبت ناک قتلہاے عام عمل میں آئے۔

گذشتہ آخری ایام میں مر، عورتیں اور بچے قتل کیے گئے، اور اب تک یہ وحشیانہ عمل جاری ہیں بلکہ روز افزوں، جنکا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ مسلمانوں کو فدا کر دیا جائے۔

چنانچہ ان ہولناک واقعات سے بھاگنے والے مہاجرین کی تعداد کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انکی تعداد نصف ملین نفوس سے زیادہ ہے۔ اگر یہ معلومات صحیح ہیں (جیسا کہ میرا عقیدہ ہے) تو یہ واقعات دنیا کے ہولناک ترین واقعات ہیں، جو اس زمانہ میں مسیحیت کے نام سے عمل میں آئے ہیں!

میں وہ آخری شخص ہوں جو جنگی کارروائیوں میں انسانیت کی مراعات کا منتظر ہے مگر یہ کارروائیاں (فظائع و مظالم) جنگی کارروائیوں سے بالکل بے تعلق ہیں۔

انگریزی حکومت اس مسئلہ کی اہمیت کو کم کرنا چاہتی ہے اسکی اس خواہش نے اسی قدر لوگوں کے غیظ و غضب کو زیادہ ابھارا ہے، جسقدر کہ مظالم کی بڑی خبروں کی اشاعت ہوئی ہے۔ علی الخصوص وہ لرگ، جو میوہی طرح خیال کرتے ہیں کہ انگریزی سیاست کے ستون میں سے ایک ستون عیسائیوں اور مسلمانوں کے حسن تعلقات کی ترقی ہے۔

جب ہم اس جوش و خروش کو یاد کرتے ہیں جو ان خونریزیوں نے یہاں پیدا کر دیا تھا جنکے ارتکاب کرنے والے چند کرور وحشی البانی تھے، تو مقدونیہ میں ان ہولناک و بدترین واقعات پر خاموشی، جن سے بدن کے لرزے کھڑے ہو جاتے ہیں، تمام دنیا کے مسلمان کے ساتھ ایک سخت اور کھلی ہوئی بد سلوکی ہے۔ مقدونیہ میں فتح بلقان سے قبل کتنے مسلمان تھے؟ اور آج کتنے ہیں؟ یہ کیا عذاب الیم ہے جو ان بدبخت ستم رسیدہ مخلوقات پر نازل کیا گیا ہے؟ یہ کیا ستم ہے کہ ہزاروں مرد اور عورتیں نہایت بے رحمی کے ساتھ زندہ دفن کر دی گئیں؟ کیا یہ مظالم ان ترکی باشی بزوروں کی کارروائیوں سے سخت تر نہیں ہیں، جن پر گذشتہ زمانہ میں تمام یورپ اٹھ کھڑا ہوا تھا؟

کیا باغری عہدہ داروں نے ان بدبختوں میں سے کسی ایک شخص کو پھانسی دی؟ (ناظرین کو غالباً یاد ہوگا کہ ہمیشہ ایسے موقع پر حکومت عثمانیہ نے یورپ کے صدائے سرزنش طلبی کے جواب میں لبیک کہا اور مجرموں کو سخت سزائیں دیں اور اگر اصلی مجرموں کا پتہ نہیں چلا تو یورپ نے ناکردہ گنا لوگوں کو سزا دینے پر مجبور کیا۔ الملال)

بیشک مسیحیت اور اخلاق کا شرف یورپ سے ان مظالم کی کامل تحقیقات کا مطالبہ کرتا ہے! بیشک اس قسم کی تحقیقات اور ان حکومتوں کو تذبذب، جن کی رعایا ان فظائع کے مرتکب ہوتی ہے، عالم اسلامی کے تعصب کی تاریکی دور کرنے اور مسیحیت کو انظار مسلمین میں خوش امید بنانے کیلئے ہزاروں مشن کی جماعتوں سے زیادہ مفید ہوگی۔

مار میڈک بکٹھلے { ۱ - جنوری ۱۹۱۳ء (مار میڈک بکٹھلے)

Marmaduke Pickthal

نہیں، بلکہ تمام مسائل کی ایسی ہی حالت ہے۔ انہیں ایک مبدعہ اساسی بھی ایسا نہیں ملے گا، جو انکے خیالات کی ضلالت پر نگران یا مسند ہو۔

ہم دیکھتے ہیں کہ یورپ ایک طرف تو ایک اسلامی شہر (اندز) کو دولت عثمانیہ سے قرا دھمکا کے چہیں لینا چاہتا ہے۔ دوسری طرف جزائر اربیل کو یونان کے ساتھ ملانے کے لیے جنسیت کے حقوق پر ذبحہ قرار دیرھا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ غلط سیاست اعتدال و تفکر اور انصاف سے بالکل خالی ہے۔ پس اگر بلقانی رکلا اس عظیم الشان ہولناک تبادلہ کی قدر کرتے، جو عثمانی رکلا کے دوران اجلاس کانفرانس میں ظاہر کیا تھا اور صلحنامہ پر دستخط کر دیتے، تو مقدونیہ، ایبررس، لریٹ، اور البانیا اور ترجنا کا ایک حصہ انکے قبضہ میں باسانی آجاتا۔ ریاستہائے بلقان کے لیے یہ مذاہب تھا کہ رومانیہ کی مداخلت کا خوف نہ کرتیں، اسلیئے کہ اس ریاست کے لیے یہ نہایت مشکل رہا کہ اختتام جنگ کے بعد تلوار علم کر کے غنیمت میں اپنا حصہ زور حاصل کرے۔

”اسلام جزیرہ نماے بلقان پر خیمہ زن تھا“ یہ ایک افسانہ ماضی پر جاتا اگر ریاستہائے بلقان، جو کچھ انکی قسمت میں تھا، اس پر رضی ہو رہتیں۔ اس صورت میں کام کرنے کے لیے انکے سامنے یک وسیع میدان تھا۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ باشندگان شہر کی یک جنسی ان قوتوں کے منہ کے سرچشمہ تھی، جنہوں نے اس کے لیے دولت عثمانیہ پر حملہ ازری کا راستہ تیار کر دیا۔

بلاد عثمانیہ کی حالت اس کے بالکل برعکس ہے۔ کیونکہ وہ متعدد مضاد اقوام پر مشتمل ہیں، جنکے جنس اور عقائد ایک دوسرے سے مختلف ہیں، اور اب کل مقدونیہ، تراقیا، سلانیک، مناسٹر، سرب، میں آباد ہونے والے متعدد عنصروں نے باہم اتحاد کی ہم، بلغاریا، سربیا، اور یونان کے کاندھوں پر رکھ دی ہے۔ یقیناً یہ ہم پنی نوعیت میں سخت ہوگی، جسکی سختی ان شہروں کے حلق سے بے انتہا بوجھائیگی، کیونکہ انکی آبادی کا اکثر حصہ مسلمان ہے۔

بلقانیوں کی قدرت میں یہ بات تھی کہ وہ ان امور کو سمجھتیں۔ یورپ کو لازم تھا کہ وہ چشم انصاف سے ان قربانیوں کو دیکھتی جو عثمانی برداشت کر رہے ہیں، اور بلقانیوں کے ان غلو امیز مطامع کو مرنے کے لیے مداخلت کرتا۔ مگر اسکے بدائے ہم ان درندوں کی بی آوازیں سنتے ہیں، جو اپنی زبان حال سے کہہ رہے ہیں: ”ہمیں اپنے پیٹ بھرنے ہی سے رغبت ہے اور بس“

مجمع تو یہ نظر آتا ہے کہ بلقان کے بھیڑیوں کی دماغی قوت انکے انٹوں میں منتقل ہو گئی ہے، اور یورپ کے دماغ پر فالج گر گیا ہے، جسکی وجہ سے وہ بے سوجے مجمع ان بلقانی بھیڑیوں کی صدائے زکشت کو دھرا رہا ہے، حالانکہ انکی حرص کا پیٹ اتنے ممالک کے ملجانے پر بھی نہیں بھرا.....

یورپ کو جنگ عام کا خوف ہے، مگر یہ اسلیئے کہ وہ اس سیاست کی پیروی نہیں کرنا چاہتا، جسکی بنیاد عدل و اعتدال پر ہو اور ہمیں تعصب کی آواز پر بے چرواہے کی بھیڑوں کی طرح وزن کے بدائے عقل و فہم، مظلوموں کی دستگیری، اور مزہوں کی طمعرائیوں کو روکنے کے اصول کی پیروی کی گئی ہو۔



# شہزادہ نون عثمانیہ

میں اس امر سے انکار نہیں کرتا کہ ان الہ انگریزوں غم خیز واقعات ( جو ہمارے زمانے میں وقوع پذیر ہوئے ہیں ) ناگوار نتیجہ ایک حصہ کی ذمہ داری دولت عثمانیہ کے کاندھے پر بھی ہے۔ علاوہ وہ ایک طویل مدت تک عہد استبداد کا جوا لادے رہی جس نے اس کو اس سخت پست درجوں تک پہنچا دیا اور قریٰ کو کمزور کر دیا۔

مگر عثمانیوں کے شدید ترین دشمن بھی اس امر سے انکار نہ کر سکتے کہ شرف و عزت نفس عثمانیوں کی ایک فطری خصوصیت ہے، پس اگر یورپ میں ذرہ بھر انصاف ہوتا، تو وہ انکو عصرِ جدید کے اقتباس مبادی میں مدد دینا۔ لیکن یورپ نے اس کے بدلے شہزادہ نون کی تخم پاشی کو ترجیح دی اور سختی کو کام میں لیا تاکہ وہ ایسی دلیلیں اور عذر پیدا کر سکے، جنکے ذریعہ درشتی و سرآمیز مداخلت کے لیے راستہ صاف ہو جائے۔

ریاستہائے باقیاں نے اس فرصت اضطراب کو مغتنم شمار کر بلقانی عیسائیوں کو آزاد کرنے کے دعوے سے ان بھیڑیوں کی مدد دولت عثمانیہ پر قوت کر، اس کے جسم کو ان درل یورپ کی موجودہ میں نچڑے لگیں، جن کے امکان میں تھا کہ بلقانی عیسائیوں خوش حالی کے لیے دولت عثمانیہ سے کوئی ضمانت لے لیں۔ یورپ یورپین صوبوں سے جو کچھ لے چکا ہے، اس کے بعد دار عثمانیہ کے ایشیائی صوبوں کی باری عنقریب آئی ہے۔ کیونکہ یہ بھوکے بھیڑیے اپنے دانت نکالے وقت مناسب کے انتظار میں ہیں۔

دنیا میں کسی عظیم الشان قوم کا عالم اقبال سے زور بہ زوال دلوں کے لیے سب سے بڑا الہ انگریز واقعہ ہے۔ گورہ اپنی زندگی میں بعض لغزشوں کی بھی مرتکب کیوں نہ ہوئی ہو۔ جب ہم نے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ پویند کی ساطہ چند لغزشوں کی مرتکب ہوئی تھی، مگر جوں ہی اس کے ہمہ صرف کرنا اور افنادگی سے اٹھنا شروع کیا، دسے ہی اس پر رہ بھوکے بھیڑیے قوت پڑے، جو اس کے گرد و پیش گھوم رہے تھے اور فوراً خوف سے وہ کہیں اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو جائے اس کا جہ نوجہا شروع کر دیا۔ یہی حالت بعینہ دولت عثمانیہ کی ہے اس کے بھی جوں ہی گذشتہ زمانہ کے کثافتوں کو اپنے جسم رائل کرنے کے لیے دامن جہازا، فوراً سب کے دلوں میں طمع و حرص سراپت کر گئی، اور اس خوف سے کہ اگر اسکر اپنی پراگندگی کی فراہمی کا موقع دیا گیا، تو یہ طلائی فرصت ہاتھ نکل جائے گی۔ اسپس ( بااں ہمہ دیرینہ عداوت و بغض ) سازش شروع کر دیں۔ لیکن بہر حال میں اس سیاست کو سخت ناپس کرنا ہوں، کیونکہ یہ اس سنگ دلی کے قریب اور ان پست مطامع علامت اور نتیجہ ہے، جو تمام عالم پر چھائی ہوئی ہے۔

افسوس! انسانیت پسند جماعت اور سرشیدزم خواہشوں کا اسقدر قوی نہیں ہے کہ ان مطامع سافلہ، قسارۃ سبعیہ، اور خد و فریب کے مقابلہ میں کھڑی ہو سکے۔

انسان کے لیے سخت مشکل ہے کہ وہ حماقت و بیجانی اسدرجہ کا تصور کر سکے، جو مسئلہ مشرقی کی نسبت یورپ میں حالہ کی رفتار کو بد نما کر رہی ہے۔ صرف یہی مسائل انصاف سے خالی

انکا ایک خاصہ یہ ہے کہ انکی راہ میں جب کوئی شے حائل ہوتی ہے، تو اس شے اور شعاعہائے بقا کے تصادم سے، ( شعاعہائے کما ) پیدا ہو جاتی ہیں۔

ریڈیم سے ایک قسم کا گیس بھی پیدا ہوتا ہے۔ اس گیس کے خواص کے متعلق اسوقت تک صرف اسقدر معلوم ہو سکا ہے کہ جو شے اس سے مس ہو جاتی ہے، اس میں بھی شعاع انگریزی کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔

خالص ریڈیم صرف ایک ذرہ ہے جو میڈم ریرفیسر ( کرے ) کی عرقریز کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اس کے علاوہ ریڈیم کی جسقدر اور مقدار ہے، وہ ( اکلور ) ( برزم ) نامی دو عنصروں سے ملی ہوئی ہے۔ ریڈیم تمام مادوں سے زیادہ گراں بہا ہے۔ اسکی گراں بہائی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک چھوٹے سے ذرے کی قیمت، جو خوردبین کی مدد کے بغیر نہیں دکھائی دے سکتا، ۵۰ ہزار ڈالر ہے۔ اس مادہ میں عجیب ترین شے وہ دقائق کہربائے ساپی ہیں جنکا اصطلاحی نام ( شعاعہائے بقا ) ہے۔ ان دقائق کی حرکت سے ایک قسم کی برقی رو پیدا ہوتی ہے۔ تلغراف لاسلکی ( وائر لیس ٹیلیگراف ) کی بنیاد انہی موجات پر ہے جو ان ذرات کی حرکت سے ابتر میں پیدا ہو جاتے ہیں۔

اسکی قیمت کی گرانی اور خواص کی اعجبگی سے تاجر و عالم، دونوں واقف ہیں، اور اگر کبھی ریڈیم کے کسی ذرے کو صدقہ پہنچتا ہے تو اسکی خبر گھر گھر پھیل جاتی ہے۔

## فرانس سے ایک صدائے انصاف

— \* —

توڑوں کے حق میں

— \* —

فرانس کے ایک مشہور اہل قلم اور صحافی ( ۱ ) موسیو ( جوزس ) نے حال میں ایک مضمون اخبار ( لامینا ) میں شائع کیا ہے، جسکا عنوان ( انصاف کا ایک ذرہ ) ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسکا خلاصہ شائع کر دیں۔ وہ لکھتا ہے :

کیا لوگ مجھے اسلیے ملامت کر رہے ہیں کہ عثمانیوں کے ایک گرمجوش اور سچے درست کی صورت میں ظاہر ہوتا ہوں ؟ افسوس ! مد افسوس ! !

میرے لیے اس سے بہتر اور کیا تھا کہ میں نے زیر دستوں کی طرف اس میلان کے ظاہر کرنے کی جرأت کی، جسکو میرا سینہ چھپالے ہوئے تھا ؟ یہ کیا ہے کہ میں کسی طرف سے طاقت اور قوت کے نام پر خررش تحسین کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں سنتا ؟ میرے کانوں میں طلب ہائے حفرق اور فتح و ظفر کی آواز بارگشت کے علاوہ کوئی آواز نہیں گونجتی ؟ گویا دنیا میں تلوار کی چمک ہی ایک روشنی ہے، جس سے انسانی نظریں ضیاء اندوز ہو سکتی ہیں ! !

( ۱ ) اردو زبان میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو انگریزی لفظ ”جرنلسٹ“ کی جگہ استعمال کیا جائے، اور ان لوگوں کی نسبت کہا جائے کہ کسی اخبار کے ایڈیٹر نہیں ہیں، لیکن مستقل طور پر مضمون نگار ہیں۔ آجکل عربی میں اس طرح کے لوگوں کو ”صحافی“ کہتے ہیں۔ جو اپنے جلد ساز کو کہا کرتے تھے۔ کرنی مضائقہ نہیں اگر اردو میں بھی یہی لفظ رائج ہو جائے۔

# ناموران غزوہ بلقان

## عثمانی جنگی جہاز — ہاز "باربروس"

— \* —

بحر مارمورا میں ترکوں کا بحری کارنامہ

— \* —

پچھلے نمبر کے ساتھ "چٹلجا لائن" کا جو نقشہ شائع ہوا ہے  
سکودیش نظر رکھ لیجیے -

عثمانی جنگی جہاز "باربروس" جو عظیم الشان بحری فاتح:

خیر الدین باربروس) کے  
نام کے ساتھ تاریخ عثمانیہ  
کے گذشتہ بحری کارناموں  
پر دلائل دیتا ہے - آپکے  
سامنے کہتا ہے -

"چٹلجا لائن" کے  
مغشوش بائیں حصے کو  
اپنی جہاز سے جس نے  
پہلی ساحل کی آتش  
مشائیروں سے بلغاریوں کے  
بے سد سکندری بنا دیا -  
۲۸ - نومبر کی رات  
موت و ہلاکت کی ایک  
عظیم الشان رات تھی  
جو بقی سرعت سے چھوٹنے  
والی مشین گن کے گولوں  
کے پھونکنے کی پے ہم باش  
۳۰ دس ہزار اہل پوش  
نسلوں کے فیصلہ کن  
غز کے ساتھ نمودار ہوئی  
تھی -

نہ تک بغاری حملہ تھا  
جو (تادمین) کی پہاڑیوں  
پر غور کر کے، مغربی  
جانب سے چٹلجا لائن کے  
بلند ٹپ خطوط کو مسمار  
کردہا چاہتا تھا -



عثمانی جنگی جہاز: "باربروس" کے دلائل حصے کا ایک منظر

یہ حملہ بالکل اچانک کیا گیا، اور بغاری افسروں کے ہوا غزم  
پر کیا تھا کہ اسی طرح "چٹلجا" لائن کو ایک خفیف سا نقصان  
ہی پہنچا کر، اپنی فتوحات کے جغرافیے کو وسیع کر لیں  
مغربی پہاڑیوں تک دشمن کا پہنچ جانا بہت خطرناک تھا -  
لہذا تم اس لیے کہ یہاں ساحل کے عثمانی بیڑے کی رد بآسانی  
ہی پہنچ سکتی تھی، لیکن ساحل ایللیے یہاں کے نشانے بہت  
فرب ناک تھے -

بغاری حملے کے نمودار ہوتے ہی ترکی قلعہ کی باڈی کے  
جواب دینا شروع کر دیا، مگر اب یہ کچھ موثر کارروائی نہ تھی، کیونکہ  
دشمن مغربی حصے تک بڑھ آیا تھا اور قلعہ کی توپ اس کے لیے صحیح  
نشانہ نہیں ہو سکتی تھی -

یقیناً یہ حالت نازک تھی -

دشمن آگے تو نہیں بڑھ سکتا تھا، لیکن اگر وہاں زیادہ عرصے تک  
قائم و قابض رہ جائے گا، تو ترکی قلعہ، ساحل کی آبادی، اور خود  
ساحلی بیڑے کو سخت نقصان پہنچانا اس کے اختیار میں ہوگا -

وہ قصبہ اور سامنے کے پہاڑ  
کے درمیانی پل کا راستہ  
اپنی گولہ باری سے بند  
کر دینا، جس کا نتیجہ یہ  
نکلیگا کہ ترکی فوج اپنے  
حملے کے ایک بہترین  
راستے کو کھو دیگی -

\*\*\*

وقت نازک اور فرصت  
قلیل تھی - صرف ایک  
ہی علاج باقی رہ گیا تھا  
اور وہ ساحل کے جنگی  
بیڑے کے ہاتھ تھا، یعنی  
بغیر ایک لمحہ کے ضائع  
کیے، فوج کا ایک حصہ  
مع توپخانے کے ساحل پر  
اتار دیا جائے اور وہ پل کو  
عبور کر کے دامن کوہ میں  
پہنچ جائے - اس ترکیب  
سے دشمن کے گولوں کا  
جواب ممکن ہو جائے گا -  
مگر ایسا کیونکر ہو؟  
جنگ آگ اور دھوئیں کا  
کھیل سہی - لیکن یہ  
جلتی ہوئی آگ میں  
توڑکٹی انسان کو نہیں  
جانا؟ جو فوج ساحل پر

اتر گئی، اسکے سرور برکواروں کی ہوش ہوگی، جو مذتوں کی رفتار  
کے حساب سے چھوٹ رہے ہوں - جہازوں طرف پھٹنے والے گولوں  
کے مہلک آلات ہو گئے، آگ اور دھوئیں کی فضا کے اندر بہت  
بہت کر زندگی کی علامات زمین سے محو کر رہے ہیں!

ساحل کی زمین یکسو موت و ہلاکت ہے، پھر روج اور خون  
دھننے والا کون انسان ہے جو اپنے نڈیں اسکی آغوش میں سپرد  
کر دینگا؟



# مآب

مصر کی قیاد

موجودہ وزارت کی پالیسی

تصریحات وزیر اعظم

وزیر اعظم کا خیال ہے :

( ۱ ) آئندہ سے ممالک عثمانیہ کا نظام حکومت لامرئزی ہوگا۔ یعنی تمام ممالک چند حصوں پر تقسیم کیے جائیں گے۔ ہر حصہ چند ولایات پر مشتمل ہوگا۔

( ۲ ) حکومت اجنبی مفتشوں ( انسپکٹرس ) سے مدد لیگی۔ مرئزی حکومت رفیز تمام برے برے مطلقوں میں ہر مشیر کے ساتھ ایک اجنبی مفتش اور ہر منطقہ میں ایک مفتش عام ہوگا۔ ( ۳ ) تمام ولایات میں زراعتی بنکوں کے قائم کرنے کے متعلق قانون وضع کیا جائیگا۔

( ۴ ) کمپنیاں قائم کی جائیں گی۔ ریلوے لائن وغیرہ کے لیے معاہدے ہوئے۔

ان تمام عثمانیوں کو جن کی عمر ۲۹ اور ۴۵ کے درمیان ہے شریک جنگ ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔

انکادریوں نے ایک انجمن باسم ”جمعیت دفاع وطنی“ قائم کی ہے۔

( کامل پاشا ) پر فالج گرا ہے۔ حالت خطرناک ہے۔

( ناظم پاشا ) کی طرح ( کامل ) پاشا بھی مار ڈالا گیا ہوتا۔ مگر بطل الطرابلس ( غازی انور بنے ) نے اسکو اپنی گاڑی میں بٹھا کے گھر تک پہنچا دیا اور مکان پر چند سپاہیوں کو لگرائی کے لیے مقرر کر آئے۔

ایک عثمانی نامہ نگار لکھتا ہے :

انڈر لوگ پوچھتے ہیں کہ دولت عثمانیہ کی مالی حالت کیا ہے ؟ حقیقت اتنی ہی خراب ہے جتنی کہ لندن اور پیرس کی خبروں سے معلوم ہوتی ہے ؟ واقعہ یہ ہے کہ دولت عثمانیہ کی مالی حالت خراب کتنی ہی خراب تسلیم کیجئے مگر اندی خراب تو ہرگز نہیں، جنہی خراب مشہور کہے گی ویش انگلستان اور فرانس کے دارالسلطنتوں سے کیجی رہی ہے اور بدعادیوں کی مالی حالت سے تو بہر حال بدرجہ بہتر ہے۔ ہاں یہ صدمہ ہے کہ اس کو انقلاب عدالت سے جس طرح رازے اور ترقی مدد مل رہی ہے، اس طرح درس سے مالی مدد بھی مایگی اور انگلستان اور فرانس خاموش رہیں گے کیونکہ انکو اسلام کے دیرینہ دشمن درس کی دوستی اور خاطر داری مسلمان رعایا کی خاطر داری سے زیادہ عزیز ہے۔

دولت عثمانیہ کو مسلمانان مصر و ہندوستان کی طرف سے پیش قرار مدد مل رہی ہے، چنانچہ وزیر اعظم نے مجھے بیان کیا کہ اس وقت مصر سے ۳۰ لاکھ لگی ( ۴ کروڑ پچاس لاکھ روپیہ ) وصول ہو چکی ہے۔ ہندوستان سے بھی مبالغہ خطیر مودول ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے۔ پس اگر مسلمان اپنے اسلامی مرکز کی مدد جاری رکھیں گے تو انکو اسکی مالی حالت سے اسقدر مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں، جسقدر مایوس کرنے کی کوشش لندن اور پیرس کر رہے ہیں۔

الموید کے نامہ نگار کی چھٹی سے معلوم ہوتا ہے :

چٹلچسا اور گیلی پولی کے درمیان اس وقت دو لاکھ پچاس ہزار فوج سے کم نہیں۔ اس فوج کا قوام لاری، کردی، عربی، اور ترکی عناصر سے ہے جنہوں نے عہد کیا ہے کہ یا موت ہے یا فتح۔ اس فوج کے ساتھ ہی توپیں بھی ہیں جو حال میں جرمن سے منگوائی گئی ہیں۔ رسد کا سامان بھی معقول ہو گیا ہے۔ مخلص نوجوان ترک جبر پٹال الطرابلس انور بے و فتھی بے وغیرہ کے آجانے سے فوجوں میں ایک غیر معمولی جنگی جوش پیدا ہو گیا ہے۔

## اعلان

— \* —

عظم اللہ اجرنا واجورکم بمصابنا بعلي بن موسیٰ الرضا علیہ السلام

۲۸ - صفر سنہ ۱۱ ہجری سے ۱۱ ربیع الثانی سنہ ۳۲۰ ہجری تک جو واقعات آل محمد علیہم السلام پر گذر گئے انکو آج تک کوئی بھولا ہے نہ بھول سکتا ہے علی الخصوص ان دور مظلوموں کے دل خون کن واقعات جو دس سے پندرہس میں مہمان بلا کر عام غربت میں انتہائے بیکسی سے قتل کیے گئے اور بعد قتل ردمیں انکے قبور مقدسہ سے بھی وہ سلوک کیے گئے جنکی یاد میں زمانہ کی آنکھیں ہمیشہ خون کے آنسو ریندیگی۔ حسین بن علی اور علی بن موسیٰ الرضا علیہم السلام جن میں سے ایک کوفیان پر دنا مہمان ہو کر یزید بن معاویہ کے ظلم سے تین دن کے بھوکے پیاسے درد کے چٹیل میدان میں شہید ہو کر بے غسل و کفن اسی سرزمین میں دفن ہو گئے اور نہوڑے ہی عرصہ کے بعد متوکل عباسی نے ظلم و ستم سے انکی قبر مذکور پر کھیتی کرینکا حکم دیا گیا اور دوسرے کو مامور رشید عباسی نے مہمان بلا کر زہر دغا سے شہید کرا کر اس نہدیب کے زمانہ میں روسیوں کے ظلم و ستم سے اس فیر شریف پر گولہ باری دی گئی پھر ایسا دنیا کا کوئی شخص بغین نہ سکتا ہے نہ کوئی مسلمان کسی وقت اس ظالمانہ کارروائی کو فراموش کر سکتا ہے یا زمانہ کا ظالم ہاتھ دہی ان واقعات کے گہرے نقوش اور اہل ایمان کے دلوں سے محو نہ ہو سکتا ہے۔ دنیا جس وقت تک باقی ہے اس وقت تک نہ حسین بن علی کی مظلومیت اور یزید و متوکل کے ظلم فراموش ہو سکتی ہیں نہ علی بن موسیٰ الرضا کی بیکسی اور مامور و سطوت درس کے مظالم سہو محو سے جاسکتے ہیں۔ مجھے ان واقعات کے یاد دلانے کی بڑی ضرورت ہے یہی چیز کہ سنہ ربیع الثانی سے ہر اہل ایمان کا دل مامن رضا کے بے امن ہو جائے سے اس درجہ پیچیدہ ہو رہا ہے کہ کسی وقت ان واقعات کی یاد دل سے محو نہیں ہوئی لیکن ان اندیا شیوہ کانفرنس کی مرکزی کمیٹی نے جو رزبوشن سالگدستہ پاس کیا تھا اسکی تعمیل میں یہ یاد دہانی البتہ میرا ایک فرض تھا جو اس مختصر تحریر کے ذریعہ ادا کر کے جمیع مومنین سے الذمہ ہے کہ ۱۱ - ربیع الثانی کو اپنے اپنے مقامات پر غریب المم رضا علیہ السلام کی مجالس عزاء پڑھا کریں اور باہم ایک دوسرے سے تعزیت ادا کر کے ارواح طیبہ حضرات معصومین کو شاہ کریں۔

الداع الی الخیر

خادم قوم السید علی غضنفر عفی عنہ

## ذیابیطس

### خطرناک مرض ہے اس کا جلد علاج کرو

علامات مرض: جن لوگوں کو پیشاب بار بار آتا ہو یا پیلس زیادہ لگتی ہو۔ منہ کا ذائقہ خراب رہتا ہو۔ رات کو کم خرابی سکتی ہو۔ اعضاء شکنی۔ لاغری جسم۔ ضعف مثانہ ہونے سے روز بروز قوت میں کمی اور خرابی پیدا ہوتی جاتی ہو اور چلنے پھرنے سے سرچکراتا ہو۔ سر میں درد اور طبیعت میں غصہ آجاتا ہو۔ تمام بدن میں پیوست کا غلبہ رہتا ہو۔ ہاتھ پاؤں میں خستگی اور جالیں رہنے جالے پر خشونت وغیرہ پیدا ہو جائے اور تھکنے پانی کو جی نہ لے۔ معدہ میں جالیں معلوم ہو۔ بیوقت بوجھنے کے آثار پیدا ہو جائیں اعضاء وکسے کمزور ہو جائیں۔ رات۔ سوجھ اور گھٹنے بال کی شکایت دن بدن زیادہ ہوتی جائے تو سمجھو کہ مرض ذیابیطس ہے۔ جن لوگوں کے پیشاب میں شکر ہوتا ہے۔ انکو ملحقہ بلا آثار یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا خاتمہ علی القسم کار بیکل سے ہوتا ہے۔ ذہل و پست پر کبھی گردن میں پیدا ہوتا ہے۔ جب کسی کو کار بیکل ہو تو اُسکے پیشاب میں یقیناً شکر ہونے کا خیال کر لینا چاہیے۔ اس راج پھرنے سے سینکڑوں دینار قابل لوگ مر چکے ہیں۔

مرض کی تشویش اور مہمیت: ذیابیطس میں جگر اور لبلبہ کے فعل میں کچھ نہ کچھ خرابی ضرور ہوتی ہے اور اس خرابی کا باعث اکثر دماغی نکرارت شبانہ روز کی ممکن ہے بعض دفعہ کثرت جماع۔ کھلے سوزاک اور کثرت ادرار کا باعث ہوتا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ اس حالت میں پیشاب میں شکر نہیں ہوتا بلکہ مثانہ کے ریشہ وغیرہ پائے جاتے ہیں۔ کبھی ابتدائے عمر میں کثرت جماع سے آخر یہ مرض پیدا ہو جاتا ہے اور کبھی بخار کے بعد یہ مرض شروع ہوتا ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ راج پھرنے کا کار بیکل نہ نکلے تو علاج حفظ ماتقدم یہ ہے کہ ہماری ان گولیوں کو کھاؤ۔ شیرینی۔ چاول ترک کر دو۔ روزہ اگر سستی کر کے تو پھر یہ دسی درجہ ذیابیطس میں اُس وقت ظاہر ہوتا ہے جبکہ تمام اندرونی اعضاء گوشت پیوست بگڑ جاتے ہیں۔ جو لوگ پیشاب زیادہ آنے کی پروا نہیں کرتے وہ آخر ایسے لا علاج مرضوں میں پھنستے ہیں جن کا علاج پھر نہیں ہو سکتا۔ یہ گولیاں پیشاب کی کثرت کو روکتی ہیں اور تمام عوارض کمی قواء اور جملہ امراض ردیہ سے محفوظ رکھتی ہیں۔

ذیابیطس میں عرق ماء اللحم اسلکے مفید ہوتا ہے کہ بوجھ اخراج رطوبات جسم خشک ہو جاتا ہے۔ جس سے غذا اکتیت کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔ یہ عرق چونکہ زیادہ مقوی اور مولد خورہ ہے اسلکے بہت سہا دیتا ہے غذا اور دوا دونوں کا کم دیتا ہے۔

### حب دافع ذیابیطس

یہ گولیاں اس خطرناک مرض کے دفعیہ کے لئے بارہا تجربہ ہو چکی ہیں اور مددگار مرض جو ایک گھنٹہ میں کئی دفعہ پیشاب کرتے تھے تھوڑے دنوں کے استعمال سے اچھے ہو گئے ہیں یہ گولیاں صرف مرض کو ہی دور نہیں کرتیں بلکہ انکے کھانے سے گئی ہوئی قوت بلا حاصل ہوتی ہے۔ آنکھوں کو طاقت دیتی روز منہ کا ذائقہ درست رکھتی ہیں۔ جسم کو سوجھنے سے بچاتی ہیں۔ ماسل بول۔ ضعف مثانہ۔ نظام عصبی کا بگاڑ۔ اسہال دیرینہ یا پچیش یا بعد ہالے کے فوراً دست آجاتے ہوں یا درد شروع ہو جاتا ہو یا رات کو نیند نہ آتی ہو سب شکایت دور ہو جاتے ہیں۔

#### قیمت فی تولہ دس روپیہ

میر محمد خان۔ ٹالپرواٹی ریاست خیرپور سندھ۔ پیشاب کی کثرت سے مجھے ایسا حیران کر دیا تھا اور جسم کو بے جان۔ اگر میں حکیم غلام بی صاحب کی گولیاں ذیابیطس نہ کھاتا تو میری زندگی مصل نہ تھی۔ محمد رضا خان۔ زمیندار موضع چٹہ ضلع اتارہ۔ آپ کی حب ذیابیطس سے مرض کو فائدہ معلوم ہوا۔ دن میں ۱۶ بار پیشاب کرنے کی بجائے اب صرف ۵-۶ دفعہ آتا ہے۔

میر القادر خان۔ محلہ غرقاب شاہ جہاں پور۔ جو گولیاں ذیابیطس آپ نے دے دیں میری زندگی بچ گئی اور محمد تقی خان صاحب کے بھائی کو زیادتی پیشاب کے دفعیہ کے لئے اس سال فرمائی تھیں وہ اور بھی مدد دیں۔

#### پیشاب

بندالوہاب قہنی کلکٹر۔ غازیپور۔ آپ کی بیچی ہوئی ذیابیطس کی گولیاں استعمال کر رہا ہوں۔ پہلے ۳-۵ مرتبہ کے اب دو تین مرتبہ پیشاب آتا ہے۔

سید زاہد حسن۔ قہنی کلکٹر الہ آباد۔ مجھے عرصہ دس سال سے عارضہ ذیابیطس نے حق کر رکھا تھا۔ بار بار پیشاب آنے سے جسم لاغر ہو گیا۔ قوت مردمی جاتی رہی۔ آپ کی گولیوں سے تمام عوارض دور ہو گئے۔ رمل ملازم پوسٹماسٹر جنرل۔ پیشاب کی کثرت۔ جاتی رہی۔ مجھے کوراثہ دن میں بہت دفعہ پیشاب آتا تھا۔ آپ کی گولیوں سے صحت ہوئی۔ انکے علاوہ مددگار سندھات موجود ہیں۔

### معجب و آزمودہ شرطیہ دوائیں جو بادائی قیمت نقد تا حصول صحت دیجاتی ہیں

— \* —

#### زود کن

دازھی مرنچہ کے بال اس کے لگائے سے کھلے اور لبلبہ پیدا ہوتے ہیں۔ ۲ تولہ دو روپے

#### سر کا خوشبودار نیل

دلہنا خوشبو کے علاوہ سیاہ بالوں کو سفید نہیں ہونے دیتا تولہ و زخم سے بچاتا ہے شیشی خورد ایک روپے آٹھ آنہ کلاں تین روپے

#### حب قبض کشا

رات کو ایک گولی کھانے سے صبح اجابت با فراغت اگر قبض ہو درجہ ۲ درجن ایک روپیہ

#### حب قائم مقام افیون

انکے کھانے سے افیم چاندو بلا تکلیف چھوٹ جاتے ہیں نیکولہ پانی روپے

#### حب دافعه سیلان الرحم

لیسدار رطوبت کا جاری رہنا عورت کے لئے وبال جان ہے اس دوا سے آرام۔ دروڑے

#### روغن اعجاز

کسی قسم کا زخم ہوا اس کے لگنے سے جلد بھر جاتا ہے بدبو رائے۔ قاسور۔ بھگندر۔ خنا زبر کے کھاتے۔ کار بیکل زخم کا بہترین علاج ہے۔ ۶ تولہ دروڑے

#### حب دافع طحال

زردی چہرہ۔ لاغری کمزوری دور مرض۔ تلی سے نچلتے۔ قیست دو ہفتہ دو روپے

#### برالساۃ

ایک دو قطرے لگائے سے درد دانستہ فوراً دور۔ شیشی چار سو مرض کے لگے ایک روپے

#### دافع درد کان

شیشی مددگار بیماروں کے لئے۔ ایک روپے

#### حب دافع بواسیر

بواسیر خونی ہو یا بادی ریکی ہو یا ساسی۔ خون جاتا بند اور سے خود بخود خشک۔ قیست ۲ ہفتہ دو روپے

#### سرمۃ سمیرۃ کراماتی

مقبی بصر۔ معافہ بنائی۔ دانہ جالا۔ دھند۔ غبار۔ نزول الماء۔ سوجھی۔ صلف بصر وغیرہ ۶ نیکولہ مددگار سلائی سنگ یشب دروڑے

### حکیم غلام نبی زبدۃ الحکما - لاہور

\*\*\*

”اس زمین کا ہر ذرہ اپنے طلبگاروں سے قربانی چاہتا ہے۔ عثمان اول کی نسل نے نہیں معلوم آتھ سو برس کے اندر زندگی اور خورن کی کتنی قربانیاں کرے ان دروں کو خریدتا ہے؟ آج بھی اسکی مٹی ہم سے رہی مانگتی ہے، جو ہمیشہ مانگتی رہی۔ پھر کیا کرئی اسلام کا فرزند ہے جو اسکو جواب دے؟“

یہ جوش اور خود رفتگی کا ایک شعلہ تھا، جو لفظوں کی صورت میں جہاز ”باربرس“ کے کپتان: (خیری بک) کی زبان سے نکلا اور مارمرا کی فضاے تاریک میں قومی قربانی اور فوجی فوج کی ایک نئی روشنی نمودار ہوئی!

وہ اسے بالائی تختے پر کھڑا تھا۔ جہاز کی تمام روشنی گل کردی گئی تھی تا کہ دشمنوں کو نقل و حرکت معلوم نہوسکے۔ لیکن کبھی کبھی ساحل پر پہنچنے والے گولوں سے روشنی پیدا ہو کر (خیری بک) کے چہرے کو نمودار کر دیتی تھی۔ آج کی دہشت انگیز تاریکی میں دشمنوں کے گولوں کے اندر سے آگ نکلتی تھی، تو اسکا دل بھی ایک آتشکدہ تھا۔

مگر جو شعلے اس کے منہ سے نکل رہے تھے انکی روشنی خاموش تھی!

\*\*\*

ایک سیکنڈ کے وقفے کے بعد اس نے پھر تقریر شروع کی، اس کے سامنے سپاہیوں کی صفیں خاموش کھڑی تھیں۔ اس نے کہا:

”دشمن سامنے کی پہاڑیوں پر پہنچ چکا ہے۔ اگر درگھنٹے اسکو اور مہات دی گئی، تو وہ اسپر پوری طرح قابض ہوجاے گا۔ وہاں اس کے تریخانے قائم ہوجائیں گے، اور پھر نہیں معلوم اسکو وہاں سے ہٹانے کیلئے کتنی بڑی قربانیاں کی ہمیں ضرورت ہو؟ نہیں معلوم پھر کتنی ترک عورتوں کو بیوہ ہونے پڑے؟ کتنی شیرخوار بچوں کو داغ یتیمی سہنا پڑے؟ کتنی لاشیں پل بنائی جائیں، اور کتنے خونوں کے سیلاب بہیں؟ لیکن اس وقت صرف چند مقدس لاشوں کی ہمیں ضرورت ہے، جو قوم کو زندہ کرنے کیلئے مرنا گوارا کرلیں، اور اس طرح ایک سخت آنے والی ہلاکت سے اپنے بھائیوں کو محفوظ کردیں۔ صرف ایک توپ اور سو آدمی! یہی چیز ہے، جو آتھ سو برس کی ”تاریخ عثمانی“ آج ہم سے مانگتی ہے۔ اگر ہم کسی طرح ساحل پر اتر کر انکی توپوں کا جواب دینے لگے، تو یقین ہے کہ وہاں قائم نہ رہسکیں گے، اور پھر کل کو کسی بڑے حملے کی بربادی ہماری فوج کو گوارا نہیں کرنی پڑیگی۔ ..... سب سے پہلے میں خود اپنا نام پیش کرتا ہوں!“

\*\*\*

یگایک ”باربرس“ کو کے عظیم الشان ہیکل ایک خفیف سی جنبش ہوئی، اور فوراً کشتیاں سمندر میں ڈال دی گئیں۔ سر آدمیوں کی یہ ایک مختصر جماعت تھی، جس نے ساحل کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

سامنے سے گولوں کی لگا تار بارش ہو رہی تھی، اور پہنچنے والے گولوں کی آتش افشانیوں سے تمام ساحل ایک فضاے آتشیں ہو رہا تھا، مگر یہ کشتیاں بے خوف و خطر جارہی تھیں۔ پھر کیا ان کشتیوں میں انسان نہ تھے؟

انسان تو تھے، مگر وہ انسان، جنکو اپنی زندگی سے بڑھ کر قوم و ملت کی زندگی عزیز ہے۔ پس وہ جاتے تھے، تاکہ خود مرجائیں لیکن اپنی قوم و ملت کی عزت کو زندہ کر دیں!

ساحل تک پہنچنے سے پہلے ایک کشتی کو گولہ لگا اور غرق ہو گئی

صرف تین کشتیاں ساحل تک پہنچیں، اور ۷۵ - سپاہیوں نے انکی پل کو عبور کرنا چاہا۔ ۱۵ - راہ میں گولوں سے اتر گئے۔ اب صرف ۶۰ - شخص باقی تھے۔

انہوں نے دامن کر کے قریب پہنچتے ہی ایک زلزلہ انگیز نعرہ تکبیر بلند کیا، اور بجلی کی سرعت سے پہاڑ پر چڑھنا شروع کر دیا۔ بلغاری اس خیال میں تھے کہ ترکوں کی ہشیاری سے پہلے ہم اوپر تک پہنچ چکے ہیں اور اب انکا باہر نکلنا محال ہے۔ لیکن اس ناگہانی آواز نے انکے ہوش و حواس پر آگندہ کر دیے، اور ہر شخص یہ سمجھ بے اختیار ہو گیا کہ ”ترکی فوج پہاڑ تک آگئی“۔

\*\*\*

۶۰ - آدمیوں میں سے صرف ۱۷ - آدمی اوپر تک پہنچ سکے۔ انہوں نے تمام پہاڑوں کو دشمندوں سے خالی پایا، کیونکہ انکے پہنچنے سے پہلے وہ در توپوں چھوڑ کر بھاگ چکے تھے!

\*\*\*

صبح کو (خیری بک) کو چٹلجا کے فوجی شفا خانے میں پہنچا دیا گیا، کیونکہ اسکا تمام جسم زخموں سے چھوڑ تھا۔ وہ زندہ رہا، لیکن اگر وہ زندہ نہ بھی رہتا، جب بھی وہ زندہ تھا۔

## فہرست

### زرعائے دولت علیہ اسلام

— \* —

(۱۲)

پائی	آٹھ	روپیہ
۱	۰	۰
۲	۰	۰
۸	۰	۰
۵۵۶	۰	۰
۱	۰	۰
۱۰	۰	۰
۵۰	۰	۰
۱۰	۰	۰
۲	۰	۰
۲	۰	۰
۱	۰	۰
۱	۸	۰
۰	۹	۰
۰	۲	۹
۰	۲	۰
۰	۲	۰
۰	۲	۳
۱۷۵	۰	۰
۵۲۶	۲	۰
۱۱۶۵۷	۲	۶
۱۲۱۸۳	۴	۶

میزان

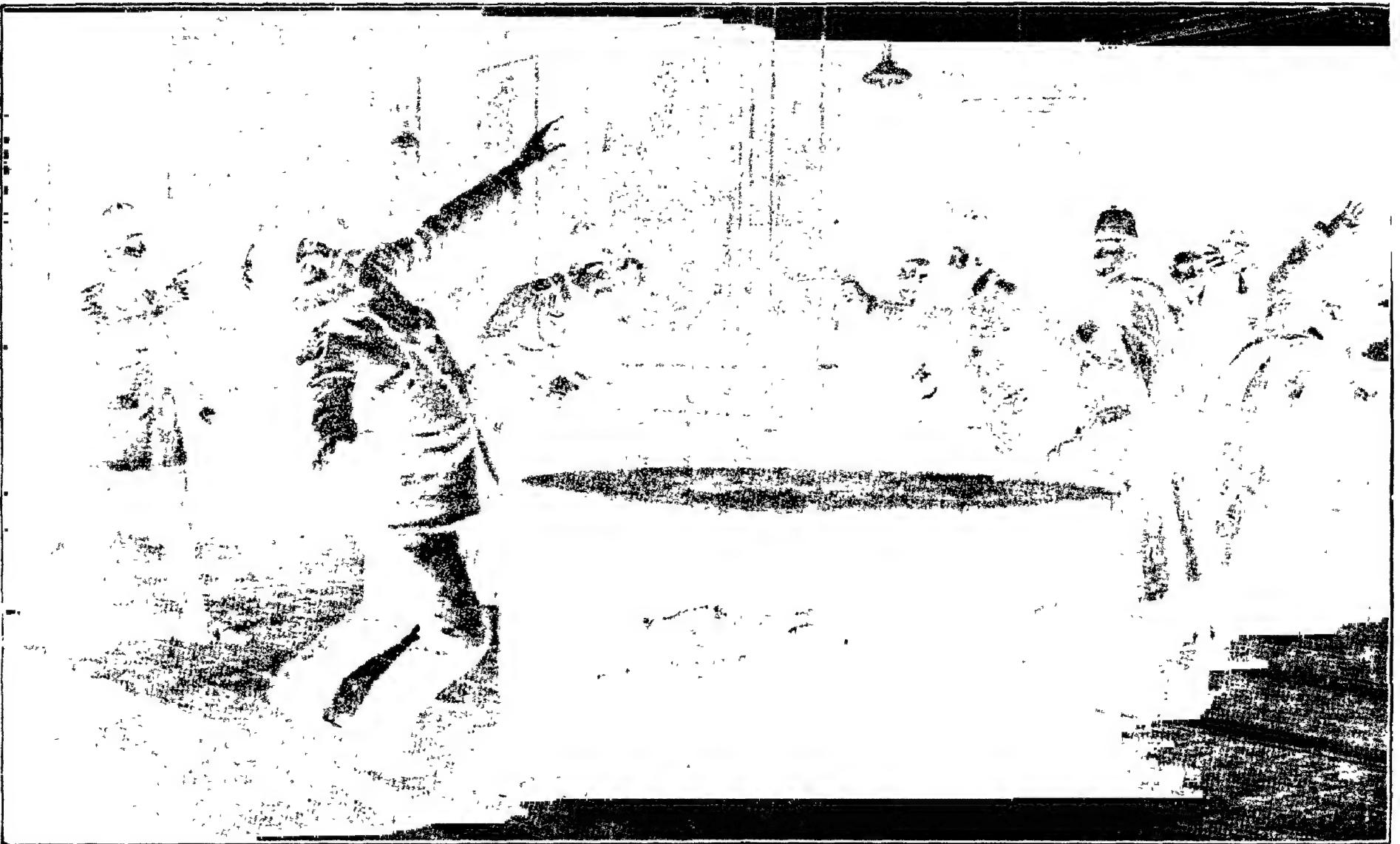
میزان سابق

میزان کل



## فزاقت و بال امرها، وکان عاقبة امرها خسرها

( ۹ : ۶۵ )



## انقلاب عثمانی

— \* —

۲۳ - جنوری : سنہ ۱۹۱۳ -

— \* —

یہ تصویر میں اس موقع کی ہے، جب (غازی انور) مع فدائیان اتحاد و ترقی باب عالی میں داخل ہوئے ہیں۔ ناظم پاشا چیغتا ہوا باہر نکلا ہے، اور اس کے ایڈٹنگ نے گولی چلائی ہے، جس کے جواب میں انقلاب خواہیں کے طرف سے بھی گولی چلی اور ناظم لڑہرا کر گر گیا۔ ایک دھنی جانب دروازہ ہے، جہاں انور نے داخل ہوا۔ اس کے کانڈے پر اور کورٹ ہوا ہے، اس علامت سے آپ پہچان لیں۔ گول میز کی دوسری جانب ناظم پاشا گولی کھانکر گرے ہیں۔ ان کے پیچھے کامل پاشا کا ایڈٹنگ، انور نے ہر حملہ کر رہا ہے۔ انور کے مقب میں بھی ایک شخص زخمی ہو چکا ہے۔ اسکو کامل پاشا کے ایڈٹنگ نے گولی ماری تھی۔

اطلاع - ڈاکٹر ایس - ے برمن کی خوبصورت تصویردار کٹوری جنٹری سنہ ۱۹۱۳ء کی متفرق جگہ کی دس شریف آدمیوں کا نام اور پتہ لکھنے پر بلا قیمت و معقول بہاجی جاتی ہے -

### عرق پودینہ

ولایتی پودینہ کی ہری پتوں سے یہ عرق بنا ہے اسکا رنگ پتی کے رنگ کا سا ہے اور خوشبو بھی تازہ پتوں کی سی آتی ہے یہ عرق ڈاکٹر برمن کی صلاح سے ولایت کے نامی دوا فروش نے بنایا ہے ریح کیلئے نہایت مفید دوا ہے پیٹ پھولنا ڈاکٹر کا آنا پیت میں درد بدھیمی متلی اشتہا وغیرہ ریح کی علامات دور ہرجاتی ہیں - قیمت فی شیشی ۸ آنہ معقول ۵ آنہ

ڈاکٹر ایس - ے برمن - نمبر ۱۳۱ لورچیت پور روڈ - کلکتہ

### انگریزی حکومت کا مسلمان ہوجانا

اب بالکل یقینی ہے - کیونکہ حضرت شیخ سنوسی کے خلیفہ نے بمقام بیروت سیدی خواجہ حسن نظامی سے آئندہ حالات کی نسبت مسطور پیشین گوئیاں کی تھیں ( اور جنکو کتاب شیخ سنوسی کے حصہ اول و دوم میں شائع کر دیا گیا تھا ) سب ہو بہو سچی ثابت ہوئیں - اب صرف انگریزی حکومت کے مسلمان ہوجانے کی پیشین گوئی باقی ہے - جو خدا نے چاہا تو عنقریب پوری ہوگی - پس اگر آپ یہ پیشین گوئیاں اور ترکی و ایران علی الخصوص افغانستان و جاپان و چین وغیرہ کے انجام کار کو دیکھنا چاہتے ہیں - تو رسالہ شیخ سنوسی کے دونوں حصے پڑھئے - قیمت ہر دو آنہ آنہ -

کلیات اکبر - لسان العصر و جدان الہلۃ خان بہادر مولوی سید اکبر حسین الہادی کے زبردست کلام کے دونوں حصے چھپ کر تیار ہیں - کاغذ لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ ہے - اور صرف ہمارے ہاں دستیاب ہو سکتے ہیں - قیمت ہر دو حصص ۳ روپیہ ۸ آنہ -

مضامین خواجہ حسن نظامی میں غدر کے اور تیسریہ خاندان کے سچے مگر نہایت درد ناک قصے درج ہیں نیز آلو - مچھر - دیاسلائی وغیرہ عنوانوں پر نہایت مزیدار اور معنی خیز مضامین ہیں -

سفرنامہ ہندوستان بمبئی، گجرات، کاتھیوار، سومنات وغیرہ مقامات کا دلچسپ سفرنامہ بطریق روزنامہ از سیدی خواجہ حسن نظامی دہلوی قیمت ۸ آنہ -

اسلام کا انجام مصر کے شیخ المشائخ کی حوصلہ افزا پیشین گوئیاں - قیمت ۴ آنہ

اسرار مخفی رموز کا خزانہ بس دیکھنے کے قابل قیمت ۴ آنہ -

ترکی فتح شاہ مشاق احمد صاحب منجم دہلوی کی پیشین گوئیاں - قیمت ۲ پیسہ

دل کی مراد - شاہ صاحب کے طلسماتی تعویذ قیمت دیرہ آنہ -

کار کن حلقہ نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

### شائقین تواریخ و تصوف کو مژدہ

—:O\*O:—

وزارات اریسا دہلی بالکل نئی تصنیف ہے - تمام اولیائے کرام و صوفیائے عظام جو دہلی کی مقدس سرزمین میں مدفون ہیں ان کے بسیط حالات سلسلہ وار دو حصوں میں درج کئے گئے ہیں - زائرین کے لیے اس سے بڑھکر کوئی رہنما نہیں ہو سکتا - قیمت حصہ اول ۶ آنے حصہ دوم ۲ آنے ہر دو حصص معہ معقول ڈاک و خرچ ری - پی پیکنگ وغیرہ ۱۰ آنے -

ہندوستان کی اسلامی تاریخ عہد افغانیہ - مصنفہ صوفیہ کرام الہی صاحب ڈنگرلی - ۴۲ تراویحوں کا لب لباب ہے - معترضین کے حملوں کا معتبر اور مستند حوالہ کے قوت سے جواب دیا گیا ہے - فاضل اجل مولوی سید احمد صاحب مولف لغات آصفیہ فرماتے ہیں کہ اس سے بہتر ہندوستان کی تاریخ اب تک ان کی نظر سے نہیں گذری قیمت ۲ روپیہ ۸ آنے معقول ڈاک و خرچ ری - پی ۳ آنے -

المشتہر - منیجر اسلامیہ بک ڈپو جنرل اخبار ایجنسی بازار ہلی ماران - دہلی -

### حمیدیہ ہوٹل

—:O\*O:—

### نمبر ۱۳۱ لورچیت پور روڈ

—:~::~:—

ہمارے ہوٹل میں ہر قسم کی اشیائے خوردنی و نوشیدنی ہر وقت طیار ملتی ہیں نیز اس کے ساتھ مسافروں کے قیام کیلئے ہر تکلف اور آرام دہ کمروں کا بھی انتظام کیا گیا ہے جو نہایت ہوادار، فرشتہ دار و بر لب راہ واقع ہیں جن صاحبوں کو کچھہ دریافت کرنا ہو بذریعہ خط و کتابت منیجر ہوٹل سے دریافت کر سکتے ہیں - جنگ ترکی و اٹلی اور جنگ بلقان کی جملہ تصویریں ہماری ہوٹل میں فروخت کے لیے موجود ہیں مع تصویر شیخ سنوسی وغیرہ -

المشتہر - منیجر اسلامیہ بک ڈپو جنرل اخبار ایجنسی بازار ہلی ماران - دہلی -

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

AL - HILAL

Proprietor & Chief Editor :

Abul Kalam Azad.

7-1 McLeod Street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4 - 12.

# الاحلام

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

میر رسول محمد خاں  
پرنسپل کلام مالہوی

مقام اشاعت  
۱ - ۷ مکلاوڈ اسٹریٹ  
کلکتہ

عنوان تلفراف  
«الاحلام»

قیمت  
سالانہ ۸ روپیہ  
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۲

کلکتہ: چار شنبہ ۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta : Wednesday, March 5, 1913.

نمبر ۹

## تلفراف خصوصی

— \* —

جنگ ہر ایک پر اسرار خاموشی طاری ہے - اس تمام ہفتے میں کوئی تازہ برقی دفتر میں نہیں پہنچی - ریوٹر کی تازہ برقیوں میں جینا کی ایک جنگ کی خبر دی گئی ہے - اور محمود شوکت کا سرکاری بیان نقل کیا ہے کہ صلح کی کوئی خواہش نہیں کی گئی - یہ پہلے سے معلوم تھا -

## اطلاع

— \* —

(۱) یہ نمبر غیر معمولی تاخیر کے بعد یعنی اتوار کے دن ڈاک میں ڈالا جاتا ہے - ایندھ سے پرچہ ۸ عین وقت پر نکلے گا یا نہیں نکلے گا -

(۲) ایڈیٹر سخت بیمار اور خطوں کے جواب سے مجبور -  
(۳) اس نمبر کی اشاعت کے اسباب میں علامہ علالت کے ایک خاص سبب یہ تھا کہ کمپوزیٹروں نے اسٹرائک کر دی تھی جسکی وجہ سے کام بالکل بند رہا -  
(۴) خط و کتابت میں ان امور کا خیال رکھیے ' ورنہ دفتری دقتیں بڑھتی جائیں گی -  
(الف) جو خطوط دفتر کے متعلق ہوں ان پر ایڈیٹر کا نام نہ لکھا جائے منیجر کا نام ہو -

(ب) بعض حضرات ایک ہی خط میں ایڈیٹر کو بھی مخاطب کرتے ہیں اور پھر ان امور کو بھی لکھتے ہیں ' جنکا تعلق دفتر سے ہے - اگر وہ خط دفتر میں بھیج دیا جائے ' تو ایڈیٹر جواب کیلئے اسے رکھ نہیں سکتا - اگر جواب لکھنے کے انتظار میں رکھ دیا جائے تو تعمیل میں تاخیر ہو - پس ضروری ہے کہ جو خطوط ایڈیٹر کو لکھے جائیں ان میں صرف وہی امور ہوں ' جنکا تعلق ایڈیٹر سے ہے -  
البتہ دفتر کی کسی بد نظمی یا شکایت پر اگر ایڈیٹر کو توجہ دلانی ہو تو وہ دوسری بات ہے - کم از کم اتنا تو ضرور کیا جائے کہ ایک ہی لفافے میں الگ الگ دو کاغذ ہوں -

## فہرس

— \* —

۱	تلفراف خصوصی
۲	شذرات
۳	افکار و حوادث
۵	مقالہ افتتاحیہ
	حدیث الغاشیہ (۳)
	ناموران غزوہ بلقان
۷	انقلاب عثمانی
	مقالات
۹	مسئلہ اسلامیہ
	شگون عثمانیہ
۱۱	مظالم عربیہ
۱۲	البانیہ اور دولت علیہ
	مراسلات
	مجلس تہذیب مسلم یونیورسٹی ملی گتہ کا مجوزہ
	(خانہ ساز بیروٹیشن)
۱۴	ایک تجویز غازی انور بے کی خود نوشتہ سوانح عمری
۱۵	فہرست زر اعانہ دولت علیہ اسلامیہ
	فکافات
۱۶	سر آغا خان کا خطاب ترکوں سے (۱) - (۲)
	یونیورسٹی بیروٹیشن

## تصاویر

— \* —

صفحہ خواص	موقع انقلاب
۸ (د)	غازی انور بے درنہ میں روانگی سے پہلے
۸ (ج)	درنہ کے ایک خیمے میں غازی انور بے اور انکے ہم راز
۸ (د)	قسطنطنیہ میں غازی انور بے اور مجلس مشورہ





## افکار و حوادث

— \* —  
ناصر مشفق  
— \* —

مسلمانوں کے اگر دشمن بڑھتے جاتے ہیں تو خوشی کی بات ہے۔ نئے نئے دوستوں کی بھی کمی نہیں۔ منجملہ انکے ایک نئے دوست ہندو اور ناصر مشفق صوبجات متحدہ کے جدید فرمانروا ہیں۔ کیا ہوا اگر (فریدی نند) ہمارے خلاف اعلان جہاد مقدس کرتا ہے، کیونکہ (سرجیمس مسٹن) بھی موجود ہیں، جو اسکو بالکل غلط بتلائے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہزاروں جیسے اس صوبے کے تخت فرماں ریزی پر متمکن ہوئے ہیں، انکا زیادہ وقت ہمارے ہی فکر میں بسر ہوتا ہے۔ وہ ایک صوبے کے حکمران ہیں جس میں مسلمان بستے ہیں، پس انکو بڑی پریشانی ہے کہ کہیں گمراہیوں میں مبتلا نہ جائیں۔ اسلیے انکا کوئی وعظ نصائح مشفقانہ و حکیمانہ سے خالی نہیں جاتا۔ وہ ہمارے قومی کالج کے پیٹرن ہیں، اسلیے انکو بہ حیثیت ایک مسلمان فقیہ کے طلباء کالج کیلئے فتوا دینا پڑتا ہے کہ ترکوں کے غم میں روزہ رکھنا جائز نہیں، مزید برآں یہ کہ صحت نیلیے بھی مضر ہے۔ انکو ”اسلام کی شاندار روایات“ کے تحفظ کی سب سے زیادہ بے چینی ہے، اسلیے علی گڑھ کالج کے وعظ میں رشاہ ہوا تھا کہ اپنے اقبال کی گذشتہ باتیں بھول جاؤ، اور اب ارشاد ہوتا ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اسکو بھی بھلاؤ!

پچھلے دنوں گورکھپور میں وعظ فرماتے ہوئے آپ اپنے اس ذکر محبوب کو فراموش نہ کرسکے!

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اُس محفل میں ہے

ہزاروں فرمایا:

میں یہاں کے مسلمان حضرات کو ایک دوستانہ مشورہ دینا چاہتا ہوں۔ مسلمانوں کے دلوں کو بہادر ترلوں کی شکستوں اور زخمیوں اور بدواؤں کی حالت زار سے سخت چوٹ لگی ہے، جس سے آپ نے عملی ہمدردی کا ثبوت دیا ہے۔ مصیبت زدہ لوگوں کی دست گیری کے لیے چندہ دیجئے۔ ہندوستان کے مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ اس قضیہ میں ترکوں کے حق میں باعزت صلح ہو۔ برٹش گورنمنٹ ان کی اس خواہش سے متاثر ہوکر فریقین کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کر رہی ہے، مگر اس دور افتادہ حصہ دنیا میں نہ تو آپ جانتے ہیں، اور نہ میں جانتا ہوں کہ بین الاقوامی مسائل کیسے پیچیدہ اور نازک ہوتے ہیں؟ پھر یورپین سلطنتوں کو ترکوں کی مخالفت کا یہ الزام دینا اور یہ کہنا کہ وہ ریاستہائے بلقان کو صلح کے لیے مجبور نہیں کرتیں، سراسر بے انصافی ہے۔ اس وجہ سے مجھے یہ دیکھ کر رنج ہوتا ہے کہ مسلمان اخبارات میں لکھتے اور جلسوں میں تقریریں کرتے وقت بے سرحے سمجھے باتیں کہتے ہیں۔ ان کی تقریر و تحریر سے ظاہر ہوتا ہے گویا تمام یورپ ترکوں کا دشمن ہے، جس نے ان کے مٹانے کی قسم کھا لی ہے، مگر دراصل یہ بات بالکل بے بنیاد ہے۔ مگر وہ لوگ جوش اور غصہ سے ایسی باتیں کہتے ہیں، اسلیے قابل درگزر ہیں۔“

معلوم ہوتا ہے کہ آج کل مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے یہ کچھ لازمی طور پر ضروری سمجھا لی گئی ہے کہ سب سے پہلے چودہ دینے کی تعریف و ترغیب ضرور بیان کر دی جائے۔ ابھی

چند دن گذرے ہیں کہ (سراغا خان) نے ہمکو نصیحت کی تھی۔ ہزاروں کی طرح وہ بھی مسلمانوں کے حکمران ہیں۔ لیکن انکی تمہید بھی بعینہ یہی تھی کہ چندہ دو۔ شاید جو نصائح حقیقی آگے چلکر ارشاد ہوا کرتے ہیں، انکے لیے مخاطب میں استعداد سماعت پیدا کرنے کیلئے اس تمہید دلیذیر سے کام لینا ناگزیر ہے۔ بہر حال نصیحت کی صدا خواہ کہیں سے آئے، اسکا جواب شکر اور پھر عمل ہے۔ شکر کیلئے تو ہم ہمہ وجہ مستعد ہیں، اور جب انگلستان کے بڑے بڑے حکمران عہدہ داروں کو یاد کرتے ہیں، تو ہزاروں کی شکرگذاری اور زیادہ بڑھچاتی ہے۔ کیا ہوا اگر ہزاروں کو ہماری چند باتیں پسند نہیں، لیکن تاہم انکو ”دروازہ مسیحیت“ کے نظارے کا تشریح نہیں ہے؟

اب رہا عمل، تو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ گو ہم اسکے لیے طیار ہوں، لیکن ہمارے چاروں طرف کے اسباب اسکے لیے طیار نہیں ہیں۔ ہزاروں ہمارے کانوں کو اپنے نصائح سنا سکتے ہیں، لیکن دماغوں سے ہماری عقلیں چھین نہیں سکتے۔ وہ اپنی دوستانہ نصیحت کے پیچھے اپنی قوت حکمرانی کا گرز گراں رکھ سکتے ہیں، لیکن ہماری آنکھوں پر پردہ نہیں ڈال سکتے۔ انکے اختیار میں ہے کہ غلط کو صحیح بتلا دیں، مگر انکے لیے ابھی اس قوت کو حاصل کرنا باقی ہے کہ سچ کو جھوٹ ثابت کر دیں۔ وہ اگر کہیں کہ ہماری عقلیں ضعیف اور ہمتیں پست ہیں، تو ہم مان لیں گے، کیونکہ اسکا بڑا ثبوت یہی ہے کہ وہ ہمکو نصیحت کر رہے ہیں، لیکن اگر وہ کہیں کہ ہم عقل سے بالکل محروم ہیں، تو اسے تسلیم کرنے کیلئے ابھی طیار نہیں۔ البتہ اگر نصیحت فرماؤں کی نصیحت کا، اور مخاطبین کی سماعت کا یہی حال رہا، تو عجب نہیں کہ وہ وقت بھی آجائے۔ اور یہ پھر انکی مزید خوش قسمتی ہوگی۔

سنہ انیس سو تیرہ میں ایک صوبے کا حکمران اپنی سرکاری تقریر میں ہم سے خواہش کرنا ہے کہ واقعات کو جھٹلاؤ اور دنیا کو بھول جاؤ اور خود یہ بھول جانا ہے کہ الحمد للہ اب اسکے مخاطب شمالی نائجیریا کے وحشی نہیں ہیں، بلکہ ہندوستان کے لکھنے پڑھنے والے انسان ہیں! انسانی جرأتوں کی اس عجیب ترین مثال کو کیا کہا جائے؟ وہ کہتے ہیں کہ ”اس دور افتادہ ملک میں نہ آپکو اصلی حالات معلوم ہیں اور نہ مجھکو“ ممکن ہے کہ مسلمانوں کی خیر خواہی کے افکار و تردیدات سے ہزاروں کو اس کی مہلت نہ ملتی ہو کہ وہ حالات معلوم کریں، لیکن الحمد للہ کہ ہم کو معلوم ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ طرابلس کی جنگ کیونکر چھڑی اور وہ کون حکومت تھی جو اس جنگ سے اصلی فائدہ اٹھانا چاہتی تھی؟ ہم کو یاد ہے کہ ۲۶ - اکتوبر کو عیسائی تہذیب و تمدن کے ایک جنگی مشنری نے طرابلس میں خون کا سیلاب، اور انسانی لاشوں کی دیواریں کھڑی کر دیں، اور انگلستان کی نوع پرست مٹی کے بنے ہوئے پتلیوں میں سے کسی کو شرم نہ آئی کہ سنہ ۱۸۹۸ء - کے انگریزی فتنہ مسیحی کو یاد کر کے اٹلی سے باز پرس کرے۔ ہم اُس حکومت کو اچھی طرح پہچانتے ہیں جسکے سامنے اسکے ایک نئے آشنا نے ایران میں (نفقۃ الاسلام) کو پھانسی دی اور مسلمانوں کی ایک مقدس زیارت گاہ کا گنبد گولہ باری سے توڑ ڈالا مگر اسکی سوئی ہوئی شرم و غیرت کو درا بھی جنبش نہ ہوئی۔ ہماری آنکھیں اس حکومت کے پہچاننے میں کبھی دھوکا نہیں کھا سکتیں، جس نے ترکی کو اٹلی سے صلح کر لینے پر مجبور کرنا چاہا اور اسکے لیے یہ ترکیب اختیار کی گئی کہ بلقانی ریاستوں نے ترکی سرحد پر قزاقی شروع کر دی۔ ہم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ

# شنذات

—○:○—

## چندہ ہلال احمر

—○(\*)○—

### ایک خطرہ عظیم

— \* —

(۲)

— \* —

لیکن اب سوال یہ ہے کہ بحالت موجودہ کیا کرنا چاہیے ؟  
اولین کام یہ تھا کہ چندے کے وصولی کے کاموں کو صرف چند  
معتبر ہاتھوں میں محدود کر دیا جاتا اور ایک سنٹرل کمیٹی اسکے لیے  
قائم کی جانی تاکہ جو طوائف الملوک پھیلی ہوئی ہے اسکا  
انسداد ہو۔

لیکن سردست اس بحث کو بوجہ نہیں چھوڑنا چاہتے۔  
اگر چھوڑینگے تو ایک نیا مذاقشہ شدید پیدا ہو جائیگا۔ صرف اسقدر  
کہدینا کافی سمجھتے ہیں کہ لوگ احتیاط اور عقلمندی سے کام  
لیں، اور مشتبہ ہاتھوں سے اپنے نگین بچائیں۔ خواہ وہ ہاتھ کتنا  
ہی بلند اور معزز ہو۔

اسکے بعد اہم ترین سوال قسطنطنیہ کا سامنے آتا ہے۔ ہم کو  
صاف صاف طور پر کہنا پڑتا ہے کہ انجمن ہلال احمر قسطنطنیہ کے  
نام رپیہ بھیجنا کسی طرح قرین مصلحت نہیں۔ اس وقت تک  
لاکھوں رپیہ اسکے نام جا چکا ہے۔ اور اب تک بعض لوگ بھیج  
رہے ہیں۔ اول تو وہ کوئی ذمہ دار حکومت کی جماعت نہیں۔ پھر  
جیسا کہ پچھلے اشاعت میں لکھ چکے ہیں، ارسال زر سے اصل  
مقصود اعانت حکومت ہے، نہ کہ وہاں کی کسی انجمن کیلئے رپیہ  
فراہم کرنا۔

پس آئندہ سے کوئی صاحب چندہ ہلال احمر کا رپیہ ”انجمن“  
کے نام نہ بھیجیں، بلکہ براہ راست حکومت کے نام روانہ کریں۔  
اسکے لیے ضروری بات یہ تھی کہ دولت عثمانیہ کو صحیح طور پر  
علم ہو جاتا کہ ارسال زر سے اصل مقصود ہمارا کیا ہے ؟ ہم نے اپنی  
جس چٹھی کا ذکر گذشتہ اشاعت میں کیا تھا، اسمیں علاوہ اور بہت  
سے ضروری امور کے، اس بارے میں بھی تفصیلی خیالات ظاہر کیے تھے،  
اور ہز ایکسلنسی محمود شوکت پاشا کو یقین دلایا تھا کہ ہندوستان  
”کی رقوم کو بہت حقیر ہیں“ لیکن جن حالات میں پیش کی  
جاتی ہیں، انکے لحاظ سے حق رکھتی ہیں کہ انکے عمدہ استعمال کا  
مطالبہ کریں۔ ہم کو اپنی خدمات محقرہ کا بڑا معارضہ مل جائے گا  
اگر اطمینان ہو جائے، کہ وہ وقت کی ”صلی اور مقدم ضروریات  
میں صرف ہوتی ہیں۔

ہز ایکسلنسی نے بذریعہ تار جن امور کا اشارہ جواب دیا، انمیں  
ایک یہ مسئلہ بھی تھا۔

ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ جو رپیہ اب تک ہندوستان سے (ہلال  
احمر) کے نام گیا ہے، اسکی نسبت ہمارا اطمینان مضطرب ہے۔  
حکومت کی طرف سے باقاعدہ تحقیقات ہونی چاہیے کہ اس  
روپیہ کی مجموعی تعداد کتنی ہے ؟ کن کن لوگوں نے بھیجی ہے ؟  
وہ کیونکر صرف کیا گیا ہے ؟ اور کیوں نہ حکومت اسکو اپنے قبضہ  
تصرف میں لے لے ؟ نیز حکومت کی جانب سے از سر نو رسیدیں  
آنی چاہئیں، تاکہ مزید اطمینان کا ذریعہ ہو، جنکو رسیدیں  
نہ ملیں وہ اپنے رپیہ کی نسبت تحقیق کرائیں، اور پبلک

معلوم کرسکے کہ لینے والوں نے انکا رپیہ واقعی بھیجا ہے یا نہیں ؟  
ہم سے ایک فہرست ہندوستان کے آن لوگوں کی طلب کی گئی  
تھی، جنہوں نے بڑی بڑی رقمیں جمع کی ہیں اور اس بارے  
میں کوشش کی ہے۔ جہاں تک ہمکو معلوم تھا، ایک فہرست  
مرتب کر کے بھیج دی ہے، نیز ایک فہرست آن ناموں کی بھی  
بھیج دی ہے، جنہوں نے (ہلال احمر) کے نام رپیہ بھیجا ہے،  
یا بھیجنے کا اعلان کیا ہے۔

روپیہ کی نسبت ہمارا خاص ارادہ دوسرا ہے۔ ہمکو معلوم ہے کہ  
(غازی انور بے) کے ساتھ جو جماعت اس وقت کسی عظیم  
الشان مقصد کے حصول کیلئے نکلی ہے، اسمیں ایک گروہ بعض  
عرب اور کرد مجاہدین کا بھی ہے۔ ہماری تمنا ہے کہ ہندوستان  
سے ایک معقول رقم مخصوص فراہم ہو کے روانہ ہوتی رہی،  
اسکے لیے کوئی قابل اطمینان انتظام ہو جائے کہ وہ صرف غازی  
موصوف کی مہم میں صرف ہوگی۔ یہ کام چنداں مشکل نہیں ہے۔  
ہم مسلسل مخبرہ کر رہے ہیں۔ اگر واقعات نے مہلت دی،  
اور تشفی بخش جوابات آگئے تو بہت جلد اسکا اعلان کر دینگے۔

کی نسبت ایک تحریر آجکے  
محورہ ہونیورسٹی ڈیپوٹیشن صفحہ مراسلات میں درج کی  
جاتی ہے، جس میں قوم کو جذبات نواب (رزار الملک) کی تحریر  
گرامی پر توجہ دلائی ہے، اور بجای طور پر افسوس کیا گیا ہے اس  
متفقہ تعادل پر جو انکی تحریر کے ساتھ خلاف معمول قدیم ظاہر  
کیا جا رہا ہے۔

ہم خود اس معاملے کو پوری تشریح اور تفصیل کے ساتھ پیش  
کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک سلسلہ تحریر شروع کر دیا گیا ہے جو تین  
نمبروں میں ختم ہوگا۔  
دوسرا نمبر آج کی اشاعت میں آپ پڑھینگے، اور تیسرا اشاعت  
آئندہ میں۔

درحقیقت یہ امر غور کرنے کے قابل ہے کہ نواب (رزار الملک)  
بہادر کی تحریر کو نکلے ہوئے کئی ہفتے ہو گئے۔ وہ صریح طور پر ایک  
سازش، فریب، غلط بیانی، اور خانہ ساز کارروائیوں کے کرنے کا الزام  
ارباب حل و عقد کو دے رہے ہیں، لیکن پھر یہ کیا ہے کہ دلوں کی  
طرح سب ہی زبانوں پر بھی مہریں لگ گئی ہیں، اور ایک صدا بھی  
کہیں سے نہیں اٹھتی ؟ کیا یہ اسکا ثبوت قطعی نہیں ہے کہ حربہ  
شدید، اور ڈھال سے ہاتھ خالی ہیں ؟

اس نچاھل عارفانہ سے اصل مقصود یہ ہے کہ کسی طرح اس  
تحریر اور اسکے اثر کو دبا دیا جائے، اور ڈیپوٹیشن کے متعلق پھر  
کوئی نئی بحث پیدا نہ ہو۔ چند دن اور اسی طرح نکل جائیں گے،  
پھر جب ڈیپوٹیشن ویرسے کی خدمت میں پہنچ جائے گا تو نہ  
نواب صاحب کی تحریر کسی کو یاد آئے گی اور نہ ۲۸ دسمبر کے  
پچھلے پھر کی پر اسرار صحبتیں۔

وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ بایں ہمہ جوش و خروش، قور  
ابنک احمد اور ہر سخت سے سخت فریب کو گوارا کرنے کیلئے  
طیار ہے۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ انکو بے اطمینانی ہو  
ابھی نکل کی بات ہے کہ سراغاں خاں نے ترکوں کو مسٹر گلیڈ اسٹون  
کی وصیت کی تعمیل کا حکم دیا، آج وہ ایک لاکھ رپیہ قرض دے  
رہے ہیں اور ہم کو پوری امید ہے کہ بے وقوف قوم کو خوش کر دینے  
کیلئے یہ کافی ہے۔

سخت ضرورت ہے کہ قوم بغیر فرصت کو ضائع کیے ہوئے نواب  
صاحب قبلہ کی شہادت پر مترجہ ہو، اور یا اسکی تائید کرے۔  
یا تسلیم کرے کہ جو کچھ انہوں نے لکھا ہے جھوٹ ہے۔



تھی۔ آج آپکی زبان بھی اس کے سامنے کھلتے ہوئے کت کت جاتی ہے !  
فانظر كيف كان عاقبة المكذبين !

( ۲ )

بہر حال انقلاب حالت نے لیڈروں کے کیمپ میں ایک تہلکہ مچا دیا، پچھائی جنگ کی ہزیمت سامنے تھی، اور اُندہ کی خوفناک ہزیمتوں کے تصور سے اس ”لیڈری“ کے ”سومناٹ“ کا ہر بت لرزاں و ترساں تھا :

فاقبل بعضہم علی پس آئیں ایک دوسرے کو ملاصاف  
بعض یستلزمون، قالوا کرنے، اور آخر کار سب بول اٹھے کہ ہاے  
یا ویلدا انا کنا طاغین ! ہماری کم بختی ! بیشک ہم بڑی  
نافرمانیوں اور گمراہیوں میں مبتلا تھے ! ( ۲۰ : ۶۸ )

تاہم ایک ہی رات درمیان میں باقی رہ گئی تھی، اور جو کچھ ہونا تھا، ضرور تھا کہ طلوع افتاب کی روشنی سے پہلے ہی انجام پا جائے۔ پس جب ”سومناٹ“ کے چھوٹے بتوں نے دیکھا کہ ہمارا عمل السعور کچھ کام نہیں دیتا، تو :

قال ارسطہم، ان میں جو سب سے بہتر آدمی تھا، کہنے لگا کہ کیا  
الم اقل لکم میں تم سے نہیں کہا کرتا تھا کہ اپنے ( اُس آخری )  
لولا تسدعون معبود ہی کی تسبیح و تقدیس کیوں نہیں  
کرتے ( جو تمام مشکلوں کو حل کرنے والا ہے ؟ ) ( ۱۸ : ۶۸ )  
یہ اس طرف اشارہ تھا کہ طاقتور اور قوتور کے اس ”بت اعظم“ سے کیوں نہیں خواستگار اعانت ہوتے، جسکی سحرکار آنکھوں کی برق بخشی سے اس مندر کے تمام چھوٹے بڑے سنگی بت طاقت حاصل کرتے ہیں ؟

انرا یتیم اللات ( پھر ) کیا تم نے ”لات“ اور ”عزی“  
والعزی، ومناة نامی بتوں کو نہیں دیکھا ہے ؟  
الثالثة الاخری ؟ اور وہ، جو ایک ( سب سے بڑا ) تیسرا  
بت آؤر ہے، اور جسکا نام ”مناٹ“ ہے ؟ ( ۱۹ : ۵۳ )

دعا مستجاب ہوئی اور بالآخر ”اعمال و اشغال مخفیہ“ کی یہ عظیم الشان رات اس طرح شروع ہوئی کہ سب سے پہلے اس ”مقدس عمل تسخیر“ کو انجام دیا گیا، جس کا ظاہری رسالہ نام ظاہر ہیں لوگوں کی زبان میں ( دُور ) ہے، اور ہماری اصطلاح میں : بل ہی فتنہ، ولكن اکثر الناس لا یعلمون (۱) میں داخل۔

( ۳ )

روایان صداقت شعار اور ناقلان عدالت آثار روایت کرتے ہیں کہ یہ ”عمل“ ساڑھے بارہ بجے تک بجمیع شرائط جاری رہا :

اور جو کچھ کہ ہوا، قابل اظہار نہیں  
”تسخیر کواکب“ کے عمل کی مشکلات اب کو یا ہم کو کیا معلوم ؟  
اُن سے پوچھیے جنہوں نے اس فن کے علم و عمل، دونوں میں دستگا ہیں حاصل کی ہیں۔ پھر مقصد جیسا اہم ہوتا ہے، اتنا ہی عمل بھی قوی ہوتا ہے۔ اس عمل میں بڑی مشکل یہ تھی کہ ”قران السعدین“ نہیں، بلکہ ”قران الضدین“ کا سامان کرنا تھا، مریخ اور زہرہ، دونوں کو جمع کرنا تھا، اور مشتری کے گرد حلقہ کیہنچنا تھا تاکہ ”زحل“ کے فرمان سے باہر قدم نہ نکالے۔ بہر حال عامل کا پنچہ سخت تھا، مریخ اور زہرہ، دونوں کو ایک دائرے میں جمع کر ہی کے چھوڑا، یہاں تک کہ ”زہرہ“ سے بائیں ہمہ نذر عشم وعدہ لے لیا گیا کہ عین حضرت ”مریخ“ کے برج کے سامنے، اپنا رقص ہرش افگن نظارہ گیان ارضی کو دکھلائے گی !

(۱) بلکہ وہ ایک بڑا فتنہ ہے، مگر نرسوس کہ اکثر لوگ اس حقیقت سے واقف نہیں۔

# الْمَلَل

۲۶ ربيع الاول ۱۳۳۱ ہجری

—\*—

حدیث الغاشیة

—\*—

( ۳ )

نشہ نیم شبی کا صبح خماری

یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی

—\*—

”وہ“ شیفتہ “ کہ دھوم تھی حضرت کے زہد کی  
میں کیا کہوں کہ رات بچے کس کے گھر ملے !!

( ۱ )

مرغ اسیر کی گرفتاری اور صیاد بے مہر کی تعافل شعری کا مرثیہ ہمارے شعرا کی بدولت ایک دلچسپ داستان بن گئی ہے۔ فرض کیجیے کہ کوئی قیمتی چیز اپنے ہزاروں آرزوں اور تمناؤں سے پکڑی ہو، اور اسکا مضغہ ضعیف آپکی مضبوط مٹھی میں اس طرح دبا ہوا ہو، کہ ذرا انگلیوں کو آؤر سخت کیجیے تو غریب کی کاغذی پسلیاں ریڑھ ریڑھ ہو جائیں۔

لیکن یکایک آپکو ایک گھوکر لگی، اور اب جو دیکھتے ہیں تو ہاتھ حالی ہے، اور وہ صید ستم سامنے کے کسی درخت کی بلند ٹہنی پر بے فکر و بے پروا بیٹھا ہوا چہچہا رہا ہے۔ گویا اس طرح آپکو چیلنج دے رہا ہے کہ صیادی کا دعوا ہے، تو یہاں آکر گرفتار کیجیے ! تب حسرت سے دیکھتے ہیں اور انقلاب حالت پر خونبار ہیں ! اللہ اللہ ! بسے چند لمحے پہلے جو مشقت پر زبال اپنی زندگی و موت کیلئے ہم سے رحم کا محتاج تھا، اب ہماری بے بسی و لا چاری پر اپنی اداانہ پر فشانیں سے طعنہ زن ہے !

بعینہ یہی حال فونڈیشن کمیٹی کے پہلے اجلاس کا تھا، وہ صیادان سخت پنچہ، جنہوں نے قومی ازادی اور جماعتی رائے کی سنہری چیز کو برسوں اپنی آہنی انگلیوں میں دبا کر مقید کر رکھا تھا، استبداد گرفت کا یہ حال تھا کہ اف کرنے کی بھی اجازت نہ تھی، چشم تر اور نگاہ خونبار سے دیکھ رہے تھے کہ ایک ہی جست برق رفتار میں انکے قبضے سے نکل گئی ہے، اور وہ ہاتھ، جو کل سک کسی کے پر زبال مقید سے بھرے ہوئے تھے، اب خالی ہیں، نہ جی بھر کے اپنی معررمی اور بے بسی پر مانم کر لیں !

نا کامی سے بڑھکر نا کامی کے طعنوں کی تکلیف ہوتی ہے۔ ستم یہ تھا کہ یہ بے مہر چڑیا آؤر کر چلی نہیں گئی تھی، بلکہ سامنے کے ایک درخت پر بیٹھی ہوئی تھی۔ کبھی اپنے پرروں کو ہلاک کر یاں دہنی کہ یہی پرتیے، جنکو آپکے قبضے میں حرکت کی بھی اجازت نہ تھی، لیکن اب کس طرح ہوا میں پھیلاے جا رہے ہیں ؟ کبھی گردن ہلا ہلا کر چہچہاتی، اور اسمیں یہ دلدوز طعنہ مضمّر تھا کہ کل تک یہی زبان تھی، جو کسی کے خوف و ہیبت سے ہلنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی

”سر ایڈورڈ گریج جو اب دیں کہ ”ایک غیر طرفدار حکومت کیلئے یہ محال ہے کہ وہاں جاکر اسکا انسداد کرے“  
 ہزار آئے قلب مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں کہ ایسی حالات میں انکے خیالات اپنی قومی حکومت کی نسبت کیا ہونگے؟

(ہزار) کسی ایسے ”مسیحی اتحاد“ سے بالکل بے خبر ہیں جو اسلام کو مٹانے کیلئے کیا گیا ہے اور اسکو صرف چند فتنہ انگیز مفسدوں کا احتراع سمجھتے ہیں۔ یہ اچھی بات ہے اور ہندوستان میں ہمارے حکمران یورپ اور انگلستان کے واقعات سے عملاً لاعلم ہی رہیں تو انکے اور ہمارے دونوں کیلئے بہتر ہے۔ لیکن افسوس کہ جس طرح ہزار اپنے آپ کو اور ہمکو ”دونوں یورپ کے“ بین الاقوامی ”فلسفہ سازش کے سمجھنے سے قاصر سمجھتے ہیں“ ریسہ ہی ہم بھی خود اپنے تئیں اور انکو ”دونوں کو واقعات کے قدرتی اثر کے محور کرنے سے بھی قاصر پاتے ہیں۔ ہزار کی قدرت سے باہر ہے کہ وہ ”مشرقی مسئلہ“ کی اُس پوری تاریخ کو ہم سے چھپا سکیں جو گذشتہ نصف صدی کے ”بین الاقوامی مسائل“ کی اصلی محور رہی ہے۔ سلطان عبد الحمید نے ممالک غیر کی خبریں اور یورپ کے اخباروں کی فوج میں اشاعت بند کر دی تھی مگر گورنمنٹ آف انڈیا کے ہم شکر گزار ہیں کہ اُس نے ایسا نہیں کیا ہے۔ پس جو کچھ ہمیں معلوم ہے ہم اس پر ہزار کی تصدیق و تغلیط کے محتاج نہیں۔ فردینند اور شاہ یونان اعلان جہاد کرتا ہے جس طرح چوتھی صلیبی جنگ میں پادریوں کے گروہ جنگ مقدس کا صبح و شام وعظ سناتے تھے اسی طرح بلغاری اور سربو پادری فوج کے ساتھ ساتھ بائبل در بغل سفر کرتے ہیں لیکن تمام یورپ کی فضا میں ایک صدائے اعتراض بھی نہیں اٹھتی۔ یہ کیا ہے؟ اگر شیخ الاسلام بھی بلغاریا کے مقابلے میں اعلان جہاد کر دیتا تو کیا انگلستان اور یورپ کی حکومتیں خاموش ہو رہتیں؟

باوجود اسکے انگلستان سے مسٹر (بکائن) ممبر پارلیمنٹ صوفیا جاتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ ”تمام انگریز اس جنگ میں بلقان کے ساتھ دل سے شریک ہیں“ اور بہت سے انگریز بطور والتیر کے آنے والے ہیں“

انگلستان میں پادریوں نے اتوار کے دن بلقانیوں کی فتح و نصرت کی دعائیں مانگیں۔ جنرلی ریلز کے بشب نے ننگہم میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

”ترکی کے عیسائیوں کی حالت اب نا قابل برداشت ہے۔ ضرور ہے کہ اعلان جنگ کیا جائے۔ لہذا آج کا دن اعلان جنگ کا دن ہے“ مسٹر لایڈ جارج اور وزیر مال اس انجمن کے قائم کرنے میں شریک ہوئے ہیں جو ریست منسٹر میں بلقانیوں کی حمایت کیلئے قائم کی گئی تھی اور انگریزی پارلیمنٹ کے ممبر اسمیں حصہ لینے ہیں۔ اس انجمن میں یہ طے کیا جاتا ہے کہ ”بلقانی حق بجانب ہیں“ نتیجہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو مگر مقدونیا ضرور آزاد کر دیا جائے گا“

رہی انگلستان کی عام پبلک تو ابھی کل کی بات ہے کہ (پال مال گزٹ) نے لکھا تھا:

”ہمارا اصلی فرض یہ ہے کہ عیسائیوں کی مدد کریں۔ بیشک یہ ہماری دلی تمنا ہے کہ ہم اپنے بلقانی عیسائی بھائیوں کو دیکھیں کہ وہ اسی طرح اس تخت سیادت کو ارات رہے ہیں اور مشرقی و جنوبی یورپ کو مسلمانوں سے پاک کر رہے ہیں جس طرح انہ بھائیوں نے کبھی اسپین کو عربوں سے پاک کیا تھا“

(سر جیورڈ لوتھر) اس حکومت کا کونسل ہے اور اُس نے مختار پاشا کو یہ کہہ کر کس طرح دھوکے میں رکھا تھا کہ ”جنگ کیلئے ترکی کوئی طیاری نہ کرے“ ہم ریاستوں کو کسی طرح جنگ شروع کرنے نہ دینگے اور اسلئے خواہ کتنے ہی پردے ڈالے جائیں مگر ہم اس حکومت کو بیک نظر شناخت کر لے سکتے ہیں جس نے ترکوں کی اس درد انگیز شکست کے اسباب فراہم کیے۔

پھر ان تمام باتوں کو جانے دیجیے۔ ہم ہزار کی خاطر اُس حکومت کے پہچاننے سے کیونکر انکار کر دیں جسکا وزیر اعظم سلاویک کے فتح کی خبر سنکر اپنے مقدس صلیبی خروشی کے جوش و دبا نہ سکا اور قسطنطنیہ کے فتح کی اُس امید نا کام و رسوا کن کا اعلان کر دیا جسکے اب تک پورا نہرنے کی شرمندگی کو تو ہمارے ہزار بالقابہ کا دل بھی ضرور محسوس کرتا ہوگا کو مواعظ و نصائح میں اسکے اظہار کا کوئی موقع نہ ہو۔

پھر اگر ہزار کی محبت فرمائیوں کی خاطر اس واقعہ کو بھی فراموش کر دیں تو اس یادداشت کا کیا جواب ہوگا جسکے نیچے ”مسیحی اتحاد“ کے تمام دستخطوں کے ساتھ سب سے بڑی ”اسلامی سلطنت“ کے بھی دستخط تھے اور جسکا یہ مضمون تھا کہ ”ترکی فوراً تمام مفتوحہ اور غیر مفتوحہ مقامات بلغاریا کے حوالہ کر دے؟ کیا ہزار چاہتے ہیں کہ پانچ ہزار مسلمان عورتوں کو ایک مسجد میں جلا دیا جائے“ سر ایڈورڈ گریج کی صمم بنم بازگاہ سے جواب دیا جائے کہ ”ہم کچھ نہیں کر سکتے“ اور پھر بھی ہم اپنے تئیں اپنے ناصحوں کے ہاتھ میں چھوڑ دیں تاکہ وہ ہماری آنکھوں پر باطمینان پٹی باندھیں اور کانوں کو آٹھنی چادر رن سے بند کر دیں؟

اصل یہ ہے کہ نصیحت کرنا آسان ہے مگر درد مندوں کے دل کو سمجھنا مشکل ہے۔ ہزار نے نصیحت فرمائی کی مشق تو خوب کر لی لیکن دلوں کے سمجھنے کی مشق باقی ہے۔  
 وزیر شاخ گل افغی گزیدہ بلبل را  
 نوا گراں نغورده گزند را چه خبر؟

ہزار اللہ کا شکر کریں کہ خدانے انکو اس قوم میں پیدا کیا ہے جو ہمارے اقبال مرحوم کی جانشین ہے اور ہماری کھوپڑی ہوی متاع سے جسکی دکان کی آرائش ہوئی ہے۔ قوت حکومت کا جو خلعت ہمارے جسم پر راس نہ آیا قدرت نے وہ اسکے کاندھوں پر ڈال دیا۔  
 ہر جادہ کہ از نقش پئے تست بہ گلشن  
 چا کیست بجیب هرس انداختہ ما

انکو ہم بدبختوں کے دل کی تیس کیا معلوم؟ اقبال و کامرانی کے بستر پر آرام کرنے والے خاک معرومی و مذلت پر لوٹنے والوں کا درد دل نہیں سمجھ سکتے۔ بہتر ہے کہ وہ ہماری فکر میں اپنا عیش تلخ نہ کریں اور ہم کو ہماری حالت پر چھوڑ دیں۔ ہم اپنے ناصحوں کو دیکھ چکے ہیں اور اب کسی نئے تجربے کی ہم میں ہمت نہیں۔

(ہزار) براہ نوزش فرض کریں کہ ترکی کے کسی ارمینی گرجے کے گنبد کا مٹا مٹا کاس ترکی توڑوں کی زد سے گر گیا ہو یا کسی مقدس پادری کو پھانسی پر چڑھا کر اسکا مرقعہ دیا گیا ہو کہ اپنے خدائند مصلوب کی سنت ادا کرنے کا شرف عظیم حاصل کرے۔ یا گرجے کے احاطے کے اندر پانچ ہزار ”مقدس کنواری“ کے پرستاران جمیلہ کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو فلاکت زدہ البانی عورتوں کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اور اسکی نسبت ہارس اف کامنس میں حکومت کر جب توجہ دلائی جائے کہ اسلام کی اس بربرانہ خون ریزی اور وحشیانہ ظلم و تعدی پر کیوں خاموشی اختیار کر لی گئی ہے؟ تو

تھا - اب جو وہ تشریف لائے، تو اسٹیج پر آئے ہی میں نے اسے پوچھا: فرمائیے کیا ارادہ ہے؟ کہا کہ ”صلح کا یہی ہے ساتھ کلم کرنا بہتر ہے“ اور مجھ کو یقین دلایا گیا ہے کہ بحالت موجودہ میڈا رزلوشن پاس نہیں ہو سکتا“ (حالانکہ آخری خیال درست نہ تھا)

میں نے اسی وقت ”انا للہ“ کا جو پرسوں کی شام کو زباں پر گذرا تھا، اعادہ کیا، کہ اپنے قیاسات کی پوری تصدیق ہو گئی۔ اب ”صلح“ کی خواہش ہے، گو تمام یورپین ترکی ہاتھ سے جائے۔ میجر صاحب کانفرنس کی صدارت کیلئے تشریف لائے تھے، اور فی الحقیقت جس قابلیت اور صداقت کے ساتھ انہوں نے اپنے فرض کو ادا کیا، وہ انکی عظمت کیلئے بہت بڑی چیز ہے۔ پس بہتر تھا کہ وہ فرنڈیشن کمیٹی کے اجلاس میں حصہ نہ لیتے اور اس رزلوشن کو پیش ہی نہ کرتے۔ وہ نئے نئے قوم کے سامنے آئے اور آئے ہی اپنے تئیں ایک از مایش میں ڈال دیا، حالانکہ از مایش کی راہ دوسری ہے:

عاشقی شیدو دندلن بلاکش باشد

۲۶ - کی سہ پہر کو ہمیں خیال ہوا تھا کہ کہیں میجر صاحب کی استقامت ”ارباب حل و عقد“ کے مقابلے میں مرعوب نہ ہو جائے، ہم نے خیال کیا تھا کہ اگر وہ اپنی تجویز میں ترمیم پسند کریں گے یا واپس لے لیں گے، تو معاً کوئی دوسرا شخص اسکو پرپیش کر دیگا۔ لیکن افسوس کہ ۲۸ - کی صبح کو حالت بد لگئی۔ ہم ایک شعر یاد کرنے لگے، جسکا پہلا مصرعہ یاد نہیں آتا تھا۔ دوسرا مصرعہ یہ ہے:

اگر ماند شبے ماند، شبے دیگر نمی ماند

(۱۰)

با وجودیکہ مجلس ”نیم شبی“ کے قول و قرار صلح سے دل مطمئن اور منصوبے قوی تھے، لیکن پھر بھی جنگ کے اجرا کا خوف دلوں میں باقی تھا۔ اس کے لیے علاوہ اور بہت سی تدابیر مختلفہ کے جو بارہ درجے کے دروازے اور خود اندر بھی کی گئیں تھیں، ایک خاص تدبیر خود اسٹیج پر بھی ارادوں کی مخبری لڑتی تھی۔ در قطاروں ٹی مصفف پلٹنیں پرسیدنت کی کرسی اور میز کے چاروں طرف فرش پر بٹھائی گئی تھیں، اور نہیں معلوم اس بلغاری محاصرہ کا (ایڈریٹ نرپل) کونسا تھا؟ بعض اشخاص جو کل تک جلسوں میں اپنی پگڑیوں کے ذریعہ ممتاز تھے، ہم نے خاص طور پر دیکھا کہ آج کے پیش آنے والے واقعات سے متنبہ ہو کر ترکی ٹوپی کے یونیفارم سے لیس ہو کر آئے تھے۔ شاید اسلیے کہ آروں کے پگڑی اتارنے سے بچے خود ہی آواز بیٹھیں، یا اسلیے کہ جنگ کے موقعے جس مستعدانہ چستی و چالاکی کے خواہاں ہوتے ہیں، ان کے لیے پگڑی کے زود گسل پیچ مناسب حال نہیں۔

ہم نواب (وقار الملک) بہادر کے پیچھے ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ اس حالت کو بطور خود نواب صاحب قبلہ نے محسوس فرمایا، اور ان لوگوں سے باصرار کہا کہ اس طرح نہ بیٹھیں، غالباً یہ بھی فرمایا تھا کہ اس سے لوگوں کو شبہات پیدا ہوتے ہیں (مگر یہ آخری جملہ یقینی طور پر یاد نہیں، ممکن ہے کہ کسی اور نے کہا ہو) لیکن وہ نبرد آزمایان جنگ، جو آج اپنے دست و بازو کے جوہر دکھانے کیلئے جمع ہوئے تھے، بھلا ان نصاب و احکام کی کب پروا کرنے والے تھے؟

اس ہجوم و حصارے ایک خاص مقصود بظاہر یہ نظر آتا تھا کہ اگر کوئی شخص مخالفت میں تقریر کرنے کیلئے آمادہ ہو، تو اسکو بروقت اسکا موقعہ ہی نہ ملے، کیونکہ اول تو مقرر کیلئے کھڑے رہنے کی کہیں جگہ ہی نہ تھی۔ دوسرے اس محاصرے

کیلئے کیا ایسی جلدی آ پڑی تھی، جو جلدی کی جاتی؟ بہر حال آدھ رزنمائی میں دیر، ادھر مشتاقان دید کی بے مدبری، عجیب کشمکش تھی:

ہوتا ہے از دھام تمنا اسی قدر

ہوتی ہے جتنی دیر کشر و نقاب میں

خدا خدا کرے صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب بطور مقدمہ عجیب کے تشریف لائے۔ گو خود انکا آنا جلوہ یوسفی نہ تھا، لیکن بے ساتھ ”نسیم پیراھن“ کی بشارت ضرور رکھتا تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے ”صعبت نیم شبی“ کا اعلان کیا، اور ”جنگل میں مددی کرنے والے یوحنا“ کی طرح خبر دی کہ ”راہ صاف کرو، کیونکہ آسمان کی پادشاہت اب قریب ہے!!“

(۸)

یہاں تک کہ دس بجے۔ صبحا نظر ہاے منتظرہ، اور صبحا ہاے مضطرب کی صفوں سے گذرتی ہوئی ”ارباب حل و عقد“ کی قطار جلوہ فروش ہوئی، اور ”حجلہ سازش“ (۱) کے تمام ”عروسانِ شب“ بندہ دار، ایک ایک کر کے نظر نواز بزم و انجمن ہوئے۔ چہروں نے پہلی ہی نظر میں ارباب نظر سے رمز فروشی کی کہ رات بھر میں رنگ بدل چکے ہیں:

شب تو شراب خورد، با تو صد نشانیہا ست!

انہی میں ہمارے شیدو طراز درست مسٹر (محمد علی) بھی تھے۔ صعبت نیم شبی کا خمار آنکھوں میں، اور شب بیداری ہی افسردگی چہرے پر۔ جی میں آیا کہ بڑھکے پوچھیں:

تو شبانہ می نمائی، بہ برے بودی امشب؟

کہ ہنوز چشم مستت اثر خمار دارد!

لیکن ہمارے دوست نے اپنی ایک رات کی حریف پرور اداؤں سے نئے دوستوں کا ایسا حصار ہجوم پیدا کر لیا تھا، کہ اب اسکا موقعہ ہی کب باقی رہا تھا؟

جو کام میں غیر کے ہو گئیں صرف

افسوس وہ دلربا ادائیں!

(۹)

در اصل اب فرنڈیشن کمیٹی کی تمام بحث آخر اسپر ختم ہو گئی تھی کہ ڈاکٹر میجر (سید حسن) بلگرامی کا رزلوشن منظور ہو یا غیر منظور۔ تمام دیگر مسائل طے پا چکے تھے، اور اصلی پتھر جو ارباب کار کو حصول یونیورسٹی کی راہ میں نظر آتا تھا، یہی رزلوشن تھا۔

اس رزلوشن کا مقصد فی الحقیقت کسی قومی یونیورسٹی کیلئے اصل مبنی، اور بمنزلہ بنیاد کار کے تھا، یعنی گورنمنٹ کے اختیارات کا مسئلہ۔ رزلوشن کے الفاظ یہ تھے:

”قوانین کالج کی دفعہ ۴۱ - ضمن ۵ - میں جو اختیارات سبقت پیٹرن کو حاصل ہیں، اسے زیادہ اختیارات یونیورسٹی کی صورت میں، حضور و سرائے کو بحیثیت چیڈسلر نہ دیے جائیں“

میجر صاحب نے اس تجویز کو بعد از ہزار سعی و مجاہدت پیش کیا، اور تمام آزاد خیال طبقے نے (جو قوم کو قومی یونیورسٹی کے دھوکے میں ایک گورنمنٹ یونیورسٹی خریدنے سے بچانا چاہتا تھا، اور جسکی قیمت میں علی گڑھ کالج بھی دھبہ سے جاتا تھا) ساتھ دیا اور آخر تک ساتھ دینے کیلئے طیار

(۱) سازش کا لفظ شاید بچے بھی کہیں گذر چکا ہے۔ لیکن یہ میری جانب سے نہیں بلکہ بچہ نواب صاحب قبلہ کا لفظ ہے۔ جو انہوں نے اپنے مضمون میں دو جگہ استعمال فرمایا ہے۔ منہ۔



فراموش کو منہ سے اگاتے ہی بنی، جو کسی کے ”دست طلائی“ نے پیش کیا تھا، تو انصاف کیجیے، آخر پہلو میں دل کس کے نہیں ہے؟ اور پھر یہ تورہ مقام ہے کہ ہاررت و ماروت کے قدم بھی لڑکھڑکاتے تھے:

ساقیا مرنج از من، عالم جوانیہا ست!

خود صحبت آزمایان شبینہ کا بیان ہے کہ یہ بادہ گساری رات کے دو بجے تک جاری رہی تھی۔ اللہ اللہ!! جائزے کی راتیں اور پچھلے پھر کی ”پر اسرار“ صحبتیں!! آپ الزام و اعتراض کی فکر میں ہیں، ”رات کے دو بجے“ کے لفظ سے نہیں معلوم کیسے کیسے خیالات میرے دماغ میں گذر رہے ہیں؟ رات کی تاریکی، پچھلا پھر، زندہ شاطر و کھنہ مشق کا ہجوم، اور بعض نوجوان و نوآموز مدعیان حریص، پھر شغل و پرستی کا یہ عالم! اب کیا کہوں کہ کیا کہنا چاہتا ہوں؟

مست بر بستر من آفتہ و زندان دانند

حالت مست، کہ بر بستر ہشیار افتد!

(۶)

اب ادھر کی سایے۔ یہاں تو شب زندہ داران بادہ گساری ”صبح خماری“ کی اعضا شکنیں میں کڑتیں بدل رہے تھے، اور ادھر صبح آٹھ بجے ہی سے اجلاس کا حال تماشائیان بزم سے بھر گیا۔ ایک دن پہلے حصول مقصد کیلئے جو تدابیر گونا گوں و ہوقلموں اختیار کی گئی تھیں، منجملہ انکے ایک تدبیر خاص یہ تھی کہ جلسہ کیلئے ٹکٹ مقرر کر دیا گیا، اور یہاں تک ہمیں بھی اتفاق تھا، کیونکہ آج اسٹیج پر پردے سے جو پتیلیاں نکلنے والی تھیں، وہ تھیٹر کے امروختہ یاد کیے ہوئے ایکٹروں کی طرح ایک تماشے سے زیادہ نہ تھیں، اسلئے ضرور تھا کہ (باصطلاح عوام) اس ”تمشہ گھر“ کیلئے ٹکٹ بھی مقرر کیا جائے، لیکن اسپر طرہ یہ تھا کہ ٹکٹ کیلئے پہلے تو یہ شرط لگائی گئی کہ صبح آٹھ بجے سے پہلے لے لیے جائیں، حالانکہ جڑوں میں آٹھ بجے تک رات کی کھر سے فضا بھی صاف نہیں ہوتی۔ پھر ٹکٹ کیلئے تھیٹر کے صدر دروازے پر ٹکٹ گھر کی کھڑکی، اعلان کیا گیا تھا، لیکن جو لوگ وہاں پہنچتے تھے ان سے کہا جاتا تھا کہ راجہ صاحب کے ہاں جاییے۔ راجہ صاحب کے ہاں سے صدا آتھتی تھی کہ جہان سے آئے ہیں، اسی طرف پچھلے پانوں پھرے:

یاں سے رات، رات سے یہاں، حاکم ہوا وصل کی شب

ہم اٹھاتے ہی بچھاتے رہ بستر اپنا!

اس سے غالباً مقصود اصلی یہ تھا کہ ان مشکلات کی وجہ سے آزاد خیال طبقے کی مجاہدتی جمع نہ ہو سکے۔ یہ بھی خبر ازری تھی کہ ایک جماعت کل کیلئے باہر سے ٹہیکے پر بلائی گئی ہے۔ ایک جماعت ازری ہے کہ پولیس کی قوت سے بھی کام لینے کا ارادہ کد کیا تھا۔ لیکن صبح کو پھر ان تمام انتظامات کے عمل میں لانے کی ضرورت باقی نہیں رہی، کیونکہ رات کے قول و قرار کے بعد سب مطمئن ہو گئے تھے، کہ جب خیموں میں باہم صلح کر لی ہے، تو میدان جنگ میں لڑائی کا اب کیا خوف؟ (ناظم پاشا) جب ساتھ مل گیا تھا، تو (کامل پاشا) بے فکر ہو گیا تھا، کیونکہ اُس نے سمجھ لیا تھا کہ فوج کی اصلی قوت اس کے ہاتھ میں ہو یا نہ ہو، لیکن اس وقت تو ضرور ہے۔

(۷)

غرضکہ آٹھ بجے سے جلسہ منعقد، اور ”صاحبان حل و عقد“ کا منظر تھا، لیکن کسی بزرگ کا پتہ نہیں، اور اب پتہ لگے تو کیونکر؟ جس جنگ کیلئے یہاں فوج جمع تھی، اسکی صلح رات کے دو بجے کی تاریکی ہی میں انجام پا چکی تھی۔ اب جلسے میں شرکت

اس صحبت فلکی میں تو یہ عجائب و غرائب انجام پا رہے تھے، اور ادھر زمین کے بسنے والوں کی قسمت سرپیٹ رہی تھی:

بگڑ ز سعادت و نعرست، کہ مرا

ناہید بغمزہ کشت و مراح بقہر!

(۸)

اصل یہ ہے کہ پہلے اجلاس میں جن بعض زبان آزان ازادی نے سرگرم تقریریں کی تھیں، انکی نسبت لیدروں نے پہلے ہی سمجھ لیا تھا کہ ابھی ان سنہری ٹکڑوں کیلئے آگ کی آزمائش باقی ہے۔ ۲۶ - دسمبر کے جلسے میں جبکہ لفظوں کی جگہ زبانوں سے شعلے نکل رہے تھے، تو (راجہ صاحب محمود آباد) ہمارے مجلس طراز درست مسٹر (محمد علی) کو مخاطب کر کے دل ہی دل میں ضرور کہتے ہوئے:

مجلس طرازیوں کے چکھاؤنگا سب مزے

تم اتفاق سے کہیں تنہا اگر ملے

بالآخر انتظار میں زیادہ دیر نہیں لگی، اور بہت جلد تنہائی کا ”گوشہ خلوت“ ہاتھ آ گیا۔ خلوت کے اسرار و نیاز محرومان مجلس تک تو پہنچتے نہیں، ہم ایسے غیروں کو کیا خبر؟ تاہم یہاں تک تو تمام ازری متفق ہیں کہ (راجہ صاحب) نے اپنی شکست کا اعتراف کیا اور کہا کہ اگر ہرانا ہی چاہتے تھے تو ہار جانے کا اقرار کرتے ہیں۔ اب آؤ کیا چاہتے ہو؟

بیسا کہ ماسپر انداختیم اگر جنگ است!

کہا جاتا ہے کہ (راجہ صاحب) نے کہا تھا کہ ”جب تک مسٹر محمد علی رام نہ کیے جائیں گے، کچھ نہیں ہوگا“ یہی سبب ہے کہ اس ”خلوت شب“ کی بارات کا دواہ انہی کو بنایا گیا، اور رات بھر ”سہرے“ کی تزئین و آرایش میں صرف ہو گئی۔ خیر، ہمکو اس سے کوئی بحث نہیں کہ رات بھر کی بیداری خلوت میں کیا کچھ کیا گیا؟ ہم تو صبح کی چشم خماری آلود، اور زلف پریشان کی ادائیں دیکھنے والوں میں تھے۔ اور یہ جو اپنے حصے میں آیا، تو اسپر شاکی بھی نہیں۔ ہمارے دوست کے ہم وطن بلکہ انکے سابق رئیس (یوسف علی خان ناظم) کا فلسفہ اس موقعہ کیلئے ہمیں یاد تھا:

ادائیں شب کی تو سب لوگ دیکھتے ہیں، مگر

ہم انکی بگڑی ادائیں سحر کو دیکھتے ہیں

(۹)

خیر، یہ تو اس ”شب وصل“ کی شام تھی، اسکے ذکر کو کہیں جلد نبٹائیے، کیونکہ اصلی پر لطف حصہ تو اسکے بعد آتا ہے، جبکہ زندان بادہ گسار نے ”حجلۃ نیم شبی“ ارستہ کیا، اور موٹر کاروں بھیج بھیج کر ایک ایک شریک پیمان کی قسمت خفہ کو مزدہ بادہ گساری سے بیدار کیا گیا:

وقت آن نیست کہ در حجرہ بخوابی تنہا!

”ذکر عیش بہ از عیش“ یعنی:

ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے!

چشم تصور سے کام لیجیے کہ دسمبر کے آخری ہفتے کی سرد راتیں ہیں، لیلائے شب کی زلف کمر سے گذر چکی ہے، ایک کنج خلوت میں صحبت بادہ پرستی گرم ہے، اور گرم سازشوں کی:

دھری شراب ہے، بیٹھے ہیں جابجا ساقی!

قبل اسکے کہ آپ کسی مدعی زہد کو الزام دیں، آپ ہی کو منصف بنائے ہیں کہ بھلا ایسی توبہ شکن اور ولولہ انگیز صحبت میں اگر ہمارے کسی ”دوست“ کی توبہ نے لغزش کھائی، اور اُس جام عہد

زنجیر سے آزاد کر لیا، اور استقامت کی توفیق اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ میرے عقیدے میں ”ہر دل عزیز“ کا زیادہ صحیح نام ”منافق“ ہے اور یہ محال قطعی ہے کہ ایک شخص ”حق گو“ بھی ہو اور پھر بزم ایمان و کفر، دونوں میں ہر دل عزیز ہو۔ جو لوگ چاہتے ہیں، انکو سمجھ لیتا چاہیے کہ انکے سامنے صرف دو ہی راہیں ہیں، حق و باطل، کفر و ایمان، نور و ظلمت، اور خدا پرستی و شیطان پرستی، انہی دو راہوں میں سے کسی ایک کو اختیار کر لیں۔ یہ بالکل فضول کوشش ہے کہ دونوں میں سے کوئی نئی درمیانی راہ پیدا کی جاوے۔ میں نے تو ارادہ کر لیا ہے کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو، لیکن اپنے ظاہر و باطن کو ایک رکھونگا، اور جو دل میں ہوگا، اسی کو زبان کے حوالے کرونگا، دعا کرنا ہوں کہ خدا جلد مجھے کسی سخت آزمائش میں ڈالے، اور مجھے اپنے دل کی استقامت کے آزمائے کا موقعہ ملے۔

وعلی اللہ، فلیتوکل المتوکلون۔

مجھ کو بعض صاحبوں نے رزکا کہ اب مخالفت میں تقریر کرنا بے فائدہ ہے۔ نواب اسحاق خاں صاحب نے کہا کہ ایک بات پر اب سب متفق ہو گئے ہیں، مخالفت سے کیا فائدہ؟ لیکن درحقیقت ان بزرگوں کی غلطی تھی۔ مخالفت اسلیے نہیں کی جاتی کہ موافقت کی صدائیں بلند ہوں، اور لوگ چیز کا ہنگامہ بیا کر خیر مقدم کریں، بلکہ صرف اسلیے کی جاتی ہے کہ ایمان اور ضمیر کا حکم ہوتا ہے کہ ایسا کر۔ یہ حکم بالکل اس سے بے پروا ہے کہ لوگوں کا کیا حال ہے؟ کوئی سچی بات اسلیے نہیں ترک کر دی جاسکتی، کہ لوگ اسکا استقبال نہیں کریں گے۔ سچ سچ ہے اگرچہ تمام عالم میں ایک بھی اسکا دوست نہ ہو۔ البتہ یہ حالات و احوالات آ رہیں۔ جڈکے سمجھنے سے اپنے بزرگوں اور دوستوں کو ادھی عرصے تک محبور و معذور سمجھتا ہوں:

حریف کارش مڑگان خور ریش نئی نامح  
بدست آدر رگ جانے، ونشتر را تماشا کن

جس چیز کو آپ لوگوں نے ”ایمان“ سمجھا ہے، اپنے عقیدے میں رہی کفر ہے۔ حق کی پرستش کیلیے ازلین شے قربانی ہے اور آپکا دماغ ابھی اسکا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ساری عمر نفس کی پرستش میں گئی ہے، اب چند لمحوں کے اندر آپکو خدا کیسے دکھلا دوں؟ اپنی اپنی راہ ہے، اور اپنا اپنا مذہب:

و للناس فیما یعشرون مذہب

اب لوگ مجبور ہیں، لیکن میری راہ میرے لیے چھوڑ دیجیے، اور جہاں جا رہا ہوں، جانے دیجیے۔ آج نہیں، مگر کل بتلاؤنگا کہ حقیقت کیا ہے؟ خدا کا ہاتھ سب سے بہتر فیصلہ کرے والا، اور ”مستقبل“ سے بڑھ کر کوئی جج نہیں۔ عنقریب کھل جائے گا کہ میں کس راہ پر تھا، اور آپ کہیں جا رہے تھے، اور وہ مقلب القلوب اپنے بندوں کے دلوں کو میرے لیے کھولتا ہے یا آپکے لیے؟ البتہ جن دلوں کو خدا اپنے نور ہدایت کیلیے چن لیتا ہے، ان میں اور تم میں یہی فرق ہے کہ وہ آج جس چیز کو دیکھتے ہیں، تم کل دیکھو گے۔ اسی معاملے کو دیکھو! جلسے میں صرف میں ہی ایک معجز تھا، جس نے مخالفت کی۔ اور سب خاموش رہے، یا سرشاری نفاق سے جھومتے رہے۔ لیکن آج سیکڑوں ہیں جو سر پیت رہے ہیں۔ پھر یہ کیا ہے؟ کیا یہ ایک الہی نشانی نہیں ہے جو حقیقت کے چہرے کو بے نقاب کر رہی ہے، اور بتلا رہی ہے کہ کس کی زبان اللہ کے ہاتھ میں ہے جو اسکو کھلواتا ہے، اور کس کے دل نفس کے قبضے میں ہیں، جو انہیں ہلنے نہیں دیتا؟ پھر کیا کوئی انکھ ہے جو دیکھے! کوئی کان ہے جو سنے! اور کوئی دماغ ہے جو سوچے؟

و هو الذي انشا لكم السمع والابصار والافئدة، قليلاً ما تشكرون (۳۳: ۶۰) اور وہی خدا ہے حکیم ہے۔ جس نے تمہارے لیے کان، آنکھیں، اور دماغ پیدا کیے، تاکہ تم سکو، دیکھو، اور عبرت پڑو، مگر افسوس کہ تم بہت ہی کم اسکا شکر کرتے ہو!

یہ ایک ہاتھ ایمان سے ملائیے اور دوسرا وقف مصافحہ نفاق۔ یعنی ”کے ہاتھ میں“ جام غلامی“ اور دوسرے میں ”سندان حریت“ در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق  
ہر ہوسنا کے نداند جام و سندان باختن

مذہبین بین ذلک، لالی ہا اولاء، والالی ہا اولاء! (۴: ۱۴۲):

معشوق ما بشیوہ ہر کس موافق ست

با ما شراب خورد و بزاهد نماز کرد

بعض بعض رنکفر بعض باتوں میں راہ ایمان اختیار  
مفسر ویریدون کرینگے اور بعض میں راہ کفر، وہ  
یتخذون باین چاہتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان  
دلک سبیل (۱۵: ۴) کوئی تیسری راہ اختیار کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس ”جمع اضداد“ کی راہ نہایت مشکل ہے۔ ایک ہاتھ میں جام باطل پرستی رکھیے، اور دوسرے میں سندان حق پرستی، اور دونوں کو باہم زور زور سے ٹکرائیے، مگر ربط یہ ہے کہ باطل کے جام بلوریں میں بال تک نہ آوے، اور سندان حق پرستی بھی ہاتھ سے الگ نہو!

ہر ہوسنا کے نداند جام و سندان باختن!

آروں کی خبر نہیں، مگر اپنی کمزوری کا تو ہمیں صاف صاف  
بصرا ف ہے۔ اس شعبہ بازانہ چابک دستی کی مشق کیلیے بڑی  
سری قابلیتوں کی ضرورت ہے، یہ مقامات عالیہ ہم تہی دستوں  
میں کو ابھی حاصل نہیں ہوئے۔

(۱۳)

میجر صاحب کی تائید کے بعد میں نے تقریر کوئی چاہی، لیکن  
خواجہ غلام الثقلین صاحب نے کہا کہ وہ رزولوشن کی نسبت ایک  
بہم قلمبند کرچکے ہیں، اسکو پیش کرینگے۔ چنانچہ خواجہ صاحب  
نے نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ تقریر کی اور دانشمندانہ طریقہ  
سے بعض اختیارات مہمہ کے محفوظ رکھنے کی ضرورت واضح کی۔  
ان انتظامات مخفیہ سرگرم کار تھے۔ مخالفت کی آوازیں اٹھنا  
بوج ہو گئیں۔

اس عرصے میں، میں کیا سوچ رہا تھا؟ تمام فیاسات کی  
سند بق ہرچکی تھی، اور معلوم ہو گیا تھا کہ آزاد خیال پارٹی کی  
بے لور شکست دینے کیلیے ایک عنصر، مرکب سے الگ کر لیا  
جائے۔ پھر آدر جو جو تدبیریں ۲۶ - کے مدعیان آزادی اور ہنگامہ  
مہمان حریت کو اپنے قابو میں لانے کیلیے کی گئی تھیں، وہ بھی  
معیب ہو گئی ہیں۔ ایک پورا جال ہے، جسمیں سب کے  
دور پھنس گئے ہیں۔ پھر کیا رنگ بدلا ہوا دیکھو میں بھی  
خاموش ہوجاؤں؟

یہ ایک مفت کی ہر دل عزیزی اور احسان مندی تھی جو  
میرکسی نقصان کے حاصل ہوتی تھی۔ کیونکہ تمام مدعیان  
آزادی و حق پرستی سر جھکا چکے تھے، اور اب اس حق و باطل کے  
مردم معجزوں ہی کا نام ”حق خالص“ تھا، پس آزاد خیالی  
حق پرستی پر کوئی آنچ نہیں آتی ہے، اور ہر دلعزیزی کی  
دست ہاتھ آجاتی ہے۔ حق بھی اپنے ہی حصے میں آتا ہے، اور  
اصل کا دامن بھی نہیں چھوڑتا۔ پھر کیا مضائقہ اگر چند لمحے کی  
دشمنی سے مدتوں تک کام دینے والی کمائی پیدا کر لی جائے؟

یہ خیالات تھے جو اس موقع پر قدرۃ ہر دماغ میں گذر سکتے تھے،  
میں گرفت کا ایک لمحہ کیلیے بھی دعا نہیں، تاہم ایسے ایسے  
عزت شیطانیہ کیلیے تو الحمد للہ اپنے پہلو میں ایک قوت رکھتا ہوں۔  
”ہر دلعزیزی“ کی خواہش سب سے بڑا ”شیطان“ ہے جسکی  
بے لگا گرم کے ساتھ ہی ہمتوں اور استقامتوں کی بڑی بڑی چٹانیں  
پانی ہو کر بہہ جاتی ہیں، لیکن جس دن میں نے اپنی پہلی آواز  
بلند کی، اسی دن سے اپنے پائوں کو راہ حق گر لی کی اس ازلین

نرم کیجیے - علی الغصص یہ بات ہمیں کچھ اچھی نظر نہیں آئی کہ سارا زور ”جوش محمد“ اور ”متین اللہ“ کے ضلع پر رہ صرف کر رہے تھے اور تقریر صرف صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب پر شخصی ایرادات کرنے میں جاری تھی - حالانکہ بہتر تھا کہ بغیر تشخص و تعین کے وہ سب کچھ کہتے - ہم کو اعتراف ہے کہ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں نے اس وقت قابل تعریف ضبط و تحمل سے کام لیا، اور اپنی تقریر میں ایک لفظ بھی نہیں کہا - گو جلسہ انکا مخالف تھا، مگر غصہ تورہ شے ہے کہ موقعہ شناسی کی مہلت ہی کب دیتا ہے؟

لیکن آج انکی تقریر اتنی ٹھنڈی تھی کہ پرسوں جن لوگوں نے انکے جوش کے انگارے سے اپنی انگلیاں روشنی کی تھیں، آج انکو آغاز تقریر ہی سے جمہائیل آنے لگیں - پرسوں ہمارے دوست کے ہاتھ میں شامپین کے جام تھے، آج انہوں نے چاہا کہ ٹھنڈے پانی ہی کو واٹن گلاس میں بھر بھر کر تقسیم کر دیں - سودا بھی نہیں - ہم نے تقریر کا پہلا لفظ ہی چکھ کر اپنے قریب کے بیٹھے ہوئے احباب سے کہدیا تھا کہ آج یا تو صرف پانی ہے، یا پانی اسقدر ملا دیا ہے کہ ہر ذائقہ، دونوں کا پتہ نہیں:

مرا اے می فروش آن بیخودی نیست  
مگر در باد آبے کردہ باشی

سب سے پہلے ہمارے دوست نے قسمیں کھانا شروع کیں کہ مجھے خدا کیلئے اعتماد کیجیے، لیکن وہ بھول گئے کہ زیادہ قسمیں کھانا کوئی اچھی علامت نہیں سمجھی جاتی گو اچھی علامت ہو:

قسم سچی سہی، پھر بھی ضرورت کیا ہے کھانے کی!

ہمارے دوست کو معلوم نہیں کہ اعتماد حاصل کرنے کا ذریعہ قسموں اور عہد و پیمان میں نہیں ہے، بلکہ کسی آرزو ہی چیز میں ہے - سچا اعتماد پیدا کرنے والوں نے کبھی خود قسمیں نہیں کھائی ہیں، بلکہ اپنی استقامت و عمل کے زور سے اعتماد کی قسمیں دنیا سے لی ہیں - اس نکتے کو (خانخاں) نے سمجھا تھا:

بہ کیش صدق و صفا حرف عہد بیکارست  
نگاہ اہل محبت تمام سوگند ست!

الم تر الي الذین بذکون انفسهم؟ بل اللہ یزکی من یشاء!

قبل اسکے کہ کوئی کچھ کہے، خود انہی نے ڈیپوٹیشن کی تجویز کو ”سادہ چک بک“ سے تعبیر کیا، اور پھر راقسموں باللہ جہد ایمانہم کا سلسلہ شروع ہوا - کیا یہ اسکا ثبوت نہ تھا کہ خود انکا ضمیر بھی اس وقت عالم اضطراب میں ہے، اسلئے خود ہی اپنے سے کہنگتے ہیں، اور خود ہی جواب دیتے ہیں؟ صاف معلوم ہوتا تھا کہ آج جو کچھ زبان سے نکل رہا ہے، اس سے ہمارے دوست کو خود بھی حیا آ رہی ہے:

میں اپنی چشم شرق کو الزام خاک دوں  
تیری نگاہ شرم سے کیا کچھ عیاں نہیں؟

(۱۲)

غرضکہ دو دن کی فریقانہ معرکہ آرائی کو اب آر کہاں تک طول دیا جاتا؟ اسکا فیصلہ یوں کیا گیا کہ بین بین طریقہ پسند کیجیے کہ خیر الامور اوسطا - کفر و اسلام، دونوں کو اختیار کیجیے - اہرمین اور یزدان، دونوں کو رام کیجیے - ایک ہی طرف کیں جھکیے جب دونوں کی خوشنودی حاصل ہو سکے؟ صرف کعبے ہی کے کیں ہو رہیے جب بتکدے سے بھی رسم و راہ رہ سکے؟ ایک ہاتھ میں زناں برہمن لیجیے اور دوسرے ہاتھ میں سجدہ زاہد -

کی صوف کی وجہ سے راہ مرور اسطرح بند ہوگئی تھی، کہ وہاں ٹنگ پہنچنے کیلئے کئی منٹوں کی جد و جہد مطلوب تھی - خود ہم اور خواجہ غلام الثقلین اگر اتفاق سے بالکل اسٹیج کے کنارے پیشتر ہی سے بیٹھے ہوئے نہ ہوتے، تو تقریر کرنے کا موقعہ ہی نہ ملا ہوتا، کیونکہ جتنی دیر میں مخالف اٹھ کر کنارے تک پہنچنے کی کوشش کرتا، اتنی دیر میں رزولوشن پاس ہی کر دیا جاتا (جیسا کہ بعد کر یہ جبر کیا گیا)

ایک اور تدبیر خاص وہ تھی، جسکے ذریعہ موافقت کے چیز اور مخالفت کا شور و ہنگامہ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تھی - یعنی اسٹیج پر بیٹھنے والی جماعت کا ایک طبقہ نیچے مجلس کی مختلف قطاروں میں متفرق ہو کر بیٹھ گیا تھا، تاکہ وقت ضرورت مجمع کے ہر حصے سے ایک ایک صدائے موافق اٹھ کر شور مچا دے، اور معلوم ہو کہ ہر طرف سے صدائیں اٹھ رہی ہیں - اس انتظام کا سلسلہ آخر مجمع تک موجود رہا، گیا تھا - اسٹیج کے سامنے کی تمام کرسیوں پر بھی شریکان راز اشخاص بٹھائے گئے تھے، تاکہ اگر کوئی مخالفت میں تقریر کرے، تو معاً نیچے سے آوازیں اٹھنا شروع ہر جائیں، اور اسکے ہنگامے میں مجمع کی مخالف صدائیں مدغم ہو کر مفقود ہر جائیں - چنانچہ جونہی آنریبل خواجہ غلام الثقلین نے قریم پیش کی، گو وہ مخالفت میں نہ تھی، بلکہ صرف ترمیم تھی، تاہم شور و غل کی آوازیں معاً سنائی دینے لگیں -

ہم نے یہ بھی سنا تھا (والعہدۃ علی الرازی) کہ رات کے پیمان و عہد کے بعد بعض ممتاز آزادی خواہ اشخاص نے ایک کاغذ اپنی تمام جماعت میں پھرا دیا تھا، جس میں ”صحبت نیم شبی“ کے صلح نامے کا ذکر تھا، اور لکھا تھا کہ اب ۲۶ - کے جلسے کے تمام اراک خیل لوگوں کو اس کی تائید کرنی چاہیے، آرزو کسی مزید مخالف کی ضرورت نہیں - ہم نہیں کہہ سکتے کہ کہاں تک یہ درست ہے؟ مگر بارہ درمی کے دروازے پر جب نکتہ دیکھنے والوں اور آنے والوں میں ہاتھ پائی ہوئی تھی، تو ہم شور و غل سن کر باہر نکلے تھے - ہم نے اپنے ایک دوست کو دیکھا تھا، جنکے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا، اور ایک حلقہ احباب میں کھڑے باتیں کر رہے تھے - ہم نے ایندھ اراکوں کی نسبت پوچھا مگر وہ قال گئے - واللہ اعلم بحقیقۃ الحال -

قصہ مختصر یہ کہ بڑے بڑے سامان نیے گئے تھے، اور چونکہ ”صلح“ ہو چکی تھی، اسلئے اب انتظامات خود انہی کے ہاتھوں انجام پڑ رہے تھے، جو ۲۷ - کی شام تک خود فریق جذبگ اور ”ازاد خیال“ جماعت کے سرغنہ سمجھے جاتے تھے، اور در اصل افسوس بھی اسی کا ہے:

نیم بسمل اُس نے گر چھوڑا، تو کچھ پورا نہیں  
پر یہ غم ہے، اعتبار دست قاتل اٹھ گیا

(۱۱)

بہر حال مجلس جم چکی تو پردہ اٹھا، اور اس تماشے کا ایک ہی ایکٹ شروع ہو گیا - سب سے پہلے ہمارے عشوہ فرما دوست مسٹر (محمد علی) باہر نکلے اور رزولوشن پیش کیا، وہ بیٹھے تو میجر (سید حسن) بلگرامی اٹھے اور تائید کی:

یکے بدنزدی دل رفت و پودہ دار یکے!

اب نہ ۲۶ - کے معرکہ تھے اور نہ مرید:

یہ لوگ بھی غضب ہیں کہ دل پر یہ اختیار!

شب مرم کرلیا، سحر آہن بنالیا!

۲۶ - کی سہ پہر کو ہمارے دوست کا مزاج بہت گرم تھا، انکی تقریر اتنی پر جوش تھی کہ اسکی بے اعتدالی ہم کو بھی فگوار گزری اور انکے کان میں کہا کہ خدا را ذرا لب و لہجہ



حفاظت میں لے لیا تھا اور عہد رائق کیا تھا کہ انکی اعانت سے کبھی دست بردار نہ رہا۔

یہی آتھ آدمی تھے جنکو آنے والے حوادث و انقلاب کا اصلی بانی، اور اتحاد و ترقی کے نئے دور کا مبداء اصلی سمجھنا چاہیے۔ ان میں سے چھ آدمی حسب ذیل ہیں جنکے نام ہم نے معلوم ہو سکے:

- (۱) ڈاکٹر مصباح الدین شریف بے
- (۲) عزیز بے (غازی انور بے کے چھوٹے بھائی)
- (۳) خلیل بے (جنکی تصویر در مرتبہ الہلال میں شائع ہو چکی ہے)

- (۴) عمر ناجی بے مناستری
  - (۵) عثمان نجاتی بے سب ایڈیٹر طنین
  - (۶) شریف نوری بے ایڈیٹر اخبار ”عثمانی“ سلانیک
- کامل پاشا کی ان لوگوں پر نظر تھی۔ اس نے گرفتاری کیلئے پوری تجسس کی، لیکن یہ لوگ اس طرح پوشیدہ رہے کہ اسکو اتنے قسطنطنیہ سے چلے جانے کا یقین ہو گیا۔

\*\*\*

ان آتھ آدمیوں میں سے پانچ انجمن کے ”فدائیں“ میں سے تھے۔ ”فدائی“ گروہ اور انکے پس اسرار خرائض کا بیان آتے آتے آئے گا۔

ان لوگوں نے سامنے در کام تھے۔ مقدم ترین کام گرفتاران حکومت کو رہا کرنا تھا۔ اس کے بعد انقلاب حالت کی سعی۔

محمود شوکت پاشا بھی نظر بند کر دئے گئے تھے اور انکے امیر



ادرنہ کے ایک خیمے میں غازی انور بے اور انکے ہم راز

یہ س راز دارانہ مسجد ۸ مربع ہے۔ جہاں روایتی سے ایک دن بے ساری موصوف نے مسورے بیلے کے بعد دیوان عام اس مسجد میں کیا تھا۔

بارے میں کوئی مدد نہیں مل سکتی تھی۔

تذکرے میں موجود انقلاب دستور کے ابتک پبلک اوپینڈن کوئی سے نہیں ہے، اور اصلی طاقت فرج ہے۔ جو لوگ انجمن اتحاد و ترقی کو الزام دیتے ہیں کہ اس نے فوجی قوت کو انقلاب حمیدی کے بعد بھی اپنے قبضے میں رکھا، وہ بھول جاتے ہیں کہ قسطنطنیہ پیرس یا نیویارک نہیں ہے۔ جب ہر تحریک اور جماعت اپنے ہر طرف مخالف قوتوں کا حصار پائے، تو اپنے ریدہ رھنے کیلئے مجبور ہے کہ کسی نہ کسی قوت کو اپنا حامی بنائے۔ ترکی میں فوجی آواز کے سوا اور کسی آواز میں قوت نہیں ہے اور ابھی عرصے تک یہی حالت رہے گی۔

پس ضرور تھا کہ اس وقت بھی فوج ہی سے مدد لی جاتی۔ فوجی افسروں کا بڑا حصہ ہمیشہ اتحادیوں کے ساتھ رہا اور اب بھی ساتھ تھا، مگر انقلاب وزارت نے انکے تعلقات فرج سے بالکل منقطع کر دیے تھے، اور انکو کچھ خبر نہ تھی نہ اتحادیوں پر کیا کدو رہی ہے، اور موجودہ حکومت ملک کے ساتھ دید کر رہی ہے؟ یہ جماعت در حصوں میں منقسم ہو گئی۔ چار آدمی ہمیں

انجمن کے بقیہ السیف ممبر زمانے کو مخالف دیکھ کر خاموش ہو گئے تھے، لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ کامل نے اپنے تو اصلی مرتبہ جنگ کو دول یورپ اور علی الخصوص اس (بساط سیاست کے سب سے بڑے خطرناک شاطر) انگلستان کے اعتماد پر قرین بنایا، اور اب صلح کی سازش شروع ہو گئی ہے، تو صبر نہ کر سکے، اور بارجود بے پرور بالی کے ایک مرتبہ اوزنے کی اور کوشش کی۔ (کامل پاشا) نے انجمن کے ممبروں کے تعلقات قصر سلطانی سے بالکل منقطع کر دیے تھے، اور اس امر کا نہایت شدید انتظام کیا تھا کہ کوئی شخص بغیر کامل کی رسالت کے سلطان المعظم سے مل نہ سکے۔ اسمیں یہ مصلحت تھی کہ جنگ کے حالات اور فوجی و فوجی آواز سے سلطان المعظم بالکل بے خبر رہیں، اور جو اطلاعات مل پاشا ان تک پہنچا دے، اسی پر اعتماد کرتے رہیں۔

پس سب سے پہلی کوشش جس سے انجمن نے اپنا موجودہ دور حیات شروع کیا، خاندان سلطانی کی اعانت کو حاصل کرنا تھا، اسی کا نتیجہ وہ قومی وفد تھا جو شہزادہ یوسف عزالدین نبی سعی سے بارباب بارگاہ سلطانی ہوا، اور جسکی سرگذشت

ہم (انقلاب عثمانی) ص ۲) میں لکھ چکے ہیں۔

پس کامل پاشا کا سدہ ابھی ارج پر تھا۔ اس نے فوراً ایک مہم تیار کر دیا، اسی چال چلی، سلطان المعظم کو جلد لمحوں کے اندر اپنے ہاتھوں میں کر لیا۔ اس نے کہا کہ اتحادی قوت نعت سے آتے رہے، تدبیریں کر رہے ہیں۔ پرنس یوسف کے لیے انکا ساتھ دینا ہے کہ تحت نشین

دے کے منصوبوں میں ہے۔ ساتھ ہی ایک فرضی سازش کی خبر دی جو گویا محمود شوکت پاشا کی سرکردگی میں انجمن سے رہی ہے، اور تمام اتحادی اور خاندان سلطانی کے ممبر اسمیں شریک تھے۔

اسی کا نتیجہ وہ عام گرفتاری تھی جس نے چند گھنٹوں کے اندر ۸۰۰ سر انجمن کے ممبروں اور ہوا خواہوں کو دنیا سے الگ کر دیا۔

\*\*\*

جو لوگ بچے تھے، وہ قسطنطنیہ سے خفیہ نکل گئے۔ صرف آتھ آدمی شہر میں اسیلے رھ گئے، تاکہ ان گرفتاران ظلم کی رھائی کی تدبیریں کریں۔

یہ ایک نہایت خطرناک قید تھا، جو ان آتھ فدائیان ملت سے گوارا کیا۔ قید خانے کے دروازے انکے منظر تھے، اور کامل پاشا کی ہمدردی تھی، تاہم انکی غیرت نے گوارا نہیں کیا کہ رفیقان کارندان بلا میں گرفتار ہوں، اور وہ انکو چھوڑ کر اپنے عیش کدوں کی لیں۔

انکو بڑی تقویت (شہزادہ یوسف) سے ملی جس نے انکو اپنی

# ناموران غزوہ بلقان

## انقلاب عثمانی

( ۴ )

— \* —

( انور بے ) کی طلبی سے ورود قسطنطنیہ تک

— \* —

( مغربیہ اور بعض جرائد عثمانیہ و مراسلہ قنصلہ لندن )

— \* —

تبارک الذی بیدہ الملوکوت ، و هو علی کل شیء قدير !

— \* —

انقلاب پر کئی ہفتے گزر گئے - اس عرصے میں عربی اخبارات کے مضامین ، ٹائمز اور ڈیلی ٹیلی گراف وغیرہ کے نامہ نگاروں کی مراسلات ، اور اور مختلف ذرائع سے آتی ہوئی معلومات شائع ہوتی رہیں - لیکن با این ہمہ اصلی عقدہ اب تک لاینحل ہے !

عین انقلاب کے دن جو واقعات گذرے ، انکی صحیح روایت کا تجسس بعد کو ہو رہے گا - وہ عثمانیہ پیش آنے والے واقعات تھے جو روز روشن میں سب کو نظر آئے - لیکن اس سرشتہ طلسم کی اصلی گڑبہ یہ ہے کہ جو کچھ پردے کے باہر دنیا نے دیکھا ، اسکا سارو سامان ، پردے کے اندر کیونکر کیا گیا ؟ یہ ایک میدان کارزار تھا ، جس نے صبح اور فتح ، شکست کا فیصلہ کر دیا - لیکن وہ کون تھا ، جس کے شبہ کی تاریکی میں اسکا نقشہ مرتب کیا ؟ یہ ایک کلمہ



عزیز انور بے دینہ میر روانگی سے پہلے

انور بے دینہ میر ۱۹۱۲ء

عقدہ ہے ، جواب تک لاینحل ہے اور جب تک حل نہ ہو ، اس وقت تک ہم اس انقلاب معذب و عزیز کے متعلق بالکل تاریکی میں ہیں -

لیکن میں آج اسے حل کرنا .....

\* \* \*

اتحاد و ترقی کی وزارت کی شکست کے ساتھ ہی جنگ بلقان شروع ہوئی تھی - گورہ فریقانہ مذاکشات کا ایک شدید ترین دور تھا ، تاہم یاد ہوگا کہ بمجرد اعلان جنگ کے اتحاد و ترقی نے اپنا اعلان صلح شائع کر دیا تھا اور لکھ دیا تھا کہ چونکہ حکومت کو غیرین سے مقابلہ پیش آگیا ہے ، اسلیے اب آپس کی رنجشیں بھول جانے چاہئیں -

جوزید بے ، طلعت بے ، اور خلیل بے ، فرج میں داخل ہوئے تھے - لیکن با این ہمہ ( کامل پاشا ) کی وزارت نے ریاست ہائے

بلقان سے اترنے کی جگہ انہی کو اپنی اصلی جنگ کا نشانہ قرار دیا - اور اپنی جانب سے گذشتہ دنوں کے بھولنے اور نئی کارروائیوں کو دور کرنے کی جتنی یاد رکوش ہوئی ، اتنی ہی کامل پاشا نے اپنے حاکمانہ اقتدار سے سختیاں شروع کر دیں - کامل ایس کرے کیلیے مجبور تھا - یہ ایک پختی تھی ، جسکی دیر انگلستان کے ساتھ میں تھی ، اور اس نے کامل کو اسلیے وزیر نہیں کرایا نہ

کہ اپنے مقدرنی پیش روؤں سے اترے ، بلکہ اسلیے

ملک کی اصلی محافظ حماقت ( اتحاد و ترقی ) کو نابود کر دے - سب سے پہلے پریس پر مصیبت آئی ، اخبارات بند کر دیے گئے - پھر جلا وطنین شروع ہوئیں - فرضی مقدمات قائم کیے گئے - ایک فوجی عدالت شدید وقتی ضرورت کی فرضی توجیہ سے کام لے کر نہی گئی ، اور سب سے آخریہ ، کہ ایک فرضی سازش کا الزام رکھ کر گرفتاریاں شروع کر دیں -

فی الحقیقت اس چند ماہ کی فرصت میں انجمن اتحاد و ترقی کی قوت کو دائمی طور پر کچل دیا گیا تھا ، اور ( پیرا ) کا ( اند ) ترکش ( اتحاد اپنے دیرینہ منصوبوں میں کامیاب ہو گیا تھا ، لیکن تاہم اس جز کے کچھ ریشے زمین کے اندر باقی رہ گئے تھے ، اور صداقت کی اگر ایک چنگاری بھی باقی رہ جاتی ہے ، تو آتشکدہ بننے کیلیے کافی ہے - )

الہی بی حفاظت ، اور نخت خلافت کے بننا کے لیے موج کبر کا دن تھا ، اور ضرور تھا کہ اسکو نجات دینے کیلیے دست خالق کسی دست مخلوق کو اپنا آلہ بنائے - پس اس نے بنانا اور اپنی تاوازا اپنے بندوں کے ہاتھوں میں پکڑا دی ، لیکن پھر وہ کون تھا ، جو اس نڈیبت الہی کا مستحق ہوا ، اور جسکے دست حق پرست نے ” سیف اللہ المسلمون “ سے ملقب ہونے کا استحقاق پیدا کیا ؟

اس آخری سوال کے جواب میں بغیر کسی تاہل کے کہا جاسکتا ہے کہ ( انور بے ) - لیکن پھر نہ صرف الہی کی یہ قوت قاہرہ ، اسلم پرستی اور خدمت ملی کا یہ مجسمہ رحید ، عقول و مہارت انسانیت کیلیے یہ ایک بڑی معجزہ ، یعنی ( انور بے ) اندرون طرابلس اور مصر کے ایلیا سے کیونکر باسفورس کے کنارے پہنچ گیا ؟ ان سوات کا ابتک کہیں سے جواب نہیں ملا ، یہی وہ اصلی

# مقالہ

## مسئلہ اسلامیہ

یا  
مسئلہ شرقیہ

(بمسائلہ "مستقبل الاسلام")

سیاسی مضمون نگار بسا اوقات مستقبل کے متعلق پیشین گوئیاں کرتے ہیں، جو سیاسی راز آشنائی، واقعات و حوادث کے تجزیہ، تاریخ ماضی کی ورق گردانی، اور حال کے غائر مطالعہ پر مبنی ہوتی ہیں۔

منجملہ ان عنوانات کے، جن پر ان مضمون نگاروں نے خاتمہ فرسائیاں کی ہیں، ایک عنوان (مسئلہ اسلامیہ) ہے، جسکی پر فریب تعبیر (مسئلہ شرقیہ) کے نام سے کی جاتی ہے۔ (مسئلہ شرقیہ) پر جسقدر مضامین شائع ہوئے ہیں، انکے خیالات اور تعبیر میں کسیقدر اختلاف ہے، جسکی وجہ کچھ تو ارادے کا اختلاف، اور مصالح دول کا تعرض ہے، اور کچھ اہل مشرق کو مغالطہ اور فریب دینے کی تدابیر کا تنوع و اختلاف۔ مگر با ایں ہمہ اس امر سے ہر مضمون نگار کو اتفاق ہے کہ مشرق اور اہل مشرق کے متعلق یورپ کے سامنے ایک نہایت پر خطر، پیچیدہ، اور لاینحل مسئلہ درپیش ہے، جسکی نشانی گرو مغربی افق سیاست کی صفائی اور با ہم دگر درستانہ تعلقات پر مبنی ہے۔

یورپ کے دول ساتھ کا اتحاد مسئلہ شرقیہ کے حل کی سب سے پہلی اور سب سے آخری شرط تھی، جو حل کی متعدد یادداشت کی صورت میں پوری ہوگئی، اسلیے اب مشروط کا وجود بھی کچھ دور نہیں۔ پس ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو اس نقشہ حل کا علم ہو جائے، جو عرصہ ہوا ترتیب دیا جا چکا ہے، اور جس پر (غالباً) نظر ثانی کے ایسے لندن میں مجاسد سفراء مدعو کی گئی تھی۔

مسئلہ شرقیہ کے مقاصد

(۱) دولت عثمانیہ کی اس طرح تقسیم ہو کہ ہر سلطنت کو جسکی حسب ضرورت تکتے مابین، اور ساتھ ہی یورپ کی قوتوں کے توازن میں فرق بھی نہ آئے۔ اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے نقشہ تقسیم حسب ذیل ترتیب دیا گیا تھا۔

انگلستان	...	...	...	...	مصر، سربان، اور عرب
فرانس	...	...	...	...	شام
جرمن	...	...	...	...	اناتولیا
اطالیا	...	...	...	...	قبران اور طرابلس
روس	...	...	...	...	آستانہ علیہ (قسطنطنیہ)
آسٹریا	...	...	...	...	سلاویکا اور بحر ادریاتیک

میں کوئی بحری اسٹیشن

(۲) عموماً اہل مشرق کے اور خصوصاً اہل اسلام کے شیرازہ کو برآگندہ کرنا، تاکہ عیسائی نوآبادیاں قائم کیجا سکیں، اور مشرق اور مغرب قریب کی زر خیزوں سے مغرب بعید کے سامان عیش و طرب پہنچا کیے جاسکیں۔

(۳) مشرقی اقوام کے مذہب میں تغیر پیدا کیا جائے، کیونکہ بغیر مذہبی تبدیلی کے اسلام کی پولیٹیکل قوت کا خاتمہ نہ ہوگا، پس ضرور ہے کہ یسوع مسیح کی بادشاہت عالمگیر بنائی جائے، اور زمین کے ہر قطعہ پر پرستاران صلیب کا جھنڈا لہرائے۔

## مسئلہ شرقیہ کا سبب اصلی

مسئلہ شرقیہ کے اغراض سے مجہلاً معلوم ہو گیا ہوگا کہ اسکی افرینش کے اسباب کیا کیا ہیں؟ مگر اب ہم اسکو کسی قدر تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

گو یورپ خود ستایانہ طور پر مدعی ہے کہ وہ تعصب کی قید و بند سے آزاد ہو گیا، مگر واقعہ یہ ہے کہ آج اسکی قوت قاهرہ اور تسلط عامہ کی زندگی ہی تعصب کے دم سے ہے۔ وہ دونوں قسم کے تعصبوں میں گرفتار ہے۔ مذہبی بھی اور قومی بھی۔

اقوام یورپ کا تعصب جنسی اسقدر مشہور و معروف ہے کہ اسکے متعلق زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ مثال کے لیے امریکہ، افریقہ، اور ہندوستان کے باشندوں کے ساتھ ان کے متعصبانہ برتاؤ کی ہزارہا شہادت عینی و یقینی کافی ہیں۔

یورپ کے طرف تعصب مذہبی کے انتساب سے لوگوں کو تعجب ہوگا، کیونکہ یورپ نے اپنی بلاخواندوں میں "مذہبی بے تعصبی" کا رصف نہایت بلند آہنگی سے بیان کیا ہے۔

مگر یہ واقعہ ہے کہ یورپ با ایں ہمہ عامی و صناعی ترقی کے مذہبی تعصب میں آج بھی اسی مرکز پر ہے، جہاں جاگ صلیبی کے زمانہ میں تھا۔ دیکھو! ایک ارتودوکس بطریق کو آسانہ میں پھانسی دیتے ہیں۔ انگلستان جو مذہباً پروٹسٹنٹ ہے، اور فرانس جو مذہباً رومن کیتھولک ہے، یہ دیکھتے ہی فوراً اپنی اپنی جنگی قوتوں کی نمائش کرتے ہیں اور تعزیر و پاداش کے غلغلوں سے تمام یورپ میں آگ لگ جاتی ہے۔ لیکن جب ایران میں عاشورہ کے دن ثقہ الاسلام کو پھانسی دیجاتی ہے، تو دونوں خاموش رہتے ہیں۔ آرمینیا میں ناخواندہ و وحشی کرد اور البانیوں کے ہاتھوں چند عیسائی قتل ہوتے ہیں، تو تمام یورپ ہلک اٹھتا ہے۔ انگلستان کا وزیر اعظم غصہ سے ازخود رفتہ ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ ان اشیاء (مسلمانوں) کے ہاتھوں سے یہ کتاب (قرآن حکیم) لیکے جلائے، کیونکہ جب تک یہ کتاب اکے ہاتھوں میں رہیگی، وہ ہمیشہ متعصب رہیں گے۔ لیکن ایران، طرابلس، اور مقدونیہ میں مساجد کی توہین کیجاتی ہے۔ عورتوں کی عصمت پر حملہ ہوتے ہیں۔ عورتیں اور مرد بڑے اور بچے، سب بلا تمیز تہ تیغ کیے جاتے ہیں، مگر کوئی جذبش پیدا نہیں ہوتی۔ اور پھر جب پارلیمنٹ میں سوال ہوتا ہے تو اسکا جواب دیا جاتا ہے کہ "نا طرفدار حکومت کے لیے یہ ناممکن ہے کہ وہ مظلوموں کی حمایت کے لیے میدان کارزار میں جائے" مختصر یہ کہ مسئلہ شرقیہ کا سرچشمہ یورپ کا مذہبی اور جنسی تعصب ہے، اور اسکے سوا کچھ نہیں۔

## مسئلہ شرقیہ کا آغاز

اٹھارویں صدی کے اخیر میں یونگ چری فوج کی بے قاعد گیوں، افسروں کی نا فرمانیوں، اور یونان، رومیلی، اور ایشیائے کوچک کے عیسائیوں کی بغاوتوں نے دولت عثمانیہ کی حالت نہایت مخدوش کردی تھی، یہاں تک کہ بد اندیش ایک طرف رہے، اسکے خیرسگال بھی نفس آخروں شمار کر رہے تھے۔

اس فرصت کو غنیمت سمجھ کے روس اور آسٹریا نے یورپین ترکی کی تقسیم کی بابت سنہ ۱۷۸۷ء میں ایک معاہدہ کیا۔ یہ معاہدہ اگر نافذ ہو گیا ہوتا، تو آج دولت عثمانیہ پرستاران صلیب



(۲)

صلح نامہ اٹلی و دولت علیہ کے نافذ ہو جانے کے بعد (غازی انور بے) نے قطعی ارادہ کر لیا تھا کہ ابھی چند برسوں تک طرابلس سے نہ ہلیں اور جس ”عربی طاقت“ کے پیدا کرنے کا اس جنگ نے سامان کر دیا تھا، اور جو کامل قیصرہ سال کی لگاتار سعی و مجاہدات کے بعد وجود میں آئی تھی، ضرور تھا کہ اب اسکو تکمیل تک پہنچایا جائے۔ سب سے بڑا کام یہ تھا کہ (شیخ سنوسی) اور قبائل عرب کو جنگ پر قائم رکھا جائے، اور اندرون عرب میں نشر تعلیم و تربیت کی مہمات کو ترقی دی جائے۔

وہ اپنے کاموں میں مصروف تھے، اور ترکی کے تازہ حالات سے بے خبر، کہ یکایک پرنس (عمر طوسون پاشا) نے انکو کامل پاشا کے برسر اقتدار ہونے کی خبر دی، اور لکھا کہ مختار پاشا کا محض ایک دھوکا ہے۔ نئی حزب الحریت و الائتلاف کامل پاشا کے پردے میں کام کر رہی ہے۔

ساتھ ہی وہ خطوط بھی انکو پہنچائے جو آستانہ علیہ سے اس بارے میں آئے تھے۔

یہاں یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ طرابلس میں (انور بے) کے

قسططنیہ سے تعلقات اب صرف

(عمر طوسون پاشا) کے ذریعہ قائم

تھے، کیونکہ سرکاری ذاک جو کبھی

براہ ٹیونس اور کبھی براہ مصر

انکے پاس پہنچتی تھی، وہ تبدیل

وزارت کے ساتھ ہی کامل پاشا کے

ہاتھ میں آگئی تھی اور ا-

محال قطعی تھا کہ اس کے ذریعہ

اُن میں اور انجمن اتحاد و ترقی

میں تعلق باقی رہسکتا۔ پسر

تغیر وزارت کے ساتھ ہی، انہیں

نے اپنے دوستوں کو لکھ دیا تھا کہ

اُنڈہ خاص مراسلات پرنس موصوف

کے ذریعہ کی جائیں۔

کامل پاشا کے اقتدار اور انجمن

کی شکست کی خبر نے اگرچہ غازی انور بے کو نہایت مضطرب کر دیا

تھا تاہم وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ اس زمانے میں کلکتہ

مشہور مجاہد طرابلس (حاجی عبد الغنی) درنہ میں مقیم تھے

اور اسکے خیمے اور غازی موصوف کے خیمے میں صرف چند قدموں

فاصلہ تھا۔ اسکا بیان ہے کہ :

”بمجرد ان حالات کے معلوم ہونے کے (انور بے) کے چہرے

کی دائمی شگفتگی پر کبھی کبھی افسردگی غالب آنے لگی

تھا وہ اپنے کاموں میں منہمک اور اپنے ارادوں میں مصروف تھے

البتہ انکی خاموشی بڑھ گئی تھی۔ فرصت کے چند لمحوں میں

قدیمی عادت کے خلاف اکثر چپ بیٹھے رہتے“

انور بے کو یقین ہو گیا تھا کہ اب حالات خطرناک ہیں۔

کامل پاشا کا برسر حکومت ہونا اسکا ثبوت قطعی ہے کہ اجانب

و اغیار کسی مہلکہ عظیم میں کلمۂ اسلام کو مبتلا کرینگے۔ تاہم ایک

وقت میں در کام نہیں ہو سکتے، اسلیئے فرض کا تقاضا یہی ہے

کہ اپنے موجودہ وظیفہ عمل میں مصروف رہیں۔



بدلے پوشیدہ (چٹلجا) چلے گئے۔ چٹلجا جانے کیلئے بھی بڑے انتظامات کی ضرورت تھی، فوجی چوکیاں قدم قدم پر قائم تھیں اور ان سب کو دھوکا دینا ممکن نہ تھا۔ اسکے لیے یہ تدبیر کی گئی کہ سامان رسد کی جو گاڑیاں صبح شام روانہ ہوتی تھیں، ان میں سے ایک گاڑی کے محافظ سپاہیوں کو قبضے میں کیا گیا اور انکی جگہ چار ممبر بھیس بدلکر گاڑی کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

وہاں پہنچکر شٹلجا کے مختلف قلعوں اور گورہیں میں شب کے وقت ان لوگوں نے دورہ کرنا شروع کر دیا۔ فوج میں جو خاص معتمد اتحادی افسر موجود تھے ان پر اپنے نئی ظاہر کیا اور ملک کی موجودہ حالت کا افسانہ سنایا۔ انکو پہنچے سے ابھی تین دن ہی گذرے تھے کہ یکایک تمام فوجی حلقوں میں ایک جنبش عام پیدا ہو گئی اور غیظ و غضب اور برہمی کے آثار دیکھ کر ناظم پاشا گھبرا گیا۔ لیکن بالیں ہمہ کچھ پتہ نہیں چلتا تھا کہ اسکا مقصد کیا ہے؟ چوتھے دن تمام افسروں کا ایک وفد اپنے فوجی حلقوں کی قائم مقامی کے ساتھ ناظم پاشا کے پاس آیا اور خواہش کی کہ ”سلطان المعظم ایک ارادہ خاص کے ذریعہ اتحادی ممبروں کو فوراً رہا کر دیں، ورنہ ہم مجبوراً اس غرض سے قسطنطنیہ جائیں گے“

ناظم مجبور ہوا کہ اس بارے

میں عاجلانہ کارروائی کرے۔

اس نے وہ مشہور تاریخی سلطان

المعظم کے نام روانہ کی، جس میں

فوجی اغتشاش کی اطلاع دی گئی

تھی اور نیز درخواست کی تھی

کہ ”فوراً اتحادی جماعت کی

رہائی کا حکم نافذ فرمائیے، ورنہ

فوج ہاتھ سے نکلی جا رہی ہے“

ادھر قسطنطنیہ میں شہزادہ

بوسف عز الدین سرگرم کار تھے۔

وہ علانیہ حمایت کیلئے آتھے کہ

ہوے، نتیجہ یہ نکلا کہ

کامل پاشا کی کچھ نہ چلی، اور

ارادہ سلطانیہ جاری ہو گیا کہ فوجی

عدالت کی جگہ ایک علانیہ سول کورٹ میں متہمین کی تحقیقات کی

جائے اور اگر جرم قطعی الثبوت نہ ہو تو رہائی میں ایک لمحے کی بھی

تأخیر نہ ہو۔

عشق ملت اور خدمت وطن کے سوا انکا آرزو جرم ہی کیا تھا؟

بالآخر تمام گرفتاران ظلم رہا ہو گئے۔

\* \* \*

اب انجمن کی قوت تازہ ہو گئی۔ یہ وہی وقت تھا جسکی نسبت

(ڈاکٹر مصباح الدین) نے اپنے گزشتہ خط میں لکھا تھا کہ ”اب ہم آزاد

ہیں۔ اب اتحادی ہونا کوئی جرم نہیں۔ ہمارے دست عمل پیشتر

کی طرح مقید نہیں رہے“

ان آتھے آدمیوں نے اپنے مشن کا پہلا کام یوں انجام دیا۔

\* \* \*

انسانی فطرۃ کے فضائل کا سب سے بڑا مظہر ہے، جب وہ باوجود

مصائب و الم میں محصور ہو جانے کے، اُن کاموں کو انجام دینے

کیلئے بڑھتی ہے، جنکو آرام و راحت کی گہریں میں بھی انجام دینا

مشکل ہے۔ ان بقیۃ السیف آتھے آدمیوں نے صرف یہی نہیں کیا

کہ دو لاکھ سپاہیوں کے دل ہاتھ میں لیکر، آتھے سر آدمیوں کو

رہا کر دیا، بلکہ ملک کی نجات اور بقا کی آخری تدبیریں بھی

شرح کر دیں۔

# شہ خون عثمانیہ

## مظالم سرویا

— \* —

ایک جنگی نامہ نگار کی چٹھی - ایک مشہور انگریزی اخبار میں

— \* —

اطالیہ، آسٹریا اور ناروی قونصلوں کی رپورٹوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ البانیا میں سرویا افسروں اور سپاہیوں کی گرنہ گرن ستم رانیوں کی خونیں داستانیں، محض افسانہ نہ تھیں بلکہ اصلی واقعات تھے۔

گذشتہ چند ہفتوں کے اندر یورپ میں جنگ عام کے چہرے جانے کا بھی خوف بدقسمت البانیوں کے حق میں کسیقدر مفید ثابت ہوا تھا، کیونکہ مظالم کا مقیاس الحکارت ایک حد تک گر گیا تھا۔ راحت و آرام کی گھڑیاں گو عموماً مختصر و زود فنا ہوتی ہیں مگر بدبخت قوموں کے حق میں اور بھی خفیف اور جلد گذر جانے والی ہوتی ہیں۔ ستمزدہ البانی شدت مظالم کی کمی سے زیادہ عرصہ تک راحت اندوز نہ ہو سکے، اور در بارہ مظالم کی گرم بازاری شروع ہو گئی۔ آسٹریا قونصل نے شروع ہی سے روڈاد مظالم کی جمع و ترتیب کے ساتھ اعتنا کیا، اور ان خونیں مناظر کو فراہم کرتا رہا جو سرویا افسروں اور سپاہیوں کی تلواروں اور سنگینیں البانی مرد، عورت، بچے، مسلمان اور غیر مسلم اشخاص کے خون کے ساتھ ملکر پیدا کر رہی تھیں۔ اتفاق سے مجھے ان روایتوں کے مطالعہ کا موقع مل گیا، میں نے ان کو بہت غور سے پڑھا، اور اب میں برقوق کہتا ہوں کہ سروی جنرل (چانکو پتچ) کی ماتحت فوج کے مظالم اور سیدہ کاریاں دہائے ان بدترین واقعات میں سے ہیں، جن کو تاریخ نے عہد وحشت کی یادگار کے طور پر محفوظ رکھا ہے۔ میں ان روایتوں کے مطالعہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ یہ واقعہ ہے کہ ساحل بحر اوقیانوس پر مارچ کے دروازوں میں نہ صرف غیر مسلم البانیوں کو تہ تیغ کیا گیا، بلکہ بہت سے البانیوں کے اعضاء جسم کو اس بری طرح کاٹا گیا، کہ شاید انسانی عہد وحشت کی تاریخ بھی اسکی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہو گئی۔ اسے علاوہ بہت سے غیر مسلم نوجوانوں، کمر خمیدہ بوڑھوں، بیسوس عورتوں، اور معصوم بچوں کا قتل عام کیا گیا، جسکا کوئی شمار نہیں کیا جا سکتا۔

روایتوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان وحشیانہ ستمکاریوں کا اصلی باعث خلاف اسلام مسیحی جوش تھا، جو سروی فاتحوں کے سینوں میں جوش مار رہا تھا۔ اسکی ایک روشن دلیل یہ ہے کہ تمام البانیا میں سروی فاتحوں کی تلواروں اور ستموں کے تختہ مشق صرف مسلم سر اور مومن سینے تھے۔

اس سے بھی روشن تر اور قطعی فیصلہ کن دلیل یہ ہے کہ روایتوں کے بیان کے بموجب ان متعصب فاتح افسروں نے علی رؤس الاشہاد اعلان جہاد کیا اور سروی افسروں نے اپنی اپنی فوجوں کو جنگ کے جسے براہیکشتہ کرتے ہوئے کہا ”ہمارے بادشاہ یسوع مسیح کہتے ہیں کہ میرے وہ دشمن جو نہیں چاہتے کہ میں ان پر حکومت کروں، انہیں یہاں لاؤ اور میرے سامنے قتل کرو“ اسلیے ہمارے جہاد مقدس کا مقصد صرف اس وقت پورا ہوگا جب کہ ہم البانیہ کی زمین ناپاک

مسلمانوں سے پاک کر دیں۔ پس ہمارا یہ اصلی مقصد ہے، البانیہ میں آخری مسلمان کو بھی تہ تیغ کر دیں۔“ ظاہر ہے کہ افسروں کی زبان سے اس قسم کا اعلان پہاڑی بھوکے بھڑوں پر کیا اثر کرے گا؟ سروی فوج میں (جو متعصب، وحشی، جاہل، اور لٹیروں کا مجموعہ تھی) ایک آگ سی لگ گئی۔ ”مسلم کشی“ کے جوش سے ہر سروی سپاہی لبریز ہو گیا۔ ”مسلم کشی“ سروی فوج کا تکیہ کلام ہو گیا تھا، جسکی صدائے بازگشت زبان تیغ سے بھی آنے لگی۔ (کمانڈر) اور (اسکوب) میں ۳۰۰ ہزار نفوس سے زائد ذبح کیے گئے جنہیں صدہا رہ معصوم بچے بھی تھے، جن کی زبان ابھی اسلامی کلمہ سے آشنا بھی نہیں ہوئی تھی !!

یہ البانی افسانہ غم انگیز (ٹریجیڈی) کا پہلا دزر (پارت) تھا۔ اسکے بعد کا دزر اس سے بھی زیادہ خونچکان ہے۔ یعنی (پرستہ) میں ۵۰۰ ہزار البانی ذبح کیے گئے۔ جملہ معترضہ کے طور پر یہ بتانا ضروری ہے کہ یہ تمام مقتولین وہ نہیں ہیں، جو میدان جنگ میں کام آئے ہیں، بلکہ صرف وہ لوگ ہیں، جنکا شکار بلقان کے مقدس مجاہدین نے کیا۔

منجملہ ان خونیں تماشوں کے جو سروی مجاہدین نے البانیہ کے تماشگاہ میں کھیلے ہیں، ایک تماشہ یہ تھا:

سروی سپاہیوں کی ایک ٹولی آئی ہے اور اسلامی محلوں کے مکانات میں آگ لگاتی پھرتی ہے۔ گھر والے نکل نکل کے بھاگتے ہیں، دروازوں پر سروی سپاہیوں کے پرے کے پرے نظر آتے ہیں، وہ ان بھاگنے والوں کو گرفتار کر لیتے ہیں، مرد وہیں بندووق کے ہدف بنائے جاتے ہیں، اور کچھ سپاہی بچوں کو گرد میں لی ہوئی بیکس ماؤں پر قرت کر، ان کی گرد سے بچوں کو چھین لیتے ہیں۔ بلکتے ہوئے بچے درختوں کی ڈالیوں میں لٹکائے جاتے ہیں، اور نمابشی جنگوں کے پہلوں کی طرح سروی چمکتی ہوئی تلواروں اپنی کات کے جوہر دکھا تی ہیں۔ اسکے بعد ستم زدہ ماؤں پر حملہ کیا جاتا ہے اور اسکے بعد جو واقعات پیش آتے ہیں انکے بیان سے میں اپنے قلم اور اپنے اخبار کے صفحات کو الردہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

قتل و غارت سروی فوج کا ایک شغل تفریح تھا۔ دس دس بارہ بارہ سپاہیوں کی ٹولیاں مسلمانوں کے گھروں میں گھس جاتی تھیں، اور مال و اسباب کو بے دریغ لوٹ لیتی تھیں۔ اگر گھر میں کوئی ہتھیار ایک طرف، ایک بڑا چاقو بھی نکلتا تھا، تو فوراً گھر والوں کو سڑے موت سناں بجاتی تھی اور بندوق کا منہ یا تلوار کی دھار اسکا فوراً نفاذ کر دیتی تھی۔ اس طرح سروی دیوان انصاف سے ۳۵ - ۳۶ مسلمان البانی روزانہ سزا یاب ہوتے تھے۔

سروی مظالم کا علم صرف غیر سروی ذرائع ہی سے نہیں ہوا ہے بلکہ بعض سروی دھان و قلم نے بھی انکی داستانسرائی کی ہے۔ (ہرٹو مٹیچ) سیکریٹری سابق وزارت سرریا بتصریح بیان کرتے ہیں کہ اس نے باڈوائے سفر (بزدیرینہ) اور (ایک) کے درمیان کے دیہاتوں میں اگتے ہوئے دھوڑوں اور شعلوں کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا۔ راستہ میں نہایت کثرت سے سولیاں ملیں اور (دیا کودہ) تو سولیوں کی جھاڑی معلوم ہوتا تھا !!

نقشہ تقسیم تیسرے دور میں

اس دور میں ممالک عثمانیہ کا نقشہ تقسیم کس قدر بدگیا ہے - ( سالونیکا ) آسٹریا کے بدلے بلقانیوں کو دیدیا گیا ہے - ( اناطولیا ) پر روس قابض ہونا چاہتا ہے - جرمنی کے مصالح اناطولیا سے زیادہ اور درآبہ دجلہ و فرات سے وابستہ ہیں -

گو مسئلہ اسلامیہ کا یہ ایک نہایت نامکمل خاکہ ہے، مگر تاہم اس سے اس قدر اندازہ ہو سکتا ہے کہ عیسائی دنیا اسلام کے ساتھ کیا کرنا چاہتی ہے ؟

کیا مسلمان اس قدر سادہ لوح اور دیر فہم ہیں کہ با ایں ہمہ واقعات وہ اب بھی ہلال کے لیے صلیب کی معاونت کے امید وار رہینگے ؟ کیا وہ اس درجہ خوش گمان اور دیر شک ہیں کہ اب بھی انگلستان کے دعوئے ” مذہبی بے تعصبی “ کو بارور کر لیں گے ؟

کیا وہ اس قدر فریب خوردہ ہیں کہ ” انصاف و مساوات کی ماں “ ” انسانی ہمدردی سے لبریز “ اور ” قدیم شاندار روایات “ کی شیریں ترکیبوں کے دام میں گرفتار رہینگے - ؟

کیا وہ اس قدر سرد جوش ہیں کہ اب بھی گلفرو شان یورپ کی مسلم فریبی اور صریح مظالم کی حیلہ طرازی و عذر جوئی ان کو متنبہ نہ کرے گی ؟ اور کیا وہ اس قدر غیر عاقبت اندیش ہیں کہ اب بھی ” مساعد نفس “ کے طلائی اصول کے بموجب حفاظت اسلام کے لیے باقاعدہ اور مسلسل کوشش شروع نہ کریں گے ؟

پھر سب سے آخر یہ کہ جو مذافقین و کفر پرست زبانیں اب تک انگلستان کے ” سب سے بڑی اسلامی سلطنت “ ہونے کا وعظ کرتی ہیں اور مسلمانوں کو مشورہ دیتی ہیں کہ ہر طرف سے انہیں بند کر کے صرف انگلستان کی مسلم نوازی پر آسرا لگائے بیٹھے رہیں، کد انکو اب بھی اپنے ضمیر اور اپنے خدا سے شرم نہ آئے گی ؟

ضرورت ہے کہ ان سوالات کا جواب زبانِ قاتل کے بدلے زبانِ حال سے دیا جائے -

مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ اگر انہوں نے ان عبرت آموز واقعات سے فائدہ نہ اٹھایا، اور حفاظت اسلام کی مسلسل اور باقاعدہ کوشش شروع نہ کی، تو وہ وقت دور نہیں جب طرابلس اور فلی پولی کی مسجدوں کی طرح خانہ کعبہ کی طرف بھی صلیب کا جھنڈا لہرا تا ہوا دیکھے گا، اور پارلیمنٹ میں کسی سوال کے جواب میں کہا جائے گا کہ ہندوستانی مسلمانوں کے مذہبی اہل کے لیے ایک ناظرہ دار حکومت میدان کارزار میں نہیں جاسکتی -

[بقیہ مضمون صفحہ ۱۳ کا]

اور ہم کو یقین ہے کہ تم ( اے معزز اہل صلیب ) ہمارے وطنی جذبات کی پوری قدر کر کے اگرچہ وہ تمہاری رائے کے خلاف ہو - اور تمہاری قوم کے وہ جذبات جو کہ ممالک متحدہ بلقان کے ساتھ ہیں ہم سے انصاف کرنے کیلئے مانع نہ ہونگے اسلیئے کہ وہ البانیہ جیسے مکار و خائن نصاریٰ چاروں طرف سے ہجوم کر رہے ہیں، ارسکی نظر میں علمِ ہلال سے بہتر کوئی ملجہ و ماری نہیں ہے -

اور اگر اس لڑائی میں البانی قوم فتحیاب ہوئی، تو ملت البانیہ، مجلس مقدس روسی کی نہایت مہمزن ہوگی کہ اوسنے ولایت متحدہ میں البانی چرچ کا اعتراف کیا ہے - اور اگر ہم مغلوب ہوں اور اپنی وطنی مصیبتوں کے بعد زندہ رہیں تو آپ سے امید کرتے ہیں کہ آپ ہم کو باقی مصیبت کے دن کاٹنے کے لیے سائبریا کے گرجا گہرامین رہنے کی اجازت عطا فرمائیں گے -

کی قلمرو میں کب کی داخل ہو چکی تھی، مگر اسوقت تک مسیحی اتحاد کی تکمیل کا وقت نہیں آیا تھا - ایک طرف خود دول یورپ میں باہم اختلاف تھا، دوسری طرف ترکوں میں باوجود گونہ گونہ مفساد کے ایسے اشخاص موجود تھے، جنکی قوت تدبیر نے اتحاد دول کو منعقد ہونے نہیں دیا -

مسئلہ شرقیہ کا دوسرا دور

سنہ ۱۸۲۵ - میں یونانیوں نے استقلال کا علم بغارت بلند کیا، جسکے نیچے ہزاروں عیسائی بطور والدتیر کے جمع ہو گئے - ایک ارتھوڈکس بطریق کو قسطنطنیہ میں پھانسی دی گئی تھی جسکی وجہ سے تمام دول یورپ دولت عثمانیہ کی مخالفت پر دست بدست ہو گئیں - جب کہ دولت عثمانیہ استقلال خواہ یونانیوں سے برسر پیکار تھی، تو روس نے دفعۃً اسکے خلاف اعلان جنگ کر دیا - انگلستان اور فرانس، روس کے ساتھ مل گئے اور ایک بحری مظاہرہ ( نیول ڈیمونسٹریشن ) کر کے سلطان المعظم کو مجبور کیا کہ وہ جنگ کو موقوف کر دیں اور یونان کو خود مختاری، دراندیل اور ڈینیوب میں جہاز رانی کی آزادی، اور روس کو تازان جاگ دیں! یہ مسئلہ شرقیہ کا دوسرا دور تھا، جس میں روس کے ساتھ آسٹریا کے بدامی فرانس اور انگلستان دست بدست تھے -

مسئلہ شرقیہ کا تیسرا دور

مسئلہ شرقیہ کا تیسرا دور سنہ ۱۹۱۱ - سے شروع ہوتا ہے - اطالیا نے دولت عثمانیہ سے بے وجہ اعلان جنگ کیا اور تمام دول یورپ نے ناطرہ دار کی پالیسی اختیار کی - انگلستان میں قتل عام ہوا، اور سب نے خاموشی اختیار کر لی - انگلستان مسئلہ مصر کی وجہ سے درپردہ اس دور کا سرغنہ تھا - ترکی نے صلح سے انکار کیا تو مقدونیا کی ریاستوں کو برسر پیکار کر دیا گیا - بالآخر سلطنت عثمانیہ نے طرابلس کو خود مختار کر دیا اور اطالیا اسکے الحاق کا اعلان کرتی ہے -

موجودہ حالت

اسکے بعد رہنما ہائے بلقان کے اعلان جنگ سے ایک نیا زمانہ شروع ہوتا ہے - دول نے پھر ناطرہ دار کی پالیسی بظاہر اختیار کی اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی اعلان کیا کہ کوئی جغرافیہ تغیر نہ ہوگا - مگر جمہ ریاستہائے بلقان نے ان سازشوں سے میدان جنگ میں فائدہ اٹھایا، جنکے ذریعہ دول یورپ نے ترکی فوج کو طیارے کا موقع نہیں دیا تھا، تو اپنے سابقہ اعلان کو واپس لیتا اور مفتوحہ ممالک ایک طرف رہے، غیر مفتوحہ مقامات ( اڈرینوپل، سقوطری، جزائر ایجین، کریت ) سے دست بردار ہونے کیلئے متفقہ یادداشت کے ذریعہ دولت عثمانیہ پر زور ڈالا گیا - یادداشت کو بر اثر بدنامی کے لیے انگلستان، فرانس، اور اطالیا نے اپنے جنگی جہازوں کو نقل و حرکت کا حکم بھی دیدیا تھا -

سابقہ نقشہ تقسیم کی بعض دفعات دلفا

تیسرے دور میں سابق نقشہ کی بعض دفعات نافذ کردی گئی ہیں - مثلاً طرابلس ( جسکو دولت عثمانیہ نے خود مختار کر دیا ہے اور جہاں کے باشندے اپنی خود مختاری برقرار رکھنے کے لیے اسوقت تک شمشیر بکف ہیں ) اطالیا کو دلوایا گیا ہے - کریت پر یونانی جھنڈا بلند کیا گیا، باوجودیکہ دول یورپ نے اسکی حفاظت کا قائلی عہد کیا تھا - ایک اٹالین اخبار کے بیان کے بموجب اختتام جنگ کے بعد مصر کی خود مختاری اور برطانیہ کی فوجی نگرانی کا فرمان بھی سلطان المعظم سے لیا جائیگا اور اسکی خبر مسٹر ( بلنٹ ) دیچکے ہیں -



ایسے سلطان کے مخلص رہیں، جسکی زندگی نہایت پاک ہے، اور ایسی حکومت کی مدد کریں، جسنے البانی قوم کے ساتھ عدل و انصاف کیا ہے، یعنی دولت علیہ عثمانیہ کی۔

ہم یہ بھی ظاہر کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم ریاست ہائے بلقان سے اس لیے مقابلہ نہیں کر رہے ہیں کہ ہمارے دل میں ان عناصر سے کینہ ہے جو ممالک بلقانیہ سے مرکب ہیں۔ بلکہ انکی ظالمانہ سیاست اور تہذیب البانیہ کے لغو دعویٰ کی وجہ سے۔ بلقانیوں میں جو خوبیاں ہیں، انکی ہم ضرور قدر کرتے ہیں۔

لیکن ہم افسوس کرتے ہیں کہ وہ اپنی کوششیں اس ظالمانہ جنگ پر صرف کر رہے ہیں، جس کا نفع بجز انکے بادشاہوں اور مدبرین کے کسیکو نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ جس مہم کے واسطے یہ کہتے ہوئے ہیں، وہ عقلمندوں کی رائے میں انکی قابلیت اور فوجی حیثیت سے زیادہ ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ عیسائی تہذیب ممالک بلقان میں عثمانی تہذیب سے بہتر ہے۔ حالانکہ یہ کہنا ارسیدہ صحیح ہے، جتنا کہ قرآن وسطے میں صلیبی متعصبوں کا اور مسلمان عربوں کی نسبت (جو تہذیب کے انتہائی عروج پر تھے) ایسا کہنا صحیح تھا۔ کیونکہ بلغاری، یونانی، سروریوں نے مقدونیہ میں ایک دوسرے کے مقابلہ میں وہ شرمناک حرکات کیے ہیں، جنکی مثال تاریخ عثمانی میں نہیں مل سکتی، اور انہی شرمناک افعال کا وہ عنقریب پھر اعادہ کرنے والے ہیں۔ اس جنگ میں فتح یاب ہونیکے بعد تقسیم مال غنیمت کے وقت ایک دوسرے کا گلا دباؤگا۔ یوپ کا فرض تو صرف یہی ہے کہ کہڑا دیکھتا رہے، لیکن ہماری دلی خواہش ہے کہ ایسی نوبت نہ آئے، اور عثمانی لشکر ان طمع کے نشہ میں مغمور غارتگر بنا کر تکرر کر ہمیشہ کیلئے انکی بد مزاجی نکال دے۔

یہ ہے خلاصہ اور اسباب کا، جس نے البانیوں کو بلقانیوں کی صلیب کے مقابلے میں عثمانی ہلال کی طرف مائل کر دیا ہے، کیونکہ البانی اس لڑائی کو مسیحیت کی لڑائی بمقابلہ اسلام کے نہیں سمجھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ یونانیوں اور بلقان کے سلاوی بے وقوفوں کی اپنی حدرد کی توسیع کے لیے یہ ایک کوشش ہے، اور یہ توسیع صرف ہماری سرزمین ہی سے ہو سکتی ہے، پس عثمانی محض ہمارے لیے لڑ رہے ہیں۔

ممالک متحدہ امریکہ میں البانیوں نے اس کو خوب سمجھ لیا ہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے مشرقی اور مغربی ولایت میں جو جلسے منعقد کیے، انمیں اس بات پر متفق ہو گئے کہ ترکوں سے جو جو کدورتیں ہیں انکو بھول جانا چاہیے، اور حکومت عثمانیہ کے ساتھ کامل اتحاد رکھنا چاہیے۔

یہی نہیں بلکہ انہوں نے عثمانی لشکر کی فتح کیلئے نماز کا اعلان کیا، اور بوسٹن، سوت، برج، اضلاع ولایت ماس، پدکورد، ماین، ماستواد، نیویارک، اکرن، ہابو، میں ترکوں کی فتح کیلئے دعا مانگی۔ جسوقت سلطانی لشکر کی فتح کے لیے دعا مانگی گئی، ہم نے اپنے قوم کو روٹے ہوئے دیکھا، اور اگر چند مہینے پہلے ہم ایسا کرتے، تو یہی البانی اور ہمارے مسلمان بھائی ہمہ سنگسار کر دیتے۔

حالات موجودہ کے متعلق البانی قوم کی پالیسی آپ پر واضح کرنیکے لیے جسقدر کہنے کی گنجائش تھی، ہم کہ چکے، اور ہمارے قول کو یقین ہے کہ آپ پورا مدلل اور موثق و معتمد پائیں گے۔

ہم فرض سمجھتے ہیں کہ اپنی موت و حیات کے خیال سے، اور اپنی وطن کی مدافعت کیلئے اجنبی لٹیروں سے جہالتک ممکن ہو لڑیں [بقیہ کیلئے صفحہ ۱۰ ملاحظہ ہو]

اجنبی البانیہ میں کیسے ہیں، اور سے آپ لوگ خود ہی واقف ہیں۔ اسطرح ہمیں یہ بھی یاد دلانیکی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ یونانی بشپوں نے ہماری ملکی زبان پر کیا کیا آفتیں ڈھائی تھیں؟ اور آرتھوڈوکس البانیوں پر عام طور پر کیسے ناکردنی افعال کے وہ مرتکب ہوئے ہیں؟ نیز محض سیاسی وجہ کی بنا پر وہ البانیوں کو ببتسما دینے سے انکار کرتے تھے، اور علاوہ اسکے یونانی پادریوں کے جاسوس حکومت سے البانیوں کی مخبریوں کرتے رہتے تھے۔ زمانہ عبد الحمید میں البانیہ کے صدها بچوں پر نازل مصائب کے باعث بھی وہی ہوئے، اور انکی جرائم پیشہ تولیوں نے انکے زرغلانے سے عوام کو اور پادریوں کو (جدا کوئی جرم بجز سچی محبت وطن کے نہ تھا) قتل کیا۔ ان مظالم کی تائید میں (جو یونانی بشپوں نے البانیوں پر جائز رکھے) وہ خود بلغاریوں کو شہادت میں پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ ان تمام مصائب میں وہ بھی ہمارے شریک حال رہ چکے ہیں اور اس بات کی دلیل (کہ ریاست ہائے بلقان کی کامیابی کی صورت میں البانیوں کی دنیا حالت ہوگی) وہ معاملہ ہے، جو سروریہ نے بعد معاہدہ برلن کے دیا تھا۔ سروریہ کو اس معاہدہ کے ذریعہ ایک قطعہ البانیہ کا دیا گیا تھا، لیکن اس عیسائی سلطنت نے مدلیت و تہذیب کی مہم کو اس البانی زمین میں اسطرح انجام دیا کہ ایک لاکھ البانیوں کو نکال دیا اور انکی جائدادیں بلا معارضہ ضبط کر لیں، اور اس وجہ سے ہزاروں انسان بھوک اور سردی کے شدائد سے مر گئے اور یک قلم فنا ہو گئے۔ جو سروری اپنی مالک کی تاریخ سے واقف ہے، اگر اس وحشیانہ اور انتہائی ظلم سے انکار کرے، تو ہمارے پاس حجت تمام کرنے کیلئے صدها شہادت موجود ہیں۔

ہماری پالیسی مانتی نیگرو کی نسبت اگرچہ بظاہر ایسی معلوم ہو کہ ہم مانتی نیگرو کی اور مہربانیوں کی ناشکری کرتے ہیں جو انہوں نے در سال پہلے مالی سروریوں کی شورش کے وقت ہم پر کی تھیں، جبکہ ہم نے انکے ملک میں پناہ لی تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جسقدر گہرے پناہ گزینوں کو دیا گیا تھا، اس سے دس گنا زیادہ قیمت ترکوں نے بادشاہ نکولس کو ادا کر دی اور جبکہ رقم پہنچ گئی تو بادشاہ نے سرداران البانیہ کو ترکوں کی شرائط قبول کرنے پر مجبور کیا اور وہ بغیر حصول ضمانت اپنے اپنے ملک کو واپس گئے۔ اور ایک بڑی دلیل اس بات کیلئے کہ مانتی نیگرو کے خاندان شاہی کی دوستی محض مال پر مبنی ہوتی ہے اور اس امر کی، کہ ہمارا پہلا قول بادشاہ کی نسبت اختراع نہیں ہے، وہ معاملہ ہے جو جنگ روس و جاپان کے زمانہ میں پیش آیا۔ اسوقت سلطنت روس اپنی مالی مشکلات کی وجہ سے اس بات پر مجبور ہو گئی تھی کہ جو امداد سالانہ مانتی نیگرو کو دیا کرتی تھی روک لے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا، کہ ولیمہد مانتی نیگرو پرنس دینیلو نے امیر البحر ترکیو اور جاپانی فوج اور بیڑے کا جام صحت نوش کیا۔ جبکہ اہالی مانتی نیگرو نے روس کے ان انعامات کی تحقیر کی، جسنے مانتی نیگرو کی آزادی کیلئے لاکھوں جانیں اور کھزوں روپیہ اپنی قربانی کی ہے، تو ہمکو البانیوں کے ساتھ انصاف کی کیسے امید ہو سکتی ہے؟ وہ ہمکو اسوقت متہم کرتے ہیں کہ عیسائیوں کی لڑائی میں ہم عثمانیوں کے شریک ہیں، لیکن ہمارے پاس اس باطل ہمت کا جواب انہی کی گذشتہ سیاست ہے۔

علاوہ ازیں ممالک بلقان نے باوجود عیسائی ہونیکے البانیوں کی قومیت متانے میں سلطان عبد الحمید کی مدد سے درگزر نہیں کیا۔ اور نئی ترکی کے پردہ میں ریاست ہائے بلقان اور تمام فوجی مہموں میں شریک رہیں، جو ترکوں نے البانیوں پر بھیجیں۔ ان وجہ سے ہم نے وطن کی حفاظت کیلئے ضروری سمجھا کہ ہم

## البانیا اور دولت علیہ

مقتبس از ”الرائی العام“

— \* —

مترجمہ جناب قمر شاہ خاں صاحب (رامپور)

— \* —

ایک ارتھوڈکس البانی پادری مقیم بوستون (امریکہ) نے حسب ذیل کہلی چٹھی البانیا کی مجلس بطریق کے نام شائع کی ہے :

ایک چٹھی فادر الگزنڈر ہو توفتزی کی (جو نیویارک میں روسی ہشپ ہیں) ہم کو ملی، جسمیں انہوں نے عیسائی البانی بقیہ امریکہ کے خیالات دربارہ جنگ بلقان معلوم کرنا چاہے ہیں۔ اگرچہ مراسلہ مذکورہ خاص طور پر لکھا گیا ہے اور فادر موصوف نے دوستانہ لہجہ میں ظاہر کر دیا ہے کہ وہ ہماری رائے پر معترض نہیں ہیں، لیکن ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اپنی پالیسی ظاہر کرنیکے لیے اس مسئلہ پر پوری طرح بحث کریں اور اپنی سیاسی حالت اور اس کے اسباب وضاحت سے بیان کر دیں، تا کہ کسیکو غلط فہمی رافع نہ ہو، اور اگر ان اسباب کے بوضاحت بیان کردینے میں ہم کامیاب ہونگے، تو ہم کو یقین ہے کہ مجلس مقدس کے معزز ارکان اور کنسلی روسیہ اور محترم روسی قوم ہماری رائے کو (جو اس مسئلہ میں ہے) سمجھ لیں گی اور ہمارے جذبات کو انصاف کی نظر سے دیکھ لیں گی۔

عیسائی البانی اپنے مسلمان بھائیوں کے دل و جان سے شریک ہیں اور اجنبی حملہ آوروں کے مقابلہ میں جرأت کیساتھ وطن کی مدافعت کر رہے ہیں۔ اس کی تفصیل بیان کرنا اور سمجھنا نہایت سہل ہے، اس لیے کہ اگر کوئی شخص نقشے میں جزیرہ نمائے بلقان پر غور کریگا تو البانی زمین کو یونان، مانتھی نیگرو، اور روسی قوموں کے رزمگاہ پائینگا۔ اور جو شخص بلقان کے سیاسی حالت سے واقف ہے ارسپر روشن ہے کہ اگر اس لڑائی میں ترکوں کو شکست ہوئی تو البانیا دول بلقان میں تقسیم ہو جائیگا اور نقشہ یورپ سے ہمیشہ کیلئے محو کر دیا جائیگا۔

جملہ البانی بلا احتیاط اختلاف مذاہب، اور آپس کے سیاسی جھگڑوں کے، اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ یہ جنگ محض اس لیے ہے کہ البانی قوم اپنے حقوق کی حفاظت پر قادر ہونے سے پیشہ پیدس ڈالی جائے۔ اس خیال کا مرید یہ واقعہ ہے کہ ممالک بلقان نے سلطنت عثمانیہ پر ایسے وقت میں اعلان جنگ کیا، جبکہ حکومت عثمانیہ اس طویل و خونریز شورش البانیا کو ختم کر دینے پر راغب تھی اور سرکاری طور پر ارسنے البانیوں کی قومیت کا اعتراف کرے، ہم کو وطنی مدارس جاری کرنیکا حق اور آزادی عطا کر دی تھی۔ ممالک بلقان نے سلطنت عثمانیہ پر اپنے ناگہانی حملہ سے البانیوں کو ان وطنی حقوق سے متمتع نہونے دیا جو کسی دوسرے کے حقوق کے خلاف و مضر نہیں ہیں، بلکہ وہ طویل زمانہ جس میں البانی ادب و مظالم میں پڑے ہوئے تھے، اوسکو حکومت عثمانیہ اور البانیہ کے باہمی معاہدہ نے ختم کر دیا تھا۔

ہماری اس پالیسی کے یہ اسباب ہیں۔ اور علاوہ اسے اور بھی اسباب ہیں مگر سردست انکا ذکر کافی ہے :

ہر زمانہ میں عیسائی البانیوں کو ترکوں کے ساتھ متحد رکھنے والا پہلا سبب یہ رہا ہے کہ گذشتہ زمانہ میں عثمانیوں سے زیادہ ہم کو ممالک متحدہ بلقان سے مضرتیں پہنچی ہیں، ڈانڈ البانیوں کا اعتقاد ہے کہ ان کے معاملات میں ریاست بلقان ترکوں سے زیادہ مشفقانہ سلوک نہیں کریں گی۔

گذشتہ زمانہ میں جو خوفناک مظالم یونانی پادریوں نے

بلغراد کے اخبارات قتل و غارت کی داستانیں سرری فوج کے کارنامہ ہالے زرین کے زیر عنوان بیان کرتے تھے۔ چنانچہ ایک اخبار نے لکھا تھا کہ کرنیل (ارستوچ) کے زیر کمان صلیبی مجاہدین جنوں ہی (برزیس) میں داخل ہوئے، افسروں نے ان سے کہا : ”اے بہادر مجاہد! خداوند یسوع مسیح کا حکم یاد کرو اور اس کی تعمیل کرو!“ یہ سنتے ہی سرری مجاہد ”مسلمانوں کے گھروں پر توت پڑے۔ اور نہیب و سلب، قتل و ذبح کا بازار گرم ہو گیا۔ یہاں تک کہ تمام شہر دشمنان مسیحیت سے پاک کر دیا گیا۔“

برلیب، قورمہ، قرشیتزہ کے مظالم ناقابل بیان ہیں۔ برزیوں کے ایک معزز البانی نے مجھ سے بیان کیا : جو ”البانی سرری سپاہیوں کی شکایت بالا دست افسروں کے پاس لیجاتا تھا، قطعاً قتل کر دیا جاتا تھا“

البانیا کے قرضدار عیسائی اپنے مسلمان قرضخواہوں کے متعلق سرری افسروں سے جا کر لگاتے تھے کہ وہ باغی ہیں۔ سرری افسر محض ایک شہادت پر بلا مزید تحقیق کے انکو سزائے موت کا حکم دیتے اور انکی تمام مملوکت اس قرضدار مخبر کو نہایت ارزان قیمت پر دیدیجاتی تھی۔ (فرلیوفیتس) نامی ایک گار میں جب سرری فوج داخل ہوئی، تو باشندگان شہر سرری افسر فوج کے پاس گئے اور جان بخشی کی درخواست کی۔ افسر نے انکو تسلی دی اور ان سے وعدہ کیا کہ انکی جان، آبرو، از مال، تینوں میں سے کسی کو صدمہ نہیں پہنچینگا۔ مگر جنوں ہی یہ بد نصیب باشندے گھر واپس پہنچے، بے دریغ ۴۔ سر شخص قتل کر دیے گئے۔ یہاں تک کہ گار بھر میں ۱۲۔ مسلم خاندانوں کے علاوہ، تمام خاندان تہ تیغ کر دیے گئے تھے۔

(باتا) میں تمام مسلمان قیدی جانوروں کی طرح ذبح کیے گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جس طرح شکاری فخر کے موقع پر یہ دیکھتے ہیں کہ کس نے زیادہ شکار مارے؟ اس طرح سرری افسر مفاخرت کے موقع پر یہ دیکھتے، کہ کس نے زیادہ مسلمان مارے؟

صلیب احمر کے ایک ڈاکٹر کا بیان ہے کہ سرری جنرل (اسٹیفانو پیتچ) نے صدھا آدمیوں کو در تکتے کر کے انکو توپوں سے آڑا دیا۔ اسی ڈاکٹر کا یہ بھی بیان ہے کہ (سلنچہ) کے قریب سرری جنرل (رکوریچ) نے ۹۵۰ البانی مسلمانوں کو ذبح کیا۔

ان مظالم کو پتہ کر یورپ کی عموماً اور دولت برطانیہ کی خصوصاً دہشتہ خاموشی کیوجہ سے قدرناً سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نویں صلیبی جنگ میں کیا دولت برطانیہ بھی شریک ہے؟ ہر انگلش میں و نیز وہ تمام مسلمان جو ہندوستان اور مصر میں برطانی اثر کے قیام کے طرفدار ہیں، ضرور دل سے خواستگار ہونگے کہ اس کا جواب نفی میں ہو، مگر یاد رکھنا چاہیے کہ اہل مشرق اب اس قدر سادہ لوح اور طفل مزاج نہیں رہے کہ سابق کی طرح ڈپلر میٹک جوابوں سے بہل جائیں۔ ان کی تسلی اب صرف اس جواب سے ہو سکتی ہے جو زبان عمل سے دیا جائے۔ اس لفظ پر پہنچکے افسوس کے سانہ کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت انگریزی زبان عمل کے جواب کا میلان نفی کی جگہ، اثبات کی طرف ہے۔

## الہلال کی ایجنسی

— \* —

ہندوستان کے تمام اردو، بنگلہ، انگریزی اور گجراتی ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے، جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے، روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے۔ اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں تو اپنے شہر کی ایسے اسکے ایجنٹ بن جائیے۔

## فہرست زر اعانہ دولت علیہ اسلامیہ

(۱۳)

ان اللہ اشتری من المومنین انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة

پاکی آنہ روپیہ		
۶	۶	۰
۸۸	۲	۰
۱۲۸	۰	۰
۱	۳	۰
۵	۰	۰
۳۶۱	۵	۰
۲۱۲	۸	۰
۲۰	۰	۰
۱	۰	۰
۳	۲	۰
۱	۸	۰
۱	۲	۶
۱	۰	۰
۱	۰	۰
۳	۰	۰
۰	۷	۳
۰	۳	۶
۱	۰	۰
۰	۳	۰
۰	۸	۰
۰	۴	۰
۱	۸	۰
۲۹	۸	۶
۰	۲	۰
۸۶۵	۳	۰
۱۲۱۸۳	۴	۶
۱۳۰۴۸	۷	۶

مبلغ چالیس روپیہ جو بذریعہ مولوی حبیب الدینی خانصاحب  
صورت کرایہ ردہ کلکتہ وصول ہوا تھا فہرست نمبر ۹ میں شائع کیا  
تھا آج اسکی تفصیل درج ذیل کی جاتی ہے:—

۲۸	۰	۰
۵	۰	۰
۲	۰	۰
۱	۰	۰
۰۲	۰	۰
۱	۰	۰
۲	۰	۰

جھوٹی قسم سے آپکا ایمان تو کیا؟

سلامی اخبارات کی خدمت میں خاکسار در بارہ یہ عرض کرنیکی  
جائزہ چاہتا ہے کہ وہ نواب صاحب قبلہ کے مضمون کو تمام و کمال  
غل کر کے اس آواز کو تمام قوم تک پہنچائیں اور اس پر نہایت آزادی  
کے ساتھ رائے زنی کریں۔ ورنہ بعد از وقت طویل و عریض لیڈر  
کہنے کا فائدہ معلوم۔

(اللال) کلکتہ نے اگرچہ سب سے پہلے نواب صاحب قبلہ کے  
مضمون کو تمام و کمال نقل کر دیا تھا مگر اس کے متعلق اپنے خیالات  
ظاہر کرنے کا جو وعدہ کیا تھا وہ ابھی تک پورا نہیں کیا۔ مسلم گزٹ  
نے چند اقتباسات اور مختصر سے اڈیڈریل نوٹ پر اکتفا کر کے خاموشی  
اختیار کی۔ زمیندار نے ایک مدت کے بعد اس مضمون کو پانچ یا  
چھ ٹکڑوں میں شائع کیا اور باوجود ”ایک زبردست اور دل ہلا دینے  
والی آواز“ اور ”ایک گہری سازش کا انکشاف“ کے زبردست عنوان  
قائم کرنے کے خود اسکا اپنا دل ذرا بھی نہیں ہلا۔ آنریبل مسٹر محمد  
شفیع کی صدارت مسلم لیگ کے خلاف ترمذی بے ہنگام بلند کرنے  
کیلئے لیڈروں پر لیڈر لکھے جاتے ہیں مگر گہری سازش کے انکشاف  
کے متعلق درسطروں کا نوٹ لکھنے کیلئے بھی گنجائش و فرصت  
نہیں۔ وکیل ریپسہ اخبار بالکل ہی خاموش۔ آئزر نے ایک مختصر  
سانوٹ لکھ دیا تھا اور بس۔ (کامریڈ) بھلا کیا لکھیگا۔ وہ تو خود  
ایک فریق ہے۔ نواب صاحب قبلہ کے مضمون کا ترور بھولے سے بھی  
ذکر نہیں کرتا، البتہ اس بات پر خوشی ظاہر کرتا ہے کہ ہز ہائی نس  
آغا خاں اور راجہ صاحب محمود آباد حضور دہسراے سے ڈپریشن کی  
حاضری کے متعلق خط و کتابت کر رہے ہیں!

خاکسار مقبول احمد سکریٹری پرائنشل } ریاست کشمیر  
کمیٹی مسلم یونیورسٹی - } ۲۸ فروری سنہ ۱۹۱۳ء

## ایک تجویز

غازی انور بک کی خود نوشتہ سوانح عمری

۱۲۔ ربیع الاول کے اخبار میں جو آپ نے آئندہ نمبر میں انور بے کی  
خود نوشتہ سوانح عمری کے درج کرنے کا وعدہ کیا ہے، اسکی نسبت  
میں یہ رائے دہنگا کہ شائع کرنے سے قبل اس کا حق تالیف رجسٹری  
کرادیا جائے اور آئندہ پرچے سے برابر تین چار پرچوں تک خریداران  
اللال کو اطلاع دیجائے کہ وہ اس نمبر کو کم سے کم دھائی روپیہ کو  
وصول کریں اور ہر ایک خریدار اس نمبر کا ایک اور خریدار پیدا کرے،  
اور یہ روپیہ جو اس طریقہ سے وصول کیا جائے، زر اعانہ لال احمر میں  
جمع کر کے قسطنطنیہ بھجودیا جائے تا کہ وہ انور بے کی رائے سے آسکر  
صرف کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بہت ہی حقیر رقم  
ہوئی لیکن اس سے ہمارا وہ جوش محبت معلوم ہوجائگا جو انور بے  
کی ذات کے ساتھ ہم کو ہے۔ خداوند کریم اس کو اپنی امن و امان  
میں رکھے، اور اسکی کوششوں اور مساعی کو مشکور کرے۔ اگر یہ  
تجزیہ آپ منظور نہ کریں تو بھی وہ رسالہ جس میں مذکورہ بالا سوانح  
عمری درج ہو میرے پاس دس روپیہ میں بی کر دیجئے گا۔ میں  
ایک قانع آدمی ہوں جیسا کہ آپ جانتے ہیں۔ لیکن آج مجھ کو اپنی  
حالت کا رنج ہے، کاش میں کچھ دے سکتا یا کر سکتا۔

(از بہرہ پال)





# ماہنامہ

بی - اے - ایل - ایل - بی - اور آنریبل خواجه غلام الثقلین صاحب  
بی - اے - ایل - ایل - بی - ٹرسٹیان کالج کے مضامین مندرجہ  
انسٹیٹوٹ گزٹ و مسلم گزٹ سے ہوتی ہے تو کوئی خفیف سا شک  
و شبہ بھی کیونکر باقی رہ سکتا ہے -

تو پھر اے ہندوستان کے مسلمانو! کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا  
تمام سرمایہ، تمہاری تمام عمر کی پونجی، تمہارا تمام بنا بنایا کھیل،  
یعنی مدرسۃ العلوم علی گڑھ، جس پر کئی ایک بزرگان قوم کی  
زندگیاں صرف ہو چکی ہیں - جس پر قوم کا بے شمار رویہ خرچ  
ہو چکا ہے - جس پر قوم کی نگاہیں آٹھتی ہیں اور جو قوم کی تمام  
امیدوں کا مرکز ہے، گورنمنٹ کے حوالہ کر دیا جائے؟ ہندوستان کے  
مسلمانو! کیا تم اس بات پر رضامند ہو کہ مدرسۃ العلوم کی رہی  
سہی آزادی کا بھی خاتمہ ہو جائے؟ اور کیا تم اس بات کے لیے تیار ہو  
کہ یونیورسٹی اگر تمہیں مل بھی جائے تو اسکا نام مسلم یونیورسٹی  
نہ ہو بلکہ علی گڑھ یونیورسٹی ہو - جو آزاد، اسلامی، اور مکمل یونیورسٹی  
نہ ہو، بلکہ گورنمنٹ کی، غیر اسلامی، اور معدودہ یونیورسٹی ہو؟  
اگر ان تمام باتوں کا جواب نفی میں ہے تو پھر اے مسلمانو! بروقت  
کیوں کرکشی نہیں کی جاتی کہ مسلمانوں کا کالج مسلمانوں ہی  
کا رہے - مسلمان گورنمنٹ سے نماز بخشوانے لگے تھے، مگر رہا  
تو چند جاہ طلبوں اور خود غرضوں کی طفیل اور ان قوم فروشوں کے  
صدقے، جنکے جسموں میں (کامل) کی روح کام کر رہی ہے، آگے  
روزے بھی مسلمانوں کے گلے پڑ رہے ہیں - مسلم یونیورسٹی، تو  
کیا ملیگی؟ کالج بھی جاتا رہیگا - اور جو تہری بہت آزادی اسوقت  
مسلمانوں کو کالج میں حاصل ہے اس سے بھی مسلمانوں کو ہاتھ  
دھرنے پڑینگے -

پس میں تمام مسلمانوں سے بالعموم اور اسلامی اخبارات،  
انجمنوں، اور مسلم یونیورسٹی پرائیڈنشل کمیٹیوں سے بالخصوص نہایت  
زر سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس معاملہ کی اہمیت و نزاکت کو  
پورے طور پر محسوس کریں اور قوم فروشوں کی اس قوم فروشانہ  
کارروائی کے خلاف جو لکھنؤ میں درون پردہ راتوں رات کیگئی ہے  
بردست آواز بلند کریں اور مجوزہ خانہ ساز ڈیپوٹیشن کے متعلق  
اپنی بے اطمینانی و بے اعتمادی صاف ظاہر کر دیں - ورنہ اگر قوم  
خاموش رہی اور مجوزہ خانہ ساز ڈیپوٹیشن ... جس میں اکثریت  
ایسے حضرات تھے جو گورنمنٹ کی شرائط پر یونیورسٹی لینا چاہتے  
ہیں اور عام پبلک اریڈین (عام رائے) کی بے وقربی کرنے پر تلبہ  
ہوئے ہیں، حضور وایسرائے کے پاس پہنچ گیا تو یقیناً اسکا نتیجہ بھی  
ہوگا، جو مسلمانوں کی تعلیمی تباہی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا -  
یعنی یونیورسٹی کو گورنمنٹ کی پیش کردہ شرائط پر ان تمام قیود  
اور پابندیوں کے ساتھ جو مجوزہ مسلم یونیورسٹی کو گورنمنٹ  
یونیورسٹی بنادینگے، منظور قبول کر لیا جائیگا - اسوقت قوم کا شور و غل  
بالکل بے کار، بے سود، اور صدائے بے ہنگام ثابت ہوگا - یکے نقصان  
مابہ و دیگر شہادتت ہمسایہ والی مثل صادق آئیگی، اور سوائے  
اسکے اور کیا ہو سکیگا کہ قوم مسٹر محمد علی اڈیٹر کامریڈ سے خطاب  
کرے یہ مصرعہ پڑھے - (۱)

مجلس تکمیل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا مجوزہ:

## خانہ ساز ڈیپوٹیشن

(اسلامی اخبارات اور مسلم پبلک کی خاص اور فروری توجہ کی ضرورت)

— \* —

جہاں یہ دیکھ کر بے حد مسرت ہوتی ہے کہ ہندوستان کے  
مسلمان ترک بھائیوں کی مصیبت کو اپنی مصیبت، اور ایرانیوں،  
مراکشیوں، اور طرابلس کے جانباز عربوں کی تباہی کو اپنی تباہی  
سمجھ کر ان کی موجودہ مشکلات و مصائب میں اپنی گہری ہمدردی  
کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے لیے چندہ جمع کرنے اور دیگر اخلاقی  
امداد دینے میں اپنی پوری سرگرمی دکھا کر قدیم شاندار اسلامی  
روایات کو تازہ کر رہے ہیں، رہا یہ دیکھ کر از حد رنج و افسوس ہوتا ہے  
کہ ہندوستان کے مسلمان اپنے خاص ہندوستانی معاملات کو نہایت  
بے پروائی کی نظر سے دیکھ رہے ہیں اور انہوں نے ایک ایسے قومی  
معاملہ کی طرف سے، جسکے متعلق اخبارات و پبلک جلسوں میں نہ  
صرف بہت ہی گرم گرم مباحثے ہو چکے ہیں، بلکہ جس کو متفقہ  
طور پر مسلمانان ہندوستان کی قومی حیات و ممات کا مسئلہ  
قرار دیا گیا ہے، مطلقاً آنکھیں بند کر لی ہیں -

یہ امر یقیناً موجب مسرت ہے کہ ترکی کے معاملہ میں جب  
ہزہائینس (آغا خان) مسلمانوں کی عام رائے کے خلاف ایک مضمون  
لکھتے ہیں تو مضمون شایع ہونے کے چند گھنٹے بعد ہی فوراً آغا خان  
کے خیالات و رویہ پر اظہار نفرت و حقارت کیا جاتا ہے اور پھر کلکتہ،  
لاہور، مدراس، ہندوستان کے تمام طول و عرض میں جہاں جہاں  
وہ مضمون پہنچتا ہے، مسلمانوں میں ایک ہلچل اور عام بے چینی  
پیدا کر دیتا ہے - ہر جگہ اور ہر مقام پر اظہار ناراضگی کے جلسے  
منعقد ہوتے ہیں - ملامت اور نفرت کے ریزولوشن پاس کئے جاتے  
ہیں - بے اطمینانی و بے اعتمادی کے تار دروازے جاتے ہیں - مگر  
کیا یہ امر موجب افسوس نہیں کہ قوم کا مسلمہ لیڈر نواب وقار الملک  
بیماری کی حالت میں اپنا قومی فرض سمجھ کر انسٹیٹیوٹ گزٹ  
علی گڑھ میں ۱۰ - صفحے کا ایک مبسوط مضمون لکھتے ہیں اور قوم  
فروشوں کی (۱) قوم فروشوں کے بھانڈے کو اخبار کے ہزاروں پر پھوڑ دیتے  
ہیں اور مسلمانان ہندوستان اس کو بے پروائی کی نظر سے دیکھ کر اسکی  
طرف متوجہ بھی نہیں ہوتے؟ نہ مسلمانوں کی کسی انجمن کے  
جلسہ میں ان قوم فروشوں کے خلاف کوئی ریزولوشن پاس ہوتا ہے -  
نہ کوئی اسلامی کمیٹی یا پبلک جلسہ اس خانہ ساز ڈیپوٹیشن  
کے خلاف ملامت و نفرت کا اظہار کرتا ہے - نہ کوئی اسلامی اخبار  
اس قوم فروشانہ کارروائی پر کوئی خاص نوٹس لیتا ہے اور نہ مجوزہ  
خانہ ساز ڈیپوٹیشن کے متعلق بے اطمینانی و بے اعتمادی کے تار  
دروازے جاتے ہیں! کیا مسلمانوں کو نواب صاحب قبلہ کے اس  
مضمون کی صداقت میں کوئی شک و شبہ ہے؟ میرے خیال  
میں قوم کا وہ کون بد نصیب فرد ہوگا، جسکا یہ خیال ہو - اور جس  
صورت میں کہ نواب صاحب قبلہ کے مضمون کی تردید میں اسوقت  
شک قوم فروشوں کے کیمپ سے ایک آواز بھی نہ آتی ہو، بلکہ  
نواب صاحب قبلہ کے مضمون کی تائید شیخ محمد عبد اللہ صاحب

(۱) اس مصرعہ کے لکھنے کا بھلا یہ کون مرقعہ تھا؟ ہمارا خیال مسٹر محمد علی  
کی نسبت ایسا نہیں ہے - البتہ ان سے ایک لغزش ضرور ہوگئی (الہلال)

(۱) ڈیپوٹیشن کے معاملے میں آہر غصہ بہت ہے، لیکن اتنی سختی بہتر نہیں  
(الہلال)

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

# الاسلام

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

پرسنل مخصوص

اسلام آباد کلام الدہلوی

مقام اشاعت  
۷-۱ مکلاوڈ اسٹریٹ  
کراچی

قیمت  
سالانہ ۸ روپے  
ششماہی ۴ روپے ۱۲ آنہ

جلد ۲

کراچی: چاروشنبہ ۳ ذی الحجہ ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta : Wednesday, March-12, 1913.

نمبر ۱۰



سلاطین آہ

قیمت فی پرچہ





لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ الْإِسْلَامُ الْإِسْلَامُ الْإِسْلَامُ الْإِسْلَامُ الْإِسْلَامُ الْإِسْلَامُ الْإِسْلَامُ الْإِسْلَامُ الْإِسْلَامُ الْإِسْلَامُ

AL - HILAL

Proprietor & Chief Editor :

Abul Kalam Azad.

7-1 McLeod street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4 - 12.

# الاحلام

ایک ہفتہ وار مصور سال

میر سرتول محمد خوسرو  
بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقام اشاعت  
۱ - ۷ مکلاوڈ اسٹریٹ  
کلکتہ

عنوان تلغراف  
«الاحلام»

قیمت  
سالانہ ۸ روپیہ  
نیم سالہ ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

۲۰

کلکتہ: چار شنبہ ۳ ربیع الثانی ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta : Wednesday, March 12, 1913.

نمبر ۱۰

## تلغراف خصوصی

فتح عظیم

—\*—

بحری کار نامے

—\*—

(تسلطانیہ : ۱۳ - مارچ)

—\*—

بحر اب «الاحلام»

تسخیر (جینا) کی یہاں کوئی خبر نہیں دی گئی ہے۔  
البتہ جنگ شدید کی خبریں برابر ملتی رہیں۔ بلغاریوں اور یونانیوں  
میں باہم تباہ کن جنگ شروع ہو گئی۔ "تصویر افکار" کا تار چھپا  
ہے کہ اب تک ۱۲ - سو بلغاری اور ایک ہزار یونانی باہم دگر لڑکر  
مقتول ہو چکے ہیں۔

(۲)

تائید الہی ایک نصرت عظیم کی صورت میں ظاہر ہوئی۔  
"حمیدیہ" جہاز کی آتش افشانیوں نے سرورین استحکامات جنگ  
میں ہلاکت اور تباہی پھیلا دی۔ میدرا میں فوجی بارک مع  
سپاہیوں کے خاک کا ڈھیر ہو گئی۔ رسد اور غلہ کے ذخائر برباد  
ہو گئے۔

## التماس

(۱) نمبر ۷ و ۸ جلد (۲) قبل از وقت ختم ہو گئے ہیں۔  
دوبارہ چھپنے پر حاضر خدمت کئے جائینگے۔ شائقین ذرا توقف  
فرمائیں۔

منیجر

## فہرس

—\*—

۱	تلغراف خصوصی
۲	شذرات
۳	مقالہ افتتاحیہ
۴	حدیث الغاشیہ (۴)
۵	مقالات
۶	تاریخ تمدن یورپ کا ایک صفحہ
۷	استعفا اور خط
۸	اولڈ بوٹز ایسوسی ایشن
۹	شہر عثمانیہ
۱۰	مطالبات بلقان اور انقلاب مثلث
۱۱	مراسلات
۱۲	بادکار حادثہ ہائلہ مشہد مقدس
۱۳	فہرست زر اعانہ دولت علیہ اسلامیہ
۱۴	نامروزان غزوة بلقان
۱۵	سرگذشت انقلاب (۵)

## تصاویر

—\*—

۱	باب عالی کے دروازے پر انقلاب
۲	خواہرنگا ہجوم
۳	مشہور "ارشک" پلٹن کے سپاہی
۴	جمال عشق و شرافت
۵	مشہور مجاہد دستور (نیازی ہے)
۶	نامروز مدافع ملی (غازی عزیز بک)
۷	(غازی انور ہے) موٹر کار میں پھٹکر طہرور جا رہے ہیں

# اطلاع

- (۱) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے، تو تاریخ اشاعت سے دو ہفتہ کے اندر اطلاع دیں، ورنہ بعد کر فی پرچہ چار آنے کے حساب سے قیمت لی جائیگی۔
- (۲) اگر کسی صاحب کو ایک یا دو ماہ کے لئے پتہ کی تبدیلی کی ضرورت ہو تو مقامی ڈاکخانہ سے بندوبست کر لیں، اور اگر تین یا تین ماہ سے زیادہ عرصہ کے لئے تبدیل کرانا ہو تو دفتر کو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیں۔
- (۳) نمونے کے پرچہ کے لئے چار آنے کے ٹکٹ آنے چاہیں یا پانچ آنے کے ری - پی کی اجازت۔
- (۴) نام و پتہ خاصکر ڈاکخانہ کا نام ہمیشہ خوش خط لکھیے۔
- (۵) خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
- نوٹ — مندرجہ بالا شرائط کی عدم تعمیلی کی حالت میں دفتر جواب سے معذور ہے اور اس وجہ سے اگر کوئی پرچہ یا پرچے ضائع ہو جائیں تو دفتر اس کے لئے ذمہ دار نہ ہوگا۔

( منیجر )

## شرح اجرت اشتہارات

— \* —

میعاد اشتہار	فی صفحہ	فی کالم	نصف کالم	نصف کالم سے کم
ایک ہفتہ ایک مرتبہ کے لئے	۱۵ روپیہ	۱۰ روپیہ	۷ ½ روپیہ	۸ آنے فی مربع انچ
ایک ماہ چار مرتبہ ”	۵۰ ”	۳۰ ”	۲۰ ”	۷ آنے ” ” ”
تین ماہ ۱۳ ” ”	۱۲۵ ”	۷۵ ”	۴۵ ”	۶ آنے ” ” ”
چھ ماہ ۲۶ ” ”	۲۰۰ ”	۱۲۵ ”	۷۵ ”	۵ آنے ” ” ”
ایک سال ۵۲ ” ”	۳۰۰ ”	۲۰۰ ”	۱۲۵ ”	۴ آنے ” ” ”

(۱) ٹائٹل پیج کے پہلے صفحہ کے لیے کوئی اشتہار نہیں لیا جائیگا۔ اس کے علاوہ ۳ صفحات پر اشتہارات کو جگہ دیجائیگی۔

(۲) مختصر اشتہارات اگر رسالہ کے اندر جگہ نکال کر دیے جائیں تو خاص طور پر نمایاں رہیں گے لیکن انکی اجرت عام اجرت اشتہارات سے پچیس فیصدی زائد ہوگی۔

(۳) ہمارے کارخانہ میں بلاک بھی طیار ہوتے ہیں جسکی قیمت ۸ آنے فی مربع انچ ہے۔ چھاپے کے بعد وہ بلاک پھر صاحب اشتہار کو واپس کر دیا جائیگا اور ہمیشہ ان کے لئے کارآمد ہوگا۔

## شرائط

(۱) اس کے لئے ہم مجبور نہیں ہیں کہ آپکی فرمائش کے مطابق آپکو جگہ دیں، البتہ حتی الامکان کوشش کی جائے گی۔

(۲) ایک سال کے لئے اشتہار دینے والوں کو زیادہ سے زیادہ ۴ اقساط میں، چھ ماہ کے لئے ۲ اقساط میں، اور سہ ماہی کے لئے ۳ اقساط میں قیمت ادا کرنی ہوگی اس سے کم میعاد کے لئے اجرت پیشگی ہمیشہ لی جائیگی اور وہ کسی حالت میں پھر واپس نہ ہوگی۔

(۳) منیجر کو اختیار ہوگا کہ وہ جب چاہے کسی اشتہار کی اشاعت روک دے، اس ضرورت میں بقیہ اجرت کا روپیہ واپس کر دیا جائے گا۔

(۴) ہر اُس چیز کا جو جوے کے اقسام میں داخل ہو، تمام منشی مشروبات کا، فحش امراض کی دواؤں کا اور ہر وہ اشتہار جسکی اشاعت سے پبلک کے اخلاقی و مالی نقصان کا ادنیٰ شبہ بھی دفتر کو پیدا ہو، کسی حالت میں شائع نہیں کیا جائے گا۔

نوٹ — کوئی صاحب رعایت کے لئے درخواست کی زحمت کرازا نہ فرمائیں۔ شرح اجرت یا شرائط میں

کسی قسم کا رد و بدل ممکن نہیں۔

فلم اری کالدعاء اعم نفع

واعظم فی مکافات الصدیق

مسٹر ( مظہر الحق ) یاد رکھیں کہ اگر وہ قوم کی خاطر کچھ بھرنے کیلئے طیار ہیں تو قوم بھی اپنی بہترین متاع انکو دینے کیلئے طیار ہے۔ غریب قوم کیا کرے؟ وہ تو اپنا دل ہاتھوں میں لیے ہوئے کب سے حیران و سرگردان پھر رہی ہے، مگر افسوس کہ کوئی غریب دار ہی نہیں ملتا۔ کونسا دروازہ ہے جس پر وہ نہیں پہنچی اور اعتماد کی کونسی آواز تھی، جس کو اس نے نہیں آزمایا؟

نفائس دل و دین می دھم بہ نیم نگاہ  
بہ من معاملہ کن کہ راست گفتارم

اس ڈیپوٹیشن کی تحریک جس طریقوں کی ساتھ کی گئی، پھر ممبروں کا جس طرح انتخاب ہوا، اور انتخاب میں جن جن ذرائع وسائل مخفیہ سے کام لیا گیا، وہ نواب صاحب قبلہ کی زبان مبارک سے قوم سن چکی ہے۔ پس درحقیقت ایک ایسی جماعت میں شریک رہنا، جسکی پیدائش سازش کے ناجائز حمل سے ہوئی ہو، خود اپنے ضمیر اور ایمان کو الودہ معصیت کرنا تھا۔ ڈیپوٹیشن کا جانا اور رسمی آمدورفت محض ایک دلخوش کن حیلہ تراشی ہے، تاکہ کسی طرح آزاد خیال طبقہ رام کیا جاسکے۔ مسٹر ( مظہر الحق ) کا نام بھی اسی لیے رکھا گیا تھا، تاکہ لوگ سمجھیں کہ کیسے کیسے آزاد خیال لوگ اسمیں شریک ہیں، اور پھر اسکی طرف سے بالکل مطمئن ہو جائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ڈیپوٹیشن یونیورسٹی کے اہم مسائل میں کسی تغیر کا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہونے کا ارادہ ہے۔ گورنمنٹ کو اب اسپر کوئی اعتراض نہیں کہ علی گڑھ کی معدودہ یونیورسٹی کے نام میں ”مسلم“ کا لفظ بوجھا دیا جائے اور یہ ترساری دنیا کو معلوم ہو چکا ہے کہ اسکولوں کے الحاق تک وہ راضی ہو چکی ہے۔ پس ڈیپوٹیشن کی تجویز سے مقصود یہ تھا کہ انہیں منظور کردہ چیزوں کو قوم کے سامنے اس طرح پیش کر دیا جائے کہ وہ سمجھیں، یہ خاص مراعات تھیں جو ڈیپوٹیشن نے سعی و کوشش کر کے حاصل کر دیں۔

تاہم مسٹر ( مظہر الحق ) نے نہایت دانشمندانہ کارروائی کی کہ انعام حجت کا پورا موقعہ دیا، اور پہلی مجلس میں شریک ہو کر اور اپنے خیالات ظاہر کر کے مستعفی ہوئے۔ انہوں نے ایک مثال قائم کر دی کہ ایک راست باز آدمی کو ایسے موقع میں کیا کرنا چاہیے؟

مسٹر ( مظہر الحق ) نے مستعفی ہو کر ہمارے سامنے مقابلہ کرنے کیلئے کیسے عبرت انگیز مناظر پیش کر دیے ہیں! ایک طرف تو وہ ارگ ہیں جو اس ڈیپوٹیشن کی شرکت کی عزت کے معارفے میں اپنی آزاد خیالی کو تاراج کر دینے کیلئے طیار ہیں۔ دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو ( بقول نواب صاحب قبلہ ) اس ڈیپوٹیشن کی ممبری کو ایک ایسی دولت عظمیٰ سمجھتے ہیں، جسمیں اب کسی دوسرے حصہ دار کا تصور بھی انکے لیے تکلیف دہ ہے۔ تب سے طرف مسٹر ( مظہر الحق ) ہیں، جنکو بے طلب اسکی شرکت کی وہ عزت دی گئی تھی مگر انہوں نے سچائی اور امرل کی خاطر اسے ٹھکرا دیا! انہوں نے اس عزت کی پروا نہیں کی جو صداقت اور آزاد خیالی سے خالی تھی، پس اسکا بہترین معارضہ وہ عزت ہے، جو ہر قوم کے لاپرواہوں میں انہوں نے پنا گھر بنا کر حاصل کر لی ہے۔ ان کے لئے ”برید الغرہ“ جو لوگ عزت کے بہرے میں انکو للہ امرہ جمیعاً“ معلوم ہونا چاہیے کہ تمام عزت بخشیاں اللہ یتعد الکلم اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ تمہارے

الطیب، والعمل اعمال صالحہ اس کی درگاہ تک  
الصالح یرفعہ پہنچتے ہیں اور وہی نیک عمل کرنے والوں کے درجوں کو بلند کرتا ہے۔

( ۱۱ : ۳۵ ) مسٹر ( مظہر الحق ) نے اپنی چٹھی میں ۵ - مارچ کے جلسے کی جو کارروائی درج کی ہے، اس سے مجوزین ڈیپوٹیشن کی نقاب پوشی کا خاتمہ ہو گیا ہے، اور جو بات ہمیں ۲۸ - دسمبر کی صبح کو معلوم تھی، امید ہے کہ اب دنیا کو ۵ - مارچ کے بعد اچھی طرح نظر آجائے گی۔ ( مسٹر مظہر الحق ) نے تجویز پیش کی تھی کہ کارروائیوں سے قوم کو بے خبر نہ رکھا جائے۔ اس سے کم از کم اتنا تو ہو جاتا کہ ہر شخص کی نسبت قوم فیصلہ کر سکتی کہ اس نے قوم کی خواہشوں کو کہاں تک یاد رکھا ہے؟ لیکن ہم نے سنا ہے کہ یہ تجویز جب پیش کی گئی، تو ایک ہی نام کے در آزاد خیال بزرگوں یعنی مسٹر محمد علی ( کامرید ) اور مسٹر محمد علی ( جینا ) نے مخالفت کی۔ اور مصر ہوئے کہ کارروائیاں بصیغہ راز رکھی جائیں۔

اگر یہ سچ ہے تو ہمیں ایک سال کے گذشتہ واقعات ایک مرتبہ یاد کر لینے چاہئیں۔ ۱۱ - اگست سنہ ۱۲ - ۱۹ - کو کانستبلشن کمیٹی کا جو اجلاس لکھنؤ میں ہوا تھا، اسمیں ہمارے دوست ”راز داری“ کے سخت مخالف تھے۔ کامرید کی پچھلی فائل کی بھی اسکے لیے رزق گردانی کی جا سکتی ہے۔ یہ اب دنیا کیوں پلٹ گئی؟ مانا کہ ڈیپوٹیشن کی تجویز ضروری تھی، صلح جنگ سے بہتر ہے، اور قوم کو قسموں کی عزت کا پاس کرنا چاہیے۔ لیکن کیا اب ہمارے دوست کیلئے ”راز داری“ کا گذشتہ نقاب تاریک بھی انکے مطعون لیدروں کی طرح ضروری ہو گیا؟

مشاطہ کا قصور سہی سب بناؤ میں

کیا اس نے اس نظر کو بھی پر فن بنا دیا؟

ممکن ہے کہ تم اپنے اعمال قوم سے مخفی رکھ لینے میں کامیاب ہو جاؤ لیکن میرے عزیز دوستو! تم بڑی نادانی میں پڑے ہو۔ خدا کی انکھ سے بچنے کیلئے تمہارے پاس کوئی پردہ نہیں ہے:

اولیس اللہ با علم کیا اللہ تعالیٰ اُن چہمے ہوئے بھیدوں  
بما فی الصدور سے واقف نہیں ہے جو دنیا کے سینوں  
العالمیں؟ ( ۹ : ۲۹ ) میں مدفن ہیں؟

بہر حال قوم کے ہاتھ میں مسٹر ( مظہر الحق ) نے بہت اچھی کسوٹی دیدی ہے۔ مدعیان آزادی و راستی کی آزمائش کی یہ بہترین گھڑیاں ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ممبران ڈیپوٹیشن میں اور

بھی کسی کا قدم ہے، جو اس طرح سچائی کی طرف حرکت کرے؟ مسلمان اگر اپنی بے وقوفی پر رحم کھائیں، تو انکے لیے کام کرنے کا یہ اصلی وقت ہے۔

نہایت ضروری ہے کہ ہر مقام پر جلسے کیے جائیں اور نواب

( وقار الملک ) بہادر کی تالیف میں آوازیں بلند ہوں : ہذہ تذکرہ  
فمن شاء اتخذ الی ربہ - بیلا -

ہفتہ جنگ اس ہفتہ کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ بلقانی

فوجوں میں سے صرف یونانی فوج جنگ آرا ہوئی۔ نتیجہ جنگ کے جسقدر معلومات ہیں وہ یونانی ذرائع سے ہیں جن پر اعتماد و عدم اعتماد کا فیصلہ اب ہر شخص کیلئے آسان ہو گیا ہے۔ انہیں ۴ - ماہ حل کے نار سے معلوم ہوتا ہے کہ یونانی بیڑے نے ( جنینا ) کے قلعہ ( سنیتا کراشتا ) پر گولی باری کی جس سے ایک ترکی ترخانہ ضائع ہوا۔ اسکے بعد یونانی بیڑا فرج کے



## شذرات

مسٹر مظہر الحق کا استعفا

ذالک، فلیتنا فس المتنا فسون !

مسلم یونیورسٹی ڈیپوٹیشن

فمنہم ظالم  
لنفسہ و منہم  
مقتصد و منہم  
سابق بالخیرات  
بائن اللہ  
ذالک هو الفضل  
الکبیر  
(۳۱:۳۵)

اس جماعت میں کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو طریق ہدایت و صداقت کو چھوڑ کر اپنے نفوس پر ظلم کر رہے ہیں۔ بعض ان میں سے درمیانی راہ چلتے ہیں، اور پھر انہی میں بعض نفوس قدسیہ ایسے بھی ہیں، جو اعمال نیک میں راسخ و بازو پیش قدمی کرتے ہیں۔ یہ اللہ کا بہت بڑا فضل ہے جسکی انکو توفیق دی گئی ہے۔

کامل اس فرقہ زہاد سے اٹھا نہ کوئی کچھ ہوے تو یہی رندان قدح خوار ہوے !

ناظرین کو معلوم ہے کہ میں نکتہ چیں ہوں، منقبت سرا نہیں۔ میرا دستور العمل یہ ہے :

قصیدہ کار ہوس پیشگل ہرود عرفی

تواز قبیلہ عشقی، وظیفہ ات غزل ست

حق گوئی کی راہ میں عموماً دو قوتیں ممانع ہوتی ہیں : دولت و طاقت، اور ذاتی تعلقات و وابستگی۔ اتنے زمانے میں احباب کم از کم اسکا تو اندازہ کرچکے ہیں کہ الحمد للہ یہ دونوں پتھر میری راہ میں حائل نہیں ہو سکتے :

ہم کعبہ و ہم بتکدہ سنگ رہ ما بود

رفتیم و صدم ہر سر مہراب شکستیم

دولت و طاقت اور حکومت و اقتدار کے مقابلے میں جو کچھ اپنا حال ہے، وہ محتاج بیان نہیں۔ زبان اور قلم، دونوں اسکا جواب دیسکتے ہیں۔ رہے ذاتی تعلقات، تو آپ دیکھ رہے ہیں کہ یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی کے پچھلے اجلاس کے واقعات میرے ایسے واقعی پر از اشکال تھے۔ مسٹر محمد علی نہ صرف میرے ایسے دوست ہی ہیں، جن سے دوستانہ حد سے بھی گذر کر، برادرانہ و عزیزانہ تعلقات رکھتا ہوں، بلکہ یہ بھی ہے کہ مجھ کو انکی درستی نہایت عزیز ہے۔ تاہم کچھ دنوں تک خاموش رہا اور پھر دیکھا تو معلوم ہوا کہ تعلقات کا مسئلہ نہیں بلکہ عقیدے اور رائے کا سوال ہے۔ تعلقات کی ایسی تاروں کی کیا حقیقت ہے؟ اس راہ میں تو زنجیریں بھی ٹوٹ جانی ہیں۔

پس جو کچھ میری رائے تھی، بلا تامل حوالہ قلم کر دی۔ درستی کیا چیز ہے؟ ہماری خن اور نسل کی رشتہ داریوں کو بھی حق اور عقیدے کے آگے ہیچ ہونا چاہیے۔

با ایں ہمہ مذہبی نکتہ چینی ہی آج مجھ کو مجبور کرتی ہے کہ (مسٹر مظہر الحق) کی تعریف میں جسقدر ممکن ہو اسراف کروں۔ وہ اسرف نہیں، بلکہ عین اعتدال ہے۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ زمانہ کس قدر پر آشوب ہے، اور حق راستی کی مظلومی کس درجہ درد انگیز حد تک پہنچ چکی ہے؟ کوئی نہیں جو اسکی خاطر تہوڑی سی تکلیف گوارا کر لے۔ کوئی نہیں جو خدا کی خوشنودی کی خاطر اسکے چند بندوں کا غصہ جھیل لے، اور پھر کوئی نہیں جو اپنے قول ہی کی عزت کیلئے اپنے عمل کو بھی قابل عزت بنائے۔ ہر دعا دلیل سے معزز، ہر قول عمل کا مخالف، اور ہر سفیدی نمائش اور نفاق کی سیاہی سے آلودہ ! تعریف کی خواہش سے دماغ مضبوط ہو رہے ہیں، مسٹر کوئی نہیں جو پلے تہوڑی سی مذمت گوارا کرے، تعریف کا اپنے تئیں مستحق ثابت کرے۔ حالانکہ کوئی درستی بغیر دشمنی کے، کوئی مجبوری بغیر مبغوضی کے، اور کوئی تعریف بغیر تحمل مذمت کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ جو لوگ دنیا سے ”تعریف و مدح“ مانگتے ہیں، انکو پلے بٹلانا چاہیے کہ اسکے لیے انہوں نے کیا کھویا ہے؟

أحسب الناس  
ان یتروکوا ان  
یقولوا آمنا و ہم  
لا یفنتون؟ ولقد  
فتنا الذین من  
قبلہم فلیعلمن اللہ  
الذین صدقوا  
ولیعلمن الکاذبین۔  
ام حسب الذین  
یعملون السیئات  
ان یشقونا؟ ساء  
ما یحکمرون !  
(۲۹:۴) ر من  
یجاہد، فانما یجاہد  
لنفسہ، ان اللہ  
لغنی عن العالمین  
(۲۹:۶)

کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ زبان سے ایمان داری اور راستبازی کا دعوا کر دینے اور بغیر آزمائے ہوئے چھوڑ دیے جائیں گے؟ (حالانکہ) جو لوگ ان سے پہلے گذر چکے ہیں، خدا نے انہیں بھی آزمائش میں ڈالا تھا (اور یہ ناگزیر ہے پس) عنقریب خدا ان لوگوں کو معلوم کرے رہے گا جو اپنے دعوائے صداقت میں سچے ہیں۔ اور انکو بھی، جو اپنے اندر جھوٹ کے سرا کچھ نہیں رکھتے۔ کیا جن لوگوں کی قوتیں اعمال بد میں خرچ ہو رہی ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے قابو سے باہر ہو جائیں گے؟ اگر ایسا سمجھتے ہیں تو یہ کیا ہی بری سمجھ اور کیا ہی برا فیصلہ ہے! یاد رکھو کہ جو سچائی اور راستبازی کی راہ میں تکلیف اٹھاتا ہے تو وہ اپنے ہی پہلے کیلئے ایسا کرتا ہے۔ خدا دلیا کے تمام لوگوں اور انہیں اعمال سے بے نیاز ہے۔

مسٹر (مظہر الحق) نے مسلم یونیورسٹی کے ڈیپوٹیشن لی ممبری سے استعفا دیدیا، جسکو ایک مبسوط تحریر کی صورت میں آپ آج کی اشاعت میں پڑھیں گے۔ میں اپنے عقیدے اور اپنی بصیرت کے مطابق یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ انہوں نے استعفا نہیں دیا ہے، بلکہ سچائی اور راستبازی کی ایک ایسی مثال عظیم قوم کے سامنے پیش کر دی ہے، جسکے نمونے عرصے سے ہماری کارفرما جماعتوں میں ناپید و معدوم تھے۔ خدا نے مومنوں کی سب سے بڑی خصلت یہ بتلائی ہے :

یجاہدون فی سبیل  
اللہ ولا یخافون  
لومة لائم۔  
حق کی راہ میں جہد و سعی کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کرتے۔

محکو اعتراف ہے کہ مسٹر (مظہر الحق) نے اس حقیقی خصلت ایمانی کا نمونہ قوم کو دکھلا دیا۔

وفی ذلک، فلیتنا  
فس امتنا فسون !  
والوں کو پیروی کرنی چاہیے۔

نہیں سمجھتا کہ اسکے سرا اور کیا کہیں کہ اللہ تعالیٰ اس خدمت حلیل اور عمل عظیم کیلئے انکو جزائے خیر دے، اور اس وقت کے دکھانے میں زیادہ دیر نہ کرے، جب قوم پرستی اور راستبازی کی ایسی ہی مثالیں بکثرت قوم کے سامنے ہوں :

د کامرانی کا علم بنکر لہراتی ہے - یہ میرا یقین اور میری بصیرت ہے - آپکو نظر نہیں آتا تو میں دکھلا بھی نہیں سکتا -

( ۲ )

بہر حال میں نے مخالفت میں تقریر کی، اور نرم و خشنما، پر اشتغال و ذر جہتین، اور معافی زہر آلود و الفاظ شہد نما کی جگہ، صاف صاف لفظوں میں اس کاروائی کو ناقابل اعتماد بتلایا - یہ پیشتر سے معلوم تھا کہ اسکا نتیجہ کیا ہوگا؟ مگر اظہار حق اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے خیال سے بے پروا ہے - وہ ایک فرض ایمان اور محض تعبد الہی ہے، اور رقت کے بدلنے اور لوگوں کے منہ پر پیر لینے سے اسکا حکم نہیں پھر سکتا - میرے لیے اسقدر کافی ہے کہ آج، جبکہ بعد از خرابی بصرہ بڑی بڑی آوازیں ڈیپوٹیشن کی مخالفت میں اٹھ رہی ہیں، اور طرح طرح کے لقب اسکو دیے جارہے ہیں، الحمد للہ کہ اپنے ضمیر اور ایمان سے شرمندہ نہیں ہوں، اور دلوں کی عبرت اور نگاہوں کی بصیرت کیلئے یہ نشانی بس کرتی ہے کہ جس جگہ لوگوں کے قدم آج پہنچے ہیں، وہ عین اُس وقت ہی میرے قدموں کے نیچے آتی، اور جو روشنی رقت گذر جانے کے بعد انکو آج نظر آئی ہے، وہ عین رقت پر میں دنیا کو دکھلا رہا تھا - اُس وقت تم نے نہیں دیکھا، اور اب اپنی آنکھوں کو مل رہے ہو - بہتر ہے کہ اپنے سروں کو پیدتو: ان فی دلت لایات لقرم یعقلون -

( ۳ )

میں نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ اسقدر جرش و خورش، جمع و اجتماع، ادعا و شرش، اور ہدگاہ رستخیز کے بعد یونیورسٹی کی قسمت پھر چند شخصوں کے ہاتھوں میں دیدینا کیا معنی رکھتا ہے؟ یہ بھی کہا تھا کہ قوم کو اب اپنی قسمت کے فیصلے کیلئے کسی پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے -

اس آخری فقرے کی چہن بہت سخت تھی - بڑے بڑے کرسیوں کے رزنی بوجہ (جسکے لیے قرآن کریم کے بہت اچھے تشبیہ دی ہے کہ ”کانہم خشب مسندہ“ ) لگے تلملا تلملا کر زانو بدلتے، اور مضطرب ہو رہے دیکھئے :

رایت الذین فی جن لوگوں کے دل مرض ضلالت سے بیمار  
قاروبم مرض، ہو رہے ہیں، ( اعلان حق کے وقت ) تم  
یظنون الیک دیکھو گے کہ تمہاری طرف مضطرب ہو ہو گے  
نظر المغشی عایہ دیکھ رہے ہیں، جیسے کسی پر موت کی  
من الموت! بے ہوشی طاری ہو اور اسکی آنکھیں  
پہٹی کی پہٹی رہ جائیں ! ( ۴۷ : ۳۹ )

( ۴ )

لیکن یہ بالکل بے فائدہ تھا :

من جرّب المجرب، حلت به الندامہ

یہاں بعض اشخاص پر اعتماد کا سوال نہیں ہے بلکہ حالات پر - اور اگر حالات پر ہمیں اعتماد نہیں، تو یہ کوئی بگڑنے کی بات نہیں ہے - اگر یونیورسٹی کی قسمت کا فیصلہ اُن اشخاص کے ہاتھ میں ہوتا، جو ہمارے سامنے پیش کیے گئے ہیں، تو باوجود انکی تمام کمزوریوں کے پہلا شخص میں ہوتا، جو کہتا کہ اعتماد کر اور راضی نامہ داخل کرد - یہ کہنے میں ہمارا کوئی حرج نہیں کہ جناب سر (راجہ صاحب محمود اہل) پر ہمیں اعتماد ہے - کون کہتا ہے کہ شخصاً میجر سید حسن باگرامی اور مسٹر محمد علی لائق اعتماد نہیں؟ یہ تو ہمیں اسوقت معلوم نہیں تھا کہ (نواب وقار المک) بہادر ڈیپوٹیشن

# الملاح

۲۳ رجب الثانی ۱۳۳۱ ہجری

—\*—

## حدیث الغاشیہ

—\*—

( ۴ )

—\*—

نشہ نیم شبی کا صبح خمار

یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی

—\*—

رات اور زلف کا یہ افسانہ !

قصہ کو تہ، بڑی کہانی ہے

( ۱ )

صدقت کی مظلومی کوئی نیا واقعہ نہیں ہے - اسپر آزمائش ہونے کے ایسے ایسے ہلاکت خیز وقت آئے ہیں، جب خدا کی زمیں پر چند دلوں کے سوا اس کا کہیں نشیمن نہ تھا، لیکن باوجود اسے سچ سمجھا، اور باطل باطل - صداقت اپنے حامیوں کی کثرت و قلت اور استقامت و تزلزل سے ہمیشہ بے پروا رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی - ہمارے پاس اسلیے نہیں آتی کہ تمہاری محتاج ہے، بلکہ اسلیے کہ تم اسے محتاج ہو - اگر تم نے اپنے تئیں اہل ثابت نہیں بدلتو تم سے اپنا رشتہ کات لیگی اور کسی اور مستقیم دل کو اپنا نشیمن بدلیگی - اگر ۲۶ - کی شام تک یونیورسٹی کے بارے میں ہمارا خیال حق تھا، تو ۲۷ - کی شام کے ( دتر ) کے بعد، اور دیر بچے کی خیرت نیم شبی کی صبح کو وہ باطل نہیں ہو سکتا تھا - اگر ۲۶ - کی صبح کو سچ، سچ تھا، اور صدہا آوازیں اسکا استقبال کرتی تھیں، تو ۲۸ - کی صبح کو بھی وہ سچ تھا، گو ایک اواز بھی اسکی حمایت کیلئے نہیں اُٹھتی تھی - سچ کی کسوٹی اس کے حامیوں کی ثرت نہیں ہے - اس کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سچ ہے - حق کی پرستش کے ایماں بکف مدعیوں کی استقامت اگر متزلزل ہے تو کیا مضائقہ؟ حق کی قوت کا استحکام متزلزل نہیں ہو سکتا - حقیقی قوت اُسی میں ہے، اور جن مبارک ہستیوں کو اس کے عام کے بچے جگہ مل گئی ہے، انجام کار فتح یابی بھی انہی کے حصے میں آئیگی -

تنگ الدار الاخرۃ، اور یہ آخر کی کامیابیوں کا گہرائی لیے ہے، بعلہذا للذین لایردون جو دنیا میں بڑائی اور پیشوائی نہیں سراً فی الارض ولا چاہتے اور نہ فساد پھیلاتے ہیں، اور یہاں سداً و العاقبۃ رکھو کہ انجام کار اللہ سے ڈرنے والوں ہی ملتی ہیں - کیلئے ہے -

آپ دیکھتے ہیں کہ سورج مشرق سے نکلتا، اور مغرب میں رہتا ہے - والذی نفسی بیدہ، میں بھی بعینہ اسی طرح دیکھ رہا ہوں کہ سچائی غربت و کس مہر سی سے اُٹھتی ہے، اور فتح

کے بعد فرور ہو گیا۔ لیکن یہ ایک مہلت جنگ تھی۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد پھر حملہ کیا گیا اور اس وقت سے اس وقت تک جاری ہے۔ فرجی گروہ نے ایذا رسانی کی مددھا شکلیں اختیار کی ہیں۔ قریباً تمام وزارت خاںوں کے ہر ممبر پر حملے کیے۔ تارک دے گئے۔ کہڑیاں توڑ ڈالی گئیں۔ لیٹر بکس اکھاڑ کر پھینک دیے۔ خطوط ضائع کر دیے۔ ذیل میں ہم انکے یادگار حملوں کی ایک مختصر سی فہرست درج کرتے ہیں۔

#### وزرا پر حملہ

- (۱) ۷ - دسمبر سنہ ۹ - کو لیمن کیسل واقع فولکیسٹر میں وزیر اعظم پر حملہ کیا گیا۔
- (۲) ۱۴ - نومبر سنہ ۹ - کو مسٹر چرچل برستون میں کتے کے کڑے سے مارے گئے۔
- (۳) ۲۳ - نومبر سنہ ۹ - کو ہارر سیس گارڈ پیرڈ میں ہنگامہ پیدا کر کے دق کیے گئے۔
- (۴) ۱۸ - جولائی سنہ ۱۲ - کو جب کہ وزیر اعظم مع مسٹر جان ریڈمنڈ کے ڈبلن اسٹریٹ میں گاڑی پر جارہے تھے، ان پر کلہاڑیاں پھینکی گئیں۔
- (۵) ۲۰ - جولائی سنہ ۱۲ - کو وزیر اعظم پر چیسٹر میں حملہ کیا گیا۔

#### پارلیمنٹ پر یورش

- ۱۱ - فروری سنہ ۸ - کو ۵۰ - عورتوں نے ہاؤس آف کامنس پر حملے کیے اور اس جرم میں گرفتار کی گئیں۔
- ۳۰ - جون سنہ ۸ - کو ۹ - عورتیں اسی جرم میں گرفتار کی گئیں۔
- ۳۰ - جون سنہ ۹ - کو ۱۲۰ - عورتیں اسی جرم میں گرفتار ہوئیں۔
- ۱۲ - نومبر سنہ ۱۱ - کو ۲۲۳ - عورتیں اسی جرم میں گرفتار ہوئیں۔
- جائداد پر حملہ

- ۱۸ - جون سنہ ۸ - کو وزیر اعظم کے محل پر یورش کی گئی۔
- یکم مارچ سنہ ۱۲ - کو ریست منسٹر اور ریست ایفڈ کی کھڑکیوں کے توڑے جانے سے ۴ - ہزار پونڈ کا نقصان ہوا۔
- ۲۶ - نومبر سنہ ۱۲ - کو تمام شہر کے لیٹر بکسوں سے خطوط اڑا دیے گئے۔

- ۳۰ - جنوری سنہ ۱۳ - کو لیمنتھ پیلاس اور ریست ایفڈ کی چھ کھڑکیاں توڑی گئیں۔

ان واقعات کے بعد دو نہایت عظیم الشان واقعے اور ہرے ایک یہ کہ مسٹر لائڈ جارج کا مکان اڑا دیا گیا۔ دوسرا یہ کہ ہولنگ کلب کے تمام خیموں میں آگ لگا دی۔

خود شناسی سرچشمہ ہے حقوق شناسی کا، اور حقوق شناسی آغار ہے حقوق طلبی کی۔ حقوق طلبی ایک ایسا جذبہ ہے جو پیدا ہونے کے بعد پھر فنا نہیں ہوسکتا۔ یہ ایک بہاپ ہے، جتنی دبا لی جاتی ہے، اتنی ہی زور سے نکلتی ہے۔ یہ جذبہ جب اپنی پوری قوت کو پہنچ جاتا ہے تو اس کے لیے بند قانون، مرہاے آتشیدہ ہو جاتے ہیں جنکو اسکی معمولی سی جذبش تکتے تکتے کر دیتی ہے بالادست جماعت کو زیر دست جماعتوں میں بیداری اور خود شناسی پیدا کرنے سے پہلے حقوق بخشی کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔ یہ رکھنا چاہیے کہ حقوق طلبی کا جذبہ سخت ضدی ہے۔ وہ صرف ایک ہی صورت سے راضی ہو سکتا ہے، یعنی یہ کہ جو کچھ مانگا ہے، اُسے فوراً دیدیا جائے۔

آٹارنے میں کامیاب ہو گیا۔ ۶ - کے تار سے معلوم ہوتا ہے کہ جنرل (سارنر) سواروں کے تین سکویڈرن لیے ہوئے جنینا میں داخل ہو گیا۔

”داخل ہونے سے پہلے دو دن نہایت سخت جنگ ہوتی رہی، جس میں یونینوں نے ایک نیا نقشہ جنگ اختیار کیا تھا۔ یونانی فوج نے اپنا بایاں بازو اٹھالیا اور بیزانی پر خوفناک گولے پھینکے۔ ترکی توپیں خاموش ہو گئیں۔ اس عرصہ میں فوج بائیں جانب بڑھی۔ گولہ باری دوسرے دن صبح تک نہایت شدت کے ساتھ جاری رہی۔ پیادہ فوج ترکوں کو شکست دیتی ہوئی سرعت و بہادری کے ساتھ (بڑنی) میں سیلاب سمندر کی طرح امڈ آئی۔ یونانی دباؤے ہوئے جنینا تک چلے گئے۔ راستہ میں انہوں نے آدمی اور توپیں گرفتار کیں۔ ۹ - کا تار بیان کرتا ہے کہ یونانی سواروں کے دو سکواڈرنوں نے شمال جنینا پر توپیں سرکرتے ہوئے ۲ - ہزار ۳ - سو ترک مہاجرین کو گرفتار کر لیا۔ یونانی ولیعهد اپنے تار میں بیان کرتا ہے کہ جنینا میں ۳۵ - ہزار ترکی فوج تھی۔ سب نے اپنے آپکو حوالہ کر دیا“

ان اطلاعات کی عثمانی ذرائع اطلاعات نے تکذیب نہیں کی، مگر یہ اطلاعات خود آپ اپنی تضعیف کر رہی ہیں۔ مثلاً بیان کیا جاتا ہے کہ جنینا میں ۳۵ - ہزار فوج نے ہتھیار رکھ دیے اور کوئی وجہ نہیں بیان کی جاتی۔ حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ ۳۵ - ہزار سپاہی بے وجہ ہتھیار نہیں رکھ سکتے۔ اس کے علاوہ ۶ - کے تار سے معلوم ہوتا ہے کہ جنینا فتح ہو گیا، مگر ۹ - کے تار میں بیان کیا جاتا ہے کہ یونانی سواروں نے شمال جنینا پر گولہ باری کرتے ہوئے ۲ - ہزار ۳ - سو ترک مہاجرین گرفتار کیے۔ اگر در حقیقت جنینا ۶ - کو فتح ہو گیا تھا تو پھر ۹ - کو شمال جنینا پر گولہ باری کیوں کی گئی؟ علاوہ ازیں جس تار میں تسلیم شہر کی خبر بیان کی گئی ہے، اس میں خود میغہ تضعیف یعنی ”یہ رپورٹ کی گئی ہے“ استعمال کیا ہے۔

میں سیاسی حقوق طلبی کے جذبات ررز  
فازنہان لندن افزوں ہیں :

خرش طبیبی ست، بیا تا ہمہ بیمار شوم  
یہ عام قاعدہ ہے کہ جب کسی جماعت میں کوئی خاص جذبہ عالمگیر اور راسخ ہو جاتا ہے تو در جماعتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایک معتدل اور دوسری گرم۔ اس وقت حقوق طلب خاتونوں میں بھی در جماعتیں ہیں: ایک معتدل ہے، جو صرف قانونی ذرائع سے حقوق حاصل کرنا چاہتی ہے، اور دوسری گرم ہے جو مسٹر (نلک) کے مسلک پر عمل کرتی ہوئی کہتی ہے کہ بغیر قانون شکن ایچی ٹیشن کے مطالب براہی ممکن نہیں۔ موخر الذکر میں ایک گروہ ہے جو اپنے آپ کو فرجی کہتا ہے۔ کیونکہ وہ حقوق طلبی کے لیے اسلحہ بھی استعمال کرنا چاہتا ہے۔

جب سے لبرل گورنمنٹ برسر اقتدار ہوئی ہے، اس گروہ نے رزرا کی زندگی تلخ کر دی ہے۔ فرجی گروہ کی کارروائیوں کا آغاز دسمبر سنہ ۱۹۰۵ - سے ہوتا ہے۔ دسمبر سنہ ۰۵ - میں سر ہنری ایمپل بینر میں جب وزیر اعظم ہوئے، تو مع اپنے رفقاء وزارت کے البرٹ ہال میں گئے اور ایک عظیم الشان جلسہ میں تقریر کی۔ مس (کرائسٹیل پانکھرست) کیلری میں بیٹھی تھیں۔ انہوں نے انہیں سے ایک جھنڈا ہلا دیا، اور باراز بلند پوچھا: ”لبرل گورنمنٹ عورتوں کیلئے کیا کرنا چاہتی ہے؟“

اس کے بعد ہی ہاؤس آف کامنس پر حملہ ہوا، جو کچھ عرصہ



کی آنکھوں پر غنودگی طاری ہوئی ہے - کہیں ایسا نہ ہو کہ ادھر انکی آنکھ کھلے اور ادھر اپنی قسمت پھر چادر منہ پر ڈال لے -  
بہزار مشکل انکو نہایت نیا تلا وقت دیا گیا، لیکن ادھر ایک لفظ امنہ سے نکلتا تھا، ادھر گھڑی دکھلائی جاتی تھی کہ وقت ہو گیا !  
اسکی معفل کی دیکھنا تہذیب !  
بات کا انتظام ہوتا ہے

تقریر کیا کرتے، انہیں وقت کی حساب فہمی سے فرصت ہی نہیں ملتی تھی - مجبوراً خاموش ہو گئے -

(۱۰)

جن لوگوں کی کشت امید میں ۲۶ - کی شام تک خاک اور رہی تھی، آج دیکھتے تھے ترکھٹا لیں امنہ کی آ رہی ہیں - خوف تھا کہ یہاں کی فضا کا کیا ٹھکانا؟ کہیں پھر موسم بدل نہ جائے -  
یکایک غل مچا کہ رزلوشن پاس کردہ ! سر راجہ صاحب نے حضار مجلس سے پوچھا کہ منظور ہے؟

این سخن را چہ جوابست تو ہم میدانی !

یہاں خود ہی دست سوال تھا اور خود ہی زبان جواب؟

خود کوزہ ر خود کوزگر خود گل کوزہ

بھلا یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات تھی؟ اگر ”حلقہ نیم شبی“ کا بس چلتا تو اس سوال کا جواب زبان کی جگہ دل کے تکرور کی پیشکش سے دیتے کہ دل ر جان سے منظور ہے، کہیں خدا کیلئے پاس بھی کیجیے؟

ساقی مے دے، کہ اہل مجلس

پانی پانی پکاریے ہیں !

یکایک شور اٹھا کہ ”منظور ! منظور ! منظور !“ اسٹیج اور آسے ارد گرد جو حلقہ تھا، وہی منظوری لینے والا تھا اور وہی منظوری دینے والا - نہ سوال میں دیر لگی اور نہ جواب میں -

(۱۱)

رزلوشن کے پاس کر دینے کی خوشی کے ہیجان نے ہوش و حواس کھو دیے تھے، جن نو جوانوں نے پرہیز اپنی گلا بازی سر گرم تقریروں میں دکھلائی تھی، آج انکی گرج اس ہنگامے کے بپا کرنے میں کام آگئی - چپختے چپختے گلا بیٹھے بیٹھے جاتا تھا، مگر سینوں کے اندر آوازوں کا ایک سمندر بہہ رہا تھا - آواز اگتے اگتے منہ دکھ جاتے تھے، مگر برق و رعد کا سیلاب تھا کہ کسی طرح بند ہی نہیں ہوتا تھا - ”بلغاری محاصرہ“ کی پلٹیں اپنی بیکاری سے کچھ اکٹا سی گئی تھیں - اب انہوں نے ایک گھنٹے کی خاموشی کی کسریوں نکالی نہ کچھ دیر کیلئے بارہ درجے کے اسٹیج کو ”ہارمستن سرکس“ کا تماشا گاہ فرض کر لیا اور لگے بے تکان قلا بازیں بھانے :

دل از تمکین شود بے ذوق زہار

گہمے طفلی شور مستانہ می رقص !

جن لوگوں نے ان عجیب و غریب گھڑوں کو نہیں دیکھا ہے، محال ہے کہ انہیں اسکی کیفیت سمجھائی جاسکے - چہرے جوش و ہیجان سے سرخ، گردن کی رگیں ابھری ہوئیں، گلے شدت شرور و ہنگامے سے پتے ہوئے، ہانہ میں اچھلتی ہوئی گڑیاں، اور پانوں کو اضطراب رقص سے قرار نہیں - منہ سے کف اڑ رہی تھی، اور چونکہ قریب قریب کھڑے تھے، اسلئے آپس ہی میں ایک دوسرے کے چہرے پر پڑ رہی تھی - رومال نکال کر منہ پونچھتے اور پھر کف اڑاتے - منتظمین جلسہ کو کیا معلوم تھا کہ بارہ درجے کے اسٹیج سے میدان رقص کا کلم بپا جائے گا ورنہ اسکی رعایت ملحوظ رکھتے - نتیجہ یہ تھا کہ جوش تو اچھا

بڑا مزہ ہو رہا جو معشر میں ہم کریں شکوہ

وہ منتوں سے کہیں ”چپ رہو خدا کیلئے“

لے دیکے اک خواجه صاحب ہمارے ساتھ آئے تھے - انکو بھی مارے دوست اسٹیج کے پیچھے لے گئے ! بیچارے (میر حسن) کو یہ بھی شکایت تھی :

جو کوئی آئے ہے نزدیک ہی بیٹھے ہے ترے

ہم کہاں تک ترے پہلو سے سرکتے جائیں؟

ہم تو اس وقت تقریر کر رہے تھے - کسے معلوم کہ اسٹیج کے گوشوں میں بپا ہو رہا ہے، ورنہ خواجه صاحب کو پہلے ہی سے خبردار کر دیتے :  
نعرش نہرو، بلا ہے حسینوں کا التفات

اے دل سنبھل، وہ دشمن جہاں مہرباں ہے اب !

خیر، بہتر ہے - آپ لوگ اپنے سرمفت میں کیوں الزام لیں؟ صلح و نی ہو تو جنگ کیوں کریں؟ الزاموں اور مخالفتوں کیلئے تو بک زیاں پسند، نفع فراموش، محروم عقل و دانش دماغ مجھے پوانے ہی کا بنا ہے - اور کوئی کیوں بدنام ہونے لگا؟

قسمت کیا ہر ایک کو قسم ازل نے

جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

دنیا کو یہ عقلمندی و دانش، اور مجھے، کو اپنا جنون و نفع دسمی مبارک رہے - میں دعا مانگتا ہوں :

و یرحم اللہ عبداً قال آمین !

(۸)

(کامل پاشا) نے جب اپنے اعمال مخفیہ کو انجام دینا چاہا و جزیں طرف نظر ڈالی - فوجی قوت صلح کی کی مخالف تھی - س کے سونچا کہ بغیر (ناظم پاشا) کے ملائے کامیابی نہیں ہوسکتی - پہلے ناظم صلح کے اشد شدید مخالف تھے، اور (چٹلچا) نے تار پر تار دیتے تھے - لیکن جب ۲۳ - جنوری کو سرے درملہ باغیچہ) میں ”قومی مجلس“ منعقد ہوئی، تو اس جلسے کا ہر ایک اپنے پارت کی مشق کر آیا تھا - ناظم پاشا سب سے پہلے ہڑے ہوئے اور کہا کہ جنگ سے کیا فائدہ؟ بہتری اس میں ہے صلح کر لی جائے - اب کامل پاشا خاموش تھا، اسلئے کہ (ناظم) کے اندر سے اسی کی صدا نکل رہی تھی، اسکو لب ہلانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟

یہاں بھی آج ”قومی مجلس“ تھی، اور صلح کی سعی و زور سے شدید - نہ تو سر (راجہ صاحب) کو لب ہلانے کی ضرورت ہوئی، نہ نئے اعوان و انصار کو، صرف ایک ہمارے دوست ہی کافی تھے :  
سر درستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی !

(۹)

غرض کہ کہاں تک اس انسانے کو طول دیجیے - زلف یار کی جنگ کرن پیمائش کرسکا ہے؟

ما جراہا ست بان زلف فسوں ساز مرا

بند رہی ہوا، جسکا ہزاروں تمنائوں اور آرزوں کے ساتھ انتظام کیا گیا تھا :

یاں لعل فسوں ساز نے باتوں میں لگایا،

دے پیچ ادھر زلف اوڑا لیگئی دل کو

”سٹر ممتاز حسین بیرسترایت لاکھنؤ نے بولنا چاہا، مگر اب کرن بولنے دیتا ہے؟ یاران کار فرما پر ایک ایک منت ایک ایک برس کاؤد رہا تھا - جلدی تھی کہ نہیں معلوم کن کن اعمال مخفیہ اور وظائف ”نصف اللیل“ کے بعد اپنا بخت خفتہ بیدار ہوا ہے“ اور لوگوں

ان غریبوں کا عجیب حال تھا۔ ان میں بہت سے تعلیم یافتہ اور بہت سے سرگرم مدعیان آزادی و حریت بھی تھے، مگر یہ سب اس تلخ تیز سے زخمی ہوئے کہ مسٹر (محمد علی) کو تحریک کرنے اور میجر صاحب کو تائید کرتے ہوئے دیکھا۔ ایک دن چلے نکل آزادی کا علم انہی کے ہاتھوں میں دیکھ چکے تھے۔ پس سمجھئے جب انہی حضرات کے طرف سے تحریک و تائید ہو رہی ہے، تو ضرور کوئی اپنے ہی مطلب کی بات ہوگی، گو ابھی ہماری سمجھ میں نہیں آتی!

وہی کمبخت مذاق تقلید جو کل تک پرانے لیڈروں کے اندھا ہدایت کی ضرورت میں خانماں سرز عقل و دانش تھا، آج آزادی کے عہد تازہ میں نئے لوگوں کے اتباع کی ضرورت میں فہم و دراست کی گردن کا طوق بنا۔ درد و ندامت کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ 'بنائے عصر کی غلامی بھی مقلدانہ تھی' اور اب آزادی بھی مقلدانہ ہے۔ کچھ حصہ نئے دور کا گذر جائے، اور مدتوں کے گرفتار تقلید و مقلدانہ (جو بالکل شل اور معطل ہو گئے ہیں) کچھ کچھ فکر و اجتہاد کے عادی ہو جائیں۔ تو پھر شاید ہر شخص اپنی سمجھ سے ہر بات پر سمجھنے کی کوشش کرے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز!

### (۷)

اب قدیم و جدید، اور مستبدین و احراز کی "متحدہ سازش" سخت بد حواس ہوئی کہ کہیں بنا بنایا کھیل بگڑ نہ جائے۔ ہر طرف سرگوشیاں شروع ہو گئیں:

انما النجوي من الشيطان سرگوشیاں شیطان کی رسم۔  
الشيطان لیج۔ زور اندازی سے ہوتی ہیں، تاکہ مسلمان  
"اذیس آمنوا" اُس کی وجہ سے ازردہ خاطر ہوں، حالانکہ  
رئیس بضار ہم بغیر مشیت الہی کے یہ سرگوشیاں  
شلیا الا باذن اللہ کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔  
و علی اللہ فلیتوکل مسلمانوں کو چاہیے کہ ہر طرف سے  
"امور منور" (۵۸) ہت کر صرف اللہ ہی پر اعتماد کرے۔

معاً خواجہ غلام الثقلین صاحب کو بھی ڈیپوٹیشن میں شریک کر دیا گیا۔ انکا بیان ہے کہ مجمع استیج کے "اقصاء مغرب" سے "مشرقِ دانی" کی طرف کھینچ کر لی گئے۔ وہاں قسمیں کھا کھا کر اطمینان دلایا اور منتیں کیں کہ مان جاؤ۔ کیا کرتا؟ مجبوراً ماننا ہی پڑا:  
"انخذوا ایمانہم انہوں نے بچار کیلئے اپنی قسموں کو تھال جنت" (۵۸: ۵۳) بنا رکھا ہے۔

گرمے ہے تند و تلخ، پہ ساقی ہے دلربا  
اے شیخ بن پریگی نہ کچھ ہاں کیے بغیر  
خواجہ صاحب کہتے ہیں کہ جب معاملہ یہاں تک پہنچا  
نرمیں نے بھی مناسب نہ سمجھا کہ اور زیادہ مخالفت کروں۔  
عرصے کے بعد کانفرنس میں آیا تھا۔ لوگ کہتے کہ اسی نے چلتی  
کڑی میں روزا اٹکا دیا۔

بہر حال یارانِ طریقت نے خواجہ صاحب کو بھی چپ کرا ہی دیا  
پا مال اک نظر میں قرار و ثبات ہے  
اُسکا نہ دیکھنا، نگہ التفات ہے

اب خواجہ صاحب سے کیا گلہ شکوہ کروں؟ وہ کہتے ہیں:  
مجھے قسموں نے فرصت ہی نہ دی:  
ناز سے، عشو سے، غمزہ سے لگا لیتے ہیں  
وہ جسے چاہتے ہیں اپنا بنا لیتے ہیں  
خواجہ صاحب نے بھی دیکھا کہ کسی کی منتیں مفت میں  
ہاتھ آتی ہیں، یہ ضداررہت کا مرقعہ نہیں:

کی موجودہ صورت کے مجوزین میں شریک نہیں ہیں۔ انکا نام بھی فہرست میں شامل تھا، پھر قوم میں کون شخص ہے جو کہہ سکتا ہے کہ نواب صاحب قبلہ لائق اعتماد نہیں؟ لیکن اصلی سوال یہ نہیں تھا۔ سوال یہ تھا کہ کیا وہ حالات بھی قابل اعتماد ہیں، جنہیں یہ ڈیپوٹیشن مبتلا ہوگا؟ کیا اُس فضاے آہنی پر بھی بھروسہ کیا جاسکتا ہے، جہان کی ہوائیں حوصلوں اور عزموں کی چٹانوں کو سرمہ بنا کر آڑا دیتی ہیں؟

اور جب رادوں کی تبدیلی و تغیر کی ایسی مثالیں ہمو دکھلائی جاتی ہیں کہ ایک رات کے اندر جنگ کے خواستگار صلح کے ارزومند ہو جاتے ہیں، اور جو چیز شام تک سیدہ تھی، صبح کو سفید بن جاتی ہے، تو پھر ہمارا کیا قصور ہے اگر ہم اعتماد و عدم اعتماد کے سوال کو چھوڑتے ہیں؟ ہم تو اس قدر بے وقوف اور ہر فریب تازہ میں آجانے والے ہیں کہ چک بک کی کیا حقیقت ہے، ہم نے تو ایک نگاہ ناز پر اپنے دلوں کو حوالے کر دیا ہے۔ لیکن آخر تا بکے؟ کب تک نئی نئی آزمائشوں میں ڈالے جائیں گے؟

ہم زمانے کی حالت یہ دیکھتے ہیں کہ چار آدمیوں کی مجلس میں بھی کسی کو جرات نہیں ہوتی کہ جو کچھ دل میں ہے اسکو صاف صاف حوالہ زبان کر دے، پھر ہم کو بتلایا جائے کہ خواستگاران اعتماد میں وہ نفوس قدسیہ کون ہیں، جو گورنمنٹ ہاؤس میں اُس استقامت کو ظاہر کریں گے، جس کی مثال ۲۸ - دسمبر کو قیصر باغ کی بارہ دری میں پیش نہ کر سکے؟

ہم کو سب پر اعتماد ہے مگر اعتماد نہیں ہے اپنی بدبختی پر، اعتماد نہیں ہے اپنی محرومی پر، اعتماد نہیں ہے اُن واقعات و حالات پر، جو اس ڈیپوٹیشن کو پیش آئیں گے، اور جن کے سامنے نہ کسی کی استقامت چلے گی اور نہ دعوتِ عزم و آزادی - جماعت جتنی وسیع ہوتی جاتی ہے، اتنی ہی اسکی قوت بڑھتی جاتی ہے، اور جتنی کم ہوتی جائے گی، اتنی ہی راء دینے والوں کیلئے دقتیں بڑھتی جائیں گی۔ آپ ایک جلسے میں کہتے ہو کر اور ایک بہت بڑی جماعت کے صدارتِ اتفاق سے قریب ہمت ہو کر جس طرح گورنمنٹ پر نکتہ چینی کرتے ہیں، کیا حضور دہراے کے سامنے بھی اسی طرح کر سکتے ہیں؟ ہاں کر سکتے ہیں مگر وہ ہستیاں آرزو ہیں، آپ نہیں ہیں: ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟

### (۵)

جو لوگ جلسے میں شریک تھے انکو یاد ہوگا کہ ہمارے اخیری الفاظ کیا تھے؟ ہم نے کہا تھا:  
"تم اس وقت نادانی اور غفالت کے ہاتھ بک گئے ہو مگر وہ وقت دور نہیں ہے جب "اعتماد" کی اس اخیری آزمائش پر بھی تم کو متاسف ہونا پڑے گا"

ابھی وہ وقت نہیں آیا، مگر تاسف ابھی سے شروع ہو گیا ہے۔ انشاء اللہ العزیز اُس کا اصلی وقت بھی آ رہا ہے۔ اسوقت ہم پھر ایک امرتبہ اپنے انہی الفاظ کو دہرائیں گے: وان ادری اقرب ام بعید ما نرعدون۔ [اور میں نہیں جانتا کہ جس وقت کا وعدہ کیا گیا ہے وہ قریب ہے یا ابھی اسمیں دیر ہے؟ - ۲۱: ۱۰۹]

### (۶)

جلسے میں اس وقت تین طرح کے لوگ تھے: "مجلس نیم شبی" کے معمران راز - انکے متبعین، جو خورد بارباب صحبت نہ تھے مگر انکے نام احکام جاری ہو گئے تھے۔ اور کچھ عام لوگ، جو اس ناگہانی انقلاب سے بالکل بے خبر تھے اور سادہ دل اور بے خبر حل ہونے کی وجہ سے کوئی ارازا راء نہیں رکھتے تھے۔

# مقالہ

تاریخ تمدن یورپ کا ایک صفحہ

قمار خانہ "کارلو"

پس مونا کو کے مختصر حالات

پس متوجہ ہوں - اس کے لیے صرف ایک عمدہ قمار خانہ قائم کرنے کی زحمت گوارا کرنی پڑیگی - چارلس ٹامٹ کو یہ مشورہ پسند آیا، اور اس نے (دیول) اور افاروز دو فرانسیسی شخصوں کو اپنی ریاست میں قمار خانہ قائم کرنے کا لائسنس دیدیا - ان دونوں شخصوں نے مل کر ایک قمار خانہ قائم کیا، لیکن بعض حالات ایسے پیش آئے کہ انہیں کامیابی نہیں ہوئی -

قمار خانہ دیول دیاپی

شہر (ہمببرگ) میں (بلاک) نامی ایک شخص تھا - یہ شخص تار آفس کے کارپوریٹرز کو رشوت دیکر ان تاروں کو حاصل کر لیا کرتا تھا، جو بلکوں کے نرخ کے متعلق پریس سے آیا کرتے تھے - اس جرم میں اسکو چھ ماہ کی سزا ہوگئی - چھ ماہ کے بعد جب قید خانہ سے نکلا تو اس نے ایک چھوٹا سا ہوٹل قمار بازی کے لیے قائم کیا - اس ہوٹل میں نمایاں کامیابی ہوئی - اس نے خیال کیا کہ اگر کامیابی کی یہی رفتار رہی، تو عجب نہیں کہ حکومت جرمنی ہوٹل کو بند کرنے پر متوجہ ہو جائے - اس لیے اسکو ایک ایسے مقام کی فکر ہوئی، جہاں کسی طرح کی مداخلت کی خلیش نہ ہو - کسی قدر جستجو کے بعد کوہ کارلو کا علم ہوا، اور اس نے فوراً یہاں پہنچ کر سنہ ۱۸۶۰ء میں (دیول) اور (افاروز) سے قمار گاہ کا لائسنس خرید لیا -



## جمال عشق و شرافت

فرانس کے ایک مشہور ناول نگار نے اس تصویر کے ذریعہ "قمار بازی" کے فائدے کو دنیا کو قوجہ لائی ہے -

(طامس) ایک سنگ دل قمار باز، رات کو گھر سے نکلا - جس طرح قطب دہا کی سوئی ہمیشہ قطب کی طرف رہتی ہے، اسی طرح قمار دار کا دل بھی قمار خانے کی جستجو سے ہٹ نہیں سکتا - لیکن عین اسی وقت اس گھر میں ایک اور دل بھی تھا، جسکی معیت کی ہوئی بالکل اسی طرح "طامس" کے سے مہر دل کی طرف پھری ہوئی تھی!

اسکی بیوی نے اپنے شہر خوار بیٹے کی طرف دیکھا، جسکے صدمے سے درودہ دانک قطرہ نصیب نہیں ہوا تھا کیونکہ خرد اسکی ماں پر دو شامیں واقع کی گذر چکی تھیں - وہ بلک رہا تھا، لیکن اسے جلد ہی اسکی طرف سے آنکھیں مائلیں اور آن کر آئے انہوں نے، جنمیں حسرت و مایوسی کے اسوہورے ہوئے تھے (طامس) کی طرف دیکھا - آہ! "عورت" کی نظر، جبکہ اسمیں مایوسی ہو! آہ وہ قطرہ عالم کی حکمران چیل، جسکی نگاہ قاهر امیدوں اور مایوسیوں کی بغشش گاہ ہے، کون دیکھ سکتا ہے کہ خرد کسی نگاہ سے رحم امید کی طالب ہو؟

لیکن (طامس) نے اسکی نگاہ امید طلب، اور اشک داد خواہ، کی حقارت کی - اس نے بے پروائی سے اسے ٹھکرا دیا - وہ سوچنے لگی کہ یہی بے مہر، اشک معیت سے نا آشنا، آنکھیں نہیں، جاہوں نے اسے پانچ سال پہلے ادب اسے ہی رات میں اپنے

اشک غم معیت خواہ سے مٹا ہاتھ تر کر دیا تھا!

وہ قمار خانے کی طرف روانہ ہو گیا - کاش وہ کسی طرح دیکھ سکتا کہ یاس و حسرت کی نگاہیں کس طرح اسکا تعاقب کر رہی ہیں؟ وہ عشق قمار سے بیغور تھا - کاش اسے یاد آتا کہ ایک دل ہے، جو اسی کی طرح قمار معیت میں بازی ہار چکا ہے، اور اب فتنہ یاب دشمن کے قبضے میں ہے!!

صبح کو "وہ" اٹھی - بیٹے کو گود میں لیا اور قمار خانے میں آراغے گم گشتہ قمار کو تلاش دیا - اسکا سر جھکا رہا تھا مگر اس کو سننا پڑا کہ رات کو پولیس کا ایک گروہ اسے شوہر کو گرفتار کر لے گیا ہے - اب اسکی آنکھیں خشک تھیں - سفر حیات کی ایک خام منزل انسوونکی رہی ہے، مگر وہ اس سے گذر چکی تھی - وہ راہ پر چھٹی ہوئی حید خانے کے دروازے پر پہنچی - بچہ اسکی گود میں تھا - دروازے کے روزوں سے چھانک کر عینہ لگی نہ طوق و زنجیر کی اس فضاے معن میں وہ کہاں ہے؟

کون کہہ سکتا ہے کہ اس وقت اس کے دل میں کیا خیالات گذر رہے تھے؟ عورت کے دل کو، اس گنج مغفی، اس طامس چیل، اس عقدہ حسن کے دل کو، اس دنیا میں کون سمجھ سکتا ہے؟

فرانس کے شہر (نیس) میں مشرق کی طرف ایک چھوٹی سی خود مختار ریاست (مونا کو) نامی واقع ہے - اس ریاست کے تین صوبے موناک فرانس، اور ایک صوبہ بحر روم ہے -

اس ریاست کی کل کالادات صوبے تین مقامات ہیں: شہر موناکو، کوہ کارلو، اور کنڈا - صوبے کی آبادی ۱۹ ہزار ہے - جسمیں ۲۴۱۰ شہر موناکو میں ۳۷۹۴ کوہ کارلو میں ۶۲۱۸ کنڈا کے رہائے ہیں -

ریاست کا نام شہزادہ (البرٹ) ہے، جو اپنے باپ شہزادہ چارلس ٹامٹ کے وفات کے بعد تخت نشین ہوا -

یہ قمار خانہ بننے کے اسباب

ریاست بہت چھوٹی ہے - اس کی آمدنی اتنی نہ تھی کہ چارلس ٹامٹ، سابق فرمان روا، ریاست کے تمام مصارف اس سے نکل سکتے - اس لیے اس نے پریس کے ایک باشندے سے توسیع آمدنی کی بابت مشورہ کیا - یہ شخص نہایت چالاک اور فطین تھا - اس نے کہا، یہ کوئی مشکل معاملہ نہیں، نہایت آسانی سے آپ ایک بڑے زالی ملک کی آمدنی پیدا کر لے سکتے ہیں - اب نگ اپنے صرف اپنی ریاست کی قلیل آمدنی کو صرف کیا - اب بہتر ہے کہ دنیا کی بڑی بڑی ریاست مند قوموں کی دراست



(۱۳)

حریفان خلوت نے ”صحبت نیم شبی“ کی مجلس خاص کے مزے لوٹے، لیکن اس بادہ گسارا نہ فیاضی کا اعتراف کر چاہیے کہ صبح کی مجلس عام کو بھی سرشاری و بیخودی سے محروم نہ رکھا۔ کیونکہ بارہ درمی سے نکل کر جو کچھ گزری، اسکی ذمہ داری تو کوئی نہیں اے سکتا اور کیوں اے؟ لیکن اسمیں شک نہیں بارہ درمی کے اندر تو سبھی مست تھے:

بیخود اس دور میں ہیں سب حاتم

اندنوں کیا شراب سستی ہے!

لیکن ہم کہیں کہہ چکے ہیں کہ ہمارے ساقی مآب دوست پلائی تو ضرور کوئی ایسی ہی تھی جسکا رنگ سرخی مائل اور نظرونکے لیے رولولہ انگیز تھا، لیکن اسمیں شک ہے کہ کہیں پتی تو زیادہ نہیں ملا دیا تھا۔ کیونکہ ہم نے ۲۸ - ہی کو دیکھا کہ شہر ہوتے ہوئے جمہالیاں آنی شروع ہو گئیں تھیں، اور چہرے اکثر بے حال تھے۔ بارہ درمی سے نکلنے کے بعد ہی چند مدعیان آزادی نے جلسے ہم نے پوچھا کہ یہ کیا ہنگامہ تھا؟ لیکن رزولوشن کا مطلب بھی نہ بتلا سکے! جب کہا کہ بے سمجھے بوجھے آپتے بھی تو ”رقہ مغلوبہ“ میں حصہ لیا تھا، تو یکایک انکے سر میں خارش سرخ ہو گئی، حالانکہ اب ہاتھ کی جگہ، سر نہیں بلکہ پیشانی تھی:

گیا ہے سانپ نکل، اب لکیر پیتا کر

رہاں تو سب دم بخود رہے لیکن ڈیپوٹیشن کی شرکت کا مسئلہ ایسا نہ تھا، جو بعد کو یاد نہ آتا۔ ہم نے سنا ہے کہ بقیہ تمام دن اسی معرکہ آرائی میں صرف ہوا:

یہ بعد از انفصال اب آرہی جھگڑا نکل آیا

بزرگان پنجاب نے فوراً اپنا بستر لپیٹا کہ ہم ”مقامی“ لحاظ نہیں رکھا گیا، اور صحبت نیم شبی کی کسی کوخد بھی نہیں دی، گویا آرزو تو تمام صوبوں کی قائم مقامی کا کامل بے رکھا گیا تھا!! سنا ہے کہ جذب (راجہ صاحب) اسٹیشن دوڑے ہوئے گئے، کہ خدا کیلئے آرزو جی میں آئے کیجیے، مگر روٹھ کر تونہ جلیے، تم ہی سچے سہی اس بات کا جھگڑا کیا ہے؟ مسٹر محمد علی نے پہلے انکے بستروں پر قبضہ کیا تھا مگر چلی۔ جذب راجہ صاحب گئے اور دلوں پر اس طرح قبضہ کر لیا کہ د ممبر آرزو بڑھا دیے:

رنجیدہ میری زسر کوئے اور سلیم!

چون میشود، نیاید اگر از قفا کسے؟

بمبئی کے لوگوں کو بھی سخت شکوہ تھا۔ ہمارے ایک دوست نے کہا کہ ”صاحبزادہ افتاب احمد خاں صاحب کو اعلان جنگ دے آیا ہوں۔ جب یہ حال ہے تو آئندہ سے الفراق بینی و بینک“ معلوم نہیں کہ اس الٹی میٹم کا کیا جواب ملا؟

## الہلال کی ایجنسی

— \* —

ہندوستان کے تمام اردو، بنگلہ، گجراتی اور مرہٹی ہفت روزوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے، جو بارہ روز ہفتہ وار ہونے کے روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے۔ اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں تو اپنے شہر کیلئے اسے ایجنٹ بن جائیے۔

میں گردش رقص کی جگہ نہیں ملتی تھی، اسلیے جو رقص جہاں کھڑا تھا، وہیں اپنے پاؤں سے اسٹیج کے چوبین تختوں کو کورت رہا تھا!! یہ ایک رقص مغلوبہ کا اصلی ایکٹ تھا اگر (سرہنری اورنگ) زند ہوتا اور اس مجمع کو دیکھتا، تو یقین ہے کہ ان پر جوش و جہانوں کی ایک کھپ تو ضرور اپنے ساتھ لیجاتا۔

(۱۲)

لیکن اس عجیب الخلق تماشے کا ایک خاص منظر تو وہ ہی گیا۔

جنوبی رزولوشن کے پاس کرنے کا غل مچا، ہم نے دیکھا کہ معاً سر (راجہ صاحب محمود آباد) اپنی کرسی سے مضطربانہ اٹھے، اور (نواب وقار الملک) بہادر کے ہاتھوں کو بے اختیارانہ چوم لینا چاہا۔ نواب صاحب قبلہ کی جو سچی عظمت قوم کے دل میں ہے، اسے لحاظ سے اگر (راجہ صاحب) انکے قدم بھی چوم لیتے تو یہ کوئی بڑی بات نہ تھی، لیکن رزولوشن کے پاس کرنے کے ساتھ ہی اس مضطربانہ اور بیخودانہ تعظیم کا ہم مطالب نہ سمجھے کہ دست بوسی کی قیمت نقد کیلئے کوئی متاع نقد بھی ہونی چاہیے۔ مگر اب خرد نواب صاحب قبلہ کی تحریر گرامی سے یہ عقدہ حل ہو گیا، اور معلوم ہو گیا کہ واقعی اُس وقت راجہ صاحب اپنی بے اختیارانہ اظہار معذرت میں حق بجانب تھے۔

یاد ہوگا کہ نواب صاحب قبلہ نے اپنی تحریر میں ایک جگہ ارقام فرمایا ہے:

”بعض معزز دستوں نے پرائیڈ طور پر مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ رزولوشن کی تائید کریں گے؟ میں نے عرض کیا کہ میرے مرتبہ مسودہ اور اس میں اختلاف ہے اسلیے میں ترمیم پیش کر رہا ہوں۔ اس پر مجھ سے بہت اصرار کیا گیا کہ میں ایسا نہ کروں ورنہ جلسے میں بہت گوتے ہو جائیگی \* \* \* \* \* مسٹر محمد علی نے رزولوشن پیش کرتے ہوئے کہا کہ رات کو بڑی رات گئے تک اس رزولوشن کے متعلق مشورہ ہوتا رہا اور فلاں فلاں صاحبوں کے اتفاق سے (جن میں میرا نام بھی انہوں نے لیا) اسکا مسودہ مرتب ہوا ہے (حالانکہ یہ صحیح نہ تھا کیونکہ نواب صاحب کے مجلس سے چلے آنے کے بعد بعض لوگوں کو موٹر کاریں بھیج کر بلوایا گیا اور خود ہی اس رزولوشن کا مسودہ، اور ممبران ڈیپوٹیشن کی فہرست مرتب کی۔ نواب صاحب قبلہ کے سامنے یہ بات قرار پائی تھی کہ صبح کو خود ایک مسودہ رزولوشن مرتب کر کے پیش کریں، چنانچہ بقیہ رات جاگ کر اور سخت تکلیف و مشقت برداشت کر کے انہوں نے مرتب فرمایا، لیکن صبح کو کسی نے پوچھا، تک نہیں کہ وہ مسودہ کہاں ہے۔ الہلال)

اسپر میں نے اپنے اُن معزز دستوں کو جنہوں نے خاموش رہنے کی تاکید کی تھی ترجمہ دلائی کہ اس رزولوشن کی ذمہ داری اب میرے اوپر بھی آتی ہے، مگر انہوں نے اس وقت سکوت فرمایا اور کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس وقت میں نے اپنے آپ کو سخت مشکل میں پایا \* \* \* \* \* جلسے میں ایک طرف تو میرا نام مجوزین فہرست میں خلاف واقع لیا گیا \* \* \* اور جلسے کو دھوکا دیا گیا، دوسری طرف اس بات کی کوشش کی گئی کہ میں جلسے میں بالکل سکوت اختیار کروں۔ اب اس ”عقدہ دست بوسی“ کا حل بالکل سامنے ہے۔ یہ مضطربانہ اظہار تعظیم و تکریم اسلیے تھا کہ ”اگر آپ خاموش نہ رہتے تو یہ کشتی طوفانی کیونکر ساحل مراد تک پہنچتی؟“

میں نے کہا کہ یہ صحیح ہے کہ اس وقت ۳۰ - لاکھ روپیہ جمع ہے مگر یہ نہ بھولنا چاہیے کہ مصارف یونیورسٹی کے سمندر میں یہ ایک قطرہ سے زیادہ نہیں - ابھی بالکل آغاز ہے اور آج کے بعد پھر بارہا ہم کو قوم کی مدد کی ضرورت پڑیگی - پس ممبران کمیٹی قوم کے ساتھ جیسا برتاؤ کرینگے، ویسے ہی برتاؤ کی ان کو قوم سے بھی امید رکھنا چاہیے، جب کہ آئندہ ضرورتوں کے لیے وہ اس کے سامنے ہاتھ پھیلائینگے -

اگر ممبر اس وقت قوم کے فیصلہ کی عزت کرینگے اور ان کی پیروی، تو قوم پسندیدگی، مسرت، اور گرمجوشی کے ساتھ ان کا استقبال کریگی ورنہ اسمیں عالمگیر "نفرت" پیدا ہو جائیگی، جس کا ایک اور صرف ایک ہی سبب یہ ہوگا کہ کمیٹی نے قوم کی رائے ظاہر نہیں کی، بلکہ اپنی شخصی رائے ظاہر کی، اگرچہ وہ قومی رائے سے کتنی ہی مختلف تھی -

جیسا کہ پہلے سے میرا خیال تھا، میری رائے کو اکثر حاضر الوقت ممبروں نے منظور نہیں کیا - "اخفا" اور "راز داری" پر اصرار کیا گیا، مصلحتاً اس وقت فیصلہ صادر نہیں ہوا اور آئندہ اجلاس لکھنؤ کے لیے ملتوی کر دیا گیا -

حال میں کمیٹی کے طرف سے دہلی کے جلسے کی ایک رزولوشن شائع ہوئی ہے - میں دیکھتا ہوں کہ میری تحریک کا اسمیں کہیں ذکر نہیں اور وہی اپنی پرانی "اخفا" کی پالیسی پر عمل ہے - ان حالات کی بنا پر میں محسوس کرتا ہوں کہ راست باری کے ساتھ ایسے ڈیپوٹیشن کے ساتھ نہیں رہ سکتا، جس کی کارروائی کی تائید میں دیدہ و دانستہ نہیں کر سکتا - اس لیے مجھے آپ کو استعفا دینے پر مجبور پاتا ہوں، اور اس خط کے ذریعہ استعفا پیش کرتا ہوں - مجھے یقین ہے کہ میرے استعفا سے کمیٹی کے لیے معاملہ ہمارا ہوجائیگا، اور اس کو کام کرنے میں آسانی ہوگی - آخر میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اگر مجھے ایک لحظہ کے لیے بھی یقین ہوتا نہ آپ کی کمیٹی کے لیے (موجودہ طور پر عمل کے باوجود) میں مفید ثابت ہو سکتا ہوں تو نہایت خوشی سے اس عظیم الشان کام میں آپ کے ساتھ شریک ہوتا، جو اس وقت آپ کے سامنے ہے -

چونکہ معاملہ عظیم الشان اور عام اہمیت کا ہے، اس کے علاوہ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ پبلک کو میرے استعفا کے اسباب معلوم ہوجائیں، اس لیے اس خط کو پریس بھیجنے کی آزادی حاصل کرتا ہوں -  
(مظہر الحق)  
(بیرسٹر اے۔ اے۔ بانکی ہور)

## اولڈ بوائز ایسوسی ایشن

— \* —

میں نہایت ممنون ہوں گا اگر آپ مجھے اجازت دینگے کہ آپ کی اخبار کے ذریعہ سے جملہ ہندو اور مسلمان اولڈ بوائز صاحب مدرسۃ العلوم علی گڑھ کو خواہ وہ ممبر ہوں یا نہ ہوں اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے طرف سے مدعو کریں کہ وہ ایسوسی ایشن کے سالانہ جلسہ رکن میں جو ۲۱ - ۲۲ - ماہ حال کو کالج ہذا میں منعقد ہوگا تشریف لاکر شرکت فرمائیں - چونکہ اس سال کے جلسہ میں بہت سے نہایت اہم امور کو طے کرنا منظور ہے اس وجہ سے یہ جلسہ معمولی جلسہ نہ ہوگا جملہ صاحب کا تشریف لانا نہایت ضروری ہے - جو صاحب ممبر ہوں مگر کسی وجہ سے تشریف نہ لاسکیں وہ بدرجہ مجبوری اپنی تحریری رائے پندرہ ماہ حال تک دفتر ایسوسی ایشن میں بھیج دیں -

نیاز مند حرکت علی انریج سکریٹری اولڈ بوائز ایسوسی ایشن

جب کہ میرے یہ خیالات ہیں، تو اب بآسانی اندازہ ہو سکتا ہے کہ مجھے اس وقت کتنی مایوسی ہوئی ہوگی، جب ۲۰ دسمبر کو لکھنؤ پہنچے یہ سنا ہوگا، کہ اس جلسہ میں ۲۴ ممبروں کی کمیٹی کر "بلیٹک چک" دیدیا گیا ہے اور ان کو قید کر دیا گیا ہے کہ جو چاہیں کریں، حتیٰ کہ اگر چاہیں، تو قوم کے دل صبر غور و تحمل کے بعد بالانفاق طے کردہ امور کو بھی بیدردی اور بے خیالی سے پامال کر دیں؟

میرے محترم لیڈر نواب وقار الملک بہادر محمود آباد ہارس میں برسٹش تھے - میں یہ خبر سنتے ہی سیدھا ان کے پاس گیا - ان کے کہنا کہ اس فیصلہ کن ڈیپوٹیشن کیلئے جو تدبیر اختیار کی گئی ہے، وہ قوم کے مصالح کے لیے سخت مہلک ہے - نواب صاحب نے جواب میں فرمایا: "میں اس کا ذمہ دار نہیں" -

جلسہ کے بعد نواب صاحب نے پریس میں ایک نہایت مبسوط تقریر دی، جس میں ان تمام اعمال پر سے پردہ اٹھا دیا اور جو رزولوشن کے لیے اختیار کیے گئے تھے - یہ خط نہایت سنگین اور زور اثر اعتراضات پر مشتمل ہے - اس کی اشاعت پر ایک مہینہ گزر چکا، مگر باوجود اس کے اب تک نہ اس کی تردید کی گئی

ہے اور نہ شرم!

مجھے امید ہے کہ مبالغہ طرازی نہ سمجھی جائیگی اگر میں کہوں کہ سب سے زیادہ ذمہ دار اور مغزز قلم سے نکلے ہوئے اس خط نے تمام قوم میں بے چینی پیدا کر دی ہے اور اس کمیٹی کے خلاف قوم کے طرف سے قابل التفات آوازیں بلند ہو رہی ہیں -

یہ خط جب پریس میں آیا تو اسی وقت ڈیپوٹیشن کی ممبری قبول کرے میں مجھے پس و پیش ہوا، اور بالآخر میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس اعزاز کی بالاکراہ منظوری سے انکار کردوں، لیکن میرے بعض ایسے بہاری احباب نے، جنہوں نے اس تحریک میں سرگرم حصہ لیا تھا، دوستانہ طور پر مشورہ دیا کہ اس کی پہلی ہی منزل میں مستعفی ہوئے، ایک نازک ترین وقت میں قوم سے کنارہ کشی کرنے کا الزام اپنے سر نہ لیں - ان احباب نے مجھے یہ بھی مشورہ دیا کہ میں کمیٹی کے اولین جلسہ میں، جو ۵ - ماہ حال کو دہلی میں منعقد ہونے والا تھا، شرکت کروں اور ممبروں کے سامنے اپنے خیالات ظاہر کر دوں - مشورہ معقول تھا - میں نے قبول کر لیا -

خاتمہ اسی خیال کا نتیجہ تھا کہ میں دہلی گیا اور میں نے ایک باقاعدہ رزلوشن کی صورت میں یہ تحریک کی کمیٹی کی تمام کارروائی عام طور پر (پبلک) کی جائے، اور وقتاً فوقتاً شائع کیا جائے، کہ ہم اب تک کیا کر چکے ہیں اور کیا کرنا چاہتے ہیں؟ (تاکہ قوم کو ہماری نسبت رائے قائم کرنے کا موقع ملے) -

میں نے یہ بھی تحریک کی کہ ڈیپوٹیشن میں کثرت رائے سے جو اختلاف کریں، ان کے نام بھی شائع ہونا چاہئیں، تاکہ کم از کم قوم کو یہ معلوم ہو جائے کہ ڈیپوٹیشن کے فلاں فلاں ممبر نے فلاں فلاں دی تھی، گو کثرت رائے کے آگے نہ چلی -

میں نے کہا کہ کانسنٹی ٹیوشن کمیٹی کی کارروائی میں جو "اخفا" یا "راز داری" اس نے عام قلوب میں بے اعتمادی اور شکوک پیدا کر دی ہے اور اسلامی اخبارات نے نہایت سخت زبان میں اس کی مخالفت کی تھی - میرے پاس اس یقین کے وجہ ہیں کہ قوم اسلامی اخبارات ہی کے ساتھ ہے - پس اگر یونیورسٹی کی تحریک کو کامیاب بنانا ہے تو کمیٹی اپنے ساتھ عام رائے کا بھی دفتر رکھے، جس پیش بینی کرتا ہوں کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو مستقبل میں نہایت شدید مشکلات اور ناگوار تفریق کا خطرہ ہے، جس سے مطلع ہونا بحیثیت ایک فرد قوم کے میرا فرض ہے -

## و فی ذلک ، فلیتنافس المتنافسون !!

—:~:—

### استعفا اور خط

— \* —

### مسلم یونیورسٹی ڈیپوٹیشن

— \* —

بنام سکریٹری صاحب مسلم یونیورسٹی فونڈیشن  
کمیٹی

—:~:—

جناب نواب صاحب !

جب سے میں دہلی سے آیا ہوں ، نہایت تردد کے ساتھ عرض کر رہا ہوں کہ آیا یونیورسٹی ڈیپوٹیشن میں اپنی ممبری کے قلم رکھنے کے ساتھ میں قوم کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہوں؟ نہایت افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ جس نتیجہ پر پہنچا رہا ہوں کہ ”نہیں“

یہ پیچیدہ سوال چونکہ مسلمانان ہندوستان کے لیے معقول حد تک اہم ہے ، اس لیے قدرتاً مجھے اپنے خیالات کی بالتفصیل تشریح کرنا چاہیے ۔

گذشتہ دسمبر کو کانگریس کے اجلاس ہانکی پور کی استقبالی کمیٹی کا صدر تھا ۔ فرائض صدارت کی مشغولیت کی وجہ سے فونڈیشن کمیٹی کے جلسہ لکھنؤ میں شریک نہ ہو سکا ، اور میری عدم موجودگی میں میرا نام بھی ممبران ڈیپوٹیشن کی فہرست میں شامل کر دیا گیا ۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر میں اس وقت موجود ہوتا تو ضرور باضرورت ہر ایسے رزلوشن سے اختلاف کرتا ، جس کا منشا یہ ہو کہ کسی خاص جماعت کو اس درجہ کامل اختیارات دیدے جائیں ۔ میں بذات خود ہمیشہ سے اس اصول کا سخت مخالف ہوں کہ چند اشخاص کو ( خواہ انکی زندگی کتنی ہی نمایاں کیوں نہ ہو ) غیر محمدرہ اختیارات تفویض کر دیے جائیں ۔

یونیورسٹی ایک ایسا مسئلہ ہے ، جس سے تمام قوم کو نہایت سرگرم اور ناگزیر دلچسپی ہے ۔ ہر طبقہ اور ہر حلقہ سے چندہ آیا ہے ۔ شاہ رگدا ، یتیم رہبر ، فقرا و درویش ، سب نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق چندہ میں حصہ لیا ۔ میں نے اپنے صوبے میں فراہمی چندہ کے کام میں شرکت کی تھی ۔ میں بلا مبالغہ اور الفاظ بالکل لغوی معنی میں ، شہر بشہر اور قصبہ بقصبہ اس طرح پھر ہوں کہ میرے ہاتھ میں کاسہ کلاہ تھا ، اور کوچہ و بازار میں دروازہ گزرنے تک سے پیسے اور پائیاں وصول کر رہا تھا ۔ اس لیے میری حیثیت ایک معتمد علیہ شخص کی ہے ۔ میں اپنے آپ کو ان لوگوں کے سامنے جوابدہ سمجھتا ہوں جنہوں نے اس بارے میں اعتماد کیا تھا اور ذمہ دار ہوں اس کا ، کہ ”لیڈرز“ کی ”نوٹیت“ پر چند دینے والوں سے جو وعدے کیے گئے تھے ، وہ راجبی طور پر پورے کیے گئے یا نہیں ؟

لکھنؤ کے جلسہ میں میرے نزدیک یہ ہونا چاہیے تھا کہ چند اصولی امور مثلاً چانسلر کے اختیارات ، کالجوں اور اسکولوں ، الحق ، یونیورسٹی کی ساخت وغیرہ ، قطعی و منقطع طور پر طے ہو جائے ، اور دیگر جزئیات ایک چھوٹی سی کمیٹی کے سپرد کر دیے جاتے ۔

بلاسک نے ۶ - لاکھ گنی لگا کے نہایت ماحر انجینیئروں کی زیر نگرانی ایک پر شوکت عمارت اور ایک دانش پائیں باغ تیار کرایا ، اور ہمبرگ سے اپنا تمام سامان قمار بازی بھی لے آیا ۔ رفتہ رفتہ اس قمار خانے کی شہرت پھیلنے لگی ۔ در در دور ت لوگ آ کر شریک ہونے لگے ، اور تھوڑے ہی دنوں کے اندر قمار خانہ یورپ اور امریکہ کے قمار بازوں کا ایک عظیم الشان مرکز ہو گیا ۔

قمار خانے کی آمدنی

اس قمار خانے کی آمدنی اس تخمینہ سے کہیں زیادہ ہے ، جس قدر ان حالات کے علم کے بعد کیا جاسکتا ہے ۔ ریاست میں حفظ امن ، نگرانی باغات ، اصلاح ریلوے کے مصارف اور اسکے علاوہ ریاست کو ایک لاکھ فرنک سالانہ دینا ، بلانک کے بچت کی صرف چند مدین تھیں ۔ اس نے اسی قمار خانے کے خالص منافع سے اپنے تمام مصارف کے بعد دس ملین پونڈ جمع کر لیے تھے !

لیکن ایک نئی مشکل یہ پیدا ہوئی کہ باشندگان ریاست کو قمار خانہ پسند نہ تھا ۔ قمار خانے کے خلاف عام جوش یہاں تک بڑھا کہ رعایا نے رئیس کے مقابلہ میں بغاوت کر دی ۔ بلاک نے اس موقع سے عجیب طرح سے فائدہ اٹھایا ۔ اس نے یہ تجویز پیش کر دی کہ تمام رعایا ٹیکس سے معاف کر دی جائے ۔ ان کے معارضے میں ٹیکس کی پوری رقم میرا قمار خانہ ادا کر دیا کریگا ۔

اس تجویز نے رعایا کے دلوں کو مستحضر کر دیا اور بغاوت فور ہو گئی ۔ ان مصارف کے معلوم ہونے کے بعد غالباً یہ تخمینہ ( جیسا کہ کیا گیا ہے ) بیجا نہیں ، کہ بلاک کو قمار خانے سے کئی ملین پونڈ سالانہ کی بچت تھی !!

قمار خانے کا لائسنس اور اس کا معارضہ

اس قمار خانے کا لائسنس بلاک کے پاس سے ایک کمپنی کے ہاتھ میں گیا ۔ اس کمپنی نے لائسنس کی تجدید سنہ ۱۹۰۷ء کے لیے کی ، اور اسکے مقابلہ میں ریاست کو ۱۸۹۵ء تک ۲۴ - لاکھ پونڈ دیئے رہی ۔ لیکن اسکے بعد یہ رقم برابر ترقی کرتی رہی تھی ۔ چنانچہ سنہ ۱۹۰۷ء میں کمپنی نے ۵ لاکھ پونڈ ، اور سنہ ۱۹۱۳ء میں ۶ - لاکھ پونڈ ادا کیے ، اور سنہ ۱۹۱۷ء میں ۸ - لاکھ پونڈ ، سنہ ۲۷ء میں ۹ لاکھ پونڈ ، اور سنہ ۳۷ء میں ۱۰ - لاکھ پونڈ دی گئی ۔

قمار خانے کے بند کرنے کی کوشش ۔

قمار خانے کی دلکشی اور عالمگیری روز بروز بڑھتی گئی ۔ روز کے دولتمند خاندانوں کے ممبر یہاں آئے اور قسمت آزمائی کرنے لگے ۔ قمار خانے کے قواعد اس طرح سے ترتیب دیے گئے تھے کہ اکثر لارمی طور پر ٹھیلنے والے ہارے تھے ، گو بظاہر وہ سمجھتے تھے کہ جیت بھی جایا کرتے ہیں ۔ نہیں معلوم ہر اعظم اور یورپ کے کتنے شخصوں اور خاندانوں کے خزانہ ہائے عظیمہ تھے ، جو اسکی سرزمین میں مدفون ہیں ! آزادانہ قمار بازی کے چلو میں افلاس ، اور افلاس کے چلو میں اجتماعی مفاسد ہمیشہ رہتے ہیں ۔ انگلستان اور فرانس نے اسکی روز افزوں دلکشی پر توجہ کی اور رئیس پر زور ڈال کے قمار خانہ بند کرنا چاہا ۔ ممکن ہے کہ انگلستان اور فرانس کلید ( قسطنطنیہ ) کی حوالگی کی بابت دولت عثمانیہ کے مقابلہ میں کامیاب ہوں ، کیونکہ وہ ایک ایشیائی سلطنت ہے ، مگر یورپ کی ایک ریاست کے مقابلے میں ( گورہ کنتی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو ) یورپ کی بڑی بڑی فوجی اور اخلاقی قوتیں بھی بیکار ہیں ۔ رئیس نے اس متفقہ یادداشت کے جواب میں صاف کہہ دیا کہ اگر قمار خانہ کے بند کرنے پر وہ مجبور کیا گیا تو اپنی خود مختاری سے دست بردار ہو جائیگا اور شہنشاہ جرمنی کی مانتی قبول کر لے گا ۔ اس جواب سے مدبران فرانس و انگلستان کے ہوش اتر گئے ، اور یادداشت واپس لیلی گئی ۔



# مراسلہ

پاک نور ممکن تھا، گواہوں اور سنگینوں سے پاش پاش کر دینا، اور پھر روضہ مبارک حضرت موسیٰ الرضا پر گولہ باری کر کے اسے سخت بے حرمت کرنا، کچھ ایسے دل ہلا دینے والے واقعات ہیں جو مفسدہ ہستی سے کوئی دنیاری طاقت نہیں مٹا سکتی۔ سال گذشتہ میں جب مظاہم کا ظہور ہوا تھا، تو یہ ایک قدرتی امر تھا کہ ہر مسلمان کے دل میں اونکی وجہ سے رنج پیدا ہو، چنانچہ مجھے بھی سخت قلق ہوا اور طبیعت عرصہ تک بیچپن رہی۔ مگر بعد ازاں میں سمجھ گیا تھا کہ ان تمام مظاہرات عالم میں قدرت خداوندی کا ایک خاص راز ہے، جسکا نہ تو ہم سردست احساس ہی کر سکتے ہیں اور نہ ہماری دنیاری بلکہ گم کردہ بصیرت آنکھیں دیکھ سکتی ہیں۔ کیونکہ یہ امر یقینی تھا کہ اگر گناہ گار ہیں تو مسلمان، اور اگر شریعت و طریقت محمدی (صلعم) کو فراموش کر کے مضحکہ عالم بن گئے ہیں تو مسلمان، اور مسلمان بھی رہ، جو زندہ و موجود ہیں۔ پھر اس بزرگ طریقت اور امام برحق اور رسول کے بیٹے کا کیا قصور تھا، جو آج سے قریب ۱۳۰ سال پیشتر اس دنیا فانی سے رحلت کر گیا تھا، جس کا ہر زندگی خدا رسول کے احکام کی کما حقہ پابندی اور خلق خدا کی خدمت ہی میں بسر ہوئی تھی؟ یہی رہ چیزیں ہیں جنہیں میں راز الہی یا حکمت خداوندی خیال کرتا ہوں اور یہ حکمت نہایت ہی معنی خیز حکمت ہے اور اس کے اصلی و عملی نتائج کے ظہور کے لیے ہمیں چند سال منتظر رہنا پڑے گا۔ میرا ایمان ہے کہ جو نتائج اس حکمت بالغہ سے ظاہر ہونگے وہ ایسے ہونگی جسے دنیا کی قوموں کی تاریخیں بنتی ہے اور جنکے ذریعہ دنیا میں قومیں اپنے لیے خود تاریخ پیدا کرتی ہیں۔

سید علی غضنفر صاحب نے اعلان مذکورہ آل انڈیا شیعہ کانفرنس میں جملہ مومنین کو مشورہ دیا ہے کہ ۱۱ - ربیع الثانی مطابق ۲۰ مارچ سنہ ۱۹۱۳ کے دن تمام اطراف و اکناف ہند میں مجالس برپا کریں اور باہم ایک دوسرے سے رسم تعزیت ادا کر کے ازواج طیبہ حضرات معصومین کو شاد کریں۔

مجھے سید صاحب موصوف کے اس مشورہ سے اتفاق بھی ہے اور میں اس تجویز کا مخالف بھی ہوں۔ جہان تک انعقاد مجالس تعزیت اور فاتحہ خوانی کا تعلق ہے، اسے تو میں ضروری و الہی خیال کرتا ہوں۔ یہ بات بھی نہایت ضروری ہے کہ روسی مظالم کی یاد میں ۱۱ - ربیع الثانی کو ایک خاص اہمیت دیجائے اور اسے بھی محرم سے کم نہ سمجھا جائے کیونکہ اس قسم کی تقریروں سے طبیعت پر ایک خاص اثر پیدا ہوتا ہے اور اگر کسی بندہ خدا کے دلمیں درد پیدا ہو جائے اور وہ ان مجالس سے متاثر ہو کر عملی کام کرنے کی طرف مایل ہو جائے تو بلاشبہ ایسی مجالس باعث خیر ثابت ہوتی ہیں۔ مگر بات یہ ہے کہ اب وہ وقت نہیں رہا کہ ہم گھروں میں بیٹھ کر روئے کریں۔ قومی تنزل کی بدیہی نشانی اگر ہوسکتی ہے تو اس سے بڑھ کر نہیں کہ افراد قوم میں یا تو اپنے تنزل کا احساس ہی نہ ہو، اور اگر ہو تو اسباب ادبار کے دور کرنے کی طاقت، جرات، یا خیال تک نہ آئے۔ کسی خیال کو عمل میں لانا اور بعد ازاں اس پر کاربند ہونا بہترین وسائل ترقی میں شمار ہوتا ہے۔ عورتوں کی طرح گھر میں بیٹھ کر رونے اور بیان کرنے کا زمانہ گزر گیا۔ مصائب و آلام کی مہیب صورت بُت بن کر ہمارے

آبدی کے تاثیر کا اندازہ کر لیتے ہیں۔ اندرونی تغیرات کے مقابلہ میں مسلمانوں کی جو حالت رہی اس سے انکو یہ انداز ہو گیا کہ مسلمان آبدی کے عنصر موقوف، ترقی کے سد راہ، حاکم پرستی کا پیکر، پالیسی کے نقاب پوش، اور حق فروش اشخاص پر ایمان لانے والے ہیں۔ حکمران قوم سے جذبات کی پاس داری کی امید صرف اس جماعت کو رکھنا چاہیے، جو اپنے آپ کو حکمران گروہ کی نگاہ میں رہنما اور اہم ثابت کر چکی ہو۔ اور اہمیت کا نامہ ہائے اسلاف کے اعادہ سے نہیں حاصل ہوتی، بلکہ صداقت، حریت، عبرت، غیرت، حمیت، اور اثبات سے ثابت ہوتی ہے۔ پس جب کہ ائتلاف مثلث اور اسکی مسلمان رعایا میں صرف حکومت کا تعلق تھا، اور اس حیثیت سے اس نے اپنے آپ کو نہایت پست ذوق، کم حوصلہ، حوشامد طراز، اور جذبات کش ثابت کر دیا، تو کیوں ائتلاف مثلث مسلمانوں کے جذبات کے لیے اپنے قیمتی مصالح کی قربانی کرتیں؟ خلاصہ یہ کہ التوے جنگ پر دستخط کرنے سے پہلے بلغاریا کا آذربائیجان اور جزائر ایجین کی حوالگی پر مصر نہ ہونا، مگر لندن میں صلح کانفرنس کے منعقد ہونے ہی ان دونوں مطالبات پر نہایت شدید اصرار کرنا، بلقانی پالیسی میں ایک پراسرار تغیر ہے اور غالباً یہ دول ائتلاف مثلث کے اشارہ سے ہوا ہے۔ باب عالی نے ان بیجا مطالبات کا بہ جواب دیا ہے کہ اس نے مقدونیا جسمیں سالونیکا اچیسام شہر موجود ہے، دیدیا۔ البانیہ کی حد بندی انکی مرضی پر چھوڑ دی، اور کرپت میں تعلقات عثمانی کے بقا و عدم بقا کو دل کے ہاتھ میں دیدیا۔ ان اہم رعایتوں کے بعد وہ آذربائیجان کے دینے پر راضی نہیں، کیونکہ وہ قسطنطنیہ کی کنجی ہے، اس کے باشندوں کا بیشتر حصہ مسلمان ہے، لیکن جب اس جواب پر بھی بلقانی اصرار میں فرق نہ آیا اور ائتلاف مثلث کا زور پڑا تو باب عالی نے مضافات آذربائیجان کے تین مقام: مصطفیٰ پاشا، قرعہ علی، اور طمراس بھی دیدینے کا وعدہ کیا اور بعض اشخاص کا بیان ہے کہ بحیرہ ابیض پر دہ اغاج نامی مقام بھی دیدے کا وعدہ کیا ہے۔

(یہ کامل پاشا کی آخری فیاضیاں تھیں، لیکن قدرت نے مفسدہ وزارت اولت دیوہ ر لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔ الہلال)

## یادگار حادثہ ہائلہ مشہد مقدس

— \* —

۱۱ - ربیع الثانی

— :: —

مولانا! میں نے ۲۶ - فروری سنہ ۱۹۱۳ ع کے الہلال میں جناب سید علی غضنفر صاحب کا اعلان پڑھا اور بڑے شوق سے پڑھا۔ مجھے سید صاحب موصوف کے ان خیالات سے اتفاق ہے جو انہوں نے ان مصائب و مصالیم کی نسبت ظاہر فرمائے ہیں، جو حضرت امام حسین اور حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام پر وارد ہوئے اور جنکی یاد قیامت تک نہ صرف مسلمانوں کے، بلکہ ہر ایک انصاف پسند اور صاحب درد شخص کے دل کو بیچپن و بیکرار رکھے گی۔

روسیوں کا تشدد، روسیوں کا ظلم، روسیوں کا بلا تمیز سن و سال زن و مرد کو ذبح کر دینا، علماء اسلام کو سرلیوں پر چڑھنا، اور انکے پاک سینوں کو جہیں خدائے واحد کی توحید، رسول برحق کی رسالت، اور اسلام کا

# شہزادہ خوں عثمانیہ

المسئلۃ الشرقیہ

(۲)

## مطالبات بلقان اور ائتلاف مثلث

—\*—

ایڈریا نوپل کا مطالبہ کس کی طرف سے ہے ؟

—\*—

ایک عثمانی نامہ نگار کے قلم سے -

—\*—

ہم کو اس امر کا یقین ہے کہ بلغاریوں کے التوا جنگ پر اسوقت دستخط کیے ہیں، جب کہ انکے دوس میں جنگ کی طرف ذرا بھی میلان نہ تھا۔ پھر یہ کہ ان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ دولت عثمانیہ اپنے سابق دار الخلافہ کو کسی طرح بھی حوالے نہیں کرے گی، بلکہ یہ تو انکی صلح بی یان داشتوں سے بھی معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس شہر کی سپردگی کا مطالبہ نہ کریں گے اور چنانچہ سے قسطنطینہ واپس آنے کے بعد ناظم پاشا کی گفتگو سے بھی معلوم ہوتا تھا کہ بلغاریوں نے مسئلہ ایڈریا نوپل سے قطع نظر کر لیا ہے۔

با این ہمہ لندن کانفرنس کے منعقد ہونے کے بعد آدریا نوپل کے لینے پر اصرار کرنا اور یہ کہہ دیا کہ بغیر اسکی حوالگی کے صاف نہ کریں گے، کیا معنی رکھتا ہے ؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ چٹانچا میں اظہار تسامح محض ایک فریب تھا، جس کا مقصد یہ تھا کہ انکو اپنی پراگندگی کے جمع کرنے اور ایڈریا نوپل کے ذخائر کے ختم ہوجانے کے لیے دقت ملجائے۔ آدریا نوپل کی بابت اسکا خیال تھا کہ اسمیں زائد سے زائد تاریخ التواے جنگ سے ایک ماہ تک کے لیے سامان خور و نوش ہوگا، اور اس بنا پر شہر خود بخود مستحضر ہوجائیگا۔

مگر اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ جرمن اور آسٹریا کو نقصان پہنچانے کے لیے دول ائتلاف مثلث کی طرف سے بلغاریا پر زور ڈالا گیا ہے کہ وہ آدریا نوپل کی حوالگی پر اصرار کرے، اور چونکہ کانفرنس لندن میں ہو رہی تھی اور کامل پاشا نے سر ایڈورڈ گرے کے مشورے سے فائدہ اٹھا نے کی امید ظاہر کی تھی، اسلئے امید قریبی تھی کہ (بلغاریا) کو ایڈریا نوپل ملجائیگا۔

(ائتلاف مثلث) میں تین سلطنتیں ہیں: روس، فرانس، اور انگلستان۔ روس کے زور دالنے کی وجہ تو ظاہر ہے، کیونکہ اگر آدریا نوپل بلغاریا کو ملجیا تو سلاوی عنصر کی قوت بڑھ جائیگی جس کا روس اپنے آپ کو ملجھاؤ مارا کہتا ہے۔ فرانس و انگلستان کے زور دالنے کے وجہ بھی جلد سمجھ میں آجاسکتے ہیں۔ یہ تو اچھی طرح معلوم ہے کہ انگلستان اور فرانس کو روس کی خاطر داری منظور ہے۔ از یہ خاطر داری اس حد تک عزیز ہے کہ اپنی کڑوروں محکوم مسلمان رعایا کی دلازاری میں بھی دریغ نہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ ایران کی تباہی کا بانی روس اور اسکا مددگار انگلستان ہے، کیونکہ اگر انگلستان نے اتنی چشم پوشی نہ کی ہوتی، تو اسکی یہ حالت نہ ہوتی۔ انگلستان اور فرانس کو روس کی خاطر داری اس واسطے عزیز ہے کہ وہ اسوقت طاقت کا دیو ہے اور اسکی طاقت اور جنگجوئی کو سب تسلیم کرتے ہیں، اسلئے اسکی دوستی جرمنی کے عفریت اعظم کے خوفناک

حملے سے (جس سے انگلستان اور فرانس کانپ رہے ہیں) بچنے میں مدد یگی۔

دولت عثمانیہ ایک خزانہ یغما ہے، جسمیں یورپ کی تمام سلطنتیں حصہ دار ہیں۔ انگلستان نے اپنے لیے مصر، فرانس نے شام، جرمنی نے بغداد، روس نے اناطولیا، اٹلی نے طرابلس تجویز کر لیا ہے اور ہر سلطنت اپنے اپنے پیش نظر حلقے میں پادشاہی اثر پھیلا رہی ہے۔ مگر یہ خیالی تقسیم اسی وقت واقعی ہو سکتی ہے جب کہ مراض (ترکی) کے اخیری انفاس موقوف ہو جائیں اور افتاب ہستی ہمیشہ کے لیے بحیرہ باسفورس میں غروب ہو جائے۔ اسمیں دشواری یہ ہے کہ بعض حصوں کے متعلق ابھی طے نہیں پایا کہ وہ کون ایسا ہے ؟ خوف ہے کہ کہیں تقسیم کے وقت خانہ جنگی شروع ہو اور تمام یورپ میں آگ نہ لگجائے۔ اسلئے یورپ کی رائے ہے کہ مریض کے دست و بازو قطع کر دیے جائیں تاکہ نہ وہ مقابلہ کے قابل نہ رہے۔ ساتھ ہی کچھ عرصے تک زندہ ہی رہا جائے تاکہ اسکے مکرور سادہ لوح، تارقف، عدد فراموش، اور درشت و دشمن میں تہذیب نہ کرنے والے ہم مذہبوں پر اسکے ذریعہ اثر کے باعث وہ ہمارے ہاتھ میں گرومرفوز ہو۔ جو کچھ ہم اسمیں بھرتی ہو رہے ہو انکے لئے۔ مسلمان چڑھا کی بکڑوں کی طرح آواز پر دوزخ اور اصرانیت کی قربانگاہ طمع پر ذبح کر دیے جائیں۔

اسمیں کوئی شک نہیں کہ مصر کا انگلستان کے قبضہ میں آج انگریزی مصالح کے لیے نہایت مفید ہے، مگر کیا مسلمان اسکے سے راضی ہونگے کہ مصر کی (جو دماغ اسلام کہلاتا ہے) آرڈی (گوربانی ہی سہی) خاتمہ ہو جائے ؟ شام کا فرانس کے دست میں آجنا فرانسیسی مصالح کے لیے نہایت مفید ہے مگر مسلمان مراکش و الجزائر و ٹیونس اس پر راضی ہونگے کہ دولت عثمانیہ جس سے ایک ٹکڑا آواز کاٹ لیا جائے ؟ بیت المقدس کا کسی عیسائی سلطنت کے قبضہ میں آجنا، دنیاے عیسائیت کے لیے ایک درد عظیم ہوگا، مگر کیا اسطرح دنیاے اسلام کے لیے ماتم انگیز خبر ہوگی ؟ خانہ کعبہ پر صلیبی جھنڈے کا لہراؤ عیسائی دنیا کے لیے از خرد رفتہ کر دینے والی خبر ہوگی، مگر کیا کوئی مومن قاب جسمیں رائی برابر بھی ایمان ہوگا، اسوقت پھت نہ جالیگا ؟ پس ایسی قوم سے جو ہم سے ہر حیثیت سے مختلف ہو، اسکے مصالح قربانی کی درخواست کرنا یا امید رکھنا، ایک ناجائز درخواست اور امہد ہے، اور اسکا جواب ذات آمیز خاموشی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

یورپ میں حکومت تجارت کے مرادف ہے۔ یورپین حکومتیں صرف اسوقت اپنی کسی مصلحت سے دست کش ہو سکتی ہیں جب ثابت ہو جائے کہ اس سے زیادہ اہم مصلحت کو ضرر یا فائدہ پہنچتا ہے۔ پس اگر ائتلاف مثلث کی اسلامی رعایا یہ چاہتی تھی، کہ انکی حکومتیں اپنے مصالح کے مقابلہ میں رعایا کے جذبات کا لحاظ کرے، تو انکا اولین فرض یہ تھا کہ اپنے آپ کو آبادی ایک ایسا جزء ثابت کرتیں، جس سے حکومت کے مصالح پر اثر پڑنا۔ اہل مغرب نہایت دانشمند ہیں۔ جزئی جزئی واقعات سے نہایت اہم نتائج اخذ کرتے ہیں، اندرون ملک کے سیاسی تغیرات اور ان-

# ناموران غزوہ بلفان

## سرگزشت انقلاب

( ۵ )

انور بے کی طلبی سے ورورد قسطنطنیہ تک

( مقتبس از جرائد عثمانیہ و مراسلہ ڈاکٹر مصباح الدین شریف بے )

آج قسطنطنیہ میں نہیں ہیں -

آپ سنکر تعجب کریں گے مگر اب اظہار میں کوئی ہرج نہیں کہ آپکے ہندوستان سے بھی یہی پیغام غازی موصوف کے نام بھیجا گیا تھا، اور ایک شخص نے اسی غرض سے وہاں تک کا سفر کیا تھا۔

تاہم انور بے نے طرابلس سے حرکت نہیں کی اور یا خاموش رہے یا یہ کہا کہ ”ایک رقت میں سپاہی کے سامنے ایک ہی جنگ ہونی چاہیے“ -

\*\*\*

اب وہ وقت آیا جب جنگ ملتوی اور صلح کے سامان شروع ہوئے۔ کامل پاشا کے تاریک مقاصد بالکل روشنی میں آ گئے - اتحاد و ترقی کے ممبروں پر کھلے بندوں ظلم کرنے لگا، پریس دور حمیدی کے احتساب میں آگیا، اور جاسوسی کا بازار پھر گرم ہو گیا۔

اتحادیوں نے دیکھا کہ ہماری طاقت بالکل توت گئی ہے، اور اصلاح حال ہمارے امکان سے باہر ہے۔ اب اگر کوئی علاج ہے، تو یہی ہے کہ اس فرشتہ نصرت، غازی انور بے کو طلب کیا جائے۔

وہی ۸ - آدمی، جن میں سے بعض کے نام ہم لکھ چکے ہیں، اب اتحاد و ترقی کی اصلی کارکن جماعت تھی - پرنس یوسف عز الدین کی سرپرستی سے کسی قدر مطمئن اور بے خوف ہو گئے تھے - وہ جمع ہوئے اور ایک پوری متفکر اور پر معن رات بحث و مشورہ میں بسر کی۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ مطلع غبار آلود ہے، طوفان کے آثار شروع ہو گئے ہیں بادبان بیٹھ

ہے، اور موجوں کے طمانچوں سے کشتی تھوڑا ہل رہی ہے - اس وقت جب تک ایک غیبی ہاتھ فاعدا ئی نہیں کریگا، کشتی کا ساحل مقصود تک پہنچنا محال ہے -

لیکن سوال یہ تھا کہ انور بے کو کیونکر اطلاع دی جائے؟ اگر مصر کے ذرائع سے اطلاع دی جاتی ہے تو اتنا رقت نہیں ہے کہ خط و کتابت میں ایک عرصہ طویل صرف کر دیا جائے۔ پھر خط و کتابت محفوظ طریقہ سے ممکن نہیں - ٹیلی گراف اور پوسٹ افس، دونوں زور احتساب تھے - ممکن ہے کہ انور بے کو عذر ہو، جب تک پوری طرح اصلی حالات منکشف نہ ہوں گے وہ اپنے عذرات کو پیش کریں گے

نیز بحالت موجودہ غازی انور بے کا قسطنطنیہ جانا بھی

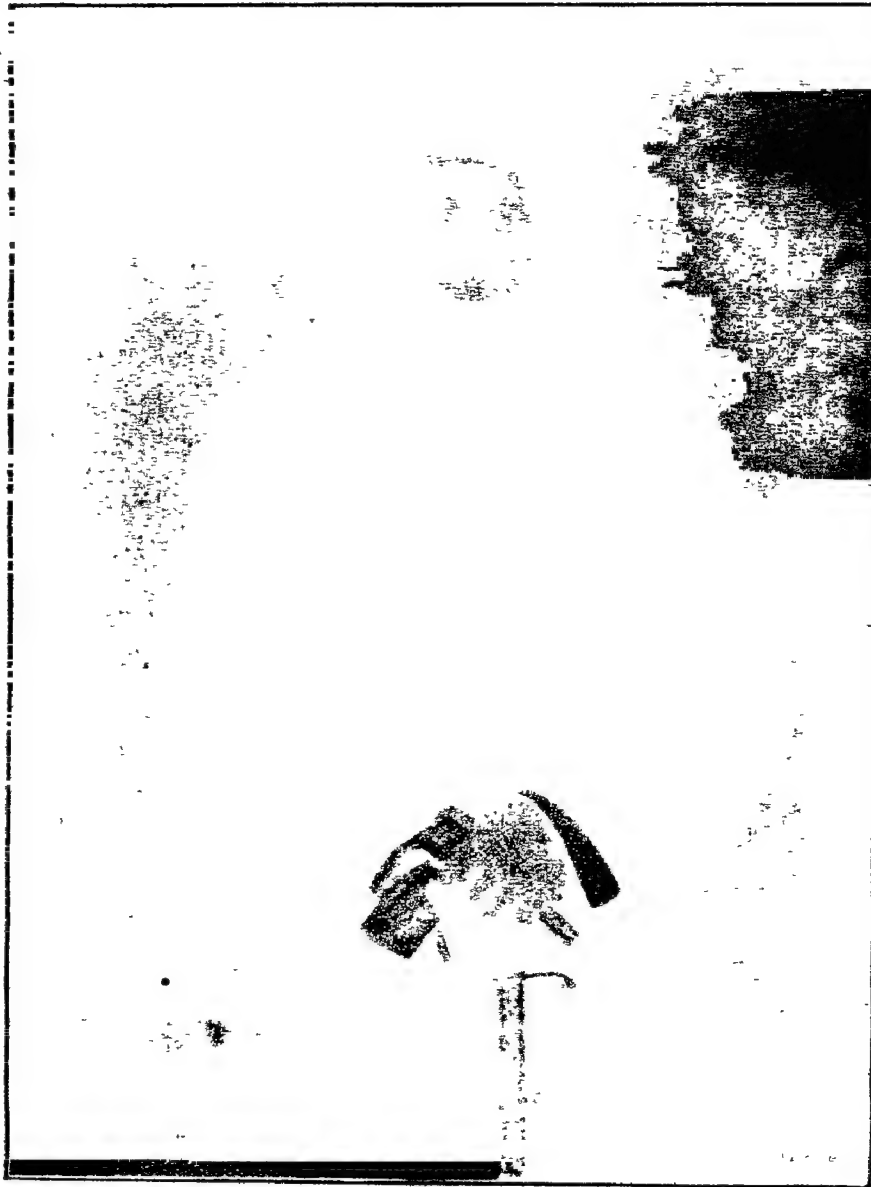
دش تھا، اور بہت ممکن تھا، اتحاد و ترقی کے مخالف فتنہ تازہ پیدا کر دیتے اور کسی بد فوجی خدمت کا بھی موقعہ دیتے -

لگ نے اپنی ابتدائی منزلیں کیں، اور اس عجیب جنگ ابتدائی منزلیں ہی اسکی ہا تھی - پیہم شکستوں کی وہ بزرگ غازی موصوف کو بچتی رہتی تھیں اور پرنس رطوسون پاشا نے روزانہ داک کا حکم کر دیا تھا -

کہ جس اسلام کے ایک عضو ظل، اور چہرہ ملت کیلیے داغ ناکامی ہو، جب مصطفیٰ نا، فوق کلیسا، شار لو، اور ی بیغس کی شکستوں کی وہ سنکر وقف درد و اضطراب لگے تھے، تو اندازہ کر کہ ان ستوں کی خبروں نے موجودہ مل اسلامی کے سب سے بڑے کار فرما، فرزند پر کیا اثر اہوگا؟

سلامی مصائب کی خبروں کے

تشریف تمام عالم اسلامی کو جنگ طرابلس کے گذشتہ واقعات یاد آ دیے تھے - ہر شخص آرزو کرنے لگا تھا کہ کاش ”انور بے“ درن کی جگہ ادرنہ میں ہوتا؟ مصر کے بعض غیرت مندوں نے چار آدمیوں کا ایک وفد طبروق بھیجا، تاکہ غازی موصوف کو قسطنطنیہ جانے کی طرف ترجہ دلائے - الجزائر سے دھماکے والی ہتھیاریوں کی جہازیں آئیں کہ یہ رقت طرابلس کی جگہ مرکز خلافت کے تحفظ کا ہے، اور آپکو کسی کسی طرح آستانہ پہنچ جانا چاہیے - اخبار (الزہرہ) ٹیوٹس میں ایک موثر اپیل شائع ہوئی تھی، جس میں افسوس کیا تھا کہ انور بے



مشہور مجاہد دستور: (نیازی بے)

یہ تصویر سنہ ۱۹۰۸ء کی ہے - جب نیازی بے نے (رسنہ) سے مشہور دستوری تحریک کا علم بلند کیا تھا -



( ۱۳ )

❦

---

پاڻي آنه روپيه

۱۰	۰	۰	محمد عبد الله خانصاحب بکائی
۵	۰	۰	مسز عبد الله خان صاحب
۳	۰	۰	میسز عدیان خانصاحب سب انسپکٹر
۳	۰	۰	منشی عبد الہادی صاحب ہڈ کانسل
۰	۴	۰	منشی نذر محمد خانصاحب جمعدار سابق
۵	۰	۰	نذیر خانصاحب پٹیل بارا
۴	۰	۰	منشی عالی حسن صاحب مکرر جوڈیشل
۳	۸	۰	گازی بانار مبد نور
۴	۰	۰	مسلمانان بہا'تہ
۴	۲	۰	نورہان موتی
۲	۰	۰	مسلمانان ریلانی
۲	۰	۰	مسددر عالی خانصاحب جمعدار بہا'تہ
۲	۸	۰	عبد الله خانصاحب
۱	۰	۰	شیخ رحیم بخش کانستبل بکائی
۱	۰	۰	مرزا امیر بیگ کانستبل
۱	۱	۰	منشی محمود خانصاحب کانستبل
۰	۰	۰	امیر خان صاحب کانستبل ریلانی
۱	۰	۰	الہی بخش صاحب ہڈ کانستبل
۱	۰	۰	نظیر خانصاحب کانستبل ریلانی
۱	۰	۰	منشی سلیمان خان صاحب جمعدار جنرل
۱	۰	۰	شیخ احمد بخش صاحب جے پوری
۱	۰	۰	نور خانصاحب حوالدار
۰	۰	۰	محفوظ دلی صاحب حیراسی
۱	۰	۰	نظیر خانصاحب سکنہ
۱	۰	۰	نبی بخش صاحب سکنہ
۱	۰	۰	بانک علی صاحب سکنہ
۱	۰	۰	سیخ عتی صاحب
۱	۰	۰	ملان رحیم بخش صاحب
۱	۰	۰	سید خانصاحب
۱	۰	۰	شیخ الله بخش صاحب
۰	۸	۰	منشی عفور خانصاحب
۰	۸	۰	اکبر خانصاحب
۰	۸	۰	میرزا احمد بیگ صاحب
۰	۴	۰	رجب عالی صاحب پورہ
۰	۱	۳	منا
۴	۲	۹	برادران ہنود
۷	۰	۰	(۱) معرفت منشی محمد عبد الغنی صاحب پآواری
۵	۰	۰	(۲) معرفت منشی محمود خانصاحب ملازم پواس
۸	۵	۰	(۳) معرفت مرزا امیر بیگ صاحب کانستبل
۵	۰	۰	(۴) معرفت عبد الله خانصاحب

## حکیم امین الدین یوسف ذرات



## ذیابیطس

### خطرناک مرض ہے اس کا جلد علاج کرو

علامات مرض: جن لوگوں کو پیشاب بار بار آتا ہو یا پیاس زیادہ لگتی ہو۔ منہ کا ذائقہ خراب رہتا ہو۔ رات کو کم خوابی سکتی ہو۔ اعضاء شکنی۔ غریبی جسم۔ ضعف مثانہ ہونے سے روز بروز قوت میں کمی اور خرابی پیدا ہوتی جاتی ہو اور چلنے پھرنے سے سرچکراتا ہو۔ سر میں درد اور طبیعت میں تبدیلی آتا ہو۔ تلم بدن میں پیوست کا غلبہ رہتا ہو۔ ہاتھ پاؤں میں شکنی اور جلن رہے جلد پر خشونت وغیرہ پیدا ہو جائے اور ٹھنڈے پانی کو پی کرے۔ معدہ میں جلن معلوم ہو۔ بیوقت بڑھاپے کے آثار پیدا ہو جائیں اعضاء رئیسہ کمزور ہو جائیں۔ رقت۔ سرعت اور کمی باہ کی شکایت دن بدن زیادہ ہوتی جائے تو سمجھ لو کہ مرض ذیابیطس ہے۔ پس لوگوں کے پیشاب میں شکر ہوتی ہے آنکھ مندرجہ بالا آثار یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا خاتمہ علی العین کاربیکل سے ہوتا ہے۔ ذہن نشست پر کبھی گردن میں پیدا ہوتا ہے۔ جب کسی کو کاربیکل ہو تو اُسکے پیشاب میں یقیناً شکر ہونے کا خیال کر لینا چاہیے۔ اس راج پھرے سے سینکڑوں ہونہار قابل لوگ مر چکے ہیں۔

مرض کی تشریح اور ماہیت: ذیابیطس میں جگر اور لبلبہ کے فعل میں کچھ نہ کچھ خرابی ضرور ہوتی ہے اور اس خرابی کا باعث اکثر دماغی فکرات شبانہ روز کی معنت ہے بعض دفعہ کثرت جماع۔ کہنہ سوزاک اور کثرت دوار کا باعث ہوتا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ اس حالت میں پیشاب میں شکر نہیں ہوتا بلکہ مثانہ کے ریشہ وغیرہ پائے جاتے ہیں۔ کبھی ابتداء عمر میں کثرت جماع سے آخر یہ مرض پیدا ہو جاتا ہے اور کبھی بخار کے بعد یہ مرض شروع ہوتا ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ راج پھوڑا کاربیکل نہ نکلے تو علاج حفظ ماتقدم یہ ہے کہ ہماری لن گولیوں کو کھاؤ۔ شیرینی۔ چاول ترک کر دو۔ وزن اگر سستی کرے تو پھر یہ دسی درجہ ذیابیطس میں اس وقت ظاہر ہوتا ہے جبکہ تلم اندرونی اعضاء گوشت۔ پوست بگڑ جاتے ہیں۔ جو لوگ صاب زیادہ آنے کی پروا نہیں کرتے وہ آخر اسے لا علاج مرضوں میں پہنچتے ہیں جن کا علاج پھر نہیں ہو سکتا۔ یہ گولیاں پیشاب کی کثرت کو روکتی ہیں اور تلم عوارض کمی قواء اور جملہ امراض ردیہ سے محفوظ رکھتی ہیں۔

ذیابیطس میں عرق ماء اللحم اسلئے مفید ہوتا ہے کہ برجمہ اخراج رطوبات جسم خشک ہو جاتا ہے۔ جس سے غذائیت کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔ یہ عرق چونکہ زیادہ مقوی اور مولد خون ہے اسلئے بہت سہارا دیتا ہے غذا اور دوا دونوں کا کلم دیتا ہے۔

### حب دافع ذیابیطس

یہ گولیاں اس خطرناک مرض کے دفعیہ کے لئے بارہا تجربہ ہو چکی ہیں اور صدہا مریض جو ایک گھنٹہ میں کئی دفعہ پیشاب کرتے تھے تھوڑے دنوں کے استعمال سے اچھے ہو گئے ہیں یہ گولیاں صرف مرض کو ہی دور نہیں کرتیں بلکہ انکے کھانے سے گئی ہوئی قوت باہ حاصل ہوتی ہے۔ آنکھوں کو طاقت دیتی اور منہ کا ذائقہ درست رکھتی ہیں۔ جسم کو سرکھنے سے بچاتی ہیں۔ سلسل بول۔ ضعف مثانہ۔ نظام عصبی کا بگاڑ۔ اسہال دیرینہ یا پچیش یا بعد کھانے کے فوراً دست آجاتے ہوں یا درد شروع ہو جاتا ہو یا رات کو نیند نہ آتی ہو سب شکایات دور ہو جاتے ہیں۔

#### قیمت فی تولہ دس روپیہ

میر محمد خان۔ ٹالپڑوالی ریاست خیرپور سندھ۔ پیشاب کی کثرت کے مجھے ایسا حیران کر دیا تھا اور جسم کو بے جان اگر میں حکیم غلام نبی صاحب کی گولیاں ذیابیطس نہ کھاتا تو میری زندگی معال تھی۔ محمد رضا خان۔ زمیندار موضع چٹہ ضلع اٹاوہ۔ آپ کی حب ذیابیطس سے مرض کو فائدہ معلوم ہوا۔ دن میں ۱۶ بار پیشاب کرنے کی بجائے اب صرف ۵-۶ دفعہ آتا ہے۔

عبد القدیر خان۔ محلہ غرقاب شاہ جہاں پور۔ جو گولیاں ذیابیطس آپ نے رئیس سدا الشکر خان صاحب اور محمد تقی خان صاحب کے بھائی کو زیادتی پیشاب کے دفعیہ کے لئے ارسال فرمائی تھیں وہ اور بھیج دیں۔

### پتہ۔

حکیم غلام نبی زبدۃ العکما - لاہور

عبد الوہاب قپٹی کلکٹر۔ غازیپور۔ آپ کی بیجی ہوئی ذیابیطس کی گولیاں استعمال کر رہا ہوں۔ بجائے ۴-۵ مرتبہ کے اب دو تین مرتبہ پیشاب آتا ہے۔

سید زاہد حسن۔ قپٹی کلکٹر الہ آباد۔ مجھے عرصہ سے سال سے عارضہ ذیابیطس نے دق کر رکھا تھا۔ بار بار پیشاب آنے سے جسم لاغر ہو گیا۔ قوت مردمی جاتی رہی۔ آپ کی گولیوں سے تلم عوارض دور ہو گئے۔ رقم ملازم پوسٹنڈسٹرنل۔ پیشاب کی کثرت۔ جاتی رہی۔ مجھے کوروت دن میں بہت دفعہ پیشاب آتا تھا۔ آپ کی گولیوں سے صحت ہوئی۔ انکے علاوہ صدہا سندرات موجود ہیں۔

### معجب و آزمودہ شرطیہ دوائیں جو بانائی قیمت نقد تا حصول صحت دیجاتی ہیں

— \* —

#### زون کن

دارھی مرنچوہ کے بال اس کے لگانے سے گھنے اور لمبے پیدا ہوتے ہیں۔ ۲ تولہ دو روپے

#### سر کا خوشبودار تیل

دلریا خوشبو کے علاوہ سیاہ بالوں کو سفید نہیں ہونے دیتا تولہ وزکم سے بچاتا ہے شیشی خورد ایک روپے آٹھ آنہ کلاں تین روپے

#### حب قبض کشا

رات کو ایک گولی کھانے سے صبح اجابت با فراغت اگر قبض ہو دور ۲ درجن ایک روپیہ

#### حب قائم مقام افیون

انکے کھانے سے افیم چاندرو بلا تکلیف چھوٹ جاتے ہیں فیتولہ پانچ روپے

#### حب دافع سیلان الرحم

لیسدار رطوبت کا جاری رہنا عورت کے لئے وبال جان ہے اس دوا سے آرام۔ دور روپے

#### روغن اعجاز

کسی قسم کا زخم ہو اسکے لگانے سے جلد بھر جاتا ہے بدبو زائل۔ قاسور۔ بھگندر۔ خنا زبر کے گھاہ۔ کاربیکل زخم کا بہترین علاج ہے۔ ۶ تولہ دو روپے

#### حب دافع طحال

زردی چہرہ۔ لاغری کمزوری دور مرض تلب سے نجات۔ قیہ۔ دو ہفتہ دو روپے

#### برالساہ

ایک دو قطرے لگانے سے درد دانت فوراً دور۔ شیشی چار سو مریض کے لئے لکروپے

#### دافع نردگان

شیشی صدہا بیماروں کے لئے۔ ایک روپے

#### حب دافع بواسیر

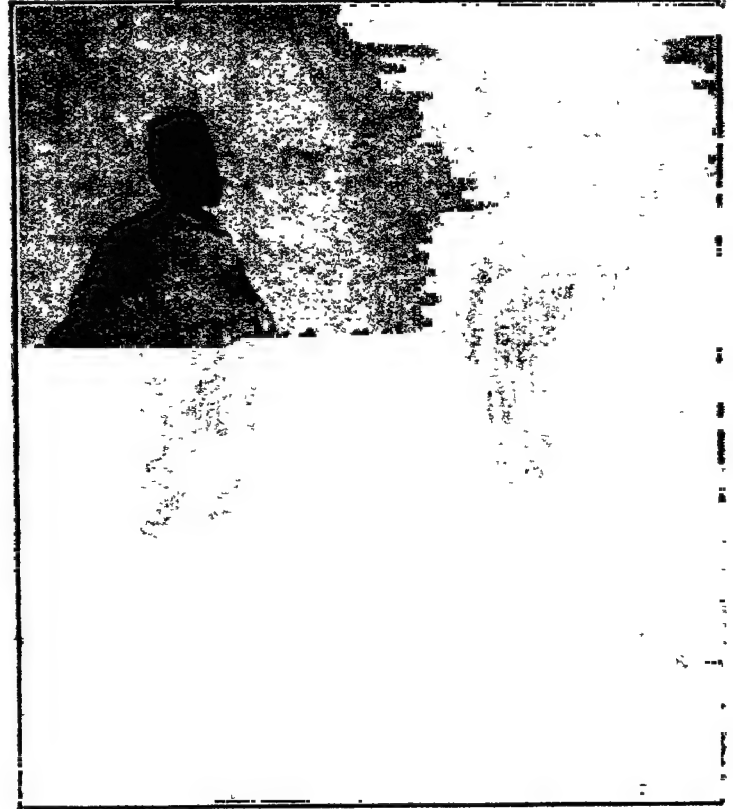
بواسیر خونی ہو یا بلانی دبی ہو یا سانی۔ خون جلتا بند اور سے خود بخود خشک۔ قیمت ۲ ہفتہ دو روپے

#### سرمہ صمیرہ کراماتی

مقوی بصر۔ محافظ بنائی۔ دانہ جلا۔ دھند۔ غبار۔ نزول المہ سخی۔ صمغ بصر وغیرہ \* فیتولہ معہ سلائی سنگ یشب دو روپے

## نامور مدافع ملی: غازی عزیز بک

چنگے مجاہدانہ اقدامات عظیمہ نے اندرون طرابلس کو آگاہ کیا ہے  
ناقابل تسخیر بنا دیا ہے



ایسی تفصیل خط و کتابت میں ممکن بھی نہیں -

اسکا ایک ہی علاج تھا، یعنی فوراً ایک معتمد شخص روانہ ہو جائے اور مصر کی راہ سے پوشیدہ طرابلس پہنچ کر غازی انور بے کو اپنے ہمراہ لے - جو چند آدمی انقلاب کا سامان کر رہے تھے، ان میں سے ہر شخص خود قسطنطنیہ میں نہایت قیمتی وقت رکھتا تھا، اور جن کاموں میں مصروف تھا، وہ خود نہایت اہم اور عظیم الشان تھے - اسلئے اس جماعت میں سے کوئی شخص نہیں جاسکتا تھا - بلا خورائے قرار پائی کہ انور بے کے رفیق قدیم رہمراز، مشہور مجاہد دستور و جانباز ملت (نیازی بے) کو اس مہم کیلئے منتخب کیا جائے اور ان سے درخواست کی جائے کہ ملک کو انقلاب دستور کے زمانے سے بھی بڑھ کر ایک خطرناک حالت سے نجات دیں اور اس خدمت کو منظور کر لیں -

یہ معلوم نہیں کہ جس وقت یہ تجویز قرار پائی، اس وقت (نیازی بے) کہاں تھے؟ یقیناً وہ کسی فوج کے ہمراہ ہونگے - تاہم اسقدر قریب موجود تھے کہ فوراً انکو اطلاع دی گئی اور شریک کار ہو گئے -

ڈاکٹر (مصباح الدین) لکھتے ہیں کہ فی الحقیقت ہماری کامیابی کی اصلی تاریخ انور بے کے زور سے نہیں، بلکہ (نیازی بے) کی شہرت سے شروع ہوتی ہے - کیونکہ اگر اس جانفروش ملت کی خدمات عظیمہ عین وقت پر میسر نہ آجائیں، تو انور بے کا زور اور اسے تمام نتائج معیروہ ظہور پذیر ہی نہ ہوتے -

نیازی بے فوراً بیس بدلے قسطنطنیہ سے ایک جرمن جہاز پر روانہ ہو گئے - اسکندریہ سے قاہرہ آئے اور بغیر کسی کو اطلاع دیے (حتیٰ کہ عمر طوسون پاشا اور اپنے بعض اخص الخواص دوستوں سے بھی نہیں ملے) طبرق پہنچے اور وہاں سے درنہ اس ہیئت میں گئے کہ خود (انور بے) نے ایک کردی مجاہد کی صورت میں انہیں دیکھ کر تعجب کیا -

\*\*\*

طیارہ ہر جانے کے بعد انور بے کے سامنے دو موانع سخت تھے - ایسے شخص کی جستجو، جو انکے بعد کامل طور پر انکا جانشین ہو اور قبائل سنوسیہ کے جوش مدافعت کے قیام، انکی تعلیم

و تربیت، اور جمیعت و جلب وسائل جنگ کا پورا انتظام کرے دوسرا خود (شیخ سنوسی) کا اطمینان -

امراؤں کے طرف سے اطمینان کرنیل (عزیز بک) کی موجودگی نے کر دیا، جو پہلے عراق میں سرکاری عہدہ دار تھے اور اجراء جنگ کے بعد ایک مجاہد کی حیثیت سے آکر شریک جہاد ہو گئے - جانفروشانہ عزائم اور مجاہدانہ اعمال نے تمام قبائل اندرون طرابلس میں انہیں ہر دلعزیز اور محبوب القلوب بنا دیا تھا -

(شیخ سنوسی) سے وہ خود ملے اور (نیازی بے) نے قسطنطنیہ کے تمام موجودہ حالات انکے ذہن نشیں کر دیے انہوں نے سمجھایا کہ اگر اس نازک ترین وقت میں ہم نے بھی غفلت کی، طرابلس کی مدافعت کے نتائج بھی ہمیں کچھ کام نہ دینگے -

ایک مجلس خاص مرتب کی گئی جس میں انور بے کے اپنے چند خاص معتمدین اور محرمین راز کو بلایا اور اس بارے میں مشورہ کیا - پچھلے نمبر میں اس موقع کی ایک تصویر درج کی جا چکی ہے -

(الموید) کی وہ تمام اشاعت محض کذب و افترا تھیں، جن میں (انور بے) کے اس حالت میں چلے آنے کا شکوہ کیا گیا تھا کہ تمام قبائل عرب اور شیخ سنوسی انسے برہم ہو گئے ہیں اور متاسف ہیں کہ خلاف عہد انہوں نے بے وفائی کی - جو دل اسلام اور اسکی ملت بیضا سے عہد وفا باندھ چکا ہے، وہ کسی سے بے وفائی نہیں کر سکتا -

شیخ سنوسی خود غازی موصوف کے سفر کے ارادے میں شریک تھے - انکو قسطنطنیہ کے تمام موجودہ حالات سمجھائے گئے تھے، اور وہ جانتے تھے کہ اس وقت (انور بے) کی خدمات کا اصلی مستحق اندرون طرابلس نہیں ہے - عزیز بک سرحد سلوم تک خود انور پہنچانے آئے تھے اور (موترکار) میں انکے ساتھ بیٹھے تھے - البتہ مصالح وقت کا اقتضا یہی تھا کہ اس حرکت کو بالکل پوشیدہ رکھا جائے، اور انور بے کے عجایب اعمال کا ایک بڑا جلوہ، انکی پوشیدگی اور طلسم نمائی ہی میں ہے -

بہر حال (انور بے) روانہ ہو گئے - (سلوم) سرحد مصر کا وہ اخیری مقام ہے، جس پر جنگ طرابلس کے زمانے میں برطانیہ نے باقاعدہ مصر قبضہ کر لیا - وہاں تک وہ اپنی خاص موترکار میں آئے انکے ہمراہ صرف انکا ایک جان نثار ملازم تھا، جسکو وہ اپنے ساتھ قسطنطنیہ سے لائے تھے -



صحرائے لیبیا میں اثار تمدن!  
(غازی انور بے) موترکار میں بیٹھ کر طبرق جا رہے ہیں



لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ الْيَوْمَ الْآخِرُ

# اِسْتِثْنَاءُ

ایک ہفتہ وار مصورسالہ

میرسنول فرخوصی

اسلام آباد اسلام آباد

مقام اشاعت

۱ - ۲ مکلاوڈ اسٹریٹ

کلاکتہ

قیمت

سالانہ ۸ روپہ

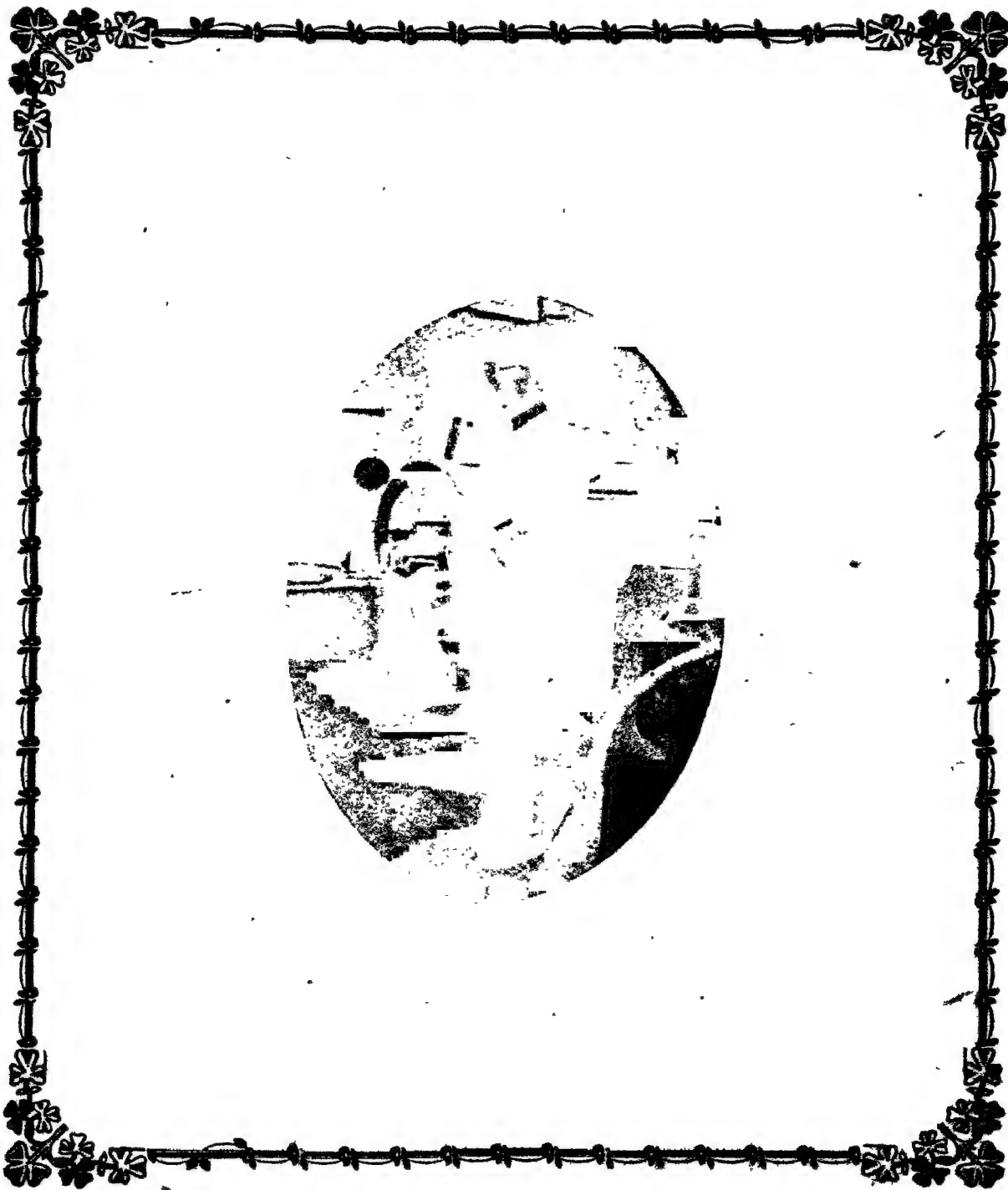
ششماہی : روپہ ۱۲ آٹھ

جلد ۲

کلاکتہ : چار شنبہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta : Wednesday, March 19, 1913.

نمبر ۱۱



اطلاع - ڈاکٹر ایس - ے برمن کی خوبصورت تصویردار کٹوری جنوری سنہ ۱۹۱۳ء کی متفرق جگہ کی دس شریف آدمیوں کا نام پتہ لکھنے پر بلا قیمت و معصور بھیجی جاتی ہے -

### عرق پودینہ

ولایتی پودینہ کی ہری پتیوں سے یہ عرق بنا ہے اسکا رنگ پتی کے رنگ کسا ہے اور خوشبو بھی تازہ پتیوں کی سی آتی ہے یہ عرق ڈاکٹر برمن کی صلاح سے ولایت کے نامی دوا فروش نے بنایا ہے ریح کیلئے نہایت مفید دوا ہے پیٹ پھولنا، دھار کا آنا پیٹ میں درد بدھضی، مقلی اشتہا وغیرہ ریح کی علامات دور ہوجاتی ہیں - قیمت فی شیشی ۸ آنہ معصور ۵ آنہ

ڈاکٹر ایس - ے برمن - نمبر ۱۳۱ لورچیت پور روت

### انگریزی حکومت کا مسلمان ہوجانا

— \* —

اب بالکل یقینی ہے - کیونکہ حضرت شیخ سنوسی کے خلیفہ نے بمقام بیروت سیدی خواجه حسن نظامی سے آئندہ حالات کی نسبت جسقدر پیشین گوئی کی تھیں (اور جنکو کتب شیخ سنوسی کے حصہ اول و دوم میں شائع کر دیا گیا تھا) سب ہو بہو سچی ثابت ہوئیں - اب صرف انگریزی حکومت کے مسلمان ہوجانے کی پیشین گوئی باقی ہے - جو خدا نے چاہا تو عنقریب: یورپی ہوگی - پس اگر آپ یہ پیشین گوئیاں اور ترکی و ایران علی الخصوص افغانستان و جاپان و چین وغیرہ کے انجام کار کو دیکھنا چاہتے ہیں - تو رسالہ شیخ سنوسی کے دونوں حصے پڑھئے - قیمت ہر دو آنہ آنہ -

کلیات اکبر - لسان العصر و جدان الملة خان بہادر مولوی سید اکبر حسین الہ آبادی کے زیورست کلام کے دونوں حصے چھپ کر تیار ہیں - کاغذ لکھائی چھاپائی نہایت اعلیٰ ہے - اور صرف ہمارے ہاں دستیاب ہو سکتے ہیں - قیمت ہر دو حصہ ۳ روپیہ ۸ آنہ -

مضامین خواجه حسن نظامی میں غدر کے اور تیموریہ خاندان کے سچے مگر نہایت درد ناک قصے درج ہیں نیز آلو - مچھر - دیسلانی وغیرہ عنوانوں پر نہایت مزاح اور معنی خیز مضامین ہیں -

سفرنامہ ہندوستان بنگلی، کجرات، کاتھیاواڑ، سومنات وغیرہ مقامات کا دلچسپ سفرنامہ: بطریق روزنامہ از سیدی: خواجه حسن نظامی دہلی

قیمت ۸ آنہ -

اسلام کا انجام مصر کے شیخ البشائخ کی حوصلہ افزا پیشین گوئیاں - قیمت ۴ آنہ

اسرار مخفی رمز کا خزانہ بس دیکھنے کے قابل قیمت ۴ آنہ -

ترکی فتح شاہ مشاق احمد صاحب منجم دہلوی کی پیشین گوئیاں - قیمت ۲ پیسہ

دل کی مراد - شاہ صاحب کے فلسفاتی تعریف قیمت دیرہ آنہ -

کارکن حلقہ نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

### شائقین تواریخ و تصوف کو مژدہ

— \* —

مزارات اولیاء دہلی بالکل نئی تصنیف ہے - تمام اولیائے کرام و صوفیائے عظام جو دہلی کی مقدس سرزمین میں مدفون ہیں ان کے محیط حالات سلسلہ وار در حصوں میں درج کئے گئے ہیں - زائرین کے لیے اس سے بڑھکر کوئی رہنما نہیں ہو سکتا - قیمت حصہ اول ۶ آنے حصہ دوم ۲ آنے ہر دو حصوں مع معصور ڈاک و خرچ دی - پی پیکنگ وغیرہ ۱۰ آنے -

ہندوستان کی اسلامی تاریخ عہد افغانیہ - مصنفہ صوفی کرام الہی صاحب ڈگڑی - ۴۲ تواریخوں کا لب لباب ہے - معترضین کے حملوں کا معتبر اور مستند حوالوں کے ثبوت سے جواب دیا گیا ہے - فاضل اجل مولوی سید احمد صاحب مولف لغات اصفیہ فرماتے ہیں کہ اس کتاب کی تصنیف و تالیف کا بڑا کمال ہے - قیمت ۲ روپیہ ۸ آنے معصور ڈاک و خرچ دی - پی ۳ آنے -

ب ڈیو جینرل اخبار ایجنسی بازار بلی ماراں - دہلی -

### حمیدیہ ہوٹل

— \* —

### نمبر ۱۳۱ لورچیت پور روت

— \* —

ہمارے ہوٹل میں ہر قسم کی اشیائے خوردنی و نوشیدنی ہر وقت طیار ملتی ہیں نیز اس کے ساتھ مسافروں کے قیام کیلئے ہر تکلف اور آرام سے کام لیا گیا ہے جو نہایت ہوادار، فرشتہ اور بر لب راہ واقع ہیں جن صاحبوں کو کچھ دریافت کرنا ہو بذریعہ خط و کتابت منیجر ہوٹل سے دریافت کر سکتے ہیں - جنگ ترکی و اٹلی اور جنگ بلقان کی جملہ تصویریں ہماری ہوٹل میں فروخت کے لیے موجود ہیں مع تصویر شیخ سنوسی وغیرہ -

المشتہر شیخ عبد الکرم مالک حمیدیہ ہوٹل

سسٹم راسکوپ لیور راج ۱۹ سالٹر

مضبوط سچا وقت برابر چلنے والی مع معصور دو روپیہ آنہ ایم - ۱ - - شکور اینڈ کو نمبر ۱ -

ویلیسلی اسٹریٹ ڈاکخانہ دھرملا کلکتہ -

5/1 Wellesley Street P. O. Dharamtollah Calcutta.



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

AL - HILAL

Proprietor & Chief Editor :

Abul Kalam Azad.

7-1 McLeod street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly " " 4 - 12.

# الاحلام

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

پرسنل و مخصوص  
لائیوٹنگ و کلامی

مقام اشاعت  
۱-۱ مکلاوڈ اسٹریٹ  
کلکتہ

عنوان تلغراف  
الاحلام

قیمت  
سالانہ ۸ روپے  
شامی ۴ روپے ۱۲ آنہ

جلد ۲

کلکتہ: چارٹلہ ۱۰ رجب الثانی ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta: Wednesday, March 19, 1913.

بر ۱۱

## شذرات

—:~:(\*)~:—

### " ایک شکستہ دل مسلمان "

—:~:(\*)~:—

مندرجہ صدر دستخط ہے ایک خط پہنچا۔ آپ نے جن امور کو لکھا ہے وہ مدت سے خرابی نشیمن کے پیش نظر ہیں، اور اپنے کاموں میں مصروف ہوں۔ بعض اسباب کی فراہمی کا انتظار، اور مقاصد مہمہ پیش نظر، والا مریدہ سجانہ، اذہ سمیع مجیب الدعوات۔ تعجب ہے کہ آپ نے اپنا نام اور پتہ نہیں لکھا؟ بہتر ہے کہ خط و کتابت کا سلسلہ جاری کیجیے۔ (ابو الکلام)

ہفتہ جنگ جنگ کی فوج خبر کو مختصر مگر پر معنی ہے۔ ایڈریا نوبل کی نسبت پال مال کزٹ کا بیان ہے: "صرفیا سے لندن میں ایک پریذیڈنٹ تار اس مضمون کا موصول ہوا کہ سخت جنگ کے بعد بلغاریوں نے قلعہ (ہڈنار یا) پر مع ۴۔ سو آدمیوں کے قبضہ کر لیا ہے اور عنقریب خاص ایڈریا نوبل میں داخلہ کی امید ہے۔"

مگر بلغاری سرکاری محکمہ اطلاع خمرش ہے۔ ایسی کرائفڈر رپر امید فتح کے موقع پر خاموشی کے کیا معنی؟ ۱۰۔ ہزار سوزی مع ۴۰۔ توپوں کے سقوطی پہنچ گئے ہیں اور شریک گولہ باری ہیں۔

۱۱۔ کو بلار میں سخت جنگ ہوئی۔ عثمانی فوج نے معتاد شجاعت سے مقابلہ کیا اور عثمانی جنگی جہازوں نے مدد دی۔ ۱۷۔ فروری سے حمیدینہ روپوش تھا۔ مگر ۱۱۔ کو ظاہر ہوا۔ سقوطی سے ۷۰۔ میل کے فاصلہ پر درازہ کے سرے لشکر گاہ پر گولہ باری کی۔ رپورٹر کا بیان ہے کہ کوئی شدید نقصان نہیں ہوا۔ مگر اس بارے میں ہمارا خاص تار ناظرین پڑھ چکے ہیں، اور اب بدبلی کے عثمانی قتل کو حسب ذیل اطلاع پہنچی ہے:

## فہرس

— \* —

۱	شذرات
۲	نکار و حوادث
۳	مقالہ انتقاد
۴	اسئلہ و اجوبہ
۵	خلیفہ مامون الرشید عباسی
۶	انجمن ہلال احمر کی رسید
۷	مظالم بلقان
۸	تلخیص جہاد عثمانیہ
۹	مقالات
۱۰	وٹایق و حقایق
۱۱	دندہ امداد
۱۲	انتقام
۱۳	مطبوعات اردو
۱۴	ترجمہ تفسیر کبیر اردو جلد اول
۱۵	فکافات
۱۶	یونیورسٹی فرائڈلین کی کمیٹی کا اجلاس لکھنؤ
۱۷	سرت اہل - لکھنؤ گورنمنٹ
۱۸	"متین اللہ" اور "چرش معبد"
۱۹	مذاکرہ علمیہ
۲۰	قطب جنوبی (کپتان روبرٹ اسکات)
۲۱	مراسلات
۲۲	تربیت کی مالی امداد
۲۳	فہرست زراعت و زراعت علیہ اسلامیہ

## تصاویر

— \* —

(ٹائٹل پیج)	"حمیدیدہ" جہاز کا کپتان خیری بک -
(صفحہ خاص)	جدید وزارت کا مرقع -
"	صورت نمونی (ایڈریا نوبل)
"	شہید راہ کشف و علم پرستی (کپتان اسکات)
"	ایضاً



# اطلاع

- (۱) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے، تو تاریخ اشاعت سے دو ہفتہ کے اندر اطلاع دیں، ورنہ بعد کو فی پرچہ چار آنے کے حساب سے قیمت لی جائیگی۔
- (۲) اگر کسی صاحب کو ایک یا دو ماہ کے لئے پتہ کی تبدیلی کی ضرورت ہو تو مقامی ڈاکخانہ سے بندوبست کر لیں، اور اگر تین یا تین ماہ سے زیادہ عرصہ کے لئے تبدیل کرانا ہو تو دفتر کو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیں۔
- (۳) نمونے کے پرچہ کے لئے چار آنہ کے ٹکٹ آنے چاہیں یا پانچ آنے کے ری - پی کی اجازت۔
- (۴) نام و پتہ خاصکر ڈاکخانہ کا نام ہمیشہ خوش خط لکھیے۔
- (۵) خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
- نوٹ — مندرجہ بالا شرائط کی عدم تعمیلی کی حالت میں دفتر جواب سے معذور ہے اور اس وجہ سے اگر کوئی پرچہ یا پرچہ ضائع ہو جائیں تو دفتر اس کے لئے ذمہ دار نہ ہوگا۔

## شرح اجرت اشتہارات

— \* —

میعاد اشتہار	فی صفحہ	فی کالم	نصف کالم	نصف کالم سے کم
ایک ہفتہ ایک مرتبہ کے لئے	۱۵ روپیہ	۱۰ روپیہ	۷ ½ روپیہ	۸ آنہ فی مربع انچ
ایک ماہ چار مرتبہ "	۵۰ "	۳۰ "	۲۰ "	۷ آنہ " " "
تین ماہ ۱۳ " "	۱۲۵ "	۷۵ "	۴۵ "	۶ آنہ " " "
چھ ماہ ۲۶ " "	۲۰۰ "	۱۲۵ "	۷۵ "	۵ آنہ " " "
ایک سال ۵۲ " "	۳۰۰ "	۲۰۰ "	۱۲۵ "	۴ آنہ " " "

(۱) ٹائٹل پیج کے پہلے صفحہ کے لیے کوئی اشتہار نہیں لیا جائیگا۔ اس کے علاوہ ۳ صفحوں پر اشتہارات کو جگہ دیجائیگی۔

(۲) مختصر اشتہارات اگر رسالہ کے اندر جگہ نکال کر دیے جائیں تو خاص طور پر نمایاں رہیں گے لیکن انکی اجرت عام اجرت اشتہارات سے پچیس فیصدی زائد ہوگی۔

(۳) ہمارے کارخانہ میں بلاک بھی طیار ہوتے ہیں جسکی قیمت ۸ آنہ فی مربع انچ ہے۔ چھاپے کے بعد وہ بلاک پھر صاحب اشتہار کو واپس کر دیا جائیگا اور ہمیشہ انکے لئے کارآمد ہوگا۔

## شرائط

(۱) اسکے لئے ہم مجبور نہیں ہیں کہ آپکی فرمائش کے مطابق آپکو جگہ دیں، البتہ حتی الامکان کوشش کی جائے گی۔

(۲) ایک سال کے لئے اشتہار دینے والوں کو زیادہ سے زیادہ ۴ اقساط میں، چھ ماہ کے لئے ۲ اقساط میں، اور سہ ماہی کے لئے ۳ اقساط میں قیمت ادا کرنی ہوگی اس سے کم میعاد کے لئے اجرت پیشگی ہمیشہ لی جائیگی اور وہ کسی حالت میں پھر واپس نہ رہے گی۔

(۳) منیجر کو اختیار ہوگا کہ وہ جب چاہے کسی اشتہار کی اشاعت روک دے، اس صورت میں بقیہ اجرت کا رپیہ واپس کر دیا جائے گا۔

(۴) ہر اُس چیز کا جو جرے کے اقسام میں داخل ہو، تمام منشی مشروبات کا، فحش امراض کی دواؤں کا اور ہر وہ اشتہار جسکی اشاعت سے پبلک کے اخلاقی و مالی نقصان کا اندیشہ شبہ بھی دفتر کو پیدا ہو، کسی حالت میں شائع نہیں کیا جائے گا۔

نوٹ — کوئی صاحب رعایت کے لئے درخواست کی زحمت گوارا نہ فرمائیں۔ شرح اجرت یا شرائط میں کسی قسم کا رد و بدل ممکن نہیں۔

الگ کر دیے گئے - جن لوگوں سے اپنے ذاتی تعلقات اور دوستیاں تھیں، جن جن شہروں میں وہ رہتے تھے، رہی رہاں کے قائم مقام ہو گئے - پھر نواب صاحب سے کہا کہ آپ رزلیوشن طیارہ کریں، انہوں نے اس پیری وعلالت میں صبح تک جاگ کر رزلیوشن کا مسودہ طیارہ کیا، اور صبح کو منتظر رہے کہ حسب وعدہ لوگ آئیں گے، مگر جلسے میں پہنچے تو رہاں ایسے لوگ موجود تھے، جو انکے سامنے اتنی عدم موجودگی کو مروجہ دہائی سے تعبیر کرنے کے بے امان حربے سے آراستہ تھے !

پھر جب نواب صاحب نے اختلاف کرنا چاہا تو انکو روکا \* اور اصرار کیا کہ خاموش رہیں - اسمیں کوئی شک نہیں کہ رزولوشن کے مجوزیں میں نواب صاحب کے بھی شامل ہونے کی فریب دہی نے لوگوں کو آرزو زیادہ مطمئن اور خاموش کر دیا تھا -

نواب صاحب قبلہ نے اس موقع پر قوم سے معذرت کی ہے کہ وہ باایں ہمہ حالات خاموش نہ رہتے، مگر کچھ ترشب بیداری کی تکلیف و قدرتی ضعف و نقاہت کے سبب سے وہ فہرست کے ناموں کو غور سے نہ سن سکے، اور کچھ اس خیال سے بھی خاموش رہ گئے کہ مخالفت اس موقع پر موجب تفریق و نزاع ہوگی۔ اور پھر بصورت غلطی بعض نہایت درد انگیز لفظوں میں قوم سے معافی مانگی ہے، جنکو پڑھکر ہمارے دل پر سخت چوٹ لگی اور بے اختیار انکھوں میں آنسو آگئے۔ اول تو جس قوم کی حالت ایسی افسوس ناک ہو، جیسی کہ انکے مضمون کے ساتھ بغافل کرنے میں نظر رہی ہے، وہ اسکی مستحق ہی کب ہے کہ نواب صاحب قبلہ کی زبان مبارک اس کے آگے معافی خواہ ہو؟ اور پھر جو کچھ ہر ہم تو انکو یقین دلاتے ہیں کہ انکی خاموشی پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ انکی مجبوریاں راضع ہیں۔ ہم نے خود اسوقت محسوس کیا تھا کہ کرسی کی نشست انکے لیے سخت تکلیف دہ ہے۔ وہ بیٹھ نہیں سکتے اور گرازی سر کی شدت سے مضطرب الحال ہیں۔ ایسی حالت میں مشکل تھا کہ کارروائی کے احتساب کا وقت پاتے۔ بالقرع اگر یہ کوئی غلطی بھی تھی، تو اس مضمون کی اشاعت کے بعد اسکی تلافی ہوگئی۔ وہ کیسے درد انگیز لفظوں میں قوم سے رخصت ہونا چاہتے ہیں! حالانکہ کمبخت قوم کے پاس انکے بعد آؤر کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ انکے انفاس مبارک میں برکت دے اور ابھی عرصے تک انکا سایہ ہمارے سر پر فوٹہ رہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آئندہ سے میں نہ کسی جلسے میں شریک ہو سکوں گا اور نہ کوئی تحریر ہی لکھ سکوں گا۔ میں کہتا ہوں کہ آپ تو ان لوگوں میں ہیں، جنکا صرف قوموں میں رہنا ہی قوموں کی عزت و عظمت کیلئے کافی ہے۔ ہم کا یہاں سوال نہیں۔

تذڪري فتح

— \* —

## چٹلجا لائن پر ایک خونریز جنگ

— \* —

قسطونظيه ۱۹ مارچ

آج کا سرکاری بیان ہے کہ چٹلجا میں پیدل سپاہ کے ساتھ سخت خوفریز جنگ کے بعد ترکوں کو شاندار فتنہ حاصل ہوئی۔

مزید یہ کہ تری سپاہ تمام چٹلجا لائن پر دشمن کے ساتھ  
مستعدی سے مصروف جنگ ہے ۔

میں اپنی عظمت کا اعتراف کرانے کیلئے طیارے جسے لیے انکا زمانہ قیام حیدرآباد ہمیشہ مشہور رہا ہے۔

جر سانشي خاموشي ر تجاھل‘ اور جاھلانہ ر مقلدانہ تغافل انکي اس تحریر کي نسبت ظہور میں آیا‘ ہم بادب عرض کریگے کہ نواب صاحب اسپر ترجہ نہ فرمائیں - ہم سے زیادہ بہتر ارز زیادہ عملی طور ر انہیں معلوم ھے کہ حق کي معیت کیلیے اصلی سوال فرس کا ھے‘ نہ کہ نتیجہ کا - اسکي تکمیل نتیجہ کي محتاج نہیں ھے‘ بلکہ صرف اعلان کي - قوم کو اب تک اسکا چھینا ہوا دماغ واپس نہیں ملا ھے - وہ مسمومیزم کے معمول کي طرح اب تک اپنے اختیار میں نہیں ھے - کسی بات کیلیے غل مچائیے اور ایک ہی وقت میں بہت سی آوازیں بلند کر دیجیے‘ تو چاروں طرف سے منتشر گلہ آ آ کر جمع ہونے لگتا ھے - چپ رہیے تو کسی کو ہوش نہیں کہ کہاں چلنا چاہیے اور کون چرواھا ھے ؟

نیا غضب کی بات ہے کہ سال بھر سے یونیورسٹی کیلئے ایک روز قیامت پیدا ہے۔ جس کو دیکھیے آزادی کے شراب میں بد مسموم -  
 الخدڑوں میں یہی ذکر، جلسوں میں اسی کے رزلیشن، صحافتوں  
 میں اسی کا چرچا - پھر ۲۶ - دسمبر کو دیکھیے تو معلوم ہوتا تھا  
 کہ آزادی کے دیوتا کے یہ جانباز پوجاری نہیں معلوم آج کتنوں کا  
 خون سر کے رعبیں گسے ؟ لیکن جب معاملہ آخری منزل تک پہنچا  
 اور زہری ہوئے لگا ، جسکے خوف سے سال بھر تک آزادی کے  
 پیڑوں اور نیند نہیں آتی تھی ، تو سب کو اس طرح فریب کا سانپ  
 مہنگھہ کیدا کہ :

اب آنکھیں رھتی ہیں در در پھر بند !

نہ انور! سدا بہر سے چبھ رہے تھے کہ قورم کی قسمت: چند  
دعویں کے ہانہ میں دینا نہیں چاہتے، پھر یہ کیا تھا، حو  
جینے سے آفتہیں بند کر کے تم نے دیدیا؟

نردانی حساب کم ریش را !

پھر اُس وقت کو بھی جانے دو۔ کہا جائے گا کہ ہوش  
 . حواس ہی اُس کے درست تھے۔ لیکن کئی ہفتے کے بعد جب  
 نیمے کے ساتھ بڑے اور قابل احترام زبان نے واقعات پر سے  
 پردہ ہٹایا، تو اُس وقت تک تو ۲۸ - دسمبر کی چھٹی ہوئی  
 مغل واپس آگئی ہوگی۔ پھر بھی کسی کی زبان کھلی؟ کوئی  
 حسد معتمد سرا؟ کوئی رزیڈنٹ اُس کی گواہ؟

عرب صاحب قبلہ مطمئن رہیں - آج لوگ انکی آواز سے تغافل  
 نہیں ہیں لیکن دل نہیں کرسکیں گے - البتہ اس وقت محض تاسف  
 ہے کہ آج نلافی ملاقات کی فرصت باقی ہے -

جناب صاحب قبلہ کے مضمون سے اُنہی نے انشائات ہوئے ہیں :-  
 ابتدائی حصہ اگرچہ رد دیتے ہیں کہ رقت کم ہے - صرف ۲۶ - سے دیکھیے -  
 ان کے رد پر ٹیڈشن کے ممبروں کی فہرست مرتب ہوئی اور قرار پایا  
 کہ پہلے ممبروں کو قطعی طور پر رکھا جائے - ان کے چلے آنے کے بعد  
 دوسرے ارزا دی گئی ' اور بقول نواب صاحب کے اپنے آبائی  
 رے بے تفہیم کی طرح چار آدمیوں نے بیٹھ کر جس طرح جی میں آیا  
 ہم تفہیم کر لیا - کہا گیا کہ ہماری پارٹی کے نصف اور تمہارے  
 نصف ' چار جھگڑا ختم ہوا :

بردند و برادرانه قسمت کردند

اسی سربے کی قائم مقامی کا پتہ نہیں۔ بنگال سے ایک  
لکھی ہیں۔ دہلی سے بھی کسی کو نہیں لیا۔ پچھلے ممبر صاف

## افکار و حوادث

—:~:—

عرصہ ہوا، ہم نے (الہلال) میں چند افتتاحی مقالات لکھے تھے، اور مسلم یونیورسٹی کے خراب گراں کی اس تعبیر سہل کر (جر) آپریل ممبر تعلیم کے تعبیر نامے سے کمیٹی نے حاصل کی تھی (نشدۂ شام کی نصف شب سے موسوم کیا تھا کہ :

بنگتی نہیں ہے بادۂ ساغر کہے بغیر  
مگر یاد ہوگا کہ ہمارے بعض احباب نے اسے ناپسند فرمایا تھا۔  
شاید اس لیے کہ ایسا کہنا اُن جامہاے ہوش افکن کی تحقیر تھی  
جن کی پے در پے بخشش نے تشنہ کامران صحبت کی یہ حالت  
کردی تھی کہ :

حریفان را نہ سر ماند و نہ دستار !

لیکن وہ شراب ہی کیا، جس کا کیف و سرور نصف شب تک  
بھی سانس نہ دے، اور پہلی ہی پھر میں یہ حالت ہو جائے کہ  
جن ہاتھوں میں کچھ دیر پہلے شعلہ حیات سے لبریز جام تھے، اب  
دیکھیں تو شدت اعضا شکنی و زور احتضار خمار سے برف کی سل  
بذکر رہ گئے ہیں !

کہ زور آخر شود این نشہ دامن در خمار افتم  
بہر حال ہم نے اس تشبیہ کی صحت پر زیادہ اصرار بھی نہیں کیا :

سخت شرماء وہ، اتنا نہ سمجھتا تھا انہیں

چھینا ترنا تھا تو کوئی شک نہ بیجا کرتا

لیکن ۲۸ - دسمبر کو یادش بخیر لکھنؤ میں رات ۷  
”دربچے“ جو خلعت بادۂ گساری منعقد ہوئی تھی، ہم سمجھنے  
ہیں کہ اس کی صبح کاذب تو نمودار ہو گئی اور صبح صادق میں ہی  
دیر نہیں - تارے جھللا رہے ہیں، اور سفیدی پھیلتی جانی ہے -  
اگر نشہ شام کی نصف شب خمار میں بسر نہ ہوئی تو مان لیں  
میں ہمارا کوئی حرج نہیں، اب در بچے کی پچھلی پھر کی بندہ  
آئینوں کو دیکھنا چاہیے کہ صبح تک سرور قائم رہتا ہے یا نہیں ؟  
یہی سبب ہے کہ ہم نے گذشتہ اشاعتوں میں اس سرگزشت  
کی سرخی میں ترمیم کر دی - ہمارے دوست ”نشہ شام کو  
نصف شب“ پر معترض تھے - خبر، اب ”نشہ نیم شبی کی صبح  
خمار“ کو قبول فرمائیں :

کوئی توبات ہڈی کی ذلے

خندہ صبح قیامت ہی سہی !

ہم نے یہ تحقیق سنا ہے کہ اس صحبت کا خاتمہ گودربچے ہوا  
مگر آغاز بارہ بجے ہوا تھا - اس لیے ”نیم شبی“ کی ترکیب پر اعتراض  
نہ کیجیے -

لیکن جناب (نواب صاحب) قبلہ کی تحریر گرامی کی نسبت  
ہماری معروضات ابھی باقی ہیں - سب سے پہلے تو ان کے اس احسن  
عظیم و جلیل کا اعتراف کرنا چاہیے، جو باوجود علالت و ضعف  
و نقاہت یہ مضمون لکھ کر انہوں نے قوم پر کیا، اور اس خاموشی کی  
پوری تلافی ہو گئی، جس کے لیے جلسے میں وہ مجبور کیے گئے  
تھے - یہ مضمون فی الحقیقت نواب صاحب کی صداقت شعاری  
اور حق پرستی کی اُن آیات عظیمہ کا ایک شاندار حصہ ہے، جو ان کی  
حیات مبارک کو اس دور نفاق اور عصر فساد میں ممتاز و نمایاں  
کر دیتی ہیں، اور جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مخالف عناصر کا غلبہ، و  
مجبور کن اسباب کی کشاکش نہ ہو، تو ان کا وہ تاریخی کیریئر ہر معائنہ

”حمیدیدہ نے پہلے سرری لشکر گاہ پر دروازے میں گولہ باری کی -  
اس کے بعد سینٹ جان اور میڈرا پر آتش افشانی کرتا رہا - دشمنوں  
نے بڑی بڑی توپوں سے مقابلہ کیا مگر کچھ نہ چلی - یونانیوں کے  
سات جہازوں میں سے ایک اسی وقت غرق ہو گیا اور باقی بھی  
غرق ہو چکے ہوئے“ -

ریوٹر کے ۱۵ - کے تار سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے -

باب عالی کے ۱۷ - کے تار میں بیان کیا گیا ہے :

۱۶ - تک ادرنہ اور بلیر کی حالت میں کوئی تغیر نہیں ہوا -  
چٹلجا میں ہماری فوج دشمن سے کئی بار معرکہ آرا ہوئی  
سب میں دشمن کو شکست ہوئی - (کیلک کوئی) پر قبضہ  
کرتے ہوئے دشمن کو سخت نقصان پہنچایا -

بلقانی اتحاد کا خاتمہ  
بلقانی اتحاد کے خاتمے کے واقعات و حوادث اب دنیا کے سامنے آگئے  
ہیں - اور یہی ہونا تھا -

سلاویک کی خانہ جنگیوں کے واقعات محتاج تفصیل نہیں -  
یونانیوں اور سرریوں اور بلغاریوں میں ادھر سخت خوں ریز جنگیں  
ہوئیں اور دونوں طرف کے صدہا آدمی مقتول ہوئے - ان خبروں  
کے اخفا کی بڑی کوشش کی جا رہی ہے -

۱۸ - کو صوفیا سے تار آیا ہے کہ پارلیمنٹ میں مخالف جماعت  
نے حکومت کی پالیسی پر تنقید کرتے ہوئے کہا :

”سرری اور یونانی مفترکہ مقامات میں بلغاریوں کو گرفتار کر  
رہے ہیں - ان دنوں کے کشور ستانہ حوصلہ مدبیر کی وجہ سے اتحاد  
بلقان خطرہ میں ہے“ -

شاہ یونان کا قتل سب سے زیادہ اہم خبر اس سلسلے میں  
شاہ یونان کا قتل ۱۹۰۰ء ہے - اب تک  
قار نہایت مبہم حالت میں ہیں - صبح کی خبر تھی  
کہ کسی شخص نے سلاویک میں طمچہ کی ضرب سے قتل  
کر دیا - ۲ - بجے اتنا آزر اضافہ ہوا کہ وہ ایک راہ سے گذر رہے  
تھے کہ (ایکرواسکی نس) نامی ایک سوشلیسٹ نے سات نائی  
کے ایک طمچہ سے حملہ کیا - حملہ درگزر کے فاصلے سے لیا گیا تھا  
اور قاتل نے اپنا اظہار دینے سے انکار کر دیا -

ہم اس امر کو مشتبہ سمجھتے ہیں کہ فائل سوشلیسٹ تھا -  
کچھ عجب نہیں کہ بلغاری یا سرری ہو -

صلح کی نئی شرطوں کا صوفیا کے نیم سرکاری اخبار (میر)  
کے ذکر کیا تھا - اب ۱۸ - کے تار میں سرکاری طور پر وہ  
ظاہر ہو گئے ہیں - صرف گیلی پولی کو مطالبات سے مستثنیٰ کر دیا ہے -  
باقی تمام مقامات کا مطالبہ ہے - نیز تازان جنگ، اور بلغاری رعایا  
کیلئے خاص مراعات و رعایات کا -

دول شرائط کے سخت اور قابل ترمیم ہونے کا اعتراف کرتے ہیں -  
دول یورپ نے اپنی گذشتہ متفقہ یادداشت میں دھمکی دی  
تھی، کہ اگر ترکی کے صلح منظور نہ کی، تو خود قسطنطنیہ اور  
اور ایشیائی ترکی کی حفاظت خطرے میں پڑ جائیگی، اور نیز یہ کہ  
اگر دول سے امید مداخلت نہ رکھی جائے -

کامل پاشا نے عاجزی کا سر جھکا دیا تھا، اس لیے وہ ایسے ہی یاد  
داشتوں کا مستحق تھا، لیکن جب شوکت پاشا نے تلوار کے قبضے پر  
ہاتھ رکھا تو اب تک نہ تو قسطنطنیہ کے خطرے میں پڑنے کا وقت  
آیا ہے، نہ ایشیائی ترکی کے تباہ ہونے کا، اور نہ اب دول یورپ ہی  
کو مداخلت سے انکار ہے !!



ساتھ شروع کیس، مگر مامون نے ہمیشہ درگزر، عفو، اور نرمی و آشتی سے کام لیا۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ وہ (سجاح) اور (رشید) کا جانشین تھا، اور اسی تخت پر بیٹھا تھا، جس پر (متوکل) بیٹھنے والا تھا۔ پس حضرت امام کو رلی عہد مقرر کرنے کا اصلی سبب قوی، محبت اہل بیت اور ولولہ شغف خاندان علی نے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

ایک اور سیاسی سبب

البتہ صرف ایک سبب اور ہے، جو اس کے ذیل میں بیان کیا جاسکتا ہے، اور میں اس کو سیاسی نظر سے واپس سمجھتا ہوں۔ یعنی (عجمی) اقتدار کی افزائش، اور عربی قوت کو ضعیف کر کے کی تحریک، جو فی الحقیقت آغاز عہد عباسیہ سے شروع ہو گئی تھی۔ ہر ایک، آل نوبخت، اور خاندان سہل وغیرہ یکے بعد دیگرے اس کے ارکان و دھات میں سے رہے، اور خود مامون کا وجود عجمی اثر کی فتح یابی کا ایک واقعہ تھا۔ ہارون الرشید کے زمانے میں جب (امین) اور (مامون) کی رلی عہدی کی رقیبانہ کشمکش ہو رہی تھی، تو وہ دراصل عجم و عرب کی مذہب و مسابقت کی معرکہ آرائی تھی۔ مامون کی کامیابی نے عجمی اقتدار کو قائم کر دیا، اور سادات و علویئین کی طرفداری، اس وقت تک عجم کا سیاسی مذہب تھا۔

طبری، ابن اثیر، ابن عبد رب، اور فخری وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ حضرت امام رضا کی رلی عہدی کا معاملہ دراصل (فضل بن سہل) کے ہاتھوں انجام پایا۔

پس اس رلی عہدی کا ایک دوسرا سبب قوی یہ بھی تھا کہ اس کے ذریعہ بنی ہاشم و عموم عرب کا زور توڑا جائے، اور عجمی اقتدار ہمیشہ کیلئے تخت خلافت پر قابض و محیط ہو جائے۔

بہر حال سبب کوئی ہو، مگر یہ رلی عہدی ایک سچی خواہش اور ارادے کا نتیجہ تھی۔ مکر و خدع اور حیلہ طراشی نہ تھی، گو آرزو صدہا موقعوں پر ایسا بھی ہوا ہو۔

رلی عہدی کے بعد

البتہ اصلی سوال یہ ہے کہ جب (امام رضی) کی رلی عہدی کا اعلان ہو گیا، اور اس کی وجہ سے تمام بغداد میں برہمی پھیل گئی، حتیٰ کہ مامون کی خلافت بھی قائم نہ رہی، اور اس کی بیعت توڑ کر لوگوں نے ابراہیم مبارک کو تخت پر بٹھا دیا، تو یہ مخدوش اور تخت خلافت کو الت دینے والا رنگ دیکھ کر مامون مجبور تو نہیں ہو گیا کہ اپنی حکومت اور ذات کے تحفظ کیلئے اُس سبب کا انسداد کر دے، جس کی وجہ سے یہ تمام نتائج پیدا ہوئے ہیں؟

شخصی حکمران کیلئے اعتقاد کوئی چیز نہیں

شخصی حکومتوں کی حالت اس بارے میں بالکل ناقابل اعتماد ہے۔ منٹوں اور لمحوں کے اندر تغیرات ہو جاتے ہیں، اور کسی حالت کو دوام و قرار نہیں ہوتا۔ شخصی حکمرانوں کے سر پر تاج ہوتا ہے، مگر پہلو میں دل نہیں ہوتا۔ ان کے تمام جذبات ”تاج“ کی حفاظت کے ماتحت ہوتے ہیں اور اس بارے میں وہ گویا انسان کی عام فطری جبلت کے علاوہ ایک نئی جنس خاص بن جاتے ہیں۔ محبت و عداوت، احسان و مہنویت، رشتہ داری و تعلقات نسل، اور اس قسم کے وہ تمام جذبات، جن کو اخلاق، فطرۃ انسانی میں داخل بتلاتا ہے، ان کے لیے بالکل بے اثر ہیں، اور اسمیں شک نہیں کہ اس بارے میں وہ ملامت کے مستحق نہیں بلکہ رحم کے حقدار ہیں۔ انسان پر سب سے زیادہ غالب جذبہ، حفظ نفس اور جلب نفع کا ہے۔ اس کے تمام اعمال ارادی کا محور یہی جذبہ ہے۔ شخصی

یچہد اعدا افضل علی بن موسیٰ سے بڑھ کر صاحب علم و زور و لاعلم من علی و تقویٰ نہ پایا۔ پس انہی کو بن موسیٰ۔ فلذلك عقد اپنے بعد رلی عہد خلافت مقرر نہ العہد من بعدہ۔ کیا۔

عباسیوں کا لباس رسمی سیاہ تھا، اور علویوں کا سبز۔ بیعت کے بعد اُس نے احکام جاری کیے کہ آج سے سیاہ لباس ترک کر دیا جائے، تمام فوج و اعیان ملک سبز لباس اختیار کریں۔

اس واقعہ نے تمام عباسیوں اور بنی ہاشم میں برہمی و غیظ و غضب کی آگ بھڑکا دی۔ لوگوں نے علانیہ کہنا شروع کیا: لاخرج الخلافة من اہل بیت۔ یہ ممکن نہیں کہ خلافت ہمارے ہاتھ سے سالیہ نکلے۔ ہم رے دشمنوں (سادات و علویئین) کے عدائے! ہاتھ میں چلی جائے۔

(مامون) خراسان میں تھا۔ دارالخلافت بغداد میں تمام لوگ اسی طرف سے پھر گئے۔ یہاں تک شورش بڑھی کہ علانیہ اس کی بیعت توڑ کر اس کے چچا (ابراہیم بن المہدی) نے ہاتھ پر بیعت لی۔ (مبارک) کے لقب سے وہ تخت پر متمکن ہوا۔ (اغانی) نے لکھا ہے کہ چونکہ ابراہیم شعر و موسیقی میں درجۃ امتیاز رکھتا تھا، سلیے مشہور شاعر (ابو مراس بن حمدان) نے یہ شعر لکھا:

مکرم علیہ ام منہم، و کان لکم

شیخ المغین ابراہیم ام لہم؟

• من کا تدبیر اور ابتکار

مامون الرشید نے عباسیہ کے استحقاق خلافت کے ایسے عظیم الشان اور بنیادی مسئلہ میں کیوں تعبیر کیا؟ اور کیوں بنی ہاشم و عباسیہ کی دشمنی مول لی؟

میں ایک لمحہ کیلئے بھی اس کو تسلیم نہیں کر سکتا (جیسا کہ بردارن شیعہ کا خیال ہے) کہ یہ محض ایک مکر و خدع اور حضرت امام کو شہید کر کے کی ترکیب تھی۔ اگر مامون کے تشیع اور محبت اہل بیت کی واقعیت سے انکار بھی کر دیا جائے، جب بھی یہ سوال باقی رہتا ہے کہ ایسا کرنے کی اس کو ضرورت ہی کیا تھی؟ تو کسی سبب سے (حالانکہ وہ معلوم نہیں) حضرت امام کو وہ شہید ہی کرنا چاہتا تھا، تو دیا اس کی یہی تدبیر تھی کہ ایک ایسا عظیم الشان وغیر مسئلہ خلافت میں کرے، اور تمام دنیا کو اپنا دشمن بنا دے، پھر اُس کے بعد ان کو شہید کر دے؟

اصل یہ ہے کہ مامون کی محبت اہل بیت اور مذاق تشیع سے انکار کرنا، تاریخ کی شہادات موقوفہ کی بلا وجہ توہین ہے۔ آسنے (برا مکہ) کی گودوں میں پرورش پائی تھی جو شیعہ تھے۔ عجمیوں کی سوسائٹی میں رہا، اور اس وقت تک شیعیت کو سیاسی لحاظ سے مخصوص بعجم سمجھنا چاہیے۔ تخت نشین ہونے کے بعد بھی اس کا ساتھ (خاندان سہل) کے ساتھ رہا اور یہ شیعہ تھے۔ اُس نے عین کر دیا تھا کہ ”جو شخص معاریہ کو اچھا کہے گا، دائرۃ طاعت سے باہر ہے“ (متعہ) کی حالت کا جیسا شدید اور جاہلانہ ہم آس نے دیا تھا، وہ تاریخوں میں موجود ہے۔ حضرت امیر عبد السلام کی افضلیت کی نسبت اس کے مباحثے طول طویل ہیں۔

خلیفہ عمر ابن عبد العزیز نے باغ (فدک) سادات کو دیدیا تھا، مگر پھر اس کے بعد ان کے قبضے میں نہیں رہا۔ مورخین نے تصریح کی ہے کہ مامون الرشید نے دو بارہ سادات کو واپس کر دیا کہ انہی کا حق ہے۔

تمام عباسیہ میں اسی کا عہد ہے کہ سادات و علویئین کی قدر و منزلت، حتیٰ کہ ملکی عہدوں پر فائز ہونے کے واقعات نظر آتے ہیں۔ اسے زمانے میں سادات نے متعدد فوجی تحریکیں دعوت خلافت کے

میں مصلحت عمومی کا قائل ہوں، مگر اسکا قائل نہیں کہ کسی خوف سے تاریخی تحقیقات و مذاکرات و مذاکرات کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ تاہم غالباً سید علی غضنفر صاحب ایک مفید وقت اور نافع عموم اہل اسلام تحریک کی دعوت دے رہے تھے۔ مذکورہ نہیں کہ رہے تھے۔ وہ وقت گذشتہ الزاموں کی یاد تازہ کرنے کا نہ تھا۔

تاہم معاف کیجیے۔ آپ کو بھی اسپر برہم ہونے کی چندال ضرورت نہ تھی۔ دیکھیے، مسٹر امین الدین صاحب بیرسٹر تھے۔ نے گذشتہ اشاعت میں اپنا تمام وقت اصل تحریک کی نسبت کس طرح مشورہ دینے میں صرف کیا، اور ان امور سے غص بصر نہ اس غلطی کی پیروی نہ کی، جو سید صاحب سے ہوئی تھی۔

بہر حال اب آپ پرچھا ہے تو کیا کروں اگر جواب نہ دے دوں؟

سر دست ان بحثوں کی ضرورت نہیں دیکھتا۔

واقعہ شہادت حضرت امام رضا (ع)

— \* —

حضرت امام (علی بن موسی الرضی) علیہ وعلیٰ ابائہ و اجداد الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا واقعہ آج ہی نہیں، بلکہ غالباً واقعہ وقت ہی سے مشتبہ رہا ہے۔ عام تاریخوں کا ابتدائی بیان تو یہ ہے کہ انکی موت کا سبب یہ ہوا کہ انکی بہت کثرت سے کہا لیے تھے، جنہوں نے فمات فجاءہ۔ (مختصر) نقصان پہنچایا اور ایک انتقال الدول (صفحہ ۲۳۳) فرما گئے۔

لیکن یہ سبب اسقدر مہمل اور بے معنی ہے کہ کوئی شخص تسلیم نہیں کر سکتا۔

پس اسمیں شک نہیں کہ آپکو انگور میں زہر ملا کر دیا گیا جس طرح آجکل کی سرکاری خبریں ہوا کرتی ہیں، اسی طرح سرکاری اعلان میں انتقال کی وجہ یہ بیان کی گئی ہوگی کہ انکی موت سے انگور کھا گئے تھے!

اس امر کی اسی زمانے میں کافی شہرت ہو گئی تھی انتقال زہر کی وجہ سے ہوا۔ چنانچہ (کاتب عباسی) سے ابن اثیر وغیرہ تک، سب زہر خورانی کو تسلیم کرتے ہیں، اور اس نسبت خاص خاص تفصیلات بھی بیان کرتے ہیں۔

ایام مقل کا امامی ملزم

لیکن زہر کس نے دیا؟

انصاف یہ ہے کہ اس بارے میں (مامون الرشید) کا داہ مشتبہ ضرور ہے، اگرچہ ہمارے پاس دلیل قطعی کوئی نہیں، دونوں پہلو قوی ہیں، اور سوء ظن سے اجتناب شاید قرن احتد سمجھا جائے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ تاریخ کی راہ مذہبی عقیدت اور حہ ظن کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ یہاں بحث ”ابن عم رسول اللہ (صلعم) کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مسلمان حکم۔ مامون الرشید نامی شخص کی نسبت ہے۔

انتقال خلافت اور عباسیہ کی برہمی

انجام کی تفصیل یہ ہے کہ سنہ ۲۰۰ - ہجری میں مامون الرشید نے ارادہ کیا کہ اپنے بعد کسی شخص کو ولی عہد مقرر کر دے۔ غرض سے اس نے تمام بنی عباس و علویین کو جمع کیا اور عرصے کے غور و فکر کے بعد ایک مجلس منعقد کر کے حضرت امام (علی بن موسی الرضی) کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا:

انہ نظر فی بنی العباس اس نے تمام خاندان عباس و بنی علی، فلسفہ پر نظر ڈالی، لیکن کسی شخص کو

[ ۴ ]

# الہلال

۱۰ رجب الثانی ۱۳۲۱ ہجری

— \* —

## اسئلۃ واجوبتها

— \* —

خلیفہ مامون الرشید عباسی

از

ارام قنل حضرت امام رضا (ع)

— \* —

از مولانا محمد حسین صاحب (بیرسٹر علائقہ نظام)

— \* —

الہلال نمبر ۸ - جلد ۲ - مورخہ ۱۹ - کے صفحہ (۱۳۸) کے دوسرے کالم میں بعنوان ”اعلان“ یہ تاریخی غلطی دیکھ کر مجھے سخت حیرت ہوئی کہ جذاب سید علی غضنفر صاحب نے مامون الرشید عباسی کو حضرت امام علی ابن موسی الرضی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قائل قرار دیا ہے۔ تمام صحیح تاریخوں نے (جذکے نام گذار مجھے اپنی قابلیت ظاہر کرنے کے ضرورت نہیں) مامون الرشید کو مجیب اہل بیت ظاہر کیا ہے اور حضرت امام علی ابن موسی الرضی علیہ السلام کو اپنے بعد خلیفہ قرار دینے کا ذکر کیا ہے۔ ایسے جلیل القدر خلیفہ اور محب اہل بیت پر حضرت امام کو ”مہمان“ بلا کر دعا سے شہید کر نیکا الزام لگانا، اس شخص کو اور بدتر حضرت امام کے روح مطہر کو تکلیف دینا ہے۔ اگر جذاب کو فرصت ہو اور الہلال کے پیش قیمت کالموں میں کچھ گنجائش نکل سکے، تو براہ کرم اس تاریخی مسئلہ پر کچھ تھوڑا سا تحریر فرما کر ممدون فرمائیں۔ قطع نظر اس تاریخی غلطی کے عدوان اعلان کے نعت میں اس بے محل واقعہ کا بیان کرنا جسقدر صاحب اعلان کی خوش صداقتی ظاہر کرتا ہے، الکا ذکر خارج از بیان ہے۔ ایک جلیل القدر مسلمان بادشاہ اور ابن عم رسول اللہ صلعم کو برا کھڑے ہمارے جذبات سے اپیل کرنا کہ ”ایک مجلس عزائے حضرت امام علی ابن موسی الرضی علیہ السلام مقرر کریں اور روسیوں کے ساتھ مامون الرشید بے گناہ کر بھی برا کھڑے ایک دوسرے سے رسم نعت ادا کریں اور اس طرح ارواح طیبہ حضرات معصومین کو شاہ کریں“ کس قدر غلط و ناموزن و فتنہ انگیز طریقہ ہے؟

## الہلال

میں جذاب سے اس خیال میں بالکل متفق ہوں کہ مولوی سید علی غضنفر صاحب نے اظہار مقصد کیلئے اچھا بیاریہ اختیار نہیں کیا، حالانکہ انکے اختیار میں تھا۔ وہ بغیر ایک مختلف فیہ تاریخی لازم کو چھیڑنے کے، اپنا مقصد اچھی طرح انجام دے سکتے تھے۔

آٹھ دن تک یہ حالت قائم رہی، لیکن جب اُس نے دیکھا کہ عباسی اس بارے میں اعتراض کر رہے ہیں، تو معاً حکم دیدیا کہ لباس بالکل بدل دیا جائے اور وہی پرانا عباسی شعار، یعنی سیاہ رنگ کے کپڑے سب پہن لیں!

#### واقعہ کا دوسرا پہلو

— \* —

یہاں تک ہم نے جو کچھ لکھا، وہ (مامون) کی شرکت قتل کے قرائن اور قیاسات تھے، جنکو سادہ و قدرتی ترتیب کے ساتھ ہم نے پیش کر دیا۔

لیکن اسکے ساتھ ہی ایک دوسرا پہلو بھی تاریخی وقعت، اور قرائن عقلی کی نقربیت، درنو چیزیں رکھتا ہے، اور انصاف کے خلاف ہے کہ اسکی طرف سے آنکھیں بند کر لی جائیں۔

(مامون) مصلحت وقت کی وجہ سے مجبور ہو گیا تھا۔ امام علی رضا کا دشمن نہ تھا۔ لیکن تمام عباسی تو رلی عہدی کے بعد سے قطعی انکے جانی دشمن ہو گئے تھے۔ پھر کیا عجب ہے کہ انکے اور مامون کے مخالفین نے خود کوئی سازش کی ہو، اور انکوڑ میں زہر ملا کر دیدیا ہو؟

جو مورخین (مامون) کی شرکت قتل کے مخالف ہیں، وہ اسی پر زور دیتے ہیں کہ مخالفین مامون و حضرت رضا نے ایک سازش کر کے یہ معاملہ انجام دیا۔

مخالفین امام قند

انکے دلائل کی وقعت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ سب سے زیادہ قدیم رائے اس بارے میں مورخ یعقوبی مشہور ہے (ابن واضح کاتب عباسی) کی ہے۔ وہ تیسری صدی کا مشہور مورخ ہے، اور عہد مامونی کے تمام واقعات خود اُس عہد کے لوگوں سے روایت کر کے بیان کرتا ہے۔ اسکا بیان ہے کہ یہ سازش (علی بن ہشام) نے کی تھی۔ مامون کو اس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

(ابن اثیر) بھی اس واقعہ سے انکار کرتا ہے، اور بعد کو جتنی تاریخیں لکھی گئیں، سب میں شرکت مامون کے خیل کو (قیل) کے ساتھ لکھا ہے، اور اسکی صحت پر زیادہ زور نہیں دیا ہے۔

(یعقوبی) کی شہادت کو اس لیے قوی سمجھا جاتا ہے کہ وہ بظاہر شیعیت کی طرف مائل نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر اڈورڈ مائیک (جو ایک بے طرف اور مسیحی مصنف ہے) اکتفا، القسوع میں لکھتا ہے: "کان یعیل فی غرضہ 'لی الشیعة' درن اسدیہ"۔ قرب عہد اور تقدم زمانہ اسپر مستزاد ہے۔

البتہ متأخرین میں (فخر الدین ابن الطقطقی) نے زیادہ پھیلا کر اور ایک حد تک قوی لب و لہجہ میں اس الزام کو لکھا ہے۔ لیکن اسکی نسبت مخالفین الزام کہہ سکتے ہیں کہ وہ عباسیہ کا سخت مخالف تھا۔ حتیٰ کہ قتل معنصم اور فتنہ ناچار و بردادی بغداد کے واقعہ پر بھی چنداں متاسف نہیں۔

حاصل تحقیق و تعقد

پس ایسی حالت میں سچ یہ ہے کہ کسی خاص پہلو کو ترجیح دینا مشکل ہے۔ واقعہ ہی نوعیت اور اسکے گرد و پیش کے حالات اس طرح کے ہیں کہ (مامون الرشید) کا پوزیشن مشتبہ ضرور ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ممکن ہے کہ عام مخالفین امام نے یا بقول (ابن واضح) علی بن ہشام نے ایسا کیا ہو۔

بہر حال کوئی قطعی رائے بحالت موجودہ نہیں دی جا سکتی۔ ہمارے نزدیک درنوں پہلو ممکن الوقوع ہیں۔

ثابت ہے کہ خود قتل کا اقرار کرتے ہو۔ زہا میرا حکم دینا، تو یہ محض تمہارا دعوا ہے، جس کے لیے کوئی دلیل نہیں! "بہر حال انکو قتل کر دیا اور انکے سروں کو حسن بن سہل کے پاس بھجوا دیا اور فضل کے مرنے پر تعزیت کی اور اسکی جگہ اسکو مقرر کیا۔

در حقیقت (مامون الرشید) کی اصلی حکومت اسی دن سے شروع ہوئی ہے، جس دن امام علی رضا نے اسکو ملک کی حالت سے ناخبر کیا، اور یہ انکا حکومت مامونی پر ایک احسان عظیم ہے۔ یونکہ نر (ذری الریاستین) تھوڑے دن آرز زندہ رہتا، تو مامونی خلافت کا بالکل خاتمہ تھا۔

بہر حال (مامون) نے ملکی شورش کا پہلا علاج تو یہ کیا۔ اب کے بعد اس شورش کی علت اصلی، یعنی خلافت کا خاندان عباسی سے سادات میں منتقل ہونا، اور امام علی رضا کی رلی عہدی مسئلہ درپیش تھا۔

باب شہادت امام رضا

مامون کو معلوم ہو گیا تھا کہ میں سادات کی دوستی کے ساتھ ہی صرح تخت خلافت پر قائم نہیں رہ سکتا۔ عباسیوں نے ابراہیم کے ساتھ پر بیعت کر لی ہے، اور اگر اسکو شکست دے بھی دیگئی، تب بھی یہ فتنہ ایسا نہیں ہے جو پھر نہ اُبھرے۔

(ذری الریاستین) کی قوت پر اسکو بڑا بھروسہ تھا، لیکن مجبوراً وہ ہی آئے ہانہ سے کھونا پڑا۔ پس اسکے سوا اب چارہ نہ تھا کہ سادات کی خواہش کے آگے سر جھکا دیا جائے اور جس علت نے شورش پیدا کی ہے، اسکو دور کر کے تلافی مافات کی جائے۔

سفر کرتے ہوئے سنہ ۲۰۳ - میں (مامون) طوس پہنچا، چند دنوں کیلئے ٹھہر گیا کہ (ہارون الرشید) کی قبر یہیں تھی۔ حضرت امام علی رضا بھی اسکے ساتھ تھے۔ دفعۃً بیمار ہوئے اور دفعۃً قتل ہو گئے۔ صرت کی علت مسموم انگوروں کا کھانا ایک مسلم لکھ ہے۔

مامون نے انکی وفات پر نہایت سخت ماتم کیا، یہاں تک کہ دن تک قبر کی مجاوری کی۔

جنزے کے ساتھ ننگے سر چلکر مشائعت کی اور حکم دیا کہ (ہارون الرشید) کی قبر کھود کر اسی میں اپکو دفن کیا جائے، تاکہ اسی صرت سے رشید کی مغفرت ہو۔

چندان اہل بیت کے مشہور مداح (دعبل) نے اسی واقعہ ہی سے عجز لکھی تھی:

ما ینفع الرجس من قرب السدکی، ولا

علی السدکی بقرب الرجس من ضرر

وفعات کا یہی حصہ ہے، جہاں پہنچکر مامون کا دامن مشتبہ خد ہے، اور قرین قیاس و عقل معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بدست (ذری الریاستین) کے ساتھ برتی تھی، وہی امام علی رضا کے ساتھ برتنے پر مجبور ہو گیا ہو۔

بہ یقینی ہے کہ عباسی شورش کے بعد (مامون) کے اُس طرز عمل میں پورا تغیر ہو گیا تھا جو اس سے پہلے سادات و علویئین کے ساتھ تھا۔ شعار علویئین (لباس سبز) کے اختیار کرنے میں اسکا تم بیخ اور گزر چکا ہے۔ جب سنہ ۲۰۴ - میں خراسان سے واپس پہنچا، تو خود اسکا اور اسکے ساتھیوں کا لباس سبز تھا۔ جو سردار میں آتے تھے، وہ بھی سبز لباس ہی پہنے ہوئے تھے۔



کرام میں تو کوئی شک نہیں، لیکن خاندان عباسیہ کی مخالفت اور برہمی نے اسکو مجبور کر دیا۔ ورنہ وہ خود اپنی رائے پر قائم اور مستقیم تھا۔

زلی عہدی کے واقعہ نے تمام بغداد میں بغلوت پھیلا دی تھی۔ اور (ابراہیم) کے ہاتھ پر بیعت بھی لی جا چکی تھی، لیکن (ذری الریاستین) کی دربار خلافت پر حکومت تھی۔ اس نے (مامون) کو ملک کی حالت سے بے خبر رکھا۔ کوئی شخص بغیر اس کے حکم کے کوئی خبر مامون تک نہیں پہنچا سکتا تھا۔ ۵۰۰ھ میں نے جرأت کی، مگر (ذری الریاستین) کے دسائس کا شکار ہوا۔ یہاں تک کہ (حسن بن سہل) مقابلے کیلئے روانہ ہو گیا، اور پھر بھی (مامون) کو یہی خبر دی گئی کہ ”ابراہیم بغداد میں نائب الریاست کی حیثیت سے کام کر رہا ہے، کوئی خدشہ کی بات نہیں“

امام رضا کا مامون پر احساس عظیم

یہ حالت دیکھ کر امام (علی رضا) سے صبر نہ ہوسکا۔ وہ ایک دن اُن

اور مامون سے کہا :

یا امیر المومنین ! بغداد میں لوگ آپ کے مخالف ہو گئے ہیں۔ اس سبب سے کہ آپ نے مہاجر زلی عہد مقرر کیا، اور سبز لباس کی جگہ سبز لباس پہننے کا حکم دیا۔ انہوں نے آپ کی بیعت توڑ دی ہے، اور آپ کی جگہ آپ کے چچا ابراہیم بن مہدی کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں۔

المہدی (الفخری

صفحہ ۲۰۰ -)

اب (مامون) کی آنکھیں کھلیں۔ وہ اب تک (ذری الریاستین) کے ہاتھ میں اسی طرح ایک عضو معطل تھا، جیسے وہ عرصے تک (اکبر) بیروم کے ہاتھ میں رہا تھا۔ اسکو اپنی بے خبری اور معطلی کے حس کے ساتھ اُس طوفانِ ہلاکت کا بھی علم ہوا، جو اہل بیت کی محبت اور امام رضا کی زلی عہدی کی بدولت اسکی طرف بڑھ رہا تھا۔

تاریخ مشاہدے کا نام نہیں ہے، بلکہ روایت کا، اور پھر قرائن و تجسس، ظنونِ غالبہ، اور بحث و تعلیل کا۔ غور کرنا چاہیے وہ قدرتی طور پر (مامون) اس وقت کن خیالات سے درچار ہو رہا؟ اور حفظ حکومت و نفس کے کن مصالح وقت کو پیش نظر کر دیا ہو گا؟

دسیسہ قتل ذری الریاستین

اُس نے بھی کیا جو ہر شخص حکمران ایسے موقع پر کرتا ہے۔ ایک جماعت باہر کے لوگوں کی (ذری الریاستین) کے پیچھے لگا دی۔ ندس جماعة علی فضل جماعت نے ایک جماعت فضل کے قتل کیلئے خفیہ لگا دی، جنہوں نے اسکو حمہ فی الحمام نم اخذ ہم وقد مهم لیضرب اعنا قہم فقالوا له : انت امرتنا بذنک، ثم تقتلنا؟ فقال لهم : انا اقتلکم باقرارکم، واما ما ادعیتہ علی

اُس نے بھی کیا جو ہر شخص حکمران ایسے موقع پر کرتا ہے۔ ایک جماعت باہر کے لوگوں کی (ذری الریاستین) کے پیچھے لگا دی۔ ندس جماعة علی فضل جماعت نے ایک جماعت فضل کے قتل کیلئے خفیہ لگا دی، جنہوں نے اسکو حمہ فی الحمام نم اخذ ہم وقد مهم لیضرب اعنا قہم فقالوا له : انت امرتنا بذنک، ثم تقتلنا؟ فقال لهم : انا اقتلکم باقرارکم، واما ما ادعیتہ علی

اُس نے بھی کیا جو ہر شخص حکمران ایسے موقع پر کرتا ہے۔ ایک جماعت باہر کے لوگوں کی (ذری الریاستین) کے پیچھے لگا دی۔ ندس جماعة علی فضل جماعت نے ایک جماعت فضل کے قتل کیلئے خفیہ لگا دی، جنہوں نے اسکو حمہ فی الحمام نم اخذ ہم وقد مهم لیضرب اعنا قہم فقالوا له : انت امرتنا بذنک، ثم تقتلنا؟ فقال لهم : انا اقتلکم باقرارکم، واما ما ادعیتہ علی

فرماں رزائی کا تاج کو لعل و جواہر کا ہوتا ہے، مگر اسکے اندر ہلاکتوں اور خطروں کے کانٹے بھرے ہوتے ہیں۔

منصور نے (ابو مسلم) کے ساتھ کیا کیا اور اُس نے کیا کیا تھا؟ اُس نے چہ سو برس تک رہنے والی حکومت دلائی اور منصور چند لمحوں کی زندگی دینے پر بھی راضی نہ ہوا! (ہادی) کی موت کا واقعہ بھلایا نہیں جا سکتا، جو اسی خاندان کا واقعہ ہے۔ (برامکہ) کے ساتھ (رشید) کا جو کچھ تعلق تھا، وہ محتاج تشریح نہیں۔ اور سب باتوں سے قطع نظر کیجیے۔ خود تخت خلافت کے ملنے میں (یحییٰ برمکی) کی مساعی کیسی عظیم و یاد گار تھیں؟ مگر اس شخص کی حکومت اور پولیٹیکل مجبوری نے جو کچھ (رشید) سے کرایا، وہ تاریخ عباسیہ کا ایک مشہور افسانہ غم ہے۔ (امین) مامون کا بھائی تھا۔ جب قید خانے میں اسپر تلوار چلائی گئی تو اس نے تکیے کو ڈھال بنا کر کہا : ”انا ابن عم رسول اللہ! انا ابن ہارون! انا اخو المامون! اللہ اللہ فی دمی! اللہ اللہ فی دمی!“ میں رسول اللہ کے چچا کا فرزند ہوں! ہارون کا بیٹا ہوں! مامون کا بھائی ہوں۔ ظالمو! میرے ساتھ یہ کیا کر رہے ہو؟ لیکن کچھ نہ چلی اور بالآخر قتل کر دیا گیا۔ (ذری الریاستین) نے (مامون) کے ساتھ بھی کیا تھا، جو (ابو مسلم) نے منصور کے ساتھ (بیروم) نے (اکبر) کے ساتھ، اور (میدر جملہ) نے (عالمگیر) کے ساتھ، مگر بالآخر جب اسکا اقتدار بڑھا اور (ابو مسلم) کی سی حالت پیش آئی، تو اُسی حکومت کے تحفظ کیلئے (جو اسکی سعی سے ملی تھی) مجبور ہوا کہ چند آدمیوں کو بھیج کر حمام میں قتل کرا دے!

(طاہر) ذوالیمینین کے ساتھ بھی اسکو ایسا ہی سلوک کرنا پڑا۔ خاندانِ آل عثمان کی تاریخ پڑھیے۔ آخر وہ بھی تو انسان تھے، جنہوں نے اپنی اولاد کو قتل کرایا، اور بھائیوں کے قتل کے واقعات کو تو کون شمار کر سکتا ہے؟

(شاہجہان) اور (اوزگ زیب) اسی کمبخت شخص کی حکومت کیلئے جن کاموں پر مجبور ہوئے، انکے لیے درجائے کی ضرورت نہیں۔ ہم جب اُن لوگوں کی نسبت بحث کرتے ہیں، تو ہمارا ہاتھ اپنے دل پر ہوتا ہے، جو نسی کے تلے میں کانٹا چبے تو تپ جاتا ہے۔ اُس دل کو بھول جاتے ہیں جسکو چتر شاہی اور قاج حکومت کے سایے میں پتھر اور لوہے کا بنکر رہنا پڑتا ہے۔

اس بارے میں خود (مامون) کا کیریئر ہمارے سامنے ہے۔ ہم نے اُن واقعات کی طرف سرسری اشارہ کیا کہ تفصیل کی گنجائش نہیں۔ آپ براہ کرم تاریخوں پر نظر ڈالیں۔

مامون کے طرز عمل میں انقلاب

دیکھیے۔ (مامون) کی محبت اہل بیت اور میلان تشیع پس قدر ہیں، اور اسکی صداقت کیسی ناقابل انکار ہے؟ سنہ ۲۰۱ - ہجری میں اُس نے خود ہی سیاہ لباس کی ممانعت کر کے اور سبز لباس لازمی قرار دیکر تمام خاندان کو دشمن بنا لیا تھا، لیکن بالآخر جب مجبور ہوا، تو چہ برس کے بعد بالکل اسکے متضاد اور برعکس حکم جاری کیا کہ ”تمام سادات اپنا ممتاز لباس سبز ترک کر کے، اسکی جگہ آل عباس کا سیاہ لباس اختیار کریں، اور آئندہ سے دربار میں انکو آنے کی اجازت نہیں“

غور فرمائیں کہ (مامون) کے طرز عمل میں یہ کیسا عظیم الشان انقلاب تھا؟

مامون کی مشکلات

حقیقت یہ ہے کہ (مامون) کے الفت و محبت اہل بیت

# مقالہ

ہر گل نو ز گلرخے یاد ہمی کند زلی  
گوش سخن شنو کجا دیدہ اعتبار کو؟

\*\*\*

لیکن باوجود اسکے بہت سے آنکھیں ہیں جو ”علی ابصار ہم غشاہ“ کا مصداق ہیں۔ ان پر غفلت کے غلیظ پردے پڑے ہوئے ہیں، اور وہ دیکھنے نہیں دیتے کہ گرد و پیش کیا ہو رہا ہے؟ خواب غفلت کا زہر رگ رگ میں سرایت کر گیا ہے اور آلم و مصائب کے ظالم ہانہ اور ذلت و خواری کی بیدرد تھوکریں بھی بیدار نہیں کر سکتیں۔ لیکن جب ایک جسم خوابیدہ ایک طرف تو زور زور سے جھنجھوڑا جا رہا ہو اور دوسری طرف بے نکان تھکرایا جا رہا ہو، اور اس پر بھی آنکھیں نہ کھولے، تو جان لیجیے کہ وہ جسم خفتہ نہیں بلکہ لاش مردہ ہے اور اس غفلت کی موت کے لیے مناسب جگہ، دنیا کا ستر نہیں بلکہ ذلت کی رہ گور ہے، جو ماضی کے ہاتھ اسکے لیے بھود رہے ہیں، اور مستقبل گم نامی کا پردہ اپنے ہاتھ میں لیے منتظر ہے۔

\*\*\*

یہ چند اضطراری خیالات ہیں جو زبان قلم سے بے ساختہ نکل رہے ہیں، اور جنکا حیرت تحریر میں آنا ناگزیر۔ اس لیے کہ اگر دل و دماغ سے اُٹتے ہوئے اس طوفانِ فکر کو کاغذ پر پھیلنے کی اجازت نہ دیجائے، تو اب حق بڑھ قلب کے درج جانیکا سخت اندیشہ ہے۔

(۲)

مضمون کی ابتدا ایک مشاہدہ سے کی گئی۔ شرابی کا افسانہ بیان کرنے سے مقصود ایک محسوس مثال دیکر ”عبرت“ کی ماہیت ذہن نشین کرنا تھا۔ ”عبرت“ منجملہ ان ہزاروں الفاظ کے ہے جو اگرچہ دن میں سو سو مرتبہ زبان پر جاری ہوتے ہیں، لیکن دماغ پر ایک مدہم نقش اور نہایت دھند لا عکس پڑ کر بھجائے کے سوا، اور کچھ نہیں ہوتا۔ تمام کلیات کا یہی حال ہے۔ سبب یہ ہے کہ کلیات (۱) کا وجود خارج میں نہیں ہوتا۔ ”انسان“ ایک ایسا وجود ہے کہ جسکو فلسفی کی نظر کے سوا چشم عام تک نے از ادم تا ایدم نہیں دیکھا۔ انسان، پیش نظر ہوتا ہے تو ہمیشہ رند و بکر اور اسی طرح کے دیگر اشخاص و جزئیات کی شکل میں۔

”کلیات“ جغرافیہ کے نقشوں کی طرح ہیں کہ گو ان کے ذریعہ سے معلومات عامہ میں اضافہ خطیر ہوتا ہے، لیکن کوئی متخیل شکل ذہن کے سامنے قائم نہیں ہوتی، اور اس لیے ان اشیاء کے متعلق ایک طرح کی پراگندہ فہمی نفس پر طاری ہو کر رہ جاتی ہے۔ اسے بہ خلاف جزئیات کی حالت ہے کہ وہ مثل تصویر کے ہیں، جسکا اثر براہ راست ہمزے حواس پر پڑتا ہے اور اس طرح تخیل کی مدد سے حافظہ ایک ایک خط و خال کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ جو دماغ فلسفہ اور الہیات کے حقائق و مسائل کے پیچیدہ اور دسوار گزار راہوں سے آشنا ہیں، وہ جانتے ہیں کہ محسوس امثال کی دستگیری و رہنمائی کیا معنی رکھتی ہے؟ یہی وجہ تھی کہ مضمون کی بنیاد ایک محسوس واقعہ پر ڈالی گئی اور ایک تجربے کو پیش طاق بنایا گیا، تاکہ خیرہ فہمی نہونے پائے، اور جب عبرت

(۱) انسان، درخت، کتاب، کلیات کی مثالیں ہیں اور، رند، عمر، کوئی خاص درخت، جزئیات کی۔ ایک کلی ہمیشہ چند جزئیات کو محیط و محاصر ہوتا ہے۔ (مدہ)

وَتَأْتِيَنَّ وَحَقَائِقُ

## دیدہ اعتبار

— \* —

گوش سخن شنو کجا، دیدہ اعتبار کو؟

— \* —

(از جناب مراسلہ نگار ادیب - از لکھنؤ)

(۱)

ایک دن جبکہ میں (نظیر آباد) کے چوک سے گذر رہا تھا، میں نے مسٹر رائے کتب فروش کی دکان کے نیچے بیس بیس آدمیوں کا مجمع دیکھا۔ ایک بنگالی دکان اور اسکے پاس اسطرح راہگیروں کا جمع ہوجنا، میرے لیے ایک سخت کشش رکھتا تھا۔ جب میں قریب پہنچا، تو ان انسانی ستونوں کے درمیان سے پہلی شے جو مجکو نظر آئی، وہ پانی میں بھیگے ہوئے اور خاک آلودہ سیاہ برت تھے۔ جب میں اس مجمع کے اندر داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک پیکر بدہ خواری، مجسمہ سرمستی، وجود سرشاری، سر سے پارس تک کیچڑ میں نہایا ہوا، جیب مدھوشی میں سرافندہ ذلت و رسوائی، بیٹھا ہے!!

میں نہیں کہہ سکتا کہ اس مجمع میں کتنے چشمہائے عبرت کُیر اور کتنے دیدہ ہالے اعتبار تھے؟ گوشت اور ہڈی کے پردہ کے اندر کا حال کون جان سکتا ہے؟ ہاں البتہ اسقدر بتا سکتا ہوں، کہ بعض چہرے متاسف، بعض متبسم، بعض ہانہ کف ’فسوس ملنے والے‘ اور بعض تالیان بجائے والے تھے!!

اس قسم کے واقعات انسانی زندگی میں بہ کثرت پیش آتے ہیں، لیکن ایک غلط انداز نظر کے بعد وقف فراموشی ہو جاتے ہیں۔

آہ انسان کی غفلت پیشگی، جو عصیان حیات کی معنی شراب ہے!!

\*\*\*

انگلستان کے شاہ چارلس اول کا قتل، فرانس کے شاہ لاپری اور ملکہ کا ظلم و تعدی کے ہانہوں مارا جانا، سنہ ۱۷۸۹ء کے انقلاب کا ایک ایک واقعہ، نپولین کے عہد عزت و افہال کے بعد مائت ذلت و ادبار، اور دروکیوں جائلے، آپکے لیے موجودہ ہندوستان کے خاک کا ایک ایک ذرہ اپنے اندر ایک عبرت رکھتا ہے، جسکی چشم عبرت اندوز، باز، اور دیدہ عبرت پذیر، بیٹا ہو، ان سے سبق حاصل کر سکتا ہے۔

قدیم لیدروں کی ذہنیت اور کس میروسی، اور جدید مدعیان اصلاح کی آب و تاب اور ظفر مندی، پھر ان نوخیز مصلحین کی زرد پڑمردگی کے آثار کا گذشتہ یرونیورسٹی فونڈیشن کانفرنس کی اسٹک آلہ آواز سے یہ مصرع پڑھنا:

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے!

ان تمام عبرت آمیز باتوں کے ساتھ، بلقانی مسلمانوں کے مصائب و آلم کے افسانے، غرضکہ ہندوستان، آجکل ایک عبرت زار ہو رہا ہے۔ در دیوار سے صدائے عبرت آ رہی ہے، فضائے عبرت چارونطرف محیط ہے، اور ہوا تک میں عدت بسی ہوئی ہے:

تصویر ہے - سطح کے اندر سفید حرفوں میں ”عثمانی ہلال احمر جمعیتی“ نمایاں نظر آتا ہے، اور بالعموم صدر جمعیت یا مفیش کے اسپر دستخط ہوتے ہیں -

جو رسیدیں آپکر دکھلائی گئی ہیں، انکو بغور دیکھ لیجیے۔ اگر ایسی نہیں ہیں تو فوراً دفتر الہلال میں اطلاع دیجیے - یہاں مشتبہ اشخاص و ذرائع کی فہرست مرتب ہو رہی ہے، اور بذریعہ خط و کتابت تنبیہ و تہدید کا سلسلہ جاری -

## مظالم بلقان

— \* —

مظالم کا بوت

ہمعصر انگلشمن کا نامہ نگار لندن لکھتا ہے :

”جیسا کہ میں بارہا اپنے خطوط میں لکھ چکا ہوں“ زمین کے مفروضہ مظالم کی وجہ سے مسٹر گلیڈسٹون کی بدولت تم یورپ گونج اٹھا تھا، اور ترکوں کو ملامت کر رہا تھا - حالانکہ انکا حصہ تو خود بلغاریا کی ایجاد تھی، اور کچھ نہایت روشن اور بے حسہ مبالغہ و اغراق - لیکن یہی مظالم کا بوت جب دوسرے پیر میں آگیا تو ریڈیکل پارٹی کے پاس اس کے لیے ایک لفظ بھی نہیں تھا۔ سر ایڈورڈ کورے نے دیدہ و دانستہ ان قتلہائے عام کی بدولت ہمارے قواصل کی رپورٹ کو دبا دیا ہے - لارڈ مارلے ان کے اس فعل کی تصدیق میں کہتے ہیں : ”اس قسم کے مدفون واقعات کو اکھاڑنا (گورہ صحیح ہی کیوں نہ ہوں) جذبات کو تلج کر اور صلح کو ناقابل حصول بنانا ہے“ مگر مسٹر گلیڈسٹون نے فیصلہ کی رپورٹ کو دبا دینا تو درکنار (اور اگر دبائے بھی تو کیا دبائے) اسے پاس کوئی رپورٹ ہی نہ تھی (صرفیا اور ٹرنوا کے قصور پر غنیمت کر لیا تھا، اور یہی فرضی قصے تھے جنہوں نے کنسرویٹو پارٹی کو صرف اس واسطے اکھاڑ پھینکا کہ وہ ترکوں کی حامی“

راقم خط اس زمانے میں دینیوب میں تھا - اس کے بعد ٹری بلغاریا کا سفر کیا - اس بناء پر بذات خود ترکوں کے خلاف معروضہ الزامات تکذیب کے کیلیے سند و شہادت رکھتا ہے -

## تلخیص جرائد عثمانیہ

— \* —

ایک معرکہ شدید

میدان جنگ سے آئے ہوئے تاروں سے معلوم ہوتا ہے کہ گیلی پری کے قریب ایک شدید معرکہ ہوا، جس میں میدان عثمانی فوج کے ہاتھ رہا -

اکسا میلا میں دشمن کو شکست

اکسا میلا (واقع گیلی پولی) میں بلغاری قوت اسقدر کمزور ہو گئی کہ تاب مقابلہ نہ لاسکی - ایک شدید معرکہ میں سخت شکست کھائے گار سے بالکل چلی گئی ہے -

جب سے دشمن کی فوج سامنے سے ہٹی ہے، عثمانی فوج کی پیشقدمی گیلی پولی سے شمال کی طرف برابر جاری ہے - ایک خونریز معرکہ

حال میں جنوب چرکس کوئی میں عثمانی اور بلغاری فوج کے تقایش کن حصوں میں ایک خونریز اور ہولناک رن پڑا - جنگ برچھوں اور سفید ہتھیاروں سے ہوا کی - عثمانیوں نے دشمنوں کو فوجی مواقع (پوزیشنوں) سے نکال دیا اور خود اس پر قابض ہو گئے دشمن کے نقصانات شدید تھے - آستانہ میں آئے ہوئے تاروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جتنے بلغاری شریک جنگ ہوئے، اسمیں سے مؤ دس بچے - باقی سب کام آئے - عثمانیوں کو غنیمت میں ہلکا ہتیار ملے -

بجالت موجودہ ہم نہیں سمجھتے کہ با ہم دگر الزام دہی میں کیوں وقت ضائع کریں؟ اگر (مامون) سے فی الحقیقت یہ جرم سرزد ہوا تو اللہ کی عدالت کھلنے والی ہے اور وہاں آپکی یا میری وکالت کی ضرورت نہیں - اگر نہیں ہوا تو بخشدوار اور بھول جاؤ - ملائندہ روسیہ کے مظالم کی قیس اس واقعہ کے یاد کرنے پر موقوف نہیں - آج جو کچھ ہو رہا ہے، جب اس سے ہمیں عبرت حاصل نہیں ہوتی، تو کل جو کچھ گذر چکا ہے، اس کے دہرانے سے کیا فائدہ؟

جس وجود مقدس کی رلی ہمدی کی تبریک میں (ابو نواس) نے یہ اشعار کہے تھے، آج اسکی قدر مبارک کا گند شکستہ ہو چکا ہے اور تمام اسلامی دنیا خاموش ہے :

مطہرین نقیات جیو بہم  
تجربہ الصلوٰۃ علیہم اینما ذکرنا  
من لم یکن علو یا حین ندسہ  
فما لہ فی قدیم الدھر مفتخر  
اللہ لم یبرئ خلقا فاتقنہ  
صفا کم و امطفا، ام ایہا البشر  
فانقم الملا، الا علی، وعند کم  
علم الکتاب و ما جات بہ السور

## انجمن ہلال احمر قسطنطنیہ

کی رسید

— \* —

متعدد مقامات سے بکثرت خطوط اس مضمون کے آئے ہیں ”ہم نے چندہ ہلال احمر کا زریعہ جمع کر کے بعض صاحبوں کے سپرد کیا انہوں نے بیان کیا کہ براہ راست قسطنطنیہ روانہ دینے - اب وہ ایک چھپی ہوئی رسید دکھاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ انجمن ہلال احمر قسطنطنیہ سے آئی ہے، مگر ہم لوگوں کو اطمینان نہیں - کوئی ایسی شناخت بنلائی جائے، جس کے ذریعہ اصلی رسید کو پہچان سکیں“

## (الہلال)

شناخت کیا بنلائی جائے - انجمن ہلال احمر قسطنطنیہ کی ایک رسید کا بچنسہ عکس چھاپ دیا جاتا ہے - اسے دیکھ لیجیے اور خدا را مشتبہ اور خدشے کے مواقع سے بچیے :



انجمن ہلال احمر قسطنطنیہ کی رسید

اصلی رسید اس عکس سے طول و عرض میں دگنی ہے - وہ نہایت قیمتی طباعت کا نمونہ ہے، اور جس طرح بینک کی چک بکس، یا کرنسی نوٹ پر مختلف رنگوں کی نقاشی ہوتی ہے، اسی طرح کی چھپی ہوئی ہے - چاروں طرف چھوٹے چھوٹے سرخ ہلالوں کی جدرل ہے - اندر کی سطح ہلکے آسمانی رنگ کی، اور وسط میں سرخ دائرہ ہلال کے اندر ہلال احمر کے دو والتیروں کی



# انتقاد

## مطبوعات اردو

نہایت شرمندہ ہیں کہ ریویو کیلئے کتابیں بکثرت آنی رہیں لیکن ہم نے اجتک ایک لفظ نہیں لکھا۔ بعض حضرات کی شکایتیں اس بارے میں سوء ظن تک پہنچ گئی ہیں، مگر اپنی معذرتوں کو کیا کریں؟

سب سے پہلی بات یہ کہ الہلال کے پیش نظر جو نمونے ہیں وہ ہندوستان سے باہر کے ہیں۔ جب احباب اپنی عزت افزائی سے تعریف کرتے ہیں، تو ہم اپنے دل میں شرمندہ ہوتے ہیں کہ آٹھ دس صفحوں میں چند ادھر ادھر کے مضامین شائع کر دینے کے سوا اور اسمیں ہوتا ہی کیا ہے؟ یورپ کے رسائل کو چھوڑ دیجیے، کم از کم ترکی کے بعض ترقی یافتہ رسائل کی ضخامت اور تذوع مضامین کا مقابلہ تو کر سکتا۔ لیکن ساتھ ہی ہمیں یاد آ جاتا ہے کہ ان رسائل کی قیمت اتنی ہے، اور اتنا وسیع حلقہ اشاعت اپنے ساتھ رکھتے ہیں؟

ایں نیست کہ صحرائے سخن جاہ ادا

ہاں رزق زرش کج نظری را چہ شد کس؟

ان حالات کی وجہ سے اگر کتابوں پر ریویو کا صفحہ بھی ہمیشہ الہلال میں رہا جائے تو اور ضروری مضامین دینیے جگہ نہائے آئے؟ پھر اس سے بھی بڑھ کر دقت یہ ہے کہ ابتداء عصرے ”ریویو“ کو ”تغریط و محدث سرائی“ کا مرادف سمجھ لیا ہے، اور جب دہی کوئی چیز اخباروں میں ریویو کیلئے بھیجی جاتی ہے، تو مقصود یہی ہوتا ہے کہ اسکی تعریف کی جائے۔ فقہاء اصول ہے نہ ”اصل ہر شے نی اناحت ہے نہ رقتیکہ نونی شے عارض حرمت نہ“ اسی طرح اخبارات نے بھی یہ اصول قرار دے لیا ہے کہ ”اصل

ی قیہ ہے“

کی بگ کا، تاج سلطنت اور دست علما میں مشترک طور پر آتا، مرہٹی اقتدار اور زوال دولت مغلیہ کا سبب ہوا“

اس سے مقصود (اورنگ زیب) کا کیریکٹر ہے۔ مگر یہ خیال صحیح نہیں، واقعات تاریخی کے خلاف ہے، نیز زوال دولت سے تے کیا تعلق؟ - والقسم بطولہا -

نیز لکھا ہے کہ ”لیدری صرف پبلک زندگی پر احتساب ہو سکتی ہے، نہ کہ پرائیویٹ“ ایک لحاظ سے تو یہ صحیح ہے۔ قرآن کریم کے بھی سورہ (حجرت) میں فرمایا ہے کہ ”ولا یجسسوا“ جسس نہ کر۔ لیکن اس سے ایک اصولی غلط مہمی بھی پیدا ہوتی ہے۔ ہمارا ذاتی اعتقاد یہ ہے کہ ”لیدر“ کیلئے زمین سے یہ ہے کہ اسکی زندگی اپنے تمام اعمال ظاہر و باطن حتیٰ کہ جزئیات حیات میں بھی قوم کیلئے ایک نمونہ ہو۔ پس جو شخص اپنے آپ کو اس حیثیت سے پیش کرتا ہے، ضروری ہے کہ اسکی زندگی میں کوئی راز نہ ہو اور اسکی پرائیویٹ ٹیٹ بھی ایک کھلا صفحہ ہو۔ قوم کو حق حاصل ہے کہ وہ صرف سٹیج ہی پر نہیں، بلکہ اسکے گھر میں بھی اسکا تعاقب کرے۔ ہمارے سلف صالحین نے پیشوائی کے یہی معنی ہم کو سمجھائے ہیں۔

اور ذائل ثلاثہ کا ازالہ کیجیے۔ کیونکہ بغیر اسکے ایک مشت خاک لیدر نہیں بن سکتا۔

جو بد دیانتیاں اسوقت منظر عام پر آچکی ہیں، انکو چاہیے کہ بے دلمی منفعول ہوں، توبہ کریں، آئندہ اصلاح کا عزم جازم کریں۔ اور جو سرائیابی پردہ نمایش کے اندر مخفی ہیں، انکے لیے بھی سبق عبرت حاصل کریں، اسلیے کہ خیالات فاسدہ کے ہاتھوں انکو بھی روز بد دیکھنا پڑیگا۔ واللہ مخرج ما کنتم تکتُمون۔

”لیدر“ کچھ زید، عمر، بکر، کا نام نہیں، بلکہ عبارت ہے صفات مذکورہ کے مجموعہ سے۔ فطرت انسانی ہر آس شخص کو لیدر ماننے کے لیے تیار ہے، جسکے اندر فضائل اربعہ مجتمع ہوں، اور اسکی ذات ذائل ثلاثہ سے پاک ہو۔

سر (آغا خاں) ہوں یا سر (علی محمد خاں)، (کامریڈ) ہو (الہلال)۔ کوئی ہو، ہم اسی شخص کو لیدر تسلیم کریں گے جو مندرجہ ذیل شرائط پوری کرے۔

(۱) حق پرستی میں استقلال ہو۔ شریعت و جاہ، عظمت و قدر، حرص مال، عوس القاب، غرضکہ کوئی دنیاوی رعب، دامن صداقت چھوڑا دینے میں کامیاب نہ ہو۔

(۲) قومی کاموں میں تن اسانی اور آرام طلبی کو جگہ نہ دیجائے۔ زہل جانفروشی کے ساتھ قومی مفاد حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

(۳) خلوص کے جعلی اظہار، اور مصنوعی انہماک سے سخت پرہیز کرے۔ یاد رہنا چاہیے کہ مصنوعی انہماک اور جعلی خلوص

بہی ثوت کی طرح ایک دن ضرور پتھرے جائیگے۔ اسلیے کہ مسطرع جعلی ثوت چلانے والے کی آواز میں خوف پدہاں، اور ہاتھ کی حرکت میں ایک غیر محسوس رعشہ پوشیدہ ہوتا ہے، اسطرح معی خلوص امانی، اور مصنوعی انہماک آرائی اپنے اندر مکر اور دہب کی کھٹک رکھتی ہے، جسکو دیدہ زری اور زرف لیب کی آنکھ چند سے جلد محسوس کر لیتی ہے، اور اس سے تہب نہیں سکتی۔

## (الہلال) کا نرٹ

معارف مدت سے ارادہ تھا کہ الہلال میں ایک باب کسی ایسے عنوان پر رہے، جسکے نیچے متفرق طور پر ہر طرح کے خیالات، جو ایک سے دوسرے درست و صاحب فکر دماغ میں ہمیشہ گذرتے ہیں، اور سی مستقل مضمون کی صورت میں جمع نہیں کیے جاسکتے، شائع ہوں۔

مختلف امور کے متعلق بیسیوں ایسے خیالات ہمارے دماغ میں مرت ہیں، جنکو اگر قلمبند کیا جائے تو موجب بصیرت ہوں، لیکن منع جائے ہیں۔ کتابوں کے مطالعہ کے وقت آراء و معلومات سے مباحث ہوتی ہے، اور اگر متفرق نوٹوں کی صورت میں سنا، حاصل محفوظ ہو جائے، تو اکثر حالتوں میں مفید ہو، مگر اس میں ہوتا۔ (و ثائق و حقائق) کی سرخی اسی غرض سے قائم کی ہے۔

بعض چیزیں کمپوز کرنے کیلئے دینا چاہتے تھے کہ یہ مضمون پہنچے۔ جذبہ عبرت پذیری پر (گونا گونا گوں اور سرسری طور پر) مگر بے سطور میں اظہار خیالات تھا۔ اسلیے اسی کو اس عنوان کے نیچے ہر خیال درج کر دیا گیا، کہ کسی خاص سلسلہ و ترتیب سے مربوط تھا۔

اس مضمون میں دو خیال ایسے ظاہر کیے ہیں، جنسے ہم متعلق نہیں۔ ایک مضمون کے تیسرے کالم میں یہ خیال کہ ”لیدری

کا لفظ کان سنیں، تو معاً آنکھوں کے سامنے اسکی مجسم تصویر بھی  
پھر جائے۔

\*\*\*

مظاہر عبرت اسکے سوا اور کچھ نہیں کہ کسی لغزش یا فرو گذاشت  
کے نتائج کی محسوس و مجسم مثالیں ہوں، اور عبرت سنجی  
اسکے علاوہ اور کچھ نہیں کہ ان مثالوں سے ہم متاثر ہوں۔ جب ہم  
ایک شرابی کو نالے میں پڑا اور اسکے گرد نمائشائوں کو جمع دیکھتے  
ہیں، تو ہم دراصل شرابخواری کے چند نتائج محسوسہ مشاہدہ  
کرتے ہیں، اور انکے دیکھنے سے ازلہ نفس پر یہ اثر پڑتا ہے کہ خوف  
و رحم کے مرکب جذبے کو جنبش ہوتی ہے اور اسکے بعد شراب کے طرف  
سے ایک طرح کی نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ نصیحت  
ان جذبات پر تیرتی ہوئی ساحل قاب سے جا کر تکرابی ہے اور  
”میں شراب ہرگز ہرگز نہ پیونگا“ کی ذہنی اور غیر محسوس آواز  
سے گوشہ دل گونجنے لگتا ہے۔

یہی عبرت پدیدہ کی آخری منزل ہے۔ یہاں پہنچکر وہ نفرت  
کی ایک متعین اور مستقل شکل بن جاتی ہے۔

مگر عبرت ربانی کے بہ احاطہ استعداد تحصیل مختلف  
مدراج ہیں اور ان مدارج و مراتب کا تعین نتائج مذکورہ کے اس  
درجے احاطہ سے ہوتا ہے، جو ہمارے نفس پر مشرب ہوتا ہے۔  
کہیں تو اس اثر کا ظہور ہمارے افعال و بردار میں اس طرح ہوتا ہے  
کہ ہم شراب سے عمدتاً سخت پرہیز کرنے لگتے ہیں، اور کہیں نقش  
نفرت اس قدر گہرا بیجاہ جاتا ہے کہ شراب کا تصور جو ہر ذہن اور پیشانی  
اجتناب کے آثار پیدا کر دیتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ عبرت کے اجزائے تربیتی بھی عدد حدیثات ہیں  
اور عبرت سنجی ایک وطاری ملکہ ہے جو ہم میں ردیعت ہے۔  
دوسرے قوی کی طرح یہ بھی عدم عشق سے ضعف ہو جاتا ہے اور  
ثرت عشق سے قوی و قوی تر ہو جاتا ہے۔ پس عوارض و موسوس ہے کہ  
اس مفید اور نہایت قیمتی قوت نبی عشق کے موقع بہ اثر موجود  
ہیں، لیکن ہم غافل ہیں۔ عذر کی جوڑی سامنے بھی ہے، لیکن  
کاہلی نے دونوں ہاتھ باندھ دیے ہیں۔

یہ نکتہ ملحوظ خاطر رہے کہ عبرت پدیدہ صرف دوسروں کی  
غلطیوں سے نصیحت و سنی حاصل کرنے کی کالہ نہیں ہے،  
بلکہ خود اپنی غلطیوں سے مدبر و مقتدہ ہونا بھی ہمیں شامل ہے۔  
ہر مصیبت، اور ہر رفت، خواہ اسکا مظاہر دوسرا شخص ہو یا ہم  
خود اپنے اندر، دیدہ اعتبار کیلئے ایک پیغام عبرت رہتا ہے۔

(۳)

مثلاً اجکل کے ذرا تران مظاہر عبرت اور میں فوری ریاست  
اور پیشوائی کا عزل و نصب بھی ہے۔

اکبر کے تخت حکومت پر بیٹھنے سے قبل لیدری کی  
باگ قبائے دستار کے ہاتھ میں تھی۔ البتہ یہی ہمیں مقتضیات  
رفتہ تاج و تخت کو دست اندازی کرنے پر مجبور کر دیتے تھے۔  
اکبر کے تخت نشین ہونے کے بعد پانچ پانچ اور (ابو الفضل) کی ضرب  
کی مدد سے عدلیہ کچھ عرصہ کیلئے مذہب کے ہاتھ سے نکل کر  
سلطنت کے ہاتھ میں آگئی۔ شکست خوردہ جماعت نے ہر چند  
کوشش کی، لیکن دست حکومت کی گرفت مضبوط تھی۔

سترہویں صدی عیسوی کے نصف النہار پر پہنچنے کے بعد  
ایک زمانہ آیا کہ تاج و دستار میں مصلحت ہوئی اور آپس میں  
ایسا پیار اور اخلاص بڑھا کہ باگ کا ایک تسمہ تاج کے پکڑا اور دوسرا  
دستار کے ہاتھوں میں نظر آنے لگا۔ یہ دیکھ کر مرہٹی آزمندی کے

مہنہ میں پانی بھر آیا، اور تاریخ شاہد ہے کہ مرہٹی ہاتھ نے  
ایک ایسا گستاخانہ جھٹکا دیا کہ لیدری کی باگ دولت مغلیہ کی  
سفید چٹکیوں سے نکل کر مرہٹی سیاہ ہڈیلی میں پہنچ گئی۔ عین  
اسوقت ہم چند یورپین ہاتھوں میں پنجہ بازی ہوتے دیکھتے ہیں  
کچھ عرصہ کے بعد فرانسیسی ہاتھ زیر اور انگریزی ہاتھ زیر نظر  
آنے لگتا ہے اور چشم دن میں مرہٹی ہاتھ کو ہٹا کر عدنان حکومت  
پر قبضہ کر لیتا ہے۔

انہی میں ایک بڑے سر والا شخص آتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔  
فریب پہنچ کر جھک کے سلام کرتا ہے۔ قابض ہاتھ، باگ پکڑنے  
کا اشارہ کر دیتا ہے۔ اس نیک مرد کے چلے جانے کے چند اننگز  
آتے ہیں (اس عہد کی ہسٹری سے اب خود بخوبی واقف ہیں)  
اور پہلے شخص کی انگلیوں کے نشان پر اپنی انگلیاں جما دیتے ہیں۔  
لیکن بعض جوانان تند خو، باگ کو قابض ہاتھ کے بالکل قریب  
مگر بہ لحاظ ادب، اوپر سے نہیں بلکہ نیچے سے پکڑنا چاہتے ہیں۔  
حزت اس ہاتھ کو اور نیز زیر دست عدنان کیوں کو سخت ناگوار  
گدڑتی ہے۔

اس سین پر خاتمہ کا دراپ سین ابھی نہیں پڑا ہے اور دنیا سو  
توں نظریں سے تکتی داند ہے تماشہ دیکھ رہی ہے۔

\*\*\*

اب اگر آپ عہد بہ عہد کے لیدروں کی فہرست کو، عام اس  
کہ وہ صاحبان دولت و حشمت ہیں یا ارباب علم و فضل، انہی  
ملاحظہ فرمائیں، تو ہر لیدر کے نام کے سامنے ذاتی اوصاف، حاصل  
و فضائل کے کالم لکھ نظر آئیں گے اور منجملہ دیگر اوصاف حمیدہ  
کے مندرجہ ذیل صفات مشترک و متواتر پائی جائیں گی۔

(۱) حق پرستی

(۲) اہماد

(۳) خلوت

(۴) سرفروشی

اس فہرست میں تمام لیدر گو دیگر اوصاف کے احاطہ سے ایک  
دوسرے سے مختلف ہوں لیکن ان صفات میں یکسر متحد نہ  
ہی الحقیقت یہی فضائل اربعہ وہ عناصر اربعہ ہیں جن سے نیک  
حقیقی لیدر کے کبر کٹر کی ترکیب ہے۔

اسکے بعد فہرست ہذا کے تیسرے کالم پر نظر ڈالیں، تو آپ  
”معائب و زوال“ کا عنوان نظر آئے گا اور اس کالم کے نام کے معنی  
اسکے معائب و فسادات درج ہونگے۔ اس کالم میں اور سب عیب  
ہونگے لیکن یہ نہ ہونگے۔

(۱) مخالفت شکنی

(۲) بد دیانتی

(۳) غرضمندی

ایک حقیقی لیدر کا اخلاق ان منعقد اور رھیلے ذرائع ثلثہ

ہمیشہ پاک ہوگا۔

اس کے ساتھ ہی یہ امر مکنوں خاطر رہے کہ لیدر کی صرف  
پبلک زندگی موضوع تقلید و احتساب ہو سکتی ہے، اسکی بددیانتی  
زندگی سے تعرض نہیں کیا جاتا۔ اور لیدروں کے ذرائع و معجزی کے  
اسباب انکی پرانیات زندگی کے معائب بھی نہیں ہوتے، بلکہ  
ہمیشہ انکی پبلک زندگی کے نقائص۔ آجکل کے روزہ عزل و  
لیدروں کو بھی انکی پروبت زندگی کے معائب نے نہیں، بلکہ پبلک  
زندگی کے ذرائع ثلثہ نے سرگرم کیا ہے۔ دیدہ اعتبار کے لیے یہی  
مقام عبرت ہے۔

لیکن عبرت کیلئے یہ اعتقاد نہیں ہونا چاہیے کہ ایک  
شخص بھوکے کھا کر گریزے تو پھر اٹھ کر چلنا گناہ ہے۔ نہیں، اگر  
باقیائے بشریت پائے اخلاق کو لغزش ہوگئی، تو مضایقہ نہیں  
اصلاح کی کوشش کیجیے اور اپنے اندر فضائل اربعہ پیدا کیجیے

## ترجمہ تفسیر کبیر اردو جلد اول

قیمت ۲ - روپیہ - ادارہ الہلال

علامہ (رازی) رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کبیر کا یہ اردو ترجمہ ہے جس کو جناب مولوی محمد اسحاق صاحب دہلوی نے مرتب فرمایا ہے -

تفسیر (کبیر) کی نسبت اگر کچھ لکھوں تو کئی صفحے مطرب - کہی نہ کہی تفصیلی طور پر اس موضوع پر لکھنا ضرور ہے لیکن یہاں اسقدر لکھ دینا کافی ہے کہ (تفسیر کبیر) علم تفسیر کلام و عقائد اختلاف ملل و مذاہب اور جمع معقول و منقول کا ایک ایسا ذخیرہ ہے جو اگر آج موجود نہ ہوتا تو نہیں معلوم کن کن اہم مباحث اور معلومات سے ہم محروم رہ جاتے ؟

قدماء (معتزلہ) کے تطبیق معقول و منقول اور انداز کلام و حکمت پر تفسیر لکھنے کی بنیاد رکھی - تاریخ و تراجم میں ہم ان تفسیر کا حل پڑھتے ہیں - مگر بد قسمتی سے (فہرست ابن الندیم) اور (حاجی خلیفہ) کے باہر انکا کوئی وجود نہیں - وہ تمام سرمایہ ہماری محرومی سے ضائع ہو گیا - آج نہ (تفال کبیر) کی تفسیر کا پتہ ہے نہ (ابوبکر اصم) کا - نہ (ابو القاسم بلخی) کی تفسیر ملتی ہے - جسکی نسبت (ابن خلکان) لکھتے ہیں کہ " ۱۲ - جلدوں میں تھی اور تاریخ اسلام میں پہلی ضخیم تفسیر ہے " اور نہ (ابو مسلم اصفہانی) کی وہ تفسیر (جامع التاریخ والمحكم التنزیل) ملتی ہے جو فی الحقیقت ایک ذخیرہ مباحث حکمیہ و معارف کلامیہ تھی اور جسکی نسبت خود امام رازی کا قول ہے کہ " حسن الکلام فی التفسیر " کثیر الغرض علی الدقائق واللطایف

اگر امام (طبری) کی تفسیر نہ نکل آتی تو حکیمانہ انداز کی تفسیر ہی طرح نقل و روایات و جمیع احادیث و آثار کا بھی تفسیر میں کوئی بڑا ذخیرہ ہمارے پاس نہ تھا -

پس تفسیر کبیر قرآن مجید کے اکثر مشکل مقامات تفسیر کی نسبت جو عمدہ اور بصیرت افزا مباحث رکھتی ہے اس سے بھی بڑھ کر ہمارے نزدیک اسکی خصوصیت یہ ہے کہ آج بھی ایک تفسیر ہے جسکے ذریعہ سلف و قدماء کے معارف و مباحث کا پتہ چل جاتا ہے اور ہر مسئلہ کی نسبت ہر طرح کی ارا و ترجیحات سامنے آ جاتی ہیں - اگر یہ تفسیر ناپید ہو جاتی تو نہیں معلوم کیسی سخت تاریکی میں ہم اپنے آپ کو پاتے -

جناب مولوی اسحاق صاحب نے اسی تفسیر کے اردو ترجمہ کی بنا ڈالی ہے اور اسکا پہلا تذکرہ ہمارے سامنے ہے - سرسری نظر میں ہم جسقدر اندازہ کر سکے ترجمہ سلیس عام فہم اور مطلب خیز ہے - تقطیع بڑی اور کاغذ اور چھپائی نہایت عمدہ - سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کتاب کے عالی ہمت پبلیشر نے ہر مکر اصطلاح دی ہے کہ جسقدر نسخے اسکے فروخت ہونگے انکی نصف قیمت چندہ (ہلال احمر) میں دیدیں گے اور اسکا حساب دفتر الہلال نے ذمہ چھوڑ دیا ہے - پس ہم سفارش کرتے ہیں کہ ناظرین الہلال ایک ایک نسخہ اس کتاب جلیل کا ضرور خریدیں - انکی ہر طرح کی معلومات میں اضافہ خطیر ہوگا -

قد زر ریویز کی مدح ہے تا رقتیکہ ہمارے اغراض ذاتی کے بذاتی نہر

ہ اصول خواہ کتنا ہی قابل ذمہ ہو مگر اسمیں شک نہیں کہ آسان ہت ہے - کتابوں کا قہیر سامنے رکھا اور رسمی الفاظ مدح و تحسین قسیم کرتے گئے -

ہاش اس آسانی اور سہل کاری سے ہم بھی فائدہ اٹھا سکتے - مگر سرس کہ ہمارے لیے ہر کام میں دقتیں ہی ہیں - ہم چاہتے ہیں کہ سفد کتابیں ریویز کیلئے آئیں جب تک انپر ایک کافی نظر نہ آ لیں اور شناسانہ رائے دہی کیلئے مستعد نہر جائیں ایک نظر حوالہ قلم نہ کریں - ریویز نویس در حقیقت پبلک کی طرف بہت بڑی ذمہ داری اپنے سر رکھتا ہے - وہ لوگوں کو مشورہ دینا کہ وہ فلاں کتاب کا مطالعہ کریں اور فلاں اخبار خریدیں - پس اسے ضروری ہے کہ یہ مشورہ پوری امانت داری اور دیانت پزری سے سامنے ہو کہ " المستشار موتمن "

مکن اسکے لیے بڑا وقت چاہیے - جن لوگوں کو اپنے کتب خانے بی تازہ ترین اور جدید الاشاعہ ذخیرہ علوم کے مطالعہ کا نفع نہیں ملتا وہ آجکل کے اردو پریس کی نکلی ہوئی مطبوعات کے نفعہ کیلئے کہاں سے وقت لائیں ؟

مکن تھا کہ یہ کام ہم کسی اور صاحب کے حوالے کر دیتے مگر نہ تو یہی دفتر خود ہی قحط الرجال کا مرثیہ خوار ہے پھر درتے نہ نہ الہلال میں جو کچھ نکلے گا وہ ہماری طرف منسوب ہوگا مذہبوں کی نسبت نہیں معلوم کیا رائے قائم کی جائے اور کیا دیا جائے !

ایک یورپ کے اخبار رسائل ہیں جنکو علم و فن کی بہترین سوانح کے نقد کیلئے جگہ نکالنی پڑتی ہے - ایک ہماری قسمت نہ ہر شخص جو قلم پکڑ سکتا ہے چند صفحے سیاہ کر کے چھپوا لیتا اور پھر تمام اخباروں کو ذمہ دار سمجھتا ہے کہ کیوں نہیں اپنے کام کا اسکی مدحت سرائی کیلئے وقف کر دیتے ؟

بہر حال اس مشکل کا علاج کچھ نہیں کتابیں ہر طرح لی - ثنوت سے جمع ہو گئی ہیں کہ اگر چند سطروں میں بھی ذکر کیا جائے تو بھی صفحوں کے صفحے مطلوب - ہم آج تک اس امید سے بڑے رہے کہ شاید دیکھنے کا وقت ملے مگر افسوس کہ آج تک وقت نہ ملے اور کس کو معلوم کہ کل ملے گا ؟ مجبوراً بالفعل یہی کرتے رہے کتابوں کی ایک دھیری بغیر کسی ترتیب و تقدم و تاخر کے منہ رامہ لیتے ہیں اور ٹائٹل پیج فہرست اور درمیان کے صفحوں پر ایک نظر ڈال کر لکھنا شروع کر دیتے ہیں - یہ ریویز ہر دن ایک طرح کی رسید کتب اور یا محض اعلان ہے - دست اسی پر قناعت فرمائیے - حضرات مصنفین کرام سے معافی مانگیں اس تاخیر کیلئے جو ہوئی اور اس اختصار کیلئے جس حد بھی ہم متاسف ہیں - آئندہ نمبر سے یہ کام کسی اور صاحب سے لیا کر دیتے ہیں اور پھر امید ہے کہ شکایت کا موقع نہر -

نہر یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ " انتقاد " الہلال میں ایک ایسی باب رہے گا جسکا اصلی مقصد یورپ اور ممالک اسلامیہ کی مطبوعات پر نقد و بحث و مذاکرہ ہے یا پھر ہندوستان کی مخصوص اور اہم مطبوعات پر مثلاً (کتاب الانساب سمعانی) ریویز لکھ رہے ہیں جو حال میں یورپ سے شائع ہوئی ہے -





## فنگانہاٹ

### یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی کا اجلاس لکھنؤ

۲۸ - ستمبر - سنہ ۱۹۱۲ -

- یہ فیض ہے جماعت "احرار" کا ضرور \* اب قوم کو جو شخص پرستی سے عار ہے  
آزادی خیال کا جو کچھ کہ ہے اثر \* یہ سب آنہی کسی فیض کا منت گذار ہے  
لیکن یہ دیکھنا ہے کہ بہ عزم، یہ ترنگ \* ہے دیرپا، کہ جوش جنون بہار ہے؟
- اب نے جو لکھنؤ میں دکھایا گیا سماں \* سچ پوچھیے تو مضحکہ روزگار ہے  
دیکھا یہ پلے دن، کہ ہر اک گوشہ بساط \* میدان رزم و عرصہ گہ گیر و دار ہے  
غل ہے کہ وہ "مقدمۃ العیش" آگیا \* اب انتظار فوج یمیں و یسار ہے  
احرار کی صفوں کی صفیں ہیں جمی ہوئیں \* مجلس تمام، عرصہ گہ کارزار ہے  
استیج پر ہر ایک پہرتا ہے اس طرح \* گویا حریف رستم و اسفند یار ہے  
ہات اُٹھ رہے ہیں، یا علم فتح ہے بلند \* چلتی ہوئی زبان ہے، با ذو الفقار ہے  
ہر نوجوان ہے نشہ آزاد گی میں مست \* جو ہے وہ حریت کا سر پر خمار ہے  
احرار کہہ رہے ہیں: "نہ مانینگے ہم کبھی \* ویترو کا ویسراے کو کیا اختیار ہے؟  
الحاق اگر نہیں ہے تو ہر سعی ہی عبث \* مسام کا لفظ خاص ہمارا شعار ہے"  
حورالیدان ملک، کہ تیر زبب انحصار \* سب دم بخود سے تیر کہ بہ کیا خلفشار ہے؟
- یا صبح دم جو دیکھیے آکر تو بزم میں \* نے وہ خروش و جوش نہ وہ گیر و دار ہے  
توٹی ہوئی صفیں ہیں، علم سرنگوں ہیں سب \* بازوے تیغ گیر جو تھا، رعشہ دار ہے  
"سازش" کا ایک جال بچھایا ہے ہر طرف \* ہر شخص اُسکی فکر میں مصروف کار ہے  
سر مستیاں ہیں دور قدح ہائے راز کی \* ہر شخص "حکمت عملی" کا شکار ہے
- جرات نل تلک سبب ندگ و عار تھی \* وہ آج مایہ شرف و افتخار ہے  
جس بات پر کہ نعرہ نفریں بلند تیر \* اب وہ فبول خاطر ہر دی وقار ہے  
کل کہہ چکے ہیں کیا؟ بہ نہیں اب کسی کو یاد \* اب نکتہ ہائے ربر لبی پر مدار ہے  
خود آپ اپنے ہات سے کھائی ہے، گو شکست \* کہتے ہیں پھر، "یہ فتح مدین یاد گار ہے"
- حبران تیر عوام کہ کیا منحرا ہے بہ؟ \* یہ کیا دورنگیے چمن روزگار ہے؟  
"احرار" کا طریق عمل ہے اگر یہی \* بھر کامیابیوں کا عبث انتظار ہے

### سوت اہل سلف گورنمنٹ

Suitable Self Government.

- کل کہہ رہی تھی لیگ یہ احرار قوم سے: \* "جو جو بلائیں مجھے پڑی تھیں وہ ہت گلیں  
اب قید "سوت اہل" سے ہو کب دیکھیے نجات \* وہ بیڑیاں تو خیر کسی طرح کٹ گلیں"

### "متین اللہ" اور "جوش محمد"

- اعتدال آنے نہ پایا ہے نہ آئیگا کبھی \* آپ کی طرح سے مجھ کو بھی یہی کہتا تھا  
یہ تو ہونا ہے کہ اچھلے گی اسی زور سے اب \* آپ نے قوم کو جس زور سے دے پٹکا تھا

(نقاد)

گوان دونوں مہموں کو اسکاٹ کے حالات سے براہ راست کوئی تعلق نہیں، مگر سلسلہ اکتشاف کی تکمیل کے لیے انکا بیان ضروری ہے۔ سر ارنیسٹ شیکلٹن (Sir Ernest Shackleton) نے اکتشاف جنوبی کی غرض سے ایک مہم لیجائے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اپنے زریعہ اور چند دیگر احباب کی مالی مدد سے ایک مہم ترتیب دی۔ اور نمرد (Nimrod) نامی رھیلیر جہاز (Whaler) میں یکم جنوری سنہ ۱۹۰۸ء کو نیوزی لینڈ سے روانہ ہو گیا۔ اس مہم میں سب سے بڑی بات یہ تھی کہ پہلی مرتبہ موٹر کڑیں استعمال کی گئیں، جو تجربہ سے نہایت کار آمد ثابت ہوئیں۔

اس مہم کے اہم ترین نتائج حسب ذیل ہیں :

(۱) پروفیسر دارو (Pro. David) نے مونت ایریس (Mount Erebus) پر چڑھ کر یہ دریافت کیا کہ اسکی چوٹی بی بلندی ۱۳ - ہزار ۳ - سو قدم - ہے۔ یہ ایک نوہ آتش نشاں کے دھانے کا کدھرہ ہے، اور اس کے غار (Abyss) کا عمق ۹ - سو قدم کے اندر ہے۔

(۲) پروفیسر مدبور کے ۷۲۶۰ - قدم عروج ۷۲ - درجہ اور ۲۵ - دقیقے طول، اور ۱۵۵ - درجے اور ۱۶ - دقیقے ش - عرض البلد پر قطب مقناطیسی کو دریافت کیا۔

(۳) قطب کی طرف حملہ کیا گیا۔

۲۹ - دسمبر سنہ ۱۹۰۸ء - کو ۴ - آدمیوں کی ایک ٹولی ۹۱ - دن کی عدا اور بالائے برف چلنے والی گاڑیاں لے کر روانہ ہوئی۔ ۲۶ - نومبر کو وہ اسکاٹ کی تحقیق کردہ جنوبی حد کو عبور کر کے، چند دن بعد تمام جانور مر گئے۔ آدمیوں نے خود اپنا پیچھا کر لیا اور بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائیں۔ سات دن میں بمشکل تمام بیدار ہو کر (Beardmore) کے برفستانی سونوں (Glacier) کی چڑھائی کو کئے حواسی قطب کے حذب (Plateau) میں آئے۔ اب سونوں مقصود صرف ۹۷ - میل کے فاصلہ پر تھے اور بالکل صحت مند نہ رہیں بلکہ پہنچ گئے، مگر عدا کی بے وقت لگی اور واپسی کی مسامت کی طوالت کے واپس ہو جانے پر مجبور کر دیا۔

اس مہم کے ۱۲۷ - دن میں عرصہ البلد کے ۱۰۰ - درجے ۲۳ - دقیقے ج تک ۱۵۳۰ - جغرافی میل زمین دریافت کی۔

امڈسن (Amundsen) کے اولاً بحر اوقیانوس (Antarctic) کی بڑی سرزج کی، مگر بعد نو نفعیہ مہم بدلتی، اور اوقیانوس کے بدلے جنوب کی طرف روانہ ہوا۔ یہ مہم حیلج رھیلز (Whales Bay) میں ۱۳ - جنوری کو داخل ہوئی۔

اس کے لنگ ایڈر رڈ کی دفعہ لید کے سبب درخت باربر (Great Barrier) میں مرتز قائم کیا گیا۔

تمام خزان کا موسم سیل (ایک قسم کی مچھلی ہے : Seal) کی فراہمی اور بچے کے لیے معجزہ خطوط پر ہوا میں بیاری میں صرف ہو گیا۔ نومبر میں جنوب کی مہم روانہ ہوئی۔ راستہ وندوریا لہندے پہاڑوں سے ہوتا ہوا دیا گیا، اور بیس میل کی پیم ے حساب سے باربر (Barrier) کو قطع کیا۔ ۱۰ - ہزار قدم چڑھائی کے بعد مہم حذب (Plateau) تک پہنچی۔ سفر کے بعد حصہ میں نرم ڈھالو زمین ملی، جس کے بعد ۱۶ - دسمبر کو منزل قصب نمایاں ہوا اور جغرافی دنیا کی دیرینہ آرزو پوری ہوئی۔

حوش قسمتی سے موسم سازگار تھا۔ سفر واپسی بخیریت انجام پذیر ہوا اور مہم ۱۴ - جنوری سنہ ۱۹۱۲ء - کو واپس پہنچ گئی۔



(اسکاٹ) کا پورا نام رابرٹ فیلکن اسکاٹ، اور باپ کا نام جان ایڈرڈ اسکاٹ ہے۔ جن سنہ ۱۸۶۸ء - کو بمقام آرٹ لینڈس دیونپورت پیدا ہوا۔ بچے خاندان میں سب سے بڑا تھا۔ تعلیم سٹوبنگٹن ہارس (Stubbington House) میں ہوئی۔ تعلیم کے بعد سنہ ۱۸۸۲ء - میں بیفہ بحریہ میں داخل ہوا۔ سنہ ۱۸۹۸ء - میں ترقی پانے ایچ - ایم - ایس میچیٹک کا تار پیڈر لفٹنٹ ہوا۔ دوسرے برس فرسٹ کمانڈر ہوا۔ سنہ ۱۹۰۴ء - میں کیپٹن کے درجہ تک ترقی کی، پھر سنہ ۱۹۰۵ء - میں آنریری ڈی - ایس - سی آف کیمبرج اور مینچسٹر بنایا گیا۔ سنہ ۱۹۰۸ء - میں اس نے مقربی لینن لارڈ ہروس کی اڑی (کیٹھرائن) سے شادی کی۔ اسکاٹ لینڈ، امریکہ، سویدن، ڈنمارک، فلپڈلف، اور انٹریو کی جغرافی انجمنوں اور نیز شاہی جغرافی انجمن کے اسکو طلائی تمغے دیے گئے۔

نارہرت

قدرت کا ہاتھ ملاحیت اور تناسب کا خالق ہے۔ جس شخص کے لیے وہ تشریف شہرت قطع کرنا چاہتا ہے، اسکا اندام بھی وسعت میں بنا ہوتا ہے۔ اسکاٹ کے ۱۴ - برس کے سن میں طالب علمانہ زندگی ختم کی۔ سرد ممالک میں ۱۴ - کا سن ایسا ہی ہے، جیسے ہندوستان میں ۸ - یا ۹ - برس کا۔ اس لیے پیش دست لڑکوں کی طرح صیغہ بحریہ میں داخل ہوا اور اپنے بالا دستوں کے احکام کی تعمیل کر کے لگا۔ اس بچے سے چھوٹے چھوٹے کام لیے جاتے تھے، اور اسی طرح لیے جاتے جس طرح وہ بچوں سے لیے جاتے ہیں۔ مگر یہ لے معلوم تھا کہ جو بچہ آج اس قدر چھوٹے چھوٹے کام کر رہا ہے، وہی دل اسکا بڑا کام کرے گا۔ جسکی نظیر پیش کر کے سے جہاز رانی کی تاریخ قاصر ہوئی؟ اور جس بچے کی بحری زندگی کا سب سے پہلا دن اس قدر بے شان ہے، اسکی بحری زندگی کا سب سے آخری دن اس قدر پر شان ہو گا؟ وہ ۱۵ - برس کی عمر تک کام کرنا رہا۔ سولہویں برس تک - ایم - ایس میچیٹک کا تار پیڈر لفٹنٹ بنایا گیا۔ پھر ایک سال کے بعد ہی اول درجہ کے لفٹنٹ تک ترقی کی اور سب سے بعد دوسرے برس کمانڈر ہو گیا۔

عربی مہموں کے آغاز

۴۸ - سال کی عمر اور ۱۹ - برس بحری تجربہ کے بعد اس نے قطب جنوبی کی تحقیقات کے لیے روانہ ہونے کا ارادہ کیا۔ کو اس نے موت کے نیستان سے ہوتا ہوا گیا تھا، مگر اسکو معلوم تھا کہ نامور بھی نہیں مرنے، اور حینت جازد موت کے منہ میں جا کر بھی قائم رہتی ہے۔ پس وہ ہر شوق و بیخوف دل کے ساتھ ۶ - اگست - سنہ ۱۹۰۱ء - کو کوس (Caws) سے روانہ ہوا، اور دوسرے سال ہندستان میں داخل ہو گیا۔ آغاز سال ہی میں (لنگ ایڈرڈ کی دفعہ لید) دریافت ہوئی۔ اس کے بعد موسم سرما خلیج میکمرڈو (McMurdo Bay) میں گذرا۔ ۲ - نومبر کو پھر کوچ شروع کیا، اور ایک بٹی السیر، طویل، اور دشوار سفر کے بعد ۳۰ - دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء - کو عرض البلد کے ۸۲ - درجے اور ۱۷ - دقیقے تک پہنچ گیا۔ دوسرا جازا بھی ہندستان ہی میں کاٹا۔ اسکی متعدد مہموں کے سفر کا نتیجہ وہ چند گراں قدر ترمیمیں تھیں، جنکا بحر اطلاطیک کے نقشے میں اضافہ ہوا۔

انسان کے دو درمیانی حلقے

سنہ ۴ - میں اسکاٹ کی واپسی کے بعد در مہمیں آرزو روانہ ہوئیں۔

# مذہب علم کی

## قطب جنوبی

### کپتان رابرٹ اسکات

بحر انطلاطیک کا افسانہ عم

(۱)

تمہید

تمدن یورپ کے خال و خط میں جو چیز سب سے زیادہ نمایاں ہے وہ اس کی علم پرستی اور پھر علم پرستی کی راہ میں طلب صادق ہے۔ طالب صادق مطلوب کی تحصیل میں پامردی، سرفروشی اور سرگرمی کے ساتھ مصروف رہتا ہے۔ نہ ناز و نعم اور راحت و آرام اس کے لیے بند پڑتے ہیں اور نہ مساعی کی ناکامی اور اشخاص کی موت اس کے لیے حوصلہ کسل عوتی ہے۔ اس کی نظر میں مطلوب اور صرف مطلوب ہوتا ہے۔ وہ ہر ممکن کوشش کرتا ہے اور اس وقت تک کرتا رہتا ہے جب تک کہ مطلوب حاصل نہ ہو جائے یا ہستی کی کل ساکن نہ ہو جائے :

دست از طلب نہ دارم تا کام من بر آید

باتن رسد بجایاں باجن رتن بر آید

اس محک پر یورپ کی علمی، صنعتی، تجارتی، مذہبی، عرض کہ تمام اصناف طلب میں سے ایک ایک نوکسو، تم کو صاف نظر آئیگا کہ ہر طلب، طالب صادق ہے۔ اسی صدق طلب میں یورپ کی تمام کامرانیوں کا راز مضمر ہے۔

یورپ کی تاریخ صدق طلب کی صدقہ عجب پرور اور پراہنہ مثالوں سے لبریز ہے اور جیسا کہ زندہ اقوام کا قاعدہ ہے ہمیشہ اس فہرست میں نئے نئے اعداد کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

من جملہ انکے بیسویں صدی میں صدق طلب کی ایک درخشندہ مثال (بحر انطلاطیق) کی انکشافات کا وہ افسانہ عم ہے جس کا تذکرہ اب تک صفحہ جرائد پر جاری ہے اور صفحات قلوب پر ہمیشہ منقش رہے گا۔

بحر انطلاطیق میں انکشافی مہموں کی اجمالی تاریخ

بحر انطلاطیق کے طویل و عریض کوہاے پرف دی تحقیقات کا خیال سب سے پہلے سنہ ۱۷۳۸ء میں ایک فرانسیسی سرفروش و انکشاف دوست، بوریت (Bovet) نامی نے دل میں پیدا ہوا اور وہ اس مہم پر روانہ ہوئی، لیکن چند کامیابی نہیں ہوئی۔ (بوریت) کے بعد کیپٹن کک (Captain cook) ۱۷۷۳ء میں اسی مہم پر روانہ ہوا۔ یہ دوسری کوشش نسبتاً کامیاب ثابت ہوئی (کک) حلقہ انطلاطیق سے گذرتا ہوا عرض البلد کے ۷۱ درجہ اور ۱۰ دقیقہ تک جانب جنوب پہنچ گیا تھا، لیکن اس سے آگے نہ بڑھ سکا۔ نیم کامیابی طلب صادق کے لیے مہمیز بابت ہوتی ہے۔ بکے بعد دیگرے پچیس مہموں پر آواز ہوئی اور مجاہدین علم کی جاں فرشیوں کا سلسلہ برابر جاری رہا۔

سنہ ۱۸۲۲ء میں تحقیقات کا ایک قدم آگے بڑھا۔ ویدل (Weddel) نامی ایک اسکاچ کی مہم تین درجہ اس مقام سے آگے تک پہنچ گئی، جہاں تک کہ کک کی مہم پہنچی تھی۔

سنہ ۱۸۳۹ء میں ایک مہم ایریڈس (Erebus) اور ٹیرر (Terror) نامی دو جہازوں میں امیر البحر سر جیمس روس (Sir James Ross) کی زیر قیادت انگلستان سے روانہ ہوئی۔

یہ مہم کوہ پیکر دیوار ہائے برف کو چیرتی ہوئی، ڈھائی میل پر نکل گئی۔ نوکشف شدہ زمین کا نام جنوبی وکٹوریا لینڈ (South Victoria Land) اور اس کی بلند چوٹیوں میں سے ایک کا نام ایریڈس مونت (Erebus mount) دوسرے کا نام (ٹیرر مونت) (Terror mount) اور تیسرے کا نام روس باریر (Ross Barriar) رکھا گیا۔

روس کی اس بے عدیل کامیابی نے اس کو دوسری مہم کی ترغیب دلائی۔

سنہ ۴۱-۴۲ء کے درمیان میں وہ پھر روانہ ہوا اور ایک دفعہ زمین کے ظہور کا اعلان کیا۔ اسی کو بعد میں اسکات نے دریافت کیا اور کنگ ایڈورڈ دی ففٹھ لینڈ (King Edward VII land) نام رکھا۔ گو اس دفعہ اس کی کوشش تاج کامرانی زب سر نہ کرسکی، تاہم اس کو ایک نمایاں شمع امید نظر آئی، جس کی روشنی میں وہ دوسری دفعہ پھر روانہ ہو گیا۔

روس کے تیسرے سفر نے اس برفستان کے متعلق جبرمی معلومات میں اضافہ خطیر کیا۔ سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ قطب تک سفر کا راستہ کھل گیا۔

بہی کامیابیاں ہیں، جن کی بدولت صف محققین میں روس سب سے زندہ بلند نشست پر متمکن نظر آتا ہے۔

روس کے بعد کمانڈر جیرلچ (Gerlach) کے زیر قیادت اور جیم بی خدمت کی زیر سرپرستی ایک مہم روانہ ہوئی۔ یہ مہم ۱۷ درجہ ج تک پہنچی۔ انداء سفر میں اس کو نہایت خوفناک شائد کا سامنا ہوا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اگر انکشاف مصیبت شمالی کے مشہور فسانہ طرار: ڈاکٹر کک (Cook) کے بہادر ہاتھ مدد کے لیے نہ بڑھتے تو یقیناً یہ مہم فنا کے نا پیدا کنار سمندر میں غرق ہو گئی ہوتی۔ (جیرلچ) کی مہم کے بعد سے آنیسویں صدی کے آخر تک کوئی عظیم الشان مہم نہیں گئی۔

بیسویں صدی کے آغاز کے شوق انکشاف کا ایک نیا دور شروع ہوا۔

مذہب سرفروشی کے رمزہ شہادت نے روس کا زمانہ یاد دلایا۔ جرمنی، اسکاٹ لینڈ اور برطانیہ نے انکشافی مہموں پر روانہ کیں۔ جرمنی کی مہم گاس (Gauss) کے زیر قیادت تھی، جو سنہ ۱۹۰۳ء میں واپس آئی۔ اس کو کوئی نئی زمین نہیں ملی، مگر نہایت اہم علمی نتائج سے پر دامن آئی۔ اسکاٹ لینڈ کی مہم اسکاٹیا (Scotia) نامی تھا جس میں ڈاکٹر ڈبلیو۔ ایس۔ بروس (Dr. W. S. Bruce) کے زیر قیادت تھی۔ یہ جرمنی کی مہم سے زیادہ کامیابی ثابت ہوئی۔ عرض البلد کے ۸۲ درجے اور ۲۷ دقیقے ج تک بڑھتی ہوئی چلی گئی تھی۔ چند مقامات دریافت بھی کیے، جن کا نام کنگ ایڈورڈ لینڈ (King Edward Land)، مونت مار کم (Mount Markham) اور مونت لونگ سٹاف (Mount Long Staffe) رکھا گیا۔ ان مقامات کے علاوہ جنوبی ملک کے طبقات الارض اور علم النفس کے متعلق نہایت بیش معلومات کے ساتھ واپس آئی تھی۔

برطانوی قومی مہم اسی کیپٹن اسکات کی زیر قیادت تھی جس کی حسرت انگیز موت کا افسانہ آج ایک عالم کی زبان پر جاری ہے۔ اس تمہید سے مقصود یہ تھا کہ اس کے حالات کی طرف متوجہ ہوں۔





DR. ANSARY'S ALL-INDIA MEDICAL MISSION WITH NURSES OF THE TURKISH RED CRESCENT SOCIETY.  
Seated in centre of the second lower row is Basim Omer Pasha, President of the Turkish Red Crescent Society.



LT.-COLONEL ENVER BEY (centre second lower row) AND MEMBERS OF DR. ANSARY'S ALL-INDIA MEDICAL MISSION.  
[Photos. taken in the Kadirjah Hospital, Constantinople.]

# مرآۃ

## ترکوں کی مالی امداد

— \* —

فوری طور پر صرف اوقاف سے ممکن ہے

— \* —

(۱) ساڑھے ساٹھ کھروڑ مسلمانان ہند کی آبادی میں مجاہدین ترکوں کی فوری مالی امداد کا مسئلہ ایک عقدہ لا ینحل ہو گیا ہے۔ ایک طرف جب ہم دیکھتے ہیں کہ ترکوں کی مالی امداد کے نا کافی رہنے سے اسلام کی حیات و معیات کا مسئلہ وابستہ ہے اور دوسری طرف جب ہم متوسط اور غریب اصحاب کو اس قلیل عرصہ میں کافی رقم کے جمع کر لینے پر قادر نہیں دیکھتے تو اس فوری امداد کا سوال ازربہی مشکل ہو جاتا ہے۔ ضرورت مقتضی ہے کہ فی الفور کئی کھروڑ روپیہ ترکوں کی امداد کیلئے مہیا ہو جاوے۔ ممکن ہے کہ قوم کے سربراہان اصحاب ایسی مالی امداد کے مہیا کرنے پر آمادہ بھی ہو جائیں، لیکن سوال تو وقت کا ہے۔ یعنی ضرورت آج ہے اور امداد کا تہیہ ایک مدت چاہتا ہے۔ جس سے یہ خطرہ پیدا ہوتا ہے کہ خدا نخواستہ تا ”نریان اعرار“ اور ”مار گزیدہ“ مردہ شوق کا مصداق نہ ہو جائے۔ ایسے تنگ اور نازک وقت میں اگر کوئی صورت اس فوری امداد کی مسلمانوں کے ہاتھ میں باقی ہے، تو وہ اسلامی اوقاف کے معزز ہمدرد متولیوں کی خاص نظر عنایت سے وابستہ ہے، اور انکی ایسی با وقت مالی امداد اسلامی دنیا کے شکریہ کی خاص طور پر مستحق ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنے اوقاف سے ایسی مالی امداد کے بہم پہنچانے میں تنگی وقت و ضرورت کو ملحوظ رکھ کر عجلت سے کام لیں۔

(۲) یہی وہ خاص وقت ہے جسکے لیے اوقاف کے کھروڑوں روپے کا بہتر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اور خدا و رسول کے نزدیک معزز اور ہمدرد متولی ان اوقاف کی دہہ دازی سے عہدہ برا ہو سکتے ہیں اور عند الناس مشکور۔

(۳) اسلامی اوقاف کا بہترین مصرف اگر کوئی ہو سکتا ہے، تو وہ بالخصوص اسلامی روایات اور شان کا تحفظ۔ ترک اس وقت اسلامی روایات کے تحفظ کیلئے اپنی جانوں کو قربان کر رہے ہیں۔ ان اوقاف کی خطیر رقم سے جنکا جائز مصرف اکثر مقامات میں ظہور پذیر نہونے سے آجنگ بیہونکی تعویل میں پڑا رہنا ضروری سمجھا گیا ہے۔ ترکوں کو مالی امداد بہم پہنچانا، ان اوقاف کا بہترین مصرف ہے۔ رنگون، بمبئی، سورت، کلکتہ، مدراس، اجمیر شریف، پاک پٹن شریف، سرہند شریف، پیران شریف، تونسہ شریف، گولڑہ شریف، دہلی، لاہور، پشاور، و دیگر جملہ شہروں و قصبوں کے متولیوں اور مقدس انفس سچانہ نشینوں اور پیروں سے نہایت اخلاص اور عاجزی کیساتھ اسندعا بیجاتی ہے کہ اپنے اپنے اسلامی اوقاف کی گراں بہا رقم کو ہفتہ عشرہ کے اندر اندر ترکوں کی مالی امداد میں منتقل کرنے میں عجلت سے کام لینے۔ کیونکہ اسوقت غنیمت یعنی عرصہ اسلام کو تمام دنیا کے گرجوں اور کلیساؤں سے روز بروز بیش از بیش رقم فراہم ہو کر پہنچ رہی ہیں۔

(۴) معزول سلطان عبدالحمید خان غازی اپنی بیش بہا فراہم کردہ رقم کو جو جرمنی کے بینکوں میں جمع تھیں، ترکوں کی

امداد میں دیکر اسلامی دنیا کے لیے ایک قابل تقلید مثال قرار دے چکے ہیں۔ اور ایک معزول سلطان کا اپنے معزول کنڈونسنی امداد میں اپنی کل فراہم کردہ رقم کا دیدینا اس امر کی بین دلیل ہے کہ معزول سلطان نے اپنے غازیوں کو خطرے کی حالت میں دیکھ کر یہ امداد نہیں کی، بلکہ اسلامی کشنی کے خطرے میں دیکھ کر۔

(۵) اسلامی اخباروں اور رسالوں سے ہماری عاجزانہ درخواست ہے کہ اس استدعا کو جلد سے جلد اپنی قابل راسی کیساتھ اپنے اخباروں اور رسالوں میں شائع کر کے عند اللہ وعدہ الرسول ما جو رہیں۔

ڈاکٹر ایم۔ اے۔ سعید انصاری - بی۔ ایم۔ ایس۔ سی۔  
سرپرستی ہلال احمر شملہ

### فہرست

### زر اعانۃ دولت علیہ اسلام

—:—:—

(۱۵)

ان اللہ اشتری من المومنین انفسهم و اموالهم، بان لهم العتہ

—:—:—

یاہی آنہ زوہ

بدریغہ فائدہ موہبی سہب الدین صاحب

بند

فران سرف دو جد - فیکل خاندی - ۱۰ عدد - جہومرچاندی ۳ جوب۔  
نارہ حور خاندی ۲ عدد - بنی رنچدر دارچاندی ۳ عدد - بنیاس خاندی ۱۲ عدد  
نانی سونکی ایک عدد - کانپول خاندی ۲ عدد - انگستری ۱۹ عدد خورد و کاش۔  
سویکا بلاو ایک عدد - سوئیچے تاک بھول ۳ عدد - گہڑی ۲ عدد ڈاکٹم بس - ساری  
ایک عدد ریسمی بداری - کوٹا ایک عدد گمرہ

بدریغہ سعید حسین خالصاحب - بڑاواں پتہ

نقد ( جو زیورات فروخت کرے ادا کد گدا )

مسماہ باسو

دقت حسین صاحب - اودی پوری

بسن مہار

گور نوز

بدریغہ حافظ نظیر احمد صاحب - بخار بدھانہ

بدریغہ عبد الحمید خالصاحب - ار مریجا - ونگیر

بدریغہ خدا بخش، نئی بخش، قاسم علی خان - سکندر علی

خان - عبد الرحیم خالصاحب بزرگان مودا - ہسپار پور

بدریغہ عبد علی، و عطا محمد صاحب - ہوسدار پور

بدریغہ سید احمد حسین صاحب نواہت گدا

حاجی محمد یوسف صاحب مدراس

وہی حسین صاحب بڑھان پور

محمد حسین صاحب الہ آباد

عبد الرحمن صاحب ادھی الہ آباد

میزان

میزان سنبی

میزان کل

۶۶۷	۱۵	۹
۳۰۴۸	۷	۶
۳۸۴۹	۷	۳



## ذیابیطس

### خطرناک مرض ہے اس کا جلد علاج کرو

علامات مرض: جن لوگوں کو پیشاب بار بار آتا ہو یا پیاس زیادہ لگتی ہو۔۔۔ کا ذائقہ خراب رہتا ہو۔ رات کو کم خوابی سکتی ہو۔ اعضاء شکنی۔ لاپرواہی۔ سم۔ ضعف مثانہ ہونے سے روز بروز قوت میں کمی اور خرابی پیدا ہوئی ہو۔ آبی ہو اور چلنے پھرنے سے سرچرانا ہو۔ سر میں درد اور طبیعت میں غصہ آتا ہو۔ تمام بدن میں بیوست کا غلبہ رہتا ہو۔ ہاتھ پاؤں میں بخشکی اور جلن رہے جلد پر خشونت وغیرہ پیدا ہو جائے اور تھنقے پانی کو پی دے۔ معدہ میں جلن معلوم ہو۔ بیوست بڑھانے کے آثار پیدا ہو جائے۔ اعضاء رئیسہ کمزور ہو جائیں۔ رقت۔ سرعت اور کمی باہ کی شکایات بدن زیادہ ہوتی جائے تو سمجھ لو کہ مرض ذیابیطس ہے۔ جن لوگوں کے پیشاب میں شکر ہوتی ہے انکو مندرجہ بالا آثار یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا خاتمہ علی العموم کاربٹکل سے ہوتا ہے۔ دنبل پشت پر کبھی گھرن میں پیدا ہوتا ہے۔ جب کسی کو کاربٹکل ہو تو اسے پیشاب میں یقیناً شکر ہونے کا خیال کر لینا چاہیے۔ اس راج پھوڑے سے سینکڑوں ہونہار قابل لوگ مر چکے ہیں۔

مرض کی تشریح اور ماہیت: ذیابیطس میں جگر اور لبلبہ کے فعل میں کچھ نہ کچھ خرابی ضرور ہوتی ہے اور اس خرابی کا باعث اکثر دماغی تغیرات شبانہ روز کی محنت سے بعض دفعہ کثرت جماع۔ کہنے سوزاں اور کثرت ادرار کا باعث ہوتا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ اس حالت میں پیشاب میں شکر نہیں ہوتی بلکہ مثانہ کے ریشہ وغیرہ پائے جاتے ہیں۔ کبھی ابتداء میں کثرت جماع سے آخر یہ مرض پیدا ہو جاتا ہے اور کبھی ہجارت بعد یہ مرض شروع ہوتا ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ راج پھوڑا کاربٹکل نہ نکلے تو علاج حفظ ماتقدم یہ ہے کہ ہماری ان گولیوں کو کھاؤ۔ شیرینی۔ چاول ترک کر دو۔ پورے اگر سستی کر کے تو پھر یہ دینی درجہ ذیابیطس میں اس وقت ظاہر ہوتا ہے جبکہ تمام اندرونی اعضاء گوشت پوست بگڑ جاتے ہیں۔ جو لوگ پیشاب زیادہ آنے کی پرہیز نہیں کرتے وہ آخر ایسے علاج مرضوں میں پھنستے ہیں جن کا علاج پھر نہیں ہو سکتا۔ یہ گولیاں پیشاب کی کثرت کو روکتی ہیں اور تمام عوارض کمی قواء اور جملہ امراض ریشہ سے محفوظ رکھتی ہیں۔

ذیابیطس میں عرق ماء اللحم اسلئے مفید ہوتا ہے کہ بوجہ اخراج رطوبات جسم خشک ہو جاتا ہے۔ جس سے غذائیت کی ضرورت زیادہ پڑتی ہے۔ یہ عرق چونکہ زیادہ مقوی اور مولد خون ہے اسلئے بہت سہارا دیتا ہے غذا اور دوا دونوں کا کم دیتا ہے۔

## حب دافع ذیابیطس

یہ گولیاں اس خطرناک مرض کے دفعیہ کے لئے بارہا تجربہ ہو چکی ہیں اور مدعا عریض جو ایک گھنٹہ میں کئی دفعہ پیشاب کرتے تھے تھوڑے دنوں کے استعمال سے اپنے پرگئے ہیں یہ گولیاں صرف مرض کو ہی دور نہیں کرتیں بلکہ انکے کھانے سے گلی ہوئی قوت باہ حاصل ہوتی ہے۔ آنکھوں کو طاقت دیتی اور منہ کا ذائقہ درست رکھتی ہیں۔ جسم کو سرکھنے سے بچاتی ہیں۔ بلبل رل۔ ضعف مثانہ۔ نظام عصبی کا بگاڑ۔ اسپال دیرینہ یا پچیش یا بعد ہالے کے فوراً دست آجاتے ہوں یا درد شروع ہو جاتا ہو یا رات کو نیند نہ آتی ہو جب شکایت دور ہو جاتے ہیں۔

قیمت فی تولہ دس روپیہ

میر محمد خان۔ تالیٹر والی ریاست خیرپور سندھ۔ پیشاب کی آرت۔ مجمع ایسا حدیث کر دیا تھا اور جسم کو بے جاں اگر میں حکیم غلام علی نے اس کی گولیاں ذیابیطس نہ کھا تا تو میری زندگی محال تھی۔ د رما خان۔ زمیندار موضع چٹہ ضلع اٹارہ۔ آپ کی حب ذیابیطس نے میں کو فائدہ معلوم ہوا۔ دن میں ۱۶ بار پیشاب کرتے کی بجائے اب دن ۶ دفعہ آتا ہے۔

افند خان۔ محلہ غرقاب شاہ جہاں پور۔ جو گولیاں ذیابیطس آپ نے میں کو دے دی تھیں ان سے میری حالت اب بہت بہتر ہو گئی ہے۔

بیتہ

میرزا الہاب قبٹی کلکٹر۔ غازیپور۔ آپ کی بیجی ہوئی ذیابیطس کی گولیاں استعمال کر رہا ہوں۔ بجائے ۴۔ ۵ مرتبہ کے اب دو تین مرتبہ پیشاب آتا ہے۔

سید زاہد حسن۔ قبٹی کلکٹر الہ آباد۔ مجھے عرصہ دس سال سے عارضہ ذیابیطس نے دو کر رہا تھا۔ بار بار پیشاب آنے سے جسم لاغر ہو گیا۔ قوت مزہمی جاتی رہی۔ آپ کی گولیوں سے تمام عوارض دور ہو گئے۔ رمل ملانہ پوسٹلینڈر جنرل۔ پیشاب کی کثرت۔ جاتی رہی۔ مجھے کوربات میں میں بہت دفعہ پیشاب آتا تھا۔ آپ کی گولیوں سے صحت ہوئی۔ انکے علاوہ صدھا سندھات موجود ہیں۔

### مجبور و آزمودہ شرطیہ درائیں جو ہادائی قیمت نقد تا حصول صحت دیجاتی ہیں

زون کن

دراہمی مونچھ کے بال اس کے لگانے سے کہنے اور لبلبے پیدا ہوتے ہیں۔ ۲ تولہ دو روپے

### سر کا خوشبودار تیل

دلہا خوشبو کے علاوہ سیاہ بالوں کو سفید نہیں ہونے دیتا نزلہ و زخم سے بچاتا ہے شیشی خورد ایک روپے آٹھ آنہ کلاں تین روپے

### حب قبض کشا

رات کو ایک گولی کھانے سے صبح اجابت با فراغت اگر قبض ہو دور ۲ درجن ایک روپیہ

### حب قائم مقام افیون

انکے کھانے سے افیم چاتکر بلا تکلیف چھوٹ جاتے ہیں فیلوہ پاتم روپے

### حب دافعة سیلان الرحم

لیسدار رطوبت کا جاری رہنا عورت کے لئے وبال جان ہے اس دوا سے آرام۔ دو روپے

### روغن اعجاز

کسی قسم کا زخم ہو اس کے لگانے سے جلد بھر جاتا ہے بدبو زائل۔ نا سور۔ پھگندر۔ خنا زبر کے کھاتے۔ کاربٹکل زخم کا بہترین علاج ہے۔ ۶ تولہ دو روپے

### حب دافع طحال

زردی چہرہ۔ لاغری کمزوری در مرض تلی سے نجات۔ قیمت دو ہفتہ دو روپے

### برالساہ

ایک دو قطرے لگانے سے درد دانت فوراً دور۔ شیشی چار سو میض کے لئے ایک روپے

### دافع درد کان

شیشی صدھا بیماروں کے لئے۔ ایک روپے

### حب دافع بواسیر

بواسیر خونی ہو یا بالی زبکی ہو یا سادی۔ خون جاتا بند اور سے خود بخود خشک۔ قیمت ۲ ہفتہ دو روپے

### سرمہ صمیرہ کراعاتی

مقوی ہضم۔ محافظ بدائی۔ دافع جالہ۔ دھند۔ غبار۔ نزول المذہ۔ مریض۔ صلعف ہضم وغیرہ۔ فیلوہ معہ سلائی سنگ یخ دو روپے





لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْإِخْلَاقُ الْكَثِيرُ الْمُصَنِّعُ

# لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

میرسنول عمر خصوصی

مسند الخطیبین اسلام آباد دہلی

مقام اشاعت

۱ - ۲ مکلاوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

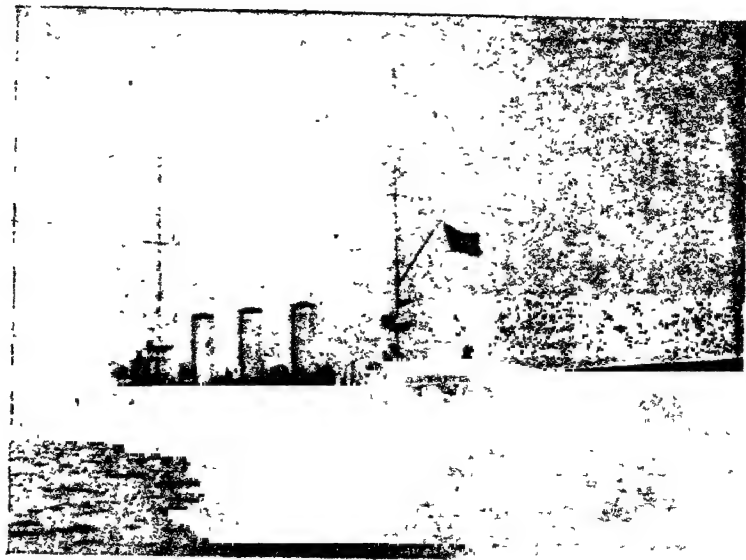
قیمت  
سالانہ ۸ روپے  
ششماہی ۴ روپے ۱۲ آنہ

جلد ۲

کلکتہ: چہار شنبہ ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta: Wednesday, March 26, 1913.

نمبر ۱۲



## درد سو و درد دیا کی دوا

ریاحی درد لفظ میں پہاڑ ہو جاتا ہے۔ یہ دوا لفظ میں اسکو پانی کر دیتی ہے۔ درد ریا کیسے ٹپک - چمک - ٹیس - رگوں میں لہر کن کنی سے چاہے جسقدر تکلیف ہو۔ اس دوا کے استعمال سے فوراً رفع ہوتی ہے درد سر کے واسطے بھی اس دوا کا ایسا ہی فائدہ ہے۔ نصف سر میں ہو یا تمام سر میں کسی وجہ سے کیسا ہی درد ہو اس دوا سے رفع ہو جاتا ہے۔ صرف یہی نہیں اگر سر کٹا جاتا ہو پھٹا جاتا ہو۔ آرزو جاتا ہو۔ اس دوا سے فوراً بند ہوتا ہے۔ اندنوں لرگ ذرا ذرا سی باتوں میں سر دکھایا کرتے ہیں کام میں یا مفت کی باتوں میں فکر و تردد میں عیش و عشرت میں دن کو رات اور رات کو دن بنانے میں کل شکایتیں سر پر آجاتی ہیں۔ از ہائے رے درد سر پکارا کرتے ہیں ڈاکٹر برون کی دوا اسے لوگوں کے لیے ہے۔ دوا کے استعمال سے فوراً درد بند ہوتا ہے۔ (اسلئے ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا لازم ہے۔)



(قیمت ۱۲ ٹکیریں کی ایک شیشی (۶ آنہ) معصوم ڈاک ایک سے چھ دبیہ تک ۵ آنہ)

## انگریزی حکومت کا مسلمان ہو جانا

اب بالکل یقینی ہے۔ کیونکہ حضرت شیخ سنوسی کے خلیفہ نے بمقام بیروت سیدی خواجہ حسن نظامی سے آئندہ حالات کی نسبت جسقدر پیشین گوئی کی تھیں (اور جنکو کتاب شیخ سنوسی کے حصہ اول و دوم میں شائع کر دیا گیا تھا) سب ہو بہو سچی ثابت ہوئیں۔ اب صرف انگریزی حکومت کے مسلمان ہو جانے کی پیشین گوئی باقی ہے۔ جو خدا نے چاہا تو عنقریب پوری ہوگی۔ پس اگر آپ یہ پیشین گوئیاں اور ترکی و ایران علی الخصوص افغانستان و جاپان و چین وغیرہ کے انجام کار کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو رسالہ شیخ سنوسی کے دونوں حصے پڑھئے۔ قیمت ہر دو آنہ آنہ۔

کلیات اکبر۔ لسان العصر و جدان الملة خان بہادر مولوی سید اکبر حسین العبادی کے زبردست کلام کے دونوں حصے چھپ کر تیار ہیں۔ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ ہے۔ اور صرف ہمارے ہاں دستیاب ہو سکتے ہیں۔ قیمت ہر دو حصہ ۳ روپیہ ۸ آنہ۔

مضامین خواجہ حسن نظامی میں غدر کے اور تیموریہ خاندان کے سچے مگر نہایت درد ناک قصے درج ہیں نیز آکر۔ مچھر۔ دیاسلائی وغیرہ عنوانوں پر نہایت مزیدار اور معنی خیز مضامین ہیں۔

سفرنامہ ہندوستان ببنی، کجرات، کاتھیوار، سومنات وغیرہ مقامات کا دلچسپ سفرنامہ: بطریق روز نامہ از سیدی: خواجہ: حسن نظامی: دہلی: قیمت ۸ آنہ۔

اسلام کا انجام مصر کے شیخ المشائخ کی حوصلہ افزا پیشین گوئیاں۔ قیمت ۴ آنہ

اسرار مغنی رمز کا خزانہ بس دیکھنے کے قابل قیمت ۴ آنہ۔

شاہ مشفق احمد صاحب منجم دہلوی کی پیشین گوئیاں۔ قیمت ۲ پیسہ

آبی تعریف قیمت دبیہ آنہ۔

کارکن حلقہ نظام المشائخ دہلی سے منگالیے

## شائقین تواریخ و تصوف کو مژدہ

مزرات اولیاء دہلی بالکل نئی تصنیف ہے۔ تمام اولیاء کرام و صوفیاء عظام جو دہلی کی مقدس سر زمین میں مدفون ہیں ان کے بسیط حالات سلسلہ وار در حصوں میں درج کئے گئے ہیں۔ زائرین کے لیے اس سے بڑھکر کوئی رہنما نہیں ہو سکتا۔ قیمت حصہ اول ۶ آنے

حصہ دوم ۲ آنے ہر دو حصہ معہ معصوم ڈاک و خرچ ری۔ پی پیکنگ وغیرہ ۱۰ آنے۔

ہندوستان کی اسلامی تاریخ عہد افغانیہ۔ مصنفہ صوفی کرام الہی صاحب دنگرلی۔ ۴۲ تواریخوں کا لب لباب ہے۔ معترضین کے حملوں کا معتبر اور مستند حوالہ کے ثبوت سے جواب دیا گیا ہے۔ فاضل اجل مولوی سید احمد صاحب مولف لغات آصفیہ فرماتے ہیں کہ اس سے بہتر ہندوستان کی تاریخ اب تک ان کی نظر سے نہیں گذری قیمت ۲ روپیہ ۸ آنے معصوم ڈاک و خرچ ری۔ پی ۳ آنے۔

المشتہر۔ منیجر اسلامیہ بک ڈپو و جنرل اخبار ایجنسی بازار بلی ماران۔ دہلی۔

## حمیدیہ ہوٹل

### نمبر ۱۳۱ لورجیت پور روڈ

ہمارے ہوٹل میں ہر قسم کی اشیاء خوردنی و نوشیدنی ہر وقت طیار ملتی ہیں نیز اس کے ساتھ مسافروں کے قیام کیلئے ہر تکلف اور آرام دہ کمروں کا بھی انتظام کیا گیا ہے جو نہایت ہوادار، فرشتہ اور بر لب راہ واقع ہیں جن صاحبوں کو کچھ دریافت کرنا ہو بذریعہ خط و کتابت منیجر ہوٹل سے دریافت کر سکتے ہیں۔ جنگ ترکی و اٹلی اور جنگ بلقان کی جملہ تصویریں ہماری ہوٹل میں فروخت کے لیے موجود ہیں مع تصویر شیخ سنوسی وغیرہ۔

المشتہر۔ شیخ عبد الکرم مالک حمیدیہ ہوٹل

سسٹم واسکوپ لیورواچ ۱۹ سائر

مضبوط، سچا وقت، برابر چلنے والی، معہ معصوم دو روپیہ آٹھ آنہ

ایم۔ اے۔ - شکر اینڈ کو نمبر ۱ - ۵ ویلسلی اسٹریٹ ڈاکخانہ دھرمتلا کلکتہ۔

M. A. Shakur & Co., 5/1, Wellesley Street, P. O. Dharamtollah, Calcutta.







DR. ANSARY'S ALL-INDIA MEDICAL MISSION WITH NURSES OF THE TURKISH RED CRESCENT SOCIETY.  
Seated in centre of the second lower row is Basim Omer Pasha, President of the Turkish Red Crescent Society.



LT.-COLONEL ENVER BEY (centre second lower row) AND MEMBERS OF DR. ANSARY'S ALL-INDIA MEDICAL MISSION.

[Photos. taken in the Kadirjah Hospital, Constantinople.]

# اطلاع

- (۱) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے، تو تاریخ اشاعت سے دو ہفتہ کے اندر اطلاع دیں، ورنہ بعد کوئی فی پرچہ چار آنے کے حساب سے قیمت لی جائیگی۔
  - (۲) اگر کسی صاحب کو ایک یا دو ماہ کے لئے پتہ کی تبدیلی کی ضرورت ہو تو مقامی ڈاکخانہ سے بندوبست کر لیں، اور اگر تین یا تین ماہ سے زیادہ عرصہ کے لئے تبدیل کرانا ہو تو دفتر کو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیں۔
  - (۳) نمونے کے پرچہ کے لئے چار آنے کے ٹکٹ آنے چاہیں یا پانچ آنے کے ری۔ بی کی اجازت۔
  - (۴) نام رہتہ خاصکر ڈاکخانہ کا نام ہمیشہ خوش خط لکھیے۔
  - (۵) خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
- نوٹ — مندرجہ بالا شرائط کی عدم تعمیلی کی حالت میں دفتر جواب سے معذور ہے اور اس وجہ سے اگر کوئی پرچہ یا پرچے ضائع ہو جائیں تو دفتر اس کے لئے ذمہ دار نہ ہوگا۔

## شرح اجرت اشتہارات

— \* —

میعاد اشتہار	فی صفحہ	فی کالم	نصف کالم	نصف کالم سے کم
ایک ہفتہ ایک مرتبہ کے لئے	۱۵ روپیہ	۱۰ روپیہ	۷ ۱/۲ روپیہ	۸ آنے فی مربع انچ
ایک ماہ چار مرتبہ "	۵۰ "	۳۰ "	۲۰ "	۷ آنے " " "
تین ماہ ۱۳ " "	۱۲۵ "	۷۵ "	۴۵ "	" " " "
چھ ماہ ۲۶ " "	۲۰۰ "	۱۲۵ "	۷۵ "	" " " "
ایک سال ۵۲ " "	۳۰۰ "	۲۰۰ "	۱۲۵ "	۴ آنے " " "

(۱) ٹائٹل پیج کے پلے صفحہ کے لیے کوئی اشتہار نہیں لیا جائیگا۔ اس کے علاوہ ۳ صفحوں پر اشتہارات کو جگہ دیجائیگی۔

(۲) مختصر اشتہارات اگر رسالہ کے اندر جگہ نکال کر دیے جائیں تو خاص طور پر نمایاں رہیں گے لیکن انکی اجرت عام اجرت اشتہارات سے پچیس فیصدی زائد ہوگی۔

(۳) ہمارے کارخانہ میں بلاک بھی طیار ہوتے ہیں جسکی قیمت ۸ آنے فی مربع انچ ہے۔ چھاپے کے بعد وہ بلاک پھر صاحب اشتہار کو واپس کر دیا جائیگا اور ہمیشہ انکے لئے کارآمد ہوگا۔

## شرائط

(۱) اسکے لئے ہم مجبور نہیں ہیں کہ آپکی فرمائش کے مطابق آپکو جگہ دیں، البتہ حتی الامکان کوشش کی جائے گی۔

(۲) ایک سال کے لئے اشتہار دینے والوں کو زیادہ سے زیادہ ۴ اقساط میں، چھ ماہ کے لئے ۲ اقساط میں، اور سہ ماہی کے لئے ۳ اقساط میں قیمت ادا کرنی ہوگی اس سے کم میعاد کے لئے اجرت پیشگی ہمیشہ لی جائیگی اور وہ کسی حالت میں پھر واپس نہرگی۔

(۳) منیجر کو اختیار ہوگا کہ وہ جب چاہے کسی اشتہار کی اشاعت روک دے، اس صورت میں بقیہ اجرت کا روپیہ واپس کر دیا جائے گا۔

(۴) ہر اس چیز کا جو جوئے کے اقسام میں داخل ہو، تمام منشی مشروبات کا، فحش امراض کی دواؤں کا اور ہر وہ اشتہار جسکی اشاعت سے پبلک کے اخلاقی و مالی نقصان کا اندیشہ شبہ بھی دفتر کو پیدا ہو، کسی حالت میں شائع نہیں کیا جائے گا۔

نوٹ — کوئی صاحب رعایت کے لئے درخواست کی زحمت گوارا نہ فرمائیں۔ شرح اجرت یا شرائط میں کسی قسم کا رد و بدل ممکن نہیں۔

لَا تَهْتَفُوا بِمَا يَنْتَفِعُونَ بِهِ إِلَّا عِلْفًا لَكُمْ مِنْهُ وَمِنْكُمْ

AL - HILAL

Proprietor & Chief Editor :

Abul Kalam Azad.

7-1 McLeod Street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly " " 4 - 12.

# الاحلام

میرسنول مخرج خصوصی  
مکتبہ علامہ اعلیٰ

مقام اشاعت  
۱ - مکلاوڈ اسٹریٹ  
کلکتہ

عنوان تلفراف  
«الملال»

قیمت  
سالانہ ۸ روپہ  
ماہی ۴ روپہ ۱۲ آنہ

ایک ہفتہ وار مصورسالہ

جلد ۲

کلکتہ: چاروشنبہ ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta : Wednesday, March 26, 1913.

۱۲

## فہرس

طرابلس الغرب  
شیخ سنوسی کا وفد  
عربی حملہ  
ایک اجتماع عظیم  
انکشاف سارن

## تصاویر

امیر الجزائر فرانسیسی قواصل کو پنکے سے مار رہا ہے  
سفیر فرانس شاہ پرورشیا سے گفتگو کر رہا ہے  
جہاز "حمیدیہ" شکستگی کے بعد  
جہاز "حمیدیہ" میں گیارہ گز مربع سوراخ ہو گیا ہے  
اور قسطنطنیہ جا رہا ہے  
جہاز "حمیدیہ" مرمت کے بعد  
کپتان حسین رؤف بک کمانیر "حمیدیہ"

## التماس

نمبر ۷، ۸، ۹ جلد (۲) قبل از وقت ختم ہو گئے ہیں - دوبارہ  
چھپنے پر حاضر خدمت کئے جائیں گے شائقین ذرا توقف فرمائیں -  
منیجر



۲

۴

۸

۱۰

۱۱

۱۲

۱۳

۱۳

۱۴

۱۵

۱۶

۱۷

۱۸

۱۹

۲۰

۲۱

۲۲

۲۳

۲۴

شذرات

مقالہ افتتاحیہ

العرب

مذاکرہ علمیہ

تعلب جنوبی (کیپٹان رابرٹ اسکات [۲])

علوم حدیثہ کی ترقی

فہرست زراعتانہ دولت علیہ اسلامیہ

نکاحات

ایک کی دائیم المریضی کی علت

ترکیوں کو صلاح ترک یورپ

خریداری تمسکات

نامرران غزوة بلقان

شہر عثمانیہ

انبار و حوادث

یشقدمیاں

درنہ میں رسد

حوالی اشقودہ

حملہ اشقودہ

حسائر جبل اسود

اسطول عثمانی

۵۰۰ بلغاری

حمیدیہ

۵۰۰ میڈیا

۵۰۰ لی حالہ کی اصلاح





مسٹر موصوف نے کہا، کہ یہ امر خاص طور پر انگیز ہے، کہ یہ حملہ ایسے وقت کیا گیا، جب کہ وہ اپنی امیدوں کو بار آور ہوتے ہوئے دیکھنے والے تھے، آخر میں مسٹر موصوف نے کہا، کہ اس ماتم میں یونانیوں کے ساتھ برطانیہ کی شرکت کے معقول وجوہ موجود ہیں، مسٹر بونرلا نے تالیف کی، رزلوشن پاس ہو گیا۔

\*\*\*

الشجاء بیعت الشجاء

مسٹر ایسکریٹھ کی مرثیہ خوانی سے ہمیں بلقان کے وہ صدھا خانماں برباد مسلمان خاندان یاد آگئے، جنکی خاتونیں بے عصمت کی گئیں، بچے نمایشی جنگ کے پہلوں کی طرح کاٹے گئے، اور مرد بندوقوں اور سنگینوں کا نشانہ بنائے گئے، اور ”بار آری امید“ کے فقرے نے تو قیامت ہی کی نمک پاشی کی۔ پس اسوقت ہم بھی مسٹر ایسکریٹھ کی طرح پر فغان ہیں، بلکہ ان سے زیادہ، انکے صرف ایک داغ لگا ہے، اور یہاں داغ مجسم ہیں، ممکن تھا کہ ہم بھی ہندوستان کے بعض اجیر نوحہ گروں کی طرح ماتم کی صفیں بچھاتے اور نوحہ کرتے، اور اگر ہم ماتم کرتے، تو غالباً مسٹر موصوف سے زیادہ درد انگیز رجگر دروڑ طریقے سے کرتے، مگر خدائے عزیز و جلیل فرماتا ہے کہ :-

انما ینہاکم اللہ عن الدین      اللہ تم کو ان ہی لوگوں سے دوستی  
قاتلوکم فی الدین      کرنے سے منع کرتا ہے، جن لوگوں نے  
واخرجوکم من      تم کو دین کے واسطے قتل کیا ہے، اور تم کو  
دیارکم وظاہروا علی      تمہارے گھروں سے نکالا ہے، اور تمہارے  
اخراجکم ان تر لہم      نکالنے میں مدد دی ہے، جو لوگ ان  
ومن یتولہم فاولئک      سے دوستی کرتے رہے ہی (مسلمانوں  
ہم الظالمون      کے حق میں) ظالم ہیں۔

اس بظاہر ہمارا عقیدہ ہے کہ صلیبی مجاہد کی عزاداری کرنا خدا قادر و قہار کی اور اس کے ملائکہ کی لعنت کا مستوجب ہونا ہے، پس ہم نہیں چاہتے، کہ دنیاری بادشاہ کے لیے آسمانی بادشاہ کی لعنت کے مستوجب ہوں، اور غالباً ہمارا دنیاری بادشاہ بھی نہیں چاہتا، کہ ایسی عزاداری میں شریک ہوں جس میں شریک ہونا مذہباً ہمارے لیے حرام ہے۔

## کم من فئۃ قلیلة غلبت فئۃ کثیرۃ بانن اللہ

### حق کی فتح

یونیورسٹی ڈیپارٹیشن

الحمد للہ ہنگامہ باطل پرستی میں مظلوم حق کی صدا بیکار نہیں گئی، یونیورسٹی ڈیپارٹیشن ٹوٹ گیا، فونڈیشن کمیٹی از سر نو کام کر رہی، یہ دوسرا دفعہ ہے، کہ قلت کو کثرت پر حریت کو استبداد پر اور حق کو باطل پر فتح ہوئی ہے، ان فی ذاک لایۃ لقرن یعقلون۔

جلسہ لیگ

ہماری تو شروع ہی سے اسے تھی، کہ جب تک لیگ کے قوام میں استبداد پرست ارباب زر کا عنصر غالب ہے، اسوقت اسکی اصلاح سے قوم مایوس رہنا چاہیے، ابکی جلسہ سے معلوم ہوا، کہ قوم اس نکتہ کو ایک حد تک سمجھنے لگی ہے، حاضرین کی تعداد غیر معمولی طور پر کم تھی، پبلک نے تو گویا بائیکاٹ ہی کر دیا تھا۔

”سیلف گورنمنٹ“ کے ساتھ ”سوت اہل“ کی قید پاس ہو گئی

اور کیوں نہ ہوتی۔

خود کرزہ خود کرزہ کرزہ گل کرزہ

ہم آئندہ نمبر میں ان شاء اللہ العزیز اپنے افکار و اظہار کرینگے۔

مراقدار ”دل نے باب عالی کو، متحدہ بادداشت بھیجی تھی، قسطنطنیہ اور ایغیاء کے تاراج کی دھمکی دی تھی۔

اس داستان بھر میں سب سے زیادہ مزے کی بابت یہ ہے، کہ تقریباً کہنی ہے، کہ وہ جو کچھ کر رہی ہے، محض انسانیت کے لیے کر رہی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ کیا آسٹریا اتنی انسانیت پرست ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے، تو سوال یہ ہے، کہ اسوقت آسٹریا انسانیت پرستی کہاں تھی جب کہ مقدونیہ، البانیہ، اور تھریس میں عورتوں کی چھاتیوں کے کاٹے جانے، بچوں کو نمایشی جنگ کے لیے طرح لٹکا کے نشانہ بنائے جانے، اور نوجوانوں اور بڑوں بندوقوں کی بارہ سے آڑے جانے کی رودادیں شائع ہو رہی تھیں، تو شاید نصاریٰ کے نزدیک انسان صرف وہ ہے، جو یسوع مسیح کی یادداشت میں داخل ہے، نہیں بلکہ خاموشی کی وجہ یہ تھی، مقدونیہ وغیرہ میں جو کچھ ہو رہا تھا، وہ بادشاہ یسوع کے اس حکم کی تعمیل تھی، کہ ”میرے وہ دشمن جو یہ نہیں چاہتے، کہ میں پر حکومت کروں، ان کو یہاں لاؤ اور میرے سامنے ذبح کرو“۔

سفراء دول نے بلغاریا کے وزیر اعظم کو شرائط صلح دیدیے

ہیں یہ شرائط حسب ذیل ہیں۔

(۱) خط اینس و میدیا کے جنوب کے تمام قطعات باستثناء بلیٹا حلیفوں کو دیدیے جائینگے۔

(۲) حد بندی اور مستقبل جزائر دول کے ہاتھ میں ہوگا

(۳) ترکی کو کرپت سے دست بردار ہونا پڑیگا۔

(۴) حلیفوں کو تین جنگ نہیں ملیگا، مگر اسکے بدلے انکو اس کمیشن میں شرکت کا حق دیا جائیگا، جو پیرس میں اس وقت سے بیٹے گا، کہ عثمانی قرض کا منصفانہ (۵) فیصلہ کرے، اگر کو بھی اسمیں شرکت کا حق ہوگا۔

(۵) جس ہی یہ شرائط منظور ہو جائینگے، جنگ فوراً موقوف ہو جائیگی۔

بلغاریا اور سرریا نے یہ جواب دیا ہے کہ وہ مشورہ کے بعد جواب دینگے۔

\*\*\*

اسفودرہ، سقوطی، اور ادرنہ کی شاندار مدافعت نے دنیا کو محو عزت بنا دیا ہے، مگر اسکی یہ قدر کی گئی ہے، کہ باوجود غیر مفتوحہ ہونے کے بلقان کو دلاؤںے جارہے ہیں، اس تقریب سے ہمیں وہ وقت یاد آتا ہے، جب کہ یونان و ترکی میں جنگ ہوئی تھی، اور یونان و ترکیوں کے مفتوحہ مقامات بھی دلاؤںے گئے تھے۔ مسٹر گلیڈسٹن نے کہا تھا ”کہ ہلال کے پاس سے صلیب کے پاس آسکتا ہے لیکن جو صلیب کے پاس آجائے وہ ہلال کے پاس واپس نہیں جا سکتا۔

رافعہ بدھ ہے کہ یورپ ہمیشہ اسی مقررہ پر عمل کرتا رہا ہے، مگر یہ ہے، کہ یہ مقررہ مسٹر گلیڈسٹن کے دل و عمل کے ساتھ، اس پر بھی تھا، مگر اور لوگوں کے صرف دل اور عمل میں ہے۔“

ہرد البانیہ

راؤٹر کو معلوم ہوا ہے کہ، البانیہ کے حدود کا پر خار مسئلہ باہم سفراء دول میں طے ہو گیا ہے، اور آئندہ اسی فیصلے کا نفاذ ہوگا، کیا طے ہوا ہے؟ یہ پوشیدہ ہے اور وقت مناسب تک پوشیدہ رہیگا۔

ایک مجاہد صلیبی اور انگلستان

۰ مارچ کو دار العوام میں شاہ یونان کی موت پر موجودہ شاہ یونان، یونانیوں، ملکہ الیگزندرا، شاہنشاہ جارج پنجم کے ساتھ لندن میں اور تعزیت کے وقت کی تحریک کرتے ہوئے، مسٹر ایسکریٹھ نے اعظم انگلستان نے کہا کہ ”اس بے مقصد جرم کی خبر (جس نے انہیں انسانوں کو غمگین بنادیا ہے) دنیا سکتے ہیں پر گئی ہے“

# شذرات

## ہفتہ جنگ

ہورے ہیں حملوں کو موقوف کرنے کے لیے، دو اطالوی کالوں نے حملہ کیا، اور گیرین سے جنوب کی طرف ایک مضبوط موقوف (پوزیشن) پر دست بدست جنگ کی، عرب ۲۲۰ مقتول چھوڑ کے چلے گئے، اطالویوں نے ۲۴ زخمی ہوئے، اور ۱۳ کام آئے آپ کو اس سے اتنا معلوم ہو گیا ہوگا، کہ عربوں برابر حملے کر رہے ہیں، رہی مقدار نقصانات کی صحت و عدم صحت تو اسکا تعجب آئو سنہ ۱۱ ع میں اچھی طرح ہو چکا ہے۔

\*\*\*

اعداء اسلام میں خانہ جنگی کے آثار

جاوا کوی میں عام طور پر، مسلمان اور کیتھولک ارتھوڈکس ہونے پر علانیہ مجبور کیے جا رہے ہیں، اس سلسلہ میں نہ معلوم کتنے امام مسجد علماء اور مشائخ شہید کیے گئے، ان تمام مسلم کشی کی خبروں کے جواب میں تو تمام یورپ نے صرف اس کہنے پر اکتفاء کیا کہ جنگ میں ایسا ہی ہوتا ہے، مگر حال میں پبلک نامی ایک پادری کے قتل نے، تمام کیتھولک دنیا میں آگ لگادی ہے، رافا میں اس واقعہ کی تفصیل یہ بیان کی گئی ہے، کہ اولاً پبلک سے ارتھوڈکس ہونے کی فرمائش کی گئی، جب اس نے انکار کیا، تو اسکو دھمکایا گیا، جب وہ تہدید سے بھی متاثر نہ ہوا، تو اسے کپڑے چاک کر ڈالے گئے اور اسکو اسقدر مارا گیا کہ اسکی پسلیاں اور ہاتھ پیر ٹوٹ گئے اور وہ زمیں پر گر پڑا، مگر اب بھی وہ ارتھوڈکس نہ ہوا، آخر ایل شخص نے اسے جگر میں سنگین بھونکدی اور وہ مر گیا۔

ایک آسٹری جہاز "اسکودرا" نامی گرفتار کر لیا گیا ہے، اور جہاز سرری فوج کی نقل و حرکت میں استعمال کیا جا رہا ہے، سقوطی پر گولہ باری میں آسٹریا کا ایک یتیم خانہ، خانقاہ، اور چند اور عمارتیں منہدم ہو گئی ہیں۔ ان وجہ سے آسٹریا اور مانٹی نیگرو کے تعلقات نہایت تلخ ہو رہے ہیں۔

عام طور یقین کیا جاتا ہے، کہ پول سے آسٹری بیڑے کی روانگی کا تعلق انہی واقعات سے ہے، گو سرکاری طور روانگی کی وجہ حسب عادت نمائشی جنگ بیان کی گئی ہے۔

حال میں آسٹریا نے مانٹی نیگرو سے حسب ذیل مطالبات کیے ہیں۔  
(۱) قتل پادری کی تحقیقات آسٹری قونصل کے سامنے کی جائے۔  
(۲) تبدیل مذہب کی کاروائی فوراً موقوف کر دی جائے، اور اس قسم کے جسقدر واقعات اسوقت تک ہوئے ہیں، وہ سب کا علم سمجھ جائیں۔

(۳) "اسکودرا" فوراً چھوڑ دیا جائے۔

(۴) اسقوطی کے غیر ملکی لوگوں کو شہر چھوڑنے کی اجازت دی جائے۔

مانٹی نیگرو نے نمبر اول کے جواب میں پادری پر بغاوت الزام لگایا ہے، نمبر دوم کی واقفیت سے انکار کیا ہے، نمبر سوم کے بہت فوری تحقیقات کا وعدہ کیا ہے۔ اور نمبر چہارم کے منظور کرے، انکار کیا ہے، مگر یہ اطمینان دلایا ہے، کہ آئندہ آتشباری کا رخ صرف قلعوں کی طرف ہوگا۔

مگر آسٹریا کے نزدیک یہ تمام جوابات ناکافی ہیں، اس لیے اس نے الیمپیٹم دیدیا ہے، کہ اگر غیر ملکی باشندوں کے ترک اسقوطی تک گولہ باری موقوف نہ رہی، تو وہ فوجی طاقت سے کم لیگی۔ اس الیمپیٹم کی وجہ سے مانٹی نیگرو پر غیر معمولی خراب و اضطراب چھایا ہوا ہے۔ اس نے اپنے حلیفوں کو اسکی اطلاع دی ہے اور دل کے سامنے یہ اعتراض کیا ہے، کہ یہ کاروائی ناطرنداری کے خلاف ہے۔ مگر سوال یہ ہے، کہ اسوقت مانٹی نیگرو کہاں تھا جب "سختہ

چٹاجا ۱۷ تک عثمانی سرکاری ررداد جنگ کے بموجب خطوط چٹلجا پر کر لی حملہ عام نہیں ہوا، خفیف مفارشات (اسکریمشیز) ہوتے رہے۔ ۱۹ کو عثمانی پیادہ فوج ایک پر جوش معرکے کے بعد فتحیاب ہوئی، فتحیابی کے بعد بھی تمام خطوط پر دشمن سے معرکہ آرا ہوتی رہی۔ ۲۱ کو صرفیا کے ایک تار سے معلوم ہوتا ہے، کہ دو ترکی توپوں نے بلغاریا کے میمنہ پر حملہ کیا، شدید جنگ ہوئی، ترکی فوج پانچ سو مقتول و معجروح چھوڑ کے پسپا ہوئی، شام کو پھر حملہ آور ہوئی، پھر پسپا کر دیگئی۔ ۲۳ کے عثمانی سرکاری تار سے (جو ہندوستان کے عثمانی قونصل عام) کو موصول ہوا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ خطوط چٹلجا پر سکون طاری ہے۔

ان خبروں سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے، کہ چٹلجا میں خطرات کے استحکام اور فوج محافظ کے جوش و ہمت میں کوئی فرق نہیں آیا ہے، فوج برابر نکل کے حملے کرتی ہے، اور جیسا کہ قاعدہ ہے کبھی کامیاب ہوتی ہے اور کبھی نا کام۔

۲۰ کو عثمانی فوج نے دشمن کے کئی پوزیشنوں پر ادرنہ گولہ باری کی، عثمانی سرکاری تار سے معلوم ہوتا ہے، کہ دشمن کی فوج آتشباری کی تاب نہ لاسکی اور بہت سے خندق چھوڑے پیچھے ہٹ گئی۔ ۲۲ کو ادرنہ سے براہ راست لندن میں اس مضمون کا تار موصول ہوا ہے، کہ مدافعت بہادرانہ طور پر جاری ہے، قلعے پوری طرح مضبوط ہیں، انتظام کامل طور پر برقرار ہے غذا افسر تقسیم کرتے ہیں، ۲۰ کا صرفیا کا تار بیان کرتا ہے، کہ حملہ عام کیا گیا، جسمیں حملہ آور مشرق کے در قلعہ بند نقطوں پر قابض ہو گئے۔

اب تک تو دنیا کو یہ یقین دلایا گیا تھا، کہ دریائے اسٹمبی البانیہ بالکل فتح ہو گیا مگر ۲۵ کے سٹیچی سے آئے ہوئے تار سے معلوم ہوتا ہے، کہ البانیہ کے دریائے اسٹمبی میں جاوید پاشا جانبارانہ مدافعت کر رہے تھے، مگر آخر کار ۲۵ کو پاشاے موصوف نے مع ۱۵ ہزار فوج کے سرری فوج کے آگے ہتیار ڈال دیے (۶)

دراز سے جانب جنوب و مشرق ۷۵ میل کے فاصلہ پر یتھیلینی ایک یتھیلینی نامی ایک مقام تھا اتھینس کے ۲۷ کے تار سے معلوم ہوتا ہے، کہ یونانیوں نے اس پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔

### حملہ عربی

آج آپ شون عثمانیہ میں طرابلس الغرب کے زیر عنوان چند خوشگوار و امید افزا خبریں پڑھیں، یہ خبریں عثمانی ذرائع کی ہیں، انکا خفیف پرتو آب رومہ کی اس تار برقی میں بھی دیکھیں گے، جو ذیل میں درج کیجاتی ہے۔

۲۲ مارچ ۱۹۱۳

بارونی بے کے زیر قیادت عربوں کے ہاتھوں اطالوی بہت دق



جائے ہیں، جو طمع کی شدت کو کم کر دیتے ہیں - میری مراد اس سے یہ عادت ہے، جسکو (Chivalry) (۱) کہتے ہیں، یہ عادت خونریزی اور جنگ کے موقوف کرنے میں بھی، بارہا اسطرح کامیاب ہوئی ہے، جیسطرح کہ بارہا جنگ کا سبب ہوئی ہے - متمدن اقوام کی جنگ تمام تر شخصی مطامع پر مبنی ہوتی ہے، انہیں ”شیو الیری“ کا مطلقاً وجود نہیں ہوتا، چنانچہ اسی بناء پر لوگ کہتے ہیں کہ ”سیاست کے دل نہیں“ -

”متمدن قوموں میں ہر قوم اپنے ہمسایوں کی طرف حسد کی نگاہ سے دیکھتی رہتی ہے، اگ اسکی قدرت میں یہ ہوتا، کہ وہ سب کو اپنے زیر نگیں کر لے، تو ہرگز نہ کرتی، مگر چونکہ یہ اسکے بس میں نہیں ہے، اسلیے وہ بلی کی طرح، کسی ہوئی، ہر اسی فرصت کے انتظار میں بیٹھی رہتی ہے، جسمیں وہ اچک کے کسی شہر پر قبضہ کر لے اور اپنے حدرد سلطنت کو وسیع کر سکے - یہ صحیح ہے، کہ وہ کسی عذر کے بغیر تلوار نہیں نکالتی، مگر اکثر عذر فرضی اور غلط ہوتے ہیں“ -

”جب کسوی سلطنت دوسری سلطنت کا کسوی ملک لینا چاہتی ہے، تو پہلے وہ یہ دیکھتی ہے، کہ وہ اس پر غالب آسکتی ہے یا نہیں، اگر غالب آسکتی ہے، تو پھر کسوی نہ کسوی عذر تلاش کر لیتی ہے، اور اس عذر کی بنا پر اعلان جنگ کر دیتی ہے، لیکن اگر غالب نہیں آسکتی، تو اس سے قوی تر عذروں کے موجود ہوتے ہوئے بھی جنگ کا نام نہیں لیتی“ -

جنگ کے لیے سبب آفرینی

فاضل نقاد نے جنگ کے لیے متمدن اقوام کی سبب آفرینی کی بابت جو کچھ لکھا ہے، گورہ حرف بحرف صحیح ہے، مگر تاہم چند مثالوں کا طالب ہے -

\*\*\*

ہندوستان دنیا کی تمام حوصلہ مند قوموں کا منظور نظر رہا ہے - عہد قبل تاریخ سے لیکے اسوقت تک ہر عالمی حوصلہ قوم نے اسکے حاصل کرنے کی کوشش کی ہے - اسلیے کسوی وجہ نہ تھی، کہ فرانس کو اسکا خیال نہ ہوتا، اس کے علاوہ وہ ایک مدت تک بعض قلعات پر حکومت بھی کرچکا تھا - مصر ہندوستان کی کنجی ہے، اور بجائے خود بھی سر سبز اور زرخیز ملک ہے، ان گونہ گون ترغیبات کی وجہ سے فرانس کے الوالعزم جنرل نیپولین کے دل میں فتح مصر کا خیال پیدا ہوا - اس نے فرانسیسی حکومت کے ممبروں کی ایک مجلس مدعویٰ، جسمیں فتح مصر کا ارادہ ظاہر کیا، رجوہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ ”وہ (مصر) دنیا کی سر سبز ترین زمینوں میں سے ہے، اور ہندوستان کا راستہ ہے“ دیگر ممبران حکومت نے اس تجویز سے اتفاق کرنے میں تردد کیا، تو نیپولین نے کہا، کہ اگر اسکی تجویز سے اتفاق نہ کیا گیا، تو وہ اپنے عہدے سے مستعفی ہو جائیگا، مجبوراً تجویز منظور کی گئی، نیپولین بیڑا لیکے اسکندریہ کے ساحل پر آیا، لیکن داخل ہوا، تو باشندوں میں ایک فرمان اس مضمون کا شائع کیا کہ ”ہم اسلیے یہاں آئے ہیں، کہ تمہارے ظالم حکمرانوں کے پنچے سے تم کو نکالیں اور فرانسیسیوں کے ساتھ جو بد سلوکیاں انہوں نے کی ہیں، انکا انتقام لیں“ -

(۱) Chivalry) دراصل ایک فرانسیسی نژاد کلمہ (Chevalier) ہے، جس نے

انگریزی قالب میں آئے یہ صورت اختیار کر لی ہے -

مؤخر الذکر ایک فرانسیسی اسم مفت (Chevalier) کا حاصل مفت ہے، اس اسم

مفت کے معنی اولین اسم - وار اور معنی ثانی نائٹ کے ہیں - نائٹ ہڈ کے عناصر

نوام تین مفت - جمع جاتے تھے (۱) نیک نہادی (۲) بسالت (۳) اسلحہ باری میں

چابکدستی -

شیوالیر کے معنی ثانی ان مفت ثلاثہ کا مجموعہ ہیں - عربی میں اسکا ترجمہ

اربعیت و نجدت در لفظوں میں ہوا ہے - ۱۲ منہ

جگ کا سرچشمہ وحشت نہیں بلکہ ”خود کامی“ ہے، جسکے پیش رلہی ”اسباب زندگی“ اور کبھی ”انفری سیادت“ ہوتی ہے -

وہ جنگ

تمدن مانع جنگ ہے یا معرک جنگ؟ یہ ایک سوال ہے، جس پر بارہا خامہ فرسائیاں ہو چکی ہیں، قناعت بخش جواب کے لیے در امور پر غور کر لینا ضروری ہے :

(۱) اسباب جنگ کیا ہیں؟

(۲) تمدن کا ان پر کیا اثر پڑتا ہے؟

ہم نے ابھی بیان کیا ہے، کہ جنگ کا سرچشمہ ”اسباب زندگی“ ”سیادت“ کے لئے انسان کی خود کا مانہ کوشش ہے - تمدن نے مکی کو نہایت پُر تکلف اور گران کر دیا ہے، اور یہ ظاہر ہے، زندگی جسقدر پُر تکلف ہوتی جائیگی، اتنی ہی زیادہ اسباب مکی کی ضرورت ہوگی اور جسقدر زیادہ ضرورت ہوگی، ہی قدر اسکے لئے انسان زیادہ سرگرمی سے کوشش کریگا -

سیادت کا آغاز فرق مراتب سے ہے، اور فرق مراتب کا آغاز دن سے - جب تک کسوی قوم متمدن نہیں ہوتی، اسوقت تک تمام افراد یکساں حیثیت سے رہتے ہیں، لیکن جسقدر انہیں دن آتا جاتا ہے، اسی قدر فرق مراتب پیدا ہوتا جاتا ہے، اور جسقدر فرق مراتب واضح ہوتا جاتا ہے، اسقدر جاہ پسند افراد میں بادت طلبی کا شوق پیدا ہوتا جاتا ہے -

نم اگر ایک محض وحشی قبیلے میں جاؤ، تو نشست و برخاست، گفتار و کردار، وضع و قطع، غرض کسیطرح سے بغیر ریانت کے یہ نہ معلوم کر سکوگے، کہ ان میں شیخ القبیلہ کی ہے؟ لیکن اب اگر کسی گاؤں میں جاؤ، تو وہاں تمہیں عام باندی میں کچھ فرق نظر آئیگا - گاؤں سے کسی قصبے میں جاؤ، ان فرق کیسیقدر زیادہ نمایاں معلوم ہوا، اور پھر شہر میں اس سے زیادہ، اور اگر کسی دربار شاہی میں جاؤ گے، تو فرق مراتب کا ایک عجیب العقول طلسم زار دیکھو گے!

غور کر کہ صحرا، گاؤں، قصبہ، شہر اور دربار میں بعض امور مشترک ہیں اور بعض مفترق ہیں - امر مشترک یہ ہے، کہ ہر جگہ بالادست و زیردست ہیں، اور امر مفترق یہ ہے، کہ بعض جگہ بالکل تمدن نہیں، بعض جگہ تمدن ہے، مگر ناقص، بعض جگہ کامل تر، اور بعض جگہ (اس زمانہ کے اعتبار سے) کامل ترین، جہاں تمدن نہیں ہے، وہاں دونوں طبقوں کا فرق غیر ظاہر، جہاں تمدن کم ہے، وہاں ظاہر ہے مگر کم، جہاں پورا تمدن ہے، وہاں پوری طرح یہ فرق ظاہر ہے - پس اس سے صاف ظاہر ہو گیا، کہ تمدن سیادت طلبی کے لیے معرک اور باعث ہے - اس علم کے بعد، کہ تمدن اسباب جنگ کو کم کرنے کے بدلے بڑھانے والا ہے، بآسانی فیصلہ کیا جا سکتا ہے، کہ تمدن مانع جنگ ہے یا معرک جنگ؟

اب مدہی شہادت

یورپ کے تمدنی تقدیمات اسقدر روشن ہیں، کہ ان کے بیان کی ضرورت نہیں، لیکن با ایں ہمہ جنگ کی بابت اسکی کیا حالت ہے؟ اسکا جواب ایک مشہور نقاد مورخ کی زبانی یہ ہے :

”Self-love) متمدن اقوام میں غیر متمدن اقوام سے قوی تر ہے، لیونہ علم انسان کے دائرہ عقل کو وسیع، اور مطالب کو کثیر کر دیتا ہے، جسمیں وجہ سے اسکے ضروریات بھی بڑھ جاتے ہیں، اور اسکو کشاکش کے لیے مجبور کرتی ہیں - وہ قومیں جو اپنی فطری حالت میں باقی ہیں، باوجودیکہ تاخیر و تازاج اور یورش و جنگ میں قوی ہوئی ہیں، لیکن پھر بھی ان میں ایسے اخلاق پائے

# الغلا

۱۷ ربیع الثانی ۱۳۲۱ ھجری

## الحرب

— \* —

( ۱ )

— \* —

تمہید اور انسان کی ابتدائی حالت

قدیم ترین زمانے میں انسان کی غذا بی حالت یہ تھی کہ درختوں کے برگ و بار اور خود رو نباتات کھاتا، اور چشموں اور دریاؤں کا پانی پی پیتا تھا، جب یہ چیزیں ختم ہو جاتیں تو انکی نیابت کمزور اور سریع الحصول حیوانات کرتے، انسان انکو پکڑ لینا اور کچا کھا جاتا، کچا اسلیے کہ اسوقت فن طبخ عالم وجود میں نہیں آیا تھا، جب جانور بھی ختم جاتے تو اُس جگہ کو چھوڑ کے کسی اور جگہ چلا جاتا،

قیامگاہ کے لیے وہ ہمیشہ قرب آب کو ترجیح دیتا تھا، تاکہ پینے کے لیے پانی، اور کھانے کے لیے خود رو درخت اور پانی پینے کے لیے آنے والے جانوروں کے کافی ذخیرہ تک اسکا دست رس رہے، اس طرح عرصہ تک انسان خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرتا رہا، اس عرصہ میں کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ اتفاق سے دو یا دو سے زیادہ خاندان ایک ہی وقت میں ایک ہی مقام پر پہنچے۔

انسان خود کام پیدا کیا گیا ہے، اسلیے بمقتضائے فطرت ہر خاندان کی خواہش ہوئی، کہ وہی اس جگہ فروکش ہو، انمیں سے ہر ایک نے چاہا، کہ دوسرا چلا جائے، مگر خود نہیں گیا۔ زبانی گفتگو ہوئی، مگر کچھ طے نہ ہوا، بات بڑھی، اور قدرتی سادہ ترین ہتھیار یعنی دانت، ہاتھ، اور پیر کام کرنے لگے۔ (غالباً) دنیا کی سب سے پہلی جنگ اسی طرح وقوع پذیر ہوئی۔

ایسا بارہا ہوا، کہ غذا کی ضرورت ہوئی، جستجو کی، مگر کامیابی نہیں ہوئی، یا ایسے وقت ضرورت ہوئی، جسوقت کہ جستجو ناممکن تھی۔ ان تلخ تجارب نے انسان کو حفظ ما تقدم کے لیے غذا جمع کر کے کی تلقین کی، کچھ صدیاں اسی حالت میں گذریں۔ اس عرصہ میں انسان نے تمدن میں ترقی کی، اور ضروریات اور گرد و پیش کے حالات کی رہنمائی سے زراعت اور جانوروں کی پرورش شروع کی۔ خشک سالیوں اور امراض نے انسان کو بتایا، کہ احتیاط یہ ہے، کہ جسقدر زیادہ اسباب زندگی پر قبضہ ہو سکے کر لیا جائے۔ اس جذبہ نے فطرتی خود کامی کے سانہ آمیزہ کے، یہ خیال پیدا کیا، کہ اگر ممکن ہو تو، ان اسباب زندگی پر بھی قبضہ کر لیا جائے، جو دوسروں کے زیر تصرف ہیں۔ اس کے لیے ضرورت قوت کی تھی، اسلیے ہر خاندان نے اپنے اور اپنے رشتہ دار خاندانوں کے ارکان سے جتنے تیار کیے، اور دوسروں کے زیر تصرف اسباب زندگی پر یورش کرنے لگے۔

نسل میں افزائش ہوئی، اس کے علاوہ چھوٹی چھوٹی جماعتیں حملہ یا مدافعت کو کامیاب بنانے کے لیے، متعدد کرشد کرنے لگیں۔ اس طرح چھوٹی چھوٹی حملہ آور قوتوں نے بڑی فوجوں کی شکل اختیار کر لی، اور معمولی حملہ کے بدلے اب بڑی جنگیں برپا ہونے لگیں۔ اسوقت ایک ایسے شخص کی ضرورت محسوس ہوئی، جو اُن ہزاروں مقاتلوں کو اتار سکے۔ ظاہر ہے کہ اس مند کا مستحق وہی ہو سکتا ہے، جو اوروں سے زیادہ شجاع، زیادہ دانشمند اور اُمرور جنگ سے زیادہ باخبر ہو۔ ممکن تھا کہ نوجوانوں میں دانشمند اور شجاع تر ملجائے، مگر اسکا کیونکر اطمینان ہوتا، کہ جوش و انہیں شجاعت کے حدود سے نکال دے، تھوڑی حد تک نہ بیچاؤ اس کے علاوہ دانشمندی تجربے کی نیاز مند ہے، اسلیے یہ خدمت سالخورده افراد کے سپرد کی گئی، جو شجاعت و دانشمندی ساتھ تجربہ کاری کی مفت بھی رکھتے تھے۔

ایک شخص کی چشم و ابرو کی گردش پر ہزاروں انسانوں جذبش کرنا، انسانی حیات کا سب سے بڑا منظر ہے۔ شیوخ قبائل خدمت سالاری حاجت روائی کے لیے لی تھی، مگر اب شجاعت و عظمت افسری سے جو ذوق آشنا ہوئے، تو انکو سالاری میں لطف آنے لگا۔ مقابلین نے جنگ ضرورتاً ہی تھی، مگر جب فتح و طعہ انکو سربلندی سے روشناس کیا، تو شیوخ کی طرح انکو جنگ میں لطف آنے لگا، نتیجہ یہ ہوا، کہ اب جنگ اسدا زندگی کے بدلے جلال سالاری اور لطف سربلندی یا بالفاظ دیگر کشرستانی اور حکمرانی کیلئے ہونے لگی۔

سرچشمہ جنگ

نیپولین کہتا ہے ”جنگ ایک رحشیانہ حرکت ہے“ بالف دیگر جنگ کا سرچشمہ وحشت ہے۔ ممکن ہے کہ سرچشمہ جنگ کی بابت نیپولین کی رائے صحیح ہو، مگر جہاں تک ہماری رائے کی پرراز ہے، یہ خیال صحیح نہیں۔ دنیا ہزاروں برس آ نکل آئی ہے، یورپ میں آفتاب علم نصف النہار پر ہے، خورشید تمدن و تہذیب سے کارزار ہستی پر آہنگ ہے، یادگار ہائے وحشت کے محو کرنے کے لیے عرقریز کوششیں ہو رہی ہیں، وحشت و ہمجنیت سے ہر شخص (غلط یا صحیح طور پر) تبری کر رہا ہے، مگر با این ہمہ، بقول ایک تشبیہ طراز کے ”یورپ آخری ایشا جنگ کی منتظر مسلح اقوام کا کیمپ ہے۔“

پس اگر جنگ کا سرچشمہ وحشت ہوتی، تو آج کم از کم یورپ سے جنگ کا تمام ساز و سامان محو ہو جانا، حالانکہ اس مقام کی سب سے بڑی منتہی رہی ہے!

اب سوال یہ ہے، کہ اگر جنگ کا سرچشمہ وحشت نہیں، تو یہ کیا ہے؟ موجودہ علم الاخلاق کا یہ ایک بنیادی مسئلہ ہے، کہ خود کامی اور خود دوستی (Self love) نوع انسانی میں دو عالمگیر جذبے ہیں دنیا میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ملیگا، جو خود دوستی سے خالی ہو، یہی خود دوستی اور خود کامی قدرتی طور پر باہمی منافست و تصادم کا باعث ہوتی ہیں۔ اور ہر قوم، ہر جماعت، ہر خاندان، بلکہ ہر فرد یہ چاہتا ہے، کہ دنیا کی بہترین چیزیں صرف اسی کے قبضہ میں رہیں، اور اگر نہیں ہیں، تو آجائیں۔

افسری و سیادت کو پر خطر ہیں، مگر دلکش ہیں، گو موجودہ حالات میں اہل ہند اسکا اندازہ نہیں کر سکتے۔

انسان کی خود دوستی و خود کامی اسکو توغیب دیتی ہے، کہ عس طرح ممکن ہو، لطف سیادت سے بہرہ یاب ہو۔ پس درحقیقت

## انگلستان

جنگ کریمیا — ۶ کروڑ ۹۰ لاکھ پونڈ اور ۲۷ ہزار نفوس -  
جنگ جرمن و انگلستان ۱۸ کروڑ ۲۰ لاکھ پونڈ تعداد نفوس  
پر معلوم  
جنگ انگلستان و فرانس — ۸۳ کروڑ ۱۰ لاکھ پونڈ - تعداد  
نفس غیر معلوم -

## فرانس

جنگ کریمیا — ۹ کروڑ ۳۰ لاکھ پونڈ اور ۴ لاکھ ۲۴ ہزار نفوس -  
جنگ فرانس و پریشیا — ۳۱ کروڑ ۶۰ لاکھ پونڈ اور ۱۳۸۸۷۰  
نفس -

## روس

جنگ کریمیا — ۱۴ کروڑ ۲۰ لاکھ پونڈ اور ۹۵ ہزار نفوس -  
ان چند نامکمل تخمینوں سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ معمولی جنگوں  
کے علاوہ صرف ۱۶۰۰ مشہور جنگوں میں کتنی جانیں اور کس قدر  
مال ضائع ہوا ہوگا ؟

شاہد بہار علی قلی

ان عظیم الشان نقصانات ہی بناء پر، مشکل سے کوئی ایسا فلسفی  
ہوگا، جس نے جنگ کی نعرہ کشی نہ کی ہو، مگر ایک فلسفی سے  
جنگ کی نعرہ کشی عجیب نہیں، تعجب تو یہ ہے کہ خود بعض  
فلاسفوں نے جنگ کو برا کہا ہے، جذا شمار دنیا کے مشہور  
فلاسفوں میں ہے، چنانچہ (ہیڈلین) کہتا ہے کہ ”جنگ ایک  
محشیانہ اور بربادی حرکت ہے، خواہ وہ کتنی ہی شکلیں بدلے، مگر  
برحالہ وہ عہد وحشت کی ناکوار یادگار ہے“ (وائٹگن) کہتا ہے :  
”مگر تم ایک دن بھی جنگ کو دیکھ لو، تو خدا سے دعا مانگو  
کہ پھر وہ تمہیں روز جنگ نہ دکھائے“ اسی کا یہ مقولہ ہے : ”یہ  
جنگ میں شکست سے بدتر فتح ہے“ -

مسعود جنگ

اپنا جانا ہے، کہ تمدن جدید کا یہ ایک نصف امتیازی ہے، نہ  
اس میں جنگ بھی پابند قانون ہے، گو واقعہ یہ ہے، نہ وہ اس  
نصف میں بھی آفتاب اسلام سے ضیاء اندوز ہوا ہے، جیسا کہ ہم  
ابندہ امید میں بشرط فرصت دکھائی دے گا۔

ردب تمدن کا بیان ہے، کہ ان قوانین کا مقصد شدائد جنگ  
کو کم کرنا ہے، مگر افسوس کہ واقعات اسکی تصدیق نہیں کرتے۔ ہم  
دیکھتے ہیں ہر روز، ہلکے سے مہلک تر اسلحہ ایجاد ہوتے ہیں، پس  
اگر قبیلوں، جنگ کی غرض اصلی شدائد کی تخفیف ہوتی، تو ان  
اسلحہ کی ایجاد باہم از کم استعمال ممنوع ہوتا۔

اصل یہ ہے، کہ تمدن و قانون باہم دیگر لازم و ملزوم ہیں، جن  
قانون میں تمدن بالکل نہیں، انہیں کوئی قانون نہیں،  
’رحمہم قومیوں میں جس قدر تمدن ہے، اسی قدر قانون بھی ہے۔  
جس قدر قانون اخلاقی میں تمدن نے غیر معمولی ترقی کی ہے،  
وہاں لڑائی لذیذہ یہ ہوا، کہ قانون نے بھی اسی قدر ترقی کی،  
تو صلح سے گزر کے جنگ تک پہنچ گیا، اور رفتہ رفتہ تمام زندہ  
قومیوں کی زبانوں میں اس موضوع پر بھی ایک معقول ذخیرہ ادب  
تیار ہو گیا۔

ان تمام قوانین کی تفصیل نہایت طویل ہے، اسوقت ہم ممنوعات  
جنگ میں سے چند دفعات نقل کر دیتے ہیں۔

- (۱) ہتھیار رکھ دینے کے بعد دشمن کو زخمی کرنا۔
- (۲) زخمیوں پر حملہ کرنا۔
- (۳) دشمن کی طرف سے جب امان طلب کی جائے تو اسکی  
منظوری سے انکار کرنا۔
- (۴) گرفتاری ہی حالت میں دشمن کی توہین و تعذیب کرنا۔

(۵) دشمن پر اچانک حملہ کرنا۔

(۶) ایسے گولوں کا استعمال، جس سے دشمن کے زخمیوں  
کو بے فائدہ تکلیف ہو۔

(۷) زہر میں بچے ہوئے تیروں، پسے ہوئے شیشے، یا دم دم  
کی گولیوں کا استعمال کرنا۔

(۸) آتشگیر گولوں کا استعمال، جب کہ فریقین جنگ

## عیسائی ہوں۔

(۹) ایسے گولوں کا استعمال، جن کا وزن ۴ سو کیلوگرام سے  
زیادہ ہو، یا جنہیں آتشگیر مادے بھرے ہوں (یہ دفعہ  
سنہ ۱۸۶۸ ع میں سینٹ پیٹرسبرگ کی کانفرنس میں  
طے ہوئی تھی)

(۱۰) زہر کا استعمال، خواہ کنوڑی، چشموں، نہروں وغیرہ میں  
دالا جائے، یا کھانے میں دالا جائے، یا اسلحہ اسمیں  
بچھائے جائیں۔

(۱۱) بغیر اعلان جنگ کے دعوہ حملہ کر دینا۔

(۱۲) جھوٹ بولنا۔ (مگر فتح و نصرت کی جھوٹی خبریں شائع  
کرنا بالکل جائز ہے)۔

(۱۳) عہد شکنی کرنا۔ (جیسا کہ اسوقت ریاستہائے بلقان  
کر رہی ہیں)

(۱۴) سامان کی گاڑیوں پر سرخ جھنڈا (جو مریضوں کی  
گاڑیوں کی علامت ہے) نصب کرنا۔

(۱۵) دل درگ سے کام لینا کیونکہ وہ درندہ ہے۔

(۱۶) تجارتی بندرگاہوں پر گولہ باری کرنا۔

(۱۷) عورتوں، بچوں، اور بوڑھوں پر تلوار اٹھانا۔

ان واقعات میں جو امور ضروری اور سرمد مند ہیں۔ وہ رہی ہیں  
جسکو اسلام تیرہ سو برس پہلے کہہ چکا ہے۔

## قوانین جنگ کی رود شنیدنی

تاریخ بتاتی ہے، کہ جب کبھی دو غیر مسخری قومیں میں جنگ  
ہوئی ہے، تو تمام قوانین دفعہ درگاہ ہیں، اور قری قوم نے اپنے حریف  
کو زک دینے کے لیے، جو وسائل مناسب معلوم ہوئے ہیں، اختیار  
کیے ہیں۔ مثلاً بربروں اور انگریزوں میں جنگ ہوئی۔ پہلے رائے  
گولوں کا استعمال قانون جنگ کی رز سے ممنوع تھا، مگر انگریزوں  
نے استعمال کیا دم دم کی گولیاں سخت مہلک اور ممنوع استعمال  
ہیں، مگر سنہ ۵۷ کے عہد میں، انگریزوں نے استعمال کیں۔ ہتھیار  
رکھ دینے کے بعد حریف کی فوج پر ہتھیار اٹھانا جائز نہیں، مگر  
تسلیم پلونا کے بعد آدھ گھنٹہ تک روسی توپخانے پلونا پر گولے  
برساتے رہے۔ تجارتی بندرگاہوں پر گولہ باری ممنوع ہے، مگر اطالیہ  
سنہ ۱۱ میں ساحل بیزرت پر گولہ باری کی۔ غیر مسلح جوانوں  
بوڑھوں، عورتوں، اور بچوں، کو قتل کرنا جائز نہیں، مگر انگلستان  
طرابلس اور میدانیہ مقدونیہ و تھیس میں بلا تمیز ہر مسلم نہ  
رمہ قتل کیا گیا۔ مختصراً یہ کہ بقول حکیم (سولن) قانون تار عنکبوت  
ہے جو اپنے سے کمزور کو دبا لیتا ہے، مگر اپنے سے قری سے ٹوٹ جاتا ہے  
پس واقعہ یہ ہے کہ لا حکم الا القرہ۔

ہم کسی ایسے اشاعت میں اس عذران پر اسلامی نقطہ نظر  
سے بحث کریں گے۔





تھا، کہ شاہ کا جواب نامنظوری ہوا، لیکن وہ چاہتا تھا، کہ جواب کا لہجہ سخت ہو، تاکہ فرانس کو غصہ آئے، اور جنگ کا آغاز اسی کی طرف سے ہو۔ جب بسمارک کو شاہ کے لطف آمیز جواب علم ہوا، تو اس نے سخت پیچ و تاب کھایا، اور سوچنے لگا، کہ اسے متعلق کیا کرنا چاہیے؟ (بسمارک) اپنے (مفکرات خصوصاً) میں جو اس کے مرنے کے بعد شائع ہوئی ہیں، لکھتا ہے ”میں نے ارادہ کیا، کہ اپنے عہدہ سے استعفاء دیدوں، میں نے ایک پازٹیٹی جس میں مارشل (مولٹک) اور (رون) کو مدعو کیا۔ ہم ٹرکھانے کی میز پر تھے، کہ تارالا آیا، اور مجھے ایک تار دیا۔ اس پر شاہ کے مشیر خاص کے دستخط تھے۔ اور (ایمس) سے آیا تھا، جس اسکا مضمون پڑھا گیا، تو میں نے دیکھا، کہ سفیر فرانس کے مقابلہ میں شاہ کی کمزوری سے، میرے دونوں ہم صحبتوں کے چہروں پر غم کے آثار نمایاں ہونے لگے، اور کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا، میں نے تارکٹی مرہ پڑھا، شاہ نے مجھے اس تار کے اشاعت کی اجازت دیدی تھی، میں نے فوراً قلم اٹھایا، اور ایک فقرہ کات کے اسکی جگہ دوسرا فقرہ بٹا دیا، جس سے تار کا اثر بالکل بدل گیا، اس کے بعد میں مارشل (مولٹک) کی طرف متوجہ ہوا اور فوج پر اعتماد، جنگ کے نتیجے، اپنی مہمات اور نیاری کی تکمیل تک انتظار (۱۰ سال) کے متعلق چند سوالات کیے، مارشل مذکور نے سب کے جواب میں یہ کہا کہ ”جنگ ناگزیر ہے، تو پھر عجلت بہر ہے، کیونکہ الذواء ہمارے لیے خطرات انگیز ہوا، اس کے بعد میں نے انکو ترمیم شدہ تر سنایا، تار سننے ہی انکی شکہاے پیشانی صاف ہونے لگیں، میں نے ان سے کہا کہ یہ تار صرف شب سے قبل فرانس پہنچ جائیگا۔ اسکا اثر عام سرخ کے برابر ہوا۔ ہماری کامیابی اس امر کے ساتھ وابستہ ہے، کہ ہمارے مقابلے میں اعلان جنگ کیا جائے۔۔۔۔۔ تاکہ ہم یورپ میں علی الاعلان کہسکیں، کہ ہم حملہ آور نہیں، بلکہ مدافع ہیں“

\* \* \*

اہل ٹرانسوال کے پیغم صلح کے جواب میں لارڈ (سالیسڈی) نے تو یہی کہا تھا کہ ”اہل ٹرانسوال کے آغاز جنگ کیا“ مگر راست گو مورخین اعلان کرتے ہیں کہ ”ٹرانسوال کے متعلق انگلستان کی نیت عرصہ سے خراب تھی، وہ عدداً اہل ٹرانسوال سے ہمیشہ جھگڑا رہتا تھا، تاکہ وہ مجبور ہو کر اعلان جنگ کریں، چنانچہ ایسا ہی ہوا، جب اہل ٹرانسوال کی پریشانی نازل برداشت حد تک پہنچ گئی، تو انہوں نے مجبوراً اعلان جنگ نہ خستہ جنگ

خستہ جنگ کا اذکار نہایت دشوار ہے۔ جنگ میں صرف جان و مال ہی ضائع نہیں ہوتے ہیں، بلکہ کارار کی اجہامی و اخلاقی حالت پر بھی اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ انڈیپنڈنٹ کہتا ہے کہ ”جنگ میں اخلاقی قوی اس قدر گرجاتے ہیں، کہ اسمیں اور جسمانی قوی میں ۳ اور ۴ کی نسبت رجحاتی ہے“ تاریخ کے قدیم ترین زمانہ سے ایکے اس وقت تک تخمیناً ۱۶۰۰ نظام الشن جنگیں ہوئی ہیں۔ جن میں سے صرف قرون وسطی کی جنگوں میں تخمیناً ۱۶ ارب ۸۶ کروڑ جانیں کام آئیں۔ بالفاظ دیگر چند صدیوں میں موجودہ آبادی سے کئی گونہ زیادہ آدمی ضائع ہوئے۔

جسطرح کہ جنگ میں کام آنے والی جانوں کا صحیح انداز نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح ان مصارف کا بھی صحیح تخمینہ نہیں کیا جا سکتا، جو سلطنتوں کو دوران جنگ میں برداشت کرنا پڑتے ہیں، مگر تاہم قرون اخیری کی چند مشہور جنگوں کے خسائر کے متعلق ایک سرسری اندازہ کیا گیا ہے، جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

جزائر الغرب ایک زرخیز ملک ہے۔ فرانس کی دیرینہ آرزو تھی، کہ وہ اسکی نوآبادیوں میں آجائے، مگر اس کے لیے فرصت کا منظر تھا، انڈیپنڈنٹ نے جب مصر فتح کرنا چاہا، تو اس کے لیے الجزائر کے ایک یہودی مہاجن سے کچھہ روپیہ قرض لیا، قرض کی ادائیگی میں عمداً دیر کی گئی۔ ایک دن فرانسیسی قونصل امیر الجزائر کے پاس بیٹھا تھا، قرض کا ذکر آیا، تو فرانسیسی قونصل نے کڑی سخت نام لایا، لفظ استعمال کیا، جس پر امیر کو غصہ آگیا، امیر کے ہاتھ میں ایک پتکا تھا، اس نے وہی پتکا قونصل



امیر الجزائر فرانسیسی قونصل کو پتکے سے مار رہا ہے

نے مدہ پر مارا۔ قونصل نے اسکی اطلاع اپنی حکومت کو دی، جزائر پر جنگ کیلئے یہ علت کافی سے زیادہ تھی، فوج کشی کی گئی اور فتح کر لیا گیا۔

\* \* \*

سنہ ۱۸۹۲ سے قبل تک نو تمام مورخین جنگ فرانس و پروشیا کا ذمہ دار فرانس کو قرار دیتے تھے، مگر اسکا اصلی ذمہ دار کوئی اور تھا، اور حوتھا بعد کو خود اس نے انکار کر لیا۔ اسی اجمال کی تفصیل یہ ہے، کہ فرانس اور جرمنی میں جب اسمیں کی بابت اختلاف پیدا ہوا، تو فرانس نے روسیو (بنیڈیٹنی) اور شاہ پروشیا سے ملنے کیلئے بھیجا، روسیو مداور شاہ پروشیا سے ۹ جولائی سنہ ۱۸۷۰ ع کو (ایمس) میں ملا۔



سفیر فرانس شاہ پروشیا سے گفتگو کر رہا ہے

اور اختلاف انگیز نقطہ کے متعلق گفتگو کی، شاہ نے روسیو کو جواب نامنظوری کی صورت میں دیا، مگر ایسے الفاظ میں جن میں توہین کا شائبہ بھی نہ تھا۔ (بسمارک) کو معلوم

کامیاب ہوا۔ ۶۰ قدم کی افتادگی نے ایک کتے کو بہت بری طرح زخمی کیا تھا، اسلیے وہ جانبر نہوسکا۔ اسکاٹ مرکزی خیمہ آیا، یہاں آئے دیکھا، تو صرف ایک یابو اچھا بچا تھا۔

۲۴ فروری کو اسکاٹ مع چند آدمیوں اور ایک یابو کے روانہ ہوا۔ روانگی کا مقصد یہ تھا، کہ کوارنر کیمپ میں مزید رسد فراہم کیجائے۔ واپسی میں ۲۷ کو سخت برفباری ہوئی، مگر مرکزی خیمہ قریب تھا، اسلیے ۲۸ کو یہ جماعت خیمے واپس پہنچ گئی۔ جیسا کہ اسکاٹ نے اپنے روزنامچہ میں لکھا ہے یہاں ایک غیر معمولی طوفان بیا ہرچکا تھا، جو تین دن تک رہا تھا، اور جس نے برف کا ایک انبار عظیم جمع کر دیا تھا۔

یابو کو دیوار ہائے برف کی پناہ میں رکھنے کی کوشش کی گئی، مگر آندھی کے جھوکوں نے اس کوشش کو بے سود ثابت کیا، اور مسکین جانور کو سخت تکلیف برداشت کرنا پڑی۔ ان حالات کی بنا پر اسکاٹ نے بغیر کسی تاخیر کے، ہٹ پوائنٹ واپس آنے کا فیصلہ کیا۔

ایک صدمہ شدید

ایک یابو کو برفباری سے سخت نقصان پہنچا تھا، اڑیس گریں، اور اسکاٹ اسکی حفاظت کے لیے پیچھے رہ گئے، اور ہاررس چیری (Cherry) گیدارد (Garrard) اور کریون (Crean) چار نہایت عمدہ یابوروں کو ایکے کتوں کے پیچھے پیچھے چلے۔

یہ جماعت جب ہٹ پوائنٹ کے قریب پہنچی، تو اسوقت بعد برف میں شگاف پڑھ رہے تھے، یہ دیکھتے وہ فوراً واپس ہوئی۔ واپسی میں وہ جنوب کی طرف ۴ میل تک چلی گئی۔

جانوروں کی خستگی و ماندگی برابر بڑھ رہی تھی، یکم مارچ کو ۲۔ بجے ماندگی اس حد تک پہنچ گئی، کہ جماعت کو مجبوراً منزل کرنا پڑی۔

کڑی ۴۔ بجے کا عمل تھا، کہ ایک خررش نے ہاررس کو بیدار کر دیا، ہاررس نے اٹھکے دیکھا، تو معلوم ہوا، کہ برف نے تودے بہت رھے ہیں اور سیلاب کی طرح سرعت کے ساتھ خیمہ کی طرف بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔

یابوروں نے باندھنے کے لیے ایک قطار میں میخیں گاڑی گئی تھیں۔ دیکھا، تو ایک یابو غالب ہو گیا ہے، یہ حالت دیکھتے جماعت جنوب و غرب کی منجمد برف کی طرف روانگی کا فیصلہ کیا، برفستانی گاڑیاں لادی گئیں اور جماعت روانہ ہو گئی۔ گاڑی کے نہیچنے میں غیر معدود مشاکل پیش آئے۔ یابو ایک بہتے ہوئے تودہ برف (Floe) سے آچک کے دوسرے بہتے ہوئے تودہ برف پر جانے لگے اور دوسرے سے تیسرے پر، رھلم جرا۔

دوبارہ ہوتے، جماعت سد (Barrier) کے قریب پہنچی، اسوقت حالت سنگین سے سنگین تر ہو گئی تھی، پیچھے گرم تعاقب سیلاب تھا اور آگے سد کی ناقابل معود دیوار برف، اس امید پر، کہ شاید دیوار برف میں کڑی شگاف ملجائے، ولسن مشرق کی طرف گرم سیر ہوا، اتفاقاً اسکو ایک شگاف مل گیا۔ جسکے سہارے سے وہ سطح پر چڑھ گیا۔

اسکاٹ کی ٹولی نے بیمار یابو کی جان بری کی ہر ممکن کوشش کی، مگر ناکامی ہوئی۔ یہ ان سوانح سے بالکل بیخبر تھی، جو ولسن کی ٹولی کو پیش آئے تھے، اسلیے جب اسکو اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی، تودہ وہاں سے روانہ ہو گئی، دوبارہ سے پلے رہ لب سد پر پہنچی، یہاں اسکو غیر متوقع ہولناک منظر نظر آیا، اس نے دیکھا، کہ بحر برف ندارد ہے اور سد کی برف پیر کے نیچے

آئندس فریم (Frame) میں اپنی جماعت لیے جا رہا تھا، خلیج بس (Whales Bay) میں غیر مترقبہ طور پر ٹیرانوا اور فریم سے ملاقات ی۔ جہاز لفٹنٹ کیمپبل (Liet. Campble) کے زیر سرگروہی جماعت اتارے، شمال کی طرف لڑتا، اور اپریل میں نیوزیلینڈ چکایا۔ جہاز پھر جنوب واپس گیا اور یکم اپریل سنہ ۱۲ کو مارچ تک مہم کی خبریں لیکے نیوزیلینڈ واپس آیا۔ ۲ نومبر سنہ ۱۲ کو اسکاٹ کے زیر سرگروہی ایک جماعت جنوب لٹے روانہ ہوئی، راستہ میں برف کے تودے چھوڑتی جاتی تھی، کہ واپسی میں نشان راہ کا کام دیں، سد (Barrier) پر مہم کی شرح ۱۰ میل فی یوم تھی۔

۳۱ دسمبر کو ۸ ہزار ۶ سو قدم عروج (Altitude) پر حذب ملا۔ ۲۵ جنوری کو ۱۲ آدمیوں کی ایک جماعت مع ۸ یابوروں اور کتوں کی ٹیموں کے گوداموں کی تیاری کے لیے روانہ ہوئی۔ اس مہم کی روانگی کے کسب قدر بعد ایرنس کے جنوب کی طرف بحر آب (Sea - Ice) پھٹی۔ اس شگاف نے جماعت اور منزلگاہ میں راست کا راستہ پیدا کر دیا۔ جماعت مختصر اور بار زیادہ تھا، اسلیے برف ہٹ پوائنٹ (Hut - Point) سے ۷ میل جانب مشرق، جنوب، مشرق سد برف (Ice - Barrier) پر ایک مرکزی خیمہ کے نصب میں جماعت ۳۰ جنوری تک مشغول رہی۔

جماعت نے رسد کا اصلی حصہ اسی خیمہ میں چھوڑ دیا، اور ہلکے وجہ لیکے، ایک مقام کی طرف روانہ ہوئی، جسکا نام بعد کو کورنر کیمپ (Corner Camp) رکھا گیا، شمال و جنوب کی طرف یہ کوچ قریباً ۲۷ میل کا تھا، اور جزیرہ سفید (White Island) کے غاروں سے بچنے کے لیے جنوب کی طرف واپسی سے پہلے کیا گیا تھا۔ ۸ فروری کو یہ جماعت دنیوپ کی طرف روانہ ہوئی، رات کو کوچ اور دن کو آرام کرتی تھی، موسم خاص طور پر ناسازگار تھا۔ تین یابوروں کی کمزوری اور لاغری نے آگے لیجانے کی اجازت نہ دی، اسلیے وہ واپس کر دیے گئے۔

راہ میں شدید برفباری ہوئی، در یابو مر گئے، ایک زندہ بچا، بقہ یابوروں اور کتوں کو لیے ہوئے جماعت ۱۶ فروری کو عرض البلد کے ساتھ ۸۹ درجے تک پہنچی، موسم ناسازگار اور جانور مسلوب انگری تھے، پیشقدمی کی کامیابی موزوم، اور جانسنانی اغلب نظر آتی تھی، عاقبت انڈیشی عذاگیر ہوئی، اسکاٹ نے پیشقدمی کا راہہ مسخ کر دیا، اور ایک گودام بنائے واپسی کا فیصلہ کیا، گودام میں ایک ٹن سے زائد سامان رسد رکھ دیا۔

بد معجزہ نا جاں بری

گودام سے فراغت کے بعد، یہ جماعت کتوں کو لیکے مرکزی خیمہ کی طرف واپس ہوئی، راستہ میں جزیرہ سفید کے قریب ایک گوشہ ملا۔ روشنی نہایت کم، بلکہ نہ تھی، جماعت نے اسکو قطع کرنا شروع کیا، دوران قطع میں ایک سخت خطرناک سانحہ پیش آیا، برفستانی گاڑیوں میں کتے جتے ہوئے تھے، جزیرہ سفید کے غاروں کے قریب جب یہ گاڑیاں پہنچیں، تو کتے ان غاروں میں گر پڑے اسوقت حالت یہ تھی، کہ ایک طرف پل پر گاڑیاں رکی ہوئی تھیں، دوسری طرف غار میں اکثر کتے لٹکے تھے، اور ساز دونوں میں رشتہ اتصال تھا۔ بالکل ممکن تھا، کہ کتے زیادہ پھرتے اور مع گاڑی کے غار کی نہ پڑتے۔ اسوقت حالت خطرناک نازکی کے اس نقطہ تک پہنچ گئی تھی، جہاں حواس پر آگندہ، خاطر آشفته، اور تدبیر آفرینی عقیم ہو جاتی ہے، مگر اسکاٹ کو آہن اندامی اور پختہ عزمی کے ساتھ، ثبات قلب اور اجتماع حواس سے بھی بہرہ رافر ملا تھا، تین گھنٹہ کی مسلسل جانفشانی و عرق ریز کوشش کے بعد وہ کتوں کے نکالنے میں

# مذہب علم

(۱) مشہور راستہ جو بیر ڈمرر گلیشیر (Beardmore Glacier) تک جاتا ہے۔

(۲) اس امید پر کہ کوئی نیا برف کا تودہ ملیگا، مشرق کی طرف، آگے بڑھیں۔

(۳) سیدھا فیرر گلیشیر (Ferrar Glacier) کی طرف بڑھا اور چلا جاں، اور وہاں سے حدب ہوتا ہوا قطب تک پہنچ جاں۔  
گو اسوقت اسکے سامنے تین راستے تھے، مگر بوجہ چند اس نے مشہور راستے کو ترجیح دی اور شیکلٹن کے تجارت سے فائدہ اٹھایا۔  
مہم کی فرد عمل میں بعض دفعات یہ تھے:

دسمبر تک میکمر ڈر سونڈ (McMurdo Sound) اُترا جائے۔  
اور تمام موسم گرما گوداموں کی ساخت اور غذا کی تیاری میں صرف کیا جائے اسکاٹ کو امید تھی، کہ آخر اپریل تک جماعت کے لیے عمدہ گودام اور سامان غذا تیار ہو جائیگا۔

اسکے بعد جائے کے اثناء میں قطب تک پہنچنے کی آخری عظیم الشان کوشش کے لیے تیاری کیجائیگی۔  
سفر کے تین حصے ہوں۔

(۱) جسمیں حوالی سد اعظم کا حدب قطع کیا جائے۔

(۲) پہاڑی گزرگاہوں کو عبور کیا جائے۔

(۳) بلند اور اندرونی میدانوں کو طے کیا جائے۔

ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ اکتوبر اور نومبر سد کے قطع پر اور برف کے تودوں پر چڑھنے میں صرف کیے جائیں۔

اسکاٹ کو امید تھی، کہ اوائل دسمبر میں وہ بالائی حدب تک اور ۲۲ - دسمبر کو (جسوقت کہ آفتاب اپنے انتہائی عروج پر ہوگا) قطب تک پہنچ جائیگا۔

روانگی

جب تیاری ختم ہوچکی، تر شاہی مجلس جغرافیہ نے ایک رداعی جلسہ کیا۔ صدر جلسہ نے اس جماعت کو خدا حافظ کہے ہوئے کہا۔

”یہ وہ بہادر ہیں، جو انگریزی صفات، تحمل، اور استقامت کی درخشاں مثال بنکر ہمیشہ چمکیں گے“

غرض مہم کیپٹن اسکاٹ کی سرکردگی میں ۲۹ - نومبر اور نیوزیلینڈ سے روانہ ہوئی۔

آغازِ مشاغل

تیرانوا نیوزیلینڈ سے ۱۹ نومبر سنہ ۱۰ ع کو روانہ ہوا۔ ۶ دسمبر کو جب وہ عرض البلد کے ۶۵ درجے تک پہنچا تو اسکو منجمد برف (Pack ice) ملی۔ جہاز آگے بڑھا اور ۳۰ دسمبر کو کیپ کروزر (Cape Crozier) سے کسیقدر فاصلہ پر بحر روس (Ross Sea) میں پہنچا۔ سمندر کی حالت اس قابل نہ تھی، کہ مہم اُتر سکتی۔ جہاز کا رخ میکمر ڈر سونڈ کی طرف پھیر دیا گیا۔ یہ راستہ غیر معمولی طور پر کھلا ہوا نکلا۔

زمستانی منزل گاہیں کیپ ایونس (Cape Evans) میں قائم کی گئیں،

## قطب جنوبی

— \* —

کیپٹن رابرٹ اسکاٹ

(۲)

— \* —

۱۹۱۰ ع کی مہم

امستدس کی مہم کے بعد برطانوی انطلاقی مہم (جسکے واقعات ہم اس مضمون میں بیان کرنا چاہتے ہیں) روانہ ہوئی۔ اسکی روانگی کی اطلاع سب سے پہلے ٹائمز نے ان الفاظ میں دی تھی:

”ایک برطانوی انطلاقی مہم زیر ترتیب ہے، جو سنہ ۱۹۱۰ ع تک انگلستان چھوڑے گی“

کیپٹن (اسکاٹ) نے سرانزیست شیکلٹن، مکتشف قطب شمالی سے اس مہم کی بابت گفتگو کی۔ شیکلٹن اسوقت اپنی مہم کے بعض اہم علمی نتائج کی تکمیل میں مصروف تھا، اسلیئے اس سے زیادہ نہ کرسکا، کہ اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کرے اور تیاری میں اپنی سنہ ۹ - ۱۹۰۷ کی مہم کے تجارت سے فائدہ اٹھائے کا موقع دے۔ اسکاٹ نے اسکی سرکردگی اپنے دمہ لی، اور صیغہ بھریہ میں اپنے عہدہ سے مستعفی ہو گیا۔

تیرانوا

تیرانوا (Terra Nova) ایک اسکاچ رھیلیر دخانی جہاز ہے۔ یہ جہاز سنہ ۱۸۸۴ میں بمقام ڈنڈی (Dundee) بنایا گیا تھا۔ اور مسرس برونگ برادرس (Messrs Browning Bros) عرصہ تک اسکو اپہائے شمالی میں رھیلگری میں استعمال کرتے رہے۔

تیرانوا امارت بحریہ (Admiralty) کی اجازت سے دو ایک بار بحر انطریق میں بھی اکتشاف کی غرض سے جا چکا تھا۔

غرض کچھ تو اسلئے، کہ برطانوی ساخت اور برطانوی ملکیت میں تھا، اور کچھ اسلیئے کہ چند بار مستعمل ہونے کی وجہ سے قابل اعتماد تھا، تیرانوا جہاز ہی خریدا گیا۔

چند ممتاز رفقاء

یوں تو اسکاٹ کے ساتھ بہت لوگ تھے، مگر انمیں قابل ذکر حسب ذیل اشخاص ہیں۔

(۱) لفٹنٹ بی - آر - جی - اینرس آر - این - قائد ثانی

(Lieut - B. R. G. Envas. R. N. Second - in - command)

(۲) ڈاکٹر ولسن - (Dr. Wilson) رئیس صیغہ علمیہ و عالم علم

العیوان و مصور -

(۳) کیپٹن اوتیس (Captain Oates) داروغہ یابو خانہ (کیونکہ اسکا تجربہ اکثر ہندوستان اور تبت میں ہو چکا تھا -)

(۴) مسٹر میکنتاش بل (Mr. Mackintosh Bell) عالم العیوان

نقشہ مہم

اسکاٹ کے پیش نظر اس مہم کا جو نقشہ تھا، اسکا ذکر روانگی سے کسیقدر قبل خود اسکاٹ نے شاہی مجلس علمیہ کے ایک جلسہ میں کیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ ”اسوقت میرے سامنے تین راستے ہیں





## علوم حدیثہ کی ترقی

اور  
جرائم و خباثت

—:—:—

علم ایک آلہ ہے جس طرح کے ہاتھ میں ہوگا، ویسا ہی نتیجہ پیدا کریگا۔

علمی ترقی ایک طرف معافظین مال و دولت کیلئے ہے اسے اسے طلسمی صندوق اور آہنی الماریاں ایجاد کرتی ہے جسکو دیکھنا عقل کو تعجب اور دماغ کو تعیر ہوتا ہے۔ لیکن سب سے دوسری طرف چوروں کے لیے ایسے آلات عجیبہ اور رسالہ نادرہ بہم پہنچا دیتی ہے جنکے ذریعہ سے اُس طلسم معافظ کی کنجی رہ دھونڈ نکال لیتے ہیں اور جس علم نے مال کی حفاظت کرائی تھی، وہی علم دوسرا نقاب منہ پر ڈال کر اُسکی قزاقی بھی کرا دیتا ہے !!

\*\*\*

حال میں انگلستان کے ماہرین علوم چوروں نے جس عجیب علمی طریقہ سے ایک صندوق کو کھولنا چاہا تھا، اسکا تذکرہ آجکل علمی رسالوں میں بکثرت کیا جا رہا ہے۔

ہالین رائڈ کت کے ایک جوہری کے یہاں آہنی الماری اندر ۸۰ پونڈ کے قیمتی موتی رکھے تھے ۳ فروری کی رات کو چوروں نے ایک باقاعدہ جماعت نقب زنی کے بعد دکان میں پہنچی بالکل علمی طریقہ پر الماری کے کھولنے کی کوشش کی۔ وہ نقب کامیاب ہوئے مگر تکمیل کار میں دیر ہو گئی یہاں تک کہ صبح ۷ بجے گئے غریب جوہری کی قسمت خفتہ بیدار ہوئی پولیس کی موجودگی نے ان ماہرین علم و فن کو ایک قیمتی تجربے کی تکمیل کا موقعہ نہیں دیا۔

\*\*\*

نقب زنیوں نے سب سے پہلے ایک ہلکے قسم کا خیمہ اسنے کھڑا کر کے جو اسی غرض سے اُنکے ہمراہ تھا۔ خیمہ اس طرح نصب کیا گیا تھا کہ اُس کے اندر دیوار کا رخ ہم آگیا تھا جس کے ساتھ لٹی ہوئی اندر کی طرف آہنی الماری تھی۔ یہ چاقو کمپنی کی ساختہ تھی جسکی مضبوطی اور پوزرنگ استحکام مسلم ہے۔

جب الماری کی دیواروں میں سے راہ پیدا کرنے کی کوشش کامیاب نہیں ہوئی تو اس جماعت نے دوسرا طریقہ اختیار کیا انہوں نے الماری کے ایک رخ کی تہ پر نہایت سخت اور خوبصورت شعلہ باری شروع کر دی اور علمی اصول سے اس میں استقامت درجہ کی حرارت اور نارایت پیدا کی کہ تھوڑی ہی دیر کے اندر سطح میں ایک بڑا سوراخ پیدا ہو گیا۔ اتنا بڑا سوراخ کہ جس سے باسانی ہاتھ اندر چلا جائے

فائر پر فزنگ کا قاعدہ ہے کہ حرارت کے پہنچنے سے پہلے کے دھار کی سیال صورت میں بہنے لگتی ہے اور الماری اندر رہنے والی چیزیں حصے میں حائل ہو جاتی ہے۔ اسی

[ بچے کالم کا بقیہ ]

ناداری میں نہایت حقیر چیز کی بھی بہت قدر ہوتی ہے اتفاق سے وہاں ایک پرانا صندوق مل گیا اس کے متعلق اسکا تذکرہ روزنامہ میں لکھتا ہے کہ :

”کہ ایک پرانی میگزین کے ایک صندوق کے اکتشاف کا یہ نے بیکہ لطف اٹھایا اور اس سے بہت آرام ملا“ (باقی آئندہ)

بہت رہی ہے یہ حالت ایک عظیم الشان آنے والے سیلاب کی گرد راہ تھی اسکاٹ فوراً تاز گیا ولسن سے ملاقات ہوئی تو اس نے بیان کیا کہ ”عینک کی مدد سے میں نے یابوروں کو بھر برف میں بہتے ہوئے دیکھا ہے“ اس روایت سے اسکاٹ کے خیال کی تائید ہوئی گھنٹہ بھر کے بعد کریں آتا ہوا دکھائی دیا جب وہ قریب آگیا تو اس نے اپنی سرگزشت بیان کی جسکے سنتے ہی اڑتیس اور اسکاٹ کریں کو اپنے ہمراہ لیکے مغرب کی طرف ولسن کی ٹولی کے بقیہ اعضاء کو نکالنے کے لیے روانہ ہوئے۔

ایک خلیج کے گرد انہوں نے چلنا شروع کیا چلتے چلتے ۶ بجے شام کو خوش قسمتی سے کم شدہ ٹولی نظر آئی۔ اب موجیں تھ نشین ہو گئیں تھیں اور شمال و مغرب کی طرف منجمد برف کا پہنا ہنگامی طور پر موقوف ہو گیا تھا

آلپن (ایک قسم کا درخت ہے) کی رسی کے ذریعہ سے تمام آدمی بغیر کسی دقت کے نکال لیے گئے۔ کام رات کو بھی جاری رہا، ہرستانی گاڑیوں اور سامان کے نکال لینے میں بھی کامیابی ہوئی، یابوروں ۳۰ میل کے فاصلہ پر تھے وہ نہیں نکالے جاسکے آخر شب کو قریباً ۳ بجے منجمد برف میں پھر حرکت شروع ہوئی ۸ بجے صبح کو پھر یہ حرکت سکون سے بدل گئی اب یہ لوگ شمال کی طرف روانہ ہوئے یہ دیکھکے کہ یابوروں نے اپنے نکالنے کی غیر معمولی جوش کے ساتھ کوشش کی ہے اور تیس اور باررس ایک طویل چارکانگے منجمد برف تک پہنچے اور باقی لوگ سد کے حصہ زریں میں خندق کھودنے لگے بہتے ہوئے برف کے تودے ناہموار اور سطح آب سے بلند تھے اور تیس اور باررس نے یابوروں کو جست کی ترغیب دی ایک ٹوکل آیا مگر دو جست میں ناکام رہے اور ذق ہو گئے منجمد برف کے پھر شمال کی طرف حرکت شروع کی۔ اسکاٹ مع اپنے رفقاء کے روانہ ہوا ۴ مارچ کو یہ لوگ کیسل راک (Castle Rock) سے مشرقی پہاڑیوں پر چڑھے اور وہ کر بخیریت ہنٹ پرائڈت پہنچ گئے۔

اس سفر میں تین نہایت توانا اور قوی ہیکل یابوروں ضائع ہو گئے جسکا وہ اسکاٹ نے اپنے روزنامہ میں لکھا ہے ان تین قوی توانا یابوروں کا ضائع ہونا مہم کے لیے ایک سخت صدمہ تھا اور اگرچہ اور یابوروں باقی نہ ہوتے تو تمام نقشہ درہم درہم ہو جاتا۔

یہ تمام مصائب ایک مروج کا کرشمہ تھے جو دس میل تک پہنچے ہوئے تھے اس موج میں گہلی ہوئی برف کے پانی کے علاوہ سد اور خاندانے کی برف کے بڑے بڑے ٹکڑے بھی تھے یہاں کی یہ حالت صرف اسی سال نہ تھی بلکہ سنہ ۱۹۰۲ ع سے یہ ہی حالت رہتی ہے۔ یہ جماعت ڈسکوروی ہاؤس پہنچی مگر یہاں دیکھا تو مکان کی عجیب حالت تھی کہ وہاں ٹوٹی ہوئی اور پت قلابوں سے نکلے ہوئے تھے اندر برف سخت (solid ice) پٹی پٹی پڑی تھی فوراً سب نے ملکر اندر کی برف نکالی اور شستہ مقامات کی ضرورت مرمیت کی مرمیت کے بعد اس کھلے برفستان میں اس مکان کے بڑا آرام دیا۔

ایک عرصہ تک ان لوگوں کو انجماد سمند کا انتظار کرنا پڑا اس عرصہ میں انکے ہود و ماند کی وہ حالت تھی جو انسان کی آغاز تمدن میں تھی۔ تین اور چند اور دھاتوں کو ملا کے ایک ایک ناہموار اور بدقوارہ انگینہ تیار کیا گیا تھا چراغ میں دھیل کی چربی جلائی جاتی تھی غذا سیل تھی جو ایک در پڑی کے قریب ملتی تھی اور وہ بھی بہت تھوڑی تھی۔ کرایسا کبھی نہیں ہوا کہ بالکل نہ ملے ہو۔

## فہرست زر اعانہ دولت علیہ اسلامیہ

(۱۶)

ان اللہ اشتری من المومنین انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة

مبلغ - ۵ - ۳۶۱ جو بذریعہ نیاز علی خالصاحب سپر رائر نہر جہلم  
منگلا ہیڈ ورکس وصول ہوئے اور جنکی مجموعی رقم نمبر ۱۳ میں  
شائع کی گئی ہے -

پانی آنہ روپیہ	میں اللہ دیا
۲	مسٹر داکر حسین
۲	خواجہ فرزند علی سب اور سب
۱۲	احمد علی میت
۴	مسٹر جہاں دین
۶	چودھری امیر خاں
۲	چودھری نیاز علی خاں سپر رائر
۶۶	ہمشیرہ صاحبہ چودھری نیاز علی خاں
۵	اہلیہ چودھری نیاز علی خاں
۷	مسٹر محمد شریف
۱	میں عبد العلی سب اور سب
۱۸	قاسمی سید احمد سب اور سب
۱۸	اہلیہ صاحبہ قاسمی سید احمد
۱۰	ڈاکٹر فضل کریم
۱۰	خان محمد مہدی اور سب
۳۰	مولوی رحمت علی سب اور سب
۱۱	میاں مدر دین کلہ
۳	قاسمی محمد اعظم لری
۲۰	میں سردار محمد سب اور سب
۱۵	میں عبد المکریم کلہ
۴	میں نند ارجن پوسٹ ماسٹر
۵	مسٹر عطاء محمد
۵	میں میا الدین کلہ
۱۵	مسٹر عبد المکریم
۳	میں فضل کریم
۲	میں فیروز دین کلہ
۲	سپر خاں حسد دار بمعہ مزدوران
۵	مسٹر علامہ قادر
۲	علامہ محمد مدد
۱	بطریق بگ ڈرائور
۵	ہنگو ڈرائور
۱	حدا بخش مدد بمعہ مزدوران
۱	سارون ہونہار
۲	علامہ محمدی الدین قدر
۶	علامہ قادر قدر
۵	مسٹر محسن خان
۴	دادو ڈرائور
۵	نظم محمد میت و مزدوران
۱۳	فیروز دین ڈرائور
۲	روشن دین قدر
۵	مسٹر حسن محمد
۱	اکرم خان
۱	نورمت و نورمل پلس میٹو
۸	جماعت ڈرائور
۱	مدر دین ڈرائور
۲	رجب علی ڈرائور
۲	مراد بخش ڈرائور
۱	سیف علی ڈرائور
۶	دھیرو ڈرائور
۲	روشن میت و مزدوران
۳	الف دین ٹھیکدار و مزدوران
۵	پیرا حجام
۲	متفرق معرفت میں عبد الغنی
۷	دیگر متفرق
۳	

المری کی دیوار میں اسکے عقلمند مرشد نے درانچ کی فائر  
پر فنگ دے دی تھی -

اگر آکسیجن (Oxygen) کی دھار کا رخ کسی ایسی دھات کی  
طرف، جو پلے گرم کی جا چکی ہو، پھیر دیا جائے، تو قاعدہ ہے  
کہ دھات بھڑک اٹھتی ہے، اور فوراً آئرن آکسائیڈ (Iron oxide) کی شکل  
میں جل جاتی ہے - ایسی ٹیلن (Acetylen) کے ساتھ آکسیجن  
کی آمیزش اسی غرض سے ہے -

یہ چوری جن آلات و رسائل علمیہ کے ذریعہ سے کی گئی تھی،  
نکا ایک موقع آجکی اشاعت کے ساتھ علحدہ صفحہ پر چھاپا جانا  
ہے - اسکو پیش نظر رکھ لیجیے -

تصویر میں در لمبے چونگے ہیں - ان میں سے ایک میں  
ایسی ٹیلن ہے اور دوسرے میں آکسیجن، ان دونوں  
چونگوں میں گیس کی اتنی مقدار آسکتی ہے، کہ دو تین  
لمبے تک متصل شعلے نکلتے رہیں - ایسی ٹیلن شعلے  
پیدا کرتا ہے، اور آکسیجن حرارت کو سخت خوفناک حد تک  
نیز کر دیتا ہے -

یہ دونوں گیس در زبر کی نالیوں سے ہوئے، مہال کے  
پاس مل جاتے ہیں، اور اپنی متحدہ اور مرکبہ طاقت سے آگ اور  
دیوادی کے ایک دیوتا کی قوت بن جاتے ہیں -

تاہم یہ ایک سخت خوفناک تماشہ تھا - اسی لیے نقبزنوں  
نے ایک کیمیا ری تجربہ کرنے والے پروفیسر کی طرح، اپنے  
بہروں کے آگے ابرک کا ایک تختہ آویزاں کر دیا تھا، تاکہ شعلوں  
کی حرارت سے آنکھیں محفوظ رہیں - اس تختے میں ایک سوراخ  
تھا، جس کے اندر سے گیس کے نالی کی مہال داخل کر دی گئی  
تھی -

آپ دیکھ رہے ہیں، کہ فرش پر ایک ناند رکھی ہوئی ہے -  
اس میں پانی ہے، اور یہ اس لیے ہے، تاکہ الماری سے جو دھار  
بھٹکتے ہوئے، وہ اسمیں آجائے - اگر یہ احتیاط نہ کی گئی ہوتی،  
اس مادے سے تمام عمارت میں آگ لگ ہوتی!

ایسی ٹیلن کا اس غرض سے استعمال حال کی اکتشافات میں  
تھے، پلے اسکی جگہ نائٹرو گلیسرین (Nitro glycerine) استعمال کیا  
جاتا تھا -

الماری کی چول کے سامنے دروازے کے شگاف میں گارا بھر دیا گیا تھا -  
اس گارے میں نائٹرو گلیسرین کیلئے ایک پیالہ نما ظرف رکھا  
گیا تھا -

انفجار کے لیے ایک خاص طرح کے فتیلے سے کام لیا گیا تھا -

\*\*\*

بہ علم کے کرشمے ہیں، جو محافظ ر ساروق، فرشتہ امن اور دیو  
حدیگ، وسیلہ راحت اور ذریعہ خسران، دونوں ہیں -

## الہلال کی ایجنسی

— \* —

ہندوستان کے تمام اردو، بنگلہ، گجراتی اور مرہٹی ہفتہ وار  
رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے، جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے،  
روانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک  
عدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں تو اپنے شہر کیلئے اسکے  
بجائے بن جائیے -

## تصمیم

نمبر ۱۱ کے صفحہ ۱۸۶ میں نیچے سے پانچویں سطر میں  
”علم النفس“ کے بدلے ”علم وظائف الاعضاء“ ہونا چاہیے -

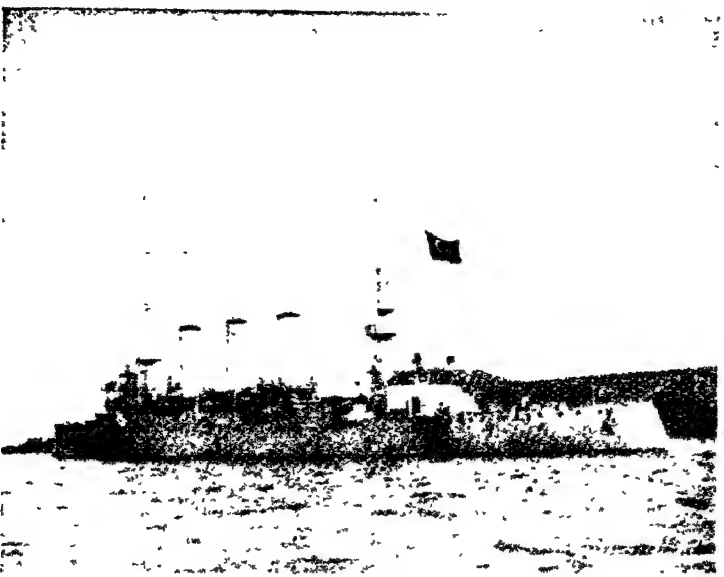




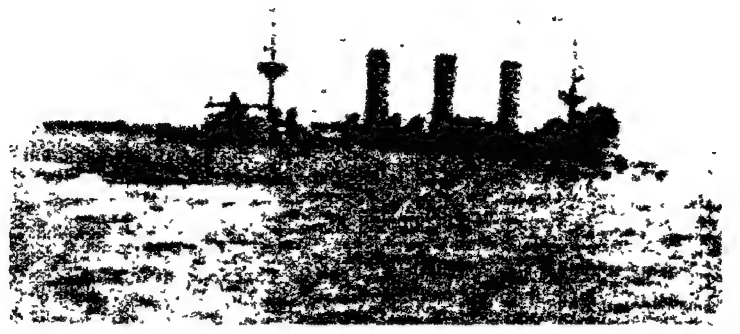
# ناموران غزوہ بلقان



”حمیدہ“ شکستہ کے بعد  
قسطنطنیہ جا رہا ہے  
پیشین زور آب ہے -



”حمیدہ“ مرمت کے بعد



”حمیدہ“ میں گیارہ گز مربع سوراخ ہو گیا ہے اور قسطنطنیہ  
کو واپس جا رہا ہے



کپتان حسین رؤف کمانڈر ”حمیدہ“

قسطنطنیہ میں اسکی مرمت ہوئی -  
چند روز تک ”حمیدہ“ کے متعلق خبروں پر خاموشی طاری  
رہی، ایک دن دفعۃً یہ خبر آئی کہ ”حمیدہ“ نے ”میسیدونیا“  
پر گولہ باری کی اور اس خوش اسلوبی سے کی کہ موخر الذکر کے لیے  
غرق و تسلیم کے علاوہ تیسری صورت نہ رہی، اس لیے اس نے اپنے آپ  
کو ڈبو دیا -

حال میں ”حمیدیا“ نے ”میدیا“ پر گولہ باری کی تھی، از جلتے  
چلتے اس قادر اندازی کے ساتھ در نشانے مارے، کہ سوزی بارکش  
اور میگزین میں آگ لگ گئی، جس سے ایسا شدید نقصان ہوا،  
کہ دشمن کو بھی اعتراف کرنا پڑا -

”حمیدہ“ گذشتہ سال جنگ بلقان میں بلغاریا کے مقابلہ  
میں معرکہ ارا ہوا تھا ۲۲ نومبر کو ایک ضرب شدید نے اسمیں ۱۱  
مربع گز کا ایک شکاف پیدا کر دیا، جہاز مرمت کے لیے قسطنطنیہ روانہ  
ہو گیا، رفتار میں اسکی حالت یہ تھی کہ پانچ انچ کے علاوہ تمام جہاز  
عقب آب تھا -

شکاف کا طول و عرض اور رفتار کی حالت دیکھتے ہوئے کسی  
لڑبھی یہ امید نہ تھی کہ ”حمیدہ“ قسطنطنیہ پہنچے گا، مگر با این  
سب بختہ کار و دانشمند کمانڈر غازی رؤف حسین بک نے سررشتہ  
مست ہاتھ سے نہیں دیا اور ایسی مہارت و چابکدستی کو کام فرمایا، کہ  
کمانڈر مایوسی کے علی الرغم ”حمیدہ“ قسطنطنیہ پہنچ گیا -

## فنگانہاٹ

-:~:-

(۱)

### لیگ کی دائم المرضی کی علتِ اصلی

- حضرت لیگ نے اب کی سر منبریہ کہا \* کہ ”بس اب“ سلف گورنمنٹ کی طیاری ہے  
وہ گئے دن، کہ نہ تھی حق طلبی پیش نظر \* اب تو میرے رگ و پے میں بھی یہی ساری ہے  
وہ گئے دن، کہ تعلق تھا مرا طرز عمل \* اب توجرو بات ہے، وہ شیوہ خود داری ہے  
اکلی اسکیم سے جو کچھ کہ رہا ہے باقی \* وہ فقط شیوہ تعلیم ”وفاداری“ ہے  
میں نے یہ ”سوٹ ابل“ کی جو لگائی ہے قید \* یہ عجب نکتہ آئین جہانداری ہے !  
فن انشا و بلاغت کا بھی رکھا ہے لحاظ \* کوئی کیا جانے، کہ کیا اس میں فسوں کاری ہے ؟  
میں نے اس لفظ میں رکھے ہیں ہزاروں پہلو \* ایک جملہ ہے، مگر لاکھ پہ بھی بہاری ہے  
آپ جتنا اسے کہیںچیں گے لچک جائے گا \* سادگی میں بھی وہی شیوہ عیاری ہے  
یاں تلک کانگرس کا بھی نہ پہنچا تھا خیال \* نہ سمجھیں گے، کہ یہ بھی کوئی فغاری ہے  
ہوتی جاتی ہیں، جو یہ لیگ کی شاخیں قائم \* چشمہ فیض ہے، جو چار طرف جاری ہے  
الغرض جلسہ سالانہ کے ہوتے ہوتے \* آپ دیکھیں گے کہ کیا لیگ کی جباری ہے

\* \* \*

یہ تو سب کچھ ہے، مگر دیکھیں کب تک جائے  
بات کرنے کی جریہ آپ کو بیماری ہے

(نقاد)

(۲)

### ترکوں کو صلاح ترک یورپ

- نہیں کچھ امتیاز دوست دشمن اس زمانے میں \* کرم فرما جنہیں سمجھتے تھے، وہ نکلے ستم آرا  
وہ آغا خاں، جنہیں ہندوستان کے سادہ دل مسلم \* کہا کرتے تھے کل تک ”نا خدا ہست کشتی مارا“  
ہیں لکھتے آج ایک مضمون قالمس آف بمبئی میں \* جسے پڑھ کر ہر ایک مسلم کا دل ہوتا ہے صد پارہ  
وہ لکھتے ہیں کہ ”بہتر ہے کہ یورپ چھوڑ دے ترکی \* اٹھالے جائے ارض ایشیا کو اپنا پشتارا“  
یہ کیسی رائے ہے؟ کیوں ہے؟ نہ پوچھو اس معے کو \* یہ ہیں اسرار پنہاں انکے افشاء کا نہیں یارا  
مگر کہنا یہ ہے، سنتے ہی یہ مضمون شور افزا \* بڑھا جوش و خروش ایسا کہ ہر اک شخص بنکارا  
جہاں دیکھا، جسے دیکھا، مخالف ہی نظر آیا \* نہیں دو چار، ہم آہنگ تھا ہندوستان سارا
- بھری ایک سانس تھنتی اور پڑھا یہ شعر حافظ کا \* سنا جب حضرت شفاف نے یہ ماجری سارا  
من از آن حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم \* کہ عشق از پردہ عصمت برسوں اُرد زلیخا را
- کہلا عقدہ نہ آغا خاں کی اس شوری طرازی کا \* بہت ہم عقل دوڑایا کیے، ہر چند سر مارا  
نظر آیا بالآخر ایک سیاح جہاں دیدہ \* کہ حل کرد او ز نیر و فراست این معمرا  
کہا اس نے ”صلاح ترک یورپ پر تعجب کیوں؟ \* مگر شاید نمی دانی تو قوم و ملک آغا را  
یہ ایرانی ہیں، جو ہیں عاشقان خانہ برانداز \* ہے انکا قول یہ با وصف فقد شاہی دارا  
اگر آں ترک شیرازی بدست اُرد دل مارا \* بغال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

### خریداری تمسکات

- بہت چھینٹتے دیے بار مزاجوں نے انہیں، لیکن \* کسی صورت نہ مقیاس العزارت کا دبا پارا  
یہ بڑھتا جوش جب دیکھا، تو حامی بن گئے ترکوں کے \* بڑھا کر ہاتھ چنڈے کا، مسلمانوں کو تھپکارا  
یہ پالیسی، یہ ترکیبیں، ہیں پالیٹکس کے جوہر \* کبھی تعریف فرمادی، کبھی برعکس لکھ مارا

(مفاد)



معرکہ آرا ہو رہی ہے، عثمانی فوج کئی بار ناف شہر تک گہستی ہوئی چلی گئی اور بے قاعدہ جنگیں برپا کیں۔ یہ فوج اسوقت تک بلغاریوں کو سخت نقصان پہنچا چکی ہے۔

### مالی حالت کی اصلاح

— \* —

صبح (ترکی اخبار) کا بیان ہے: کہ ”آخری جلسہ میں محمود شرکت پاشا وزیر اعظم نے ۲۷ اقتصادی تجویزوں پر غور کیا ہے جنکے لائسنس کمپنیوں کو دیے جائیں گے۔“

## طرابلس الغرب

— \* —

شیخ سنوسی کا وفد

— \* —

سید السنوسی کا وفد سید عبد العزیز، سید احمد، اور دو آر بزرگ جملہ ۴ اعضاء سے مرکب ہے۔ یہ وفد خشکی کے راستہ سے شام، اٹنہ، اور قرینہ ہوتا ہوا ۱۰ فروری کو آستانہ پہنچا ہے۔ جلالتماب سلطان المعظم کی طرف سے مابین ہمایونی کے مدیرانہ رجائی بک، حکومت کی طرف سے طلعت بک، (تشریفات کے ایک عہدہ دار) اور مجلس امانت و آستانہ کی طرف سے، باش کاتب ممدوح بک، استقبال کے لیے گئے، وفد جب (راس القصر) پہنچا، تو خزانہ کے کنڈخانے فوج کے ایک دستے کے ساتھ، استقبال کیا۔ اصطبل خاص سے گاڑیاں بھیجی گئی تھیں، انہی پر سوار ہو کر (سرائے مجیدیہ) میں آئے اور وہیں فروکش ہوئے۔ جلالتماب کے نذرانہ کے لیے بہ وفد سید السنوسی کی بندوق خاص لایا ہے۔

### عربی حملہ

— \* —

(ٹائمز) کا جنگی نامہ نگار قصر یفرنی (یہ ایک شہر ہے جو دہلیات کی راہ سے طرابلس کے جنوب و غرب میں ۷۰ میل کے فاصلہ پر واقعہ ہے) تار دیتا ہے:

طرابلس کی خود مختار حکومت نے اطالیا سے پھر معرکہ آرائی شروع کر دی ہے، ۴ ہزار کی جمعیت شیخ العرب کے زبر علم اور در سو کی جمعیت بلاد توراج سے آئے، زوارہ میں جمع ہوئی۔ سخت جنگ ہوتی رہی، بالآخر اہل عرب فتح یاب ہوئے۔ اطالیوں کے انسان اور حیوان، دونوں کی ایک تعداد کثیر کام آئی۔

ارادہ ہے کہ اس حکومت عربی کا انتظام رہی ہو، جو شیخ بارونی نے قصر یفرنی میں تجویز کیا تھا، شیخ بارونی نے بڑا کام کیا ہے، ترکوں اور عربوں کو انہوں ہی نے ملایا۔ عربوں میں انکی بڑی شہرت ہے۔ (شیخ سلیمان بارونی کے حالات اور تصاویر الہلال میں بارہا شائع ہو چکی ہیں۔ الہلال)

## ایک اجتماع عظیم

— \* —

حفظ استقلال، تشکیل حکومت، اور تعین قائد

کے لیے

بیسویں صدی میں حق کشی اور عدل سوزی کی واضح ترین مثال مسکین طرابلس ہے، طرابلس خود مختار کیا گیا، اطالیا نے اس کے الحاق کا اعلان کیا، اہل طرابلس نے الحاق کو نامنظر کیا

گذشتہ چند دن میں صرف زرجاج کے انگریزی شفا خانے میں ۴۰۰ زخمیوں کا علاج کیا گیا۔ اس سے انداز کیا جاسکتا ہے کہ دیگر مقامات کی کیا حالت ہوگی۔

بستر لوبد کو (کٹار) سے معلوم ہوا ہے کہ محاصرہ اشقودہ میں بیہوش کامیوں کی وجہ سے اہل جبل اسود کے دلوں میں نرا میدی سامتی ہے۔ حال میں سرری فوج کی مدد سے جو حملہ کیا گیا تھا اس میں سخت نقصان کے ساتھ ناکامی ہوئی، شفاخانے مریضوں سے پورے ہوئے ہیں، متصل پانچ دن کے معرکے میں مقتولین کی تعداد ۳ ہزار ۵ سو ہے

اب تک حکومت کی طرف سے ہمیشہ فتوحات اور قرب تسلیم کی خبریں شائع لیجاتی رہیں، جس سے قوم نے امید کی نہایت بلند عمارتیں قائم کیں (گو وہ ہوا میں تھیں) اب محافظ فوج کی حیرت انگیز مدافعت نے آنکھیں کھول دی ہیں، اور بتا دیا ہے کہ اب تک جو کچھ شائع کیا گیا ہے، وہ محض مبالغہ طرازی ہے، سب علاوہ ادھر دول یورپ نے اشقودہ کو البانیہ سے ملحق کرنے ارادہ ظاہر کیا۔ ان وجوہ سے اہل جبل کے قریب رہنا انحطاط ہیں اور یہ حالت اسوقت تک روز افزوں ہے۔

### اسطول عثمانی

— \* —

عثمانی بیڑے کی نقل و حرکت کی نسبت زیادہ نہیں کہا جاسکتا، مگر اسقدر یقینی ہے کہ آہن پوش ”مسعودیہ“ کے بہت بڑے بڑے گولے (ٹرکس) کے آگے کے بلغاری مرکزوں پر پھینکے۔ جنگی جہاز ”آنا توفیق“ (قاضیکری) میں دو تباہ کن کشتیوں کے ساتھ لنگر انداز ہے۔

”مجیدیہ“ کی بابت کہا جاتا ہے کہ بحراسود میں پھر رہا ہے۔ یہاں یہ خبر مشہور ہوئی تھی کہ ”حمیدیہ“ جدہ پہنچ گیا، زورواں عثمانی ارباب حکومت سے اس کے ریاں (جہاز کے افسر اعلیٰ) نے یہ بیان کیا کہ عنقریب بحرا خبیل میں واپس جائیگا۔ جہاز ”طور غود رئیس“ (ردستو) میں بلغاری نقل و حرکت کی نگرانی کر رہا ہے۔

### ۵۰۰ بلغاری

جون ترک سے ایک ایسے شخص نے جو خود معرکہ میں شرکت ہوا تھا، بیان کیا ہے کہ جو کوئی پر ”باربرسا“ کی گولہ باری کے ۵۰۰ سو بلغاری ضائع کیے۔

### حمیدیہ

دس بجے شب کو ”حمیدیہ“ آہلے حیفہ میں پہنچا، یہاں وہ ریلے اور دیگر ضروریات کے لیے آیا ہے، جہاز کے کمانڈر ٹربی روف حسین بک ہیں، چند آدمی ان سے ملنے جہاز پر گئے، کمانڈر موصوف جوش اور شجاعت سے لبریز ہیں، آنے والوں سے نہایت اچھی طرح ملے اور دوران گفتگو میں تبسم کرتے ہوئے کہا کہ ہم اور ہمارے رفقا ملک و ملت پر نثار ہونے کے لیے تیار ہیں، ہم حفظ ناموس اسلام و آزادی وطن کی راہ میں موت کو قابل شہد خوش قسمتی سمجھتے ہیں۔“

### فوج میدیا

جون ترک قسطنطنیہ کو نہایت معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ جو عثمانی میدیا میں اتاری گئی تھی، وہ برابر بلغاری فوج سے

# شہزادہ عثمانیہ

## اخبار و حوادث

— \* —

### تلخیص جرائد عربیہ

#### چٹلجا

— \* —

ادھر دو دن تک تو موسم اچھا رہا، مگر چٹلجا اور بلغاریوں کے بیچ کئی داندل فریقین کی پیشقدمیوں میں حائل رہی۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ عثمانی توپوں کی زد سے بچنے کیلئے بلغاری درگاہوں کے پیچھے ہٹ گئے ہیں۔

دولت عثمانیہ نے جمع شدہ فوج کا ایک حصہ ترازیمید اور میدیا میں اتار دیا ہے، اور بقیہ نامعلوم مقامات پر جہازوں کے ذریعہ سے روانہ کر دیا ہے، موخر الذکر فوج دسویں کمپنی کی ہے اس کے قائد بطل الطرابلس انور بے ہیں، مگر عنقریب ان کے ساتھ خورشید بک بھی روانہ کیے جائیں گے۔ انور بے نے اپنا شعار ”فتح یا موت“ قرار دیا ہے۔

خالقہ کوبی پر (جو چٹلجا کے محاذات میں واقع ہے) بلغاریوں نے سفید اسلحہ سے حملہ کیا، عثمانیوں نے جواب دیا، شدید جنگ ہوئی، دشمن سخت نقصان کے ساتھ پسپا ہو گیا۔ افسرین نے ۹ یونانی اور ایک بلغاری جملہ ۱۰ جاسوس گرفتار کیے ہیں، یہ جاسوس عدالت جنگ کے حوالہ کر دیے گئے ہیں۔

#### پیشقدمیاں

چٹلجا میں عثمانی فوج کی پیشقدمیاں جاری ہیں، بلغاری فوج کے اہم حصے تشرلو کی طرف ہٹ رہے ہیں، بلغاری واپسی کے وقت تھوڑی فوج چھوڑ آتے ہیں، یہ ہی وہ فوج ہے جس سے اور عثمانی فوج سے بڑا بغاوت کی پہاڑوں پر چند خفیف مناوشات ہوئے، نقصانات غیر اہم ہیں۔

#### ادر نہ

— \* —

سخت گونہ باری ہوئی، صرف شہر پر تخمیناً ۱۵۰ گولے گرے۔ محلہ (قرقش) کو غازی شکری پاشا قائد ادر نہ نے غیر لوگوں کیلئے خاص کر دیا ہے۔ اسلئے یہ محلہ ناظرندار سمجھا جائیگا۔

#### ادر نہ میں رسد

بعض خاص ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ البطل العظیم شکری پاشا نے آغاز محاصرہ کے وقت سرکاری گوداموں میں رسد کی مقدار رافر جمع کر لی تھی، محاصرہ سے گھبرا کے بعض بلغاری بطل مرصوف کے پاس آئے، اور تسلیم کی درخواست کی، بطل مرصوف نے اس درخواست کے جواب میں انہیں پھانسی دلا دی، تاکہ اُنڈہ کسی کو اس قسم کی درخواست کی جرات نہ ہو۔

### حوالی اشقودہ

— \* —

(نیو فری پریس) کا نامہ نگار اطلاع دیتا ہے :

جنگ کے متعلق جبل اسود کی سرکاری رپورٹیں مبالغہ سے لبریز ہوتی ہیں، اشقودہ کے متعلق قابل اعتماد خبروں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ترابوش، بردانہول، اور بادیکہ میں جو معرکے ہوئے، ان کا انجام مانتی نیگرور کی شکست پر ہوا، کرنل (یوبوفتیش) کے زیر قیادت (بادیکہ) پر حملہ کیا گیا تھا، مگر ناکام رہا، سخت نقصان کے ساتھ واپس ہونا پڑا۔

ترابوش پر بھی نہایت جوش و ہمت کے ساتھ حملہ کیا گیا، مگر بیکار گیا، قلعوں کو بالکل نقصان نہیں پہنچا، بلکہ محاصرہ فوج کا جوش آرزو ہو گیا، اشقودہ میں بلوہ کی خبر بالکل بے بنیاد ہے، سامان غذا و جنگ کافی مقدار میں موجود ہے۔ آخری وقت تک مدافعت پر فوج تلی ہوئی ہے۔

(جون ترک) کا نامہ نگار خصوصی تار دیتا ہے :

مانتی نیگرور اشقودہ کے محاصرہ میں تنگ گدی گدی صرف سرری توپوں کے برتنے پر کرسکتے ہیں، تاہم عثمانی فوج کی ہمت میں فرق نہیں آیا ہے، اعادہ جنگ کے دوسرے ہی دن عثمانی فوج نے شہر سے خارج کیا، اور دفعۃً سرری فوج پر آتش باری شروع کر دی، جس سے سرری فوج کا سخت نقصان ہوا۔

تیلی میل کا نامہ نگار تار دیتا ہے :

عثمانی نکلے، ان کے ساتھ البانی والندبر بھی تھے، تین سرری ریجیمینٹوں پر حملہ آور ہوئے، سخت جنگ کے بعد دشمن سے ہتھیار رکھوالیے۔

#### حملہ اشقودہ

فرائین سے معلوم ہوتا ہے کہ اشقودہ پر حملہ موقوف ہو گیا ہے۔ جمعہ اور ہفتہ کو شہر پر ہر طرف سے سخت گولہ باری ہوتی رہی، مگر اس کے بعد دفعۃً موقوف ہو گئی، اور اب دو دن سے سکون قائم طاری ہے۔

بروزیکا کے جانب جدوب بڑے بڑے غار ہیں، بیان کیا جاتا ہے کہ ان غاروں کی وجہ سے حملہ ناممکن تھا، اسلئے سرری حملے نقشہ بدل گیا ہے، مگر یہ احتمال صحیح نہیں، کہ موجودہ سکون تعدی نقشہ کا نتیجہ ہے۔

یہ معلوم ہے ترکوں نے یکشنبہ کو انچلوا بالکل خالی کر دیا ہے، اتوار کو ترابوش کی بلندیوں اور اطراف و جوانب کی طرف مانتی نیگرور کی پیشقدمی کا منظر نہایت عجیب و غریب تھا، مگر میدان جنگ میں بعض حرکات میں دیر ہوئی، جسکی وجہ سے انکو واپس ہونا پڑا۔

#### خسائر جبل اسود

سنجی (دار السلطنت مانتی نیگرور) میں آئی ہوئی خبروں کے بموجب مانتی نیگرور کو بار دنجولت کے معرکوں میں سخت نقصان ہوا، حوالی ترابوش کے نقصانات بھی اسی کے قریب قریب نے انگریزی انجمن صایب احمر کے طبیب مشن (جو پہاڑ کے بلندیوں اور ٹیلوں پر خیمہ زن ہے) کا کام غیر معمولی طور پر بڑھ گیا ہے۔

## ذیابیطس

### خطرناک مرض ہے اس کا جلد علاج کرو

علامات مرض: جن لوگوں کو پیشاب بار بار آتا ہو یا پیاس زیادہ لگتی ہو۔ منہ کا ذائقہ خراب رہتا ہو۔ رات کو کم خروابی سکتی ہو۔ اعضاء شکنی۔ لغوی جسم۔ ضعف مثانہ ہونے سے روز بروز قوت میں کمی اور خروابی پیدا ہوتی جاتی ہو اور چلنے پھرنے سے سرچکراتا ہو۔ سر میں درد اور طبیعت میں فضا آجانا ہو۔ تلم بدن میں پیوست کا غلبہ رہتا ہو۔ ہاتھ پاؤں میں خشکی اور جلن رہے جلد پر خفوفت وغیرہ پیدا ہوجائے اور تھلنے پانی کو پی رہے۔ معدیہ میں جلن معلوم ہو۔ بیوقوف بڑھانے کے آثار پیدا ہوجائیں اعضاء رگیسہ کمزور ہوجائیں۔ رقت۔ سرخسہ اور کسی باہ کی شکایت دن بدن زیادہ ہوتی جائے تو سمجھ لو کہ مرض ذیابیطس ہے۔ جن لوگوں کے پیشاب میں شکر ہوتی ہے انکو مندرجہ بالا آثار یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا خاتمہ علی العموم کار بیکل سے ہوتا ہے۔ دہل ہشت پر کبھی گردن میں پیدا ہوتا ہے۔ جب کسی کو کار بیکل ہو تو اسے پیشاب میں یقیناً شکر ہونے کا خیال کر لینا چاہیے۔ اس راج پھرنے سے سینکڑوں ہونہار قابل لوگ مر چکے ہیں۔

مرض کی تشویم اور ماہیت: ذیابیطس میں جگر اور لبلہ کے فعل میں کچھ نہ کچھ خرابی ضرور ہوتی ہے اور اس خرابی کا باعث اکثر دماغی تفکرات شبانہ روز کی محنت ہے بعض دفعہ کثرت جماع۔ کہنے سوزاک اور کثرت انداز کا باعث ہوتا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ اس حالت میں پیشاب میں شکر نہیں ہوتی بلکہ مثانہ کے ریشہ وغیرہ پائے جاتے ہیں۔ کبھی ابلدائے عمر میں کثرت جماع سے آخر یہ مرض پیدا ہوجاتا ہے اور کبھی بخار کے بعد یہ مرض شروع ہوتا ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ راج پھرتا کار بیکل نہ نکلے تو علاج حفظ ماتقدم یہ ہے کہ ہماری ان گولیوں کو کھاؤ۔ شیرینی۔ چاول ترک کردو۔ روزہ اگر سستی کر کے تو پھر یہ دسی درجہ ذیابیطس میں اس وقت ظاہر ہوتا ہے جبکہ تلم اندرونی اعضاء گشت پیوست بکوجاتے ہیں۔ جو لوگ پیشاب زیادہ آنے کی پروا نہیں کرتے وہ آخر ایسے علاج مرضوں میں پھنستے ہیں جن کا علاج پھر نہیں ہو سکتا۔ یہ گولیاں پیشاب کی کثرت کو روکتی ہیں اور تلم عوارض کمی قراء اور جملہ امراض دبیہ سے محفوظ رکھتی ہیں۔

ذیابیطس میں عرق ماء اللحم اسلئے مفید ہوتا ہے کہ بوجہ اخراج رطوبات جسم خشک ہوجاتا ہے۔ جس سے غذا ایست کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔ یہ عرق چونکہ زیادہ مقوی اور مراد خون ہے اسلئے بہت سہارا دیتا ہے غذا اور دوا دونوں کا کلم دیتا ہے۔

### حب دافع ذیابیطس

یہ گولیاں اس خطرناک مرض کے دفعیہ کے لئے بارہا تجربہ ہو چکی ہیں اور مدعا مریض جو ایک گھنٹہ میں کئی دفعہ پیشاب کرتے تھے تھوڑے دنوں کے استعمال سے اچھے ہو گئے ہیں یہ گولیاں صرف مرض کو ہی دور نہیں کرتیں بلکہ انکے کھانے سے لگی ہوئی قوت باہ حاصل ہوتی ہے۔ آنکھوں کو طاقت دیتی اور منہ کا ذائقہ درست رکھتی ہیں۔ جسم کو سوکھنے سے بچاتی ہیں۔ سلسل بول۔ ضعف مثانہ۔ نظام عصبی کا بگاڑ۔ اسہال دیرینہ یا پچپیش یا بعد کھانے کے فوراً دست آجاتے ہوں یا درد شروع ہوجاتا ہو یا رات کو نیند نہ آتی ہو سب شکایت دور ہوجاتے ہیں۔

قیمت فی تولہ دس روپیہ

میر محمد خان۔ ٹالپڑوالی ریاست خیرپور سندھ۔ پیشاب کی کثرت نے مجھے ایسا حیران کر دیا تھا اور جسم کو بے جان اگر میں حکیم غلام نبی صاحب کی گولیاں ذیابیطس نہ کھاتا تو میری زندگی معال تھی۔ محمد رضا خان۔ زمیندار موضع چٹہ ضلع اٹارہ۔ آپ کی حب ذیابیطس سے مرض کو فائدہ معلوم ہوا۔ دن میں ۱۶ بار پیشاب کرنے کی بجائے اب صرف ۵ دفعہ آتا ہے۔

عبد القدیر خان۔ محلہ غرقب شاہ جہاں پور۔ جو گولیاں ذیابیطس آپ نے دے دیں ان سے شکر خان صاحب اور محمد تقی خان صاحب کے بھائی کو زیادتی پیشاب کے دفعیہ کے لئے ارسال فرمائی تھیں وہ اور بھیج دیں۔

— — —

حکیم غلام نبی زبدۃ الحکماء۔ لاہور

معد الزہاب قبّی کلکٹر۔ غازیپور۔ آپ کی بھجی ہوئی ذیابیطس کی گولیاں استعمال کر رہا ہوں۔ بچا ۳۔ ۵ مرتبہ کے اب دو تین مرتبہ پیشاب آتا ہے۔

سید زاہد حسنی۔ قبّی کلکٹر الہ آباد۔ مجھے عرصہ دس سال سے علوہ ذیابیطس نے دق کر رکھا تھا۔ بار بار پیشاب آنے سے جسم لاغر ہو گیا۔ قوت مریض جاتی رہی۔ آپ کی گولیوں سے تلم عوارض دور ہو گئے۔ راج ملازم پوسٹل سٹرجنل۔ پیشاب کی کثرت۔ جاتی رہی۔ مجھے کوروت دن میں بہت دفعہ پیشاب آتا تھا۔ آپ کی گولیوں سے صحت ہوئی۔ انکے علاوہ صدھا سندبات موجود ہیں۔

### مغرب و آزمودہ شرطیہ درائیں جو بادائی قیمت نقد نا حصول صحت دیجاتی ہیں

#### زود کن

دارھی مرنچہ کے بال اس کے لگانے سے کھلے اور لنبے پیدا ہوتے ہیں۔ ۲ تولہ دو روپے

#### سر کا خوشبودار تیل

داریا خوشبودار کے علاوہ سیاہ بالوں کو سفید نہیں ہونے دیتا نزلہ وزلم سے بچاتا ہے شیشی خورد ایک روپے آٹھ آنہ کلاں تین روپے

#### حب قبض کشا

رات کو ایک گولی کھانے سے صبح اجابت با فراغت اگر قبض ہو تو ۲ درجن ایک روپیہ

#### حب قائم مقام امیون

انکے کھانے سے انجم چاندرو بلا تکلیف چھوٹ جاتے ہیں فیتولہ پائے روپے

#### حب دافعة سیلان الرحم

لیسدار رطوبت کا جاری رہنا عورت کے لئے وبال جان ہے اس نوا سے آلم۔ دو روپے

#### روغن اعجاز

کسی قسم کا زخم ہو اس کے لگانے سے جلد بھر جاتا ہے بدبو وائل۔ نا سور۔ بھگندر۔ خنا زبر کے کھاتے۔ کار بیکل زخم کا بہترین علاج ہے۔ ۶ تولہ دو روپے

#### حب دافع طحال

زردی چہرہ۔ لغوی کمزوری دور مرض تلی سے نجات۔ قیمت۔ دو ہفتہ دو روپے

#### برالساۃ

ایک دو قطرے لگانے سے درد دانست فوراً دور۔ شیشی چار سو مریض کے لئے لکروپے

#### دافع درد کان

شیشی مدھا بیباروں کے لئے۔ ایک روپے

#### حب دافع بواسیر

بواسیر خونی ہو یا بلدی ریحی ہو یا سانی۔ خون جانا بد اور سے خورہ بخورہ خشک۔ قیمت ۲ ہفتہ دو روپے

#### سرمہ صمیرہ کراعاتی

مقوی بصر۔ مصافحہ بنائی۔ دافعه جالا۔ دھند۔ غبار۔ نزول الہ۔ سرخی۔ پمطف بصروغیرہ۔ فیتولہ معہ سلائی سنگ پش دو روپے



## بسم الله الرحمن الرحيم

— \* —

اس فرمان سلطانی کی بناء پر جو ہم کو یکم ذی الحجہ کو مرصوف ہوا ہے اور جو ہم کو انتظامی خود مختاری دیتا ہے، ہم اس عطیہ سلطانی کو کمال مسرت و مسخونیت کے ساتھ قبول کرتے ہیں اور اپنے قائد سلیمان بارزنی کو تکلیف دیتے ہیں کہ وہ اس اعلان کی اطلاع جن کو جن کو دینا ضروری ہو ان کو ان کو دیدیں اور ایک حکومت قائم کریں جو بموجب قواعد شرع و اصول عمران، حفظ راحت، قیام امن، حفاظت دین و وطن، رغبت و رغبت ان تمام اعمال کو انجام دے، جنگی ضرورت ہے اور نیز حفظ راحت اور مدافعت استقلال کے لیے تمام وسائل مثلاً جمع مال، فراہمی اسلحہ وغیرہ کو اختیار کرے والتوفیق من اللہ والنصر بیدہ۔

اس عہد نامہ پر سب نے دستخط کے، دول یورپ کو اعلان استقلال و تشکیل حکومت کی اطلاع دی گئی، استقلال کا علم بلند کیا گیا، فوج اور پولیس کے عہدوں پر نئے اشخاص مامور کیے گئے، جو اپنے فرائض نہایت جوش و مستعدی، اور خرس اسلوبی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔

اس ملکی انتظام کے بعد مجاہدین کرام کو حملہ کا حکم دیا گیا، تروانہ اور سرن میں دو ہولناک معرکے ہوئے، جسمیں دشمن کے سپاہیوں کے علاوہ بارہ افسر مارے گئے۔

### انکشاف سازش

حال میں اطالوی جنرل مولا مانی نے لواء جبل کے اعبان و اشراف کے پاس چند جوابات بھیجے تھے، جسمیں انکو سبز باغ دکھا لے گئے تھے، مگر حسن اتفاق سے اسکا پتہ لگ گیا، مکتوب الیہم فوراً گرفتار کر لے گئے، خانہ تلاشیوں ہوئیں، جسمیں مزید اطالوی فرمانات اور سکے برآمد ہوئے، یہ اعلانات ان خائفوں کے پاس پوشیدہ طور پر اسلیے بھیجے گئے تھے کہ وہ انکو قبائل میں تقسیم کر دیں اور اطاعت کی ترغیب دیں۔

## مشایخ میں پولیٹیکل تحریک

— \* —

### خانقاہ نشینوں کی جنبش

— \* —

زمانہ رہ ہے کہ مشائخ صرفہ اپنے خلوتکدوں سے باہر آئیں اور پالیٹکس و سیاست میں ہاتھ ڈالیں۔ مگر کونسی سیاست؟ سودا فروش اور قدر خوری کی نہیں، اپنے بزرگوں اور جہ و سماہ کی آبرو ریزی کی نہیں، صرف حفاظت و روحانیت کی سیاست، نئی روشنی والوں کو خدا کا راستہ انکی عقل اور سمجھ کے موافق بتا نیکی سیاست۔ لہذا توحید کے نام سے ایک اخبار نکالنے کی تجویز ہوئی ہے، جو میرٹھ سے ہفتہ وار با تصویر ۱۵ اپریل سنہ ۱۹۱۳ء سے جاری ہوگا۔ یہ اخبار مشائخ کو کام کرنے کے طریقے بتالیکا۔ یہ حلقہ نظام المشائخ کا زیر دست آرگن ہوگا، جو حلقہ کے اغراض کو عمل میں لانیکی کوشش کریگا، یہ خانقاہ نشینوں میں جنبش پیدا کریگا۔ اس کے نگراں اور سرپرست مولانا خواجه نظامی دہلوی ہونگے۔ قیمت سالانہ ۳ روپیہ نمونہ ایک آنہ کے ٹکٹ آنے پر دیا جائیگا، مفت نہیں۔ الہلال کا حوالہ ضرور دیجیے

منیجر اخبار توحید } لال پورٹی میرٹھ

مگر بایں ”دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت“ نے سب سے پہلے اور اُس کے بعد دیگر دول یورپ نے اطالیا کے الحاق کو تسلیم کیا۔

کیا در حقیقت عرب الحاق طرابلس کو نامنظور کرتے ہیں؟

اسکا جواب گو انکی زبان و تیغ دونوں بارہا دیچکی ہیں، مگر جس پر معنی، اثر آگین اور باقاعدہ طریقے سے ۱۲ اور ۱۴ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ کو دیا گیا ہے، اسکی نظیر اس سے پہلے نہیں مل سکتی ۱۲ ذی الحجہ کو البطل العظیم شیخ سلیمان بارزنی کی زیر صدارت ایک اجتماع عام ہوا، قریب و بعید کے ۳۰ سر قبائل نے اپنے رفود و شیوخ شرکت کے لیے بھیجے، جاسے کا منظر عجیب و اثر پر عظمت اور پر ہیبت تھا، جلسہ کاہ شیوخ، اعیان، مجاہدین، اور عام لوگوں سے بڑھتی، شیوخ و اعیان اپنے لباس فاخرہ میں، اور مجاہدین کرم لباس جہاد میں تھے، مجاہدین کی کمروں میں حافظ ناموس اسلام مقدس تلواریں بندھی ہوئی تھیں، جو خاموشی کی آواز میں کڑھی تھیں، کہ اگر وہ نہ ہوتیں، تو مراکش، تونس، اور الجزائر کی طرح طرابلس پر پر بھی آج صلیب پرستار حکمران ہوتے۔

ہر کہ وہ دفاع وطن و حفظ استقلال کے جوش سے لبریز تھا، چہروں سے ثبات عزم کے آثار ظاہر ہو رہے تھے، جلسہ کا افتتاح شیخ بارزنی نے ایک دلنشین، اثر آگین، اور شجاعت انگیز تقریر سے کیا، آغاز تقریر میں شیخ مرصوف نے اطالیا کی دروغداری، قرب کاری اور بدعہدی، بعض اخوان وطن کے انخداع، اور اس کے تلخ نتائج کی طرف ترجمہ دلائی، اس کے بعد اتحاد اور حفظ استقلال کی ترغیب دیتے ہوئے کہا۔

”۱۴ مہینہ ہو گئے، تم اب تک اپنے جوش و رسالت کی بدولت اپنے بزدل دشمن کے پامال کرنے میں کامیاب ہو رہے، اس طویل مدت میں ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں آیا، جس سے تمہارے جوش و خلوص یا اتحاد و اتفاق پر حرف آتا، اس بناء پر میں سمجھتا ہوں، کہ مجھے یہ کہنے کا حق ہے، کہ تم نے اپنا مرکز نظر صرف اتفاق و الائلاف قرار دیا ہے، بارک اللہ فی ذلک“

آگے چلے کہا ”کہ میں اس فرصت سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں، اور اپنی طرف سے اور تمام عالم اسلامی کی طرف سے اس غیرت عربیہ اور حمیت اسلامیہ پر، تم کو مبارکباد دیتا ہوں، جسکا اظہار تم نے افریقہ کے دیرینہ اور آخری اسلامی ملک کی مدافعت میں کیا ہے۔ تم کو معلوم ہے، کہ افریقہ کل تک توحید کے زیر نگیں تھا، مگر آج تثلیث کے زیر عصا ہے، اس وسیع قطعہ زمین میں اب آزاد اسلامی حکومت کی اگر کوئی یادگار ہے، تو وہ طرابلس الغرب ہے، پس تمہاری مدافعت صرف وطن عزیز کی راہ میں نہیں ہے، بلکہ ملت بیضاء کی راہ میں بھی ہے“ اس کے بعد شیخ جلیل نے ان چند اشخاص کا شکریہ ادا کیا، جنہوں نے اس مدافعت میں خاص طور پر حصہ لیا ہے، اس کے بعد کہا۔

”کہ میں اپنے خطبے کے ختم کرنے سے پہلے تم لوگوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں، کہ آج پھر ہم دین و استقلال کے عہد مدافعت کی تجدید کریں، اور قسم کھائیں، کہ ہم اس وقت تک ہتھیار نہیں رکھیں گے، جب تک خدا ہمارے اور ہمارے دشمنوں میں فیصلہ نہ کر دے، وہو احکم الحاکمین تمام حاضرین نے قسم کھائی، فتم و ظفر کی دعا اور شیخ جلیل اور مجاہدین کی ستائش کا خروش بلند ہوا، اور جلسہ برخاست ہوا۔ ۱۴ کو پھر شیوخ قبائل جمع ہوئے، اور حسب ذیل عہد نامہ لکھا گیا۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

# آشائے الہامیہ

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

میر سرتول و مضمون

مسند اکتوبر ۱۳۳۱ء

مقام اشاعت  
۱-۷ مکلاوڈ اسٹریٹ  
کلکتہ

قیمت  
سالانہ ۸ روپے  
ششماہی ۴ روپے ۱۲ آنہ

جلد ۲

کلکتہ: چار شنبہ ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta: Wednesday, April 2, 1913.

نمبر ۱۳



## درد سر و درد ریاچ کی دوا

ریاچی درد لعظہ میں پہاڑ ہوجاتا ہے۔ یہ دوا لعظہ میں اسکرپائی کر دیتی ہے۔ درد ریاچ جیسے ٹپک - چمک - ٹیس - رگوں میں لہرکن کنی سے چائے جسقدر تکلیف ہو۔ اس دوا کے استعمال سے فوراً رفع ہوتی ہے درد سر کے واسطے بھی اس دوا کا ایسا ہی فائدہ ہے۔ نصف سر میں ہوا تمام سر میں کسی وجہ سے کیسا ہی درد ہو اس دوا سے رفع ہوجاتا ہے صرف یہی نہیں اگر سر کٹا جاتا ہو پھٹا جاتا ہو۔ اڑتا جاتا ہو۔ اس دوا سے فوراً بند ہوتا ہے۔ اندنوں لرگ ذرا ذرا سی باتوں میں سر دکھایا کرتے ہیں کلم میں یا مفت کی باتوں میں فکر و تردد میں عیش و عشرت میں دن کو رات اور رات کو دن بنانے میں کل شکایتیں سر پر آجاتی ہیں۔ اور ہلے رے درد سر پکارا کرتے ہیں ڈاکٹر برمن کی دوا اسے لوگوں کے لیے ہے۔ دوا کے استعمال سے فوراً درد بند ہوتا ہے۔ اسلئے ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا لازم ہے۔

(قیمت ۱۲ ٹکیوں کی ایک شیشی (۶ آنہ) معصوم داک ایک سے چھہ ڈبیہ تک ۵ آنہ)

ڈاکٹر ایس۔ برمن۔ نمبر ۱۳۱ لورچیت پور روڈ۔ کلکتہ



## ریویو آف ریلیجنز - یا مذاہب عالم پر نظر

اردو میں ہندو متاں اور انگریزی میں یورپ امریکہ و جاپان وغیرہ ممالک میں زندہ مذہب اسلام کی معصوم تصویر پیش کرنے والا۔ معصوم نبی علیہ السلام کی پاک تعلیم کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں۔ اس کا دور کرنے والا اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دینے والا بھی ایک پرچہ ہے جس کو دوست دشمن نے دنیا کے سامنے پیش کرنے کے قابل سمجھا ہے۔ اس رسالے کے متعلق چند ایک راؤں کا اقتباس حسب ذیل ہے :-

البدیان لکھنؤ۔ ریویو آف ریلیجنز ہی ایک پرچہ ہے جس کو خالص اخلاقی پرچہ کہنا معصوم ہے۔ عربی میں النساء اور اردو میں ریویو آف ریلیجنز سے بہتر پرچے کسی زبان میں شایع نہیں ہوئے۔ اس کے زور آور مضامین پر علم و فضل کو ناز ہے۔

کریسٹن لورپول۔ ریویو آف ریلیجنز کا پرچہ دلچسپ مضامین سے بھرا ہوا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے متعلق جو جاہل میسائی اڑام لگتے کرتے ہیں۔ اس کی تردید میں نہایت ہی فاضلہ مضمون اس میں لکھا گیا ہے۔ جس سے عمدہ مضمون آج تک ہماری نظر سے نہیں گذرا۔

مسٹر وپ صاحب امریکہ۔ میں یقین کرتا ہوں کہ یہ رسالہ دنیا میں مذہبی خیال کو ایک خاص صورت دینے کے لیے ایک نہایت زبردست طاقت ہوگی۔ اور یہی رسالہ اس دور کے دور کرنے کا ذریعہ ہوگا۔ جو جہالت سے سچائی کی راہ میں قالی گئی ہیں۔

ریویو آف ریلیجنز۔ لندن۔ مغربی ممالک کے باشندوں کو جو مذہب اسلام کے زندہ مذہب ہونے کے مضمون سے دلچسپی رکھتے ہیں چاہیے کہ ریویو آف ریلیجنز خریدیں۔

وطن لاہور۔ یہ رسالہ بڑے پایہ کا ہے۔ اس کی تحقیقات اسلام کے متعلق ایسی ہی ظسفیانہ اور عمیق ہوتی ہے۔ جیسی کہ اس زمانہ میں درکار ہے سالانہ قیمت انگریزی پرچہ ۳ روپیہ۔ اردو پرچہ ۲ روپیہ۔ نمونہ کی قیمت انگریزی ۴۔ اردو ۲۔ تمام درخواستیں بنام منیجر میگزین قادیان۔ ضلع گورنر اسپر آئی چاہئیں \*

## شائقین تواریخ و تصوف کو مژدہ

مزارات اولیاء دہلی بالکل نئی تصنیف ہے۔ تمام اولیاء کرام و صوفیائے عظام جو دہلی کی مقدس سرزمین میں مدفون ہیں ان کے بسیط حالات سلسلہ وار در حصوں میں درج کئے گئے ہیں۔ زائرین کے لیے اس سے بڑھکر کوئی رہنما نہیں ہو سکتا۔ قیمت حصہ اول ۶ آنے حصہ دوم ۲ آنے ہر دو حصص معہ معصوم داک و خرچ دی۔ پی پیکنگ وغیرہ ۱۰ آنے۔

ہندوستان کی اسلامی تاریخ عہد افغانیہ۔ مصنفہ صوفی کرام الہی صاحب ڈنگرلی۔ ۴۲ تواریخوں کا لب لباب ہے۔ معترفین کے حملوں کا معتبر اور مستند حوالوں کے ثبوت سے جواب دیا گیا ہے۔ فاضل اجل مولوی سید احمد صاحب مولف لغات آصفیہ فرماتے ہیں کہ اس سے بہتر ہندوستان کی تاریخ اب تک ان کی نظر سے نہیں گذری قیمت ۲ روپیہ ۸ آنے معصوم داک و خرچ دی۔ پی ۳ آنے۔

المشتہر۔ منیجر اسلامیہ بک ڈپو جنرل اخبار ایجنسی بازار بلی ماران۔ دہلی۔

## حمیدیہ ہوٹل

### نمبر ۱۳۱ لورچیت پور روڈ

ہمارے ہوٹل میں ہر قسم کی اشیاء خوردنی و نوشیدنی ہر وقت طیار ملتی ہیں نیز اس کے ساتھ مسافروں کے قیام کیلئے ہر تکلف اور آرام سے کمروں کا بھی انتظام کیا گیا ہے جو نہایت ہوادار، فرشتہ اور بر لب راہ واقع ہیں جن صاحبوں کو کچھہ دریافت کرنا ہو بذریعہ خط و کتابت منیجر ہوٹل سے دریافت کر سکتے ہیں۔ جنگ ترکی و اٹلی اور جنگ بلقان کی جملہ تصویریں ہماری ہوٹل میں فروخت کے لیے موجود ہیں مع تصویر شیخ سنرہی وغیرہ۔

المشتہر۔ شیخ عبد الکرم مالک حمیدیہ ہوٹل

سسٹم راسکوپ لیررواج ۱۹ سائر

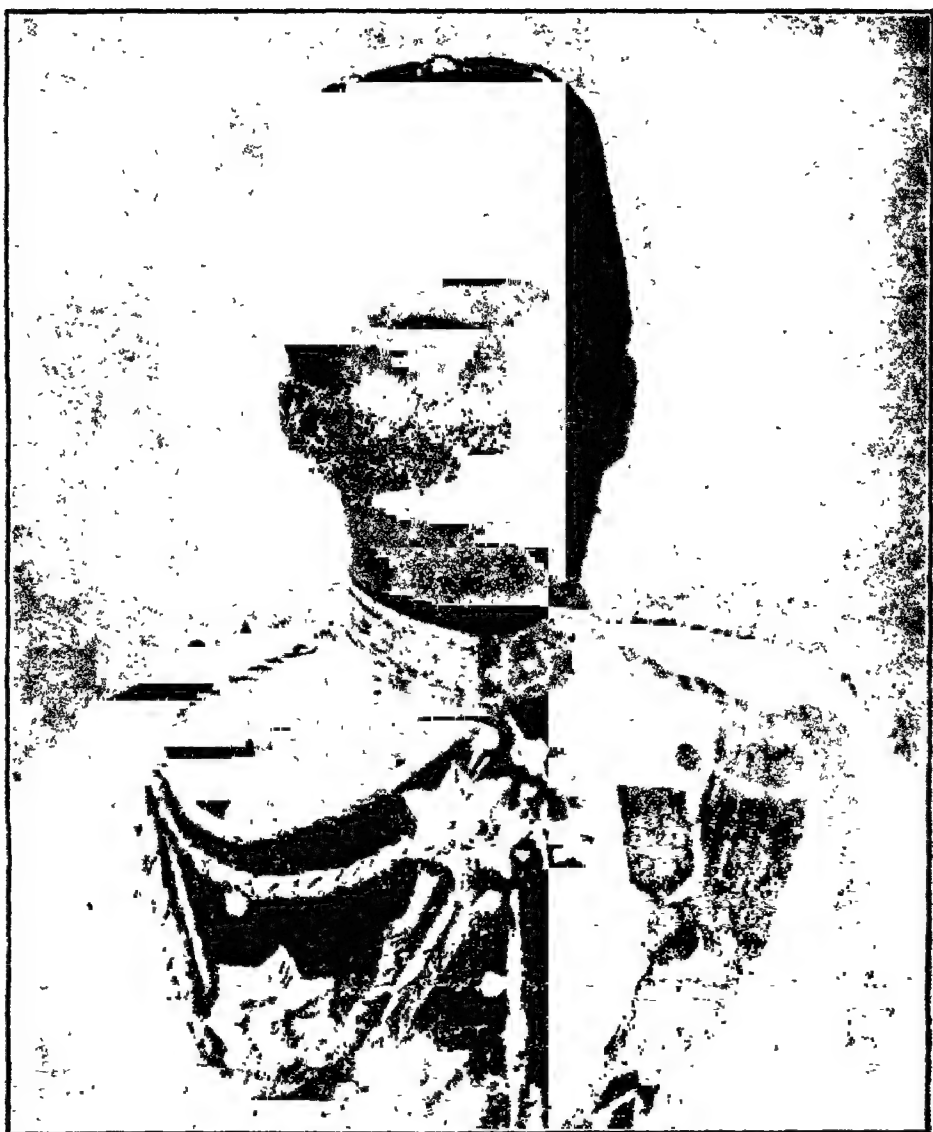
مضبوط، سچا وقت، برابر چلنے والی، معہ معصوم دو روپیہ آٹھ آنہ

ایم۔ اے۔ شکور اینڈ کو نمبر ۱ - ۵ ویلسلی اسٹریٹ ڈاکخانہ دھرمتلاہ کلکتہ۔

M. A. Shakur & Co., 5/1, Wellesley Street, P. O. Dharamtollah, Calcutta.







البطل الجليل والمدافع النيل  
الغازي شكري باشا قائد ادرنه

# اطلاع

- (۱) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے، تو تاریخ اشاعت سے دو ہفتہ کے اندر اطلاع دیں، ورنہ بعد کو فی پرچہ چار آنے کے حساب سے قیمت لی جائیگی۔
  - (۲) اگر کسی صاحب کو ایک یا دو ماہ کے لئے پتہ کی تبدیلی کی ضرورت ہو تو مقامی ڈاکخانہ سے بندوبست کر لیں، اور اگر تین یا تین ماہ سے زیادہ عرصہ کے لئے تبدیل کرانا ہو تو دفتر کو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیں۔
  - (۳) نمونے کے پرچہ کے لئے چار آنے کے ٹکٹ آنے چاہیں یا پانچ آنے کے ری - پی کی اجازت۔
  - (۴) نام ریختہ خاصکر ڈاکخانہ کا نام ہمیشہ خوش خط لکھیے۔
  - (۵) خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
- نوٹ — مندرجہ بالا شرائط کی عدم تعمیلی کی حالت میں دفتر جواب سے معذوری اور اس وجہ سے اگر کوئی پرچہ یا پرچے ضائع ہو جائیں تو دفتر اس کے لئے ذمہ دار نہ ہوگا۔

## شرح اجرت اشتہارات

— \* —

میعاد اشتہار	فی صفحہ	فی کالم	نصف کالم	نصف کالم سے کم
ایک ہفتہ ایک مرتبہ کے لئے	۱۵ روپیہ	۱۰ روپیہ	۷ ۱/۲ روپیہ	۸ آنے فی مربع انچ
ایک ماہ چار مرتبہ	۵۰	۳۰	۲۰	۷ آنے
تین ماہ ۱۳	۱۲۵	۷۵	۴۵	۶ آنے
چھ ماہ ۲۶	۲۰۰	۱۲۵	۷۵	۵ آنے
ایک سال ۵۲	۳۰۰	۲۰۰	۱۲۵	۴ آنے

(۱) ٹائٹل پیج کے پہلے صفحہ کے لئے کوئی اشتہار نہیں لیا جائیگا۔ اس کے علاوہ ۳ صفحات پر اشتہارات کو جگہ دیجائیگی۔

(۲) مختصر اشتہارات اگر رسالہ کے اندر جگہ نکال کر دیے جائیں تو خاص طور پر نمایاں رہیں گے لیکن انکی اجرت عام اجرت اشتہارات سے پچیس فیصدی زائد ہوگی۔

(۳) ہمارے کارخانہ میں بلاک بھی طیار ہوتے ہیں جسکی قیمت ۸ آنے فی مربع انچ ہے۔ چھاپے کے بعد وہ بلاک پھر صاحب اشتہار کو واپس کر دیا جائیگا اور ہمیشہ انکے لئے کارآمد ہوگا۔

## شرائط

(۱) اسکے لئے ہم مجبور نہیں ہیں کہ آپکی فرمائش کے مطابق آپکو جگہ دیں، البتہ حتی الامکان کوشش کی جائے گی۔

(۲) ایک سال کے لئے اشتہار دینے والوں کو زیادہ سے زیادہ ۴ اقساط میں، چھ ماہ کے لئے ۲ اقساط میں، اور سہ ماہی کے لئے ۳ اقساط میں قیمت ادا کرنی ہوگی اس سے کم میعاد کے لئے اجرت پیشگی ہمیشہ لی جائیگی اور وہ کسی حالت میں پھر واپس نہ ہوگی۔

(۳) منیجر کو اختیار ہوگا کہ وہ جب چاہے کسی اشتہار کی اشاعت روک دے، اس صورت میں بقیہ اجرت کا روپیہ واپس کر دیا جائے گا۔

(۴) ہر آس چیز کا جو جوئے کے اقسام میں داخل ہو، تمام منقشی مشروبات کا، نعش امراض کی دواؤں کا اور ہر وہ اشتہار جسکی اشاعت سے پبلک کے اخلاقی و مالی نقصان کا اندیشہ شبہ بھی دفتر کو پیدا ہو، کسی حالت میں شائع نہیں کیا جائے گا۔

نوٹ — کوئی صاحب رعایت کے لئے درخواست کی زحمت گزارا نہ فرمائیں۔ شرح اجرت یا شرائط میں کمی قسم کا رد و بدل ممکن نہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

AL - H I L A L

Proprietor & Chief Editor :

Abul Kalam Azad.

7-1 McLeod street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4 - 12.

# الهلال

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

میرسنوں پر خصوصی  
بند کلام لکھنا

مقام اشاعت  
۲۰۲ مکلاوڈ اسٹریٹ  
کلکتہ

عنوان تلفراف  
«الهلال»

قیمت  
سالانہ ۸ روپیہ  
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۲

کلکتہ: چہار شنبہ ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta : Wednesday, April 2, 1913.

ہجری ۱۳

## تلفراف خصوصی

(نسططنیہ ۳۰ مارچ)

ادرنہ مسخر ہو گیا، دشمن کا قبضہ شہر پر نہیں ہوا، بلکہ  
کھنڈروں پر، اور غیر معمولی قربانی کے بعد - چارش

(نسططنیہ ۳۱ مارچ)

ہاں تسخیر کی خبر صحیح، مگر غیر معمولی مدافعت  
کے بعد، دشمن کے نقصانات شدید آسن، چٹلجا میں ہماری حالت  
اچھی، مصر میں ساراش کے سامان ہو رہے ہیں - مصباح

## اعتذار

— \* —

حیران ہوں کہ میں کن لفظوں میں اپنی اس ندامت اور  
پریشانی کا اظہار کروں، جو گزشتہ نمبر کے صفحہ نگاہات کو دیکھ کر  
مجھ پر طاری ہوئی، اور ایک اور جو ہرچکا ہے، نہیں سمجھتا کہ  
کیونکر اسکے اثر کو محسوس کروں - میں درہقے سے سفر میں ہوں،  
اور گزشتہ نمبر کا اکثر حصہ میوہی موجودگی میں مرتب ہو چکا تھا -  
میوہی عدم موجودگی میں ایک لغو نظم "شفاف" کے بے معنی  
نام سے درج کر دی گئی، جس کے اشعار کا وزن تک درست نہیں،  
اور ایک شعر بھی ایسا نہیں جو قابل اشاعت و اندراج ہو - رسالہ  
چھپکر شائع ہوا، تو میوہی نظر سے بھی گذرا - عرض نہیں کر سکتا  
کہ جس وقت اس نظم پر پہلی نظر پڑی، تو کس درجہ طبیعت کو  
اضطراب و رنج ہوا - سراسیمہ ہو کر رہ گیا کہ کیونکر ہزاروں نظریں  
الہلال کو اسی وقت اپنی بے خبری کی اطلاع دیں !

نہایت شرمندگی کے ساتھ نظریں سے معافی خواہ ہوں کہ  
میوہی مجبوری پر اظہار رکھ کر معذرت کو قبول فرمائیں - غالباً یہ  
پہلا ادبی گناہ ہے، جو الہلال سے سرزد ہوا ہے، اور میوہی معذرت  
راضح ہے :  
والعذر عند کرام الناس مقبول

چاہتا ہوں کہ گزشتہ نمبر کا یہ صفحہ اس نظم کو نکال کر مکرر چھپواؤں،  
اور وہ الہلال کے ساتھ شائع کر دیا جائے، تاکہ اس صفحہ کو رسالے  
سے خارج کر کے کسی جگہ یہ ورق لگا دیا جائے - کم از کم قائل تو  
محفوظ رہے گی -  
(فقیر ابو السلام)

## فہرس

— \* —

۲	تلفراف خصوصی
	شذرات
۴	مقالہ افتتاحیہ
	حدیث الناشیہ
	مقالات
۸	اشکانات اور اسلام (۵)
۹	اشفاق
	مذاکرہ علمیہ
۱۲	العباۃ
۱۳	فہرست زراعت دولت علیہ اسلامیہ
	ادبیات
۱۴	خلافت فاروقی کا ایک واقعہ
"	عزل
	مراسلات
۱۵	تلفراف خصوصی
	نگاہات
"	ایک مع مرت ابل

## تصویر

— \* —

(صفحہ خاص)

شکری پاشا

[بقیہ شذرات صفحہ ۲۴ کا]

پر شدید گولہ باری کی - بلغاریوں میں بے انتظامی پھیل گئی اور  
۴۰ ہزار ترکوں نے سنگینوں سے مخالفانہ حملہ کر کے مقابل کے ڈھالوں  
مقامات کے نیچے بلغاری فرج کا صفایا کر دیا - ۴ ہزار بلغاری مقتول  
و معرور ہوئے - بلغاریوں کے لیے اب یہ ناممکن ہے، کہ وہ چٹلجا  
کے خطوط مدافعت پر حملہ کریں - کیونکہ اس صورت میں ان کو  
اپنے میمنہ پر ترکوں کے حملہ آور ہونے کا خطرہ ہے -





ان کے امکان میں ہو (جیسا کہ اتحادی وزارت نے کیا) ادرنہ کی تسخیر اسکی تسلیم سے بدرجہا زیادہ بہتر ہے کیونکہ ایک سپاہی کے لیے میدان میں زخمی ہو کے گرفتار ہونا بے زخمی ہونے سے ہتھیار ڈال دینے سے بہر حال اور بدرجہا بہتر ہے۔

چٹلجا تسخیر ادرنہ کے بعد چٹلجا کے متعلق خبروں کی حالت تشویش انگیز تھی۔ عثمانی ذرائع خاموش تھے۔ غیر عثمانی ذرائع تمام تر شکست و ہزیمت کی داستان سرائی کرتے تھے۔ ۲۵ مارچ کو صرفیا سے اطلاع دی گئی تھی کہ بلغاری آگے بڑھے دشمن پس پا ہوا، اب بلغاری عثمانی اور ایڈی رٹیس کے درمیانی خط پر قابض ہیں۔ ۲۷ کو بلغاری سفارتخانے نے اطلاع دی کہ بلغاری شہر پر قابض ہو گئے۔ ۲۸ کو رپورٹر کو قسطنطنیہ سے یہ خبر ملی کہ چٹلجا میں جنگ ہوئی جس کا نتیجہ ترکوں کے خلاف نکلا، ابتداً وہ انتظام قائم رکھ سکے مگر آخر میں بے انتظامی پھیل گئی۔ معلوم ہوتا ہے ترک خورندہ ہو گئے ہیں، ترکوں نے شہر ۲۶ ہی کو خالی کر دیا تھا اس وقت وہاں ہیں، جہاں وہ نمبر میں تھے۔ کسی سنگین بلغاری حملہ کی علامت نہیں، مگر انور بے کی محفوظ فوج پیشگاہ (ورنٹ) بھیج دی گئی ہے۔ چٹلجا پر جوش جنگ کے بیان میں مبلغہ کیا گیا ہے۔ گذشتہ نصف ماہ میں چٹلجا سے قسطنطنیہ صرف ۵ سر زخمی آئے ہیں۔ مگر ۳۰ کو خبروں کا رخ بد گیا۔ قسطنطنیہ سے سرکاری طور پر اطلاع دی گئی کہ دشمن نے ویکیمچی کے آگے کے مقام پر قبضہ کر لیا تھا، مگر سخت نقصان کے بعد نکال دیا گیا اور عثمانی فوج نے دوبارہ اس مقام پر قبضہ کر لیا۔

یہ تاثر گہرا رہا تھا، مگر معرکہ کی اہمیت کے باب میں خاموشی رہی، یکم اپریل کو رپورٹر نے تفصیل شائع کی، جس نے معرکہ کی اہمیت اور اس جوش جنگ سے پردہ اٹھا دیا، جو عثمانی فوج کے ادرنہ کے ہمت شکن اور استقامت افکن سانحہ کے بعد نکلتی، تفصیل بجز درج ذیل ہے۔

نندن یکم اپریل - ترکی فوج کے ساتھ جو خاص نامہ نگار ویکیمچی کے معرکہ کارزار میں موجود تھے انہوں نے اس جنگ کی معدل خبریں بھیجی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑائی نہ صرف نہایت شدید تھی، بلکہ چٹلجا کے آئندہ کارناموں پر اس کا نہایت ہی اہم اثر پڑے گا۔ بلغاریوں کا مقصد یہ تھا کہ ترکی فوج جو خلیج ویکیمچی کے مغربی جانب میں مرتفع میدان پر قابض ہے اس کا تعلق قلب جیش (اصلی بڑی فوج) سے، جو چٹلجا کے وسط مدافعت پر موجود ہے، منقطع کر دیں۔ ۲۵ - مارچ کو بلغاریوں نے عظیم انشان فوجی جمعیت سے پیش قدمی کی۔ عتیش پاشا نے اپنی فوج کا جزر اعظم قلبی مورچوں کی طرف ہٹالیا۔ اس کے بعد دو روز تک خوفناک گولہ بڑی ہوتی رہی۔ بلغاریوں کو اس حالت میں، جبکہ وہ مقبوضہ حصے میں مورچے کھود کر کمبنگھوں میں چھپنے کی کوشش کر رہے تھے، ترکی توپوں نے سخت آتشباری کا سامنا کرنا پڑا، جن کو آلات تندر (سرچ لائیس) سے برابر مدد مل رہی تھی۔ بلغاریوں نے جمعہ کے دن صبح کو کھڑے کی تاریکی میں یہ کوشش کی کہ ایک جناحی پیش قدمی (فلینک مارچ) کے ذریعہ سے چٹلجا کے خطوط مدافعت کے سامنے ایک آخری حملہ کر کے ویکیمچی کی مغربی جانب میں ترکوں کے پیر آکھیز دیں، لیکن کھڑے کے موقوف ہو جا۔ پر بلغاری فوج مرت کے جال میں گرفتار ہو گئی، اور ترکوں نے اس (بقیہ صفحہ اول کے آخر میں)۔

ان کے اختیار میں صرف کوشش ہے، کامیابی اس کے حدود اختیار سے زیادہ میدان جنگ میں ایک سپاہی کا اس سے زیادہ فرض ہے، وہ جانبازی، پامردی، اور دانشمندی کے ساتھ دشمن کا ہتھیار، اگر اس نے ایسا کیا، تو مستحق آفریں ہے ورنہ سزاوار

شکست ہو یا فتح، اگر مشاہیر و ابطال کی صف میں نیپولین اور عثمان پاشا ہوں، تو یقیناً مدافع جلیل غازی شکری پاشا بھی ان کے بدرجہا ہونگے۔

یہ تفصیل تمام صرفیا اور ایک نامہ نگار کے بیان کی صورت میں ہے، اور بیک نظر معلوم ہو جاتا ہے کہ اس وقت تک بلغاریوں کے رعبی عذر جڑی اور فتح کی تفخیم و تعظیم کی کوشش کی گئی لیکن با این اگر اسمیں مبالغہ و اغراق کا عنصر اس حد تک نہیں کہ یہ عنصر فنا ہو گیا ہے، تو اس تسخیر سے ان معلومات کی تکذیب نہ ہوتی، جو الہلال کے صفحات میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے۔ ان تمام معلومات کا خلاصہ دو عنوانوں کے تحت میں آسکتا ہے۔ عدم تسلیم کا معاہدہ اور دوسرے سامان کی کافی مقدار - امر اول - متعلق ہم ابھی تفصیل کے ساتھ لکھ آئے ہیں۔ رہا امر دوم، اس کے آگے ایک بار پھر تفصیل تسخیر پر ایک غلط انداز نظر ڈالیں، تو سمیں زار خط مقامات میں ملے گا کہ محصورین نے من میں آگ لگادی، جب محاصرین داخل ہوئے تو اس وقت چراگاہوں میں چر رہے تھے، پس کیا یہ اس امر کی شہادت ہے کہ سامان کی کمی نہ تھی۔

اس بحث میں سب سے آخری نقطہ یہ ہے کہ آیا وزارت سابقہ یہ رائے صحیح تھی؟ اور کیا انقلاط اور اجراء جنگ اتحادی کی نبردہمی یا خام کاری تھی؟ ابھی اسباب تسخیر تاریکی میں ہیں، تفصیل آئی ہے وہ اجمال سے بھی کم ہے، اس لیے اس کا مجھے جواب نہیں دیا جاسکتا، مگر ”آٹاے کامل“ کی مجوزہ نام یہ تھی کہ مجلس کی کارروائی (جو الہلال نمبر ۷ میں شائع ہو چکی ہے) کے پڑھنے کے بعد ہم جس نتیجہ پر پہنچے تھے، وہ یہ تھا کہ جس کے فیصلہ صلح کی بنیاد دوا امر پر ہے۔

(۲) ناراج ایشیاء کا خوف

(۱) مالی مسائل کا ناقابل حل ہونا

نہیں اگر ہم صحیح نتیجہ پر پہنچے تھے تو ہم کو اس کہنے میں کوئی شائبہ نہیں، کہ با این تسخیر اتحادی وزارت کا ملی وزارت سے کامیاب رہی۔

محمود شریعت پاشا نے شمشیر کے قبضہ پر ہاتھ رکھا تو ناراج بے ہمتی دینے والے پھر نا طرفداری کے کمینگاہ میں رہ پڑے ہو گئے۔ برائی مسائل کا انتظام - جو انگلستان ایسے درلتمند ملک کے ہوتے ہوئے کے باوجود کامل سے نہیں ہو سکا تھا - اس حد تک ہو گیا کہ واجب الاداء تنخواہیں بے باقی کر دی گئیں۔ اور دو ماہ تک جنگ جاری رہی اور ابھی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ ایک غیور شریف کے لئے حملہ آور کو اپنے حق کی حوالگی حرام ہے اور اس وقت تک مدافعت کرتے رہنا فرض ہے، جب تک کہ اس کے قوی جواب نہ دیدیں، تو ہم کہتے ہیں کہ ادرنہ - وہ ادرنہ جس کے چہ چہ پر اسلامی یاد گاریں کندہ ہیں، جہاں اسلام کے نامور و درخشان فرزند مدفون ہیں، اور سب سے آخر میں مگر سب سے مقدم یہ کہ، جو قسطنطنیہ کی کنجی ہے - کی حوزائی (جو کامل چاہتا تھا) ترکوں کے لئے حرام تھی، اور اس کا فرض تھا، کہ اسکی مدافعت اس وقت تک کریں جب تک کہ

## شذرات

—\*—

### تسخیر ادرنہ

—\*—

۲۷ - مارچ کی اولین تقسیم میں ریوٹر نے ادرنہ پر بلغاریہ کے کامل استیلاء کی خبر شائع کی ' دفتر سے اسی وقت متعدد تار قسطنطنیہ روانہ کیے گئے - جوابات آئے ' مگر دیر میں ' اسی لیے ان تاروں کے جواب میں تاخیر ہوئی ' جو دفتر میں بغرض دریافت حال موصول ہوئے تھے - یہ جوابات صفحہ اولی میں درج ہیں ' ریوٹر نے جو تار برقیات شائع کی ہیں - انکے بموجب رداد تسخیر حسب ذیل ہے -

۲۵ مارچ ۱ بجے شب کو بلغاریوں نے ایک متحد الوقت حملہ عام کیا - ۳ بجے ۵۰ منٹ پر غیر معمولی پر جوش مقارمات کے علی الرغم بلغاریوں نے سنگینوں سے حملہ کیا ' اور مشرقی حصہ پیشین کے تمام آگے بڑھے ہوئے مقامات اور فلوں کے خط سے قہیک مشرق کی طرف کے تمام قلعہ بند نقطوں پر قبض ہو گئے - اس معرکہ میں بلغاریوں نے برابر میں توپیں ۴ زرد کار اور ۳ سر آدمی گرفتار کیے -

اسی دن دروازہ لشکر چرکیاں سرز اندری نامی ایک مقام پر جو ( قلعوں کے خط سے قریباً ایک کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے ) پر قابض ہو گئیں - اسی دن ترک جنوبی مقامات سے بھی ہتھیائے گئے - ۲۶ کو حملے کی تیاری ہوئی ' پہلے مریشیوں کے گئے بھیجے گئے ' گلوں کے بعد آہن پوش و سپردار سپاہی روانہ ہوئے ' قلعہ کی دیوار ۴۰ قدم بلند چٹان سے کاٹکے بنائی گئی تھی - دیوار چاروں طرف سے لوہے کے جال سے گھری ہوئی تھی ' بلغاری فوج نے اس جال کو کاٹنا شروع کیا ' رن ہٹا ' سنگینوں تک نوٹ پہنچی ' اور سخت گھمسان کی لڑائی ہوئی -

جنوب ادرنہ میں سرریوں سے بلغاریوں کو بے حد مدد ملی ' سرری فوج کا پورا ایک ریجمنٹ کام آیا - آخری حملہ کے آغاز میں بلغاریہ خس و خاشاک کی طرح کاٹے گئے ' اور ترکی مقامات ( پوزیشنز ) تک پہنچنے سے پہلے پوزی پوزی کمپنیاں روانہ ہو گئیں - ترنوں نے سامان غذا ' توداموں ' اسلحہ خاتون ' توپخانوں ' شفاخانوں ' اور بارکون ' میں آگ لگادی -

۲۶ کو ۲ بجے شکاری پٹہ نے جیل اوائف کے سامنے تلوار ڈال دی - صرفیا میں بلغاریہ مرکز نو اطلاع دی گئی کہ اس معرکہ میں ۱۱ ہزار بلغاریہ مجروح و مقتول ہوئے ہزار عثمانی گرفتار ہوئے ۲۸ مشین گن اور ۶ سو ۵۰ مختلف قسم کی توپیں غنیمت میں ملیں -

نامہ نگار خاص ( جسکو بلغاریہ فوج کے ساتھ شہر میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی تھی ) بیان کرتا ہے ' کہ صرف ۸۰ میدانی توپیں اس پہاڑی تپالے پر سجی ہوئی تھیں ' جو ادرنہ کے مشرق میں واقع ہے اور قلعہ کو محیط ہے - لڑائی کے میدان میں دو اور تین میل کے درمیانی فاصلہ پر ۱۶۰ توپیں لگی ہوئی تھیں - صرف ایک روز میں ۳۰ ہزار پہنچے وائے گواسے پہنچے گئے ' جنہوں نے عملی طور پر تمام قلعوں کو نابود کر دیا - بعد میں داخلے کے بعد معلوم ہوا ' کہ یہ تمام قلعے اینٹوں کے بدلے ہوئے دیرینہ وکنہ گنبد ہیں ' جن پر مٹی کی استراکائی ہے - توپوں کے نصب کرنے کے لیے صرف زمین کھود کے جگہ بنائی گئی ہے - یہ ترکی

افسانے تھے ' کہ جدید رضع کے زبردست قلعے بنے ہوئے ہیں - اسکی مضبوطی کو سب سے زیادہ اہمیت اسوجہ سے حاصل ہے ' کہ وہ قدرتی طور پر مضبوط مقام ہے - اگر بلغاریہ اصل حقیقت سے آگاہ ہوئے تو نامہ نگار استمرار مقارمات کی وجہ بلغاریوں کی لاعلمی ثابت کرنا ( چاہتا ہے ' مگر یہ اسکا جہل یا تعصب ہے ' ورنہ خود عثمانی تسلیم کرتے ہیں ' کہ انکے حالات سے انکے دشمن ان سے زیادہ واقف ہیں ' اور کیوں نہ ہوں جب کہ افسر قلعوں کی تعمیر میں مزید ترقی کریں اور ایک ایک کوشش کو اپنی آنکھ سے بندھے دیکھیں - الہاں ) وہ اس مقام کو ' جو صرف ایک مورچہ بند فوجی کیمپ تھا ' تین مہینے قبل ہی سنگینوں سے فتح کر لیتے - شکری پاشا کے اس رہ تمام ترقیوں بھی نہیں تھیں ' جنکی نسبت کہا جاتا تھا ' کہ اسے پاس موجود ہیں - جب دشمن کی فوج بلند مقامات کی طرف حملوں پر حملے کر رہی تھی ' تو شکری پاشا نہایت خوش اسلوبی سے اپنے تربخانیوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیتے تھے جس سے دشمن کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ انکے پاس بہت توپخانے ہیں - جب بلغاریہ شہر میں داخل ہوئے ' تو انکو یہ بات دیکھتے سخت حیرت ہوئی ' کہ مریشیوں کے گئے شہر کے قریب ہی چراگاہوں میں چر رہے ہیں - قلعہ کی فوج اور شہر کی رعایا بھی پریشان نہیں معلوم ہوئے تھے -

اس تفصیل کے پڑھنے کے بعد اب آپ غور کریں ' کہ ۲۵ مارچ کو حملہ ہوتا ہے ' عثمانی فوج غیر معمولی جوش کے ساتھ مدافعت کرتی ہے ' مگر بااثر دشمن کامیاب ہوتا ہے ' اس کے بعد دو اور تین میل کے درمیان فاصلہ پر ۱۶۰ ساتھ توپیں گولہ باری کرتی ہیں جنہیں سے صرف ایک قلعہ پر ۸۰ توپیں آگ برساتی ہیں - اس کے بعد دشمن کی فوج بڑھتی ہے ' اور آٹھ جال کاٹ ڈالتی ہے - اس کے بعد اور بڑھتی اور سنگینوں تک نوٹ پہنچتی ہے ۱۲۷ دن کے محصور میں ہمت و شجاعت کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں ' بلغاریہ فوج کے ساتھ سرری فوج بھی شریک ہے ' سرری فوج کے پورے ریجمنٹات کے ریجمنٹات آجاتے ہیں ' بلغاریہ بھی خس و خاشاک کی طرح کاٹے جاتے ہیں ' مگر وہ آگے بڑھتے ہیں اور شہر پر قابض ہو جاتے ہیں - یہ نصرت جنگ کا ایک رخ ہے ' دوسرا رخ یہ ہے ' کہ قلعوں کی کاٹکات کھنڈ ہند ہیں ' توپوں کے رکھنے کے لیے زمین میں گڑھے کھودے گئے ہیں ' توپوں کی تعداد ڈاکہ ہے ' مگر قائد اپنے حسن انتظام سے انکی تعداد کئی چند زیادہ دکھاتا ہے ' دشمن مقام پر مقام لیتا چلا جاتا ہے ' مگر جب دست بدست جنگ ' مرقع آتا ہے ' تو عثمانی فوج جوش کے ساتھ مقابلہ کرتی ہے ' مگر اسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں ' کہ بالآخر پر جوش مدافعت و مقارمات دشمن شہر میں داخل ہو جاتا ہے -

اب سوال یہ ہے ' کہ عثمانی فوج نے ۲۵ کو ۱ بجے شب سے لیکے ۲۶ کے ۲ بجے دن تک کی فیصلہ کن و خوفناک مدت میں ' جبکہ ہر دوسرا گنبد پہلے گھٹتے سے زیادہ حوصلہ کسل اور ہمت سیر ہوتا تھا - ایک مدت کے لیے ہمتی ' سرد جوشی ' و خوفزدہ کا اظہار کیا ؟ کیا شکری پاشا نے شہر پر بلغاریوں کے اسدبند تان سے پہلے ہتیار ڈالے ؟ کیا اگر شکری پاشا ہتیار نہ ڈالتے تو شہر پر بلغاریوں کا قبضہ نہ ہوتا ؟ اور مختصراً یہ کہ کبیا محصورین کے مقارمات کا کوئی دقیقہ اٹھا رکھا ؟

اگر ان تمام سوالات کے جوابات نفی میں ہیں ' تو اب سوال یہ ہے ' کہ محصورین نے اس عہد کو پورا کیا یا نہیں جو انہوں نے بطل الطرابلس انور پے سے کیا تھا ؟



درجہ کامل طور پر اشکال ریاضی کے تسبیہ و تناسب کے ساتھ اس کے دائرے، دائروں کے مدارج، ازھر درجے میں متعدد خانے ہوتے ہیں؟ پھر اس محنت و سعی پر نظر ڈالیں، جو جالے کے بنانے میں رہ گوارا کرتا ہے۔ کیسی خود فرورشانہ معنویت کے ساتھ ایک ایک تار کو بنتا ہے، اور کس آن تھک سعی کے ساتھ، توڑنے کے بعد پھر ازسرنو بنانا شروع کر دیتا ہے۔ وہ گویا ایک نہایت منظم، مرتب، اور خوشنما عمرت ہوتی ہے، جس کی تعمیر میں حیات دنیوی ہی پوری قوت صرف کردی جاتی ہے۔ با ایں ہمہ اس کے ثبات و قرار کا یہ حال ہوتا ہے، کہ اس کی تعمیر و تکمیل کے عین عروج کی حالت میں، اگر ہوا کی ایک ہلکی سی حرکت بھی مقابل ہو جائے، تو ایک لمحہ کیلئے بھی قائم نہیں رہ سکتا، اور چشم زدن میں نابود و مفقود ہو جاتا ہے۔

بعینہ یہی حالت ان تمام کاموں کی ہوتی ہے، جو حق و معترف و مقابله کرنا چاہتے ہیں۔ یہ نہیں ہے، نہ انوکھا مینابی نصیب نہیں ہوتی۔ اگر وہ ابتداء سے ناکام و نامراد رہیں، تو عاقبت امر - اور نقائص و عمل کے فتح و ظفر کا فیصلہ بیکار ہو جائے۔ وہ بظاہر کامیاب ہوتے ہیں، اور مکتبی کے جالے کی ظاہر فریبی کی طرح دیکھنے والوں کو اپنی کامیابی نہایت خوشنما اور منظم نظر آتی ہے۔ وہ اپنے مقاصد و صلاحت کی انجام دہی میں اس سے کم محنت و سعی نہیں کرتے، جس قدر ایک مکتبہ جالے کے بندے میں تمام عمر گزرتا رہتا ہے۔ وہ اپنی دولت، اپنی عزت، اپنا رسوخ، اپنی صحت، اور اگر قابلیت حاصل ہے، تو اپنی قابلیت غرضکہ تمام قوتوں کو وقف اعمال و صلاحت کر دیتے ہیں۔ پھر دنیا دیکھتی ہے، کہ ایک نہایت خوشنما اور مرتب دائرہ بنکر طیار ہو گیا ہے، جس میں طرح طرح کے خانے، اور طرح طرح کے اشکال و صورت بنے ہوئے ہیں۔ لیکن جس طرح مکتبے کے جالے کی ہستی اس وقت تک ہوتی ہے، جب تک ہوا کا کوئی جھونکا اس پر نہیں گذرتا، اسی طرح اس کی زندگی بھی صرف یہی ہی دیر تک بدیہے نصر و قرب رہتی ہے، جب تک یہ حق و صداقت میں حرکت نہیں ہوتی ہے، اور سکارخ اس کی طرف نہیں ہوتا ہے۔ مکتبہ اپنی تمام زندگی ایک ایسی شے کے بندے میں صرف کر دالتا ہے، جس کو وہ اپنے لئے بہترین ذریعہ آرام و راحت سمجھتا ہے، مگر دراصل اس کی تمام زندگی ایک محض نا پا نڈار اور سریع الغذا عمارت بندے کے میں ضائع جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح وہ کم بردگان اعمال سمجھتے ہیں، کہ ہماری محنت ایک محفوظ اور مفید اغراض عمل کے انجام دہنے میں خرچ ہو رہی ہے، حالانکہ ”تار عنکبوت“ کی طیاری ہی طرح، ان کی زندگی اور محنت کی یہ نا مرادانہ نبتی ہوتی ہے، اور وہ خود اپنے ہاتھوں اپنی قوتوں کو ضائع کر دیتے ہیں۔

پس حق کے مقابلے میں باطل کی کامیابی سے مغرور نہیں ہونا چاہئے، کہ کامیابی تو ضرور ہوتی ہے، لیکن ثبات و قرار اور نتیجہ آخر کی کامیابی ایک شے ہے، جس پر اس اسمن کے نیچے حق کے سوا کسی کا قبضہ نہیں۔ یہ بہت مسکن ہے، نہ باطل ہی سعی و محنت ایک نظر و غیب چیز ہمارے سامنے پیش کر دے، اور بظاہر معارف ہو، کامیاب ہو گیا۔ لیکن یہ کامیابی اسی ہی کامیابی ہوئی، جیسی کہ مکتبے کو جالے کے بندے اور طیار کردیے میں حاصل ہوتی ہے۔ یہ نہیں ہوتا، کہ اس کی سعی ناکام رہے۔ وہ جس گھر کو بننا چاہتا ہے، اس کی تعمیر میں پوری طرح کامیاب ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کو کیا کیجئے کہ جس مصالح اور سامان سے بننا چاہتا ہے، اس سے کوئی پانڈار چیز اس کی نہیں ہو سکتی۔

”الارض والا“ و منافع کیلئے دنیا میں فساد پھیلاتے ہیں، اور یاد رکھو، کہ ہر کام کا انجام و آخر صرف اللہ سے ڈرنے والوں ہی کیلئے ہے۔

”ان کریم میں“ ”العاقبة للمتقين“ ہر جگہ اسی ایسے کہا گیا ہے، اراض فسادہ اور مقاصد ردیہ کو بظاہر حق و صداقت کے مقابلے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، ان کی کامیابی محض دھنگامی عارضی رہتی ہے، اور انجام کار کی فتح و فیروز مندی ان کے حصے میں نہیں آتی۔ یہی آخر کی کامیابی ہے، جس کو خدا تعالیٰ نے اس دنیا میں اپنی نائید غیبی کے اعلان کیلئے ایک نشانی قرار دیا ہے، اور اسی کا دست نصرت ہے، جو حق کو نتائج و عواقب کی نصرت و تحکیم بذرا دیتا ہے، کہ خود وہ کس کے ساتھ ہے؟ اگر ایسا نہ ہو تو پھر بد شہطان کا تخت گاہ بن جائے اور خدا کی روشنی سے نسل آدم کی آنکھیں محروم ہو جائیں۔

کیا نہیں دیکھتے، کہ قرآن کریم میں ہر جگہ خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کے اعمال کو (جائے اغراض و مقاصد و رضات الہی کی خواہش اور نور صداقت و حق پڑوہی سے خالی ہیں) ہمیشہ ان چیزوں سے تشبیہ دی ہے، جو اپنے اندر کوئی نہ کوئی کامیابی و مادی اثر و جلوہ ضرور رکھتی ہیں، لیکن پھر آخر میں ان کی کامیابی نمایاں ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا:

”عالمہ کسرب بقیعة“ ان لوگوں کے کاموں کی مثال ایسی ہے، جیسے کسی چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت، کہ پیاسا آدمی دور سے اسے پانی سمجھ کر دوڑتا ہے، لیکن وہ حسابہ و اللہ سریع جب قریب پہنچتا ہے، تو ریت کے تودوں کے سوا اور کچھ نہیں پاتا۔ (۴۴: ۳۵)

\*\*\*

ایک دوسرے موقع پر مکتبی کے جالے کی مشہور مثال دی: ”مل الدین انکذا من دون“ ان لوگوں کی مثال حوالہ کے علاوہ ان لوگوں کے لئے، کہ ان کے لئے ”العنکبوت“ لوگوں سے درست کی گئی ہے، مکتبی کی ہے، مکتبی گھر بنانے کو تو بنانی بیوت لبیت العنکبوت، ہے مگر گھروں میں کمزور ترین اسی کا وکانوا یعلمون (۲۹: ۴۰) گھر ہے، کاش یہ لوگ سمجھتے۔

بہائی آیت میں اعمال و صلاحت کی مثال اس شخص کی سی دی گئی، جو پیاسا ہو، مگر دریا کی جگہ ریگستان کو سمندر سمجھ کر سنی طرف دوڑے، اور بالآخر نا کامی اور نامرادی کے سوا اسے کچھ حاصل نہ ہو۔ دوسری آیت میں مکتبی کے جالے سے تشبیہ دی گئی ہے، کہ جو کام رشتہ الہی اور رشتہ ایمانی کی قوت سے خالی ہوتے ہیں، ان کی ہستی مکتبی کے جالے کی طرح ہوتی ہے، کہ جب تک وہ قائم ہے، نہایت مرتب و منظم نظر آتا ہے، لیکن جونہی اس کی ایک ہلکی سی موج بھی اس پر سے گزری، اور ہبہ، منڈور و زلزلہ، وان اوهن البیوت لبیت العنکبوت لوکانوا یعلمون۔

(۳)

فی الحقیقت غور کیجیے، نو اسانی اعمال کی ضلالت سے اس تشبیہ و تمثیل سے بڑھ کر اور کوئی بیان نہیں ہو سکتا، اور اصل یہ ہے، کہ قرآن کریم کے سب سے زیادہ اسرار و معارف کی تمثیلات اور تشبیہوں ہی میں ہیں لیکن:

تقاصر عنہ افہام الرجال

مکتبے کا جالا کیسی عجیب اور موثر چیز ہے! کس ترتیب اور طرز کے ساتھ اس کا ایک ایک تار دوسرے سے ملحق ہے، اور کس

# الملل

۲۴ رجب الثانی ۱۳۳۱ ہجری

—:O\*O:—

## حدیث الغاشیہ

( ۵ )

— \* —

## جاء الحق و زهق الباطل

ان الباطل کان ذھوقا

— \* —

اولا یرون انہم یفتنون فی کل عام مرة او مرتین ثم لا یتوبون ولا ہم ینذرون  
کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ کوئی برس ایسا نہیں گذرتا جس میں ایک یا دو مرتبہ یہ لوگ آزمائشوں میں نہ ڈالے جاتے ہوں مگر باوجود اسکے نہ تو وہ اپنی بد اعمالیوں سے توبہ کرتے ہیں اور نہ ان تنبیہوں سے عبرت پکرتے ہیں ۱۱ ( ۱۲۷ : ۹ )

—:—

معتقد ہوں کہ بے کا ناظم مگر جا کر وہاں عبرت آتی ہے کہ کیا بتخانہ ویراں ہو گیا؟

— \* —

میں لکھنؤ پہنچتے ہی پھر بیمار ہو گیا تھا اسلئے یونیورسٹی ڈیپارٹمنٹ کے ٹوٹے کی نسبت کچھ نہ لکھ سکا۔  
لیکن اب ضروری ہے کہ اسکی نسبت چند کلمات عرض کروں :  
دنباں تو بون گنہ از جانب ما نیست  
با غمزہ بگو تا دل مردم نہ رباید  
کوئی واقعہ ہو اسپر سرسری نظر ڈالکر نہیں گذر جانا چاہیے اور عبرت و بصیرت اندر زہی کیلئے ہر وقت مستعد رہنا چاہیے۔ کامیابی اور ناکامی دونوں میں ہمارے لیے ذخائر عبرت ہیں فتح و شکست دونوں ہم کو نصیحت کرسکتی ہیں۔ اور غور کیجیے تو توبہ و اعتبار کا اصلی وقت فتح ہی کی گھڑیاں ہیں۔ شکست کا وقت تو ماتم و حسرت میں بسر ہو جاتا ہے : فبشر عبادی الذین یستمعون القول یتبعون احسنہ - اولئک الذین ہدانا اللہ و اولئک ہم اولو الالباب - ( ۱۹ : ۳۹ ) ( ۱ )

اس خبر کو سنتے ہی ہر شخص کی زبان سے بے اختیارانہ صدا جو نکلی ہوگی وہ بھی ہوگی کہ ”حق نے باطل پر حریت نے استبداد پر اور قوم نے افواہ پر فتح پائی“

یقیناً فتح پائی رات کی پردہ پوش اور جرائم پرور تاریکی میں نہیں بلکہ علانیہ روز روشن کی فیصلہ کن روشنی میں فتح پائی۔ سازش و خدع کے ہتھیاروں سے نہیں بلکہ حق اور راست بازی کے

( ۱ ) پس اللہ کی طرف سے بشارت ہے ”آن بدوں کیلئے“ جو قلام حق کو کان لگا کر سنتے ہیں اور اسکی اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جنکے دلوں کو خدا نے ہدایت کیلئے کھل دیا ہے اور یہی عقل حلیم رکھنے والے ہیں۔ ( منہ )

حربۃ الہی سے فتح پائی۔ دولت و رسوخ، دبدبہ و سورت، جمعیت و قوت اور ادعا و تعدی کی نمائش فروریوں کی طاقت دکھلا کر نہیں بلکہ بے سروسامانی، ضعف و عاجزی، قلمت و عوار و انصار اور فقدان اسباب و وسائل کے ساتھ فتح پائی۔ یقیناً یہ ایک فتح مبین تھی، مگر حق و باطل کی آویزش کی تاریخ میں یہ کوئی نیا واقعہ نہیں ہے بلکہ اسکے خوارق و معجزات و سنبے تو انکے آگے اس فتح کی حقیقت ہی کیا ہے؟ سرزمین عجائب خیز کا ایک ایک ذرہ اپنے اندر سچائی کی فتح و نصرت کا ایک صحیفہ خوارق رکھتا ہے اور نہیں معلوم آغاز عالم سے اس وقت تک حق و باطل میں کتنے معرکہ ہائے زہرہ گداز ہو چکے ہیں : ارل تو ان راقعات کے مقابلے میں یہ معاملہ ہی کولسا ایس عظیم الشان تھا؟ پھر باطل پرستی نے اسی دنیا میں جیسی جیسی عظیم الشان دنیوی قوتیں اور قاہر و جابر فوجیں اپنے ساتھ رکھی ہیں انکو سامنے لائیے تو معلوم ہو کہ اس معرکے میں وہ ساز و سامان ہی اسے میسر تھا؟ ہم نے حق و باطل کی جنگ آرائی کی تاریخ میں بڑے بڑے عظیم الشان تختوں کو اڑاتے دیکھا ہے جنکی سطح سرے کی نہی اور جنکے حواشی پر اعلیٰ و جواہر سے گلکاری کی گئی تھی۔ ہم نے ان عظیم الہیۃ اور قدیم البنیان مندروں اور ہیکلوں کی دیواروں کو رنگوں دیکھا ہے جنکے صحن چاندی سرے اور لعل و جواہرے درخشان باتوں سے رنگے ہوئے تھے۔ ہم نے تاریخوں میں ان معرکوں کی سرگذشت پڑھی ہے جنمیں باطل پرستی کی فوجیں بے کدر سمندر کی طرح پھیلی ہوئی تھیں، مگر حق کا علم اپنے سائے میں صرف ایک ہی وجود بے سروسامان رکھتا تھا، مگر با این ہمہ عاقبت کار اسی کے لیے تھی۔ حق و صداقت کا حریف آج ہی پیدا نہیں ہوا ہے۔ وہ مع اپنی طاقتوں اور قوتوں کے ہمیشہ سے موجود ہے اور جب کبھی حق سے مقابل ہوا ہے تو اس نے اپنی طاقتوں کی انتہائی نمائشیں کی ہیں۔ پس جس صدائے حق کی فزع یا بیوں کی تاریخ اسے عظیم الشان مقابلوں کا افسانہ سناتی ہو، اسکے لیے آجکل کے بعض مدعیان کار فرمائی کے نمائشی ہنگامے کیا حقیقت رکھتے ہیں؟ جس دست و بازو نے آہن پوش حریروں کی صفیں اڑات دی ہیں اور باطل پرستی کے مہیب دیوؤں اور عفریتوں کو انگلیوں پر چرخ دیکر دے پٹکا ہو، اسے لیے چاندی سرے کی چند متحرک پتیلیاں کیا رعب و سورت پیدا کرسکتی ہیں؟

پس اس بنا پر جو کچھ ہوا اسمیں آپکے لئے ندرت اور تعجب کی کوئی بات نہیں، البتہ جو کیجیے تو عبرت و بصیرت ضرور ہے : و ان الظالمین بعضهم اولیاء بعض و اللہ ولی المتقین ( ۱۸ : ۴۵ )

( ۲ )

سب سے پہلی بصیرت جو اس واقعہ میں ہمارے لیے ہے وہ یہی ہے جس کو آغاز اشاعت الہال سے بار بار کہہ چکا ہوں، لیکن وہ میرا ایک ایسا اعتقاد محکم اور ایقان قلبی ہے جسکی صدا ہر آن دھرم و لعل میرے اندر سے اُٹھتی رہتی ہے اور میں خواہ کتنی ہی مرتبہ اسکو دہراؤں لیکن نہکنے کی جگہ ہر مرتبہ اب راحت ترہ پانا ہوں۔ وہ حق کی فتح مندی اور ہر مظہر باطل کی شکست کا قانون الہی ہے جس نے ابتداء ہی سے اپنے حلقہ بگوشوں کو پیغام نصرت سنا دیا تھا کہ :

و تلتک الدار الاخرة اور آخر کار کی کامیابیوں کا گہرائی کے لیے ہے  
فجعلہا للذین جو دنیا میں پیشروائی اور لیدری کے  
لایوں و بدوں علواً خواہشمند نہیں اور نہ اپنے اغراض

اسکی علت رہی ہے، جو سطور بالا میں ظاہر کی گئی۔ قوم کی بیداری اور صدائے حق کی سماعت کیلئے مستعدی میں شک نہیں، لیکن اسکا کیا علاج، کہ رقت پر کام کرنے والوں کی نیندنگ طرازیوں اور شعبہ سمانیوں کا ہجوم آسے اصلیت کے سمجھنے کی مہلت ہی نہیں دیتا؟ لوگ قطعاً غلط فہمی میں پڑ گئے، اور بالکل نہ سمجھے، کہ ہم سے کیا مانگا جا رہا ہے اور کیا ہے جو ہم نے اٹھا کر دیدیا ہے؟ خریداروں نے دراصل یہ سمجھنے کی کسی کو فرصت ہی نہ دی: کہ:

مشتری چہ کس سب رہائے ما چند ست؟

لیکن جب کچھ زمانہ گذر گیا، اور اسکے بعد اصلی حالات بہ عذوں خاص لوگوں کے سامنے پیش کیے گئے، تو غلط فہمی دور ہونا شروع ہوئی، اور جو بات رقت پر نہ سمجھے تھی، اب ہر شخص کے سمجھ میں آنے لگی۔ نتیجہ یہ نکلا، کہ جلسے بھی منعقد ہوئے، تجویزیں بھی پاس ہوئیں، مضامین بھی نکلنے لگے، اور قوم اپنی طاقت سے کام لینے کیلئے مستعد ہو گئی۔

پھر اس پہلو پر بھی نظر رہے، کہ نواب صاحب قبلہ کا مضمون نکلا، لیکن کس طرح نذر غفلت و اغماض ہو کر رہ گیا؟ اس مرقعہ پر بھی لوگ محتاج تھے، کہ انکی غفلت پر ایک پر زور صدائے تاسف بلند کی جائے، ان تمام حالات سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے، کہ بیداری پیدا ہو گئی ہے، مگر بیدار کرنے والوں کا کام ختم نہیں ہوا ہے، بلکہ سب سے زیادہ اہم کام ابھی باقی ہے۔ یہ بیداری کچھ مفید نہیں ہو سکتی، اگر کوئی ہاتھ غفلت کے نازک مرقعوں پر بھی بیدار رکھنے کیلئے ہر وقت مستعد نہ رہے، ہر ہمیشہ معاملات کی تہ اور اصلیت سے خبردار نہ کرتا رہے۔ لوگ اُتھ بیٹھے ہیں مگر چلنے کے قابل نہیں، اور پھر لیت جانے کا ہتکا ہر وقت لگا رہتا ہے۔ پس رقت ہے، کہ کام کرنے والے قوم کی بیداری کی زیادہ رجز خواہی نہ کریں، بلکہ بیداری کو قوی کرے اور دماغ میں صحیح ہشیاری پیدا کرے کی سعی میں مصروف ہو جائیں۔

### (۸)

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ قوم نے اپنی ارازمیں جو قوت پیدا کر لی ہے، وہ ایک اصلی قوت عمل ہے، جسکے بغیر کوئی نیا در پیدا نہیں ہو سکتا تھا، تاہم یہ ایک قوت ہے، اسی حالت میں مفید ہے جبکہ اسکا استعمال صحیح ہو، پس یہ بڑی سخت اور مہلک غلطی ہو گئی، اگر لوگ ان کامیابیوں پر مغرور ہو جائیں، اور افراد اپنی قوت سے جو بیجا فائدہ اٹھاتے تھے، وہ بھی غلط فائدہ قومی قوت اور رائے کے نام سے بھی اٹھایا جائے۔ بہت بڑی ضرورت اس امر کی بھی ہے، کہ اس قوت کا استعمال ہمیشہ حزم و احتیاط اور اعتدال و صحت طریق استعمال کے ساتھ ہو۔

(باقی آئندہ)



نتیجہ نکلا، اور جس سرزمین میں ایک اینٹ بھی اپنی جگہ سے ہلنے نہیں جاسکتی تھی، وہاں آج ایک پوری بڑی بنائی عمارت جس طرح منہدم ہو گئی ہے، کہ اسکے اطلال و آثار تک کا پتہ نہیں، (ڈیپوٹیشن کمیٹی) کا میدان جس طرح ۲۸ - ڈسمبر کی صبح سے صاف تھا، اب پھر ویسا ہی بار عمارت سے سبکدوش ہو گیا ہے، قوم کو ”چک بک“ واپس مل گئی ہے، اور آئندہ خواہ بنک کی دیواروں کے نیچے سرنگ کھود کر خزانہ ہی کیوں نہ نکال دیا جائے، مگر الحمد للہ اب تک کوئی چک اسکے نام نہیں لگے ہے۔

### (۶)

ایک سب سے بڑی عبرت اس واقعہ میں قوم کیلئے یہ ہے، کہ اپنی قوت کا اندازہ کرے، اور محسوس کرے کہ تغیرات حالات نے جو ہیبت و جبروت اسکی آرازمیں پیدا کر دیا ہے، یہ کیسی بد بختی ہے، کہ خود وہ اُس سے غافل ہے؟ تلوار اگر کند ہو گئی ہے، سرکایت کا مرقعہ نہیں، لیکن افسوس اسکے حال پر ہے، جو اپنے ہاتھ میں ایک ایسی تیغ تیز رکھے، جس کی کات کے خوف سے حریف کانپ رہا ہو، لیکن خود وہ اسکے جوہر سے بے خبر ہو۔

دو سال سے قوم نے اپنی رائے اور ارازمیں جو ہیبت اشخاص کے دلوں پر قائم کر دی ہے، وہ اصلی قوت عمل ہے، بشرطیکہ قوم اس حربے سے کام لے، نیز یہ، کہ صحیح، معتدل، اور ہر وقت کام لے۔ ڈیپوٹیشن کمیٹی کے گذشتہ اجلاس، اور پھر ڈیپوٹیشن کی شکست، یہ دو متضاد واقعات ہیں، جذبو جمع کرتا ہوں، تو اصلیت سامنے آ جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم کی بیداری میں شبہ نہیں، اسکی قوت اور ہیبت کے اعتراف سے بھی دلوں کو انکار نہیں، اور انوں کو انکار ہو۔ لیکن مصیبت یہ ہے، کہ برسوں کی تقلید، و رسمہ نے دماغوں کو معطل کر دیا ہے، خود اپنی سمجھ اور فکر سے کام لینے کی عادت مفقود ہے، اور میدان عمل میں نوآموزی اسپر مستزاد۔ نتیجہ یہ ہے، کہ پہلے اشخاص کی قوت و استعداد سے شکست کھاتی تھی۔ اب قوت سے نہیں، مگر غلط فہمی، سادہ لوحی، نوآموزی، اور خدع و فریب سے شکست کھاتی ہے۔ پھر اصلی مصیبت یہ ہے، کہ تقلید و اعتماد بیجا کی عادت دیرینہ اب بھی زنجیر پا ہے، اور رقت پر معاملات کو سمجھنے اور غور کرنے کی قوت پیدا نہیں ہوئی ہے۔ لیکن ساتھ ہی چرند حس و بیداری کے وجود میں شک نہیں اور حقوق کے مطالبہ کا خیال پیدا ہو گیا ہے، اسلئے اگر حقیقت سے پردے اٹھا دیے جائیں، اور کوئی آواز چیخ چیخ کر اپنی طرف متوجہ کرنے کی بڑی کوشش کرے، تو فوراً ایک حرکت ہر طرف پیدا ہو جاتی ہے، ہر گ ساتھ دینے سے انکار نہیں کرتے۔

آج جس قوم کی صدا نے ”ارباب حل و عقد“ کو مجبور کیا، ڈیپوٹیشن کی کارروائی کو منسوخ کر دیں، وہ اُس رقت بھی موجود تھی، جب ۲۸ - ڈسمبر کو ڈیپوٹیشن کی تجویز نعرہ ہائے رقت کے غلغلوں اور چہرز کے صدا ہائے متصل و پیہم کے ہنگاموں میں پاس کی گئی تھی۔ ڈیپوٹیشن کی مخالفت میں جو خیالات ”الہلال“ کے صفحات پر شائع ہوئے، یہی خیالات تھے، جو عین تجویز کے پیش ہونے کے بعد ظاہر کیے گئے تھے، اور سننے والوں میں بہت سے اشخاص وہی تھے، جنہوں نے ”الہلال“ کے صفحات پر آج نظر ڈالی۔ مگر پھر غور کیجیے کہ نتائج دونوں رقت کے کیسے مختلف بلکہ متضاد ہیں؟



نہیں، بلکہ سرے سے ڈیپوٹیشن ہی کا خاتمہ کر دینا پڑا، اور جس عمارت کو تکمیل تک پہنچا کر اسکے گنبد اور برجیوں کیلئے انٹین چنی جا رہی تھیں، اسکی بنیاد ہی مسمار ہوگئی!!

پس یہ نتیجہ بتلاتا ہے کہ ہمارے آگے ”کامیاب“ کاموں کا خواہ کھساہی محکم رقبی قلعہ ہو، اور خواہ مقاومت کا اصلی بنت گذرہی کیوں نہ جائے، لیکن تاہم اعلان حق کی طاقت تسخیر پیدا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتی، اور اسکے لیے صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ خود ہماری نیت اور حق پرستی کا کیا حال ہے، مقابل و حریف کی کامیابی کا کوئی سوال نہیں۔ آجکل حق کی بہت رکس میسر ہے، ایک خاص سبب یہ بھی ہے کہ لوگ اعلان حق و سعی اصلاح کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، لیکن اس خیال سے قدم نہیں اٹھاتے، کہ مخالف کامیاب ہوچکے ہیں، اور اب انکی مخالفت کا مناسب اور اصلی وقت نہیں ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ شخص نکتہ چینی کی طرف سے بے پروا ہوگئے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ ایک مرتبہ اگر وہ کسی طرح اپنے کاموں کو کامیاب دکھلائیں، میں کامیاب ہو جائیں گے، تو پھر کامیاب کاموں کی مخالفت کو بے سود رہے وقت سمجھکر، کوئی مخالفت کا تصور بھی نہیں کریگا۔ اس طرح کے کاموں کیلئے انہوں نے بعض خاص اصطلاحیں وضع کر لی ہیں۔ مثلاً ”طے شدہ مسئلہ“ - ”اتفاق عام کا فیصلہ“ - ”کثرت رائے کا فیصلہ“ - ”کثرت رائے کا قرار دادہ“۔ قوم بھی بالعموم ان ترکیبوں سے مرعوب ہوگئی ہے، اور کسی بددہ خدا کو مخالفت کا خیال ہوتا ہے، تو یہ سمجھکر خاموش ہو رہتا ہے، کہ اب مخالفت کا وقت باقی نہیں رہا۔ ایک طے شدہ اور اتفاق عام کے فیصلہ کردہ مسئلے کی نکتہ چینی کرنا بالکل بے اثر بلکہ ہنسخر انگیز ہوگا۔

مذہب، اخلاق، اور قانون، ہر لحاظ سے یہ ایک سخت خطرناک اور اصولی غلطی ہے، اور دراصل اعلان حق و امر بالمعروف کے سد باب کی ایک علت قوی، لیکن میر اس وقت صرف اس تازہ ترین مثال پر توجہ دلاؤں گا۔ جو لوگ کسی سچی بات کو سچ کہنے کیلئے اسکا سچ ہونا کافی نہیں سمجھتے، اور اسکی ضرورت دیکھتے ہیں، کہ لوگ آسے سچ مان بھی لیں، انکو اس مثال سے عبرت پکڑنی چاہیے۔ میں نے جب عبد جاسے میں ڈیپوٹیشن کی تحریک کی مخالفت کی تو اس سے بالکل بے پروا تھا، کہ نتیجہ کیا نکلے گا؟ پھر الہلال میں مضامین کا سلسلہ شروع کیا، تو اس وقت بھی یہ خیال پیش نظر نہ تھا، کہ سونست اس کوشش میں کامیابی ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ بار بار کہہ چکا ہوں، میرے عقیدے میں حق کی اس سے بڑھکر کوئی توجہ نہیں ہو سکتی، کہ اسکے اعلان کو نتائج اور کامیابی کے ظہور کا محتاج قرار دیا جائے۔ اور اگر ایسا ہو تو اس دنیا میں، جسکا نصف کرہ ہر وقت تاریک رہتا ہے، کبھی بھی حق کی روشنی ظاہر نہ ہو۔ پس یہ محض ایک عقیدے اور رائے کا اظہار تھا، اور نتائج کے انتظار سے بالکل بے پروا، تاہم اگر نتیجہ خدا کے ایک عاجز بندے کے پیش نظر نہ تھا، تو کون کہہ سکتا ہے کہ اس نصرت فرمائے حق و صداقت کی مشیت میں بھی نہ تھا، جس نے ہر کام میں عواقب امور کی کامیابی کو اپنی نصرت بخشی کی ایک آیت مبین اور اثر عظیم قرار دیا ہے؟ ان یفصرکم اللہ فلا غالب لکم، وان یخذ لکم، فمن ذ الذی ینصرکم من بعدہ؟

و علی اللہ فایتوکل المؤمنون۔

(۴)

میں کہنا چاہتا تھا کہ ”یونیورسٹی ڈیپوٹیشن“ کی شکست میں اس قانون الہی کی ایک عبرت انگیز بصیرت پوشیدہ ہے۔ ایک مرتبہ گذشتہ تین ماہ کے واقعات کو یاد کر لیجیے اور دیکھیے کہ کس انتہائے جد و جہد اور کمال سعی و جانفشانی کے ساتھ ”ارباب حل و عقد“ نے اس ڈیپوٹیشن کی عمارت کھڑی کی تھی، اور بعض لوگوں نے اپنی کیسی کچھ گران بہا چیزیں اسکے پیچھے نہیں دیدی تھیں۔ راتوں کی نیندیں اسکے لیے قربان کی گئیں، دن کا آرام و راحت اسکے لیے غارت ہوا۔ بہت سے دعوؤں سے دست برداری کی گئی، اور اس صلح کے لیے جنگ کی فتح مندوں کی نمائش و شہرت سے بھی ہاتھ اٹھالیا گیا، مگر با ایں ہمہ اس جد و جہد، جوش و خروش، غرور و ادعا، طمانیہ و استغنا، اور اظہار سطوت و جبروت کے بعد کیا نتیجہ نکلا؟ یہ کہ صدائے حق و معروف کے ایک جھونکے ہی میں اس بیت عنکبوت کا خاتمہ تھا: وان اھن البیوت البیت العنکبوت، لوکانوا یعلمون۔

ہم بڑی چیز سمجھتے تھے، یہ میخانے میں

نکلا ایک جام کی قیمت بھی نہ ایمان اپنا!

جیسا کہ بار بار لکھ چکا ہوں، اس موقع پر بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں، کہ اس واقعہ کو سرسری نظر کے حوالے نہ لیا جائے۔ یہ ایک بین ترین مثال تازہ ہے، اس امر کی کہ حق کی کوئی صدا، ضائع نہ جاسکتی، اور گوندیوی اور انسانی طاقتیں کنڈی ہی مخالف ہوں، لیکن وہ بالآخر کام کر جاتی ہے۔ کام کرنے والوں کیلئے امید اور ہمت کا یہ ایک پیغام ہے، اور منکرین قوت حق و معروف کیلئے عبرت و موعظہ کا ایک تازہ نکتہ۔ ولسلک الامثال نصرہا للناس لعلہم ینفکرون۔

(۵)

۲۴ اور ۲۸ - دسمبر کو جو اجتماع لکھنؤ میں ہوا تھا، وہ صحیح طور پر فوٹو ڈیپوٹیشن کمیٹی کا اجلاس ہو یا نہ ہو، لیکن تاہم اسکو یونیورسٹی کا آخری فیصلہ کرنے کیلئے کافی سمجھا گیا، اور ڈیپوٹیشن کے انتخاب کے مسئلہ کو بظاہر عام اتفاق رائے سے منظور کرالیا گیا۔ جلسہ کے بعد بھی ایک عرصے تک دوئی صدائے مخالف نہیں اُٹھی، اور پھر جذبات نواب صاحب قبلہ کی تحریر شائع بھی ہوئی، تو اسمیں نفس مسئلہ انتخاب و فد و تفویض اختیارات کاملہ کی نسبت چنداں اعتراض نہ تھا، بلکہ زیادہ تر اشخاص وفد کی قلت و کثرت اور طریق انتخاب کی بے قاعدگیوں پر اظہار تاسف کیا گیا تھا۔ نیز یہ کہ تحریر کا ماحصل ڈیپوٹیشن کے ممبروں میں اضافہ تھا، نہ کہ اصل ڈیپوٹیشن کی شکست اور بالکل بھرمی۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے، کہ اس کارروائی کی مخالفت بحالت موجودہ بابتل بے سود نظر آتی تھی۔ کس کو اسکا خیال بھی ہو سکتا تھا، کہ اس تمام کارروائی ہی کو سرے سے باطل کر دیا جائیگا؟ اور قوم کو اس سے چھینی ہوئی ”بلنک چک بٹک“ پھر واپس ملبغائیگی۔ جلسے میں جو آواز مخالفت کی بلند کی گئی تھی، وہ ”لکھنؤ کی ناکام کوشش“ تھی، اور اب ”کامیاب حلقہ کیلئے کرنی وجہ نہ تھی، کہ لکھنؤ کی ”کامیابی“ کا ”نکتہ کی ناکامی“ سے مبادلہ کرے۔ لیکن باوجود اسے عرصے کے بعد جب آواز بلند کی گئی، تو در ہفتے کے اندر ہی اسکا اثر ہر طرف سے نمایاں ہونے لگا، و رفتہ رفتہ حالات میں اس درجہ تغیر ہوا، کہ اضافہ و اصلاح ہی

## الاخلاق

— \* —

تنبہ

مشرق کے علوم و فنون، صنائع و تجارت، معاشرت و سیاسیات، مختصراً یہ کہ تمام مظاہر زندگی اصلاح طلب ہیں۔ اسلیے یہ صحیح ہے کہ مشرق کو کسی اصلاح سے استغناء نہیں۔ لیکن یہ ایک ناقابل انکار صداقت ہے کہ قوم میں مذہبی، سیاسی، اجتماعی، وغیرہ رغبتوں گونہ گونہ اصلاحات کا آغاز اسوقت تک کامیاب نہیں ہوتا جب تک کہ اسکے افراد میں ایک ایسا گروہ نہ موجود ہو جس میں طول تفکر، حسن تمیز، اصابت رائے، اور حرارت اخلاقی ہو۔ یہ گروہ عموماً نوجوانوں میں سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ انہیں بڑھاپے کی عافیت اندیشیوں کے بدلے جوانی کی راولہ خیزیاں ہوتی ہیں، جوان کو حریت پرستی اور حق گوئی کی طرف بڑھاتی ہیں۔ اسلیے ایک مصلح کا فرض اولین نوجوانان قوم کی اخلاقی اور دماغی پرداخت ہے۔

تعریف

جسطرح کہ سنگ چقماق میں آگ پوشیدہ ہے، اسی طرح انسان میں گونا گونہ قوی پوشیدہ ہیں۔ ان قوی سے جب ابتداء کام لیا جاتا ہے، تو کسی قدر تعدد و تکلف کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن جب عرصہ تک برابر سلسلہ استعمال جاری رہتا ہے، تو پھر انکی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ انکے استعمال کے لیے قصد و ارادہ کی ضرورت نہیں رہتی، بلکہ حسب موقع وہ از خود کار فرما ہونے لگتے ہیں۔ اور اگر بہت زیادہ عرصہ تک انکا استعمال جاری رہتا ہے، تو وہ اسطرح جزر زندگی بن جاتے ہیں کہ ان سے علیحدگی کے لئے نہ صرف ارادہ کی ضرورت ہوتی ہے، بلکہ تکلیف ہوتی ہے۔ جب انسان کسی قوت کے استعمال کا اس درجہ تک خوگر ہو جاتا ہے، تو یہ خوگری عادت یا خالق کہلاتی ہے۔

اخلاق کی شکل پذیری

تم نے بارہا دیکھا ہوگا، ایک آہنی تار بالکل سیدھا تھا، مگر جب کسی شے پر اپینا گیا، تو اسکی بھی شکل ہو گئی اور اگر زیادہ عرصہ تک اپٹا رہا، تو وہ شکل تار میں اس درجہ راسخ ہو گئی کہ اسکا سیدھا کرنا دشوار ہو گیا۔ قوی اخلاقی کی بھی بعینہ یہ ہی حالت ہے۔ وہ ابتداء بے شکل ہوتے ہیں، لیکن جب عرصہ تک ایک مخصوص اسلوب پر استعمال کیے جاتے ہیں، تو وہ ایک خاص شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

اقسام اخلاق

گو ہمارے زبان میں اخلاق کا استعمال اکثر اخلاق حسنہ، بلکہ اخلاق حسنہ کی ایک خاص صنف یعنی خاطر مدارات کے معنی میں ہوتا ہے، چنانچہ خوش اخلاق اس شخص کو کہتے ہیں، جو ملاقات میں اعتدال و انصاف کو کام فرماتا ہو، مگر واقعہ یہ ہے کہ اخلاق کا دائرہ معانی اسقدر تنگ نہیں۔ اخلاق مجموعہ عادات کا نام ہے، اگر عادات اچھے ہیں، تو وہ شخص خوش اخلاق ہے، اور اگر برے ہیں تو بد اخلاق ہے۔

میں اسوقت اخلاق کی پیش پا افتادہ تعریف حمیدہ و ذمہ سے گزر کے، در اور نقیضہ میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) اخلاق طبعی، یہ وہ اخلاق ہیں جو انسان اپنے ساتھ لیکے پیدا ہوتا ہے، انکا استیصال ناممکن، مگر تقویت و تضعیف ممکن ہے، تم نے دیکھا ہوگا، بعض لوگوں میں انکی صحبت کے عام اخلاق کے خلاف بعض عادات پائی جاتی ہیں، یہ بھی عادات ہیں جن کو ہم فطری کہتے ہیں۔

دیکھ جس سے انتظامات مذکورہ بالا کی، ایک ہی دفعہ نہیں تو اندراج، تکمیل ہو کر رہتی۔ یہ فرمان کچھ اسی انداز اور اسی پیرایے میں جاری کیا جاتا، جو حال میں طرابلس کو خود مختارانہ حکومت بخاتہ رقت اختیار کیا گیا تھا۔ خوش قسمتی سے انگلستان کے اشاروں پر چلنے والے وزیر نے زوال نے اسلام کے خلاف اس بڑی سازش کا ایک طرح سے خاتمہ کر دیا ہے اور ہم تو سمجھتے ہیں کہ اب اس کرروائی کی تجدید بہت جلد نہ ہونے پائیگی۔

ساتھ ہی ساتھ ہم ”ایجنٹ“ کے مسلمان نظریں سے، خواہ وہ مصر میں ہوں، یا روم میں، یا ہندوستان میں، اپیل کرتے ہیں، کہ وہ اس امر کی نسبت دھوکا نہ کھائیں، کہ اسلام کو جس خطرے کا اس وقت مقابلہ ہے، اُسکی حقیقت اور اہمیت کیا ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ اسلام ہماری نام نہاد ”لبرل انگلش ڈرنمنٹ“ کے ہاتھوں تباہ اور برباد ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اس موقع پر جہاں انکے مذہب کا تعلق ہو، اور جس جگہ بقی ماندہ آزاد اسلامی حکومتوں کی بہبودی پیش نظر ہو، لفظ ”لبرلزم“ (آزاد خیالی) سے دھوکا نہ کھائیں۔ آزاد خیال انگلستان کو مسلمانوں کی ترقی سے ذرہ بھر ہمدردی نہیں ہے۔ انگلستان انکی برقی سے خائف اور لرزاں ہے، اور ہمیشہ اُسکا سر کچلا کر رہا ہے۔

پس ”لندن مسلم لیگ“ یا ”آل انڈیا مسلم لیگ“ جیسی انجمنوں، (جنہیں اسلامی جذبات کی نمایندگی کا دعوے ہے)، اس وقت گورنمنٹ کے آگے منہ سماعت کے ساتھ درخواست کرنا، معض حماقت ہے۔ انصاف کے احساسات سے درخواست کرنا بھی سراسر بے سود ہے۔ یہ احساسات تو کب کے آٹھ گئے ہیں۔ انگریزی عدالت گسٹری یا حریت پسندی کی دھائی سے بھی لڑی کام نہیں نکلنے کا۔ اس قسم کی عبارتیں با اوجہی تصور کی جاتی ہیں، اور کچھ بھی رقت نہیں رکھتیں۔ اگر انگریزوں کے دلوں پر، جہاں تک مسلمانوں کے معاملات سے انکا تعلق ہے، کسی دلیل کا کوئی اثر ہو سکتا ہے، تو وہ یہ ہے، کہ شاہی اقتدار کو مدد پہنچنے کا خوف دلایا جائے، اور علی الاعلان صاف منہ کھدیا جائے، کہ جسوقت تک، کہ انگریزوں کی شہرت و اس، روس، اطالیہ، اور دیگر اسلام بی دشمن سلطنتوں کی کرروائیوں میں جاری رہے، اس وقت تک حکومت

برطانیہ ہندوستان کے کرروں مسلمانوں کو اپنی دل سے روادار و رعایا شمار نہ کرے۔ اور جب کبھی ہندوستان میں انگریزوں کے لیے مصیبت کا دن نمودار ہو، تو ان کرروں میں سے ایک سے بھی درستی و امداد کی توقع نہ رکھے۔ اگر اس قسم کے الفاظ اس وقت لیڈران مسلم لیگ کی زبانوں سے دلیری اور ہمت کے ساتھ نکلیں گے، تو انکا اثر و سنگ استریت (دفتر وزیر خارجہ انگلستان) پر پڑے گا۔ اسے ان کے تمام منہ سماعت اور آنسوؤں سے، جو ان کے ضرورت سے زیادہ دور اندیش لیڈروں نے پچھلے چھ مہینے میں ہمارے بے پروا ہونے کے آگے ضائع کئے ہیں، بدرجہا مفید ثابت ہونگے۔ بلکہ سرمایہ ہلال احمدیہ جنگ کے جاری رکھنے کے واسطے دوسرے قسم کے سرمایوں کے لئے چندے جمع کئے جارہے ہیں، اُنسے بھی زیادہ سود مند ہونگے۔



# مقالہ

## انگلستان اور اسلام

(۵)

اثر خامہ معجم سیاست مسٹر بلند

—

ترکوں اور بلغاریوں کی جنگ کا آخری نتیجہ خواہ کچھ ہی دیر نہ ہو۔ سلطان المعظم اس وقت کم از کم اس بات پر مبارکباد کے مستحق ہیں کہ کامل پاشا کی وزارت سے دوطرفی کے ساتھ انہوں نے ایک نہایت فائدہ انگیز مفسد کے چنگل سے جو اسلامی اغراض کے حق میں سخت غدار تھا، چھٹکارا پالیا ہے۔ یورپ کی تینوں شدید ترین دشمنان اسلام طاقتوں یعنی انگلستان - فرانس اور روس نے بالخصوص انگلستان نے اس بڑے نوکر کے ذریعے سے جس سمیت عملی کام میں لانا چاہا تھا، اس کی اصلی کیفیت - نیز اصلی مطالب برآوی، یعنی سلطنت عثمانیہ کو آپس میں بتدریج تقسیم لینے کے جو طریقے عمل میں لائے جا رہے تھے - ان کی مفصل سرگشت "ایجنڈ" کے ناظرین پر پوشیدہ نہیں ہے۔ پچھلے چھ مہینے میں مختلف مضامین کے ذریعے سے ہم صحیح واقعات پر روشنی ڈالتے رہے ہیں۔ اور وزیراعظم قسطنطنیہ جو نامیمون و نامبارک بھروسا انگریزی وزارت پر کرتا رہا تھا، اس سے جو تباہی خلافت پر آنے والی تھی - اس پر بھی ہم متعدد مواقع پر متنبہ کرتے رہے ہیں۔ ہمیں اس بات کا علم تھا کہ سرادورد گری نے اسلام کی مخالفت پر سرچسٹ باندھ لی ہے۔ ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ قاضی ندیم اسٹریٹ (دفتر سرادورد گری) سے انگریزی مددگار کی جو آواز نصیحت کی صورت میں بلند ہوئی - وہ اسلام کے حق میں ایک غدار آواز ہوئی۔ ہم یہ بھی بتاتے رہے ہیں کہ سلطان کو یورپ میں اگر دوستی کی کہیں کچھ توقع ہو سکتی ہے - تو "اتحاد مثلث" سے نہیں بلکہ "ایڈلف مثلث" کی طرف اس طاقت سے جس کا نام جرمنی ہے - کامل "اتحاد مثلث" کی اغراض کا نمائندہ تھا۔ اس کا بڑا انگلستان، فرانس، اور روس کی راہ میں ایک سنگ گراں ہے۔ اور سرادورد گری کے منہ پر تو ایک ایسا علمانیچہ ہے جسے وہ یاد سی کرتے ہوئے -

جس وقت سے کہ موجودہ جنگ میں قسمت کا رخ یورپ میں عثمانی افواج کی طرف سے پھرا ہوا نظر آنے لگا ہے، اس وقت سے ہمارے دفتر خارجہ کی دن رات یہی کوشش رہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح پہلا پہلا جرمنی کو بھی سلطان کے ایشیائی مقبوضات کی جزو تقسیم میں اپنا سہیم بدلے - اس کے لئے حلقہ مصالحت میں مشہور و معروف صورت سامنے موجود ہے۔ یہ تھانی کئی تھی کہ ایشیائے کوچک جرمنی کے لئے حلقہ مصالحت قرار دیا جائے، فرانس کو ایران اور ترکی آرمینیا میں آزادانہ اختیارات دلوائے جانے کو تھے - قسطنطنیہ کو ایک مشترکہ بین الاقوامی نفع بنا کر رکھ دیا جانا - اور در دانیل یورپ کے کل جنگی جہازات کے لئے کھل جانا - عثمانیوں کے ایشیائی صوبجات عیسائی طاقتوں کی مختلف اغراض - ملکی امن یا مالی - کے نشانے بنادیے جاتے - ممکن تھا کہ یہ ساری باتیں

ایک ہی دفعہ نہ ہوتیں - لیکن رفتہ رفتہ ہر طاقت اپنی اپنی فرصت کے وقت اپنے مقاصد و اغراض کی تکمیل کرا لیتی - سلطان کی برائے نام حکومت صرف اس غرض سے برقرار رکھ دی جاتی ہے کہ جب کبھی کسی طاقت کو مسلمانوں کے جذبات کو عیسائی حکومت کے ماتحت کرنے کی ضرورت پڑے - تو اسمیں ان کے ذریعے سے سہولیت اور آسانی ہو - یہی تجویز تھی جو یورپ کی مہتمم طاقتوں کی طرف سے امن عامہ کے لئے پیش کی گئی تھی - یہ تجویز

خصوصاً سرادورد گری کے دماغ سے نکلی تھی - یہ محض ایک خروش نصیبی کی بت ہے کہ قیصر جرمنی نے اب تک اس انگریزی سازش میں شرکت منظور نہیں کی ہے - اور سلطنت عثمانیہ کی تقسیم کا خیال اگرچہ ہمارے دفتر خارجہ نے بالکل ترک نہیں کر دیا ہے، پھر بھی کم سے کم تہرے عرصے کے لئے تو یہ تقسیم منسوی ہو گئی ہے - نئے وزیراعظم، محمود شوکت پاشا، ایک بذیانت سحر ہیں - اور ان پر اعتماد کیا جاسکتا ہے کہ وہ اسلام کے ساتھ غداری نہ کریں گے - کم سے کم اس وقت تو جرمنی ان کی نائید اور حمایت کے لئے مستعد ہے - اصلی اور حقیقی حالت یہ ہے جو میں نے پزیر کر دی - سرادورد گری کے دل کی کیفیت غصے کے مارے جو جو کچھ ہو رہی ہوئی، وہ محتاج بیان نہیں - لیکن اب ان کے اسکے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ قہر درویش برجان درویش تھا، اس علمانیچے کے غریب کو بطیب خاطر برداشت کر لیں، اور اپنے اندرونی جذبات کو چہرے سے نمایاں نہ ہو لے دیں - اب جدت - ختم کرانے کے لئے سلطان پر نہیں بلکہ بلقانی حلیفوں پر دباؤ ڈالا جائے گا - قسطنطنیہ پر چڑھائی کی اجازت نہ دیجائیگی یہ بھی - کہ کہ آریا نوپل سلطان ہی کے قبضے میں رہنے دیا جائے - ان تمام واقعات میں جس بات سے ہمیں سب سے زیادہ دلچسپی ہے اور جو دریائے نیل پر اسلامی آزادی کی بدترین سے متعلق ہے - وہ یہ ہے کہ قسطنطنیہ میں کامل کے زوال کے ساتھ وہ خاص سازش بھی کچھ دنوں کے لئے ملتوی کر دینی پڑی ہے جو مصر پر انگریزوں کے قانونی دائمی تسلط کو لینے کی نیت سے کی گئی تھی - یقیناً پچھلے سال موسم سرما میں سرادورد گری اور کامل کے درمیان یہ امر قطعی طور پر فیصلہ پا چکا تھا کہ "سلطان مصر کو اپنی سلطنت سے کلیہً آزاد کر کے انگریزوں کی نگہداشت میں رکھ دیں گے - خدیو بادشاہ کا لقب اختیار کر لیں گے - اس دچاپہ پہنچنے کے یہ معنی ہوئے کہ اصلی اختیارات ان سے مطلقاً سب ہرجائیگی - خراج جو باب عالی کو دیا جاتا ہے، اس کے عوض میں ایک معقول رقم یکمشت ترکوں کو دیدی جائیگی - جس کی انہیں ضرورت ہے - ملکی قرضے کی ادائیگی کا بار انگلستان کی گردن پر رہیگا - درامی فوجی تسلط کے ذریعے سے امن اور سیاسی انتظامات قائم کر لینے کے بعد مصر پر پورا قبضہ آپ سے آپ ہو جائیگا - حب الوطنوں کی رضامندی انہیں ایک قسم کی رعایت دیکر - انتظامی حکومت (کانسٹیٹیوشن) کے نام سے موسوم ہوئی

لے لی جائیگی - ان جدید انتظامات کو حکومت خود بخود اختیار کرے - شہدار لقب عطا کیا جائیگا - اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے کہ اگر بلغاریوں کے ساتھ صاحبان پر دستخط ہو چکنے کے بعد بھی حال عہدہ وزارت پر مہمور رہتا تو وہ ایک ایسے حکامانہ پر ضرور دست



نقوش اور تقریروں کے ہوائی تموجات معلم ہیں، مگر مردہ، لیکن مدرس زندہ معلم ہے، اور یہ ظاہر ہے، کہ انسان پر جو ایک زندہ معلم کا اثر ہو سکتا ہے، وہ ایک مردہ معلم کا نہیں ہو سکتا۔ پس اگر مدرس کی کتاب زندگی میں اخلاقی سبق نہیں، تو محض نصاب کی کتابوں یا دارالخطابہ میں بلاغت اور تقریروں سے اخلاقی تربیت کی امید غلط امید ہے۔

دیگر امور کی طرح یہ نکتہ بھی مغرب کے پیش نظر اور مشرق کے پس پشت ہے، مغرب میں بچوں کے لیے مصنف، معلم، اور مربی، زبردست شخصیت و علمیت کے لوگ ہوتے ہیں۔ مگر مشرق میں اسے بالکل برعکس ہے، موخرالذکر میں بچوں کی تعلیم و تربیت کم درجہ کا کلم سمجھا جاتا ہے، اسکو صرف وہ لوگ کرتے ہیں جو دیگر ذرائع سے معاش پیدا نہیں کر سکتے، اسی کا نتیجہ ہے، کہ مشرق کے فرزند اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی مغرب کے فرزندوں سے اخلاق میں پیچھے رہتے ہیں۔

## بنہدوق کی متوالی آنکھ

—\*—

مادہ پرستی کے دلہر نشانے

—\*—

وقت آگیا ہے، کہ زمانہ کے الحاد - دھڑت اور خدا فراموشی کے خلاف اسلامی توحید کے ہتھیار اٹھائیں جائیں - اسلیے میرٹھہ سے ایک ہفتہ وار اخبار توحید کے نام سے جاری کیا جائیگا - اخبار توحید ہندوستان بھر میں اپنی شان کا سب سے پہلا اخبار ہوگا - وہ ایمان و عرفان کی آسمانی آندھیاں لیکر آئیگا اور نئی تہذیب کے عقائد و تمدن کو گھاس کے تنکوں کی طرح اڑا کر ہندوستان سے صاف کریگا - اسمیں اردو ادب کے مستانہ مضامین ہونگے - تصویریں ہونگی - کارٹون شائع کئے جائینگے، ملک کے اخبارات و رسائل پر بے باکانہ تنقید ہوگی - وہ نرم کو گرم اور گرم کو نرم بنایگا - اسکی عبارت ابسی صاف اور آسان ہوگی کہ عورتیں اور بچے بھی سمجھ سکیں - اسکے ایڈیٹر، نگران اور سرپرست مولانا خواجہ حسن نظامی دہلوی ہونگے - پہلا پرچہ خدا نے چاہا تو ۱۵ - اپریل سنہ ۱۹۱۳ ع کو نکلیگا - اگر آپ بورپ کے دلدادہ ہیں، تو ہرگز نہ منگائے، ورنہ ایک آنہ کے ٹکٹ بھیج کر نمونہ طلب کیجیے - سالانہ چندہ صرف ۳ روپیہ ہے - الہلال کا حوالہ دیجیے -

مدیچر اخبار توحید لال کورٹی میرٹھہ

## مرض طاعون کی دوا

یہ دوا حفظ طاعون و مرض طاعون کے لیے بیحد مفید ہے - جن حضرات کو ضرورت ہو ذیل کے پتہ سے مفت طلب فرماریں  
سپرٹنڈنٹ ادوہ شفا خانہ - لکھنؤ

## الہلال کی ایجنسی

—\*—

ہندوستان کے تمام اردو، بنگلہ، گجراتی، اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے، جو بارہویہ ہفتہ وار ہونے کے روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں، تو اپنے شہر کیلیے اسے ایجنٹ بن جائیے -

جسقدر یہ شرط مقدم ہے، اسی قدر اسکی طرف سے نکتہ ایجنتی ہے، مائیں جو بچوں کے پالنے میں رات کورات، رات کو دن، نہیں سمجھتیں، اور باپ جو اولاد کی تعلیم و تربیت پر سی چیز سے بھی دریغ نہیں کرتے، عموماً اس نہایت اہم ربط سے چشم پوشی کرتے ہیں - وہ اپنی صحت لڈائڈ زندگی، یا فلسفہ کی بدولت تباہ کر دیتے ہیں، اور اسکا خمیازہ نہ صرف وہ بردہینچتے ہیں، بلکہ انکے بعد آنے والی نسلیں پشتہا پشتہ تک پہنچتی رہتی ہیں - یہ واقعہ ہے، کہ ہزار ہا بچوں کی جسمانی، مانی، اور اخلاقی کمزوری کے ذمہ دار انکے والدین کی کمزور ہے - دوسری شرط حسن تربیت ہے، بیشک یہ صحیح ہے، کہ دینی یا بڑھاپے میں اصلاح اخلاق محال نہیں، لیکن قریب حال ضرور ہے، کیونکہ انسان جسوقت پیدا ہوتا ہے، اسوقت وہ ک لوح سادہ ہوتا ہے، وہ ہر قسم کے نقش قبول کرنے کے سے تیار ہوتا ہے، لیکن جب ایک نقش کھنچ جاتا ہے، اسکا مثلاً اکثر دشوار طلب اور کبھی نا ممکن ہو جاتا ہے، اسلیے برقم چاہتی ہے، کہ اسکی آئندہ نسلوں کی اخلاقی حالت عمدہ رہے، اسکو چاہئے، کہ اس سادہ لوح پر شریعہ ہی سے عمدہ نقش کھینچے - کے لئے اسکو حسب ذیل امور ملحوظ رکھنا چاہئیں -

(۱) اسی فضاء کا انتخاب جو اخلاق و ذیلہ کی سمیت سے محفوظ ہو -

(۲) اخلاقی قوی کا صحیح اندازہ، تاکہ جو حصہ کمزور ہو، اسکو خاص طور پر قوی کیا جائے -

(۳) مزکر نظر کے لیے کوئی بلند شے پیش کرنا

(۴) افکار عالیہ کی تلقین -

(۵) روزانہ زندگی میں اصول اخلاق کا نفاذ -

حسب ذیل قوی کو خاص طور پر ابھارنا چاہیے

(۱) حقیقت پرستی -

(۲) جرأت اخلاقی -

(۳) استواری عزم -

ی تربیت اور مشق

مشرق میں بچوں کی اخلاقی تربیت کا بہترین آلہ 'مچی' یا 'تسمہ' سمجھا جاتا ہے - یہ نہایت سخت غلطی ہے - مرنے سے بجز اسکے کہ بچے کے دل میں معلم کی ہیبت اور اس عدوت سے نفرت پیدا ہو، اور کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا -

بچے کی اخلاقی تربیت کا صحیح ترین اصول یہ ہے، کہ جس عدوت سے باز رکھنا منظور ہو، پہلے اسکے فوائد اور نقصانات اسکو سمجھائے جائیں، اور اسکے بعد اسکے چال چلن کی نگرانی رکھی جائے، فراموشی کے وقت اسکو یاد دہانی کیجئے، یاد دہانی کے ساتھ بچے کو اسکے فوائد و مضار کی طرف متوجہ کیا جائے، اس طرح بچہ بہت جلد خود بخود تعمیل حکم کرنے لگے گا -

بچے کی پہلی اخلاقی درسگاہ گھر ہے، اور اسکے بعد مدرسہ کا نمبر ہے - مگر گھر میں صرف زمین تیار ہوتی ہے، تخم پاشی نیز وقت مدرسہ میں آئے ہوتی ہے - اسلیے جس طرح زمین کے انبار لے میں سخت توجہ کی ضرورت ہے، اسی طرح تخم پاشی اور سائے سیاری کے لیے بھی اعتناء شدید کی حاجت ہے - نصاب میں اخلاقی کتابوں کا داخل کرنا، یا دارالخطابہ (لیکچر روم) میں اخلاقی تقریروں کا ہونا، اسوقت تک مفید نہیں ہو سکتا، جب تک کہ خود مدرس کی شخصیت با اخلاق نہ ہو - کتاب کے

اور صحبت کا اثر نہایت سخت راسخ ہوتا ہے، مگر با ایں انسان کا ارادہ اگر قوی ہے، تو وہ اس اثر کو زائل کر سکتا ہے۔  
 'گر ہم عبرت آموز نظر سے اشخاص کی زندگی کا مطالعہ کریں، تو ہم کو بہت سے لوگ ملیں گے، جن میں انکے بزرگان خاندان اور انکی صحبت کے خلاف اخلاق موجود ہونگے۔ یہ بالکل بدیہی ہے، کہ ان اخلاق کا سرچشمہ نہ وراثت ہوگی اور نہ صحبت، اب درچیز رعنائی ہے، وہ طبیعت کا میلان اور ارادے کی مساعدت ہے۔ پس یہی درچیزیں انکا سرچشمہ ہونگی۔ اسی بذہ پر علمہ اخلاق کا یہ خیال ہے، کہ انسان کا مستقبل وراثت اور صحبت سے زیادہ اس کے ارادے پر موقوف ہے۔ اس نظریہ کی مزید تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے، کہ دنیا میں جتنے ارباب اخلاق پیدا ہوئے ہیں، وہ ایسی قوموں میں سے پیدا ہوئے ہیں، جنکی اخلاقی حالت نہایت بدتر تھی، اور قطعاً ان میں سے اتنے بڑے ارباب اخلاق کے پیدا ہونے کی امید نہیں کی جا سکتی تھی۔

ارادے کے مدارج مختلف ہیں، بعض اشخاص کا ارادہ فطری نہایت قوی ہوتا ہے، اور بعضوں کا کمزور، اور بعض کا متوسط درجہ ہے۔ جس طرح جسم ورزش اور نگہداشت سے بڑھتا ہے، بعینہ یہی حالت ارادے کی بھی ہے۔ اگر کوشش کی جائے تو ایک کمزور ارادہ قوی اور ایک قوی ارادہ قوی تر ہو سکتا ہے۔ بچپن میں تسم فوی انسانی کا آغاز ظہور ہوتا ہے۔ اسوقت وہ ہر طرح کی تربیت قبول کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ اسلئے ارادے کی تربیت نیز تقویت کا بہترین زمانہ طفولیت کا زمانہ ہے۔ اسی لئے معرب میں بچوں کو تیسرے یا چوتھے ہی برس سے استواری عزم و پختگی ارادہ کی تعلیم دیجاتی ہے۔

#### اخلاق کی آراستہ

اخلاق کی ماہیت اور اسباب کے معلوم ہونے کے بعد اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے، کہ انکی آراستگی یا تہذیب کا کامیاب ترین ذریعہ کیا ہے؟ قدرت نے انسان میں مختلف قوی ردیعت کیے ہیں، جنکی شوقنا کے لیے غذا اور ورزش کی ضرورت ہے۔ مگر جس طرح، کہ ان قوی کے جو ہر مختلف ہیں، اسی طرح انکی غذا اور ورزش بھی مختلف ہے، جسمانی قوی کی غذا اور ورزش ماکوٹ و مشروبات و ألعاب ریاضہ (جمناسٹک) ہیں، مگر اخلاقی قوی کے لیے یہ چیزیں بیکار ہیں، انکی غذا افکار عالیہ، اور انکی ورزش زمانہ ہی کشمش ہے۔ جس طرح، کہ ہر شخص کے جسم کے لیے ایک ہی قسم کی غذا اور ایک ہی نوعیت اور ایک ہی حد تک کی ورزش مفید نہیں، اسی طرح ہر شخص کے لیے ایک ہی نوعیت کے افکار عالیہ اور ایک ہی نوعیت و شدت کی کشمش زمانہ مفید نہیں۔ اسلئے آراستگی اخلاق کے شائق کے لیے دو امر نہایت ضروری ہیں۔

(۱) اخلاقی غذا کے لیے ایسے افکار کا انتخاب، جو اسی طبیعت کے مناسب ہوں

(۲) زندگی کی ان کشمشوں سے اجتناب، جو اسکی طبیعت کے غبر مناسب ہوں۔

#### شرائط جسمانی

جس طرح انسان کی جسمانی ترقی کے لیے اسلاف کی صحت، آب و ہوا کی عمدگی، قوی کے استعمال و تعطیل، میں اعتدال، حزن و مسرت، میں توازن، وغیرہ وغیرہ شرائط ہیں، اسی طرح اخلاقی ترقی کے لیے بھی چند شرائط ہیں۔

اولین شرط والدین کے جسم و عقل کی تندرستی ہے۔ مگر افسوس

(۲) اخلاق کبھی۔ یہ وہ اخلاق ہیں، جو انسان صحبت سے سیکھتا ہے اور رفتہ رفتہ وہ اسمیں قریباً اتنے ہی جاگیر ہو جاتے ہیں، جتنے کہ اخلاق طبعی راسخ ہوتے ہیں۔

یہ تقسیم کانت کی تھی، پروفیسر رڈیوی امریکی نے اخلاق کی حسب ذیل تقسیم کی ہے۔

وہ اخلاق جنکا تعاقب۔

(۱) ادراک سے ہے۔

(۲) جذبات سے ہے۔

(۳) ارادہ سے ہے۔

اخلاق متعلق باادراک وہ اخلاق ہیں، جن کے ذریعہ سے کذب و صدق، دھم و رشک، ظن و یقین، وغیرہ وغیرہ میں تمیز ہوتی ہے۔

اخلاق متعلق بجذبات وہ اخلاق ہیں، جنکا تعلق جذبات سے ہے، جیسے حسن دوستی، لذت پسندی، وغیرہ وغیرہ۔

اخلاق متعلق بارادہ وہ اخلاق ہیں، جنکا تعاقب ارادہ سے ہے، جیسے صبر، استقلال، حلم، وغیرہ وغیرہ۔

#### سرچشمہ اخلاق

انسان میں اخلاق کے تین سرچشمے ہیں:-

(۱) وراثت

(۲) مثرات

(۳) ارادہ

وراثت۔ عموماً بچہ جس شخص سے جسقدر فریب ہوتا ہے، اسیقدر اس سے زیادہ مشابہ ہوتا ہے، مثلاً بچہ سب سے زیادہ والدین سے قریب ہوتا ہے، اسلئے وہ نسبتاً سب سے زیادہ والدین سے مشابہ ہوتا ہے۔ والدین کے بعد والدین کے والدین سے قریب ہوتا ہے، اسلئے تیسری یا چوتھی پشت کے لوگوں کی نسبت ان سے زیادہ مشابہ ہوتا ہے، و ہلم جراً، مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہوتا، بسا اوقات اس کے خلاف شہادتیں ملتی ہیں۔

مثرات خارجیہ۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔

(۱) فضاء مادی، جیسے آب و ہوا، چنانچہ تجربہ سے ثابت ہوتا ہے، کہ معتدل ممالک کے لوگ عموماً راحت طلب، عیش پسند، اور کاهل ہوتے ہیں، لیکن غیر معتدل ممالک کے لوگ جق و چربند، جست و چالاک، محنتی اور جفاکش ہوتے ہیں۔ غیر معتدل ممالک میں گرم ممالک کے باشندے سریع الانفعال ہوتے ہیں۔ وہ جسقدر جلد خوش ہوتے ہیں۔ اسی قدر جلد ناراض ہوتے ہیں۔ سرد ممالک کے باشندے بطی الانفعال ہوتے ہیں، مگر جب متاثر ہو جاتے ہیں، تو وہ دیرینہ جلد زائل نہیں ہوتا وغیرہ وغیرہ۔

(۲) فضاء اخلاقی۔ احباب امداء، معلمین و بیک لفظ صحبت یا سوسائٹی۔ اسپنسر کہتا ہے "کہ انسان اپنے والدین سے زیادہ اپنے ہمیشوں سے مشابہ ہوتا ہے، صحبت کے اثر کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، ایک پیشے کے لوگوں میں بہت سے اخلاق مشترک ہوتے ہیں، بلکہ یہاں تک دیکھا گیا ہے، کہ اگر دو نہایت ہی قریب کے رشتہ دار دو مختلف پیشے کرتے ہوں، تو ان دونوں کے اخلاق باہم دیگر اس سے کم مشابہ ہوتے، جتنے کہ دونوں کے اخلاق اپنے اپنے ہم پیشہ لوگوں سے مشابہ ہوتے ہیں"۔ ایک فرانسیسی مثل ہے "کہ تم اپنے ہم نشینوں کو مجھے بتا دو، میں تمہیں یہ بتا دوں گا، کہ تم کیسے ہو" ارادہ۔ اخلاق کے دو سبب یعنی اسلاف اور صحبت (سوسائٹی) کا انتخاب انسانی قدرت سے باہر ہے، لیکن تیسرا سبب یعنی ارادہ اسکی قدرت میں ہے، بیشک یہ صحیح ہے، کہ وراثت

## فہرست

## زر اعانہ دولت علیہ اسلامیہ

—:—:—

ان اللہ اشتری من المومنین انفسهم و اموالهم ، بان لهم الجنة

( ۱۷ )

فہرست نام بزرگان موضع بیگن جنکی مجموعی رقم ۸ - ۲۱۲

بذریعہ ولی محمد صاحب عباسی ساکن روڈے پور، وصول ہوئی  
اور فہرست نمبر ۱۳ میں شائع کی گئی -

پائی	آٹہ	روپیہ	
۱۰	-	-	اعلیٰ بخش جوهان مومن بیگن
۲	-	-	کریم بخش اگوان
۱	-	-	علی محمد جاندنا
۵	-	-	اللہ بیللی اجیری
۱	-	-	احمد چوہان
۱	-	-	عمر مرہوال
۱	-	-	محمد مرہوال
۱۵	-	-	علی محمد خانگی
۲	-	-	زہید مرہوال
۳	-	-	عبد مرہوال
۱	-	-	نور الدین جوهان
۱	-	-	محمد بخش
۱	-	-	نور کھرا
۳	-	-	قائم گلوٹ
۲	-	-	نور مرہوال و مد جیدا
۲	-	-	ہاسم ہانسی وال
۱	-	-	یعقوب بیہم
۱	-	-	بخشا اجیری
۵	-	-	چدا بخش ہانسی وال
۲	-	-	محمد سرازہ
۰	۱۳	-	نور مرہوال مومن بیگن
۱	-	-	اللہ اکبر ناری
۱	-	-	کریم بخش ملہ
۱	-	-	اللہ بخش مرہوال
۱	-	-	رعصو والد اسماعیل جوهان
۱	-	-	واحد والد فدر جوهان
۲	-	-	اللہ بخش کیکرہ
۱	-	-	خدا بخش اجیری
۱	-	-	حسنا اجیری
۱	-	-	سرخس جوهان
۱	-	-	سلیمان جوهان
۱	-	-	رضا علی بوبہ
۱	۱۳	-	علاؤ الدین جوهان
۱	-	-	واعل جوهان
۱	-	-	محمد جوهان
۱	-	-	حسنا دندار
۰	۸	-	خواجو مرہوال
۱	-	-	راجو جوهان
۰	۸	-	اللہ بخش اجیری
۱	-	-	اللہ بخش سوکی
۱	-	-	رعصو جوهان والد بی بخش
۱	-	-	واسم مرہوال
۱	-	-	امیر ہانسی وال
۱	-	-	واصل والد قادر جوهان
۱	-	-	وزیر مرہوال
۱	-	-	احمد دہاود
۱	-	-	رسول اجیری
۱	-	-	رعصو و سر واصل جوهان
۱	-	-	واحد والد واصل جوهان
۱	-	-	احمد والد اللہ بخش جوهان
۱	-	-	اللہ زک، جہڑی وار

( باقی آئندہ )

روح و تیر ذی روح مادوں میں تشابہ فی الحکمت

لیکن بعض علماء طبیعات بعض ایسے اجسام میں جو کسی حالت میں بھی ذی روح تسلیم نہیں کیے جاسکتے، ایسی حرکتیں دکھاتے ہیں جو عموماً ذی روح مادوں میں ہوتی ہیں۔ مثلاً روغن زیتون اور سیب کے قطرات میں وہ ایک قسم کی حرکت دکھاتے ہیں جسکی نوعیت کسی طرح بھی ذی روح اجسام کی حرکت کی نوعیت سے ممتاز نہیں ہوتی ہے، حالانکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حرکت کی حرکت کیمیائی و طبیعی اسباب و علل کا نتیجہ ہے۔ حبش مڑگان اور انقباض عضلات پر جب ہم دقت نظر کے ساتھ بحث کرتے ہیں تو ان دونوں حرکتوں اور حرکت امبیہ میں تشابہ کی ایسی صورتیں نظر آتی ہیں جن کی بنیاد پر ہم کو یقین ہو جاتا ہے کہ یہ حرکات حرکت امبیہ کے ہم نوع ہیں اور یہ کہ انکی پیدائش بھی قریباً حرکات امبیہ کی طرح ہوتی ہے۔

تشابہ تشابہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ مرکب حرکتیں جو ذی روح مادوں کی ما بہ الامتیاز ہیں، دفعۃً پیدا نہیں ہوئیں، بلکہ اس سبب حرکت کی ترقی یافتہ صورت ہیں جسکا ظہور اکثر جمادات میں بھی ہوتا ہے۔ مرکب حرکات کا آغاز، خواہ ان حرکات کی شکل میں فراہم، جنکو امبیا پیدا کرتی ہے، یا ان حرکات مڑگان کی شکل میں جن کو نقعیات یا خلا یا ہدیہ پیدا کرتی ہیں، یا عضلات کے ان انقباضات کی شکل میں، جو ارادے کے زیر اثر پیدا ہوتے ہیں، یا قلب کے ان حرکات کی شکل میں، جو نفس کے انفعال و اثر سے پیدا ہوتے ہیں۔ بہر نوع ہم اس نتیجہ کے نکالنے پر مجبور ہیں کہ حرکات مادہ کے عام قوانین کے تابع ہیں اور یہ کہ انکا وجود ایسے اسباب کے ساتھ وابستہ ہے جو حرکات جمادات کے اسباب کے مشابہہ ہیں۔

سید و عدم تمثیل

مگر ایک معترض یہ کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ وجوہ تشابہ سطحی ہوں۔ اور یہ صرف امکان نہیں بلکہ واقعہ ہے، چنانچہ ہم جب دقت نظر کے ساتھ ذی حیات مادوں کی طبیعت (نیچر) سے بحث کرتے ہیں تو ہم کو ذی حیات مادوں میں بعض ایسے امور ملتے ہیں جو غیر ذی حیات مادوں میں نہیں ملتے، مثلاً نمٹیل، عدم تمثیل اور تحلیل غذا۔

لیکن یہ اعتراض صحیح نہیں۔ جن امور کی طرف معترض اشارہ کرنا چاہتا ہے، وہ ایسے حالات کا نتیجہ ہیں جنکو حیات سے وابستہ کرنے کا وہم بھی کسی فہمیدہ دل میں نہیں گذر سکتا۔ اسکی بہترین مثال سیال مادوں کے وہ تغیرات ہیں جس میں ایک جہلی درمیانی پودہ بننے باہم آمیزگی میں حائل ہو جاتی ہے۔

مادہ و بیماری

مادہ کی در قسمیں ہیں، آلیہ، اور غیر آلیہ۔ کچھ عرصے سے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مادہ آلیہ اور غیر آلیہ کی کیمیا باہم دیگر بالکل مختلف ہوتی ہے۔ مادہ آلیہ اور غیر آلیہ میں حد فارق نڈسہ صدی کے اوسط تک تو نہایت واضح نظر آتی تھی، مگر اس کے بعد علم نے جتنے قدم آگے رکھے اتنی ہی وہ حد غامض ہوتی گئی اور سوتے ہوئے یہاں تک قربت پہنچی کہ اب بالکل غیر محسوس ہے۔ کل تک ذی روح مادوں کی کیمیا علم الکیمیا کے دائرہ بحث سے خارج سمجھی جاتی تھی، مگر آج وہ مادہ آلیہ کی کیمیا کی ایک شاخ ہے اور علماء حیات کے ہاتھ سے نکلنے علماء کیمیا کے ہاتھ میں جا رہی ہے۔

( باقی آئندہ )



# مذہب علمیت

## الحیاء

—:~::~~::~:—

یورپ کی علمی شیفٹنگی اور شیفٹنگی کے ساتھ گونہ گونہ مساعی کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، مختصراً یہ ہے، کہ وہ علم کے نشر و اشاعت اور توسیع و تقدم کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہا ہے، اس سلسلہ مساعی کا ایک حلقہ اس کے مجامع علمیہ ہیں۔

ان مجامع کے سالانہ جلسے عموماً مختلف ممالک و اقسام میں ہوتے ہیں۔ شرکاء جلسہ علم دوست اور مشاہیر ملنا ہوتے ہیں۔ ان محققوں میں تبادلہ افکار کے علاوہ، معاضرات (علمی تقریروں) کا ایک سلسلہ ہوتا ہے، جس میں صاحب معاضرت اپنی سال بھر کی کدو کارش کے نتائج بیان کرتا ہے۔ یورپ کی تمام علم دوست اقوام میں اس قسم کے مجامع موجود ہیں، چنانچہ برطانیہ میں بھی اس قسم کا ایک مجمع ہے۔ سال گذشتہ اس مجمع کا جلسہ ۲۵ - برس کے بعد دوسرے بار بھقام قنٹی منعقد ہوا تھا۔ جلسہ کے صدر پروفیسر ہیفرٹے، پروفیسر مرموف علم وظائف الاعضا کے مشہور عالم اور اقبرا یونیورسٹی میں اس فن کے پروفیسر ہیں۔

پروفیسر مرموف نے اپنے خطبہ رئیسہ (پریذیڈنشل اڈریس) کا موضوع ”حیات“ قرار دیا تھا۔ جس کا ایک حصہ آج شائع کیا جاتا ہے۔ ”علم الحیات“ فن دقیق، اور اردو کے لیے بالکل نیا ہے، اور فلسفیانہ اسلوب بیان ان پر مستند، خطبہ کوسریع الفہم بنانے کے لیے مجبوراً جا بجا محور و اثبات کرنا پڑا، اس لیے غالباً اس مضمون کی تعبیر ترجمہ کے بدلے اقتباس زیادہ موزوں ہوئی۔

### تعریف

حیات کیا ہے؟ ہر شخص کو اس کا علم یا ظن علم ہے، یا کم از کم حیات کے معمولی اور واضح مظاہر کا علم ہے، اس لیے اکثر یہ خیال ہوتا ہے، کہ اس کی تعریف صحیح مشکل نہیں، مگر واقعہ یہ ہے، کہ اس کی تعریف میں بڑے بڑے ارباب اندیشہ سرگرداں ہیں۔

اسپینسر نے تو اپنی کتاب (جو اس نے مبادی علم الحیات پر لکھی ہے) کے در باب تعریف کے لیے وقف کر دیے، اور تمام سابق تعریفات پر بحث کرنے کے بعد ایک تیسری تعریف پیش کی، مگر آخر میں خود ہی اعتراف کیا، کہ اس سے بھی حیات کی کوئی جامع و مانع تعریف نہیں ہو سکی۔

حیات کی عامیانہ تعریف (جو اکثر اہل اغت لکھا کرتے ہیں) یہ ہے ”کہ حیات زندوں کی حالت کا نام ہے“ واسٹر نے کلوق پانیئر کی پیروی میں حیات کی یہ تعریف کی ”کہ حیات ان مظاہر کے مجموعہ کا نام ہے، جو تمام زندوں میں مشترک ہیں“

مگر یہ دونوں تعریفات تو ایسی ہیں، کہ ان کے نام سے تعریف کو سہم آتی ہے۔ میرا اس وقت یہ مقصد نہیں، کہ میں آپ کا وقت ایک ایسی گروہ کی کشائش میں مشغول کروں، جس کے آگے اکابر فلسفہ نے سپر قالدی ہے۔ خصوصاً اس لیے کہ علم کے تقدمات حدیثہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ زندہ اور غیر زندہ مادوں میں فرق اس سے کم واضح ہے، جتنا کہ ان تقدمات کے قبل سمجھا جاتا تھا، اس لیے اب حیات کی جامع و مانع تعریف اور بھی زیادہ مشکل ہو گئی ہے۔

حیات کا ضد موت نہیں

اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ حیات کا ضد موت ہے، مگر یہ ایک شدید غلطی ہے، موت کا لفظ حیات سابقہ پر دلالت کرتا ہے، گودالائے اللہ امی ہے، یعنی موت اس وقت ہوگی، جب کہ پہلے حیات ہو۔ علم وظائف الاعضا ہمیں بتاتا ہے، کہ موت کا شمار مظاہر حیات میں ہے، موت بھی زندگی کا ایک درجہ ہے، مگر آخری اور انتہائی۔

اس کے علاوہ تضاد کے لئے احمال الضدین کا وجود ہر حال میں ضروری ہے، مگر ہم دیکھتے ہیں، کہ مثلاً جمادات نہ زندہ ہیں اور نہ مردہ، اس لیے حیات کا شمار ان کلمات میں کرنا چاہیے، جو اضداد نہیں رکھتے۔ ایک مالگیر غلطی

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ”نفس“ و ”حیات“ دونوں ایک ہی چیزیں ہیں، اس خیال کا منشا غالباً یہ ہے، کہ نفس کا تصور اس وقت تک نہیں ہو سکتا ہے، جب تک کہ اس کے ساتھ حیات تصور بھی نہ کیا جائے، اس کے علاوہ تصور نفس میں جس قدر ارتقاء ہوا ہے وہ زندہ اجسام کے ترقی یافتہ ترین مظاہر حیات کے مطالعہ سے ہوا ہے، گویہ خیال عالمگیر ہے، مگر کسی خیال کا شیوع اس کی صحت کی دلیل نہیں، نفس و حیات میں کامل فرق ہے، اور یہ فرق اس وقت تک نہیں جا سکتا، جب تک کہ نفس کے معنی میں اس حد تک وسعت نہ پیدا کی جائے، جہاں پہنچے ”نفس“ اپنے ماہی الامتیہ معانی سے محروم ہو جائے۔ یہ اس لیے، کہ جن مسائل کا تعارض ”حیات“ سے ہے، ضرور ان کا تعلق مادہ سے بھی ہے، پس حیات کا راجع بمعنی علمی بغیر مادہ کے نا ممکن ہے، اس کے علاوہ مظاہر حیات اور مظاہر مادہ کے طوق بحث ایک ہی ہیں۔

مظاہر حیات کے نتیجہ بحث سے معلوم ہوتا ہے، کہ ”حیات“ پر بھی انہی قوانین کی حکومت ہے، جن کی حکومت جمادات ہے، جس قدر ہمارا مطالعہ مظاہر حیات عمیق ہوتا جاتا ہے، اسی قدر ہم اس نظریہ (تھیوری) کے اعتقاد سے قریب از گزشتہ نقطہ یعنی، مخصوص مگر غیر معلوم اسباب کی طرف انقباض سے دور ہوتے جاتے ہیں۔ پس اگر نفس و حیات دونوں مرداف ہوئے، اس کے معنی یہ ہوئے، کہ مباحث نفس بھی مباحث مادہ سے الہ قدر قریب ہیں، جس قدر کہ مباحث حیات قریب ہیں، حالانکہ دونوں علوم کے مباحث میں وہ نسبت ہے جو خط قطر کے درجہ کناروں میں ہے۔

مظاہر حیات

حرکت ذاتیہ حیات کا روشن ترین مظہر ہے۔ ہم حرکت کتے کو چلتے یا پرندے کو اڑتے دیکھتے ہیں، تو جان لیتے ہیں، کہ زندہ ہے، ہم خرد بین سے ایک قط آب کو دیکھتے ہیں، تو اس میں ہم کو بیشمار متحرک ذرے نظر آتے ہیں، یہ دیکھتے ہیں کہ یہ قطرہ ذی روح مادہ سے پر ہے۔ ہم خرد بین سے دیکھتے ہیں، ایک صاف مادہ ہے، بعض حصے ابھرے ہوئے ہیں، یہ مادہ مختلف شکلیں بدلتا ہے، ابھرے ہوئے حصے پھیلتے ہیں، یہ مادہ ایک طرف سے دوسری طرف حرکت کرتا ہے، پس ہم یقین کرتے ہیں، کہ یہ ذی روح ہے، اور ہم (امیدالیماکس) اور اس حرکت کو حرکت امیدہ کہتے ہیں، ہم دیکھتے ہیں، کہ ہمارے اجسام کے خلا یا اور خون سفید کریمی ذرات ہمیشہ حرکت کرتے رہتے ہیں۔ ہم یہ محسوس کرتے ہیں، کہ یہ حرکات اس سابق الذکر مادہ حرکات سے ایک حد تک مشابہ ہیں اس تشابہ فی الحیرۃ سے نتیجہ اخذ کرتے ہیں، کہ اجسام کے خلا یا اور خون کے سفید ذرات میں بھی حیات ہے۔ ہمارے نزدیک اس تشابہ سے اس زیادہ قریب عقل کوئی دوسرا نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا۔

# ماہنامہ

## تلفراف خصوصی

الہلال کی مالی حالت

—\*—

۱۰- فروری کو دس روپیہ کا ایک منی آرڈر خدمت شریف میں

اور فضیلتوں کو میں کیا کہوں ؟ تمام جہاں جانتا ہے - صرف ظاہری معائنہ کا ذکر کرتا ہوں - کاغذ ایسا عمدہ جو بڑی بڑی قیمت کی آرڈر کتابوں کو بھی نصیب نہیں - چھپائی نفیس راعیہ تصاویر سے مزین - غرض اخبار کی ظاہری خوبیاں دیکھ کر یقین کرنا پڑتا ہے کہ سالانہ چندہ اصل لاگت کیلئے بمشکل کفایت کرتا ہوگا - لیکن ایک اور خصوصیت ہے جو الہلال کو دیگر آرڈر اخبارات سے

## فنگانہات

### لیگ

### سوت ابل

—\*—

- لیگ کو "سلف گورنمنٹ" ہے اب پیش نظر \*  
اب یہ بیجا ہے شکایت، کہ وہ آزاد نہیں \*  
ملک کے جملہ مسائل کی یہی ہے بنیاد \*  
لیگ نے حق طلبی میں جو یہ جرات کی ہے \*  
کچھ تو ہے لیگ میں جس نے کشش کی پیدا \*  
لیگ والوں نے جو اسٹیج پر کیں تقریریں \*  
اس دلیوری سے ہر اک حرف ادا ہوتا تھا \*  
"غرض لیگ کے اور مجلس ملکی کے حدود \*  
\* \* \*  
ہاں تو اب عرض ہے یہ خدمت عالی میں جناب \*  
امتیحانات سول کے لیے لندن کی یہ قیود \*  
یہ جو پیمائش ارضی کا ہے سی سالہ رواج \*  
جو مذاہب کے ولایت کے لیے ہیں مخصوص \*  
صیغہ فوج میں تخفیف مصارف ہے ضرور \*  
\* \* \*  
لیگ نے سن کے یہ سب مجھ سے بہ آہستہ کہا \*  
ہم نے گو سلف گورنمنٹ کی خواہش کی تھی \*  
آپ جو کہتے ہیں وہ ہے حد ادراک سے دور \*  
یہ وہ باتیں ہیں جو مخصوص ہیں یورپ کے لیے \*  
\* \* \*  
"آپ سمجھ بھی کہ اس لفظ کا کیا تھا محمل ؟ \*  
شرط یہ بھی تو لگا دی تھی کہ ہو "سوت ابل" \*  
ہم کو اس خواب پریشان میں نہ کیجیے شامل \*  
آپ طے پہ غلامی کی تو کر لیں منزل !! \*  
(رمض)

ممتاز ثابت کرتی ہے - یعنی ہر ہفتہ وہ خاص اور طولانی ٹیلی گرام جو پچھلے صفحہ میں درج ہوتا ہے، ہمارے خیال میں گویا اخبار کی جان ہے - ڈاکٹر مصباح الدین کی صداقت دلوں پر خاص طرح کا اثر کرتی ہے - بلکہ مردہ دلوں میں نئی روح پھونک دیتی ہے - با ایں ہمہ اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہوتا - مسلمانوں کو خوش کرنے کیلئے افراط و تفریط سے کام نہیں لیا جانا - جو بیان ہے، راقیہ

بہرچکر ساتھ ہی ایک تفصیلی خط بھی لکھا گیا تھا - آج آپ کے ذمہ مورخہ ۲۱ - فروری سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا وہ خط آپکو نہیں پہنچا - لہذا دس روپیہ کے منی آرڈر بھیجنے کی غرض مکرر بیان کرتے ہیں -

ہندوستان کی اسلامی دنیا میں (الہلال) کا رجوع ایک نعمت غیر مترقبہ اور رحمت الہی سے کم نہیں - اسکی معنوی خریدوں

## ادبیات

—:~:—

## خلافت فاروقی کا ایک واقعہ

—~\*~—

- عام الرمادہ کہتے ہیں، جسکو عرب میں لوگ \* عہد خلافت عمری کا وہ سال تھا  
 اُس سال قحط عام تھا ایسا، کہ ملک میں \* لوگوں کو بھوک پیاس سے جینا محال تھا  
 پانی کی ایک بوند نہ ٹپکی تھی ابھرے \* ہر خاص و عام سخت پراگندہ حال تھا  
 اعراب کی بسر حشرات زمیں پہ تھی \* سب اٹھ گھبرا، جو فرق حرام و حلال تھا  
 تشریش سب سے بڑے جذبہ عمر کو تھی \* ہر دم اسید کی فکر، اسکا خیال تھا  
 تدبیر لاکھ کی تھی، مگر رک سکا نہ قحط \* گوانظام ملک میں اُن کو کمال تھا  
 معمول تھا جناب عمر کا، کہ متصل \* کرتے تھے گشت، رات کو سونا محال تھا  
 اکدن کا واقعہ ہے، کہ پہنچے جو دشت میں \* کوسوں تلک زمیں پہ خیموں کا جال تھا  
 بچے کٹی تھے، ایک عقیقہ کی گرد میں \* جن میں کوئی بڑا تھا، کوئی خرد سال تھا  
 دیکھا جو اُسکو یہ، کہ پکانی ہے کوئی چیز \* جانا رہا، جو طبع حزن میں ملال تھا  
 سمجھے، کہ اب وہ ملک کی حالت نہیں رہی \* کم ہو چلا ہے، قحط کا جو اشتعال تھا  
 پوچھا خود اُس سے جائے، نوزوئے لگی "کہ آہ!" \* کیا آپ کو غدا کا بھی یاں احتمال تھا؟  
 بچے یہ تیس دن سے تڑپتے ہیں خاک پر \* میں کیا کہوں زبان سے ان کا جو حال تھا  
 مجبور ہوئے، ان کے پہلنے کے واسطے \* پانی چڑھا دیا ہے، یہ اُسکا اوبال تھا  
 ان سے یہ کہدیا ہے "کہ اب مطمئن رہو \* کھانا یہ پک رہا ہے، اسی کا خیال تھا"  
 بے اختیار رونے لگے حضرت عمر \* بولے کہ "یہ میرے ہی کئے کا وبال تھا  
 جو کچھ کہ ہے، یہ سب ہے مری شامت عمل \* از بس کُناہ گار مرا بال بال تھا"  
 بازار جا کے لائے، سب اسباب آب و جان \* جو زخم قحط کا سبب اند مال تھا  
 چولہے کے پاس بیٹھ گئے، خود پھرنے تھے آگ \* چہرہ تمام، آگ کی گرمی سے لال تھا  
 بچوں نے پیت بھر کے جو کھایا، نو کھل اُٹے \* ایک ایک اب تو فرط خوشی سے نہال تھا  
 تھی وہ زن ضعیف، سراپا ریاں شکر \* سال حضرت عمر کو وہی انفعال تھا  
 عہدہ عمر کو یہ جو ملا تجھ سے چھین کر \* جو کچھ نذر رہا ہے یہ اُسکا وبال تھا

( شہلی نعمانی )

## غزل

—:~:—

- کیا ہے جس نے اس عالم کو قائم اُسکو کیا کہیے؟ \* خرد خاموش ہے، اور دل یہ کہتا ہے "خدا کہیے"  
 اسی حیرت میں عمریں کتنی ارباب بینش کی \* کسے اللہ کہیے اور کس کو ماسوا کہیے؟  
 یہ اُنکا کورس کیا کم ہے، نہ میں بھی کچھ کہوں اُن سے \* مری جانب سے بس کالج کے لڑکوں کو دعا کہیے  
 سرفرازی ہو اونٹوں کی، نو گردن کاٹیے اُن سے \* اکر بندر کی بن آئے، تو فیض ارتقا کہیے  
 مری قرآن خوانی پر نہ ہوں یوں بدگمان حضرت \* معجہ تفسیر بھی آتی ہے، اپنا مدعا کہیے

( اکبر (الہ آبادی)



## ذیابیطس

### خطرناک مرض ہے اس کا جلد علاج کرو

علامات مرض: جن لوگوں کو پیشاب بار بار آتا ہو یا پیاس زیادہ لگتی ہو۔ منہ کا ذائقہ خراب رہتا ہو۔ رات کو کم خرابی سکتی ہو۔ اعضاء شکنی۔ جسم - ضعف مٹانہ ہونے سے روز بروز قوت میں کمی اور خرابی پیدا ہوتی جاتی ہو اور چلنے پھرنے سے سرچکراتا ہو۔ سر میں درد اور طبیعت میں تبدیلی آجانا ہو۔ تمام بدن میں بیوسٹ کا غلبہ رہتا ہو۔ ہاتھ پاؤں میں سی اور جلن رہے جلد پر خشونت وغیرہ پیدا ہوجائے اور تھنکے پانی کو پی کرے۔ معدے میں جلن معلوم ہو۔ بیوقوف بڑھاپے کے آثار پیدا ہوجائیں اعضاء رئیسے کمزور ہوجائیں۔ رقت - سرعت اور کمی باہ کی کمزورتی بدن زیادہ ہوتی جائے تو سمجھ لو کہ مرض ذیابیطس ہے۔ سر میں یوں کے پیشاب میں شکر ہوتی ہے آنکھ مندرجہ بالا آثار یکے بعد دیگرے باہر ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا خاتمہ علی العین کاربٹکل سے ہوتا ہے۔ دنبل شت پر کبھی گردن میں پیدا ہوتا ہے۔ جب کسی کو کاربٹکل ہو تو اُسے پیشاب میں یقیناً شکر ہونے کا خیال کر لینا چاہیے۔ اس راج پھوڑے سے سینکڑوں ہونہار قابل لوگ مرچکے ہیں۔

مرض کی تشریح اور ماہیت: ذیابیطس میں جگر اور لبلہ کے فعل میں کچھ نہ کچھ خرابی ضرور ہوتی ہے اور اس خرابی کا باعث اکثر دماغی بعکرات شبانہ روز کی معدت ہے بعض دفعہ کثرت جماع - کہنے سوزاک اور کثرت ادرار کا باعث ہوتا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ اس حالت میں پیشاب میں شکر نہیں ہوتی بلکہ مثانہ کے ریشہ وغیرہ پائے جاتے ہیں۔ کبھی ابتداء میں کثرت جماع سے آخر یہ مرض پیدا ہوجاتا ہے اور کبھی بخار کے بعد یہ مرض شروع ہوتا ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ راج پھوڑا کاربٹکل نہ نکلے تو علاج حفظ ماتقدم یہ ہے کہ ہماری ان گولیوں کو کھاؤ - شیرینی - چاول ترک کردو۔ وزنہ اگر سستی کرکے تو پھر یہ دسی درجہ ذیابیطس میں اس وقت ظاہر ہوتا ہے جبکہ تمام اندرونی اعضاء گوشہ پوست بکڑ جاتے ہیں۔ جو لوگ پیشاب زیادہ آنے کی پروا نہیں کرتے وہ آخر ایسے لا علاج مرضوں میں پھنسلے ہیں جن کا علاج پھر نہیں ہو سکتا۔ یہ گولیاں پیشاب کی کثرت کو روکتی ہیں اور تمام عوارض کمی قواء اور جملہ امراض ردیہ سے محفوظ رکھتی ہیں۔

ذیابیطس میں عرق ماء اللحم اسلکے مفید ہوتا ہے کہ بوجہ اخراج رطوبات جسم خشک ہوجاتا ہے۔ جس سے غذائیت کی ضرورت زیادہ پڑتی ہے۔ یہ عرق چونکہ زیادہ مقوی اور مولد خون ہے اسلکے بہت سہارا دیتا ہے غذا اور دوا دونوں کا کلم دیتا ہے۔

## حب دافع ذیابیطس

یہ گولیاں اس خطرناک مرض کے دفعیہ کے لئے بارہا تجربہ ہونے لگی ہیں اور مددگار مریض جو ایک گھنٹہ میں کئی دفعہ پیشاب کرتے تھے تھوڑے دنوں کے استعمال سے اچھے ہو گئے ہیں یہ گولیاں صرف مرض کو ہی دور نہیں کرتیں بلکہ انکے کھانے سے گئی ہوئی قوت باہ حاصل ہوتی ہے۔ آنکھوں کو طاقت دیتی اور منہ کا ذائقہ درست رکھتی ہیں۔ جسم کو سونکھنے سے بچاتی ہیں۔ سلسل بول - ضعف مثانہ - نظام عصبی کا بگاڑ - اسہال دیرینہ یا پچیش یا بعد نہانے کے فوراً دست آجائے ہوں یا درد شروع ہوجاتا ہو یا رات کو نیند نہ آتی ہو سب شکایت دور ہو جاتے ہیں۔

قیمت فی تولہ دس روپیہ

میر محمد خان - تالیٹر والی ریاست خیرپور سندھ - پیشاب کی نثرت نے مجھے ایسا حیران کر دیا تھا اور جسم کو 4 جان اگر میں حکیم غلام نبی صاحب کی گولیاں ذیابیطس نہ کھا تا تو میری زندگی مصال تھی۔ محمد رضا خان - زمیندار موضع چٹہ ضلع اٹارہ - آپ کی حب ذیابیطس سے مریض کو فائدہ معلوم ہوا۔ دن میں 16 بار پیشاب کرنے کی بجائے اب صرف 3-4 دفعہ آتا ہے۔

عبد القدیر خان - محلہ غرقاب شاہ جہاں پور - جو گولیاں ذیابیطس آپ نے رئیس عبد الشکور خان صاحب اور محمد تقی خان صاحب کے بھائی کو زیادتی پیشاب کے دفعیہ کے لئے ارسال فرمائی تھیں وہ اور بھیج دیں۔

پتہ -

حکیم غلام نبی زبدۃ الحکما - لاہور

عبدالوہاب قبئی کلکٹر - غازیپور - آپ کی بھیجی ہوئی ذیابیطس کی گولیاں استعمال کر رہا ہوں۔ بجائے 3-4 مرتبہ کے اب دو تین مرتبہ پیشاب آتا ہے۔

سید زاہد حسن - قبئی کلکٹر الہ آباد - مجھے عرصہ دس سال سے عارضہ ذیابیطس نے دق کر رکھا تھا۔ بار بار پیشاب آنے سے جسم لاغر ہو گیا۔ قوت مردمی جاتی رہی۔ آپ کی گولیوں سے تمام عوارض دور ہو گئے۔ رلم ملازم پوسٹ پاسٹر جنرل - پیشاب کی کثرت - جاتی رہی - مجھے کورواہ دن میں بہت دفعہ پیشاب آتا تھا۔ آپ کی گولیوں سے مصف ہوئی۔ انکے علاوہ مددگار سندات موجود ہیں۔

## معجب و آزمودہ شرطیہ دوائیں جو بادائی قیمت نقد تا حصول صحت دیجاتی ہیں

— \* —

### زرد کن

دازھی مرنچہ کے بال اس کے لگنے سے کہنے اور لہنے پیدا ہوتے ہیں۔ 2 تولہ دو روپے

### سر کا خوشبودار تیل

دلریا خوشبو کے علاوہ سیاہ بالوں کو سفید نہیں ہونے دیتا نزلہ و زکام سے بچاتا ہے شیشی خورد ایک روپے آٹھ آنہ کلاں تین روپے

### حب قبض کشا

رات کو ایک گولی کھانے سے صبح اجابت با فراغت اگر قبض ہو تو 2 درجن ایک روپیہ

### حب قائم مقام افیون

انکے کھانے سے افیم چاندور بلا تکلیف چھوٹ جاتے ہیں فیلوہ پاتم روپے

### حب دافعة سیلان الرحم

ایسدار رطوبت کا جاری رہنا عورت کے لئے وبال جان ہے اس ہوا 2 درجن - دو روپے

### روغن اعجاز

کسی قسم کا زخم ہو اسکے لگنے سے جلد بھر جاتا ہے بدبو زائل - نا سور - بھگندر - خنا زیر کے کھاؤ - کاربٹکل زخم کا بہترین علاج ہے - 6 تولہ دو روپے

### حب دافع طحال

زردی چہرہ - لغری کسزری دور مرض تلی سے نجات - قیمت دو ہفتہ دو روپے

### برالساۃ

ایک دو قطرے لگنے سے درد دانست فوراً دور - شیشی چار سو مویش کے لئے 10 روپے

### دافع درد کان

شیشی مددگار بیماروں کے لئے - ایک روپے

### حب دافع بواسیر

بواسیر خونی ہو یا بلدی ریحی ہو یا سادی - خون جانا بند اور سے خود بخود خشک - قیمت 2 ہفتہ دو روپے

### سرمہ سمیرہ کرامانی

مقوی بصر - محافظ بنائی - دافہ جالا - دھند - غبار - نزول المہ - سوزی - ضعف بصر وغیرہ \* فیلوہ مدد سلائی سنگ یشب دو روپے

حالات ' و تاکید و طالب جوابات میں یہاں سے بھیجے جاتے ہیں۔ انکا خرچ اسکے علاوہ ہے، مگر آپ ملاحظہ فرماتے ہیں، کہ آج تک کبھی الہلال میں ہم نے اتنا بھی نہیں لکھا، کہ یہ کوئی اُسکی قبل ذکر خدمت ہے، یا ایک خصوصیت و مزیت ہے۔ ہم سمجھتے ہیں، کہ انسان کے لیے راہ عمل صرف ایک ہی ہے، اور کوئی نہیں، یعنی کام کیسے جائے، اور نظر صرف اپنے فرض و عمل پر رکھے۔ ان لوگ اُسکی کوئی قیمت محسوس کریں، تو یہ فضل و لطف ہے، نہ کریں تو کوئی وجہ شکایت نہیں۔ اپنی نظر دنیا پر نہیں ہے، بلکہ اپنی نیت اور اپنے دل پر ہے۔ جب تک اپنی نیت کی طرف سے اطمینان ہے، اس وقت تک یقین ہے، کہ الہلال کے کاموں کی معافیت اور اسکے قیام و استحکام کی نگرانی میرے ذمے نہیں، بلکہ اُس کار فرما کے حقیقی ذمے ہے، جسکا وعدہ ہے، کہ وہ کام کرنے والوں کے کام کو کبھی ضائع نہیں کرتا (انی لاضیع عمل عامل منکم من ذکر و انٹی) پس خواہ الہلال کے مصارف کتنے ہی ناقابل برداشت ہو جائیں، میری صحت و توانائی کتنا ہی نا امید کر دے، اور جمعیت خاطر سکر و فرصت کی طرف سے خواہ کتنا ہی مایوس ہو جاؤں، تاہم میرے لیے گہراہت کی کوئی وجہ نہیں۔ میں مطمئن ہوں، اور اپنے کاموں کی طرف سے بے فکر بے پروا۔ کشتی کو دہانے والا سمندر ہے، یا اسکی موجوں کو اٹھانے والی ہوا، لیکن یہ دونوں قوتیں جس فرما فرمائے قاهر کی تابع فرمان ہیں، جب وہ میرے ساتھ ہے، تو کشتی کے دہانے کا کیا خوف؟ من لہ المرنی فلہ الکمل!

ما یفتحم اللہ للناس اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا دروازہ  
من رحمۃ فلا ممسک لوگوں کیلئے کھول دے، تو کوئی  
لہا، وما یمسک فلا اسکا بند کرنے والا نہیں، اور  
مرسل لہ من بعدہ اگر بند کر دے، تو کوئی نہیں  
رہو العزیز العکیم جو پھر اُسے کھول سکے، (۲: ۳۵)  
اپنے دس روپیہ کی جو رقم بطور عطیہ کے مرحمت فرمائی  
ہے، وہ جناب کی جانب سے "زرعائے دولت علیہ" میں شامل  
کردی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس لطف و نوازش کیلئے جناب کو  
جزاے خیر عطا فرمائے۔ سب سے بڑا عطیہ، جسکے لیے آپ سے اور  
نیز اپنے تمام لطف فرما احباب سے عاجزانہ التجا کرتا ہوں، صرف  
یہی ہے، کہ اپنی دعاؤں میں اس خادم کو نہ بھولیں، اور درگاہ  
رب العزت میں ملتجی ہوں، کہ میری نیت اور مقاصد کو اس راہ  
میں استقامت عطا فرمائے، اور وسوسہ و خطرات سے  
محفوظ رکھے، کہ اصل کار یہی ہے۔

عری  
قاری اوراد و ناپک  
اعلیٰ ترین چپان کیلئے  
مستند  
ہے

جسکی بتدریج دیگر ذرائع سے تصدیق ہو جاتی ہے۔ یہ ایک ایسی  
خصوصیت ہے، جو آج تک کسی اردو رسالے کو نصیب نہیں ہوئی  
اور سب سے پہلے الہلال ہی نے اسکی راہ پیدا کی۔ ہم  
دل سے چاہتے ہیں، کہ ہر ہفتہ ان خاص تاروں کا سلسلہ جاری  
رہے۔ اب یہ بات باقی رہی، کہ آپ اخبار کی موجودہ آب و  
قاب قائم رکھ کر ایسے طویل تاروں کا خرچ کب تک برداشت  
کرسکیں گے؟ بڑا ظلم ہو گا اگر ناظرین الہلال اس معاملہ میں آپکا  
ہاتھ نہ بٹالینگے۔ اسی غرض سے دس روپیہ کی ناچیز رقم بذریعہ  
منی آرڈر بھیج کر سابق خط میں ہم نے آپ سے درخواست کی تھی،  
کہ الہلال کے دیگر ناظرین کو بھی اس معنی کی ترغیب ہونے کیلئے  
آپ اس خط کو اخبار میں درج کر دیں۔ کیونکہ جو لوگ ان تاروں کو  
نہایت شوق اور دلچسپی سے دیکھتے ہیں، یہ امید کیونکر نہ رکھی  
جائے، کہ وہ اس مبارک سلسلہ کے استحکام میں امداد دینے کے  
متعلق بھی ویسی ہی سرگرمی سے کام لینگے۔ مگر معلوم ہوا، کہ  
ہمارا وہ خط ہی آپ کو نہیں پہنچا۔ آپ کا مخلص

حاجی محمد یوسف اینڈ کمپنی (مدراس)

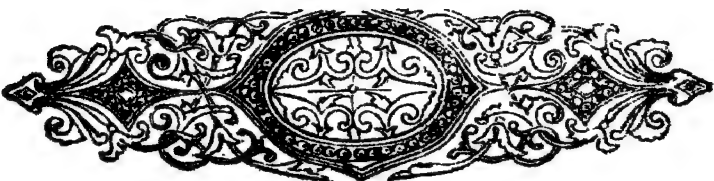
### کو (الہلال) کا جواب

اس اطف فرمائی کا شکر گزار ہوں۔ جو خلوص اور سچی  
ہمدردی جناب کے خط کے ہر لفظ سے ظاہر ہوتی ہے، یقین فرمائیے  
کہ حقیر کیلئے اصلی قدر و قیمت اُسی میں ہے۔ جناب نے  
الہلال کی مالی حالت اور مصارف کی کثرت کا ذکر چھیڑ دیا،  
میں نے تو اسے مدت ہوئی بھلا دیا ہے، اور یہ پڑھ کر چپ  
ہو گیا ہوں کہ:

گل فشاند بہ بستر ہمہ چوں عرنی و من

مشت خس چینم و بر بستر خواب اندازم

تلغرافات کے مصارف پر کیا موقف ہے؟ ایک زخم ہو، تو آپکو  
مرہم بنانے کی زحمت دور، کس کس زخم پر پٹی باندھیے گا؟  
آغاز اشاعت سے اس وقت تک اخبار کی مالی حالت کا جیسا  
کچھ حال رہا ہے، وہ دفتر کے لوگوں کے سوا اور کسی کو معلوم  
نہیں ہو سکتا۔ ۱۲ - روپیہ قیمت ہوتی، جب بھی موجودہ  
اشاعت کافی نہ تھی، چہ جائیکہ پچھلی شش ماہی میں صدھا  
خریہاروں کے نام ۴ - روپیہ میں اخبار جاری کر دیا گیا تھا۔ ان  
امور پر اگر اپنی نظر ہوتی، تو شاید اس سفر کی پہلی منزل سے  
بھی گذرنا محال تھا۔ ابناے عصر کا قاعدہ ہے، کہ ہمیشہ کسی نہ  
کسی عنوان سے اپنی حالت پر ناظرین کو ترجمہ دلاتے رہتے ہیں، اور  
اپنے ایثار اور بے غرضی کا زمانے کی توجہ سے مقابلہ کرتے ہیں،  
مگر اپنے تئیں کچھ یہ شان درپوزہ گری پسند نہ آئی، اور  
طبیعت نے گوارا نہیں کیا، کہ اور بہت سی فغاں سنجیوں کو  
چھوڑ کر اپنی حالت کا نالہ و فغاں شروع کر دیں۔ گذشتہ جنوری  
کے آغاز میں "فاتحہ جلد جدید" لکھتے ہوئے خیل ہوا تھا، کہ  
دفتر کی مالی حالت کا نقشہ ہی کم از کم ناظرین کے آگے پیش  
کر دیں، کہ گر یہ کام شخصی ہے، مگر کم از کم اتنا ضرور ہے، کہ  
اغراض شخصی نہیں ہیں، مگر پھر دل لے کہا، کہ یہ بھی وہی  
دوکانداری کا چہرہ ہے، گواہی پروریاے قناعت بچھا دی گئی ہو۔  
بہتر یہ ہے، کہ سب کچھ اُسی کے اعتماد پر چھوڑ دے، جسکے اعتماد پر  
یوں بھی اپنا سب کچھ چھوڑا ہوا ہے: و علی اللہ، فلیتوکل المومنون۔  
تلغرافات خصوصیت کا سلسلہ کئی ماہ سے جاری ہے۔ مصارف  
کا اندازہ اس سے کر لیجیے، کہ دیتہ روپیہ فی لفظ براہ یورپ تری کے  
تاروں کی شرح اجرت ہے۔ اور پھر بے شمار تار جو تحقیق و تفتیش



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

میر سرتوں غرضی

محکم دلائل سے مزین و متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مقام اشاعت

۱۰۷ مکلاوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

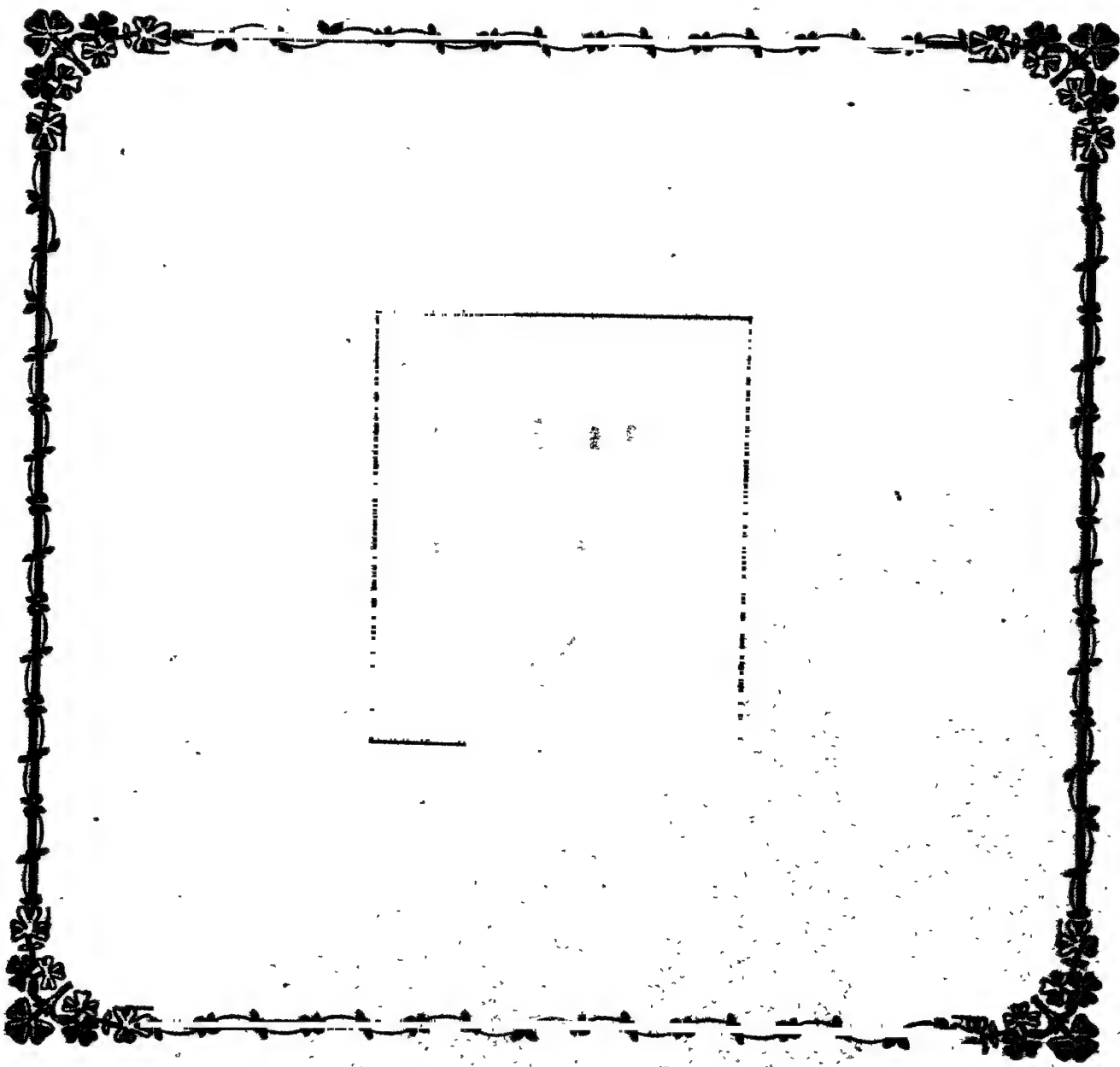
۲۰

کلکتہ: چار شنبہ ۱ جادی الاول ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta: Wednesday, April 9, 1913.

ہجری ۱۴ - ۱۵

۱۲ - ۱۳



سازشی تین آنہ

قیمت فی پرچہ



## درد سر و درد ریاہ کی دوا

ریاہی درد لفظ میں پہاڑ ہو جاتا ہے۔ یہ دوا لفظ میں اسکو پائی کر دیتی ہے۔ درد ریاہ جیسے ٹپک۔ چمک۔ ٹیس۔ رگوں میں لہر کن کنی سے چاہے جسقدر تکلیف ہو۔ اس دوا کے استعمال سے فوراً رفع ہوتی ہے درد سر کے واسطے بھی اس دوا کا ایسا ہی غایہ ہے۔ نصف سر میں ہو یا تمام سر میں کسی وجہ سے کیسا ہی درد ہو اس دوا سے رفع ہو جاتا ہے۔ صرف یہی نہیں اگر سر کٹا جاتا ہو پھٹا جاتا ہو۔ آؤڑا جاتا ہو۔ اس دوا سے فوراً بند ہوتا ہے۔ اندلوں لوگ ذرا ذرا سی باتوں میں سر دکھایا کرتے ہیں کام میں یا مفت کی باتوں میں فکر و تردد میں عیش و عشرت میں دن کو رات اور رات کو دن بٹانے میں کل شکایتیں سر پر آجاتی ہیں۔ اور ہاے رے درد سر پکڑا کرتے ہیں ڈاکٹر ہومن کی دوا ایسے لوگوں کے لیے ہے۔ دوا کے استعمال سے فوراً درد بند ہوتا ہے۔ اسلئے ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا لازم ہے۔

( قیمت ۱۲ ٹکیوں کی ایک شیشی ( ۶ آنہ ) معضول ڈاک ایک سے چھہ دینہ تک ۵ آنہ )

دوا ایس کے بر من شہرت دارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

## ریویو آف ریلیجنز - یا مذاہب عالم پر نظر

اردو میں ہندو مت اور انگریزی میں یورپ امریکہ و جاپان وغیرہ ممالک میں زندہ مذہب اسلام کی معین تصدیق پیش کرتے والا۔ معصوم نبی علیہ السلام کی پاک تعلیم کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں۔ اس کا دور کرنے والا اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دینے والا یہی ایک پرچہ ہے جس کو دوست دشمن نے دنیا کے سامنے پیش کرنے کے قابل سمجھا ہے۔ اس رسالے کے متعلق چند ایک راؤں کا اقتباس حسب ذیل ہے :-

البیان لکھنؤ۔ ریویو آف ریلیجنز ہی ایک پرچہ ہے جس کو خالص اخلاقی پرچہ کہنا معین ہے۔ عربی میں المناہ اور اردو میں ریویو آف ریلیجنز سے بہتر پرچے کسی زبان میں شایع نہیں ہوئے۔ اس کے زور آور مضامین پر علم و فضل کو ناز ہے۔

کریسٹ لور پول۔ ریویو آف ریلیجنز کا پرچہ دلچسپ مضامین سے بھرا ہوا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے متعلق جو جاہل عیسائی الزام لگایا کرتے ہیں۔ اس کی تردید میں نہایت ہی فاضلہ مضمون اس میں لکھا گیا ہے۔ جس سے عہدہ مضمون آج تک ہماری نظر سے نہیں گذرا۔

مسٹر روبرٹ صاحب امریکہ۔ میں یقین کرتا ہوں کہ یہ رسالہ دنیا میں مذہبی خیال کو ایک خاص صورت دینے کے لیے ایک نہایت زبردست طاقت ہوگی۔ اور یہی رسالہ اس روکوں کے دور کرنے کا ذریعہ ہوگا۔ جو جہالت سے سچائی کی راہ میں قادی گئی ہیں۔

ریویو آف ریلیجنز۔ لندن۔ مغربی ممالک کے باشندوں کو جو مذہب اسلام کے زندہ مذہب ہونے کے مضمون سے دلچسپی رکھتے ہیں چاہیے کہ ریویو آف ریلیجنز۔ خریدیں۔

وطن لاہور۔ یہ رسالہ بڑے پایہ کا ہے۔ اس کی تحقیقات اسلام کے متعلق ایسی ہی فلسفیانہ اور عمیق ہوتی ہے۔ جیسی کہ اس زمانہ میں درکار ہے مخالفہ قیمت انگریزی پرچہ ۳ روپیہ۔ اردو پرچہ ۲ روپیہ۔ نمونہ کی قیمت انگریزی ۴۔ اردو ۲۔ تمام درخواستیں بنام منیجر میگزین قادیان۔ ضلع گورنر اسپر آئی جاہلیئیں \*

## حمیدہ ہوٹل

نمبر ۱۳۱ لورچیت پور روڈ

ہمارے ہوٹل میں ہر قسم کی اشیائے خوردنی و نوشیدنی ہر وقت طیار ملتی ہیں نیز اس کے ساتھ مسافروں کے قیام کیلئے ہر تکلف اورام نہ کمروں کا بھی انتظام کیا گیا ہے جو نہایت ہوادار فرشتہ اور بر لب راہ واقع ہیں جن صاحبوں کو کچھ دریافت کرنا ہو بذریعہ خط و کتابت منیجر ہوٹل سے دریافت کر سکتے ہیں۔ جنگ ترکی راٹلی اور جنگ بلقان کی جملہ تصریہیں ہماری ہوٹل میں فروخت کے لیے موجود ہیں مع تصویر شیخ سنوسی وغیرہ۔

المنشہر شیخ عبد الکریم مالک حمیدہ ہوٹل

سسٹم راسکوپ لیبر روڈ ۱۹ سائبر

مضبوط، سچا رقت، برابر چلنے والی، معہ معصول دو روپیہ آٹھ آنہ

ایم۔ اے۔ - شکر اینڈ کو نمبر ۱ - ۵ ویلسلی اسٹریٹ ڈاکخانہ دھرم تلہ کلکتہ -

M. A. Shakur & Co., 5/1, Wellesly Street, P. O. Dharamtollah, Calcutta.



و قتلک الایام بداولها بین الفاس

( ۳ : ۱۳۴ )

— \* —



سلطان سلیم ملک ثانی ( ح )

بانی جامع سلیم واقع ادرنه



مقبره سلطان سلیم ( ح )

واقع ادرنه

# اطلاع

- (۱) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے، تو تاریخ اشاعت سے دو ہفتہ کے اندر اطلاع دیں، ورنہ بعد کو فی پرچہ چار آنے کے حساب سے قیمت لی جائیگی۔
  - (۲) اگر کسی صاحب کو ایک یا دو ماہ کے لئے پتہ کی تبدیلی کی ضرورت ہو تو مقامی ڈاکخانہ سے بندوبست کر لیں، اور اگر تین یا تین ماہ سے زیادہ عرصہ کے لئے تبدیل کرانا ہو تو دفتر کو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیں۔
  - (۳) نمونے کے پرچہ کے لئے چار آنے کے ٹکٹ آنے چاہیں یا پانچ آنے کے رہی۔ پی کی اجازت۔
  - (۴) نام و پتہ خاصکر ڈاکخانہ کا نام ہمیشہ خوش خط لکھیے۔
  - (۵) خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
- نوٹ — مندرجہ بالا شرائط کی عدم تعمیلی کی حالت میں دفتر جواب سے معذور ہے اور اس وجہ سے اگر کوئی پرچہ یا پرچے ضائع ہو جائیں تو دفتر اس کے ذمہ دار نہ ہوگا۔ (منیجر)

## شرح اجرت اشتہارات

— \* —

میعاد اشتہار	فی صفحہ	فی کالم	نصف کالم	نصف کالم سے کم
ایک ہفتہ ایک مرتبہ کے لئے	۱۵ روپیہ	۱۰ روپیہ	۷ ½ روپیہ	۸ آنے فی مربع انچ
ایک ماہ چار مرتبہ	۵۰	۳۰	۲۰	۷ آنے " " "
تین ماہ ۱۳	۱۲۵	۷۵	۴۵	۶ آنے " " "
چھ ماہ ۲۶	۲۰۰	۱۲۵	۷۵	۵ آنے " " "
ایک سال ۵۲	۳۰۰	۲۰۰	۱۲۵	۴ آنے " " "

- (۱) ٹائٹل پیج کے پہلے صفحہ کے لیے کوئی اشتہار نہیں لیا جائیگا۔ اس کے علاوہ ۳ صفحات پر اشتہارات کو جگہ دیجائیگی۔
- (۲) مختصر اشتہارات اگر رسالہ کے اندر جگہ نکال کر دیے جائیں تو خاص طور پر نمایاں رہیں گے لیکن انکی اجرت عام اجرت اشتہارات سے پچیس فیصدی زائد ہوگی۔
- (۳) ہمارے کارخانہ میں بلاک بھی طیار ہوتے ہیں جسکی قیمت ۸ آنے فی مربع انچ ہے۔ چھاپے کے بعد وہ بلاک پھر صاحب اشتہار کو واپس کر دیا جائیگا اور ہمیشہ انکے لئے کارآمد ہوگا۔

## شرائط

- (۱) اسکے لئے ہم مجبور نہیں ہیں کہ آپکی فرمائش کے مطابق آپکو جگہ دیں، البتہ حتی الامکان کوشش کی جائے گی۔
- (۲) ایک سال کے لئے اشتہار دینے والوں کو زیادہ سے زیادہ ۴ اقساط میں، چھ ماہ کے لئے ۲ اقساط میں، اور سہ ماہی کے لئے ۳ اقساط میں قیمت ادا کرنی ہوگی اس سے کم میعاد کے لئے اجرت پیشگی ہمیشہ لی جائیگی اور وہ کسی حالت میں پھر واپس نہ ہوگی۔
- (۳) منیجر کو اختیار ہوگا کہ وہ جب چاہے کسی اشتہار کی اشاعت روک دے، اس صورت میں بقیہ اجرت کا روپیہ واپس کر دیا جائے گا۔
- (۴) ہر اس چیز کا جو جوئے کے اقسام میں داخل ہو، تمام منشی مشروبات کا، فحش امراض کی دواؤں کا اور ہر وہ اشتہار جسکی اشاعت سے پبلک کے اخلاقی و مالی نقصان کا ادنیٰ شبہہ بھی دفتر کو پیدا ہو کسی حالت میں شائع نہیں کیا جائے گا۔

نوٹ — کوئی صاحب رعایت کے لئے درخواست کی زحمت گوارا نہ فرمائیں۔ شرح اجرت یا شرائط میں کسی قسم کا رد و بدل ممکن نہیں۔



لَا تُقْبَلُ إِلَّا بِإِذْنِ الْإِمَامِ الْكَلْبِ الْكَلْبِ الْكَلْبِ الْكَلْبِ الْكَلْبِ الْكَلْبِ الْكَلْبِ الْكَلْبِ الْكَلْبِ الْكَلْبِ

AL - H I L A L

Proprietor & Chief Editor :

Abul Kalam Azad.

7-1 McLeod Street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly " " 4 - 12.

الحل

پرسنل و مخصوصی  
بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقام اشاعت  
۱۰۷ مکلاوڈ اسٹریٹ  
کالکتہ

غوائف تلفران  
«الحلال»

قیمت  
سالانہ ۸ روپیہ  
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

ایک ہفتہ وار مصور سالہ

جلد ۲

کالکتہ: چار شنبہ ۱ و ۸ جادی الاولیٰ ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta: Wednesday, April 9 and 16, 1913.

نمبر ۱۴۰

السلام

فہرس

— \* —

شذرات

مقالہ افتتاحیہ

سقوطِ ادرنہ اور ایک دقیقہ فکریہ (۱)

معا نمبر (۲)

موراسلات

۱۵۱۵۱۵ (ایک خط)

۱۷ انقلابِ دولت عثمانیہ

۱۸ مسئلہ تعطیلِ جمعہ

فکافات

۱۶ سرائے صداقت

۲۰ سزل

مذاکرہ علمیہ

۱۹ دعوات نمبر (۲)

مقالات

۲۱ ہلال اور صلیب

۲۸ شہرستِ زراعتانہ دولت علیہ اسلامیہ (۱۸)

پچھلے ہفتے رسالے کی اشاعت میں بہت تاخیر ہو گئی تھی -  
اگر پرچہ نکلتا تو پھر وہ تاخیر آئندہ ہفتوں تک متعدي ہوتی  
اور پچھلے دنوں اسکا دور برابر قائم رہ چکا ہے - پس بجائے پچھلے  
ہفتے کی اشاعت کے آج نمبر (۱۴) اور نمبر (۱۵) اکتے شائع  
کیے جاتے ہیں، تاکہ کسی طرح چند دنوں کی تاخیر کا ایک مرتبہ  
بل نکل جائے -

منیجر

المکتبۃ العلمیۃ الاسلامیۃ فی علی گڑھ

— \* —

اس کتب خانہ میں مختلف علوم و فنون کی کتابیں موجود ہیں، شام و بیروت  
اور قسطنطنیہ وغیرہ فرزند کے ایسے موجود رہتی ہیں اور انہیں مناسب و معتدل  
قیمت پر شائقین کی خدمت میں دیا جاتا ہے - خاص کر مکتبۃ المدارس  
کتابیں، حضرت الامام شیعہ محمد عبدہ اور حضرت السید الامام سید رشید رضا  
کی تمام تصنیفات اس کتب خانے میں ہر وقت مہیا رہتی ہیں - فرمائشوں کی تعمیل  
مستعدی کے ساتھ کی جاتی ہے - کتب خانہ کی جدید فہرست تیار ہو گئی ہے جو  
آدھ آنے کے تحت وصول ہونے پر مفت روانہ کی جاتی ہے \*

رسالہ المدارس (جو تمام دینی اسلام میں ہر قرن عربی رسالہ تسلیم کیا گیا ہے)  
اس کی گذشتہ ۱۵ سال کی ۱۵ سلسلے مکمل مع فہرست مضامین موجود ہیں -  
قیمت عام طور پر فی جلد ۱۵ روپے ہیں مگر دوسری جلد کی قیمت پچاس روپے اور  
تیسری جلد کی قیمت پچاس روپے ہیں \*

یہ کتب خانہ رسالہ المدارس کے ذریعہ ہندوستان میں سزل اور  
جن اصحاب کو اس رسالہ کی خریداری منظور رہا جس سالانہ مبالغہ ۱۵ روپے ہمارے  
ہمس روانہ فرمائیں، روپے وصول ہونے پر رسالہ براہ راست ان کی خدمت میں جاری  
کرا دیا جائیگا \*

المشتہ

منیجر المکتبۃ العلمیۃ الاسلامیۃ، مدرسہ

العلوم، علی گڑھ

(لوح)

{ (صفحہ خاص)

۱۳

سجد سلیم (انژنہ) کا منبر

سلطان سلیم ثانی (رج)

مقبور سلطان سلیم (رج)

خواجہ کمال الدین صاحب - بی . اے - مقیم لندن



پس - جی ہاں اور غلط ہوتی تو لوگ کبھی پاس نہ آتے - پھر عام

اللہ کی راہ کی طرف دعوت دوتو اس طرح ،  
کہ حکمت و موعظۃ کے ساتھ ، سختی  
و جفگ و جدل کی حالت نہ ہو۔

نصرت یہود و نصارا کی نسبت کہا :

یہود و نصاریٰ سے جب کبھی مجادلہ کر رہا ہوں تو بہتر اور احسن طریقے سے ۔

عام طور پر مسلمانوں کو حکم دیا کہ اپنے اندر نرمی و محبت،  
آسانی و رافت پیدا کریں - حتیٰ کہ فرمایا :

اور اللہ کے نیک اور سچے بندے رہے ہیں جو زمین پر نہایت فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں، اور جب جاہل ان سے جہالت کی بانیں کرتے ہیں تو سختی و تشدد کی جگہ، صرف سلام کر کے الگ ہو جاتے ہیں۔

یہ تو عام اور اصلی احکام ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ ہم تو قوموں کے ساتھ نرمی و محبت کرتے ہیں، لیکن قومیں ہم سے تنگ دلی دیتی ہیں۔ ہم محبت کیلئے طیارا ہیں، مگر وہ محض اسلئے کہ ہم خدائے واحد کے پرستار، اور دین الہی کے پیرو ہیں، عداوت دشمنی، ظلم و تعدی، قسارت و بے رحمی، اور خوں ریزی، بربادی کا ہمیں مستحق سمجھتی ہیں۔ وہ ہم پر حملہ کرتی ہیں، ہم کو دین حق کے قیام سے روکتی ہیں، ہمارے شہروں پر چڑھ آتی ہیں، ہمارے مساجد پر قبضہ کرنا چاہتی ہیں، ہمارے تختِ حرمت کو الت دینا چاہتی ہیں، ہماری عزتوں کی عصمت پر حملہ آور ہوتی ہیں، اور ہم کو ہماری آبادیوں اور زمینوں سے نکل جانے پر مجبور کرتی ہیں۔ پھر ایسی حالت میں کیا ہم اپنے تئیں مٹنے سے نہ بچائیں؟ کیا حفظ نفس کا حق طبعی ہمارے لیے نہیں ہے؟ اور پھر کیا ہم دین مقدس کی بے حرمتی، شعائر الہیہ کی بے ادبی، اور پیروانِ توحید کی مظلومی کا حس اپنے اندر نہ پیدا کریں؟

جب کہ ایسی صورت پیش آجائے تو پھر اُسی قرآن کا، جس  
 ے ندرستہ آیات میں احسانِ عام اور محبتِ عمومی کا حکم دیا تھا،  
 ۱۰ حکم ہے :

بیشک اللہ تعالیٰ تم کو ان ظالم قوموں سے دوستی رکھنے کی اجازت نہیں دیتا جنہوں نے تمہارے ساتھ بغض اسلام کے ساتھ جنگ کی ہے، اور تم کو تمہارے شہرؤں اور گھروں سے نکالا ہے، اور جو شخص ایسے ظالموں سے دوستی رکھے گا تو اُس کا شمار بھی ظالموں ہی میں ہوگا۔

اور پھر ایسے لوگوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کا حکم دیا کہ :  
 اللہ کیلئے اُن دشمنوں سے قتال کرو  
 جنہوں نے تمہارے ساتھ قتال کیا ہے ۔  
 فَانْفِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ

پہلے حکم دیا تھا کہ نرمی کرو، مذہبی دعوت بھی دو تو آشتی و محبت ہے۔ انحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اخلاقِ کریمہ اور رافت و شفقت کو یہ 'بی رحمت فرمائی' سے تعبیر کیا تھا، لیکن اس حالت میں فرمایا وہ اپنے اندر سختی پیدا کر کہ اب کفر کے مقابلے میں جس قدر نرم رہے اندر سختی ہوگی، اتنا ہی ثبوتِ ایمان ہے :

قَدْ سَلَوُا الذِّبْنَ يَلُونَكُمْ      اپنے اُس پاس کے دشمنوں سے لڑو

من الکفار، ولیجدوا فیکم  
 اور چاہیے کہ وہ تمہارے اندر  
 سختی اور شدت محسوس کریں -  
 غلطہ -

اور پھر اسی بنا پر ان یہود و نصارا سے درستی و محبت کے رسوم ادا کرنے کی قطعی ممانعت کر دی، جو مسلمانوں پر حملہ آور ہرے ہوں، یا جنہوں نے اسلام کے خلاف کسی ظالمانہ سازش میں حصہ لیا ہو، اور جو شخص ان سے اس قسم کے تعلقات رکھے، اسکے لئے نہایت شدید وعید نازل کی :

یا ایہا الذین آمنوا  
تتخذوا الیہود  
والنصارى اولیاء بعضهم  
اولیاء بعض ' ر من  
یتولہم منکم ' فانہ منہم  
( ۵ : ۵۱ )

مسلمانو! اُن یہودیوں اور عیسائیوں  
کو اپنا دوست نہ بناؤ جو مسلمانوں  
کی مخالفت کی سازش میں باہم  
ایک دوسرے کے دوست ہیں اور  
پھر جو ایسا کریگا تو یقین رکھ کہ اسکا  
شمار یہی اُنہی میں ہوگا -

غور کرو! کیسی سخت وعید اُن لوگوں کیلئے فرمائی، جو اُن عیسائیوں سے رسم و راہ درستگی اختیار کریں، جنہوں نے مسلمانوں سے مقاتلہ کیا ہے؟ فرمایا کہ ایسے لوگوں کا شمار بھی انہی عیسائیوں کے ساتھ ہوگا! فذعزذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا - اور متعدد مقامات میں عام طور پر تمام دشمنانِ حق و اسلام کی نسبت فرمایا، مثلاً:

﴿ يَتَّخِذُ الْمُرْسَلُونَ  
الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ  
الْمُؤْمِنِينَ ﴾ وَمَنْ يَفْعَلْ  
ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ  
فِي شَيْءٍ (۳ : ۲۷)

پھر سرورہ (نساء) میں فرمایا :

مسلمانو! مسلمانوں کو چہرہ کر لیں  
کفار کو اپنا دوست نہ بنار، جنہوں  
نے تمہارے خلاف تلوار اٹھائی ہے۔

اتنا ہی نہیں، بلکہ اُن تمام لوگوں کیلئے جو دین الہی کی کسی نہج پر بھی مخالفت کرتے ہوں، یا شعائر الہیہ کی تضعیک و تمسخر جنکا شیعہ ہو، اور یا احکام اسلامی کی ہنسی اور آتے ہوں (جیسا کہ آجکل خرد ملاحدہ مسلمین اور متفرق نجین مارقین و مفسدین کا شیعہ ہے) یہ حکم صاف سدرہ (مائدہ) میں نازل فرمایا:

یا ایہا الذین آمنوا لاتتخذوا  
الذین اتخذوا دینکم هذا  
وععبا (۵ : ۴۰) واذ  
نادیتکم الی الصلوۃ  
اتخذوا ہا ہنرا  
وععبا (۵ : ۶۳)

اب آب سمجھ گئے ہونگے کہ اس بارے میں اصولی طور پر اسلام کی تعلیم کیا ہے ؟ پس یقین کیجیے کہ آج جن لوگوں نے اسلامی آبادیوں پر حملے کیے ہیں ، لاکھوں مسلمانوں کو اپنے گھروں سے نکالا ہے ، عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کر دیا ہے ، اور تخت اسلام کو ارتداد دینے کیلئے اچھے تمام قراءے شیطانیتہ کو کام میں لارہے ہیں ، اور پھر آذر جن قوموں اور حکومتوں نے انکی کسی صورت میں بھی اعانت کی ہے ، یا اس برخلاف اسلام سازش میں شرکت ہے ، وہ سب بموجب ان نصوص قرآنیہ اور احکام شریعتہ حقہ سلامیہ کے ، ایک لمحہ ، اور ایک دقیقہ کیلئے بھی اسکے مستحق نہیں کہ ہم انکے ساتھ رسم و رواج درستی اور طریق مروت و ولایت کو کام میں لائیں ، یا انکے ساتھ





( بھئی بر مکی ) نے صحرا میں ایک اعرابی کو دیکھا تھا کہ میدان سے پتھروں کے ٹکڑوں کو جمع کرتا ہے ' اور جب ایک ڈھیر جمع ہو جاتا ہے تو پھر ایک ایک ٹارے کراٹھاتا ہے ' اور جہاں سے لایا تھا ' اسی طرف پھینک دیتا ہے - کیا انسانی ہستی کی پوری تاریخ اس مثال میں پوشیدہ نہ تھی ؟ ہماری زندگیاں ' جنکے ہنگامہ حیات سے کارگاہ علم میں شورش و کش مکش کے طوفان اٹھتے رہتے ہیں ' غور کیجیے ' تو امید کے ایک تار عنکبوت ' اور حسرت کے ایک جلتے ہوئے تیکے سے زیادہ کیا ہستی رکھتی ہیں ؟ ساری عمر درہی کاموں میں بسر کر دیتے ہیں - یا صحرا کے دجلہ کے اعرابی کی طرح صبح تمنا میں امیدوں کے سنگریزے جمع کرتے ہیں ' یا پھر شام نامرادی میں جہاں سے لائے تھے ' وہیں پھینک دیتے ہیں کہ ہمیشہ کیلئے مدفن ہو جائیں :

مڈل یہ میری کوشش کی ہے ' کہ مرغ اسیر  
کرے قفس میں فراہم خمس آشیاء کیلئے !

کار ساز قدرت کی بھئی کیا کرشمہ سازیاں ہیں ! کچھ خاک امید کی لبی اور کچھ خاکسترو حسرت کی - دوفوں کی آمیزش سے ایک پتلا بنایا ' اور انسان نام رکھ کر اس ہنگامہ زار ارضی میں بھیج دیا - کبھی امید کی روشنی سے شگفتہ ہوتا ہے ' کبھی ناامیدی کی تاریکی سے گھبرا جاتا ہے - کبھی ریلوں کی بہار میں زمرہ ساز نغمہ انبساط ہوتا ہے ' اور کبھی حسرت و افسوس کی خزاں میں امیدوں کے پژمردہ پتوں کو گھٹاتا ہے - کبھی ہنسنا ہے اور کبھی رونا ہے ' کبھی رقص نشاط ہے ' اور کبھی سینہ ماتم - ایک ہاتھ سے جمع کرتا ہے ' اور دوسرے سے کھوتا ہے :

سواہی رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی  
عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا

پس اے ساکنان غفلت آباد ہستی ! اے رہبران سفر مدھوشی و فرا مرستی !! مجھے بتلاؤ کہ تمہاری ہستی کی حقیقت اگر یہ نہیں ہے تو پھر آرزو کیا ہے ؟ اور اے نیرنگ آرائے تماشا گاہ عالم ! کیا یہ ہنگامہ حیات ' یہ شورش زندگی ' یہ رستخیز کشا کش ہستی ' تو نے صرف اتنے ہی کیلئے بذئی ہے ؟

لحد کو تہ و بزرے سست و بام بلند  
بہمن حواء و نویدیم گدہ گیرند !

رہا ! ماخلقت هذا باطلا !!

—\*—

نہیں معاموم آغاز عالم سے آج تک یہ سوال کتنے دلوں کے اضطراب و التهاب کا باعث ہوا ہوگا ؟ مگر سچ یہ ہے کہ اپنے کان ہی بہرے ہیں ' ورنہ کائنات عالم کا ذرہ ذرہ اس سوال کا جواب نفی میں دے رہا ہے :

معمر نہیں ہے تو ہی نواہے راز کا  
یاں رزنہ جو حجاب ہے ' پردہ ہے ساز کا

و کاین من ایتہ فی السموات والارض ' یمرور علیہا رهم عنہا  
معرضن ( ۱۰۶ : ۱۲ )

یہ سچ ہے کہ مصائب و نا کامی کا ہجوم انسان کے دل میں ایسے خیالات پیدا کر دیتا ہے ' مگر حقیقت یہ ہے کہ اس صنعت گاہ عالم کا یہ سازو سامان صرف اتنے ہی کیلئے نہیں ہو سکتا - وہ عالم انسانیت کبریٰ ' جو تاج خلافت الہی - و پر ' اور خلعت کرامت ( ولقد کرمتا بنی آدم ) اپنے درش عظمت پر رکھتا ہے ' کیونکر ممکن ہے کہ صرف امیدوں کے پالنے ' اور پھر الکی موت و احتضار کا تماشا دیکھنے ہی کیلئے بنایا گیا ہو ؟ انفسہم انما خلقنا کم عبداً و انکم الینا لارجعون ؟

# المللا

۳ - و ۱۰ - جادی الاولی ۱۳۳۱ ہجری

—\*—

## سقوط ادرنہ (۱)

—\*—

## اور ایک دقیقہ فکریہ

(۱)

لا تمنا ولا تعزوا ' و انتم الاعلون ان کفتم مرمیوں - ان یساکم قرح نقد قرح القرم مثله ' و تلک الیام ندا راہا یسین الذاس -

ہمت نہ ہارو اور نہ اس شکست کی خبر سنکر غمگین و دل شکستہ ہو - یقین کر کہ اگر تم سچے مومن ہو ' تو آخر کار تمہارا ہی بول بالا ہے -

اگر تم کو اس لڑائی میں سحت زخم لگے ' تو ہمت نہ ہارو کہ طرف ثانی کی قوت بھی اسی طرح مچھوڑ چکی ہے ' اور یہ وقت کے نتائج و حوادث ہیں جو نوبت بہ نوبت سب لوگوں کو پیش آتے رہتے ہیں -

—\*—

ایتم النفس اجملی جزءا  
فان ما تحذرن قد وقع (۱)

—\*—

بالغیر ایڈریا نوبل فتح ہو گیا ' اور واقعات و حوادث کے آگے انسانی سعی جیسی کہ ہمیشہ ناکام رہی ہے ' اس معرکے میں بھی ناکام رہی : انا لله و انا الیہ راجعون :

بہت سعی کیجیے تو مہر رہیے میر

بس اپنا تو اتنا ہی مقدر ہے

و ما تشارن الا ان یشاء اللہ ' ان اللہ کان علیماً حکیم ( ۷۶ : ۳۰ )  
صبح تمنا اور شام حسرت

—\*—

اس امید آباد عالم میں ' ہر لمحہ اور ہر آن ' کتنی امیدیں ہیں جو پیدا ہوتی ہیں ' اور کتنے دلوں میں جو اٹھتے ہیں ؟ پھر ان میں کتنے ہیں جنکے نصیب میں فیروز مندی و کامرانی ہے ' اور کتنے ہیں جنکے لیے حسرت و یاس کے سوا کچھ نہیں ! بیکس انسان ' جو آرزوں کا بندہ ' اور حسرتوں کے خمیر کا پتلہ ہے ' شاید صرف اسلیئے بنایا گیا ہے کہ نصف عمر امیدوں کے پالنے میں صرف کر دے ' اور بقیہ نصف نامرادی کے ماتم میں کات دے -

( عربی میں کسی معصیر شہر کے حصار ٹوٹ جانے کو ( سقوط ) کے لفظ سے تعبیر ہوتا ہے ' جو بالذات انگریزی لفظ Fall کا قائم مقام ہے - چونکہ اردو میں لفظ ' فروروز ' لفظ نہیں ہے ' اسلئے ہم نے اس معنی میں اسی لفظ کو لکھنا شروع کر دیا ' اگرچہ اردو میں سقوط بالکل مختلف معنوں میں بولا جاتا ہے -

( ۱ ) اوس بن حجر کا مشہور شعر ہے - یعنی اے نفس معزوں ! اب رونا دھونا موقوف ! کیونکہ جس حادثے کے خیال سے قوتا تھا ' وہ تو ہو چکا !

اس مؤتمر نے ۳۱ - مارچ کو یہ فیصلہ کیا کہ سقراطی البانیہ ساتھ شامل رہے اور جبل اسود مؤتمروں اسفراء کے اس فیصلہ کو نہ منے۔ تو بلا تامل ایک مظاہرہ بعربہ کیا جائے۔

شرکاء مظاہرہ اسوقت تک متعین نہیں ہوئے تھے - خیل بد جاتا تھا کہ روس، فرانس، اور انگلستان شریک مظاہرہ نہ ہوں گے۔  
۵ - اپریل کو ریوٹر نے یہ تار شائع کیا تھا کہ اگر مظاہرہ ناکام ہوگا اور سقراطی ساقط ہوگا تو آسٹریا ۱۵ - اپریل برٹینیکہ ڈیوے سنڈیچ ( دارالسلطنت جبل اسود ) پر حملہ کر دیگی۔

۶ - اپریل کو مؤتمروں کے فیصلہ کی اطلاع جبل اسود دی گئی، جس کے جواب میں کہا گیا کہ یہ مظاہرہ اصول ناظرنداری کے خلاف ہے۔ ۹ - اپریل کو ریوٹر نے یہ خبر شائع کی: ” اگر دل نے جبل اسود کے مقابلہ میں طاقت کو کام فرمادے تو وہ اپنی خود مختاری سے دستکش ہوئے سروریا میں مدغم ہو جائیگا “

۱۰ - کو نا کہ ہندی شروع ہو گئی۔ باستثناء روس، تمام دل یورپ شریک ہیں۔ روس کے محکمہ جنگ نے ایک اعلان شائع کیا ہے: ” جسمیں ظاہر کیا ہے کہ روس کے لیے نا ممکن ہے کہ ان تدابیر کی مخالفت کرے، جن کو دل اپنے فیصلے کے لیے ضروری سمجھتی ہیں۔ اس اعلان میں جبل اسود کو مشورہ بھی دیا گیا ہے کہ اپنے اصرار سے باز آ جائے۔ ۱۱ - کو نا کہ بند جہازوں نے ایک شہر کی کشتی کو گرفتار کیا، جو تین کشتیوں کی حفاظت میں جا رہی تھی۔ ۱۲ - کو ریوٹر تار دیتا ہے کہ سنڈیچ کے ایک سرکاری تار سے معلوم ہوتا ہے کہ جبل اسود سقراطی کے معارضے کے مسئلے پر غور کرنے کے لیے تیار ہے۔ کل کا تار ہے کہ ایک سرکاری اعلان میں ظاہر کیا گیا ہے کہ جبل اسود سر تسلیم خم کر دیگا، مگر خون کی ندیوں کے بہنے کے بعد۔ مگر بظاہر آخری حالت امید نہیں۔

ریوٹر کی خبروں کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

#### صلح

دولت عثمانیہ نے شرط مداخلت منظور کر لیے ہیں۔  
دل کی یادداشت کے جواب میں بلغاریا نے سارس سے ایکے میدیا نک کے بدلے، انیوس سے ایکے میدیا نک سرحد تجویز کی ہے۔ جواب الجواب میں دل نے اس تقسیم کو منظور کیا، مگر جزائر ایجین اور اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتی ہیں اور تاروں و قرض کے مسئلے کو اس کمیشن کے ہاتھ میں، جو پیوس میں بیٹھیکا، ۱۰ - دن کیلئے حلقہ بلقان اور دولت عثمانیہ میں ہنگامی صلح طے ہوئی ہے۔  
ہمیں اس خبر کی صحت میں تامل ہے۔

#### اتحاد بلقان

سلاویک پر قبضے کے لیے بلغاریا اور یونانی دونوں اپنی اپنی جگہ پر فوجی تیاریاں کر رہے ہیں، اور عجب نہیں کہ مؤتمروں کے لیے بھی سروریا اور بلغاریا تیاریاں شروع کر دیں۔ ڈاکٹر دینف نے ۱۱ - کو بلغاریا کے مخاطب کرتے ہوئے، اس خوف کی طرف اشارہ کیا، جو بلغاریا و دیگر حلفاء کے آئندہ تعاقبات کے باب میں پیدا ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر دینف نے کہا کہ اپنے حق سے کم پر بلغاریا کبھی راضی نہ ہوئی۔ ڈاکٹر دینف نے ایک تقریر میں بیان کیا ہے کہ سروری بلغاریا عہد ذمہ بال لیل صاف ہے۔ اختلاف ہی صورت میں روس حکم فرماتا۔ لیکن یونانی اور بلغاریا عہد نامہ نہایت عجلت میں تیار ہوا تھا۔ اس میں بعد میں کمی ثبت کر لی دفعہ نہیں ہے۔ تاہم سروریا و دیگر فوجی تدابیر ضرورت جنگ کے بعد سے ہوں گے۔

نرمی و محبت اور شفقت و رافت کا سلوک کریں۔ اور اگر کریں، تو پھر اللہ، اس کے ملائکہ مقربین، اور رسل مبشرین و مہذبین کی نظروں میں ہمارا شمار بھی انہی دشمنان خدا کے ساتھ ہے۔

جب اس بارے میں تعلیم اسلامی کا یہ جہل ہے، تو پھر آپ خود ہی فیصلہ کر لیں کہ ان میں سے ایک خبیث ترین رکن اتحاد مسیحی، اور ملعون ترین مجاہد صلیب پرستی، یعنی شاہ یونان مخدول کے قتل ہونے پر ہمارے لیے عین ایام جنگ میں صف تعزیت بچھا نے، اور مسیحی ماتم میں بردارنہ و عزرائفہ شرکت کرنے کیلئے کیا حکم ہو سکتا ہے؟ ومن یفوتہم مدہم، فانہ مدہم، ان اللہ لا یمدی الظالمین۔

شاہ یونان، وہ شخص تھا، جس کے اندر سب سے پہلے صلیب کے شیطانی لعین نے حلول کر کے صدائے جہاد دی تھی، اور آغاز جنگ ہی میں اس جنگ کو اسلام کے برخلاف جنگ مقدس قرار دیا تھا، پس میں تو ایک سیدھا سادھا مسلمان ہوں، اپنے دلی اعتقاد کے اخفا پر قادر نہیں، میں تو صاف صاف کہتا ہوں کہ اس شریر انسان کے قتل کے واقعہ پر میری زبان اس کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتی کہ اس پر اس کے حامیوں اور شریکوں پر، اور اس کی فوج و سامان لشکر پر، اللہ ہی، اس کے ملائکہ کی، اور چالیس کڑور پیران دین الہی کی لعنت اور پھٹکار ہو، اور ہر اُس پر جو اس کے نقش قدم پر چلے، اور اسلام کے برخلاف مسیحی جہاد کا اعلان کرے یا درپردہ اس کے ساتھ ساز رکھتا ہو۔ اراٹک یلعنہم اللہ، ویلعنہم لا عنوں ( ۲ : ۱۵۵ )  
ارائٹک ماراھم، جہنم، یہ ہیں، جنکا آخری ٹھکانا دروزخ ولا یجدون عنہا مہیصا ہے، اور وہاں سے پھر نکلنے کی ان کے لیے کوئی راہ نہیں۔ ( ۴ : ۱۲۰ )

ہفتہ جنگ سقراطی کی آبادی قریباً ۱۵ - ہزار ہے۔ باشندے نسبتاً البانی اور مذہباً رومن کیتھولک عیسائی ہیں۔

جبل اسود کی یہ کوشش تھی کہ جس طرح ممکن ہو سقراطی کو ماحق کر لیا جائے، لیکن آسٹریا کا اصرار تھا کہ وہ ہر حالت میں البانیا کی خود مختار ریاست کا جزو قرار دیا جائے۔ آسٹریا کے اصرار کی پشت پر ایک خوفناک فوج تھی، اور خوف تھا کہ اگر اس کی فرمائش پوری نہ کی گئی، تو وہ ناظرنداری کی نڈیم سے تلوار باہر کھینچ کر، میدان کارزار میں اتر آئے گی۔ پھر اگر آسٹریا میدان میں آگیا تو اس کے مقابلے کے لیے روس بھی اترے گا، اور اگر روس اترے گا، تو جیسا کہ جرمنی کے ذمہ دار اخبار نے ( ریتشنگ ) میں بار بار کہا ہے، وہ بھی اپنے حلیف کی مساعدت سے خاموش نہیں بیٹھ سکتا، اور جرمنی اترے گا تو فرانس بھی اترے گا اور اس طرح ( بقول بسمارک ) کرۂ آتش نشان بلقان کی ایک چنگاری تمام یورپ کو جلا دیگی۔

یورپ کی ملکی اور تجارتی ترقی مسئلہ مشرق پر موقوف ہے، اور مسئلہ مشرق کا حل باہمی اتفاق و امن عامہ یورپ پر۔ انگلستان جسکی شاہشاہی کا مدار ہندوستان پر ہے، اس اتفاق کے لیے نہایت مضطرب تھا، کیونکہ مسئلہ مصر اور خلیج فارس کا حل ( جنکا سراہ راست ہندوستان پر پورا اثر پڑتا ہے ) مسئلہ مشرق ہی کے حل پر موقوف ہے۔

اسلامی انگلستان نے ” منقسمہ یورپ “ کی صورت بددی کی پوشش کر کے، ایک اتحادی سازش کی، اور لندن میں سفراء دل کی ایک مؤتمر ( کانفرانس ) بلوائی گئی۔ اس کے سامنے دیگر وزع بدیہ مسائل کے علاوہ، حذر البانیا کا مسئلہ بھی پیش کیا گیا تھا۔



## سقوط اور نہ

اور

## ایک دقیقہ فکریہ

( ۲ )

ہجوم یاس، و اختلال نظام امید

— \* —

من کان یظن ان لن ینصرہ اللہ  
فی الدنیا والآخرۃ  
فلیمدد بسبب  
الی السماء ثم  
لیقطع فلینظر  
هل ینذہبن  
کیدہ ما یغیظ  
و کذالک  
انزلناہ آیات  
بینات و ان  
اللہ ینہدی  
من یرید -  
( ۲۲ : ۱۵ )

جر شخص مایوس ہو کر اللہ کی نسبت ایسا  
ظن بد رکھتا ہو کہ اب دنیا و آخرت میں  
خدا اسکی مدد کرے ہی کا نہیں، تو پھر  
اسکو چاہیے کہ اوپر کی طرف ایک رسی  
تانے، اور اسکا پھندا بنا کر اپنے گلے میں  
پھانسی لگالے اور اسطرح زمین سے ( جہاں  
اب وہ اپنے لیے صرف مایوسی ہی سمجھتا  
ہے ) اپنا تعلق قطع کرلے، پھر دیکھے کہ آیا  
اس تدبیر سے اسکی وہ شکایت جسکی وجہ سے  
مایوس ہو رہا تھا، دور ہوگئی ہے یا نہیں؟  
اسی طرح ہم نے قرآن کریم میں ہدایت  
و فلاح کی روشن دلیلیں آقاری ہیں، تاکہ تم  
انپر غور کرو، اور اللہ جس کو چاہتا ہے اسے  
ذریعہ سے ہدایت بخشتا ہے۔

— \* —

ابک ہم ہیں، کہ ہرے ایسے ہنسیاں، کہ بس  
ایک رہ ہیں، کہ جنہیں چاہے ارمان ہوئے!

— \* —

موجودہ جنگ بلقان یا جنگ اسلام و فرنگ کی اگر تاریخ لکھی  
جائیگی، تو اسمیں شاید سب سے زیادہ عورت اور درد انگیز باب  
مسلمانان عالم کے اضطراب امید و بیم کا ہوگا۔ یہ سچ ہے کہ میدان  
جنگ میں صرف مجاہدین ترک تھے، جنکی لاشیں دشمنوں کی  
گولیوں سے تڑپتی تھیں، لیکن دنیا میں کروڑوں قلوب بھی تھے جنکی  
لاشیں نہیں، مگر پہلو میں دل ہمیشہ تڑپتے رہتے تھے۔

واقعات نے جلد جلد اپنے ازراق ارٹے - امیدوں کو عموماً شکست  
ہوئی اور ترقعات میں بالعموم ناکامی - جنگ کے القوا کے بعد صلح  
کے مہلک اور خانماں سوز شرائط سنکر وہ مضطرب تھے، مگر خود

[ بقید مضمون ہے کالم کا ]

آشیانہ رہا ہے بلکہ ہمارے سوا اسکا کہیں ٹھکانا نہ تھا - اب دنیا  
میں ہمارے لیے ماتم و ناامیدی، دز ہی کام کرنے کیلئے باقی  
وہگئے ہیں، لیکن زیادہ دن نہیں گزرے کہ ہماری زندگی کیلئے  
اسی دنیا میں آرزوی بہت سے کام تھے!

و بلوننا ہم  
با لعسناات  
والسیات لعلم  
یرجعون ( ۷ : ۱۶ )  
و ان فی ذالک  
لآیات و ما کان  
اکثرہم مومنین  
( ۲۶ : ۶۸ )

اور ہم نے ان قوموں کو اچھی اور بری،  
امید اور مایوسی، فتنہ اور شکست، دشمنوں  
حالتوں میں ڈالکر آزمایا کہ شاید یہ بد  
عملیوں سے توبہ کریں اور راہ حق اختیار  
کریں - اور بیشک اس انقلاب حالت میں  
عبادت و معوضہ کی بہت سی نشانیاں ہیں،  
مگر ان میں اکثر لوگ ایمان و ایقان کی  
دولت سے محروم تھے۔

من بعد لسنة  
تبدیلا - تبدیلی نہ دیکھو گے -

پھر چمن میں بہار و خزاں کا انقلاب ہو، دریاؤں میں مد و  
جزر، چڑھاؤ ہو، سمندروں میں سکون و ہیجان کا تغیر ہو، افراد  
و ان کی حیات و ممات، اور شباب و کھولت کا ایاب و ذہاب،  
ان کی صحت و علالت، اور اقوام کا عروج و زوال، یہ تمام حالتیں  
حقیقت انہی قوانین الہیہ، اور نوامیس فطریہ کے ماتحت  
ہیں، جنکو فاطر السموات و الارض نے اس عالم کے نظام و قوام کیلئے  
بنا رکھا ہے۔ پھر جن افراد و اقوام نے ان قوانین کے  
مطابق راہ امید اختیار کی ہے، انکے لیے امید کی زندگی ہے، اور  
نہیں نے اس سے روگردانی کی ہے، انکے لیے ناامیدی و نا کامی  
ہے، برسی ہے - قانون جرم کی سزا دیتا ہے، پر مجرم کو جرم کرنے  
لیئے مجبور نہیں کرتا - پس شکایت کار ساز قدرت کی نہیں، بلکہ  
وہ اپنی ہونے چاہیے - خدا نے امید کا دروازہ کسی پر بند نہیں کیا  
ہے، اور زمین کی راحت کسی ایک قوم کو روڑے میں نہیں دیدی  
ہے۔ اس نے پھول اور کانٹے دونوں پیدا کیے ہیں - اگر ایک بد بخت  
ناخن پر چلتا ہے، مگر پھولوں کو دامن میں جمع نہیں کرتا، تو اسے  
پنی محرومی پر رونا چاہیے، باغبان کا کیا قصور؟

ما کان اللہ لیظلمہم  
لکن کانوا انفسہم  
یظلمون - ( ۸ : ۳۰ )  
خدا کے انصاف سے بعید تھا کہ وہ کسی پر  
ظلم کرے، مگر انفسوس کہ بد اعمالیاں کر کے  
خود آپ انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔

دوسری جگہ فرمایا:

ما لک بما قدمت یدیکم  
و ان اللہ لیس بظالم  
عابد - ( ۸ : ۵۷ )  
یہ سب برادیاں تم نے خود اپنے ہاتھوں  
مرل لیں، ورنہ اللہ تو اپنے بندوں  
کیلئے کبھی ظالم نہیں۔

اس نے دنیا کے ازام و راحت، اور عیش و کامرانی کو انسان کے  
متحت نہیں، بلکہ انسانی اعمال کا محکوم بنایا ہے، اور جب  
تک کوئی قوم خود اپنے اعمال میں تبدیلی پیدا نہیں کردیتی، اسپر  
میں ہی راحتوں کا دروازہ بھی بند نہیں ہوتا:

ما لک بان اللہ لم ینک  
مغیرا نعمۃ انعمہا علی  
قوم حتی بغیروا ما  
انفسہم - و ان  
لہ سمیع علیہم  
صلاحت اور قابلیت کو بدل نہ دالے -  
( ۸ : ۵۵ )

( آئندہ اس قانون عروج و زوال امم کی تشریح کرونگا  
جو قرآن کریم نے بتلایا ہے، اور آپکو نظر آئیگا کہ مسلمانوں کے  
موجودہ زوال کے اسباب کیا ہیں؟ )

ماضی و حال

— \* —

یہ انقلابات قدرتی ہیں، اور نہیں معلوم اس دنیا میں کتنے  
عمر قوموں اور ملکوں پر اسکے گذر چکے ہیں؟ آج امید و کامیابی کے  
جس آفتاب سے غیروں کے ایوان اقبال روشن ہو رہے ہیں، کبھی  
نہرے سروں پر بھی چمک چکا ہے، اور جس بہار کے موسم عیش  
و نشاط سے ہمارے حریف گذر رہے ہیں، ایک زمانہ تھا کہ ہمارے  
پائے و چمن ہی میں اسکے جھونکے آیا کرتے تھے - اب کس سے کہیے  
کہ نہنا کا وقت ہی چلا گیا!

گذر چکی ہے یہ فصل بہار ہم پر بھی

ہم ہمیشہ سے ایسے نہیں ہیں، جیسے کہ اب نظر آ رہے ہیں -  
زمانہ ہم سے ہمیشہ برگشتہ نہیں رہا - مدتوں امید کا ہم میں

الذین یذنبون اللہ  
قیاماً و قعوداً و علی  
جفوبہم و یفکرون  
فی خلق السموات  
والارض ربنا ما  
خلقت هذا باطلا  
سدا نک فقنا  
عذاب النار (۱۸۹:۳)

جو ارباب فکر و حکمت اللہ تعالیٰ کا ہر  
حال میں ذکر کرتے ہیں اور آسمان اور  
زمین کے ملکوت و آثار قدرت پر تفکر  
و تدبر کی نظر ڈالتے ہیں انکی زبانوں  
سے تو یہ عالم صنعت دیکھ کر بے اختیار صدا  
نکل جاتی ہے کہ ”خدا یا یہ تمام  
کار گاہ صنعت تو نے بیکار و عبث  
نہیں پیدا کی ہے!“

### بہار و خزاں

اور امید و بیم

اسمیں تو شک نہیں کہ جس قدر کارش سے غور کیجیے گا  
جذبات انسانی کی تحلیل و تفرید کے آخری عناصر یہی در چیزیں  
امید اور حسرت نظر آئیں گی۔ وہ جو کچھ کرتا ہے یا آئندہ کی  
امید ہے اور یا رفتہ پر حسرت، البتہ یہ ضرور ہے کہ امید ریاس کی  
تقسیم کو صرف افراد و اشخاص میں محدود نہ کیجیے، بلکہ اسمیں  
در اصل قوموں اور ملکوں کی تاریخ پرشیدہ ہے۔ باغ و چمن میں  
بہار و خزاں، در موسم ہیں، جو یکے بعد دیگرے آتے ہیں اور اپنی  
اپنی آمد کے متضاد و مخالف آثار چھوڑ جاتے ہیں۔ اسی طرح امید  
اور حسرت کو دو مختلف موسم تصور کیجیے، جو قوموں اور ملکوں پر  
بھی آتے ہیں، اور وہ نامرادی و کامرانی کی تقسیم ہے، جو اپنے اپنے  
وقتوں پر قوموں میں ہوجاتی ہے۔ بعض قومیں ہیں جنکے حصے  
میں امید کی بہار آتی ہے، اور بعض ہیں جو اب صرف یاس و حسرت  
کے خزاں ہی کے لیے رھ گئے ہیں۔ موسم بہار زندگی  
و شگفتگی کا موسم ہوتا ہے، اور انسان کی رگوں کے اندر دوڑنے والے  
خون سے لیکر، درختوں کی شاخوں اور ٹہنوں تک، ہر چیز میں  
جوش حیات، اور دلولۃ انبساط پیدا ہوجاتا ہے۔ یہی حال اُس قوموں  
کا ہوتا ہے، جو اپنے در آمد سے گذرتی ہیں۔ تم دنیا آنکے لیے  
ایک بہشت امید بن جاتی ہے، اور اسکی ہر آواز انکے کانوں کیلئے  
ایک ترانہ امید کا کام دیتی ہے۔ وہ اپنے اندر دیکھتے ہیں، تو دل کا  
ہر کوئی امیدوں اور رولوں کا آشیانہ نظر آتا ہے، اور بھر نظر ڈالتے ہیں،  
تو دنیا کا کوئی حصہ عروس امید کی مسکراہٹ سے خالی نہیں  
ہوتا۔ اس طلسم زار ہست و نیست میں انسان سے باہر نہ غم  
کا وجود ہے اور نہ خوشی کا۔ زندگی کی تمام کامیابیاں اور مسرتیں  
در اصل دل کی عشرت کامیوں سے ہیں۔ جب تک آپکے دل کے  
طاق مخفی میں امید کا چراغ روشن ہے، اس وقت تک دنیا  
بھی عیش و مسرت کی روشنی سے خالی نہیں۔ لیکن اگر باد صرر  
نامرادی کا کوئی جھونکا رھاں تک پہنچ گیا، تو پھر خواہ آفتاب  
نصف النہار پر درخشاں کیوں نہ ہو، مگر یقین کیجیے کہ دنیا کا یہ  
تمام نظام منور آپسے ایسے ظلمت سرائے تاریک ہے۔

یہ وہ خوش نصیب قومیں ہیں، کہ انکے دل کے اندر امید کا  
چراغ روشن ہوتا ہے، اسلئے جہاں جاتے ہیں، اقبال و کامرانی کی  
روشنی استقبال کرتی ہے۔ چونکہ انکے دل کے اندر سلطان امید  
فتح یاب ہوتا ہے، اسلئے زمین کے اوپر بھی نامرادی و ناکامی کی  
مغور پر قدم پڑھتے ہیں۔ جس ہتھ میں امید کا علم ہو،  
پھر دنیا کی کوئی قوت اُس ہانہ کو زیر نہیں کر سکتی۔ انکی  
امید حسرت و آرزو نہیں ہوتی، جو محض ناکامی و نامرادی کے  
ماتم کے لیے ہے، بلکہ کامیابیوں کا ایک پیغام دعوت ہوتی ہے،  
جو دل میں امید بکھر، اور دل کے باہر عیش و مراد کی کامرانی  
و فیروز مندی کی صورت بنکر جلوہ آرا ہوتی ہے۔

لیکن اسی سطح ارضی کے اوپر، جو امید کی کام بخشیں  
خوش نصیب قومیں کیلئے عیش و مراد کا ایک چمن زار نشاط ہے،  
وہ بد نصیب قومیں بھی بستی ہیں، جنکے دامن حیات میں امید  
ریاس کی بخشش کے وقت، امید کے پھولوں کی جگہ صرف  
ناامیدی کے کانٹے ہی آئے ہیں۔ جو خزاں کے افسردہ و افسردہ کن موسم  
کی طرح، دنیا میں صرف اسلئے زندہ رھتے ہیں، کہ بہار گذشتہ پر  
ماتم کریں، اور خزاں کے جھونکوں سے اپنے درخت امید کی پت چھڑ  
دیکھ دیکھ کر آنسو بہائیں۔ وہ دنیا، جو اور انکے لیے اپنی ہر صدا میں  
ایک پیغام امید رکھتی ہے، انکے لیے یکسر ماتم کدہ یاس بن جاتی  
ہے۔ دل جب مایوس ہو تو دنیا کی ہر چیز میں مایوسی ہے۔ انکے  
داں میں امید کا چراغ بجھ جاتا ہے، تو دل کے باہر بھی کہیں  
روشنی نظر نہیں آتی۔ دنیا کے وہ وسیع صحرا، جن پر قدرت کے طرم  
طرح کی نباتاتی نعمتوں کا دسترخوان چن دیا ہے۔ وہ خوشنما اور  
عظیم الشان آبادیاں، جنکو انسانی اجتماع اور مدنی معنوں نے  
زمین کے عیش و نشاط کا بہشت بنا دیا ہے۔ وہ عظیم الشان اور  
بے کدار سمندر، جنکی حکمرانی کی طافت حاصل کرنے کے بعد پھر  
خشکی کے ٹکڑوں پر حکمرانی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ غم  
اس زمین اور زمین پر نظر آنے والی تمام چیزیں، ان سے اس طرم  
منہ پھیر لیتی ہیں، گویا وہ اس زمین کے فرزند ہی نہیں ہیں۔  
جبکہ بڑی بڑی آبادیاں قوموں اور جماعتوں کی فاتحانہ امنگوں کا  
جولانگہ ہوتی ہیں، تو ان بد نصیبوں کیلئے صحراؤں کے بہت  
پہاڑوں کے غاروں میں بھی کوئی گوشہ عافیت نہیں ہوتا۔ صحراؤں  
کی فضائیت، ہوا کی سذسناہت، اور دریاؤں کی صداے رزنی،  
آرزوں کیلئے پیام امید ہوتی ہے، مگر انکے کانوں میں ان سب سے  
نامرادی و فنا کی صدائیں آتھیں، کہ کر طعنہ زن ہوتی رہتی ہیں۔ دنیا  
میں اگر بہار و خزاں، امید و یاس، شادی و غم، نوحہ و نوحہ،  
خندہ و گریہ، اور فنا و بقا، درہی چیزیں ہیں، جنکی زمین کے  
بسنے والوں میں بخشش ہوئی ہے، تو مختصریوں سمجھ لیجیے  
کہ پہلی قوموں کو بہار و امید اور شادی و نشاط کا حصہ ملا ہے،  
اور دوسروں کو یکسر یاس و خزاں، نوحہ و ماتم، اور گریہ و فغاں کا؛

ما خانہ زمیدگان ظلمیم

پیغام خوش از دیار ما نیست

\*\*\*

### و ما ظلمہم اللہ

و لکن کانرا انہم یظلمون

لیکن یہ حالات و نتائج کا ایک دور ہے، جو نوبت بہ نوبت  
دنیا کی تمام قوموں، بلکہ کائنات کی ہر شے پر طاری ہوتا ہے  
قرن کریم کے اسی صرف اشارہ کیا ہے:  
و تلک الایام، امید و یاس، شادی و غم، اور فتح و شکست  
ندار لہا بدین کے یہ ایام ہیں، جو نوبت بہ نوبت انسانوں  
الاناس - گذرتے رھتے ہیں۔

دنیا میں کوئی شے نہیں، جسکے غم سے پہلے اپنی شادی کے  
بھی نہ دیکھے ہوں، اور باغ میں کونسا زندہ درخت ہے، جس -  
خزاں کے جھونکوں کے ساتھ کبھی نسیم بہار کی لذتیں بھی نہ  
لوٹی ہیں؟ دنیا عالم اسباب ہے، اور یہاں کا ایک درہ بھی برباد  
فطریہ و سلسلہ علل و اسباب کی ماتحتی سے باہر نہیں۔ پس  
انقلاب حالت بھی ایک قانون الہی اور ناموس فطری کے ماتحت -  
ہے، جس نے ہمیشہ اس عالم میں یکساں تقالیم پیدا کیے ہیں  
اور ان میں تبدیلی ممکن نہیں:

ہوتا ہے - البتہ تاثر و نتائج تاثر کی صورت بدل جاتی ہے - قرآن کریم نے اسی فطرۃ انسانی کی عجلت پسندی کی طرف اشارہ کیا ہے ' جبکہ کہا ہے کہ خالق الانسان من عجل - انسان کی خلقت میں جلد بازی اور تعجیل کار ہے -

مصائب کے حس اور شادمانی کے غرور میں بھی دیکھیے، تو اسکی یہی جلد بازی اور زرد اثری ہو مرقعہ پر کام کرتی ہے - وہ کس قدر جلد غمگین ہو جاتا ہے اور پھر ایک روتے ہوئے بچے کی طرح جسکے ہاتھ میں مٹھائی کا ٹکڑا دیدیا گیا ہو، کس قدر جلد خوش ہو جاتا ہے ؟ اسکی مایوسی اور امید واری، دونوں کا یہی حال ہے - جب کبھی وہ اپنی کسی توقع میں ناکامی دیکھتا ہے تو فوراً مایوس ہو کر بیٹھ رہتا ہے ' اور پھر جب کبھی کوئی کامیابی کی خبر سن لیتا ہے ' تو امید و مسرت کے ضبط سے عاجز ہو کر اچھل پڑتا ہے - حالانکہ نہ تو اسکو ان اسباب کی خبر ہے ' جو غم و نا مرادی کے پیچھے ظاہر ہونے والے ہیں ' اور نہ ان عواقب و نتائج کی خبر ہے ' جو بشارت امید کے بعد پیش آنے والے ہیں - اسکی خدا پرستی بھی اس جلد بازی و یاس و بیم سے شکست کھا جاتی ہے - اگر کوئی خوشی حاصل ہوتی ہے تو سمجھتا ہے کہ خدا میرے ساتھ ہے ' اور اگر نتائج حالات اور مشیت الہی کسی ابتلا و مصیبت میں ڈال دیتی ہے تو دیوانہ وار مایوس ہو جاتا ہے کہ خدا نے مجھ کو چھوڑ دیا - سورہ ( والفجر ) میں اسی حالت کی طرف اشارہ دیا ہے ' اور تمہارے اندر وہ کونسی شے ہے جسکی طرف قرآن نے اشارہ نہیں کیا ؟ :

فاما الانسان اذا  
ما ابتلاه ربہ  
فاکرمہ ونعمہ  
فیقول ربی  
اکرم - واما اذا  
ما ابتلاه  
فقدر علیہ  
رزقہ فیقول  
ربی اهانس  
( ۱۵ : ۸۹ )

\* \* \*

### مہلک نوین ضلالت انسانی

حیات امید و موت قنوط

مدجملہ اس حالت کے سب سے زیادہ خطر ناک گمراہی ' انسان کی وہ مایوسی ہے ' جو مصائب و آلام کا ہجوم دیکھ کر اپنے دل میں پیدا کر لیتا ہے ' اور اس طرح خود اپنے ہاتھوں اپنے مستقبل کیلئے نا مرادی و نا کامی کی بنیاد رکھ دیتا ہے -

مایوسی سے بڑھ کر کوئی شے انسانیت کیلئے قابل و مہلک نہیں ' اور دنیا کی تمام کاموائیاں صرف امید کے قیام پر موقوف ہیں - یہ امید ہی ہے جس نے زمینوں پر قبضہ کیا ہے ' پہاڑوں کے اندر سے راستہ پیدا کیا ہے ' سمندر کی قہاری کو مغلوب کیا ہے ' اور جب چاہا ہے اس میں اپنی سواری کے مرکب چلائے ہیں ' اور جب چاہا ہے اسکے کناروں کو میلوں اور فرسخوں تک خشک کر دیا ہے - پھر امید ہی ہے جس نے مردہ قلوب کو زندہ کیا ہے ' بستر مرگ سے بیماروں کو اٹھایا ہے ' دہشتوں کو کناروں تک پہنچایا ہے ' بچوں کو جوانوں کی تیزی سے درڑیا ہے ' اور بوڑھوں کو جوانوں سے زیادہ قوی و طاقتور بنا دیا ہے -

جبکہ قوتیں جواب دیدیتی ہیں، جبکہ زمانہ مذہ پھیر لیتا ہے،

غلوب کر لے اور اسلیے ممکن ہے کہ میں تسلیم کر لوں کہ ہمارے لئے کائنات آگیا ہے ' مگر میں نہیں سمجھتا کہ کوئی مسلم قلب ' ہوسمیں ایک ذرہ برابر بھی نور اسلام باقی ہے ' ایک منہ ' ایک لمحہ ک - بچے ' اور ایک عشرہ دقیقے کیلئے بھی اسکو مان سکتا ہے کہ سلام - ملتے کا وقت آگیا ہے -

یہ ' لوں ہی نے ہمیشہ انسانوں کو مغلوب کیا ہے اور نئی قوموں نے ہمیشہ پرانی قوموں کی جگہ لی ہے - اسکا حریف اس عالم میں ہو نہیں بلکہ انسان ہی ہے - پس یہ کوئی عجیب بات نہیں اگر مگر ہمارے سیزدہ صد سالہ دشمن آج مغلوب کر کے فنا کر دیں ' مگر خدا کی رحمت کی توفیق کرنے والو ! میں یہ کیونکر مان لوں ' ایک مصلوب لاش ' حی و قیوم خدائے ذوالجلال کو مغلوب کر سکتی ہے ؟ اور مایوسی خواہ کتنی ہی ہو ' مگر کیونکر تسلیم کر لوں کہ انسانی خدائے قادر و لازوال کی جبروت و کبریائی کو شکست دے سکتے ہیں ؟ حیوان ہوں کہ آج مسلمان مایوس ہو رہے ہیں ' حالانکہ میں تو ہر مایوسی کے تصور سے کانپ جاتا ہوں ' کیونکہ یقین کرتا ہوں کہ مایوس ہونا اُس خدائے ذوالجلال والا کرام کی شان رحمت و ربوبیت کیلئے سب سے بڑا انسانی کفر ' اور اُس کی جناب میں سب سے بڑی نسل آدم کی شوخ چشمی ہے - تم ' جو ان بربادیوں اور شکستوں کے بعد مایوس ہو رہے ہو ' تو بتلاؤ کہ تم نے خدائے اسلام کی قوت و رحمت کو کس پیمانے سے ناپا ہے ؟ وہ کونسا کاہن ابلیس ہے جس نے خدا کے خزانہ رحمت کو دیکھ کر تمہیں بقتلا دیا ہے کہ اب اسمیں تمہارے لیے کچھ نہیں ؟ اطلع الغیب ام انخذ عند الرحمن عہدا ؟ ( ۱۹ : ۸۲ ) ام عند ہم الغیب ہم یکتبون ؟ ؟ ( ۵۲ : ۲۷ ) ( ۱ ) پھر تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم مایوس ہو رہے ہو ' اور کیوں تم نے خدا کی طرف سے منہ پھیر لیا ہے ؟ تم کہتے ہو کہ اب ہمارے لیے مایوسی کے سوا کچھ نہیں ' حالانکہ ایک مسلم دل کیلئے تو نا امیدی سے بڑھ کر کوئی کفر نہیں ہے :

لقد جئتم شیاً ادا - تکاد  
یہ تو تم نے ایسی بڑی سخت بات  
سماعت یتفطرون منہ  
منہ سے نکالی ہے جس کی وجہ سے عجب  
زیستق الارض وتکسر  
نہیں کہ آسمان پھٹ پڑے ' زمین شق  
الجببال ہدا !!  
ہر جاے ' اور پہاڑ ریزے ریزے ہو کر  
زمین کے برابر ہو جائیں ( ۲ )

امید و بیم

ر من یقنظ من رحمۃ الاکافرون ؟

خدا کی رحمت سے کافروں کے سوا اور کون مایوس ہو سکتا ہے ؟

— \* —

انسان شاید یاس و امید کے بارے میں کچھ فطرۃً عاجل ہے - اسکی فطرۃ سادہ ' بچوں کی مثال سے واضح ہوتی ہے - بچوں کا اقعہ ہے کہ ہر حالت کا اثر بغیر تفکر و تدبر کے دفعۃً قبول کر لیتے ہیں - روتے ہوئے بچے کو مٹھائی کا ایک ٹکڑا پکڑا دیجیے تو ہسنے لگتا ہے ' اور چھین لیجیے تو فوراً مچھل جاتا ہے -

یعینہ یہی حال عقل و فکر کے نشو و نما کے بعد بھی انسان کا

( ۱ ) ایا انکو عالم غیب کی خبر ہوگئی ہے یا اس بارے میں انہوں نے خدا سے اپنی دعا کر لیا ہے ؟ اور کیا انکے پاس علم غیب ہے کہ جو واقعہ ہو رہا ہے اس کے درست لکھ دیں ؟

( ۲ ) قرآن کریم کی آیات کا ہم ہمیشہ ترجمہ دیتے ہیں، لیکن یہ واضح رہے کہ میں لفظی ترجمہ کی رعایت بالکل نہیں کی جاتی - بالعموم ترجمہ بعض ہی اصل مضامین کی عبارت کا ایک مسلسل ٹکڑا ہوتا ہے، اور آیت کو بطور حشر کے دھنی جانب دیدیتے ہیں - اس آیت میں بھی "لقد جئتم" کا ترجمہ بالکل یہی ہے ' صرف حاصل مقصد کو حسب معاورہ لکھ دیا ہے -



محسوس ہو رہی ہے۔ اگر ہزاروں ہیں جنہیں خواب غفلت سے مہلت نہیں، تو انکی تعداد بھی کم نہیں جو گو اب تک بستر پر لیٹے ہیں مگر اضطراب کی کڑواہٹیں بھی بدل رہے ہیں، اور یہ یقیناً کارفرمائے قدرت کی ایک سب سے بڑی توفیق بخشی ہے۔ اگر موسم کے بدلنے کا وقت آگیا ہے تو اتنے اثار بھی کم نہیں۔ ہم نے بڑے آتشکدن اور تئورن کو دیکھا ہے کہ انکے اندر سے اگر کے مہیب شعلے آتے رہے تھے، حالانکہ چند گھنٹے پیشتر انکی تہ میں چند بجھتی ہوئی چنگاریوں کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ انہی خاکستر کے تودوں میں چھپی ہوئی چنگاریوں کو جب با تند و تیز کے چند جھونکے میسر آ گئے، تو چشم زدن میں دھکتے ہوئے انگاروں اور اچھلتے ہوئے شعلوں سے تئور بھر گیا۔ پھر کیا عجب ہے کہ سوز و تپش کی جو چنگاریاں اس وقت دلوں میں بجھتی ہوئی نظر آ رہی ہیں، توفیق الہی کی باد شعلہ افروز انہی سے اُس آتشکدہ حیات کو گرم کر دے، جو افسوس ہے کہ روز بروز خاکستر سے بھرتا جاتا ہے !!

ذلک بان اللہ یولج یہ امید اسلیے ہے کہ قدرت الہی کی نیرنگیں اللیل فی النہار سے ایسا ہونا کچھ بعید نہیں۔ وہ رات ہی ویلج النہار فی ظلمت سے دن کی روشنی کو، اور دن سے اللیل ران اللہ سمیع رات کو پیدا کرتا ہے، اور ہماری تمام امیدوں بصیر (۲۲: ۶۰) کو دیکھتا اور دعاؤں کو سنتا ہے۔

\* \* \*

لیکن مایوسی پیغام مرت ہے !

— \* —

لیکن ساتھ ہی افسوس ہے کہ موجودہ حس مصائب اور استیلائے غم و اندوہ کا رخ تذبذب و اعتبار کی طرف نہیں ہے، بلکہ عموماً مایوسی اور ناامیدی کی صورت میں ہے۔ جس طرف دیکھتا ہوں، سقرہ ایدریا نرپل کے راقعہ پر یاس و قنوط کے جذبات کو احاطہ کیے ہوئے پاتا ہوں۔ لڑکے کہتے ہیں کہ اب کیا باقی رہ گیا ہے جسکے ایسے امید کی جائے؟ اور بد قسمتی نے کیا چھوڑا ہے، جو ہمتوں میں مستعدی پیدا کرے؟ اب یا تو مائیم صغیر بچھائیے، یا سیلاب بدبختی کی زریں اپنے تئیں چھوڑ دے کہ جب قربان ہی ہے تو ہاتھ پاؤں دھالنے سے کیا فائدہ؟

پھر کیا اخیری سوالات کا وقت آگیا؟

— \* —

بہتر ہے کہ اس بارے میں میری زبان پر صاف صاف سوالات ہوں: پھر کیا وقت آگیا ہے کہ ہم ہمیشہ کیلئے مایوس ہو جائیں؟ کیا ہم یہ سمجھ لیں کہ امید و یاس کی تقسیم میں اب ہمارے لیے صرف یاس ہی رہ گئی ہے، اور تکمیل فنا میں جسقدر وقت باقی رہ گیا ہے، اُس میں صرف رفتہ کا ماتم، اور آمدہ کی ناامیدی، درہی کام کرنے کیلئے باقی رہ گئے ہیں؟ کیا یہ حیرت انگیز ہو رہا ہے، ہماری زندگی کی اخیری ساءات اور موت کے احتضار کی اخیری حرکت ہے؟ کیا چراغ میں تیل ختم ہو گیا اور بجھنے کا وقت قریب ہے؟ اور سب سے آخر یہ کہ کیا اعداء اسلام اور اسلام کا اخیری مقابلہ ہو چکا، اور (یسوع) کی مصلوب اور مردہ لاش نے خدائے حی و قیوم پر فتح پائی؟؟

میں سمجھتا ہوں کہ یہ سوالات مختلف شکار میں آج بہانے کے سامنے ہو گئے۔ ممکن ہے کہ مایوسی کا غلبہ میرے اعتقاد کو

دارالخلافہ میں ایک جماعت اخیری سعی و مجاہدہ کیلئے اُٹھ کھڑی ہوئی، اور در بارہ اجراء جنگ کے پھر ایک شعاع امید نکلائی۔ حالات کو بدستور تھے، نئی وزارت آئندہ کیلئے باوجود بے سروسامانی کچھ نہ کچھ سامان کرسکتی تھی، مگر جنگ کے گذشتہ ایام میں اسکے پیشرو جو کچھ کر چکے تھے، انکی تلافی محال تھی۔ وہ معصور مقامات کو رسد نہیں پہنچا سکتی تھی اور معصور قلعوں میں نئی فوج بھی نہیں بھیج سکتی تھی۔ با ایں ہمہ مالی مشکلات کا انتظام کیا گیا، اور دو ماہ تک اُس جنگ کو جاری رکھا، جسکو ایک ہفتہ آدھ جاری رکھنے کی قوت بھی تسلیم نہیں کی جاتی تھی !!

اس عرصے میں امید تھی کہ حالات میں آدھ تغیرات ہونگے، اور ایدریا نرپل کے محاصرے میں دشمن کے لیے مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ اسدب و بوائت کی بعثت کا یہ موقعہ نہیں، انکی تفصیل کسی دوسری جگہ پڑھیے گا، مگر نتیجہ یہ نکلا کہ حالات کے عین مطابق، مگر ہماری امیدوں اور ارزروں کے خلاف ایدریا نرپل بھی مفتوح ہو گیا، اور بظاہر ہر شخص نے محسوس کیا کہ اخیری رشتہ امید جو باقی رہ گیا تھا، اُس نے بھی بے رہائی کی:

فان ماتخذ رین قد وقع

میں دیکھتا ہوں کہ (ایدریا نرپل) کے سقوط کی خبر نے ابنائے ملت کی ہمتوں کو پست کر دیا ہے۔ لڑکے عموماً ناامید ہو گئے ہیں، اور اکثر کے دل بیٹھ گئے ہیں۔ یاس و اضطراب کا لشکر جب آتا ہے، تو اسکا پہلا حملہ عقل و دماغ پر ہوتا ہے۔ لڑکے حیران ہیں کہ اب کیا کریں؟ اور مایوس ہیں کہ اب کچھ نہیں کرسکتے۔ موحوم (غالب) نے اسی عام کی تصویر کھینچی ہے:

فرست زدست رفتہ و حسرت فشرده پایے

کاراز درا گذشتہ و افسوس نکرده کس

حس مصائب رحمت الہی ہے

مصیبت کا احساس غم و ماتم کی صورت میں جسقدر شدید ہو، بہتر ہے، کیونکہ زخم کی تکلیف جتنی سہمت ہوتی ہے، اتنی ہی مرہم کے بنانے میں بھی جلدی کی جاتی ہے۔ اور قدرت الہی کی نیرنگیوں نے اکثر ایسا دکھلایا ہے کہ یاس و ناامیدی جب حد انتہا کو پہنچ گئی ہے، تو اسی کی زمین میں امید کی ازسرنو تخم ریزی ہوئی ہے۔

پس موجودہ مصائب کا حس جسقدر درد انگیز ہو، اسکو ذل نیک سمجھنا چاہیے، اور دراصل سچ پوچھیے تو ہماری زبانوں کے آہ و فغاں کو دیکھتے ہوئے جسدرجہ درد و الم دلوں میں ہونا چاہیے تھا، افسوس ہے کہ نہیں ہے۔ ہم میں کتنے ہیں، جنہوں نے چند لمحوں کے اضطراب و تشویش سے زیادہ اپنی زندگی اس غم میں تلخ کی ہے؟ اور پھر کتنے ہیں، جنکے حلق سے ایک وقت کا کھانا بھی کسی بے چینی کے بعد اُترا ہے؟

میں سفر میں تھا جب سقوط ادرنہ کی خبر آئی۔ مجمع اسکے بعد متعدد مقامات میں جانے کا اتفاق ہوا، اور میں نے مسلمانوں کے مختلف طبقات و درجات کی بہت سی آبادیاں دیکھیں۔ میں نے دیکھا کہ جو گزرنا تھا، گزر گیا، لیکن ہماری غفلت و مدھوشی کے اعمال، اور عیش جوئوں اور راحت پسندیوں کے اشغال بدستور جاری ہیں۔ یہ کہتے ہوئے خود اپنے تئیں ندامت اور تکلیف ہوتی ہے مگر افسوس کہ کہا پڑتا ہے۔

تاہم یہ ضروری ہے کہ دلوں کی بے چینی میں شک نہیں، اور ایک تیس جو پلے نہ تھی، اب شاید لاکھوں پہلوؤں میں

کے اندر دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں اور انسانوں کے بڑے بڑے لشکروں جس دشمن کو گرا نہ سکے تھے، آج واقعی بلقان کی چند ریاستوں کے اجماع نے آسے گرا دیا ۱۱

ہاں اگر یہ سچ ہے تو بیشک تمہاری اُس لافنا زندگی کو جسے قیصر روم اور کسراے فارس موت سے بدل نہ سکا تھا، اُس نے مجروح کر دیا ہے۔ تمہارے ان آہنی جسموں کو جنہیں یرموک کے میدان میں متمدن رومیوں کے لاکھوں تیوروں کے نشانے زخمی نہ کر سکے تھے، یقیناً اس نے خاک و خون میں گرا دیا ہے، اور تمہارے اُن نشانہاے توحید اور علم ہائے دین الہی کو، جسے اٹھ ملیبی حملوں کے لاکھوں نیزے بھی نہیں گرا سکے تھے، سچ یہ ہے کہ سروریا کے سور چرانے والوں نے آج پارہ پارہ کر کے گرا دیا ہے۔ پھر اسمیں شک نہیں کہ تم مر گئے۔ تم جو کبھی نہیں مر سکتے تھے، یقیناً مر گئے۔ تم کہ تمہاری رگوں کے اندر خدا کی روح جلال جباری و ساری تھی، اور اسکی نصرت و حمایت کے ملائکہ مسرورین تمہارے آگے درڑتے تھے، یقیناً آج مر گئے۔ پس جس قدر تم کو ماتم کرنا ہے کرلو، اور جس قدر جلد اپنی قبر کھود سکتے ہو، کھود لو، کیونکہ خدا کی رحمت اور دنیا کی زندگی، صرف امید رکھنے والوں کیلئے ہے، اور مایوسی کا نتیجہ موت کے سوا اور کچھ نہیں۔ خدا تم کو نہیں چھوڑتا، پر تم اسے چھوڑ رہے ہو۔ وہ تمہاری طرف دیکھتا لیکن تم نے ناامید ہو کر اُسکی طرف سے منہ موڑ لیا! تم کو معلوم نہیں کہ یہی مایوسی ہے جسکو تمہارے خدا نے کفر کی خود کشی سے تعبیر کیا ہے:

من کان یظن ان  
لس ینصرہ اللہ  
فی الدنیا والاخرہ  
فلیمددہ بسبب  
الی السماء ثم  
لیقطع فلینظر  
هل یدھبن  
کیدہ ما یغیظ  
و کذا لک  
انزلناہ ایات  
بینات و ان  
اللہ ینھدی  
عن یرید -  
(۲۲ : ۱۵)

جو شخص مایوس ہو کر اللہ کی نیت ایسا ظن بد رکھتا ہو کہ اب دنیا و آخرت میں خدا اسکی مدد کرے ہی کا نہیں، تو پھر اسکو چاہیے کہ اوپر کی طرف ایک رسی تانے، اور اسکا پھندا بنا کر اپنے گلے میں پھانسی لگالے اور اسطرح زمین سے (جہاں اب وہ اپنے لیے صرف مایوسی ہی سمجھتا ہے) اپنا تعلق قطع کر لے، پھر دیکھے کہ آیا اس تدبیر سے اُسکی وہ شکایت جسکی وجہ سے مایوس ہو رہا تھا، دور ہوگئی ہے یا نہیں؟ اسی طرح ہم نے قرآن کریم میں ہدایت و فلاح کی روشن دلیلیں آناری ہیں، تاکہ تم اسپر غور کرو، اور اللہ جس کو چاہتا ہے اسے ذریعہ سے ہدایت بخشتا ہے۔

ہنوز آن ابر رحمت در نشانست

— \* —

سب سے پہلے تو ہم مایوسی کے اس حصے ہی کو تسلیم نہیں کر سکتے کہ دولت عثمانیہ اور ترکوں کی طرف سے بالکل مایوس ہو جائیں اور سمجھ لیں کہ اس جنگ نے انہیں اب بالکل عضو معطل کر دیا۔ جو کچھ ہو چکا ہے، ابھی اس کے بعد بھی سنبھلنے کیلئے کئی میدان باقی ہیں اور اگر عبرت و تنبیہ کی یہ سزائیں بے اثر نہ رہیں اور بقیہ قوائے عاملہ کو ابھرنے اور کام کرنے کی توفیق مل جائے تو اب بھی یہ قوم، جسکی شمشیر اٹھ سو برس سے علم اسلامی کیلئے مدافعت کر رہی ہے، ہنپ سکتی ہے، اور حالات فوراً متغیر ہو جاسکتے ہیں۔

دنیا میں ہمیشہ واقعات کا مطالعہ کرنے کیلئے در طرح کی نظریں رہی ہیں، ایک امید کی اور دوسری مایوسی کی۔ حکمت یونان کی نسبت سنا ہوگا کہ اثار و نتائج عالم پر بحث کرتے ہوئے ان میں در مختلف مذاہب امید اور مایوسی کے تھے۔ پھر جس

انکو کوئی فائدہ پہنچ گیا تو مطمئن ہو گئے۔ اور اگر کبھی مصیبت آ پڑی، تو جدھر سے آئے تھے، اُتے پانوں اور ہر ہی کورٹ گئے (یعنی مایوس ہو کر ایمان سے ہاتھ اٹھا لیا)۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنی دنیا بھی کھوئی اور آخرت بھی، اور یہی سب سے بڑا اور بالکل صریح نقصان ہے۔ فرمایا کہ ”خسر الدنیا والاخرہ“ کیونکہ مایوسی کے بعد انسان کی فو عمل معطل ہو جاتی ہے۔ پھر نہ وہ صرف دنیا ہی میں ناکام رہتا رہتا ہے، بلکہ عاقبت کی خوشحالی سے بھی آسے ناامیدی ہی ملتی ہے۔

نسان کا فرض سعی و تدبیر ہے، اور وہ جب تک اس دنیا کی حضم پر باقی ہے، اسکو سعی و کوشش سے باز نہیں آنا چاہیے۔ ہمارا بولہ عزیز بیمار ہوتا ہے، اور اسکی حالت، صحت کی طرف سے مایوس کر دیتی ہے۔ ڈاکٹر بھی جواب دیدیتے ہیں، تاہم سعی و علاج سے آخری ساعات نزع تک باز نہیں آتے۔ جب افراد کے ساتھ ہمارا حال یہ ہے، تو تعجب ہے کہ قوم و ملت کے ساتھ نہو؟ اس کو معلوم ہے کہ کب دروازہ رحمت کھلنے والا ہے، اور کب بارش ہونے والی ہے؟ دھقان کا کام صرف یہ ہے کہ تخم پاشی کرتا رہے:

چون دمہدم عنایت توفیق ممکن ست  
در تگنہ نزع نہ کوشد کیسے چرا؟

فتح و شکست کا اصلی میدان

دل کے اندر ہے، نہ کہ اس سے باہر

یہاں تک میں نے جو کچھ لکھا، یہ عام انسانی حالت کے اعتبار سے تھا، لیکن اب سوچنا چاہیے کہ یہ حیثیت اسلام کے اس رت ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

پھر میں نہیں سمجھتا کہ اگر موجودہ جنگ میں ہر طرف نتیجہ شکست ہی رہا، اور مسلمانوں کو اپنے آخری دنوں میں ایک سب سے بڑی نقصان رساں شکست اٹھانی پڑی، تو اس سے فرزندان اسلام مایوس کیوں ہو جائیں؟ اگر ایڈریا نوپل چھ مہینے کی عدیم النظیر مدد سے، اور آخر کے محیر العقول مقابلہ و مقاتلے کے بعد، بالآخر قدرتی سبب و حالات کی بنا پر مفتوح ہو گیا، تو پھر چالیس کروڑ فرزندان اسلام کی حصن امید لشکر مایوسی سے کیوں مفتوح ہو جائے؟ یہ سچ ہے کہ ہمارے دشمنوں کے میدان جنگ میں ہمیں شنسنیں دیں، لیکن انہی وہ اس امید کو شکست نہیں دیں گے، جو ہر مسلم دل کو اسلام کے خدائے قادر و قیوم سے ہونی چاہیے؟

ایک لاکھ سے زیادہ سروری و بلغاری لشکر توپوں کے دھانے پہنکر اگر ایڈریا نوپل کی مٹی کی دیواروں کو دھا دیتا ہے، تو یہ راسا دنیا کا نیا اور عجیب واقعہ ہے؟ اسمیں اُس قوم کیلئے ہنسی شرم کی بات ہے جس نے ستہ ہزار فوج کے ساتھ ایک ب پناہ اور مٹی کی دیواروں سے بنے ہوئے مقام میں چھ مہینے تک مدافعت کی ہو؟ اسپر ہمیں ماتم نشیں ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم ایک لمحہ کیلئے بھی یہ نہیں مان سکتے کہ بلغاری سروریوں سے ہماری جرأت و شہامت کو شکست دیدی۔ لیکن اس سے خاندان اسلام کے ماتم گسارو! جسکے چالیس کروڑ فرزند اس دوت سطح ارضی پر چلتے پھرتے ہیں! اگر یہ سچ ہے کہ تمہارے دل اس مایوس ہو گئے ہیں، اور تمہارے دل کے اندر خدائے ابراہیم (علیہما الصلوٰۃ والسلام) نے جو چراغ امید روشن کیا تھا، وہ بج بچھ گیا ہے، تو پھر اسمیں کوئی شک نہیں کہ واقعی سروری اور دوسری مجاہدین صلیب نے تم کو شکست دیدی، اور تیرہ سو برس

پہر اگر دشمن کی کات نے زخمی کیا ہے تو بھاگتے کیوں ہو؟ مایوسی خود کشی ہے اور امید زندگی - اور زیادہ چابکدستی سے پیکار جنگ کیلئے طیار ہو جاؤ - کیونکہ جب تک دوسروں پر زخمی کرتے تھے زیادہ ہمت مطلوب نہ تھی، لیکن زخم کھانے پر تم نے معلوم کر لیا کہ دشمن توقع سے زیادہ قوی ہے، اور اب پلے سے زیادہ ہمت اور مستعدی مطلوب ہے -

میں نے کہا کہ قومی زندگی کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ اسکا ہر فرد ایک پیکر امید ہوتا ہے، اور اپنے دل کو امید کی جگہ سمجھتا ہے، نہ کہ مایوسی کی - لیکن اتنا ہی نہیں، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ زندہ قوموں کیلئے مایوسی کے اسباب ہی امید کا پیغام ہوتا ہے، اور مصیبتیں جتنی بڑھتی ہیں، اتنی ہی وہ اپنی امید کو اور زیادہ محبت اور پیار سے پالتے ہیں - مصیبتیں انکو مایوس نہیں کرتیں، بلکہ غفلت سے ہشیار کر دیتی ہیں، اور عبرت و تنبہ کی صورت میں انکے سامنے آتی ہیں - وہ مصائب کے سیلاب کو دیکھ کر بھاگتے نہیں، بلکہ اُس راہ کو ڈھونڈ کر بند کرنا چاہتے ہیں، جہاں سے اسنے نکل کر بھنے کی راہ نکالی ہے -

پس مصائب انکے لیے رحمت ہو جاتے ہیں، اور نامرادی اُنکے لیے کامیابی کا دروازہ کھول دیتی ہے - وہ جسقدر کھوتے ہیں، اتنا ہی زیادہ پاتے ہیں، اور جسقدر گرتے ہیں، اتنا ہی زیادہ مستعدی سے اُٹھتے ہیں - وہی دنیا جو کل تک انکے لیے نامرادیوں کا دوزخ تھی، یکایک کامیابیوں کا بہشت بن جاتی ہے، اور جس طرف دیکھتے ہیں، تخت فتح یابی بچے ہوئے، اور انہار کامرانی بہتی ہوئی نظر آتی ہیں - یہی بہشت امید ہے جسکے رهنے والوں کی نسبت کہا گیا ہے کہ :

متکئین فیہا علی کامیابی و فیروز مندی کے تخت  
الرائک لا یرون فیہا پر تکیے لگائے بیٹھے ہونگے - تم  
شمساً ولا زمہریرا اندرہ کی سورش و تابش کا انہیں  
حس نک نہرگا (۷۶ : ۱۲)

کیونکہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے، پس دنیا بھی انکو مایوس نہیں کرتی -

ہلاکت امید اور موت قنوط

—\*—

لیکن اسی طرح قومی زندگی کے ایام مہات، اور انسانی ارتقاء حیات کا سد باب، اُس دن سے شروع ہوتا ہے، جس دن کاشانہ دل سے امید کا جنازہ اُٹھتا، اور مایوسی کا لشکر فنا مندوتا ہے - جس فرد یا جس قوم کو مصیبتوں اور نا کامیابیوں کے عالم میں مایوس دیکھو، یقین کرو کہ اسکا آخری دن آگیا - مصیبتیں تو اسلیے آتیں، نہ غفلت کو شکست اور ہمت کو تقویت ہو، لیکن جو لوگ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جاتے ہیں، دنیا کے اعمال و تدابیر کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لیتے ہیں، اور یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہمارے لیے دنیا میں کچھ نہیں رہا، وہ تو خود اپنے لیے زندگی کے بدلے موت کو پسند کرتے ہیں - پھر دنیا کی کامیابی، زندگی و لوکر لینے والوں کیلئے ہے، مت جانے کے مثلاً شیوں کیلئے نہیں ہے -

دیکھو! قرآن کریم نے کیسے جامع الفاظ میں ایسے لوگوں کی حالت اور انکی مایوسی کے نتائج کی طرف اشارہ کیا ہے، اور اُس سے کس چیز کی طرف اشارہ نہیں کیا، مگر افسوس کہ بہت کم لوگ ہیں، جو اسکی صداؤں پر کان لگاتے ہیں !

ومن الذاس من یعبد اور انسانوں میں بعض ایسے ہیں جو خدا  
اللہ علی حرف، فان کی پرستش تو کرتے ہیں، مگر انکے  
امابہ خیر، اطمان بہ، دلوں میں استقامت نہیں ہوتی -

جبکہ زمین کے کسی گوشے سے صدائے ہمت نہیں آتی، اور جبکہ تمام اعضاء عمل جواب دیدیتے ہیں، تو امید ہی کا فرشتہ ہوتا ہے، جو مسکراتا ہوا آتا ہے، اپنے پرروں کو کھولتا ہے، اور اسکے سایے میں لیکر، قوت و طاقت، ہمت و مستعدی، چستی و چالاکی کی ایک روح تازہ دلوں میں پیدا کر دیتا ہے !

دنیا میں کامیابی اعمال کا نتیجہ ہے، اور اعمال کیلئے پہلی چیز امید ہے - جب تک انسان کے اندر امید قائم ہے، مصیبتوں اور ہلاکتوں کے اگر عفویت بڑی سامنے آکرتے ہوں، تو بھی اسکو شکست نہیں دے سکتے -

اگر خون اور اسکا دوران انسان کی جسمانی حیات کیلئے ضروری ہے تو یقین کیجیے کہ اخلاقی و ادبی حیات کیلئے امید اسکے اندر بمنزلہ روح کے ہے - جب تک اسکا دوران دل سے اُٹھ کر (یا باصطلاح حال دماغ سے نکل کر) جسم کے تمام گوشوں میں حرارت عمل پیدا کر رہا ہے، اسکی قوت عمل زندہ، اسکے اعضاء کار متحرک، اور پائے مستعدی سرگرم تگاپو ہیں - لیکن جہاں یہ روح حیات دل سے نکلی، پھر جسم انسانی کیلئے قبر کے سوا کبھی ٹھکانا نہیں -

ایک شخص جب مایوس ہو گیا، جب اس نے یقین کر لیا کہ اب اسکے لیے دنیا میں کچھ نہیں، جب اس نے فیصلہ کر لیا کہ اب خدا اسے کچھ نہ دیگا، تو غرہ رہے کہ اسکا دماغ کیوں سوچے؟ دل میں امنگ کیوں پیدا ہو؟ ہانیہ کیوں ہلے؟ اور پائوں بڑھنے کیلئے کیوں متحرک ہوں؟

قروں کی زندگی کی ایک بہت بڑی علامت یہ ہے کہ انکا دل امید کا دائمی اشیانہ ہوتا ہے، اور خواہ نا کامی و مصائب کا کتنا ہی ہجوم ہو مگر امید کا طائر مقدس، انکے دل کے گوشے سے نہیں اڑتا - وہ دنیا کو ایک کار گاہ عمل سمجھتے ہیں، اور امید کہتی ہے کہ یہاں جو کچھ ہے، صرف تمہارے ہی لیے ہے - اگر آج تم اسپر قبض نہیں ہو تو غم نہیں، کیونکہ عمل و جہد کے بعد کل کو وہ تمہارے ہی لیے ہونے والی ہے -

مصیبتیں جس قدر آتی ہیں، وہ انکو صبر و تحمل کی ڈھال پر روکتے ہیں، اور غم و اندرہ سے اپنے دماغ کو معطل نہیں ہونے دیتے، بلکہ مصیبتوں کو دور کرنے اور انکی صغوں پر غالب آنے کی تدابیر پر غور کرتے ہیں - نامرادی انکے دلوں کو معجز روح کرتی ہے، پھر مایوس نہیں کرتی، اور غم کے لشکر سے ہزیمت اُٹھاتے ہیں، پھر بھاگتے نہیں - دنیا ایک میدان کارزار ہے، اور جس چیز کو تم عمل کہتے ہو، دراصل یہ ایک حربہ فناء کشمکش اور مقابلہ ہے - پس جس طرح جنگ میں رهنے والے سپاہیوں کو فتح و شکست سے چارہ نہیں - وہ کبھی زخمی کرتے ہیں اور کبھی خود زخمی ہوتے ہیں، اسی طرح دنیا میں بھی جو مخلوق بستی ہے، اسے کامیابی و نا کامی اور فیروز مندی و نامرادی سے چارہ نہیں - کیا ضرور ہے کہ ہمیشہ ہماری ہی تلوار اور دشمن کی گردن ہو؟ کیوں نہ ہم اپنے سرو سینے میں بھی زخم کے نشان پائیں؟ بستر پر آرام کرنے والوں کو روزنا چاہیے کہ پائوں میں کاٹا چبھ گیا، لیکن سپاہی کو زخموں پر زخم کھا کر بھی اُف نہیں کرنا چاہیے - کیونکہ اس کی جہہ تو بستر نہیں، بلکہ میدان جنگ ہے -

شکست و زخم کا خوف ہے تو میدان جنگ میں قدم ہی نہ رکھو، اور تلواروں کو بچا نا چاہتے ہو تو تمہارے لیے بہتر جگہ پھولوں کی سیج ہے - چلو گے تو تھوکر ہواؤ گے، اور لڑو گے تو زخم سے چارہ نہیں - پس اگر تھوکر لگی ہے تو آنکھیں کھولو اور بیدار ہونے کی جگہ تیزی سے چلو، کیونکہ جتنی دیر بیٹھ کر تم نے اپنا گھٹنا سہلایا، اتنی دیر میں قافلہ آرد دوز نکل گیا -





کے سپرد کر دی - وہ اپنے کلمہ مقدس کی حفاظت کیلئے ہمارے محتاج نہیں ہے، بلکہ ہم اپنے زندگی کیلئے اسکے دین میں کی خدمت گزاری کے محتاج ہیں :

یا ایہا الناس ! انتم الفقراء الى الله ، والله هو الغني الحميد - ان يشاء يذهبكم ربات بخلق جديد - وما ذلك على الله بعزيز ( ۱۷ : ۳۵ )

دوسری جگہ سورہ ( نساء ) میں ارشاد ہوا :  
 وان تكفروا فان الله مافي السموات ومافي الارض وكان الله غنيا حميدا - والله ما في السموات وما في الارض ، وكفى بالله زكيلا -  
 ان يشاء يذهبكم ايها الناس ! ربات باخرون ، وكان الله على ذلك قديرا ( ۱۳۳ : ۴ )

لا تايسوا من روح الله !

نرمند منہ ، کہ نا امیدي کفر است

پھر یہ ممکن ہے کہ اس کا لذت ارضی کا ہر مخلوق نا امید ہو جائے ، یہ بھی محال نہیں کہ دنیا کی تمام قومیں اور تمام انسانی جماعتیں مایوسی کو اپنا قبلہ مقصود بنالیں ، لیکن جن لوگوں کے دلوں کو اسلام کی امانت سپرد کی گئی ہے ، وہ تو کبھی مایوس نہیں ہو سکتے - اسلام سر تا سر امید ہے ، وہ جب کبھی کسی انسان کا ہاتھ پکڑتا ہے تو پہلی چیز جو اُسے دیتا ہے وہ امید ہی ہے - اسکی اصطلاح میں ایمان امید کا نام ہے ، اور مایوسی کفر کا مبداء ہے - حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کی تھی کہ :

لا تايسوا من روح خدا کی روح رحمت سے مایوس نہو  
 الله ، انه لا يائس اسکی رحمت سے کوئی مایوس نہیں  
 من روح الله الا القوم ہوسکتا مگر وہی بدبخت قومیں  
 الكافرون جنہوں نے اپنے دلوں کو کفر کا آشیانہ بنا لیا ہے - ( ۸۸ : ۱۳ )

اسکی پہلی آواز اپنے ہر پیرو کیلئے یہ ہے کہ ” لا تغفلوا من رحمة الله !! “ وہ مایوسی کو کسی حال میں ایک مومن کیلئے جائز نہیں رکھتا اور کہتا ہے کہ : ” من يقنط من رحمة “ الا الكافرون : دنیا میں مسلمان مایوسی کیلئے نہیں پیدا کیے گئے ہیں ، وہ صرف امید کیلئے ہیں ، اور جس دن اسکے لیے نہوں ، اس دن وہ مسلمان بھی نہیں - یہ موقع اسکی تفصیل کا نہیں ، مگر اُس آیت کریمہ : ” یاد کرو جس سے اس مضمون کا افتتاح ہوا ہے - خدا نے مایوس ہو جانے والوں کی نسبت فرمایا کہ اگر وہ مایوس ہو گئے ہیں ، تو اُنکے رہنے کیلئے میری پیدا کی ہوئی دنیا موزوں نہیں ” فليمدد بسبب الي السماء ، فليقطع “ آنکو چاہیے کہ رسی ، پھندا گلے میں ڈالکر خود کشی کر لیں ، کیونکہ مایوسی کی دوسری منزل خود کشی ہی ہے -

”الہلال“ اپنی ہر اشاعت میں اس صدائے الہی کو دہراتا ہے :

لا تنهوا ولا تحزنوا ، وانتم الاعلون

ان کنتم مومنین -

خرچ کی نظر سے تم دنیا کو دیکھو گے ، وہ اسی رنگ میں نظر آئے گی - مایوسی کی نظر سے دیکھو تو اسکے دلائل بھی بے شمار ہیں ، اور امید کا مذہب اختیار کرو تو اسکے پہلو بھی مایوسی سے کم نہیں - اسلام ہم کو ہمیشہ امید کی تلقین کرتا ہے ، پس کیوں نہ ہم ہمیدہ کے پہلوں ہی پر چلے نظر ڈال لیں ؟

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ( جیسا کہ کسی وقت تفصیل سے لکھنا ) با ایں ہمہ حالات ، ترکوں کی طرف سے مایوس ہو جانے کی فطری وجہ نہیں پاتا -

اور پھر اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اب ترکوں کی قوت کا بالکل خاتمہ ہو گیا تو مجبور خدا کیلئے جواب دہ کہ کیا تمہارے خدا کی قوت کا بھی خاتمہ ہو گیا ؟ مان لو کہ ترکوں کی تلوار زنگ آلود ہو گئی تھی اور اب قوت کرانکے ہاتھوں سے گر گئی ہے ، لیکن کس کو معلوم ہے کہ ابھی خدا کے لازوال خزانہ نصرت میں آؤر کتنی غیر مستعمل تلوازیں پڑی ہیں ، جنکو وہ اپنے دین میں اور کلمہ محبوب کی حمایت کیلئے چمکا سکتا ہے ؟ اسلام ایک قوت الہیہ ہے ، جس کی زندگی انسانوں اور قوموں سے وابستہ نہیں ہے ، بلکہ قوموں کی زندگی اسکی متابعت اور معیت سے وابستہ ہے - پھر قومیں گرسختی ہیں اور انسانوں کے فانی جسم مت سکتے ہیں ، پر وہ نہیں مت سکتا - وہ اپنے خدائے لازوال کی غیر فانی قوت کے ساتھ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا ، کیونکہ وہ صداقت ہے ، اور صداقت کب نہ تھی ، اور کب نہیں رہیگی ؟

اسلام کا ظہور ترکوں کے ظہور کے ساتھ نہیں ہوا ہے ، بلکہ ترکوں نے اسکے دم سے اپنی ہستی کو برقرار رکھا ہے - کیا تیرا سربوس پہلے جب غار ( حرا ) کے عاروں سے حق کی روشنی چمکی ، تو اُس وقت ترکوں کا ہاتھ اسکا محافظ تھا ؟ کیا ( بدر ) اور حنین کے میدانوں میں ترک تیرے جنمیں سے تین سو فافہ مستوں نے تین ہزار جوانان عرب کو خاک و خوں میں ملا دیا تھا ؟ کیا ( یومرک ) اور ( قادسیہ ) کے معرکہ ہائے خونیں میں ” ترک ہی تھے “ جنہوں نے زمینیں اور ایرانیں کی ہزاروں لاشیں سے صحرائے شام و مدائن کو بھر دیا تھا ؟ وہ قوم جس نے تخت کسری کے ہزارہا سالہ عظمت کا خاتمہ کر دیا تھا ، ترکوں کی تو نہ تھی - وہ ، جس نے سپہ سالار روم کے سامنے اپنے نیزے کو ریشمیں قالین کے اندر سے زمین میں چھو دیا تھا ، یقیناً کوئی ترک تو نہ تھا -

پھر ( دمشق ) اور ( بعدا ) کے تخت پر کون تھا ؟ اور کن کے گھوڑے تھے ، جنہوں نے ( بھر الکاهل ) کی مہلت طرفانوں سے اُنکر جبل الطارق پر علم توحید بلند کر دیا تھا ؟ ترکوں کو تخت خلافت اسلامی پر قدم رکھنے کے کتنے دن گزرے ہیں ؟ خدا کیلئے ان سوالوں کا جواب در ! ترکوں سے پہلے جس قوت نے ہمیشہ علم توحید کی حفاظت کی ہے ، کیا وہ آج ترکوں کے بعد کسی دوسری قوم کو بھیج کر نہیں کر سکتی ؟ نادانوں ! تم نے اگر اللہ کی بخشی ہوئی حکومت و عزت کو کھو دیا ہے تو غم نہیں ، لیکن یہ کیا بدبختی ہے کہ اپنے دلوں اور دلوں ای روح امید کو بھی کھو رہے ہو ؟ اس تیرہ سو برس کے اندر کتنی قومیں آئیں ، اور اپنی اپنی بری میں حفاظت اسلام کی خدمت انجام دیکو چلی گئیں - جب تک انہوں نے اسلام کا ساتھ دیا اور اپنے اعمال و اعتقادات میں اس سے منہ نہیں موڑا ، اس وقت تک وہ بھی انکے ساتھ رہے ، لیکن جب انہوں نے اپنی صلاحیت اور قابلیت کھو دی ، اور اس مقصد کو بھول گئے ، جسکی انجام دہی کیلئے زمین کی وراثت انکو دی گئی تھی ، تو انکا دور کار فرمائی ختم ہو گیا ، اور اللہ نے اپنے دین کی حفاظت کی امانت کسی دوسری جماعت

دیواری میں اپنے اغراض و مقاصد کو معدوم نہ کرو۔ مسلم تو کل ورے زمین کا باشندہ ہے۔ اُس کا وطن تو کل دنیا ہے۔ وہ تو اراہی حالات کا غلام نہیں \*

برادران! تمہیں ایک دن خدا اور اس کے رسول کے سامنے حاضر ہونا ہے جس نے تم میں اپنا مقدس پیغام پڑا کائنات عالم میں پہنچانے کیلئے ودیعت کیا ہے لیکن اب نصف دنیا کا دروازہ تم پر بند ہونے لگا ہے اور بقیہ نصف دنیا میں تمہارے دشمنوں نے تمہارے دن گن چھوڑے ہیں۔ ان حالات کے پیدا کرنے کا ذمہ دار ایک حد تک یورپ کا ریشہ بھی ہے جس کے مانتے وہ کل دنیا پر اپنی عظمت قائم کرنے کی فکر میں ہے۔ لیکن اس کا بڑا بڑی باعث وہ غلط رائے اور غلط محکمہ ہے اور غلط مفہوم ہے۔ جو مغرب میں اسلام کے متعلق قائم ہو چکا ہے۔ یہ افتر اور بہانہ جو ہم پر یہاں لگائے جاتے ہیں کچھ تو یاد رکھو کہ یہ سب کچھ ایک سخت گہری پوئیکل مصلحت کا نتیجہ ہے۔ بدگو مشنوں کے نہ تھکنے والے قلم نے ہم کو زیادہ تر نقصان پہنچایا ہے۔ اب اگر ضرورت ہے تو اس کے مقابل ایسے ہی قلم کی ہے جو حمایت میں آئے! یاد رکھو اور خرب یاد رکھو یورپ کے آلات حرب تمہیں اس قدر خاک میں نہیں ملا رہے ہیں بلکہ یورپ کی گمراہ کردہ وہ عام رائے یہ کام کر رہی ہے جو ہمارے متعلق ہے اور جس نے یہ ایام بد ہمارے لیے پیدا کر دیے ہیں۔ خدا نے چاہا تو تو اس مصیبت سے نکل ہی جاؤ گے۔ لیکن ہمارا یہ حیثیت قوم ورے زمین پر قائم رہنا اُس رائے اور محکمہ کی تبدیلی پر منحصر ہے جو نہایت ذلیل طریق پر ہمارے خلاف قائم ہو چکی ہے۔

برادران! یہ ایک بڑا بڑی مسئلہ آپ کے سامنے ہے اور آپ کی فوری اور آبی نوجہ اور غور کو چاہتا ہے۔ میں تو یہاں عاجزانہ طریق پر اپنی مددہی دھن میں آنکلا تھا اور دولت کمانا تو میرا مقصد ہی نہ تھا۔ میں تو خود اپنی روز افزوں چلتی رکالت کو پیچھے چھوڑ آتا ہوں جس کے متعلق آپکا انتخاب کردہ پریسیڈنٹ آپکو اطلاع دیگا۔ لیکن مجھے یہاں آکر اپنے ارادہ کو کچھ بدلنا پڑا۔ میں اپنے نفصوں سے وقف ہوں اور یہ بڑا بڑی کام ہے جو میرے سامنے ہے اور اس کام کا حق اسی صورت میں ادا ہو سکتا ہے جب ہمدردانہ کوشش مل جل کر ہو۔ میں تو دل سے چاہتا ہوں کہ میری جگہ کوئی مجھ سے بہتر اور زیادہ کامل انسان آئے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ لندن میں آئے روزانہ اور ہفتہ وار اخبار میں جو وزارتوں میں مفت تقسیم ہوں، وہی کاسریدہ ہو، وہی مکمل ہو، وہی آہرز ہو، کوئی ریونیو آف ریلیجیوز، وہی ریونیو ہو۔

خدا آپ کے ساتھ ہو اور آپ کے دل میں وہ ضروری باتیں آئیں جس سے آپ نے معاملات کل ورے زمین پر مشہور مستخدم ہوں۔

ہمدردی بھائی  
{ حواصہ لصال الدین } ۱۵۸ - ملکیت اسٹریٹ - لندن

## الھلال کی ایجنسی

— \* —

ہندوستان کے تمام اہلکار، بدنگہ، بھارتی، اور مرہٹی ہفتہ وار رسائل میں الھلال پہلا رسالہ ہے جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے۔ ان کو آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں، تو اپنے شہر کی ایسے اسکے ایجنٹ بن جائیے۔

بدل دینا ایک بڑا بڑی کام تھا۔ چنانچہ اس کمینہ اور گندے سر اور سر انجام دینے کے لیے بدگور، مفتوری، جھوٹ بولنے والوں کی ایک نسل پیدا ہو گئی۔ ترکوں کے برخلاف بلحاظ قوم تو کیا ہو سکتا تھا، اس لیے ہر ایک قابل نفرت امر اسلام کے سر پر لایا۔ کیونکہ یہ ترکوں کا مذہب تھا، اور اُس مذہب کو جو جس امن، روشنی، اور تہذیب لایا، اور جس کی تعلیم نے کل مذہب جدید کے بنیادی اصول تعلیم کیے، اُس مذہب کو تاریک تاریک رنگوں میں ظاہر کیا گیا جس کا نتیجہ موجودہ حالات ہوئے۔ خدا تعالیٰ کی مصلحت نے ہمیں برطانوی سلطنت کے زیر سایہ رہنا ہے اور کئی طریق پر یہ سلطنت ہمارے لئے مفید ہو رہی ہے۔ اب بھی انگریزی قوم انصاف و نصفت شعاری کی حامی ہے۔ اب بھی کمزور کا ساتھ دینا اس قوم کا شعار ہے اور یہ یقین کامل ہے کہ اگر عمدہ رھدائی سے باغضطہ کوشش کی گئی تو ہم نے اپنے معاملات سے یہاں کے لوگوں کو اطلاع دی تو یہاں یہاں پالیسی بدل سکتی ہے۔ علاوہ ازیں ”جان بل“ اپنے معاملہ کو خوب سمجھتا ہے اور کسی کے لیے اپنے معاملہ کو نہیں بگاڑ سکتا۔ جن لوگوں نے ہمارے خلاف یہ صورت حال پیدا کر رکھی ہے وہ بھی برے ہوشیار ہیں، وہ بھی کوشش میں لگے ہی رہتے ہیں۔ یہاں کے متدین لوگوں کو ہمارے معاملات اصلی حالت میں نظر نہ آتے۔ وہ جانتے ہیں کہ مسلمانان ہند کی متفقہ آواز ان کو یہاں پہنچ گئی تو یہاں کے خیالات اور رائے کے بدلنے کے لئے کافی ہوگی۔ اس لیے ہمارے حالات اور کاروبار کو آٹے طرز پر نہایت ہی خفیف دے بیان کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑے۔ مثال کے طور پر میں اُس دلچسپی کا ذکر کرتا ہوں جو آج کل ہمیں معاملات کی بے رہی سے ہے۔ وہاں سلطنت کے برے برے شہروں میں آپ عظیم الشان رقیع جلسہ کر رہے ہیں، جن کی اہمیت نے اعلیٰ مسلمان سلطنت تک کو آپ کا ہمدرد بنا رکھا ہے۔ لیکن یہاں کا اخبار پل مال گزٹ اپنے ناظرین کی آنکھوں میں خاک ڈالتا ہے، جب وہ اپنی ۳۱ - کی اشاعت میں بیان کرتا ہے کہ کلکتہ، لاہور، یا دیگر مقامات کے اسلامی جلسے جو بدلتانی جنگ کے متعلق برطانوی راج عمل پر ہو رہے ہیں، چنداں قابل التفات نہیں۔ کیونکہ نوجوان نوجوانی طرح یہ جلسے بھی چند نوجوان مسلمانوں کی سرورش سے ہیں۔ جو مسلمان قوم تو اس وقت سخت گھبراہٹ اور بے چین ہیں۔ یہاں کدسریو جماعت کا یہ آرگن لوگوں کو یقین دلاتا ہے کہ ہم برطانوی سے کوئی تعلق نہیں اور نہ مسلمانان ہند کو اس سر انجام کرنی کے متعلق شوش ہی ہے، بلکہ یہ تو انڈیا مسلم لیگ کے نوجوان ممبروں کی کارروائی ہے۔ جب ہماری حکمران قوم کو یہ بدقسمتی ہے کہ اُس میں ایسے ناقابل اعتبار وقائع نگار اور نویس رائے پیدا کرنے والے ایسے نا اہل انسان پیدا ہوتے ہیں، تو یہ تو کوئی تلخی کرکدرے تو اُس قوم کا کیا قصور؟ یہ تو ہم قوم کا پہلا فرص ہے کہ وہ اپنے حکمرانوں کو اپنے حالات سے صحیح اطلاع دینے کا مناسب انتظام کریں۔ ہمارے ہمدردان وطن بھی ہر بھی ہوشیار اور سمجھدار ہیں۔ مدت سے انہوں نے اس راز کچھ لیا ہے اور نہایت ہی اطمینان بخش اس کا علاج کر لیا۔ ان کے یہاں نہایت ہی نامعلوم لیکن نہایت ہی کارکن ذرائع ہیں جن سے وہ اپنے مفید خیالات پیدا کرتے ہیں کامیاب ہو دیں اور اپنی پیش بینی کے ثمرات حاصل کر رہے ہیں۔

دوران قوم! آج آپ لکھنؤ میں آن امور پر غور کرنے لئے جمع ہوئے ہیں جو بالکل آپ کے قریب پیش نظر ہیں۔ لیکن ہمارے ہم وطن ہندو بھائیوں کی طرح الگ تھلک کی چار





## اختلال دوات عثمانیہ

اور

مصائب اسلامی

حضرت مولانا - السلام علیکم - آجکل جو مصائب اسلامی دنیا پر حسب مشیت ایزدی نازل ہو رہے ہیں، وہ اظہر من الشمس ہیں۔ وہ مسلمان خورش قسمت ہیں جو اخذی دنیا سے باہر رہتے ہیں۔ جنکو اس وقت تک معلوم بھی نہیں کہ قسطنطنیہ کہاں ہے؟ کہاں جنگ ہو رہی ہے؟ اور یقیناً جنگ کون ہیں؟ ایسے بیخبر مسلمانوں کی تعداد بھی کروڑوں سے کم نہیں، مگر جو لوگ جانتے ہیں کہ قسطنطنیہ مرکز خلافت ہے اور اس وقت صلیب پرستوں کی مظفر منہر فوجیں اس اسلامی مرکز کے دروازہ تک پہنچ گئی ہیں اور یزور شمشیر دروازہ توڑ کر اندر داخل ہونیکے لیے تیار ہیں، ایسے لوگوں کی تعداد بھی اس وقت کروڑوں سے کم نہیں۔ یہاں برسوں پنجشنبہ کے روز معلوم ہوا کہ بلغاریوں نے ایڈریا لبرل تسخیر کر لیا، توحید رھانے رخصت ہوئی اور تثلیث کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ میری زبان سے اس وقت بے اختیار یہی نکلا ”یا لیتنی مت قبل هذا“ رکنت نسیاً منسیاً“ اب بہر حال جنگ کا خاتمہ ہے۔ عارضی صلح کے خاتمہ پر بلغاریوں نے جو دھمکی دی تھی اور جسکی وقعت ہماری اسلامی نظر نہیں گیدز بھدکی سے زیادہ نہ تھی، اسکی واقعات نے تصدیق کر دی۔

اب میں اپنے چند خیالات جناب کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ یہی خیالات اس وقت لاکھوں مسلمان دلوں میں موجود ہونگے اور اگر آپ اپنی رائے ان خیالات کے متعلق اپنے اخبار کے ذریعہ سے ظاہر فرمائیگے تو خالی از نائدہ نہوگا۔ جس وقت بلغاریوں نے قرق کلیسا پر صلیب کا جھنڈا نصب کیا اس وقت مسٹر گلیڈسٹن کی آرزو کی تکمیل ہو گئی، یعنی خداوند واحد کے پرستاروں کا سرزمین یورپ سے نام نشان مت گیا: اللہ مالک الملک تری الملک من نشاؤ رتنزع الملک ممن تشاؤ!!

اب بھلا اس صلیبی سیلاب کو کون رک سکتا ہے؟ خدا کے لیے نہ بلا شک سب کچھ ممکن ہے مگر خدا کی جو مشیت ہے وہ ان اسباب سے صرف ظاہر ہے جو اسنے اس وقت پیدا کر رکھے ہیں۔ ترکوں میں نہ تو اتفاق ہے نہ دولت، نہ علوم اور نہ قوت انتظامیہ۔ البتہ بلحاظ شجاعت و شہامت وہ اس وقت بھی دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتے مگر خدائی شجاعت سے بنتا ہی کیا ہے سرتان کے درویش جس قسم کے بہادر تھے وہ دنیا کو معلوم ہے۔ آخری جنگ میں انکی شجاعت ہی انکی شکست کا باعث ہوئی۔ ترکوں کے مقابلہ میں ایک طرف تو تمام صلیبی دنیا ہے اور دوسری طرف خود اندرونی فساد ہے۔ میں نے جس وقت آپکا وہ پرچہ دیکھا جسکے قاتیل پیچ پر ناظم پاشا لکھی کہا کرگرتا ہوا نظر آتا تھا تو میری زبان سے بے اختیار نکلا کہ ”خدا حافظ اس قوم کا“ جسکے کمر کے دروازہ تک زبردست دشمن پہنچ گیا ہو اور وہ آپس میں ایک دوسرے کو بندوق کا نشانہ بنا رہی ہو“

ترک کیوں مغلوب ہوئے؟ اسکے جواب میں خود اہل یورپ تسلیم کرتے ہیں کہ بلغاریوں نے ترکوں کو مغلوب نہیں کیا، بلکہ بلغاریوں کے سامان رسد رسائی نے ترکوں کے سامان رسد رسائی کو مغلوب کر لیا۔ یعنی یہ جنگ سپاہیوں کی جنگ نہیں تھی بلکہ بلغاری محکمہ کمسویت، ترکی محکمہ کمسویت سے لڑ رہا تھا۔ بلغاریوں کے پاس کہانیکو موجود تھا اور بیچارے ترک بہرہ سے تھے۔ میرے خیال میں اس بد انتظامی کا ذمہ دار کوئی خاص شخص

نہیں، بلکہ اسکا باعث عام خرابی نظم و نسق ہے جس سے غالباً ترکی گورنمنٹ کا کوئی محکمہ بھی آزاد نہیں۔

پس ایسی صورت میں اگر آغا خاں نے ترکوں کو یہی مشورہ دیا کہ اب آئندہ کے لیے یورپ کو ترک کردو اور ایشیا کو اپنا موطن سمجھو تو اس میں کیا برائی ہے؟ قدرت نے سامان ہی ایسا مہیا کر دیا ہے کہ لا محالہ یورپ چھوڑنا پڑے۔ مسلمانوں کے لیے تو یہی غنیمت ہے کہ کسی طرح ترک ایشیا ہی میں اپنا قدم مضبوطی سے جمالیں، ورنہ سامان تو کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ یہاں بھی ارتکو آرام و چین نصیب نہ ہوگا۔

(۲) مجھے سخت تعجب ہوتا ہے جبکہ میں بعض سربراہانہ اسلامی اخبارات میں اس امر کی تحریک دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کو یورپین ساخت کی اشیاء استعمال ترک کردینا مناسب ہے۔

پولینکل ماتحتی کا لازمی نتیجہ تمدنی اور تجارتی ماتحتی ہے یورپ کے اسباب کا بائیکاٹ کرنا تو بڑا ایسا ہی ناممکن ہے جیسا کہ آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا۔ ممکن ہے کہ بعض امراء قوم بعض اشیاء یورپ کا استعمال چھوڑ دیں، مگر اس سے یورپ کیا صدمہ محسوس کریگا۔ کام رہ کرنا چاہیے جو ممکن ہو؟ نہ کہ یہ کہ آپ کو ہمالیہ کو اسکے مقام سے ہلا دینے کی کوشش کریں۔ یہ تو ممکن ہے کہ آپ دو چار پتہ رھانے اٹھا لائیں مگر پتہ کو اسکی جگہ سے ہلا دینا ناممکن اور محال ہے۔ اسی طرح چند اصحاب کا بعض اشیاء یورپ کو بائیکاٹ کردینا ممکن ہے، مگر ایسا عام بائیکاٹ جسے اہل یورپ محسوس کریں از قبیل محالات ہے۔ مگر باوجودیکہ بائیکاٹ صاف طور پر ایک ناممکن امر ہے، تاہم بعض صاحب الراہی نہایت سنجیدگی سے اس بارہ میں خامہ فرسائی فرما رہے ہیں۔

(۳) میں کچھ بہت متمول نہیں ہوں تاہم جس قدر مجھکو خدا نے ہمت دی ہے میں مسلمان مصیبت زدگان جنگ کی امداد کے لیے روپیہ بھیجتا رہا ہوں، اور مجھے یقین ہے کہ اس وقت خیرات کا مصرف سب سے زیادہ بہتر اور مقدم یہ ہے کہ اپنے ان مسلمان بھائیوں کی جو اس جنگ کے سبب سے گرفتار مصیبت میں حتی المقدور روپیہ کے ذریعہ سے امداد کیجائے۔ اس سے بڑھو میرے خیال میں کوئی کار خیر نہیں۔ مگر تمسکات قرض کی خرید کے بارے میں میری راہی قارار قبول ہے۔ میں نے کئی دفعہ ارادہ کیا کہ کچھ تمسکات خریدوں مگر چند خیالات اس وقت تک مانع رہے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

ترکی کی مالی حالت اس قدر خراب کیوں ہے؟ خرابی کا باعث بجز اسکے اور کیا ہے کہ انتظام سلطنت سزاور تحسین نہیں۔ اگر ممکن ہے کہ اس وقت کارکنان سلطنت (ماضی و حال) کی جیبیں روپیوں سے پر ہوں اگر چہ خزانہ سلطنت بالکل خالی ہے، تو کیا ممکن نہیں کہ اس وقت جو روپیہ گورنمنٹ ترکی کو بطور قرض دیا جائے وہ بجائے اسکے کہ اسلامی اور قومی کاموں میں صرف ہو بعض غدار اہلکاران سلطنت کے پراپرٹ خزانوں میں پہنچ جائے اور انکے لیے مزید عیش و عشرت کا سامان مہیا کرے؟ اس موجودہ جنگ کے نتائج صاف بتلا رہے ہیں کہ ان نتائج کے ذمہ دار ترک سپاہی نہیں بلکہ ترک استیثسمین ہیں، پس ہم کو کس طرح یقین ہو سکتا ہے کہ یہ روپیہ جو اس وقت ہم علحدہ بطور قرض کے بھیجینگے وہ فی الحقیقت ترک سپاہیوں ہی کے کام آلیگا۔ اس وقت ترکی میں کوئی مستقل حکومت نہیں۔ دریا اس سے بھی زائد پارٹیاں ہیں اور وہ ایک دوسرے کی جان کی دشمن۔ گذشتہ وزارت کا انقلاب ایک مشہور اور ممتاز ترک افسر کی جان قربان کرنیکے بعد واقع ہوا۔ اس وقت ہندوستان کے اسلامی اخباروں نے خوشیوں کے

# اسرا اسلام

## ادبیات

### جرات صداقت

- مدتوں حضرت (عباس) بھی تھے شامل کفر \* کم سے کم یہ کہ رسالت پہ نہ تھا آن کو یقیں
- (بدر) میں آئے لڑے اور گرفتار ہوئے \* بسکہ تقدیر میں تھی خانہ زندان کی زمیں
- قیدیوں کے لیے جو گھر کہ ہوا تھا طیار \* اتفاقات سے تھا خانہ مسجد کے فریں
- رات کو حضرت عباس کرا ۛ اکثر \* قید کرتے ہوئے لوگوں نے جو مشکین نہیں کیس
- دیر تک سرور عالم کو رہی بے خوابی \* کروٹیں لیتے تھے اور نیند نہ آتی تھی قریں
- وجہ پوچھی جو مصائبہ نے، نوبہ فرمایا: \* ”آتی ۛ کان میں عباس کی آواز قریں“
- جب سنا یہ، تو وہیں کھول دیے ہاتھ ان کے \* چین سے حضرت عباس نے رانیں کاٹیں
- تھا انہی حضرت عباس کا پونا (مدصور) \* جو کہ ایوان خلافت میں ہوا تخت نشیں
- ایک دن حکم دیا اُسے کہ (اولاد رسول) \* ایک جا صبح آئے خائیں، حوامل خائیں کہیں
- پھر حکم کہ ان سب کو پدھا کر زنجیر \* کہ دو ان سے ۛ نہیں خانہ زندان کے مکس
- ایک دن سب سے شان سے (مدور) \* یہ سب سے سادات اسلام اور پیمیں
- ساتھ ساتھ ان سے پدھا کر جان رسول \* اور مدد سے زنجیر زیب حدیں
- ایک نے مجمع سادات سے دھڑکیا یہ نہ: \* ”کیس اس لطف کے مشکور میں ہم خاک نشیں
- غزوہ بدر میں لیکن جو دیا ہم نے سحر \* رہ تو بچھہ آرتھا، ۛ یہ بھی تمہو نہ نہیں؟“
- (شبلی نعمانی)

## غزل

- مرا کہ یک دل و صد گونہ آرزو ہا ہست \* شکیب و صبر چگویم کہ نیستم، یا ہست
- دلہ بہ ناز کی لعل او ہمی لرزہ \* کہ بوسہ بے ادب و شوق بے معا با ہست
- ر ناوک غلط انداز خود چہ می ترسی \* بیا کہ بربل من شکوہ ہائے بیجا ہست
- حدیث خالد چو گوید با من مجاہدوں \* کہاں بروم کہ مگر گوشہ ز صحر ہست
- رسیدہ تا بربا دم پڑ است، و غمزه او \* هنوز در ادب آموزی تقاضا ہست
- بہ سخت جانے من کس مباد کز عمرے \* مدار زند گیم وعدہ ہائے فردا ہست
- عزار حریف کہ در ملک حسن نتوان یامت \* بجز متاع جفا کہ ہست و ہر جا ہست
- بیا کہ ما و تو ہر دو برابر آفتادیم \* ہر آن قدر کہ وفا با تو نیست، با ما ہست
- جفا کنی و بہ ابن خیر گی نمی ترسی \* کہ روز داد گر امروز نیست، فردا ہست
- ہنوز نشہ دو شینہ در برم باقی است \* کہ درس گویم و بعثم ز جام و صہا ہست
- (شبلی نعمانی)



# مذہب علمیات

## الحیات

### علم الحیات پر ایک خطبہ علمیہ

اور

اکتشافات حدیثہ کے بعض نتائج مہمہ

— \* —

(۲)

— \* —

یہ صحیح ہے کہ تعول و انتقال کے ان تمام درمیانی دوروں کا استیعاب ہم نے نہیں کیا ہے، جنہیں سے جسم میں داخل ہونے والے مادوں کو گزرنا پڑتا ہے، لیکن جب تک کہ تغیرات کا حاصل یہی ابتدائی دور اور یہی انتہائی نتائج ہونگے (بشرطیکہ انکی رفتار طبیعی و کیمیائی قوانین کے مطابق ہو) اسوقت تک ہم کو اس نتیجے کے نکالنے کا حق ہے کہ ذی حیات مادوں کے تغیرات کے اسباب بھی وہی معمولی کیمیائی و طبعی اسباب ہیں۔

نور و توالد جمادات و مادہ ہائے ذی حیات

ممکن ہے کہ کوئی شخص کہے کہ مادہ ہائے ذی حیات اور جمادات میں مابہ الامتیاز صرف اول الذکر کا نمور اور توالد ہے۔ ایسا ہمیشہ کہا جاتا ہے، مگر میرے عقیدے میں شاید ہی کوئی دعویٰ اس خیال سے زیادہ غلط اور بے اثر ہو۔ تحقیقات قریبہ اور تجارب حالیہ نے کامل طور پر ثابت کر دیا ہے کہ جمادات میں بھی نباتات و حیوانات کی طرح قوت نشور و نمور موجود ہے، اور رفتار نمور کی سستی و تیزی کے سوا کوئی شے نہیں، جو دونوں میں مابہ الامتیاز ہو۔ گہری کے دائرے میں منٹوں کی سوئی چکر لگاتی ہوئی نظر آتی ہے لیکن منٹ کے بڑے کاٹے پر جب تک نہایت غور کے ساتھ نظر نہ جمائی جائے، اسکی حرکت محسوس نہیں ہوتی۔ پھر گھنٹے کا کاٹا تو بالکل ساکن و جامد اور غیر متحرک محض نظر آتا ہے، اور با رجوع اسکی حرکت کے علم یقینی کے، کوئی نظر اسکی حرکت کو محسوس نہیں کر سکتی۔ پھر کیا ہم میں کوئی شخص بھی اسے لیے طیار ہے کہ گہری کی منٹ کی چہرٹی سرٹی کی حرکت کو تسلیم کرے، مگر بڑے کانٹوں کی حرکت سے انکار کرے؟

یہی حال مخلوقات عالم کی نشور و نما کی رفتار کا ہے۔ بعضہ نہایت سریع السیر ہیں اور اسلیے انکی قوت نمور کو ہر نظر محسوس کرتی ہے۔ بعض اس سے کم سریع ہیں، اور انکا مشاہدہ زیادہ غور کا محتاج ہے۔ آخری درجہ جمادات کی نشور و نما کا ہے، کہ انکی حرکت گھنٹے کی سوئی کی طرح نہایت بطی السیر، اور دیر رفتار ہے، اور بغیر ایک معتد بہ وقت کے گذر نے اور اسے خانہ رفتار کے درجوں پر نظر رکھ کر مقابلہ کرنے کے، کسی طرح اسکا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔

جمادات میں عدم نمور کی تغلیط کے لیے میں یہاں (بلورات غیر آلیہ) کی مثال کافی سمجھتا ہوں: (آلیہ اور غیر آلیہ کی تشریح گذشتہ نمبر میں گذر چکی ہے)

(بلورات غیر آلیہ) کو اگر انکی ضروری غذا ملتی رہے تو انہیں بھی توالد و تکاثر ہوتا ہے۔ انکے مختلف اصناف ہیں، اور ہر صنف کے نمور کی ایک خاص حد ہے۔ ان بلورات کا نمور جب اس حد خاص تک پہنچ جاتا ہے تو پھر مڈل حیوانات کے قد کے، انکے حجم میں زیادتی نہیں ہوتی بلکہ نئے بلور پیدا ہونے لگتے ہیں۔ یہ بھی دریافت ہوا ہے کہ جب بلورات اصطناعیہ وسط مناسب میں رکھے جاتے ہیں، تو انہیں بھی نمو ہوتا ہے، اور انکے نمور اور ذی حیات مادوں کے نمور میں حیرت انگیز مشابہت ہوتی ہے۔

جمادات میں توالد بالانتقال

جمادات میں توالد بالانتقال کا انکار بھی صحیح نہیں۔ درہائی تربیتا کے متعلق (لویب) کے مباحث نے ثابت کر دیا ہے کہ

پچیس سال ہوئے کہ (ٹامس گرہم) نے حالت ہلامیہ میں مادے کے خواص پر اپنے ملاحظات شائع کیے تھے۔ یہی ملاحظات میں جو علم الحیات کے عصر جدید کا دیباچہ ثابت ہوئے۔

ذی حیات مادوں کے خواص کے سمجھنے میں ان سے بے حد مدد ملی۔ ہمارے عملیات طبیعیہ و کیمیائے جس قدر ترقی کرتے جاتے ہیں، اسی قدر ہم کو یقین ہوتا جاتا ہے کہ طبیعی و کیمیائی حیثیت سے ذی حیات مادے، حیات ہی کی طرح ہیں۔ ذی حیات مادے ہمیشہ سیال شکل اختیار کر رہتے ہیں۔ اس سیال شکل میں ہلامیات کے علاوہ بلور نما اجسام بھی ہوتے ہیں، جو کبھی ہلامی ذرات سے متصل ہوتے ہیں اور کبھی غیر متصل۔ ہلامیات اور بلور نما اجسام سے مرکب ذی ریح مادوں کے گرد ایک جھلی سی ہوتی ہے۔ یہ جھلی اکثر ہلامیات کی ہوتی ہے اور کبھی اسے ساتھ ایک روغنی طبقہ بھی ہوتا ہے۔ یہ جھلی کو سیال ہلامی اور ایک دوسرے سیال میں حائل ہوتی ہے، مگر تاہم ان دونوں سیالوں میں باہم برابر مبادلہ ہوتا رہتا ہے۔ سیال ہلامی سے پروٹوپلازم (۱) نامی ایک شے پیدا ہوتی ہے۔ پروٹوپلازم میں چند اور جھلیاں بھی ہوتی ہیں۔ ان جھلیوں میں بسا اوقات ایسے طبیعی یا کیمیائی صفات پائے جاتے ہیں، جن کی بدولت بعض مادوں کا پروٹوپلازم کی صورت میں منتقل ہو جانا، یا اس سے بالکل نکل آنا، نہایت آسان ہو جاتا ہے۔

ان طبیعی حالات میں پیدا ہونے والے تغیرات، اور ان تغیرات کا مجموعہ، جو پروٹوپلازم میں پیدا ہونے والے کیمیائی اسباب کا نتیجہ ہوتے ہیں، انکی تمثیل و عدم تمثیل کا باعث ہوتا ہے۔ جنکے مماثل تغیرات، خارج از جسم بھی طبیعی یا کیمیائی ذرائع سے پیدا کیے جاسکتے ہیں۔

(۱) آگے چلکر (خلایا) اور (خلیہ) کا لفظ آئے گا، اسلیے ان دونوں اصطلاحوں کی حقیقت سمجھ لینے چاہیے۔ حیوانات اور نباتات کے اصل حیات کی ابتدائی تکرین ایک خوردبینی تھیلی سے ہوتی ہے، جو اسقدر دقیق ہے کہ بغیر آلہ خورد بین (میکروسکوپ) کے نظر نہیں آسکتی۔ اس کے اندر یک متحرک سیال مادہ مثل ایک لعابی مادے کے ہوتا ہے۔ اسی کو انگریزی میں Protoplasm پروٹوپلازم کہتے ہیں۔ افسوس کہ اس کے لیے سہولت ہم کوئی اصطلاح وضع نہ کر سکے، اور نہ کوئی عربی لفظ اچکل کے ترجمہ حدیثہ عربیہ میں ملا۔

اسی سیال مادے میں ایک اور چیز مڈل گٹھلی کے تیرتی ہوئی نمودار دی ہے، اور اسی سے پھر نباتاتی و حیوانی جذبیں کی تکرین ہوتی ہے۔ مڈل گٹھلی ہے، جس کے لیے عربی لفظ (نواۃ) ہم نے مضمون میں جا بجا استعمال کیا ہے۔

## مسئلہ تعطیل جمعہ

— \* —

مسٹر غزنوی کے سوال کا گورنمنٹ کی طرف سے جو جواب دیا گیا اس کے بعد تعطیل جمعہ ( نصف روز کی ) ضرورت ہے یا نہیں ؟

— \* —

مسلمان ایک مدت سے اس بات کو محسوس کرتے تھے کہ جمعہ کے دن سرکاری عداوتوں کے کھلے رہنے سے مسلمان ملازمین کو عملاً ایک فرض مذہبی کے ادا کرنے سے باز رکھنا پڑتا ہے ۔ چنانچہ ایک دو سال سے اس کے متعلق مسلمانوں نے کوشش شروع کی ۔ مسٹر غزنوی کی تحریک و سعی سے گورنمنٹ ہنگال نے دو گھنٹہ کی چھٹی منظور کر لی ۔ حال میں مسٹر غزنوی کے سوال پر گورنمنٹ کے ممبر نے کونسل میں کہا کہ گورنمنٹ بہ خوشی اس بات کو منظور کریگی کہ جو مسلمان ملازم جمعہ کے ادا کرنے کے لیے چھٹی طلب کرے ، اس کو اجازت دیدی جائے ۔

اس کارروائی سے بعضوں کو یہ خیال پیدا ہو کر اطمینان ہو گیا ہے کہ اب جمعہ کی تعطیل ( نصف روز ) کی تحریک کی ضرورت نہیں رہی ۔ لیکن بہت سے لوگ ایسے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ اس کارروائی نے عملی مسئلہ کو حل نہیں کیا ، گورنمنٹ کے طرف سے جو جواب دیا گیا ہے ، اس کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان ملازم ، اپنے افسر سے جمعہ کے دن نماز کے لیے چھٹی طلب کریگا تو وہ اس کو چھٹی دیدیگا ۔ لیکن یہ اجازت اور در گھنٹہ کی عام تعطیل ، دو مختلف باتیں ہیں ۔

اجازت کے حکم کا منشا یہ ہے کہ ہر ملازم کو ہر دفعہ جمعہ کے دن ۔۔۔ اجازت طلب کرنی پڑیگی ۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ خاص خاص حالات میں اکثر ملازموں کو خود اجازت طلب کرنے میں تامل ہوگا ۔ مثلاً جب وہ دیکھیں کہ اس کا افسر مسلمان نہیں ہے ، اور اس کو کسی مذہبی پابندی کی نسبت ، دفتر کے کام کے پورا کرنے کا زیادہ لحاظ ہے ، تو اس صورت میں گو ملازم کو یہ یقین ہوگا کہ اجازت بہ ہر حال مل جائیگی ، تاہم اس کو بار بار اجازت طلب کرنے میں پھر بھی تامل ہوگا ۔ بخلاف اس کے اگر یہ معلوم ہو کہ مسلمانوں کو جمعہ کے دن ۲ ۔ گھنٹے کی عام اجازت ہے ، تو بے تکلف ہر شخص اس اجازت سے مستفیض ہو سکیگا ۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کی اصلی خواہش یہ ہے کہ یہ دو گھنٹہ کی چھٹی مسلمان ملازموں کے ساتھ مخصوص نہ رہے ، بلکہ عام طور پر جمعہ کے دن آدھے دن کی تعطیل دیدی جائے ۔ اس لیے کہ اگر یہ تعطیل مسلمانوں کے ساتھ مخصوص رہی تو مسلمان ملازموں کو یہ اندیشہ رہیگا کہ غیر مسلمان افسر ہمیشہ مسلمان ملازموں کو اپنی ماتحتی میں لینا پسند نہ کریں گے ۔ کیونکہ ان کو ہمیشہ یہ نظر آئے گا کہ وہ آٹھویں دن ایسے ملازموں کی وجہ سے سرکاری کاموں کے انجام دینے میں دو گھنٹے ضائع ہو جاتے ہیں ۔

ان وجوہ کی بنا پر ، ہم تمام اسلامی اخبارات اور اہل الرائے حضرات سے مستعدی ہیں کہ وہ بہ تفصیل و توضیح اس امر کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کریں ، کہ آیا گورنمنٹ کی موقت اور محتاج الاعادہ اجازت پر قناعت کر لینی چاہیے یا عام تعطیل کے لیے درخواست کرنی چاہیے ؟

اور یہ ، کہ اسپر اکتفا کرنا چاہیے کہ یہ نصف روزہ تعطیل مسلمانوں کے ساتھ مخصوص رہے ، یا عام کر دی جائے ؟

شبلی نعمانی ۔ لکھنؤ

نعرے لگائے اور بڑے جوش سے ترکوں کو اجراء جنگ کا مشورہ دیا مگر نتیجہ کیا ہوا ؟ ۔ وہ جو پرسوں معلوم ہو گیا جبکہ پیرران یسوع مسیح صلیب کا جھنڈا ہاتھوں میں لیے ہوئے اس شہر میں داخل ہوئے جو کئی سو برس تک ترکوں کا دار السلطنت رہ چکا ہے ۔ آج اس مسجد کی کیا کیفیت ہوگی جسکی تصویر کچھ عرصہ ہوا آپ کے اخبار میں شائع ہوئی تھی ؟ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ یہ جو کچھ ہوا حسب فرمان الہی ہوا مگر اسکی ذمہ داری کا بوجھ کسی گردن پر ہے ؟ تمام ترکی لیڈروں کی گردنوں پر ۔ خواہ وہ کامل پاشا کے پیرو ہوں اور خواہ ممبران انجمن اتحاد و ترقی ۔ عجب شان الہی ہے کہ ایک طرف تو ترکوں جیسی شجاع قوم اور دوسری طرف چار چوڑی چھوٹی ریاستیں ۔ اور یہ چاروں صرف چار دن کے عرصہ میں ایک ایسی عظیم الشان سلطنت کا شیرازہ پراگندہ کر دیں ! اس کا باعث سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ادھر ترک مزے سے میٹھی نیند سو رہے تھے اور ادھر سالہا سال سے بلقانی اس جنگ کے لیے تیاریاں کر رہے تھے ۔ ترکوں کو یہ بھی خبر نہ تھی کہ ہماری ہمسایہ ریاستیں کس تیاری میں مصروف ہیں اور انکی فوجی طاقت کس پایہ تک پہنچ گئی ہے ۔ اس غفلت اور کوتاہ اندیشی کا نتیجہ بھی ہوا ، جو ہونا تھا ۔ اب آپ قومائیں کہ اگر اس صورت میں ہمارے ہندوستانی مسلمان مرمرا کر دو تین کروڑ روپیہ بطریق قرض حسنہ یا بائید مذافعہ گورنمنٹ ترکی کے نذر کر دیں تو کیا نتیجہ اسپر مرتب ہوگا ؟ کیا یہ روپیہ انکو خراب غفلت سے بیدار کر دیگا ؟ اور کیا اس روپیہ سے وہ اسلامی عظمت جس کا رونا آج تمام اسلامی دنیا رو رہی ہے از سر نو برپا میں قائم ہو سکتی ہے ؟

( ۴ ) مجھ کو ترکوں سے بغایت ہمدردی ہے جس کا باعث صرف یہ ہے کہ وہ مسلمان ہیں اور نیز اس وقت تک ان کا شمار خود مختار قوموں میں ہے ۔ مگر کیا یہ صحیح امر ہے کہ قسطنطنیہ عرش خلافت ہے ؟ اور سلطان روم ( خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ ) خلیفۃ المسلمین ہیں ؟ میرا عقیدہ تو یہ ہے ( اور اگر اسکی خلاف کوئی معقول دلیل موجود ہے تو میں یہ عقیدہ بدلنے کے لئے تیار ہوں ) کہ جناب پیغمبر خدا صلعم کی وفات کے بعد صرف تیس سال تک خلافت قائم رہی ، بعد ازاں سلطنت قائم ہو گئی ، آخری خلیفہ حضرت امام حسن علیہ السلام ہوئے اور اسلامی دنیا میں پہلا پادشاہ حضرت معاویہ ۔ پس اصل مرکز خلافت مدینہ منورہ تھا ۔ جب یہاں مسلمانوں کے ہاتھ سے خلافت کا خاتمہ ہوا تو پھر ایک نئی قسم کی خلافت سلطنت کے رنگ میں مختلف مقامات میں جلوہ گر ہوئی ۔ ترک بادشاہوں نے بزور شمشیر سلطنت قائم کر لینے کے بعد ایک خاص موقع پر اپنے آپ کو عباسی خلافت کا وارث بنالیا ۔ یہ خلافت بہر حال اس خلافت سے بالکل مختلف تھی جو پیغمبر خدا صلعم کی وفات کے بعد مدینہ منورہ میں قائم ہوئی تھی ۔ پس اگر یہ خلافت وہ خلافت نہیں تو پھر اس خلافت سے مراد کیا ہے ؟ کعبہ کی حفاظت خدائے تعالیٰ کے اختیار میں ہے ، اس وقت تک ترکوں کی تلوار نے اسے محفوظ نہیں رکھا ۔ غیر قوموں نے اگر اس وقت تک کعبہ مقدس کا رخ نہیں کیا تو اس کا باعث یا تو یہ ہے کہ وہ عام اسلامی جوش جہاد سے خائف ہیں اور یا یہ کہ وہ اس ریگستانی سرزمین کو اپنی توجہ کے لائق نہیں سمجھتے ۔ بہر حال اگر کسی مخالف قوم نے کبھی اس طرف توجہ کی تو خدا خود اپنی گہو کی حفاظت کے لیے کافی ہے ۔ جو انجام امشب فیل کا ہوا رہی انجام غالباً اس فوج کا بھی ہوگا ۔

خاکسار

محمد احتشام الحق

# مقالہ

## ہلال و صلیب

اور

### مستقبل الاسلام

— \* —

از مسٹر مشیر حسین قدرتی پبلسٹر لاہور (لنبر)

— : \* —

حضرت مولانا تسلیم - لنبرگیا اور معلوم ہوا کہ آپ نئی روز  
ہرے تشریف لیگے -

اب نہ جانے جناب کا قیام کہاں ہے ؟ چلئے ایتھریا نوبل بھی  
کیا - صالح بھی سمجھیے کہ ہر وہی گئی - میں چار ماہ پیشتر ہی  
اپنے دوست سرور دینی کو لکھ چکا تھا کہ یورپ سے اسلام شکل  
کیا - ریساہی ہوا - اور ابھی کیا ہے - جیسا میں نے مولانا  
باری صاحب کو لکھا ہے ' ان در برسوں میں مسلمانوں پر سنگین  
ترین مشکلات اور حادثات کا بوجھ گرا ' لیکن آئندہ در برس میں  
جو واقعات ظاہر ہونگے ' ان کے مقابلے میں یہ بھی گرد ہو  
جارینگے -

مسلمانوں کی آخری لڑائی ہو چکی - عیسائیوں نے ان کو  
شکست دی - اور شکست بھی فاش - لیکن ابھی ایک آخری  
معرکہ عیسائیت کو اسلام سے کرنا باقی ہے - وہ بھی ہو کر رہیگا  
اور مجھے بہت اندیشہ ہے کہ جلد ہی ہو - اس معرکہ میں بھی  
اگر مسلمان غافل رہے تو یہی نتیجہ ہوگا جو ہوا ' بلکہ  
اس سے بھی بدتر -

### اسلام کی زندگی

کیا ہماری زندگی سے رہنمائی ہے ؟

میں یہ نہیں کہتا کہ اس معرکہ کے بعد اسلام فنا ہو جایگا -  
نہیں ' اسلام کبھی بھی فنا نہ ہوگا - آفتاب فنا ہو جایگا - مہتاب  
فنا ہو جایگا ' مگر نور اسلام چمکنا رہیگا - اسلام باوجود مسلمانوں  
کے شکست کھانے کے بھی بڑھ رہا ہے - اور اگر مسلمان اسلام کو چھوڑ  
بھی دیں ' تب بھی اسلام فنا نہ ہوگا - خدا ضرور کوئی دوسری قوم  
پیدا کریگا جو اس کے نام اور اس کے اسلام کی عزت کو برقرار رکھے -  
بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کا مت جانا ہی شاید اسلام  
کے لئے مفید ہوگا - اب وہ ہوں ہے جو اس برگزیدہ مذہب کو بد نام  
کر رہا ہے ؟ وہ ہوں ہے جو دوسروں کو اس پر طعنہ زنی کا موقع  
دیتا ہے ؟ کس نے اوتے یورپ سے نکلوا یا ؟ کس نے اس کو میچک لٹرن سے  
تشبیہ دلائی کہ جس قدر تاریکی ہو اسی قدر وہ کھلتا ہے ' اور جہاں  
ورشنی ہوئی ' جہاں تہذیب ہوئی ' بس وہ مت کر رہا تھا ؟  
یہ سب اس زمانہ کے مسلمانوں ہی کی بدولت اسلام نے سنا  
ورنہ اسلام تو تازک سے قارک مقام کو روز روشن سے روشن تر کر

[ بقیہ صفحہ ۲۴۱ کا ]

بھی حیات کا وجود ہو ' مگر ہمارا کرۂ ارضی اپنے ہر ذرہ میں  
جو طبعی قوت نشوونما رکھتا ہے ' ظلم ہوگا ' اگر اس کو دوسرے کڑوں  
سے حیات مستعار لینے کا معراج قرار دیا جائے - جبکہ نشوونما کا  
قانون ہر ذی حیات میں ہے ' تو پھر اصل حیات کو اس قدرتی  
قانون کا منہج قرار دینے میں کونسی مشکل درپیش ہے ؟

حیات کا وجود اسے اسباب سے ہے ' جو کائنات میں مادے کی گونہ  
گور شملوں کے اسباب کے شمول ہیں اور بلفاظ دیگر حیات کا وجود  
بھی قانون ارتقاء تدریجی سے ہوا ہے -

بعض جلیل القدر علماء کا خیال ہے کہ حیات کرۂ ارض پر پیدا  
نہیں ہوئی بلکہ کسی سیارے سے آتی ہے ' اور عجب نہیں کہ  
حاضرین میں سے بعض حضرات کو وہ منافشہ یاد ہو ' جو اس مجمع  
کے اجلاس سنہ ۱۸۷۱ - منعقدہ اڈنبرا کے خطبہ رئیسہ میں سر  
( ولیم ٹامس ) کے ایک اعلان پر ہوا تھا ' جبکہ معلم موصوف نے  
کہا تھا کہ حیات کرۂ ارض میں ذوات الاذنب ( دم دار ستارے ) کے  
ذریعہ سے آئی اور اسی سے حیوانات میں زندگی پیدا ہوئی !

اس رائے پر مختلف و متعدد اعتراضات ہوئے تھے جن میں سے  
بعض کا جواب آسان نہ تھا - ایک شخص نے اعتراض کیا تھا کہ زمین  
سے قریب ترین نظام نجمی تک پہنچنے کے لیے ذوات الاذنب  
کو ۶۰ - ملین سال کا زمانہ چاہیے ' اور اس نظام کے قریب ترین  
سیارے سے زمین تک آنے کے لیے ۱۵۰ - سو ملین سال -  
جب وہ ارض کے جو سے گزریں گے ' تو ان میں اس حرکت و احتکاک  
( رگڑ ) سے اشد شدید حرارت پیدا ہو جائیگی -

پس الاً یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جراثیم حیات اس قدر طویل  
مدت تک کیونکر زندہ رہے ؟ اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ وہ  
زندہ رہے تو انہیں نے وہ حرارت کیونکر برداشت کی جس کو کوئی  
بی حیات برداشت نہیں کر سکتا ؟

بعض علماء نے ایک اور رائے اس کے قریب قریب ظاہر کی  
ہے - وہ کہتے ہیں کہ غالباً جراثیم حیات اس غبار دلائی میں موجود  
ہے ' جو فضاء نجوم میں پھیلے ہوئے ہیں - اور پھر ذوات الاذنب کی  
طرح گرم ہوئے بغیر زمین پر گر پڑے - آر - ہیدوس کا یہی مذہب  
ہے - وہ کہتا ہے کہ اگر جراثیم حیات کسی قسم کی شعاعوں کے  
ذریعہ سے ایتھر میں رہیں کر دیے جائیں ' تو ان کو زمین سے قریب ترین  
نظام نجمی تک پہنچنے میں ۹ - ہزار سال ' اور مزید تک  
پہنچنے میں بیس دن لگیں گے -

یہ مذاہب مسئلہ نشوونما حیات کے حل کو قریب کرنے کے بدلے  
کائنات کے ایسے گوشے میں پھنچا دیتے ہیں ' جہاں تک شاید  
ہماری رسائی نہ ہو سکے ' اور ہم کو اس کا اعراف کرنے کیلئے اپنے  
حد ہم و ادراک سے مارا کوئی سطح تلاش کرنی پڑے -

اگر ان مذاہب کے آگے سر نہ اہم خم کر دیا جائے ' تو اس کے  
بہ معنی ہونگے کہ گویا ہم کو نشوونما حیات کا کوئی عام نہیں اور نہ  
موسمنا ہے - اس میں شک نہیں کہ بدقسمتی سے اس کا جز اول صحیح  
ہے ' مگر ہم کو امید ہے کہ جزء دوم صحیح ثابت نہ ہوگا -

جب ہم مادہ ارضی کے ان قوا کے اشوار ارتقاء پر غور کرتے ہیں  
ہم کا اس وقت تک ہم کو علم ہوا ہے تو ہم کو معلوم ہونا ہے  
کہ ان مذاہب کو غیر ممکن سمجھنا ہمارے لیے جائز ہی نہیں  
بلکہ ضروری ہے - کیونکہ ہم دیکھتے ہی وہ اصل نشوونما ارتقاء کے  
ذریعہ سے اس مسئلہ کا حل ان مذاہب کے حل سے نسبتاً قریب  
ہے ' علوم حیات کی تصدیق و توثیق کے معائنہ میں - ہم سلیم  
کرائے ہوئے کرۂ ارض کے تلاء و دندت کے کسی اور گوشے میں



ہیں بلکہ بعض نوات کی ترکیبی خاص شکل ہی نہیں ہوتی۔ صرف پروٹو بلا سم میں پروآگندہ ذرات کی شکل میں موجود ہوتا ہے۔ اس سے میرا مقصد یہ نہیں کہ نوات کی شکل اور اس کے تغیرات غیر اہم ہیں، بلکہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ نوات کی شکل اسے اعمال و افعال کا مبنی و اساس نہیں ہیں۔ یہ ایک مسلم واقعہ ہے کہ وہ مادہ جو معمولی خلا یا میں آئے نوات کی شکل اختیار کر لیتا ہے، بعض بسیط ذی حیات مادوں میں بالکل ترقی یافتہ ذی حیات مادوں کی طرح فرائض طبعی انجام دیتا ہے، حالانکہ انہیں عمل خلا یا کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔

#### ترکیب حیات کی ترکیب کیمیائی

ذی حیات مادوں کے عناصر قوام کی تعداد مختصر ہے۔ انہیں چار عنصر یعنی کربن، ہائیڈروجن، آکسیجن اور نیٹروجن تہر ہمیشہ ہوتے ہیں۔ ان عناصر اربعہ کے ساتھ فاسفورس بھی ضرور ہوتا ہے۔ فاسفورس پروٹو بلا سم اور مادہ نواتی، دونوں میں ہوتا ہے مگر مقدم الذکر میں کم، اور موخر الذکر میں زیادہ۔

تجارب سے معلوم ہوتا ہے کہ شان حالات کے علاوہ تمام مظاہر حیات کے لیے کم از کم ۷۰ - فی صدی پانی کی ضرورت ہے، لیکن بقاء زندگی کے لیے اتنے پانی کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ اگر بالکل نہیں تو ایک بڑی مقدار میں پانی نکل جانے کے بعد بھی بعض ذی حیات مادوں کی زندگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

پانی کی طرح بعض نمک ہائے غیر آلیہ کا وجود بھی ضروری ہے۔ ان نمکوں میں مقدم ترین نمک، کلورڈ سوڈیم اور بعض نمک ہائے کلسیم، ٹیشیم، اور آہن ہے۔ انہی تین عناصر سے حیات کے مرکب کا قوام ہے۔

#### امکان تولد ذاتی

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ مادہ ہائے حیات کی تولید یا بالفاظ دیگر تولید حیات محال نہیں ہے، جیسا کہ اب تک سمجھا جاتا ہے۔

(بیز) کے تجارب کے بعد سے ذی حیات خورد بینی مادوں میں تولد ذاتی کا قائل اب بجز معدودے چند اشخاص کے اور کوئی نہیں۔ جہاں تک مجھے علم ہے، مشاہیر ارباب علم میں ڈاکٹر سٹین کے علاوہ اور کوئی شخص اب قدیم عقیدہ پر قائم نہیں، مگر ڈاکٹر مورف بھی اپنے متعدد تجارب کے اجرا اور مقالات و کتب کی اشاعت کے باوجود اب تک اپنی رائے کی صحت لوگوں سے تسلیم نہیں کراسکے۔ بھر نرعم میں تجارب بیز کے نتائج کو مانتا ہوں۔ اس وقت تک جو دلائل پیش کیے گئے ہیں اگر انہیں شک ہے تو کوئی مضائقہ نہیں، تجربے اور مشاہدے کی منزل اخری جب تک رسا نہ ہو، اس سفر علم میں ہمیشہ شک سے دو چار ہونا پڑتا ہے، لیکن ساتھ ہی اس شک کو اصل امر کے اعتراف سے مانع نہ ہونا چاہیے۔ یہ تسلیم کر لینا چاہئے کہ غیر ذی حیات مادوں سے ذی حیات مادوں کی تولید ممکن ہے۔

#### حیات نتیجہ نشر و ارتقاء ہے

انسان نے اپنے دور وحشت اور تمدن، دونوں میں ہمیشہ عقیدہ رکھا ہے کہ ”حیات کا فیضان مادے میں نہیں بلکہ مافرن الطبیعة مبداء سے ہے“ لیکن اس وقت ہمارا دائرہ معلومات و تجسس ہے، اعتقاد نہیں ہے، یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ اعتقاد بصورت ایک دعوت کے ہے مگر کسی علمی بنیاد پر قائم نہیں اور اس لیے علمی دنیا میں راجح التسلیم نہیں ہو سکتا۔ ہم کو یہ اعتقاد رکھنے در کہ

اندرون کی تلقیم (۱) جسکا شمار اب تک حیات کے مخصوصات میں تھا، کسی ایسے ذی حیات مادے سے نہیں ہوتی، جو نر سے منتقل ہوئے آتا ہو۔ اعصاب، انسجہ، اعضاء، مختصراً یہ کہ تمام جنین کی تیاری نر کے جراثیم کے بدلے ایک بسیط کیمیائی مادہ کے ذریعہ سے ممکن ہے۔ اور کبھی اسکی بھی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ صرف منجنیقی (یعنی میکانک کے آلات کے ذریعہ) یا کھر بائی ذریعہ سے حرکت و انتباہ اس کے لیے کافی ہوتی ہے۔

#### ذی حیات مادے کی ترکیب ممکن ہے

شروع میں علماء کھمیا کا یہ خیال تھا کہ ذی حیات مادوں کی ترکیب رقت و اتفاق میں انتہائی نقطہ پر ہے، اور اسکا اندازہ صحیح مستبعد ہے۔ اس لیے وہ یقین کرتے تھے کہ ذی حیات مادے کی ترکیب ممکن نہیں۔ مگر اب ہم اس رائے کے رکھنے پر مجبور نہیں ہیں۔ ایکو معلوم ہو چکا ہے کہ حیات کی اولین شکل ایک مادہ خورد بینی (۲) ہے، جو ایک مجموعہ ذرات اور بعض حالتوں میں کسی خاص شکل سے متشکل ہوتا ہے۔ وہ ظروف حیات کے تمام خلا یا میں تغذیہ و ترالد کا سے سب سے بڑا ذریعہ، اور اس درجہ اہم درجہ رکھتا ہے کہ بیجا نہیں، اگر ارباب کیمیا آئے خلا یا کا خلاصہ حیات قرار دیں۔ اس مادہ خورد بینی کو (نوات) کے لفظ سے یاد کرتے ہیں۔

موسیر موشیر، اس کی پیروی میں پروفیسر کرسل، اور اس کے تلامذہ کے مباحث نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ نوات کی ترکیب کیمیائی غیر معمولی درجہ کی نہیں ہے۔ اس لیے ہم کو امید ہے کہ ایک دن انسان اس مادے کو بھی بنا سکیگا جو نوات کا مایہ خمیر ہے۔ یہ کہنا صحیح نہیں کہ اعمال و افعال کے باب میں نوات کی ترکیب کیمیائی کی جگہ اسکی شکل کو اہمیت حاصل ہے، کیونکہ وہ تمام لرگ جو مباحث میں خورد بینی سے مدد لیتے رہتے ہیں، جانتے ہیں کہ نوات کی شکلیں بیحد مختلف ہیں اور نہ صرف مختلف

(۱) تلقیم سے مقصود نطفہ حیوانات کی وہ حالت ہے، جب وہ بیضہ ورم آنات کے ساتھ ملتا ہے۔

(۲) انگریزی میں ایک اصطلاحی اسم ہے: مائی کروب Microbe یعنی وہ نہایت دقیق اور مندل ذرات کے جراثیم نباتاتی و حیوانی، جو تمام فضائے ارضی میں پھیلے ہوئے ہیں اور کوئی جگہ نہیں جو اسے خالی ہو۔ علوم حدیثہ کا یہ ایک عظیم الشان اکتشاف ہے، اور اس نے علم تشریح و حیات اور عام الجؤ و الہرا میں ایک عجیب انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ سب سے پہلے ان جراثیم کو ایک فرانسیسی مکتشف پروفیسر (باستر) نے دریافت کیا تھا، اور فی الحقیقت اس نے عالم انسانیت کی سب سے بڑی خدمت انجام دی۔ ان جراثیم کا جسم اس قدر دقیق ہوتا ہے کہ دھوپ میں نظر آنے والے ذرات بھی ان کے مقابلے میں نہایت کبیر العجم ہیں۔ انکو چشم غیر مسلح (یعنی بغیر آلات مصنوعی کے) نہیں دیکھ سکتی، اس لیے ان کے دیکھنے کیلئے ایک نہایت قوی النظر آلہ مائی کراسکوب Micrascob ایجاد کیا گیا ہے، جس کے لیے بہت عمدہ لفظ ہمارے یہاں خورد بینی کا رائج ہو گیا ہے۔ انگریزی میں ان جراثیم کو مائی کروب کہتے ہیں، اور آجکل عربی میں بھی یہی لفظ میکروب کے لہجہ میں رائج ہو گیا ہے۔ مگر ہم نے اسکی جگہ (خورد بینی جراثیم) کا لفظ وضع کیا۔

اسی طرح ہر چیز جو خورد بینی ہی کے ذریعہ نظر آتی ہو، اور نہایت دقیق الجرم ہو، خورد بینی کی ترکیب سے موسوم کی جا سکتی ہے۔ یہاں (مادہ خورد بینی) سے نگوین حیات نباتاتی و حیوانی کی وہ ابتدائی شکل مراد ہے، جو بصورت ایک گتھلی کے پروٹو بلا سم میں پیدا ہوتی ہے اور تیزی رہتی ہے۔ آجکل عربی کے تراجم علمیہ میں اسکو (نواة) کہتے ہیں اور وہی لفظ ہم نے بھی اختیار کیا ہے۔ یہ کوئی اصطلاح نہیں ہے بلکہ گتھلی کو عربی میں نواة کہتے ہیں۔

یہ گتھلی بھی اس قدر چھوٹی اور دقیق ہے کہ بغیر خورد بینی کے نظر نہیں آسکتی۔ اسی لیے اسکو مادہ خورد بینی کہا جاہیے۔

چونکہ خورد بینی کے ذکر میں ضمناً علم جراثیم خورد بینی کا ذکر آگیا، اس لیے چند الفاظ اسکی نسبت بھی لکھ دیے گئے۔

ہوئی، بہت خراب پڑگا۔ لیکن ایسے سنگین وقت میں بھی اگر کوئی چیز آئے آسکتی ہے، اگر اس شکست کو کوئی چیز فتم بنا سکتی ہے، اگر آئندہ حالت کو کوئی چیز محفوظ کر سکتی ہے، تو وہ بھی اسلامی روح ہے۔

ہمارے مقدم کام

ہم کو تین کام کرنے چاہئیں۔

۱۔ ہم کو ایک مضبوط اور بہت وسیع بین الاقوامی Pan-Islamic (اور اگر دوسری قومیں دل سے شریک ہوں تو بین الاقوامی Pan-Asiatic) آرگنائزیشن-Organisation بنانا چاہیے۔ جو اسی طرح ہر ہر ملک میں مسلمانوں اور ایشیائیوں کی پشت پناہی کرے، جس طرح ہر جگہ بلقانی کمیٹیوں Balkan Comaitees بلقان کے عیسائیوں کی کرتی تھیں۔

۲۔ ہم کو مسلمانوں میں عام طور پر، اور ترکوں اور عربوں میں خاص طور پر، قدیم اسلامی روح بھرنے کی کوشش کرنا چاہیے، یہاں تک کہ ہم پھر مسلمانوں کا حاصل زندگی کلمۃ لا الہ الا اللہ کی حفاظت و اشاعت بنادیں۔

۳۔ کل یورپ پر نقش کر دینا چاہیے کہ اب کسی ایشیائی یا افریقی ملک کی ایک انچ زمین بھی یورپ کا غصب کرنا، کل ایشیائیوں کی نظروں میں خار ہوگا۔ اور انکو یورپ سے بیزار بنادینگا۔ ایشیا اور افریقہ کی خود مختار سلطنتیں قریب قریب کل مت گئیں اور جو رہ گئی ہیں، بہت کمزور ہیں۔ لیکن پھر بھی ایشیا کے پاس ایک ایسی چیز ہے جو یورپ کے پاس نہیں۔ یعنی روحانیت! ایشیا اور افریقہ کے باشندے تعداد میں بھی کم نہیں ہیں، اس لیے ہم ایشیائیوں کی حالت مایوسی کی نہیں ہے۔ ہم کو صرف خواب خورش سے بیدار ہونے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم بیدار ہو گئے تو بلاشبہ ہماری عزت سب قومیں کرینگی۔ وہ عزت کرنے پر مجبور ہوگی۔

مغربی تمدن کا زوال

مادی ترقی کا رخ آجکل عروج پر ہے، لیکن جو کوئی چشم بینا رکھتا ہو، وہ دیکھ سکتا ہے کہ اس ترقی کی حد ہوگئی، اور اب انہا کا آغاز ہے۔ تہذیب مغرب کے عروج کو بہت زمانہ نہیں ہوا، لیکن اسمیں پستی اور شکستگی کے آثار شروع ہو گئے ہیں۔ ملکی نظر سے دیکھیے تو لیبر کوئسٹن Labour-Question (یعنی مسائل عمال - الہال) درپیش ہیں۔ جو شدید معرکہ کلاس Class (یعنی سوسائٹی کے مختلف مدارج کے تصادم - الہال) کی خد دیتے ہیں۔ معاشرتی نظر سے دیکھیے تو سوفریتس Sufferettes (حقوق طلب عورتوں) کا مسئلہ خانگی خورشی میں خلل انداز ہونے والا ہے۔

تجارتی نظر سے دیکھیے تو یورپ کی قوتوں میں خود تجارتی رقابت اس خوریزی سے ہو رہی ہے، اور کشاکش زندگانی اس قدر مہیب ہو گئی ہے کہ قوتوں اور قوموں کو مہلک سامان پرور بھر مہیا رکھنے پر مجبور کر دیا ہے تاکہ وہ رقیب سے اپنے کو بچاسکیں۔ جب تک ایشیا کے ملک لوٹنے کو اور جہلان گامی کو باقی تھے وہاں تک آسمن صاف ہو کر متفق ہوتے رہے۔ جب وہ باقی نہ رہینگے تو آپس ہی میں خون خرا بہ ہوگا، اور تہذیب مادی کا خاتمہ۔

اس تہذیب مادی کا اثر اخلاق اور عادات انسانی پر بھی حاضر ہو رہا ہے۔ وہ رقت آہی کیا کہ معاہدے کوئی چیز نہ سمجھے جاویں، وہ رقت آگیا کہ کمزور کی حمایت کے بجائے اسکو روند دیا جارے۔ کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ تہذیب زیادہ عرصہ تک باقی رہسکتی ہے؟

ایشیا کی تہذیب بدرجہا زیادہ پائدار تھی۔ اور اب بھی اگر وہ

سب سے مقدمہ بھی گیا۔ اور سال بہر کے اندر فرض کر لیجیے کہ قسطنطنیہ کے بھی نکل جانے کا سامان ہو گیا۔ اب قسطنطنیہ میں تب اسی وقت تک ہیں، جب تک زار فریدی نند کی مرضی ہے، یا جب تک انگلستان قسطنطنیہ کا معاوضہ اپنے لیے افغانستان، ایران یا تبت وغیرہ کی طرف روس سے نہیں ملے کر لیتا۔ پھر آخر اب کرنا کیا؟ بس رونا اور کوسنا، یا کچھہ اور بھی؟ کیا ہم لوگ یہ سمجھ کر بیٹھے رہینگے کہ اسلام یورپ سے نکل گیا اور قصہ ختم ہو گیا؟ کیا ہم اب بھی اسلام کے نام اور مسلمانوں کی عزت کی حفاظت کی ذمہ داری تذا توں کے اوپر ڈالے رہینگے؟ اور کیا ہم یہ سمجھتے رہینگے کہ اسلامی روح کے بغیر ترک باقی اسلامی مقامات کو اسلام کی حکومت میں محفوظ رکھ سکیں گے؟

مسلمانوں پر یہ نازک ترین وقت ہے۔ میدان کارزار میں انہیں شکست ہوئی۔ لیکن کیا اب ان میں اسلامی روح اس قدر مفقود ہوگئی ہے کہ حمیت اور غیرت بھی جاتی رہی؟ کیا بس اب وہ شکست کو مان کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے جاینگے؟ کیا روس کی چالوں پر انہوں نے کبھی غور نہیں کیا؟ کیا ان کی نظر اس قدر خیرہ ہوگئی ہے کہ انہوں نے اس واقعہ کو بھی نہیں دیکھا، جو ایڈریا نوبل کی فتم کی خبریں سن کر ڈیو مالے روس (Duma) کے ایسے مقرر اور ذمہ دار جماعت نے خوشی سے برپا کیا؟ کیا ارمینا اور شام اور یمن اور مصر میں فساد کی جڑیں باقی نہیں ہیں؟

آخری فیصلے کا وقت

اب رقت اسکا آگیا ہے کہ نہ صرف ترکوں کو، بلکہ مسلمانان عالم کو یہ ملے کر لینا ہے کہ وہ کسی مقام پر حام اعلیٰ بنکر رہینگے یا نہیں؟

توگ تنہا اگر چاہیں بھی، تب بھی ممکن نہیں ہے کہ وہ حاکم اعلیٰ رہیں۔ ذرا سی صوبہ داروں نے اس جنگ بلقان میں عملہ یہ دکھا دیا کہ ترک تنہا ہرگز مسلمانوں کی عزت دیاری برقرار نہیں رکھ سکتے۔

اب اس جنگ کے بعد تو اور بھی مشکل ہو گیا۔ ترکوں سے بڑا حصہ ملک کا نکل گیا اور ان کے ذائع آمدنی کم ہو گئے۔ چھہ عیسائی طاقت ور قوتیں نہیں۔ اب متحدہ قوت بلقان ایک آدر ترقی کی دشمن جان پیدا ہو گئی۔

سیاست دانوں کو معلوم ہے کہ انگلستان کی سی دولت مند اور وسیع الذائع سلطنت کو اپنی بحری قوت کے صرف دو سلطنتوں کے برابر رکھنے میں بھی اتنی تک پسینہ لانا پڑتا ہے۔ پھر ترکوں سے یہ کیسے توقع ہو سکے کہ وہ اپنی بحری اور بری، دونوں قوتوں کو چھہ سات زبردست قوتوں کے برابر رکھ سکیں گے؟

ظاہر ہے کہ ترک اب کسی دوسری سلطنت پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔ پھر آخر وہ تنہا کیسے مسلمانوں کی عزت کے برقرار رکھنے کی ذمہ داری کر سکتے ہیں؟ اب تو انکو اپنی شکستہ حالت کا درست اندازہ ہی مشکل ہوگا۔ سال آئندہ اگر زار فریدنڈ یا زار نکولس کو شہت المقدس پر حملے کا شوق ہوگا۔ یا مسلمانوں پر رعب جمائے۔ لیے جس طرح آج قسطنطنیہ کا ایک دن کے لیے لینا ضروری سمجھا جاتا تھا، دل مدینہ یا کعبہ کا دھا دینا ضروری تصور ہوا تو اس کی مدافعت کیسے ہوگی؟

آج دل کی جنگ کے بعد طاقت دار سے طاقت دار قوتیں متحدہ مادی کی حالت میں بھی قوت جانی ہیں۔ پھر بیچارے نہ کیا رہینگے؟

یہ رقت نہایت مشکلات کا ہے۔ ہجوم آفات ارضی و سماوی ہے۔ مسلمانوں بلکہ کل ایشیا والوں پر اس شکست کا اثر جو توڑوں کو

تک انہوں نے زوال نہیں دیکھا - وہ آپس میں بھی لڑے - انہوں نے ظلم بھی کیا - لیکن جب تک انکا عقیدہ بجا رہا - جب تک وہ باوجود ذاتی عناد اور بشری کمزوریوں کے اسلام کے دلدادہ رہے - اوسے اصولوں کا احترام کرتے رہے - اسوقت تک انہوں نے نیچا نہیں دیکھا - اسلام نیچا دیکھنے کی چیز ہی نہیں ہے - اوسکی ساخت ہی صنایع عالم کے ایسی رکھی ہے کہ ہر چیز سے بالا اور بلند ہے - جس شخص میں اسلام کی روح ہے وہ پست نہیں ہو سکتا - اوسکی گردن کسی کے آگے جھک نہیں سکتی - روحانیت پر کوئی مادی چیز غالب نہیں آ سکتی - کیا روح کو کوئی توپ کے گولے سے اڑا سکتا ہے ؟ کیا وہ قوم جسمیں اسلام کی روح ہو توپ و تفنگ سے فنا کی جا سکتی ہے ؟ نہیں - مگر چاہیے تو اسلام کی روح - اگر وہ نہیں تو کچھ نہیں - مسلم بلا اسلامی روح کے بدترین انسان ہے - مسلمان اسلامی روح کے ساتھ افضل الناس ہے - میں آئندہ کی عیسائیت اور اسلام کی دوبارہ معرکہ آرائی کو اپنی دربین آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں - میبھی روح اس اندیشہ سے لرز جاتی ہے کہ مبادا اس وقت بھی مسلمانان عالم اسلامی روح سے معرا نہ ہوں - مسلمانوں میں اگر اسلامی روح نہیں تو وہ کمزور سے بھی مغلوب ہو جائینگے - اگر انہیں اسلامی روح ہے تو وہ کسی طاقت دار سے طاقت دار قوت سے بھی مغلوب نہ ہونگے -

گذشتہ سے سبق

اگلے زمانہ میں جو سبق ملارہ تاریخی واقعات ہیں - کیا اس زمانہ کے قریب قریب ہر معرکہ میں یہ نہیں ہوا کہ مسلمان تعداد میں کم - فوجی ساز سامان میں کم - قواعد و ضوابط فوجی سے بے خبر - پھر بھی فتح ارنہی کے ہاتھ میں رہتی تھی ؟ وہ کون قوت تھی جو (ضرار) کو ایک نیزہ ہاتھ میں لیکر ننگے بدن ایک تیغ و تبر اور زہر بکتر سے مسلح جوان کے مقابلہ پر آجائے کیلیے آکساتی تھی ؟ اور وہ کون سی قوت تھی جو قبل اسکے کہ غنیم کی تلوار اسکے ننگے بدن پر گرے ، اسکے نیزے کی ذری سی انی کوزہ بکتر کے پار پہونچا دیتی تھی ؟ یہ وہی اسلامی روح کی قوت تھی - پھر وہ کون قوت تھی جو فاقوں پر فاقہ کرنے کے بعد بھی اسلامی مجاہدین میں اسقدر زور باقی رہنے دیتی تھی کہ شراب خوار اور لحم الخنزیر سے پر شکم غنیم پر غالب آجائے تھے ؟ وہی اسلامی روح تھی -

اور وہ کون اخلاقی جرأت اور ابر العزمی تھی جو حضرت خالد کو بحالت ایک معمولی سپاہی کے اسی جان نثاری اور شیردلی پر آمادہ و مستعد رکھتی تھی ، جیسی یہ حیثیت ایک کمانداران چیف اور سپہ سالار افواج کے ان میں تھی ؟ یہ بھی وہی اسلامی روح تھی - ہماری آنکھوں کے سامنے ایک حسرتناک اور عبرتناک واقعہ یہ پیش آیا کہ عین اسوقت ، جب غنیم دار السلطنت اسلامی کے دروازے پر تھے ، ایک سپہ سالار اور ایک زور معززل کیا گیا ، لیکن اوسکے لیے مادی قوت کی ضرورت پڑی اور اوس فعل نے ایسے نازک وقت پر بھی عداوت ذاتی کی آگ بھڑکا دی - اور کتنوں سے اس غرل کے انتقام کے جوش میں وطن فرشی تک پر تیزی کر لی - ترکوں پر اس سے زیادہ نازک وقت پھر پڑا نہیں سکتا - اس طرف پڑا ، پھر بھی انہیں ایکا نہ ہوا - پھر بھی وہ ذاتی عداوت دبا نہ سکے - سلطنت کا بڑا حصہ ہاتھ سے نکل گیا ، مگر باہمی جنگ و جدل موقوف نہ ہوئی -

مستقبل

اچھا ، اب یہ ہو چکا ہے - باب مسیحیت بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے گیا - البانیہ بھی گیا - سکندر ذوالقرنین کا وطن بھی گیا - سنہ

چکا ہے - وہ توریج مسکون پر تہذیب و عام کا علم بلند کر چکا ہے - وہ تو تمام معلوم مذاہب کو اخلاق کا سبق دیکھا ہے - میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اسلام کے پیرو نہیں ہو سکتے تو ہم کو چاہیے کہ ہم فوراً ایسا مذہب اختیار کر لیں جسکی پا بندی کر سکیں - جو اسقدر ارفع نہ ہو جسقدر کہ اسلام ہے - مسلمانوں کا عیسائی ہو کر انسان اور صلیب کی پوستش کرنا اچھا ہے بنسبت اسکے کہ وہ اپنے افعال اور اعمال سے خدائے اسلام کو بدنام کریں - اور خدائے لا شریک کی عبادت سے لوگوں کی طبیعتوں کو ، انکے سامنے اپنی ذلیل حالت پیش کرے ، پھر دیں -

مسلمانوں کی زندگی

بغیر روح اسلامی کے ممکن نہیں

یا پھر کمر ہمت چست کریں ، اور سچے اور پکے مسلمان بنیں - مجھے یقین رائق ہے کہ اگر مسلمان مسلمان ہو جائیں ، تو پھر وہ وہ اس عروج اور مرتبہ پر پہنچے بغیر نہ رہیں ، جسپر وہ کبھی پہونچے تھے - اسلام - اسلام - اسلام -

مسلمانوں کے ہر مرض کی دوا اسلام ہے - ہم کو اس مغربی تہذیب کی ضرورت نہیں ہے - ہم کو اس موجودہ مادی تعلیم کی بھی ضرورت نہیں ہے - ہم کو اس نئی معاشرت کی بھی ضرورت نہیں ہے - ہم کو ”ترقی یافتہ“ ملکی قوانین اور نظام کی بھی ضرورت نہیں - ہم اس وقت کیا برسے تھے جب ہمارے غریب بھائی بادشاہوں کے سامنے اپنے پٹے پٹے کپڑوں میں جا کر انہیں مبدھوت کر دیتے تھے ؟ ہم اس زمانہ میں کیا برسے تھے ، جب ہمارے ایدر اونت کی مہار پکڑے ، اپنے ملازم کو اوپر سوار کیے ، بیت المقدس کے سے باعظمت اور عیسائیوں کے محکوم مقام کی فتنہ کے لیے داخل شہر ہوئے تھے ؟ ہم اس وقت کیا برسے تھے ، جب ہمارا ہر فرد راہ خدا میں مجاہد تھا - جب ہم میں سے کسی کو ملک میں احتیاج نہ ہوتی تھی ، بلکہ کل ملک کا خراج ہمارے بیت المال کو ملتا تھا ؟ جب ہم خرمے پر زندگی آسودگی سے بسر کرتے تھے ، اور جب ہم علم کی بنیاد اخلاق اور روحانیت پر رکھتے تھے ، جس سے ہمارے ایک طرف تو روحانی طاقت سے اوہام بطلہ کو فنا کر دیا تھا ، اور دوسری طرف مادی راحت کی ضروری چیزیں فراہم کر لی تھیں -

کیا ہمارے وہ پرانے عمامے اور عبائیں ہم کو چست سے چست کام کرنے میں مانع ہوتی تھیں ؟ کیا ہم انہیں پہنے ہوئے بودہا بست اور خزانس اور اسپین تک نہیں پہونچے تھے ؟ کیا ہماری اس قدیم معاشرت نے دنیا کو پاکیزہ و طہیرہ اور صاف بودہا نہیں سکھا دیا ؟ کیا حرمت نسوان اور اعانت یتیمان و یتیمس میں ہمارے کوئی درسی قوم بڑھسکی تھی ؟ کیا ہمارا سادہ اور آبی قانون ہماری ہر ضرورت کے لیے کافی نہیں ہو گیا تھا ؟ کیا اس تمام عالم میں بڑھوں اس ترقی عقل سیاسی و مادی کے کوئی حکومت ایسی قائم ہو سکی جو مساوات ، حرمت ، اخوت کے اصولوں پر اس مضبوطی اور خوبی سے قائم ہوئی ہو ، جیسی حضرت عمر (رض) کے وقت میں تھی ؟ کیا وہ پہرا جو اسلام نے ہمارے نفسوں پر مقرر کر دیا تھا ، اوس قانونی گرفت اور پرامنس کی روک تھام سے کمزور اور کم اثر تھا جو آج ہم پر مسلط ہے ؟ نہیں - ہم کو کچھ نہیں چاہیے سوا اسلام کے - اسلام ! اسلام ! اسلام ! ہمارے ہر مرض کی دوا اسلام - اسلام کا ہمارے اوپر کسقدر احسان ہے ؟ اسلام کا دنیا پر کسقدر احسان ہے ؟ ہم اسلام سے ملے کیا تھے ؟ جانور - اسلام نے ہم کو کیا بنا دیا ؟ انسان - دنیا اسلام کے بدستور کیا تھی ؟ تماشہ گاہ - اسلام نے دنیا کو کیا بنا دیا ؟ دارالعلم والعمل - جب تک مسلمانوں میں اسلام کی محبت رہی - جب تک انہوں نے اسلام کی سچی اور دلی پیروی کی ، اسوقت



دینا نہ چاہے، اسی قوم اور اسی مذہب کو آگے کر کے استقلال،  
تعمیل، اور دلسوزی کے ساتھ حمایت کرنی چاہئے۔

میں جو خیالات جاپان کی بابہ رکھتا ہوں، وہ میں ظاہر کرچکا  
لیکن اگر روحانیت پسند باشندگان عالم یہ سمجھتے ہوں کہ جاپانیوں  
کی قوم اور بردہ مذہب ہی مادی تہذیب و ترقی کا مقابلہ کرے  
روحانیت کا بول بالا کر سکتا ہے، اور روحانیت پسند قوموں کو  
غلامی سے آزاد کر سکتا ہے، تو بلا پس و پیش میں کہہوں گا کہ  
مسلمانوں کو بھی فوراً چاہیے کہ جاپان کو آگے کر کے اسی حمایت  
کیلئے کمر بستہ ہو جائیں۔

اب تگ دلی، تعصب، اور بیجا جذبہ داری کا رقت نہیں ہے۔  
جاپان اگر عالم گیر کی ہمت رکھتا ہے، تو اسے بیشک میدان میں  
ان چاہئے، اور روحانیت کے مقصد کو اٹھانا چاہئے۔ بہر صورت اب  
رقت خواب کا باقی نہیں رہا۔

روحانیت بالکل مغلوب ہو رہی ہے۔ اگر اب بھی اسکا تحفظ  
نہ کیا گیا، تو پھر کامیابی محال نہیں تو ہزار چند زیادہ دشوار ہو  
جائیگی۔

ہم مسلمانوں کو ہمارے خدا نے خیرالام کہا ہے۔ اسلیے سب  
سے زیادہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس حالت کو محسوس کریں۔ اور  
بنی نوع انسان کے شرف کو برقرار رکھیں۔

#### وقت کا سوال

مسلمانوں کے لیے سوال اب یہ نہیں ہے کہ ترک جائیں  
یا نہ جائیں۔ عرب زندہ رہیں یا نہ رہیں۔ انکے لیے سوال  
اب یہ نہیں ہے کہ ایدریا نوبل رہے یا نہ رہے۔ قسطنطنیہ رہے  
یا نہ رہے۔ انکے لیے اب اسکا سوال بھی نہیں رہا کہ یورپ سے اسلام  
خارج ہو یا نہ ہو، اور افریقہ میں اسلامی سلطنت خود مختار  
باقی رہے یا نہ رہے۔ یہ عظیم الشان مسئلہ انکے لیے خارج از فکر ہے۔  
بغداد میں خلافت کے چراغ کو گل کردیا تھا۔ اور قطع نظراں  
امور کے جنگ صلیب یہ اول ہی نہیں ہوئی۔

مسلمانوں کی شان یہ ہے کہ مصیبت پر ثابت قدمی دکھا  
دیں۔ انکے جوش شجاعت اور فیض سخاوت، دنوں کو مصیبتوں  
کی حالت میں ترقی ہوتی ہے۔

مسلمان بلاشبہ شکست کھا گئے ہیں۔ مگر کیا انکی ہمت  
بھی ٹوٹ گئی ہے؟ کیا وہ مایوس بھی ہو گئے؟ کیا انہوں نے  
لا تقلوا من رحمت اللہ

کے جادو اثر اور جان بخش ارشاد کو فراموش کر دیا ہے؟  
اسطرف مجمع غریب مسلمانوں سے ملنے کا اتفاق ہوا تو مجمع  
یقین کامل ہو گیا کہ ابھی مسلمانوں کے دل مردہ نہیں ہو گئے۔  
ابھی انہیں اسلام کی محبت موجود ہے۔  
اگر اسلام کی خدمت کا شوق کم ہوا ہے تو ہم ایسے مسلمانوں  
میں، جن پر مغربی عنصر غالب آ گیا ہے۔

افسوس ہے تو یہ کہ وہ بچارے مسلمان جنہیں اسلام کا درد ہے  
مادی تہذیب سے نابلد ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ کس طرح وہ  
حسن و خوبی سے آج کل اسلام کی خدمت کر سکتے ہیں۔ انہیں  
اب بھی ایسے جواہر نکلیں گے جو اسلام کے لیے توبہ کے منہ میں  
گھس جائیں۔ اپنی سمجھ کے موافق وہ ہر طرح کی اسلام کی  
خدمت کرنے کو تیار ہیں۔

لیکن انکو چونکہ مادی تہذیب سے واقفیت کم ہے اسلیے وہ  
بہتوں صورت مدد کی سونچ نہیں سکتے۔  
اور ہم لڑک جو سونچ سکتے ہیں انکو شراب و کباب سے بلکہ

کے لیے کون سی تہذیب چاہیے اور اس تہذیب کے دبائے کے لیے  
مذہب یا کون قوم مناسب ہے؟ میں مسلمان ہوں۔ محض  
یہاں مسلمان نہیں۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں کسی  
مذہب کا پابند ہو سکتا ہوں تو اسلام ہی کا۔ اگر میری گردن کسی  
کے آگے عاجزانہ جھک سکتی ہے تو وہ خدا ہے، اور خدا بھی رہی  
ہو ان صفات کا ہو:

ہو اللہ الذی لا الہ الا ہو، عالم الغیب والشہادہ، ہو الرحمن  
رحیم۔ ہو اللہ الذی لا الہ الا ہو، الملک القدوس السلام المؤمن  
المہم العزیز الجبار المتکبر۔ سبحان اللہ عما یشرکون۔ ہو اللہ  
خالق الباری المصور له الا سماء العسوی، یسبح له ما فی السموات  
والارض، و هو العزیز العکیم۔

اگر مذہب ضروری ہے تو اسلام کے سوا کوئی نہیں

اگر میں کسی انسان کا ایسا معتقد ہو سکتا ہوں کہ اسکے ارشادات  
پر بلا چون و چرا قبول کروں، تو اس انسان کا، جو حقیقی طور پر  
ہمت للعالمین تھا۔ جو واقعی اکمل البشر اور افضل الذاس تھا۔  
جسکا سر دنیا کے گراں قدر و بلند مرتبہ شخصوں سے بھی بلند تھا۔  
میں مسلمان ہوں۔ مسلمان ہونے پر مجھے فخر ہے۔ اور میری  
بلی آرزو یہ ہے کہ میں تمام دنیا کو نعرہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ  
لگاتے سنوں۔ میں اسکا اقرار کرتا ہوں کہ میرے لیے اس سے زیادہ  
اور کوئی خوشی کی بات نہیں ہو سکتی کہ کل ایشیائی اور افریقی  
واشندے مسلمان ہو جائیں۔ مسلمان سے مرکز میرا مطلب آجکل کے  
مسلمان نہیں ہیں۔ بلکہ قرون اولیٰ کے مسلمان۔ ایسے مسلمان جو  
عمل صالح سے مسلمان تھے۔

ایسے مسلمان جنکی زندگی، جنکی موت، جنکی نیکیاں، اور  
جنفر رشیان، سب اپنے اللہ کے لیے تھیں۔ جو بیکسوں پر رحم  
کرتے تھے۔ یتیموں کی مدد کرتے تھے۔ سچ بولنا جنگا شعار تھا۔  
دوسروں کے لیے خود تکلیف اٹھانا جنگا شیوہ تھا۔ جو جانوروں  
تک پر ظلم کے ررا دار نہ تھے۔ جو کسی موقع پر انصاف سے نہ  
ہٹتے تھے۔ جو راہ حق پر نہ صوف اپنی جانیں بلکہ کل اپنے  
خاندان کی جانیں اور مال نثار کر دیتے تھے۔ جنکی جرات  
اخلاقی و جسمانی دونوں اعلیٰ ترین مرتبہ پر تھیں۔ الغرض میں  
ایشیا اور افریقہ کیا، کل دنیا کا مسلمان ہو جانا چاہتا ہوں۔  
سچے دل سے چاہتا ہوں۔ اور اس میں جو کوشش ہو، اسے کرنے  
کیلئے موجود ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں یہ نہیں کہتا کہ  
اور پیغمبروں میں عظمت اور بزرگی نہ تھی۔ میں تو ”لانفرق  
بین احد من رسلہ“ کا قائل ہوں۔ رام ہوں، یا کرشنا۔ شیو ہوں،  
بابا بدھا۔ یہ سب وہ گراں قدر لوگ تھے، جنکی عظمت جعفر ہم  
کریں کم ہے۔ اگر ایشیا کے سب باشندے محمد (صلعم) کا  
پیرو اپنے کو نہیں کہنا چاہتے، تو ہمیں یہ تو نہ چاہیے نہ اونکو آگے  
کرنے سے بعض تعصب کی بنیاد پر پس و پیش کریں؟

یہ سب کو معلوم رہنا چاہیے کہ اسلام کے اصول عالمگیر ہو گئے  
ہیں۔ اور بالآخر وہی کل بنی نوع انسان کے اصول ہونگے۔ اگر وہ  
ترقی پذیر رہا اور کمال ترقی تک پہنچا۔

ایسی حالت میں اس سے تعصب رکھنا خود اپنا نقصان کرنا ہے۔  
وہ اگر اسوقت یہ امر قابل لحاظ نہ ہو، تب بھی یہ دیکھنا تو ضرور  
ہے کہ کون قوم، یا کس مذہب کے پیرو اسوقت مادی تہذیب کا  
کامیابی سے مقابلہ کر سکنے کی اہلیت رکھتے ہیں؟ جو قوم یا جو مذہب  
اسکی امید دلائے، اس کو کل ایشیا و افریقہ کو بلکہ دنیا کے کل  
اس حصے کو، جو روحانیت کے عنصر کو تہذیب سے مفقود ہونے

عروج پہ پہنچا دیجائے تو رہی دنیا کے کاربار کے چلائے میں زیادہ کام آسکتی ہے۔

مگر ایشیا کی قوم میں بیدار بھی تو ہوں۔ ایشیائی تہذیب کا رنگ بھی تو دفع ہو۔

میں جانتا ہوں کہ لوگ اسے فینانٹزم Fane ticism اور جنون کہیں گے۔ میں جانتا ہوں کہ اس حالت پر دینی و تباہی میں یہ بات منہ سے نکالنا بہتر کو منسادیگا۔ لیکن میں کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ایشیا کو عروج دینے کا مادہ سب سے زیادہ اسی قوم میں ہے جس نے مذہب اسلام اختیار کیا ہو۔ عیسائیت کے ”مذہب مخالف“ ”faith antayonistic“ ہی میں عیسائی تہذیب کی جگہ لینے کا مادہ ہے۔

صرف اسلام ہی جامع روحانیت و مادیت ہے

(۲) مسلمانوں کا خمیر ہی ایسا تیار کیا گیا ہے کہ انہیں قوم اوسط ہونے کی قابلیت ہو اور جو عیسائی مادیت اور ہندوں کی روحانیت کے بین بین ایک تہذیب قائم کر سکے۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ فقہا روحانیت سے کام اسلیے نہیں چاہتے کہ مقابلہ خاص مادیت سے ہے۔

اگر ایک چور کوئی مال لیے جا رہا ہو تو پہلا کام تو یہ ہونا چاہیے کہ مال رکھا لیا جائے اور قوت مادی سے کام لیا جائے۔ اس کے بعد پھر چاہیے کہ چور کی درستی اخلاقی کے لیے اس پر روحانی اثر ڈالا جائے نہ وہ چوری کا ارادہ ہی نہ کرے اور اپنے پڑوسی کو امن سے سونے دے۔

روحانیت بہت اعلیٰ چیز ہے۔ مگر مادی ترقی کے بغیر ہم روح کی برتری قائم نہ رکھ سکیں گے۔

ہمارا تمدن سادہ رہے۔ ہم تجارت میں بھی بہت ترقی نہ کریں۔ ہم کو اسلیے روپیہ کی بھی بہت ضرورت نہ ہو کہ ہم قذمت پیدا کریں اور کشاکش زندگانی کو زندہ شدید نہ بنے دیں۔ لیکن جب ہمارے اوپر دہلے اس طرح چھا پھار جائے گا جس طرح حواریوں کے عربوں پر مارا گیا تھا تو ہم کیا کریں گے؟

یورپ کا آج حل یہ ہے کہ یورپ کے علاوہ افریقہ، ایشیا، امریکہ، چین، کوئی ایسی زمین رہ چھوڑنا نہیں چاہنا جہاں کے لوگ اور جہاں دھلے اس کے دمار لپیٹ میں معین ہو۔

مذہب ہند اور مقابلہ مادیت

ایسی حالت میں ہم اکیلی روحانیت کو لیکر چلتے نہیں سکتے۔ جاپان مادی تہذیب کو اختیار کر رہا ہے، مگر مجھے اندیشہ ہے کہ اس کا بھی حل ہوگا جو عیسائیوں کا ہوا۔ روحانیت معقولہ و جزئی ”انسانیت ختم ہو جاوے گی“ اور انسان ایک ایسی کل بدھا رنگ جو روپیہ اور سامان عیش نفس دہالا کرے۔ میں یہ اس وجہ سے نہیں کہتا کہ میں بد مذہب کی روحانی قوت سے بے خبر ہوں۔ عیسائی مذہب کی اور بد مذہب کی روحانیت میں کچھ بہت فرق نوعیت کا نہیں۔ ہاں بد مذہب کی روحانیت عیسائیت سے ارفع اور ارجمند ہے۔ مگر دونوں کی روحانی حالت اس جہاں کو فساد کے لیے مناسب نہ تھی۔ جس طرح مادیت نے عیسائی روحانیت پر غلبہ کر لیا اور عیسائی تہذیب محض خرد غریبی اور بے ہمتی کی طرف منہ دل ہو گئی، اسی طرح مجھے اندیشہ ہے کہ بد مذہب کی روحانیت کا بھی یہی حل ہوگا۔ جاپان اپنی شخصیت حاضر وقت رکھ کر ترقی نہیں کر رہا ہے۔ بلکہ مغربی رنگ میں اپنے کو رنگ رہا ہے اور جو مذہب اس کے کامیابی ہو گئی ہے اس بات پر ہی رنگ لکھنا رکھتا ہے اور بھی

رغبت ہو گئی۔ مسلمانانِ ترقی بھی اسی رنگ پر آ رہے تھے، مگر ان کی تو قدرت کی جانب سے ایک طمانچہ سخت رسید ہو گیا۔ لیکن جاپان کا میڈل ہوا اور روس کو اس نے معقول سبق دیدیا، جس کا اثر حکمت اور روہانیت سے جلد ضائع کیا جا رہا ہے، مگر پھر بھی جاپان کی کامیابی میں شک نہیں، اور اس کو مغربی رنگ اختیار کرنے پر وہ کامیابی کافی ترغیب دے سکتی ہے، بلکہ دیر ہی ہے۔ ابھی کئی دن ہوئے کہ شاہ جاپان کی قتل تک لی سارش کا اظہار ہوا تھا۔ یہ بھی مغربی رنگ ہے۔ ہندوؤں کی تہذیب بھی بہت اعلیٰ اور فلسفیانہ ہے۔ ان کی روحانیت درجہ کمال کو پہنچ چکی ہوئی ہے۔ لیکن روحانیت کے عمل پر پہنچنے کا نتیجہ یہ ہے کہ مادی ترقی قبول کرنے کی قابلیت صحیح نہیں رہی ہے۔ ہندوستان کے الراجزم مدبر امکانی کوشش ہندو کے اصلاح تمدن کی کر رہے ہیں۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی نسبت ہندو کے بہت کچھ مادی رنگ حاصل کیا ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھیں تو ہندو کے ایسے رکارڈوں حد سے زیادہ ہیں۔ جن کا ہزار برس میں بھی پوری طرح سے دفع ہونا آسان نہیں۔

اصل یہ ہے کہ ہندو کی تہذیب زمانہ موجودہ کے بالکل خلاف ہے۔ اور یہ کسی طرح آسان نہیں نظر آتا کہ ہندو کی قوم مادیت اور روحانیت کے درمیان سے فائدہ حاصل کرے۔ پس اگر کوئی قوم مادیت کے مقابلے کے لیے باقی رہتی ہے تو رہ رہی ہے جس کو مادی تہذیب نے ابھی ابھی زندہ ہے۔ میں پھر کہوں گا۔ اور پھر کہوں گا۔ اور پھر کہوں گا۔ وہ مادی تہذیب کے مقابلے کے لیے نہیں مادی تہذیب کو نیچا دہانے کے لیے، مسلمانوں سے زیادہ کڑی قوم موزوں نہیں۔

انہیں وہ روحانیت ہے جو مادیت سے ساز کر سکتی ہے اور جس پر مادیت غالب نہیں آسکتی۔ اگر ذرا برابر بھی اس بات کی کوشش کی جائے کہ اپنی حالت قائم رہے۔

اسلام ایسی معمولی تعلیم نہیں دیتا کہ کوئی ایک کال پر طمانچہ مارے تو دوسرا اس کی طرف پھیر دے۔

وہ یہ بھی نہیں کہتا کہ سڑی کے نالے سے ارنٹ کا پار ہوجانا آسان ہے لیکن مالدار آدمی بہشت میں جانا آسان نہیں۔ مسلمان یہ بہت ساری سے کر سکتے ہیں کہ اپنی تہذیب اسلامی اور ایشیائی پر قائم رہیں اور پھر بھی یورپ کے ہم سطح آجائیں۔ انہیں دات پات چھوڑتے چھوڑتے کہاں ہیں؟ انہیں خود کشی اور بادشاہ پرتی بی خرابیاں کہاں ہیں؟ آج کل یورپ کے جمہوری اصول اختیار کر رہا ہے۔ اور تجربہ کے یہ بدادیا کہ ظلم کو روکنے کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی طریق حکومت نہیں۔

پھر مسلمانوں سے بڑھ کر جمہوریت پسند اور کون ہو سکتا ہے؟ ہر مسلمان کے خمیر میں دما لڑزم Democratism ہونا چاہیے۔ مسلمان ہی ایسا قوم ہے جو غیر اسلامی اصول حکومت سے مستغنی ہو سکتی ہے۔

اصل میں موجودہ تہذیب قائم ہی اسلامی اصول پر ہوئی تھی لیکن چونکہ عیسائی مذہب میں تہذیب کے اخلاقی حالت پر بھروسہ رکھنے کا سامان نہ تھا، حضرت مسیح کے تہذیب و معاشرت کے اصول منضبط نہ کیے۔ اسلیے عیسائیوں میں وہ اسلامی تہذیب اور بالکل مادی ہو گئی، اور اب اس کو اسلامی تہذیب دینا، حرد عیسائی تہذیب نہ ہی غلطی ہے۔

اور یہ تہذیب بیسویں صدی کی تہذیب ہے۔ جس کی بدیہ بالکل اصول صورت Ulltorean Prinsiph پر ہے۔

اب ایشیائی قوموں پر یہ دیکھنا ہے کہ ایسی تہذیب کے مقابلے

(اعلانات)

## دھلی میں غدر

پلے تيموري تاجدار اور اس کے خاندان کي کيا شان تهي - اور غدر کے بعد کيا ہو گئي - پھولوں کي سيج پر سورنے والي شہزاديان ظلم و ستم کے کانٹوں پر کيونکر سرتيں - آنکے معصوم بچوں نے کس کس کے طمانچے کھائے بہادر شاہ غازي اور انکے بال بچوں پر کيسی کيسی بيٲتائين پڑيں - شہنشاہ ہند کے بيٲوں اور نواسوں نے دھلي کے بازاروں ميں کس طرح بھيک مانگي - اس کے سچے اور چشم ديد قہے مضامين خواجه حسن نظامي ميں بکثرت جمع کيے گئے هيں - يہ مجموعہ دھائي سر صفحہ کا ہے - جسمين مضامين غدر کے علاوہ اور بھي بہت سے دلچسپ مضمون خواجه حسن نظامي کے هيں - قيمت صرف ايک روپيہ -

## اگر ہندوستان ميں انگريزي چراغ گل ہو جائے

خدا نخواستہ حکومت کا نہيں بلکہ انگريزوں کي پھيلائي ہوئي نئي روشن کا چراغ اگر گل ہو جائے اور اہل ہند اپنے قديمي تمدن اور پراني روشني کے اصول کو اختيار کر لیں تو اسوقت نئي روشني کي بولتي ہوئي تاريخ لسان العصر اکبر الہ آبادي کے کلام ميں جن کي ترن مل جائيگي - کليات اکبر کا يہ لا جواب مجموعہ در حصوں ميں ہمارے ہاں موجود ہے - قيمت تين روپيہ آٹھ آنے -

## يورپ اپنے گھر ميں رہے

ايشيا و افريقہ ميں اسکا رہنا عقل اور فطرت کے خلاف ہے - يہ مقررہ مصر کے زبردست بزرگ اور تمام صوفيوں کے شيخ المشائخ کا ہے جو انہوں نے اپني کتاب مستقبل الاسلام ميں لکھا ہے - اس کتاب ميں ايسي دل کو لگنے والي پيشين گرياں هيں کہ مسلمان علی الغصص ايشيائي آنکھ دیکھ کر باغ ہو جاتي ہے - اس کے اردو ترجمہ کا نام اسلام کا انجام ہے - قيمت چار آنے -

## زار دوس کي ہتکرياں

اس کا بھيد شيخ سنوسي کے رسالوں ميں ہے جسمين ظہور حضرت امام مہدي اور شہنشاہ انگلستان کے مسلمان ہونے اور آئندہ زمانہ کے ہولناک انقلابات کي سچي پيشين گرياں هيں -  
حصہ اول ۴ آنہ - حصہ دوم کتاب الامر ۴ آنہ - حصہ سوم فيضان ۸ آنہ -

## ہندوستان ميں جہاد

سلطان محمود غزنوي نے سرمنا ميں کيونکر جہاد کيا - اس کے چشم ديد منظر روزنامچہ خواجه حسن نظامي ميں مليندے جسمين سفر بمبئي سرمنا کا لہياراز کجرات وغيرہ کا دلچسپ تذکرہ ہے - قيمت ۸ آنہ -

## محدث گنگوہي کي گرفتاري

عارف و فاضل حضرت مولانا رشيد احمد محدث گنگوہي رحمۃ اللہ علیہ غدر کے زمانہ ميں کيونکر گرفتار ہوئے اور انپر کيا کيا کزري اسکا ذکر انکي نئي سوانح عمري ميں ہے - يہ کتاب نہيں ہے حقائق و معارف کا عظيم الشان خزانہ ہے - با تصور قيمت ايک روپيہ ۸ آنہ - اسرار مخفي بھيد - ۴ آنہ ترکي فتح کي پيشين گرياں قيمت دو پيسہ - دل کي مراد قيمت ۱۰ آنہ - رسول کي عيدي قيمت ۲ آنہ

يہ سب کتابين کارکن حلقہ نظام المشايخ دھلي سے منگائيے -

سسٹم راسکوپ ليورواچ ۱۹ سائز

مضبوط 'سچا وقت' برابر چلنے والي 'معہ معمول دو روپيہ آٹھ آنہ

ايم - اے - شکور اينڈ کو نمبر ۱ - ۵ ويلسلي اسٹريٲ ڈاکخانہ دھرتلہ کلکتہ -



مجنون ضرور کہینگے - وہ کہیں گے کہ عمل میں لانے والی نہیں - اچھا نہیں - اور پھر نہیں - اور پھر نہیں - شاید وہ وقت بھی آجائے کہ وہ قابل عمل ہو جائے - جو چیز فوراً عمل کی ہوا سے کرنا چاہیے -

بہر حال کچھ کرنا چاہیے - پھر اڑھیے - اب دیر کیا ہے ؟ سوچ کیا ہے ؟ انتظار کیا ہے ؟

والسلام

## الہلال

پیش نظر امور سے یہ عاجز غافل نہیں - گذشتہ آٹھ - شب و روز بھی فکر دامنگیر رہی ہے - لیکن میری نظر آرزو پھلوں سے پڑ رہی تھی - میں اُس بہترین طریق عمل ' اور ایک نقطہ کار متلاشی تھا ' جسکے چاروں طرف اپنی موجودہ مددھا ضرورتیں جمع ہو سکیں - بہر حال جو کچھ سوچنا تھا ' سوچ چکا ہوں ' اور رحمت الہی کا شکر کرتا ہوں کہ اُس نے اپنے فضل و کرم سے راہ سرجا دی ہے - آئندہ نمبروں میں اسکی توضیح دیکھ لیجیے گا - آجکی اشاعت کے مقالات افتتاحیہ گویا اسی کی تمہید میں - آپکی اسکیم " خدا کے لیے " بھی شائع کر دیتا ہوں - رہا ترقیقی الا با اللہ - علیہ ترکلت والیہ انیب -

## ہمارا لیڈر کون ہے

—○\*○—

آخری فیصلہ کی کہ-تی

—\*—

دنیا بھول میں ہے - رہوں کی ٹیلی اور پتلون کی جیب میر لیڈر کو تلاش کرتی ہے - ہمارے رہنما حجازی رسول (صلعم) ہیں تیرہ سو برس کی پائدار رہبری کو چھوڑ کر ہم خود غرض ' بے اعتبار اور مقلدین فرنگ لیڈر نہیں چاہتے - آخری فیصلہ کی سماعت اب آگئی - توحید کی روشنی اخباری دنیا کی تاریکی میں نمودار ہونا چاہتی ہے - وہ ہفتہ وار اخبار توحید ہے - ہر ہفتہ ہی تقطیع کے آٹھ صفحوں پر میرٹھ سے شائع ہوا کرگا - خط اور چھپائی نہایت صاف - لڑائی کی تصریریں - مفید و دلچسپ اسلامی کارٹون - تازہ اخبارات و رسائل کا ضروری خلاصہ - انقلاب انگیز طوفانی چال ' بیدین کے لئے بہر نچال - امن و امان کے لئے نیک فل - خاص و عام کے سمجھ کے قابل باتیں - وہ طریقے حنیف ملک میر لیڈر شناسی کا ملکہ پیدا ہو - مولانا حسن نظامی دہلوی کی ایڈیٹری ' نگرانی ' اور سرپرستی میں میرٹھ سے ۱۰ اپریل سنہ ۱۳ کو جاری ہو جائیگا - قیمت سالانہ صرف ۳ - روپیہ - نمونہ ایک کے تحت آنے پر ملیگا - مفت نہیں - الہلال کا حوالہ ضرور دیجئے - منیجر اخبار توحید - لال کورتی - میرٹھ

کوٹ اور ٹروٹرس Troutsters کی شکلیں دیکھنے سے فرصت نہیں - ہمپر بدقسمتی سے یورپ کی تہذیب کا سکہ اسقدر بیٹھ گیا ہے کہ ذرا برابر بھی اس سے انحراف کریں تو شرمندہ ہو جاتے ہیں - معلوم تو یہ ہوتا ہے کہ مغرب نے ہمارے جسم ہی کو نہیں بلکہ ہماری روح کو بھی مغلوب کر لیا ہے -

اگر یورپ ہم سے یہ کہے کہ اسلام یورپ میں رہنے کے قابل نہیں - تو ہم بھی فوراً کہہ دیں گے کہ ترکوں کو یورپ سے نکالو اور ایشیا میں آکر انگلستان کی پرورش سے زندگی بسر کرنا چاہئے !!

اگر یورپ ہم سے یہ کہے کہ اسلام جمہوریت کے ساتھ نہیں چل سکتا تو ہم بھی فوراً یہ تسلیم کر لیں گے کہ ایران اور ترکی میں جو اندرہ ناک انقلابات ہوئے ' وہ اسی وجہ سے ہوئے !!

یہ تو بڑے بڑے معاملات ہیں - ہماری افسوس ناک حالت تو یہ ہے کہ ہم ذرا سے تپ میں پانی بھر کر نہانے کو ' باوجود اسکے کہ وہ طاب اور سائنس کی رو سے قطعاً مضر اور گندہ طریقہ ہے ' صرف اسلیے پسند کرتے اور اختیار کرتے ہیں کہ یورپ میں وہ رائج ہے -

افسوس کہ ہم میں ہی اسکی قابلیت تھی کہ ہم اپنی تہذیب کو پھر بلکہ مرتبہ پر پھرنچاتے ' اور اپنے ملک - اپنے مذہب - اپنی قوم کے عروج کے طریقے نکالتے - لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو بھول گئے ہیں - اور اسپر فخر کرتے ہیں کہ ہم مہذب بھی اگر سمجھے جاتے ہیں تو اس حالت میں کہ مغرب کی بُری اور بھلی ہر طرح کی تہذیب پر کاربند ہوں -

میں نے ایک غزل کہی تھی - اسکا ایک شعر یہ تھا :

برا ہو اس محبت کا - بھلا ہو حسن دلکش کا

میں اپنے آپ سے گم ہوں مگر میرا پتا تم ہو

آخر کے " بھلا " کو بھی " برا " کہہ کر ' مسلمانوں کی حالت کے مطابق اسے بنا سکتے ہیں -

مادی تہذیب کی اس نمایشی دلاوری اور عقل فریبی نے مسلمانوں کو خود اپنے سے بھلا دیا ہے - اور مغربی تہذیب کا نشان انکے لیے بھی قائم کر دیا ہے - وہی معیار تہذیب و انسانیت ہے - مرانا ! یاد رکھیے کہ قادر حقیقی ہم ہی لوگوں سے شدید باز پرس کریگا کہ ہم نے اُن دلدادگان اسلام کی حمایت کیوں نہ کی ' جو اس طرح سے اسلام کی خدشہ کو تیار تھے -

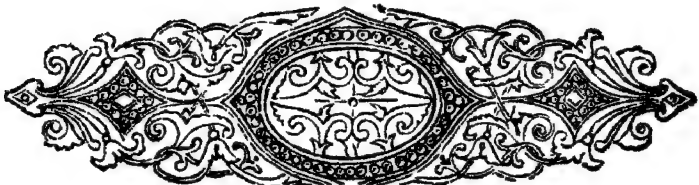
آپ نے جو پالیسی اختیار کی ہے اور جس عظیم الشان خدمت کو اپنے ذمے لے لیا ہے ' وہ یقیناً اصلی اور صحیح علاج ہے - آپ مسلمانوں میں مذہبی روح بھونکنا چاہتے ہیں ' اور معارف قرآن کے ذریعہ سے -

بیشک اسکا اثر ہوگا - بلکہ بہت کچھ ہو چکا ہے ' لیکن وقت اسکا مقتضی ہے کہ اسکے اثر کو ضائع نہ کیا جائے اور کوئی عملی کام شروع کر دیا جائے -

میری خدام کعبہ کی اسکیم Scheme کو بھی آپ نے قائل رکھا اور میرے پاس ٹھیک مسودہ بھی نہیں ہے -

کچھ کرنا ' اور جلد کرنا ضروری ہے - آپ یہ تو دیکھیں کہ آپ تو ایک بہت بڑا کام کر رہے ہیں یہیں یعنی " الہلال " کی روشنی ہند میں پھیل رہی ہے - میں تو بیچارہ ہورہا ہوں - کچھ تو کروں - خدام کعبہ کی اسکیم چلے تو اسی کام کو کروں -

جو ہیں اسلامک Pan. Islamic انجمن کی مالخوایائی اسکیم تھی اس سے بھی بھیجتا ہوں - ملاحظہ فرمائیے - آپ تو اسپر نہ ہنسیں گے ' مگر ہندوستان کے نرے فی صدی مسلمان اسکو پتھر مچھ









پائی	آنه	زریہ	پائی	آنه	زریہ
-	۲	-	-	۲	-
-	۱	-	-	۲	-
-	۶	-	-	۲	-
-	۱	-	-	۶	-
-	۴	-	-	۶	-
-	۲	-	-	۱	-
-	۲	-	-	۶	-
-	۲	-	-	۱	-
-	۲	-	-	۱	-
-	۸	-	-	۲	-
-	۴	-	-	۱	-
-	۲	-	-	۲	-
-	۱	-	-	۱	-
-	۱	-	-	۲	-
-	۴	-	-	۱	-
-	۴	-	-	۲	-
-	۴	-	-	۴	-
-	۴	-	-	۲	-
-	۴	-	-	۲	-
-	۱	-	-	۲	-
-	۲	-	-	۲	-
-	۲	-	-	۱	-
-	۲	-	-	۲	-
-	۴	-	-	۲	-
-	۲	-	-	۲	-
-	۲	-	-	۱	-
-	۱	-	-	۲	-
-	۱	-	-	۲	-
-	۳	-	-	۵	-
-	۳	-	-	۵	-
-	۱	-	-	۳	-
-	۱	-	-	۳	-
-	۳	-	-	۴	-
-	۳	-	-	۴	-
-	۱	-	-	۵	-
-	۱	-	-	۸	-
-	۲	-	-	۴	-
-	۲	-	-	۴	-
-	۱	-	-	۸	-
-	۱	-	-	۲	-
-	۲	-	-	۲	-
-	۲	-	-	۱	-
-	۲	-	-	۱	-
-	۳	-	-	۱	-
-	۱	-	-	۱	-
-	۴	-	-	۱	-
-	۴	-	-	۱	-
-	۱	-	-	۲	-
-	۴	-	-	۲	-
-	۲	-	-	۲	-
-	۲	-	-	۱	-
-	۴	-	-	۲	-
-	۲	-	-	۳	-
-	۴	-	-	۱	-
-	۴	-	-	۲	-
-	۴	-	-	۱	-

پائی	آٹہ	روپیہ	پائی	آٹہ	روپیہ
۰	۴	۰	۱	۰	۱
۰	۱	۰	۲	۰	۲
۰	۴	۰	۱۰	۰	۱۰
۰	۶	۳	۱	۴	۱
۰	۴	۰	۱۰	۰	۱۰
۰	۴	۰	۲	۰	۲
۰	۴	۰	۱	۰	۱
۰	۴	۰	۱	۰	۱
۰	۴	۰	۱	۰	۱
۰	۴	۰	۱	۰	۱
۰	۲	۰	۶	۰	۶
۰	۲	۰	۱	۰	۱
۰	۲	۶	۱	۰	۱
۰	۱	۰	۱	۰	۱
۰	۱	۹	۱	۰	۱
۰	۰	۳	۱	۰	۱
۰	۲	۰	۵	۰	۵
۰	۱	۰	۱	۰	۱
۰	۲	۰	۰	۸	۰
۰	۲	۶	۱	۰	۱
۰	۱	۰	۰	۴	۰
۰	۲	۰	۱	۰	۱
۰	۲	۰	۱	۸	۰
۰	۲	۰	۱	۰	۱
۰	۴	۰	۱	۰	۱
۰	۴	۰	۱	۰	۱
۰	۲	۶	۱	۰	۱
۰	۴	۰	۱	۰	۱
۰	۲	۰	۱	۰	۱
۰	۱	۶	۲	۰	۲
۰	۱	۰	۱	۰	۱
۰	۲	۰	۱	۰	۱
۰	۴	۰	۱	۹	۰
۰	۴	۰	۱	۹	۰
۰	۲	۰	۰	۱	۰
۰	۲	۰	۰	۸	۰
۰	۲	۰	۰	۸	۰
۰	۰	۶	۰	۸	۰
۰	۴	۰	۱	۰	۱
۰	۴	۰	۰	۸	۰
۰	۶	۰	۰	۹	۰
۰	۲	۰	۰	۸	۰
۰	۲	۰	۰	۶	۰
۰	۱	۰	۰	۸	۰
۰	۴	۰	۰	۸	۰
۰	۱	۰	۰	۸	۰
۰	۴	۰	۰	۸	۰
۰	۱	۰	۰	۴	۰
۰	۲	۰	۰	۴	۰







بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# آشوب

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

میرسنول عزیز خاں

ملائیہ کلامی

مقام اشاعت

۷-۷ مکلارڈ اسٹریٹ

کلکتہ

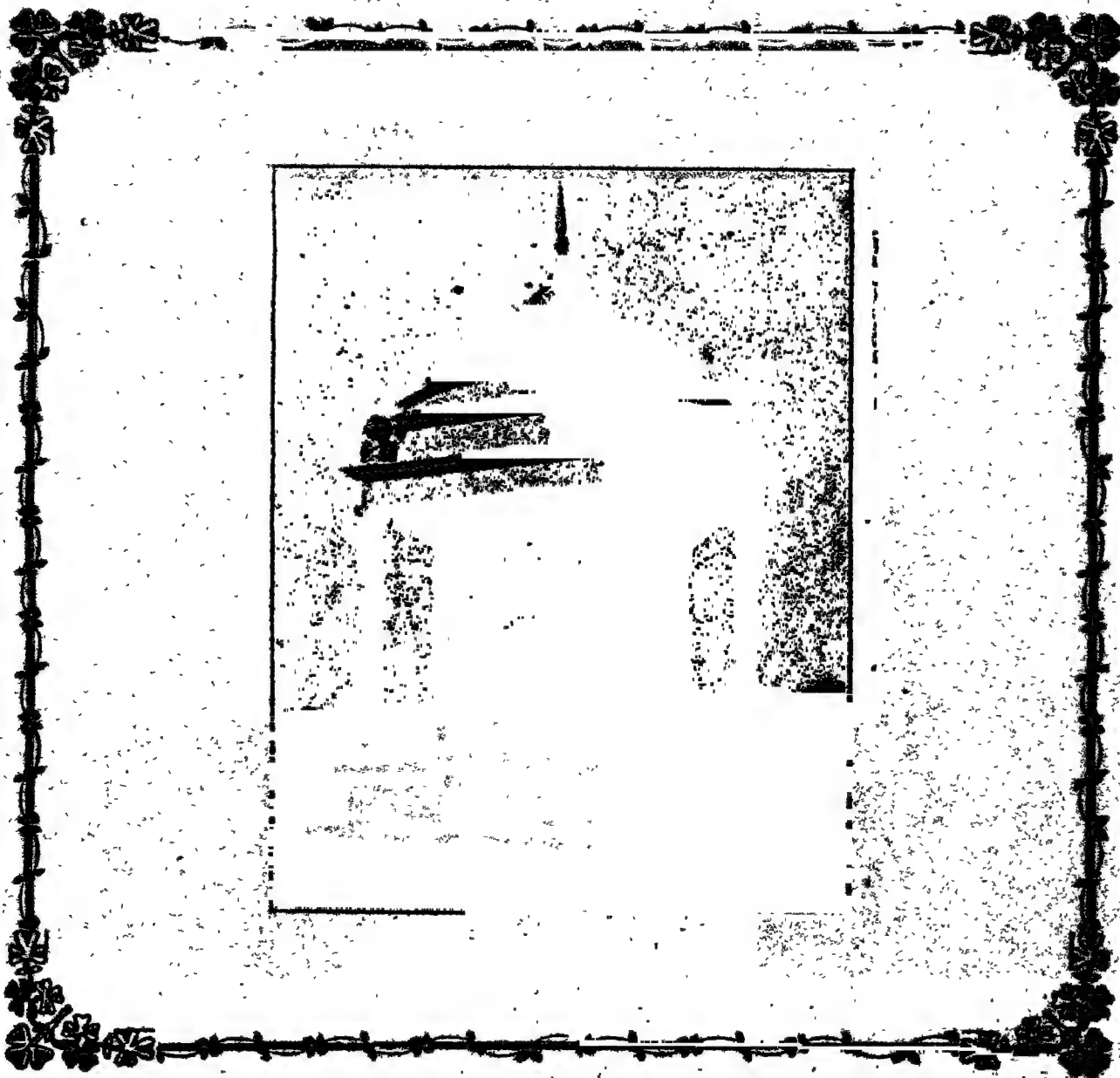
قیمت  
سالانہ ۸ روپیہ  
ششماہی ۴ روپیہ ۶۲ آ

۲۰

کلکتہ: جمعہ ۱۵ جادی الاولیٰ ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta: Wednesday, April 23, 1913.

نمبر ۱۶



سازمی تین آنہ

قیمت فی پرچہ

## درد سر و درد ریلج کی دوا

ریلجی درد لفظ میں پہاڑ ہو جاتا ہے - یہ دوا لفظ میں اسکرپٹی کر دیتی ہے - درد ریلج جیسے ٹپک - چمک - تیس - رگوں میں لہر کن کنی ہے چاہے جس قدر تکلیف ہو - اس دوا کے استعمال سے فوراً رفع ہوتی ہے درد سر کے واسطے بھی اس دوا کا ایسا ہی فائدہ ہے - نصف سر میں ہر یا تمام سر میں کسی وجہ سے کیسا ہی درد ہو اس دوا سے رفع ہو جاتا ہے صرف یہی نہیں اگر سر کٹا جاتا ہو پھٹتا جاتا ہو - آڑا جاتا ہو - اس دوا سے فوراً بند ہوتا ہے - اندنوں لوگ ذرا ذرا سی باتوں میں سر دکھایا کرتے ہیں کم میں یا مفت کی باتوں میں فکر و تردد میں عیش و عشرت میں دن کو رات اور رات کو دن بنانے میں کل شکایتیں سر پر آجاتی ہیں - اور ہابے رے درد سر پکارا کرتے ہیں ڈاکٹر برمن کی دوا ایسے لوگوں کے لیے ہے - دوا کے استعمال سے فوراً درد بند ہوتا ہے - اسلئے ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا لازم ہے -

( قیمت ۱۲ ٹکیوں کی ایک شیشی (۶ آنہ) معصوم ڈاک ایک سے چھہ قبیہ شک و آنہ )

ڈاکٹر ایس کے برمن - منبہ تیار اچند دت - سب کلکتہ

## حمیدہ ہوٹل

نمبر ۱۳۱ لورجیت پور روڈ

ہمارے ہوٹل میں ہر قسم کی اشیائے خورد و نوش و لڑھکائی ہر وقت طیار ملتی ہیں نیز اس کے ساتھ مسافروں کے قیام کیلئے ہر تکلف اور آرام وہ کمروں کا بھی انتظام کیا گیا ہے جو نہایت ہوادار، فرشتہ اور بر لب راہ واقع ہیں جن میں کچھ دریاہٹ کرنا ہر بذریعہ خط و کتابت منیجر ہوٹل سے دریافت کر سکتے ہیں - جنگ ترکی و آٹلی اور جنگ بلقان کی جملہ تصویریں ہماری ہوٹل میں فروخت کے لیے موجود ہیں - مع تصویر شیعہ سنر سی وغیرہ -

المفت - مر شیخ عبد الکریم مالک حمیدہ ہوٹل



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

AL - H I L A L

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad.

7-1 McLeod Street,:

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4 - 12.

# الهلال

دیرستون مخصوص  
اسلامی کلام الدہلوی

مقام اشاعت  
۱۰۷ مکلاوڈ اسٹریٹ  
کلکتہ

عنوان تلفراف  
"الهلال"

قیمت  
سالانہ ۸ روپیہ  
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

جلد ۲

کلکتہ: چہار شنبہ ۱۵ جادی الاولیٰ ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta Wednesday, April 23, 1913.

نمبر ۱۶

بیرت، دمشق، اور مکہ معظمہ میں بہت جلد سرکاری  
یونیورسٹیاں قائم کی جائیں - آپنے اپنے خطوط میں اسکی خواہش  
کی تھی پس یہ خوشخبری برادران اسلام کو پہنچا دیجیے - خدا  
ترکوں اور عربوں کے اتحاد سے نئے دور اسلامی کا افتتاح کرے -  
مصباح

## شذرات

—\*—

شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی

اور مسئلہ "الندوة"

—\*—

(مسلم گرت) لکھنؤ میں منشی اعجاز علی کا کورزی برادر  
منشی احتشام علی صاحب، اور منشی اسحاق علی کا کورزی  
ایڈیٹر الناظر کی دو تحریریں نکلی ہیں، جنہیں رسالہ الندوة کے  
موجودہ ایڈیٹر مولوی عبد الکریم صاحب مدرس دارالعلوم کے ایک  
مضمون "جہاد" کی نسبت بعض راقعات و حالات درج کیے ہیں -  
مجھ کو سب سے پہلے اس واقعہ کی نسبت خود مولانا شبلی نے  
الہ آباد سے ایک خط میں صرف اسقدر لکھا تھا کہ "الندوة میں  
ایک سخت مضمون جہاد کے متعلق نکلا ہے جو ندوة کے  
مقاصد کے خلاف ہے"

اس سے زیادہ اسمیں کچھ نہ تھا اور یہ شاید چار پانچ مہینے  
کی بات ہے -

میں نے اس کے بعد ایک دو مرتبہ الندوة کے پرچے دفتر میں  
تلاش کرائے مگر معلوم ہوا کہ یا تو وہ پرچہ نہیں آیا، اور آیا تو اب  
نہیں ملتا -

اس کے بہت عرصے کے بعد لکھنؤ سے ایک صاحب کی مراسلت  
آئی جس میں اس مضمون کی تائید تھی، میں نے انکو  
خود اس مضمون کا خط لکھا تھا کہ "جہاد کی نسبت میرا جو

## فہرس

—\*—

۲	شذرات
	مقالہ افتتاحیہ
۳	البلاغ
	مقالات
۷	صفحة من تاريخ العرب
	معاصرہ بیت المقدس
	مذاکرہ علمیہ
	انتقاد
۱۰	ردہ دی ترکیس اس قریہ دلی
	کارزار طرابلس
	معاریب طرابلس
	باب المراسلة و المناظرة
	الاخلاق
	مراسلات
۱۶	تسطنطیہ کی چٹھی
	مجلس خدام کعبہ
۲۰	فہرست زراعات دولة علیہ

## تصاویر

—\*—

	جامع سلیم ادرنہ کا حوض
	جامع سلیم کا ایک داخلی منظر
	جامع سلیم کا منبر
۳	کبش (ایک رومی الہ معاصرہ)
۷	

## تلفراف خصوصی

—\*—

(تسطنطیہ ۲۲ - ۱ اپریل) ۱۹ تاریخ کو ہماری وزارت کا ایک  
جلد ہوا، جس میں تمام اتحادی شریک تھے - ۲۳ - رابر سے  
برخلاف ۱۲ - کے قرار پایا کہ "عربی زبان" کے مسئلے کو اہل  
عرب کی دیرینہ خواہش کے مطابق منظور کر لیا جائے - نیز یہ کہ

# طالع

- (۱) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے، تو تاریخ اشاعت سے دو ہفتہ کے اندر اطلاع دیں۔ ورنہ بعد کر فی پرچہ چار آنے کے حساب سے قیمت لی جائیگی۔
  - (۲) اگر کسی صاحب کو ایک یا دو ماہ کے لئے پتہ کی تبدیلی کی ضرورت ہو تو مقامی ڈاکخانہ سے بندوبست کر لیں۔ اور اگر تین یا تین ماہ سے زیادہ عرصہ کے لئے تبدیل کرانا ہو تو دفتر کو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیں۔
  - (۳) نمونے کے پرچہ کے لئے چار آنے کے ٹکٹ آنے چاہئیں یا پانچ آنے کے رہی۔ یہی کی اجازت۔
  - (۴) نام و پتہ خاصکر ڈاکخانہ کا نام ہمیشہ خوش خط لکھیے۔
  - (۵) خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
  - (۶) منی آڈٹ روانہ کرتے وقت کوپن پر نام، پورا پتہ، رقم، اور نمبر خریداری (اگر کوئی ہو) ضرور درج کریں۔
- نوٹ — مندرجہ بالا شرائط کی عدم تعمیل کی حالت میں دفتر جواب سے معذور ہے اور اس وجہ سے اگر کوئی پرچہ یا پرچہ جملہ ہوجائیں تو دفتر اس کے ذمہ دار نہ ہوگا۔

## شرح اجرت اشتہارات

—\*—

میعاد اشتہار	فی صفحہ	فی کالم	نصف کالم	نصف کالم سے کم
ایک ہفتہ ایک مرتبہ کے لئے	۱۵ روپیہ	۱۰ روپیہ	۷ روپیہ	۸ آنے فی مربع انچ
ایک ماہ چار مرتبہ "	" ۵۰	" ۳۰	" ۲۰	" ۷ آنے " " "
تین ماہ ۱۳ " "	" ۱۲۵	" ۷۵	" ۴۵	" ۶ آنے " " "
چھ ماہ ۲۶ " "	" ۲۰۰	" ۱۲۵	" ۷۵	" ۵ آنے " " "
ایک سال ۵۲ " "	" ۳۰۰	" ۲۰۰	" ۱۲۵	" ۴ آنے " " "

(۱) ٹائٹل پیج کے پچھلے صفحہ کے لیے کوئی اشتہار نہیں لیا جائیگا۔ اس کے علاوہ ۳ صفحوں پر اشتہارات کو جگہ دیجائیگی۔

(۲) مختصر اشتہارات اگر رسالہ کے اندر جگہ نکال کر دیے جائیں تو خاص طور پر نمایاں رہیں گے لیکن انکی اجرت عام اجرت اشتہارات سے پچاس فیصدی زائد ہوگی۔

(۳) ہمارے کارخانہ میں بلاک بھی طیار ہوتے ہیں جسکی قیمت ۸ آنے فی مربع انچ ہے۔ پہلے کے بعد وہ بلاک پھر صاحب اشتہار کو واپس کر دیا جائیگا اور ہمیشہ اگلے لئے کارآمد ہوگا۔

## شرائط

(۱) اسکے لئے ہم مجبور نہیں ہیں کہ آپکی فرمائش کے مطابق آئینہ جگہ دیں، البتہ حلی امکانی کوشش کی جائے گی۔

(۲) ایک سال کے لئے اشتہار دینے والوں کو زیادہ سے زیادہ ۳ اقساط میں، چھ ماہ کے لئے ۲ اقساط میں، اور سہ ماہی کے لئے ۳ اقساط میں قیمت ادا کر لی ہوگی اس سے کم میعاد کے لئے اجرت پیشگی ہر ہفتہ لی جائیگی اور وہ کسی حالت میں پھر واپس نہ ہوگی۔

(۳) منیجر کو اختیار ہوگا کہ وہ جب چاہے کسی اشتہار کی اشاعت روک دے، اس صورت میں بقیہ اجرت کا روپیہ واپس کر دیا جائے گا۔

(۴) ہر اس چیز کا جو جرے کے اقسام میں داخل ہو، تمام منقہ مشروبات کا، نعتی امراض کی دواؤں کا اور ہر وہ اشتہار جسکی اشاعت سے پبلک کے اخلاقی و مالی نقصان کا اتنی شبہ بھی دفتر کو پیدا ہو، کسی حالت میں شائع نہیں کیا جائے گا۔

نوٹ — کوئی صاحب رعایت کے لئے درخواست کی زحمت گزارا نہ فرمائیں۔ شرح اجرت یا شرائط میں کسی قسم کا رد و بدلہ نہیں ہوگا۔

## البلاغ

## اقترب للناس حسا بهم وهم في غفلة معرضون !

لوگوں کے نقائص اسال کا وقت قریب آ لگا ، لیکن انہیں بھی وہ غفلت میں موشار اور اللہ کے طرف سے منہ مڑے ہوئے ہیں !!

— \* —

اے غافل لوگو! اس فیصلہ کن دن کے آنے سے پہلے اپنے خدا کا کہا مان لو، جو اس کے طرف سے اعمال بد کے نتائج میں آنے والا ہے، اور اسکا ثلثا ممکن نہیں۔ اس دن نہ تو تمہارے لیے کہیں پناہ ہوگی، اور نہ تم اپنے اعمال بد سے انکار ہی کرسکو گے !!

اگر اس طرح سمجھا دینے پر بھی یہ لوگ روگردانی کریں تو (اے پیغمبر) ہم نے کچھ تم کو ان پر داروغہ بنا کر تو بھیجا نہیں، تمہارے ذمے تو بس حکم الہی کا پہنچا دینا ہی ہے۔ مانڈا یا نہ مانڈا سننے والوں کا کام ہے۔

— \* —

استجیبوا لربکم من قبل ان یأتی یوم لا مرد لہ من اللہ، مالکم من ملجا یومئذ و مالکم من نکیمر - فان اعزوا، فما ارسلناک علیہم حفیظا - ان علیک الا البلاغ (۴۶: ۴۲)

دنیا میں قوموں کیلئے بڑے بڑے کام ہیں۔ بہت سی ہیں جنکو اپنے ایوان حکومت اور تخت جلال کی آرایش کرنی ہے۔ بہت سی ہیں، جتنو اپنے عظیم الشان متمدن شہروں، اور اپنی عالمگیر تجارت کی حفاظت مقصود ہے۔ بعض اپنی قومی دولت و ثروت کے بڑھانے کی فکر میں ہیں، اور بعض خدا کی زمینوں پر قبضہ کرنے کے انتظام میں، لیکن غور کرو کہ اب ہمارے لیے دنیا میں کیا کام باقی رہ گیا ہے؟ حکومتیں باقی نہیں رہیں کہ انکے دبدبہ و سطوت کا نقارہ بجائیں،

دولت و ثروت کب کی جا چکی ہے، اور جو رہ چکی ہے، وہ بھی برف آتش زدہ ہے۔ نئی زمینوں پر قبضہ کرنے کی فکر کیا کریں کہ جو چند گوشے اپنے ایام ذلت و نکبت بسر کرنے کیلئے باقی رہ گئے تھے، انکے لائق بھی نہ نکلے۔ تہذیب و تمدن کی جگہ وحشت و جہالت ہمارا مایہ انسانیت سمجھا جاتا ہے، اور دنیا کی قوموں کی فہرست میں ہمارے نام کے ساتھ ”وحشی“ اور ”نا قابل حیات زندگی“ کے القاب لکے جاتے ہیں۔ کیونکہ اللہ کی زمین پر رہنے کے اب قابل نہیں رہے۔ ہم سے زمینیں چھین لینی چاہئیں، اور جسقدر جلد ممکن ہو، ہمارے بار ذلت سے دنیا کو پاک کر دینا چاہیے۔ ہماری تیرہ سو برس کی تاریخ کے بعد، آجکل کی سرگذشت حیات صرف اتنی ہی باقی رہ گئی ہے!

فیا للعار! و یا لالاف! آہ! آہ! آہ! آہ! آہ!

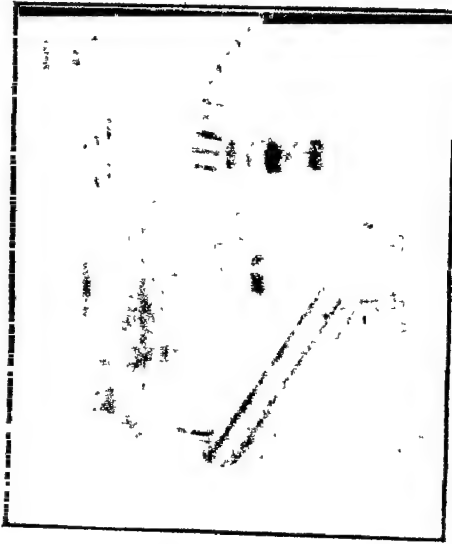
گلگونہ عارض ہے نہ ہے رنگ حنا تر!

اے خوں شدہ دل تو تو کسی کام نہ آیا!

ہماری تمام متاع اقبال لت چکی ہے۔ ایوان حکومت کھدے رہے ہیں، اور تخت شاہی اُلٹ گئے ہیں۔ اب ہمارے پاس کچھ باقی رہ گیا ہے، تو بس یہی چند مسجدرں کی معراییں ہیں، اور چند عبادت گاہوں کے صحن، اور یا پھر وہ گنبد سبز، جسکے نیچے دنیا کا سب سے بڑا انسان سو رہا ہے!

لیکن آج ایدریا نوپل کی جامع سلیم کے صحن میں بلغاریوں کے بوٹوں کی گرد آڑھی ہے، کون کہہ سکتا ہے کہ کل آڑ کیا کچھ نہ ہوا؟ پھر اے وہ لوگو کہ اپنے ایوان حکومت کی حفاظت نہ کرسکے، کیا آج خدا کی عبادت گاہوں کی معراییں اور اُسکی صداے توحید بلند کرنے کے مناروں کی بھی حفاظت نہ کرسکے گے؟

\* \* \*



جامع سلیم (ادرفہ) کا محراب و منبر

ایڈریا نوپل جو حلفاء بلقان کی راہ کامیابی میں بظاہر آخری مانع کامیابی تھا، بالآخر مسخر ہو گیا، مع (جامع سلیم) کی مقدس معراییں کے، جنہوں نے دو صدیوں سے اپنے نیچے صرف سجدہ ہائے نیاز، اور زمزمہ ہائے توحید و تکبیر ہی کو دیکھا تھا، اور مع ان بلند اور عظیم الہیتہ مناروں کے، جن پر آج تک روزانہ اعلان و شہادت توحید کی ایک صدا بھی قضا نہ ہوئی تھی۔ وہ فتح ہو گیا، حالانکہ ہمارے جوش و بیداری کا لشکر عظیم اب تک غفلت و سرشاری کے قلعہ میں محصور ہے اور عبرت و تنبیہ کے پیہم ہجوم اب تک اسے مسخر نہیں کرسکے!! فیا حسرتا! ریا ریلتا! ریا ندما!!

لمثل هذا یذرب القلب من کمد

ان کان فی القلب اسلام و ایمان!

میں سفر میں تھا جب میں نے اول بار یہ خبر سنی۔ میں نے دیکھا کہ اس خبر کی تصدیق کے بعد بھی دنیا ویسی ہی تھی، جیسی اس سے پہلے۔ میں نے دیکھا کہ ہم اپنے کاروبار میں مصروف، اور اپنی احتیاجات میں بدستور منہمک ہیں۔ وقت پر کھانا کھاتے ہیں اور وقت پر آرام دہ نیند کے انتظار میں بستر کو تلاش کرتے ہیں۔ زندگی کی مصروفیتوں میں کوئی تغیر نہیں ہوا، اور بچے اندر بھی دیکھا تو حالت ویسی ہی پائی، جیسی کہ کل تک تھی۔ حالانکہ ہم میں سے کوئی بھی اس خبر کے سننے کیلئے طیار غہ تھا۔

میں نے سونچا کہ کیا کسی دن اسی طرح قسطنطنیہ کے مسخر ہوجانے کی خبر آجائیکی؟ قسطنطنیہ کیا شے ہے؟ میں نے سونچا کہ کیا ایک دن ہماری آخری متاع عزت یعنی بیت جلیل خلیل اللہ اور مسجد مطہرہ رسول اللہ پر بھی ملاءنہ صلیب کے حملہ آور ہوجانے کی خبر آجائیکی، اور ہم اسی طرح اپنی رفتار مدہوشی میں آگے بڑھ جائیں گے؟ فماذا جری علی المسلمین؟ من الذی دفع ہم من علیین الی اسفل سافلیین؟

و لشد اخذناہم اور ہم نے ان لوگوں کو عذاب میں گرفتار کیا۔ فاستکانوا کوریا پھر انکو کیا ہو گیا ہے کہ اب بھی اپنے خدائے آگے نہیں جھکتے، اور اپنی غفلت پر نہیں روتے؟



لیکن میں اسے قائم کرنے میں جلدی نہیں کر سکتا۔ ایک بزرگ جس کے اخلاص، آزادی خیال، غیرت اسلامی، اور جوش ملی کا مجھے بدیہیات جیسا یقین ہے، اور اس کی ایک نہیں، بلکہ بیسیوں شہادتیں میرے سامنے ہیں، جیٹک صحیح ذرائع یقین سے حالات معلوم نہر جائیں، یقیناً اس کا مستحق ہے کہ فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کی جائے۔

میں نے اسی خیال سے ایک خط مولانا کی خدمت میں روانہ کیا اور لکھا کہ تمام واقعات اصلی سے اطلاع بخشیے، لیکن مولوی عبد السلام صاحب کے کارڈ سے معلوم ہوا کہ مولانا سخت علیل ہیں اور خط و کتابت سے مجبور۔

مجھے کربھی ہنسی آئی، جب میں نے ہزار سر جیمس مسٹن بہادر کی اس بارے میں چٹھی پڑھی۔ ان کے نسبت پر ایبٹ سکرٹری لکھتے ہیں کہ ”ہزار اس بارے میں آپ لوگوں سے اتفاق کرتے ہیں کہ ہندوستان میں جہاد کے وعظ کی ضرورت نہیں، خواہ وہ دینی ہو یا غیر دینی“

لیکن میں ہزار کو اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ وہ اسلامی جہاد کے وعظ کی ضرورت اور عدم ضرورت کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ وہ مسلمانوں کے حکمران ہیں، لیکن اسلام پر حکمران نہیں۔ بہتر ہے کہ اس مسئلہ کے فیصلے کو ہم ہی پر چھوڑ دیں۔

اس ہفتہ میں حلفاء بلقان کے باہمی تعلقات ہفتہ جنگ بگڑتے بگڑتے علانیہ جنگ و جدال اور کشت و خون ریزی تک پہنچ گئے، اور ایسا ہونا ناگزیر تھا۔

مقدونیا میں سربوں، بلغاریوں کے ساتھ بڑی طرح پیش آ رہے ہیں۔ بلغاری پارلیمنٹ میں وزیر اعظم نے اعلان کیا کہ اس کی اطلاع سربوں حکومت کو دیدی گئی ہے۔

ریوٹر کو اطلاع ملی ہے کہ کومانو اور انگری پلینیکا کے درمیان ایک بلغاری جتے نے سربوں سفر مینا پر حملہ کیا، جسمیں آٹھ سربوں کام آئے۔ اس ہفتہ میں کوئی معرکہ نہیں ہوا۔ القواء جنگ کی بابت تحریری معاہدے کی خبر غلط تھی۔ ہم نے پہچلی اشاعت میں اس کے تسلیم کر لینے سے انکار کیا تھا۔ دوسرے ہی دن خود ریوٹر نے اس کا اعتراف کر لیا۔ صرف زبانی طے ہوا ہے کہ ۲۳۔ ماہ حال تک جنگ ملتوی رہیگی اور اگر ضرورت ہوئی تو اسمیں اضافہ بھی ہو سکیگا۔

حکومت جبل اسود نے اپنے تمام رکلا کو اطلاع دیدی ہے کہ سقراطی کے معارضے میں مالی معارضہ منظور نہیں کر سکتی، کیونکہ اس سے اہل جبل کے شاندار عزت (۹) پر حرف آتا ہے، مگر با ایں ہمہ دل نے اصولی طور پر منظور کر لیا ہے کہ جبل اسود کو ایک رقم بطور قرض دی جائے، جس کی تعداد تیس ہزار فرانک ہو، اور جسمیں تمام دل یورپ شریک ہوں۔ تفصیل ابھی غیر معلوم ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حلفاء بلقان نے دل کی مداخلت کو اس شرط پر منظور کر لیا ہے کہ انکو جزائر خبیل (ایجین سی) کے متعلق مباحثے کا اختیار ہے گا۔ اٹالیا کے نیم سوکاری اخبار (ٹریبون) نے بیان ہے کہ یونان کے ساتھ جزائر لیمنس، ساس، چائس، مٹی لین، اور کوس کے الحاق پر اٹالیا اعتراض کریگی۔

ایڈریا نوبل کا حملہ، بلغاریا اور سربوں کی قوت کا آخری اور انتہائی ظہور تھا۔ بلغاریا تو اس سے پہلے ہی ختم ہو چکی تھی۔ البتہ سربوں نے ملکر اس حملے کو تقویت دی۔ اب تمام وقائع نگار اور یورپین پریس بلغاریوں اور سربوں کی قوت کے خاتمے کا باصرار اقرار کرتے ہیں۔

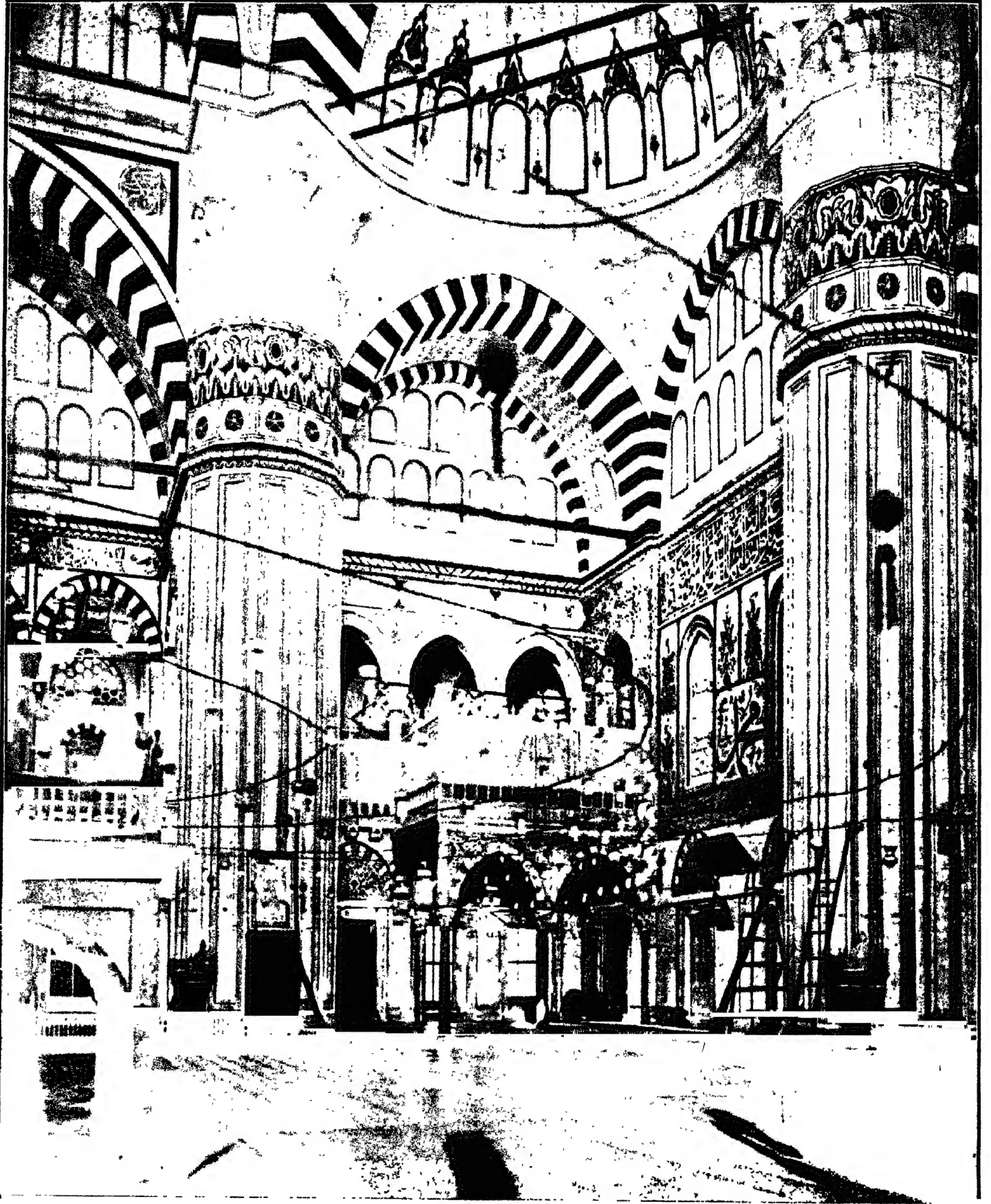
اعتقاد ہے وہ راضع ہے۔ میں اس کو اصل اصول اسلامی اور بنیاد حیات شریعت سمجھتا ہوں۔ رہا وہ مضمون۔ اور ندرہ کے معاملات، تو جب تک وہ پرچہ دیکھ نہ لیں، کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آپ وہ پرچہ بھیج دیں۔

مگر میرے پاس پرچہ نہیں آیا، اور پھر مجھے اس کا خیال بھی نہیں رہا۔ پچھلے دنوں لکھنؤ میں مولانا سے ملاقات ہوئی تو یہ ذکر نکلا۔ اس وقت بجائے واقعہ کے تفصیلی حالات کے، اصل موضوع پر کچھ گفتگو شروع ہو گئی، اور ایک بخاری عالم وارد لکھنؤ آگئے۔ ان سے میرا زہد کا تذکرہ شروع ہو گیا، پھر مولانا کرامت حسین صاحب آگئے۔ اور باتیں ہونے لگیں، اور اس طرح وہ بات درمیان ہی میں رہ گئی۔

میں اس وقت سرنچتا ہوں تو اس واقعہ کی نسبت میری معارفات ابتدا سے صرف اتنی ہی رہی ہے، اور اسی غرض سے میں نے یہ تفصیل لکھی۔

دن دو مضمونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ”جب یہ مضمون نکلا تو مولانا نے مقامی پانچ ممبروں کو جمع کیا اور انہیں دھمکی دی کہ اگر اس مضمون کے لکھنے والے کو سزا نہ دے، تو میں ہزار سے تمہاری شکایت کر دینگا۔ پھر رزلوشن کے لفظ میں اپنی جانب سے بعض الفاظ بڑھا دیے، اور اس کمیٹی نے ڈپٹی کمشنر صاحب کو لکھا کہ آپ جو سزا تجویز فرمائیں اس کے نافذ کر دینے کیلئے ہم طیار ہیں۔ پھر انتظامی جلسہ ہوا، اور پہلی کارروائی کا عدم قرار پائی۔ اسپر ہزار کی چٹھی پہنچی، اور اب چھ ماہ ملازمت ندرہ سے معطل کر دینے کی رہاں سے سزا تجویز ہوئی ہے“

اگر یہ واقعی سچ ہے تو اسمیں کوئی شک نہیں کہ ہمارے اعتقاد میں مولانا نے اور ان ممبروں نے نہایت سخت کمزوری دکھلائی۔ یہ سچ ہے کہ ندرہ کی حالت خاص طرح کی ہو گئی ہے۔ وہ برسوں ایک باغی جماعت سمجھی گئی، اور اس کے کام کرنے والوں کو حیدر آباد بھاگنا پڑا یا مکہ معظمہ کے طرف ہجرت کرنی پڑی۔ یہ بھی ضرور ہے کہ مولانا جب ندرہ میں آئے اور برسوں سعی و کوشش کی تو خدا خدا کر کے گورنمنٹ کا خیال بدلا، اور اب اس کی زندگی اس کی بخشی ہوئی زمین، اور اس کے مقرر کیے ہوئے عطیے پر ہے۔ لیکن با ایں ہمہ ان واقعات سے صرف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس مضمون کا اندر سے میں نکلتا جو ندرہ کا آرگن اور ایک محض تعلیمی جماعت کی آواز ہے، نا موزوں تھا، لیکن جب نکل گیا، اور ایک غلطی جو ہونی تھی ہو گئی، تو اب اسپر اس قدر گہبرائے کی کوئی بات نہ تھی کہ ان واقعات تک معاملے کو پہنچا دیا جائے۔ ان مضامین میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جلسے میں مولانا عبد الباری، مولانا عبد العی، منشی احتشام علی، اور مسٹر ظہور احمد بھی شریک تھے۔ معلوم نہیں ان صاحبوں نے کیا خیالات ظاہر کیے؟ لیکن اگر یہ سچ ہے کہ اس کمیٹی نے گورنمنٹ کو فیصلہ کرنے کی دعوت دی تو مولانا عبد الباری سے مجھے نہایت تعجب ہے جنہوں نے دوسرے کو اس قدر غضب آلود تار دیا تھا، اور اسپر میں نے بھی اظہار مسرت کا ایک تار ان کی خدمت میں بھیجا تھا، نیز مولوی عبد العی صاحب سے، جو سید صاحب بریلوی کے خاندان سے ہیں، جنہوں نے سکھوں کے مقابلے میں جہاد کیا تھا۔ پھر منشی احتشام علی سے، جو لکھنؤ کے شیعہ سنی کے فتنے میں اس قدر قوم کا ساتھ دیکھے ہیں کہ ان کے لیے ایک نئی کردار وقف کر دی، اور ہمیشہ ”جہندے“ کے مسئلے میں بمقابلہ گورنمنٹ اپنی جماعت کی سرپرستی فرماتے رہے۔ گو بد قسمتی سے اب عشرہ معلوم میں انہیں شہر سے باہر چلا جانا پڑا ہے۔



جامع سلیم (ایستریا نوپل)

— • —

جو بقیہ یورپین ترکی میں ہماری آخری متاع عزت تھی، لیکن بالآخر ہم سے چھین لی گئی!!



دنیا اس طرح کبھی نہیں بدلی ہے، اور وہ ہماری امیدیں اور رولوں کی تابع نہیں۔ ایران نے بابل کو مسمار کر دیا مگر آنتاب اسی وقت طالع ہوا، جیسا کہ رز ہوتا تھا۔ سکندر نے ایران میں آگ لگادی، مگر انسان نے اپنے گھروں کو، اور صحرا کی چڑیوں نے اپنے آشیانوں کو نہیں چھوڑا۔ بابل و نینوا کے عظیم الشان تمدن برباد ہو گئے، مگر انکی بربادی کے ماتم میں شاید کائنات کے ایک ذرے نے بھی زحمت نہ اٹھائی۔ یونان اور رومہ الکبریٰ کے طلائی مندروں اور سنگی دارالعلوم کی دیواریں سرنگوں تھیں، اور اسکندریہ کے بیت العلم کا چراغ گل ہو گیا تھا، مگر عرب کے شترسواروں نے لب اسکی پروا کی، اور اس انقلاب عظیم نے کب کاروبار عالم کو معطل کیا؟ اس کائنات ارضی کی گہڑی اپنے کیل پر زور پر چل رہی ہے، اور وہ ان حوادث و تغیرات سے بند نہیں ہو سکتی۔ پس اسکی تبدیلی کی خواہش بے فائدہ ہے۔ اسمیں نہ کبھی تبدیلی ہوئی ہے اور نہ ہماری خاطر اب ہوگی۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ البتہ ایک دنیا خود تمہارے اندر موجود ہے، سخت تعجب اور حیرت ہے اگر ان حوادث و انقلابات سے خود اسکے اندر کوئی تبدیلی نہ ہو، اور اگر اس وقت نہوگی تو پھر آرزو کس وقت کا انتظار ہے؟ ہماری ساری بدبختی اسمیں ہے کہ ہم اپنی فتنہ و شکست کو ایدرنا نریل کے سامنے دھونڈتے ہیں، حالانکہ اسکا اصلی میدان تو ہمارے دل کے اندر ہے۔ و فی انفسکم افلا تبصرون؟ جب تک ہم خود اپنے اندر فتنہ یاب نہ ہونگے، اس وقت تک باہر بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

### العجل العجل ! الساعة الساعة !

ہاں ایک وقت آنے والا تھا اور وہ آگیا۔ ایک یوم الفصل تھا، جس کا آفتاب طلوع ہو گیا۔ پرانی پیشین گوئیوں میں کہا گیا تھا کہ آفتاب مغرب سے نکلے گا، اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائیگا۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آفتاب مغرب سے نکل چکا ہے اور توبہ کا دروازہ (کہ فقط مایۃ امیدواری ما بدبختان عالم بود) روز بروز ہم پر بند ہو رہا ہے۔ پس وقت آگیا ہے کہ جس کو اُٹھا ہے اُٹھے، جس کو چلنا ہے چلے، اور جس کو اپنے روٹھے ہوئے خدا سے صلح کر لینی ہے کر لے۔ کیونکہ ساعت آخری، نتائج سامنے، مہلت قلیل، اور فرصت مفقود ہے۔

فتنہوا عباد اللہ و قوموا ایہا المسلمون الغافلون ! رجاہدوا فی اللہ حق جہادہ، و لا تکنوا کالذین قالوا سمعنا و ہم لا یسمعون، ان شر الدواب عند اللہ، الصم البکم الذین لا یعقلون۔

### جستجوئے مقصود و توفیق الہی

موسم گذر رہا ہے۔ آسمان ہمیشہ مہربان نہیں ہوتا، اور وقت جا کر پھر واپس نہیں آتا۔ آج آٹھ ماہ سے میں دیکھ رہا ہوں کہ عالم اسلامی میں جو ایک عام حرکت بیداری پیدا ہو گئی ہے، ہر موجودہ مصائب نے بالغصص مسلمانان ہند کے دلوں پر جو اضطراب طاری کر دیا ہے، وہ ایک اصلی اور حقیقی قوت کار، اور ایک آخری فرصت عمل ہے، جس سے اگر کوئی صحیح اور موصل الی المقصود کام نہ لیا گیا، تو پھر ہمیشہ حسرت و ماتم نے سرا آرزو کچھ نہوگا۔

غفلت سرشت انسان کا قاعدہ ہے کہ بہت سی مصیبتیں اسکے لیے اسقدر جگر دوز اور زہرہ گداز ہوتی ہیں کہ انکا تصور بھی کرتا ہے تو کانپ اٹھتا ہے۔ لیکن پھر جب وقت آجاتا ہے، اور وہ مصیبت سر پر آکر کھڑی ہو جاتی ہے، تو کچھ دیر متعہر رہکر، کچھ دیر رو رہو کر، اور کچھ دیر ماتم و فغاں سانجی کر کے آگے بڑھ جاتا ہے، اور جس وقت کے قصور سے لرز جاتا تھا، اسکو اسطرح جھیل جاتا ہے، گویا کوئی واقعہ ہوا ہی نہ تھا !

ایک مدت سے ہم عالم اسلامی کے آخری مصائب کے تصور سے کانپ رہے ہیں۔ ”آخری وقت“ اور ”فیصلہ کن وقت“ ہماری زبانوں پر ہے۔ ہم اُس وقت کا ذکر کرتے تھے، جب اعدائے اسلام ہمارے نیست و نابود کردینے کیلئے اکٹھا ہو جائیں گے۔ ہم اُس مصیبت کبریٰ کے خیال سے لرز اٹھتے تھے، جب دشمن قسطنطنیہ کے دروازوں پر آپہنچیں گے۔ ہم غافلوں کو دہراتے تھے کہ ہشیار ہوں کیونکہ ایک وقت آنے والا ہے، جب آخری فیصلے کی گہڑی سر پر آجائیگی۔ ہم سرتوں کو جگاتے تھے کہ اٹھ کھڑے ہوں، کیونکہ وہ ”فرع اکبر“ بحر ”طامة الکبریٰ“ کا رقت کبھی نہ کبھی آنے والا ہے، جبکہ فنا و بقا، اور موت و حیات کا فیصلہ آخری ہو جائیگا۔

پھر اگر آنکھیں کھولکر دیکھو تو اُس وقت موعودہ، اور مصیبت منتظرہ کا دن تو آگیا، اور اگر اسکی آخری ساعات نہیں آئی ہیں، تو اسکو بھی دور نہ سمجھو۔ لیکن کیا اپنی غفلت پیشگی کی عام عادت کی طرح، اس بارے میں بھی ہمارا ویسا ہی حال ہوگا، جیسا کہ ہر آنے والی مصیبت کے آجانے کے بعد ہوا کرتا ہے؟ کیا ہم اسے بھی جھیل جائیں گے؟ کیا چند آنسوؤں کی ریزش، اور چند آہوں کی کشش سے زیادہ آرزو کچھ نہوگا؟ اور کیا پانی سر سے گذر جائیگا اور ہمارے ہاتھوں کو حرکت نہوگی؟

خاک بدھنم، تھوڑی دیر کے لیے فرض کر لو کہ وہ سب کچھ ہو گیا، جسکے ہونے میں اب کچھ دیر نہیں ہے۔ چشم تصور سے کلم لو کہ جس آخری ساعت کے تصور سے دہرتے تھے اور دہراتے تھے، وہ مع اپنی آخری ہلاکتوں اور بربادیوں کے آگئی۔ انگلستان نے عرب و عراق اور حجاز و حرمین کی ریاست کی دیرینہ آرزو پرری کر لی۔ شام پر فرانس نے قبضہ کر لیا، بقیہ ایشیا جرمنی کے زیر علم آگیا۔ قسطنطنیہ اور درانیال کا بھی وہ حشر ہو گیا، جو مسئلہ مشرقی کے انفصال کے وقت سب سے پہلے ہو کر رہیگا، اور اپنی موت کی آخری خبر بھی ہم نے موجودہ جنگ کی خبروں کی طرح ریورٹ کی زبانی سن لی، تو پھر بتلاؤ کہ اُس وقت اسکے سرا آرزو کیا ہوگا، جو کچھ کہ اس وقت ہو رہا ہے؟ کیا درو دیوار سے سرنگراؤ گے؟ کیا آبادیوں کو چھوڑ کر جنگلوں اور صحراؤں میں چلے جاؤ گے؟ کیا گنگا اور جمنا کی سطح تم کو اپنی آغوش میں لیکر بچا لے گی؟ یا بحر عرب کی موجوں میں تمہیں پناہ مل جائیگی؟

اگر ایسا نہوگا تو پھر کیا دنیا میں کوئی انقلاب عظیم ہو جائیگا؟ کیا آفتاب اپنے مرکز حرکت کو چھوڑ دیگا؟ کیا زمین حرکت سے معطل ہو جائیگی؟ کیا ستارے آپس میں ٹکرا جائیں گے؟

اگر یہ بھی نہوگا تو کیا ہم رات کا سونا اور دن کا کار بار چھوڑ دیں گے؟ کیا کھانا پینا بالکل بند کر دیں گے؟ اور کیا ہمکو زندگی کی احتیاج بنی نہیں رہیگی؟

حالانکہ ہم و دنیا کے اندر تبدیلی پیدا ہونے کی خواہش کا کیا حق ہے، جب ہم خود اپنے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے؟

\*\*\*



کو بچانے والا ہے، جو اسپر بروسہ کرے: واللہ ولی الذین آمنوا  
یخرجہم من الظلمات الی النور۔ (۲: ۲۵۸)

## من انصاری الی اللہ ؟ ؟

پھر کوئی ہے جو میرے ساتھ چلنے کے لیے طیار ہو ؟  
وہ آنکھیں کہاں ہیں جو ہمیشہ درد ملت سے خوندار رہتی  
ہیں ؟ وہ دل کہاں ہیں، جو حس مصیبت اور فکر مال سے زخمی  
ہو رہے ہیں ؟ میں چاہتا ہوں کہ انکو دیکھوں، اور میں طیار ہوں  
کہ انکے آگے اپنی تجویز پیش کروں۔

جنگ کی نہیں، سپاہیوں کی ضرورت ہے  
یہ ایک سخت غلطی ہے کہ لوگ اپنی مستعدی اور ہمت  
کو کام کے تعین اور پیش ہونے پر موقوف رکھتے ہیں، حالانکہ جو  
چلنے والے ہیں انکے لیے زمین کے تمام گوشے کھلے پڑے ہیں۔

پس میرے اعتقاد میں پہلی چیز کاموں کی تلاش نہیں ہے،  
بلکہ کام کرنے والوں کی تلاش۔ دنیا میں کاموں کی کبھی کمی  
نہیں رہی ہے، اصلی کمی کام کرنے والوں کی ہے۔ موجودہ زمانہ اسلام  
پر ایک ایام جنگ کا دور ہے۔ ہمارے اندر بھی، اور ہم سے باہر بھی۔  
دشمنوں کا ہر طرف ہجوم ہے، اور کوئی گوشہ نہیں جو حملہ آوروں  
کے اسلحہ کی جھنکار سے خالی ہو۔ پس جو لوگ اپنے اندر ایک  
سپاہی کا جوش، اور ایک جانباز کی ہمت رکھتے ہیں، انکے لیے  
میدان کار کی کوئی کمی نہیں ہے۔ وہ مستعد ہو کر باہر نکلیں، پھر  
کونسا گوشہ اسلامی ہے جو آج اپنے جانبازوں کے ورود کا منتظر نہیں،  
اور کونسا میدان ہے، جہان سے ”اجیبوا داعی اللہ!“ کی صدائیں  
نہیں آ رہی ہیں ؟

پس قبل اسکے کہ میں اپنے کاموں کا معرکہ زار دکھلاؤں، چاہتا  
ہوں کہ معلوم کروں کہ کتنے سپاہی مستعد پیکار ہیں، اور کتنے ہیں  
جو آج اپنے خدا اور اپنی ملت کو اپنی زندگی اور اپنی قوت،  
کچھ حصہ دیسکتے ہیں ؟ میں بہت جلد اپنی تجویزوں کی  
ایک اسکیم پیش کردونگا، لیکن پہلے مجھے جواب دیجیے کہ کتنے ہیں  
جو آج اپنے تئیں خدا کو دیدینے کیلئے بالکل مستعد ہیں ؟

پھر کہتا ہوں کہ آج، جبکہ ہماری قومی زندگی کا کوئی شعبہ  
بھی ایسا نہیں ہے جو محتاج احیاء نہ ہو، کاموں کی کوئی کمی نہیں  
ہے۔ کمی صرف مجاہدین حق، اور جان نثاران ملت کی ہے۔  
آپ اگر اپنی زندگی میں سے، جیسے چوبیس گھنٹے روزانہ فکر نفس  
و جان میں صرف ہوتے ہیں، کچھ وقت اپنے اسلام اور اپنے خدا کو  
بھی دینا چاہتے ہیں، تو اتنے کھڑے ہو جیے، اور اپنے تئیں ظاہر  
کیجیے۔ کاموں کا فیصلہ منٹوں اور لمحوں میں ہو جائے گا۔

## حزب اللہ

پس میں اعلان کرتا ہوں کہ ابنائے ملت میں سے جو ارباب  
درد آج کام کرنے کیلئے اپنے اندر کوئی سچی مستعدی اور اسکا  
اضطراب رکھتے ہیں، وہ اس پرچے کو دیکھتے ہی صرف اتنی زحمت  
گوارا فرمائیں کہ اپنا نام گرمی معہ نشان و شغل ریشہ کے ایک  
کارڈ پر لکھ کر دفتر الہلال میں بھیج دیں۔ کیونکہ جو طریق کار پیش  
نظر ہے (اور جو اپنی ابتدائی منزلوں سے گذر بھی چکا ہے) اسمیں  
پہلی چیز یہی سمجھتا ہوں کہ مجاہدین حق اور جان نثاران ملت  
کی ایک فہرست جلد سے جلد طیار ہو جائے۔

یہ بھی ظاہر کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میری دعوت سیر  
چمن اور تماشائے لالہ زار کی نہیں ہے۔ میں کانٹوں پر لڑنا چاہتا  
ہوں، اور ایسے ہی ایذا درست اور زیاں پسند لوگوں کا طالب ہوں  
جنکو مرہم کی راحت سے زخم کی سوزش زیادہ محبوب ہو۔

دریہ کا فراہم کرنا، جذبات و عواطف اسلامیہ کو حرکت میں  
لانے، مجالس تذکرہ مصائب، اور مجامع تحریک و تشویق، اور  
اسی طرح کی تمام باتیں، دراصل ضمنی اور بطور ذرائع و رسائل کے  
نہیں۔ پھر اگر ہماری تمام بیداری صرف آلات کی طیاری ہی  
میں صرف ہوگئی، اور اصل عمل کی توفیق نہ ملی، تو یہ ایک  
بہت بڑی بد بختی ہوگی۔

زخموں کی نظر سطحی اور بالائی چیزوں پر رہی مگر میں  
حقیقت حال کو سرنچ رہا تھا۔ لوگ متاسف تھے کہ معرہیں خوشنما  
نہیں، انہیں بدل دالیں، مگر میں رو رہا تھا کہ بنیاد کھوکھلی  
ہوئی ہے، اسکی درستگی کی کیا تدبیر ہو؟

اصلی چیز یہ تھی کہ یہ وقت کے مصائب دراصل ان دائمی  
اور مستمر اسباب کا نتیجہ تھے، جو پچھلی دہ صدیوں سے عالم اسلامی  
پر طاری ہیں، اور جب تک اس سوراخ کو بند نہ کیا جائے، جہان سے  
سیلاب نکل کر بہا ہے، اس وقت تک صرف پانی کے قتل و بھرتہ  
پہنچتا، یا در در دیوار کو مضبوط بنانے کیلئے مصالحہ جمع کرنا، بالکل  
لاحاصل ہے۔

میں اپنے کاموں سے غافل نہ تھا۔ (الہلال) میں جو کچھ لکھ  
رہا تھا، اسکو ایک لمحہ کیلئے بھی اپنی ہمتوں اور عزموں کا  
اصلی مصرف نہیں سمجھا، بلکہ ہمیشہ کسی اور مقصود حقیقی کی  
طرف جانے کیلئے ایک وسیلہ و ذریعہ یقین کیا، لیکن مشکل یہ تھی کہ  
طریق عمل کا فیصلہ آسان نہ تھا۔

اس عرصے میں کتنی اسکیمیں بنالیں، اور پھر انکو چاک  
بیا، کتنی راہیں سامنے آئیں اور پھر ایک قدم اٹھا کر واپس آ گیا۔  
ہمارا مرض ایک ہی نہیں ہے، اور ہمارا گھر ہر طرف سے آجڑا ہوا ہے۔  
ضرورت ایک ایسی راہ عمل کی تھی، کہ ایک ہی راہ ہو، کیونکہ  
ایک وقت میں انسان ایک ہی راہ پر چلسکتا ہے، لیکن ایسی ہر  
نہ پھر اسکے بعد کسی دوسری راہ کے تلاش کی ضرورت باقی نہ رہے،  
اور ہمارے تمام امراض کیلئے ایک نسخہ رحید، اور علاج جامع ہو۔  
آپ یقین کیجیے کہ میں نے بہت سونچا۔ انسانی دماغ  
سی چیز پر جس قدر غور کرسکتا ہے، شاید میں نے ہمیشہ کیا، اور متصل  
اور پیہم کیا، مگر با ایں ہمہ کسی ایک تجویز اور راہ پر پہنچکر نہ رک  
سکا۔ یہاں تک کہ میں تھک گیا، اور قریب تھا کہ مجھے ہر عالم تعمیر  
و تعطل طاری ہو جائے اور قوت فیصلہ جواب دیدے۔

اللہ ولی الذین امنوا

یخرجہم من الظلمات الی النور

لیکن جب کہ میں تلاش مقصود میں بھٹک رہا تھا، تو اس  
نے، جس کا ہاتھ ہمیشہ سرگھنگان حیرانی کا دستگیر، اور کم  
کشتگان تعمیر کیلئے رہنما و دلیل ہے، میرا ہاتھ پکڑ لیا، اور چہرہ  
مقصود کو بے نقاب کردیا۔ میں نے اس بجلی کی طرح  
جو چانک ظلمت طوفانی میں چمکتی ہے، اسکو دیکھا،  
پر اس نے بجلی کی طرح مجھ سے بے وفائی نہ کی، اور اپنی  
روشنی دیکر پھر واپس نہ لی: والذین جاہدوا فینا لنہدینہم

سبلات۔ وان اللہ مع المحسنین (۲۹: ۶۹)

ب میری حیرانی ختم ہوگئی ہے۔ میں ظلمت میں نہیں  
بلکہ نعمت اللہ کے روشنی میں ہوں، پس طیار ہوں کہ اُنہوں، اور جو  
راہ سے دکھلائی ہے، بلا توقف اسکی طرف روانہ ہو جاؤں۔ وہ،  
جو میں کو کھلتا، دماغوں کی رہنمائی کرتا، آنکھوں کو دکھلاتا، اور  
ہاتھ کر پکڑتا ہے، ضرور ہے کہ اپنی راہنمائی کا دروازہ اب بھی  
کھلا ہے گا، اور تم کو رہنمائی سے بچائے گا۔ وہ ہر اس دل  
کے ساتھ ہے، جو اسکے ساتھ ہونا چاہے، اور ہر اس بروسہ کرنے والے



# مقالہ

## صفحة من تاريخ الحروب

تاريخ حرب کا ایک صفحہ

### مدافعة مكصورة ودين

بہ تذکرہ محاصرہ ادرنہ

(۱)

”الشيء بالشئ يذكر“ عربی کی مشہور ضرب المثل ہے۔ جنگ جبکہ ادرنہ (ایڈریانوپل) اور (سقوطی) کی حیرت انگیز مدافعت نے پلیون، لیڈی اسمتھ، اور پورت اتر کے واقعات دہرا دیے ہیں، ہمارا ذہن بے ساختہ اُن اقوام سالفہ کی طرف منتقل ہوتا ہے، جنہوں نے اب سے کئی ہزار برس قبل اپنی ملت و وطن اور اپنے مذہب عزیز کی مدافعت اس استقلال اور جانفروشی سے کی تھی کہ اسکی خونیں داستانیں آج تک آرائش صفحات تاریخ ہیں !

قدیم ترین محاصرے اور مدافعت

دنیا میں جنگ کے آغاز کے ساتھ ہی محاصرہ اور محصورانہ مدافعت شروع ہوگئی تھی۔ انسان نے جب پہل پہل بادیہ نشینی کی زندگی سے ترقی کر کے شہری زندگی شروع کی ہوگی تو مختلف قیمن، نسلوں، جماعتوں، اور خاندانوں کی باہمی جنگ جوئی نے طاؤنوں کو محاصرے کی ترغیب دی ہوگی، اور مغلوب و ضعیف محصور ہوجانے پر مجبور ہوگیا ہوگا۔ سب سے زیادہ قدیم ترین محاصرہ، محاصرہ ادرت ہے، جو بستی مینک اعظم کی زیر قیادت ہوا گیا تھا۔ یہ محاصرہ ۲۹۰۰ برس تک جاری رہا، مگر تفصیلی حالات معلوم نہیں۔

اسکے بعد سب سے زیادہ دنیا کا قدیمی محاصرہ طروادہ (Trode) ہے، جس کا افسانہ یونان کے مشہور شاعر طراز اور ابوالشعر ہومر (Homer) نے الیڈ (Iliade) میں نظم کیا ہے، اور گو شاعرانہ افسانہ طراز اور یونانی علم الاصنام کے خرافات کی آمیزش سے اسکے حلی واقعات معلوم کرنا مشکل ہیں، تاہم اسمیں شک نہیں کہ وہ بحالہ قدیم کی ایک بہت بڑی انسانی خون ریزی، اور تاریخ حرب کا ایک عظیم الشان جنگی محاصرہ تھا۔

یہ محاصرہ ۱۰۰۰ برس تک جاری رہا تھا، اور اسکی نسبت جنگ و قتالات کے عجیب و غریب واقعات ہومریان کرتا ہے۔

اس ہولناک محاصرے کے بعد، قرون اولیٰ کے محاصرہ کی تاریخ ایک حد تک تاریخی روشنی میں آجاتی ہے، اور دنیا کے در مشہور قدیم ترین محاصرے یروشلم (بیت المقدس) اور قرطاجنہ (کارٹیج) کے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اس وقت مختصراً انہی دو محاصرہ کی طرف متوجہ ہونگے۔

### محاصرة بیت المقدس

ایک قدیم رومی محاصرہ

تاریخ عروج و زوال امم کا ایک درد انگیز افسانہ !

۷۰ - رومن عیسوی سڈہ کا آغاز تھا، کہ روم سے جنگ آزماؤں اور حملہ آوروں کا ایک سیلاب عظیم شام کی طرف امداداً، اور شہنشاہ طیطس (Titus) نے بنی اسرائیل کی ہزار ہا سالہ عظمت و جبروت کے مسکن، حضرت (داؤد) کے عظیم الشان ہیکل، اور تخت گاہ (سلیمان) پر فوج کشی کر دی۔ اسرائیل کے گھرانے کی یہ وہ آخری بربادی تھی، جسکی (یسعیا) نبی نے خبر دی تھی، اور نسل اسحاق کی بد اعمالیوں کی وہ سب سے آخری سزا تھی، جس پر (خرقل) نبی نے ماتم کیا تھا، اور خداوند خدا نے کہا تھا کہ ”اے اسرائیل کی بدکار عزت ! تو نے مجھے چھوڑ دیا، پس میں غیر قوموں کو بھیجوں گا، جو تیری عظمت و ناموس کو نا پاک کریں گے“ (خرقل ۲۵ : ۱۵)

یہی رومی فوج کشی وہ آخری عذاب الہی تھا، جسکے بعد جنگ خداوندی نے ہمیشہ کے لیے اولاد اسرائیل سے اپنا رشتہ کاٹ لیا، اور (سعود) کی روشنی نے (فارن) کی چوٹیوں کو اپنا مطلع و مبدع بنایا :

وكان رعداً مفعولاً (۱۷ : ۳)

### محاصرے کا آغاز

رومی فوج نے شہر کے قریب پہنچ کر اپنا قاصد بھیجا، اور باشندگان شہر سے کہا کہ شہر حوالہ کر دیں، مگر وہ بیت المقدس کے مستحکم حصار، اور آہنی عمارت جنگ کی طرف سے مطمئن تھے، انہوں نے تسلیم شہر سے (عربی میں حوالگی کے معنوں میں ”نسلیم“ کہتے ہیں اور اسکوازدرو میں رائج ہونا چاہیے) انکار کر دیا۔

اب رومی فوج کیلئے محاصرہ ناگزیر تھا۔ ۳۰۰ ہزار آہن پوش فوج کے چاروں طرف سے شہر کا محاصرہ کر لیا۔

بیت المقدس اُس وقت نہایت محفوظ تھا۔ یکے بعد دیگرے تین نہایت مستحکم شہر پناہیں تھیں، اور انکے باہمی فاصلے مدافعت کے آلات و اسباب جنگ کیلئے نہایت مضبوط عمارتیں رکھتی تھیں۔ (طیطس) نے اپنی فوج کے چار حصے کر دیے۔ تین حصے شمالی جانب پر مامور کیے، جو بیرونی شہر پناہ سے ایک میل کے فاصلے پر جم گئے۔ اور باقی ایک حصہ جانب مشرق مقرر کیا، جو مشہور مسیحی مقدس پہاڑ (کوہ زیتون) کے حوالی میں تھا۔

### قدیم آلات جنگ

رومی فوج کے ساتھ اُس زمانے کے ترقی یافتہ آلات جنگ بے شمار تھے۔ علی الخصوص طویل روزنی گرز، سنگ بار منجنیقیں، آتش افشاں پیدہ دار منارے، اور قدیم زمانے کا وہ عجیب و غریب الہ جنگ، جسکے لیے عربی میں (کدش) کا لفظ مستعمل ہوگیا تھا۔

(گرز) قدیم قوموں کا سب سے بڑا آلہ جنگ تھا، جس کو رستم و سہراب کے کاندھوں پر شاہنامے میں ہم نے ہمیشہ دیکھا ہے۔ لیکن رومیوں کے پاس ایک خاص طرح کا گرز ہوتا تھا، جسکو محاصرے میں استعمال کیا کرتے تھے۔ یہ معمولی گرز سے بہت زیادہ



گروہ از صف ما هر كه مرد غوغا نيست !  
كسيكه كشته نشد از قبيله ما نيست !  
فبشر عبادي الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه ، اولئك  
الذين هدا هم الله ، واولئك هم اولو الالباب -

کیونکہ میں عمل کی دعوت دیتا ہوں ، ازر راہ عمل کبھی بھی  
پہلوں کی چادر نہیں رہی ہے ۔ پس جو صاحب اپنا اسم گرامی  
بھیجیں ، پہلے اپنی مستعدی اور اضطراب دل کا بھی پورا  
اندازہ کر لیں :

[ بقیہ مضمون صفحہ ۱۵ کا ]

کلید اس کے خلاف فیصلہ ہو گیا ہے ، اور زمانہ حال کے اساطین فلسفہ  
و اخلاق اس کے بالکل قائل نہیں ۔ آجکل تو فلسفہ و اخلاق پر تعدد  
مذہب کا ایک بحران عظیم طاری ہے ۔ مضمون زیر نقد میں  
بہت سرسری طور پر چند اخلاقی ملاحظیات پر توجہ دلائی تھی ،  
نہ کہ علمی اصول پر بحث و تنقید ۔ اس مسئلے کے متعلق عربوں  
مذہبوں کے دلائل و مباحث کا بہت بڑا ذخیرہ پیش نظر ہے ، اور  
اب جناب نے یہ بحث چھیڑ دی ہے تو مستقل عنوان سے اس کی  
نسبت جواب عرض کرونگا کہ محتاج بسط و استقصاء ہے ۔

( ۴ ) بیشک تربیت اولاد کا مسئلہ اہم ترین مسائل علم  
و اخلاق ، و مبداء اصلاح انسانیہ ، و عماد ترقی ملت و نسل قوم ہے ،  
از اس قوم سے بڑھکر بد بخت کوئی قوم نہیں ، جس کے والدین اپنی  
اولاد کی جسمانی و دماغی پرورش سے بے پورا ہوں ۔ آپ لوگ  
تو صرف اس لیے اسے ضروری سمجھتے ہیں کہ موجودہ زمانے کے  
علم پیداگوا جی ( Pedagogi ) ( علم التعلیم و التربیۃ ) کے لحاظ سے  
ضروری ہے ، مگر میں اس لیے ضروری سمجھتا ہوں کہ اسلام  
کے خدائے حکیم نے قرآن کریم میں حکم دیا ہے کہ :

یا ایہا الذین آمنوا ! مسلمانوں ! اپنے آپ کو اور اپنی اولاد  
قوا انفسکم و اولیکم اور متعلقین کو آگ کے عذاب سے  
نارا ۔ ( ۶۶ : ۶۷ ) بچو جو انکو پھش آنے والا ہے ۔

از فی الحقیقت ( بقول حضرت امیر علیہ السلام ، کما ذکرہ  
الرازی فی تفسیرہ ) اس آیت کو ہمہ میں اولاد کی تربیت و تعلیم  
کو ہر مسلمان پر فرض کر دیا ہے ، تاکہ وہ ان تمام عذابوں سے دنیا میں  
بچیں ، جو ہر طرح کے جہل و ضلالت سے پیش آتے ہیں ۔

لیکن معاف فرمائیے گا ، جو لوگ ملک کے پالیٹکس میں حصہ  
لیتے ہیں ، یا اسلامی مصائب کے ذکر سے حرکت و ابتلاء پیدا کرنے  
کی سعی کرتے ہیں ، ان پر برہم ہونے کی یہاں ضرورت نہ تھی ۔  
بچوں کی تربیت مراد باپ ہی کر سکتے ہیں ، لیکن سیاسی اور جنگی  
مصائب کے زرد کے بعد نہ مائیں باقی رہتی ہیں ، جو بچوں کو  
گرد میں اٹھائیں ، اور نہ باپ باقی رہتے ہیں ، جو انکو درس فلسفہ  
و حکمت دیں ۔ آج جو انقلابات مسلمانوں پر طاری ہو رہے ہیں ،  
انہوں نے گویا ایک جنگ کا دوزخ پر طاری کر دیا ہے ۔ یہ سرور  
ہے کہ فن حرب کی تعلیم ، اور علوم و صناعت کا حصول ہم میں ایسی  
قوتیں پیدا کر دے گا ، جو برہ راست میدان جنگ میں کام آئیں گی ،  
لیکن جنگ کے اہام میں ان باتوں کی مہلت نہیں ہوتی ، بلکہ  
صرف اس کی ، کہ خوش اخلاق و بد اخلاق ، واقف فن اور جاہل عشق  
جیسے کچھ آدمی میسر آ جائیں ، اور ہتھیار کاندھے پر رکھنے سے  
ملاحیت رکھتے ہوں ، انکو دشمنوں کے سامنے بھیج دیا جائے اور پھر  
امن کی مہلت نکالکر اصلی اور تدریجی ذرائع تقویت و تعلیم سے  
طرف متوجہ ہوں ۔

پس اس رقت پہلی چیز یہ نہیں ہے کہ موجودہ حالت سے  
ہم اپنی بہتر حالت کیونکر بدائیں ؟ بلکہ یہ کہ اپنی اچھی ذہنی  
موجودہ حالت میں ہی کسی طرح زندہ اور باقی رہ سکیں ۔ اگر ذرا  
بھی زندگی کی طرف سے اطمینان ہو تو پھر وقتی اور فروری اندازہ  
کو چھوڑ کر صحیح اصول علاج کے مطابق بتدریج اپنا علاج کرائیں گے ۔  
والعاقبۃ للمتقین

حوالے کیا ، اور ان کی نسبت اپنی دلچسپی اور توجہ کا ثبوت دیا ۔  
کم از کم ایک صدا تو اُٹھی : فجزاکم اللہ تعالیٰ عني خیر الجزا  
و کثر اللہ امثالکم ۔

عود الی المقصود

اب دفعہ وار چند سطور لکھوں کہ سلسلہ سخن بہت بڑھ گیا ۔  
( ۱ ) ہاں یہ سچ ہے کہ آجکل تراجم علمیہ حدیثہ میں  
اصطلاحات کا مسئلہ بہت اہم ہے اور ایک غیر معمولی توجہ و  
مذاکرہ کا محتاج ، لیکن جس قدر آپ حضرات اسکو مشکل اور ایک  
امر عظیم اور ممانع شدید راہ تراجم و تصنیف میں سمجھتے ہیں ،  
اس عاجز کے خیال میں امور واقع کے بالکل خلاف ہے ۔ میری  
سمجھ میں تو یہ بات نہیں آتی کہ اگر اردو زبان میں ترجمے  
کیلئے مستعد ہرجائیں تو صرف اصطلاحات کا مسئلہ کیوں ممانع ہو ؟  
یقین کیجئے کہ یہ کوئی ایسی مشکل بات نہیں ۔ البتہ اس کی  
ضرورت ہے کہ علوم عربیہ سے بوزی واقفیت ہو ، اور دماغ میں  
اس کام کی صلاحیت ۔ اگر یہ نہیں تو پھر اس کے یہ معنی ہیں کہ  
آپ مترجم بھی نہیں ۔ مترجم کے معنی ہیں وہ قدرت اور قابلیت  
بھی شامل ہے ، جس کے ذریعہ زبان غیر کی اصطلاحات کا ترجمہ  
کیا جائے ۔ اگر ایک شخص اصطلاحات کے باب میں قاصر ہے تو  
اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ مترجم ہی نہیں ہے ۔

پس یہ جو آپ لکھا ہے کہ ” اردو زبان علوم کے ترجمے کیلئے  
ناقابل ہے “ ایک ایسی بات ہے ، جو آپ ایسے علمی مذاق رکھنے والے  
شخص کو نہیں کہنا چاہیے ۔ آج تک غریب اردو سے کام ہی کم  
لیا گیا ہے کہ اپنے اس کے قابل اور ناقابل ہونے کا بے تکان فیصلہ  
کر دیا ؟ میں کہتا ہوں کہ ایک لمحہ کیلئے بھی ناقابل نہیں ،  
البتہ وسعت نظر ، اور قدرت رضع الفاظ و تراکیب ، اور علوم ادبیہ  
عربیہ و فارسیہ پر نظر ہونی چاہیے ۔

میں اپنی عام تحریرات میں نئے الفاظ اور مذاہب حال عربی  
اصطلاحات و تراکیب کے رائج کرنے کا حتی المقدور خیال رکھتا ہوں ۔  
نئے علوم سے اگر مقصود فلسفہ ہے تو اسمیں تو کوئی  
اصلاح ایسی نئی نہیں ، جو عربی میں نہ ہو ۔ البتہ بعض وہ  
علوم جن میں اضافہ ہو رہا ہے ، اور بعض وہ ، جو زمانہ  
حال سے منحصر سمجھے جاتے ہیں ، اپنے ساتھ ایک ذخیرہ نئی  
اصطلاحات کا بھی رکھتے ہیں ، مگر ارباب کار و راقفان فن سمجھ  
سکتے ہیں کہ جو کچھ ہے اپنا ہی تصور ہے ، ورنہ ان کے لیے بھی  
رضع الفاظ کا مسئلہ چنداں مشکل نہیں ۔

میں بہت جلد خاص اس مسئلے پر مع ایک ذخیرہ الفاظ  
و اصطلاحات کے اپنے خیالات ظاہر کرونگا ۔

( ۲ ) ” مائینڈ “ ( Mind ) کیلئے ہمارے یہاں بہت مدت سے  
ایک لفظ موجود ہے اور وہ کافی ہے ، یعنی ” نفس “

( ۳ ) اس کے بعد آپ ایک نہایت اہم اور دلچسپ مسئلے پر  
ترجہ فرمائی ہے یعنی ” اخلاق میں وراثت کا اثر “ ۔

لیکن اس کے بعد ہی آپ ” نفس “ اور اس کے اعمال کی بحث  
کرتے ہوئے طریق حل مبحث و مانتھن فیہ سے انگ ہو گئے ہیں ۔  
بیشک انقلاب فلسفہ قدیم و جدید کے درمیانی دور میں بھی  
مثل دور سابق ، اس مسئلہ کو تسلیم کرتے تھے ، اور کانت نے اس پر  
زور دیا ، لیکن غالباً جناب کا یہ خیال درست نہیں کہ اب

بچ جائیں گی۔ مگر یہودی قید بابل کا تجربہ کر چکے تھے۔ انہوں نے ہر مرتبہ اطاعت قبول کرنے سے انکار کیا، اور بدستور محصور رہے۔

### محصورین کی آخری سعی

اسلحہ کے باب میں یہودی رومیوں سے بہت کمزور تھے۔ اسلحہ رومیوں کے مقابلہ ناممکن تھا۔ اس کے علاوہ ایک شہر پناہ مسخر ہو چکی تھی اور اس سے قوم کی اخلاقی حالت میں بھی فرق عظیم پیدا ہو گیا تھا۔ اسلحہ یہودیوں نے اس کے سوا چارہ نہ دیکھا کہ کمزور مگر با تدبیر اقوام کے مشہور ہتھیار ”حیلہ طرازی“ سے کام لیا جائے۔

چنانچہ انہوں نے شہر پناہ کے اندر سے ایک عمیق سرنگ رومی لشکر گاہ تک کھود دی، اور اس کا نتیجہ معاً ظاہر ہو گیا۔ یعنی زمین کے مجوف ہو جانے کی وجہ سے لشکر گاہ کے تمام برج دھنچے بیٹھے گئے۔ رومیوں کو اس سے واقعی سخت نقصان پہنچا اور کئی دن کی متصل محنت کے بعد پھر دس بارہ برج تعمیر کیے گئے۔ تاہم جس ساز سامان کے ساتھ وہ آئے تھے، اس پر ان نقصانات کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا تھا۔ فرج محاصرہ کیے بدستور پڑتی رہی۔

دوسری شہر پناہ بھی یہودیوں کو چھوڑ دینی پڑی، اور رومانی فرج فاتحانہ اس پر بھی قابض ہو گئی!

اب یہودی تیسری شہر پناہ میں محصور تھے، اور یہ آخری حفاظت کا نشیمن تھا، کیونکہ اس کے بعد چوتھی شہر پناہ تھی۔ اسی کے اندر ہیکل اعظم اور تمام مقامات مقدسہ تھے، اور اس کے مقترح ہو جانے کے بعد بچنا دشوار تھا۔

انہوں نے اب سے پھر سرنگیں کھودیں اور اس محنت و جانفشانی کے ساتھ، کہ چند دنوں کے بعد ہی تمام زمین کھوکھلی کر دی، اور رومی برجوں اور عمارات محاصرہ پہلی مرتبہ سے زیادہ نقصان دہ طریقے پر منہدم ہو گئے۔ اس سے رومیوں کا غیظ و غضب اور بھڑک اُٹھا، اور جوش انتقام نے مجنون کر دیا۔ انہوں نے اپنی عظیم الشان منجیقین اور بڑے بڑے کبش لیکر آخری حملہ بول دیا۔ وہ برابر ہلاکت اور بربادی پھیلاتے ہوئے بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ آخری شہر پناہ میں بھی شگاف پڑ گئے۔

### خر قیسل نبی کی پیشین گوئی

اس سے بھی بڑھکر مصیبت عظمیٰ یہ تھی کہ آتش انگیز زرغن نفت کی بارش نے مقدس ہیکل کی دیواروں تک پہنچنا شروع کر دیا تھا۔ بدبخت یہودیوں نے ہر چند کوشش کی، مگر اپنی ہزار سالہ عظمت کے گھر کو نہ بچا سکے۔ اصل یہ ہے کہ اب اسرائیل و اسحاق کا خدا بھی آئے نہیں بچانا چاہتا تھا۔ اس کا بڑا حصہ آتشزدگی سے برباد ہو گیا، اور گنبدوں اور میناروں میں سنگی گولوں سے سوراخ پڑ گئے۔ (خر قیل) نبی نے کہا تھا: ”میں ہیکل کے گنبدوں پر غیر قوموں کے لگائے ہوئے دھبے دیکھ رہا ہوں“ با لاخر اس بدبخت اور خدا کی مغضوب قوم کی آخری سزا کی تکمیل ہو گئی، اور عروج و زوال امم کے قانون الہی کے نفاذ کو کوئی انسانی سعی روک نہ سکی۔ رومیوں کے برجوں کی گولہ باری کا اب جواب ممکن نہ تھا۔

### خاتمہ !

ایک دن صبح کو یہودیوں نے دیکھا کہ رومی لشکر عظیم قتل و غارت، اور نہیب و سلب کے ہتھیار ہاتھوں میں لیے، آخری شہر پناہ سے اندر داخل ہو رہا ہے:

فجاسوا خلال الدیار، پس وہ بستیوں اور آبادیوں میں  
وکان وعداً معصولاً !! پھیل گئے، اور اللہ کے وعدے کو  
پورا ہونا تھا اور پورا ہو کر رہا۔ (۱۷: ۳)

عروج و زوال امم کا یہ قانون الہی ہے، اور اسے کاش کہ آج وہ پھر ان اسلام، جن کو خدا نے بنی اسرائیل کی اس عظمت و جبروت کا جانشین بنایا تھا، اور جو اس خلافت ارضی کے وارث ہوئے تھے، جسکی اہلیت (داود) اور (سلیمان) کی نسل میں باقی نہیں رہی تھی، تاریخ کے ان نتائج قریبہ سے عبرت پکڑیں، اور آنے والے وقت سے قدریں:

کذلک یضرب اللہ اسی طرح اللہ گذشتہ قوموں اور ملکوں  
الامثال، لعلمہم کی مثالیں بیان کرتا ہے، تاکہ شاید  
بلاذکرہ ! غافل قومیں عبرت پکڑیں !!

### رومی پیش قدمی

یہودیوں کی حالت اس وقت نہایت افسوس ناک تھی۔ بابل کی قید اور عرصے کی غلامی نے پھر اسی سیرۃ اولیٰ پر پہنچا دیا تھا، جس سے دریائے نیل کے کنارے حضرت موسیٰ نے انہیں نجات دلائی تھی۔

تاہم انہوں نے اس موقع پر اپنے تمام قویٰ کو جمع کیا، اور پوری جانبازی سے مدافعت کا سامان کر لے لے۔ سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ رومیوں کے سے آلات جنگ اور اسلحہ ہلاکت ان کے پاس نہ تھے، اور سنگ باری کے برجوں، عظیم الشان کبشوں، اور آتشیں زرغن کی بارش کا کوئی جواب نہیں دے سکتے تھے۔

پھر ممکن تھا کہ وہ اس کا جواب دے سکتے، مگر قدرت الہی کے پیچھے ہوئے عذاب یا اپنے اعمال بد کے قدرتی نتائج کا ان کے پاس کیا جواب تھا؟

فأخذهم العذاب وهم پس عذاب الہی نے انہیں جا پکڑا اور وہ  
ظالمون (۱۹: ۹۰) اپنے ظالموں کی وجہ سے اسی کے مستحق تھے۔  
نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ عرصے کے بعد بیرون شہر کی سرحد  
محاصرین نے فتح کر لی۔

اب رومیوں کے زیادہ شدت اور مستعدی سے قدم آگے بڑھائے، اور کوہ (زیتون) کی مشرقی فرج نے اپنی منجیقوں کا رخ مقدس (ہیکل) کی جانب کر دیا۔ ساتھ ہی مشتعل زرغن (نفت) کی بارش بھی شروع کر دی۔ آجکل عربی و فارسی میں کراسن تیل کو نفت کہتے ہیں، مگر یہ ایک دوسرا معدنی تیل تھا، جو نہایت سریع الاحتراق تھا، اور جس مقام پر پڑتا تھا، بمجرد ایک دوسرے تیل کے پڑنے کے، اس سے شعلے بھرنے لگتے تھے۔ قدیم زمانے کی بہت سی متمدن قوموں نے اس کو استعمال کیا ہے، اور جنگ صلیبی کے عہد میں بزمانہ محاصرہ عکہ مسلمانوں نے بھی اس سے کام لیا تھا۔ یہودی اب نہایت مضطرب ہوئے، کیونکہ منجیقوں کے گولے اور زرغن نفت کی پچکاریاں ہیکل کی دیواروں تک پہنچنے لگیں۔ بعض پرانی جنگوں میں انہیں چند منجیقین مل گئی تھیں۔ وہ نکالی گئیں، اور محصورین کی طرف سے بھی گولہ باری کا جواب دیا جائے گا۔ لیکن ابھی اس انتظام کو زیادہ دیر نہیں گذری تھی، کہ ایل اس سے بھی بڑھکر مصیبت کی خبر ملی۔ یعنی لوگوں نے دیکھا کہ شمالی شہر پناہ کے اندر جا بجا سوراخ ہو گئے ہیں! اس خبر کے پھیلنے ہی محصورین کے دل بیٹھے گئے۔ ہمتوں نے جب دیدیا۔ بالآخر مایوس ہو کر پیچھے ہٹ آئے، اور اس طرح شہر کی پہلی شہر پناہ پر رومی قبضہ ہو گیا۔

اب دوسری شہر پناہ کے محاصرے کیلئے برج طیار ہونے لگے۔ اس عرصے میں رومیوں نے بارہا باشندوں سے تسلیم شہر کی درخواست کی۔ سمجھایا کہ اس طرح انکی جانیں تہ تیغ ہونے سے

کی بڑی بڑی عظیم الشان سرزمینوں کو مع انکے بسنے والوں کے پہا  
لیجا رہے تھے۔ مگر انہوں نے اس پیمانہ وعہد کو توڑ دیا، جو مصر کی  
غلامی سے نجات پانے کے بعد خداوند خداے قدوس سے سینا کے  
پہاڑ پر باندھا تھا۔ جب وہ طرح طرح کی بد اعمالیوں اور فسق و فساد  
میں مبتلا ہو گئے تو رحمت الہی ان سے روٹھ گئی، اور اس نے اپنی  
برکت کی جگہ اپنے قہر و غضب کو بھیج دیا۔ خدا کا اس دنیا میں  
سب سے بڑا قہر یہ ہے کہ کسی قوم سے حکومت و فرمان روائی کی  
عزت چھین لے، اور غیر قوموں کی غلامی و محکومی کی زنجیریں

اسکے پاؤں میں ڈال دے۔ پس یہودیوں کیلئے بھی اب دنیا میں نہ  
سزا کے سوا کچھ نہ تھا۔ (بخت نصر) کی فرج کشی اور (بابل) کی  
قید کے بعد (عزرا) کی آہ و زاری نے انکی سزا کی مہلت بڑھادی  
تھی، پر انہوں نے اس فرصت سے بھی فائدہ نہ اٹھایا۔ اسلئے سرور  
تھا کہ آخری غضب الہی کسی جابر قوم کے استیلاؤ تسلط کی صورت  
میں ظاہر ہو۔ اور یہ جب کبھی کسی قوم سے روٹھتا ہے تو اسکی  
عادت ہے کہ اپنی کسی جابر مغلوب کو اسپر مسلط کر دیتا ہے۔ پھر وہ  
اسکے تخت حکومت کو اولت دیتی ہے، غلامی و محکومی کی بیڑیاں  
اسکے پاؤں میں ڈال دیتی ہے، اور عزت ملی اور شرف قومی کی رزق  
اسکے اندر سے کھینچ لیتی ہے !!

رومیوں کا یہ حملہ یہودیوں کیلئے اسی سلسلہ غضب الہی کی

لغبا، اور اسکے ضرب کا لٹو بہت زیادہ وزنی ہوتا تھا، اور شہر پناہ  
کی دیواروں، اور قلعہ کے دروازوں کے توڑنے میں کام آتا تھا۔  
(منجذیق) ایک کثیر الاستعمال مشین تھی، جسکے ذریعہ برے  
جیسے رزنی پتھر غنیم کے لشکر اور محصور شہر کے اندر پھینکے جاتے تھے۔  
یہ (میکانک) کے یونانی اصل کا معرب ہے، اور علم الحیل (فن وضع  
آلات و مشینری) کی قدیم ترین ایجاد۔ عربوں نے بھی اپنی جنگوں  
میں اس سے کام لیا ہے۔ یہ گویا قدیم زمانے کی توپ تھی۔ پتھر کے  
بڑے بڑے گولے جب اس سے نکل کر اڑتے تھے، تو انکی ضرب دیواروں  
اور قلعوں پر نہایت سنگین پڑتی تھی۔

(اتش افشاں منارے) لکڑی کے بنائے جاتے تھے۔ اسکے نیچے  
پہیے لٹے ہوتے تھے، تاکہ گاڑی کی طرح نقل و حرکت ممکن ہو۔  
اسکی گئی منزلیں ہوتی تھیں۔ ان میں بیتھکر حملہ آور محصورین  
کی طرف تیزی سے بڑھتے تھے، اور انکے برجوں سے آتشیں رزغن کو شہر کی  
دیواروں اور عمارتوں پر پھینکتے تھے۔

(کبش) اُس زمانے کا بہترین ہتھیار تھا۔ کچھ آدمی گاڑی کر  
پھینچتے تھے، اور کچھ حفاظت کرتے تھے۔ یہ گاڑی شہر پناہ سے بھڑادی  
جاتی تھی، اور اندر کی فرج محصورین کی تیر اندازی سے محفوظ  
رہکر، دیواروں میں نقب لگا دیتی تھی۔

عربوں نے اسکو (کبش) اسلئے کہا کہ اسکے سامنے کے رخ پر ایک



### کبش

رومی آلف جگہ، جو مثل ایک گاڑی کے تھا، اور جس میں بیتھکر محصورین حملہ کرتے تھے۔

آخری سزا تھی، جسکے بعد بنی اسرائیل کی عظمت کا چراغ ہمیشہ  
کیلئے گل ہو گیا: ضربت علیہم الذلۃ و المسکنۃ، و باؤ بغضب من اللہ۔  
(بخت نصر) اور بابلیوں کا زبرد پہلا عذاب تھا، اور یہ آخری۔ انہی  
دو عذابوں کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے کہ:

و قضینا الی بنی اسرائیل سے انکی کتاب  
تورات میں صاف صاف کہ دیا تھا کہ تم ضرور  
زمین پر دو مرتبہ فساد میں مبتلا ہو گے  
اور اپنی بد اعمالیوں میں مغرور ہو گے نہایت  
سخت زیادتیاں کرو گے، تو اے بنی اسرائیل  
کے لوگو! جب تم میں ظہور فساد و عداوت  
کا پہلا وقت آیا، تو ہم نے تمہارے مقابلے  
میں (بابل کے) اُن لوگوں کو بھیج دیا، جو  
نہایت جابر اور سخت گیر تھے۔ وہ تمہاری  
بستیوں کے اندر پھیل گئے (اور وہ سب  
کچھہ کیا جو انکو کرنا تھا) اور اللہ کے وعدے  
کو پورا ہونا تھا، اور وہ پورا ہو کر رہا۔  
(۱۷: ۳)

یہ قوموں کے اعمال کے قدرتی نتائج ہیں۔ جس بیت المقدس  
پر ملائکہ الہی رحمت و برکت کے پھول چڑھاتے تھے، آج حملہ آوروں  
کے برجوں سے اسپر پتھروں کے گولوں کی بارش ہو رہی ہے !!  
و ما کان اللہ لیظلمہم، و لن کانوا انفسہم یظلمون۔

میندھ کا مصروعی سر بنا کر لگا دیا جاتا تھا۔ (دیکھو تصور کبش)  
شہر کی بیرونی شہر پناہ اور رومی لشکر کے شمالی حصے کے  
مابین جو آباد قطعے تھے، وہاں کے تمام درخت اکھڑا ڈالے گئے تھے، تاکہ  
فرجی نقل و حرکت میں ممانع نہ ہوں۔

اطراف شہر کی سر سبزی کا اس وقت یہ حال تھا کہ یہ تمام  
قصعات طرح طرح کے شاداب درختوں کی کثرت سے ایک جنت ارضی کا  
منظر معارف ہوتے تھے، اور اس کثرت کے ساتھ تھے، کہ صرف انکی چڑوں  
نے کھودنے اور اکھاڑنے میں کامل چار دن رومی فرج نے صرف کیے !!  
یہ شام کی سر زمین تھی، جسکی نسبت قرآن کریم نے سورہ  
(بنی اسرائیل) میں فرمایا: ”بارکنا حولہ“ ہم نے بیت المقدس  
کے اطراف کو اپنی برکت سے مالا مال کر دیا تھا !

اسکے بعد فرج شمال کی جانب بڑھی، اور ایک ایسے مقام پر  
خیمہ زن ہو گئی، جہاں سے بیرونی حصار شہر کا ایک گوشہ نظر آتا تھا۔  
یہاں معاصرین نے چند برج تعمیر کیے، اور ان میں بیتھکر بیت المقدس  
پر سنگی گولے برسانا شروع کر دیے۔

فاعتدروا یا اوی الابصار!

یہ رہی بیت المقدس تھا، جس کو خداے ذوالجلال نے اپنی  
رحمت و برکت کا نشیمن بنایا تھا۔ ابراہیم (ع) کے گہرا نے سے جو  
الہی وعدے ہوئے تھے، انکے ایفا کا پہلا گہرا اسی میں تھا۔ بنی اسرائیل  
کی عظمت و جبروت کے سیلاب اسکی شہر پناہ سے نکلتے تھے، اور دنیا



لیکن اس موقع پر جبکہ بارانِ رحمت کا نازل ہوا تو میدانِ جنگ میں تھے اور اپنے کھیتوں سے منزلوں دور۔ بعض اُن میں سے تھوڑے دنوں کے لیے کھیتی کی غرض سے گئے، لیکن اکثروں نے اپنے آئندہ نفع کو حب وطنی پر قربان کر دیا اور باوجود اس اندیشہ کے کہ آئندہ انہیں اور نیز اُنکے بال بچوں کو رزق میسر آنا نا ممکن ہوگا، اپنی جگہ سے نہ ہلے۔

اٹلی والے رشوتیں دیکر اپنا وہ کام نکالنا چاہینگے، جس کام کو بزرگ شمشیر انجام دینے کے ناقابل ہیں۔ لیکن میرے خیال میں اسلامی قوت ریل جہتی عربوں کے عطری لاج پر غالب آگئی۔ جیسا کہ مسٹر بینٹ نے بھی لکھا ہے، یہ ضرور تھا کہ عربی کو ان کے ضروری مایحتاج کے انتظام کیلئے ایک رقم ضرور دی جاتی تھی، مگر ظاہر ہے کہ ایسا ہونا ناگزیر تھا۔ وہ، جو اپنی زراعت اور اپنے اصلی وسائل گذران چھوڑ کر اپنی جانیں قربان کرنے کیلئے آئے تھے، کیا اس کے بھی مستحق نہ تھے کہ در وقت کے کھانے کیلئے چند اُنے روز دیے جائیں؟ پھر یہ کوئی ایسی رشوت تو نہ تھی جو ترک اٹلی کے قیمتی تحفوں اور طلائی طشتوں کو ٹھکرا دینے کے معارضے میں انہیں دیتے ہوں، اور نہ ان کے لیے معرکہ جنگ ہو سکتی تھی۔

اصل یہ ہے کہ جنگِ عرب کا اصلی مذاق ہے۔ تاریخ نے بتا دیا ہے کہ عرب ہر کام کیلئے موزوں ہے۔ تخت پر فرماں روا کیلئے بھی، اور امن کے تمدن و تہذیب کے لیے بھی۔ لیکن سچ یہ ہے کہ جنگ کی قوت اس کے اندر کی اصلی آگ ہے، اور جب بھڑا دی جائے، بھڑک سکتی ہے۔ ترکوں نے اپنے تمام زمانہ حکومت میں سب سے بڑی سخت خطرناک غلطی (جس کے نتائج اب بھگت رہے ہیں) یہ کی کہ ہمیشہ اہل عرب کی طرف سے بے پروائی برتی۔ انکو مٹایا اور ذلیل کیا، اور انکو خلافت کا رقیب سمجھ کر کبھی اُٹھنے اور قابل بننے کا موقعہ نہیں دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام کی اصلی کار فرما قوت محض معذراؤں کی رنگ اور اونٹوں کے غلوں کے اندر محدود ہو کر رہ گئی، اور اہل عرب کو کوئی موقعہ اپنی قدیمی روایات عظیمہ کے زندہ کرنے کا نہیں ملا۔

جنگ طرابلس میں غازی انور بے کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس ترکوں کے سب سے بڑے شخص نے عربوں کے اندر ایک تحریک پیدا کر دی، اور انکو موجودہ حالات سے باخبر کر دیا۔ پس آگ بھڑک اُٹھی، اور غافل چونک اٹے۔ اسمیں نہ طمع نہ زکو دخل ہے اور نہ بیش قرار تلخا ہوں کر۔ پس اور آجکل کے دور مصائب میں یہ بھولنا نہیں چاہیے کہ اسلام کے مستبد فریب کو اگر پر امید بننا ہے،

تو بعینہ اسمیں اسلام کے اصلی خزانہ موت، یعنی عربوں کی زندگی اور تحریک کو دخل دلوں ہوگا: وما ذالک عسیٰ انہ بعز۔

یہ ضرور ہے کہ طرابلس کی جنگ ترکوں اور اطالیوں کی جنگ تھی اور انگلستان کے باشندوں کیلئے سیاسی اور قومی جذبات کے لحاظ سے اٹلی کے اندر بڑی بڑی کشش نہ تھی۔ یہی سبب ہے کہ اس زمانے میں بڑے بڑے اگریزی اخبارات نے اس حملے کو قابل اعتراض بتا دیا اور بعضوں نے تو بہت سخت مضامین لکھے۔ پس حق پسند انکو زور دینے اظہار حق کی یہ بڑی بڑی آزمائش نہ تھی۔ بر خلاف اس کے موجودہ جنگ بلفن جو مسیحی جو د کے نام سے لی گئی ہے، اور جو رزقِ اسلام سے خالی کر دینے کے صلیبی رولے پر مبنی ہے، انگلستان کے باشندوں کیلئے ادعے حق پرستی و مظالم نزاری کا اصلی امتحان تھا۔ اور دیکھا ہوا کہ مسٹر بینٹ

ایسے ہی لوگوں میں سے ایک قابل تمجید شخص، کتاب زیر بحث کے مصنف مسٹر ای۔ ان۔ بینٹ بھی ہیں۔

جنگ طرابلس کے شروع ہوتے ہی وہ معاندانہ حالات کیلئے رواۃ ہو گئے۔ غالباً اخبار مانچسٹر گارجین کی نامہ نگاری کی حیثیت سے گئے تھے۔ ٹیونس کا راستہ، جو اس وقت اندرون طرابلس کیلئے ایک ہی دروازہ تھا، اختیار کیا۔ درنہ پہنچ کر ترکی کیمپوں میں ٹہرے اور تین بڑی لڑائیوں کو اپنے سامنے دیکھا۔ یہ وقت جنگ کا اصلی زمانہ تھا۔ اندرون طرابلس اور صحرا کے عربی قبائل جوق جوق آ رہے تھے، شیخ سنوسی کی ہمدردی پر ہی طرح حاصل ہو چکی تھی، اطالیوں کی پے در پے شکستوں اور ناکامیوں نے جراتوں اور ہمتوں کو بڑھا دیا تھا، اسلئے انکو اصلی حالات معلوم کرنے اور صحیح رایوں کے قائم کرنے کا پورا موقع ملا۔ وہ ترکی انیسروں کے ساتھ ایمپوں میں رہے۔ عربوں کے اُن صحرائی خیموں میں، جنکے اجڑے ترکیبی ایک پھٹے ہوئے کمل، اور ایک کسی درخت کی خشک شاخ سے زندہ نہیں ہوتے، بارہا بیٹھے اور انکے جذبات ملیہ ردینہ کا مطالعہ کیا۔ وہ بدیدہ نشین قبائل، جو ہزاروں کی تعداد میں ترکی کیمپوں کے سامنے کے میدانوں میں، اپنے اونٹوں کے پاس کھلے آسمان کے نیچے پڑے رہتے تھے، اور جوش فدا کاری ملت، و حفظ خاک وطن مقدس، و عشق اسلام معرب میں نہ دنگی کی ریگستانی پیش کی انہیں پورا تھی، اور نہ رات کی مہلک اور مرض پرور ہواؤ و طوبت کی، انکے سامنے تھے اور انکو پورا موقعہ حاصل تھا کہ اسلام کی جنگی و سیاسی قوت کے اس آخری غیر مستعمل خزانے کی قدر و قیمت کا اندازہ کولیں۔

پس انکا سفر کو مختصر تھا، لیکن ان فادر مواقع کی وجہ سے بہترین مواد، اور قابل وثوق آراء کے جمع کرنے کا سامان اپنے ساتھ لے کر اور جس سنجیدہ انداز و رزیت، اور منصفانہ طریق بحث و استدلال کے ساتھ انہوں نے اس سے کام لیا، وہ ایک عام سیاحت نامے کی سطح سے اس نامکمل روز نامے کی قیمت بڑھا دیتا ہے۔ اٹلی کے اس حملے اور نیز یورپ کے موجودہ ظالمانہ و قاتلانہ حرص کا انہیں نہایت درد و تاسف سے اعتراف ہے۔ صدھا مواقع پر انہوں نے اہل عرب کی قوت و شجاعت اور جانفروشی و جذبات صمیمہ کی داد دی ہے۔ غیر قروں کے ساتھ عربوں کے وحشیانہ سلوک، اور اسلام کے تعصب کے افسانوں پر جابجا ہنسی اور زالی ہے۔ جن عربوں کو یورپ میں وحشت و بربریت کا خوفناک دیو سمجھا جاتا ہے، انہوں نے دیکھا کہ فرشتوں کی سی مہربانی، اور قدر و قدر کی سی نیکی کے ساتھ وہ اسے ملے، اس کی دعوتیں کرنی چاہیں، اور انکے منصفانہ خیالات کے شکر گزار ہوں۔

عم بوں کی شجاعت و جانفروشی کی شہادتوں نے جب ایک عوام کو متحیر کر دیا، تو بعض اخبارات نے اس اثر کو بے وقعت کرنے کیلئے طرح طرح کے افسانے مشہور کیے۔ مثلاً لکھا کہ ترکوں سے انکو دشمن قرار دہیں ملتی ہیں، اور اگر ایک دن کا وظیفہ بھی نہ ملے تو مرنا اٹلی سے مل جائیں۔

مگر مسٹر بینٹ نے جو حالات دیکھے، وہ بال لیل اس کے متضاد تھے۔ وہ آثار کذب ہی میں لکھتے ہیں:

”عربوں کے لیے نومبر کے مہینے میں جب بارش ہوتی ہے، بڑی سخت آزمائش کا وقت تھا، لیکن انہیں ذرا بھی لغزش نہ ہوئی۔ جب طرابلس کا واقعہ ہے کہ جب سنہ ۱۹۰۸ع سے لیکر سنہ ۱۹۱۰ع تک درجہ امساک بڑا، تو عسکری عرب فائدہ نشی کی مدد سے ایک آریٹونس وغیرہ ترک وطن کر کے چلے گئے تھے۔“

# مذہب و علمیت

## انتقاد

### ودہ دی ترکس ان ٹریپولی

With The Turks in Tripoli

مسٹر ای۔ این۔ بینٹ ( E. N. Benit ) کے سیاحت نامہ طرابلس کا ذکر اردو اخبارات میں بارہا ہو چکا ہے، اور اس کے اقتباسات اکثر اخبارات کے شائع کیے گئے ہیں۔ جس صداقت اور بے تعصبی کے ساتھ اس شریف انگریز اہل قلم نے حالات جنگ پر بحث کی ہے، اور ضمناً ترکوں اور اسلام کے متعلق جو پُر عراطف خیالات ظاہر کیے ہیں، وہ یقیناً ہماری شکر گزاری کا مستحق ہیں۔

موجودہ زمانے میں جنسی و سیاسی تعصب جس خوفناک و تاریک درجہ تک پہنچ گیا ہے، وہ قرن مظلمہ ( Middle Age ) کے مذہبی تعصبات کے خروین مصائب سے بھی زیادہ عالم انسانیت کیلئے خطرناک ہے۔ یہ سچ ہے کہ اب کُلّی عدالت تعذیب و رَحائِین ( Inquisition ) نہیں ہے، جو کافروں اور ساحروں کو زندہ جلا دیتی ہو، تاہم وہ متمرد قومیں اپنے ترقی یافتہ قراء جنگ، اور ناقابلِ مقاومت و سائل تسلط کے ساتھ موجود ہیں، جو لاکھوں انسانوں کو باسم تہذیب و دعوتِ مدنیّت، معض اس جرم پر قتل کر دینا جائز سمجھتی ہیں، کہ وہ نسل قرقاسی سے نہیں ہیں، یا ہیں تو جنسِ ایض کے وجود کی موجودگی میں انکا وجود کچھ ضروری نہیں!

اسی جنسی تعصب کی یورپ کے موجودہ افکار و اقلیم پر حکومت ہے۔ تاریخیں، سفر نامے، سیاسی اسفار، اور اخبار و رسائل، غرضہ علم اور سیاہی کی آمیزش سے جس قدر اشیا طیار ہو سکتی ہیں، اُن سب کے اندر اسی جنسی تعصب کا شیطان حلول کر گیا ہے۔ نا مر اہل قلم، اور قابل سے قابل مغربی سیاح، جب مشرقی ارضاع و اطوار اور عادات و حواصل کی تصویر کھینچتا ہے، تو اپنے قلم کو اس تعصب کے رنگ و روغن سے الگ نہیں رکھ سکتا۔

علی الخصوص مغرب و مشرق، اور اسلام و مسیحیت کی جنگ آریوں میں انصاف اور صداقت بالکل ایک بے ثرید بہ ہو گیا ہے۔ یہ فی الحقیقت دنیا اور انسانیت کیلئے ایک مصیبتِ عظمیٰ ہے، اور تمام گذشتہ ارمئے ظلم و ظلمت سے، با ایں ہمہ شیع علم و ترقیات علمیہ عظیمہ، و رفع مزارِ مدنیّت و عمران، و اتحاد و تبا دل آراء اقوام و ملل، و ادعائے مساوات و نوع پرستی و بے تعصبی، زیادہ خطرناک و مہلک، اور ایک خوفناک برہنہ در انسانیت ہے۔

پھر جنسی تعصب کے ایک ایسے تاریک عہد میں جو خال خال چند نفوس صالحہ یوں کی سر زمین میں نظر آجائے ہیں، اور قومی پاسداری کی خدشت سے پاک و بی ہر مصلحتانہ اظہار حق کرتے ہیں، ان کے وجود کو بسا مغنم اور ان کی خدمت انسانیہ کو مستحق تحسین و امتنان یقین کرنا چاہیے۔

پھر وہ سب کچھ ہوا جو اس کے بعد ہونا تھا۔ اُس قتل و غارت کا کون اندازہ کر سکتا ہے، جو کُلّی دن تک اس مقدس شہر میں جاری رہا؟ عورتوں اور بچوں تک کو خونخوار فاتحوں کی تلوار سے امان نہ تھی۔ عمارتیں جل رہی تھیں، اور دیواریں زمین کے برابر ہو گئی تھیں۔ جو بچ رہے تھے، وہ قیدی بنا لیے گئے، اور جو بھاگ گئے، انہوں نے پھر بنی اسرائیل کے ہزار ہا سالہ گہرائی کی نسبت کر لی اچھی خبر نہیں سنی!

فکائن من قریۃ انہیں ہلاک و برباد کر دیا، کیونکہ وہ نا فرمان تھیں، اور انہوں نے احکام الہی سے سرتابی کی تھی۔ پس وہ اس طرح آجڑ گئیں، کہ انکی بڑی بڑی عمارتوں کی دیواریں اپنی چھتوں پر گر پڑیں، انکی لبریز کنوئیں بیکار و معطل ہو گئے، اور بچی اینٹوں کے عظیم الشان بنائے ہوئے محل و دیوان نظر آنے لگے! پھر کیا دنیا کے غافل انسانوں کے زمین پر سیر و سیاحت نہیں کی ہے؟ اور گذشتہ قوموں اور ملکوں کے اُن انقلابات کو نہیں دیکھا ہے؟ اگر نظرِ عبرت سے دیکھتے تو انکے پاس دل ہوتے، جو انجام کار کو سمجھتے۔ اور کان ہوتے، جو صدائے الہی کو سُنّے۔ اصل یہ ہے کہ جب کسی قوم کے برے دن آتے ہیں، تو لوگوں کی آنکھیں اندھی نہیں ہو جاتیں، بلکہ وہ دل اند ہ ہو جاتے ہیں، جو انکے سینوں کے اندر پوشیدہ ہیں!

( ۲ : ۴۴ )

( اشتہار )

### ہاتھ پاؤں کی گواہی

قرب قیامت کے آثار

خدا نے سچ فرمایا تھا کہ قیامت کے دن ہاتھ پاؤں کی گواہی دیں گے۔ اخبارات اور رسالے نئی تہذیب کے داعیوں کے ہاتھ پاؤں ہیں۔ اب وہی اس برباد کن تہذیب کے کورتوتہ کے خلاف شہادت دینے والے ہیں۔

سب سے پہلی آزار میدہ میں بلند ہو گئی۔ یہ صد ہفتہ وار ہے۔ یہ صد کان سنیں گے اور آنکھیں دیکھیں گی۔ اور زبان اسکا مزا چکھیں گی۔ وہ ہفتہ وار اخبار توحید ہے۔ وہ دل مسلم کی امانت ہے۔ اسکو غیب کے اشارت میدان شہود میں لاتے ہیں۔ اسمیں ہر ہفتہ زبردست اور عام فہم مضامین ہونگے۔ ناز و رقعات عالم پر رے زنی ہوگی۔ لڑائی کی تصویریں ہوگی۔ اعلیٰ یورپ کے اُن دل آزار کانٹوں کا جو ب کا ٹونوں میں دیا جائیگا جو یورپ کے اخبارات میں مسلمانوں کے خلاف آجبل چھپ رہے ہیں۔ اس کے آدینوں، بگڑیوں اور سر پرست حواجہ حسن نظامی دہلوی ہونگے۔ ۱۵۔ اپریل سہ ۱۹۱۳ ع اور پہلا پرچہ سلیکا۔ سالانہ چندہ صرف ۳۔ روپیہ نمبر ایک انہ کے لئے شہادت بھیج کر منگا ہے۔ مفت نہ ملیگا۔ الہ مدد کا حوالہ ضرور دیجئے۔

مذبحہ اخبار توحید - اہل لورنی - میدہ

## باب المراسلات و المناظرة (۱)

— \* —

## الاخلاق

— \* —

از مسٹر مسعود احمد عباسی (امروزہ)

مضمون بالا نظر سے گذرا۔ حقیقت میں ایسے مضامین جو اب سب سے اہل "الہلال" میں شایع ہونا شروع ہوئے ہیں، سب سے زیادہ قابل ترجمہ و صرف وقت ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ان مضامین کا سلسلہ مستقل طور پر جاری ہو جائے، تاکہ اصحابِ تفکر اور صاحبانِ تمیز، میدان میں آئیں اور رفتہ رفتہ ایک ایسا علمی ذخیرہ طیار کردیں جو قوم و زبان کی ترقی کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اب تک یہی ایک کمی ایسی رہی ہے جس کا اجتناب کوئی انتظام نہوا۔

مگر سب سے بڑی دقت جو حائل ہے، وہ اردو زبان کی علمی زبان ہونے کی ناقابلیت ہے۔ بڑی ضرورت ہے کہ انشا پرداز حضرات ایک ایسی لغات طیار کریں جو یورپ کے علمی خیالات کو جگہ دے اور مشرقی یا اردو طرزِ ادا کے موافق بھی ہو۔ میں دیکھتا ہوں کہ "العیات" کی سرخی والے مضمون میں صرف اس وجہ سے ڈھیکا پن ہے کہ الفاظ کسی ایک قاعدہ اور قانون کے ماتحت نہیں ہیں، مثلاً کہیں آپ مادہ کی تقسیمیں زندہ اور غیر زندہ کی کرتے ہیں اور کہیں ایہ اور غیر ایہ کی۔ خیر یہ گفتگو کسی دوسرے وقت کے لیے زیادہ موزوں ہے۔ اس وقت صرف آپ کی ترجمہ کو اس طرف مبذول کرنا مقصود تھا، زندہ یہ خواہش کرنا کہ صرف تفسیر ایک آپ ہی اس اہم کام کو بھی انجام دیں، آپ کی تندرستی اور قوت پر حملہ ہوگا۔

آپنے اخلاق کی دو قسمیں کی ہیں۔ طبیعی اور کسبی۔ طبیعی کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ وہ فطری ہوتے ہیں اور انسان پیدائش سے لیکر پیدا ہوتا ہے۔ یہاں مجھ کو اختلاف ہے، اگر آگے چلکر میں اس اختلاف کی وجہ پیش کر دوں گا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ کچھ آگے چلکر آپ خود اپنی تقسیم پر قائم نہیں رہتے اور جب اخلاق کے سرچشموں کا تذکرہ کرتے ہیں تو وہاں اس کو کلیہ بنانے سے انکار کرتے ہیں۔

بہر حال یہ ضرور ہے کہ آپ اخلاق میں وراثت کے اثر کے مرید ہیں۔ اور اکثر کالت جیسے بعید زمانہ کے اصحابِ فلسفہ کا بھی ایسا ہی خیال تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے اولاد میں اپنے والدین سے جسمی مشابہت پا کر اخذ کر لیا کہ اخلاق میں بھی ایسا ہی ہوگا، اور سطحی نظر میں کچھ شہادتیں بھی جمع کر لیں، لیکن صحیح نتائج پر آنیکے لیے جن احتیاطوں کی ضرورت ہوتی ہے، اس کا لحاظ نہ کیا۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ ان احتیاطوں کی طرف خیال بھی اس وجہ سے نہ گیا ہو کہ اس زمانہ کا مشہور عام مسئلہ یہ تھا کہ اولاد میں برائی بھلائی ورثہ میں والدین سے ملتی ہے۔ لیکن حال میں جو تحقیقاتیں اس موضوع پر ہوئی ہیں، ان سے ظاہر ہے (بقول کارل پیرسن کے کہ) وراثت کا اثر بالکل غلط خیال ہے اور جس قدر بھی اخلاقی خصوصیات والدین کی اولاد میں پائی جاتی ہیں وہ اس تربیت کا نتیجہ ہیں جو اولاد کو اپنے والدین کے ہاتھ سے پہنچتی ہے اور جس میں والدین نے اپنی مخصوص عادات و اخلاق کی جہزی اپنے اولاد کے حوالے کر دی ہے۔

مگر ہم دوسرے پہلو سے اس پر غور کرتے ہیں۔ اخلاق خرد کوئی قوت نہیں بلکہ یہ تابع معلوم ہوتے ہیں کسی دوسری شے کے، اور وہ شے وہ ہے جو اخلاق کے برے بھلے ہونے پر غور کرتی یا کرسکتی ہے۔ اس شے کو انگریزی میں مائنڈ (Mind) کہتے ہیں اور جس کا مرادف اب تک ہماری زبان میں دل تھا، مگر اب اس کی سلطنت تو مغربیوں کے ثقیل دماغ کے پاس اڑھ گئی ہے اور اس کی وقعت ایک پرست آفس سے زیادہ نہیں ہے۔ جو چیز کہ تخت نشین ہے وہ کیا ہے؟ وہی جس کو مائنڈ کہتے ہیں اور یہ نام ہے تین مظاہر کے مجموعے کا۔

(۱) انفعال

(۲) ارادہ

(۳) سمجھ

میرے سامنے دروازہ ہے اور میں اس کو کھولنا چاہتا ہوں۔ گویا مجھ پر کھولنے کی خواہش کا ایک اثر ہو رہا ہے۔ یہی اثر وہ ہے جس کو مینے انفعال سے تعبیر کیا ہے۔ افسوس کہ زبان کے نقص کی وجہ سے میں اپنے مطلب کو الفاظ میں واضح طور پر پیش نہیں کرسکتا۔ آپ تصور میں میرے مطلب تک پہنچ جاویں گے۔ میں دروازہ کھول دیتا ہوں۔ یہ وہ ہے جس کو مینے ارادہ سے تعبیر کیا ہے۔ اگرچہ یہ لفظ بھی اس مطلب کے لیے بہت کم مناسب ہے۔ ان دونوں کے ساتھ ساتھ ایک تیسری قابلیت آ رہی ہے، یعنی میں جانتا ہوں کہ دروازہ کھل سکتا ہے۔ یہی چیز ہے جس کو مینے سمجھ سے موسوم کیا ہے۔ گویا یہ تین چیزیں: انفعال، ارادہ، اور سمجھ، مظاہر ہیں اس شے کے، جس کو مائنڈ کہتے ہیں۔ اس لفظ کے مرادف لفظ بنائیکے لیے میں جناب کو ترجمہ دلانا ہوں۔

ہاں تو اس طرح یہ تین قوتیں انسان کے تمام اخلاق اور اعمال پر حکمرانی کرتی ہیں۔ یہی وہ ہیں جنکے نہایت سے انسان جانور ہے اور جنکے ہونیسے مگر غیر مناسب حالت میں، انسان ناقص ہے، اور ہونیسے اور بہ تناسب، وہ کامل ہے۔

لیکن ان تینوں مظاہر کے ساتھ چاکوانہ حیثیت سے حواس ہیں۔ میں جلتے امپ کی چمنی چھوٹا ہوں تو مجھ پر اثر ہوتا ہے۔ فضا آسمان میں ترے چمکنے دیکھتا ہوں تو مجھ پر اثر ہوتا ہے۔ زبان پر کڑی میٹھی چیزیں چکھتا ہوں تو مجھ پر اثر ہوتا ہے۔ منہ پر کھنکھناتے سننا ہوں تو مجھ پر اثر ہوتا ہے۔ اور عین اپنے پیچھے تجربے کی بنا پر سمجھتا ہوں کہ ایک چیز جلتی ہے تو دوسری روشن ہے وغیرہ وغیرہ۔

اگر بچے میں سمجھ کی قابلیت نہیں ہے تو کبھی بھی نہیں ہو سکتی۔ لیکن حواس عین بھی کسی ایک کا نہ ہونا ان تینوں قابلیتوں پر کچھ زیادہ اثر نہیں ہو سکتا۔ ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ ہم حواس کے نہایت پر یہ تینوں قابلیتیں بھی مفقود پڑی گئی ہیں۔ پس اس طرح یہ تینوں قابلیتیں اور حواس کسی نہ کسی حد تک ساتھ ساتھ ہیں، اور یہ اس وقت تک ہر انسان میں صحیح حالت پر موجود ہیں، جب تک عذاصر انسانی عین کوئی کمی بیشی نہیں ہوگئی ہے۔ اگر دماغ سے فاسفورس نکل گیا ہے تو یقیناً سمجھ بھی نہ ہوگی۔ وغیرہ وغیرہ۔

پس ظاہر ہے کہ ایسے دو شخص، جن کا ہر حیثیت میں یکساں اثرات سے موثر ہونا ممکن ہوتا، خراہ رہ آب و ہوائی ہوں۔ خراہ سرشیل، یا اور کچھ، تو ضرور اخلاق کے لحاظ سے بھی یکساں ہوتے مگر ایسا کبھی نہیں ہوتا، اور یہ ان دوسرے اثرات کی وجہ سے ہے، وراثت پر الزام ہی الزام ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ وراثت اخلاق میں کوئی دخل نہیں رکھتی تو ہم پر اپنی اولاد کے متعلق ایک ذمہ داری آ رہی ہے

(۱) یہ ایک مستقل باب کی - رخی ہے - اس وقت اس کا بلاک ضیا نہیں ہوا

تھا، اس لیے قائل میں دہی گئی۔



وہ کام کرتے ہیں اور وہ تداویر عمل میں لائے ہیں جو اپنی ذات کے واسطے خواب میں بھی خیال نہیں کر سکتے۔  
اسکے بعد انہوں نے دول یورپ کے معاہدوں اور سیسی اعلانات کی نسبت کیا خوب لکھا ہے :

”میں زمانہ حال کے معاہدات کے متعلق بحث کرنا نہیں چاہتا کیونکہ اس زمانہ میں عہد و پیمان صرف اس لیے لکھے جاتے ہیں کہ جسوقت آنکی وجہ سے کسی فریق کو تکلیف پہنچنے لگے تو فوراً چاک کر ڈالے جائیں بشرطیکہ وہ فریق اسقدر قوت رکھتا ہو کہ بلا خرخشہ اپنے عہد کو توڑ سکے۔“

یہ کتاب جب شائع ہوئی ہے، تو اسکا تذکرہ اخبارات میں کافی ہوچکا ہے، اسلیے ہم زیادہ بحث کرنا نہیں چاہتے، ورنہ اسکے اکثر مقامات مستحق اقتباس و استدلال ہیں۔

## کارزار طرابلس

— \* —

قیمت ۱ - روپیہ - درجہ اول باترور ۲ - روپیہ - مترجم سے منسلکتی ہے

— \* —

یہ کتاب اسی سیاحت نامہ کا اردو ترجمہ ہے - مترجم مسٹر عبداللہ خاں رئیس خورجہ ہیں۔ چھپائی صاف، کاغذ اچھا لگایا گیا ہے درجہ اول کے ساتھ نامورران غزہ طرابلس اور اشخاص متذکرہ کتاب کی متعدد ہاف ٹون تصویروں بھی لگائی ہیں، جنسے کتاب کی دلچسپی میں عمدہ اضافہ ہو گیا ہے۔

مسٹر عبداللہ خاں دیباچے میں لکھتے ہیں کہ یہ انکی پہلی ادبی کوشش ہے، اور ترجمہ نہایت عجلت میں کیا گیا تاہم ترجمہ صاف اور سلیس ہے۔ البتہ سرسری نظر میں بعض مقامات گنجگاہ اور بعض مرقعوں میں عبارت کی خامی، اور معارفات کی غلطیاں بکثرت ہیں۔

## معارفات طرابلس

— \* —

قیمت ۱ - روپیہ - ۸ - آنہ : انجمن ہلال احمر لکھنؤ

— \* —

یہ اسی کتاب کا دوسرا اردو ترجمہ ہے، جو انجمن ہلال احمر لکھنؤ کی فرمائش سے جناب شیخ شوکت علی صاحب بی۔ ا۔ نے بعد حصول اجازت مصنف کیا ہے، اور نو الکشوری پریس میں چھپا ہے۔ کاغذ اچھا ہے، اور چھپائی متوسط درجے کی۔

ہم نے مثل پہلے ترجمے کے چند صفحات ایک دو مقام سے دیکھے ترجمہ صاف و سلیس، اور عبارت بہت رواں اور با معارزہ ہے، البتہ بعض بعض ترکیبیں اور علی الغصص انگریزی ترکیبوں کا ترجمہ بہت رکیک اور غلط ہے۔ مثلاً جابجا ”داکہ زنی“ کی ترکیب نظر آئی جو کسی طرح صحیح نہیں، اور مدھا فارسی ترکیب صحیحہ اسے جگہ منسلکتی ہیں۔

اسکی فروخت سے جسقدر رقم بچیگی، وہ انجمن ہلال احمر - فنڈ میں شامل کر دی جائیگی - اس بنا پر فیاض طبع مترجم یقیناً مستحق تعریف ہیں۔

انفوس کہ ترجمے کے ساتھ تصاویر کا انتظام نہیں کیا گیا - البتہ در نقشے افریقہ و مقامات جنگ کے علاوہ چھاپکر لگا دیے ہیں، یہ بہت ضروری تھے۔

اب ریو بو کا سلسلہ برابر جاری رہیگا - جن حضرات نے کتابیں روانہ فرما کر یقیناً نہایت ناگوار انتظار کی زحمت گوارا فرمائی، مطمئن رہیں۔

مسٹر میکالا اور مسٹر ایبٹ وغیرہ کی طرح، کتنے ارباب حق پرستی ہیں، جو صدائے انصاف بلند کرتے ہیں؟

بیشک اس ہنگامہ قتل و غارت میں چند پست اوازیں رحم و انصاف کی بھی کبھی کبھی سننے میں آتی ہیں - فرانس کے مشہور انشا پرداز (یڈلرٹی) کے مضامین ایک اچھی ضخامت کا رسالہ بن گئے ہیں - لیکن وہ تو ترکوں کی حمایت، اور ترکی سوسائٹی کے ایک محب نارل نویس ہونے کی حیثیت سے بد نام ہے، اور پھر انفوس کہ ان صدائوں میں سات کزور مسلمانوں پر حکمرانی کرنے والی قوم کا کڑی حصہ نہیں، والشاذ کا معدوم !!

اصل یہ ہے کہ انگلستان بد بختانہ اس وقت صلیبی جذبات کا شکار ہو گیا ہے، اور یہ جذبہ اقلام و صحائف پر اس طرح جاری ہے کہ ہمارے لیے انصاف و رحم کی صدا اب دریائے ٹیمس کے کنارے نہیں آتھ سکتی !

اٹلی کے قزاقانہ حملہ طرابلس کی تاریخ میں بھی (موجودہ جنگ کی طرح) انگلستان کا نام پہلے صفحہ میں لیا جائیگا۔

مسئلہ مصر و عرب کیلئے ایسا ہونا ضروری تھا، اور اگر اسکی طرف عملی پیش قدمی کا طرہ افتخار سرایتورڈ گرس کی کلاہ سیاست کو حاصل ہو، لیکن سچ یہ ہے کہ انگلستان کی وزارت خارجہ میں اُن سے پہلے ہی یہ مسئلہ اپنے ابتدائی مرحلے سے گذر چکا تھا، اور جس وقت فرانس نے تیونس اور الجزائر پر قبضہ کیا ہے، اسی وقت اٹلی کے وزیر خارجی (کرسپی) نے لازد (سالسبري) سے مراسلات شروع کر دی تھیں - لازد سالسبري نے اس موقع پر اپنے سفیر کے ذریعہ جو اُمید بخش اور جرأت پرور جواب دیا تھا، اسکو مسٹر (بینٹ) نے دیباچہ کتاب میں نقل کیا ہے - اسکا خلاصہ یہ ہے :

”آپ کی تحریر کا لازد سالسبري پر بہت اثر ہوا۔ انہوں نے مجھے مندرجہ ذیل مضمون کا تار دینے کی ہدایت کی ہے - ”اُنکو اس امر سے اتفاق ہے کہ جب بحر روم (میدیتیرینین) کی موجودہ بین الاقوامی حالات میں معموی یا اہم تبدیلی کا وقت آئیگا، تو اُس موقع پر یہ امر ناگزیر ہوگا کہ اٹلی طرابلس پر قبضہ کرے“ ایک بات میں سالسبري کو آپ سے البتہ اتفاق نہیں ہے - اُنکا خیال ہے کہ طرابلس پر قبضہ کرنے کا ابھی وقت نہیں آیا - لازد سالسبري نے اپنی رائے ذیل کے جملہ پر ختم کی ہے - وہ کہتے ہیں کہ ”گورنمنٹ ایتالیہ کو طرابلس مل جائیگا، لیکن ایک شکاری کو، جو چاہتا ہے کہ ہرن کو مار کر شکار کرے، اُسوقت تک انتظار کرنا چاہیے“ جب تک کہ اُسکا شکار بندر کی زد پر نہ آجائے، تاکہ اگر نشانہ پورا نہ پڑے اور خالی زخم آجائے، جب بھی گرفتار ہو جائے“

اسکے بعد مسٹر بینٹ لکھتے ہیں :

”دول یورپ کو جس میں انگلستان بھی شامل ہے، اٹلی کی قزاقی کے اردوں سے واقفیت نہی اور انہوں نے نہایت خاموشی کے ساتھ ان اردوں کے پورا کرنے میں شہ دی - ہمارے یہاں خارجہ تعلقات کی یہ حالت ہے کہ جس طرح ملک شام کے کاشتکاروں کو باب عالی کے معاملات میں کوئی دخل نہیں، اُسی طرح عوام انگریزوں کا اپنے محکمہ خارجہ پر بھی کوئی اثر نہیں ہے - حقیقت یہ ہے کہ ایسا واقعہ کبھی دل خراش کن نہیں ہو سکتا، جسے ہمارے ملک کے ۹۰ - فی صدی باشندے نہایت لغت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں اور جسے بین الاقوامی دائرہ کہنا نہایت موزوں ہوگا - اور اسپر طرہ یہ کہ ہمارا محکمہ خارجہ بلا کسی خفیف مخالفت کے ایسے علانیہ قاکہ ہو جائز رکھے، در حالیکہ ملک میں لبرل پارٹی کی گورنمنٹ ہو - آخر میں کیور (۱) کے قول کو ماننا پڑتا ہے کہ ”ہم سلطنت کے لیے

(۱) ایتالیہ کا ایک مشہور عالم جو معاملات سیاست میں بہت قابل مانا جاتا تھا۔

دیا - اپکو تعجب ہوگا کہ بالا خر جب ہر طرف سے مایوس ہو گیا تو ایک ہندو تعلیم یافتہ شخص نے مجھے رحم کہا یا ' اور جو کچھ ہونا تھا وہ اسی کی مدد سے ہوا !

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ایک شخص اردو میں ' اور اُس اردو میں جسکے ہندوستانی لغۃ عمومی (لنگوائینکا) ہونے کے ہنگاموں سے تمام ملک میں ایک طرفان تحریر و تقریر پڑا ہوا کرتے ہیں ' ایک مسلمان شخص کتاب مرتب کرے ' اور اسکو جسقدر مدد ملے ایک تعلیم یافتہ ہندو سے ! افسوس !

کامل اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کرٹی

کچھ ہرے تو یہی زندان قلع خوار ہوئے !

ان باتوں کے لکھنے کی یہاں چنداں ضرورت نہ تھی ' لیکن یقین کیجیے کہ میرا دل ان حالات کی ایک نہایت سخت ٹیس اپنے اندر رکھتا ہے - میں انگریزی تعلیم یافتہ جماعت کے افلاس علمی اور شدت جہل کے درد سے زخمی ہوں - ذرا سی بھی تھیس لگتی ہے ' تو اپنے خیالات کے اظہار میں مجبور ہو جاتا ہوں !

افسوس کہ ہم نے اپنے قدیم علوم ' اپنی پرانی سوسائٹی ' اپنے گزشتہ اخلاق و آداب ' حتیٰ کہ اپنی قومیت اور مذہب تک نئی تعلیم اور یورپ کے نئے علوم و فنون کیلئے دیدیا ' لیکن یہ کیا قہر الہی اور کیا بد بختی ہے کہ اسپر بھی وہ جنس ہمیں نہیں ملتی تھی اور نہیں ملی - جیب تو خالی ہوا مگر حاسرتا کہ ہاتھ بھی متاع سے خالی ہے !

مذاکرۂ علمیہ

الہلال میں "مذاکرۂ علمیہ" کا باب اسی غرض سے رکھا کہ اپنی بساط کے مطابق کچھ نہ کچھ لکھتا رہوگا - لیکن انصاف کیجیے کہ انسان ہوں اور ہاتھ سے لکھتا ہوں ' لکھنے کی کوئی مشین میرے پاس نہیں ہے - دماغ تو الحمد للہ کہ فضل الہی سے جواب نہیں دیتا ' مگر وقت اپنی قدرتی مقدار کار میں میرے ساتھ خاص رعایت کیوں کرنے لگا ؟

پھر الہلال کی ضخامت بھی محدود - اسی خیال سے (البیان) کا ارادہ کیا ' دو نمبر اس کے مرتب کر کے رکھ دیے ' لیکن معمولی معین کار بھی میسر نہ آئے ' مجبوراً ملٹری کو دینا پڑا اور اب کسی نہ کسی طرح نکالوں گا -

آج تک کتنے اشخاص ہیں جنہوں نے الہلال کے کسی باب میں بھی کوئی مضمون لکھا یا میری مدد کی ؟ لوگوں کی زبانوں کو تقریروں میں اور قلموں کو تحریروں میں دیکھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ خدمت علم و دین کے ملائکہ مقدسین ہیں ' جنکو خدا نے مسلمانوں پر رحم کھا کر بھیج دیا ہے - لیکن کام کرنے کیلئے مستعد ہوئیے تو پھر معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام ہنگامہ حرکت کا طرفان بولہ کرنے والے اجسام حیہ ' لاشوں کے ڈھیر یا پتھر کی مورتوں سے زیادہ نہ تھے ! فانظروا کیف ضربوا لك الامثال ' فضلوا ' فلا يستطيعون سبیلاً (۱۷ : ۵۱) -

خود نہ لکھیں تو کم از کم اتنا ہی کریں کہ جو کچھ لکھا جائے اسے زندہ آدمیوں کی طرح پڑھیں ' اسکی نسبت بحث و مذاکرہ کریں ' اعتراض و نقد کا سلسلہ شروع کریں ' مراسلہ و مناظرہ کی غیبت آئے ' اس سے اتنا تو ہوگا کہ آگے کو کام کرنے کی راہ صاف ہوگی ' کلم کے حسن و قبیح کا فیصلہ ہوگا ' نیز ایک وجہ تشریق و ترغیب نکل آئیگی -

بہر حال میں آپکا کمال شکر گزار ہوں کہ آپ نے ان چند ابتدائی اور محض سرسری طور پر لکھے ہوئے مضمون کو اپنے علمی ذوق کے

[بقیہ مضمون کے لیے صفحہ ۲۶۸ ملاحظہ فرمائیے]

کیا سامان کیا ؟ کرنسی سوسائٹی قائم کی ؟ کتنے طلبا پیدا کیے ؟ اور رہاں کے نکلے ہوئے اشخاص میں سے کتنے ہیں جنہوں نے فلسفہ و علوم جدیدہ کی کتابوں کے ترجمے کیے ہوں یا انپر کتابیں لکھی ہوں ؟ آپکو تعجب ہوگا کہ مصر میں اسوقت ہائی اسکول سے زیادہ تعلیم نہیں ہے ' اور یہ انگلستان کی علمی سرپرستیوں کا حال ہے - البتہ بیروت میں امریکن مشن ' اور جیسر بک فرقے نے کالج قائم کئے ہیں - لوگوں کے سطحی مذاق ' اور محض علوم یورپ کے بعض اسماء و رسوم رت لینے کا وہی حال ہے جو یہاں ہے - تاہم اگر آپ قلم دارات پاس رہیں تو میں پچاس سے زیادہ کتابوں کی فہرست لکھوادوں جو موجودہ علوم و فنون کے متعلق واقعی صحت و ثقافت ' اور واقفیت و علم کے ساتھ ترجمہ کی گئی ہیں یا مستقلاً لکھی گئیں ہیں - اور دوسرے غیر معتبر کتابیں اور سطحی تو صدھا ہیں ! لیکن فرمائیے ' نئے تعلیم یافتہ گروہ نے اردو کیلئے کیا کیا ؟

یا للعجب !

مجھکو تو بعض وقت غصہ بھی آتا ہے اور ہنسی بھی - کیا مزے کی بات ہے کہ آج جو لوگ اپنے تئیں العاد کا نقیب سمجھتے ہیں ' جنکو علم و مذہب کے معرکے کے نظارے سے فرصت نہیں ' جنہوں نے اسلام کے شکست کا پورا فیصلہ کر لیا ہے ' جو نئے علوم و نئے فلسفہ کے مذاقب و فضائل کا ایک سیلاب عظیم اپنے حلق کے اندر سے بہا سکتے ہیں ' انکے سرمایۂ علم کا یہ حال ہے کہ فلسفہ کی مبدا یات تک پر ایک مختصر تقریر کی خواہش کیجیے تو منہ تگنے لگیں !! آج تک اتنی بھی توفیق کسی کو نہیں ملی کہ ہم کو اتنا تر بولا دیتا کہ نیا فلسفہ ہے کیا چیز ؟ اور قدیم و جدید میں فرق کیا ہے ؟

الحاد نتیجہ سمجھا جاتا ہے شیوع علم کا ' پھر یہ کیا ہے کہ ہم میں الحاد جہل مطلق کے ساتھ جمع ہو گیا ہے ؟

بسرخت عقل ز حیثت کہ این چہ برالعجیست !

انصاف کیجیے کہ یہ کیسی شرم و غیرت کی بات ہے کہ جو لوگ یورپ کی زبانوں کی تحصیل کریں ' وہ علوم و فنون جدیدہ سے غافل ہوں ' اور جن لوگوں کا مایۂ تحصیل یہ نہیں ہے ' وہ آپ کے لیے کوشش کریں ؟

ایک درد انگیز تجربہ

کئی سال سے چاہتا ہوں کہ کم از کم اتنا تو ہو کہ اردو زبان میں ایک مختصر مگر جامع تاریخ فلسفہ مرتب ہو جائے ' جس میں قدیم فلسفہ کے مختلف ادوار و مذاہب کی تشریح کے بعد نئے فلسفہ کی ابتداء کے تغیرات سے تاریخ لکھی جائے ' اور اس کے مختلف انقلابات اور مختلف اسکولوں کو اس خوبی سے بیان کیا جائے کہ معارف ہر سکے کہ فلسفہ کا اس وقت تک کل سرمایہ کیا ہے ؟ اور قدیم و جدید کا ما بہ الامتیاز و اختلاف کس درجہ ہے ؟

میں نے کتابیں جمع کیں - کسی ایک کتاب کا ترجمہ نہیں چاہتا تھا ' بلکہ بطور خرد اخذ و التقاط کے بعد ایک مستقل تصنیف -

میں نے ایسے تعلیم یافتہ مسلمانوں کو تلاش کرنا شروع کیا جو فلسفہ سے واقفیت رکھتے ہوں ' اور اس کام میں مجھے مدد دیسکیں - تلاش کا جو نتیجہ نکلا وہ میرے لیے نہایت درد انگیز تھا ' میں جانتا تھا کہ تعلیم یافتہ مسلمانوں میں علم کا ذوق نہیں ' مگر اس طرح مایوسی کا تو مجھے کبھی تصور بھی نہیں ہوا تھا - اول تو کسی نے حاضری ہی نہیں بھری ' پھر بعض اصحاب ملے بھی ' تو اول ہی محبت میں معلوم ہو گیا کہ اس میدان میں مجھے ناواقف سے بھی گئے گذرے ہیں - صرف ایک صاحب ایسے ملے ' جن سے واقعی مدد ملتی مگر مشیت الہی نے یک جالی کا موقعہ نہیں

غرضکہ ہر شے کا معرور مذہب ہو گیا ہے۔ قدمائے فلسفہ کے حاملوں سے بچنے کیلئے ضروری سمجھا کہ علما فلسفہ پڑھیں اور اس سے واقف ہوں۔ امام الحرمین اور امام غزالی نے نصاب میں داخل کر دیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج ایٹینڈیا اور اسکندریا کے تلامذہ فلسفہ سے زیادہ شغف ہمارے علمائے دینی کو یونانی فلسفہ سے پیدا ہو گیا ہے !

آپ کہیں گے کہ یہ تو ایک مذہبی خرد غرضی ہوئی، علم کو تو علم کیلئے پڑھنا چاہیے، لیکن میں کہوں گا کہ اس زمانے سے بھی نظر اڑ کر کیجیے، اور ابتدائی صدیوں میں اسلامی ممالک پر نظر ڈالیے۔ آپ کو نظر آلیگا کہ ہزاروں فدا کاران علم و مذہب ہیں، جو تلاش و جستجو کے مقصود میں اپنی زندگیاں صرف کر رہے ہیں۔ یہ بھی جو کچھ تھا، اسلام ہی کے پیدا کیے ہوئے دلوں سے تھا۔

آج بعض مستشرقین یورپ نے اسکی توجیہ یہ کی ہے کہ جسقدر حکماء اسلام نے، انکو اسلام سے واسطہ ہی کب تھا؟ اور پھر جو کچھ ہوا ایرانی و عجمی اثر سے ہوا، یا شام و مصر کے مسیحی حکماء کی صحبت سے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ایسے ہی ملحد اور غیر قوموں سے تمدن اخذ کرنے والے افراد، مسیحی دوزخ میں کیوں نہیں پیدا ہوئے؟ پھر ان بیچاروں کو یہ خبر نہیں کہ ابن مسکویہ، فارابی، ابن رشد، ابوبکر رازی، وغیرہ کے دینی اعتقاد و اعمال کا کیا حال تھا؟ اکابر معتزلہ سے بڑھ کر علم دوست اور فلسفہ خوار کوئی گروہ نہیں ہوا، لیکن ساتھ ہی اعمال مذہبی میں اُنسے زیادہ شدید التقشف مارواؤ النہر کے فقہا بھی نہ تھے۔ کبیرہ گناہ کے مرتکب کر رہے مومن ہی تسلیم نہیں کرتے! پس حقیقت یہ ہے کہ ساری روشنی اسی چراغ کے دم سے تھی۔ کوئی مانے یا نہ مانے مگر میں کہوں گا کہ جب سے یہ چراغ گل ہوا، ہمارے علم و فن کے تمام حجرے بھی تاریک ہو گئے۔

اسی کو روشن کیجیے۔ اسلام ہی بتلاے گا کہ ”ر من یوت العکمة“  
فقل ارتي خیرا کثیرا، وما یذکر الا اولوا الالباب“

جدید تعلیم یافتہ اور افلاس علمی

یہ کیا بد بختی ہے کہ نصف صدی سے ہم میں نئی تعلیم پھیل رہی ہے۔ قدیم علما تو آپ لوگوں کے نزدیک جہل و نادانی میں پڑے ہیں، پھر بھی رہے اپنی عزیز عمریں اُن علوم کے حصول میں صرف کر رہے ہیں، جنکو اپنے عقیدے میں بہتر و اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ فرمائیے کہ نئے تعلیم یافتہ گروہ میں اب تک کتنے فلسفہ دان، کتنے سائنس کے ماہر، کتنے مصنف، کتنے مترجم، اور کتنے ارباب صحائف و مجامع پیدا ہوئے؟

ہر سال کتنے مسلمان طلبا ہیں جو بی۔ اے کے بعد آگے قدم بڑھاتے ہیں، مگر میں نے کبھی نہیں سنا کہ انہوں نے ایم۔ اے میں فلسفہ لیا ہو۔ اکثر تو عربی و غیرہ لیکر بآسانی اس مرحلے سے گذر جاتے ہیں، اور بعضوں نے بہت ہمت کی تو علم ادب لے لیا۔ اور وہ بھی کم ہیں۔

سرچشمہٴ علم کی خشک سالی !

( علی گڑھ ) کالج کا نام لیجیے تو لوگوں کو ضیق النفس کا درد شروع ہو جاتا ہے، مگر کیا کیجیے کہ جو محبت اسکے نادان پرستاروں کو اسکے نقایص کے چھپانے کا مشورہ دیتی ہے، وہی محبت کتنے چیزوں سے اسکے نقایص پر خون کے آنسو بھی رلاتی ہے۔ کوئی خدا کیلئے مجمع بتلاے کہ اس مرکز اسلامی، اس کعبۂ مسلمین، اس قبة الاسلام، اس قرطبۂ رقت، اس غر ناطۂ عصر، اور اس کیمبرج اور اسکسفورڈ کے بروز رجود ظلی نے اشاعت علوم جدیدہ و فلسفہ کا آج تک

ہوگئی۔ بچہ بالکل ہمارے اختیار میں ہے۔ خواہ اوسکو ہم بڑی اصابت رائے والا، بڑے اخلاق والا، اور بڑی سمجھ بوجھ اور عقل و دانش والا بنائیں، خواہ اوسکو اسطرح تباہ کر دیں، جیسا کہ آجکل روزانہ ہماری جہالت سے تباہ ہو جاتے ہیں۔ مجھے سینگڑوں بچوں کا تجربہ ہے، اور سبکو جاہل ماں باپ کا شکار پایا ہے۔ یہ سخت درد ناک ہے۔ میں اُن حضرات سے جو بالیکات میں نہایت تیز ہیں، جو ہندوستانی یا اسلامی پالیٹکس میں بڑا حصہ لیتے ہیں، بہ علاج استدعا کرتا ہوں کہ وہ ذرا اسطرح بھی نظر کریں۔ مجھکو تو ہے کہ کہیں وہ نسل، جو اب سے صرف دس سال بعد طیار ہوگی، اپنی غلط کاریوں اور اپنی بے توجہی سے کالجوں، اسکولوں، اور یونیورسٹیوں کو بیکار ثابت نہ کر دے۔ فقط

## الملل کا جواب

سب سے پہلے تو میں آپکے ذوق علمی کا شکر گزار ہوں کہ ان مضامین پر آپ نے توجہ فرمائی، اور انکی ضرورت کا اعتراف فرماتے ہوئے نقد و بحث کا دروازہ کھولا۔

بڑی مصیبت یہ ہے کہ لوگوں کو ان چیزوں کا ذوق ہی نہیں ہے۔ بیشک ملک میں اخبارات و رسائل کے پڑھنے کا ایک ولولہ پیدا ہو گیا ہے، لیکن سطحی و عام مضامین کے سوا، کوئی نہیں جو خالص علمی مباحث و افکار کا خیر مقدم کرنے کیلئے طیار ہو۔

روشنی کا ایک ہی ذریعہ

آپ اسکو نہیں مانتے مگر میں کہوں گا کہ جس گھر میں ایک ہی چراغ جلتا ہو، اسکی تمام کوٹھریوں کی روشنی اسی کے دم سے وابستہ ہوتی ہے۔ اسے گل کر دیجیے تو یہی نلہوگا کہ درمیاں کا گول کمرہ تاریک ہو جائیگا، بلکہ آس پاس کی تمام کوٹھریاں بھی اندھیری ہو جائیں گی، کیونکہ چراغ ایک ہی تھا۔

مسلمانوں کے ذوق و شوق کیلئے بھی ابتدا سے ایک ہی چراغ جل رہا تھا، یعنی ولولہ مذہبی، اور جوش تعمیل احکام دینی کا۔ اس گھر کی آواز جتنے کوٹھریاں تھیں، اخلاق و تربیت کی ہوں، یا حکومت و سیاست کی۔ علم و فن کی تحقیق و جستجو کی ہوں، یا عمران و تمدن کی، سب اسی چراغ کی روشنی سے منور تھیں۔ جس چیز کو وہ حاصل کرتے تھے، مذہب کی راہ سے، اور مذہب کے پیدا کیے ہوئے دلوں سے۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ مسیحی مذہب کے اصلی دور عروج میں علم و فن پر دردمظلمہ گذرا، پر اسلام کا اصلی زمانہ عروج وہی تھا، جب گھر گھر علم و فن کے آفتاب درخشاں تھے:

یک چراغست دریں خانہ، کہ ازیر تو ان

ہر کجا می نگرمی انجمنے ساختہ اند

آج ہمارے ہزاروں علمائے کرام ہیں۔ جا کر دیکھ لیجیے کہ تفسیر و حدیث کو آس ذوق و جانکا ہی سے نہیں پڑھتے، جس قدر محنت سے یونانی فلسفہ اور ارسطو کی منطق میں اپنا وقت ضائع کرتے ہیں۔ علم کلام میں بھی جتنا وقت صرف ہوتا ہے، اسے بھی ارسطو ہی کے حصے میں منتقل کر دیجیے کہ دراصل وہ علم کلام نہیں بلکہ فلسفہ یونانی ہی ہے۔ ( شرح موافق ) کو اگر آپ دیکھیں تو متعجب ہوں کہ کس فن کی کتاب ہے؟

مگر ایسا کیوں ہے؟ کیا موجودہ زمانے کے علما کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ حکماء یورپ کے سے خالص علمی ذوق اور علمی جذبات سے یہ سب کچھ کرتے ہیں؟ میں تو کہہ بھی دوں مگر آپ حضرات کب کہنے لگے؟

اصل یہ ہے کہ ہمارے تمام کاموں کی افتاد ہی ابتدا سے ایسی پڑی ہے کہ ذوق علم، محبت وطن، قوم پرستی، سوشلٹی، قانون،



پس اگر ہم کو واقعی اپنے مقدس مقامات عزیز ہیں - اگر ہم کو واقعی اپنے مذہب سے محبت ہے - اگر ہم حرم محترم کو گولہ بڑی سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں - اگر ہم اپنے ہادی اور دنیا کے اعلیٰ ترین انسان کی قبر کو کفار کے حملے سے بچانا چاہتے ہیں - اگر شہید کربلا کے مزار کا حال امام رضا کے مزار کا سا نہیں ہونے دینا چاہتے - اور اگر ہم بیت المقدس کو بلغیریا یا روس کے پنجروں میں جانے دینا نہیں گوارا کر سکتے ، تو اب ہم کو ضرور مستقل صورت تمام مقدس مقامات کی حفاظت اور خدمت کی لکنا چاہیے -

ہم سب پر فرض ہے کہ ہم اسکا انتظام کریں کہ ہمارے مقدس مقامات کی حالت درست رہے - وہاں مسلمانوں کے جانے آنے میں آرام اور آسانی ہو - وہاں حفظانِ صحت وغیرہ کا انتظام معقول ہو - اور اسے اسلام کے سے عظیم الشان اور باسطوت و جبروت مذہب کی عظمت اور تقدس کا پتہ چلتا رہے - اور کوئی دوسرا مذہب اور مقدس مقامات کی طرف کبھی بھی نگاہ بد سے دیکھنے کی جرأت نہ کر سکے -

( تجویز )

— \* —

انہی اغراض کو مد نظر رکھ کر یہ تجویز ہے کہ ایک انجمن ”خدام کعبہ“ کے نام سے قائم ہو - اسے ملکی معاملات سے تعلق نہ ہوگا - یہ محض اسلامی انجمن ہوگی - اور کوشش اس بات کی کی جاوے گی کہ ہر مسلمان اس میں شریک ہو ، اور اسلام کے مقدس مقامات کی خدمت پر کمر بستہ ہو جائے - یہ انجمن اور مذاہب سے یوں بے واسطہ رہیگی ، لیکن اگر دوسرا کوئی مذہب اس کی مدد کرے تو وہ بھی حسب امکان اس کا عیوض کریگی - امن اور آشتی اس کی پالیسی رہیگی -

ہندوستان کے مسلمانوں سے امید ہے کہ وہ اپنے ملک کی انجمن خدام کعبہ میں پورا حصہ لیں گے - اس کی ممبری کا چندہ بہت کم مثلاً ایک روپیہ سال رکھا جاوے گا - جو مسلمان اس قدر دے سکتے ہیں ، اس کے ممبر ہونگے - اور جو نہیں دے سکتے وہ جو کچھ دے سکیں گے ، دیں گے - یا جس طرح ہو سکیگا خدمت گزاری مقامات محترمہ میں حصہ لیں گے - ہر مسلمان جو میلاد رسول کریم کی تقریب کرتا ہے ، کچھ حصہ حفاظت مزار مقدس کے لیے نامزد کر دے گا - ہر شخص جو عزاداری کرتا ہے ، کچھ حفاظت کے لیے بھی دیدار کرے گا - ہر خوشی اور ہر غم کے موقع پر جہاں اور مراسم کے انجام دینے میں اکثر صرف ہوتا ہے ، وہاں اسی میں سے کوئی رقم خواہ کیسی ہی خفیف کیوں نہ ہو ، حفاظت کعبہ معظمہ کے نام سے نکال دی جائے گی - اور اس طرح ہر مسلمان کچھ نہ کچھ حصہ اپنے مقدس مقامات کی خدمت میں لے گا تو ایک معقول رقم سال بہ سال آتی رہیگی - اس میں سے کچھ تو مقدس مقامات کے راہ آمد و رفت کی درستگی یا وہاں سرائے اور ہوٹل وغیرہ بنانے کے کاموں میں صرف ہوگی ، اور اگر اللہ نے فصل کیا اور مسلمانوں نے دل سے محنت کی تو حجاج کے لیے انجمن خدام کعبہ خود اپنے جہاز خرید سکے گی ، جن میں ہندوستانی کھانے وغیرہ اور نماز طہارت وغیرہ کا عمدہ انتظام کیا جائے گا -

لیکن اپنے زیادہ حصہ آمدنی کو انجمن خدام کعبہ ، مقدس مقامات اسلام کی حفاظت کے لیے محفوظ رکھیگی - یہ امر کہ روپیہ کہاں جمع ہوگا اور کس طرح صرف ہوگا ؟ خدامان خدام کعبہ اور مجلس انجمن خدام کعبہ کے تصفیہ پر رہیگا -

جو اسکیم اس وقت میرے ذہن میں اس انجمن کی ہے ، وہ حسب ذیل ہے -

مصرف نے اس اسکیم کی تمہید کو نہایت شرح و بسط سے لکھا تھا ، لیکن میں نے بخیال اختصار ، تمہید اور بیان ضرورت کے بعض حصے نکال دیے - زیادہ تر اس خہال سے کہ اب ضرورت تو سب کے سامنے پروری رضاحت سے آگئی ہے - اصلی شے تجویز ہے - ( ایڈیٹر )

کچھ شبہ نہیں کہ اللہ اپنے نور کا خود محافظ ہے - مگر کیا ہم اس نور کی امانت اپنے پاس رکھنا نہیں چاہتے ؟ کیا اس نور کی حفاظت کے لیے اسے کسی دوسری قوم کو چننا پڑے گا ؟ کیا امت محمدیہ کی موجودہ نسل اس نور کی امین نہ رہیگی ؟ در سال سے ہماری شدید آزمائش ہو رہی ہے - کتنے مسلمان طرابلس میں شہید ہوئے ؟ کتنے بلقان میں نڈا ہوئے ؟ ظالموں نے ہمارے ہائیوں کے خون بہانے ہی پر اکتفا نہیں کیا ، بلکہ مقبرہ مقامات کے اسلامی متبرک حکموں تک کو بے حرمت کیا - اور انکو اصطبل بنایا ، اور ان سے گرجے کا کام لیا ! -

اب بھی بلقان کی متفقہ قوتیں اور ان کے ساتھ تمام عیسائی دولت اس بات پر مستعد ہیں کہ ایڈریا نوئل کا مقام جہاں خلفاء کی قبریں اور مسجدیں ہیں ، مسلمان دولت کے ہاتھ سے نکال لیں -

ہم مسلمانوں پر رعب بٹھانے کے لیے بلغیریا قسطنطنیہ پر جہاں مسجد صوفیہ اور مزار مقدسہ ہیں ، قبضہ کرنا چاہتی تھی -

مشہد مقدس کا جو حال ہوا ، وہ کسی پر ہوشیدہ نہیں - جب

بیسویں صدی میں بھی عیسائیت اور تہذیب مادی کا یہ رولہ ہے تو اس بات کی اس وقت کیا ضمانت ہے کہ خدا نخواستہ کعبہ اور مدینہ کا بھی یہی حال نہ ہوگا ؟ ہم لوگوں کو کافی سبق اس بات کا مل گیا ہے کہ ہم کسی دوسری قوت یا مذہب پر کوئی بھروسہ نہ کریں - اپنے مقدس مقامات کی حفاظت اور خدمت کی فکر ہم ہی کو کرنا ہوگی - بھائیو ! عیسائی دولتوں کا کیا ذکر ، تم کو اب اپنے کسی ایک قوم یا فرقہ پر بھی اپنے مقدس مقامات کو نہ چھوڑنا چاہیے - ترک ہوں - یا ایرانی - یہ بیچارے تنہا یا متفقہ بھی کثیر التعداد دشمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے - کوئی ایک قوت دس قوتوں سے مقابلہ نہیں کر سکتی - مادی تہذیب کے پیر قوت ہی کو حق سمجھتے ہیں - ترک جانوں پر جانیں دے رہے ہیں - ان کی بیبیاں بدوا ہو رہی ہیں - ان کے بچے یتیم ہیں - ان کے گھر اور چورے ہیں اور ان کی زراعتیں پھل ہار رہی ہیں - پھر بھی وہ اکیلے کیا کر سکتے ہیں ؟ سلطان نیلے اپنے اجداد کے مزارات ہی کو دشمنوں کے دست تصرف سے بچنا دشوار ہو گیا ہے - تمام عیسائی قوتوں کا دباؤ ان کے خلاف ہے - پھر اس کا کیسے اطمینان ہوگا کہ چم خانہ کعبہ ، مدینہ طیبہ ، بیت المقدس ، اور کربلا سے معافی کی طرف دشمنوں کا اجتماع ہو جائیگا ، تو وہ ان کی حفاظت کر سکیں گے ؟

یہ بھی تو معلوم ہو کہ اسلام کے مقدس مقامات کی عزت اور حفاظت کا فرض اکیسے ترکوں ہی کے ذمہ کیوں ہوگا ؟

مسلمانوں ! یا تو تم آج سے اپنے کو مسلمان کہنا چھوڑ دو ، اور یا سب کے سب ابھی سے تیار ہو جاؤ کہ تم سب اپنے اسلام کے مقدس مقامات کی خدمت اور حفاظت کر دو گے ، اس کے لیے مستقل ذریعہ اور تدابیر عمل میں لاؤ گے ، اور اسلام کو کسی کی نگاہوں میں ذلیل ہونے نہ دو گے -

باوجود مسلمانوں کے اس وقت کے جوش و خروش کے ، طرابلس ، سینیگا ، ربیعہ کی مسجدیں بے حرمتی سے نہ بچ سکیں - اور آج ایڈریا نوئل کی مسجدوں اور مزاروں کو بھی غیر اسلامی ہاتھوں میں دیدینے کیلئے شدید زور ڈالا جا رہا ہے -

# ماہنامہ

مجلس خدام کعبہ

قسططنیہ کی چٹھی

از مسٹر مشیر حسین قدوائی - بیرسٹر اٹ لا - لکھنؤ

ہندوستان کا اولین طبی وفد

پریدون لیطفو نور اللہ بافواہم و اللہ متم نورہ ولو کرہ الکاف

کفار چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھرت سے بچھا دیں لیکن اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا دے گا، چاہے کافر خلاف ہوں۔

یہ اسکیم انجمن ”خدام کعبہ“ کی ہے جو میرے دوست مسٹر قدوائی نے مرتب کر کے غالباً وسط جنوری میں بھیج دی تھی، اور اسکو الہلال کے علاوہ بصورت ایک رسالے کے شائع کرنے کا بھی ارادہ تھا، مگر میں نے اسکو اغذات میں رکھ دیا اور آج تک شائع نہیں کیا۔

اس تجویز کی ضرورت اور اہمیت سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا۔ یقیناً کام کرنے کی آخری ساعات سے ہم گذر رہے ہیں، اور یہ موسم خالی گیا تو پھر نا کامی و نا مرادی کے سوا کچھ نہیں۔ لیکن اس قسم کے اہم کاموں کیلئے مقدم امر یہ ہے کہ اسکے تمام پہلوؤں پر کمال تدبیر و تفکر کے ساتھ غور کر لیا جائے، اور طبیعت کے پورے اطمینان، اور عزم کے انتہائی رسوخ کے بعد قدم اٹھایا جائے۔ جو قدم اس طرح اٹھتے ہیں، انکے لیے پھر نہ تو ٹھوکر ہوتی ہے، اور نہ رجعت۔

یہ، اور اسکے علاوہ آدھار متعدد پیرائے عمل سامنے تھے، مگر میں کسی آرزو ہی فکر میں تھا۔ بہر حال اب چونکہ بیٹھنا نہیں بلکہ کسی نہ کسی طرف چلنا ہی ہے، اسلئے اپنے افکار کے اعلان پر آمادہ ہو گیا ہوں۔ اور ساتھ ہی مسٹر قدوائی کے الفاظ میں اس اسکیم کو بھی شائع کر دیتا ہوں۔ تاکہ لوگوں کو غور و فکر اور مشورے کا موقع ملے۔ مسٹر

[ بقیہ مضمون پچ کالم کا ]

ہم تمام مسلمانان ہند آدھے اور نیز آدھے ہمراہیوں کے شکرگذا اور سچے دل سے معترف ہیں کہ اب لوگ انگلستان میں رہکر اس خدمت ملی کیلئے مضطرب ہوئے، اور یقیناً سب سے پہلے قسططنیہ جاکر اپنے بزرگان دینی کی خدمت گذاری شروع کی۔ لیکن خدا کیلئے اپنا رقت ان بحثوں میں صرف نہ دیجیے اور جو لوگ اپنے قذیں ”پہلا وفد“ کہنے کی اس مسلمانوں کی ”آخری ساعت“ میں بھی ناگزیر ضرورت دیکھتے ہیں، انکو اس دولت عظمیٰ سے مستفیض ہونے دیجیے۔ ان اغویات سے کوئی دینی و دنیوی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ اچکل ہندوستان کے طبی وفدوں نے بھی مسلمانوں کی رسوائی کا ایک نیا سامان پیدا کر دیا ہے۔ اترتے ہیں، جھڑتے ہیں، ایک ایک وفد کے تین تین مالک و دعویدار پیدا ہوتے ہیں، ایک دوسرے کو بدنام کرتے ہیں۔ یقین کیجیے کہ قومی بدبختی یہی معنی ہیں۔ ولقد اخذناہم بالعداب، فماتوا کافرا لربہم۔ وما یتضرعون !!

کچھ عرصہ ہوا میں نے آپ کے کاموں کے ذریعہ سے اطلاع دی تھی کہ ہمارا طبی وفد جو انگلستان سے آیا ہے، ہندوستان کا پہلا ہلال احمد وفد ہے کیونکہ جملہ معبران وفد نہ صرف ہندوستانی ہیں بلکہ انگلستان سے روانہ ہونیکے قبل ہم نے اپنے وفد کا نام بھی ہندوستانی ہلال احمد رکھا تھا۔

مدرسے کے اخبار معتمدن مورخہ ۱۷ - فروری سنہ ۱۳ - میں ایک مضمون The First Indian Medical Mission کے عنوان سے شائع ہوا ہے اور جو مشن بمبئی سے یہاں آیا ہے، اس کو یہ نام دیا گیا ہے۔ اور غالباً کلکتہ کے ڈاکٹر سہروردی کے تار بروی کے پیغام کی بنا پر اس مضمون کی اشاعت کی نوبت آگئی ہے۔

بہر کیف میں اطلاعاً عرض کرتا ہوں کہ ہندوستانی پہلا طبی وفد ہمارا ہے اور ہم نہ صرف بمبئی مشن سے کہیں پہلے یہاں پر وارد ہوئے بلکہ ہم نے اس سے کہیں پہلے حیدر پاشا خستہ خانہ میں چارج بھی لے لیا تھا۔ لہذا ہم اعلان کرتے ہیں کہ بمبئی طبی وفد کے ارکان و نیز ”معتمدن“ دیگر اخبارات جنہوں نے یہ غلطی کی ہے کہ بمبئی وفد کو اول قرار دیا ہے، اپنی غلطی کا اقرار کر کے بمبئی مشن کو آئندہ اس نام سے یاد نہ کریں، اور اس نام کو جس کے ہم بہر طور مستحق ہیں، غصب کرنے کی ناجائز کوشش نہ فرمائیں۔

صلاح، اقدام، و دیگر ترکی اخبارات کے علاوہ ہمارے پاس حیدر پاشا خستہ خانہ کی زبردست شہادتیں موجود ہیں، جن کے ہوتے ہوئے اس قسم کی حرکتیں محض عبت ہیں۔ والسلام

بندہ حسن عابد جعفری  
اندریمی سکریٹری اول ہندوستانی طبی وفد قسططنیہ

## الہلال

تعجب ہے کہ اسلام کا یورپ سے آخری وفد حیات خوں کے سیلاب میں بہتا ہوا واپس آ رہا ہے، اور آپ لوگوں کو صرف اپنے ”پہلے وفد“ ہونے ہی کی پڑتی ہے؟ آپ انگلستان سے گئے، اور لوگ ہندوستان سے، مگر سب کا مقصد خدمت معبرو حین اسلام، و ادائے فرض دینی و اخلاقی تھا، پھر اب تمام لوگوں کی نظر صرف اپنے فرض ہی پر رہنی چاہیے، نہ کہ ایک دوسرے کی مخالفت، اور ”پہلے“ اور ”آخری“ ہونے پر۔ میں رنج و غم کے ساتھ آغاز رسالیات ضیہ سے رہ سب کچھ دیکھ رہا ہوں، جو ہماری اخلاقی بدبختی عمکو دکھا رہی ہے۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ ارسال وفد کی شہرت کو اپنے چنگل سے نکلنے نہ دے۔ پھر اس راہ میں جن جن جائز و ناجائز طریقوں سے کام لیا جاسکتا ہے، اس سے دریغ نہیں۔ جب کسی قوم کے برے دن آتے ہیں، تو اسکے اچھے کاموں میں بھی برائی پیدا ہو جاتی ہے۔

## فہرست

## زرعائے دولت علیہ اسلامیہ

—:—:—

( ۱۹ )

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

— \* —

پائی	آٹہ	روپیہ	
۰	۱	۰	جدا کھائی کھڑہ
۰	۶	۰	محمد علی حسین
۰	۲	۰	نیم بخش
۰	۴	۰	محمد بخش
۰	۲	۰	محمد حسین
۰	۲	۰	علامہ نبی
۰	۲	۰	غلام مصطفیٰ
۰	۲	۰	رحیم بخش
۰	۲	۰	محمد بخش ولد حسین
۰	۱	۰	گھاسی
۰	۴	۰	سلیم خیاط
۱	۰	۰	خیکا شاہ
۰	۲	۰	عبداللہ
۰	۴	۰	محمد بخش
۰	۱	۰	علی بخش
۰	۲	۰	بدھن
۰	۴	۰	ببر بخش
۰	۴	۰	رمضان
۰	۶	۰	خیزو
۰	۳	۳	عظیم اللہ روغن گر
۰	۴	۰	محمد شفیع
۰	۴	۰	میانجی نٹھو
۰	۴	۰	نٹھو چھوچھ
۱	۰	۰	چھنو قصاب
۱	۰	۰	مہرو ولد بالے قصاب
۲	۰	۰	شیر ولد بالے
۲	۰	۰	مولی بخش ولد بالے
۰	۶	۰	موکھا قصاب
۰	۴	۰	سوداگھری
۰	۴	۰	ماری گھوسی
۰	۴	۰	بیاز اللہ مستری
۰	۸	۰	امام بخش رھڑیا
۰	۱۲	۰	رحمت اللہ قصاب
۲	۰	۰	خدا بخش ولد نبی بخش
۰	۸	۰	کریم بخش قصاب
۰	۴	۰	منو قصاب
۰	۸	۰	موکھا قصاب
۰	۴	۰	عبد اللہ بدھو
۰	۲	۰	نوی
۰	۸	۰	عظیم اللہ قصاب
۰	۲	۰	سعدی قصاب
۰	۸	۰	توار قصاب عمری والا
۰	۴	۰	عبدی قصاب
۱	۰	۰	گھاسی مستری
۲	۰	۰	نیرب علیخان صاحب تھیکیدار بیم
۵	۰	۰	جناب رحیم داد خان صاحب نیچ
۱۵	۰	۰	جناب مولوی معین الدین احمد صاحب سکریٹری دارالعلوم
۱۵	۰	۰	ندوہ - لہنڈ

## پائی آٹہ روپیہ

۵۰۰	۰	۰	بذریعہ جناب محمد سعد اللہ صاحب کرتپور - بجنور
۷۰۰	۰	۰	جناب فیروز بیگ و جناب صدیق مرزا بیگ صاحب تعلقہ دہان
۰	۰	۰	اورنگ آباد ضلع سیتا پور
۰	۰	۰	بذریعہ جناب ولایت حسین و فقیر محمد صاحب از جلسہ بھوانی پور
۰	۱۲	۰	منعقدہ ۳۰ مارچ - نقد
۰	۰	۰	اور حسب ذیل اشیا بنارس چادر ایک - عمامہ ایک - ٹوپی
۰	۰	۰	۳ عدد - قالب تانبے کا ایک - پیجامہ گلبدن ایک - اچکن ساتھی
۰	۰	۰	ایک - چارپائی روپیہ ایک بقرن قمیض کا ایک - روپتہ ایک -

۱	۰	۰	جناب محمد حیات بخش صاحب بابو بازار
۱۲۰۰	۰	۰	جناب سیٹھ مہر بخش صاحب سوداگر چرم دھاروی - ببنڈی

۱۵۳	۷	۰	بذریعہ جناب چودھری نیاز علی خان صاحب سپروائزر - منگھیرکس جھیل
-----	---	---	---

## ( بہ تفصیل ذیل )

۴	۱	۰	ڈاکٹر فضل کریم صاحب
۲	۰	۰	ڈاکٹر عبد الحمید صاحب
۱۵	۰	۰	سین اللہ دتا صاحب اورسیر
۴	۳	۰	عیدن خدا داد کلرک
۱	۰	۰	منگو ترانور
۱	۰	۰	حسن محمد فائر مین
۵	۰	۰	امام دین ترانور
۲	۰	۰	باغ علی فائر مین
۱	۰	۰	اللہ دین
۰	۱۲	۰	فور خلاصی
۰	۸	۰	دہاؤلا
۰	۶	۰	امام علی
۰	۰	۰	شادی ترانور
۲	۰	۰	مستری فتح علی
۳۰	۰	۰	حسن دین میٹ و مزدوران
۱	۰	۰	مرزا رستم بیگ کمپونڈر
۰	۸	۰	محمد ملازم ہسپتال
۲	۰	۰	میل محمد دین نقشہ نویس
۵	۰	۰	شیخ قیام الدین تھیکدار
۷۲	۰	۰	مزدوران معرفت بابو سوناز محمد سب اورسیر
۰	۸	۰	وزیر محمد فائر مین
۱	۹	۰	فیس منی آرڈر

۱۱	۰	۰	جناب مولوی محمد یعقوب صاحب
۰	۰	۰	جناب رضی احمد صاحب سب انسپکٹر پولیس
۳۰	۰	۰	شاہجہانپور
۴۹	۹	۰	بذریعہ جناب ناظر علی گوجرانوالہ
۰	۰	۰	مسمات عصمت النساء مرحومہ بذمت
۵	۰	۰	لطافت حسین صاحب
۵	۰	۰	معین الدین احمد صاحب قدوائی جہان آباد
۰	۴	۰	ایک بزرگ جنگ نام معلوم نہیں بذریعہ استامپ
۱۵	۰	۰	گڈیش پر شاہ - ڈلی گنج کلکتہ - گائے قیمتی
۷۵۰	۰	۰	عبدالکریم صاحب بی اے - کوہیما - اسام



ہونگی - دستخط نہ ہو تو مہر کا ہونا لازمی ہوگا - صدر کے خادمان خدام کعبہ اپنی متفقہ رائے سے ایک ہزار روپیہ سال تک مقاصد انجمن کے سرانجام دینے میں صرف کر سکتے ہیں - اس سے زیادہ کے لیے اونکر حلقہ کی رائیں لینا ضروری ہوگا -

بیت المال انجمن خدام کعبہ وہاں ہوگا، جہاں مجلس تجویز کرے - لیکن پانچ ہزار کی رقم خادمان خدام کعبہ اپنی متفقہ رائے سے صدر مقام کے کسی محفوظ بینک کے کونٹ اکاؤنٹ میں رکھنے کے مجاز ہونگے - اور جب روپیہ نکالنے کی ضرورت ہو تو چک پر دستخط دونوں خداموں کے ہونگے -

انجمن صدر اور نڈز شاخوں کا فرض ہوگا کہ وہ رقت ضرورت خدام کعبہ کی مدد کریں، اور اگر وہ یوں انجمن کا کام نہ کر سکے تو ارسکے کھانے کپڑے کے لیے مناسب رقم تجویز کر دیں - خدام کعبہ میں سے جو شخص حج یا زیارت کو جانا چاہے، اوسکی راجبی اعانت اور آرام کے لیے انتظام کر دینے کیلئے خدام کعبہ، صدر انجمن کے خادمان کو اطلاع دیگا، اگر وہ شخص چاہیگا -

اگر مناسب سمجھا جائیگا تو صدر انجمن بمشورہ حلقہ خدام کعبہ کو ٹی امتیازی پوشاک خادمان خدام کعبہ کے لیے مقرر کریگی یا خدام کعبہ کے لیے کو ٹی امتیازی پھول یا دوسری علامت تجویز کر دیگی -

اس انجمن سے انشورنس کمپنی کا کام بھی اسطرح لیا جاسکے گا کہ جو شخص خود ایک دم سے حج کے مصارف برداشت نہیں کر سکتا اور کو ٹی خاص رقم جیسے پچاس روپیہ سال برابر انجمن کو دیتا ہے، دو تین سال بعد انجمن سے تیسرے درجہ کا ٹکٹ آمد و رفت اور دھائی سو روپیہ تک کی رقم حاصل کر سکیگا -

مقدمہ بالا تجویز بہت کچھ ناقص ہوگی اور پبلک کے سامنے اسی غرض سے پیش کی جاتی ہے کہ اخبارات میں یا بذریعہ خط و کتابت کے ہر مسلمان اسپر غور و فکر کے بعد نکتہ چینی کرے - تاکہ پورے غور اور مشورے کے بعد ایک مکمل اسکیم تجویز ہو جائے - یہ بتا دینا ضروری ہے کہ انجمن خدام کعبہ کے قائم کرنے یا نہ کرنے کا مسئلہ اب زیر بحث نہیں - سمجھنا چاہیے کہ انجمن قائم ہوگئی ہے -

جو کچھ زیر غور ہے وہ یہ ہے کہ قواعد و ضوابط کیا ہوں اور اسمیں ہر مسلمان کو حق ہے کہ وہ اپنی رائے دے - مگر جلد - اسلیئے کہ اب زبانی باتوں کا اور ریزولوشنوں کے پاس کرنے کا رقت نہیں - زبانی جوش و رولے کی بھی بدراہ نہیں کی جاتی، اسلیئے کہ بعض متار دھوکا دیدیتے ہیں کہ رولہ مصنوعی ہے - یا صرف چند شخصوں ہی کا پیدا کیا ہوا ہے -

## الہلال کی ایجنسی

—:○\*○:—

ہندوستان کے تمام اردو، بنگلہ، گجراتی، اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے، جو بارہ ہفتہ وار ہونے کے روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں، تو اپنے شہر کیلیئے اسے ایجنٹ بن جائیے -



اس انجمن کا ہندوستان کے کسی شہر میں ایک صدر مقام ہوگا - دہلی - کلکتہ یا کو ٹی مقام جو بعد کو تجویز ہو - صدر انجمن کے دو سکریٹری ہونگے - صدر انجمن کی شاخیں ہر ہر ضلع میں، اور ہر ہر ضلع کی شاخیں ہر ہر قصبہ اور گاؤں میں، جہاں چار مسلمان بھی ہوں، قائم کی جائیگی - ہر شاخ کا ایک خدام خدام ہوگا - ہر شاخ اپنے قواعد و ضوابط میں مختار ہوگی، مگر اسکو کسی اصولی مقصد صدر انجمن سے اختلاف کی اجازت نہ ہوگی - ہر شاخ کو صدر انجمن کے پاس اپنے قواعد اور اپنے اراکین انجمن خادمان کعبہ کی فہرست بھیجنا ہوگی -

خدام کعبہ وہ شخص ہوگا، جو ایک روپیہ سال صدر انجمن خواہ کسی شاخ کو ادا کر کے اپنا نام لکھا دے - چند سالانہ ایک روپیہ ہر خدام کعبہ کے لیے ہوگا - لیکن وہ لوگ جو اسقدر بھی نہیں دے سکتے، اور خدمت کعبہ میں دوسری طرح سے حصہ لیتے ہیں، یا دوسروں سے مدد دلاتے ہیں، وہ بھی کسی خدام کعبہ کی سفارش پر انجمن کے ممبر ہو سکیں گے - ہر خدام کعبہ کا فرض ہوگا کہ وہ جسقدر رقم یا جو معارنت انجمن خدام کعبہ کے لیے حاصل کر سکتا ہے، اس سے دریغ نہ کرے -

صدر انجمن خدام کعبہ کی ایک شاہی مجلس ہوگی، جسمیں کم سے کم دس مقامی خدام کعبہ رکن ہونگے، اور ہر ہر ضلع سے دو، اور فی شاخ ایک شخص مجلس صدر انجمن کا رکن مقرر ہو سکیگا -

مجلس صدر انجمن کو حلقہ خدام کعبہ کہیں گے - کرم حلقہ کا کم سے کم تین رائیوں کا ہوگا - جہاننگ ممکن ہوگا حلقہ خدام کعبہ میں خدام خدام کعبہ ہی داخل ہونگے - ہر خدام کو خواہ وہ صدر کا ہو یا ضلع کا، یا دیہات کا، یہ حلف لینا ہوگا کہ وہ :

اسلام کی خدمت سے کبھی دریغ نہ کریگا - انجمن کے کسی راز کو اگر مجلس مقرر کردے ظاہر نہ کریگا - کعبہ اور مدینہ کی حفاظت کے لیے اپنی جان و مال سے حاضر رہیگا اور جو قوم اور جو مذہب کہ اور مقامات کو مسلمانوں کی حکومت سے نکالنے کا قصد کرے، یا مسلمانوں کے ہاتھ سے نکالنے کی کوشش میں حصہ لے، اس قوم سے اور اس مذہب سے جو اس قوم کا مذہب ہو، دشمنی رکھیگا، اگر اس مذہب کی کسی دوسری قوم نے حفاظت حرمین میں عملی مدد نہ دی ہو -

پانچ ہزار روپیہ سال تک کا خرچ مقاصد انجمن کے سرانجام دینے کے لیے حلقہ خدام کعبہ کی منظوری تحریری یا زبانی سے ہوگا - لیکن پانچ ہزار سے زیادہ کی رقم جب خرچ کرنا ہو، تو تمام خادمان خدام کعبہ کی رائیں، خواہ وہ شریک حلقہ ہوں یا نہ ہوں، لینا ضروری ہوگا -

ہر اختلافی امر کا تصفیہ کثرت رائے سے ہوا کریگا -

شاخوں کا صرف جو بہت تھوڑا ہونا چاہیے، خدام مقامی خدام کعبہ کے چندہ سے نکال سکیگا - لیکن ہر خدام کعبہ کے معائینہ کے لیے ارسکا حساب تیار رہیگا - اور ہر ماہ اخراجات مقامی کا حساب صدر انجمن کے پاس روانہ کیا جائیگا -

ہر شاخ سے باقی کل رقم جو چندے یا عطیات سے وصول ہو، فوراً صدر انجمن خدام کعبہ کو بھیجی جائیگی اور رسید دستخطی خدام کعبہ کی منگائی جائیگی -

ہاں کو ٹی اور جو چھوٹی بڑی رقم کسی انجمن خدام کعبہ کے لیے وصول کرے، اوسکو اوسکی رسید انجمن دینا لازمی ہوگا - رسید بھیجاں دونوں یا کسی ایک سکریٹری صدر انجمن کے دستخطی







لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

# آرام

ایک ہفتہ وار مصور سالہ

میرسنول عمر خصوصی

اسلام آباد علامہ اعلیٰ

مقام اشاعت

۱۰۷ مکلاوڈ اسٹریٹ

کراچی

قیمت

سالانہ ۸ روپہ

ششماہی ۴ روپہ ۱۲ آنہ

جلد ۲

کراچی: چار شنبہ ۲۲ جادی الاولیٰ ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta Wednesday, April 30, 1913.

نمبر ۱۷



سازشی تین آ:

قیمت فی پرچہ

سسٹم راسکوپ لیور رواج ۱۹ سال

مضبوط، سچا وقت، برابر چلنے والی، مع معصوم دور پختہ آتھ آتھ  
ایم۔ اے۔ - شکر اینڈ کو نمبر ۱ - ۵ ویلسلی اسٹریٹ ڈھرامتلاہ کلکتہ -  
M. A. Shaker & Co, 5/1, Wellesley Street, P. O. Dharamtollah, Calcutta.



## مقوی بسا کی گولیاں

ڈاکٹر بوسن کی تیار کردہ قوت کی گولیاں چھ عدد امتحاناً نمونہ کیونسلے بلا قیمت دیجاتی ہیں - استعمال  
کے اول ہی روز اپنا فائدہ دکھلاتی ہیں - ضرور امتحان کیجئے - اگر آپ امتحان کرنا چاہیں تو الہلال کے حوالہ  
سے آج لکھنے والی سی ڈاک سے ایک نمونہ ملیگا - یہ گولیاں ۳۰ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں  
طاقت دینے والی - مشہور دواؤں فاسفورس - اسٹنڈیا - تمیانہ ملا کر یہ بنی ہیں - ریڑھ - رگ اور خون کو طاقت  
دینی والی ہیں - مریض کو اول ہی روز سے فائدہ معلوم ہوتا ہے - چہرہ پر رونق اور ضعف کی حالت کو  
دور کرتی ہیں - درپردہ طاقت لاتی ہیں - قیمت ۳۰ گولیاں کی شیشی ایک روپیہ معصوم پانچ آتھ -  
یہ مرقع ہاتھ سے نہ دینا چاہئے قوت کی گولیوں کا نمونہ جلد منبراً از ماٹاش کیجئے ایک خوراک میں فائدہ معلوم ہوگا -  
ہماری گھریلو جنتری جسمیں پوری فہرست ادویات اور سارٹیفکٹ ہرج ہیر بلا قیمت و مرجعہ درخواست آنے سے روانہ ہوتی ہیں

## المکتبة انعمیة الاسلامیة فی علی گڑھ

اس کتب خانہ میں مختلف علوم و فنون کی کتابیں مطبوعہ مصر، شام، بیروت  
اور قسطنطنیہ وغیرہ فروخت کے لیے موجود رہتی ہیں اور نہایت متناسب و معتدل  
قیمت پر شائقین کی خدمت میں روانہ کی جاتی ہیں - خاصکر مکتبہ الخوارکی  
کتابیں، حضرت الاستاذ الامام شیخ محمد عبدہ اور حضرت السید الامام سید رشید رضا  
کی تمام تصنیفات اس کتب خانے میں ہر وقت مہیا رہتی ہیں - فرمائشوں کی تعمیل  
مستعدی کے ساتھ کی جاتی ہے - کتب خانہ کی جدید فہرست تیار ہو گئی ہے جو  
آپ کے گت وصول ہونے پر مفت روانہ کی جاتی ہے \*  
رسالہ المنار (جو تمام دنیا کے اسلام میں پھرتی ہوئی رسالہ تسلیم کیا گیا ہے)  
اس کی گذشتہ ۱۵ سال کی ۱۵ جلدیں مکمل مع فہرست مضامین موجود ہیں -  
قیمت عام طور پر فی جلد ۱۵ روپے ہیں مگر قسری جلد کی قیمت پچاس روپے اور  
قسری جلد کی قیمت پچاس روپے ہیں \*  
یہ کتب خانہ رسالہ المنار کا کل مالک ہندوستان میں سول ایجنٹ ہے اور  
جن اصحاب کو اس رسالہ کی خریداری منظور ہو چکے ہوں ان کے ۱۵ روپے ہمارے  
پاس روانہ فرمائیں، روپیہ وصول ہونے پر رسالہ براہ راست ان کی خدمت میں جاری  
کرا دیا جائیگا \*

### المشتہر

منیجر المکتبة العمیة الاسلامیة، مدرسة  
العلوم، علی گڑھ

## حمیدیہ ہوٹل

نمبر ۱۳۱ لورچیت پور روڈ - کلکتہ

ہمارے ہوٹل میں ہر قسم کی اہل خور و خور و خور و خور ملتی ہیں نیز اس کے ساتھ مسافروں کے تمام کاموں پر تکلف اور  
لوم وہ کمروں کا بھی انتظام کیا گیا ہے جو نہایت ہر اہل و خور و خور اور ہر لہرہ واقع ہیں جن صاحبوں کو کچھ دقت کرنا ہو یا ہر خط و کتابت ملتی ہو  
ہوٹل سے دریافت کر سکتے ہیں - جنگ ترکی و اقلی اور جنگ بلقان کی جملہ تصویریں ہماری ہوٹل میں فروخت کے لیے موجود ہیں  
سے تصویر شیخ سنوئی وغیرہ -  
المشتہر ہر شیخ عبدہ الکریم مالک حمیدیہ ہوٹل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

AL - H I L A L

Proprietor & Chief Editor :

Abul Kalam Azad.

7-1 McCord Street, :

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4 - 12.

# الهلال

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

میر رسول محمد خصوصی  
بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقام اشاعت  
۱۰۴ مکلاوڈ اسٹریٹ  
کلکتہ

عنوان تلفراف  
«الهلال»

قیمت  
سالانہ ۸ روپے  
ششماہی ۴ روپے ۱۲ آنہ

۲۰

کلکتہ: چہار شنبہ ۲۲ جادی الاولیٰ ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta Wednesday, April 30, 1918.

نمبر ۱۷

## اطلاع

—: \* :—

دفتر الهلال کے ذریعہ پریس کا تمام سامان ' اور ایڈیٹر اور قارئین  
کی مشینیں ' نئی اور سکینڈ ہنڈ مل سکتی ہیں -  
ہر چیز دفتر اپنی ذمہ داری پر دیگا -  
سردست در مشینیں فروخت کیلیے موجود ہیں :-

( ۱ ) ٹائپ کی ڈبل کراؤن سائز ' پین کی مشین ' جو بہترین  
اور قدیمی کارخانہ ہے - اس مشین پر صرف دو ڈھائی سال تک  
معمولی کام ہوا ہے - اس کے تمام کیل پٹرزے درست اور بہتر سے بہتر  
کام کیلیے مستعد ہیں -

ابتدا سے الهلال اسی مشین پر چھپتا ہے - در ہارس پارر  
کے موٹر میں سولہ سو فی گھنٹہ کے حساب سے چھاپ سکتی ہے -  
چونکہ ہم اس کی جگہ بڑے سائز کی مشینیں لے چکے ہیں '   
اس لیے الگ کر دینا چاہتے ہیں -

( ۲ ) ٹیڈل مشین ' جو پائرن سے بھی چلائی جاسکتی ہے '   
قدیمائی فولڈر سائز کی - اس پر ہاف ٹون تصاویر کے علاوہ ہر قسم کا  
کام جلد اور بہتر ہو سکتا ہے -

قیمت بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتی ہے - جو صاحب  
لینا چاہیں ' وہ مطمئن رہیں کہ ہم اپنی ذاتی ضمانت پر انہیں  
مشین دینگے ' اور اپنے اخلاقی رفتار کو لین دین کے معاملات میں  
ضائع کرنا نہیں چاہتے -

منیجر الهلال پریس

## فہرس

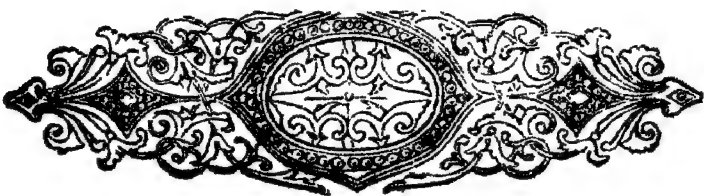
— \* —

- شذرات  
شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی  
مقالہ افلاک احیہ  
صفحہ من تاریخ العرب ( معاصرہ قوطاجنہ )  
مذاکرہ علمیہ  
قطب جنوبی ( ۳ )  
باب المراسلہ و المناظرہ  
سہرۃ نعیمی  
خلیفہ مامور الرشید اور الزم قتل امام رضا ( ع )  
شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی اور مسئلہ الفدرہ  
مقالات  
ڈاکٹر لی باں اور موجودہ ہندوستان  
ادبیات  
مرض تنہا  
تازہ وارہات حضرت اکبر  
غزل  
مراسلات  
شبلی نعمانی  
انجمن ہلال احمر قسطنطنیہ  
جلسہ سالانہ اہل حدیث کانفرنس  
مالم اسلامی  
جامعہ اسلامیہ  
دموت الهلال کی اشاعت  
فہرست زراعت دولۃ علیہ

## تصاویر

— \* —

- جنیوا کا میدان عسکر ( یورپین ترکی کا آخری نظارہ ) ( لوح )  
مشہور مورخ اسرائیلی یو سفوس  
قائد قوطاجنہ ( ہلے بال )  
۶  
۷





# اطلاع

(۱) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے، تو تاریخ اشاعت سے دو ہفتہ کے اندر اطلاع دیں۔ ورنہ بعد کوئی پرچہ چلائے۔ حساب سے قیمت لی جائیگی۔

(۲) اگر کسی صاحب کو ایک یا دو ماہ کے لئے پتہ کی تبدیلی کی ضرورت ہو تو مقامی ڈاکخانہ سے بددیست کر لیں۔ اور اگر قبضہ یا تین ماہ سے زیادہ عرصہ کے لئے تبدیل کرانا ہو تو دفتر کو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیں۔

(۳) نمونے کے پرچہ کے لئے چار آنہ کے ٹکٹ آنے چاہئیں یا پانچ آنے کے دیں۔ یہی کی اجازت۔

(۴) نام و پتہ خاص کر ڈاکخانہ کا نام ہمیشہ خوش خط لکھیے۔

(۵) خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

(۶) مئی آدر روانہ کرتے وقت کریں پر نام، پرچہ پتہ، رقم، اور نمبر خریداری (اگر کوئی ہو) ضرور درج کریں۔

نوٹ — مندرجہ بالا شرائط کی عدم تعمیل کی حالت میں دفتر جواب سے معذور ہے اور اس وجہ سے اگر کوئی پرچہ یا پرچہ ضائع ہو جائے تو دفتر اس کے لئے ذمہ دار نہ ہوگا۔

## شرح اجرت اشتہارات

— \* —

میعاد اشتہار	فی صفحہ	فی کالم	نصف کالم	نصف کالم سے کم
ایک ہفتہ ایک مرتبہ کے لئے	۱۵ روپیہ	۱۰ روپیہ	۷ روپیہ	۸ آنہ فی مربع انچ
ایک ماہ چار مرتبہ "	۵۰	۳۰	۲۰	۷ آنہ " " "
تین ماہ ۱۳ " "	۱۲۵	۷۵	۴۵	۶ آنہ " " "
چھ ماہ ۲۶ " "	۲۰۰	۱۲۵	۷۵	۵ آنہ " " "
ایک سال ۵۲ " "	۳۰۰	۲۰۰	۱۲۵	۴ آنہ " " "

(۱) ٹائٹل پیج کے پہلے صفحہ کے لیے کوئی اشتہار نہیں لیا جائیگا۔ اس کے علاوہ ۳ صفحات پر اشتہارات کو جگہ دیجائیگی۔

(۲) مختصر اشتہارات اگر رسالہ کے اندر جگہ نکال کر دیے جائیں تو خاص طور پر نمایاں رہیں گے لیکن انکی اجرت عام اجرت اشتہارات سے پچاس فیصدی زائد ہوگی۔

(۳) ہمارے کارخانہ میں بلاک بھی طیار ہوتے ہیں جسکی قیمت ۸ آنہ فی مربع انچ ہے۔ چھاپے کے بعد وہ بلاک پھر صاحب اشتہار کو واپس کر دیا جائیگا اور ہمیشہ ان کے لئے کارآمد ہوگا۔

## شرائط

(۱) اسکے لئے ہم مجبور نہیں ہیں کہ آپکی فرمائش کے مطابق آئینہ جگہ دیں، البتہ حلی امکان کوشش کی جائے گی۔

(۲) ایک سال کے لئے اشتہار دینے والوں کو زیادہ سے زیادہ ۴ اقساط میں، چھ ماہ کے لئے ۲ اقساط میں، اور سہ ماہی کے لئے ۳ اقساط میں قیمت ادا کرنی ہوگی اس سے کم میعاد کے لئے اجرت پیشگی ہمیشہ لی جائیگی اور وہ کسی حالت میں پھر واپس نہ رہیگی۔

(۳) منیجر کو اختیار ہوگا کہ وہ جب چاہے کسی اشتہار کی اشاعت رک دے، اس صورت میں بقیہ اجرت کا روپیہ واپس کر دیا جائے گا۔

(۴) ہر آس چیز کا جو جوئے کے اقسام میں داخل ہو، تمام منہجی مشروبات کا، فحش امراض کی دواؤں کا اور ہر وہ اشتہار جسکی اشاعت سے پبلک کے اخلاقی و مالی نقصان کا اندیشہ شبہ ہی نظر کو پیدا ہو کسی حالت میں شائع نہیں کیا جائے گا۔

نوٹ — کوئی صاحب رعایت کے لئے درخواست کی زحمت کرنا نہ فرمائیے۔ شرح اجرت یا شرائط میں کسی قسم کا رد و بدل ممکن نہیں۔

مولانا شبلی معتمد دارالعلوم، منشی احتشام علی معتمد مل، مولانا سید عبد العی معتمد مراسلات، اور مولانا عبد الباری اور مسٹر ظہور احمد رکیل، رکن انتظامی ندرہ تھے۔

بحث چلی کہ اس مضمون کی اشاعت مقاصد ندرہ کے سخت خلاف ہے اور موجب نازل عتاب حکومت، پس اب کیا کارروائی اسکی تلافی کیلیے اختیار کی جائے؟

تمام شرکاء خمسہ مجلس نے (جساکہ ایسے موقعوں پر ہوتا ہے) غور و مشورہ کیا، اور باتفاق باہمی، رباتکھ اجماعی، و بشرکت مسؤدانہ، بغیر ہیچ گونہ جبر و اراہ، و بغیر تعدی و تعذیب، و بغیر تعریف و تہذیب، بکالت صحت و تدبیر و بعالم سلامتی ہوش و حواس، و درستگی عقل و تمیز، و بہ سن رشد و بلوغت، یہ فیصلہ کیا کہ ”اس واقعہ کی اطلاع دہائی کمشنر صاحب کو دیدی جائے، نیز مولوی عبد الکریم کو الذمہ کی ایڈیٹری سے معطل کر دیا جائے، کیونکہ انکا مضمون ندرہ کے اغراض و مقاصد کے خلاف ہے“

(ب) جب یہ امر بالانفاق طے پا چکے، تو مولانا شبلی نے کہا کہ ”ان امور کے بعد مولوی عبد الکریم کو مدرسے سے بھی معطل کر دینا چاہیے۔ کیونکہ انکا مضمون مقاصد ندرہ کے خلاف تسلیم کر لیا گیا ہے۔ وہ ایڈیٹری سے بھی الگ کر دیے گئے ہیں۔ نیز اس واقعہ کی اطلاع حکام کو بھی دی جائیگی۔ پس ایسی حالت میں ضرور ہے کہ مجبور بھی میری ذمہ داری سے سبکدوش کیا جائے۔ مدرسہ میرے مانعیت ہے اور اندرس ضرورت مدرسے میں رہ کیونکر کرے جائیں؟ اور پھر اگر ایسا نہ ہو تو میں تا انفعاد جلسہ انتظامیہ دارالعلوم کی ذمہ داری سے دست بردار ہو جاؤں گا، اور اسکی اطلاع گورنمنٹ کو دیدوں گا“

بالآخر قرار پایا کہ ایک ہفتے یا دو ہفتے کیلیے (مجھے اس وقت یاد نہیں) اور یہ مضامین سامنے نہیں ہیں (مولوی عبد الکریم کو مدرسے سے بھی معطل کر دیا جائے۔

\*\*\*

اب اس بیان پر درایتاً نظر ڈالیے۔

مولانا شبلی کے علاوہ جو لوگ شریک جلسہ تھے، ان میں دو معتمد اور دو رکن تھے، لیکن ان میں ایک شخص بھی انکی پڑائی کا یا انکے معارین میں سے نہ تھا۔ منشی احتشام علی انکے اعدا و دشمن، مولانا عبد الباری سے مخالفت مشہور و واضح، مولوی سید عبد العی میں اور ان میں گورکھی مدعیانہ مخالفت نہیں، تاہم وہ انکے موافق و معارن بھی نہیں۔ وہ مسٹر ظہور احمد، تو انکا حال بھی مولوی عبد العی کا سا ہے۔

ایسی حالت میں کسی طرح یقین نہیں آ سکتا کہ ان تمام صاحبوں نے برخلاف اپنے ضمیر اور اپنے جوش جہاد فی سبیل اللہ، و بھیجان قتال کفار و مشرکین، و استقامت فی سبیل العزبہ کے، محض مولانا شبلی کے کہنے سے، اور انکی موافقت کے خیال سے، مقلدانہ و متبعانہ اس فیصلے میں شرکت کر لی ہو۔ علی الغرض منشی احتشام علی، جو بڑے بڑے معرکہ ہائے جدال و قتال مولانا شبلی کی مخالفت میں کرجکے ہیں، اور مولانا عبد الباری، جنہوں نے کل کی بات ہے کہ مسئلہ نظامت کے بارے میں خطوط شائع کیے تھے، اور پھر اس بارے میں اجازت نکال انکار کا معاملہ پہنچا تھا !!

پس یہ ضرورت تو کسی واقف حال کے سمجھ میں آ ہی نہیں سکتی۔ البتہ تین ضروریں آ رہیں:

(۱) کو یہ اصضخص مخنف تھے، لیکن مولانا شبلی نے

بعض ذریعہ و رسائل سے انکو اسدرجہ ذرا پر دمکایا کہ

لیکن (میرا یہ اعتقاد ضرور ہے کہ اسلام دینی اور دنیوی عزت بخشنے والی ایک قوت الہیہ ہے، اور جو جسم اسکے نشیمن ہوں، وہ اس کائنات ارضی میں ذات و پستی کیلیے نہیں بنائے گئے ہیں، بلکہ صرف بہارات و عزت، ہیبت و اجال، سطر و جبروت، اور رفعت و علو مرتبہ کیلیے۔ پھر خواہ وہ ذات و پستی حکومتوں کی معکومی اور غلامی کی ہو، خواہ جہالت و بے علمی کی۔ خواہ غربت و فلاکت کی ہو، خواہ رحمت و بد اخلاقی کی۔ میرا یقین ہے کہ مسلمان دنیا میں یقیناً صرف حاکم بننے کیلیے ہیں، اور قرآن کریم نے اپنے پیروں کیلیے جو دنیا دنیوی زندگی کا پیش کیا ہے، وہ معکومی و ماتحتی کا نہیں، بلکہ حکومت و انصری ہی کا ہے۔ وہ مدیم کی آسمانی پنداشت کی سی پادشاہت نہیں ہے، بلکہ استخلاف فی الارض، اور رشتہ ارض الہی کی نعمت اسی دنیا میں ہے۔ یہ میرا دلی اعتقاد ہے۔ میں اسکے لیے تعلیم اسلامی، اور فصوص قرآنی سے شہادت رکھتا ہوں۔ خدا نے اس بارہ خاص میں مجکوپے لطف و کرم سے ایک مخصوص بصیرت عطا فرمائی ہے۔ اور اسکی دعوت کو میری زندگی کا مقصد، اور غایت قصوی قرار دیا ہے۔ و ما ترفیق الا باللہ۔ پس میں نہیں جانتا کہ اس مضمون کا مقصد کیا ہے؟ مولوی عبد الکریم کی نسبت مجھے ایسے حالات معلوم نہیں جنکی وجہ سے میں انکو ان مباحث کا اہل سمجھوں کہ لکھنے کے طریقے اور بیان کے انداز ہیں۔ ممکن ہے کہ انہوں نے بہتر لکھا ہو، اور ممکن ہے کہ ایک بے معنی ازادی دینی، اور غیرت فقہی و تشدد ماروا الذہری کا اظہار کیا ہو۔

اس بنا پر جب تک نہ دیکھ لوں، ایک حرف نہیں لکھوں گا۔ البتہ جہاد کی جو حقیقت اللہ تعالیٰ نے مجکوپر کھولی ہے، اور قرآن کریم نے جو روشنی اس بارے میں میرے قلب پر ڈالی ہے، اسکو آغاز اشاعة الہلال سے اتنی مرتبہ لکھ چکا ہوں کہ الحمد للہ، کثرت تکرار و مذاکرہ، و اظہار حقیقت و دعوت سے اب جہاد کا لفظ لوگوں کی زبانوں پر چڑھ گیا ہے، اور اسکے نام کو زبان سے نکالتے ہوئے لوگوں کو وحشت و ہراس دامنگیر نہیں ہوتی۔ با آنکہ نصف صدی سے اس بنیاد شریعت و اصل حقیقتہ اسلامیہ کو بعض اشرار و منافقین نے اسلام کی لغت سے نکال دیا تھا، اور نہ صرف نئی اصلاح کی عمارتیں، بلکہ علما کے حجروں اور صوفیوں کی خانقاہوں سے بھی کسی کسی صدا نہیں اُٹھتی تھی۔ لوگوں نے سمجھ لیا تھا کہ چونکہ جہاد کے معنی محض قتل و خونریزی کے سمجھے گئے ہیں، اسلیے بہتر ہے کہ سرے سے اس لفظ ہی کو بھلا دیا جائے۔ چنانچہ میں نے ایک معتبر شخص سے سنا ہے کہ (مسٹر بک) نے ایک مرتبہ (علی گڑھ کالج) میں چاہا تھا کہ کتب فقہیہ درسیہ سے ”جہاد“ کا باب بالکل نکال دیا جائے !!

(۲)

البتہ دوسرے سوال پر برہنہ حالات مطبوعہ و معلومہ نظر ڈالی جاسکتی ہے۔

پھر کیا ان مضامین میں ضرورت واقعہ جیسی کچھ ظاہر کی گئی ہے، اور جسکے پڑنے سے ہر شخص کو بارل و ہلہ نظر آنے لگا ہے کہ یہ سب کچھ صرف ایک ہی شخص کی کارستانیوں نہیں، وہ بالکل صحیح ہے؟

لیکن زمیذاری کی چٹھی میں مولانا نے جو واقعہ لکھا ہے، اس سے مراسلہ علی گڑھ سے، نیز از روئے قرآن و روایت، حالات بالکل مختلف ضرورت میں سامنے آتے ہیں۔

(الف) یعنی یہ نہ ارکان خمسہ مجلس اولی جمع ہوئے۔ اسمیں

## شذرات

—:~:~:~:—

### شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی

اور

مسئلہ ”الندوة“

— \* —

اس عرصے میں اس معاملے کی نسبت جو حالات معلوم ہوئے، وہ مع اُس رائے کے جو بدلت ہوئے و باستعانت کوائف معلومہ قائم کی جاسکتی ہے، حسب ذیل ہیں۔

زمیندار میں مولانا نے ایک مختصر چھٹی شائع کی ہے، جس میں آئندہ تفصیلی جواب کا وعدہ ہے، اور اصلی رائے کی نسبت چند مختصر دفعات۔

علی گڑھ سے ایک موثق اور معتمد قلم سے نکلی ہوئی ایک تحریر پہنچی ہے، جس میں بعض حالات تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں، مگر ساتھ ہی یہ عجیب شرط بھی لگا دی ہے کہ ابھی تین چار ہفتے تک راقم خط کا نام ظاہر نہ کیا جائے! پھر حال اصل مقصود حالات ہیں نہ کہ تشخص و تعین نسبت۔

اصل یہ ہے کہ اس معاملے کی نسبت ایک آخری رائے بہت جلد قائم ہو جاتی ہے، مگر خود مولانا شبلی نعمانی بہ تفصیل حالات شائع کر دیتے تانہ قوم آخری رائے قائم کر لے۔ مگر انورس ہے کہ اب تک انہوں نے کوئی تفصیلی تحریر شائع نہیں کی، اس لیے اسکے سوا چارہ نہیں کہ جو حالات اس وقت تک موافق و مخالف شائع ہوئے ہیں، یا علی گڑھ کی تحریر میں ظاہر کیے گئے ہیں، انہی کو پیش نظر رکھ کر ایک رائے قائم کر لی جائے۔

جو مضامین منشی اعجاز علی اور منشی اسحاق علی نے مسلم گزٹ میں شائع کیے ہیں، اُن سے صورت واقعہ یہ معلوم ہوتی ہے:

(۱) جب الندوة میں یہ مضمون نکلا تو مولانا شبلی نے فوراً پانچ مقامی ارکان کو (جن میں درندے کے صیغہ مل و مراسلات کے سکریٹری تھے) جمع کیا اور مجبور کیا کہ وہ راقم مضمون کو سزا دیں، نیز ہزاروں تک مخبری کرنے کی دھمکی دیکر اس تجویز کو منظور کرانا چاہا کہ خود ایک ہفتہ کی معطائی کی سزا دیں اور دہائی کمشنر صاحب کو مداخلت کی دعوت دی جائے۔

پس تمام ارکان و معتمدین اس دھمکی سے مرعوب و متزلزل ہو کر مجبور ہوئے کہ تعمیل احکام سے انکار نہ کریں، اور اس عالم میں کہ ”رضوانام دفرام و تابی قلوبہم (۹:۹)“ انہی تمام پیش کردہ تجویزات کو منظور کر لیا۔

(۲) لیکن چونکہ یہ تعمیل احکام حالت تخویف و تقيہ کی تھی اور نیز جلسہ انتظامیہ پر محمول، پس جب انتظامیہ مجلس منعقد ہوئی، تو اس کارروائی کی مخالفت ہی گئی۔ مسٹر مشیر حسین قدوائی نے تجویز پیش کی کہ کارروائی منسوخ ہی جائے نیز یہ کہ مولانا شبلی اُس سزا کے لیے جو بہ حیثیت معتمد دارالعلوم کاتب مضمون کر دی گئی ہے، کتب مضمون یعنی مولوی عبداللہیم سے معافی مانگیں۔ مگر پھر معافی کا ٹکڑہ ٹرت رائے سے یا کسی آرزو سے منظور ہوا، اور صرف پچھلی کارروائی منسوخ کر دی گئی۔

(۳) لیکن اس کے بعد کیا حالات پیش آئے؟ یہ ترکیبی میں ہے، البتہ پھر یکایک کر کے حکم نامہ اور بحث کی طرف سے آیا نہ

مولوی عبد الکرم کو بجائے منسوخ کردہ ایک ہفتے کی سزا کے، چھ ماہ کی معطائی کی سزا دی جائے۔ چنانچہ ارکان ندوہ نے بالاعتقاد یا بالاندرتہ یہ سزا دیدی۔

اب اس بنا پر قابل غور مندرجہ ذیل امور ہوتے:

(۱) سب سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کیا واقعی وہ مضمون اسی سلوک کا مستحق تھا؟

(۲) کیا یہ تمام کارروائی صرف مولانا شبلی ہی نے کی اور اگر لوگوں نے بطور تقيہ کے بعض عالم جبر و اکراہ میں؟ یا یہ ایک متفقہ کارروائی تھی، جس میں پانچ آدمیوں نے باہم مل کر ایک تجویز قرار دی؟

(۳) اگر پہلی صورت صحیح ہے تو ایسی حالت میں مولانا شبلی کی یہ کارروائی کس رائے کی مستحق ہے؟

(۴) اور اگر صحیح نہیں ہے تو باقی شرکاء کار کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے؟

(۵) پھر سب سے آخر یہ کہ اگر اور لوگوں کی شرکت مسامی متعقد ہو جائے تو اس سے معاملے کی ذمہ داری تو ضرور بت جائیگی، جواب دہی صرف ایک شخص کے ذمے نہیں رہیگی اور ہماری جس رائے کا مستحق وہ ہو گا، اسی رائے کے مستحق باقی اشخاص بھی ہونگے، لیکن کیا ایسی حالت میں اور لوگوں کی شرکت ثابت ہو جانے سے مولانا شبلی بعض بری الذمہ ہو جائیں گے؟ اور کیا کسی غلط کام کے کرنے میں متعدد اشخاص کی شرکت، اُس کام کو اچھا کر دیتی ہے؟ کیا ایک جرم صرف اس لیے برا ہے کہ ایک ہی شخص کرتا ہے؟

میں سمجھتا ہوں کہ ان دفعات بحث کے مقرر کرنے میں نے پوری احتیاط سے کام لیا ہے اور بحث کا کوئی ضرر پہلو باقی نہیں رہا۔

### (۱)

سب سے پہلی بحث اصل مضمون کی نسبت ہے۔ لیکن میں متأسف ہوں کہ باوجود اسکے کہ میں نے مولانا شبلی، مولانا عبد العی، اور منشی محمد علی معمر ندوہ کے نام خطوط لکھے ہیں کہ مجھ کو الندوة کا وہ پرچہ (خواہ کسی قیمت میں ہو) دیں، لیکن اب تک کہیں سے نہ تو جواب ملا، اور نہ وہ پرچہ آیا۔ جو کچھ معلوم ہے وہ صرف یہ ہے کہ مضمون ”جہاد“ پڑتا تھا، اور نفس مسئلہ جہاد پر حسب نصوص قرآنیہ بحث کی گئی تھی۔ مولانا شبلی نعمانی کے خط مطبوعہ زمیندار اور مراسلہ علی گڑھ سے معلوم ہوا ہے کہ اسمیں کوئی دفعہ (۱۰) کی بحث تھی، جس میں یہ لکھا تھا، یا بطور نتیجہ بحث کے اُس سے ثابت ہوتا تھا کہ ”کوئی مسلمان کسی غیر مسلم حکومت کے ماتحت نہیں رہ سکتا“ لیکن صرف اس قدر اشارہ رائے دینے کیلئے کافی نہیں ہے، جب تک کہ پورا مضمون سامنے نہ ہو۔ بحث کرنے کے طریقے ہیں، اور استدلال کے مختلف اصول ہیں۔ نہیں معلوم اس دفعہ کو کس اصول، کس خیال، کس زبان، کس لہجہ سے ”کس نص قرآن و حدیث سے مدلل، اور کس سیاق و سباق کے ساتھ لکھا گیا ہے؟

اگر مجھ سے پوچھا جائے تو یہ خیال تو بالکل بے معنی اور لغو ہے، جب تک کہ اس کا مقصد و سیاق و سباق سامنے نہ ہو۔ کوئی مسلمان غیر مسلم حکومت کے ماتحت نہیں رہ سکتا کیا معنی رہتا ہے؟ جبکہ ہزاروں مسلمان رہے ہیں، اور اب بھی ہزاروں مسلمان ماتحت ہیں، البتہ (حرہ میرے اس جملے کا مطلب سمجھنا چاہئے)



ہوئی اور توفیق مقدسہ حضرت ایزدی نے کچھ ایسے اسباب جلیلہ اور محرکات عظیمہ اسکے لیے پیدا کر دیے، کہ انکے مقابلے میں کوئی سعی و کوشش انکی سونہلہ نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ جسقدر کوشش فرمائی، وہاں کامی کے عذاب الیم سے نکلنے کی کڑے تھے، اتنا ہی اسمیں آرزو زیادہ گرفتار ہوتے جاتے تھے۔ گویا اس دنیا ہی میں آنکا حال جہنم کے مجرموں کا سا ہو گیا کہ:

کلما ازادرا ان یخروجوا جب کبھی دم کے گھٹنے سے گھبرا کر  
منہا من غم اس سے نکلنا چاہیں گے، تو پھر اسی  
اعیدہا فیہا و ذوقوا میں دھکیل دیے جائیں گے، کہ یہیں  
عذاب العریق! پتے پتے سوزش و تپش کے عذاب کا  
مزمہ چکھتے رہو! (۲۲: ۲۲)

ان میں سے اکثر کی زبانوں پر بھی دلوں کی طرح مہرین لگ گئی تھیں، اور بہت سے اپنی بد بختی اور انقلاب زمانہ کے غم

میں سر بزانوے تعمیر

و ماتم و حسرت تھے، کہ

اتنے میں مولانا شبلی اور

ندوہ کے معاملے کو لیکر شیخ

نجدی نے ظہور کیا، اور

انکی قسمت نے مرتے

دوبتے اتنی یاری کی

کہ مولانا کی آنکھوں پر

غفلت کا پردہ ڈال دیا، اور

انہی ایک سخت غلطی

اس بارے میں ظاہر ہو

گئی۔ چونکہ مولانا نے بھی

مسلم لیگ اور مسلمانوں

کی غلامانہ سیاست کے قلع

جمع میں حصہ لیا تھا،

اور ”پرائیٹکل کورٹ“ کے

عنوان سے تین مضمون

لکھ کر لیڈروں کے چہل سالہ

بکنڈہ سیاست کو توڑا تھا،

اسلیے یہ ایک عجیب

و غریب زرین موقعہ انکو

ہاتھ آگیا کہ ازاد خیالی

کی نئی تحریک کو نقصان

پہنچانے کیلئے، اور قوم کو پھر اسی ظلمت کدہ استبداد و العادہ سیاسی

کی دعوت دینے کیلئے اس معاملے میں اراد خیالوں کے وکیل

بن جائیں، اور نہایت زور و شور سے اس معاملے پر قوم کو توجہ

دلائیں۔ پھر آخر میں کہیں کہ دیکھو! جو لوگ آزادی کے حامی اور

غلامی کا الزام دینے والے تھے۔ جو لوگ حریت کے داعی، اور حکام

پرستی کے مخالف تھے۔ جو لوگ نکلے تھے کہ تم کو ہماری تعلیم کی

ہوئی غلامی سے نکالیں، اور اپنی دکھلائی ہوئی راہ آزادی پر چلائیں،

خود انکا حال ان معاملات میں کیسا ہے، اور کس طرح وہ خود ہی

اس تعلیم پر عامل نہیں ہو سکتے، جسکی طرف تم کو بلاتے ہیں۔

پس گمراہی سے بچو، اور انہی پناہ مانگو کہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں

محض دھوکا اور فریب ہے۔ اصلی راستہ وہی ہے، جسپر ہم نے تم کو

برسوں چلایا، پس آؤ کہ تمہاری آنکھوں پر پٹی باندھ کر پھر تم کو کوہلو

کے بیل کی طرح غلامی و العادہ کے چکر میں ڈال دیں!

نے بکمال ادعائے سیاسیات، ایک ماہر فن (اکسپرت) کے لہجے میں  
اسکو ”مسئلہ سیاسی“ سے تعبیر کرنے کی عزت حاصل کی تھی۔  
تیسری جماعت، اور قوم کے نئے دور حیات کیلئے ایک نئے عظیم

لیکن ان درجہاعتوں کے سوا سب سے زیادہ تماشا طلب ایک  
تیسری جماعت بھی ہے۔ یہ وہ جماعت ہے، جس کو مسئلہ جہاد  
اور عدم مداخلتہ حکام سے صدمہ ہونا ایک طرف، حکام کی خوشامد  
و عبادت، اور انکی نفرت و اکراہ کی وجہ سے لفظ جہاد سے تبری  
و انکار، انکی تمام عمر کا اندر خٹہ عمل، اور انکے تمام اعمال و افعال  
کا مصدر شریعت ہے۔ یہ وہی ملحدین مارقین، اور منافقین مفسدین  
و اعدائے عدوئے کلمہ اسلام و مسلمین ہیں، جنہوں نے قوم میں بزدلی  
اور غلامی کے شجر ملعونہ کا بیج بویا ہے، اور پھر شیطان لعین نے  
اسکی پرورش اور پرداخت کا سامان کیا ہے۔ وہ بیج پھوٹا، اور اسکی  
شاخیں شیطان کے مخفی ہاتھوں کے ارتفاع سے بلند ہوئیں۔ پر

جیسا کہ قانون الہی ہے،

عین اُس وقت، جبکہ

اسکی بلند اور معکم

شاخوں پر شیطان کی

ذریات نے اپنے نشیمن

بنائے تھے، اور اسکے سائے

میں فتنہ و نفاق کا لشکر

ہمال آکر پناہ لیتا تھا،

بلاک باد رحمت الہی،

مر مر ہلاکت کی

مررت میں نمودار ہوئی،

اور اسکے ایک تند و تیز

جھونکے نے اس شجر

ملعونہ خبیثہ کو بیخ

و بن سے اکھاڑ کر پھینک

دیا، یعنی قوت الہیہ نے

قواء و عیطانہ کو شکست

دی، شجر ملعونہ کی

جگہ اسلام پرستی و ایمان

پڑھی، راستبازی و حریت

پسندی کی تھم ریزی

ہوئی، اور باران رحمت

الہی نے اسکو اپنی ایک

آیت اعجاز قرار دیکر، دو سال کے اندر ہی اندر ایک ایسا درخت  
تیار بنا دیا کہ:

کشتور طیبہ، اسکی مثال ایک مبارک اور ملکوتی درخت کی  
اصل ثابت و فرعہا سی ہے کہ اُسکی جڑ زمین کے اندر مضبوط،  
فی السماء توتی اور اسکی بلند ٹہنیاں آسمان تک پہنچی  
اکھلا کل حسین ہوئیں! وہ قوت الہیہ کی نشو و نما کی سے  
باز رہا، و یضرب ہر وقت کامیابی کا پھل لاتا رہتا ہے۔ اور یہ  
الہامی مثل للناس درخت کا ذکر دراصل ایک مثل ہے جو اللہ  
لعلہم یثقفون (۱۳: ۱۳) بیان کرتا ہے تاکہ لوگ سونچیں اور غور کریں۔

پس جب حکمت الہی نے ایسا کیا، تو شیطان بہت غمگین  
ہو۔ اسکا کاروبار خواب ہو گیا، اور اُسکی نسل کے گہرا نے میں  
نہر مہر ماتم پڑ گیا۔

یہ انقلابی تبدیلی کچھ ایسے الہی ساز و سامان کے ساتھ

تین جماعتیں

اور ایک خطرہ نظم

حقیقت حال یہ ہے کہ اس واقعہ نے مختلف پہلو، اور مختلف جماعتوں کی دلچسپی حاصل کر لی ہے۔ ایک جماعت تو ان لوگوں کی ہے جنکو اشخاص سے بحث نہیں، اصل کارروائی کو قابل اعتراض سمجھتے ہیں اور جن لوگوں نے کی ہے، خواہ وہ کوئی ہوں، انکو قابل ملاحظہ یقین کرتے ہیں۔ یہ جماعت باہر کے عام لوگوں کی ہوگی، اور فی الحقیقت وہی راستباز اور اسلامی آزادی کا اپنے دلوں میں سچا درد رکھنے والی جماعت ہے۔ ایسے لوگوں کی قدر کرنی چاہیے، اور خدا کا سر بجالانا چاہیے کہ در سال کی صد اھلے حریت نے ایسے لوگوں کی ایک جماعت مخلصین پیدا کر دی اور یہ سب سے بڑا احسان الہی ہے۔ آج اسلام کو جتنی ترغبات ہیں، وہ اسی جماعت اور ایسے ہی حریت خواہوں سے ہیں۔ فکثر اللہ سبحانہ امثالہم۔

دوسری جماعت ہندوگان اغراض و اھواء کی

دوسری جماعت ان چند خاص اشرار و مفسدین کی ہے، جن ہندوگان اغراض نے نہ تو آزادی و حریت کا کبھی خواب دیکھا ہے، اور نہ مسئلہ جہاد اور مسائل اسلامیہ کی وقعت و شرف کے تحفظ کی انھیں کچھ پروا ہے۔ ساری عمر یا تو فکر جاہ و مشغلہ غرور و تکبر میں گئی ہے، یا معض بے حسی و عطالہ کے آس گھونسے میں، جہاں نہ تو حریت کا کبھی تصور ہوتا ہے، اور نہ عدم حریت کا۔ اس دنیا میں انھوں نے قدم ہی نہیں رکھا۔

لیکن ساتھ ہی ایک مدت مدید اور عرصہ بعید سے مولانا شبلی سے تخالف و تعاندی ہے، اور بوجہ اپنے کسی خاص معاملے کے، یا معاملات ندرہ کی اندرونی سازشوں کے، یا اپنے عدم فروغ و رواج معرومی شہرت و ناموری کے، یا عدم تغلب معاملات ندرہ و دارالعلوم کے، یا پھر کسی اور سبب و مقصد سے (اور ارباب اغراض و اھواء کا عالم مقاصد نفسانیہ بے کنار ہے) ہمیشہ اپنی راتوں کی نیند، اور دن کا کاروبار اس فکر و کارش میں برباد کرتے آئے ہیں کہ کسی طرح انکو شکست دیں اور قوم کی نظروں میں ذلیل و رسوا کریں، اور اسکے لیے بارہا مجاہدات و مقاتلات تک کر چکے ہیں، لیکن ہمیشہ ناکام و خاسر رہے ہیں۔ اب چونکہ خرد مولانا شبلی کی غلطی اور تعجب انگیز کمزوری سے اس معاملے میں انکی شرکت و سعی وقوع میں آئی، اور وقت اور مرسوم کے لحاظ سے پبلک اریڈینن کا سہارا بھی معقول مل گیا، تو ایک مخفی سازش کر کے اس واقعہ کو پبلک میں پیش کر دیا گیا، اور چونکہ ساتھ ہی ان پر بھی بعض رسدیں اسکا اثر پڑتا تھا، لہذا یہ کوشش کی گئی کہ تمام بار انہی کے سر ڈالکر اور موجودہ دور آزادی سے فائدہ اٹھا کر، انکو قوم کی عدالت میں سزا دلوا دے، اور اس طرح سامنے آ کر کہ لوگ سمجھیں کہ جو کچھ ہوا، صرف مولانا شبلی ہی کی حکام پرستی سے ہوا، اور یہ آباء حریت، اور فدا کاران راہ جہاد و قتال، معض آزادی کی خاطر اور مسئلہ جہاد کے شرف کیلئے انکی مخالفت کر رہے ہیں، اور انکو اس بات کا نہایت درجہ غم ہے کہ گورنمنٹ کو معاملات ندرہ میں مداخلت کا موقعہ دیں دیا گیا؟ حالانکہ ان لوگوں کا اس بارے میں جو کچھ حال ہے، اسکا اندازہ اس سے لیا جاسکتا ہے کہ جب سید رشید رضا لکھنؤ آئے، تو انکی صدارت سے اختلاف کرتے ہوئے مقدمہ اور وجوہ کے ایک سبب یہ بھی نہا گیا تھا ”کہ ایک مصری شخص نے صدر بنائے سے گورنمنٹ ندرہ کو جالیگی“ اور مولوی خلیل الرحمن سہارنپوری

ہر طرف سے مجبور رہے بس ہو کر اپنے ایمان اور خدا پرستی سے دست بردار ہو گئے، اور عالم ہراس و موعوبیت میں جو کچھ چاہا، اسے منظور کرا لیا۔ اگر یہ صورت ہو، تو اس حالت میں ان لوگوں کا جرم اس شخص کی، مثال سامنے لانے سے کسی قدر ہلکا ضرور ہو جاتا ہے، جس نے بعالم مجبوری اپنی جان کی حفاظت کیلئے جہرت بولا ہو، یا قتل کے خوف سے بت پرستی کی ہو، یا سولی کا تختہ دیکھ کر ایمان و اسلام سے بطور تقیہ کے کانوں پر ہاتھ دھرا ہو۔

(۲) یا پھر ایسی صورت تو پیش نہیں آئی، مگر عادت نفاق و تذبذب بین اسلام و الکفر کی وجہ سے اس مجلس میں اپنی موافق رائے دیدی، اسکے بعد دوسری طرح کا عمدہ موقعہ ہاتھ لگ گیا تو (اس وجود کی طرح جسکی قرآن میں مثال دی گئی ہے) کہدیا کہ ”انی برلی منک، انی اخاف اللہ رب العالمین (۹۵: ۱۶)“ اسمیں ایک طرف آزادی و حریت بھی ہاتھ آگئی، دوسری طرف مدتوں کی عداوت کو پھولنے پھلنے کا موقعہ بھی مل گیا:

چہ خورش بد کہ برآید بہ یک کرشمہ در کار

(۳) اور یا پھر ایک شرف آدمی کی طرح، جسکی ایک ہی زبان ہوتی ہے، ان لوگوں کی بھی اصلی رائے یہی تھی اور یہی ہے۔ اور اس کارروائی میں وہ سب کے سب برابر کے شریک و حصہ دار تھے۔ پس اب اس کارروائی کا جو نتیجہ ہو، اسمیں بھی انھیں اپنا اپنا حصہ لینا چاہیے۔

عقل و درایت کہتی ہے کہ ان تین صورتوں کے سرا آور کوئی چوتھی صورت نہیں ہو سکتی۔ اب اگر پہلی صورت ہے، اور بعض عالم خوف و ہراس میں ان بزرگان قوم اور علمائے دین کے اس کارروائی میں شرکت کی تھی، تو مولانا شبلی علانیہ اس سے منکر ہیں، اور معاملہ غیر حاضر اور غیر شریک لوگوں کے قلم سے منسوب کیا جا رہا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ خود ان لوگوں کی زبانوں پر مہریں لگ گئی ہیں؟ کیوں نہیں منشی احتشام علی اپنی مل سے، مولانا سید عبد العی اپنے مطب سے، اور مولانا عبد الباقی اپنے حلقہ درس سے باہر تشریف لائے اور اپنی مجبوری رہے بسی، و عالم ہراس، و خوف جان و مال کا افسانہ غم انگیز اور داستان گریہ اور اپنی معتقد اور ارادت کیش قوم کو سناتے؟ مجلس کو ابھی چند صدیاں نہیں گزری ہیں اور اس کے شرکاء ہی زبانیں اب تک مفلوج نہیں ہوئی ہیں۔ یہ کیا ہے کہ اسکے متعلق لوگوں کو عالم تذبذب میں رکھا جا رہا ہے؟ کیوں نہیں وہی لوگ اپنے قلم سے چند سطریں لکھ کر شائع کر دیتے ہیں، اور بتلا دیتے ہیں کہ ہمارا دامن اس دھبے سے بالکل پاک ہے، تاکہ قوم کو ایک انقطاعی رائے قائم کرنے کا موقعہ ملے؟ اصل یہ ہے کہ ندرہ کے اندرونی حالات ایک عرصے سے اسکے مقتضی تھے کہ پبلک میں لائے جائیں۔ لوگوں کو ابھی اصلیت معلوم نہیں ہے لیکن اب ضرور ہو ہی کر رہیگی۔ لوگوں کو اس امر پر غور و نا چاہیے کہ ایک کارروائی ایک جماعت کے کی۔ پھر اگر وہ تقریبی مستحق ہے، تو سب اسے مستوجب ہیں، اور تحسین کی مستحق ہے تو سب کے حصے میں آنی چاہیے۔ کیا سبب ہے کہ تمام ہزار اک ہی شخص کے اوپر ڈالا جا رہا ہے، اور آگ اس طرح دامن بچا کر آگ ہو رہے ہیں، گو ان مربع القام بچوں اور معصوم قدرتیوں کو اس سے کوئی سرکار ہی نہیں!!



اور عذر نہیں ہے۔ اصول کی پابندی ہر شے سے بالا ہے اور دنیا کی کوئی مجبوری اس کے لیے مجبوری نہیں ہو سکتی۔ اگر ایسا نہ ہو تو دنیا میں اصول کی عزت ہمیشہ کیلئے مہزون ہو جائے۔ اس مضمون کا شائع ہونا اگر ایک غلطی تھی تو وہ ہو گئی تھی۔ اب اسپراسقندر گھبرانہ اور پردشان ہونا بالکل فضول تھا۔ گورنمنٹ اگر ندرہ سے ایذا عطیہ چھین لینا چاہتی ہے تو چھین لے۔ اس کی عمارت میں ہل پھرا دے، لیکن ہم اپنے اصول کو کیوں ہاتھ سے دیں؟ امرت کسی کارروائی کی بطور خود حکام کو اطلاع دینا، انکو مداخلت کی دعوت دینا ہے، اور یہ سخت کمزوری، اور اپنے ہاتھوں اپنے عزت عمل کو نقصان پہنچانا ہے۔

یہ کمزوری سب سے ہوئی، لہذا مولانا شبلی کہ اسمیں شریک تھے، ان سے بھی ہوئی۔ اور لوگ اگر اس طرح کی کارروائی کیلئے طیار تھے، تو انکی غلطی اور کمزوری تھی، لیکن مولانا شبلی کیلئے تو یہ کوئی مجبوری نہ ہوئی کہ چونکہ فلاں فلاں آدمی کمزور تھے، پس انکی کمزوری و غلطی بھی مراب ہو گئی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ثواب اسحاق خاں صاحب اور اکثر ارکان ندرہ اس سے متفق ہیں، لیکن میں بادب عرض کرونگا کہ میں ان سے توقع ہی کس کو تھی؟ توقع تو ہم ایسے رکھتے ہیں، اور آپکو معلوم ہے کہ انسان کیلئے سب سے بڑی درد انگیز بات اس کے توقعات کی ناکامی ہے۔

\*\*\*

ان امور کے طے ہر جانے کے بعد اب مندرجہ ذیل پہلو بحث کے باقی رہ گئے:

(۱) مضامین میں دیگر جزئی حالات، مثلاً جلسہ انتظامیہ کے مباحث و تجویز و ترمیم جس انداز سے پیش کیے گئے ہیں، وہ بھی صحیح ہیں یا نہیں؟

(۲) جبکہ مولوی عبد الکریم صاحب کی سبب ایک یا ہر ہفتے کی معطلی کی سزا کا فیصلہ ارکان خمسہ منسوخ کر دیا گیا تھا، تو یہ چھ ماہ کی سزا پھر کیوں بخوشی و خرمی بغیر هیچ کونہ بحث و انکار دیدی گئی؟ اور کیا دہائی کمشنر صاحب نے خود اس کی اطلاع دی، یا بعض لوگ اس بارے میں انکے پاس درجے ہوئے گئے اور ایک وجہ تقرب پیدا کر کے اس حکم سزا کا تحفہ اپنے ہمراہ لائے؟ اگر گئے تھے تو وہ کون کون بزرگ تھے؟

(۳) جبکہ خود ارکان ندرہ کی قرار دی ہوئی سزا کو منسوخ کر دیا گیا تو پھر اب صرف دہائی کمشنر صاحب نے حکم سے، اور مولوی عبد الکریم صاحب کو ایک ہفتے کی سزا سے بچا کر، چھ ماہ کی سزا میں مبتلا کر دینا، کیا معنی رکھتا ہے؟ اور یہ کن لوگوں کی کارستانی ہے؟

ان امور پر آئندہ نمبر میں بحث کرونگا کہ مضمون بہت بڑھ گیا۔  
و نسأل الله تعالى ان يهدينا سواء السبيل -

۲۳ - اپریل کو سٹنچی (دار السلطنہ جبل اسود) ہفتہ جنگ سے سرکاری طور پر اطلاع دی گئی تھی کہ ۲۱ - ماہ خال کی رات کو سقراطی پر حملہ کیا گیا۔ جنگ رات بھر ہوئی رہی۔ سٹیجین استعمال کی گئیں تھیں۔ ۲۲ - کی صبح کو ترکوں نے مخالفانہ حملہ کیا اور وہ پسپا کر دیے گئے۔ سقراطی کا سقوط قریب ہے۔ پھر اسی دن دوسرا قار آیا کہ سقراطی ساقط ہو گیا۔ سقراط سقراطی کی خبر نے بقول ریوٹر حلفاء کے دارالسلطنتوں میں وحشی ترین مظاہرہ مسرت کو حرمت دی۔ شہروں کو آراستہ

اگر یہ بھی نہیں تو پھر تیسری صورت کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ یہ امر قطعی ہے کہ اس بارے میں وہ برابر کے شریک مجلس ر مشورہ تھے، اور جو رابے مولانا شبلی کی تھی، وہی انکی تھی۔ اور جو کارروائی انہوں نے پسند کی، اسی کو مولانا شبلی نے بھی پسند کیا۔ اور یہ کوئی تقلیدی کارروائی، یا بعض تعمیل حکم، یا عالم جبر و اکراہ کا تقیہ نہ تھا، بلکہ انکا اصلی مقصد، اور انکے ایمان و ضمیر کا فیصلہ، اور وہ بہر حال ایسی حالت میں ایسی ہی کارروائی کرتے، جیسی کہ انہوں نے کی۔ اور اس طرح کے پر آمایش معاملات میں انکی رائے کا سدرة المنتہی یہیں تک ہے۔

(۳)

تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر واقعی یہ تمام کارروائی صرف مولانا شبلی ہی نے کی، اور اور لوگوں کو بجبر اسمیں شریک کیا، اور حسب بیان مضامین مطبوعہ، صرف ایک ہی اس تمام کارروائی کے ذمہ دار ہیں، تو ایسی صورت میں انکی نسبت کیا رائے قائم کی جائے؟ اسکا جواب دیجئے کہ میں اور پھر دیتا ہوں کہ اس صورت میں انکو جس قدر الزام دیا جائے صحیح ہے، اور وہ یقیناً اس کے مستحق ہیں۔ لیکن گذشتہ سطور سے ناظرین کرام پر راضی ہو گیا ہوگا کہ جس قدر مواد اس معاملے میں پبلک کے سامنے لایا گیا ہے، وہ انکی تنہا ذمہ داری کے لیے کافی نہیں۔ راقعات صاف شہادت دے رہے ہیں کہ پانچ ممبروں میں سے ہر شخص شریک کار اور مساریفہ رکن مشورہ تھا، اور اب ندرۃ العلما کے تمام ارکان انتظامیہ باستثنائے بعض اس کارروائی کو پسند کرتے اور اس سے متفق ہیں۔ اور انشاء اللہ جو آؤ کوائف آگے چلکر پیش کرنے والا ہوں، اس سے یہ امر زیادہ واضح ہر جائیگا۔ ایسی حالت میں جس وقت تک نئی شہادتیں آؤ ہم نہیں، اس کے خلاف رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔

(۴)

چوتھا مبحث یہ ہے کہ اگر تمام اور لوگ شریک مساریفہ ثابت ہو جائیں تو پھر وہ کس سلوک کے مستحق ہیں؟ اسکا جواب ظاہر ہے۔

(۵)

اب بھی پانچویں بحث، یعنی یہ کہ کیا اور لوگوں کی شرکت کا ثابت ہو جانا، خود مولانا شبلی کو اس بارے میں بالکل بری الذمہ کر دیتا؟ اور کیا کوئی غلطی مراب ہو جاتی ہے، اگر اسکا کرنے والا ایک شخص نہیں بلکہ بہت سے ہوں؟

اس وقت تک مسلمانوں کی جو روش ان امور میں رہی ہے، ندرہ کی نسبت گورنمنٹ کی جو بدگمانیاں عرصے تک قائم رہی ہیں، اسکی زندگی جس طرح گورنمنٹ کی فیاضی اور اس کے عطیہ پر ہے، اور جس درجہ گورنمنٹ کی کوی نئی بدگمانی اس کے لیے ضرر ہو سکتی ہے، نیز ندرہ کے مقاصد جس طرح محدود، اور وہ شک محض تعلیمی جماعت ہے، یہ، اور اس طرح کے تمام امور، اسمیں کوئی شک نہیں کہ اس طریق عمل میں مولانا شبلی، مولانا عبد الباقی، مولانا عبد الحی، منشی احنشام علی، اور مسٹر ظہور احمد کی متفقہ کارروائی کیلئے ایک وجہ عذر و مجبوری ضرور ہیں۔ اور اسی طرح خاص مولانا شبلی کیلئے بھی، جو ندرہ کی از سر نو زندگی کے اور اسے کام کے چلنے کا باعث ہے، اور گورنمنٹ کی بدگمانی اور دور درازیا، لیکن تاہم یہ عذر اور مجبوری عام طور پر آجکل کے کم کرنے والوں کیلئے ہر تو ہو، لیکن میرے عقیدے میں ہر کوئی مجبوری



اس آخری جماعت نے مولانا شبلی کے واقعہ کو ایک آزمائش قرار دیا ہے اور اس کے پیچھے اپنی قدیمی غلامی کی تعلیم کو لیے کھڑی ہے تاکہ ذرا بھی اس شور و غوغا سے قوم کی رائے اور استقامت میں تزلزل پیدا ہونے دیکھے تو فوراً اس کا طوق پھر دس سال کے بعد قوم کی گود میں ڈال دے پھر ایسی حالت میں میرے لیے حسن ظن قائم کرنے کا کوئی موقعہ نہیں اور قوم کی آزادی و استقامت اور قوت تیز و انداز ایک کیلئے سخت آزمائش درپیش۔

قوم کو چاہیے کہ خدا کیلئے اس فریب سے اپنے آپ کو بچائے۔ نہ کہ جس دلدل سے خدا خدا کر کے اسے قدم نکلے ہیں اس فاک ترین دور مصیبت اسلامی میں (کہ اسلام اپنے ہر عزیزان سے استقامت کا طلبکار ہے) پھر اسی دلدل میں گرفتار ہو جائے اور چند اشخاص کی وجہ سے اصل اصول ہی کو ہاتھ سے دے دے !!

میں نے لکھنؤ کی فائنڈیشن کمیٹی کے اجلاس میں کہا تھا کہ تم نہ جناب راجہ صاحب محمود آباد کو دیکھو، نہ میجر صاحب کو، اور نہ کامیونڈ اور الہلال کو، بلکہ صرف اصول اور راستی پر نظر رکھو۔ اسی پر اعتماد کرو اور اسی کا ساتھ دو۔ آج میں پھر اسی آواز کو دھراتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اشخاص کی بحث سے متاثر و متعرب نہ ہو۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر خود الہلال، جو دس ماہ سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی دعوت دے رہا ہے، اگر استیلا، ہوا نفسانی سے گھوڑ کر کہا کر راہ ارتداد اختیار کر لے، اور صداقت و حریت کی جگہ غلامی و باطل پرستی کے طرف بلا دے، تو کیا پھر تم الہلال کے گرنے سے خود بھی گرجاؤ گے؟ فالعذر، العذر، العذر، ایہا المسلمون الغافلون! ولا تكونوا كالذين تفرقوا من بعد ما جاءهم البينات، اولئك هم الخاسرون !!

مولانا کے اس معاملہ کو جس صورت میں ظاہر کیا گیا ہے، حالات شہادت دے رہے ہیں کہ وہ اصلیت سے یقیناً مختلف ہے اور اس وقت تک مختلف سمجھا جائیگا، جب تک کہ دیگر شواہد اسے مستور چہروں سے برقعہ ہٹا کر باہر نہ آئیں گے، لیکن (جیسا کہ میر آگے چل کر بحث دفعہ ۵ میں بالتفصیل لکھوں گا) اس میں کوئی شک نہیں کہ دیگر اشخاص کی شرکت مسابوہ ثابت ہونے کے بعد بھی میرے عقیدے میں مولانا سے غلطی ہوئی۔ غلطی ہوئی، اور افسوس کہ غیر متوقع غلطی ہوئی۔ لیکن میں تو یہاں تمام بیان کرد صورت واقعہ کو تسلیم کر کے کہتا ہوں کہ اگر ایسا بھی ہو تو اس سے کیا ہوتا ہے؟ ایک شخص یا جماعت کی لغزش قوم کو اس کی صراط مستقیم سے کیوں ہٹا دے؟

\*\*\*

اور اگر پہلی صورت نہیں بلکہ دوسری صورت ہے۔ تو ہر ایک مرتبہ چاہتے ہیں کہ ان بزرگانِ ملت کے روع مبارک کی زیارت کر لیں، جو اپنے چہرے پر غارِ نفاق کی ایک غلیظ تہ جماتے ہوئے نہیں شرماتے، اور ایک طرف تو آج غلغلہ اس پرستی کا ساتھ دے رہے ہیں، اور دوسری طرف کفر پرستانہ تجاویز و احکام کی تدوین و نفاذ میں بھی شریک کار و رکن مجلس رہ چکے ہیں! یہ کیسی عجیب بات ہے کہ جو لوگ موری عبد الکرم کے جرم کی تشخیص کرنے، اور ان کے لیے فیصلہ سنانے کے لیے فل بینچ پر بیٹھے تھے، وہ ایک طرف مجرم کو سزا دیکھتے ہیں، اور دوسری طرف آج مجرم کی حمایت و فریاد رسی دیکھتے ہیں! کیا چاہتے ہیں؟ اس سے بھی عجیب تر یہ کہ جن ججوں نے سزا کا حکم سنایا ہے، وہی آج مجرم کے وکیل بھی بن بیٹھے ہیں؟ ان ہذا لشیء عجیب !!

[۴۰ ب]

پس ان لوگوں کو نہ تو آزادی کی اتنی بڑی ہے کہ اس کے لیے آسمان کو سر پر اٹھائیں، نہ مسئلہ جہاد کے شرف کی، بلکہ جہاد کا لفظ تو ان کے لیے ایک عسریہ خواہوار ہے، جس کی ایک جھلک دیکھتے ہی انکو لرزہ شدید کا بخار چڑھ جاتا ہے، اور اس لفظ کے توحش لی وجہ سے آج جس قدر مشکلیں پیدا ہوتی ہیں، وہ سب کی سب اسی جماعت کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ البتہ چونکہ آزادی اور صداقت کی نئی تحریک سے اندر ایک کڑے غم گھٹ پڑا تھا، اور اس کی ترقی کو روکنے کیلئے راتوں کو بستروں پر عالم اضطراب میں لوٹتے، اور دن کو فکر و تدابیر و تجاویز سے اپنے دماغوں کو تھکا دے تھے، اس لیے یہ معاملہ ان کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ ہو گیا، اور اسکو انہوں نے قوم کے ارتجاع و تقہر کیلئے ایک الہ کار بنا لیا۔

ایسی حالت میں، میں قوم کو (جو اپنے نئے دور آزادی میں ابھی بالکل نو آموز اور سادہ لوح ہے) اس خطرہ عظیم سے باخبر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں، جو اس کی راہ میں سنگ گراں بن کر حائل ہو جا سکتا ہے۔ میں نے (یونیورسٹی فیلو ٹیوشن) کے معاملے میں آواز بلند کی تھی، مگر لوگوں نے انعام کیا، اور پھر بالا خر جب آنکھیں کھلیں تو اصلیت منکشف ہوئی۔ آج میں پھر ازسرتا پا صدائے یقین و حقیقت بن کر آواز بلند کرتا ہوں کہ یہ ایک سخت فتنہ فساد، اور فریب ضلالت ہے، جو قوم کو دیا جا رہا ہے، اور اس سے مقصد صرف یہ ہے، کہ ایک شخص کو

قوم کی نظروں سے گواہ کر، اس کے ذریعہ اصل تحریک کو بھی نظروں سے گواہ دیا جائے: اولئك حزب الشيطان، الا ان حزب الشيطان هم الخاسرون (۵۹: ۲۰)

قوم کو یہ رکھنا چاہیے کہ کوئی صداقت اور راستی اس لیے صداقت نہیں ہے کہ زید اسکا داعی ہے، یا عمر نے اسکا ساتھ دیا ہے، بلکہ سچ صرف اسی لیے سچ ہے، کہ وہ سچ ہے، اور اگر تمام دنیا اس سے منہ موڑ لے، جب بھی اس کی صداقت میں بال برابر فرق نہیں آسکتا۔

پس اگر واقعہ کی وہ صورت بالکل تسلیم کر بھی لی جائے، اور یہ ثابت و متحقق ہو جائے کہ سخت سے سخت الزامی بیان جو اس بارے میں شائع ہوئے ہیں، وہ بھی حرف حرف صحیح ہیں، جب بھی اس معاملے کا جو کچھ اثر پوسکتا ہے، صرف مولانا شبلی پر، نہ کہ اس صداقت پر، جس کی انہوں نے صدا بلند کی بھی نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ایک انسانی رجوع کی کیا ہستی ہے؟ اگر تدریس انسانوں سے بھی اس راہ میں لغزش ہو جائے، تو بھی اس کی صداقت کی عزت پر کوئی ہتھ لگ نہیں سکتا۔ اے بے خبرو! راستی کبھی بھی اشخاص کی پابند نہیں رہی ہے، اور نہ اشخاص کی بحث سے اس کی حقیقت متاثر ہو سکتی ہے، و لنعم ما قیل:

گر من آنودہ دامنم چہ عجب

ہمہ عالم گواہ عصمت ارست

اگر یہ لوگ واقعی اپنے بیان میں سچے تھے، اور محض اصول کی خاطر میدان میں آئے تھے، تو انکو چاہیے تھا کہ اپنی بحث پر صرف اصل معاملہ، اور مولانا شبلی اور دیگر شرکاء کا نکتہ محدود رہتے، اور جس سختی و تشدد سے چاہتے، اس پر بحث دے۔ ایسی حالت میں وہ مستحق تھے کہ ان کی عزت کی جاتی، اور قوم ان کی آزاد خیالی اور اصول پسندی کا اعتراف کر کے شکر گذار ہوتی۔ لیکن جب ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ

قیمتی خزانے اُس نے پوشیدہ جمع کر رکھے ہیں۔ اسکی بہن (دین) نے جب یہ حالت دیکھی تو مجبوراً (سور) سے نکل گئی، اور جسقدر ذخائر طلا و چوہر لپکا سکتی تھی، اپنے ساتھ لے لیا۔ ملک میں ایک خاص گروہ اس کے زیر اثر تھا، اُس نے بھی ساتھ دیا، اور اس طرح ایک بڑی جماعت لیکر وہ (افریقہ) کے سواحل کا دورہ کرتی ہوئی اُس حصے میں پہنچی، جو جزائر مقلیہ (سلسلی) کے بالکل مقابل واقع ہے۔

یہ جگہ اُسے بہت پسند آئی۔ اُس نے زمین کا ایک وسیع ٹکڑا قیمت دیکر خرید لیا۔ وہاں ایک نئے شہر کی بنیاد ڈالی، اور اپنے ساتھیوں کے علاوہ، اور لوگوں کو بھی صیدا اور سور سے بلا کر وہاں آباد کرانا شروع کیا۔ سنہ ۸۴۰ء - قبل مسیح میں اسکی تعمیر جب اتمام کو پہنچی تو (کار تہیج) یعنی نئے شہر کے نام سے مشہور ہوا۔ اسی کا معرب (قرطاجنہ) یا (قرطاجہ) ہے، جو عربوں کی زبانوں پر آکر متغیر ہو گیا ہے۔

قبل از معاصرہ

تاریخ اجمالی

لیکن کچھ دنوں کے بعد جب قرطاجنہ کی شہرت پھیلی تو بادشاہ (گیریس) نے جو افریقہ کے بعض ساحلی خطوں پر قابض تھا، اس پر قبضہ کر لیا، اور دیدون کو مجبور کیا کہ اس کے ساتھ عقد کر لے۔ دیدون نے عقد تو کر لیا، لیکن اپنے بچے شہر کے سرگ میں قائم رہنے کا جر عہد کر چکی تھی، اُسے نہ توڑا، اور عقد کے بعد جب (گیریس) نے اسکی خواہگاہ میں آنا چاہا اور مصر ہوا، تو اُس نے اپنے کپڑوں میں آگ لگا دی۔ چند گھنٹوں کے بعد خاکستر کا ایک ڈھیر تھی!

دیدون کے بعد ایک ملکی حکومت وہاں قائم ہو گئی۔ سندھ کا کنارا ابتدا سے انسانی آبادیوں کیلئے ایک بہترین ذریعہ ترقی تمدن، اور موثر ترین معرک تجارت و تبادل اشیا و مصالح رہا ہے۔ خوش قسمتی سے نئی آبادی کر سب سے بڑا وسیع ساحلی مرقعہ ملا تھا، اسلئے تھوڑے ہی عرصے میں اس کے تاجر اکثاف عالم میں پھیل گئے، اور مدنی اور صناعی ترقیات نے ملک کو سرسبز اور مقبول کر دیا۔

وہ اپنے ابتدائی دور ہی میں بحر ایض متوسط کا ایک سب سے بڑا تجارتی بندرگاہ اور بحری ایستگاہ مراکب (۱) تسلیم کیا جاتا تھا۔

رفتہ رفتہ قرطاجنہ نے ایک بہت بڑی جمہوری دولت کی صورت اختیار کر لی۔ افریقہ کے تمام ساحلی مقامات اور جزائر اس کے زیر حکومت آ گئے۔ سواحل مراکش، تیونس، الجزائر، اور موجودہ زمانے کی تاریخ مدافعتہ حرب کا مشہور ترین خطہ، یعنی (طرابلس الغرب) یہ تمام افریقی شہر قرطاجنہ کے زیر فرمان تھے۔ بحر ایض کے اکثر جزیروں پر انہوں نے فوج کشیاں کیں اور بحری قراءے جنگ کے ساتھ حملہ کیا۔ مالٹا اور سارا ڈینیڈا پر انکی فتح یابی کے واقعات طویل طویل ہیں۔

رومیوں سے جنگ کا آغاز

جزیرہ مقلیہ (سلسلی)

جزیرہ مقلیہ (سلسلی) اُس وقت رومانی دولت عظیمہ کے

(۱) موجودہ فارسی میں ”اسٹیشن“ کو ”ایسٹاک“ کہتے ہیں۔ یہ شاہ نامرالدین کی ترکیب ہے مگر عام طور پر رائج ہو گئی ہے۔ مراکب یعنی جہاز، پس جہازوں کے بحری قیام گاہ وقت کیلئے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ ترکیب اچھی ہو گئی۔ اردو میں اس کے لیے کوی خاص لفظ نہیں ہے۔

# المجلد

۲۲ - جادی الاولیٰ ۱۳۲۱ ہجری

(بہ ذیل مقالات)

## صفحة من تاريخ الحرب

مدافعة محصورین

بہ تذکرہ معاصرہ اردنہ

(۲)

## محاصرة قرطاجنة

قرطاجنہ کی مختصر تاریخ

حضرت مسیح کے ظہور سے ۲۴ - سریرس پیشتر شام کے سواحل غربی پر ایک نئی ایشیائی سلطنت کی بنیاد پڑی تھی، جو بحر ایض اور جبل لبنان کے درمیانی شاداب اور خوش منظر حصے پر واقع تھی۔

کنعانی نسل کی ایک جماعت نے اس زمین کو اپنا مقر مملکت بنایا تھا۔ وہ تاریخ میں (فینیقیہ) کے نام سے مشہور ہیں۔ فینیقیوں نے تھوڑے ہی دنوں کے اندر سندھ کے قرب سے کامل نائدہ اٹھانا شروع کر دیا۔ انہوں نے بحری جنگ کی قوت پر سب سے زیادہ توجہ کی۔ کشتیاں، اور بڑے بڑے باد بانی جہاز بنائے، اور بحر ایض و احمر اور بالک و محیط (انٹلائک) کے بڑے بڑے ساحلوں اور جزیروں میں اپنی نو آبادیاں قائم کر کے، صنعت و تجارت، تمدن و علوم قدیمہ میں اس درجہ ترقی کی، کہ رومۃ الکبریٰ کی حکومت عظیمہ کو ان کے عظمت و اقتدار کا اعتراف کرنا پڑا۔

غالباً قدیمی متمدن قوموں میں صرف فینیقی ہی ایک ایسی قوم گذری ہے، جو مثل آجکل کی متمدن قوموں کے، جنگ و حکمرانی ہی کے ذریعہ نہیں، بلکہ تجارت و استعمار (۱) کی قوت سے ایک بہت بڑی مملکت کی مالک ہو گئی تھی۔

انکا دار الحکومت (صیدا) تھا، جو آج بھی ولایت شام کا ایک بارونق شہر ہے۔

سنہ ۸۳۰ - قبل مسیح میں (سور) کے بادشاہ نے طمع مال سے اپنے بہنوئی کو قتل کر دیا، کیونکہ اسکی نسبت مشہور تھا کہ چند

(۱) نو آبادیوں کو غربی میں۔ استعمارات کہتے ہیں اور نئے مقاموں پر آباد ہونے کو استعمار۔ اس لفظ کو اردو میں رائج ہونا چاہیے۔ نو آبادی بڑھ کر مرکب ہونے کے جمع و اضافت اور ترکیب کی حالت میں نہایت ناموزوں ہو جاتا ہے۔ میں اکثر اخباروں میں دیکھتا ہوں کہ لوگ ”نو آبادیہا“ لکھا کرتے ہیں۔ یہ ذوق سلیم سے کس قدر بعید ہے!

معاهده اور دولت عثمانیہ معاہدہ کر ۶ - ماہ ہو گئے تھے سقوطیہ کرلی ایسی جگہ نہ تھی جہاں سال در سال تک کے لیے سامان رسد جمع رکھا جاتا، پس اگر معاہدہ اور طول کھینچتا تو سقوطیہ یقیناً ساقط ہو جاتا، خواہ عدسے خارجی کے حملے سے جیسا کہ اندر نہ میں ہوا، یا عدسے داخلی (اندازی غذا) کے حملے سے جیسا کہ پلونا میں ہوا، اور بالفرض اگر ساقط نہ ہوتا تو بھی دول البانیہ کو دلوادیتیں - بہر حال اب سقوطیہ دولت عثمانیہ کے قبضے میں نہیں رہ سکتا تھا اس لیے اس معاہدہ سے دولت عثمانیہ کو نقصان کے بدلے ایک گونہ فائدہ ہی ہوا، یعنی فرج، اسلحہ، اور رسد گرفتاری سے بچ گئی۔

بلغراد کے قاز سے معلوم ہوتا ہے کہ شرکاء سازش اسد پاشا اور جبل اسود ہیں، رائٹا کے اخبار اس پر رس کا اضافہ کرتے ہیں۔ یاد ہوگا کہ جب استقلال البانیا کا اعلان کیا تھا، تو اس وقت ظاہر کیا گیا تھا کہ اس کا بادشاہ عیسائی ہوگا۔ بلکہ بعضوں نے تو یہاں تک لکھا تھا کہ پروسٹنٹ ہوگا۔ یوں تو خود استقلال ہی عیسائی حکومت کی پر فریب تعبیر تھی مگر ایک عیسائی کے بادشاہ ہونے کے بعد تو البانیا خالص عیسائی حکومت ہو جاتا۔ ممکن ہے کہ ان واقعات کو پیش نظر رکھتے دولت عثمانیہ بھی اس سازش میں شریک ہو، بلکہ عجب نہیں کہ دولت عثمانیہ کی ترغیب یا اجازت سے اسد پاشا نے یہ معاہدہ کیا ہو۔

تخلیہ سقوطیہ خبر سقوطیہ رائٹا، برلن، اور روما میں عالمگیر بیچینی پیدا کر دی۔ آسٹریا نے دول کے نام ایک سرکار شائع کیا جس میں درخواست کی کہ دول اپنے فوجی رعب کو برقرار رکھنے کی کوشش کریں۔ آسٹریا نے یہ بھی تجویز کیا کہ ایٹلی وزیر، سین، جیوانی اور قومی میڈرا کا بین القومی معاہدہ کر لیا جائے۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے تو تنہا آسٹریا معاہدہ کر لگی۔

۲۷ کو۔ رائٹا کے قاز میں بیان کیا گیا کہ اگر دول متعدد کارروائی کرنے میں ناکام ہوئیں تو آسٹریا تنہا کارروائی شروع کر دیتی کارنت وان برچٹولڈ اور جنرل وان ہوائٹزندارف وزیر جنگ دو گھنٹہ تک شاہنشاہ آسٹریا سے گفتگو کرتے رہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جرمنی نے آسٹریا کی مدد کا وعدہ کیا ہے۔

۲۸ - کوریوٹر نے اطلاع دی کہ دول نے جبل اسود کو متفقہ یادداشت بھیجی ہے، جس میں اعلان کیا گیا ہے کہ جس قدر کم مہلت میں ممکن ہو فوراً سقوطیہ خالی کر دیا جائے اور بین القومی بیڑے کے قائد کو حوالہ کر دیا جائے۔ فوری جواب مانگا گیا ہے۔ اس یادداشت کے جواب میں جبل اسود نے قانونی طور پر یہ اعتراف کیا ہے کہ یہ فرمایش غیر منصفانہ اور ظالمانہ ہے۔

کیا عملی طور پر جبل اسود نے یادداشت کو منظور کر لیا ہے؟ اس کا جواب بھی قطعی طور پر نہیں دیا جاسکتا، مگر رائٹا سے سرکاری طور پر اطلاع دی گئی ہے کہ شہزادہ ڈانیلو اور جبل اسود کی فرج سقوطیہ سے شمال کی طرف روانہ ہو رہی ہے۔ اب سقوطیہ میں کل فرج، صرف پناہ دہن کی پانچ بتالین ہیں۔

کیا گیا، کثرت سے شراب پی گئی، ساز کے نغموں پر ناچے، شراب کی اس قدر کثرت تھی کہ گلی کوچوں میں بھی پھرتی تھی۔ ارباب اتحاد انقلابی میں بھی غیر معمولی جوش پھیل گیا۔ ریوٹر کا بیان ہے کہ سقوطیہ میں جبل اسود کی فوج نے ۱۲۰ - عثمانی تریپس گرفتار کیں۔ شاہ نکولاس نے فرج کو رائفلیں رکھنے کا حکم نہیں دیا کیونکہ اسمیں وفادار (!) البانی بھی تھے۔

شاہ نکولاس مکان کے برآمدے پر آیا اور مبعوثین حلفاء سے بغلگیر ہوا۔ کل شہزادہ ڈانیلو سنجی پہنچ گیا اور ایک پر خورش جوش کے ساتھ شاہ کو سقوطیہ کی کنجی دی۔ پھر جاسوس ترتیب دیا گیا جو گرجا گیا اور راستہ میں لوگوں نے پھل پھینکے۔

سنجی کے تار اسباب سقوطیہ باب میں خاموش اسباب سقوطیہ تھے مگر اسلوب بیان ایسا اختیار کیا گیا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ سقوطیہ کو جبل اسود کے حملہ نے ساقط کیا۔ ۲۹ - کورسٹنٹین سے سرکاری طور پر سقوطیہ کی اطلاع دی گئی، اس اطلاع میں وجہ سقوط غذا کی نادرہ بیان کی گئی۔ یہ اطلاع ان فقروں پر ختم ہوئی تھی: ”فوجوں نے اپنے اسلحہ، تریپس، اور رسد، اپنے ہی پاس رکھے، اور انکوسین جیوانی سے جہاز پر سوار ہونے کی اجازت دیدی گئی“۔ یہ فقرے خاش انگیز تھے۔

معاف فرج نے ایسی طریق اور مردانہ وار مدافعت کی تھی، جس سے جبل اسود کے تمام سرچشمہ ہالے قوت خشک ہو گئے تھے اور مجبوراً سرور سے مدد لینے پڑی تھی، پس یہ سمجھہ میں نہیں آتا تھا کہ ایسا عدسے اندر جب قابو میں آجائے، تو اسکو یوں چھوڑ دیا جائے، اور پھر اطف یہ کہ مع ذخائر اسلحہ! سنجی کے قاز میں صرف اسلحہ کے نہ لیے جانے کا ذکر تھا۔ رسد کا ذکر نہ تھا۔ اسلحہ نہ لیے جانے کی وجہ بیان کی گئی تھی، وہ یہ تھی کہ فرج میں وفادار البانی بھی تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ وجہ طفل فریبی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ البانیوں کی وفاداری تو اسی سے ظاہر ہے کہ وہ کفار (ترکوں) کی طرف سے جبل اسود کا مقابلہ کر رہے تھے۔ اور اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ البانی وفادار تھے، تو کیا چند وفاداروں کے طفیل میں ان تمام کفار کو مع اسلحہ جانے کی اجازت دیدی گئی، جن سے یورپ کو پاک کرنے کے لیے اعلان جنگ کیا گیا تھا؟ اصل یہ ہے کہ سقوطیہ کا باعث حملہ نہیں، بلکہ ایک سازش تھی، جس کی اطلاع ۲۸ - کوریوٹر نے دی ہے۔ ریوٹر کا بیان ہے کہ حملہ اور تسلیم، دونوں طے شدہ تھے۔ بلغراد سے اس مضمون کا ایک قلابی ٹیلیگراف کو بھی موصول ہوا ہے کہ اسد پاشا اور جبل اسود میں ایک معاہدہ ہو گیا ہے، جس کی رو سے موخر الذکر کے پاس طرابلس اور بویانہ رہیگا، اور سقوطیہ البانیہ میں شامل ہو جائیگا۔ رائٹا کے اخبار لکھ رہے ہیں کہ اسد پاشا کی حرکت کے پیچھے ایک روسی سازش ہے!

وجہ معاہدہ اسد پاشا ایک البانی سردار اور ایک دولت مند خاندان کا رکن ہے۔ تیرانا میں پیدا ہوا۔ اسکا باب سلطان عبد الحمید کا یار تھا۔ خود اسد پاشا عہد حمیدی میں جندرمہ (مساح پولیس) کا افسر ہوا۔ اس کے بعد یانیا کا کرنل بنادیا گیا۔ پھر عہد دستور میں بھی مبعوث منتخب ہوا۔ چھ ماہ تک وہ مدافعت سقوطیہ میں شریک رہا اور اب اس نے اپنے شاہ البانیہ ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ پس اب وجہ معاہدہ ظاہر ہے۔





ہیں، اپنی قوت و طاقت پر اعتماد کر لیتے ہیں، جوش و مستعدی کی جگہ قناعت اور عطالت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر محنت و جاں فشانی کی جگہ عیش و نشاط اور فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ حالت زوال کا پیش خیمہ ہوتی ہے، مگر پھر بھی قدرت الہی تذبذب و اعتبار کی فرصتیں دیتی ہے، اور بیداری کی صدا اٹھ بلند ہونے لگتی ہیں۔ خوش بخت قومیں اس سے عبرت پکڑنے سنبھل جاتی ہیں، پر بد بختوں کیلئے تباہی و ہلاکت کے سوا کچھ نہیں ہوتا:

و اذا اردنا ان نهلك  
قرية امرنا  
متر فيها  
فسقوا فيها  
فحق عليها  
القول فدمرناها  
تدميرا  
(۱۷: ۱۷)

اور جب ہم کو کسی آبادی کا ہلاک کرنا مقصود ہوتا ہے تو ہم اسے خوش حال لوگوں کو اپنا حکم بھیجتے ہیں، پر وہ نہیں مانتے اور نافرمانیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جب ایسا ہوتا ہے تو پھر ان پر ہماری حجت تمام ہو جاتی ہے، وہ عذاب الہی کے مستحق ہو جاتے ہیں اور ہم اس آبادی کو بربادوں سے ہلاک کر دیتے ہیں!

یہی حال اہل قرطاجنہ کا ہوا۔ اپنی فتح یابیوں پر مغرور ہو کر عیش و عطالت میں قرب گئے، ادھر شکستوں اور بربادیوں نے رومیوں کی آنکھیں کھول دیں۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ سب کچھ نتیجہ دشمن کی متعدد قوت اور ہماری نا اتفاقی اور بے خبری کا ہے، اور اگر اسی وقت اسکا علاج نہ ہوا تو عجب نہیں کہ دشمن کا دوسرا محاصرہ دار الحکومت کی دیواروں کو منہم کزدے، پس وہ عین اُس وقت، جبکہ انکی نا کامیوں نے کامیاب قرطاجیوں کو مغرور و بے پروا بنا دیا تھا، اپنی نا کامیوں سے متنبہ ہو گئے، اور انسانوں کی کامیابی و ناکامی کی تاریخ میں اکثر ایسا ہوا ہے کہ کامیابوں کو کامیابی نے نادم بنایا ہے، اور ناکاموں کو انکی نا کامی نے کامیاب کر دیا ہے!

رومیوں نے اپنے قویٰ کو مجتمع کیا، اور تمام باہمی شقاق و نزاع بھلا کر، دشمن سے انتقام لینے کیلئے مستعد ہو گئے۔ اب (ہنے بال) کی عظمت کے آفتاب کو گہن لگنا شروع ہو گیا تھا، اسی فوج کی ہمت اور مستعدی کی خوارات افسردہ ہو گئی تھی۔ رومیوں کی فوج ہر طرف سے نکل نکل کر بڑھتی، اور پیہم شکستیں دیکر اپنی چھٹی ہولی زمینیوں واپس لے لیتی۔ یہاں تک کہ تمام یورپیوں اور افریقی علاقوں پر اسکا قبضہ ہو گیا، اور (ہنے بال) کو مجبور ہو کر فرار کرنا پڑا۔

(ہنے بال) اپنی جماعت کی طرف سے مایوس ہو گیا تھا۔ اب اُس نے کوشش کی کہ رومیوں کی بعض دوسری مخالف طاقتوں سے ملکر مدد لے، اور پھر اپنی کھڑی ہوئی کامیابی کر دھونڈے، مگر سمیں بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ جب اس نے دیکھا کہ رومی ہر طرف کامیاب ہو گئے ہیں، اسکی تمام محنت رائگاں جا چکی ہے، اور اسکی قوم پھر اسی غلامی میں مبتلا، اور ذلت و نامرادی سے دوچار ہے، تو اسکی امید نے بھی جواب دیدیا، اور ملیس و متالم ہو کر بالآخر خود کشی کر لی!!

شاید کسی قوم، اور کسی فرد نے اس تفرافی و ثبات، اور شجاعت و بسالت کے ساتھ اپنے ملک و قوم کی مدافعت نہ کی ہوگی، جیسی اعصار سالفہ کے اس عظیم الشان نامور (ہنے بال) کی فضا حریفہ سے ظہور میں آئی!

رومیوں کی خصوصیت نہیں، سچ یہ ہے کہ اہل قرطاجنہ کی تاریخ دفاع تمام تاریخ حرب عالم میں اپنی موثر خصوصیات کے لحاظ سے ممتاز ہے!

### رومی ہزیمت

(ہنے بال) کے تفصیلی حالات کا یہ موقع نہیں۔ اُس نے اپنے ملک کو رومیوں کی غلامی سے نجات دلانی چاہی، اور اہل قرطاجنہ کی قومی و وطنی زندگی کی افسردہ آگ کو مشتعل کر دیا۔ رومی اپنی حکومت و عظمت کے گہمزد میں مغرور تھے، اور اپنے اختلافات و نزاعات میں بے خبر پڑے تھے کہ قرطاجنہ سے ایک جرار لشکر (ہنے بال) کی ریاست میں نکلا، اور فتح و نصرت کے ایک سیلاب کی طرح چاروں طرف پھیل گیا۔ رومیوں نے بڑی بڑی عظیم الشان فوجی قوتیں ہر طرف سے روانہ کیں، لیکن کوئی قوت اس سیلاب رواں کو روک نہ سکی۔ اہل قرطاجنہ شہروں کو فتح کرتے ہوئے یورپ کی سرحد کو عبور کر گئے، یہاں تک کہ کوہ ہائے الپ تک پہنچ گئے، اور اس عزم اور مستعدی کے ساتھ روم کا محاصرہ کر لیا کہ قریب تھا کہ اسکو فتح کر لیں!

یہ محاصرہ سنہ ۲۱۸ء قبل مسیح کا ایک عظیم الشان واقعہ سمجھا جاتا ہے۔ اُس کے دوسرے ہی سال (یعنی ۲۱۷ء قبل مسیح میں) رومیوں سے متعدد عظیم الشان معرکے ہوئے، اور ہر معرکے میں سخت برباد کن شکستیں دیں۔ علی الخصوص واقعہ میدان (کان) جسمیں سر ہزار رومی قرطاجیوں کے ہاتھ سے مقتول ہوئے، اور تمام روم عظیم میں اس شکست نے ایک تہلکہ مچا دیا۔ لوگ (ہنے بال) کے نام سے لرزتے تھے، اور سنے حملے کے تصور سے کانپ اُٹھتے تھے!

شکست بعد از فتح!

یہ ایک بہت بڑی مہلت تھی، جو قدرت الہی نے اہل قرطاجنہ کو دی تھی، تاکہ وہ غیروں کی غلامی سے اپنے تئیں آزاد کر لیں، اور وہ ہر قوم کو اپنی توفیق بخشی سے سنبھالنے اور زندہ رہنے کی ہمیشہ مہلت دیتی ہے، لیکن جیسا کہ تاریخ کا ہزار ہا سالہ تجربہ بتلاتا ہے، انہوں نے اس مہلت کی قدر نہ کی، اور (ہنے بال) کی کامیابیوں، اور عظیم الشان فتح یابیوں نے اہل قرطاجنہ کو مغرور کر دیا۔ وہ آخری فتح کے نشہ تہور کے متحمل نہ ہو سکے، اور اپنی طاقت اور دشمن کے ضعف کے یقین نے انکو بے پروا اور سرشار کر دیا۔

قوموں کے عروج و اقبال کا یہ دور ہمیشہ دنیا میں یکساں رہا ہے۔ اُن سان ہی نتائج اس سے پیدا ہوئے ہیں۔ مدتوں کی غفلت اور غصہ کے بعد جوش اور مستعدی کی روح پیدا ہوتی ہے، اور تہورے ہی عرصے کے اندر انکو زمین پر ممتاز بنا دیتی ہے۔ لیکن پھر کامیابی کا گندہ، فتح یابیوں کا غرور، اور عزت و شرافت کی بے فکری کے جوائیم مہلت اُن میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ وہ دشمنوں کو حقیر سمجھ لیتے



تاریخ قدیمہ حریفہ کا عظیم ترس بطل مدافع:  
قائد قرطاجنہ (ہنے بال) قبل  
سنہ ۲۰۰ء قبل مسیح

کر دیا ہے!

خود مختار تھے، لیکن پھر بھی قومی آزادی کے شرف کے آلودہ ہونے کیلئے غیروں کا اتنا تسلط بھی بہت تھا۔ ملکی شرف اور غیروں کا اقتدار ایک گھر میں جمع نہیں ہو سکتے۔ وہ محسوس کرتے تھے کہ ہمارے شرف و عزت کو بٹھ لگ چکا ہے، گو ہمارے پانوں میں بیڑوں نہیں ہیں۔

مگر افسوس کہ آج دنیا میں وہ قومیں بھی بستی ہیں، جن کے پاؤں میں غیروں کی غلامی کی درجہاں بیڑیاں پڑی ہیں، اور انکی اطاعت اور تعبد کی ذلت کا طوق گلے میں ہے، لیکن انکا حس منہی مر چکا ہے، اور قومی شرف و احترام کے جذبے سے محروم ہو گئی ہیں۔ پھر وہ اپنی حالت پر قانع ہیں، حالانکہ انکا خدا پسند نہیں رہا کہ وہ اُسکے بخشے ہوئے فطری حق عزت کو بھول کر غلامی کی ذلت پر قناعت کر لیں، کیونکہ اُس نے انسانوں کو صرف اپنی غلامی کیلئے بنایا ہے، انسانوں کی غلامی کیلئے نہیں:

ضرب اللہ فرض کرو کہ ایک غلام ہے  
مثلاً، جو خود اپنے دماغ اور  
عبداً مرضی کا مالک نہیں  
مملوکا بلکہ دوسروں کی ملک  
لا یقدر ہے، اور کسی بات کا اختیار  
علی نہیں رکھتا۔ اُس کے مقابلے  
شیء میں ایک دوسرا شخص  
رزقناہ ہے جو بالکل خود مختار  
منارزقا اور اپنا آپ مالک ہے اور  
حسناً فہم ہم نے اسکو طرح طرح  
ینفق کی نعمتیں بخش دی  
منہ سراً ہیں، جنکو وہ ظاہر  
وجہراً دل و رشیدہ جس طرح چاہتا  
یستوان ہے خرچ کرتا ہے، اور  
مثلاً؟ بتلاو کیا دونوں شخص  
الحمد اپنی حالت کے لحاظ سے  
للہ، بل برابر ہو سکتے ہیں؟ کبھی  
اکثر ہم نہیں، لیکن افسوس کہ  
لا یعلمون بہت سے لوگ ہیں جو  
(۷۷: ۱۶) اس فرق کو نہیں سمجھتے!!

اہل قرطاجنہ پر ایک قرن اسی حالت  
میں گذر گیا۔ وہ رومی تسلط  
سخت متغیر تھے، لیکن چہہ سر برس

کی مسلسل جنگ و قتال کے بعد اب ہمتیں پست ہو گئی تھیں، اور رومی قوت و جبروت کے مقابلے کی اپنے اندر طاقت نہیں پاتے تھے۔ تا آنکہ سنہ ۲۳۸ء۔ قبل مسیح میں عصر قدیم کے مشہور ترین قومی مدافع، اور تاریخ حرب کے بطل عظیم، یعنی (ہنے بال) کا قرطاجنہ میں ظہور ہوا۔

رومی حکومت اپنے زمانہ عروج میں عظمت و جبروت، ہیبت و اجلال، اور جبر و تسلط میں موجودہ دل عظمت فرنگ سے بالکل مشابہ تھی۔ اسکی نوآبادیاں دریائیں اور خشکیوں میں پھیل گئی تھیں، بڑی بڑی عظیم الشان قومیں اور تمدنوں پر اُس نے اندی محکومی و غلامی پر مجبور کر دیا تھا، اور پھر قتل و سلب، ظلم و عصیان، ہلاکت و تباہی کے سوا محکوموں کو اس سے اور چہہ نہیں ملتا تھا۔ لیکن انکے تمام دور حیات حکومت میں

ماتحت تھا۔ حکومت قرطاجنہ اپنی بحری فتوحات کی رو میں مغلیہ کی طرف بھی بڑھی، کیونکہ یہ قرطاجنہ سے قریب، اور ایک نہایت مفید تجارت اور خوش موسم جزیرہ تھا۔

اسی طامعانہ اقدام سے اہل قرطاجنہ اور رومی شاہنشاہی میں جنگ و قتال کی بنیاد پڑ گئی۔

اہل قرطاجنہ کے قراءے جنگ بحری تھے، اسلئے شہنشاہ روم نے ایک عظیم الشان اسطول (جنگی جہازوں کا بیڑہ) طیار کرایا، اور بحر ایض متوسط میں قرطاجنہ کے بیڑے کو شکست دیا، انکے چند جزیروں پر قبضہ بھی کر لیا۔

اسکے بعد روم سے ایک بڑی فوج قرطاجنہ کے طرف روانہ کی گئی، مگر اس مرتبہ رومیوں کو شکست ہوئی، اور رومی سپہ سالار قید کر لیا گیا۔ لیکن اسکے بعد ہی مکرر سہ کر نئی فوجی جمعیتیں بھیجی گئیں، اور سمندروں میں بھی کشت و خون جاری رہا۔

یہ زمانہ درۃ رومانی کی قوت و عظمت کا زمانہ تھا، اور اہل قرطاجنہ اسقدر فوج و سامان جنگ بھی نہیں رکھتے تھے، جسقدر رومۃ الکبریٰ، اور اسکی نوآبادیوں میں ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔ انہوں نے صدیوں تک رومیوں کے مقابلے میں عزم و ثبات سے جنگ جاری رکھی، لیکن بالآخر سنہ ۲۴۲ء۔ قبل مسیح میں انہیں شکست کے اعتراف کے ساتھ صلح کر لینی پڑی، اور اقرار کرنا پڑا کہ وہ ایک سالانہ رقم بطرز خراج کے ہمیشہ دولت رومانی کو ادا کرتے رہیں گے۔

جنرل ہنے بال

قائد قرطاجنہ و بطل مدافعہ

قومی شرف و عزت ایک نہایت نازک آئینہ ہے۔ وہ بہت جلد ٹوٹ جا سکتا ہے، اور ہوائے محکومیت کی ایک ذرا سی کڈت بھی اسپر دہبہ لگا دیتی ہے۔ جس قوم کی خود مختاری اور حریت کے شرف پر محکومی کا دہبہ لگ گیا، اور وہ آئے

نہ دھرسکی، تو پھر خواہ بظاہر اسکے ہاتھ پاؤں آزاد ہوں، اور اسکے خزانے زور و جواہر سے اپریز نظر آئیں، لیکن دنیا کی سر زمین پر اسکے لیے عزت نہیں ہے، کیونکہ اسکے شرف کا آئینہ ٹوٹ گیا۔

یہ ایک عزت انسانیہ کا سر عظیم ہے، جسکو دنیا کی وہ قومیں نہیں سمجھ سکتیں، جنہوں نے اپنا پرانا خراب عزت فراموش کر دیا ہے۔ اہل قرطاجنہ نے گورومی حکومت کی شاہنشاہی کا اپنے تئیں جزو نہیں قرار دیا تھا۔ انہوں نے ہر مرتبہ استقلال و استقامت سے مقابلہ کیا، صدیوں تک جانفروشی اور بے جاگری سے بحری و ارضی جنگ جاری رکھی، اور اگر شکستیں کھائیں، تو اپنے سے قریب تر دشمن کو بارہا شکستیں بھی دیں، تاہم بالاخر رومی حکومت کے اقتدار کا زہر خاج دیکر اعتراف کرنا پڑا۔ یہ گورومیوں کی غلامی اور محکومیت نہ تھی۔ وہ اپنی حکومت اور ملک میں پورے



مشہور مورخ اسرائیلی: یوسفوس

جو بیت المقدس کی آخری تباہی اور رومانی محاصرے کے وقت موجود تھا، اور جس نے اس محاصرے کی تفصیلی سرگذشت اپنی کتاب (تاریخ حرب الیہود) میں جمع کی ہے۔ (یہ تصورات مضمون کے گذشتہ نمبر کے متعلق ہے۔ محاصرہ بیت المقدس کے حالات کا قدیمی راوی یہی اسرائیلی مورخ ہے)

# مذہب علمیت

## قطب جنوبی

کپتان رابرٹ اسکات

(۳)

سلسلے کیلئے ملاحظہ فرمائیے (۱۲)

— \* —

اسکاٹ ۸ - آدمیوں کی جمعیت سے ۱۱ - اپریل کو ہٹ پوائنٹ سے ایونس کیمپ روانہ ہوا - ۲۵ - مارچ کی بریاری نے راستہ کو اس درجہ دشوار گزار کر دیا تھا کہ اس مختصر قافلہ کا منزلہ مقصود تک پہنچنا بظاہر ناممکن معلوم ہوتا تھا - مگر حالات کی یاس انگیری اور باب عزم کے عنان گیر نہیں ہوتی - سفر جاری رہا - راستہ میں بحر برف کے قریب ایک طوفان نے ایسا مگرہ بھی سفر کا رخ واپسی کی طرف نہ پھیر سکا اور تین دن کے پر تعب سفر کے بعد ۱۳ - کو قافلہ ایونس کیمپ پہنچ گیا - یاد ہوگا یہاں ایک منزلگاہ تھی اسکاٹ نے اس منزلگاہ کا معائنہ کیا، حالت اطمینان بخش تھی، پس ۱۷ - کو ہٹ پوائنٹ واپس آنے کے لیے روانہ ہو گیا -

۲ - نومبر تک یہیں قیام رہا - اس عرصہ میں کئی ٹولیاں مختلف مقاصد کے لیے روانہ کی گئیں جو کامیاب واپس آئیں - اسی عرصہ میں ہٹ پوائنٹ سے ۱۵ - میل تک ٹیلیفون لگایا گیا - ۲ - نومبر تک اسکاٹ کو روانہ ہرے ۱۱ - ماہ اور دو دن گذر چکے تھے - گراں مدت کا بیشتر حصہ وہ نوردی اور کارپردازی میں صرف ہوا مگر ان اعمال و اسفار کی غایت قصری کے نقطہ استعداد کا نفاذ تھا - چنانچہ اس عرصہ میں ہم کی فرد عمل کا خلاصہ گزراؤں اور منزلگاہوں کی تعمیر اور نشانہاں راہ کی طیاری ہے -

نقشہ استعداد کے تمام دفعات جب نافذ ہو چکے تو اسکاٹ نے اپنے غایہ قصری (قطب جنوبی) کی طرف روانگی کا ارادہ کیا - ۲ - نومبر سنہ ۱۱ - کو ہم ہٹ پوائنٹ سے روانہ ہوئے - ہم رات کو چلتی تھی اور دن کو آرام کرتی تھی - ہر چار میل کے فاصلہ پر ایک نشان راہ بناتی جاتی - عرض البلد کے ہر درجہ پر ہفتہ بھر کی رسد رکھیتی تھی - یہ اسلئے تھا کہ واپسی میں (جسکی ہم کو قریب تھی) راہ کی نا شناسی یا رسد کی کمی حال نہ ہو -

موسم خراب، آفتاب روپوش، ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی - نہ آسان نظر آتا تھا اور نہ زمین، ایسی حالت میں رفتار کی استقامت یا سرعت تو ایک طرف، اسکا تسلسل باقی رکھنا بھی مشکل تھا، تاہم یابو مستعدی کے ساتھ چلتے رہے، اور با ایں ہمہ عرائق اسکاٹ ۴ - دسمبر سنہ ۱۱ - کو مارنٹ ہوب (Mount-Hop) سے بارہ میل کے فاصلہ کے اندر (یعنی عرض البلد کے ۸۳ - درجے اور ۲۴ - دقیقے تک) پہنچا -

اسکے بعد آگے بڑھا - ایک شدید طوفان کی وجہ سے برف کی خوفناک مقدار جمع ہو گئی تھی - یہ برف نہایت نرم تھی - چلنے والوں کے پیر گھٹنوں تک دھس جاتے تھے - پیادہ پا چلنا تو ناممکن تھا - برفستانی گاڑیاں (Sledges) بھی نا کافی ثابت ہوئیں - البتہ برفستانی کھڑاں (Ski) نے بڑا کام دیا اور واقعہ یہ ہے کہ اگر یہ نہ ہوتیں تو چلنا نا ممکن تھا -

پانچ دن کے بعد سطح برف میں کسیقدر سختی پیدا ہوئی مگر نہ اسقدر کہ کھڑاں سے بے نیازی ہو جانی -

۴ - ۱۵ - دسمبر سنہ ۱۱ - تک رفتار کی شرح غیر تشفی بخش رہی، مگر اسکے بعد نہایت عمدہ ہو گئی - ۲۱ - دسمبر سنہ ۱۱ - کو اسکاٹ عرض البلد کے ۸۵ - درجے اور ۷ - دقیقے تک پہنچ گیا - ۳ - جنوری سنہ ۱۲ - کو اسکاٹ قطب سے صرف ۱۵ - میل کے فاصلے پر موجود تھا -

وہ اس سفر کا روزنامہ لکھتا جاتا تھا اور اعضاء ہم کے ہمدست قسط وار بھیجتا جاتا تھا -

آخری قسط یہیں سے بھیجی ہے - اسوقت ہم کے اعضاء حسب ذیل تھے -

(۱) اسکاٹ (۲) راسن (۳) اراٹیس (۴) باررس (۵) ایونس ہم کے ہمراہ ایک مہینہ کا سامان رسد تھا - مستقبل کے متعلق اسکاٹ اس قسط میں لکھتا ہے: ”کامیابی کی امید اچھی ہے بشرطیکہ موسم کی حالت ایسی ہی رہے اور غیر متربہ عرائق پیدا نہیں“ پھر آخر میں لکھتا ہے: ”تمام انتظام تشفی بخش طور پر انجام پا گیا ہے! اغاب یہ ہے کہ اب اس سال کوئی مزید اطلاع نہ مل سکے گی، کیونکہ واپسی میں ضرور تاخیر ہوگی“ -

۴ - جنوری سنہ ۲۱ - کو یہاں سے ہم آگے روانہ ہوئے - شرح رفتار ۱۲ - میل روزانہ تھی - ۱۷ - کو قطب پہنچی - ۱۷ - کو ترطاع ابر آلود تھا مگر ۱۸ - کو کھل گیا اور آندھ پوری طرح نظر آنے لگا - اسکاٹ کو مقیاس الار تفاع والمساحہ (Thaodlite) کی پیمائش سے معلوم ہوا کہ ہم اس وقت ۸۹ - درجے ۵۹ - دقیقے پر ہے - قطب ۹ درجے پر ہے اسلئے ابھی قطب سے کسیقدر فاصلے پر تھے مگر نہایت خفیف فاصلے پر - اسکاٹ نے پیشقدمی کا حکم دیا - برفستانی خود زر گاڑیاں (Slide motor) ہم کو نصف میل آگے لے گئیں - جب ہم پورے ۹۰ - درجے پر پہنچ گئی جو اصلی نقطہ قطب ہے تو اسکاٹ نے بڑھکے برفانی علم (یونین جیک) نصب کر دیا -

یہاں درجہ حرارت (ٹمپریچر) ۲۰ - درجے زیر صفر تھا - یہاں کی برف سد کی برف سے کسیقدر مختلف تھی - سد کی برف سخت تھی - اسمیں پڑتیں سی تھیں، اور پگھلنے کے بعد پانی کی معقول مقدار نکلتی تھی، مگر یہاں کی برف نرم تھی، اسمیں کوئی پرت نہ تھی، اور پگھلنے کے بعد پانی کی نہایت قلیل مقدار نکلتی تھی - شاہد مقصود سے ہم آغوش ہو کر ہم واپس ہوئے - واپسی میں ہرجہ الحرارة ۲۰ - سے ۳۰ - درجے زیر صفر تک رہا -

شرح رفتار کا اوسط ۱۸ - میل روزانہ تھا - جسمانی حالت کی بنا پر گرسب کو یقین تھا کہ مرثرات خارجیہ کی مقاومت سب سے زیادہ ایوانس کرسکیگا، مگر سرو اتفاق سے سب سے پہلے وہی مغلوب ہوا - سردی کی شدت خوفناک حد تک پہنچ گئی تھی، جسے ایوانس برداشت نہ کرسکا - اسکا دماغ مارف ہو گیا اور بالآخر ۱۷ فروری کو مر گیا - یہ صدمہ ان صدمات کا مقدمہ الجیش تھا جو اس کامیاب مگر کڑواہ بخت جماعت کو پیش آنے والے تھے - ایونس کے بعد اراٹیس پر سردی کا حملہ ہوا - ہاتھوں اور پیروں کو سردی لگ گئی - اسی حالت میں کئی ہفتوں تک زندہ رہا - ظاہر ہے کہ اسوقت اسکی کیا حالت ہوگی؟ مگر با ایں ہمہ کئی ہفتوں میں ایک دفعہ بھی حرف شکایت زبان پر نہ لایا! (البقیہ تلتی)



عموم روم کا نرول جس طرح ہمت سوز اور یاس انگیز ہوتا ہے، اسی طرح کبھی کبھی عزم و شجاعت کے مردہ رولوں کو زندہ بھی کر دیتا ہے۔ اور مبارک ہے وہ قوم جو نرول مصائب پر مایوسی و عطا کی جگہ ہمت و عزم سے کام لیتی ہے۔

اہل قرطاجہ کیلئے اب انتہا درجہ کی مایوسی تھی۔ شہر حوالے کر چائے تھے، اسلحہ دیکھتے تھے، لڑنے کی طاقت نہ تھی اور خرنخوار فاتحوں کے پاس معکوموں کی فریادوں کیلئے باب سماعت مسدود تھا۔ لیکن اسی مایوسی نے انکے اندر عزم و ہمت کی ایک مرتبہ آخری حرارت پیدا کر دی، اور انہوں نے سوچا کہ وطن معبود کی بربادی سے پہلے کیوں نہ اپنی قسمت کی بربادی آزمائش کر کے خرد بھی بردہ ہو جائیں؟

وہ اپنے سب سے بڑے معبد میں جمع ہوئے اور سب نے مقدس قسمیں کھا کر عہد کیا کہ خواہ کچھ ہی ہو، لیکن جب تک آخری قطرہ خون ہمارے جسموں میں باقی ہے، ہم اپنے ہزار سالہ ملک کو مسمار نہ دینگے، اور مرینگے بھی تو اس عالم میں، کہ ہماری مضطرب لاشیں قرطاجہ کی دیواروں ہی کے نیچے تڑپ رہی ہونگی !!

دفاع امم کی ایک عظیم ترین مثال

انسانی سعی و جوش کے آگے کوئی شے ناممکن نہیں

رومانی سپہ سالار حکم دیکر اپنے لئے انتظامات کیلئے اٹھکا چلا گیا تھا، اسلئے اہل قرطاجہ کو ایک فرصت اخذ حاصل تھی۔ اس امر کی مثال کیلئے کہ ایک قوم اگر اپنی ملت و وطن کی حفاظت کیلئے مستعد ہو جائے، اگر اپنی آسرو غلامی کی حالت کا اسکو سچا احساس ہو، اگر وہ معکومی کے عیش پر حریت کی پر معن زندگی کو ترجیح دے، تو پھر دنیا میں کوئی ایسی مشکل نہیں جو اسکی راہ جہاد میں حائل ہو سکے، اور کوئی کام نہیں جو اسکے لیے ناممکن ہو، فی الحقیقت اہل قرطاجہ کی تاریخ ایک سرچشمہ عبرت و بصیرت ہے۔ ایک جابر اور فاجر قوم اپنے معکوموں سے ہتھیار چھین لے سکتی ہے، پر یہ طاقت تو

کسی میں نہیں ہے کہ وہ قوموں سے انکے دلوں کو بھی چھین لے۔ اور پھر قومی زندگی صرف تیز اور چمکیلے ہتھیاروں ہی کے دم سے نہیں ہے، اصلی شے تو دل کی زندگی ہے۔

اہل قرطاجہ جب آخری دفاع وطن کیلئے مستعد ہوئے تو انکی کیا حالت تھی؟ ہتھیار جو جنگ کی پہلی شرط ہے، آئے چھینے جا چکے تھے، قلعے مسمار ہو چکے تھے، اور اسباب جنگ اور قوالے مادہ دفاع میں سے کوئی قوت بھی انہیں حاصل نہ تھی۔ تاہم انکے پاس صرف ایک ہی چیز یعنی جوش جہاد کا ناقابل تسخیر اسلحہ ضرور تھا۔ پس وہ اسی کو لیکر مستعد ہو گئے، اور اگر ایک قوم مرنے کیلئے مستعد ہو جائے، تو پھر دنیا کی کونسی قوت ہے جو اسے روک سکتی ہے؟

دنیا میں آدم کی اولاد کو سب سے بڑی تکلیف جو دی جا سکتی ہے، موت ہے۔ اس کے بعد انسانی جبر و تعدی کا اسلحہ بیکار ہو جاتا ہے۔ پس اگر ایک قوم خود ہی تلخی حیات کے اس آخرین جرعہ کو پیسنے کیلئے طیار ہو جائے، تو پھر دنیا میں کوئی شے اس کے لیے ناممکن نہیں۔ وہ سب کچھ کر سکتی ہے، جو کچھ کہ دنیا میں حیات انسانی سے ممکن ہے۔

غم و اندرہ صرف اسلئے ہے تا کہ مصیبت کے حس سے سعی و استعداد کی قوت پیدا ہو، ورنہ آنسو بہا کر ترکسی سہاگی نے میدان جنگ فتح نہیں کیا۔ (لہا بقیہ)

### شمع سحر

اب پھر بد قسمت قرطاجہ رومیوں کا حلقہ بگوش تھا۔ ایک زمانہ مدید اسی حالت میں گذر گیا۔

(ہنر بال) کی جانفروشیوں کا افسانہ ابھی پورا نہیں ہوا تھا، اور حفظ وطن کے رولے بالکل مرنے نہیں گئے تھے۔ کچھ عرصے کے بعد وطنی حلقوں میں پھر سرگوشیاں شروع ہو گئیں، اور افسانہ افسانہ انہوں نے اپنی فوجی حالت کی درستگی اور فوجی عمارت کی اصلاحات پر توجہ کی۔

رومی اب پہلے کی طرح بے خبر نہ تھے۔ یہ حالت دیکھ کر معاً ہشیار ہو گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ اب اگر تھوڑی سی مہلت بھی اہل قرطاجہ کو دیدی گئی، تو ممکن ہے کہ پھر ازادی کی کوئی تحریک گراں پیدا ہو جائے۔

ہم اہل قرطاجہ کے جس قومی دفاع کا آج ذکر کرنا چاہتے ہیں، اسکا افسانہ اسی زمانے سے شروع ہوتا ہے:

### آخری مدافعت

رومیوں کا ایک جہاز لشکر جنگ کے انتہائی احکام لیکر نکلا، اور اہل قرطاجہ شہر میں قلعہ بند ہو گئے۔ رومیوں کو انکی موجودہ حالت، اور ناگہانی حملے کی وجہ سے بے بسی کا حال معلوم تھا، انہوں نے پہنچتے ہی حکم دیا کہ بلا کسی پس و پیش کے شہر حوالے کر دیں۔ معصوریوں اگر اسکی تعمیل نہ کرتے تو آڑ کیا کرتے؟ لیکن جب رومی سپہ سالار اپنی پوری فوجی جمعیت کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا تو اس نے ہتھیاروں کا بھی مطالبہ کیا اور تمام شہر میں ایک متفہس بھی ایسا نہیں بچا، جسکے پاس کسی طرح کا بھی کوئی اسلحہ باقی رہا ہو۔ بدبخت قرطاجیوں نے کہ اپنی قسمت کے فیصلے سے بے خبر تھے، سمجھا کہ اس کے بعد انہیں نجات مل جائیگی، لیکن انکے تعیور تعجب، دہشت و خوف، اور حزن و ملال کی کوئی انتہا نہ تھی، جب اس کے بعد رومانی سپہ سالار نے اپنا یہ آخری حکم سنایا:

میں اسلئے آیا ہوں کہ تمہاری قسمت کا آخری

فیصلہ تم کو سنائوں: رومانی مجلس شیوخ (سینٹ) نے

تمہاری نسبت یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اپنا موجودہ شہر

قرطاجہ چھوڑ دو، اور ایک دوسری جگہ جاکر آباد ہو، جو

بالکل کھلی اور بے پناہ ہو، جسکے چاروں طرف کوئی

سنگی حصار نہ ہو، جسمیں قلعے اور دفاع کی عمارتیں

نہ بنائی جائیں، اور جو محض تمہاری سکونت کے گہروں

کی ایک بستی ہو۔ کیونکہ قرطاجہ اور اسکی تمام عمارتیں

مسمار کر دی جائیں گی۔

یہ ایک غم و اندرہ کی بجلی تھی، جو یکایک بدبخت قرطاجیوں پر گری۔ شدت غم و حسرت نے ہوش و حواس کھو دیے، اور عالم حیرت نے سکتے کی حالت طاری کر دی۔ ہر طرف ماتم بپا ہو گیا اور ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر رونے لگا۔ لوگ راستوں اور سڑکوں پر دیوانہ وار پھرتے تھے اور نہیں سمجھتے تھے کہ کیا کریں؟

آخر میں جب آنکر قطعی مایوسی ہو گئی اور یقین ہو گیا کہ ایسا ہی ہوگا اور اتنا ہزار سالہ وطن ہمیشہ کیلئے اسے چھوٹ جائے گا، تو انہوں نے اپنے گالوں پر طمانچہ مارے، گریباں چاک کر دیے، زمین پر لڑتے لگے، اور رومیوں پر لعنت بھیجی۔ پھر اپنے مندروں میں گلے اور اپنے خاموش اور غیر متحرک معبودوں سے قرطاجہ کے حفظ و سلامتی کے لیے دعائیں مانگیں۔

\*\*\*

## شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی

اور مسئلہ الذمہ

— \* —

از جناب سید علی مدنی صاحب (۱۱۱۱ھ)

مولانا! السلام علیکم -

الہلال کی جو آزادانہ 'بے باکانہ' اور غیر طرفدارانہ رفتار اسوقت تک رہی ہے، اور آپ کی ذات سے اس کے متعلق قوم کو آئندہ کی نسبت جیسی توقعات ہیں، وہ میری ناچیز شہادت کی محتاج نہیں۔ لیکن میں اسقدر عرض کونیکھی معافی چاہتا ہوں کہ اگرچہ الہلال کی خریداری کا شرف بہت کم مسلمانوں کو حاصل ہے لیکن یہ واقعہ ہے کہ مسلمانان ہند کا ایک کثیر حصہ خصوصاً آزاد خیال مسلمانوں کا ایک گروہ کثیر الہلال کو بید شوق کے ساتھ دیکھتا ہے۔ اور یہ دیکھنا معمولی طریقہ کا نہیں ہے بلکہ مذکورہ بالا جماعت اس حسن عقیدت کی وجہ سے جو اسکو الہلال اور اس کے قابل فخر اقدار کے ساتھ ہے، یقیناً اسکو اس نظر سے دیکھتی ہے، جس طرح کسی بہترین مشیر کے قابل اعتماد مشورے دیکھے جاتے ہیں۔

میرا عقیدہ ہے کہ آپ اپنی اس ذمہ داری کو کافی سے بھی زیادہ محسوس کرتے ہیں جو الہلال جیسے رسالہ کے اقدار ہونیکھی حیثیت سے مذکورہ بالا اعتماد کے لحاظ سے آپ پر عاید ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں یہ امر کسیقدر حیرت انگیز ہے کہ الہلال نے اسوقت تک نذرہ کے موجودہ ناگوار واقعات کیطرف ذرا توجہ نہیں کی۔ اب تک تو یہ کہہ کر دل کو سمجھالیا گیا ہے کہ زیادہ وقت نہیں گذرا۔ ممکن ہے کہ آئندہ آپ کچھ لکھنے والے ہوں۔ مگر آپ مجھے زیادہ جانتے ہیں کہ دنیا میں بدگمانوں کی کمی نہیں ہے اور اب یہ خیال ترقی کرنے والا ہے کہ آپ کے اور مولانا شبلی کے باہمی تعلقات نے آپکو ان کے خلاف کچھ لکھنے کی اجازت نہ دی۔ کیا آپ براہ کرم اس عریضہ کو معہ مذکورہ ذیل سوالات کے الہلال میں جلد سے جلد درج فرما کر مجھکو مشکور اور پبلک کر اس معاملہ کے متعلق اپنے قابل عمل اور آزادانہ رائے سے مطلع فرما کر معذور فرمادینگے؟

(۱) مولوی عبد الکریم مسلمان نذرہ کے معاملہ میں جو رش مولانا شبلی صاحب نے اختیار کی ہے، اگر وہ تحریریں صحیح ہیں جو اسوقت تک مسلم گزٹ میں اس کے متعلق شایع ہوئی ہیں، تو آپ کا خیال مولانا شبلی صاحب کے اس طرز عمل کے متعلق کیا ہے؟

(۲) آیا آپکو کچھ ایسے واقعات معلوم ہوئے ہیں جو مسلم گزٹ کی تحریرات کے خلاف ہوں اور مولانا شبلی کی طرف سے بطور ڈیفنس کے پیش ہو سکیں۔

(۳) آپ کے اس معاملہ کی طرف توجہ کونیکھی وجہ کیا ہے؟

## الہلال

جناب کے حسن ظن بزرگانہ کا کمال شکریہ، اور استدعاء دعا کے حصول استقامت، و ترفیق خدمت، و اعمال صالحہ: والہ یہدی منہ۔  
یشاء الہی صراط مستقیم۔

جس دن جناب نے یہ خط لکھا ہے، امید ہے کہ اسی دن گذشتہ اشاعت کا الہلال پہنچ گیا ہوگا اور اس میں ایک نرت اس معاملے کی نسبت نظر مبارک سے گذرا ہوگا۔

جناب نے "ذاتی تعلقات" کا ذکر کیا ہے۔ ایک مدت تک ہم اپنے اعمال میں ان چیزوں کے عادی رہے ہیں، اس لیے یہ لفظ بکثرت زبانوں پر چڑھ گیا ہے اور ہمیشہ سامنے آ جاتا ہے، مگر میں تو اسے سننے سننے اب کچھ آتا سا گیا ہوں۔ یہ "ذاتی تعلقات" کا لفظ کیا بلا ہے، جو ہمیشہ لوگوں کی زبانوں پر آتا ہے؟ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اسکا مطلب کیا ہے؟ آپ کہتے ہیں کہ ذاتی تعلقات، میں

منکر کا خوف بھی دامنگیر نہ تھا تو پھر کسی طرح قرین عقل نہیں ہے کہ مامون الرشید علی الاعلان اظہار محبت و فضیلت اہل بیت رسالت کے بعد، امام علیہ السلام کو رلی عہد بنا کر، انکو مخفی طریقہ سے شہید کر دیتا۔

میری رائے میں یہ تہمت مامون رشید پر ان لوگوں کی تھی، جو کسی فرط محبت اہل بیت رسالت سے جلتے تھے اور یہ اونکی نہایت باریک و دہلومیتک چال مامون پر حملہ کی تھی۔

بہر حال روس کے مظالم اسلام سوز کے ذکر میں، مامون رشید کی زہر خورانی کا ذکر علاوہ غیر ضروری ہونے کے، مسئلہ مختلف نذرہ ہونے کی حیثیت سے بھی اولیٰ بالعذف ہے۔

اب رہا ان روایات کا مسئلہ، جس میں مامون کی زہر خورانی کا ذکر آیا ہے، تو میں ان روایات کو بمقابلہ ذراۃ اور شہادت عقلی کے قابل وثوق نہیں سمجھتا۔ افسوس ہے کہ عالم سفر میں میرے پاس فن رجال کی کتب نہیں ہیں والا تنقید رجال سے بھی ممکن تھا کہ مامون کی برأت اس الزام سے ثابت کرتا۔ مجھے خیال آتا ہے کہ جناب سید (ابن طاووس) اور جناب علامہ (قاضی نور اللہ شریعتی) بھی میری رائے سے موافق ہیں۔ ناظرین کو غلط فہمی نہ ہو۔ میں واقعہ زہر خورانی سے انکار نہیں کرتا بلکہ مامون کی شرکت باحکم سے اس واقعہ میں منکر ہوں۔

اصل یہ ہے کہ علاوہ مامون کے دیگر اکثر خلفاء بنی عباس کے مظالم اہل بیت رسالت و سادات پر زیادہ سے زیادہ تھے لہذا عام رائے شیعوں کی اور ان کے قلوب ایسی روایات کے لیے سریع القبول و الاذعان تھے، اور تنقید و تدقیق پر متوجہ نہ رہتے تھے، لہذا مامون بھی ایسے الزامات کا نشانہ اس گروہ کے نزدیک بن گیا حالانکہ مامون میرے نزدیک فی نفسہ مصلوں و مامون تھا والسلام۔

## الہلال

صرف تبدیل لباس سے تو یقیناً یہ لازم نہیں آتا، لیکن یہ ضرور ثابت ہو جاتا ہے کہ سیاسی ضرورتوں سے مامون الرشید کا طرز عمل سادات و علویئین کے ساتھ بدل گیا تھا۔

غالباً جناب نے اس تحریر کو بالا ستیعاب ملاحظہ نہیں فرمایا۔ یہ تو خود اس عاجز نے بھی لکھا ہے کہ واقعہ ولہی عہدی کو ایک سیسہ ذریعہ قتل قرار دینا بالکل قرائن صحیحہ اور واقعات سے انکار کرنا ہے۔ لیکن اصلی مشتبہ حصہ یہ ہے، جہاں آکر اس واقعہ کی بدولت مامون مشغلات میں گھر جاتا ہے، اور خود اسکی خلافت معرض خطر میں آ جاتی ہے، حتیٰ کہ بغداد میں ابراہیم کے ہاتھ پر لڑک بیعت کرنا بھی شروع کر دیتے ہیں۔ کیا ایسی حالت میں ممکن نہیں کہ وہ اسی سیاست کے عمل در آمد پر مجبور ہو گیا ہو جو اُس نے بلا اختلاف ذریعہ ریاستین کے ساتھ عمل میں لائی، اور الزیمینین کو بھی اسی کا نشانہ بنانا چاہا تھا؟

تاہم لکھ چکا ہوں کہ بحالت موجودہ قطعی فیصلہ دشوار، اور نیز غیر ضروری۔ کچھ عجب نہیں کہ عام بنی عباس میں سے کسی شخص کی یہ کارروائی ہو، جیسا کہ ابن راضی کا بیان ہے۔ قرائن صحیحہ کے معنی ہیں کسی واقعہ کے وقوع کا ظن غالب پید ہو جانا۔ لیکن عدم وقوع کا خطرہ تو ہمیشہ باقی رہتا ہے۔ فن رجال کی کتابیں اس بارے میں اس سے زیادہ غالباً کچھ نہیں بتلا سکتیں۔

عاق سے اس وقت (مجالس المومنین) وغیرہ ملی نہیں۔ کہیں کتابیں میں ہے۔ اب جناب نے اس طرف توجہ دلائی ہے تو کتب شیعہ، و بھی بوقت فرصت اس نظر سے دیکھونگا۔

[ 10 ]



جماعت کے افراد عام اس سے کہ وہ مختلف المذہب ہوں یا متحد المذہب، جب ایک جگہ (۱) کسی خاص شورش انگیز مقصد کے لیے جمع ہو جاتے ہیں تو ایک ہی رنگ میں قرب جاتے ہیں اور سب کا مطمع خیال اور معرور عمل ایک ہی ہوتا ہے۔ پانی کی طرح جماعت بھی ایک ہی سطح چاہتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جماعت کے ہر فرد کی حالت مسمومیت کے معمول کی طرح ہوتی ہے اور اس کے تمام حرکات اور افعال ارادہ سے بالکل معرا ہوتے ہیں۔ پس جو کچھ وہ اپنے گرد و پیش ہوتے دیکھتا ہے خود بھی رہی کرنے لگتا ہے۔ اس کو اس امر کا بالکل احساس نہیں ہوتا کہ وہ ہندو ہے یا مسلمان۔ عیسائی ہے یا یہودی، اور جو کچھ وہ کر رہا ہے اس کی ملت، مذہب، اور قومیت کے موافق ہے یا مخالف؟

جماعت نادان، سادہ لوح، حماقت شعار اور ضدی ہونے کے ساتھ شدت سے مبالغہ پسند بھی ہوتی ہے، اور اخباروں (۲) نے یونیورسٹی کے کارکنوں کی ادنیٰ ادنیٰ خدمات کی نسبت جو نثر کے قصیدے چھاپے ہیں، وہ ایک طرف تو اس دعوے کے مصدق ہیں کہ جماعت کے مزاج میں اغراق اور غلو کا خلط نہایت غیر معتدل درجہ پر ہوتا ہے، اور دوسری طرف ان کی قبولیت عامہ اس امر کی موثق ہے کہ جماعت مبالغہ اور حقیقت میں تمیز نہیں کر سکتی۔

چونکہ جماعت کا دماغ اک فرد کے دماغ سے علیحدہ اور مختلف ہوتا ہے اس لیے اس کا طریق استدلال بھی نرالا، اور اس کی منطق بھی انوکھی ہوتی ہے۔ جماعت کا طرز استدلال ہمیشہ مثالی اور اکثر سرسری اور سطحی ہوتا ہے۔ جماعت کے نزدیک کوئی وجہ نہیں کہ بلور کا ٹکڑا منہ کے اندر نہ گھلے، در انکالیکہ برف کا ٹکڑا جو اس کے مشابہ ہے منہ میں گھل جاتا ہے!!

اس بنا پر مجاز بیانی اور استعارہ طرازی جماعت کے لیے جس قدر پر اثر ہو سکتی ہے، دوسرا طریقہ بیان نہیں ہو سکتا۔ یہی سبب ہے کہ جماعت ہمہ تن تخیل ہوتی ہے، اور اس لیے وہ ہمیشہ اس شے سے متاثر ہوتی ہے جو عقل و فکر کی جگہ تخیل سے اپیل کرتی ہو۔ اس کے ساتھ ہی اگر تحریر یا تقریر میں مخاطب جماعت کے معتقدات اور جذبات کا بھی لحاظ رکھا جائے، تو اس کا اثر دگنا ہو جاتا ہے۔ مثلاً مسلمانوں کے لیے اس سے زیادہ موثر طریقہ استدلال نہیں ہو سکتا کہ کبریٰ ہمیشہ قرآن مجید کی کوئی آیت یا حدیث ہو، اور صغریٰ وہ شے ہو جو موضوع ترغیب یا معرض ترہیب ہے۔ ان دونوں نکاتوں کو ملحوظ رکھ کر چند دنوں کے عرصہ میں (الہلال) نے جو حسن قبول حاصل کر لیا ہے، وہ محتاج ذکر نہیں۔ آیات قرآنیہ اور حدیثوں کے بعد وہ ضرب الامثال، مقولے، کہارتیں، اور اشعار جو ہماری سوسائٹی میں رائج ہیں، ہماری لیے حجت راسخہ اور دلائل قاطعہ کا حکم رکھتے ہیں۔ ممکن نہیں کہ جماعت مخاطب کے حق میں کسی کھارت سے استدلال، اطمینان بخش اور مناسب اور مشہور اشعار کا ایوان تسکین بخش ثابت نہ ہو۔ حل اس عقدہ کا یہ ہے کہ اول تو فطرتاً ہی ہم اس شے کے معتقد ہوتے ہیں، جس پر ہمارے آباؤ اجداد اعتقاد رکھتے ہیں، اس لیے کہ علم الحیات کا یہ

ہم ہندوستان کی موجودہ حالت کے نقطہ نظر سے، ذیل میں ایک اجمالی ریویو کرنا چاہتے ہیں:-

(گسٹری باں) فرانس کا مشہور و معروف فلسفی ہے۔ علم النفس اس کی تحقیقات کا تا حشر شرمندہ احسان رہیگا۔ لی باں پہلا شخص ہے جس نے منظم اور مرتب شکل میں اس امر کو دکھایا کہ جماعت کے نفس کے حالات و واردات، ایک منفرد نفس کی کیفیات و معاملات سے بالکل مباین ہیں۔ اس موضوع پر لی باں نے ایک نہایت مبسوط رسالہ لکھا ہے، جس کا ترجمہ عربی میں بھی باسم ”روح الاجتماع“ ہو گیا ہے۔ یوں تو دیگر نفسیین (Psychologists) کے یہاں بھی نظریہ ”روح الاجتماع“ کا (جس سے ہم آگے چل کر تفصیلی بحث کریں گے) مراد پایا جاتا ہے لیکن اس کو ایک منظم صورت میں پیش کرنے اور اس کی تدوین و تلیق اور توضیح و تشریح کا سہرا لی باں ہی کے سر ہے۔

مصنف مرموف کا دعوٰی ہے (اور اس دعوے کی آجکل پیش آنے والے راقعات نے غیر مشتبہ طور پر تصدیق کر دی ہے) کہ چند افراد کا کسی خاص مقام پر کسی غرض سے مجتمع ہوجانا، ان کی انفرادی شخصیت کو معرور کر دیتا ہے، اور منفرد اذہان کی باہمگر ترکیب و امتزاج سے ایک مستقل ذہن طیار ہوتا ہے اور ایک قائم بالذات روح ترکیب پاتی ہے۔ اب اس نئے ذہن اور اس جدید نفس مرکبہ کے انعال و کیفیات کے اصول، منفرد نفوس سے بالکل جدا گانہ اور مستقل ہوتے ہیں۔ اس جماعت میں داخل ہونے اور اس طرح اس کا جزر بن جانے کے بعد جو کیفیات ایک فرد کے ذہن پر طاری ہوتی ہیں، وہ اس کے ذہن کے ذاتی اصول کے مطابق نہیں ہوتیں بلکہ ”روح الاجتماع“ کے اصول کے تابع ہوتی ہیں، اس کا دماغ اس کے قاب میں نہیں رہتا۔ اس کی کوئی ذاتی اور شخصی رائے نہیں ہوتی، بلکہ جو جماعت کی رائے ہوتی ہے وہی اس کی بھی رائے ہو جاتی ہے۔ وہ مثل ایک ذرے کے ہے، جو ایک تودہ ریگ میں داخل ہوجانیکے بعد ہوا کے دست برد سے اپنے تئیں محفوظ اور قائم نہیں رکھ سکتا، اور جس طرف باد تند تودے کو آڑا کر لیجاتی ہے، اسی طرف چار و ناچار آسکر بھی آجانا پڑتا ہے۔ اس نظریہ کے مطابق ارسطو اس وقت تک ارسطو ہے، جب تک کہ وہ تنہا اور جماعت سے علیحدہ ہے، لیکن جب وہ تودہ جماعت میں شریک ہو گیا، تو وہ ایک ذرہ بے مقدار ہے اور اس کا فضل و تغلسف جہالت اور حماقت سے بدلے بغیر نہیں رہ سکتا اس لیے کہ جماعت کے خصائص معلومہ میں سے یہ ایک نمایاں خصوصیت ہے کہ مادہ غرور و فکر مفقود ہو جاتا ہے اور اس کے فقدان سے جو جگہ خالی ہو جاتی ہے اس کو تخیل اور امیجیشن پُر کر دیتا ہے۔ یعنی جماعت میں عقل کم اور جذبات زیادہ، غرور و خوض مفقود، اور فعل و عمل موجود ہوتا ہے۔ جماعت کے مزاج میں ضد اور حق بے انتہا ہوتی ہے اور ہر خیال، قوت سے فعل میں منتقل ہونے کے لیے سخت مضطرب رہتا ہے۔ اسی بنا پر لی باں نے جماعت کو بچے اور عورت سے تشبیہ دی ہے۔ بچے کی طرح، جماعت میں بھی قوت فاعلہ زندہ ہوتی ہے اور اس لحاظ سے (علی گڑہ یونیورسٹی) کے ہنگامے میں، اگر پبلک نے لیڈروں کی گاڑیاں کھینچی ہیں، اور اسپ خواصی ظاہر کی ہے، تو ہمارے لیے مطلق تعجب کی بات نہیں۔

ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ اس ہنگامہ میں مختلف صورتوں سے اظہار کرمجروشی میں ہندو بھائی بھی شریک تھے۔ کوئی اس کو بے تعصبی سمجھے، لیکن ہم کو تو یہ سب لی باں کے اس مقررہ کی تفسیر ہی معلوم ہوتی ہے کہ:

(۱) ایک مقام پر جمع ہونے کی شرط نفی ہے۔ اس لیے کہ جذبات سے جب ہورش پیدا ہو جاتی ہے، تو افراد نہیں ہوں، جماعت کے تمام خصوصیات کے مظہر نام ہو جاتے ہیں، اور روح الاجتماع انہیں حارل ہو جاتی ہے۔ یہ جماعت کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، جماعت کے کانوں سے سنتے ہیں، اور جماعت کے حواس سے ہر شے کو محسوس کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ذاتی حواس بالکل معطل ہو جاتے ہیں۔

(۲) اخبار نویس بھی روح الاجتماع کی خصوصیات کے جراثیم سے محفوظ نہیں رہتے، اس لیے کہ وہ بھی پھلک کا ایک جزو ہوتے ہیں۔ (منہ)

# مقالہ

## دَا کٹر لی بان اور موجودہ ہندوستان

— \* —

از مراسلہ نگار ادیب صاحب امضا

— \* —

یوتی الحکمة من يشاء ومن يوت الحکمة فقد اوتی خیراً کذا  
وما یذکر الا اولو الالباب (سورہ بقرہ - رکوع ۳۶)

(اللہ تعالیٰ)۔ عطا فرماتا ہے حکمت جسکو چاہتا ہے، اور جسکو حکمت ملی، پس  
اسکو خیر کثیر ملی اور صاحبانِ فہم و فراست ہی غرور و فخر کرتے ہیں

—:O#O:—

فی الحقیقت، حکمت ایک نعمت عظمیٰ ہے جسے پروردگار  
عالم اپنے خزانہ کرم سے بندہ کو عطا فرماتا ہے، لیکن جن رسائل  
و رسائل سے یہ نعمت ہم تک پہنچتی ہے - وہ ہم سے دور نہیں،  
بلکہ ہمارے اندر اور باہر ہی موجود ہیں:

دوست نزدیک تراز من بمن است  
رین عجب ترکہ من از روی دورم  
چہ کنم با کہ توان گفت، کہ ار  
در کنار من و من مہجورم

ہر وہ سانس جو باہر سے اندر، اور اندر سے باہر جاتا ہے،  
ایک حکمت پڑوہ دماغ کے لیے پیغام بصیرت ہے، اور اگر ہر خاک کردہ  
ایک معرفت سنچ ہاتھ کے لیے اپنے اندر حقیقت کی آواز رکھتا ہے  
تو ہر سبز پتہ بھی ایک حقیقت شناس نظر کے لیے سرتاسر  
صحیفہ حقائق و معارف ہے!

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار

ہر ورقی دفتر یست معرفت کردگار

اسمیں شک نہیں کہ تحقیق حق کی راہ مغالطات کے کانٹوں سے  
خالی نہیں، بارہا تفتیش و تجسس کے گمراہ ہو کر حق کو باطل،  
اور باطل کو حق، اور سایہ درخت کو درخت سمجھ لیا ہے:

ازاں حساب تو ہر دم تفاوتی دارد

کہ قد سرور نہ بینی و سایہ پیمانی

لیکن کیا راہ بھول جانے کے امکان پر راستہ چلنا چھوڑ دیا جائے؟  
اور کیا ان کچھ احتمالیوں کی بنا پر منزل مقصود ہی سے روگردانی  
کر لی جائے؟ ایک تحقیق پیم قدم کا یہ شیوہ نہیں کہ ساکن رہے  
(چہ جائیکہ پیچھے ہٹے) بلکہ اسکاعین مذہب یہ ہونا چاہیے کہ جادہ  
حق طلبی میں ہمیشہ سرگرم رفتار رہے اور اس وقت تک دم لینا  
کفر سمجھے، جب تک کہ شاہد منزل سے ہم آغوش نہ ہو جائے۔  
پس چاہیے کہ تحقیق حق اور ابطال باطل کی راہ میں طلب  
صادق اور قدم راسخ رہے، اور اپنے گون و پیش، انسان ہمیشہ  
ایسے اسباب جمع رکھے، جنسے جذبہ استعلام و استکشاف دائرہ  
مشتعل، اور کبھی سرد نہ ہونے پائے۔

موجودہ ہندوستان جو یکسر صفحہ بصیرت ہے، اگر ہماری  
آنکھیں اور پر ہوتے، تو نہ معلوم ہمارے کہاں کا کہاں پہنچا دیتا؟ لیکن  
افسوس کہ اگر سیاہ بختی کے حکم سے پسہ ہمتی کی نیل کی سلائی  
آنکھوں میں پھیر دی گئی ہے، تو غفلت کے زہر سے حرکت پا بھی  
نہیں سلب ہے۔ اگر سنہ ۱۹۱۳ء میں (لی بان) کا دماغ  
ہندوستان میں ہوتا تو دیکھنا تھا کہ کیسے کیسے نظریات گونا گوں مستبد  
کرتا اور کیا کیا ترمیمات اور اضافات اپنے اس نظریہ میں کرتا، جسپر

کہتا ہوں کہ جو نفس خبیث و شریر حق و صداقت کے معاملہ میں  
ایک منٹ، ایک لمحہ، ایک عشر لمحہ کیلئے بھی ذاتی تعلقات  
سے متاثر ہوتا ہے، یہی نہیں کہ وہ ایک کمزور، معصیت آلو، اور  
مستوجب مد نفوس ہستی ہے، بلکہ یہ، کہ میرے عقیدے میں وہ  
مومن و مسلم ہی نہیں۔ اگر ہم مسلمان ہیں تو ہم کو ہمارے  
خدا نے بتلا دیا ہے:

یا ایہا الذین آمنوا  
کنوا قسراً مین  
بالقسط شہداء للہ  
و لرعاسی انفسکم  
ار الوالدین  
والانصریین، ان  
یکن غنیا از فقیرا،  
فاللہ اولی بہما،  
فلا تقیبر الہوی  
ان تعدلوا و ان تلوا  
ار تعوضوا، فان  
اللہ کان بما تعملون  
خبیرا (۱۳۴: ۴)

پھر جس عالم میں خود اپنے نفس کی محبت اور والدین و اقربین  
کی قدرتی الفت کی نہیں چلتی، وہاں یہ ”ذاتی تعلقات“ کیا چیز ہیں؟  
اصل یہ ہے کہ مدتوں کی نفس پوستی نے ہم لوگوں کے اعمال  
ہی کو نہیں بلکہ ہمارے جذبات کو بھی پست کر دیا ہے۔ اسی کا  
نتیجہ ہے کہ کوئی بلند شے سمجھ میں آ ہی نہیں سکتی۔ لیکن  
میں جناب کو اور جناب کے احباب کو یقین دلاتا ہوں کہ اس دنیا  
میں میرے لیے صدہا آزمائشیں ہیں، مگر یہ موعومہ تعلقات کی  
مغزلیں تو میرے لیے کچھ کڑی نہیں ہوسکتیں۔ جو منزلیں کہ آئے  
والی ہیں، اور الحمد للہ کہ جنکا وقت اب دور نہیں سمجھتا، انکے  
لیے البتہ دعا کیجیے کہ خدا تعالیٰ استقامت روزی فرمائے۔ باقی  
رہے باہمی تعلقات و ملاقات اور صحبت و ارتباط، تو تعجب ہے کہ  
لوگوں کو اسکا تصور نہیں فرماتا؟ کیا وہ اس پیمانے کو ہاتھ میں لیکر  
ضمناً یہ نہیں بتلا دیتے کہ خود انکا ظرف پیمائش بھی اتنا ہی ہے؟  
بھائی! مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ میں جس دنیا میں ہوں، اسکی  
ابھی اب لوگوں کو خبر نہیں۔ شاید کچھ عرصے کے بعد حقیقت حال  
زیادہ روشنی میں آجائے: فانظروا، انی معکم من المنتظرین (۱)

تو رطوبی، و ماؤ قامت درست!

نکر ہر کس بقدر ہمت اوست!

قیلای قوم، یعلمون بما غفر لی ربی (۲)!

(۱) اگر وہ تحریریں اور انکے الزامات صحیح ہیں، تو جیسا کہ  
لکھ چکا ہوں، اسمیں کوئی شک نہیں کہ مولانا نے ایسی سخت  
کمزوری دکھلائی، جسکا مجھے انکی نسبت کبھی خیال بھی نہیں  
ہوسکتا تھا۔ یقیناً قوم کو حق ہے کہ بصورت صحت انسے مواخذہ کرے  
اور پوچھے کہ ایسا کیوں کیا؟

(۲) میں نے اسی خیال سے مولانا کی خدمت میں خط  
لکھا تھا، معلوم ہوا کہ بیمار ہیں۔ باقی جو کچھ عرض کرنا ہے  
آئے شدات میں لکھوں گا۔ (۳) گذشتہ پرچے میں لکھ چکا ہوں۔

(۱) پس آئے والے وقت کا انتظار کرو! تمہارے ساتھ میں بھی انتظار کرتا ہوں۔  
(۲) آتش میبھی قوم جانتی کہ میرے اباہوں سے درگزر کر کے میرے رب کو ہم نے  
مجھ پر کیا کچھ اپنا لطف و کرم مبذول فرمایا ہے!!

## اَلْکَبِیَّاتُ

### عرض تمنا

ہو گئیں مدتیں ہمیں، خستہ و ناتواں بنے \* شب کر زمانہ ہو گیا، روز پہ حکمران بنے  
 خوب تماشا کر چکے، بسمل ناز کا حضور \* غیر بھی اے شہ حرم! مورد امتحان بنے  
 جنبش سوزن مژہ، آپ کی ہو جو چارہ گر \* ابتری کتاب دل، دفتر لامکان بنے  
 میری خموشیاں بنیں درس دہ فغان حشر \* رفعت فطرت رسا، حسرت پرفشاں بنے  
 ریش جیس مرا بنے ریش سجدہ، نیاز \* میری فتادگی ترے قصر کا آستان بنے  
 قلب کو چھیڑ دے وہی، سرعت نشتر جنوں \* یہ جرس شکستہ پھر، نالہ کا ہمعنان بنے  
 پھونک ہی ڈالیں قلب کو، حسن کی جلوہ پاشیاں \* آگ لگا ے برق ہی، رونق آشیاں بنے  
 ناخن غم سے ہو بندھا، رشتہ ذوق بیدلی \* نقش خلش سے صورت حسرت مد نشاں بنے  
 قلب کی شعلہ پروری، ہو ے رہے حریف برق \* سعی جنوں کا حوصلہ، رفعت آسماں بنے  
 میرا بساط درد ہو، محرم جادہ خلش \* بزم تپش میں وسعت لذت کشتگل بنے  
 ہر گ و پے میں توب جائے، شیون عرض مدعا \* جنبش دست و پا مری، نالہ استغراں بنے  
 اشک سے آبیاریے، گلشن درد مند ہو \* چشم بھی خونچکاں رہے، سینہ جو گلفشاں بنے  
 سینہ میں دل اگر رہے، حجلہ آرزو رہے  
 منہ سے اگر نکل پڑے، شوق کی داستاں بنے

( نیاز معبد ” نیاز “ فتح پری )

### از تازہ واردات حضرت اکبر

کار حرم چلے گا کیا، دیر کے التفات سے \* مجھ کو بچاے میرا رب ایسے تعلقات سے!  
 آپ بہت چھپاتے ہیں لفظوں میں اپنے دل کا رنگ \* پھر بھی تپک رہا ہے کفر آپ کی بات بات سے!  
 \* \* \*  
 یہ کہتا نہیں میں، کہ گردوں نے ہم کو \* مسلمان رہنے کا شائق نہ رکھا  
 مگر یہ، کہ اوضاع ملکی نے ہم کو \* مسلمان رہنے کے لائق نہ رکھا

### غزل

امشب این غلغلہ در کوچہ و بازار افتاد \* کہ فلان می زد و بیخود شد و سرشار افتاد  
 سخن از صومعہ و اہل ورع چند کنی \* کہ مرا کار بان چشم قدح خوار افتاد  
 بسکہ غارت گر حسن تو جہان برہم زد \* یوسف از خانہ بدر جست و بہ بازار افتاد  
 چہ عجب گر نگہ مست تو افتاد بر من \* بادہ بیرون فتد از جام چو سرشار افتاد  
 شیوہ مہر ز خوبان نتوان داشت طمع \* کہ مرا کار بہ این طائفہ بسیار افتاد  
 معتسب از پی و، جمعی ز حریفان بہ کمین \* ( شیلیا ) زندی پنهان تو دشوار افتاد



ہے جسکو اسکا لیڈر جس کرٹ چاہے لٹا دے، اور جس رخ چاہے پھیر دے !

لیکن استقامت و استقلال کے علاوہ دنیا میں آرزو قوتیں بھی ہیں جو جماعت پر کبھی کبھی مسلط ہو جاتی ہیں، یہ قوتیں مال و دولت اور جاہ و مرتبت ہیں۔ گواسمیں شک نہیں کہ انکا تسلط ہنگامی اور عارضی ہوتا ہے، مگر اس امر سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جس لیڈر کو کمان دولت نے بلند پھینک دیا ہے، جماعت بھی اس لیڈر کو گرنے اور زمین بوس ہونے تک نہایت ارادت آکین نظروں سے دیکھتی رہتی ہے۔

لی باں کہتا ہے کہ لیڈر کے رعب و دبدبہ و سطوت اور جبروت شان و اقبال کو صدمہ پہونچانیوالی چیزوں میں ناکامی کا نمبر سب سے اول ہے۔ اقبال مندی ایک شیشہ ہے، جو ناکامیابی کی ٹھیس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ لیڈر کو جہاں کسی پبلک کام میں ناکامی ہوئی، اور معاً اس کے جناب اقبال نے آنکھیں بند کر لیں۔ ادھر ناکامی و نامرادی کی ہوا چلی اور ادھر اعتراض کی بوجھاڑ سے تمام گزشتہ خدمات کے پتے ایک ایک کر کے جھڑ گئے، اور گویا ساری ساکھ اور بہرم ایک نقش بر آب تھی کہ ایک لمحہ کے اندر مت گئی ! !

ناکامی کے علاوہ اعتراض فی نفسہ ایک اقبال شکن، دبدبہ شکن، اور جبروت فرسا ہے۔ اس لیے کہ ہارہا ایسا ہوا ہے کہ نہایت پادشہا اعتراضات نے لیڈر کے شاہ بلوطوں کو جوڑے سے اکھاڑ اکھاڑ کر پھینک دیا ہے۔

( مسلم یونیورسٹی ) ڈیپارٹمنٹ کی شکست سے جو صدمہ قدیم لیڈر کی عمارت کے ارکان کو پہونچا، محتاج بیان و تفصیل نہیں، لیکن کیا بعض اشخاص (۱) بے بنیاد اعتراضوں کے ہدف نہیں ہوئے؟ درحقیقت یہی لوگ مثال جامد ہیں لی باں کے اس خیال کے، کہ اعتراض فی نفسہ دبدبہ شکن ہے۔

یہ جو کچھ لکھا گیا، فرانس سے آئی ہوئی صدا کی ہندوستان سے ایک ضعیف الصوت بازگشت تھی، رنہ بیچارے ہندوستان میں ابھی یہ تاب و توان کہاں، کہ اپنی ذاتی آواز بلند کر سکے؟ اس غریب کے پانوں میں اتنی طاقت کہاں کہ بغیر یورپ کی دستگیری کے کوچہ علم میں ایک قدم بھی چل سکے؟ اور اس حسرت زدہ کی آنکھوں میں اتنی بصارت کہاں کہ بغیر یورپ کی عینک کے کچھ دیکھ سکے؟ آج جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے، یورپ کا عطا کیا ہوا ہے، اور اس وقت جو کچھ اس کے جیب و دامن میں نظر آ رہا ہے، وہ سب کچھ یورپ کی فیض دستی، دریا کفی، ابر فرمائی، اور بیدریغ بخشی کا صدقہ ہے، لیکن یہ صدقہ خوری کب تک، اور دوسری کالے ہرے نوالوں کو نگلنے کا سلسلہ تابے؟

یہ نظریات جو آرہے لکھے گئے، سچ پرچہ ہے تو تمام رکمال، ان واقعات و حوادث کے اندر موجود ہیں جو ہم نے بطور مثال کے پیش کیے۔ لیکن ہندوستان نے ابھی ایسے دماغ کہاں پیدا کیے ہیں کہ واقعات کے مشاہدہ سے نظریات کا استقرار کر سکیں؟ ہندوستان نے ابھی ایسے ہاتھ کہاں پیدا کیے ہیں کہ خاک بیزی تفتیش و تجسس کی تکلیف گوارا کرے گوہر حقیقت حاصل کر سکیں؟ اور پھر ہندوستان نے ابھی ایسی آنکھیں کہاں پیدا کی ہیں کہ مشاہدات اور محسوسات کے پس پشت کلیات و معروضات کا جلوہ دیکھ سکیں؟ راقہ ( مضامین )

( ۱ ) شخصی معاملات ہمیشہ وہ و تردید اور جواب الجواب میں پیچیدگیوں میں مفلوج ہوتے ہیں۔ ہم اس ضمن میں کسی مکررہ مناظرہ و مکارہ میں پڑنا نہیں چاہتے۔ اس مضمون کے لکھنے سے جو ہمارا مقصد ہے وہ ظاہر ہے۔ مبادلہ و مباحثہ نہیں بلکہ مغایرہ و مظاہرہ اور آرزو دہانہ دل چند خیالات کا پہونچا دینا ہے اور اسی کو ہم اپنا فرض حیات سمجھتے ہیں۔ ( منہ )

ایک مسامحہ ہے کہ عادات، اطوار، امراض کی طرح، عقائد بھی (سلاف سے اخلاف کی طرف وراثت منتقل ہوتے ہیں۔ اس انتقال کو علم الحیات کی اصطلاح میں "ایراث" (Lawy heredity) کہتے ہیں۔ پس اصول ایراث کی بنا پر ضرور ہے (۱) کہ ہمارے اجداد و اسلاف کا جو عقیدہ تھا، ہمارا بھی وہی عقیدہ ہو، اور جسکو وہ قطعی اور بدیہی سمجھتے تھے، ہم بھی اسکو قطعی اور بدیہی سمجھیں۔ اور جب یہ معتقدات بطور حجت ہمارے روز پر پیش کیے جائیں، تو ہم بے چون و چرا اسطرح تسلیم کر لیں جسطرح ہمارے آباء و اجداد تسلیم کر لیا کرتے تھے۔ یہ ایک تقاضاے فطرت ہے جس پر انسان مجبور و مجبور ہے۔

علاوہ بریں حیات و تجربہ انسانیہ میں ان مفعولوں کا بتواتر اور بہ کثرت استعمال، جبلی اثر سے قطع نظر، بجائے خود ایک اثر حجتہ اور فائدہ دلیل ہے۔ اور جماعت کے سامنے ایک دعوے کو محض بار بار دہرا دینا ہی، اپنے اندر سیکڑوں دلائل اور ہزاروں براہین رکھتا ہے۔ اگر اس ادعاے محض کے تکرار کے ساتھ لہجہ تحکمانہ اور مدعیانہ ہو، تو جماعت کے متاثر و معمول نہر جانیکی کوئی وجہ نہیں۔

نیپولین کا قول ہے: "فن خطابت کے مزاہع و بدائع میں تکرار مفہیم اور اعادہ مطالب یعنی ایک ہی بات کو بار بار پیش کرنے سے زیادہ کوئی دوسری شے پر اثر، اور کوئی دوسرا آئہ تاثیر نہیں" یہ صرف ایک شے کے پے درپے دماغ کے روز پر پیش ہونے ہی کا نتیجہ ہے کہ وہ لوگ جنکا یہ نہایت راسخ عقیدہ ہے کہ اشتہاری چیزیں ہمیشہ خراب ہوتی ہیں، اور وہ لوگ جو تمام عمر اسکا رعب کرتے رہے کہ اخباری اشتہارات ہمیشہ خدع و فریب پر مشتمل ہوتے ہیں، اکثر دیکھا گیا ہے کہ کسی کثیر الاشاعت اشتہار کے تواتر سے غیر محسوس طور پر اس طرح مرعوب و معمول ہو جاتے ہیں، کہ جب انکو اس شے کی ضرورت ہوتی ہے تو بے ساختہ اسی کارخانہ کو آرڈر دیدیتے ہیں، جسکا اشتہار شب و روز اخباروں اور رسالوں میں اور شہر کی دیواروں اور اسٹیشنوں پر چسپان دیکھا کرتے ہیں۔ یہ ایک شے کے متواتر وقوع پذیر ہونے کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔

جماعتوں کی حالت اکثر یہ دیکھی گئی ہے کہ اولاً چند افراد مقرر کی خطابت سے اثر پذیر ہوتے ہیں، لیکن ادھر یہ متاثر ہوئے اور ادھر یہ اثر مرض متعدی کی طرح تمام جماعت میں پھیل گیا۔ ایسے مرقعوں پر نکتہ رس خطیب ہمیشہ آشتی جوئی کو مقدم رکھتے ہیں اور اپنے استمالت آمیز فقروں سے تالیف قلوب کرتے ہیں، اس کے بعد حرف مطلب زبان پر لاتے ہیں۔

لی باں لکھتا ہے کہ جماعت کی طبیعت کی افتاد کچھ اس قسم کی راقع ہوئی ہے کہ وہ ثبات و استقامت کے ہر مثال اور صبر و استقلال کے ہر نمونے کے قدموں پر (خواہ وہ کسی حال میں ہو اور کہیں ہو) اپنا سر نیاز اور جبین عقیدت رکھتی ہے۔ وہ اپنے معتقدات و خیالات میں اپنے لیڈر کا یکسر آئینہ بن جاتی ہے۔ جو عقائد و خیالات لیڈر کے ہوتے ہیں، بعینہ وہی عقائد و خیالات اس کے بھی ہو جاتے ہیں، اور اسکی قوت نقد و اعتراض، لیڈر کے رعب و جبروت کے اثر سے قطعاً مفلوج و مسلول ہو جاتی ہے۔ جو حرف لیڈر کے منہ سے نکلتا ہے اسکو حیوت کی آنکھوں، یقین کے کانوں، اور عزت کے دل سے سنتی ہے۔ وہ ایک آلہ معطل ہے جسکو اسکا لیڈر جسطرح چاہے استعمال کرے۔ وہ مسمرایزم کا ایک معمول ہے جسکو اسکا لیڈر جو خواب چاہے، دکھا دے، اور وہ ایک بے جان لاش

( ۱ ) بشرطیکہ ماحول یعنی آرزو و پیش کے اسباب و ماحول نہ کریں۔

## انجمن ہلال احمر

### قسط: نیہ

جذاب من -

کچھ عرصہ ہوا یہاں کسی ذریعہ سے یہ افواہ مشہور ہوئی تھی، کہ انجمن ہلال احمر قسطنطنیہ سے سلطنت عثمانیہ کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور یہ انجمن عیسائیوں کے ہاتھ میں ہے۔ چونکہ ارسکی وجہ سے اس کا رخیر یعنی تحصیل چندہ امداد مہجرحین ترکی کو مضرت کا اندیشہ تھا لہذا بنظر رفع غلط فہمی میں نے ہز ایکسیلنسی جذاب جعفر بے عثمانی کونسل جنرل بمبئی سے اس بارہ میں استصواب کیا۔ جس کے جواب مورخہ ۱۸ فروری سنہ ۱۹۱۳ ع کا ترجمہ بغرض اطلاع عام درج ذیل ہے امید ہے کہ اس کو اپنے اخبار میں شائع فرما کر جذاب مہذون فرمائینگے :-

”دیر سر - آپ کی چٹھی کے جواب میں میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں۔ کہ عثمانی انجمن ہلال احمر سلطنت عثمانیہ کے حکام اور مخصوص ارادہ سلطانی کے ذریعہ سے قائم ہے۔ ارس کے منتظم ممبروں کو انجمن کے ممبر منتخب کرتے ہیں۔ اور کل منتظم ممبر مسلمان ہیں۔ لہذا جو خبر آپ کو ملی ہے وہ غلط ہے۔“

دستخط جعفر بے ...

نیاز مند - قمر شاہخان

### الہلال

یہ خیال بالکل بے سربا ہے کہ انجمن ہلال احمر قسطنطنیہ کے ممبر عیسائی ہیں اور تعجب ہے کہ کن لوگوں نے اس کذب آفرینی میں حصہ لیا؟ البتہ یہ صحیح نہیں کہ وہ کوئی سرکاری انجمن ہے۔ اس کا قیام یقیناً سنہ ۱۸۸۸ء میں ارادہ سلطانی کے ذریعہ سے ہوا اور اب بھی سلطان رقت اس کا پیٹروں ہوتا ہے، مگر انجمن غیر سرکاری اور حکومت کا تعلق اءزازی ہے۔

## جلسہ سالانہ اہل حدیث کانفرنس

منعقدہ امرتسر

خدا کے فضل و کرم سے اہل حدیث کانفرنس کا دوسرا سالانہ جلسہ امرتسر میں بتاریخ ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ - مارچ سنہ ۱۹۱۳ ع - بعد نماز جمعہ شروع ہو کر اتوار اور سوموار کی درمیانی رات کے ایک بجے تک رہا۔ جلسہ کی شان و شوکت غیر معمولی تھی۔ معزز مہمانوں کی خاطر مدارات میں حتی الامکان نہایت تن دہی سے کام لیا گیا۔ حاضرین کی تعداد ہر اجلاس میں اندازہ سے زیادہ ہوتی تھی۔ علماء کرام دور دراز مقامات سے تشریف فرما تھے۔ قابل واعظین کی پند و نصائح، مقبرین کی مؤثر تقریریں، حاضرین کے دلوں کو مستخر کر رہی تھیں۔ ایک جلسہ کے بعد دوسرے جلسہ میں حاضرین کا اشتیاق افزوں دکھائی دیتا تھا۔ یہاں تک کہ رات کے بارہ بجے سے بعد تک بھی وعظ ہوتا رہتا تھا۔ اور لوگ ابھی متمنی نظر آتے تھے کہ اور بھی ہو۔ غرض جلسہ نہایت کامیابی سے ہوا۔ اور آئندہ سال کیلئے معززان پشاور کی طرف سے کانفرنس کو سالانہ جلسہ کیلئے دعوت دی گئی۔ کانفرنس کیلئے چندہ کی مقدار بھی بھمد اللہ اچھی تعداد تک پہنچائی۔ مفصل حالات اخبار اہل حدیث امرتسر یا شائع ہونے والی رپورٹ میں مہینگیے۔

ابو الوفاء ثناء اللہ (سکریٹری کانفرنس)

اس طرح آپ عام مسلمانوں کی محبت، تعظیم، اور اعتماد، خربد سکتے ہیں۔ اتحاد و اخوت بے وعظ و پند پیدا کرسکتے ہیں اور دنیا کو اسلام کی تعلیم مسارات کا تماشا دکھا سکتے ہیں۔ پھر آپ دیکھ لیں کہ خدا کا وعدہ جہت نہیں۔ ہم مسلمان تو صرف کہنے کو ہیں۔ ملے توحید کی لذت سے بیخبر ہیں۔ اگر ایک جہت ہمارے حلق سے فرور ہوجائے، تو ہم صاف دیکھ لیں کہ بخت و اقبال ہماری خورشامد کرتے ہیں۔ پیچھے پیچھے چلے آتے ہیں اور ہم پروا نہیں کرتے۔ کاش ہمیں اس لذت کا کچھ بھی حس ہوتا، جس نے ہلال حبشی کو جلتے ہوئے پتھر پر ننگے بدن لٹایا، جان دینے پر آمادہ کیا، مگر کلمہ توحید سے توبہ کیسی، ایک دم کے لیے چپ رکھنا بھی گوارا نہ کیا۔

حضرات! یہ ہمارے اصلی نقص ہیں اور یہی مقام ضعف ہے، اسی کی تقویت درکار ہے۔ پھر آپ کو یہ منصب حاصل ہوگا کہ مشرکوں میں توحید کی اشاعت کریں اور خدا کی مرضی کو پورا کریں۔ آپ غریبوں اور ان مسلمان بھائیوں کو جنہیں اپنی زبان میں طبقہ ادنیٰ کہتے ہیں، اپنے طہطراق، اپنی بددعائی، اور کبر سے مرعوب نہ بنائیں، آپ داد خواہوں کے رکرنے کے لیے اپنی کوتاہیوں پر پیدائے تعینات نہ کریں۔ آپ رہ چل اور وضع اختیار نہ کریں جن سے غربا ادب سے ملتے ہوئے دریں اور ہچکچالیں۔ آپ عہد خلافت کی سانکھوں کو یاد رکھیں جب ایک غلام عین خطبہ کے رقت حضرت عمر کا دامن پکڑ کر کہتا تھا ”حضرت چلے آپ اس بات کا جواب دے لیجیے پھر آگے ترہیے۔“ یہ چندریں جو خراج میں آئی نہیں، سب کے حصہ میں ایک ہی ایک پڑتی تھیں۔ آپ اس قدر بلند قامت ہیں۔ اُس ایک چادر سے عبا ایونکر بنائی؟ حضرت عمر نہایت تہذدے دل سے فرماتے ہیں: ”بڑے بیٹے نے اپنے حصہ کی چادر مجھے دیدی ہے اور اُسی کو ملا کر یہ عبا بنائی ہے“ تب اُس غلام نے دامن چھوڑ کر کہا: ”میں مطمئن ہو گیا اب آپ اپنا کام کریں۔“

ایک دفعہ حضرت عمر خطبہ کے رقت قوم سے پرچہ تھے ہیں: ”اگر میں راہ حق سے الگ جاؤں تو تم میرا کیا کر سکتے ہو؟“ ایک شخص آگے بڑھ کر کہتا ہے: ”کوڑوں سے سیدھا کر دینگا“ آپ خوش ہو کر فرماتے ہیں: ”میں اسی جواب کا خواہاں تھا۔ جب تک مسلمانوں میں ایسے آزاد خیال لوگ موجود ہیں، ہمیں کوئی ڈر نہیں“ اب تو آپ لوگ اسی باتوں کا نام رحمت رکھینگے مگر یہ اُس شخص کے واقعیت زندگی ہیں، جس کے عہد میں اسلام کو سب سے زیادہ عروج ہوا۔

ہم کو نام بزم پکار پکار کر کہنے میں کوئی خوف اور قائل نہیں۔ جب تک ہم مسٹر مظہر الحق - مولوی فخر الدین - مولوی عبد المجید - راجہ صاحب - محمدر آبان - صاحبزادہ آفتاب احمد خان - مسٹر محمد علی - میاں محمد شفیع - مسٹر غزنوی وغیرہم اور تمام مدعیان لیڈری و دردمندان اسلام کو جو قوم کے وکیل کہنا چاہتے ہیں اور تقریر و تحریر میں بڑی باتیں کہتے ہیں، اور اسلام کا نوحہ پڑھا کرتے ہیں، پانچوں رقت مسجد میں نہ دیکھیں گے، ہم نہ ان کے کسی قول کی وقعت کرینگے نہ ان کو اپنا رکبن کر دینگے۔

امید ہے کہ تمام اسلامی پریس ہماری یہ عرضداشت شائع کرے۔ لیڈروں کے کان تک پہنچا دینگے۔ کیونکہ یہ کوئی معمولی لین نہیں۔ اسی پر ہماری آئندہ زندگی کا دار و مدار ہے۔

آپ کا خادم - محمد مسلم عظیم آبادی

# ماہنامہ

## کھلی چٹھی

مسلمان لیڈروں کی خدمت میں

— \* —

بزرگان قوم! السلام علی من اتبع الهدی -

جس شمع سے شبستان اسلام کی تجلی سمجھی جاتی تھی وہ اب ٹمٹمانے لگی ہے۔ اسلام یورپ میں چند دنوں کا مہمان ہے اور ایشیا میں بھی اسے دیر تک اطمینان حاصل نہیں رہنے، ہماری بربادی کے سامان آنکھوں کے سامنے صاف جھلک رہے ہیں۔ اسپین میں زوال قرۃ اسلام کی داستان پھر تازہ ہو رہی ہے۔ گرد و پیش کے آثار و قرائن سے مستقبل اسلام پر آپ خود مجھے سے بہتر حکم لگا سکتے ہیں، اور یہ حقیقتیں آپ پر مجھے سے کہیں زیادہ روشن ہیں۔ جو ہونا تھا ہو چکا، اور جو کچھ ہونے کو ہے وہ بھی معلوم ہے۔ اب سوال یہ باقی رہتا ہے کہ مسلمانوں کو کسی غیبی امداد کے انتظار میں چپکے بیٹھے راہ تکنا چاہیے؟ اپنی موجودہ حالت یا جو صورت زمانہ قائم کردے اس پر صابر و قانع ہو جانا چاہیے؟ یا ہاتھ پاؤں مارنا چاہیے اگر گنجائش ہو؟

اس وقت کروروں مسلمان ایسے ہیں جو سلطنت ترکی کے زوال کو اسلام کا زوال سمجھ کر ایمان برباد کر رہے ہیں۔ اور قانونِ دول سے ہو رہے ہیں۔ بہتیرے سہل اعتقاد اور سادہ لوح مسلمان امام مہدی کے ظہور کو سر پر سمجھتے ہیں۔ مگر درحقیقت اسلام نہ سلطنت ترکی کا محتاج اور نہ ایران و افغانستان کا۔ اسلام کا نصب العین کشور کشائی اور حکمرانی نہیں ہے۔ اس کا مقصد اصلی اشاعت توحید ہے۔ اس راہ میں اگر ملک اور سلطنتیں حائل ہوں تو ان کی تسخیر و تغلب کا مضائقہ نہیں۔ جب ہم میں دنیا طلبی پیدا ہوگئی اور حکمرانی کی چاٹ لگی تو مقصد اصلی کو بالائے طاق رکھ دیا۔ اب یہ حال ہے کہ زوال سلطنت کو عین زوال اسلام سمجھ ہوئے ہیں۔ حالانکہ اسلام ایسے ایسے مفاخرے بے نیاز ہے۔ جب توحید کی اشاعت کی جاتی ہے تو سلطنت خود بخود اس کے جلو میں ہمرکاب ہوتی ہے۔ اور اسلام کو اسکی نہ خبر ہوئی ہے نہ پورا۔ اشاعت توحید کی راہ میں کوئی طاقت آج حائل نہیں۔ آپ کو اب اس مقصد کے لیے کشور کشائی کی ضرورت نہیں۔ آپ آج تہیئہ اور سادے مسلمان بن جائیں۔ شعائر اسلام اختیار کرلیں۔ اور اشاعت توحید کے لیے ہمہ تن مستعد ہو جائیں تو آج مسلمانوں کی ساری کمزوریاں دفع ہو جائیں۔

آپ خوب جانتے ہیں کہ کسی قوم کے عروج کے لیے آخرت اور اتحاد باہمی سب سے قوی عنصر ہیں۔ آپ اپنی تحریروں اور لکچروں میں اسی کا رونا روئے رہتے ہیں مگر آپ کو یہ نہیں معلوم کہ انہیں مقاصد اور ایسے ایسے سیکڑوں شخصی اور قومی مفاد کیلئے نماز فرض کی گئی ہے۔ مگر کون نماز؟ کبھی کبھی گھر میں چار ٹکریں لگا لینے والی ہرگز نہیں۔ آپ پانچ وقت وضو کر کے مسجد میں تشریف لائیں، غریب، مسکین، مسافر، بیمار، مسلمان بھائیوں کے درس بدش کہتے ہو کر نماز پڑھیں۔ اور اقوام عالم کو دکھا دیں کہ مسلمانوں کے خدا کے گھر میں ایک ہائی کورٹ کا جج، اور ایک پنکھا کھینچنے والا قلی۔ ایک کانسل کا ممبر، اور مکتب خانہ کا میانجی۔ ایک سید اور ایک بھنگی، سب ایک ہیں۔ آپ جمعہ کے روز جامع مسجد میں آکر نماز پڑھنا اپنے اوپر لازم کرلیں،

بحضور لامع النور اعلیٰ حضرت ہمایونی  
شہنشاہ گیتی پناہ فلک بارگاہ سلیمان جاہ  
ظل اللہ سواج الملة والدين والي دولت  
خدا داد افغانستان خلد اللہ ملکہ

— \* —

بعد از حمد فراوان احکم الحاکمین کہ تصرف ہیچہ ہزار عالم در حیطہ قدرت ارسد و درود نامہ درود برسید کائنات خیر البشر کہ زبان قلم و قلم زبان قاصر از منقبت او۔ کمترین کنیز کان، مادر کور بخت داکٹر عبد الغنی و مرلوی نجف علی و محمد چراغ کہ سرمایہ حیات این مسکینہ و قرۃ العین این عاجزہ بردند و حالا در زندان کابل اسیر هستند، بعد عجز از ادب و ہزاران تضرع و العاح گریہ و زاری خود را بمسامع لجلال اعلیٰ حضرت شہنشاہی رسانیدہ عارض است کہ از راہ مراحم خسروانہ فرزندان این مبتلای آلم را از حبس مغاصی عنایہ فرمایند۔ این عاجزہ نمی گوید کہ ایشان بے قصور هستند۔ خدای علام الغیوب جلتہ عظمتہ می داند کہ حقیقت حال چیست "ان اللہ علیم بذات الصدور" آنچه این مسکینہ ترجمہ عالیہ اعلیٰ حضرت ہمایونی بدان منعطف کردن می خواہد این است کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ چندین ذنوب مغار و کبار بندگان تقصیر پیشہ را عفو می فرماید و حسابی از ان در نمی گیرد حضرات سلاطین بر صفحہ زمین ناایان کردار اند: هو الذی جعلکم خلائف فی الارض۔ لاجرم ایشان را نیز مفسد عفو و مفتح و رحم و رحم کار باید فرمود "والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین" این عاجزہ را از جہت مغارقت فرزندان کہ لغت جگر این مسکینہ اند و از مدت پنج سال در زندان محبوس اند خواب و خور حرام گشتہ شب و روز نذر گریہ و بکا میگردد تا بعدیکہ از افراط فالہ و اشکباری چشم سفید و بصارت زوال پذیرفتہ پیش ازین طاقت مہجوری افلاذ کبد خویش ندارم۔ و لہذا بذریعہ این عرض داشت اظہار حالت زار خود نموده و اسماء پاک خدای عزوجل و رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم را وسیلہ آوردہ ملتئم مراحم خسروی ہستم۔ توقع رائق از حضرت علیہ شہنشاہی بفحوائی "ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء" بر حال خستہ این عاجزہ ترحم فرمودہ فرزندانم را از حبس نجات عنایت خواہند فرمود۔ ارحم ثم ارحم یا امیر المؤمنین! فانت اهل لذلك تخلقوا باخلاق اللہ۔ ان اللہ بالناس لرؤف رحیم۔ زیادہ بجز ادعیہ ترقی عظمت و جبروت و تخلید ملک و سلطنت چہ عرض نماید۔

عرفہ

عاجزہ والدہ داکٹر عبد الغنی  
ساکن جلال پور جٹان - ضلع گجرات (پنجاب)

## الہلال کی ایجنسی

ہندوستان کے تمام اردو، بنگلہ، گجراتی، اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے، جو بارہ ہفتہ وار ہونے کے، روزانہ اخبارات کی طرح بڈت متفرق فرخت ہوتا ہے۔ اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں، تو اپنے شہر کیلئے اسے ایجنٹ بن جائیے۔



## دعوت الہلال

کی اشاعت عمومی

— \* —

محترم ملت! بارک اللہ فی صحتکم و عافیتکم -  
 السلام علیکم - بھوپال میں اکثر جگہ رسالہ الہلال آتا ہے - جس کے  
 دیکھنے کا شرف مجھ کو بھی ایک درست کی رسالت سے حاصل ہے -  
 الہلال میں جو خوبیاں ہیں اور جس پالیسی کو آپ اختیار کیے  
 ہوئے ہیں، اس کی مدح و ثناء تکلف معض ہے - صرف یہ کہہ دینا  
 کافی ہے کہ الہلال اردو رسالوں میں بہتہ رجحان و جذبہ نظر ہے -  
 لیکن ساتھ ہی میرے نقطہ خیال سے اس رسالہ کی اشاعت  
 سیاسی - تمدنی - اور ملی اعتبار سے عامہ خلائق میں ہونا ضروری  
 بلکہ لازمی ہے - جب تک عام لوگ اثر پذیر نہ ہوں گے، اصلاح بعید  
 و زریعی غیر مشکور رہیگی -  
 قیمت کی زیادتی اس کی اشاعت کا عوام و خواص کے درمیان  
 ایک حجاب حاجز ہے -

قلیل البضائع معاشر اسلام مطالعہ سے محروم ہیں - اگرچہ ان  
 کے ملی جذبات افراد مخصوصہ سے کہیں زائد اور بکار آمد ہیں - مگر  
 کم مائیگی ان کو اس ہادی طریق مستقیم تک پہنچنے میں  
 سنگ راہ ہے - پس اس جانب آپ کو اپنی خاص توجہ منعطف  
 فرمانے کی خاص ضرورت ہے -

مناسب ہوگا کہ زینت طبع کے لحاظ سے دو قسم کے رسالہ شایع  
 کیے جائیں: اعلیٰ اور ادنیٰ - اعلیٰ پیمانہ کے رسالہ کو ( جو آج کل  
 شایع ہوتا ہے ) انہی لوگوں کے لیے خاص کر دیا جائے جو مغربی  
 خریبوں کے ساتھ مغربی محاسن کو بھی پسند کر کے خواہش کریں -  
 اور معمولی کاغذ کے غیر مصور رسالہ کو غریب اور عوام کے لیے مخصوص  
 کر دیا جائے -

مہربانی فرما کر اس راے ناقص میں الہلال کے ناظرین سے  
 دستوراب فرما لیجئے - اس کے بعد آپ کی اور ناظرین الہلال کی  
 آراء عالیہ کا انکشاف اور اس جدید طرز عمل کی پسندیدگی  
 اور انتظامات حدیث کے متعلق اس ہلال کی روشنی سے، جو بدر  
 کامل ہو کر چمکنے والا ہے، عامہ خلائق کو مستفیض فرمائے -

خیر اندیش محمد مستقیم الدین

آڈیٹر دفتر محاسبی - بھوپال

## فہرست

زر اعانۃ دولت علیہ اسلامیہ

—:—:—

( ۲۰ )

ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة

پائی آنہ روپیہ

۱۲۰ - -

بزرگ یوسف حسن خان صاحب جے پور

بہ تفصیل ذیل:—

مولوی معشوق علی صاحب

حسن علی خان صاحب

ب بیگم صاحبہ

والدہ منشی یعقوب علی صاحب

مقبول صاحب

۷ - -

۱ - -

۱۵ ۱ -

۳ - -

۱ ۵ -

پائی آنہ روپیہ

۱۵ - -

۲ - -

۱ ۲ -

۳ - -

۱ - -

۵ - -

۳ - -

- ۱ -

- - ۶

۶ ۲ -

۶ - -

۷ ۱۱ -

۱ - -

۱ - -

- ۸ -

- ۸ -

۵ - -

۱ - -

۱ - -

۲ ۳ -

۱ - -

۱ - -

۵ ۳ -

۳ - -

۱۵ ۱۰ -

۲ - -

۱ ۸ -

۱ ۴ -

- - ۶

۷۱ ۸ ۵

ایم - مراد خان صاحب - امیر - ناگپور

بہ تفصیل ذیل:—

عطار مسافر

منگل دیوان

محبت شاہ

کریم خان

سید قاسم

محمد اسحاق

نواب تانیخان

نواب سردار خان

شیخ رسول

سید بابا زنگریز

نواب سکندر خان اولی

نواب سکندر خان ثانی

نواب داؤد خان

نوابی

نواب مستی علی خان

نواب نواز خان

شیخ وزیر عطار

گلاب خان پدجاہی

شیخ لطیف قصاب

یعقوب شاہ فقیر

امیر بی

۱ - -

۵ - -

- ۸ -

۱ - -

۱ - -

۲ - -

۳ - -

۱ - -

- ۸ -

- ۴ -

۲ - -

۱ ۴ -

۲ - -

۱ - -

۱ - -

۳ - -

۵ - -

۱ - -

۲ - -

۱ - -

- ۲ -

# عالم اسلامي

ادد

إعانة دولة عليه

— \* —

## اسلام کے عظیم الشان

معبد میں جامعہ اسلامیہ ( یونیورسٹی )

کے

## تجربہ ویز اور اسکی تاثیر

—:O:O:—

۱۵ - اپریل سنہ ۱۹۱۳ء کے روزانہ زمیندار میں شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی کی طرف سے ایک آرٹیکل شائع ہوا ہے - جس میں علامہ موصوف نے مسلمانوں کی موجودہ حالت کا انداز فرماتے ہوئے دردمند دل سے یہ مبارک تجویز پیش کی ہے کہ مکہ معظمہ میں ایک جامعہ اسلامیہ قائم کیجائے جس میں تمام مذہبی اور دنیوی ( جن میں علوم جدیدہ بھی شامل ہیں ) علوم کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہو - محترم ناظرین ! یہ وہ آواز ہے جس پر نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو صدائے لیدک بلند کرنا ضروری اور خیر مقدم واجب ہے کیونکہ جب اسلامی پبلک کو اس واجب التکریم اور عظیم الشان معبد سے رہی تعلق اور کشش ہے جو کاہ و کاہ رہاؤں میں دیکھی جاتی ہے تو اس اعلیٰ مقصد کیلئے مکہ معظمہ سے بہتر کوئی اور مقام موزوں نہیں ہو سکتا -

لیکن ایسی یونیورسٹی قائم ہونے میں جہاں یہ دقت ہے کہ ترقی گورنمنٹ مشکل سے اجازت دیگی - یہ بھی دقت ہے کہ عرب کے دیندار قبائل ایسی یونیورسٹی کی طرف بمشکل متوجہ ہونگے - بلکہ اکثر قبائل اس روشن خیالی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھینگے اور دہریت کا پیش خیمہ سمجھ کر مانوس نہ ہونگے اور الفس نہ رکھینگے - میرے خیال میں دزنبور دقتیں رفع ہونیکے سہل صورت یہ ہے کہ مدرسہ صولتیہ کو ترقی دیکر ایک مکمل اسلامی یونیورسٹی اور عظیم الشان دارالعلوم بنایا جائے -

مولتیہ وہ مدرسہ ہے، جو ۳۸ - سال سے مرکز اسلام میں قائم ہے اور جسکا سنگ بنیاد ایک مرد خدا، نیک سیرت بزرگ، در اندیش (فاضل ہند مولانا رحمت اللہ صاحب مرحوم) نے ہندوستان کو خیبرباد کہہ کر، حرم محترم میں بڑی اربو العزمی اور جوش کے ساتھ سنہ ۱۲۹۲ھ ہجری میں اس ارادہ سے رکھا کہ اس کے ذریعہ علوم ربانی کی اشاعت صحیح اصول اور اعلیٰ پیمانہ پر جاری ہو۔

مدرسہ نے اپنے بانی کی نیک نیتی اور خلوص سے بتدریج اتنی ترقی کی کہ وہ جامعہ اسلامیہ بننا چاہتا ہے۔ خرد اسکے مہتمم مولانا محمد سعید صاحب سنہ ۱۳۲۹ھ ہجری کبی روڈ داد میں تحریر فرما چکے ہیں کہ مدرسہ صرقلیہ کے شاندار مستقبل کیلئے مسلمانوں کو اپنی متفہم کوشش سے کام لینا چاہیے اور جس طرح مسلم یونیورسٹی علیگندہ کیسے تمام ملک میں ایک عام تحریک اور جوش پیدا کیا گیا تھا اسی طرح ایک مذہبی دارالعلوم خاص مرکز اسلام میں قائم کر دینا ضروری ہے۔ خیال پیدا کیا جاوے۔

مسلمانوں کو اگر ایذا مذہب عزیز ہے اور وہ اپنی حالت سنبھالنا چاہتے ہیں تو وہ اسوقت اور اس موقع کو غنیمت سمجھیں اور یہ رکھیں کہ جس اصلاح کی بنیاد مذہب کے اعظم ترین مقدس مقام پر رکھی جاوے گی اسکا اثر تمام اسلامی دنیا پر پڑے گا، اس اصول پر کاربند ہو جاؤ کہ جتنے کورسریز رکھنے سے شاخیں ہمیشہ ترقی پزیر ہوں اور وہ سکتی ہیں۔

بالفعل ترکی کے مصائب و معن روز افزوں ہو رہے ہیں جو بالقرہ تمام مسلمانان عالم کے مصائب و معن کا مقدمہ ہے۔ فی الواقع یہ زمانہ مسلمانوں کے لیے قیامت صغریٰ ہے۔ حالات مذکورہ کے تدارک کے لیے مسلمانوں کی کوشش جاری ہے خداوند تعالیٰ انکے مجاہدات اور مساعی مشکور فرمائے۔ اگرچہ اسبارہ میں مختلف تدبیرات اور انتظامات عمل میں آ رہے ہیں اور انکا نتیجہ کم و بیش ظاہر ہو رہا ہے مگر ایک امر، جو بظاہر نتیجہ خیز ہو سکتا ہے، غالباً اسکی جانب ہنوز توجہ و اعتنا نہیں کی گئی ہے وہ امر یہ ہے۔ کہ بہت سے قطعاً دنیا میں مسلمان کثرت سے آباد ہیں۔ علاوہ مصر و ہندوستان کے جہاں بہت سرگرمی کے ساتھ اعانت ترکی کا سلسلہ جاری ہے بلاد چین و جاوہ و ممالک روس و ترکستان وغیرہ میں کثرت سے مسلمان آباد ہیں اور بعض ان مقامات بلکہ اکثر مقامات میں مسلمانوں کے مالی حالت بھی عمدہ ہے اور ان میں ہمت اور حمیت بھی سنی جاتی ہے مگر اس آشوب کے زمانہ میں مسلمانان مذکورہ کے جانب سے ترکی کے اعانت کے بارہ میں کوئی صدا سماعت میں نہیں آئی ہے۔ ظاہراً اسکی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ممالک مذکورہ میں بوجہ فقدان وسائل اخبار و خبررسانی یہ جمود و سکوت پیدا ہو رہا ہے، وگرنہ غالباً عمدہ نتائج پیدا ہوتے۔ پس مناسب معلوم ہوتا ہے، انجمن ہلال احمر کے سلسلہ سے وہاں ایسے رفود بھیجے جائیں کہ جو قابل افراد پر مشتمل ہوں اور وہاں کے اہل اسلام سکنا کی توجہ اعانت ترکی کی جانب پر انگیکھتہ کریں۔ خواہ وہ اعانت بصورت چندہ ہو یا بشکل قرضہ ہو، میرے خیال میں ایسی کوشش بہت ہی مفید اور کارگر ثابت ہوگی خصوصاً قرضہ جات کے بارہ میں بہت زیادہ کامیابی کی امید ہے۔ اسلیے کہ ممالک مذکورہ میں مسلمان عموماً تجارت پیشہ ہیں لہذا خصوصاً انکو معاملہ قرضہ میں بہت دلچسپی ہوگی۔ ایسی استعانت کی کوشش ہماری گورنمنٹ کے منشاء کے خلاف بھی نہوگی بلکہ امید کیجاتی ہے کہ گورنمنٹ انگریزی کی کانسلہاے متعینہ ممالک مذکورہ اس کام میں ہماری مدد بھی کریں گے۔ (حکیم بشیر الدین احمد رارڈ جہانگیر آباد)

نذک الہلال

جاءہ، ترکستان، اور بعض بلاد روس سے جنگ طرابلس اور بلقان کے زمانے میں سلطنت عثمانیہ کو ۹ برابر امداد پہنچتی رہی ہے، اور اسکا تذکرہ اخبارات تک بھی پہنچا ہے۔ جنگ طرابلس کے زمانے میں ایک مخیر روسی مسلمان محمد حسین نامی نے نو لاکھ روپیہ سے براہ راست غازی انور بے کی اعانت کی تھی، اور اسی زمانے میں الہلال نے اسکی تصویر شائع کی تھی۔

جاءہ میں نہایت جابرانہ حکومت ہے۔ - مجھے اسمیں شک ہے کہ بازاری رہاں چندہ ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

البتہ مسلمانان چین کی نسبت کچھ معلوم نہیں، بہر حال اب رقت صرف فراہمی چندے میں اپنے تمام قراء عملیہ کو صرف کرنے کا نہیں رہا۔ ضرورت ہے کہ ایندہ کے تحفظ کیلئے کڑی راہ اختیار کی جائے۔

1. The first part of the paper discusses the importance of understanding the underlying mechanisms of the observed phenomena. This involves a thorough review of the existing literature and a clear identification of the research gaps. The authors emphasize the need for a multidisciplinary approach, drawing on insights from various fields to develop a comprehensive understanding of the problem at hand.

2. The second part of the paper presents the methodology used in the study. The authors describe the data sources, the statistical models employed, and the procedures for data analysis. They highlight the strengths and limitations of the chosen methods, ensuring transparency and reproducibility of the results.

3. The third part of the paper reports the findings of the study. The authors present the results of the statistical analyses, including descriptive statistics, hypothesis testing, and model fit indices. They discuss the implications of these findings for the field and provide a clear interpretation of the results in the context of the research objectives.

4. The fourth part of the paper discusses the limitations of the study and suggests directions for future research. The authors acknowledge the constraints of the data and the methods used, and they propose several avenues for further investigation to address the remaining questions and refine the understanding of the phenomena.

5. The final part of the paper provides a conclusion and summarizes the key takeaways. The authors reiterate the importance of the study and the contributions it has made to the field. They also provide a brief overview of the main findings and the implications for practice and policy.



پائی	آٹہ	روپیہ	پائی	آٹہ	روپیہ
۱	۰	۰	۵	۰	۰
۰	۶	۰	۳	۰	۰
۱	۰	۰	۰	۸	۰
			۲	۰	۰
۲۵	۰	۰	۱	۰	۰
۱۰	۶	۰	۱	۰	۰
۰	۵	۶	۰	۴	۰
۲۰	۰	۰	۴	۰	۰
۵	۰	۰	۵	۰	۰
			۰	۸	۰
			۳	۰	۰
۲۵	۰	۰	۰	۴	۰
۱۳	۰	۰	۱	۰	۰
			۲	۰	۰
			۰	۱	۰
			۰	۱	۰
			۰	۲	۰
			۰	۲	۰
			۲	۰	۰
			۱	۰	۰
			۱	۰	۰
			۱	۰	۰
			۰	۸	۰
			۱	۰	۰
			۱	۰	۰
			۰	۵	۳
			۰	۱۲	۶

## اشتمار

### زیر دفعہ ۸۲ ضابطہ دیوانی

بعدالت جذب منصف صاحب درجہ درم مقام قیبرا اسماعیل خاں  
تھا کر رام ولد پوکھا داس ذات کھانچر سکھ تحصیل کلانچی -  
مدعی بنام جہان خاں ولد موسیٰ خاں -  
مقدمہ مسمات جناتی والدہ خرد سکھ ممبر از کڈل دیہہ نمبر ۳ -  
دعویٰ ضلع حیدرآباد بخانہ جہان خاں پنشن دفعہ دار -

مقدمہ مندرجہ صدر سے مسمیٰ جہان خاں رشادی رادان سلطان  
نا بالغ بر برہی -

مدعا علیہ مسمات جناتی والدہ خرد سکھ ممبر از کڈل دیہہ نمبر ۳  
دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے رز پرش پھرتا ہے اسلئے بذریعہ اجراء  
اشہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ مذکور نے بتدریج پیشی  
۳ - مئی سنہ ۱۹۱۳ حاضر عدالت ہذا ہو کر جوابدہی مقدمہ کی  
نئی تواریکی نسبت کاروائی یکطرفہ عمل میں آریگی -

آج بتاریخ ۱۶ اپریل ہماری دستخط اور مہر عدالت سے جاری  
کیا گیا -

## اشتمار

### زیر دفعہ ۸۲ ضابطہ دیوانی

بعدالت جذب منصف صاحب درجہ درم مقام قیبرا اسماعیل خاں  
تھا کر رام ولد پوکھا داس ذات کھانچر سکھ تحصیل کلانچی -  
مدعی بنام جہان خاں ولد موسیٰ خاں -  
مدعا علیہ ذات سمور سکھ ممبر از کڈل دیہہ نمبر ۳ ضلع حیدرآباد -  
سندہ دفعہ دار پنشن دفعہ ۶۴ برے تمسک

مقدمہ مندرجہ صدر سے مسمیٰ جہان خاں ولد موسیٰ خاں  
ذات ممرا سکھ جرہ کڈل دیہہ نمبر ۳ ضلع حیدرآباد سندہ -

مدعا علیہ دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے رز پرش پھرتا ہے اسلئے  
بذریعہ اجراء اشہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ مذکور نے  
بتاریخ پیشی ۳ - مئی سنہ ۱۹۱۳ حاضر عدالت ہذا ہو کر جوابدہی  
مقدمہ کی نئی - تواریکی نسبت کاروائی یکطرفہ عمل میں آریگی -  
آج بتاریخ ۱۶ اپریل ہماری دستخط اور مہر عدالت سے جاری  
کیا گیا -



شیخ گہرڑو قصاب	۵	۰	۰
چاند دیوان	۳	۰	۰
ممد الرحیم عطر فروش	۰	۸	۰
محمد شاباش	۲	۰	۰
شیخ بنو عرف ملک جی	۱	۰	۰
امیر خان	۱	۰	۰
بنو شاہ فقیر	۰	۴	۰
شیخ محمد مجاور	۴	۰	۰
نواب محمد خان	۵	۰	۰
رمضان دیوان	۰	۸	۰
وزیر خان	۳	۰	۰
سکندر قاضی	۰	۴	۰
میدو بی (بیوہ) پنجاب	۱	۰	۰
تاج محمد قصاب	۲	۰	۰
غفور خان	۰	۱	۰
محمد اسحاق	۰	۱	۰
ابو شاہ فقیر	۰	۲	۰
امیر شاہ فقیر	۰	۲	۰
لالا میاں	۲	۰	۰
شیخ وہاب	۱	۰	۰
عقمان خان	۱	۰	۰
شیخ چہرٹو	۱	۰	۰
امیر شاہ	۰	۸	۰
شیخ نعمت قصاب	۱	۰	۰
محمد مراد خان ہیڈ ماسٹر (ایلیچپوری)	۱	۰	۰
قاضی عبد العزیز	۰	۵	۳
منی اڈر خرچ	۰	۱۲	۶
محمد قاسم صاحب مختار	۳	۰	۰
معین الدین احمد صاحب قدوائی ندوی رکھا پور	۴	۱۲	۰
احمد سعید صاحب - افضل گڈہ بجنور	۵۲	۰	۰
بہ تفصیل ذیل :-			
بدچانت چہاہہ گران مانیوالا	۲۰	۱۱	۳
چہرٹے جہرہ	۱	۰	۰
قیمت کمال قربانی از شیخ نذیر و حسین بخش	۶	۰	۰
قیمت کمال قربانی از فیض محمد و ملاحسین بخش	۶	۴	۰
قیمت کمال شیخ نبی و حسین بخش	۵	۸	۰
کریم اللہ جہرہ	۰	۲	۰
اللہ دیا	۰	۴	۰
نبی بخش	۰	۴	۰
عفی	۰	۲	۰
موکھا گھوسہ	۶	۰	۰
یعوری	۰	۴	۰
محب اللہ جہرہ	۰	۶	۰
نیاز اللہ مستری	۰	۴	۰
غلام نبی	۰	۴	۰
عابی بخش درکندار	۰	۸	۰
چہچر دعاری	۰	۸	۰
عبد اللہ دعاری	۱	۰	۰
مولیٰ بخش دزی	۰	۲	۰
مدنی فصیح الدین	۱	۰	۰
چہچر داس ضلع دار	۱	۰	۰
مفتی عزیز الحق	۱	۰	۰

لَا تَقْرَأُوا الْبُحْرَانَ وَلَا تَقْرَأُوا الْبُحْرَانَ وَلَا تَقْرَأُوا الْبُحْرَانَ

# لَا تَقْرَأُوا الْبُحْرَانَ

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

میر سرتوں عزیز خاں

اساتذہ کرام کے نام سے

مقام اشاعت

۱۰۷ مکاروڈ اسٹریٹ

کراچی

قیمت

سالانہ ۸ روپے

شعبان ۱ روپے ۱۲ آنہ

جلد ۲

کراچی: جہاں شنبہ ۲۹ جادی الاولیٰ ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta : Wednesday, May 7, 1913.

نمبر ۱۸



سیٹم راسکوپ لیور راج ۱۹ سالز

مضبوط 'سچا وقت' برابر چلنے والی 'مہم' محصور دور ویدہ آتھہ آتھہ  
ایم - اے - شکور اینڈ کو نمبر ۱ - ۵ ویلسلی اسٹریٹ ڈاکخانہ: دھرم تلہ کلکتہ -

M. A. Shakur & Co., 5/1, Wellesley Street, P. O. Dharamtollah, Calcutta.



## درد سر و دوز ریاہ کی دوا

ریاہی درد لفظ میں پہاڑ ہو جاتا ہے - یہ دوا لفظ میں اسکو پائی کر دیتی ہے - درد ریاہ جیسے  
ٹپک - چمک - ٹیس - رکوں میں لہر کن کنی سے چاہے جس قدر تکلیف ہو - اس دوا کے استعمال سے  
فوراً رفع ہوتی ہے درد سر کے واسطے یہی اس دوا کا ایسا ہی فائدہ ہے - نصف سر میں ہوا تمام سر میں  
کسی وجہ سے کیسا ہی درد ہو اس دوا سے رفع ہو جاتا ہے صرف یہی نہیں اگر سر کٹا جاتا ہو پھٹا جاتا ہو -  
اُڑا جاتا ہو - اس دوا سے فوراً بند ہوتا ہے - اندنوں لوگ ذرا ذرا سی باتوں میں سر دکھایا کرتے ہیں کلم میں  
یا مفت کی باتوں میں فکر و تردد میں عیش و عشرت میں دن کو رات اور رات کو دن بنانے میں کل  
شکایتیں سر پر آجاتی ہیں - اور ہاے رے درد سر پکارا کرتے ہیں ڈاکٹر بومن کی دوا ایسے لوگوں کے لیے ہے -  
دوا کے استعمال سے فوراً درد بند ہوتا ہے - اسلئے ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا لازم ہے -  
( قیمت ۱۲ ٹکیوں کی ایک شیشی (۶ آنہ) محصور ڈاک ایک سے چھہ قدیمہ تک ۵ آنہ )

ڈاکٹر ایس کے بومن نمبر ۲۷ بازار چاند دت اسٹریٹ کلکتہ

## المکتبة العلمية الاسلامیة فی علی گڑھ

— \* —

اس کتب خانہ میں مختلف علوم و فنون کی کتابیں مطبوعہ مصر، شام، بیروت  
اور قسطنطنیہ وغیرہ فروخت کے لیے موجود رہتی ہیں اور نہایت مناسب و معتدل  
قیمت پر شائقین کی خدمت میں روانہ کی جاتی ہیں — خاصکر مکتبۃ المنار کی  
کتابیں، حضرت الاستاذ الامام شیخ محمد عبده اور حضرت السید الامام سید رشید رضا  
کی تمام تصنیفات اس کتب خانے میں ہر وقت مہیا رہتی ہیں - فرمائشوں کی تعمیل  
مستعدی کے ساتھ کی جاتی ہے - کتب خانہ کی جدید فہرست تیار ہو گئی ہے جو  
آدہ آنے کے ٹکٹ وصول ہونے پر مفت روانہ کی جاتی ہے \*  
رسالہ المنار (جو تمام دنیائے اسلام میں بہترین عربی رسالہ تسلیم کیا گیا ہے)  
اس کی گذشتہ ۱۵ سال کی ۱۵ جلدیں مکمل مع فہرست مضامین موجود ہیں -  
قیمت عام طور پر فی جلد ۱۵ روپے ہیں مگر دوسری جلد کی قیمت پچاس روپے اور  
قیسری جلد کی قیمت پچیس روپے ہیں \*  
یہ کتب خانہ رسالہ المنار کا کل مالک ہندوستان میں سرل اینجنت ہے ' اور  
جن اصحاب کو اس رسالہ کی خریداری منظور ہو چند سالانہ مبلغ ۱۵ روپے ہمارے  
پاس روانہ فرمائیں ' (زیادہ وصول ہونے پر رسالہ براہ راست ان کی خدمت میں جاری  
کرا دیا جائیگا \* )

المشتہر

منیجر المکتبة العلمیة الاسلامیة، مدرسه  
العلوم، علی گڑھ

## حمیدیہ ہوٹل

— \* —

نمبر ۱۳۱ لورچیت پور روڈ - کلکتہ

ہمارے ہوٹل میں ہر قسم کی اشیائے خوردنی و نوشیدنی ہر وقت طیار ملتی ہیں نیز اس کے ساتھ مسافروں کے قیام کیلئے ہر تکلف اور  
لڑبڑ کامیاب کیا گیا ہے جو نہایت ہوادار، فرہنگ اور بر لب راہ واقع ہیں جن صاحبوں کو کچھہ دریافت کرنا ہو بذریعہ خط و کتابت منیجر  
ہوٹل سے دریافت کر سکتے ہیں - جنگ ترکی و اٹلی اور جنگ بلقان کی جملہ تصویروں ہماری ہوٹل میں فروخت کے لیے موجود ہیں  
مع تصویر شیخ سنوسی وغیرہ -

المشتہر منیجر حمید علی محمد الکرم مالک حمیدیہ ہوٹل



الْهَيْبَةُ وَالْجَبَرُوتُ وَالْإِغْلَافُ الْكَبِيرُ وَالْمُنِيرُ

AL - HILAL  
Proprietor & Chief Editor:  
Abul Kalam Azad.  
7-1 McLeod Street,  
CALCUTTA.  
Telegraphic Address.  
"AL - HILAL"  
Yearly Subscription, Rs. 8.  
Half-yearly „ „ 4 - 12.

# الهلال

ایک ہفتہ وار مصور سالہ

میر سولنجر خصوصی  
مسند کلام المذہبی  
مقام اشاعت  
۱۰۷ مکلاوڈ اسٹریٹ  
کلکتہ  
عنوان تلفراف  
"الهلال"  
قیمت  
سالانہ ۸ روپے  
ششماہی ۴ روپے ۱۲ آنہ

۲۰

کلکتہ: چہار شنبہ ۲۹ جادی الاولیٰ ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta : Wednesday, May 7, 1918.

نمبر ۱۸

## شذرات

شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی  
اور  
مسئلہ "الندوة"  
(۳)

گذشتہ نمبر کا خلاصہ تحریر امید ہے کہ قارئین الہلال کے ذہن میں محفوظ ہوگا۔ اس عرصے میں بکثرت خطوط ادارہ الہلال میں پہنچے اور انکا سلسلہ برابر جاری ہے۔ ان خطوط کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ الحمد للہ ملک میں ارداب فہم و ادراک اور صاحبان عقل و بصیرت کی ایک جماعت موجود ہے جو ہر آواز کو اسکی اصلی جگہ دینے کی پوری استعداد رکھتی ہے اور اگر حقیقت کو لکھ سمنے رکھدی جائے تو اسکی استقبال کیلئے طیار ہے۔ ان خطوط میں اس عاجز کی نسبت جس حسن ظن کریمانہ کا اظہار کیا گیا ہے، انکے لیے حق تعالیٰ کا شکر گزار ہے اور مستعدی ہے کہ اسکی لیے استقامت و معیہ حق و صداقت کی توفیق بخشی کی دعا فرمائیں کہ اصل مقصود و مطلوب یہی ہے و باقی ہمہ ہیچ!

ان خطوط میں سخت اصرار کیا گیا ہے کہ انہیں بے حسہ شائع کر دیا جائے، لیکن میں بادب خواہ سنگار معافی ہوں کہ ارل تو الہلال کی گنجائش محدود، پھر زیادہ اہم مقصد بالفعل پیش نظر، اسلیئے سر دست انکی اشاعت سے مجبور ہوں۔ الا بعض اشد ضروری مکاتیب کہ انکی اشاعت ناگزیر و مفید ملے ہو۔

\*\*\*

بلسلسلہ اشاعت گذشتہ اس واقعہ کے چند پہلو اور باقی رکھئے

ہیں:

## شمس

۱	شذرات
۱	شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی
۲	ہفتہ جنگ
۳	یا قومنا اجیبوا داعی اللہ
۴	مقالہ افتتاحیہ
۵	حول ادب
۶	مذاکرہ علمیہ
۷	تطب جنوبی (۴)
۸	مقالات
۹	صفحة من تاريخ العرب (معامرة قرطاجنة)
۱۰	انتقاد
۱۱	رہبر انجمن ہلال احمد قسطنطنیہ
۱۲	مطبوعات اردو
۱۳	آسان تعلیم
۱۴	تفہیم القرآن
۱۵	اتحاد المسلمين و فريضة زكاة
۱۶	بعض حديث الاشاعة جرائد و مجلات
۱۷	آزاد
۱۸	مسوات
۱۹	شکون عثمانیہ
۲۰	حادثة ادرنه
۲۱	مراسلات
۲۲	نماز جمعہ
۲۳	ادبیات
۲۴	غروش باس
۲۵	فکافات
۲۶	عروس لیگ
۲۷	علامہ شبلی نعمانی پر دیباچہ الزامات کی حقیقت

## تصاویر

بانی ادرنه شہنشاہ اقریا نور  
جامع سلم ادرنه  
مشہد قرطاجنه

# اطلاع

- (۱) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے، تو تاریخ اشاعت سے دو ہفتہ کے اندر اطلاع دیں، ورنہ بعد کو غیر پرچہ قرار دیا جائے گا۔
  - (۲) اگر کسی صاحب کو ایک یا دو ماہ کے لئے پتہ کی تبدیلی کی ضرورت ہو تو مقامی ڈاکخانہ سے بندوبست کر لیں، اور اگر تین یا تین ماہ سے زیادہ عرصہ کے لئے تبدیل کرانا ہو تو دفتر کو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیں۔
  - (۳) نمونے کے پرچہ کے لئے چار آنہ کے ٹکٹ آنے چاہیں یا پانچ آنے کے رہیں۔ یہی کی اجازت۔
  - (۴) نام و پتہ خاص کر ڈاکخانہ کا نام ہمیشہ خوش خط لکھیے۔
  - (۵) خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
  - (۶) ملٹی آڈر روانہ کرتے وقت کریں پورنام، پورا پتہ، رقم، اور نمبر خریداری (اگر کوئی ہو) ضرور درج کریں۔
- نوٹ — مندرجہ بالا شرائط کی عدم تعمیل کی حالت میں دفتر جواب سے معذور ہے اور اس وجہ سے اگر کوئی پرچہ یا پرچہ خالص عوامی طور پر لکھا جائے تو (منسوخ) ذمہ دار نہ ہوگا۔

## شرح اجرت اشتہارات

— \* —

میعاد اشتہار	فی صفحہ	فی کالم	نصف کالم	نصف کالم سے کم
ایک ہفتہ ایک مرتبہ کے لئے	۱۵ روپیہ	۱۰ روپیہ	۷ روپیہ	۸ آنہ فی مربع انچ
ایک ماہ چار مرتبہ	۵۰	۳۰	۲۰	۷ آنہ
تین ماہ ۱۳ مرتبہ	۱۲۵	۷۵	۴۵	۶ آنہ
چھ ماہ ۲۶ مرتبہ	۲۰۰	۱۲۵	۷۵	۵ آنہ
ایک سال ۵۲ مرتبہ	۳۰۰	۲۰۰	۱۲۵	۴ آنہ

(۱) ٹائٹل پیج کے پلے صفحہ کے لئے کوئی اشتہار نہیں لیا جائیگا۔ اس کے علاوہ ۳ صفحوں پر اشتہارات کو جگہ دیجائیگی۔

(۲) مختصر اشتہارات اگر رسالہ کے اندر جگہ نکال کر دیے جائیں تو خاص طور پر نمایاں رہیں گے لیکن انکی اجرت عام اجرت اشتہارات سے پچاس فیصدی زائد ہوگی۔

(۳) ہمارے کارخانہ میں بلاک بھی طیار ہوتے ہیں جسکی قیمت ۸ آنہ فی مربع انچ ہے۔ چھاپے کے بعد وہ بلاک پھر صاحب اشتہار کو واپس کر دیا جائیگا اور ہمیشہ انکے لئے کارآمد ہوگا۔

## شرائط

(۱) اسکے لئے ہم مجبور نہیں ہیں کہ آپکی فرمائش کے مطابق آپکو جگہ دیں، البتہ حتی الامکان کوشش کی جائے گی۔

(۲) ایک سال کے لئے اشتہار دینے والوں کو زیادہ سے زیادہ ۴ اقساط میں، چھ ماہ کے لئے ۲ اقساط میں، اور سہ ماہی کے لئے ۳ اقساط میں قیمت ادا کرنی ہوگی اس سے کم میعاد کے لئے اجرت پیشگی ہمیشہ لی جائیگی اور وہ کسی حالت میں پھر واپس نہ ہوگی۔

(۳) منیجر کو اختیار ہوگا کہ وہ جب چاہے کسی اشتہار کی اشاعت روک دے، اس صورت میں بقیہ اجرت کا روپیہ واپس کر دیا جائے گا۔

(۴) ہر اس چیز کا جو جرے کے اقسام میں داخل ہو، تمام منقشی مشروبات کا، نیشنل امراس کی مرزونا اور ہر وہ اشتہار جسکی اشاعت سے پبلک کے اخلاقی و مالی نقصان کا اندیشہ ہو، دفتر کو لینا ہو کسی حالت میں شائع نہیں کیا جائے گا۔

نوٹ — کوئی صاحب رعایت کے لئے درخواست کی زحمت گوارا نہ فرمائیں۔ شرح اجرت یا شرائط میں کسی قسم کا رد و بدل ممکن نہیں۔

حسب تلغرافات عمومیہ فریقین نے مداخلت کو صلح منظور کر لیا ہے۔ وکلاء صلح کے لیے پھر لندن تشریف لے گئے۔ دولت عثمانیہ کے وکلاء عثمان نظامی پاشا اور بڈیزیریا آمندی، اور مشیر قانونی رشید بے قرار پائے ہیں۔ حقیقی پاشا، توفیق پاشا، اور حسین حلمی پاشا نے شرکت منظور نہیں کی۔ وکلاء عثمانی مع مشیر قانونی ۶۔ کو روانہ ہو گئے۔ اس خیال سے کہ گفتگو زیادہ طویل نہ کہینچے دول گفتگو کے متعلق چند اصولی امور کا مسودہ پیش کر دیں گی جب اس مسودہ پر دستخط ہو جائیگا تو پھر متخاصمین میں گفتگو شروع ہوگی۔

باب عالی کی کامیابی ہمارا خیال تھا کہ مسئلہ اسعد پاشا موجودہ عثمانی حکومت کی سیاسی شطرنج بازی کا ایک حیرت انگیز اور ستائش طلب کارنامہ ہے، کیونکہ اگر البانیا کی خود مختار حکومت اسی اصول پر قائم ہو، جس پر یورپ کی نصرانی سلطنتیں قائم کرنا چاہتی ہیں، تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ جسم اسلام کا یہ ٹکڑا اس طرح علاحدہ کر لیا جائے کہ پھر کبھی بھی نہ مل سکے، اور اتنا ہی نہیں، بلکہ اس کے آثار باقیہ بھی مٹا دیے جائیں!

گذشتہ اشاعت میں ہم نے اس خیال کی طرف مختصراً اشارہ کیا تھا، لیکن اس ہفتے کی خبروں سے اس خیال کی غیر معمولی طور پر تصدیق ہو رہی ہے۔ فالعہد للہ علی ذلک۔

یکم مئی کا تاریخ کہ ”اسعد پاشا کی درخواست رسد و نقد کے جواب میں باب عالی نے تار دیا ہے کہ وہ بیروت روانہ ہو جائے۔ اگر بین القومی نا کہ بندی حائل ہو، تو پھر ریلوے کا رخ کرے۔ باب عالی ریلوے میں رسد اور نقد بھیج دے گا۔

۲۔ مئی کا تاریخ: ”اسعد پاشا نے زیر سیادت سلطان المعظم اپنے مسقط الراس تیرانا میں حکومت قائم کر لی ہے اور علم ہلال بلند کر دیا ہے“ اس تاریخ کے بعد غالباً اس رائے میں شک کی گنجائش نہیں، جو ہم نے شرکت باب عالی کی بابت گذشتہ اشاعت میں ظاہر کی تھی۔ ہم نے اس کی نسبت متعدد تاریخ تحقیق حال کیلئے ترکیبی بھی روانہ کیے ہیں۔

البانیا کے قیام حکومت کی خبر اب آپ بڑھ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ حسب ذیل خبریں اور وصول ہوئی ہیں:-

۲۔ مئی کا تاریخ کہ اسعد پاشا نے سرریا سے فرمائش کی ہے کہ قریبی ریلوے اسکو دیدے۔ اس کے جواب میں سرریا نے اس وقت تک تعمیل فرمائش سے انکار کر دیا ہے، جب تک کہ اسعد پاشا سقوٹری کو بالکل خالی نہ کر دیگا۔

۳۔ مئی کو قسطنطنیہ کے ایک تاریخ میں بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان مہاجرین البانیا اپنے گھروں کو واپس جا رہے ہیں۔ عثمانی مبعوثین البانیا بھی واپس جانے والے ہیں، لیکن انکو امید ہے کہ وہ قریبی مجلس میں منتخب ہو سکیں گے۔

پیرس کے ۴۔ مئی کے تاریخ میں بیان کیا گیا ہے کہ ایسوی سب سے آخری خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن قریب قریب جارج پاشا (جو خلیج البانیا میں سرریوں کی مقاومت کو رہے تھے) اور جنکے متعلق مشہور کر دیا گیا تھا کہ انہوں نے مع ۱۵۰ ہزار فوج کے سرریوں کے آگے ہتھیار ڈال دیے اور اسعد پاشا میں ایک خونریز معرکہ ہوا، جو اُن کی گھنٹے تک ہوتا رہا بالآخر جارج پاشا کو شکست ہوئی اور فوج پریشان ہوئے بھاگ گئے۔

[بقیہ کے لیے صفحہ ۴ ملاحظہ ہو]

۳۰۔ اپریل کو ریوٹر نے طالع دی کہ بین القومی حالت کی بابت سفراء دول میں نہایت اہم گفتگو ہو رہی ہے۔ دفتر خارجہ میں سفیر روسی، مبعوث جبلی، اور مسٹر بارچ باہم ملے اور اعلان کیا گیا کہ دول کے نام جبل اسود کا جواب پیش ہو گیا ہے۔

یکم مئی تک اطالیا کی پالیسی ایک راز سر بستہ تھی۔ اٹلنا میں کونٹ ران بر چٹولڈ نے اطالیا سفیر سے ایک طویل ملاقات کی۔ اٹلنا کے اخبارات نے یہ مشورہ دیا تھا کہ آسٹریا، سقوٹری کی طرف تڑھے، اور اطالیا جنوب البانیہ پر قبضہ کر لے۔

اطالیا کے نیم سرکاری اخبار یبونا نے ایک مضمون لکھا، جس میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اطالیا آسٹریا کو تنہا مسئلہ البانیہ طے کرنے نہ دے گی، بلکہ خود بھی اس میں حصہ لے گی۔

روس نے جبل اسود سے نہایت سخت الفاظ تخلیہ سقوٹری میں سقوٹری کے فوری تخلیہ کا مطالبہ کیا

تو اسے متنبہ کیا کہ اس سرکشی سے وہ اپنی بربادی کا سامان کر رہا ہے۔ اس مطالبہ کے بعد یکم مئی کی صبح کو جبل اسود نے غیر متعقبہ طور پر جواب پیش کیا۔ جواب میں ظاہر کیا گیا ہے کہ دول نے ناظرنداری توڑ دی ہے۔ جبل اسود دول کا مقابلہ کرنا نہیں چاہتا، بلکہ انصاف چاہتا ہے۔ جواب میں یہ بھی ظاہر کیا گیا تھا کہ بالمعارضہ تخلیہ سقوٹری منظور ہے۔ پھر شام کو سفراء دول کی سر تقریر کر کے سے قیڑہ گھنٹہ تک صحبت رہی۔ اس صحبت میں اس مراسلہ پر بھی بحث کی گئی۔ آسٹریا سفیر کو اصرار تھا کہ تخلیہ فوری اور غیر مشروط ہو، لیکن دیگر سفراء کو زیادہ اصرار نہ تھا۔

۲۔ مئی کو شاہنشاہ آسٹریا نے شاہنشاہی مجلس کا ایک غیر معمولی جلسہ کیا۔ جلسہ میں آسٹریا اور ہنگری کے وزراء اعظم، نائب وزیر بھی مدعو کیے گئے تھے۔ آسٹریا وزیر جنگ نے مجلس مدعو کی، جس میں مرحومہ حالت کو بالاستیعاب بیان کیا۔ اس مجلس نے فوجی کارروائی کو پسند کیا۔

تیرہواں نے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ اگر آسٹریا نے البانیہ میں فوجی کارروائی شروع کی، اور اطالیا سے شرکت کی درخواست کی گئی، تو وہ ضرور حصہ لے گی۔ محکمہ جنگ کو حکم دیدیا گیا ہے کہ سرری فوج تیار رکھے۔ ایک ڈویژن کافی سمجھا گیا ہے۔ اٹلنا کے اخبارات لکھ رہے ہیں کہ اطالیا اور آسٹریا کی کارروائی کے اصولی امور طے پا گئے ہیں۔

ہرزگوینا اور بوسینا میں فوجی قانون نافذ کیا گیا ہے۔ وجہ یہ بیان کی گئی کہ اہل ہرزگوینا اور بوسینا جبل اسود کے ساتھ عملی طور پر ہمدرد ہو چکے تھے۔

۴۔ مئی کو ریوٹر کو معلوم ہوا تھا کہ مجلس جنگ نے جسکا صدر خرد شہ نکولس تھا، فیصلہ کیا ہے کہ تخلیہ سقوٹری کی بابت دول کے مطالبہ کو منظور کر لیا جائے۔ ۵۔ مئی کو ریوٹر تار دیتا ہے کہ شاہ نے دول کو باقاعدہ طور پر اطلاع دی ہے کہ اس نے معاملہ سقوٹری دول کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ مجلس تاج کا فیصلہ چونکہ حکومت کی رائے سے مختلف ہے، اس لیے وزارت مستعفی ہو گئی ہے۔

اسی تاریخ کے سنجے کے تاریخ میں بیان کیا گیا ہے کہ مسئلہ تخلیہ سقوٹری پارلیمنٹ کی اس غیر معمولی نشست کے سامنے پیش کیا جائیگا، جو ۸۔ ماہ حال کو مدعو کی گئی ہے۔ اٹلنا میں یہ تجویز مزید دقت حاصل کرنے اور ترمیم کی ذلت کم کرنے کے لیے بطور ایک نمائشی جنگ کے خیال کی جا رہی ہے۔



مستعفی ہو گئے، اور ایک ایسی جماعت سے رسم و راہ رکھنا بھی انہیں گوارا نہوا، جو مولوی عبد الکریم مصنف مضمون جہاد کی سزا کو منسوخ کر دے؟

یہ امر صاف ظاہر کر رہا ہے کہ اس واقعہ سے ان تمام حضرات کو کس درجہ تعلق تھا، کیونکہ اگر تعلق نہوتا، تو پھر خلفشار و منسوخی کے بعد مستعفی کیوں ہو جاتے؟

البتہ مولانا حبیب الرحمن صاحب کا مستعفی ہونا بالکل ایک علیحدہ اور بے تعلق معاملہ ہے۔ کیونکہ وہ پہلی کارروائی میں شریک نہ تھے، جسکی منسوخی کا انپر اثر پڑتا۔ انکے مستعفی ہوجانے کیلئے وجوہ و اسباب ہونگے، جو معلوم نہیں۔

اس بحث کا سب سے زیادہ تماشاً طلب حصہ یہ ہے کہ اگر مضامین واقعی حریت پسندی، صداقت فرمائی، اور جہاد دوستی کی وجہ سے لکھے گئے ہیں (اور اگر ایسا ہو تو تمام ملک جانتا ہے کہ یہ عین نتیجہ و منشاء دعوت یک سالہ الہلال ہے) تو کیا سبب ہے کہ منشی اعجاز علی کارروائی کرنے والی مجلس کے صرف ایک رکن کی مخالفت میں تو اس درجہ سرگرم جہاد فی سبیل اللہ ہیں، اور باقی چار ممبروں کا، جنہیں ایک خود انکا بھائی ہے، ذکر تک نہیں کرتے؟ ازادی راے اور معیت صداقت کا ایما تو یہ ہے کہ انکو سب سے پہلے پوری مجلس کی کارروائی پر اعتراض کرنا تھا۔ پھر چونکہ مولانا شبلی بھی اسمیں شریک تھے، اُن پر بھی کرنا تھا۔ اور ساتھ ہی اپنے گھر لی بھی خبر لینا تھی۔ علی الخصوص منشی احتشام علی صاحب سے پوچھنا تھا کہ ”بابا! تم جو اس کارروائی میں شریک مسامی تھے، اور تم کو اس کارروائی کی منسوخی کا اسدرجہ غم تھا، کہ تم نے اپنا استعفا پیش کر دیا تھا، اور تم جو ڈپٹی کمشنر سے بمعیت مولوی خلیل الرحمن صاحب سہارنپوری جا کر ملاقات کرتے ہو، اور حکم سزائے شش ماہہ لیکر واپس ہوتے ہو، بتلاؤ کہ ان واقعات کو مطلوبہ حربہ و حق طلبی، اور حکم جہاد و قتال فی سبیل اللہ سے اب میں کیونکر تطبیق دوں؟“

لیکن میں جانتا ہوں کہ ایسا ہونا ممکن نہ تھا۔ غلامی ہو یا حریت، بند گان اغراض و اھوا نے انہیں اپنے مقاصد و دیکھ کیلئے ایک آلہ بنا لیا ہے۔ اسوں کی نہ غلامی موجب تاسف ہوتی ہے اور نہ ادعاء حریت موجب مسرت۔ یہ مقامات دوسرے ہیں۔

شاید مجھے زیادہ منشی اعجاز علی کا کوئی مداح نہوتا اگر وہ اس معاملے میں فض حق گوئی ادا کرتے۔ جہاں شخصی تعلقات و عداوت کا قدم آیا، رہاں ایک لمحہ کے لیے بھی سچائی نہیں ٹھہر سکتی۔ یا تو چپ رہو کہ ہتوں کی خاموشی انکے دوائے سے اچھی ہے، یا بولو تو اپنے تعلقات اور عزیز داریوں کی زنجیر کو توڑ دو، اور اپنے دل کو شخصی مقاصد فاسدہ سے پاک کر دو۔

ہفتہ جنگ آسٹریا کی ”آزادانہ کارروائی“ کے فیصلے نے تمام یورپ میں عالمگیر اضطراب پیدا کر دیا ہے، اور کو لندن میں اسکی سرکاری طور پر تصدیق نہیں کی گئی تھی، مگر بازاروں کی حالت خراب ہونے لگی ہے۔

۳۰۔ اپریل کو ریوٹر کے تار کا مفاد یہ تھا کہ آسٹریا اور جبل اسود دونوں سرحدوں پر فوجیں جمع کر رہی ہیں، انڈی ریوری میں اسوقت ۱۰۔ ہزار جبلی فوج موجود ہے اور مزید فوج آرہی ہے۔

مطالبہ دول کے تحریری جواب میں جبل اسود نے یہ اعلان کیا تھا کہ آخری جواب وہ اسوقت تک نہیں دیا، جب تک کہ یونانیوں کی عید السٹر ختم نہ ہو جائے گی۔

(۱) مضامین میں دیگر جزئی حالات جو بیان کیے گئے ہیں، وہ بھی صحیح ہیں یا نہیں؟

(۲) جبکہ مولوی عبد الکریم صاحب کی نسبت ایک یا دو ہفتے کی معطلی کا فیصلہ جلسہ انتظامیہ نے منسوخ کر دیا تھا تو یہ چھ ماہ کی سزا پھر کدوں بخوشی و خرمی، بغیر کسی انکار و عذر کے دبدبی گئی؟ جن لوگوں سے مولانا شبلی نے بے پروا کرنا عالم تقیہ و نفق میں سزا دلوائی تھی، وہ تو اب آزاد تھے، اور سزا کی منسوخی اسپر شاہد ہے کہ اب مولانا شبلی کا تسلط و استبداد باقی نہیں رہا تھا۔ حتیٰ کہ انہیں معافی مانگنے کیلئے کہا گیا تھا۔ پھر یہ کیونکر ہوا کہ بیچارے مولوی عبد الکریم کو گرگ تسلط کے منہ سے نکال کر تیغ قصاب کے پنجے میں ڈال دیا گیا، اور چند یوم کی سزا کی جگہ نصف سال کی دفعہ لگا دی؟

کیا ڈپٹی کمشنر صاحب نے خود اسکی اطلاع دی، یا بعض لوگ اس بارے میں خود ہی انکے پاس درزے ہوئے گئے اور اس سزا و عقوبت تعزیری کا ہدیہ مبارک، نقیہ دار العلوم کیلئے اپنے ساتھ لائے؟ اگر گئے تو وہ کون لوگ تھے؟

(۳) جبکہ خود ارکان ندرہ کی قرار دی ہوئی سزا کو منسوخ کر دیا گیا، حالانکہ وہ مدرسہ کا اندرونی معاملہ تھا، تو پھر اب بعض ڈپٹی کمشنر صاحب کے احکام مستبدہ سے چھ ماہ کی سزا دینا، کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا یہ کہ مولوی عبد الکریم صاحب کو ایک ہفتے کی خود اپنی دی ہوئی سزا سے بچا کر، چھ ماہ کی سرکاری سزا دلا دی جائے؟

مجھ کو جو اطلاع اس بارے میں مراسلہ علی گڑھ سے ملی ہے، اور جسکی تصدیق خواجہ رشید الدین صاحب رئیس لکھنؤ کی مراسلت سے ہوتی ہے (جو اس ہفتے درج رسالہ کی گئی ہے) اور جسکی نسبت میں اپنی راے آخر مراسلہ میں ظاہر کر دینگا) اور جو اس وقت تک صحیح اور معتبر سمجھی جائے گی، جب تک کہ ارکان ندرہ، اور شہداء کار اسکی کوئی باقاعدہ تغلیط نہ کریں، وہ حسب ذیل ہے:

مجلس ارکان خمسہ راے کے بعد اس کارروائی کی مولانا عبد الحی کے نام ارکان کو حسب فائدہ اطلاع دی، اور ۹۔ مارچ کو مجلس انتظامیہ کا جلسہ منعقد ہوا۔

اسمیں بعد مباحثہ و تحریک و ترمیم و مخالفت، بالآخر یہ طے پا یا کہ ”جو کارروائی پانچ حضرات کی مجلس نے، نیز معتمد دارالعلوم نے کی تھی، وہ کالعدم سمجھی جائے۔“

اس کارروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اسی جلسہ میں منشی احتشام علی، مولانا سید عبد الحی، اور مولانا حبیب الرحمن صاحب شرانہ ندرہ کے عہدے اور ممبری سے مستعفی ہو گئے۔

اب سوال یہ ہے کہ جو مضامین اس معاملے کی نسبت لکھے گئے، ان میں یہ ٹکڑے کیوں حذف کر دیا گیا؟

منشی اعجاز علی جنہوں نے اس بارے میں مضمون لکھا ہے، منشی احتشام علی کے بھائی ہیں، یا شاید کوئی اور تعلق ہے مگر قریبی عزیز ضرور ہیں۔ تعجب ہے کہ وہ اپنے گھر کے ایک واقعہ پر روشنی ڈالنے سے کیوں قاصر رہے؟

اگر یہ تمام کارروائی جو مولوی عبد الکریم کے ساتھ کی گئی، صرف مولانا شبلی ہی کے تسلط کا نتیجہ تھی، اور منشی احتشام علی، مولوی سید عبد الحی، اور مولوی عبد الباقی صاحب محض بالاجبر شریک ہو گئے تھے، تو سوال یہ ہے کہ منسوخی کے بعد منشی احتشام علی اور مولانا عبد الحی کو کیوں اسقدر مدد شدید پہنچا، کہ اعتراض و مخالفت ہی نہیں، بلکہ ندرہ کی ممبری ہی سے

نشو و پذیر تہیں ہوتا چاہیے۔ دنیا کی ہر مادی و غیر مادی شے پر قانون ارتقا جاری ہے، پس تمہاری راے اور عقیدے کو بھی ترقی کرنا چاہیے۔ ترقی سے مقصد یہ ہے کہ غلطیوں اور ضلالتوں سے نکلے، اور حق و حقیقت کی طرف متصاعد ہو۔ وہ ہر اس تغیر و انقلاب کیلئے بالکل مستعد رہے، جو حق کے ظہور و کشف سے اس پر طاری ہو، اور جب ظہور صداقت کی تلوار اٹھے، تو خود اپنے تئیں زخمی ہونے کیلئے پیش کر دے!!

اعتقادات و آراء میں یہ تغیر، جو قبول حق اور سماع صداقت سے ہوتا ہے، دراصل استقلال و استحکام فکر کا منافی نہیں ہے، بلکہ اسکا ارتقا اور نشو و نما ہے۔

پس ضرور ہے کہ رایوں میں جمود، اور سماع حق و تلاش صدق سے اعراض نہ ہو، لیکن اس کے ساتھ ہی استقلال و قیام میں تزلزل بھی نہ ہونا چاہیے۔ وہ ایک ایسی قوت ہو کہ حق کے مقابلے کے سوا، دنیا کا کوئی حادثہ، اور کوئی سخت سے سخت قوت بھی اسکو شکست نہ دے سکے۔

\* \* \*

سقوطِ ادرنہ اور تسلیمِ سقراطی (۱) کے واقعہ نے جو فوری اور ناگہانی اثر قلوب و افکار پر ڈالا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ استقلالِ راے اور استقامتِ فکر کے نقطہ بحث کو پیش نظر رکھ کر، اندر ایک نظر ڈالنی چاہیے۔

سب سے پہلا اثر تو وہ مایوسی کی گھٹا تھی، جس کو میں نے تقریباً ہر طرف محیط پایا، اور میرا دل بہت غمگین ہوا، جب میں نے آسورنگی چادر ہٹا کر دیکھا، کہ جو لوگ دنیا میں صرف امید کیلئے پیدا ہوئے ہیں، وہ بدبخت نہ مایوسی سے مغرب ہو رہے ہیں، حالانکہ: *ومن یعد من رحمہ الامور*؟

پھر میں دیکھتا ہوں کہ اس رانچہ کا ایک اثر، وہ راپوں کا تغیر، اور معتقدات کا انقلاب بھی ہے، جو ترکوں کے اسلامی دفاع، انجمن اتحاد و ترقی، انقلابِ وزارت، صلح سے انکار و اصرار جنگ، اور ایڈریا نوپل کے دفاع کی ناکامی کی نسبت، دماغوں اور فکروں میں پیدا ہو گیا ہے۔

میں بہتوں کو جانتا ہوں جو کل تک اتحاد و ترقی کے مداح تھے، مگر سقوطِ ادرنہ کی خبر سننے ہی مخالف ہو گئے۔ گویا ایڈریا نوپل کے جنگی دفاع کی کامیابی رنا کامی، اتحاد و ترقی کی موافقت و مخالفت کی ایک طے شدہ شرط تھی، اور اب یہ لوگ شرط کے پورا نہ ہونے سے اپنا معاہدہ موافقت بھی نسخ کر رہے ہیں، کہ اذا فات الشرط، فات الشرط!!

کامل پاشا کی وزارت کی شکست، اور نئی وزارت کا صلح سے انکار بھی ان لوگوں کے خیال میں ایک ایسا مسئلہ تھا، جس کے حق و باطل کا معیار صرف ایڈریا نوپل کی دیواروں کے نیچے تھا۔ پس جب باغراب و سردی فوج نے اسکو توڑ کر گرا دیا، تو اسکی

# الاملا

۲۹ - جادی الاولیٰ ۱۳۳۱ ہجری

—:~:—

## حول ادرنہ

—\*—

### افکار و نتائج

—\*—

انجمن اتحاد و ترقی - انقلابِ وزارت - صلح و جنگ - دفاعِ ادرنہ - و نظریہ مستقبل -

—\*—

(۱)

—\*—

مصائب و حوادث کا نزول انسانی آراء و معتقدات کیلئے سب سے بڑی آزمائش ہے۔ اور انسان کے اعتقاد کا شرف و احترام صرف اس میں مضمر ہے کہ ناگہانی حوادث کے ظہور کے وقت اس کے استقلالِ فکر، و قوتِ قیام راے کا حال کیا تھا؟

پھر کتنے کمزور دماغ ہیں، جو مدتوں کے نشو و نما یافتہ اعتقاد کو صرصر حوادث کے ایک جھونکے پر قربان کر دیتے ہیں، اور کتنی ضعیف القلب ہستیاں ہیں، جو اپنی راے کی قیمت ایک صدائے رعد، اور ایک اضطرابِ برق کی ارشِ مرعوبیت سے زیادہ ثبوت نہیں کرسکتیں؟

لیکن فی الحقیقت یہ انسان کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ انسانی راے و اعتقاد کے شرف کو اس سے بہت اونچا ہونا چاہیے کہ اسکا استقلالِ حوادث و مصائب کے مقابلے سے عاجز ہو، اور اپنے ہستی قیام کو تغیرات کی زر پر چھوڑ دے۔ دنیا میں حوادث سے چارہ نہیں، پھر اگر تم نے اپنی راے کی زندگی کا سرشتہ حیات و ممات انکے ہانہوں میں دیدیا، تو اس کے یہ معنی ہیں کہ خود تمہارے پاس کوئی روح فکر و ذہن نہیں۔ ہر لمحے میں تمہاری رائیں پیدا ہونگی، اور ہر دقیقے کے اندر انکے جنازے اٹھیں گے!

پھر یہ دنیا کی عظیم الشان ہستی، یعنی انسان کی راے نہیں ہے، بلکہ حیاتِ حیوانی کے وہ ابتدائی نمونے ہیں، جو ہوا کی ایک حرکت سے مرنے، اور رطوبت کے ایک قطرے سے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

\* \* \*

البتہ استقلالِ فکر، اور جمودِ راے میں فرق کرنا چاہیے۔ تمہاری راے اور اعتقاد کو مستقل اور محکم ہونا چاہیے، لیکن جامد و غیر



بانیِ ادرنہ: شہنشاہِ اڈریا نو۔

اسی رومانی شہنشاہ نے ایڈریا نوپل کو آباد کیا تھا اور پھر اسی کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اصل نام ”اڈریا نو“ ہولس تھا۔ یعنی شہرِ اڈریا نو۔ جیسے ایران کے قدیمی دار الحکومت جمشید کو ”پرسی ہولس“ کہتے ہیں ہولس یونانی میں شہر کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ پھر کثرت استعمال سے ”اڈریا نوپل“ ہو گیا۔ یہ تصویر ایک سنگی بت کی ہے، جو لندن کے برٹش میوزیم میں موجود ہے۔

(۱) عربی میں شہر کو حوالہ کر دینے کیلئے ”تسلیم“ کا لفظ بولا جاتا ہے، جو لفظ کے اعتبار سے بھی بالکل معیج ہے۔

## یا قومنا! اجیبوا داعی اللہ!

اے برادران ملت! اللہ کے طرف ہٹ کر  
والے کسی ہٹکار کا جواب دو!

### انفروا خفافاً وثقالاً!

باندھلو، اور اسی کے بتلائے ہوئے طریقہ، اور اسی کے حکم و ایما کے ماتحت ہو کر، اس کے نہ ہو جاؤ۔

پس یہی ہے - جسکی طرف میں تمہیں بلا رہا ہوں، اور یہی دعوت ہے، جس کے ہٹکار کی راہ اس نے مجھے دکھلائی ہے - میں اٹھا ہوں، پس تم بھی اٹھو، تاکہ ہم سب ملکر اس کے دروازے کو کھٹکھٹالیں، اور ہر طرف سے کٹکٹ صرف اسی کے ہو جائیں - پھر وہ جس طرف لے جائے، اپنے نئیں چھوڑ دیں - کانٹوں پر لوٹے، تو اپنے تلوروں کو زخمی کر دیں - اور پہلوں پر چلائے، تو ان کے نطف و راحت سے لذت اندرز ہوں - تلواروں کا زخم کھلائے، تو اسکو غیروں کے مرہم سے زیادہ معذب و سمجھیں، اور زہر کا تلخ و مہلک جام دے، تو اُسے شربت قند و گلاب کی طرح مزے لے لے کر پی جائیں :-

پسکان ترا بچاں خریدار  
من مرہم دیگران نخورا ہم

\*\*\*

العصہ للہ کہ صدائے ”من انصاری الی اللہ“ کیلئے بھی خدا کے حکیم دلوں کو کھول رہا ہے، جس نے اس صدائے دعوت الی اللہ و رسوہ کو بلند کرایا ہے - اس وقت تک روزانہ ایک سو درخواستوں کا اوسط ہے - لیکن شاید ابھی بہت سے لوگ ہیں، جو متامل، اور بہت سے ہیں جو اصلیت و مقصد کی طرف سے پریشان ہیں، مگر وہ یاد رکھیں کہ حکمت الہیہ نے یہی طریق دعوت اس لیے قرار دیا تاکہ اس طرح سب سے اول ہی دلوں کی آزمائش اور دعوت کا امتحان ہو جائے - جن کے دلوں میں سچا رولہ ہوگا، وہ بغیر اصلیت کو پوچھے اٹھ کھڑے ہونگے، کیونکہ ان کے لیے اتنا اشارہ ہی کافی ہوگا کہ اللہ کی راہ کی دعوت، اور اسلام کی ایک مخلص جماعت پیدا کرنا ہے، پھر خواہ اسکی کوئی تدبیر اور کوئی پیروا ہو، کہ یہ امر، رسائل و ذرائع ہیں، اور اصل حقیقت اسے متاثر نہیں - ہذا تذکرہ، فمن شاء انخذ الی ربہ سبیلاً!

[ بقیہ مضمون مفعہ تین کا ]

سرزمین نے اسعد پاشا کے لیے قوریزر کا راستہ کھول دیا، اور اسعد پاشا کی فوج کا ایک حصہ فاتحانہ طور پر داخل ہو گیا - اسعد پاشا کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت وہ مرکز البانیا کی حالت کا مالک ہے -

سب سے آخری خبر یہ ہے کہ سروریا نے البانیا کو بالکل خالی کر دیا ہے - آخری سرورمی بارکش جہاز اسعد پاشا کے داخلے سے پہلے ہی صبح کو قوریزر سے روانہ ہو گیا -

شاید جاوید پاشا اسعد پاشا کو دواۃ عثمانیہ سے بالکل بے تعلق سمجھ رہے ہیں، اور یہی غلط فہمی اس معرکہ کی بنیاد ہے -

نیز نہیں کہا جاسکتا کہ ان خبروں کے تمام اجزا کہاں تک موثق ہیں؟ بہر حال امید ہے کہ آئندہ ہفتے تک تسطنتیہ کی کوئی مفصل تلغاف خصوصاً اس بارے میں شائع کرسکیں گے۔

آہ! کاش مجھے وہ سرور قیام قیامت ملتا، جس کو میں لیکر پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر چڑھتا، اسکی ایک صدائے رعد اسے غفلت شکن سے، سرگشتگان خواب ذلت و رسوائی کو بیدار کرتا، اور چیخ چیخ کر ہٹکارنا کہ ”اٹھو کیونکہ بہت سوچے، اور بیدار ہو! کیونکہ اب تمہارا خدا تمہیں بیدار کرنا چاہتا ہے! پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ دنیا کو دیکھتے ہو، پر اسی نہیں سنتے جو تمہیں موت کی جگہ، حیات، زوال کی جگہ، عروج، اور ذات کی جگہ عزت بخشنا چاہتا ہے!

یا ایہا الذین آمنوا! اے مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول کی صدا کا استجیداللہ و للرسول جواب دو، جبکہ وہ تمہیں بلا رہا ہے، تاکہ تمکو اذا دعاکم اما یحکم موت سے نکالکر زندگی بخشے - یاد رکھو کہ اللہ راعلموا ان اللہ یحول جب چاہتا ہے، انسان اور اس کے دل کے اندر بین المرء و قلبہ، آئے اجانا ہے، اور پھر خواہ تم اس سے کتنا ہی رانہ الیہ تمشرون اعرض کرو مگر تم کو ہر پھر کے اسی کے آگے ایک دن جانا ہے!

(۳۲:۸)

\*\*\*

آج آنے والی بر بادیں اور ہلاکتوں سے نکلنے کیلئے تم بیکرار ہو، اور اس کے لیے طرح طرح کی تدبیروں کو سوچتے اور ڈھونڈتے ہو - لیکن یہ کیا بد بختی ہے کہ ایک لمحہ اور ایک دقیقہ کیلئے بھی تمہارے دل میں یہ خیال نہیں گزرتا کہ سب سے پہلے اسکو تو اپنے سے راضی کر لو، جس کے دروازے سے بھاگ کر ساری دنیا میں ہم نے ذلتوں اور نا مرادیوں کی ٹھوکریں کھائیں، حالانکہ وہ کہہ چکا ہے اور کہہ رہا ہے:

یا ایہا الذین آمنوا! اگر تم اللہ سے قور اور اس کے حکموں کے آگے جھک جاؤ، تو پھر تمہیں کسی چیز کیلئے بھی کسی دوسری تدبیر کے کرنے کی احتیاج باقی نہیں رہیگی - وہ دنیا میں تمہارے لیے عزت و اقبال کا ایک شرف و امتیاز پیدا کر دینگا، اور تمہاری تمام گمراہیوں کو معاف کر دینگا - وہ تو سب سے زیادہ بخشدینے والا اور صاحب رحم الطاف ہے!

(۳۸:۸) العظیم

\*\*\*

پھر اگر اٹھنا ہے تو اٹھ کھڑے ہو، کیونکہ چلنے کا وقت یہی ہے، اور اس کے بعد موت کے سوا کچھ نہیں - آج تم کو کوئی انجمن، کوئی جمع شدہ دواۃ اور روپیہ کی مقدار، کوئی پولیٹیکل سرگرمی، اور کوئی انسانوں اور ممبروں کے اجتماع، محض کا ایک جتھا، آنے والے مصائب سے نہیں بچاسکتا، جب تک کہ خود تمہارے اندر کوئی انقلابی تبدیلی نہ ہو، اور جب تک کہ تم اپنے خدا سے، اسکی راہ، اور اسکی مرضات کی راہ میں، اپنے نئیں دے ڈالنے کا عملی عہد نہ



آخری کھڑی نسل علاج کرتے ہیں۔ لیکن ندبیر انسانی مشیت الہی سے شکست کھا جاتی ہے، اور بالآخر انکی جان حوالہ موت ہونے سے نہیں بچتی۔ یہ حالت دیکھ کر انکے عزیز روتے ہیں، اور انکی موت پر ماتم کرتے ہیں، پر یہ تو کوئی نہیں کہتا کہ مرنے والے کو چھب مرنے ہی تھا، تو کیوں نہ ہم نے اپنے ہاتھ سے گلا گھونٹ کر مار ڈالا؟ یہ سچ ہے کہ ایڈریا نرول کی حفاظت کا تاریخی دفاع بالآخر جان برباد ہو سکا، لیکن اس پر ہم رو سکتے ہیں، پر یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ جانے والے ایڈریا نرول کو خود ہی اپنے ہاتھوں سے کیوں نہیں دبتا؟

ایڈریا نرول قسطنطنیہ کے علاقہ یورپ میں ہماری آخری متاع عزت تھی۔ وہ آل عثمان کی عزت و عظمت کا منارہ، اسلامی فتوحات اخیرہ کا صفحہ افتخار، سلاطین عثمانیہ کا مدفن، قدیمی عثمانی دار الحکومت، یونانی و رومانی عظیمہ مغلولہ کی یادگار مفتوحہ، اور اسلام کی ضرب شمشیر کا ایک گہرا مسیخی زخم تھا۔ پھر قسطنطنیہ کا ایک کھلا دروازہ، اور شاخ زرین کے قفل عظمت کی طللی کلید تھی۔

ایسی متاع عزیز و محبوب کو ایک عظیم النظر قزاقی، اور ایک شرمندہ کن انسانیہ بے حیائی کے ساتھ، درجہ موجودہ کا تخت ابلیس لعین، اور انسانیہ مظلومہ کیلئے رجوع محسوس لعنت و عذاب الیم، یعنی درل متحدہ یورپ (قاتلہم اللہ تعالیٰ) ہم سے طلب کرتا تھا، تاکہ ہم اس جنس گرامس کو بغیر ایک قطرہ دوقم کے بہاے، بخوشی دہیں، اور اس طرح اسلام کے دامن عصمت پر اپنی کمزور نوں اور بزدلیوں سے جو صدمہ دہے ہم لگا چکے ہیں، آج میں ایک سب سے آخری مگر سب سے زیادہ ذات بخش، اور شرم انگیز دہے کا اضافہ کر دیں!!

پھر آنے والی تمام نسلیں ہم پر اعنت بہمچیں، اور وہ تاریخ میں حسرت و ندامت کے ساتھ پڑیں کہ ہماری ذات و بدبختی یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ عزت اسلامی کو اگر بچانے سے عاجز تھے، تو اس کے لیے خون بہانے سے بھی مجبور ہو گئے تھے!!

(کامل پاشا) نے اندر صلیب کی غلامی کا آسیب حل کر گیا تھا۔ انگلستان کے آستانہ صلیبی پر اسکی نرسالہ پیدائشی جبہ سالی کر رہی تھی۔ یقیناً وہ ایسا کر سکتا تھا، جسکی اس نے چالیس ترور فرزندان اسلام کی آخرین ذات و رسوئی کیلئے مغلول و نامرہ سعی کی تھی، لیکن اگر آج سقوط ادرنہ کی خبر سن کر مسلمانوں عالم، اور علی الخصوص مسلمانان ہند کی زبان سے بھی (جو اچھے جوش اسلامی کیلئے آج تمام ترکی میں ضرب المثل ہو رہے ہیں) ایسے کلمات سفیہ و رذیل نکلتے ہیں، تو میں نہیں سمجھتا کہ اپنی بدبختی پر، یونکر ماتم کریں؟ کیونکہ پھر تو واقعی مسلمانوں کی سیزنہ صد سالہ عزت کا خاتمہ ہو گیا، اور ملکہ قریم الہیہ کی ذات و رسوائی کی انتہا ہو گئی۔ ہم لوگ صرف عام مادہ کی شرکت و انصرمی ہی کے مدعی نہ تھے، بلکہ ہماری اصلی عظمت اقلیم دل اور عالم ریح و عواطف معنویہ کی تھی۔ بلغاریا اور سروربا نے ایڈریا نرول کو جس معبر العقول اور مافوق العادہ دوقم ملی کے بعد لیا ہے، اور پھر جیسی عظیم النظر شکست کے بعد اس فتح کے ادعا کا آجے مرقعہ ملا ہے، وہ ہمارے لیے خوار کتنا ہی غم انگیز ہو، مگر ذات انگیز نہ تھا، لیکن اگر اس مدافعت پر ایک لمحہ کیلئے بھی کسی قلب مومن میں تأسف و انفعال پیدا ہوتا ہے، اور یورپ کے مطالبہ ادرنہ کے وقت کو حسرت کے ساتھ یاد کرتا ہے، تو پھر یقیناً بلغاریا اور سروربا نے نہیں مگر خود ہماری بدبختی کے ہمارے منصرم چہروں پر ایک دائمی ذات کا داغ لگا دیا، اور یقیناً اب ہم کو خود کھی ہی کر لینی چاہیے!!

کے کاموں کیلئے ایک عجیب و غریب منطق ہی بنا پڑا، معیار حق و باطل سمجھتے ہیں، انکو اس وقت سامنے آنا چاہیے۔ اس مسئلے پر غور کرنے کیلئے زیادہ سے زیادہ حسب ذیل دفعات قرار دی جاسکتی ہیں:-

(۱) درل یورپ نے اپنی پچھلی یادداشت میں ایڈریا نرول کی حوالگی برزور دیا تھا، اور کامل پاشا کی وزارت نے سر جھکا دیا تھا، مگر اتحاد و ترقی نے ایڈریا نرول کی حوالگی کو اسلامی شرف و وقار اور عثمانی روبات کیلئے خود کشی بتلایا، اور اسی بنا پر قوم اور فرج میں برہمی پیدا کرائی، اور وزارت کا تختہ اولیٰ دیا۔ لیکن اسکا نتیجہ کیا نکلا؟ یہی کہ جو چیز عزت سے مانگی جاتی تھی، بالآخر شکست کی ذلت کے ساتھ جبراً دینی پڑی؟

(۲) پھر آخری نتیجہ تو اس سے بھی بدتر نکلا، کیونکہ اس صورت میں بلغاریا ایڈریا نرول کی اسلامی آبادی اور مقامات متبرکہ کی حفاظت و احترام کا وعدہ کرتی تھی، لیکن اب، جبکہ جبراً لے لیا گیا، تو وہ بات بھی جاتی رہی۔

(۳) نئی وزارت نے جنگ میں کرنسی ایسی تبدیلی پیدا کر دی؟ نہ تو انور پے نے صوفیا فتح کیا، نہ فتحي بے بلغراد اور ستنجی پر قابض ہوا۔ کوئی نئی فتح یا بی، اور کسی حصہ زمین کی واپسی نئی وزارت سے بن نہ آئی۔ بلکہ ایڈریا نرول، جنینا، اور سقوطی بھی ہاتھ سے گئے۔

(۴) پس کیا شوکت پاشا اور کامل پاشا، دونوں نتیجہ کے لحاظ سے جنگ کیلئے یکساں نہیں ہیں؟

یہی اعتراضات ہیں جو ہشکال مختلفہ سامنے آتے ہیں۔ میں بہت احتیاط و ایجاز اور محض بطور اشارات کے جواب عرض کرونگا، کیونکہ آجل الہال کے صفحات افتتاحیہ بوجہ تحریک تشکیل "حزب اللہ" بالکل رکے ہوئے ہیں۔ اور مزید گنجائش مفقود ہے۔ یہ بھی حوالہ رہا ہوں، تو صرف اسلئے کہ موجودہ حالات کی مایوسیوں کا اثر واسطہ قراء عمل و استعداد کار پر بھی پڑتا ہے، اسلئے ضرور ہے کہ پیلے غلط فہموں کو صاف کر دیا جائے۔ رزہ میں تو آجل اپنے پیش آنے والے کاموں میں اس طرح غرق ہوں کہ ان چیزوں کے لکھنے کا اب کوئی دواہ ہی اپنے دل میں نہیں پاتا۔ اور احباب یاد رکھیں کہ میری تمام تحریریں دل کے دلوں سے ہی پر موقوف ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ لکھنا ہر حال میں پڑتا ہے۔

فاؤل و بالله الترفیق:

(۱)

سب سے پہلے پہلی بحث پر نظر ڈالیں۔ پھر میں ان نادانوں سے، جنہوں نے اپنی رائے کی باگ حقائق امور کے ہاتھ میں نہیں، بلکہ رسارس و خطرات امید و بیم، اور جذبات و امیال حزن و نشاط کے ہاتھ میں دیدی ہے، یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ

**کیا انکی اصطلاح میں خود کشی اور موت، دونوں ایک ہی ہیں؟**

اگر ایک بیمار جاں بلب ہو، تو کیا ایک قدیم یونانی فلسفہ کی طرح، اسکو وقت سے پہلے مار ڈالنا چاہیے، یا آخر وقت تک علاج و سعی اور جد و جہد کے ذریعہ بچانے کی کوشش کرنا چاہیے؟ جو لوگ ایڈریا نرول کو نہ بچانے کی وجہ سے اسکا بخوشی دینا جائز بلکہ ضروری بتلاتے ہیں، کیا وہ ایک بیمار شخص کو جو حد درجہ ضعیف ہو گیا ہو، یہ مشورہ دینے کیلئے طیار ہیں کہ وہ خود کھی کر لے، کیونکہ کسی نہ کسی من تو اسکی جان ملک الموت جبراً لے ہی کر چمڑے گا؟

ہزاروں انسان ہیں، جو اپنے بیمار عزیزوں کا جاں کنی کی

ایٹک مخالف اسباب پیدا نہیں ہوتے ہیں۔ وہ ایٹک بدستور قائم و مستقل ہے۔ مع اس راے کے جو ابتدا سے عدنی مسائل کی نسبت رکھتا ہوں، اور مع اُن خیالات کے جو انقلاب وزارت کے وقت ظاہر کرچکا ہوں۔

#### انجمن اتحاد و ترقی

انجمن اتحاد و ترقی کی نسبت میں اس وقت کچھ نہ کہتا کہ مختصراً بار بار کہہ چکا ہوں، اور تفصیل کا یہ موقعہ نہیں۔ میری رائیں منڈوں اور لمحوں میں نہیں بدلتیں۔ میں نے جو خیالات الہلال جلد اول نمبر (۲) میں ”تصادم احزاب و تنافس اقلیم“ کے عنوان سے ظاہر کیے تھے، اب تک اُن پر قائم ہوں۔ میری راے کا خلاصہ یہ تھا کہ: ہم حسدات و سلیات:

خلطوا عملاً صالحاً انہوں نے ملے جلے عمل کیے، اچھے بھی و آخر سلیا (۱۰۳:۹) اور برے بھی۔

انکی غلطیوں پر شاید آررہے بہتر نظر رکھتا ہوں، مگر ساتھ ہی مجبور ہوں کہ ٹرکی میں انکے سوا کوئی کارکن اور مخلص ملک جماعت

نہیں پاتا۔ پس وہ اپنی غلطیوں کی وجہ سے مستحق نفوس نہیں ہیں بلکہ مستحق دعا ہیں کہ خدا آئندہ انکو تھوکر ورنے بچائے۔

النار اور الہلال اس عاجز کے بعض بزرگ احباب اس راے پر سخت برہم ہیں۔ علی الغرض حضور الفضل المصلح الجلیل السید رشید رضا صاحب المنار (مر) من سے اس بارے میں، نیز تحریک لامرکزہ کی نسبت پانچ ماہ سے باہم طویل طویل مراسلات جاری ہیں، اور ایک نتیجہ تک پہنچ

جانے کے بعد افشا اللہ وہ تمام مراسلات الہلال یا المنار میں شائع ہو جائیں گی۔ وہ اس عاجز کو اس بارے میں ”گمراہ“ اور ”بے خبر“ بتلاتے ہیں، اور ایک ایسے بزرگ کو جو ہم دوزخوں کے درست ہیں، اپنے مکتوب مبارک میں لکھتے ہیں کہ ”و مدہم صاحبنا ابوالکلام“ و ہر رئیس المجاہدین یعنی ایسے ہی مخلص مگر گمراہ لوگوں میں سے ہمارا درست ابوالکلام ہے، اور وہ پاکلوں کا سردار ہے!“

وہ مجھے ”رئیس المجاہدین“ سے ملقب کرتے ہیں، مگر میری راے کے انقہال کا دوسرا نمونہ یہ ہے کہ میں انکو ”رئیس المصلحین“ سمجھتا ہوں اور ہمیشہ سمجھتا رہوگا۔ اس بزرگ انسان کی عزت میرے دل میں ہے، کیونکہ میں اسکو جانتا ہوں، اور اسکی خدمات دینیہ کا معترف ہوں۔ پس دعا کرتا ہوں کہ اگر اس بارے میں میری راے غلطی پر ہے، تو اللہ تعالیٰ جلد میری ہدایت فرمائے، اور مجھ پر حقیقت کے منکشف کرنے میں دیونہ کرے: واللہ المستعین من یشاء الی صراط مستقیم۔

#### انقلاب وزارت

البتہ جو لوگ سقراط اور نہ اندم فتوحات جدیدہ کو نئی وزارت

مٹنے کے ساتھ اس مسئلے کی صداقت بھی گزرتی! یہ ارگ اب کہتے ہیں کہ جنگ سے ترقیاتی صلح ہی بہتر نہی!!

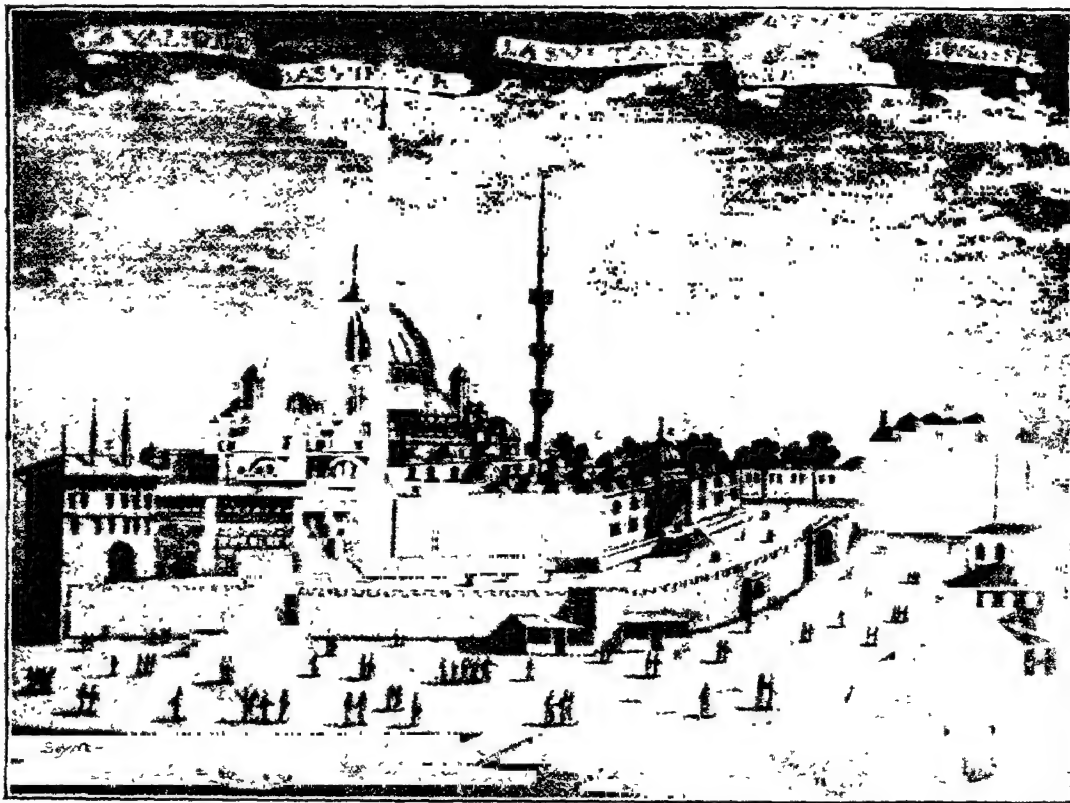
\*\*\*

لیکن افسوس ہے کہ میر اپنی رائیوں کو اسقدر جلد بدلا کر نے اور یہ قتل کر ڈالنے پر قادر نہیں۔ میرا دماغ رہوں کا گھر ہے، پر میں آئے مدفن بنانا نہیں چاہتا۔ میں انسان کی رے کو ایک قوت سمجھتا ہوں جو اندر ہی پیدا ہوتی ہے، اور جب مری ہے، تو اندر ہی کسی قوت سے مری ہے۔ میرے عقیدے میں باہر کے حوادث و واقعات اسپر موثر نہیں ہوسکتے۔

مجھ کو معلوم ہے کہ نئی وزارت جنگ کے اعلان کے ساتھ قلم ہوئی۔ میں ابھی بھولا نہیں ہوں کہ ایڈریا نوبل کے تحفظ کی خاطر اپنی انتہائی قوت صرف کردینے ہی کیلئے (انور بے) باب عالی کے اندر داخل ہوا تھا۔

مجھ کو یاد ہے کہ طلعت بے نے کہا تھا: ”ہم مٹ جائیں گے مگر اسلامی دنیا کو شرمندہ نہیں کریں گے“

#### وداع ادرنسہ!!



جامع سلیم (ادرنسہ) کے نظارہ خارجی

ہر ایک وہاں سے نظر!!

اسکے بعد آخری خبر جو سب کو سننی پڑی، میں بھی سن چکا ہوں۔ یعنی ایڈریا نوبل ساقط ہو گیا، اور بلغاری فوج اسکے اندر خانقاہ داخل ہو گئی۔

لیکن باوجود اُن تمام باد داشتوں، اور حانظہ کی زندہ معلومات کے، اور باوجود اُن حوادث و نتائج کے سماع اور مشاہدے کے، میں کہتا ہوں کہ میری جو رے ایسے تین ماہ پہلے انقلاب وزارت کے وقت تھی، اب بھی ہے۔ میں بہت سوچتا ہوں لیکن ایک لمحہ کیلئے بھی اپنی راے کو کسی تغیر کما کیے طیار نہیں پاتا۔

ہاں، یہ سچ ہے کہ ایڈریا نوبل کے تحفظ کی سعی، نئی وزارت کا اعلان اولین تھا، اور وہ ساقط ہو گیا۔ مع اپنے عظیم اُشان مقبروں اور مقدس مساجد کے۔ مگر الحمد للہ کہ میری راے کی تسخیر کیلئے

(۱) ناظرنداری اور دونوں فریقوں سے ایک تھک رہنے کو انگریزی میں نیوٹرلٹی Neutrality کہتے ہیں لیکن اردو میں اسے ایسے کوئی عمدہ لفظ نہیں ہے۔ عربی میں اسکو ”جہاد“ کہتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ یہ اردو میں بھی واضح ہو۔

# مقالہ

## صفحة من تاريخ الحرب

تاریخ حرب کا ایک صفحہ

مدافعة محصورین

## محاصرة قرطاجنة

(۳)

تاریخ دفاع امم کا ایک حیرت انگیز افسانہ

اہل قرطاجنہ نے رونا دھونا موقوف کیا، اور شہر کے حصار تعمیر کی تدبیرات میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے اپنے بڑے ہیکلوں اور مندروں کو، جنکی دیواریں قلعوں کی طرح محکم، اور جنکے احاطے فرجی میدانوں کی طرح وسیع تھے، بجائے قلعہ اور حصار کے استعمال کیا۔ شہر کی تمام عمارتیں اپنے ہاتھ سے منہدم کر دیں، تاکہ غیروں کے ہتھیاروں کی لعنت سے نا پاک نہ ہوں، اور ان میں جسقدر مختلف اقسام کی معدنیات مڈل لوہے، زرنابے وغیرہ کے استعمال کی گئی تھیں، وہ سب نکال کر گلا دیں، بڑانکی لکڑیاں اور تختے بھی بکثرت جمع ہو گئے۔

تمام اہل شہر نے اپنے ہر قسم کے اشغال حیات معطل کر دیے۔ عزت، مرد، بوڑھے، بچے، سب لوگ رات دن لگا تار کام کرنے میں مصروف ہو گئے۔ عمارتوں سے نکالی ہوئی معدنیات کو گلا کر انہیں ہر قسم کے ہتھیار طیار کرتے، اور لکڑی سے تلواروں کے قبضے، زلیخوں کے دستے بنائے۔ تمام عورتوں نے اپنے سر کے وہ حسین بال، جنکی حسن و رعنائی جنسِ اناث کا بہترین سرمایہ جمال ہے، جمال حریت و شرف وطن پر قربان کر دیے، اور انکو

[بقیہ مضمون صفحہ ۸ کا]

ہاؤس فنڈ میں شاہ جارج اور ماسکہ میڈری نے سو سو پونڈ اور شاہ و ملکہ ناروے نے ۵۰-۵۰ پونڈ دیے ہیں۔

ریجسٹر نامی اخبار نے ہر فنڈ کو لے لیا: ایک رن شلنگ فنڈ اور دوسرا رن پینی۔ پہلا جوانوں اور بوڑھوں کے لیے ہے، اور دوسرا صرف بچوں کے لیے۔ رن پینی فنڈ سے آسٹریلیا کے تمسکات خریدے جائیں گے اور اسکا سود مسز اسکات کو ملیگا۔ ۲۳ فروری ۱۳ - تک کل سرمایہ امداد ۳۰ - ہزار پونڈ تک ہو چکا تھا۔

### نتائج علمیہ

اس مضمون کا اصل حصہ در حقیقت نتائج علمیہ ہیں۔ اس سلسلے میں جو معلومات فراہم ہوئی ہیں، انکا تعلق تین مختلف علوم یعنی علم طبقات الارض، علم وظائف الاعضاء، اور علم جغرافیہ سے ہے۔ یہ معلومات ان علوم کے علماء خصوصاً (Specichisth) کو دیدی گئی ہیں اور وہ انکے مطالعہ میں مصروف ہیں۔ جب نتائج مطالعہ شائع ہونگے، تو ان شاء اللہ العزیز ہم انکے تراجم کی اشاعت کی کوشش کریں گے۔

کات کات کے دیدیا، تاکہ انکی لٹوں کو بہت کر دوڑیں کی جگہ، منجنیقوں کی رسیاں اور کمانوں کے چلے بڑاے جائیں، اور انہیں آکر نکلنے والے تیرور سے دشمنان ملت و اعداء وطن کے سینے زخمی ہوں!

چند دنوں کی شبانہ روز کی محنت میں انہوں نے اپنے تمام انتظامات مکمل کر لیے۔ ہر طرح کے ہتھیاروں سے انکا ذخیرہ جنگ لبریز ہو گیا، اور ایک باشندہ قرطاجنہ بھی ایسا باقی نہ رہا، جو نہتا ہو، اور کوئی مفید آلہ جنگ اسکے پاس نہ ہو!

رومیوں کی یلغار

رومی اتھیکا میں تھے۔ انہوں نے ان طیاروں کا حال سنا تو ہنسے اور یلغار کرتے ہوئے روانہ ہو گئے۔ انکا خیال تھا کہ پچھلے حملے میں باوجود سامان جنگ اور اسلحہ و آلات کی موجودگی کے، بغیر مقابلہ قرطاجیوں نے شہر حوالے کر دیا تھا، تو اب بے دست رہائی کی حالت میں کیا مقارمت کریں گے؟ لیکن انہیں معلوم نہ تھا کہ دلوں کی اقلیم میں منتوں اور لمحوں کے اندر انقلاب ہو جاتا ہے۔ اور اسی کے انقلاب سے اس دنیا کے انقلابات وابستہ ہیں!

رومی اپنے زعم باطل کے نشے میں سرشار چلے آتے تھے، لیکن جب شہر کے قریب پہنچے تو انکی آنکھیں کھل گئیں، اور انہوں نے دہشت و تعذیر کے عالم میں دیکھا کہ جسی قرطاجنہ کر چند ہفتے پیشتر چھوڑ گئے تھے، جنوں کی سی مخفی قوت، اور جادو گروں کی سی ساحرانہ طاقت سے وہ بالکل بدل گیا ہے۔ اب قرطاجنہ ایک بے پناہ اور بے ہتھیار آبادی نہیں ہے، جیسی کہ بجزیرہ ظلم بنادی گئی تھی، بلکہ ایک محکم و ناقابل تسخیر قلعہ بند حصار، جو نہ تعمیر برجوں، انپر جابجا رکھی ہوئی منجنیقوں، اور کمانیں چڑھائے ہوئے مسلح مدافعیین کی صفوں سے مستعد پیکار و دفاع ہے!!

اہل قرطاجنہ کے پاس جنوں اور ساحروں کی کوئی مخفی طاقت تو نہ تھی، پر حریت پرستی اور جوش ملی روطنی کا ایک مقدس فرشتہ ضرور تھا، اور اس کی طاقت کے آگے جنوں اور ساحروں کی مزعومہ قوتیں بھی ہیچ ہیں!

مجبور ہو کر رومیوں نے محاصرہ کر لیا اور اپنی فرج چاروں طرف پھیلا دی۔ انکے آلات جنگ نہایت خوفناک تھے، اور فوج کی مقدار بھی بے شمار، لیکن با ایں ہمہ انکی کوئی کرشمہ معصومین کی جانفرشیں کے آگے نہیں چلتی تھی، اور جب کبھی ہجوم کر کے بڑھتے تھے، معاً ہر بادی و ہلاکت کے سانہ پسا کر دیے جاتے تھے!!

یہاں تک کہ معاصرے نے بہت طویل کھینچا۔ کامل در برس گذر گئے، لیکن محصورین کا عزم و ثبات ایک کوہ عظیم تھا، جس سے رومی طاقت ٹکراتی تھی اور فنا ہوتی تھی۔

محاصرة کا تیسرا سال

اور خانہ

جمہوریہ روم کامل دو سال کے معاصرے سے عاجز آگئی۔ تیسرے سال کا آغاز ہوا، تو قدیمی سپہ سالار کی جگہ باسطیوس



# مذہب علمیت

مفقود الخبیری

قطب جنوبی

کپتان رابرٹ اسکات

(۴)

سرگزشت مہم کے آخری صفحات

— • —

رائیس کی حالت اس درجہ یاس انگیز تھی کہ جب شب کو سوتا تھا تو صبح کر زندہ اٹھنے کی امید نہیں ہوتی تھی۔ اسی حالت میں کئی ہفتے گذر گئے۔ ۱۶ مارچ کی صبح کو اٹھا تو برفبار اندھی (Blizzard) چل رہی تھی۔ رائیس نے اپنے رفقا سے کہا کہ میں باہر جاتا ہوں۔ اسکات لکھتا ہے: ”ہم جانتے تھے کہ وہ موت کے منہ میں جا رہا ہے۔ ہم نے اسکو ہر چند اس ارادے سے باز رکھنا چاہا مگر اُس نے نہ مانا اور چلا گیا۔ اس کے بعد پھر ہم نے اسے نہیں دیکھا۔“

رائیس کے جانے کے بعد اسکات، راسن، اور باررس شمال کی طرف بڑھے۔ موسم غیر معمولی اور پر خرف تھا۔ اس حالت میں جس قدر تیز چل سکتے تھے یہ لڑک چلے۔ ۲۱ مارچ سنہ ۱۲ کو عرض البلد ۷۹ درجے اور ۴۰ دقیقے تک پہنچے۔ اب یہ لڑک ۱۱ قن کیلپ سے ۱۱ میل کے فاصلہ پر تھے۔ بالکل ممکن تھا کہ ۱۱ قن کیلپ تک پہنچ جاتے، مگر سو اتفاق سے ایک سخت برفبار اندھی چلی۔ اسکات ۲۵ مارچ کے آخری پیغام میں لکھتا ہے: ”چار دن ارگ خیموں سے باہر نہ نکل سکے، کمزور اس درجہ ہو گئے ہیں کہ لکھنا بھی مشکل ہے۔“ دیگر یادداشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصے میں غذا اور ایندھن بھی ختم ہو گیا تھا۔ ان مصائب کے اسباب کیا تھے؟ اس پر خود اسکات نے اپنے ۲۵ مارچ کے آخری پیغام میں بحث کی ہے۔ وہ لکھتا ہے: ”یہ تمام مصائب انتظامی نہیں بلکہ بدقسمتی کا نتیجہ ہیں۔ ۱۱ مارچ کو ایک یابو ضائع ہو گیا جس سے ہماری توانگی میں سخت تعویق ہوئی۔ موسم کی خرابی جو تمام بیرونی سفر میں رہی اور ۸۳ درجے کی طویل اندھی نے بھی ہمیں رک لیا۔ گلیشر کے حصہ زیرین کی برف نے ہمارے قدموں کے درمیانی فاصلہ کو کم کر دیا۔ اچھے موسم میں گلیشر قطع کرنا کوئی مشکل نہیں مگر جب ہم یہاں پہنچے تو ہم کو ایک دن بھی اچھا نصیب نہیں ہوا۔ یہ اُن مصائب کے مقابلہ میں کچھ بھی نہ تھے جو سد میں ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ یہاں ایسے حالات پیش آئے کہ دنیا میں کسی کو بھی انکی امید نہیں ہو سکتی تھی۔ چوتھی پر عرض البلد ۸۵ سے ۸۶ درجے تک درجۃ الحرارة ۴۰ سے ۳۰ زیر صفر (Minus) رہا۔ سد میں عرض البلد ۸۳ درجے پر درجۃ الحرارة دن کو ۳۰ زیر صفر اور ۴۷ زیر صفر رہا۔“

سب سے آخری مصیبت ۱۱ کا طوفان تھا۔ یہ اس قدر شدید تھا کہ اسکات لکھتا ہے: ”شاید ہی دنیا کی کوئی بدقسمتی اس آخری صدمہ سے بڑھ سکیگی“ غرض اسی حالت میں مہم کے بقیۃ السیف اعضاء بھی شہید ہوئے۔ کب ہوئے؟ یہ هنوز غیر معلوم ہے اور شاید ہمیشہ غیر معلوم رہیگا۔

۲۵ مارچ کے بعد عرصہ تک مہم کی کوئی خبر نہیں آئی، اس لیے ایک جماعت تفتیش حال کے لیے ترتیب دی گئی۔ اس جماعت کے دو حصے تھے جنہیں سے ایک مسٹر رائٹ (Mr. Wright) کے زیر سرکردگی تھا۔ یہی مفتش مہم تھی جسے ۱۲ نومبر کو اسکات کیلپ کے اندر اسکات، یاررس، اور راسن کی لاشیں ملیں۔ اس جماعت نے خیمہ کے اندر لاشیں رکھیں۔ برف کا ایک نشان بنایا جس پر ایک صلیب نصب کی۔ ایک کتبہ کندہ کیا جس میں ان شہداء علم کے نام، آنے کا مقصد، سنہ اور ماہ وغیرہ وغیرہ مندرج تھا۔

ماتمکساری

سنٹرل نیوز ایجنسی نے اسکات کی موت کی خبر شائع کی تو فوراً شاہ جارج نے لارڈ کرزن صدر انجمن جغرافی شاہی کو تعزیت کا تار دیا۔ مسز اسکات اس وقت فرانسیسکو نامی جہاز پر تھیں۔ تمام دن ان کو تعزیت کے تار پہنچتے رہے۔ اسکات کی موت ایک قومی صدمہ سمجھا گیا اس لیے ٹف (صدر جمہوریۃ امریکہ) ڈاکٹر ولسن (سابق صدر جمہوریۃ امریکہ) تمام مستعمرات برطانیہ، غرض دنیا کے ہر گوشہ سے شاہ جارج کے پاس تعزیت کے تار موصول ہوئے۔ دنیا کے مشہور معامع جغرافیہ و فنون نے مجلس ہائے تعزیت منعقد کیں اور دنیا کے تمام اخبارات نے اس شہادت علمی پر افتتاحیات لکھے۔ مقرر رسالوں نے اسکات کے رفقاء، آسنے جہاز، اسکی بیوی، اور اُس کے بچے کی متعدد تصویریں شائع کیں، اور یادگار و تذکریاتی اشاعت خصوصیت مرتب کیں۔ مختصراً یہ کہ اسکات کا ماتم اس قدر بلند آہنگی سے کیا گیا کہ بڑے بڑے شاہوں اور فاتحوں کو بھی ایسی تعزیت عظمیہ نصیب نہ ہوئی ہوگی۔ اسکات سے زیادہ اسکی با اہل قوم کی یہ حالت قابل مد رشک و ہزار داد و تحسین ہے: ”مطربی لرجل، یعیش ریموت فی قوم، یعرف اقدار الرجال!“

یو پ مردہ پرست نہیں، پھر یہ جو کچھ ہوا کیوں ہوا؟ اس لیے کہ یہ ابطال پرستی ہے، اور بطل پرستی ہی میں مردم خیزی مضمر ہے۔ جو قومیں زندہ ہیں وہ اپنے ابطال و شاہیر کی پرستش کرتی ہیں انکی تنزیہ و تشہاد کرتی ہیں۔ انکی یاد گاریں قائم کرتی ہیں، کیونکہ وہ جانتی ہیں کہ قوم میں بہت سی بطل نہاد طبیعتیں ہوتی ہیں مگر سو اتفاق سے تاریک فضاء میں نشور نما پاتی ہیں۔ پس انکے سطح عام پر آنے کے لیے شمع راہ کی ضرورت ہے، اور وہ ابطال اور صرف ابطال ہی کے امثال کو نمایاں کرنے میں ہے۔

سرمایۂ امداد

اسکات کا تعلق ایک ایسی قوم سے تھا جو اپنے ابطال اور انکے پس ماندگان کے حق میں اپنے عزیز واقرب سے بھی زیادہ فیاض ہے۔ اس لیے اپنے اہل و عیال کے تکفل کی درہواست نہ صرف پیمانۂ بطالت (Heroism) سے گری ہوئی بلکہ عیو ضروری بھی تھی، مگر باہیں ہمہ اسکات کے اپنے آخری پیغام میں اس طرف اشارہ کیا تھا۔ اس کے جواب میں انگریزی قوم نے زبوں عمل سے لبیک کہا ہے۔ انجمن مہم انطہ طبعی برطانیہ، اخبار دلی ٹیلیگراف، اور مینسن ہاؤس میں اعدائے مذکور کھولے کئے ہیں۔ مینسن [بدیہ مضمون کے لیے مفید، ملاحظہ ہو]

و یلعنہم اللعنون کی ' اور تمام لعنت بھیجنے والے بھی اُن کو  
(۲: ۱۵۵) لعنت بھیجتے ہیں !

ایک محفوظ اور بلند پہاڑی پر اہل قرطاجہ کے دیوتا (اسکوں  
یپوس) نامی کا ہیکل تھا ' جسکی دیواریں رفیع ' اور حصار مستحکم  
تھا - اسمیں نورس کے قریب استقلال پرست قرطاجنی (ہسد رربال)  
نامی قرطاجنی انسرکی ماتحتی میں پناہگزیں تھے ' اور رومی اسکو  
مغلوب کرنے میں بالکل ناکام رہے تھے - لیکن جب رسد کی قلت نے  
بھوک کی تکلیف سے مجبور کر دیا تو ہسد رربال اپنی جماعت کے  
اطلاع بغیر ' غداری اور بے وفائی کر کے نکل آیا اور اپنے تئیں رومیوں  
کے حوالے کر دیا -

رومی سپہ سالار نے اس خیانت کے صلے میں اسے اپنے پیروں  
کے پاس جگہ دی - وہ جب بیٹھا تو اوپر ہیکل کی دیواروں سے  
محصور قرطاجنیوں نے اسے دیکھا - وہ اپنے غصے اور غضب کو ضبط نہ  
کر سکے اور بارہودیکہ خود بھی فاقے کی مصیبت میں گرفتار تھے '   
جس سے بچنے کا طریقہ ہسد رربال نے بتلا دیا تھا ' لیکن انکی  
حسیات شریفہ نے انکو نفرت و اکراہ سے بھر دیا - انہوں نے چلا چلا کر  
کہنا شروع کیا کہ "اے خائن اور کمینہ خصلت ہسد رربال ! تجھ پر  
ہمیشہ کیلئے پھٹکار ہو کہ تیری بزدلی اور نامردی نے قرطاجہ کے  
دامن عزت پر دھند لگا دیا !!"

#### عشاقِ مِلّت کے مصائب

ترک جاں و ترک مال و ترک سر  
در طریق عشق اول منزل است !

رسد کی درآمد عرصے سے بند ہو گئی تھی - پُرا نے ذخیرے  
کب کے ختم ہو چکے تھے - اب شب و روز کا متصل فائدہ تھا '   
جسمیں ہسد رربال کے ساتھی مبتلا تھے - چند دن آذر اسے عالم  
میں آنہوں نے بسر کیے - وہ ہیکل کی دیواروں سے باہر کی اُس  
دنیا کو دیکھتے تھے ' جہاں دنیا کی تمام نعمتیں اور راحتیں موجود  
تھیں - وہ رومی فوج کے سامنے طرح طرح کے لذیذ اور پُر تکلف  
کھانوں کے دسترخوان بھیجے ہوئے دیکھتے تھے ' اور ہسد رربال کے  
پہچاننے میں بھی انکی نظر غلطی نہیں کرتی تھی ' جو ان لذائذ  
و نعائم میں شریک کر لیا جاتا تھا - انسے چند قدموں کے فاصلے پر یہ  
سب کچھ ہو رہا تھا ' لیکن انکے لیے ' اُن بد بختوں کیلئے ' ررتی  
کا ایک خشک ٹکڑا ' اور سمندر کے تلخ پانی کا ایک قطرہ بھی اس  
دنیا میں باقی نہیں رہا تھا - کیوں ؟ صرف اسلیئے کہ وہ جرم  
معصیت ملت کے مجرم ' اور وطن پرستی کے قصور کے گناہگار تھے !  
پھر آہ اے معبد ملت پرستی ' اور اے صنم مقدس حریت  
و آزادی ! تیری پرستش اور تیری محبت کے جرم نے تیرے  
پرستاروں کو کن کن آزمائشوں میں مبتلا نہیں کیا ' اور کیسے  
کیسے حوصلہ آزما عذابوں سے درچار نہیں ہوئے ؟ پر تجھ میں  
وہ کرنسی عقل رہا ' اور ہوش افگن دلفریبی ہے ' جس کی  
مقنطیس تعبد کی قہرمانیہ پر نظام کائنات کی کوئی قوت غالبہ  
آ نہیں سکتی ؟

تُرک جان درہ آن سرور راں این همه نیست

عشق اگر نرخ نہد ' قیمت جان این همه نیست !

انکے لیے بھی عیش و راحت کا دروازہ کھلا تھا - ایک لمحہ کے  
اندر انکی حالت بدل جاسکتی تھی - ہسد رربال نے بتلا دیا تھا کہ  
جس کسی کو شرف ملی سے زیادہ حفظ نفس عزیز ہو ' اسکو کیا کرنا  
چاہیے ؟ رومی طیار تھے کہ اگر وہ اپنے تئیں سپرد کر دیں ' اور انکی  
غلامی کا طرق پہننے کیلئے طیار ہو جائیں تو انکو امان دیدی جائے -

بچے در بچوں میں کہتے تھے ' اور اعداء وطن پر پتھر پھینک رہے تھے -  
ایک ایسی سخت خرنربزی عرصہ تک جاری رہی ' جس نے تمام  
شہر کو خون اور لا شوں کا سمندر بنادیا - عشاق وطن اور فدائیان ملت  
تُپنی اُن عزیز جانوں کو ' جنہیں تین سال تک عشق وطن میں نذر  
مصائب و شدائد رکھا تھا ' ہتیلہوں پر لے کر بڑھتے تھے ' اور خرنخوار  
دشمنوں کی تلواروں اور تیروں پر اس بے خودی و بے جگری سے  
کُرتے تھے ' گویا یہی انکا مطلب و معشوق ہے !!

انسان یقیناً انسان ہے ' پر وہ درندہ بن جائے تو درندوں سے بھی  
بدتر ہے :

نقد خلقنا الانسان بيشك هم نے انسان کو بہتر سے بہتر اور اچھے  
في احسن تقويم سے اچھی ساخت پر پیدا کیا ' پھر اسی کو بدتر  
ثم رده ناه اسفل سے بدتر حالت میں لوٹا لے کہ وہ جس  
سافلین !! حالت کو اختیار کرنا چاہے اپنے اندر اُسکا  
(۴: ۹۵) سامان رکھتا ہے !

یہ ظلم و سفا کی اور بربریت و سبیت کی ایک لعنت  
تھی ' جو خرنخوار رومیوں کے بے امان ہتیاروں سے نکل کر قرطاجہ کے  
تمام راستوں پر چھا گئی تھی - اہل شہر نے جو کچھ کیا ' یہ محض  
انکے جوش و قربانی کی استقامت تھی ' ورنہ دراصل اب نہ وہ  
مقابلہ کر سکتے تھے ' اور نہ مقابلے میں کامیابی کی کوئی صورت باقی  
رہی تھی - بالاخر رہی ہوا جو ہمیشہ ظالم و مظلوم ' اور غالب  
و مغلوب کے درمیان ہوا ہے - رومیوں نے اپنی تین سال کی خرنیں  
تشنگی کو تازہ خون کی سیلاب سے بچھانا شروع کر دیا - پھر نہ عورتوں  
کو پناہ تھی ' نہ بڑھوں کو ' اور نہ معصوم بچوں کو - زخمیوں  
کی کراہ ' بچوں کی گریہ و زاری ' عورتوں کی فریاد و بکا ' اور ان سب  
پر غالب آجانے والی وہ صدائے رحمت و انتقام ' جو رومی درندوں  
کی بے امان زبانوں سے نکلتی تھی - دراصل وہ آخری فیصلہ کی گھڑیاں  
تھیں ' جو اہل قرطاجہ پر گذر رہی تھیں ' اور نہیں معلوم اس دنیا  
میں کتنی بد بخت قومیں ہیں ' جن پر یہ گھڑیاں گذر چکی ہیں !!  
رومی سپہ سالار لاشوں پر سے گذرتا ہوا قلعہ تک پہنچا - جسقدر  
باشندے قتل و غارت سے بچے تھے ' وہ سب اہلے اندر موجود تھے -  
اس نے فوج کو حکم دیا کہ چاروں طرف سے بڑھنے تلوار کھینچ کر محاصرہ  
کرائیں ' اور اس تمام عرصے میں تلواریں کب نیام میں پڑی تھیں  
وہ بڑھنے کی جاتیں ؟ جب یہ انتظام مکمل ہو گیا تو قلعہ میں  
تُک لگا دی گئی -

تھوڑی ہی دیر کے اندر ہر طرف شعلے بلند ہونے لگے - اب اہل  
قرطاجہ کیلئے اندر آگ تھی ' اور باہر نکلیں تو آگ سے بھی زیادہ  
بے رحم انسانوں کی تلواریں - چہہ دن تک شہر جلتا رہا ' اور نہیں  
معلوم کتنی جانیں اسکی شعلوں کی نذر ہوئیں ؟ مگر شہر بہت  
وسیع تھا ' اور ابھی بڑا حصہ باقی تھا ' جہاں بڑھتے ہوئے شعلوں کے  
نظار میں بد بخت انسان پڑے سسک رہے تھے !!

#### ملت فروش و خائن وطن

ہسد رربال

کوئی قوم جوش ملت پرستی کے خواہ کیسے ہی در در فدا کاری  
کے ہو ' مگر تورات مقدس کی روایتوں میں کہا گیا ہے کہ باغ عدن  
میں آدم کے ساتھ سانپ بھی تھا - پس قوم فروشوں اور خائنین ملت  
سے خالی نہیں ہوتی ' اور اسکی آستین صداقت میں کوئی نہ کوئی  
سانپ بھی موجود ہوتا ہے :

بلنگ لعنہم اللہ پھر یہی وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے اُن پر لعنت

کرنے کیلئے ایک سال کا زمانہ صرف کرے، اور پہاڑوں کی چٹانیں کات کات کے، عظیم الشان عمارتیں اور بندرگاہ تعمیر کیے جاتے ہیں! یہ ایک خلق کا خوں اشک خونفشاں پہ مرے

سکھائی طرز آئے دامن آٹھائے آنے کی!

جب کبھی انسانوں کے دل اپنی قوم اور اپنے وطن کی عزت کیلئے باہم مل جاتے ہیں، اور اپنے اندر سچا جوش اور محکم رولہ پیدا کر لیتے ہیں، تو پھر انکی محیر العقول اور مافوق العادۃ قوتوں کے معجزات و خوارق کا ایسا ہی حال ہوتا ہے: وفی ذالک، فلیتقانس

المتفانس (۱۸:۸۳) وان فی ذالک لآیات، وما یعقلها الا العالمر۔

\*\*\*

اب اہل قرطاجنہ کو لا علاج مشکلوں سے سامنا ہوا، اور محاصرہ کے مصائب روز بروز زیادہ محسوس ہونے لگے۔ قواء جنگ کی کمی کا وہ اپنے جوش و فدا کاری سے علاج کرسکتے تھے، لیکن غذا کی فطری ضرورت، اور حیات جسمانیہ کے داعیۃ طبیعیہ کا انکے پاس کیا علاج تھا؟ راہ مرور و درآمد رسد کے بند ہو جانے سے وہ بالکل مجبور ہو گئے۔

طاسطیوس نے دیکھا کہ اسکی تدبیر کارگر ہوگئی ہے، پس اُس نے آخری حملے کی تیاری شروع کر دی، اور اسمیں بھی ایک سخت پر فریب حیلۂ رخدع سے کام لیا۔ یعنی سب سے پہلے اپنی طیاریں کو بندرگاہ کی طرف سے شروع کیا اور فوج کا ایک بڑا حصہ الگ کر کے منتظر حکم طیار رکھا۔ اہل قرطاجنہ کی خاک و طعن پر قربانی کے آخری دن قریب آگئے تھے۔ وہ اس دھوکے کو نہ سمجھے، اور یقین کر لیا کہ دشمن بندرگاہ کی طرف سے ہی حملہ آور ہوگا، پس انہوں نے اپنی تباہی کی خود ہی تیاری کی، اپنی تمام قوتوں کو اُسی رخ پر متوجہ کر دیا، اور اُس جانب کے چوبیس مورچوں میں آگ لگادی۔

لیکن یہ بے فائدہ تھا۔ رومی اس جانب سے آنا ہی نہیں چاہتے تھے، جب انہوں نے دیکھا لیا کہ محصورین پوری طرح اس رخ پر آگئے ہیں تو فوراً منتظر اور محفوظ لشکر کو حکم دیا کہ شمالی جانب ہجوم کرے، بڑھ جائیں۔ یہ تدبیر پوری طرح کامیاب ہوگئی۔ رومی بغیر کسی نقصان کے بڑھتے گئے، اور شہر پناہ کے پاس پہنچے تو مقابلے کا بالکل سامان نہ تھا۔ انہوں نے رزنی گرزوں اور سنگین ہتھوڑوں سے دروازے توڑ ڈالے اور محفوظ و مطمئن شہر میں داخل ہو گئے۔ آخری ساعات جنگ

اہل شہر کی آنکھیں کھلیں تو اُس وقت، جب خونخوار درندوں کی طرح دشمنوں کے خوں آشام غول شہر کے کوچوں اور سنسلاں بازاروں میں پھیل گئے تھے، اور تیر کمان سے نکل چکا تھا! تاہم جو آگ حفظ وطن کی تین سال سے جل رہی تھی، وہ اس قدر جلد بجھ نہ سکتی تھی۔ باوجودیکہ اب سعی و تدبیر کا وقت جاچکا تھا اور آخری ساعات سر پہ تھیں، تاہم اہل شہر ذلت کے فرار کی جگہ، عزت کی بعد از مقابلہ مرث کیلئے طیار ہو گئے اور وسط شہر میں جمع ہو کر لڑنا شروع کر دیا۔ عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئی تھیں اور کمانیں لیکر دشمنوں پر تیر برسا رہی تھیں۔

(Tacitus) نامی ایک شجاع و باسل رومی افسر کو مقرر کیا گیا، جسکی جنگی قابلیت اُس وقت تمام روم میں مسلم تھی۔

طاسطیوس نے آکر دیکھا کہ اہل قرطاجنہ کے جنگی دفاع کے آگے تمام فوجی قوتیں بیکار گئی ہیں، اور اگر محض جنگی قوت پر اکتفا کر لیا گیا تو برسوں بیکار جائیں گی۔ اسلئے اس نے سب سے پہلے اسکی کوشش شروع کی کہ کسی طرح باہر سے رسد کے پہنچنے کے راستے بند کر دیے جائیں، تاکہ محصورین فاقے کے خوف سے خود بخود شہر کھول دیں۔

اہل قرطاجنہ کیلئے درنوں راستے کہلے تھے۔ خشکی کا بھی اور سمندر کا بھی۔ طاسطیوس نے پہلے راستے کو یوں بند کر دیا کہ ایک مرتبہ ہی تمام فوجی قوتوں کو مجتمع کر کے شہر پناہ کی طرف بڑھنا شروع کر دیا، اور اسقدر قریب پہنچ کر کہ ایک تیر کے فاصلے سے زیادہ مسافت باقی نہیں رہی تھی، فوج کو چاروں طرف پھیلا دیا۔ خشکی کی راہ سے جسقدر نقل و حرکت اور آمد

ورفت ہوتی تھی، اب وہ سب دشمنوں کے حملے کی زد پر آگئی تھی اور انکی نظروں سے پرشیدہ ہو کر شہر میں داخل ہونا ممکن نہ تھا۔

اہل قرطاجنہ کی ایک سخت غلطی

— \* —

بحری راستے کی بندش کیلئے اُس نے ساحل پر ایک سنگی عظیم الشان بندرگاہ تعمیر کرانا شروع کر دیا، تاکہ وہاں بحری قوت ہر وقت موجود رہے، اور جن کشتیوں اور جہازوں پر محصورین کو رسد کی امداد بھیجی جاتی ہے، انکو راہ ہی میں برباد اور گرفتار کر لیا جاسکے۔

اہل قرطاجنہ کو اسکی خبر ہوئی، مگر بعد از وقت۔ اگر ابتدا ہی میں انہوں نے اپنی کشتیاں بھیج کر دریا کی طرف سے حملہ شروع کر دیا ہوتا تو رومی کسی طرح بندرگاہ کی تعمیر میں کامیاب نہ ہو سکتے۔ انکی بحری قابلیت جنگ اہل قرطاجنہ کی ہزار سالہ بحری زندگی کا مقابلہ نہیں

کرسکتی تھی۔ لیکن انہوں نے بری راہ کے بند ہو جانے کے بعد سمندر کی راہ پر اعتماد کر لیا، اور اسکی طرف سے بالکل غافل ہو گئے۔ بعد کو جب تذبذہ ہوا، تو وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ انہوں نے چند کشتیاں حملے کے لیے بھیجیں لیکن وہ کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں، اور رومیوں نے بندرگاہ طیار کر کے بحری راہ بھی بند کر دی!

عبثت و بصیرت!!

غور کرو! ایک بے دست و پا اور مظلوم و محصور جماعت، جس کے قلعے مسمار کیے جا چکے تھے، جس سے ہتھیار چھین لیے گئے تھے، جسکو تمام قواء جنگ و دفاع سے ایک ہر نوچے ہوئے کپوتر کی طرح محروم کر دیا گیا تھا، اور جس کے موجودہ مادی قوی کی کل کائنات اتنی تھی کہ چند عمارتوں کے لوہے سے بنائے ہوئے ہتھیار تھے، یا عورتوں کے بالوں سے بیک کر طیار کیے ہوئے کمانوں کے چلے، مگر وہ دنیا کی ایک عظیم الشان متمدن قوم، اور رومیوں جیسی فاتح و مہیب فوج کو تین سال تک ایک انچ آگے بڑھنے نہیں دیتی، اور پھر اسکو مغلوب



جب تمہاری ہلاکت و بربادی کا وقت بھی آلیگا، اور اگر  
اُس وقت کو دیکھنے کیلئے ہم نہونگے، مگر ہمارے اجسام  
سوختہ کی مٹا کستر، اور قرطاجہ کی جلی ہوئی دیواروں  
کی ذرے موجود ہونگے !  
پھر وہ اپنے شوہر کے طرف متوجہ ہوئی - اس کے چہرے چہرے  
بچے آنے والے وقت سے بے خبر اسکی چہاتی سے لپٹے ہوئے تھے،  
جبکہ اُس نے کہا :

”اے ہسٹروبال! اے خائن ملۃ! اے شقی و سیاہ !

اے وہ، کہ تیرے اپنی قوم، اپنے مقدس وطن، اور اپنے  
دیوتوں سے بے وفائی کی ۱۱ یاد رکھ کہ قرطاجہ کی جلی  
ہوئی دیواروں کی خاک کا ہر ذرہ تجھ پر لعنت بھیج رہا ہے،  
اور قیامت تک کیلئے تیری روح سفیہ اور ہستی نجس  
پر انسانوں کی پھٹکار ہوگی ۱۱ تو نے اپنی کوفہ و مروت  
کی حالت میں چہرے کو غیروں کی اطاعت کر لی! تیرے  
اپنی اس جماعت کو چہرے کو جو تیرے قدموں پر سر رکھے  
ہوئے تھے، اس رزم کے ملعون ظالم کے قدموں تلے جگہ  
دھونڈھی! تیرے اپنی قوم کو چہرے دیا تا کہ وہ فائدہ و نشنگی  
سے ہلاک ہو، اور خود روتی کے ایک ٹکرے اور پانی کے ایک  
کرے کیلئے غیر قوموں کی ٹھوکریں کھانے کیلئے چلا آیا!  
بتلا کہ تیرے دیوتوں کی مقدس قسم، قوم کی وفاداری، اور  
وطن کی محبت کو بیچ کر کیا پایا؟ اُس حیوت فانی کی چند  
گھڑیاں، جو ممکن ہے کہ ابھی ہی ختم ہو جائیں؟ روتی  
کا ایک ٹکرہ اور پانی کے چند قطرے، جو تو سو قرطاجیوں  
کی بھرک اور آڑ کو ہو کر اپنے حقی کے نیچے آنا رہا؟  
یا پھر دنیوی عزت اور کامرانی کا کوئی وعدہ، جو اس رومی  
سپہ سالار نے تجھ سے کیا ہے؟ لیکن اے شقی و سفیہ!  
بتلا کہ جب تیری قوم میں سے ایک فرد بھی اس دنیا  
میں باقی نہ رہا، جب تیرا ملک آگ کے شعلوں کا  
ایندھن بن گیا، جب قرطاجہ کی ہزار سالہ نسل نابود و فنا  
ہو گئی، تو پھر دنیا میں تیرے لیے، تن تنہا تیرے لیے  
اے لعین و روسیہ تیرے لیے، کونسی شے ہے، جو عزت اور  
خوشی کا ذریعہ ہو سکتی ہے؟ کیا یہ ظالم رومی تیرے  
سر پر رومۃ الکبریٰ کے تخت کا تاج رکھ دینگے؟ پھر اگر وہ  
رکھے بھی دیں، تو تیری تمام قوم کے مت جانے کے بعد وہ  
تاج تجھ کو کیا خوشی دے سکتا ہے؟ ہزار تھوڑے ہو تجھ پر اے  
ہسٹروبال، کہ تیری زندگی تیری قوم کے کام نہ آئی! اور  
قیامت تک کیلئے پھٹکار ہو کر اُس زندگی پر، جو تیرے  
نقش قدم پر چلے، اور حیات دنیویہ کی فانی لذتوں، اور  
نفس و جان کے آرام و راحت کیلئے اپنی قوم اور اپنے ملک  
سے بے وفائی کرے!“

شدت غیظ و غضب سے اسکا تمام جسم کانپنے لگا، اور جب  
اپنی قوم کی یکسر بربادی و ہلاکت یاد آئی تو درد و غم کے  
دور سے اسکی آواز بند ہو گئی -

چند لمحوں تک اس نے ایک سکوت قہر کے ساتھ اپنے  
بدبخت شوہر کو دیکھا، پھر ایک نگاہ اشک آلود اپنے اُن بچوں پر  
ڈالی، جو اس کے ارادے سے بے خبر، اور کئی دنوں کے متصل  
فاقے سے زار و نزار ہو کر اس کے منہ کو مظلومانہ تسک رہے تھے!

وہ کسی مخفی ارادے کا فیصلہ کرے، ایک استقلال آہنیں کے  
ساتھ آگے بڑھی - بچوں کو گرد سے اتار کر اپنے سامنے کھڑا کیا اور

اور اپنے بچوں پر مفتوں تھا - جب اُس نے قوم سے غداری کر کے  
پوشیدہ نکل جانے کا ارادہ کر لیا تو چاہا کہ اپنی بیوی اور بچوں کو  
بھی ساتھ لیجائے - اس نے اپنے ذلیل ارادے سے اُسے اطلاع دی،  
اور طرح طرح کی تدبیروں سے سمجھانا چاہا، لیکن اُس وفادار ملۃ،  
فدا کار وطن، اور تمثال شرافت و عظمت نے نہایت ذلت و نفرت  
سے اسکی تجویز کو ٹھکرا دیا، اور اس درجہ غصے سے مضطرب الحال  
ہوئی کہ ہسٹروبال سہم گیا - اُسے خوف ہوا کہ کہیں جوش غضب  
میں میرے مخفی ارادے کو قوم پر ظاہر نہ کر دے اور میں اپنی  
جان کو بھی بچا کر نہ لیجا سکوں -

افسوس کہ اس خائن ملت کو اس پر بھی شرم نہ آئی - محبت  
نفس و عشق غدا کے حیوانی نے اسکو مغلوب کر لیا تھا - وہ رات کے  
وقت نظروں سے پوشیدہ ہو کر تن تنہا نکل آیا اور سمجھا کہ میری مثال  
اور غذا کا فقدان اُن لوگوں کو بھی اطاعت قبول کر لینے پر مجبور  
کر دینگا، اور میری بیوی بھی کچھ دنوں کے بعد نکل آلیگی -

لیکن اس کے نفس ذلیل و سفیہ نے اسکو دھوکا دیا - اس نے  
اپنی بیوی اور اپنی جماعت کے قلب شریف کو بھی اپنا ہی  
سا سمجھا تھا - صبح کے وقت جب ہیکل کی دیواروں سے اسکی  
بیوی نے رومی سپہ سالار کے پاس اُسے دیکھا، تو غیظ و غضب میں  
آکر چلا آگئی اور نفرت و حقارت کے ساتھ اُس پر لعنت بھیجی!

اس کے بعد آخر تک ہسٹروبال کی بیوی نے اپنی قوم کا  
ساتھ دیا اور جب خانے کے آخری دن ہیکل کی دیواروں سے آگ  
کے شعلے بلند ہوئے تو اُس نے اپنی قوم سے کہا :

”مجھے چند لمحوں کی زندگی ابھی مطلوب ہے - اپنے لیے  
نہیں، اپنے اُن معصوم بچوں کیلئے نہیں، بلکہ ان کے غدار اور سفیہ  
باپ کیلئے، جس کو قبل اس کے کہ مقدس دیوتا آخرت کی لعنت  
میں گرفتار کرے، میں چاہتی ہوں کہ اس دنیا میں آج بھی  
ایک سزا دے دوں - افسوس کہ اُس نے مجھ سے نہیں، مگر اپنی قوم  
سے بے وفائی کی - وہ آج تک میرے عشق میں ثابت قدم  
رہا، لیکن کاش مجھ سے بے وفائی کرتا، پھر اپنی قوم سے  
بے وفا نہ رہتا!!“

اُس نے یہ کہا اور اُس وقت تک تونف کیا، جب تک کہ  
آگ کے شعلے ہیکل کے احاطے کی دیواروں تک نہ پہنچ گئے -  
یہ مقام رومی فوج کے بالکل سامنے اور قریب تھا - اُس نے جب  
دیکھا کہ دیواروں میں آگ نے اچھی طرح گہر بنا لیا ہے، تو اپنے  
دوروں بچوں کو گرد میں لیکر نکلی، اور ہسٹروبال کے  
سامنے جا کر کھڑی ہو گئی -

ہسٹروبال کی بیوی کی تقریر

اسکا مستقیم قد استقلال و ثبات کا ایک آہنی ستون تھا، اور  
اسکی حسین آنکھوں سے غیظ و غضب کی چنگاریاں نکل رہی  
تھیں - وہ چلے بھی حسین تھی، لیکن اس وقت عزم و استقامت  
اور عظمت و جبروت کے حسن معنوی نے اس کے اندر فرشتوں  
کی سی ایک ہیبت جمیل پیدا کر دی تھی -

اُس نے پلے رومیوں کے لشکر اور ان کے ساز و سامان کی  
ایک نظر حقارت ڈال کر تذلیل کی - پھر رومی سپہ سالار کی  
طرف دیکھ کر کہا :

”اے ظالم رومیو! تم خوش ہو کہ تم نے ہماری  
بربادی و ہلاکت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی - لیکن تم  
بہول گئے کہ اس دنیا کی ایسی ظالمانہ خوشیاں ہمیشہ  
سے عارضی ہوئی ہیں - اُس وقت کو دور نہ سمجھو“

جائیں۔ یہ نورِ استقلال پرستِ قرطاجنی سر سے کفنی باندھ کر اگر نکلے، تو کم از کم ۹ سو رومیوں کو تو ضرور خاک و خرن میں ملا دیتے تاہم جس جذبہ فدا کاری اور جاں سپاری سے انہوں نے اپنی جانیں دیں، اسکے شرف و احترام کی تاریخ عالم ہمیشہ حفاظت کرے گی۔ آگ کے شعلوں نے اُنکے جسموں کو چند لمحوں کے اندر فنا کر دیا ہوا، لیکن انکی مثال حریت و تفانی کی روح مقدس کبھی فنا نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے مفعہ عالم پر اپنی یاد ہمیشہ کیلیے نقش کر دی، اور اُنے والی قوموں کیلیے ایک مثال عظیم چھوڑ گئے۔

#### عبرت و نتائج

انکی سرگذشت از سر تا پا ایک ترمیمہ حریت اور ایک صدائے موعظہ ہے، جو قوموں کو بتلاتی ہے کہ اپنی قومی آزادی اور ملی استقلال کی قدر و قیمت پہچانیں اور اسکی معبودیت و معشوقیت کا اندازہ کریں۔ انکی تاریخ اُن قوموں کیلیے ایک شاہراہِ عمل کا افتتاح کرتی ہے، جنہوں نے اپنی غفلت کی لعنت میں گرفتار ہو کر غیروں کی غلامی و محکومی کا طوق پہن لیا ہے، اور انکی ہیبت و سطوت اور قراء جنگ و اسباب تسلط سے مرعوب ہو گئی ہیں۔ انہوں نے گویا ہمیشہ کیلیے اس کا فیصلہ کر دیا ہے کہ قوموں کی زندگی اور استقلال صرف قراء جنگ اور اسلحہ و آلات کے حصول ہی پر موقوف نہیں ہے، بلکہ دلوں کے محکم جوش، مصیبت کے سچے احساس، مستعدی اور آمادگی کی صداقت، اور سب سے زیادہ کہ باہمی نزاعوں اور بے مہر یوں کی جگہ، اتحاد و اتفاق کی زنجیروں میں بندھ کر ایک دل اور ایک جان ہو جانے پر ہے۔ پھر نہ فرج کی ضرورت باقی رہتی ہے، نہ اسباب مادیہ، مقارمہ و دفاع کی احتیاج ہوتی ہے، نہ ہتھیاروں کے چن جانے سے نقصان پہنچ سکتا ہے، اور نہ قلعوں کے مسمار ہو جانے سے قوت سلب ہو سکتی ہے۔ انکا مقابلہ ایک نہایت متمدن اور شایستہ قوم سے تھا، جو اُس زمانے میں یورپ کے موجودہ تمدن کی قائم مقام تھی۔ دشمن شہر پر قابض ہو چکے تھے، ہتھیار چھین لیے تھے، اور انکی تعداد بے شمار تھی۔ تاہم تم نے دیکھا کہ جب انتہا درجے کی مایوسی چھا گئی، ہر طرف سے امید کا دروازہ بند ہو گیا، اور قرطاجنہ کے ہر فرد کو اُنے والے رقت کا سچا اور آخری احساس ہو گیا، تو پھر اُنکے دل قوت اور طاقت کی ایک نئی روح سے بھر گئے، اور اُنکے دلوں سے ایک لمحہ کے اندر دشمنوں کی قوت، تسلط، قراء جنگ، اور کثرت تعداد کا رعب دھل گیا۔ پھر وہ اُٹھ کھڑے ہوئے، اور سب کے دل قومی عزت کے حفظ کیلیے ملکر ایک ہو گئے۔ اگر ہتھیار نہ تھے تو عمارتوں سے لوہا نکال کر ڈھالنا شروع کر دیا۔ اگر کمائیں نہ تھیں، تو عورتوں کے اپنے بالوں کی لٹیں کات کات کر اسکے چلے بنا لیے۔ پھر سب کچھ، ہو گیا، کیونکہ جو قوم مرنے کیلیے مستعد ہو جائے، خواہ وہ کیسی ہی بے دست رہا اور بے سامان ہو، مگر پھر بھی وہ ایک ایسی قوت ہے، جو سب کچھ کر سکتی ہے، جو نا ممکن کو ممکن بنا دی سکتی ہے، اور جس پر اس دنیا کی کوئی قومی سے قومی طاقت بھی غالب نہیں آ سکتی!

#### آخری نظارہ

فاعتبروا یا اولی الابصار!!

یہ سب کچھ ہو رہا تھا، اور خائن ملک و ملت (ہسدر وبال) رومی لشکر میں بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ اسکی نوجوان بیوی جسکی حسن و رعنائی تمام قرطاجنہ میں ضرب المثل تھی، ہیکل کے اندر پناہ گزینوں کے ساتھ تھی، اور در چھوٹے چھوٹے بچے بھی اُسکی گرد میں تھے۔ ہسدر وبال کو اپنی بیوی سے عشق تھا،

لیکن انکی غیرت عشق نے اس کو گوارا نہ کیا کہ جس محبوب کے عشق مقدس میں تین سال تک رشتہ وفاداری ہاتھ سے نہ دیا ہو، اب زندگی کی آخری ساعات میں، جبکہ انکا رطبان محبوب شعلوں کے اندر سے سرگرم فغاں، اور ملت عزیز سیلابِ خرن کے اندر سے ترمیمہ فرمائے استقامت و وفاداری ہے، اپنی حیات فانی کی ایک مدت مجہول و قصیر کیلیے اس سے کیا بے وفائی کریں؟

#### النار واللعار!!

بالآخر قبل اسکے کہ دشمنوں کے ہاتھ سے شہر کی طرح ہیکل کی دیواروں میں بھی آگ لگائی جاتی، انہوں نے خود ہی اس میں آگ لگادی:

#### آشہم تیہزست و داماں می زہم

جب آگ نے اچھی طرح درو دیوار میں جگہ بنالی اور شعلے تیزی کے ساتھ بھڑکنے لگے، تو تمام قرطاجی، جن میں عورتیں بھی تھیں اور معصوم بچے بھی، ایک مقام پر آکر جمع ہو گئے اور ”قرطاجنہ“ کے نام کی جاں سپارہ صدائیں لگا کر، بھڑکتے ہوئے شعلوں کے اندر کود پڑے۔ عیش فانی کے اُس لالہ زار سے جو غیر رنگی غلامی سے حاصل ہوا ہو، کیا یہ شعلہ ہائے حیات سرز بہتر نہ تھے، جسکے اندر اپنی ملت محبوب کے ہزاروں اجسام، اور اپنی سر زمین مقدس کی مدھا عمارتوں اور گری ہوئی دیواروں کی خاکستر ملی ہوئی تھی؟ وہ اس شوق و ذوق اور بے ہراسی سے آگ میں کود رہے تھے، گویا مدثر کے بچھڑے ہوئے عشق ہیں، جو اپنی محبوب کی خواہگاہ وصال کی طرف بے تابانہ جارہے ہیں: فال موت جسر، یومل العیب الی العیب!! (موت مثل ایک درمیانی پل کے ہے، جو درست کو درست تک پہنچا دیتا ہے!)۔

شہر اپنے سامنے اپنی عورتوں کو جلتا ہوا دیکھتے تھے، تاکہ غیروں کا تسلط اُنکے ننگ و ناموس کو بٹہ نہ لگے۔

مائیں اپنے معصوم بچوں کو چھاتی سے لگائے ہوئے شعلوں میں کودتی تھیں، تاکہ اُنکے بعد انکی نسل غیروں کی غلامی و محکومی کیلیے باقی نہ رہے۔ والدین اپنی اولاد کے ساتھ شعلوں سے لپٹ لپٹ کر جان دیتے تھے، تاکہ نہروکہ غیروں کی غلامی سے اُنکے فرزندوں کے شرف کو بٹہ لگے۔ وہ جبکہ جل رہے تھے، تو اُنکے جسم سرختہ کا دھواں زبان حال سے صدا لگا رہا تھا کہ ”النار واللعار!!“ آگ میں جلنا منظور ہے، مگر قومی ذلت منظور نہیں!!

#### تلك الا مثال نضربها للناس

لعلہم یفکروا!

عشق ملت، اور حریت پرستی کی یہ ایک مثال تھی، جو مبارک قرطاجیوں کے دنیا کو دکھلا دی۔ انہوں نے اپنی جانیں ضرور دیں، لیکن اپنی جانفروشی کی نظیر سے قوموں اور ملکوں کو زندگی بخش دی۔ اور فی الحقیقت جو لوگ اس دنیا میں مرنے ہیں، وہی مردوں کو زندگی بخش بھی سکتے ہیں۔ تم اگر صرف اپنی خاطر زندہ ہو، تو اسکے یہ معنی ہیں کہ اپنی ملت کیلیے ایک مردہ لاش ہو، پھر اگر قوم کیلیے مرجاؤ، تو تم نہ صرف زندہ ہو، بلکہ ہزاروں اور لاکھوں جسموں اور ہستیوں کو زندگی بخشنے والے ہو!

اقتل قرطاجنہ نے آگ کے شعلوں میں کود کر جانیں دیدیں لیکن اسلام، جسکی حیات معذوبہ کی پہلی شرط نفس و جسم پر موت طاری کرنا ہے، اگر ہوتا تو آگ کے شعلوں کی جگہ دشمنوں کی تلواروں کی طرف اشارہ کرتا، اور آخری مایوسی کے عالم میں بھی ہسکو کبھی پسائی نہ کرتا کہ اسکے فرزندوں کی جانیں بالکل رائگل

### سالنامہ مدرسۂ مولتیہ مکہ معظمہ

مہتمم مدرسہ - کیرانہ ضلع مظفر نگر ۷ ہند سے ملسکتی ہے

مدرسۂ مولتیہ مکہ معظمہ کا ذکر ہمیشہ ہوتا رہتا ہے، اور اخباریں اشخاص اسکے کاموں سے بے خبر نہیں ہیں۔ یہ اسکی تازہ ترین رپورٹ ہے جو مولانا محمد سعید صاحب مہتمم مدرسہ نے شائع کی ہے، اور علامہ حالات مدرسہ کے، اپنے تمہیدی مضامین کے لحاظ سے بھی نہایت دلچسپ اور مفید اطلاعات پر مشتمل ہے۔

اس مدرسے کو قائم ہونے عرصہ ہو گیا۔ مکہ معظمہ اسلام اور مسلمانوں کیلئے ایک قدرتی مرکز ہے، اور وہاں کا ہر معمولی اور ادنیٰ کام بھی اور مقامات کے عظیم الشان کاموں سے زیادہ مفید و نتیجہ خیز ہوسکتا ہے، بشرطیکہ وقت کی ضرورتوں، اور اصول کار و طریقہ عمل سے انماض نہ کیا جائے۔

اس بنا پر مدرسۂ مولتیہ بھی ایک ترجمہ طلب کام ہے، جو قائم ہے، اور اپنی ابتدائی منازل سے گذر چکا ہے، اور اگر اسکی طرف ترجمہ کی جائے تو ایک مفید ترین کام بن سکتا ہے۔

میں کسی وقت اسکی نسبت تفصیلاً لکھونگا۔

یہ رپورٹ نہایت عمدہ اور پر تکلف چھپی ہے، اور ۱۱۶ صفحوں پر ختم ہوئی ہے۔ مدرسہ کی تفصیلی حالت، جدید دارالتدیس کا قیام، سالانہ اجلاس کی روداد، رسائل اعانۃ و مقدار اعانت کی تفصیل، اور اسی طرح کے ضروری بیانات پورے شرح و بسط سے درج کیے گئے ہیں۔

### آسان تعلیم

قیمت ۰۲ - آنہ - مصنف سے ملسکتا ہے۔

اُردو زبان کی ابتدائی تعلیم اور رسم الخط کا مسئلہ بھی ایک اہم اور ترجمہ طلب مسئلہ ہے۔

یہ رسالہ مولوی عبد الرحیم صاحب پبلیشر سپرنٹنڈنٹ مال کلکٹری گیارہ نے اس غرض سے لکھا ہے کہ بچوں کی تعلیم کیلئے قاعدہ بغدادی کے اصول پر اُردو کی تعلیم کا بھی ایک قاعدہ ابتدائی مرتب ہو جائے۔

اسمیں ہجے کے اصول پر تمام تراکیب حروف کے اسباق بنائے ہیں، اور ہر حرکت کا سبق علیحدہ ہے۔ ساتھ ہی مرکب جملے مشق کیلئے دیے ہیں اور پھر اضافت وغیرہ کی مشق کرا کے چھوٹی چھوٹی عبارتیں بنائی ہیں، جن سے یقیناً بچوں کو بہت فائدہ ہوگا۔

### نظمیم القواعد

قیمت ۲ - آنہ - مصنف سے ملسکتا ہے۔

— \* —

مسئلۂ صرف و نحو اُردو

یہ اُردو کے صرف و نحو کا ایک نیا رسالہ ہے، جسے مولوی جلال الدین احمد صاحب جعفری زبیدی ہد مولوی گورنمنٹ ہائی اسکول کانپور نے مرتب کیا ہے۔

یہ صرف پہلا ابتدائی حصہ ہے۔ دوسرا حصہ اعلیٰ جماعتوں کیلئے اسکے بعد شائع کیا جائیگا۔

اُردو زبان کی ترقی و اشاعت میں یہ بات ہمیشہ عجیب سمجھی جائیگی کہ ایک طرف تو علم و فنون کی کتابیں اسمیں لکھی جا رہی ہیں، اور دوسری طرف کوئی جامع لغت بلکہ مکمل صرف و نحو تک موجود نہیں ہے، اور بیسیوں صرفی و نحوی مسائل ہیں، جو اب تک غیہ فیصل شدہ ہیں!

تیمارداروں کے علاوہ باربرداری کے لیے ایک جہاز بھی لیا جائے گا تاکہ جہاں ضرورت ہو، انجمن بغیر کسی تاخیر کے اپنا سامان بھیج سکے۔

آخر میں تمام معارین انجمن کا نہایت خلوص سے شکریہ ادا کیا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ انجمن نے اپنی مالی حالت کے تفصیلی تذکرہ کو اس رپورٹ میں جگہ نہ دی، حالانکہ یہ بہت ضروری حصہ تھا، اور اسکی تفصیل لوگوں کیلئے مرجع طمانیۃ و مزید سرگرمی اعانۃ ہوتی۔ میں نے ارکان انجمن و معارین کار کو پچھلے ماہ بار بار اسپر ترجمہ دلائی، اور اس رپورٹ کو دیکھ کر پھر ایک تفصیلی مراسلہ بھیجا ہے۔ نیز ڈاکٹر مصباح الدین اور شیخ چاروش کو بھی لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کثرت اشغال اور جنگ کی مصروفیت سے کوئی مبسوط رپورٹ شائع نہ ہوسکی۔ تاہم ضرورت، ضرورت ہے، اور اس سے انماض نہیں کیا جاسکتا۔

عام تقسیم کیلئے زیادہ نسخوں کے بھیجنے کیلئے بھی لکھا ہے تاکہ ہندوستان کی تمام انجمن ہاے ہلال احمر میں تقسیم کی دی جائیں۔

### مطبوعات اردو

— \* —

### جہنم سے پہلا اور دوسرا خط

ایک حصہ اول ۰۲ - آنہ - حصہ دوم - دو آنہ - مترجم سے ریاست رام پور مالک

معدہ ۷ پتے سے ملسکتی ہے۔

مولوی شرف الدین احمد خان صاحب ہیڈ کلرک جیل رامپور کے متعدد رسالے اردو میں شائع ہو چکے ہیں۔

آجکل ایسے لوگوں کی بڑی ضرورت ہے جو اپنے فرصت کے اوقات و ادبی خدمات کیلئے وقف کر دیں، اور اپنی مقدر بہر جو کچھ سہہ پڑھ سکتے ہیں، اس سے دریغ نہ کریں۔

مولوی شرف الدین صاحب ایسے ہی بزرگوں میں سے ہیں۔ یہ سائل انگریزی کی ایک مقبول و کثیر الاشاعت کتاب سے ترجمہ کیے گئے ہیں، جو خود بھی غالباً یورپ کی کسی دوسری زبان کا ترجمہ ہے۔ اسکے مصنف نے مذہبی احکام جزاء و عقوبت کو پیش نظر رکھ کر، نہ روحانی آلام و عذاب کا نقشہ کھینچنا چاہا ہے، جو دنیا کے تمام مذاہب میں ”جہنم“ کے نام سے بیان کیے گئے ہیں، اور اسمیں ثمرت تخیل اور قدرت تعبیر، دونوں چیزوں سے کہ شاعری کے اجزائے دی ہیں، پوری طرح کام لیا ہے۔

صورت بیان یہ ہے کہ ایک سخت گنہگار آدمی مرجاتا ہے اور جہنم کے عذابوں میں گرفتار ہو کر، وہاں سے خطوط لکھتا ہے۔ اصل کتاب ۲۵ - خط ہیں، اور ابھی بطور نمونے کے مولوی صاحب نے در خطوں کا ترجمہ شائع کیا ہے۔

اس کتاب کے لکھنے سے مقصد یہ ہے کہ انسان کی طبیعت پر مذہبی عقائد اور احکام کے اثر کو قوی کیا جائے، اور گناہوں سے بچنے، اور تعذیب معاد کے عقیدے سے متاثر ہونے کا ذریعہ ہو۔ ترجمہ صاف اور سلیس ہے، اور اسطرح کی ادبی اور شاعرانہ تحریروں کے ترجمہ کی مشکلات پر غالب آنے کی کوشش کی گئی ہے۔ قیمت اسقدر ارزاں ہے کہ اگر ہر شخص ایک ایک نسخہ لے لے کر اسے کچھ بھی محسوس نہ ہوگا، لیکن اگر مطالعہ ایک لمحہ کیلئے بھی دل پر کام کر گیا تو یہ بہت قیمتی ہے۔ ہم مولوی صاحب کے اس مقصد و قیام و اہم کو قابل داد و تحسین سمجھتے ہیں، گر آجکل کے بہت سے مدعیان تفریر فکر و علو خیال کو اس مقصد پر ہنسی آئے۔



# انتقاد

— \* —

## رپورٹ انجمن ہلال احمر قسطنطنیہ

— \* —

انجمن ہلال احمر عثمانی نے ایک بین الملی انجمن کی صورت اختیار کر لی ہے اسلامیہ عالم اسلامی کے ہر گوشے کو اس کے اعمال و خدمات کے متعلق سوال کا حق ہے اور ایسے ملک کو تو خصوصاً، جسمیں سات کروڑ مسلمان رہتے ہوں اور ضرورت کے وقت اعانت کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہوں۔ انجمن کی موجودہ شکل کو قائم ہونے کے بعد کم و بیش تین سال ہو گئے۔ اس عرصہ میں ہندوستان سے معتد بہ مدد ملی مگر با این ہمہ اس نے آج تک ہندوستان میں کوئی رد و شائع نہیں کیا ہے۔ یہ ایک ناگوار بے اعتنائی تھی جو انجمن کی طرف سے ہندوستان کے ساتھ کی جا رہی تھی۔ لیکن نہایت خوشی کی بات ہے کہ اس بارے میں جو تحریکیں ادارہ ہلال احمر بعض دیگر حضرات نے کی تھیں، وہ بیکار نہ گئیں، اور اب ایک مختصر انگریزی رپورٹ شائع کی گئی ہے۔

اس میں انجمن نے ان خدمات کی مختصر روداد شائع کی ہے جو اس نے جنگ بلقان میں انجام دی ہیں۔ اس روداد کو مختلف زبانوں میں شائع کیا گیا ہے۔ انگریزی ادیشن غالباً خاص ہندوستان کے لیے ہے، کیونکہ عالم اسلامی کے جس گوشے میں سب سے زیادہ انگریزی سمجھی جاتی ہے، وہ صرف ہندوستان ہی ہے۔

روداد کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگ میں انجمن کا دائرہ خدمات صرف شفا خانوں تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ شفا خانے کے علاوہ متعدد اور طریقوں سے بھی نہایت مفید خدمات انجام دیے۔

مثلاً میدان کارزار سے واپس آنے والے مجروحین کے لیے یورپین ترکی میں منزگاہیں قائم کیں، جن میں ان کے آرام کا تمام ضروری سامان تھا۔ قسطنطنیہ میں جو طبی رفوہ آئے تھے، ان کو ہر قسم کی مالی و انتظامی مدد دی۔ خزانہ کے خالی ہونے کی وجہ سے فوجی اور منیسپل شفا خانوں کے پاس آلات و ادویہ وغیرہ کی کمی تھی۔ لیکن ان کو جس شے کی ضرورت تھی، انجمن نے اپنے ذخیرے سے مہیا کر دی۔ عثمانی اسیران جنگ اور ان کے اعزاء میں مراسلت کا انتظام کیا جو فی الحقیقت سب سے بڑی رفیع خدمت تھی۔ وغیرہ وغیرہ۔

کارفرمایان انجمن آخر میں اعتراف کرتے ہیں کہ اپنے کاموں میں انجمن ہلال احمر اپنی ہمچشم انجمن ہلال احمر کی برابر نہیں کر سکی، مگر وہ کہتے ہیں کہ اس کی وجہ اعضاء انجمن کا تساہل نہیں بلکہ انجمن کی نوعمری، کم مائیگی، اور صرف زمانہ جنگ کی تیاری ہے۔ چنانچہ اس تجربہ کی بناء پر جو ان کو جنگوں میں ہوا، مجلس انتظامیہ نے طے کر لیا ہے کہ آئندہ سے انجمن زمانہ صلح میں بھی مصروف کار رہے۔ مجلس انتظامیہ نے محسوس کیا ہے کہ صرف آلات، ادویہ، اور پوشاکوں کے فراہم کر لینے سے انجمن کی تیاری مکمل نہیں ہو سکتی۔ اس لیے یہ بھی طے کیا گیا کہ مذکورہ بالا اشیاء کی فراہمی کے علاوہ تھمار داروں کو تعلیم خصوصی دی جائے اور اگر ضرورت ہو تو اس کے لیے ایک درسگاہ کھولا جائے۔

اپنے جنسی ضعف و موت نسائی کے خلاف، شہنشاہوں اور فائزوں کی آواز میں گرج کر بولی:

”تیسری املی سزا کا وقت دور نہیں ہے، جبکہ قرطاجنہ کا مقدس دیوتا اپنی عدالت میں تجھے کھڑا کریگا! لیکن اس وقت بھی تیرے لیے ایک عذاب الیم درپیش ہے۔ پھر بتلا کہ جب تو مجھے، اور اپنے ان بچوں کو آگ میں جلتا ہوا، اور موت کے احتضار سے تڑپتا ہوا دیکھے گا، تو تیرے پاس کیا عذر ہوگا؟ کون ہے جو تجھ کو اس معائنہ تعذیب، اور اس نظارہ الیم سے بچائیگا؟ یہ تیرا معبود رومی، جس کے قدموں کی ٹھوکر کھانے کا تجھے فخر ہے، تجھ کو روٹی دے سکتا ہے، پر اس عذاب سے تو نہیں بچا سکتا!“

رومی سپہ سالار، ہزاروں افسران جنگ، اور قشون محاصرہ، اس طرح ساکت و صامت تھے، گویا ان کے ظالم دلوں کی طرح، آج ان کے اجسام حیہ بھی پتھر کے بت بن گئے ہیں! ہستدر بال کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، مگر کانوں میں سمندروں کی رزائی، جنگلوں کی سنسناہٹ، اور درندوں کی مہیب بواہوں کی سی متوحش صدائیں آرہی تھیں۔ وہ اپنی بیوی کو، جس کا پیکر حسن، اس وقت ایک فرشتہ عذاب کی صورت میں اس کے سامنے تھا، دیکھ رہا تھا، لیکن نہیں سمجھ سکتا تھا کہ یہ کیا ہے؟

شہداء ملت کی یاد میں آخرین قطرہ اشک

اس کی بیوی نے ایک مرتبہ قرطاجنہ کے جلے ہوئے کھنڈر کو جی بھر کے دیکھا، پھر اپنی قوم اور اپنے ملک کی یاد میں ایک آخرین قطرہ اشک بہایا، اس کے بعد اپنے درنوں بچوں کا گلا گھونٹ کر آگ میں ڈال دیا، اور ان کے بعد خرد بھی آگ میں کود کر، اس کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں روپوش ہو گئی!!

( البقیۃ تتلی )

## اطلاع

دفتر ہلال کے ذریعہ پریس کا تمام سامان، اور اپتھر اور ٹائپ کی مشینیں، نئی اور سکینڈ ہند ملستکی ہیں۔ ہر چیز دفتر اپنی ذمہ داری پر دیگا۔

سردست در مشینیں فرخت کیلیے موجود ہیں :-

( ۱ ) ٹائپ کی ڈبل کراؤن سائز، پین کی مشین، جو بہترین اور قدیمی کارخانہ ہے۔ اس مشین پر صرف دو ڈھائی سال تک معمولی کام ہوا ہے۔ اس کے تمام کیل پڑے درست اور بہتر سے بہتر کام کیلیے مستعد ہیں۔

ابتدا سے ہلال اسی مشین پر چھپتا ہے۔ در ہارس پارر کے موٹر میں سرلہ سو فی گھنٹہ کے حساب سے چھاپ سکتی ہے۔ چونکہ ہم اس کی جگہ بڑے سائز کی مشینیں لے چکے ہیں۔ اس لیے الگ کر دینا چاہتے ہیں۔

( ۲ ) ٹیڈل مشین، جو پانوں سے بھی چلائی جاسکتی ہے، ڈیمالی فولیو سائز کی۔ اس پر ہاف ٹون تصاویر کے علاوہ ہر قسم کا کام جلد اور بہتر ہو سکتا ہے۔

قیمت بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتی ہے۔ جو صاحب لینا چاہیں، وہ مطمئن رہیں کہ ہم اپنی ذاتی ضمانت پر انہیں مشین دینگے، اور اپنے اخلاقی رکار کو تین دین کے معاملات میں ضائع کرنا نہیں چاہتے۔ منیجر ہلال پریس

کوئی ایک صاف بھی موجود نہیں - نہ روزانہ، روزانہ ہیں، نہ ہفتہ وار، ہفتہ وار!

(۲) تصاویر اور کارٹون عمدہ اجزاء اخبار و رسائل میں سے ہیں، اور موجب ازدیاد اثر و رونق اخبار و وسیلہ حسن تفہیم و تسہیل مطالب و مسائل، لیکن کسی کام کے کرنے کیلئے، اسے کر دینا ہی شرط نہیں ہے، بلکہ اس طرح کرنا، جس طرح دنیا میں کیا جاتا ہے - لیتھو کی چھپائی میں تصاویر کا انتظام ممکن نہیں اور اگر ممکن ہے تو اس قدر اعلیٰ درجہ کا کام، جس کے مصارف کا تحمل ممکن نہیں - پھر اس سے کیا فائدہ کہ چند سیاہی کے دھبوں سے صفحات سیاہ کر کے مذاق سلیم و حسن نظر کو زخمی کیا جائے؟ البتہ کارٹون ممکن ہیں، لیکن یاد رہے کہ آجکل کارٹونوں کو وضع کرنا، اور پھر انکو بنانا ایک مستقل فن لطیف و دقیق ہے، جس کے یورپ میں خاص خاص ماہرین فن ہوتے ہیں، اور ان پر ہزار ہا روپیہ صرف کیا جاتا ہے - اس کے لئے وقت خیال، نزاکت، تخیل، سرعت فہم، مواد شاعری، اور قوت مصوری کے ایک ہی دماغ میں جمع ہونے کی ضرورت ہے - پھر ایسے قابل مصوروں کی، جن کے سامنے کارٹون کے تمام اجزاء لفظوں میں پیش کر دیے جائیں، اور وہ اس طرح انہیں جامعہ تصویر پہنا دیں، گویا اسے سوا اور کوئی لباس ان کے لیے موزوں ہی نہ تھا!!

مجھ کو خود بارہا کارٹون کا خیال ہوا، اور کئی بار بعض لطیف و نازک خاکے ذہن میں آئے - اسکا سامان بھی اور تمام مقامات سے بہتر موجود تھا، مگر میں نے بہتر نہ سمجھا کہ کسی کام کو کیا جائے، اور ایک صاحب فن کی حیثیت سے نہ کیا جائے -

پس اردو اخبارات یا تو کارٹون کا صیغہ بالکل چھوڑ دیں، یا اسکی ذمہ داریوں کو پیش نظر رکھیں - یہ محض تمسخر نہیں ہے، بلکہ موجودہ ترقی یافتہ پریس کا ایک وقیع اور اہم کام ہے -

## مسوات

الہ آباد - قیمت سالانہ ۳ - روپیہ - ادیٹر: مسٹر نذیر احمد (عالمی)

یہ اخبار حال میں شائع ہوا ہے - صوبجات متعددہ میں اب تک علی گڑھ، گڑت اور البشیر وغیرہ کے سوا مسلمانوں کے ہاتھ میں با وقعت اخبارات بالکل نہ تھے - پچھلے دنوں لکھنؤ سے مسلم گڑت نکلا، اور اب خوشی کی بات ہے کہ اس طرف تعلیم یافتہ اصحاب کو توجہ ہونے لگی ہے - چنانچہ ”مسوات“ اسی سلسلے میں قابل ذکر ہے -

اسکا ایک پرچہ ریو پر کی غرض سے میں نے اٹھالیا ہے - ضخامت ۱۶ - صفحہ کی ہے جو کافی ہے - کاغذ عمدہ لگایا جاتا ہے، اور شاید اس لحاظ سے اپنے صوبے کے تمام اخبارات میں ممتاز ہے - خبروں کے انتخاب، اور اہم واقعات اور کونسل کے ضروری مباحث وغیرہ کے تراجم و تذکرے کا بالعموم اہتمام کیا جاتا ہے -

صوبجات متعددہ میں ابھی اردو اخبارات کی بہت کمی ہے، اور پبلک میں روز بروز اخبار بینی کا مذاق بڑھتا جاتا ہے - اسلئے نئے اخبارات جس قدر شائع ہوں بہتر ہے - امید ہے کہ الہ آباد کے اس تنہا اردو اخبار کو، جو صوبے کے دار الحکومت سے نکلا ہے، ترقی و کامیابی کے رسائل بہت جلد حاصل ہو جائیں گے -

قیمت اگر صرف ۳ - روپیہ کر دی جائے تو بہتر ہوگا، کیونکہ مسلم گڑت اور ازاد وغیرہ نے انتہائی قیمت یہی رکھی ہے اس طرح اشاعت میں بھی بہت جلد ترقی ہو جائے گی -

مولوی صاحب کی یہ سعی مستحق ہزار تحسین ہے کہ امر بالمعروف و تبلیغ احکام شریعت میں مصروف ہیں - اس طرح کے رسائل و مطبوعات کی جس قدر اشاعت ہو، داخل عبادت، بل افضل از ہزار نانہ و تہجد ہے -

## بعض حدیث الاشاعہ جوائد و مجلات (۱)

— \* —

### آزاد

کانپور - قیمت سالانہ ۳ - روپیہ - ادیٹر مسٹر نگم بی - اے -

رسالہ ”زمانہ“ کانپور اردو کے مشہور رسائل میں سے ہے - اسی کے دفتر سے یہ ہفتہ وار اخبار جاری ہوا ہے - صوبجات متعددہ میں بمقابلہ پنجاب کے اخبارات کم ہیں - اردو عمدہ اخبارات کی جگہ تو ہر صوبے میں ابھی بہت کچھ خالی ہے - مسٹر نگم ایک مقبول رسالے کے ادیٹر ہیں، اسلئے پبلک کیلئے ان کے اخبار کا مطالعہ پہلا تجربہ نہیں ہے - اس وقت تک میں نے ایک دو نمبر جو اس کے دیکھے، تو خبروں کے جمع کرنے، وقت کے معاملات پر بحث کرنے، اور حتی المقدور ہر طرح کی دلچسپی کا سامان مہیا کرنے میں سعی پایا - ضخامت بھی پنجاب کے بعض اخبارات کی طرح غیر معمولی ہے، اور چھپائی لکھائی عام حالت کے لحاظ سے بری نہیں - پریٹنگل امور میں شاید اس نے اپنی پالیسی ”ہندوستانی“ لکھنؤ کی مثال دیکر راضی کی ہے، اور میرا ہمیشہ سے یہ خیال ہے کہ ہندوستانی کی پالیسی بہت مفید، معتدل، اور اتحاد و تالیف حکام کے ساتھ، مصالح ملکی کے لحاظ سے اصول پر، بہت اچھی ہے -

البتہ اعتدال کے معنی درمیانی راہ اور توسط کے ہیں - یہ معنی نہیں ہیں کہ انسان دونوں راہوں میں سے کسی ایک راہ سے اس قدر قریب تر ہو جائے، کہ اگر بال برابر بھی آؤں تو درمیانی حصے کی جگہ، سرحد کو عبور کر جائے!

اردو پریس کیلئے ایک مشورہ

”آزاد“ کے ذکر میں نئے اخبارات کا ذکر آگیا ہے تو ہم اپنے چند خیالات بطور مشورے کے ظاہر کر دینا چاہتے ہیں - نئے اخبارات جو نکلے ہیں، یا شائع ہونے والے ہیں، بہتر ہے کہ ان میں مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھا جائے:

(۱) یورپ میں روزانہ، ہفتہ وار، جرنل، ماہوار اور سہ ماہہ کی جو ترتیب اور مضامین و مقاصد کی تقسیم ہے، اسکو ضرور پیش نظر رکھنا چاہیے - ایک وقت تھا کہ ملک میں اخبار بینی کا مذاق بہت کم تھا، اسلئے تقسیم عمل اس بارے میں ممکن نہ تھا، اور ضرورت اسکی تھی کہ جیسے کچھ ہوں، مگر اخبارات نکال دیے جائیں، مگر اب حالت بدل چکی ہے، پس ضرور ہے کہ رفتہ رفتہ اردو پریس کو صحیح اصول تقسیم کار، اور ترتیب و نظام عمل پر لایا جائے، اور یہ طوائف الملوک کی اور بے راہہ روی نہ کہ ہفتہ وار اخبار، روزانہ اخبارات کا مواد فراہم کر رہے ہیں، اور ہفتہ وار ماہوار رسائل کے سے مضامین کی تلاش میں ہیں - نتیجہ یہ ہے کہ

(۱) ماہوار رسائل کیلئے ہم نے مشہور ادیب شیخ خلیل یازجی کے ”مجلہ“ کا لفظ منتخب کیا، اور تمام ملک کے قبول کرایا یہ کوئی نئی اصطلاح نہیں ہے، بلکہ باہلیت عرب کی زبان میں بھی قریب قریب اسی مفہوم کیلئے بولا جاتا تھا (منہ)

و صلوة و صیام، نصرص قطعہ شریعت، اور تعامل غیر منقطع اہل اسلام سے ثابت ہے۔ اور منجملہ ہمارے موجودہ مصائب عظیمہ کے ایک مصیبت کہو یہی ہے کہ اس فرض کی طرف سے غفلت و تساہل بالعموم طاری و ساری، اور اس کے جمع و صرف کیلئے انتظام و اہتمام کے وسائل مفقود۔

ہم نے اپنے گھر کی طرف سے آنکھیں بند کر لی ہیں، اور دنیا کے دور دراز گوشوں میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ آج یورپ میں مختلف مدارج و طبقات کے تصادم، اور فقر و غنا (۱) کے انفلاس و مصائب، اور دولت کی عدم تقسیم و مرکزیت (۲) کی وجہ سے موجودہ ہئیت اجتماعیہ اور معیشت مدنیہ کی بنیادیں ہل رہی ہیں۔ اشتراکیت (سوشلایزم) کی اسی لیے پیدائش ہوئی۔ اور فرضیہ (نہازہ) کے مہیپ وجود کی تولید اسی کا نتیجہ ہے۔ کل کی بات ہے کہ انگلستان میں مسٹر لائڈ جارج نے امرا و اشراف کے ٹیکس کا مسئلہ اٹھایا تھا، اور برطانیہ کے مزدوروں کی اصلاح حالت اور تقریباً مالی کے مقصد نے ایک سخت ہنگامہ مچا دیا تھا!

یہ سب کچھ قوم کے مفاسد حصے کی ضروریات کے پورا نہ ہونے ہی کا نتیجہ ہے۔

جرمنی اور بعض حصص امریکا میں غرباء و محتاجین کیلئے حکومت اور قوم کے مشترک فذد قائم کیے گئے ہیں۔

کوارٹر سوسائٹیاں اور زرعی اور دیہاتی بنکیں جو آج قائم کی جا رہی ہیں، یہ بھی دراصل اسی ضرورت کا علاج ہے کہ قوم کے محتاج اور بے مایہ حصے کی اعانت کی جائے۔

لیکن اسلام نے اپنے ظہور کے ساتھ ہی ان مفاسد اجتماعیہ و مدنیہ کا علاج کر دیا تھا۔ فریضہ زکوٰۃ کی بہت بڑی مصلحت یہی تھی کہ اس کے ذریعہ قوم کے مفاسد و محتاج حصے کی ضروریات کا انتظام کیا جائے۔ نیز صدھا ملی احتیاجات مالیہ کیلئے ایک دائمی خزانہ (فذد) مہیا ہو جائے۔

اسلام نے ایک طرف سود کو حرام کیا، جو غریبوں اور محتاجوں کی زندگی کیلئے مہلک و سم قاتل تھا، اور جس کے ذریعہ دولت مندوں کو ان پر ایک جابرانہ و ظالمانہ تسلط کا موقع مل جاتا تھا۔ دوسری طرف اس کے بدلے زکوٰۃ کو فرض کر دیا، تاکہ جن احتیاجات کی وجہ سے غریب و محتاج طبقہ سود دینے پر مجبور ہو جاتا ہے، یہ پیش ہی نہ آلیں!

فی الحقیقتہ موجودہ زمانے کے وقت کے کاموں میں سے ایک اہم اور ضروری کام فریضہ زکوٰۃ کی تعمیل، اور اس کے جمع و خرچ کے انتظامات کی باقاعدہ تشکیل بھی ہے، اور اس عاجز کے بعض پیش نظر کاموں میں اس کی تحریک بھی داخل ہے: وکل امر مرہون بآزانتہا۔

در اصل یہ تمام مصیبتیں اسلئے ہیں کہ ”امر بالمعروف و نہی عن المنکر“ کے سلسلہ حقہ کا عملاً سڈ باب ہو گیا ہے۔ علما اپنے قدرتی فرائض کو بھلا چکے ہیں، اور دار الشفا کے طبیب خود ہی بیمار اور محتاج اطباء ہیں۔ اسی حالت میں کس کس بات پر روئے، اور کس کس کا ماتم کیجیے!

تن ہمہ داغدار شد، پنہ کجا کجا نہی؟

(۱) آجکل عربی میں یورپ کی لیبر پارٹی کیلئے ”حزب العمال“ کا لفظ رائج ہے، اور مزدوروں کیلئے عام ہی کا لفظ زیادہ تر لکھا جاتا ہے۔

(۲) دولت کی ”مرکزیت“ یعنی دولت کا کسی ایک ہی جماعت اور سوسائٹی کے طبقہ میں جمع ہو جانا، اور دیگر حصص و طبقات کا بالکل محروم رہنا۔ یہ حالت تمدن اور سوسائٹی کیلئے سخت مضر و مضر ہے۔ رومۃ الکبریٰ کے انقراض و تباہی کے اسباب اولیٰ میں سے ایک سبب یہ بھی تھا۔ اسلام کا قانون تربیت اور تقسیم ورثہ اسی مصلحت حکیمانہ پر مبنی ہے۔

اس سے بھی عجیب تر یہ، کہ سودا اور میر تقی سے زیادہ احسان اسپر ایک علم درست انگریز، (سرجان گلگرسٹ) کا ہے، جس نے سب سے پہلے اس کے قواعد کو منضبط کر لیا اور یہ احسان ان احسانات عظیمہ کے علاوہ ہے، جو بہ حیثیت اس زبان کے رواج دہندہ ہوئے، اس میں (باغ و بہار) جیسی بے نظیر نثر کی کتابوں کے مرتب کرانے اور اسکی مرسسہ سرپرستی کی وجہ سے ہمیشہ یاد گار رہیں گے۔

بروز آف اکڑا منرس کلکتہ نے گذشتہ نصف صدی کے اندر صرف رنچر میں کتابیں لکھنے اور لکھوانے کی متعدد کوششیں کیں، اور اس سے باہر بھی مالک میں متعدد کتابیں لکھی گئیں، مگر سچ یہ ہے کہ اب تک کوئی جامع اور ہر طرح معتبر کذاب مالک کے ہاتھ میں نہیں ہے۔

یہ تو اردو صرف و نحو کے تدریس فن کا حال ہے۔ اس کے بعد ابتدائی اور متوسط و اعلیٰ درسی قواعد کا خانہ ہے، اور معیار نظر بلند کر کے دیکھیے تو وہ بھی خالی ہے۔ بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ شاید انضباط ضروریات قواعد، و تسہیل بیان، و ترتیب مندرجات کے لحاظ سے انگریزی میں نسبتاً اچھی قواعد کی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ گو اغلاط و لغزشیں ان میں بکثرت ہوں۔ اس سلسلے میں بہت سی کتابیں میں نے دیکھی، اور (تفہیم للقواعد) ایک مختصر رسالہ تازہ ہے۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ اب تک جو قواعد لکھی گئیں، انہیں یا تو انگریزی گرامر کا اتباع بیجا کیا گیا، یا محض عربی کا۔ اسلئے میں ایک سادہ و آسان رسالہ مرتب کرتا ہوں جو بچوں کے دماغ پر ابتدا ہی سے بارگراں نہ ہو۔ میں نے اس کے چند ابتدائی صفحات دیکھے۔ اسمیں شک نہیں کہ طریق بیان بہت سہل و آسان ہے۔ ترتیب مسائل بھی عام اور معمولی، مگر ہر سبق کے ساتھ ہی مشق کی عبارت بھی دیدی ہے۔ تقریباً تمام ضروری اقسام و ابواب کو جمع کیا ہے، اور یہ کوشش ہر جگہ نظر آتی ہے کہ طریق تعلیم آسان اور سہل ہو۔ بہتر تھا کہ طریق سوال و جواب سے بھی کہیں کام لیا جاتا کہ درس مسائل و قواعد کیلئے یہ طریقہ بہت مفید ہے۔ نقشہ بنا کر باہمی تعلقات و روابط و انشعاب ابواب کو سمجھانا بھی ایک عمدہ اصول تعلیم ہے، اور بہتر ہو اگر آئندہ اس کا خیال رکھا جائے۔

## اتحاد المسلمین

— \* —

علماء و مصلحین واعظین و ابواب معارف و جرائد کیلئے مفید۔ مولوی عبید اللہ صاحب۔ بنگلہ نواب وقار نواز جنگ۔ متصل مسجد خیریت آباد۔ حیدر آباد (دکن)۔

— \* —

مولوی محمد احسن صاحب اکرکیتو انجینیر نے یہ رسالہ اس لیے لکھا ہے تاکہ مسلمانوں کو فریضہ زکوٰۃ کی ضرورت و اہمیت، و دلائل فرضیت سے باخبر کیا جائے، اور آمادہ کیا جائے کہ اس فرض کی طرف سے غفلت نہ کریں۔ اور مولوی ابوالبرکات محمد عبید اللہ صاحب نے اسی مقصد سے اسے شائع فرمایا ہے: فجزا ہما اللہ تعالیٰ خیر الجزا، و زادنا اللہ رایا ہما حمیۃ الاسلام! اس رسالے کی تقریب پر بہتر ہے کہ چند کلمات فریضہ زکوٰۃ کی نسبت عرض کروں:

## فریضہ زکوٰۃ

حکم زکوٰۃ ایک اعظم ترین فرائض مسلمین، و اہم ترین احکام شریعت حقہ اسلامیہ میں سے ہے، اور اسکی فرضیت مثل فرضیت حج



# مآئین

## نماز جمعہ اور تعطیل عام

—:~::~~::~—

از جناب مولیٰ نواب علی صاحب - ایم - اے - ہرذیسر پڑودہ کالج

گورنمنٹ کی موقت اور محتاج اعادہ اجازت نماز جمعہ کے عرض عام تعطیل طلب کرنے کی تحریک، اگرچہ عام طور سے مسلمانوں میں پسند کیجا لگی، لیکن راقعات پر بھی ہمو غور کرنا چاہیے۔

## ادبیات

—:~::~~::~—

### خروش یاس

—:~::~~::~—

پھر ایک ستم تازہ ہے اور کافش جا ہے \* دل سینہ ماتم زدہ میں نوحہ کناں ہے  
اُجڑے ہوئے گلشن میں کہاں زمزمہ عیش؟ \* گہہ نالہ و فریاد ہے گہہ آہ و فغاں ہے  
مستقبل مجہول ہو کیا باعث تسکین؟ \* کچھ حوصلہ افزا نہیں جو حال عیاں ہے  
مذہب کی حرارت کے ہرکتے نہیں شعلے \* ہاں آتش خاموش کا تھرزا سا دھواں ہے  
سنتا نہیں اک سمت سے بھی حرف تسلی \* دل حلقہ ماتم میں بہر سو نگراں ہے  
اے شان جلالی! تری غیرت کو ہوا کیا؟ \* مت جائینگے مسلم، یہ حریفوں کا گماں ہے!  
کیا رحم کے قابل نہیں اسلام کی حالت؟ \* اے مات بیضا کے نگہاں تو کہاں ہے؟

وحشت ہے اور آہنگ نوا ہاے جگر دوز

یہ طائر مجروح عدت بال فشاں ہے

رما علی (وحشت)

## فجائیات

— \* —

### عروس لیگ

—:~::~~::~—

ز راہ لطف کہا کانگریس نے لیگ سے یہہ: \* ”کہ ایک راہ میں رہو ہیں میں اور آپ، جناب!  
سفر میں خوب نہیں ساتھیوں سے بے ربطی \* یہہ ہمرہی ہے غنیمت کہ راستہ ہے خراب  
نہیں یہہ رسم رفاقت، حجاب دور کرو \* اُتار دو رخ زیبہ سے ”سیوت ایبل“ کا نقاب  
کہا یہہ لیگ نے ہنسکر ”ابھی میں کمسن ہوں \* نہیں حجاب مجھ“ ہے یہہ انتظار شباب  
ایک منظر شباب

ہفتہ میں ایک دن آرام لینے کی رسم قدیم سے جاری ہے۔ سامی قوموں میں یہ رسم مذہبی حیثیت رکھتی ہے۔ یہود سبت (شنبہ) کے دن کوئی کام نہیں کرتے۔ حضرت عیسیٰ نے اگرچہ اسقدر تشدد نہیں فرمایا مگر سبت کو شعائدین سے سمجھتے تھے کیونکہ آپ نے صاف فرما دیا تھا کہ ”میں توریت کے احکام منسوخ کرنے نہیں آیا ہوں“ لیکن واقعہ صلیب کے بعد عیسائیوں میں یہ عقیدہ خاص کر سینٹ پال کی تعلیم سے پھیل گیا کہ یسوع مسیح تیسرے دن (یکشنبہ) کو مردوں میں سے جی اُٹھا اور آسمان پر چڑھ گیا اس لیے انوار کا دن، یوم العیدہ ہو گیا۔

# شہزادہ عثمانیہ

## حادثہ ادرنہ

( مقتبس از جرائد استانبول علیہ )

(۱)

ادرنہ کا بطل عظیم غازی شکری پاشا مسلسل پانچ مہینہ تک ایک ایسی فوج گراں کے مقابلہ میں، جو اپنے دونوں بازوؤں میں ہزاروں بلغاریوں اور سرریوں اور صدہا زرد کار اور انسان پاش توپوں کر لیے ہوئے تھی، جما رہا، اور آل عثمان کے سرور کو بلند، انکی امیدوں کو زندہ، اور انکے صفحہ تاریخ کو روشن کر دیا۔

یہ بطل عظیم ابھی عرصہ دراز تک سلسلہ حملہ و مدافعت جاری رکھتا تھا، بلکہ محاصرہ کو آٹھا دینا، اگر مرحوم ناظم پاشا، خائن ملہ کامل کے فریب میں نہ آگیا ہوتا اور التواء جنگ کے وقت اس عظیم الشان شہر تک رسد رسائی کی اجازت کی قید لگا دی ہوتی، اور چٹلجا میں جنگ جاری رکھی ہوتی، یعنی وہ منحوس التواء جنگ منظر ہی نہ کیا ہوتا، جسکی بدولت بلغاریوں کو خطوط محاصرہ و قتال استحکام کا موقع ملا۔

محاصرہ کو دس دن کم پانچ مہینے ہوئے۔ اسوقت تک اس بطل ہمام کا عزم بالجزم تھا کہ راہ مدافعت میں اپنا اور اپنی فوج کا آخرین قطرہ خون بہا دینگے اور اگر مغلوب ہونگے، اور دشمن کی طاقت نطق محاصرہ کو چیرتی ہوئی قلب شہر تک پہنچ جائیگی، تو اپنے پاس کا تمام سامان جنگ ضائع کر دینگے !!

مگر حکومت سابقہ نے اسکے ساتھ وہ اعتناء و اہتمام نہیں کیا جسکا وہ مستحق تھا۔ حکومت نے اسکے اس مقصد شریف سے اتفاق نہیں کیا اور کامل پاشا برابر اس عار انگیز صلح کے درپے رہا، جو دولت عثمانیہ کے شرف و حیثیت، بلکہ اسلام کے شرف و وجود ہی کا خاتمہ کر دینے والی تھی۔

بطل ادرنہ کو جب محسوس ہوا کہ حکومت اسکے اس مقصد جلیل سے متفق نہیں، تو اس نے تسلیم شہر کی صورت میں شہر کو اڑا دینے کی باب عالی کو دھمکی دی۔ بطل موصوف، جیسا کہ اسکے سوانح حیات سے معلوم ہوتا ہے، صاحب عزم راسخ اور شدید الرائے شخص ہے۔ وہ جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے، تو کسی قسم کے پس و پیش کے بغیر اس کو کر گزرتا ہے، پس اگر شہر حوالے کر دیا جاتا، تو بھی ادرنہ کا حشر وہی ہوتا جو اسوقت ہوا۔ کیونکہ تسلیم کی صورت میں غازی شکری پاشا نے جو کچھ کہا تھا، اسکو ضرور پورا کر کے چھوڑے۔

اب صرف اس حیثیت سے بحث کرنا باقی ہے کہ تسلیم ادرنہ کی صورت میں کیا نتائج مرتب ہوتے؟ اور اب کیا مرتب ہونگے؟ یہ بات تو معلوم ہے کہ سلاویک بغیر مدافعت و مقاومت کے، صرف اس امید پر حوالے کر دیا گیا تھا کہ باشندگان شہر و سرحد کا خون نہ بہایا جائیگا، مل و متاع نہ لوٹا جائیگا، اور عورتوں کے زندگی و ناموس پر حملہ نہ کیا جائیگا۔

مگر کیا اسکا نتیجہ یہ نہیں ہوا کہ یہ تمام جہتیں امیدیں بیکار ثابت ہوئیں، اور وہ ہزار ہا عثمانی، جنہوں نے ہتھیار حوالے کر دیے تھے، فاقہ، بربہنگی، امراض، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قتل کی بدولت موت و ہلاکت کا لقمہ ہوئے؟

کیا اس کا نتیجہ یہ نہیں ہوا کہ دشمن ہمارے ذخائر و اسلحہ پر قابض ہو گیا، جس سے محاصرہ یانیا (جنینا) میں اسکو مزید تنگ گیری کا موقع مل گیا؟

کیا اس تسلیم کا نتیجہ یہ نہیں ہوا کہ جان، مال، آبرو، زور جالداد (جس کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا تھا) دشمنوں اور مسیحی غارتگروں کیلئے مباح سمجھ لی گئی اور ہر ممکن تصرف و حشیانہ و بربرانہ، جو انسانی ظلم کر سکتا ہے، بے دریغ کیا گیا؟

سلاویک میں دشمن نے کب اپنے شرف و وقار اور عہد و پیمان کا پاس کیا، جو ان پر ادرنہ کے باب میں اعتماد کیا جاتا؟ اور اگر اعتماد کیا جاتا تو یہ دانستہ انخداع اور دولت علیہ اور اسلام کے ساتھ خیانت نہ ہوتی؟

سلاویک کی محافظ فوج نے تسلیم سلاویک سے دشمن کے قدم جمادیے کیونکہ قلعہ وغیرہ تمام سامان مدافعت و استحکام انکو مل گیا، لیکن اس بطل تاریخ (شکری پاشا) نے وہ جلیل و شریف فرض ادا کیا، جو اس کے عہدے کی حیثیت سے اس پر عائد ہوتا تھا۔ پس اس نے نہایت دانشمندی کی، کہ آخر وقت تک جنگ جاری رکھی، اور جب دشمن نے اندر داخل ہونے کا قصد کیا تو جو کچھ برباد کر سکا برباد کر دیا۔ اب ادرنہ وہ شاندار جنگی شہر نہیں ہے جو پہلے تھا۔ اب وہ ایک سنسان کھنڈر اور رحشت کدہ ہے!

یہ امر محال ہے کہ بلغاری ایک عرصہ دراز سے پہلے ادرنہ کی سابق جنگی اہمیت کو در بارہ پیدا کر لیں، کیونکہ صرف قلعہ (مرعش) ساہا سال میں تیار ہوا تھا اور اسکی مزید تحصین و استحکام میں کئی سال آرزو صرف ہو گئے تھے، جب جا کے وہ اسدرجہ مستحکم ہوا کہ بلغاریوں کو اسکی فتح میں سنگین نقصانات آٹھا نا پڑے۔ ایسے سنگین نقصان، جو آج نہیں جبکہ وہ نشہ فتح میں سرشار ہیں، بلکہ چند دنوں کے بعد انہیں معلوم ہونگے۔

بیشک بطل ادرنہ نے اپنی آخر تک مدافعت اور آخر میں ذخائر، اسلحہ، اور عمارتوں کے برباد کر دینے سے عساکر چٹلجا کی ایک خدمت جلیلہ انجام دی۔

ایسے انتہائی مدافعت کے بعد سقوط ادرنہ ایک تاریخی واقعہ ہے جو ثناء عظیم و تمجید کثیر کا مستحق ہے۔ اس دعوے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ دنیا کے تمام اخبارات نے اس واقعہ کو ایک حادثہ جلیلہ قرار دیا ہے، اور تاریخ کے ان نادر واقعات میں شمار کیا ہے، جن کی مثال گذشتہ صدیوں میں مشکل سے مل سکتی ہے۔

اس سلسلہ میں ہم چند عثمانی و اجنبی اخبارات کے اقوال ایندہ ہفتے نقل کرینگے۔

## الہلال کی ایجنسی

ہندوستان کے تمام اردو، بنگلہ، گجراتی، اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے، جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے۔ اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں، تو اپنے شہر کیلئے اسے ایجنٹ بن جائیے۔





اسکی تفصیل مضمون کے اخیر میں آئیگی۔ یہاں صرف اس قدر سمجھ لینا چاہیے کہ ندرہ ایک وسیع اور عام انجمن ہے اور اس کے تحت میں بہت سی شاخیں ہیں، ان میں ایک مدرسہ بھی ہے جس کا نام دارالعلوم ہے۔ مولانا شبلی اس مدرسہ کے معتمد یعنی سکریٹری ہیں، اصل ندرہ کے نہ رہ سکریٹری ہیں نہ اسسٹنٹ سکریٹری ہیں۔ ندرہ میں کئی برس سے کوئی سکریٹری نہیں ہے، لیکن سکریٹری شب کے جتنے کام ہیں، مولانا سید عبدالحی صاحب انجام دیتے ہیں۔ ندرہ کا صیغہ مال الگ ہے اور اس کے سکریٹری منشی احتشام علی صاحب ہیں۔

واقعہ بحث طلب

کچھ عرصہ سے مولوی عبد الکریم صاحب جو دارالعلوم ندرہ میں مدرس بھی ہیں الندرہ کے آڈیٹر ہیں (جو ندرہ العلماء کا پرچہ ہے) انہوں نے جن کے پرچہ میں ایک مضمون بعنوان جہاد لکھا، جس میں ثابت کیا کہ مسلمانوں کو کسی غیر مذہب حکومت کی رعایا بنکر رہنا جائز نہیں۔ مولانا شبلی نے اسکو مقاصد ندرہ کے مخالف سمجھا۔ اس کے ساتھ ان کے نزدیک اصل مسئلہ کی تشریح بھی غلط طور سے کی گئی تھی، اس بنا پر انہوں نے بشورہ مولوی عبد الحی صاحب، مولوی ظہور احمد صاحب وکیل انکر عارضی طور پر (جسکی واقعی مدت صرف ایک دن تھی) معطل کر دیا۔ ندرہ کی مجلس انتظامیہ کے لیے ضرور ہے کہ پندرہ روز قبل تمام ارکان کو اطلاع دیجائے اس بنا پر جب کبھی کوئی فوری ضرورت پیش آتی ہے تو ہمیشہ یہ طرز عمل رہا ہے کہ معتمد مراسلات مقامی ارکان کو بلاتے ہیں اور کوئی عارضی کارروائی بشرط منظوری جلسہ انتظامیہ کر دیتی ہے۔ اس بنا پر مولوی عبد الحی صاحب نے دوسرے دن تمام ارکان شہر کو بلا یا، جن میں سے پانچ شخص دوسرے دن شب کو جمع ہوئے اور ایک جلسہ منعقد ہوا۔ اشخاص حسب ذیل تھے: منشی احتشام علی صاحب معتمد، مولوی ظہور احمد صاحب وکیل ممبر ندرہ، مولانا عبد الباری صاحب فرنگی معالی، مولانا شبلی نعمانی، مولوی عبد الحی صاحب۔ اس جلسہ میں طے پایا کہ ڈپٹی کمشنر صاحب کو ایک مراسلہ حسب مضمون ذیل بھیجا جائے:-

(۱) چونکہ رسالہ الندرہ بابت ماہ جون سنہ ۱۹۱۲ء و شائع شدہ ۲۵ - جنوری سنہ ۱۹۱۳ء میں ایک قابل اعتراض مضمون مسئلہ جہاد پر شائع ہو گیا ہے، اس لیے آج مقامی ارکان کا ایک جلسہ منعقد کیا گیا ہے، اور اس میں مندرجہ ذیل ارکان شریک تھے:-

(۱) منشی احتشام علی صاحب (۲) مولوی عبد الحی صاحب (۳) مولانا شبلی نعمانی صاحب (۴) مولوی عبد الباری صاحب (۵) مولوی ظہور احمد صاحب۔

حسب ذیل امور باتفاق رائے منظور ہوئے:-

(۱) اس جلسہ کی رائے ہے کہ مضمون زیر بحث میں جو خیالات ظاہر کیے گئے ہیں وہ اغراض و مقاصد ندرہ کے منافی ہیں اور اس کے شائع ہونے کا انسوس ہے۔

(۲) اس جلسہ کی رائے ہے کہ اشاعت الندرہ تا فیصلہ جلسہ انتظامیہ موقوف رہے۔

(۳) اس جلسہ کی رائے ہے کہ معتمد دارالعلوم ندرہ نے جو مولوی عبد الکریم صاحب کو بر بنائے تحریر مضمون جہاد معطل کر دیا ہے، یہ حکم تا جلسہ انتظامیہ قائم رہے اور مولوی عبد الکریم صاحب سے جواب طلب کیا جائے۔

(۴) اس جلسہ کی رائے ہے کہ مذکورہ بالا کارروائی کی اطلاع ڈپٹی کمشنر لکھنؤ کو دیجائے۔

(باقی ائندہ)

مسلمانوں کا جمعہ نہ تو یہود کے سبت کی طرح ہے (کیونکہ اوقات نماز کے سوا باقی تمام دن کاروبار کی اجازت ہے) اور نہ عیسائیوں کے اتوار کے طرح کسی نبی یا ولی کے دوبارہ زندہ ہوجانے کی یادگار ہے، بلکہ شہر یا قصبہ کی آبادی کا سات دن میں ایک دن ایک ہی مقام پر مل جل کر وحدہ لاشریک خدا کی عبادت کرنے کا دن ہے۔ ہم نے جب تک شعائر دین کی سچی تعظیم کی، اسوقت تک خدا نے ہماری حکومت کے ذریعہ جمعہ کو عام تعطیل دلوائی لیکن جب ہمارے حکام، امرا، اور رؤسائے علانیہ نماز جمعہ ترک کر دی، تو ہماری عام تعطیل بھی ہم سے چھن گئی۔ اس پر بھی ہمارے آنکھیں نہ کھلیں اور اب بھی ہمارے مساجد اعلیٰ عہدہ داروں اور جنٹیلمینوں سے خالی ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ اگر یہ حضرات اخلاقی جرأت اور سچی معیت دین سے کام لیکر نماز جمعہ کے وقت بیخوف و خطر آئیں، اور فاسعوا الی ذکر اللہ کی تعمیل کرتے، تو آج گورنمنٹ کے سامنے یہ بھیک مانگنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ ہم نے رو دھو کر دو گھنٹہ کی اجازت حاصل کی مگر نماز جمعہ کے وقت سات کروڑ مسلمانوں کی حاضری اگر لیجائے تو حقیقت حال معلوم ہوجائے۔

ہندوستان میں حکومت عیسائیوں کی ہے اس لیے ممکن نہیں کہ اتوار کو عام تعطیل نہ ہو۔ جمعہ کے دن بھی اگر مسلمانوں کی خاطر سے عام تعطیل دیجائے، تو ہفتہ میں دو دن یا تیرہ دن تعطیل کے ہو گئے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہندوستان کے یہود کے خاطر سبت کے دن عام تعطیل نہ دیجائے۔ لیکن اگر دو گھنٹہ کی اجازت مل جائے تو مسلمان ملازم گورنمنٹ خاص کر حکام اور عہدہ دار خصوصیت کے ساتھ نماز جمعہ کے پابند ہو جائیں تو عام تعطیل کی تحریک میں خواہ مناسب ہو یا نا مناسب، ہم بھی شامل ہوجائیں گے۔ مسلمانوں! کب تک نمائشی تحریکوں کے گرویدہ رہو گے؟ اٹھو اور سچے مسلمان بن جاؤ۔ جو کچھ کہنا ہو آسکر کر کے دکھاؤ فقط۔

## علامہ شبلی نعمانی پر بیجا الزامات کی حقیقت

از جناب خراجہ رشید الدین صاحب رئیس لکھنؤ

— \* —

اجکل چند اخباروں میں مولوی عبد الکریم صاحب مدرس دارالعلوم کی معطلی کے متعلق جو سلسلہ مضامین شائع ہو رہا ہے اس میں ہر حقیقت مولانا شبلی کے ساتھ ایک عظیم الشان مذہبی انسٹیٹیوشن کو بھی بد نام کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اس بنا پر نہایت ضروری ہے کہ ان تمام غلط فہمیوں کو مٹایا جائے جو ان مضامین کے ذریعہ سے پھیلائی جا رہی ہیں۔ ان مضامین میں امور تنقید طلب حسب ذیل ہیں:

(۱) مولوی عبد الکریم صاحب کے متعلق جو کارروائی مولانا شبلی نے کی، وہ شخصی طور سے کی، یا جو کچھ عمل میں آیا اس میں ان کا حصہ اسی قدر تھا، جتنا ہر ممبر کا ہو سکتا ہے؟

(۲) جو حکم دیا گیا وہ فی نفسہ مناسب اور صحیح تھا یا نہیں؟

(۳) اس واقعہ کو گورنمنٹ تک پہنچانے میں مولانا شبلی کی شرکت کس حد تک ہے؟

(۴) اس حکم کے متعلق لوگوں نے مولانا شبلی کے دباؤ سے رائیں دیں یا نہیں، اور یہ کہ انہوں نے دباؤ ڈالا یا نہیں؟

اس موقع پر سب سے مقدم یہ ہے کہ ندرہ کا نظام ترکیبی سمجھ لینا چاہیے کیونکہ واقعات کے متعلق پبلک کو بڑی غلط فہمی اس وجہ سے ہوئی ہے کیونکہ وہ ندرہ کے نظام اور تقسیم اختیار سے واقف نہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# آشوب

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

میرسنوں کی خوشی

اسلام آباد اسلام آباد

مضمون اشاعت

۱۰۰ روپے اشاعت

کامیابی

قیمت

سالانہ ۸ روپے

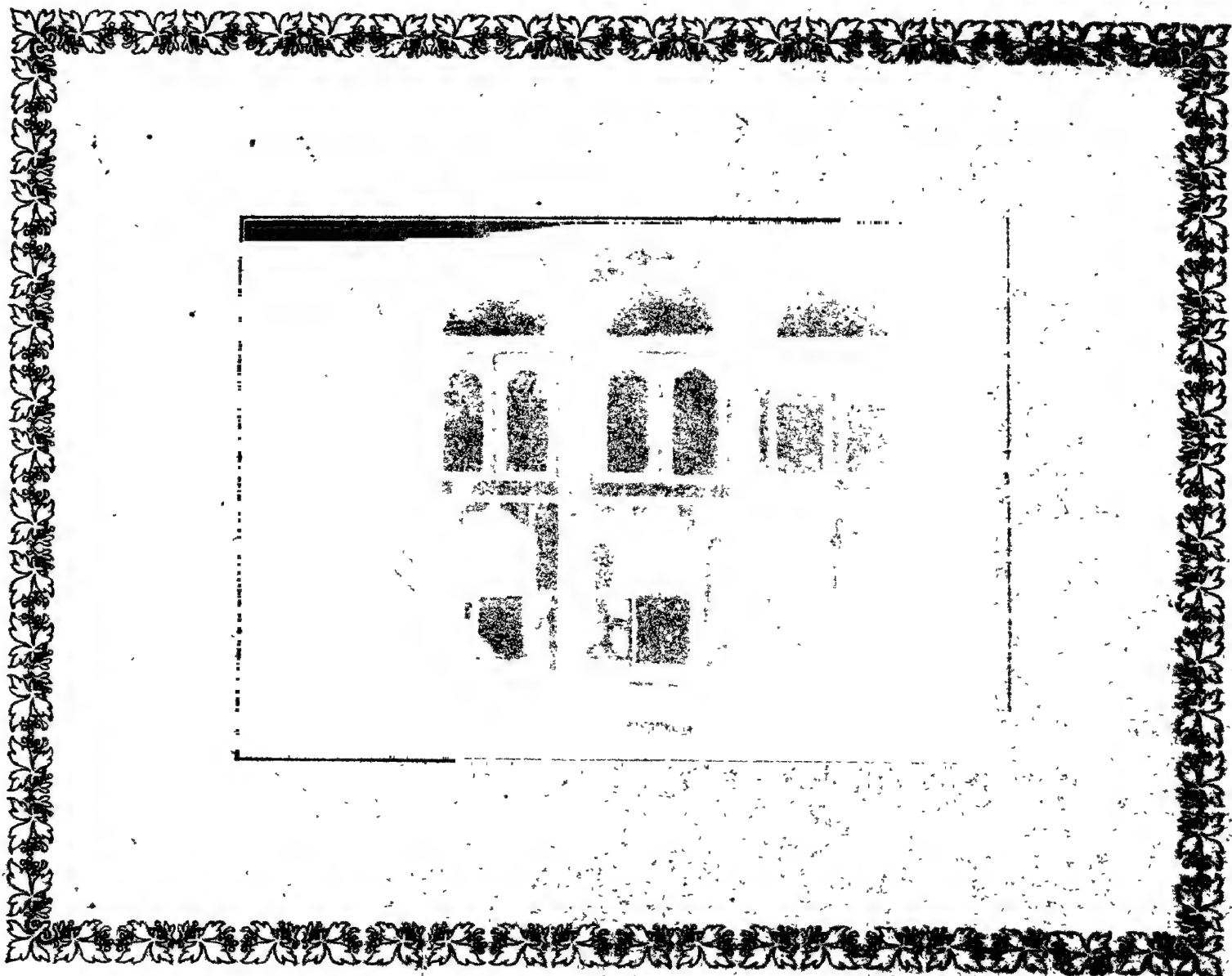
ششماہی ۴ روپے ۱۲ آنہ

۲۰

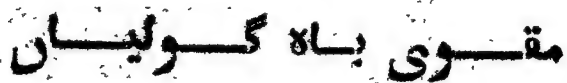
کامیابی: چہار شعبہ ۷ جلدی التانی ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta : Wednesday, May 14, 1918.

۱۹







ڈاکٹر ایس کے بزمِ نبیؐ و بازارِ چاند و تاتریٹ کلکتہ

— \* —

آدے آئے تے گت وصول ہوئے ہر مفت روانہ کی جاتی ہے \*  
رسالہ المنار ( جو تمام دنیا کے اسلام میں بہترین عربی رسالہ تسلیم کیا گیا ہے )  
اُس کی گذشتہ ۱۵ سال کی ۱۵ جلدیں مکمل مع فہرست مضامین موجود ہیں ۔  
قیمت عام طور پر فی جلد ۱۵ روپے ہیں مگر دوسری جلد کی قیمت پچاس روپے اور  
تیسری جلد کی قیمت پچیس روپے ہیں \*  
یہ کتب خانہ رسالہ المنار کا کل ممالک ہندوستان میں سول ایجنٹ ہے ' او  
جن اصحاب کو اس رسالہ کی خریداری منظور ہو چندہ سالانہ مبلغ ۱۵ روپے ہمارے  
ہاں روانہ فرمائیں ، روپیہ وصول ہونے پر رسالہ براہ راست ان کی خدمت میں جاری  
کرا دیا جائیگا \*  
۱۱

ایجن مارکر

خوش علی حاجی وارث علی بن خوشتر نبست در حیرت بود روزی در است که ملک است

<p><b>خوش</b></p> <p>اگر ملک بود تو دی بی روان کرن پارسل خریج دوسر مسدود باد وقت درایش و خستار نذر اکامه افرو کوهن</p> <p>خوش علی حاجی وارث علی</p>	<p><b>لجی کاستیل</b></p> <p>علی ناصر محمد گنگنه غیرات سرخوش دار پیران عزیز کیلین پیران ایرانی پیران کالاه کوهن</p> <p>خوش علی حاجی وارث علی</p>	<p><b>روغن بوسری</b></p> <p>سنگین ناصر بود کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن</p> <p>خوش علی حاجی وارث علی</p>	<p><b>بادای جیتی لیل</b></p> <p>سنگین ناصر بود کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن</p> <p>خوش علی حاجی وارث علی</p>	<p><b>لجی کاستیل</b></p> <p>سنگین ناصر بود کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن</p> <p>خوش علی حاجی وارث علی</p>	<p><b>لجی کاستیل</b></p> <p>سنگین ناصر بود کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن</p> <p>خوش علی حاجی وارث علی</p>	<p><b>لجی کاستیل</b></p> <p>سنگین ناصر بود کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن کوهن</p> <p>خوش علی حاجی وارث علی</p>
---	---	---	---	---	---	---

—O\*O—

ہمارے ہوٹل میں ہر قسم کی اشیاء خوردنی و نوشیدنی ہر وقت طیار ملتی ہیں نیز اس کے ساتھ مسافروں کے قیام کیلئے ہر تکلف اہم مدد کمرے کا بھی انتظام کیا گیا ہے جو نہایت ہوادار، فرشتہ اور ہر لب راہ واقع ہیں جن صاحبین کو کچھ دریافت کرنا ہو بذریعہ خط و کتابت منیہ ہوٹل سے دریافت کر سکتے ہیں۔ جنگ ترکی راٹلی اور جنگ بلقان کی جملہ تصویریں ہماری ہوٹل میں فروخت کے لیے موجود ہیں۔  
مع تصویر شہنم سنرسی وغیرہ۔

المفتي ———— شفيق عبد الكريم مالك حبيديه مؤيد



الْهَيْتُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ

AL - HILAL

Proprietor & Chief Editor :

Abul Kalam Azad.

7-1 McLeod street,

CALCUTTA.



Telegraphic Address.

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4 - 12.

# الْهَيْتُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ

میر سولہ خصوصی  
بلاکٹنڈل کلام الدہلی

مقام اشاعت  
۱۰۷ مکلاود اسٹریٹ  
کلاکتہ

عنوان تلفراف  
«الھلال»

قیمت  
سالانہ ۸ روپہ  
ششماہی ۴ روپہ ۱۲ آنہ

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

۲

کلاکتہ: چہار شنبہ ۷ جادی الثانیہ ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta : Wednesday, May 14, 1918.

نمبر ۱۹

## شذرات

### من انصاری الی اللہ ??

نفائس دل و دین می دھم بہ نھم نگاہ !  
بمن معاملہ کن ، کہ راست گفتارم !

اکثر حضرات کو درخواست کے فارم کی کمی کی شکایت تھی  
اس لیے اب کے پھر چار فارم حاضر ہیں۔ جن حضرات کو آر زیادہ مطلوب  
ہوں ، «عارضی ادارہ نظامیہ حزب اللہ» سے دفتر الھلال کے ذریعہ  
طلب فرمائیں۔ ۲۵ ، ۲۵ ، فارم کی کتابیں مع مضامین دعوت  
و تبلیغ متعلقہ بھی چھپ رہی ہیں۔ العجل ! العجل !  
العجل !! فان الساعة آتیة ، لا ریب فیہا ، والعاقبة  
للمتقین !!

### شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی

اور

مسئلہ "الدوہ"

( ۳ )

اس مسئلے کی نسبت مراسلات و مکاتیب کی کثرت کا یہ حال  
ہے کہ روزانہ ڈاک کی ہر تقسیم میں آٹھ دس مراسلات اسی کی  
نسبت ہوتی ہیں۔ انکی کثرت سے الھلال کے صفحات گہرا جالیں  
مگر اس عاجز کا دل مطمئن ہے۔ ان سے ضمناً ثابت ہوتا ہے کہ قوم  
کی حرکت اور دفع جمرہ کی نسبت جو نئی امیدیں دلوں میں پیدا  
ہوگئی ہیں ، اور جو کبھی کبھی بعض واقعات و حوادث مخالف کے  
ظہور سے منتشر ہوجایا کرتی ہیں ، فی الحقیقت معجم اور

## شمس

### شذرات

من انصاری الی اللہ  
شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی  
ہفتہ جنگ  
مقالہ افتتاحیہ  
البصائر !  
شہر عثمانیہ  
داستان غرین  
حادثة ادرہ  
باب المراسلة و المناظرة  
دعوت البلاغ  
مقالات  
جہد حریت اور ایک نئے لطیف  
انتقاد  
نقد  
بعض نئی چیزیں  
ٹوکی کے کارخانے کی تصویریں  
ترجید

### مراسلات

اختلال دولت عثمانیہ  
مراسلہ آستانہ  
دعوت الھلال

منشی احتشام علی صاحب

فہرست زراعت دولت علیہ

## تصاویر

لوح

۹

۱۷

جامع سلانیک کا منبر

مجلس دفاع ملی

ہیئتہ طیبہ ہلال احمر

# اسلام

- (۱) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے، تو تاریخ اشاعت سے دو ہفتہ کے اندر اطلاع دیں، ورنہ بعد کوئی پرچہ چرانے کے حساب سے قیمت لی جائیگی۔
  - (۲) اگر کسی صاحب کو ایک یا دو ماہ کے لئے پتہ کی تبدیلی کی ضرورت ہو تو مقامی ڈاکخانہ سے بندوبست کر لیں، اور اگر تین یا تین ماہ سے زیادہ عرصہ کے لئے تبدیل کرانا ہو تو دفتر کو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیں۔
  - (۳) نمونے کے پرچہ کے لئے چار آنہ کے ٹکٹ آنے چاہیں یا پانچ آنے کے رہی۔ یہی کی اجازت۔
  - (۴) نام و پتہ خاصکر ڈاکخانہ کا نام ہمیشہ خوش خط لکھیے۔
  - (۵) خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
  - (۶) مافی آدر روانہ کرتے وقت کوئیں پر نام، پورا پتہ، رقم، اور نمبر خریداری (اگر کوئی ہو) ضرور درج کریں۔
- نوٹ — مندرجہ بالا شرائط کی عدم تعمیلی کی حالت میں دفتر جواب سے معذور ہے اور اس وجہ سے اگر کوئی پرچہ یا پرچے ضائع ہو جائیں تو دفتر اس کے لئے ذمہ دار نہ ہوگا۔

## شرح اجرت اشتہارات

— \* —

میعاد اشتہار	فی صفحہ	فی کالم	نصف کالم	نصف کالم سے کم
ایک ہفتہ ایک مرتبہ کے لئے	۱۵ روپیہ	۱۰ روپیہ	۷ ۱/۲ روپیہ	۸ آنہ فی مربع انچ
ایک ماہ چار مرتبہ "	۵۰ "	۳۰ "	۲۰ "	۷ آنہ " " "
تین ماہ ۱۳ " "	۱۲۵ "	۷۵ "	۳۵ "	۶ آنہ " " "
چھ ماہ ۲۶ " "	۲۰۰ "	۱۲۵ "	۷۵ "	۵ آنہ " " "
ایک سال ۵۲ " "	۳۰۰ "	۲۰۰ "	۱۲۵ "	۴ آنہ " " "

- (۱) ٹائٹل پیج کے پلے صفحہ کے لیے کوئی اشتہار نہیں لیا جائیگا۔ اس کے علاوہ ۳ صفحوں پر اشتہارات کو جگہ دیجائیگی۔
- (۲) مختصر اشتہارات اگر رسالہ کے اندر جگہ نکال کر دیے جائیں تو خاص طور پر نمایاں رہیں گے لیکن انکی اجرت عام اجرت اشتہارات سے پچاس فیصدی زائد ہوگی۔
- (۳) ہمارے کارخانہ میں بلاک بھی طیار ہوتے ہیں جسکی قیمت ۸ آنہ فی مربع انچ ہے۔ چھاپے کے بعد وہ بلاک پھر صاحب اشتہار کو واپس کر دیا جائیگا اور ہمیشہ ان کے لئے کارآمد ہوگا۔

## شرائط

- (۱) اسکے لئے ہم مجبور نہیں ہیں کہ آپکی فرمائش کے مطابق آپکو جگہ دیں، البتہ حتی الامکان کوشش کی جائے گی۔
- (۲) ایک سال کے لئے اشتہار دینے والوں کو زیادہ سے زیادہ ۴ اقساط میں، چھ ماہ کے لئے ۲ اقساط میں، اور سہ ماہی کے لئے ۳ اقساط میں قیمت ادا کرنی ہوگی اس سے کم میعاد کے لئے اجرت پیشگی ہمیشہ لی جائیگی اور وہ کسی حالت میں پھر واپس نہ ہوگی۔
- (۳) منیجر کو اختیار ہوگا کہ وہ جب چاہے کسی اشتہار کی اشاعت روک دے، اس صورت میں بقیہ اجرت کا روپیہ واپس کر دیا جائے گا۔
- (۴) ہر اس چیز کا جو جرے کے اقسام میں داخل ہو، تمام منقہ مشروبات کا، فحش امراض کی دواؤں کا اور ہر وہ اشتہار جسکی اشاعت سے پبلک کے اخلاقی و مالی نقصان کا اندیشہ شبہ بھی دفتر کو پیدا ہو، کسی حالت میں شائع نہیں کیا جائے گا۔

نوٹ — کوئی صاحب رعایت کے لئے درخواست کی زحمت گوارا نہ فرمائیں۔ شرح اجرت یا شرائط میں کسی قسم کا رد و بدل ممکن نہیں۔

رہا لفظ "قابل نفرت" یا "نفرت انگیز" تو یہ کہنا اور اس پر بار بار زور دینا "نفیس مسئلہ اسلامیہ جہاد" یا ایک "مجموعہ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ" کو مولانا نے قابل نفرت کہا، ایک ایسی کھلی سفیانہ و معاندانہ کذب بیانی ہے، جس کو کوئی ذی عقل تسلیم نہیں کر سکتا۔ یہ بالکل ظاہر ہے کہ مضمون سے جو اختلاف کیا گیا تھا (قطع نظر از صحت و عدم صحت اختلاف) وہ کچھ اصل مسئلہ جہاد یا آیات کلام اللہ کی نسبت نہ تھا، بلکہ اس خاص استدلال یا نتیجہ بحث کی نسبت، جس کو مضامین میں دفعہ (۱۰) وغیرہ سے تعبیر کیا گیا ہے، اور جس کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ "غیر مسلم حکومت کے ماتحت مسلمانوں کیلئے رہنا کسی حالت میں جائز نہیں" پس بنا بریں "قابل نفرت" کا اطلاق بھی ہر حال میں صرف اسی نتیجہ بحث اور مخصوص استدلال کے متعلق ہوا، نہ کہ اصل مسئلہ جہاد اور آیات کلام اللہ کے متعلق۔

ہر شخص جو اس معاملے میں فریقانہ دماغ نہیں رکھتا، تسلیم کریگا کہ یہ ایک بالکل کھلی اور صریح بات ہے۔ جو لوگ اس مسئلہ کی بدولت مفت میں آزادی و حریت کے رکھل بل ابوالاباء بن بیٹے ہیں، انکی ذاتی عداوت و تعاند کا ایک بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ ایک ایسی صاف بات کے سمجھنے سے اپنے تئیں قاصر ظاہر کرتے ہیں، اور عوام و جہلا کو یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ دیکھو مولانا نے قرآن مجید کو "قابل نفرت" کہہ دیا! کبرت کلمہ، تخرج من افراہم، ان یقولون الا کذا۔

غازی پور میں ایک مرتبہ ایک واعظ اور ایک عالم میں مباحثہ ہوا تھا، واعظ صاحب (جیسا کہ واعظین کا بالعموم حال ہوتا ہے) علم و قابلیت سے محروم تھے۔ انہوں نے اپنے حریف سے پوچھا کہ "لا الہ الا محمد رسول اللہ کلمہ ہے یا نہیں؟" اس بیچارے کو حقیقت معلوم نہ تھی۔ اس نے صاف کہہ دیا کہ "نہیں، الکلمہ لفظ وضع لمعنی مفرد" واعظ صاحب نے اپنے معتقدین اور مریدین کی طرف دیکھ کر واعظانہ غل مچایا کہ بحث کا خاتمہ ہے، کیونکہ ہم مسلمان ہیں، ہمارا دین ایمان کلمہ ہے، اور اسی لیے سب سے پہلے میں نے پوچھا کہ کلمہ کو کیا کہتے ہو؟ اس کے جواب میں یہ کہتا ہے کہ کلمہ کچھ نہیں، پس یقیناً یہ مرتد ہو گیا!

بالآخر لوگوں نے واعظ صاحب کی فتح بابی کا اعتراف کیا۔ یہی حال ان لوگوں کا بھی ہے، جاہلوں کو یہ کہہ کر مشتعل کر رہے ہیں کہ مولانا شبلی نے اس مضمون کو قابل نفرت کہہ دیا، حالانکہ تم اچھی طرح دیکھ لو کہ ایک نہیں پچاسوں آیتیں اور بڑی حدیثیں اسمیں موجود ہیں۔ بھلا جو شخص قرآن کی آیتوں اور حدیثوں کو قابل نفرت کہتا ہے، اگر ہم صرف حق اور اسلام کی خاطر اسکی مخالفت نہ کریں تو کیا کریں؟

پس یہ بات تو ظاہر ہے اور مزید بحث کی محتاج نہیں کہ "قابل نفرت" کے لفظ سے مقصود، معض کوئی خاص نتیجہ بحث یا استدلال ہوا، روزہ آجکل کے ملاحظہ و متفرنجین بھی ایسی مباحث کے ساتھ اپنے دلی نفرت کا اظہار نہیں کر سکتے، چہ جائیکہ مولانا شبلی قرآن و حدیث اور مسئلہ جہاد کو "قابل نفرت" کہیں گے؟ قاضی یہ ضرور ہے کہ:

(۱) مولانا کو اصل تجویز کے حذف و اضافہ کا سبب بتلانا چاہیے۔ قطع نظر اس کے کہ کیا تبدیلی ہوئی؟ خود اصل تبدیلی قابل اعتراض ہے۔

کر سکتا ہوں۔ مذاکرہ علمہ کے متعدد اہم مضامین ہفتوں سے پڑے ہیں، کتابوں پر ریویو لکھنے کی جگہ نہیں، شکر عثمانیہ کے نہونے کی وجہ سے لوگ سخت شاکہ ہیں۔ مسئلہ و اجرتہا کی سرخی کے بیسیوں سوالات اہم اور مفید پڑے ہیں، جنکے جواب کیلئے صفحات نہیں ملتے۔ پھر آجکل سب سے اہم تر خود الہلال کی تبلیغ دعوت ہے۔ ایسی حالت میں اب اس معاملے کیلئے ایک نیا معرکہ زار کہاں سے لاؤں؟ پچھلے ہفتے جناب خواجه رشید الدین صاحب کی مراسلت کا بقیہ حصہ اصلی درج ہونے سے رک گیا تھا، لیکن اب اسکی اشاعت بھی اسی مجبوری سے روک دی، اور اسے بھی خواستگار معافی ہوں۔

البتہ صرف اب ضرورت اس امر کی باقی رہ گئی ہے کہ شرعہ جلسہ ارکان خمسہ کی زبانیں کسی طرح کھلیں، اور وہ اپنی شان و بجا و حجاب فرمائی کی جلوہ فرشی کی مدت ختم کر کے قوم کے سامنے تشریف لائیں۔ یہ چونکہ ضروری اور معاملے کا اصلی نقطہ انفصال ہے، اسلئے میں اس کے لیے پوری کوشش کرونگا، اور اگر ایسا ہوا تو بکمال ممنونیت انکی تحریریں کو شائع کر دوں گا۔

### بقیہ بحث

#### سلسلہ اشاعت گذشتہ

کارروائی کے دیگر جزئی امور میں ایک واقعہ رزلوشن کے الفاظ میں تنسیخ و ترمیم اور لفظ "قابل نفرت" سے مضمون کی تعبیر ہے۔ مولانا کی تحریر مطبوعہ زمیندار سے معلوم ہوتا ہے کہ رزلوشن صاف کر کے انہوں نے دفتر میں بھیج دیا تھا، اور اس کے الفاظ مولانا عبد العی وغیرہ کے علم کے بعد اور تمام معتمدین کے دستخط سے بھیجے گئے تھے۔

اس پر مولانا عبد العی کی شرکت و شرکت کی بعض چلی۔ بعض معاصرین کہتے ہیں کہ مولانا عبد العی طبیب ہیں، اور فن طب و جرح خلائی و ہجوم مرضی، رکثرت واردین و حاضرین کا مقتضی، پس ایسی حالت میں ایک طبیب عہدہ دار پر کسی طرح کی ذمہ داری عائد نہیں ہو سکتی، کیونکہ مشغلہ طبابت کی وجہ سے یقیناً بیماروں اور شاگردوں کا ہمیشہ ہجوم رہے گا، علی الخصوص صبح کو کہ یہی وقت ادائے فرض عہدہ معتمدی کا ہوتا ہے اور اسی وقت مریضوں کا بھی ہجوم ہوتا ہے۔ اس کشمکش فرائض کے بحر ان عظیم میں انسان نبض و قارورہ کر دیکھے یا تجویزوں اور کاغذات کے الفاظ و احکام و عبارت کو؟

یہ ترجیحہ معاملات ندرہ کے بعض جدید رکلا کی ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ خود مولانا عبد العی اس تمسخر انگیز دفاع سے ایک لمحہ کے لیے بھی فائدہ اٹھانا پسند نہ فرمائیں گے۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ اس عجیب مقدمے میں اکثر رکیلوں سے انکے مرکز زیادہ عقلمند اور فہمیدہ ہیں۔

بہر حال اس سے اصل مسئلے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ میری رائے اس بارے میں یہی ہے، جو یقیناً ہر شخص کی اس بارے میں ہوئی چاہیے۔ یعنی اس مسئلہ کے درپہلو ہیں۔ پہلا مسئلہ نفس تغیر و تبدل الفاظ کا ہے، اور دوسرا لفظ "نفرت انگیز" سے تعبیر کرنے کا۔

پہلے کا جواب صاف اور ایک ہی ہے۔ ایک تجویز جو چند شخصوں نے مشترک طور پر کسی مجلس میں قرار دی ہو، اسمیں ادائے تغیر و تبدل کا بھی کسی کو اختیار نہیں، اور اگر قصد کیا جائے تو یقیناً دیانت داری کے سخت خلاف ہے۔



اور اس مضمون کی اشاعت کی اطلاع بہ نیت اظہار تقرب دے چکے تھے۔ افسوس ہے کہ اس طرح کی ملاقاتیں ہمیشہ مخفی ہوتی ہیں، اور انکی نسبت باقاعدہ ثبوت دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ تاہم مجھ کو ایک پرائیویٹ مگر موثق ذریعہ سے یہ حال معلوم ہوا ہے اور اسی وقت اسکا ذکر لوگوں سے کر چکا ہوں۔

لیکن تعجب ہے کہ جب صاحب مراسلہ اسکا باقاعدہ ثبوت نہیں رکھتے تو اخبار میں شائع کرنے کیلئے کیوں بھیجتے ہیں؟ ہم لوگ تو صرف واقعات اور قرائن معیضہ عقلیہ و غالبہ ہی پر بحث کر سکتے ہیں، اور انہی کا ساتھہ دیسکتے ہیں۔ چونکہ اسکا ثبوت باقاعدہ نہیں ہے، اسلئے اسکو سلسلہ بحث میں شامل کرنے سے مجبور ہوں اور تصدیق نہیں کر سکتا۔ البتہ جلسے کے بعد انکی حکام سے ملاقاتیں اصل مبحث ہے اور وہ آگے آنا ہے۔

در مراسلات مولانا شبلی نعمانی کی مخالفت میں ہیں، اور ان میں ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ الہلال کی تحریر سے خوش نہیں، اور نیز یہ کہ اصل معاملہ اور مخالفت کے مضامین پر غور کی نظر نہیں ڈالی گئی، اور مسئلے کے تمام پہلوؤں پر بحث نہیں کی گئی۔ ایک خط منشی اعجاز علی صاحب کا ہے، جنہوں نے ازراہ عنایت اپنے اس مطبوعہ خط کی نقل بھی بھیج دی ہے، جو انہوں نے ارکان کی خدمت میں بھیجی تھی۔

ان تمام موافق و مخالف حضرات کی خدمت میں ملتس ہوں کہ اس معاملہ میں میری فہم و بصیرت نے جیسی کچھ اور جہاں تک میری رہنمائی کی، میں نے اپنے خیالات ظاہر کر دیے ہیں۔ اور وہ عالم السرائر، اور بینندہ خفایاے قلوب جانتا ہے کہ اس معاملہ پر بحث کرتے ہوئے کسی ایک فریق کی طرفداری یا ادنیٰ جانب داری کا تصور بھی میرے قلب میں نہ تھا، اور اپنا جو کچھ عقیدہ اس بارے میں ہے، وہ آزمائش کیلئے جن پیش آنے والے مقامات کو دیکھ رہا ہے، وہ ان ہیچ رہے اثر معاملات کی سطح سے الحمد للہ کہ بہت بلند و ارفع ہیں، اور شاید اس قدر ارفع، جہاں تک میرے نکتہ چینوں کا فہم و ادراک بھی نہیں پہنچ سکتا، چہ جائیکہ عمل و رولہ عمل فرمائی۔

میں نے بحث کے پانچ ٹکڑے کر دیے، اور اصول درایت و نقد سے ہر ٹکڑے پر بحث کی۔ میں نے وہ غلطی نہیں کی، جو کسی غلطی میں لوگوں کو شریک ثابت کر کے لوگ کیا کرتے ہیں، اور کسی کام میں فرد واحد کی جگہ جماعت کے ہاتھ کا ہونا، انکے نزدیک اس کام کی قرین صواب ہونے کی دلیل ہوتا ہے۔ پس پانچویں بحث میں بصورت تسلیم شرکت جماعت، پھر بھی مولانا شبلی نعمانی کی ذمہ داری کو ظاہر کیا اور بلحاظ توقعات کے انکے وجود کو زیادہ قابل ترجہ قرار دیا۔ یہی طریق بحث ہے، اور اتنا ہی ہے جو میں کر سکتا تھا۔ میرا ضمیر اس بارے میں مطمئن ہے، اور اپنے اعتقاد اور آزادی و صداقت کو بہ ہیچ وجہ، نہ ہیچ گونہ فرض صداقت کے آگے شرمندہ نہیں پاتا۔ با ایں ہمہ ممکن ہے کہ یہ تمام خیالات بھی میرے نفس کا کوئی دھوکہ ہوں، اور میری حسیات مجھ کو فریب دے رہی ہوں۔ اگر آپ کو اسکا یقین رائق ہے تو اسکا علاج صرف یہ ہے کہ میرے حق میں دعا فرمائیے کہ اس حالت سے نجات پاؤں، کیونکہ میں اپنے ضمیر و فکر، اور حسیات قلبیہ کی طاقت سے زیادہ تر اور کچھ نہیں کر سکتا؟ ولا یكلف الله نفساً الا راحتها۔

ساتھ ہی دوسرے فریق موافق و مخالف سے خواستگار معذرت ہوں کہ اس ذخیرہ تحریرات و مراسلات کے لیے الہلال میں گنجائش نہیں نکال سکتا۔ اور نہ کوئی نیا باب خاص اس مسئلے کیلئے وضع

مستحق نشر و نماہ فکر و دماغ ہیں۔ فالحمد لله علی لطفہ و کرمہ و ہر علی کل شیء قدیر!

ان تمام مراسلات میں، جو اب تک اس عاجز کی تحریر کی نسبت ادارہ میں پہنچ چکی ہیں، صرف سات مراسلات اور ایک خط مخالفت میں ہے، اور باقی تمام موافقت، و اظہار طمانینہ، و حسن ظن، و بزرگانہ، و مزید تشکر و امتنان پر۔ ان مراسلات میں تقریباً تمام بزرگوں نے اسکا اعتراف کیا ہے کہ اس وقت تک موافق و مخالف، جس قدر تحریریں اس مسئلے کی نسبت لکھی گئیں، کسی تحریر میں اس جامعیت، اور ناطر فداوانہ و آزادانہ طریق پر بحث نہیں کی گئی، اور مسئلے کے تمام قریب و بعید، و گرد و پیش، اور نتائج و عواقب پر نظر نہیں ڈالی گئی، جیسی کہ اسمیں کی گئی ہے۔ اس رائے کیلئے ان بزرگوں کا شکر گزار ہوں، اور سمجھتا ہوں کہ مضمون لکھتے ہوئے اسکی سعی میں نے ضرور کی تھی، اور انسان اپنی طاقت سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا۔

سات مخالف تحریرات میں سے پانچ مراسلات مولانا شبلی نعمانی کی تائید میں لکھی گئی ہیں۔ ایک مراسلہ طول طویل ہے اور اسمیں واقعات کو دہرا کر ثابت کرنا چاہا ہے کہ ابتدائی مجلس نے جو کچھ کارروائی کی، اور مولانا نے بمشورہ مولانا عبد العی اور مسٹر ظہور احمد، و مولوی عبد الکریم صاحب کو ایک دو دن کی معطلی کی جو سزا دی، وہ مضمون کے اثر، ندرہ کی حالت، اور اسکے مقاصد کے حفظ کے لحاظ سے بالکل حق بجانب تھی، اور اگر ایسا نہ کیا جاتا تو ”کل کو دارالعلوم کی حالت کا ذمہ دار کون ہوتا؟“ نیز یہ کہ کسی ضروری اور متعلق گورنمنٹ کارروائی کی حکام کو نقل بھیج دینا ”اپنی آزادی اور پابندی اصول کے منافی نہیں“۔ یہ ایک ضابطہ کی احتیاط ہے، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہیں مداخلت کی دعوت دی گئی ہو، جیسا کہ ”بغیر سرنچے سمجھے اور انصاف و عقل سے کام لیے الہلال نے لکھ دیا ہے“

مگر افسوس ہے کہ میں اس سے متفق نہیں ہو سکتا۔ مانا کہ اس مضمون کی اشاعت مقاصد ندرہ کے خلاف تھی، لیکن پھر بھی ایک مضمون تھا، جو ایک مذہبی مسئلہ کی نسبت شائع ہوا، پس کونسی ایسی ناگزیر ضرورت آپڑی تھی کہ اسکی نسبت اپنی کارروائی کی نقل ڈپٹی کمشنر صاحب کو بھیجی جائے؟ اگر آپ کسی کام کو اپنے کسی اصول کی بنا پر کرتے ہیں، تو صرف اصول ہی کیلئے کیجیے۔ یہ کہاں کی احتیاط ہے کہ اسکی اطلاع دوسروں کو دیجیے؟ باقی رہی دارالعلوم کی ذمہ داری، تو یہ سچ ہے، مگر اسکو کیا کروں کہ میرے اعتقاد میں اصول کی عزت اس سے بالاتر ہے کہ کوئی عمارت سر سے لیکر پیر تک ڈھا ہی کیوں نہ دی جائے، اور اس سے زیادہ تو گورنمنٹ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

البتہ ان مراسلات میں دہر باتیں بالکل نئی معلومات پیش کرتی ہیں، جنہیں سے ایک کو میں اپنے سلسلہ تحریر میں ظاہر کرنے کیلئے محفوظ رکھتا ہوں، اور ایک کو یہاں لکھ کر اپنی بے اطمینانی ظاہر کرتا ہوں۔ کیونکہ صاحب مراسلہ خود اسکی نسبت کوئی معتبر اور باقاعدہ ثبوت نہیں پیش کرتے۔ یعنی وہ لکھتے ہیں کہ:

”۹۔ مارچ کو پانچ ارکان مقامی و معتمدین کا جلسہ ہوا، جس میں یہ تمام امور طے پائے، لیکن آپکو معلوم نہیں کہ خود اس جلسے کے انعقاد اور علامہ شبلی نعمانی کی شرکت سے پہلے ہی منشی احتشام علی صاحب ڈپٹی کمشنر صاحب سے مل چکے تھے

# الہلال

۷۔ جادی الثانیہ ۱۳۲۱ ہجری

البصائر !!

هذا بصائر للناس، وهدى ورحمة لقوم يوقنون (۱۹:۴۵)

یہ تبلیغ دعوت، لوگوں کیلئے عقل و بصیرت اور موعظۃ و حکمت کا مجموعہ ہے، اور جو لوگ اللہ کے احکام پر یقین

و ایمان رکھتے ہیں، انکے لیے سرتا یا ہدایت و رحمت ہے !!

اے وہ لوگو کہ اپنے پروردگار کی نافرمانیوں میں توبہ ہوئے ہو! اسکی طرف رجوع کرو اور اس کے حکم کے آگے اپنی گردن جھکا دو، قبل اسکے کہ تم پر (آخری) عذاب آنازل ہو اور کسی طرف سے تمہیں مدد نہ مل سکے !!

اللہ کی طرف سے جو بہترین احکام و مواظبا بھیجے گئے ہیں، انکی پیروی کرو مگر اُس وقت الیم سے پہلے، جبکہ یکایک تم کو آخری ناکامیوں اور نا مرادوں کا عذاب آگھیرے گا اور تم بالکل بے خبر ہو گے !!

نہو کہ اُس وقت حسرت و ندامت کے ساتھ اس وقت فرصت کو یاد کرو اور تم میں سے کوئی کہے کہ ”آہ آہ!! صد حسرت و افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے اپنے پروردگار کے احکام کی تقدیس و احترام کرنے میں کی! ہاے افسوس کہ مجھ کو حکم الہی سنایا جاتا تھا مگر میں اُن پر تمسخر کرتا تھا!“

یا کہے کہ ”اگر خدا میری ہدایت فرماتا تو میں بھی آج پڑھیزگاروں میں سے ہوتا!“ (حالانکہ اسی اتمام حجت کیلئے آج ہدایت کی صدائے دعوت بلند کی جا رہی ہے) یا پھر جب وہ آنے والا عذاب سامنے آجھو، تو اسکو دیکھ کر حسرت سے کہے کہ ”اے کاش مجھ کو کئی ہوئی مہلت اور گذرا ہوا وقت پھر دوبارہ مل جاتا، تو میں بھی نیک بن کر نیکوں کی جماعت میں شامل ہو جاتا!“

لیکن اُس وقت صدائے الہی اٹھے گی کہ ہاں، میں نے تو اپنا حکم بھیجا تھا، اور اپنی نشانیاں تجھے دکھلائی تھیں، پر تو نے انکو جھٹلایا، اور انکے آگے جھکنے کی جگہ مغرور ہو گیا۔ میرے حکموں سے انکار کرنے والوں میں سے تو بھی تھا اب تیرے لیے حسرت و نامرادی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا !!

و انیبوا الی ربکم و اسلموا له من قبل ان یاتیکم العذاب ثم لا تنصرون - و اتبعوا حسن ما انزل الیکم من ربکم من قبل ان یاتیکم العذاب بغتۃ و انکم لا تشعرون - ان تقول نفس: ”یا حسرتا علی ما فرطت فی جنب اللہ! و ان کنت لمن الساکرین!“ او تقول: ”لو ان اللہ ہدانی لکننت من المتقین“ او تقول حین تری العذاب: ”لو ان لی کرة فاکون من المحسنین“ بلی، قد جاء تک آیاتی، فکذبت بها، و استکبرت و کنت من المتکبرین (۶۱:۳۹)

من لم یکن للو مال اهلا فکل طاءاته ذنوب !!

اگر تم اپنی انتہائی بربادی کے منتظر تھے، تو آہ آہ! آہ آہ! کہ اُس بربادی کا آخری وقت آگیا۔ اگر تمہاری خواہش تھی کہ ذلت و نکبت کی انتہا کو اپنی اُن آنکھوں سے، جو تیرے سو برس سے عزت و عظمت ہی کے نظارہ و حید کیلئے پیدا ہوئی تھیں، دیکھ لو، تو یا حسرتاً علی ما فرطتم فی جنب اللہ! کہ اسکا وقت بھی آگیا۔ پھر کیا ہے، جس نے تم کو بند ہوا و غفلت میں گرفتار کر دیا ہے؟ اور وہ کونسا قہر الہی ہے، جسکا انتظار تمہیں اپنے مرکز غفلت سے ہلنے نہیں دیتا؟ فالوقت ضیق، و الخطاب شدید۔

اے وہ لوگو، اپنے غفلت کدوں میں سرشار خواب بے خبری ہوا تمہیں معلوم ہے کہ اس آسمان کے نیچے تمہارے لیے کیسی کیسی بربادیاں اور ہلاکتیں آنے والی ہیں؟ پھر سپاہی کو اپنے بستر سے اٹھنا چاہیے، اگر طبل جنگ کی آواز آنے لگے، اور لوگوں کو پانی کی تلاش میں دوڑنا چاہیے، اگر انکے گھروں کی دیواروں میں آگ لگ جائے، تو اے عزیزان غفلت شعار! و اے سرکشندگان نشہ بے خبری و خمار! خدا را بتلاؤ کہ میں کیوں تمہارے غفلت کے بستر پر آکر خالی، اور تمہارے پلے عمل میں حرکت نہیں دیکھتا؟

البانیہ پرنس بسمارک نے سچ کہا تھا: کہ ” بلقان ایک کڑا آتش فشاں ہے “ اور گواسکی کسی جنگاری نے ابھی تک اتحاد دول کے تار عنکبوت میں آگ نہیں لگائی مگر ہر چہ پو خیال ہوتا ہے کہ کہیں یہیں دھانڈا آتش فشاں نہر۔ مسئلہ سقوٹری نے آسٹریا کا مقیاس العرارت انتہائی درجہ تک پہنچا دیا تھا۔ اگر روس کی تہدید آمیز نصیحت نے عین وقت پر تدارک نہ کر لیا ہوتا تو عجب نہ تھا کہ وہ وقت آجاتا جسے تصور سے یورپ لرز اُٹھتا ہے۔ مسئلہ سقوٹری کو ختم ہو گیا ہے مگر بلقان کی نزاع انگیزیاں ابھی ختم نہیں ہوئیں اور شاید عرصہ تک ختم نہ ہوں۔ البانیا سے اطالیا، آسٹریا، اور یونان کے مصالح و اغراض وابستہ ہیں جنہیں باہم تعارض و تقارب بھی ہے، اس لیے اس نے سقوٹری کی جگہ لے لی۔

یاد ہوگا کہ آسٹریا میں جب قبضہ سقوٹری کے لیے جنگی تیاریاں ہو رہی تھیں تو اطالیا کے نیم سرکاری اخبار ٹریبون نے لکھا تھا: ” اطالیا آسٹریا کو تنہا کارروائی نہیں کرنے دیگی بلکہ خود بھی شریک ہوگی “ ممکن ہے کہ سطحی دماغوں نے اس کو شدت مردت و ائتلاف پر معمول کیا ہو، مگر حقیقت نیوشوں کے لیے ایک صدا تھی جو تضارب اغراض و تعارض مصالح کی خبر دے رہی تھی۔

۹۔ مئی کو رپورٹ اس خیال کی ان پو احتیاط لفظوں میں تائید کرتا ہے ” یہ یقین کیا جاتا ہے کہ اطالیا البانیہ کے لیے ایک پریستانت بادشاہ چاہتی ہے، اور آسٹریا ایک کیتھولک۔ یہ تصادم اغراض کیا ایک جنگ وجدل کی صورت اختیار کر لے گا؟ بہتر ہے کہ اس کے جواب کو واقعات کے لیے چھوڑ دیا جائے۔

جذبہ کشورستانی ایک سیلاب ہے جسکی حریف خانہ جنگی سخت بنیاد عمارتیں بھی نہیں ہو سکتیں، جنکو مذہب یا اخلاق کے ہاتھ بنائے ہیں، پس جس عمارت کی بنیاد جرش سیلاب پر ہو، اسکی پختگی معلوم۔

موجودہ اتحاد کی بنیاد ” آزادی “ پر تھی یا کشورستانی پر؟ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسکو واقعات نے ناقابل تردید طور پر طے کر دیا ہے۔ ایسے اتحاد کا جو حشر ہونا چاہیے تھا رہی وا۔ اتحاد کا مشن ابھی مکمل بھی نہیں ہوا تھا کہ خانہ جنگی شروع ہو گئی اور جو تلوار اس کے نیام سے نکلی تھی اُس نے کافروں (ترکوں) سے یورپ کی زمین کو پاک کر کے، خود پاک نژاد مسیحیوں ہی کو اپنا نختہ مشق بنالیا!

۱۱۔ مئی کا تار ہے کہ یونا نیوں کی ایک کثیر تعداد مقدونیہ میں بلغاریہ مظالم کی شاکہ ہے۔ اس کے بعد شکایتوں کا ایک دفتر ہے۔ یہ دفتر کو اس شرمناک خونچکل مظالم نامہ کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں، جو نصرانی تیغ نے انہی مقامات پر حال میں کافروں (مسلمانوں) کے خون سے لکھا تھا مگر قہم وہ یورپ کی انسانیت درستی کے لیے نہایت قلق انگیز ہے، اور یہ صرف اس لیے کہ ان مظالم کی مشق یسوع کی امت پر کی گئی ہے۔

ان مظالم کے علاوہ خلفاء میں باہم معرکہ آرائیاں بھی ہوتی رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ معرکہ قابل ذکر ہے جو حال میں یونانیوں اور بلغاریوں میں بمقام لیفیوٹا ہوا ہے۔ تفصیل ہنوز غیر معلوم اور نہ ائندہ توقع۔

یونانی نقصانات کی تعداد ۶۰۔ اور بلغاریہ نقصانات ۴۹۔ بیان کی گئی ہے، اور کون کہہ سکتا ہے کہ اصلیت کیا ہے؟

(۲) اگر مضمون کے کسی حصے یا حاصل مبحث کو غلط یا قابل اختلاف تسلیم کر لیا گیا تھا، تو اس کے اظہار کیلئے آر بیسیوں لفظ موجود تھے۔ قابل نفرت کا لفظ لکھنا ہرگز مناسب نہ تھا۔ اسمیں جو شدت انکار و بریت پائی جاتی ہے، وہ میرے عقیدے میں اپنے اندر ایک سخت کمزوری اور مرعوبیت رکھتی ہے۔ اگر کوئی چیز سیاسی حیثیت سے غلط بھی ہو، تو اسکی غلطی کا اعتراف صرف ضروری اور بقدر کفایت لفظوں میں کر دینا چاہیے۔ اعتراف میں تشدد و اغراق ہی سے ہماری تمام کمزوریوں کی بنیاد پڑتی ہے، اور یہ ایسی بات ہے جس کو آرزو سے بہتر خود مولانا سمجھتے ہیں۔ تعجب ہے کہ اس معاملے میں کیوں اسے ایسے صریح غلطیاں ہو گئیں؟

## (۲)

بحث کا یہ پہلو سب سے زیادہ ترجہ طلب ہے، اور اس وقت تک جس قدر مضامین لکھے گئے ہیں، متعجب ہوں کہ کسی نے اس پہلو پر نظر نہیں ڈالی۔

جو مضامین مخالفت میں لکھے گئے ہیں، انکی نسبت حسن ظن کا سد باب ہو جاتا ہے، جب سوچا جائے کہ کیوں اس پہلو کو نقطہ معاملہ یعنی مولوی عبد الکریم کیلئے اصل مسئلہ تھا، بالکل پبلک کی نظروں سے پوشیدہ رکھا گیا؟

پھر ساتھ ہی اس کے جب دیکھا جائے کہ جن لوگوں نے اس معاملے میں دلچسپی لی ہے، انکا اس بارے میں عجیب حال ہے وہ سب کچھ گوارا کر سکتے ہیں لیکن انہیں یہ گوارا نہیں کہ اصل معاملہ پر زور دیکر، دیگر شرکے کار کی طرف بھی نظر اُٹھائی جائے، اور وہ اس بارے میں اپنے کسی اندرونی جذبہ مخفی سے اس درجہ مجبور اور لاچار ہیں کہ دیگر شرکاء کار کا نام لینا، ان کے لیے ایک ترک نشتر کی چھن رکھتا ہے۔ وہ سنتے ہی بے تابانہ چہخ آتے ہیں، اور اپنے اضطراب و التهاب کو چھپا نہیں سکتے، تو اس وقت تسلیم کر لینا پڑتا ہے کہ جو کچھ اوپر نظر آ رہا ہے، صرف اتنا ہی نہیں ہے، بلکہ اس کے نیچے بھی کچھ آ رہا ہوگا۔

لیکن جنکو ذاتی و شخصی بغض و عناد ہے، وہ شاید اس کے لیے کچھ وجہ رکھتے ہوں گے، لیکن ہر شخص سے تو یہ امید بیجا ہے کہ وہ بھی انہی کا سادل اپنے پہلو میں پیدا کر لے گا۔ مجھ کو بحث صرف اصل معاملے سے ہے، اور میں مجبور ہوں کہ ہر اس شخص کو الزام دوں، جس کا تعلق اس سے ثابت ہو، اور اس طرف سے بے رحمانہ آنکھیں بند کر لوں کہ کون خاک پر لڑتا، اور کون درد و کرب سے کراہ رہا ہے؟ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ پہلی مجلس نے جو ایک دروز یا ایک دو ہفتے کی سزا خود مولوی عبد الکریم کو دی تھی، جلسہ انتظامیہ نے اسکو منسوخ کر دیا۔ پھر مدعیان حریت و آزادی کی رگ جہاد و قتال فی سبیل اللہ پر یہ کیوں فالج گر گیا کہ ایک دن کی اپنی قرارداد سزا منسوخ کر کے، چھ ماہ کی سرکاری سزا چپ چلائے دیدی، اور غریب مولوی کو اس کے بعد معطل بھی کر دیا؟

۱۰۔ کوسٹنجی کا تار تھا کہ حکومت جبل اسود ہفتہ جنگ نے اپنے رکلاء متعینہ میدتا کو اطلاع دیدی ہے کہ وہ مقررہ تاریخ پر بین القومی فوج کے سپہ سالار نائب امیر البحر کو شہر حوالہ کر دیں۔

۱۳۔ کاروما کا تار ہے کہ بین القومی فوج میدتا میں اتر گئی۔ امید کی جاتی ہے کہ اقرار تک سقوٹری پہنچ جائیگی۔



اے عزیزانِ ملت! میں کیونکر تمہیں اپنے دل کے خونچنگل  
ٹکڑے دھلاؤں، جسکے ہر ٹکڑے میں زخموں اور ناسوروں کے  
ہزاروں نشان ہیں! اور پھر میں کیونکر اپنا دل تمہارے پہلو میں  
رکھ دوں کہ تم اس صداۃ الہی کو نہیں سنتے، پر میں سنتا ہوں  
اور کانٹوں پر لڑھکتا اور آگ کے شعلوں میں تڑپتا ہوں۔ تم میری آواز  
سن سکتے ہو، پر اس سرور و اضطراب کے آشکدے کو تو نہیں  
دیکھ سکتے، جو میرے اندر سلگ رہا ہے، اور جسکے شعلے اب  
استقدر بہتر آتے ہیں، کہ میں انکے دھوئیں کو نہیں دبا سکتا۔  
میں راتوں کو بستر پر لیٹتا، اور دن کو کاموں میں سرگرم رہتا ہوں  
لیکن مجھ کو میرا گم شدہ دل نہیں ملتا ہے، اور میرے کان میرے  
قبضے میں نہیں رہتے!!



آجکل کی گرمیوں کی راتوں میں، جبکہ ایک عالم رات کی  
تھنڈی ہواؤں کے مزے لڑھکتا، اور خواب نریشیں کی راحت فرماتی ہیں  
میں مست و بے خبر ہوتا ہوں۔ جبکہ ابتدائی نصف رات کی  
چہل پھل ختم ہوجاتی، اور پچھلے پہر کا مقدس اور لاهوتی رقت  
شروع ہوتا ہے، تو میں اس رقت اپنے غم کدے کے ایک کنج باغ  
کی سنسان اور فکر پرور تنہائی میں، عیشِ خراب سے مہجور، اور  
راحتِ بالاش و بستر سے محروم، پڑا ہوتا ہوں۔ پھر تم یقین کرو کہ  
میں اسکو دیکھتا ہوں، جسکی روشنی بجلی کی طرح شعلہ آسا  
لیکن بجلی کی طرح نظروں کو خیرہ کرنے والی نہیں ہوتی۔ میرے  
کانوں میں اسکی ایک صداۃ سامعہ نواز و نغمہ آسا آتی ہے،  
جو دریاؤں کی آہستہ روانی سے مشابہ، یا کسی دور کی صداۃ  
ارغنون کے مانند ہوتی ہے۔

میر ایک پکارنے والے کی پکار کر سنتا ہوں، جسکی نسبت  
نہیں کہہ سکتا کہ وہ اڑ پڑ ہے، پر مجھے خیال ہوتا ہے کہ اڑ پڑ ہے۔  
جبکہ وہ کہتا ہے کہ:

هل من تائب، فتوب عليه؟ آج کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ میں  
هل من مستغفر، فاغفر له؟ اسکی توبہ کو قبول کروں؟ کوئی  
هل من سائل فاعطيه؟ طالب مغفرت ہے، کہ میں اسے  
طالب الخیر اقبل! یا بخشدوں؟ کوئی مجھ سے مانگے  
طالب الشر اقصر! (۱) والا ہے کہ میں اسے عطا کروں؟

(۱) یہ وہ مشہور حدیث ہے، جسکو امام بخاری صحیح کے آخری حصے  
میں بذیل کتاب التَّوْبَةِ لے ہیں، لیکن میں نے جو الفاظ لکھے ہیں یہ  
دارقطنی وغیرہ کی روایت کے ہیں۔ بخاری کے الفاظ یہ ہیں: عن ابی ہریرۃ:  
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: یُنْزَلُ رِیْضًا تَبَارُکَ وَتَعَالٰی کُلَّ لَیْلَةٍ اِلٰی  
السَّمَاءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ، فِیَقُولُ: مَنْ یَدْعُوْنِیْ فَاصْلَحْیَہُ لَہٗ  
مَنْ یَسْأَلُنِیْ فَاَعْطِیْہُ، مَنْ یَسْتَغْفِرُنِیْ فَاغْفِرْ لَہٗ

لیکن یہ حدیث مختلف روایات اور الفاظ میں بکثرت روایت کی گئی ہے،  
اور اس کے الفاظ علی الخصوص نزول الی السماء الدنیا کی تفسیر و ترجمہ پر  
بڑی بڑی بحثیں کی گئی ہیں۔ بخاری کی اس روایت میں تو مطلقاً رات  
کے ثلث اخیر کا ذکر ہے، لیکن دیگر روایات میں خصوصیت کے ساتھ شب  
جمعہ کی قید بھی آئی ہے۔ بعض روایات میں شب جمعہ کی قید نہیں ہے  
مگر ثلث اخیر کی جگہ ”حتی یمضی شطر اللیل“ ہے۔

کذب قوم میں اس پر بحثیں کی گئی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزول سے کیا  
مقصود ہے؟ حدیث اور عام محدثین کا (جنکو تشبہ و تجسم اور ظاہریت معض سے  
مہم کا جانا ہے و حاشا، وہ اس سے بڑی ہیں) یہ مسلک ہے کہ قرآن و حدیث  
کے متشابہات کو بازِ یچۃ نازل و ترجمہ ہر کہہ دئے، کی جگہ، بہتر سمجھنے  
ہیں کہ عام الہی کے حوالے کر دیں، اور حق یہ ہے کہ امر و بر امر میں مسلک  
یہی ہے۔ دھم انشر شحین بخاری و انہ من متخیرین مثلاً امام شریانی وغیرہ  
رحم اللہ تعالیٰ نے صاف لکھ دیا ہے کہ نزول سے مقصود مخاطب خاص ہے  
[بقیہ نثر کے لیے صفحہ ۸ - ملاحظہ ہو]

مورز، دنیا نے تم سے گردن موڑ لی ہے۔ آہ! آہ! آہ! تم آہ! علی  
انزلتم فی جنب اللہ! کہ اسکی صداۃ لا یزال و لم یزل، آج اپنے  
اٹھنے والوں سے کچھ کہہ رہی ہے: فہل من مدکر:

اے وہ لوگو! تم نے میرے مقدس رشتہ عشق کے  
تقدیس کی تحقیر کی اور میرے طرف سے گردن موڑ لی!!  
کیا تم بھول گئے کہ تم دنیا میں بے نام و نشان تھے، پر میں نے  
اپنے نام کی عظمت کے ساتھ تمہارے نام کو بلند کیا۔ تم دنیا  
میں حقیر و محتاج تھے، پر میں ہی قدوس و ذوالجلال تھا  
کہ میں نے دنیا کی عظمتوں اور دنیوی کبریائیوں کو تمہارے  
قدموں پر ڈال دیا تھا۔ تم گمراہ تھے پر میں نے تمہارا ہاتھ  
پکڑا۔ تم فقیر تھے، پر میں نے خشکیوں اور سمندروں کی حکمرانی  
تمہیں بخش دی۔ تم جہل و بے خبری کی تاریکی میں تھے، پر  
میں نے تمکو پچھلوں کے علم و حکمت کا وارث، اور آنے  
والوں کیلئے چراغِ علم و مدنیۃ بنایا۔ پھر تم کو کیا ہو گیا کہ  
تم نے مجھکو چھوڑ دیا، اور میوہی محبت کے دامنِ قدس  
کی تحقیر کی؟ وہ اور کونسا پیکرِ حسن و دلربائی تھا، جسکا  
حسن میرے جمال جہاں آرا پر غالب آگیا، اور میرے حسن کی  
پرستش چھوڑ کر تم نے اسکی پایگاہ معشوقیت پر پیشانی  
رکھی؟ وہ میری کائناتِ عالم میں میرے سوا اور کون تجلی  
گاہ حسن و رعنائی ہو سکتا ہے، جو مجھ سے چھوڑا کر تمہیں اپنا  
مفتون و شیدا بنا لے سکتا ہے؟ پھر بتلاؤ کہ مجھ سے کت کر  
تم نے، و نسا ذبا رشتۃ کامرانی جوڑا، اور مجھکو چھوڑ کر کیا تھا،  
جو تمہیں مل گیا؟ تم نے مجھکو چھوڑا، لیکن پھر کیا میری  
دنیا کی ہر رقت نے بھی تمہیں نہیں چھوڑ دیا؟ تم میرے  
آگے جھک کر پھر مغرور ہو گئے، لیکن کیا یہ نہیں ہوا  
کہ تمام دنیا بھی تمہارے آگے مغرور ہو گئی؟ تم نے مجھ سے  
صلح نہ کی، پھر کیا نہیں دیکھتے کہ آج تمام دنیا تم سے جنگ  
کر رہی ہے؟ جب تم میرے آگے نہیں جھکے، تو بتلاؤ کہ میری  
دنیا کو اپنے آگے جھکانے کے کیوں آرزو مند ہو؟ جب تم  
مجھ سے پھر گئے تو بتلاؤ کہ میری دنیا تم سے کیوں نہ پھر جائے؟  
اے نا دانوں! اب بھی مان جاؤ کہ میرا دروازہ رحمت  
و بخشش تو کبھی بھی بند نہیں۔ اب بھی مجھ سے صلح کر لو  
کہ مجھ سے جنگ جاری رکھ کر تم کبھی بھی کامیاب نہیں  
ہو سکتے۔ دنیا کا ہر دروازہ تم پر بند ہو سکتا ہے، مگر میرا  
ہی ایک دروازہ ہے، جو صرف اہلنے کیلئے ہے، بند ہونے  
ہونے کیلئے نہیں ہے۔ تم ہزاروں مرتبہ اس دروازے سے  
بھاگو، پھر بھی وہ تمہاری آمد کا منتظر ہے!!

باز آ باز آ! ہر انچہ کر دی، باز آ!

گر کافر، گبر، بت پرستی، باز آ!

ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست

صد بار اگر توبہ شکستی، باز آ!

عبادی الذین اے میرے بندو! تم نے میری نافرمانیاں  
فریاد علی انفسہم کر کے طرح طرح کے ظلم خود اپنی جان اور  
تقنطہ من اپنی زندگی پر کیے ہیں، گو وہ کتنے ہی  
حق اللہ، ان سخت اور غضب انگیز ہوں، تاہم اپنے پروردگار  
۴ یغفر الذنب کریم کی رحمت و رافت سے مایوس نہو!!  
۵ یعسا، انہ ہر توبہ کر اور اس کے آگے جھک جاؤ! وہ تمہارے  
فرور الرحیم تمام قصوروں کو معاف کر دیا۔ وہ توبہ  
۳۹: ۵۵) ہی بڑا بخشدینہ والا، اور مہربان ہے!!



## و لاهواء رغبات و للوساس سلطان - فباي حديث بعدھا يومنون ؟ ؟



فكر و جان مال تا چند ؟ اور جستجوى عيش و راحت تا بکے ؟

واعلموا ! انما اموالکم و اولادکم فتنه ، و ان الله عنده اجر عظيم - وہ زندگي ، جسمیں اپنی ملت اور اپنے خدائے ملت کا کوئی حصہ نہر ، عیش زندگي نہیں ، بلکہ ایک لعنت کوئیں ہے :

و ما هذه الحياة الدنيا ، الا زندگي ( جسکی بوجھل زنجیروں تم نے اپنے لہر و لعب ، و ان پانوں میں ڈال دی ہیں ) کیا ہے ؟ سوا اسکے الاخرة لہي کہ ایک لہر و لعب نفسانی ہے ( جسکا کوئی العیوان ، لو کائوا اثر دنیا میں باقی رہنے والا نہیں ) اور يعلمون ! آخرت کی زندگي ہی اصل زندگي ہے ، اگر تم سمجھو اور غور کرو ! ( ۲۹ : ۶۵ )

کیا تم بھول گئے کہ جس متاع فانی کی خاطر چیزوں کے طرح آشیائے بنائے ، اور چارباہوں کی طرح آذوقہ دھونڈتے ہو ، وہ با ایں ہمہ شورش و کشاکش ، ایک نہ ایک دن جانے ہی والی ہے ، اور تم اسکی خاطر سب کچھ کر سکتے ہو ، پھر آسے روک نہیں سکتے - پھر اس سے بڑھکر آرزو کونسا سودا ہو سکتا ہے ، کہ ایک ایسی جانے والی رائگل شے کو کسی کی خاطر دیکر مفت کا احسان بھی ہاتھ آسے کے سر رکھ دیکھتے ؟

جان بچاننا وہ ، و گرنہ از تو بستاند اجل  
خود تو منصف باش اے دل ، ایں بکن یا آن بکن !



لیکن جان دینے کی بھی بہت سی راہیں ہیں - تم ہتھیلیوں پر رکھ کر سامنے آؤ تو بتلاؤ کہ اس سب سے حقیر ، مگر سب سے زیادہ کلم دینے والی جنس عجیب کے لٹانے کا اصلی طریقہ کیا ہے ؟ پھر صرف یہی راہ نہیں ہے کہ اپنے دشمن کی تلوار کے نیچے سر رکھ کر کٹو اور ، بلکہ اس سے بھی بڑھکر یہ ہے کہ اپنے دوست کی تلوار کی نوک سے زخمی ہو - زخم کھانا ہی ہے تو دوست ہی کے خنجر سے کیوں نہ تزیں ؟ زہر کا جام پینا ہی ہے تو معصوب کے ہاتھ سے کیوں پییں ؟ اور جان دینی ہی ہے ، تو کسی کے سر رکھ کر کیوں نہ دیجیے ؟ آیا نہ شنیدی کہ عارف ( ابو الخیر ) چہ گفت ؟

غازی زبئے شہادت اندر تگ و پوست  
غافل کہ شہید عشق فاضل تر از دوست  
در روز قیامت ایں ، بآں ، کے ماند ؟  
کین کشتہ دشمن ست ، و آن کشتہ دوست !

و من الناس من یشری اور بعض اللہ کے معصوب بندے ایسے ہیں نفسہ ابتغاه مرضات اللہ ، جو اپنی جان تک کو اللہ کی رضا جوئی و اللہ رؤف بالعباد کے راہ میں دیدیتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر نہایت محبت و رافت رکھتا ہے ! ( ۱۱ : ۳۲ )



انسوس کہ اس درز چرخ و خورش ، اور بیداری و ہشیاری میں بھی دیکھتا ہوں ، تو میرے دل کی غمیگینی اور اضطراب کا سامان کہیں نظر نہیں آتا -

میں دیکھتا ہوں کہ یا تو غفلت کی سرشاریاں ہیں ، یا بیداری کی کڑواہٹیں ہیں ، تو انکھوں سے غفلت درویش کا خمار ابھی

دور نہیں ہوا ہے - خواب غفلت کی سرشاری اور چشم نیم باز کی کڑواہٹیں ، یہ تو دو پہلی حالتیں ہیں ، لیکن ان کے بعد ایک تیسرا گروہ بھی نظر آتا ہے ، جو بستر سے تواتھ چکا ہے ، مگر منزل مقصود کے نشان سے بے خبر ہے - پس چلنا بھی چاہتا ہے ، تو خط سفر سے نابلد ہے - احرام کعبے کا باندھتا ہے مگر قدموں کو حرم و بتکدے کی تمیز نہیں - حالانکہ اگر منزل مقصود کے نشان کو ملنا ہے ، تو صرف کعبے ہی کی راہ میں مل سکتا ہے ، اور وہ انہی نہیں ، بلکہ صرف ایک ہی ہے -

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم نے کوئی انجمن قائم کر لی تو ان مصائب سے نجات پا جائیں گے - بعض کہتے ہیں کہ اگر ہم نے ایک بہت بڑا فندہ مہیا کر لیا تو ہمارا وجود اسلام ایللیے اکسیر حیات بن جائے گا - میں نے بھی مدتوں ان امور کو سرنچا ہے - اسمیں شک نہیں کہ ان تدبیروں میں سے ہر تدبیر اچھی اور ضروری ہے ، یہ انسوس کہ مرض کا اصلی علاج نہیں ہے - تم اپنے سے باہر انجمنوں کو دھونڈتے ہو مگر بد بختی یہ ہے کہ اپنے اندر کی خلوت سے بے خبر ہو گئے ہو - اسلام کی حفاظت کیلئے ایک فندہ قائم کرنا چاہتے ہو ، تاکہ اپنی جیب اسکے حوالے کر دو لیکن اس سے بھی مقدم یہ ہے کہ اپنے دلوں کو اسکے سپرد کرو کہ اسکے بعد تم وہ سب کچھ دیکھو گے جو دینا چاہتے ہو ، پر اسکے بغیر کوئی چیز بھی دے نہیں سکتے !



لیکن میں ایک صدائے مضطر ، اور ایک فریاد لڑا ہوں ! میری آواز ابھی نہیں تھک سکتی ، کیونکہ میرا خدا اسے تھکانا نہیں چاہتا ، اور میرے انسوس ابھی نہیں تھم سکتے ، کیونکہ مدتوں کے جمع کیے ہوئے سیلاب اشک کو اب بہنا ہے اور بہانا ہے - پس

جسکے پاس کان ہیں ، وہ سن لے - جسکے پاس آنکھیں ہیں ، وہ دیکھ لے - اور جسکے پاس دل ہے ، وہ جتنا تڑپ سکتا ہے تڑپ لے ، کہ آج خدا اور اسکے بندوں میں صلح و جنگ کی آخری ساعت ہے - آج روٹھے ہوئے اور اسکے چاہنے والوں میں ہجر و وصال کا آخری معاملہ ہے - آج ہی کسی کا دامن اقبال ہمیشہ کیلئے خالی ہونے والا ہے ، اور کسی کی آستین امید ہمیشہ کیلئے مالا مال ہونے والی ہے

آج ہی وہ شب موعود ، اور وہ لیلۃ القدر ہے ، جبکہ معصوم ہوئے والے معصوم ہوجائیں گے اور منانے والے روٹے ہوئے کو منالیں گے - وہ قرص حیات و فنا کی فیصلہ کن گھڑیاں ، جبکہ ایک کو دائمی مایوسی ، دوسرے کو ہمیشہ کی امید و شاد کامی ملے گی - ایک کو دائمی ہجرت عذاب الیم ، مگر دوسرے کو ہمیشہ کی بشارت لطف عمیم کی تقصیر ہوگی ، بہت قریب ہے کہ ظاہر ہوجائے - وہ جس نے اسے ہزاروں برس پہلے ایک ایسے ہی رقت میں ( سعید ) کے دامن سے اپنا رشتہ کاٹا اور ( فاران ) کی چوٹیوں پر اپنا چہرہ دکھلایا تھا ، اب پھر رقت ہے کہ اپنا چہرہ دکھلاتا ، اور اپنے مشتاقوں کو دھونڈھتا ہے - اگر نہیں دیکھ سکتے تو آنکھوں کو تلاش کرو - پر میں دیکھتا ہوں اور - مت جھٹلاؤ - اگر تم نہیں سن سکتے تو میرے کانوں سے سناؤ ، پھر مجھ سے کر

# مشون عثمانیہ

## داستان خونین

یعنی مظالم وحشت کارانہ اقوام مسیحیہ فرنگ، و روایات مرقعہ شہداء جنگ و مراسلہ نگاران جرائد

(۱)

فاخرین کر یاد ہوگا کہ پچھلے دنوں قسطنطنیہ میں ”مجلس دفاع ملی“ کے قیام کی اطلاع الہلال کے کالموں میں دی گئی تھی۔

اس مجلس نے ایک سب کمیٹی اس غرض سے بھی قائم کی تھی کہ جنگ بلقان میں جو مسیحی مظالم خونین یورپین ترکی کے مسلمانوں اور غیر معارب باشندوں پر کیے گئے ہیں، اور جو چشم دید بیانات اور روایات مرقعہ، مراسلہ نگاران جنگ کے ذریعہ مشہور

ہر چکی ہیں، انکو ایک رسالے کی صورت میں جمع کر کے مختلف السنہ یورپ میں شائع کرے، تاکہ یورپ کے ادعاء انسانیت و نفع یورپی کا ایک آخری امتحان ہو جائے۔ اس سب کمیٹی کی یہ مستعدی قابل تعسین ہے کہ تھوڑے ہی عرصے کے اندر اس نے اپنا کام پورا کر دیا۔ چنانچہ پچھلی ڈاک سے

ہمارے پاس شائع کردہ روالداد مظالم کا ایک نسخہ آگیا ہے جو انگریزی میں ہے، اور بہت ضروری ہے کہ اسکا ترجمہ اردو میں شائع کر دیا جائے، تاکہ جو ہاتھ آج ماتم قیامے آئے ہوئے ہیں، انکو چلے اپنی خانماں بربادیوں کا پورا علم ہو جائے۔

رسالے کے ابتدا میں سر آدم بلاک (Sir Adam Block) نے ایک مختصر اور سنجیدہ دیباچہ لکھا ہے۔ آج کی اشاعت میں اسکا ترجمہ شائع کرتے ہیں۔ اس کے بعد اصل رسالے کا مسلسل ترجمہ شائع ہوتا رہے گا، اور پھر ایک رسالے کی شکل میں جمع کر دیا جائیگا۔ بہتر ہوا اگر معاصر دہلی (کامریڈ) اسکو بچسہ نقل کرنا شروع کر دے۔ (الہلال)

اس رسالے کے دیباچہ لکھنے کی مجھے سے فرمائش کی گئی ہے۔ اس امر کا خوف تھا کہ ملی اور جنسی عداوتیں جو گذشتہ ربع مسی میں مقدونیہ کے اندر برانگیختہ ہوئیں اور جنکا ذمہ دار صرف

ترکی سوء انتظام ہی نہ تھا، اس جنگ کے چہرے پر بوجھائیں گی۔ ایک بالکل نو آموز شخص بھی بلقان کی درخواست کے ناگزیر مذاہم کی تلوار سے پیش بینی کر سکتا تھا۔

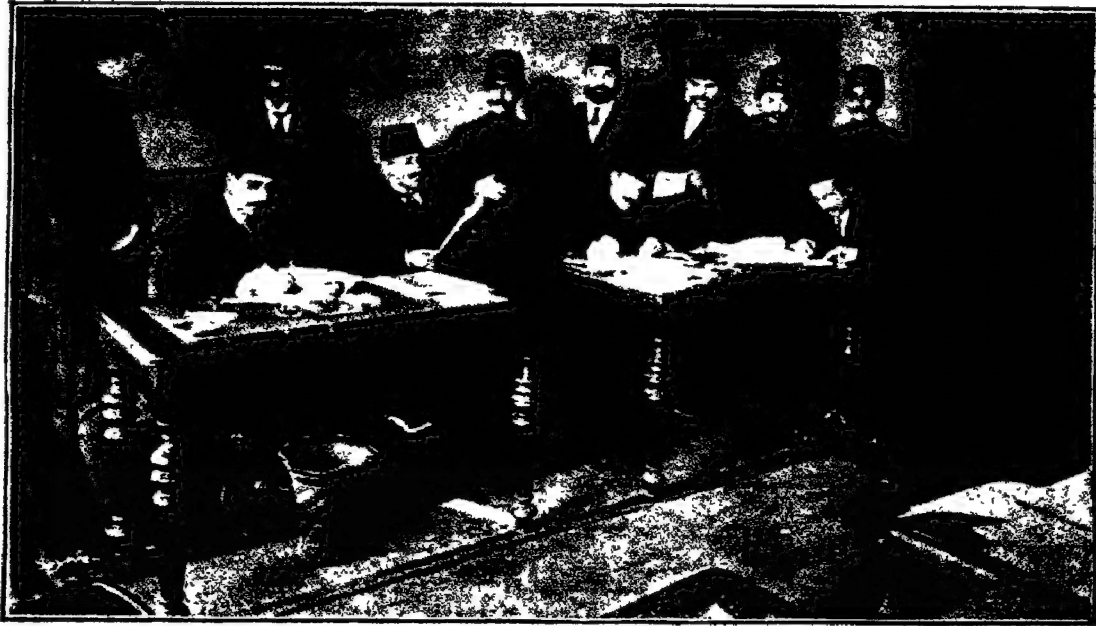
یقیناً گذشتہ چند ماہ میں مقدونیہ کا اس سے زیادہ نقصان ہوا، جتنا کہ سالہا سال میں ترکوں کی بری حکومت کے اندر ہو سکتا تھا۔

جنگ کی خوفناکیوں پر، جنہیں ہزارہا آدمی ہلاک ہوئے، مقدونیہ کے مسلمانوں کی علمی نابردی کا بھی اضافہ کیا گیا!

اس جنگ میں موجودہ متمدن جنگ آرائی کے مسلمہ اصول کا خیال نہیں رکھا گیا۔ ایسی اصول شکنی کی متمدن سلطنتوں کی جدید جنگوں میں نظیر ملنا آسان نہ ہوگا۔

فاتح کا قتل و ظلم، اور دباؤ کے رکنے کے ناقابل ہونا، اسکی عزت کے لیے نتیجہ خیز نہیں ہو سکتا، اور گرومیں ”مسلمانوں کی بدعنوانی کی سرنچی سمجھی ہوئی پالیسی“ کو انکی طرف منسوب کرنا نہیں چاہتا، مگر عملی طور پر ایسا ضرور ہوا۔

حافظ بلقان افسوس کرینگے کہ بڑی حد تک انہی کے قصور کی وجہ سے اب مقدونیہ ”اندے کا ایک خالی چھلکا“ اور آتش و تیغ کی برباد کی ہوئی، صرف ایک ایسی زمین رنگینی ہے، جس سے مسلم آبادی، اسکی کاشت کرنے والی مصیبت اور تکلیف کے ساتھ بالکل نکال دی گئی ہے! جنگ اور کشور



”مجلس دفاع ملی“ قسطنطنیہ کی سب کمیٹی، جس نے مظالم بلقان کی روالداد شائع کی۔

ستانی، دونوں جائز قرار دیجا سکتی ہیں، لیکن صرف اسی حالت میں، کہ وہ مقبوضہ مقامات کی آبادی کے لیے خوشی اور فوائد لائیں۔

یہ ممکن ہے، مگر کی طرح یقینی نہیں، کہ حکام کا تغیر مقدونیہ کی مختلف عیسائی قوموں کے لیے مفید ہو، مگر یہ امر تو نصف النهار کی طرح روشن ہے کہ جنگ مسلمان باشندوں کے حق میں مفید ہونے کے علاوہ کوئی اور چیز ہی ثابت ہوئی، اور انکی بربادی، ملک کی آئندہ سرسبزی پر ہمیشہ ایک مصیبت انگیز اثر رہیگی۔

میں ایک منت کے لیے بھی یہ دعویٰ باطل نہیں کرتا کہ گذشتہ زمانے میں ترک جرمن اور زیادتیوں سے معصوم رہے ہیں، یا گذشتہ چند ماہ میں خون ریزی کے الزام سے رہ بالکل بری تھے۔

تاہم درپیمانے اور ہر ہتھکڑے نہیں ہو سکتے۔ یورپ اور متحدہ حکومت کا رہ دباؤ، جسکو ترکوں پر سخت سے سخت ملامت (کنڈیمینشن) کے پاس کرنے میں بھی کبھی باک نہوا، اس موقع پر یقیناً سخت حیرت انگیز طور پر خاموش رہا ہے۔

اہل مشرق اور خصوصاً ترکوں نے ہمیشہ انگریزوں کی عزت، اور



ملنے کو مجبور رہونگا۔ اور اگر تم مجھ سے پھر جاؤ گے تو میں بھی تم سے پھر جاؤنگا۔ (۱) اے طالب خیر! تو کہاں ہے کہ میں تجھے پکار رہا ہوں۔ جلدی کرو! جلدی کرو! یہی مانگنے کا وقت ہے۔ اور اے شرے پیچھے اپنے تئیں نادانی سے کہنے والو! اب بھی باز آ جاؤ اور کمی کرو یہی وقت ہے یہی وقت ہے اور صرف یہی وقت ہے کہ میں تم کو بچاؤں!!

با گنہ کاران بگویم تا نیندازند دل  
من رفائے درست را در بے وفائی یافتم!



پس اے اخوان عزیز! اس آواز کو سنو اور اگر نہیں سننے تو میری ترجمانی کو مت جھٹلاؤ کہ میں سو رہا تھا لیکن اُس نے مجھ کو نیند سے جگا دیا۔ نہ کہ غفلت سے چونک کر بھی غفلت ہی میں رہو اور بستر سے اُٹھو بھی تو بستر کی جگہ راہ میں سر جاؤ۔ اُس شخص کی غفلت میں جو بستر پر پڑا ہو اور اس میں جو ہشیاروں کی طرح چکر غلط راستوں میں پھنس کر رہ گیا ہو کوئی فرق نہیں۔ یہ تمہارا آجکل کا اضطراب مبارک ہے۔ یہ تمہاری جستجو مقصود ایک رحمت الہی ہے۔ یہ تمہاری اماندگی اور مستعدی اُمید کا فرشتہ اور ہمت کا پیغام ہے۔ مگر میری سنو اور اللہ کی پکار کی طرف سے غفلت نہ کرو۔ اگر سنبھلنا چاہتے ہو تو ایک ہی ہاتھ ہے جو تمہیں سنبھال سکتا ہے۔ محض انجمنوں کا قلم کر لینا، ممبروں کے نام سے ایک گرزہ جمع کر لینا اور صرف روپیے کی کسی بڑی مقدار کی فراہمی پر بھروسہ کر لینا، غفلت کے بعد دوسری غفلت ہے جو تمہیں بستر ضلالت پر ڈال دیگی اور خرابی وقت عمل ہاتھ سے نال جائیگا۔ اصلی اور ایک ہی رسلہ فوز و فلاح (اے دنیا میں تبدیلی چاہنے والو!) یہ ہے کہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو اور احکام الہی کے اعتقاد و عمل کا عہد رائق کر کے اُٹھو کہتے ہو۔ توبہ کرو توبہ کرو کہ تمہارے تمام دہے کی دوا صرف توبہ ہی ہے۔ خدا کے آگے جھکو اور اسکو پیار کرو! آسکو اپنے سے مٹاؤ کہ جب تک درست کو اپنے سے راضی نہ کر لو گے خرابہ کتنی ہی محنت و مشقت کرو، لیکن کبھی مقبول نہ ہوگی۔ واللہ در ماقابل!

من لم یکن للو صل اھلاً

قل طاعتہ ذنوبہ



میں چپ تھا، پر اب اُٹھا ہوں کہ جو سن رہا ہوں، تم کو بھی سناؤں۔ آؤ کہ ہم سب ملکر اس کے دروازے پر جھکیں اور ایک ”مخلص و مجاہد“ جماعت الہی بن کر صرف اُسی کے ہر جائیں۔ اسی کی دعوت ہے جسکی طرف بلاتا ہوں اور صرف یہی میری بقیہ زندگی کا مقصد و وظیفہ اور غایت جہد و عمل ہے جسکے لیے خدا سے استقامت کا طلبگار ہوں۔ پس مبارک ہیں رہ جو میری سنیں اور خدا کی طرف بڑھیں اور آخر کی کامیابی اُنہی کیلئے ہے۔ اُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَىٰ اللَّهُ ۖ وَ اُولَئِكَ هُمُ ارْزُقُوا الْاَلْبَاب (۲۰ : ۳۹)

(۱) یہ بھی ایک حدیث مشہورہ ہے جسکو امام بخاری نے کتاب الترحید میں بروایت ابو ہریرہ درج کیا ہے کہ :  
”اذا احب عبدي لقائي احببت لقائه و اذا كره لقائي كرهت لقائه“  
اور قرآن کریم بھی یہی کہتا ہے کہ : ”فَاذْكُرْنِي بِذِكْرِكَ وَاذْكُرْنِي بِذِكْرِكَ“  
یعنی تم میرا ذکر کرو گے تو میں بھی تمہیں یاد کرونگا۔ اللہ ! کیا شان عشق و عاشقی ہے !! ولعمری ما قیل فی ہذا الباب :

عاشق ہرچہد محتاق جمال دلبرند

دلبر بر منتظر از عاشق فراند

امام غزالی نے احیاء میں ایک حدیث درج کی ہے : ”الا طال شرق الابواب لقائي و لا یقیم لاشد شرقاً“۔ اے اے طالع و ثواب ہیں (جیسا کہ صاحب تفسیر احیاء نے اصراف کیا ہے) مگر مطلب وہی ہے۔

ہاں کوئی ہر طرف سے کت کر میرے طرف آنے والا ہے کہ میں اسے آغوش میں لیں؟ کوئی میرے آگے تڑپنے والا ہے کہ میں اسے تسکین دوں؟ کوئی میرے آگے خاک اضطراب و انابت پر لوٹنے والا ہے کہ میں اسے اپنی گود میں اُٹھالوں؟ یعنی کوئی ہے کہ میرا بن جانے والا ہو اور میں بھی اُسکا ہو جاؤں؟ اور کوئی ہے جو مجھے پیار کرنے والا ہو تاکہ میں بھی اسے پیار کروں؟ پھر وہ کہاں ہیں جو مجھے دھندلنے والے ہیں اور وہ کیوں نہیں دھرتے جو میرے لیے تشنہ ہیں؟ میں انکے لیے جو کہ پیا سے ہیں پانی ہوں اور انکے لیے جو مایوسی سے تھک گئے ہیں امید ہوں! اگر تم زخم ہو تو میرے طرف آؤ کہ میں دھم دھم ہوں اور اگر تم بیمار ہو تو مجھ کو دھندھو کہ صرف میری شفا ہوں! تم کیوں غیروں کی ٹھوکریں کھاتے ہو اور میری آغوش محبت سے بھاگتے ہو؟ حالانکہ میں تو وہ ہوں کہ اگر تم ایک بالشت میری طرف بڑھو تو میں ایک ہاتھ آگے بڑھ کر تم سے ملوں۔ اگر تم ایک ہاتھ میرے طرف آؤ تو میں ایک گز آگے بڑھ کر استقبال کروں۔ اور اگر تم چل کر میری طرف آؤ تو میں دروازہ تمہاری طرف آؤں!! (۱)

[بقیہ نثر صفحہ ۷ کا]

جیسا کہ بعض دیگر احادیث بخاری وغیرہ میں صلوة عصر و فجر کی نسبت آیا ہے اور یہی سرگورہ ارباب ناول و اسرار، امام غزالی نے احیاء میں لکھا ہے۔ اصل یہ ہے کہ شب کا آخری وقت ایک مخصوص اثر و کیفیت کا وقت ہے۔ اور جیسا کہ پہلے اسکو صرف ارباب درد و حال ہی سمجھ سکتے ہیں۔ میں نو کہتا ہوں کہ اگر ایک ہستی اعلیٰ و محبوب ہے، توبہ کب اپنے بندوں سے غافل ہے؟ لیکن ضرور ہے کہ رات کے پچھلے پہر کی خلوت ہی میں اپنے عشق سے مجلس راز و نیاز گرم کرے۔ انکی آہ و زاری سنے اور اپنی صدا سے دوا مید سنائے۔ غیروں کیلئے دن کی مفاہدس ہر ہی ہیں، مگر انہوں کیلئے شب کی مخفی صحبتیں۔ دن آرزوؤں میں کالیے، مگر رمل کیلئے رات ہی کا انتظار کرنا چاہیے۔ یہی وہ نصف باطنی و ذہاب الی اللہ کا مقام اعلیٰ ہے جسکی نسبت سورہ زمر میں فرمایا :

امن ہو قامت اداء اللیل بھلا وہ شخص جو رات کے اوقات تنہائی و خلوت میں اپنے خدا کے سامنے ہر طرف سے کٹر جھک الخضر و برجوا رحمة کیا ہے۔ کبھی جوش اضطراب سے اس کے آگے رہے قلہل یستوی الذین سجدہ میں گر جاتا ہے، کبھی اس کے آگے ہاتھ یعلمون والذین لا یعلمون؟ باندھ کر غلاموں اور مجبوروں کی طرح کھڑا ہو جاتا ہے، کبھی آخرت کی منزلوں کے تصور سے

(۱۳ : ۳۹)

قرنے لگتا ہے اور پھر کبھی اسکی شان و حرمت کو یاد کر کے امید وار بخشش ہو جاتا ہے۔ تو بتلاؤ کہ کیا ایسا شخص اور سرشار غفلت و حجاب، دینوں برابر ہیں؟ اور پھر کیا صاحبان علم و کم گشتگان جہل، دونوں کا ایک ہی درجہ ہے؟

یہ موقع نہیں کہ اس آیت کے متعلق کچھ عرض کروں، لیکن یاد رہے کہ یہ ایک نہایت اہم اور بصیرت طلب آیت کریمہ ہے۔ ایک ایسے قامت و منقطع شخص کی مثال دیکر فرمایا کہ ”هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون؟“ غور کیجیے کہ اسکو علم و جہل سے کیا تعلق تھا؟ اصل یہ ہے کہ جو حالت اس شخص کی بیان کی گئی ہے، وہی فی الحقیقت علم و حکمت حقیقیہ کا انتہائی مرتبہ ہے اور وہی حالت ہے جسے علم کا اصلی نتیجہ بغیر کرنا چاہیے۔ کاش الیاب جلد نکلے اور میرا قلم بندش گنجائش الہلال سے آزاد ہو کہ یہ چیزیں حاشیوں میں لکھنے کی نہیں ہیں۔ والامر یبدد سبحانہ و تعالیٰ۔

(۱) یہ میں ترجمہ ہے اس حدیث قدسی کا، جسکو امام بخاری نے کتاب الترحید باب دبر الدینی و رواہ عن ربہ) میں سب سے پہلے بروایت شعبہ عن قتادہ عن انس رضی اللہ عنہ درج کیا ہے کہ : ”اذا قرب العبد الی شبرا، تقرت الیہ ذراعاً و اذا تقرّب ذراعیاً تقرت منه باعاً و اذا اتانی مہیاً“ ”ایقہ ہروانہ“  
ایک دوسری روایت (عن انس بن مالک عن ابی ہریرہ) میں ”بأما“ کی جگہ ”بوما“ کا لفظ بھی آیا ہے۔

## باب المراسلة و المناظرة

### دعوت "البلاغ"

ایک بزرگ از دامپور

حضرت مولانا السلام علیکم - آپکے اخبار مورخہ ۱۵ جمادی الاولیٰ میں جو ایک پر جوش مضمون اور ایک عام ندا ہے کہ (کڑی ہے جو میرے ساتھ چلنے کے لیے طیار ہو؟) اس کے متعلق مجھے ایک اختلاج ہے - اسکو ظاہر کرتا ہوں - امید کہ اسکو میری نیک نیتی پر حمل کر کے بددعا نہ فرمائیے گا - یہ زمانہ چونکہ نہایت افسوس و عیاری کا زمانہ ہے - اسلیے طرح طرح کے شبہات بعض اوقات پیدا ہو جاتے ہیں - اپنے خدائے عالم الصدور کو حاضر و ناظر سمجھ کر سچ سچ کہیں کہ یہ جو کچھ آپ ارقام کیا ہے خلوص و صداقت سے کیا ہے؟ یا اس میں کڑی راز ہے؟ اور کسی کی تعلیم سے کیا ہے تاکہ مسلمانوں کی حالت کا امتحان کیا جائے اور دیکھا جائے کہ اسوقت اسلام سے آنسو کہاں تک تعلق اور اسلام کی حمایت کا کہاں تک خیال رکھتے ہیں؟ اگر امر اول ہے اور خدا کرے یہی ہو، تو آپ سب سے پہلے اپنے ساتھ چلنے والے کسی فہرست میں میرا نام درج کر لیجیے -

### الہلال

یہ قومی بدبختی کی انتہا ہے کہ ہر کام کے متعلق شبہات و سارس ہمارے دلوں میں پیدا ہوں!

ظہور حضرت مسیح کے وقت یہودیوں کی ایسی ہی حالت ہو گئی تھی - مگر سچ یہ ہے کہ شبہ کرنے والے بے قصور ہیں، اور بدقسمتی سے ہماری حالت ہی ایسی ہو گئی ہے کہ جسقدر شبہات پیدا ہوں، کم ہیں -

کہنے کی بات نہیں، اور پھر کہیے تو کس کی نسبت کہئے؟ مگر میں اُن لوگوں سے واقف ہوں جو قوم میں مقدس علما و واعظین کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں - ہر اُن و ہر لمحہ قال اللہ اور قال الرسول انکی زبانوں پر ہے، یا بڑی بڑی مسجدوں کے پیش امام اور خطیب ہیں، لیکن ان اشغال الہیہ کے ساتھ اپنے اندرونی اعمال شیطانیہ بھی جاری رکھتے ہیں، اور جاسوسی و مخبری جیسے ملعون و خبیث مشغلہ غدازی سے انہیں ہاک نہیں - فلعنہم اللہ فی الدنیا و الآخرة، راعد لہم عذابا الیما!

ان حالات میں اگر بعض نادانوں کو فقیر کی نسبت یہ خیال پیدا ہوا، تو انہیں بالکل معذور سمجھنا ہوں - اور اسقدر عرض کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ میرے کام عام کاموں سے مختلف ہیں، اور الحمد للہ وہ اپنے اندر اپنے نشور نما اور تکمیل کی قوتیں اس طرح کی رکھتے ہیں، کہ ایک بڑھنے والے درخت کی طرح بڑھیں گے، ایک زندہ جسم کی طرح نشور نما پائیں گے، اور اگر خلوص و صداقت سے معذور نہیں ہیں تو انکی پرورش کرنے والا، خدای ہی انکی پرورش کریگا -

بقیہ پتہ کالم کا

دوسرے دنوں مدافعیین کی تصویروں کے سرور پر آریزاں ہو گئی - شکری پاشا کا عظمت ماب نام شہرت کے آسمان عظمت و شرف و احترام کا آفتاب بنکر درخشندہ ہے اور دنیا ایک نئے شخص کو دیکھ رہی ہے، جس نے دولت عثمانیہ کے صحیفہ مجدد میں ایک نئی آیت کرامت اضافہ کی ہے - اس عمل جلیل نے ہمیشہ کے لیے اس عار و شین کو مٹا دیا، جس سے دولت عثمانیہ کا دامن شرف تسلیم سلائیک کے بعد آلودہ ہو گیا تھا -

ہے - ہم کو چاہیے کہ اس دن کو یاد رکھیں اور ہمیشہ ماتم کریں - اس مصیبت کی عظمت کے اظہار کے لیے ہم کو چاہیے کہ علامات حزن و الم وضع کریں، تاکہ وہ ہم کو یاد دلاتے رہیں کہ ہم کو اپنے دشمنان شرف سے بدلہ لینے کے لیے ہمیشہ تیار رہنا چاہیے - یہ علامات حزن کو ایک عرصہ تک ہمارے زخم ہائے دل کو ہرا، اور درد و سوز کو تازہ رکھینگے، لیکن اسکی انتہا اس پر ہوگی کہ ہم اپنے وعدوں کو پورا، اور فرائض کو ادا کریں گے، اور اپنے شرف کو ان داغ ہائے عار سے پاک کر سکیں گے، جن سے افسوس کہ وہ اسوقت آلودہ ہو رہا ہے - اور پھر اس مجدد و ملک کو واپس لے سکیں گے، جنکو ہم اسوقت کھر بیٹے ہیں -

گو دوران سقوط میں ادرنہ کی اصلی سرگذشت کا ہم کو علم نہیں، لیکن تاہم ان جستہ جستہ اقوال سے جو یورپ سے ہمارے ناز السلطنت میں آئے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بہادر سپاہی دشمن سے روز در روز سفید اسلحہ سے لڑے، اور جب دشمن شہر میں داخل ہوا تو سڑکوں، گلیوں، بلکہ گھروں تک میں ہر ہر قدم پر لڑے، اس درجہ کشت و خون کے بعد دشمن کو کیا ملا؟ مٹے ہوئے کھنڈر، اجڑے ہوئے گھر، جن میں آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے، اور منتشر پتھر، جن پر زمانہ کا دست ہلاکت دراز ہو چکا تھا!!

ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ ہمارے حقیقی دشمن کون ہیں؟ کیا صرف بلغاری، یونانی، اور سری ہی ہیں؟ اس واقعے کی سنگینی نے ہمارے دلوں کو ہمارے ضبط پر غالب کر دیا ہے - پس آج ہم ایسی چیزوں کا اعلان کرتے ہیں، جن کو ہم کل تک چھپاتے تھے - آج ہم پر واجب ہے کہ ہم علی الاعلان کہیں کہ ان دشمنوں کے علاوہ آرز دشمن بھی ہیں، جنہوں نے سقوط ادرنہ میں مدد دی - فرانس، روس نے پوشیدہ اور علانیہ، دونوں طور پر، اور (انگلستان) نے صرف پوشیدہ طور پر سقوط ادرنہ میں مدد دی - فرانس اور روس نے توپیں، برکک، تک محاصرین تک پہنچائی - اگر یہ اتحاد ثلاثہ، مدد نہ دیتا، تو کیا ممکن تھا کہ بلقان کی یہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں ہمارے سامنے ٹہر سکتیں؟ ان ریاستوں کا ہمارے سامنے ٹھہرنا کیا اس امر کی کافی دلیل نہیں، کہ فرانس اور روس ادبی اور مادی، دونوں طریقوں سے، اور انگلستان صرف ادبی صورت میں ان سلطنتوں کو مدد دیتا رہا؟

کیا ان واقعات کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ جنگ صرف ریاستہائے بلقان اور عثمانیہ میں تھی؟ یہ جنگ دولت عثمانیہ اور ریاستہائے بلقان میں نہ تھی، بلکہ عثمانیہ اور اتحاد ثلاثہ میں تھی، جو مجموعہ انگلستان، روس، فرانس کا نام ہے - اندو گفتگوئے صلح میں ایک فریق کا خیال تھا کہ مساعی صلح میں اصلی رخنہ انداز فرانس ہے - وہ چاہتا ہے کہ سقوط ادرنہ کے بعد آج ہو - آج ہم کہتے ہیں کہ یہی فریق حق پر تھا - (جون ترک) فرانسیسی لکھتا ہے:

سقوط ادرنہ کی بابت دو دن سے جو منکوس افواہیں مشہور ہو رہی تھیں، وہ صحیح ثابت ہوئیں - یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ یہ عظیم الشان شہر ضرب المڈل مدافعت کے بعد دشمنوں کے ہاتھوں ساقط ہو گیا -

خبر رساں ایجنسیوں کے پاس آئے ہوئے تاروں سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہی پاشا نے شہر تسلیم نہیں کیا، اور جو کہا تھا وہی کر دکھایا - چونکہ انہوں نے دشمنوں کے ہاتھ شہر حوالہ کرنے پر، آگے اور لڑے، لہذا وہیں دفن کر دینے کو ترجیح دی..... وطن مقدس شکری پاشا کی تعظیم و تکریم کا حق ادا نہیں کر سکتا - حسن رضا پاشا نے اشقودہ، زاسعد پاشا نے یانیا میں بیشک قابل فخر شجاعت و اخلاص کا ثبوت دیا ہے، لیکن مرقع ابطال میں شکری پاشا کی تصویر



ادرنہ چہار شہدہ کے دن ساقط ہوا -

ادرنہ کے بطل عظیم شکری پاشا نے ( جنہوں نے عثمانی تاریخ عسکری میں شرف عظیم کے ایک صفحہ طلائی کا اضافہ کر دیا ہے ) حکومت کو ایک تاریخی ہدیہ تھا - اسمیں لکھا تھا ” دشمن آگے کے استحکامات پر آگیا ہے - ہماری فوج قلعہ کی طرف ہٹ آئی ہے - میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ سرکاری اور فوجی عمارتوں کے ڈھانے، توپوں کے خراب کرنے، ذخائر کے جلانے، اور اسی قسم کی تمام ضروری کارروائیوں کے بعد اپنی زندگی کے اחרیں نفس حیات تک لڑونگا، تاکہ اگر میں مغلوب ہوں اور دشمن داخل ہو جائیں، تو ان کو با عظمت ادرنہ کی جگہ محض ایک چٹیل میدان ملے، جسمیں نہ ڈھانے کیلئے عمارتیں ہوں، نہ بے حرمتی کیلئے مساجد“۔

اس تاریخ کے بعد ہمیں جس قدر معلومات ملی ہیں، انکا سرچشمہ صرفیا ہے - ان معلومات سے قائد جلیل شکری پاشا کے اخیری تاریخی حرف بحرف تالیف ہوتی ہے - بہر نوع ابھی حقیقت حال پوشیدہ ہے کیونکہ اس بارے میں روایتیں مختلف ہیں - کل یہ خبر مشہور ہوئی تھی کہ شکری پاشا نے خودکشی کر لی - اسکے بعد کے تاریخوں نے اسکے برعکس بیان کیا - سچ یہ ہے کہ سقوط کی اصلی روایت کے لیے ہم کو ابھی در تین دن انتظار کرنا چاہیے“

( مباح ) ایک دوسرے افتتاحیہ میں لکھتا ہے :

ان اخیری حوادث اور ان درد انگیز مصائب کے بارجود جو سقوط ادرنہ کی بدولت ہم پر نازل ہوئے ہیں، ہم اپنے آپ کو ایک معزز نام کے ذکر کے سامنے پاتے ہیں، جو تا ابد محفوظ رہیگا - وہ کون ؟ غازی شکری پاشا ! ادرنہ کی مشہور مدافعت اور خوارق شہامت و حمیت، جو ایک عظیم الشان مقارمت، اور ایک حیرت انگیز ثبات کے سلسلے میں ظاہر ہوئے ہیں، ہماری آنکھوں کے سامنے مجسم کھڑے ہیں ! ادرنہ نے اپنے اس شاندار کارنامے سے جیش عثمانی کی تاریخ شجاعت میں ایک درخشاں اضافہ کیا ہے، اور یہ اسلام کی معجزات بسالت کا ایک مزید روشن ثبوت ہے - شکری پاشا نے مسلمانوں کے لیے ایسا نام پیدا کیا ہے، جسکو زمانہ کبھی نہیں مٹا سکتا -

ہاں ادرنہ ساقط ہو گیا، لیکن شرف عثمانی بڑھ گیا - اس کے دامن عزت اور رداے عظمت کا داغ مت گیا -

ادرنہ کی محافظ فوج لڑی، حتیٰ کہ گلی گرجوں تک میں !! اور یہ تمام تر صرف ایک شخص، یعنی بطل عظیم ادرنہ، شکری پاشا کی ہمت کی بدولت !!

پس اے بطل عظیم تو کہاں ہے ؟ اور اے بیکرا احترام و عظمت ! تجھے کیا ہوا ؟ آہ ! کس کو حقیقت حال معلوم ہے !

لڑگ کہتے ہیں کہ سرکاری اور مذہبی عمارتوں کے ڈھلنے، توپوں کے خراب کرنے کے بعد شکری پاشا نے دشمنوں کے دیکھنے پر خودکشی کو ترجیح دی، اور اس طرح مرحوم علمدار کی پیروی کی، کہ جب وہ یلگ چریوں کے نرغے میں گھر گئے تھے، تو انہوں نے بھی اپنے اعدا کے دیکھنے پر موت کو ترجیح دی تھی - اگر یہ خبر صحیح ہے تو پھر بھی شکری پاشا کی کارروائی عجائب و خوارق میں شمار کی جائیگی، اور مسلمانوں پر فرض ہے کہ جب انکا نام لیا جائے تو تعظیم کے لیے سر جھکا دیں، اور اس بطل عظیم کے اعمال و خدمات کی اسی طرح قدر کریں، جس طرح کہ مغربی قومیں اپنے ابطال مشاہیر کی کرتی ہیں -

لیکن ہم صمیم قلب سے امید کرتے ہیں کہ یہ روایت غلط ثابت ہوگی، کیونکہ اس وقت وطن عزیز کو شکری پاشا ایسے مخلص کی سخت ضرورت ہے، جنکو اپنے وطن مقدس کی ترقی کے علاوہ اور کوئی فکر نہیں ( مگر الحمد للہ کہ خودکشی کی خبر غلط ثابت ہوئی )

تصویر افکار لکھتا ہے :

” بیشک سقوط ادرنہ کا دن تمام عثمانی قوم کے لیے ماتم کا دن

ان پر اعتماد کیا ہے - کیونکہ وہ ایک منصف قوم مشہور ہیں - مجھے خوف ہے کہ یہ یقین اب رخصت ہو رہا ہے -

صرف ان کمبخت واقعات کی مناسب تحقیقات، اور مجرم کی سزا پر اصرار ہی کے ذریعہ سے یہ ممکن ہے کہ ” نا انصافی “ کا احساس شدید جو اس وقت ترکوں کے دلوں میں کھٹک رہا ہے، جڑ سے اکھیڑا جاسکے -

مجھے اعتماد ہے کہ میں غلطی کر رہا ہوں مگر میری رائے ہے کہ اگر اس طرح کے واقعات کو، جیسے کہ اس اشاعت میں شائع کئے گئے ہیں، بغیر اسکے کہ ان پر توجہ اور ملامت کی جائے، گزر جانے کا موقع دیدیا گیا، تو ہمارے، اور ہمارے ہم زندگی مسلمان رعایا کے درمیانی تعلقات، بالآخر ایک سنگین معاملہ ہو جائیگا -

میں نے ان دریافتوں اور تفتیشوں میں حصہ نہیں لیا ہے جو اس

روئداد کی اشاعت کا باعث ہوئی ہیں - ہر تفصیل کی صحت کی

بابت خواہ کتنا ہی شک کیوں نہ ظاہر کیا جائے، تاہم اس امید کیلئے

کافی مقدار رکھتی ہے کہ یورپ، جس نے ترکوں کی بد کاریوں کے روئداد

پر نہایت آسانی اور تیزی سے اعتبار کر لیا تھا، ان واقعات کو ایک

طرف نہ ڈالے گا جواب اسکے سامنے رکھ جائیگا -

زخم رسیدہ مسلمان آبادی کے مصائب کسی طرح ختم

نہیں ہوئے - ارخبیل کے بندرگاہ سے وہی غمگین افسانے ان فاقہ زدہ

اور محتاج مہاجرین کے پہنچ رہے ہیں، جنکے لیے سرمایے کی سخت

ضرورت مند ترکی حکام کوشش کر رہے ہیں انکی موجودہ کوشش

صرف اسلئے ہے کہ اس جگہ کے عوض، جسکو وہ لاعلاج طور پر ضائع

کر چکے ہیں، گھروں کی تلاش کرنے کے لیے وہ کسی طرح ایشیاء کو

چک پہنچ جائیں -

گذشتہ کی تلاقی تو اب قریباً خارج از سوال ہے - مردے تو ہمیشہ

کے لیے گئے - لیکن اگر دول یورپ میں ایک یا ایک سے زیادہ سلطنتیں

ان لوگوں کی نسبت، جو ان خوفناک ایام کے بعد مہینوں زندہ رہے،

کوئی اہم دلچسپی لینے کے لیے تیار ہیں، تو بڑی حد تک ماضی

کی تلخی اور گذشتہ کے زخموں کو اچھا کر سکتے ہیں - نیز مشرق

و مغرب اور ہلال و صایب کی مصالح کا راستہ اس سے ہموار کیا

جا سکتا ہے -



## حادثة ادرنه

( مقتبس از جرائد مختلفہ استاذ علیہ )

( ۲ )

تصریحات جرائد

انتہائی مدافعت کے بعد ادرنہ کا سقوط ایک ایسا تاریخی واقعہ ہے جو ثناء عظیم و معجزہ دائم کا مستحق ہے - اس دورے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ دنیا کے تمام اخبارات نے اس واقعہ کو حادثہ جلیلہ عالم قرار دیا ہے، اور تاریخ کے ان نادر واقعات میں سے شمار کیا ہے، جن کی مثال گذشتہ صدیوں میں مشکل سے ملتی ہے - اس سلسلہ میں ہم چند عثمانی اور اجنبی اخبارات کے اقوال نقل کرتے ہیں :

( مباح ) قسطنطنیہ لکھتا ہے :

یہ خبر پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ ادرنہ، جس نے اپنی محافظ فوج سے کئی چند زیادہ فوج کے مقابلے میں اپنے ثبات سے تمام عالم کو حیرت میں ڈال دیا تھا، بلغاریوں کے ہاتھوں ساقط ہو گیا - بیشک اس خبر نے ہمارے دلوں سے خون، اور آنکھوں سے آنسو بہا ہے !

مگر کیا بیچیں - یہ قضا و قدر کا حکم تھا جو رد نہیں کیا جا سکتا -



# انتقاد

## نقد

آگرہ - قیمت سالانہ ۳ - روپیہ - ایڈیٹر سید نظام الدین شاہ دکنگیر۔

ایک نیا ماہوار ادبی رسالہ ہے - ضخامت ۵۴ - صفحہ - کاغذ متوسط درجہ کا - چھپائی آگرہ کی مشہور ہے -

میں سمجھتا ہوں کہ یہ پرچہ مقبول ہوگا، کیونکہ آجکل کے اخبار و رسائل کے اہل قلم اسمیں ابتدا سے مضامین لکھتے، اور اسکی ترقی سے دلچسپی رکھتے ہیں - آگرہ جو فی الحقیقہ عہد اسلامی کے دور عروج کا دار الخلافہ، اور اردو کی ترقی اور نشوونما میں بھی ایک حصہ وافر رکھنے والا، نیز میر وغالب کا مولد ہے، ضرور ہے کہ اردو رسائل کی پیدائش اور نشر و نما کیلئے بھی اچھا وطن ثابت ہو۔

## جدید رسائل کیلئے چند مشورے

چند باتوں کا خیال رکھنا چاہیے :

(۱) موجودہ وقت صرف اسلامی ہے کہ کام کیا جائے - ہر شعبے میں صرف اسی کی ضرورت ہے - پس مختلف عنوانوں پر چند مضامین کا اکتھا کر دینا، گو ایک رسالے کی تشکیل صوری کیلئے کافی ہو، مگر معنایاً کافی نہیں - ضرورت اسکی ہے کہ آجکل نئے رسالے جو شائع ہوں، وہ علامہ جمع مضامین و تعشیہ مولفانہ کے کوئی خاص مقصد بھی اپنے سامنے رکھتے ہوں - اردو زبان کی نظم و نثر میں ابھی کام کے تمام گوشے خالی ہیں -

(۲) پبلک کا مذاق ارداب صحائف و رسائل کے رحم کا طالب ہے - اب کچھ نہ کچھ اردو پریس کی سطح بلند ہونی چاہیے - پیشتر سے جو رسالے نکل رہے ہیں، انکی بعض تقلید کچھ بلند نظری کی بات نہیں - ہر شخص کو اپنے کاموں کیلئے کوئی نئی بلندی نہ ہونڈھنی چاہیے - سطحی اور بد مذاق مضامین کی اشاعت سے خرد ارداب قلم کے سامنے پست نمونے پیش ہوتے ہیں، اور پبلک کا ذوق سلیم زخمی ہوتا ہے - رسالوں کی ضخامت نصف کر دی جائے اور حرج نہیں، لیکن ہر طرح کے رطب و یابس سے کیا فائدہ؟

(۳) نقاد کا صرف نمبر ۴ - میں نے دیکھا - اسمیں ایک مضمون "ریڈیم" کے عنوان سے درج ہے، اور اسکے نیچے ایڈیٹر الہلال کا نام ہے، حالانکہ میں نے نقاد کیلئے کوئی مضمون نہیں لکھا، بلکہ اسکی اشاعت کی بھی خبر نہ تھی - دراصل وہ مضمون الہلال میں شائع ہوا ہے، اور اسی سے نقل کر لیا گیا ہے - ایسی صورت میں ایڈیٹر کے نام کی جگہ الہلال کا نام درج کرنا تھا - اسکو محدثین اپنی اصطلاح میں تدلیس کہتے تھے، اور افسوس کہ اسکی مختلف اشکال آجکل عالمگیر ہیں -

بعض لوگ ہمیشہ فریاد کرتے رہتے ہیں کہ انکے اخبارات سے مضامین بغیر حوالہ نقل کر لیے جاتے ہیں - مگر میں تو اس فریاد کو مسخر انگیز سمجھتا ہوں - آج تک بیسیوں اخبارات نے بغیر حوالہ مضامین الہلال سے نقل کیے، مگر میں بجائے معترض ہونے کے خوش ہوا - کیونکہ اصل شے خیالات کی اشاعت ہے - پس اگر بغیر حوالہ بعض نقل کر لیا جائے تو چنداں شکایت نہیں - لیکن یہ تو نہ کیجیے کہ مضمون نقل کیا جائے اخبار سے، اور پبلک کو یقین یہ دلایا جائے کہ اسکے ایڈیٹر نے خاص طور پر رسالے کیلئے لکھا ہے !

(۳) آجکل یہ عادت بھی عام ہے کہ لوگ کوئی کتاب لکھتے یا رسالہ نکالتے ہیں، اور پھر اسکی نسبت ہر قلم و سیاہی سے کام لینے والا جو کچھ لکھ دیتا ہے، کمال فخر و مباہات کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے، اور بعض ماہوار رسائل میں تو اسکی مستقل باب رکھ جاتے ہیں ! !

لیکن میرے خیال میں یہ ایک بہت ہی چھوٹے درجے کی بات ہے، اور اس سے انسان کی ہمت، اور منہائے فکر کا پیمانہ بہت ادنیٰ ثابت ہوتا ہے - اول تو اصولاً اصل شے کام کی خوبی ہے، اور کوئی تعریف خواہ کیسی ہی بڑے سے بڑے قلم سے نکلی ہو، اسپر اضافہ نہیں کرسکتی - پھر یہ کونسی خوشی کی بات ہوئی کہ فلاں اخبار والے نے آپکی تعریف کر دی، اور فلاں ایڈیٹر نے کہہ دیا کہ بہت اچھا اور دلچسپ ہے؟ شاید جس ملک میں مستند اقلام و افکار، نقد و تقریظ کا فرض انجام دیتے ہوں، وہاں انکا نقل کرنا موزوں ہو (اور وہ بھی تجارتی اغراض والوں کیلئے) مگر ابھی اردو پریس کیلئے تو یہ رقت نہیں آیا -

اپنی ہمتوں کو بلند کر - لوگوں کی تعریف و ستائش سے ہماری سطح فکر کو بلند تر ہونا چاہیے - یہ دماغ کا انفلاس ہے کہ وہ دوسرے دماغوں کے دسترخوان پر اپنے لیے غذا ڈھونڈے - پھر وہ کون لوگ ہیں، جنکی تعریف و ستائش پر "فخر و مباہات" کے الفاظ کا اسراف بیجا کرتے ہو؟

الموید، الجریہ، الزہرہ، اتحاد و ترقی، البرہان، المنار، الہلال قاہرہ، چہرہ نما، شہدائے، تصویر افکار، السلام، وغیرہ وغیرہ ممالک اسلامیہ کے جرائد و رسائل نے الہلال کی نسبت جو کچھ لکھا ہے، میں نے تو اسکا بھی کبھی ذکر نہیں کیا -

سیکڑوں ضروری خطرہ اخبار میں اسلیے نہیں شائع کرتا کہ انمیں جس طریقہ سے مجمع مخطوب کیا جاتا ہے، اور شخصی طور پر بحث کی جاتی ہے، اسکا میں اہل نہیں -

## بعض نئی چیزیں

### تاج گیسو دراز روغن

قیمت فی شیشی ۱۲ - آٹھ سے ۱ - روپیہ تک - موری دروازہ - دہلی -

عورتوں کے سر میں لگانے کیلئے خوشبودار تیل آجکل بہت فروخت ہوتے ہیں - پچھلے زمانے میں جن لوگوں کو خوشبو سے زیادہ بالوں کے حجم و طرل کی خواہش تھی، وہ ادویہ کا مصالحہ کسی کم قیمت تیل میں دالکر استعمال کرتی تھیں، اور تکلف کی انتہا یہ تھی کہ قنوج یا جرنپور سے چمیلی کا تیل منگوا لیجیے - شعرا کو بھی زلف مشکیں، اور گیسوے معنبر کے کھلنے پر خوشبو آتی تھی تو یاسمن ہی کی -

لیکن اب نیا مذاق گھر گھر پھیلتا جاتا ہے - اسمیں اتنی ترقی تو ابھی نہیں ہوئی کہ بعض آجکل کی عطریات مالدیہ پر اکتفا کر لی جائے، جو شیرہ حسن پروران فرنگ ہے - البتہ آجکل کے ہنگالیوں نے ہندوستانی عطریات کو ملحوظ رکھ کر جو بعض تیل نکالے ہیں، انکا استعمال "تصویر ترقی کی مہذب خواتین" کیلئے ایک جزو لاینفک تہذیب و ترقی سمجھا جاتا ہے -

یہ تیل کا کارخانہ بھی اسی مقصد سے کھولا گیا ہے کہ تمام ہندوستانی پہلوں کی خوشبو سے نئے قسم کے تیل بڈائے جائیں - صاحب کارخانہ نے نمونے کی شیشیوں کا ایک بکس بھیج دیا ہے،

# مقالہ

## جہد حریۃ اور ایک نکتہ لطیف از لارڈ میلکے

( مترجمہ مولوی محمد مسلم عظیم آبادی )

گو اکثر انقلابات کی ابتدا نہایت خراب دیکھی جاتی ہے مگر قوم جب تک آزادانہ زندگی بسر نہ کرے وہ آزادی کے صحیح استعمال سے واقف بھی نہیں ہو سکتی۔ انگریزوں کے باشندے عموماً شرابی نہیں ہوتے اور جہاں شراب نایاب ہوتی ہے وہیں بادہ خواری کی کثرت بھی ہوتی ہے۔ نوآزادوں کی حالت اس لشکر کی سی ہوتی ہے جو رائن اور زیمیز میں (جہاں شراب کی کثرت پیداوار ضرب المثل ہے) خیمہ زن ہو۔ کہا جاتا ہے کہ جب فوجی سپاہیوں کا بے رک ٹوک ایسی نایاب اور گراں بہا وسیلہ تعیش پر دسترس ہوتا ہے تو بادہ خواری ان کے آئین پر کچھ سوجھائی نہیں دیتا۔ آخر رفتہ رفتہ افراط اور بدمستی کے سرا کچھ سوجھائی نہیں دیتا۔ آخر رفتہ رفتہ افراط اور کثرت، تمیز اور ہوش کی آنکھوں کو کھول دیتی ہے اور جب شراب ایک آدمہ مہینہ تک روزانہ صبح و شام کی غذا ہو چکتی ہے تو وہ اپنے قیام وطن کے ایام سے بھی زیادہ کم نوش اور روز بہ اعتدال ہو جاتے ہیں۔ پس حریت کے آخری اور مستقل ثمر، تمیز، اعتدال اور رحم ہوتے ہیں، پر رفتی اثرات بالعموم وحشیانہ اقدام، ناسزا غلطیاں، اظہار من الشمس معاملات میں شک و اشتباہ، نہایت نازک معاملات میں خود رائی، اور بسا اوقات ہمت دھرمی ہوا کرتے ہیں۔ ایسے ہی نازک وقت میں دشمنان حریت اس کے معائب گنجانے لگتے ہیں۔ یعنی تعمیر ابھی ادھوری ہی ہے اور وہ مچان کھول دالنے پر آمادہ ہیں۔ گرد و غبار کے اوپر سے گرنے، کڑے کرکٹ سے اٹے ہوئے کمرے، اور تمام مکان کی رحشت انگیز بے ترتیبی کا رونا لے بیٹھتے ہیں اور طنز سے پوچھتے ہیں کہ جس شان و شوکت اور جس امن و جمعیت کا وعدہ تھا، وہ کہاں ہے؟ اگر ایسی ہی افسوسناک اور غلط منطق پھیل جائے تو دنیا میں کبھی کوئی نفیس مکان یا عمدہ حکومت تیار نہ ہو سکے۔

اریوسٹو ایک اطالوی شاعر نے ایک پری کی کہانی لکھی ہے جو اپنے سحر کے زور سے خاص خاص زمانوں میں نہایت کربہ منظر اور زہریلی ناگن کی شکل میں نکلتی تھی۔ جو لوگ اس ہیئت میں اس کو تکلیفیں پہنچاتے، وہ ان تمام راحتوں سے محروم کر دیے جاتے، جو وہ بعد کو لوگوں کو پہنچا یا کرتی تھی۔ مگر جو لوگ باوجود اس کی مکرر صورت کے، اس پر رحم کرتے اور حفاظت کرتے، وہ بعد کو ان پر اپنے اصلی حسن و جمال اور دلربائی کے ساتھ جلوہ نما ہوتی، ان کے ساتھ رہتی ہے۔ ان کی تمام خواہشیں پوری کرتی، ان کے گھر و نو دولت سے بھر دیتی، اور پھر عشق میں ان کو فائز المرام، اور جنگ میں فتعمند بنا دیتی۔ حریت بھی ایک ایسی ہی پری ہے۔ بعض وقت یہ نفرت انگیز کیتے کی شکل اختیار کر لیتی ہے، رنگتی ہے۔ پہنکار مارتی ہے، نیش زنی کرتی ہے۔ حیف ہے ان کی قسمت پر جو بد حواسی میں اس کا سر کچل دیں، اور مبارک ہیں وہ، جو اس کے ذلیل اور ہیبتناک ظہور میں بھی اس کا جوش و احترام سے خیر مقدم بجا لیں اور پھر اس کے حسن کے زمانے میں اس کا اجر عظیم حاصل کریں!! تازہ حریت کے پیدا کردہ نقصانات کا ایک ہی علاج ہے۔ اور وہ خود حریت ہی ہے۔ جب کوئی قیدی پہلے تنگ و تاریک

تہ خانہ سے چھوٹتا ہے، تو وہ روز روشن کی چمک برداشت نہیں کر سکتا۔ نہ وہ رنگوں میں تمیز کر سکتا ہے، نہ چہرے پہچان سکتا ہے۔ مگر اس کا علاج اس کو پھر تہ خانے میں بند کر دینا نہیں ہے، بلکہ اس کو انقلاب کی شعاعوں سے مانوس بنانا ہے۔ حق اور حریت کی تابش اس قوم کو پہلے پہل خیرہ نظر کر کے اندھا کر دے سکتی ہے، جو قید غلامی میں رہتے رہتے نیم کور ہو گئی ہو، مگر ذرا ان کی آنکھیں کھلی رہنے دو۔ وہ بہت جلد اس کو برداشت کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ تھوڑے ہی دنوں میں لوگ عقل سے کام لینا سیکھ جاتے ہیں۔ رایوں کی پر جوش تیزی معتدل ہو جاتی ہے۔ متضاد خیالات مل جل، ایک دوسرے کو صحیح کر دیتے ہیں۔ سچائی کے منتشر عناصر باہمی لڑائی اور جدوجہد چھوڑ کر، اکٹھا ہو جاتے ہیں۔ اور آخر کار انہی پریشان اجزاء سے انصاف اور صلح کا نظام شکل پذیر ہوتا ہے۔

ہمارے زمانے کے اکثر مدبر اس امر کو ایک مسلم الثبوت مسئلہ کی حیثیت سے پیش کر دیا کرتے ہیں کہ کسی قوم کے لیے اس وقت تک آزاد ہونا مناسب نہیں، جب تک کہ وہ اپنی حریت کے صحیح استعمال کے لائق نہ ہو جائے۔ یہ مقولہ اس احمق کی زبان سے زیادہ موزوں معلوم ہوا، جو پُرانی روایت کے مطابق، پیرنا، سیکے بغیر پانی میں قدم رکھنا نہیں چاہتا تھا۔ پس اگر قوم حریت کے لیے اتنے دنوں تک انتظار کرے کہ پہلے حالت غلامی ہی میں پوری عاقل اور ذہنی ہوش بن جائے، تو اس کو تا ابد صرف انتظار ہی کھینچنا پڑیگا۔ وہ دریا میں اترنے کیلئے شنارپی کے سیکھنے کا انتظار کریگی، اور شنارپی بغیر دریا میں اترے تا قیامت نہ آئیگی!!

[ بقیہ مضمون صفحہ ۱۱ کا ]

الہلال اغاز اشاعت سے اس وقت تک جو کچھ کہہ رہا ہے، اور جو کچھ کر رہا ہے، ایک صاحب بصیرت شخص کیلئے خود اسی میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ ایسی الہی نشانیاں، جو سونچے تو آپ کے ہمارے درجہ فکر و قوت سے بہت اونچی تھیں۔ پس اگر سوچ سکتے ہو تو سوچو، اور سمجھ سکتے ہو تو سمجھو۔ اگر سمجھ معطل، اور رسا رسا خطرات کا ہیجان ہے، تو میری طرف نہ آؤ، بلکہ خدا کی طرف متوجہ ہو، تاکہ وہ تم پر حقیقت منکشف کر دے۔ انسان سب کچھ کر سکتا ہے، پر اپنی نیت اور مقصد کے کھوٹ کر چھپا نہیں سکتا۔ آج نہیں تو کل پیدائیاں دل کی مخبری کر دینگی: وتلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون في الأرض علواً ولا فساداً، والعاقبة للمتقين۔

میرے عزیز بھائی! معاف کرنا، اصل یہ ہے کہ تمہاری پیاس ہی سچی نہیں۔ اگر سچی ہوتی تو میں اگر فریب سے سربا دکھلاتا، تو تم پانی یقین کر کے بے تابانہ دروازے آتے۔ ایک تین دن کے بھوکے پیاسے سے کہو کہ فلاں مقام پر روٹی بت رہی ہے، وہ سننے ہی دروڑیگا۔ اس کی بھوک اور پیاس اس کی مہلت ہی نہ دیگی کہ اصول روایت و درایت اور قیاس و تحقیق سے اس خبر کو پہلے جانچ لے۔ (عرفی) نے اس نکتے کو سمجھا تھا:

ز نقص تشنه لبی داں، بعقل خویش مناز

دلت فریب گراز جلوہ سربا نغورہ

بھائی! میں نے پانی کی صدا بلند کی ہے۔ اور مجبور ہو کر کی ہے جبکہ کسی طرف سے صدا نہیں آتی۔ پس جسکو پیاس ہو، خود بخود دروڑیگا، اور جسکو نہوگی وہ دانشمندانہ تحقیقات، اور عاقبت بینی کی تقیصات و تدبیر میں رہیگا۔ واللہ یعلم سہری و علا نیٹی، و ہر علی ما اقول شہید!

# ملاح

## اختلال دولۂ عثمانیہ

اور

### مصائب اسلامی

مذہب وزارت، موجودہ عثمانی حکومت، مرکز اسلامی، اور قرض حسنہ کی نسبت

— — — — —

از جذاب مولانا نجم الدین احمد صاحب پشدر دینی کلکٹر۔ کلکتہ

— — — — —

حضرت مولانا - السلام علیہ - مضمون بعنوان بالا بقلم مسٹر احتشام الحق نظر سے گذرا - اسے بار بار پڑھا اور سوچتا رہا کہ ”الہلال“ جیسے با عظمت و موقر رسالے کا صفحہ ایسے مضمون سے کیوں سیاہ کیا گیا؟ میرے ایک مشفق نے جو اس وقت میرے پاس موجود تھے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ مولانا اپنے اخبار کے ذریعہ ہر شخص کو راسے زنی کا موقع دیتے ہیں جو وہ خیالات اخبار کی پالیسی کے خلاف ہی کیوں نہیں؟ واقعی یہ آپکی فیاضی طبع تھی کہ اسے شایع کر دیا ورنہ اسکا اہل نہ تھا - آپکے گرانقدر مضامین کو اسلامی دنیا نہایت شوق اور غور سے پڑھتی ہے - مناسب تھا کہ بطریق ترضیم اپنی رائے سے بھی ”الہلال“ کے ناظرین کو مطلع فرماتے -

غور سے دیکھا جائے تو آپکے نامہ نگار صاحب، جنہوں نے اپنی غلط فہمی سے لاکھوں مسلمانوں پر اپنے ہم خیال ہونیکی تہمت لگائی ہے، درحقیقت کسی مسلمان کے ہم خیال نہیں - بالتشریح بحث کی ضرورت نہیں اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ الہلال کے پیش بہا نزاع کو ان باتوں سے پر کیا جائے - مختصراً چند سطریں آپکے نامہ نگار کے جواب میں لکھتا ہوں - امید ہے کہ الہلال میں جگہ دیکر ممبران فرمائیں -

وہ لکھتے ہیں کہ ”قرق کلیسہ کے فتح کے بعد اسلام کا نام و نشان یورپ سے مٹ گیا“ مگر یہ کسی مسلمان کا خیال نہیں اور نہ اوزہ کے سقوط کے بعد بھی ایسا خیال ہے - اسلام کو یورپ میں ابھی بہت کچھ کرنا ہے - اس کے مشن کی تکمیل باقی ہے - زمانہ نے ایک ہی پلٹا کہا ہے - دوسرے پلٹے کا انتظار ضروری ہے - گو ہم اسے نہ دیکھیں مگر آئندہ نسلیں دیکھیں گی - ترک یورپ سے نکال دیے جائیں مگر عدائے واحد کے پرستاروں کا سرزمین یورپ سے نام و نشان کیوں مٹے گا؟ برسیڈیا میں اسلامی آبادی موجود ہے - روس کی سرزمین میں بھی مسلمان آباد ہیں اور بقول حضرت ایدیتز المنار ”سارے دنیا کے مسلمانوں سے اچھے مسلمان ہیں“ جنکی مذہبی روح ہمارے جوش سے زیادہ قوت رکھتی ہے -

مغربی افریقہ، جہاں کوئی اسلامی مشن پہنچا ہی نہ تھا، کس خدشی سے اسلام قبول کر رہا ہے؟ اشاعت اس درجہ ترقی پر ہے کہ ایک موقع پر قیصر جرمنی گہرا ارٹھا، اور اس کے روکنے کے وسائل پر توجہ دینی! لیکن:

دشمن چہ کند چہ مہرزاں باشد درست؟

حرمات کے جانے سے اگر اسلام مت جانا تو ہندوستان میں اس وقت اس کثرت مسلمان نہ ہوتے اور آج مسٹر احتشام الحق بھی نہوتے - تاریخ اسلام میں ایسی شکست کوئی بڑی بات نہیں - اللہ اکبر! کیسی کدسی برباد کن شکستوں کے بعد بھی اسلام کی شان میں کوئی فرق

نہیں آیا! بغداد کی سرزمین اب تک اس بات کی شاہد ہے -  
ولا تہنوا ولا تهنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین - ان یمسکم قرح  
فقد مس القوم قرح مثله، و تلک الایام نداولہا بین الناس -

آپکا نامہ نگار ترکوں کی مالی تنگی پر روتے ہوئے اچانک ناظم پاشا کے قتل کو ترکوں کے نفاق کا نتیجہ قرار دیتا ہے - واقعات اس کے برعکس ہیں - جس عز و شان سے ناظم پاشا مدفن کیے گئے وہ ثابت کرتا ہے کہ پاشاے موصوف کا قتل ایک اتفاقی حادثہ تھا، جس کا ترکوں کو بھی افسوس ہے - یہ سخت بہتان ہے کہ ترکی گورنمنٹ کا کوئی محکمہ عام خرابی نظم و نسق سے آزاد نہیں - مسٹر مشیر حسین قدرائی کا وہ خط جو بطریق چشم دید واقعہ کے کچھ عرصہ ہوا پانیپت میں شایع ہوا تھا، ظاہر کرتا ہے کہ ترکی محکمہ کا انتظام قابل تحسین اور یورپیوں کی شکایتیں بالکل غلط ہیں - پرفیسر (رامبری) جو ترکوں کے باب میں ایک زبردست سند مانا گیا ہے، ترکوں کی ترقی پر بحث کرتے ہوئے کہتا ہے کہ پارلیمنٹ کے افتتاح سے ترکوں کو بہت فائدہ پہنچا - ترک ہر طرح سے اپنی ترقی کے لیے کوشاں ہیں لیکن آٹے دن یورپ کی دست اندازی سے انکو موقعہ نہیں ملتا کہ ترقی کے زینہ پر پاؤں رکھ سکیں - تاہم اس تھوڑے عرصہ میں جو کچھ کر دکھا یا ہے، (بقول موسیور لوتی کے) یورپ کے لیے ایک سبق ہے، اور مسٹر بلنٹ (مدیر اچیت) کے قول کے مطابق تمدن کا تقاضا ہے کہ یورپ اسمیں ترکوں کی مدد کرے - افسوس! مدد کے بدلے ترکوں کو مٹانے کے لیے سارے عیسائی دنیا ملکٹی ہے اور شک ہے کہ ترکوں کو ایشیا میں بھی چین لینے دیگی - چنانچہ ماہ گذشتہ کے (Nineteenth Century and after)

میں سرہاری - جونسن ترکوں کی آئندہ زندگی پر بحث کرتے ہوئے یہ منصوبہ ظاہر کرتا ہے کہ سائپرس، سینا، اور مصر انگریزوں کو دیدیا جائے، شام اور لبنان فرانس کے زیر اثر ہو - شام و مہدیا یوک یہودی سلطنت بنادی جائے - عرب خود مختار ہو طرابزون اور ارمینیا روس کے ماتحت ہو - رومسٹر آٹلی کو دیدیا جائے - اور باقی حصہ (بشرطیکہ کچھ بیچے) سلطان کے لیے چھوڑ دیا جائے - مگر یہاں بھی بیرونی معاملات جرمنی کے سپرد ہونگے! ایسی حالت میں اطمینان کب ہو سکتا ہے؟ تعجب تو یہ ہے کہ قوم فروش مسلمان بچائے ہمدردی کے، الزامات کا بوچھاڑ ترکوں پر کر رہے ہیں - ترکوں کا عزم، کہ ایک انچ زمین بھی بغیر لڑے نہ چھوڑیں گے، قابل تحسین ہے - اور وہ جب تک اس بات پر ثابت قدم ہیں، اس وقت تک ہر دیانت دار مسلمان کے لیے فرض و لازم ہے کہ انکی ہمدردی و تائید کر اپنا وظیفہ دینی و ملی یقین کرے -

جب آپکا نامہ نگار مقاطعہ پر بحث کرتا ہے اور بعض سربراہانہ اسلامی اخباروں میں اس امر کی تحریک پر تعجب کرتا ہے تو مجھے اس کے تعجب پر بے اختیار ہنسی آتی ہے - آپ فرماتے ہیں: ”ممکن ہے کہ بعض امراء قوم بعض اشیاء یورپ کا استعمال چھوڑ دیں مگر اس سے یورپ کیا صدمہ محسوس کریگا؟ کلمہ وہ کرنا چاہیے جو ممکن ہو“ مقاطعہ کی ضرورت ہے کہ نہیں؟ یہ بات اب مان لیگٹی ہے کہ ہندوستان میں صنعت و حرفت کی ترقی ہونی چاہیے اور اسکی کامیابی کی صورت یہی ہے کہ ہم یورپ کی ساخت کی چیزیں خریدنا چھوڑ دیں - لارڈ مٹرن نے تعلیم صنعت و حرفت



کرسٹی کی پانچ روپیہ اور اس سے زیادہ قیمت کی توپیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ اور اسٹریا سے بہتر شاید کہیں نہیں بنتی۔ اس توپی کی قیمت ۲۔ روپیہ ہے۔ اسلیے اسکا درجہ متوسط قیمت سے بھی گرا ہوا ہے۔ اس قیمت کے لحاظ سے اوصاف بالا جس درجہ ہونا چاہئیں، اسمیں موجود ہیں۔

البتہ اسکی رنگت زیادہ سرخی مائل ہے اور اچھی رنگت کسی قدر سیاہی مائل ہوتی ہے۔ لیکن انکا بیان ہے کہ ہر رنگت کی انکے ہاں آگئی ہیں۔

پس اگر یہ واقعی ترکی کے کسی کارخانے کی بنی ہوئی ہے تو اس قیمت میں غیر عثمانی توپیوں سے کسی طرح بری نہیں اور اگر بری بھی ہوتی تو بھی لوگوں کو کسی قدر ایثار سے کام لیکر اسی کو ترجیح دینا تھا۔

امید ہے کہ شیخ صاحب نے اسکا اطمینان کر لیا ہوگا کہ یہ واقعی ترکی کے کارخانے کی بنی ہوئی ہیں۔

البتہ ایک امر قابل توجہ ہے۔ بمبئی اور کلکتہ کی طرح توپیوں کے قالب اور مقامات میں رائج نہیں، اور عمدہ ترکی توپی بغیر قالب پر چڑھی ہوئی آتی ہے۔ جو لوگ منگوائیں گے وہ قالب پر چڑھانے کا کیا بندوبست کریں گے؟ بہتر ہو اگر ایک قالب بھی منگوا لیا جائے، اور اسپرچڑھا کر اور بکس میں رکھ کر خریداروں کے پاس بھیجا جائے۔ کلکتہ میں قالب پر چڑھانے کی اجرت ایک آنہ، اور دہلائی کے در آنہ لیتے ہیں۔ کچھہہ حرج نہیں کہ قیمت میں ایک آنے کا اضافہ کر دیا جائے۔



## توحیدی

چهارنی میرٹھہ - قیامت سالانہ - ۳ - روپیہ - ایڈیٹر خواجہ حسن نظامی دھاری خواجہ صاحب کے مضامین نہایت کثرت سے مختلف اخبارات و رسائل میں نکلتے رہے ہیں، اسلیے مزید تقریب کی ضرورت نہیں۔ یہ اخبار حال میں میرٹھہ سے شائع ہوا ہے، اور بہترین نام ہے، جو اختیار کیا گیا ہے۔ کاغذ نہایت اچھا - دیمائی سائز کی پوری نصف تقطیع پر نکلتا ہے، اور لکھائی چھپائی اتنی اچھی ہے جو ہفتہ وار اخبارات میں کم دیکھی گئی ہے۔ ان حالات کے ساتھ قیمت یقیناً ارزاں ہے۔

میرٹھہ ایک ممتاز شہر ہے۔ وہاں سے آجکل کوئی اخبار نہیں نکلتا تھا۔ یہ بہت ضروری ہے کہ کم از کم ہر شہر سے آگ دو اردر کے اخبار جاری ہوں۔

امید ہے کہ اس نئے اخبار کو ترقی و ثبات کے رسائل بہت جلد حاصل ہر جائیں گے۔



## الہلال کی ایجنسی

ہندوستان کے تمام اردر، بنگلہ، گجراتی، اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے، جو بارجور، ہفتہ وار ہونے کے، روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے۔ اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں، تو اپنے شہر کیلئے اسے ایجنٹ بن جائیے۔



جنمیں متعدد قسم اور خوشبو کے تیل ہیں، اور اسمیں شک نہیں کہ خوشبو ہر شیشی کی اپنے حال پر شادد ہے۔ علاوہ خوشبو کے لیبل پر ظاہر کیا گیا ہے کہ مقربی دماغ، اور بالوں کی مضبوطی اور افزائش کا ذریعہ ہے۔ جناب حاذق الملک نے اسکی خریدوں کا اعتراف کیا ہے اور بعض دیگر حضرات کی سندرات بھی موجود ہیں۔ پس ضرور ہے کہ اسکی تصدیق کی جائے۔

رہی خود اپنی رائے، تو صاحب کارخانہ نے تیل تو بھیج دیا لیکن تجربہ ذاتی کیلئے سرور بل کہاں سے لائے؟ دماغ عطر پیدراہن نہیں ہے غم آراگی ہائے صبا کیا؟

کلکتہ کے کارخانوں کا تیل بکثرت فروخت ہوتا ہے۔ لیکن بہتر ہوگا کہ لوگ اس نئے کارخانے کی ہمت افزائی کریں۔ شاید اس جامعیت سے تمام پھولوں کے تیل اور کسی کارخانے میں نہیں بنتے اور پھر اسقدر ارزانی بھی نہیں۔ یورپ کے موجودہ اصول تجارت و تنظیم و ترتیب کے ساتھ ملک میں اس طرح کے کارخانوں کا کھلنا یقیناً ہماری ہمت افزائی کا مستحق ہے۔

## ترکی کے کارخانے کی توپیاں

شیخ سلطان محمد صاحب - ہیشار دیر - جالندھر

ترکی توپیوں کا استعمال اب اس درجہ بڑھ گیا ہے کہ کچھہہ عرصے کے بعد یہ بھی ہندوستان کی ایک مخصوص و وسیع تجارت سمجھی جائیگی، مگر یورپ نے صرف ہمارے اجسام و افکار ہی کو غلام نہیں بنایا ہے، بلکہ ہماری ضروریات اور مایحتاج پر بھی اسی کی حکومت ہے! یہ کیسی بد بختی ہے کہ جو چیز ترکوں کے لباس کا جزو لاینفک ہو، وہ اٹلی اور اسٹریا سے لی جائے!

مدیري معاملات ترکی میں کسی ایسے کارخانے کے وجود سے ہمیشہ بے خبر رہی، جہاں عمدہ ترکی توپیاں بنتی ہوں۔ سلطان عبد الحمید نے ایک کارخانہ قائم کیا تھا مگر معمولی توپیوں کا، جو صرف سپاہیوں کے کام آتی تھیں، یا خستہ خانہ ہمایونی کے یتیم بچوں کو دی جاتی تھیں۔

پچھلے دنوں جب اطالی مصنوعات سے نفرت کے جذبات لوگوں میں پھیلے، تو اکثر لوگوں کو خاص ترکی کے کارخانے کی بنی ہوئی توپیوں کی تلاش ہوئی۔ شیخ صاحب نے اسی زمانے سے خط و کتابت شروع کر دی تھی۔ اب انکو ایک کارخانے سے انتظام کا موقع ملا گیا ہے، اور انکا بیان ہے کہ جو توپیاں انکے اسٹاک میں آگئی ہیں، وہ خاص قسطنطنیہ کے ایک کارخانے کی بنی ہوئی ہیں۔

اگر یہ بات ہے، تو واقعی انہوں نے نہ صرف ایک عمدہ تجارت کا دروازہ کھولا، جسکے فریقین تجارت مسلمان ہیں، بلکہ ایک وقت کی نہایت ضروری خدمت انجام دی۔

ایک توپی انہوں نے بطور نمونے کے بھیج دی ہے۔

ترکی توپیوں کا میں صاحب تجربہ و نقاد نہیں، کیونکہ کبھی ارڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا، لیکن بظاہر انکی عمدگی کیلئے یہ امر ضروری نظر آئے ہیں کہ اندر کپڑے کی بذات نہو، کاٹے تو بالکل بانٹ کی سی اندرونی ساخت نکلے، قمش نرم ہو، اور دہارت زیادہ نہو، سطح کی پندہ دار جلد بالکل مسطح اور مڈل ریشم کے ہو۔

## مراسلہ آستانہ

## اولین ہئیۃ ہلال احمر ہندیہ

مسٹر سید حسن عابد جعفری آرڈری سکریٹری اولین ہلال احمر ہندوستان قسطنطنیہ  
یہ چند سطور پبلک کی اطلاع کی غرض سے ارسال خدمت  
ہیں۔ براہ کرم ان کو اپنے اخبار میں جگہ عنایت فرمائیگا۔  
مجھ کو افسوس ہے کہ چند ہندوستانی اخبارات و نیز چند دیگر  
حضرات نے ”غریب مسلمانان بمبئی کے طبی مشن“ کو ”اول  
ہندوستان ہلال احمر“ کے نام سے مضطرب کیا ہے۔ میں اس  
ناجائز پالیسی کی تردید پہلے کرچکا ہوں لیکن مجھے خوف ہے کہ

ہندوستان کے بعض مسلمان  
ابھی تک پورے حالات سے  
مطلع نہیں ہوئے ہیں۔  
لہذا میں دوبارہ اطلاع دیتا  
ہوں۔

”غریب مسلمانان  
بمبئی کا طبی مشن“ ہمارے  
طبی مشن کے بعد  
قسطنطنیہ میں وارد ہوا اور  
ہم سے کئی ہفتوں کے بعد  
اُس نے کام شروع کیا۔ ہمارا  
مشن جسکا نام ”اول  
ہندوستان ہلال احمر“  
ہے، لندن سے آیا۔ اس کے  
بانی مسٹر سید محمد  
حسین - بی - اے -  
(آکسن) ہیں - اور ڈائریکٹر  
مسٹر سید آل عمران جینیز  
کالج (اکسفورڈ) ہیں -  
ہمارے مشن نے حیدر پاشا  
خستہ خانہ میں کامیابی کے  
ساتھ خدمات انجام دیں -  
اور ہم کو عثمانی ہلال احمر  
نے ”برنجی ہندوستان ہلال  
احمر ہیئتی“ کا نام دیا ہے  
اور تمام خط و کتابت میں  
اسی نام کا ہمیشہ لحاظ  
رکھا ہے - علامہ ازیں ترکی



مسلمان متعلمین انگلستان کی ”ہئیۃ طبیۃ ہلال احمر“

نواب سید محمد حسین - بی - اے - آکسن (حیدر آباد دکن) - ڈاکٹر عبد الغالی سلیم (قاہرہ) -  
سید حسن عابد جعفری (آگرہ) - مسٹر عبد الحق (حیدر آباد) - مسٹر آل امام (نئی دہلی) -

اخبارات، و نیز سرکاری رنیم سرکاری کاغذات، رجسٹر وغیرہ  
وغیرہ میں بھی انہی اصول پر کارروائیاں عمل میں آئی ہیں۔ ایسی  
مرزت میں اگر کوئی طبی مشن اس بات کا دعویٰ کرے کہ وہ  
”برنجی (۱) ہندوستان ہلال احمر ہیئتی“ ہے، تو بالکل غلط ہوگا۔  
اور ہم کو مجبوراً اسے مشن کے خلاف قانونی کارروائی کرنی پڑیگی۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ہمارے مشن نے نام و نمونہ کی  
خواہش کبھی نہ کی۔ ہم ہندوستانی طالب علم انگلستان کی  
درسگاہ آکسفورڈ میں مقیم تھے۔ لیکن ترکی کے مصائب کی کیفیت

(۱) ”برنجی“ ترکی زبان میں فارسی کے ”نفسین“ کے معنی میں آتا ہے۔  
یعنی ”پہلا“ (الہلال)

سے بیتاب ہوکر، اور اپنی تعلیم و جملہ دنیاوی خواہشات پر لعنت بھیجکر  
خدمت اسلام کی خاطر قسطنطنیہ میں آئے، اور مجھے اس امر سے  
مسرت ہے کہ ہماری مشن کا نمبر اول رہا۔ ہم نے زمانۂ قیام استنبول  
میں کسی سے اپنی امداد نہ چاہی، اور نہ اپنی مقاصد کے انجام  
دینے کے لیے دست سوال دراز کیا۔ جو کچھ بھی ہم مسلمان طالب  
علموں سے ممکن تھا، وہ ہم نے اپنے ذاتی رویہ سے کیا، اور ترک  
مہجروحین کی خدمت میں حتی الوسع کوشش کی۔ اگر میں  
اپنے مشن کے پورے حالات سے اطلاع دوں تو مضمون نہایت طواری  
ہو جائیگا۔ میں عنقریب اپنے مشن کی رپورٹ شایع کرونگا، اُس کے  
ذریعہ مفصل حالات پبلک تک پہنچ جائیں گے۔

مقام شرم و حیرت ہے کہ بعض مسلمان اخبار اور بعض ہم وطن

مسلمان ہماری خدمات کا  
اعتراف کرنا بھی عار سمجھتے  
ہیں اور بجائے اظہار مسرت  
کے زہر آلود نا پاک نگاہوں  
سے ہماری کوششوں کو  
دیکھتے ہیں۔ مجھ کو ان  
باتوں کے لکھنے کی ضرورت  
نہ تھی، لیکن سخت نا  
انصافی ہوگی اگر میں اپنے  
مشن اور اپنی شیر دل  
نوجوان مسلمان ممبروں کے  
حقوق کو نظر انداز کردوں۔  
جن حضرات کو طبی مشن  
کے بنانے اور بھیجنے کا تجربہ  
ہے، وہ خوب جانتے ہیں  
کہ اس سے زیادہ دشوار اور  
ہمت آزما کام کم ہوئے ہیں  
اور ایسی خدمات عمر و  
پدک چندوں کے ذریعہ سے  
انجام دی جانی ہیں۔  
لیکن یہ فخر صرف ”برنجی  
ہندوستان ہلال احمر“ ہی  
کو حاصل ہے کہ سب سے  
پہلا ہندوستانی مشن ہے  
اور بعض چند نوجوانوں کے  
سرمایہ سے بنا ہے، اور پھر ان  
نوجوانوں نے صرف رویہ  
ہی سے امداد نہ کی، بلکہ

خود استنبول آئے اور مہجروحین کے علاج و تیمارداری میں ہمہ  
تن مصروف رہے!!

اگرچہ ہمارے دل مصائب اسلامیہ و نیز تکالیف مہجروحین کے باعث  
غم سے چور ہیں اور ہم سر بکف خدمت اسلام کے لیے تیار ہیں، اور  
انشاء اللہ تادم آخر رہیں گے، لیکن یہ تو ہمیں کسی طرح منظور نہیں  
کہ ہمارے ہی ہم مذہب اور ہمارے ہی ہم وطن ہمارے کوششوں  
پر خاک ڈالیں اور شرمناک طریقہ پر ہمارے اول ہونیکے فخر جائز کو  
ہم سے چھیننے لگی کوشش کریں! ہم کسی صلے یا انعام کے خواہش  
مند نہیں ہیں۔ ہم کسی عزت مزید یا اقتدار کے حاجت مند  
نہیں ہیں۔ ہم مسلمان ہیں، ہماری محنتوں اور کارشوں کا نعم  
البدل صرف رضاء الہی ہے (بس اسی کو پیش نظر رکھیے - الہلال)

کہ ”کیا یہ صحیح ہے کہ قسطنطنیہ عرش خلافت ہے اور سلطان رزم خلیفۃ المسلمین ہیں؟ کیونکہ خلافت صرف تیس برس تک قائم رہی“ لیکن میں یہ کہنے کیلئے مجبور ہوں کہ نامہ نگار مورخ غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ وہ خلیفۃ الرسول اور امیر المومنین کو ایک سمجھتے ہیں۔ خلیفۃ الرسول کا زمانہ تیس برس تک رہا لیکن امیر المومنین سلاطین اسلامیہ کو علمائے لکھا ہے اور کل کا اس پر اتفاق ہے۔ تمام اسلامی دنیا سلطان معظم کو امیر المومنین تسلیم کرتی ہے اور علماء اسلام اس میں متفق الرائے ہیں۔ خطبوں میں اس نام کو دعا دی جاتی ہے، اور کل خاص و عام آمین کہتے ہیں۔ کیا (ترمذی) کی حدیث نامہ نگار مورخ کی تشفی کے لیے کافی نہیں کہ من اھان سلطان اللہ فی الارض، اھان اللہ؟ سلطان المعظم کو امام المسلمین کل مسلمان مانتے ہیں۔ اور ایسا ماننا واجب ہے حدیث میں وارد ہے: من مات ولم يعرف امام زمانہ فقد مات میئۃ الجاہلیۃ۔ امام مسلمانوں کا مسلمان ہی ہونا چاہیے۔ اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا: ماجعل اللہ للکا فرزند علی المومنین سبیل۔ پھر جب مسلمانوں کا قید امام میں رہنا طے پا چکا، تو آج سوائے سلطان المعظم کے کون اس کی قابلیت رکھتا ہے، اور مستحق ہو سکتا ہے؟ خادم حرمین شریفین کے سوا کسی کو نہیں پہنچتا کہ وہ امیر المومنین یا امام المسلمین کہلارے۔

مذہبی پیرایہ کے علاوہ سیاسی نظریے دیکھیے۔ یہ زمانہ نہایت نازک ہے۔ ہمارے کسیکو اپنا خلیفہ ضرور مان لیں اور رشتہ اتحاد قائم رکھیں ورنہ کوئی مرکز سیاسی پیدا نہوگا۔ انکا یہ بیان کہ ”کعبہ مقدس جب خدا کا گھر ہے تو خدا اپنے گھر کی آپ حفاظت کرلیگا“ قریب قریب اس قسم کی گفتگو ہے، جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کی تھی کہ: فاذهب انت والہک فقاتلا، انا ہاھنا قایدون || الحمد للہ کہ یہ مسالک کسی مسلمان کا نہ کہی تھا اور نہ قیامت تک ہونیوالا ہے۔ کعبہ تو کعبہ ہے۔ اگر خدام کعبہ پر غنیم کی زیادتی ہو تو کل مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنی جان و مال نثار کر دیں اور اللہ کیلئے آتھہ کہتے ہوں۔

آخر میں میں قوم کو ایسے لوگوں سے متنبہ کیے دیتا ہوں، کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی خرد غریبی سے ایسے موقع پر کچھ مضامین شایع کر کے اپنی سرخروئی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جس وقت کہ جنگ طرابلس ہوئی تو پنجاب سے بھی ایک ایسی ہی مدد آئی تھی۔

میرے ایک دوست جو امرتسر میں تھے، انہوں نے اس کی نسبت لکھا تھا:

”آپے مسٹر..... کا خط پانیپت میں ملاحظہ کیا ہوا۔ اس کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ مسٹر مورخ سرکاری ملازمت کے خواہاں ہیں اور حال میں آنکھیں در خواست مع سفارش کے گورنمنٹ کی خدمت میں جا چکی ہے۔“ !!

— سر سید احمد خان —

## اطلاع

دفتر الہلال کے ذریعہ پریس کا تمام سامان، اور لیتھو اور ٹائپ کی مشینیں، نئی اور سکینڈ ہند ملستکی ہیں۔ ہر چیز دفتر اپنی ذمہ داری پر دیگا۔ سردست در مشیدیں فرخت کیلئے موجود ہیں:-

پر بہت زور دیا تھا، مگر اس بات کو نظر انداز کر دیا۔ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ حالانکہ مقاطعہ و ملکی صنعت و حرفت کا ترقی پانا ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہے۔ سر جیمس مسٹن نے گورکھ پور کی اسپینج میں فرمایا تھا کہ مقاطعہ کے خلاف میری جتنی قوت ہے، میں صرف کرونگا، لیکن ایسی بے معنی باتیں تو انٹرنیشنل میں آتی ہیں۔ مدعا میرے لکھنے کا یہ ہے کہ باشندگان یورپ پر اس کا کیا اثر پڑ رہا ہے اور اس کی کامیابی انکی برادری کا باعث ہے یا نہیں؟ مسٹر احتشام الحق اگر کلکتہ میں ہوتے تو انکو میں دکھاتا کہ یہاں کے ”در لکھی سیل“ بند ہو جائیے مانچسٹر اور لنکا شایر کے کارخانے دو ہفتہ تک بند رہے۔ دنیا میں ہر کام ممکن ہے، لیکن کوشش شرط ہے۔ ایک چیز جو چین کے لیے کامیاب ہو، ترکوں کے لیے کارگر ہو۔ وہ ہندوستان میں کیوں نہیں مفید ہوگی؟ شاید یہ خیال گذرتا ہو کہ گورنمنٹ اسے روکیگی، لیکن یہ اس وقت ممکن ہے، جبکہ اس کی عملی تالیف میں بے عزوانی کیجیے، اور وہ موجب خلل رفاہ عام و نظم و امن ہو۔ میرے دلوں کوئی نہیں بدلسکتا۔ اگر میں دیسی چیزوں کو لیں اور یورپین ساخت کی چیزیں نہ لیں، تو اس سے سرکار بہادر کیوں ناراض ہوگی؟ بہر کیف میں مسٹر مورخ سے فقط یہی سننا چاہتا ہوں کہ اگر مقاطعہ ممکن ہے تو وہ اس کے حامی ہیں یا نہیں؟ امرا اس کام کو شروع کریں۔ عوام الناس ضرور متابعت کریں گے۔

اس کے بعد اپکا نامہ نگار (قرض حسنہ) پر بحث کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہے کہ ”میری رائے قانوناً درست ہے“..... اس کی وجہ یہ ہے کہ انتظام سلطنت قابل تحسین نہیں“ اور ”وہ روپیہ بعض غدار اہلکاران سلطنت کے پرائیوت خزانے میں پہنچ جائیگا اور ان کے لیے مزید عیش و عشرت کا سامان مہیا کرے گا“ اور شکست کی وجہ یہ ہے کہ ”ترک مزے سے میٹھی نیند سو رہے تھے“۔

بریں عقل و دانش بیدار گریست

اپکا نامہ نگار اگر (Capital) ”کیپٹل“ کا H. E. ”ای۔ ایچ“ فہر تو کم سے کم اس کا خیال معلوم ہوتا ہے۔ ترکی انتظام سلطنت پر میں اوپر بحث کر چکا ہوں اور زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں، لیکن دوسرے امر کی نسبت مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ کیا انکا کانشنس ایسے بہتان عظیم کے لکھنے سے ممانع نہوا؟ وہ ترکی سلطنت، جو کہ آئے دن دشمنوں کے شکنجوں میں پھنسی ہوئی ہے۔ وہ ترکی سلطنت، جسے چاندی کی زنجیروں میں دشمنوں نے جکڑ لیا ہے۔ وہ، جسے ایک منٹ کی فرصت بھی نہیں دی جاتی کہ اپنی حالت کو درست کرے۔ وہ، جو حفظ اسلام کے لیے اپنی رعایا کی خون کی ندیاں بہا رہی ہے، اور وہ آخری دولت اسلامیہ، جس کے فرزند تمام دشمنان اسلام کے مقابلے میں تنہا سینہ سپر ہیں اور اپنی جان و مال کو قربان کر رہے ہیں، کیا ہندوستان کے چند لاکھ روپیہ کو غصب کر لیں گے؟ حیف صد حیف مسٹر مورخ کی سمجھ پر۔ وہ فی الحقیقت اپنے دل میں اسلام کا کچھ درد رکھتے تو انکے قلم سے ایسی بات ہرگز نہ نکلتی۔ قرض دینا ہمارا فرض ہے۔ حساب لینا خدا کے ہاتھ میں۔ ہمیں اس کی پورا ہی نہیں کہ روپیہ کیسے خرچ ہو؟ ہم کو تو اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔

”ترک میٹھی نیند سو رہے تھے“۔ کاش یہی ہوتا کہ ترکوں کو تھوڑے عرصہ تک میٹھی نیند سو لینے دیا جانا، تو آج یہ نتیجہ نہ نکلتا۔ انکو تو صدیوں سے ایک لمحہ کی بھی راحت نصیب نہیں۔ آخر نامہ نگار مورخ سلطان المعظم کی خلافت پر شک کرتا ہے اور پہنچتا ہے اور وہ بھی نہایت پر معنی سادگی اور ہوشیاری سے



(۶) اس وقت کی داک میں ”شہدال“ پہنچا - اسمیں بی بی آپ لوگوں کا وہ گروپ چھپ گیا ہے، جسکی ایک کاپی آپ نے مجھے بھیجی ہے - اسکے نیچے جس طریق پر آپکے کاموں کا ذکر کیا گیا ہے وہ توصیف و تعریف میں درج ہوئے ہیں - پس کام کیجیے اور صرف کام کیجیے - ان بحثوں سے کچھ حاصل نہیں - مطمئن رہیے کہ ہم لوگ آپکی خدمات کے معترف، اور آپ لوگوں کی اس خدمت جلیل کے تہ دل سے شکر گزار و مداح ہیں -



## دعوت الہلال

کی اشاعت عمومی

’ز جناب حکیم غلام غوث صاحب طبیب برناتی خان ہر (بہار ہر)



السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -

الہلال کی وقعت و عظمت جو لوگوں کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے، وہ اظہر من الشمس ہے - کمال کی قدر زمانہ خود بخود کرتا ہے، اور صداقت کو رحمت الہی سے بلا واسطہ نشر و نما ہوتا ہے - جہاں تک دیکھا جاتا ہے، الہلال فیک نیقی اور خلوص کے ساتھ عظیم الشان کام کر رہا ہے، آپ فی نفسہ اپنے لیے لوگوں کی ستائش کو پسند نہیں کرتے، اور میں بھی جانتا ہوں کہ حدیث

شریف میں ہے: احشوا التراب فی وجہ المداحین - یعنی مدح کنندگان کے منہ میں مٹی ڈالی جائیگی، لیکن ساتھ ہی اسکے معبر علم ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے: من لم یحمد الناس

لم یحمد اللہ یعنی جو شخص آدمی کی ستائش نہیں کرتا، خدا کی ستائش بھی نہیں کریگا -

میرے عقیدے میں الہلال کا شکریہ ادا کرنا خدا ہی کا شکر بجالانا ہے کہ اس سے عقاید صاف ہونے لگے، کفر کی آلودگی اور بدعت کا زنگ جاتا رہا، غلامی کے جال سے نکلنے کا احساس ہوا، جہود دفع ہو گیا، اسلامی حرارت جوش میں آئی، اور خمود جاتا رہا - فالحمد لله علی ذالک -

الہلال کی توسیع اشاعت وغیرہ کے متعلق ارباب بصیرت کی رائے اکثر نظر سے گذرتی ہے - جن دنوں جناب کا ارادہ روزانہ الہلال اور ماہوار البیان جاری کرنے کا ظاہر ہوا تھا، تو ایک صاحب نے رائے دی کہ روزانہ کے ارادہ کو ملتوی کیا جائے اور البیان نکالا جائے، تاکہ آپ زیادہ مشکلات میں نہ پھنسیں اور ممکن ہے کہ کثرت اشغال سے الہلال ہفتہ وار پھیکا پڑ جائے - میں نے اس رائے سے اتفاق کیا تھا -

ان دنوں ایک صاحب نے الہلال کے عام کر دینے کی تحریک کی ہے، اور یہ تجویز پیش کی ہے کہ تصویر سے معرا، معمولی کاغذ پر عام لوگوں کے لیے بھی چھپا کرے اور قیمت کم کر دی جائے تاکہ کم استطاعت لوگ بھی فائدہ اڑھاسکیں - گویا در قسموں میں تقسیم ہوا کرے: ایک خاص، دوسرا عام -

افسوس ہے کہ میں اس سے اتفاق نہیں کر سکتا - وجہ یہ کہ میرے ذہن میں یہ بیٹھا ہوا ہے کہ الہلال کی وقعت کا سبب، معنوی خوبیوں کے ساتھ صوری حسن کا جزو لاینفک بھی ہے - ماننا کہ:

حاجت مشاطہ نیست روے دلارام را

لیکن ابھی ملک میں علمی مذاق نے یہاں تک ترقی نہیں کی کہ حقیقت شناسی کا مادہ صورت پذیر ہو چلا ہو - ہنوز دلی دور ہے -

ایک کہتا ہے کہ تم لڑتے جھگڑتے تھے، مگر شکر الہی بجا لاؤ کہ ہم نے اپنی جماعت سے ایک سالار لشکر تمہیں مرحمت فرمایا - دوسرا کہتا ہے کہ یہی تو تمہارا دسیسہ مخفی ہے - مگر وہ تو بتلاؤ کہ جبکہ اسمٰن کے نیچے آوارہ گرد دشت غربت و مصائب تھے، اور لندن کے پیچھے ہوئے وہ خیمے، جنگے انتظامات اور مصارف عظیمہ پر تمہیں فخر و غرور تھا، تمہارے لیے بالکل بیکار ہو گئے تھے، تو پھر اس وقت کون تھا، جس نے تمہارا ہاتھ پکڑا، اور اپنے خیمے دیکر ایک تاریخی کارنامہ عظیم انجام دیا؟

ہماری بدبختی کے جو خال و خط اس شریفانہ ارضاع و خصال کے موقع سے نمایاں ہوتے ہیں، ان سے قطع نظر، صرف اسی بات کو دیکھیے کہ جو بد بخت و زبون طالع قوم لاکھوں روپیہ ہمیں ان کاموں کیلئے بے غل و غش دیدیتی ہے، اسکے لیے یہ حالات کیسے درد انگیز ہونگے؟

جب ہندوستان سے مشن جارہے تھے، تو میرے ایک عزیز درست نے پیشین گوئی کے لہجے میں کہا تھا: ”یہ بہت اچھی بات ہے، لیکن چشم تصور سے کام لیتا ہوں تو اپنے تئیں قسطنطنیہ کی سڑکوں پر پاتا ہوں، اور دیکھ رہا ہوں کہ ہندوستانی مشنوں کے ممبر باہم دگر ایک دوسرے سے کتے ہوئے ہیں - منہ سے فحش و دشنام و سخط، ہاتھ حریف کی گردن پر جما ہوا، اور سر سے پیر تک خاک و گل میں آلودہ!“

میں ہنسا اور کہا کہ خدا نخواستہ اسکی نوبت کیوں آنے لگی؟ وقت کے جذبات اور مصائب کی حسیات نے اب ہمیں بدل دیا ہے - اسمیں شک نہیں کہ خدا نخواستہ کسی ایسی صورت کی خیر تو اب تک نہیں آئی ہے اور خدا نکرے کہ آئے، لیکن باہم تعارف و تعاون اور چارہ جوئی عدالت تک کے حالات تو سامنے آگئے ہیں -

(۳) خیر یہ حالات تو ان رفود کے ہیں جو ہندوستان اور انگلستان کے باعنا نڈ ہندوستان گئے - پھر یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ بھی ان بحثوں میں اپنا وقت ضائع کرنے لگے اور عدالت کی چارہ جوئی کا ذکر کرے، ہماری بد بختیوں کو آرزو زیادہ درد انگیز کر دیا؟

خدا کیلئے اب آپ ان راقعات میں آکر ایک کا تو اضافہ نہ کیجیے - پیشتر ہی سے ان مشنوں کی بدولت ہماری رسوائی کا کافی سامان ہر چکا ہے -

(۴) میں اسکو پورے طرز پر تسلیم کرتا ہوں کہ آپ واقعی سب سے بڑی پہنچ، اور ابھی یہاں تک کوئی مشن نہیں پہنچا تھا کہ اپکا خط مجھے ترکی سے ملا، لیکن اگر کوئی نادان آدمی اسکو ایک بہت بڑا نفعہ افتخار سمجھ کر آپکے سینے سے اتارنا چاہتا ہے تو خود ہی اتار لڑھینگ دیجیے - یہ کونسی دولت عظمیٰ اور سعادت کبریٰ ہے کہ پٹر فیلس، اور اسکو قارون بنادیگی؟ جانے دیجیے - آپکو بغیر بحث و تعقیب، صرف اپنے کاموں کی ایک سنجیدہ رپورٹ شائع و دینی چاہیے اور بس، ہر شخص دیکھ لیگا - لوگوں کے پاس نفل اور سمجھہ ابھی کچھ نہ کچھ باقی ہے -

(۵) آہ! آپ لوگوں کے اول اور دوم ہونے کو کیا سونچیں کہ اپنی بہت معلوم نہیں، اب جو کچھ گذر رہا ہے، یہ آخری ہے، یا بنی بربادی کی پہلی قسط ہے؟

ایک ایسے نازک موقع پر ہندوستانیوں کی ایک جماعت رہاں وجود ہے - اگر کام کرنا مقصود ہوتا تو کیسے کیسے عظیم الشان امور انجام پاسکتے؟ ہم یہاں بیٹھے بیٹھے مضطرب ہیں اور بارہ بارہ صفحوں کے خط ہر داک میں بھیجتے ہیں - ان لوگوں کیلئے کام ہوتا تو ان بحثوں کے سونچنے کی مہلت ہی نہ نکلتی -

اُج اگر ترکی میں ہندوستان کا ایک کارکن فرد موجود ہو، تو انہوں کہ وہ کیا کچھ کر سکتا ہے -

بحث میں پڑے ہیں، اور اس کے پیچھے اپنی بہترین قراء عمل کو بے دریغ خرچ کر رہے ہیں، انکی اس سعی میں، اور اس جوش و مستعدی میں، جس نے انکو قسطنطنیہ کے شفاخانوں میں پہنچا یا، کیا فرق ہے؟ ہم دیکھتے ہیں کہ جس شوق و مستعدی سے آپ، ممبران بمبئی مشن، اور ممبران ڈاکٹر انصاری مشن خدمت اسلامی میں حصہ لینے کیلئے دروازے تھے، تقریباً اتنے ہی جوش سے بدبختانہ بحث اوریت و عدم اوریت، و ترجیح و افضلیت، و منافست و مسابقت، و با ہم دگر تعاند و تباغض، و تحقیر و تفضیح و شذاعت کیلئے بے تابانہ رہے اختیارانہ دروازے ہیں! پھر فرمائیں کہ ہم بدبخت، اور اپنی بد بختی کے ان مناظر شذیعہ و معزہ دیکھنے والے بد بخت مسلمانان ہند، کس جوش کو اپنے سامنے لائیں، اور کس کو نظر انداز کریں؟ کس کو یاد رکھیں، اور کس کو بھلا دیں؟ کس کی داد دیں، اور کس پر تبرا بھیجیں؟ فاین تذہبون؟

عزیزان من! یہ کیا بد بختی ہے، جو ہم کو کسنی عالم میں بھی نہیں چھوڑتی؟ اگر دشمن ہم کو زندہ رہنے کا اب مستحق نہیں سمجھتا تو کیوں اس فیصلہ پر تم بھرم ہو؟ تم کیوں دنیا میں زندہ رہو، جبکہ خود تمہارے اعمال کا یہ حال ہے؟ ایک طرف تو لاکھوں فرزندان اسلام کی گردن سے خون کے فورے بلند ہو رہے ہیں، اور دوسری طرف تم لوگوں کے حلق سے خود پرستی اور خود نمائی، غرور و ادعا، اور نمائش و مباہات کا ایک سیلاب غلیظ ہے، جو کسی طرح بند ہی نہیں ہوتا! ایک مشن جاتا ہے مگر تین تین آدمی اسکی ملکیت کے مدعی بن بیٹھتے ہیں، اور اس زور و شور سے اپنے اپنے دعاری پیش کرتے ہیں، گویا پوری ایک صدی کی موروثی جائداد تمہی حوران فدائیان اسلام سے چھن گئی! اس کے بعد قسطنطنیہ پہنچکر، ایک دوسرے سے لوتے جھگڑتے ہیں، جوتیوں میں دال بٹتی ہے، اور ایک دوسرے کو الزام دیتے ہیں۔ پھر عین اس وقت جبکہ ایڈریا نوبل کے سقوط اور مسجد سلیم کی محرابوں کے نیچے ملائندہ بخاری کے پہننے کی ہم خبر سنتے ہیں، یہ بشارت اسلامی بھی سننے میں آتی ہے کہ خیموں کے اندر لوتے جھگڑنے کے بعد اب ترکی کی عدالتوں میں بھی معاملہ پہنچنے والا ہے اور ڈاکٹر انصاری کو نوٹس دیدیا گیا ہے۔ گویا اب تک تو شاید خیموں کے اندر باہم لوتے جھگڑتے تھے اور پھر بھی کسی ترک افسر کے آنے کی خبر سنکر لوگ آدمی بنکر بیٹھ جاتے تھے، لیکن اب ترکی عدالت میں علانیہ مسلمانان ہند کی عظمت اسلامی، اور جوش دینی، و غیرت ملی کے نمونے پیش کر دیے جائیں!!

اس پر بھی بس نہیں کیا جاتا۔ ایک کہتا ہے کہ زیادہ نہ بڑھو، ورنہ میں تمہارا پردہ فاش کردینگا، دوسرا کہتا ہے کہ ذرا ٹھہراؤ۔ عدالت کی بیچ کے سامنے ہو رہیگا، جو کچھ ہونے والا ہے۔ ایک کہتا ہے کہ میرے خیمے کے آگے ایک سرخ جھنڈا لہراتا ہے، اور یہ ایک شرف جلیل اور فوز عظیم ہے، جو بلا شرکت غیرے مجھ کو حاصل ہوا۔ ترکوں کے غول غول آتے ہیں، اور اس کے نیچے برکت حاصل کرنے کیلئے زکرم و سجد کرتے ہیں۔ دوسرا کہتا ہے کہ مان لیجیے کہ یہ سچ ہے، مگر اس سے ہوتا ہی کیا ہے کہ ”عمر کوئی“ کی جگہ ”ہندوستان کوئی“ کے نام کے قرار دینے کی فتح مبین تو ہمارے ہی دست حق پرست پر ظہور میں آئی۔ پہلا اس پر بگڑتا ہے کہ یہ دوسری مداخلت بیجا اور غصب نا جائز ہے۔ اس واقعہ کی صداقت سے انکار نہیں، مگر یہ بھی تو ہمارے ہی صحیفہ فتوحات آستانہ کی ایک سطر جلی ہے!!

لہذا میں اطلاع دیتا ہوں کہ ”برنجی ہندوستان ہلال احمر ہیڈکوارٹر“ ”غریب مسلمانان بمبئی کے طبی مشن“ کا نام نہیں ہے اور نہ وہ مشن اس نام کا کسی طرح حقدار ہے، جیسا کہ عذمانیہ ہلال احمر فیصلہ کر چکی ہے۔ علاوہ ان زبردست شہادتوں کے جنکا بیان آپر ہو چکا ہے، غالباً یہ بے موقع اظہار نہ ہوگا کہ پرسوں شب کو بسیم عمر پاشا افسر اعلیٰ عثمانیہ ہلال احمر نے ہماری دعوت کی تھی، اور اس میں علاوہ ڈاکٹر انصاری ڈاکٹر آل انڈیا میڈیکل مشن - رملری ظفر علیخان ڈاکٹر زمیندار کے، طلعت بے - اسد پاشا - کمال عمر بے - و دیگر حکام ترکی بھی شامل تھے۔ اس موقع پر بھی ہم کو ”برنجی ہندوستان ہلال احمر“ کے نام سے مخاطب کیا گیا تھا اور طلعت بے و چند دیگر بزرگوں نے ہماری حقیر کوششوں کا اعتراف فرمایا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ میرے ہم ملک بھائیوں تک میری یہ تحریر پہنچگی اور وہ آئندہ غلطی نہ کریں گے۔ ہم نے ڈاکٹر محمد حسین مدرسی ڈاکٹر (غریب مسلمانان بمبئی مشن) کو تحریری نوٹس دے دیا ہے کہ جو نیا نام انہوں نے بمبئی مشن کو دینے کی کوشش کی ہے، وہ ناجائز ہے اور اس سے ان کو احتراز کرنا چاہیے ورنہ ممکن ہے کہ معاملہ طول کھینچے۔ ڈاکٹر موصوف نے ہمارے نام کے فارم و نیز مہرین وغیرہ بھی تیار کرائی ہیں۔ ان کو کسی دوسرے کو اس فعل کا کوئی حق نہیں ہے۔ بلکہ جہانک مجھے معلوم ہے ڈاکٹر موصوف نے یہ حرکت بلا اجازت ٹرسٹیان بمبئی مشن کی ہے، اور بعض بیرونی اشخاص انکو اپنے اغراض شخصیت کیلئے اس طرح کی اشاعت کی ترغیب دیتے ہیں اور خود اس مشن کے سرکاری اور دیگر ممبر بھی انکے اس فعل کے مخالف ہیں۔ یہ تحریر بعض بغرض اطلاع اخوان ملتہ شایع کی جاتی ہے۔ ہندوستان کے اسلامی اخبارات نقل فرمائیں تو موجب شکریہ، ورنہ شکایت بھی نہیں۔

## الحلال

### ارسالیات طبیہ ہند

#### اور ہماری ایک نئی قومی رسوائی

اپنے تحریر بھیجی، نیز اپنے مشن کا موقع، دنوں شائع کر دی جاتی ہیں، لیکن مجھے معذور رکھیے اگر اپنے خیالات کے اظہار سے اس موقع پر باز نہ رہ سکوں کہ کوئی اواز آج میرے کانوں میں ایسی نہیں آتی، جو میرے دل مجروح کیلئے ایک نشتر زخم نہ ہو! (۱) آپکی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اور آپکے باہمت پُر جوش ساتھی ”مسئلہ عجیبہ اوریت و آخریت“ کی بعض اشاعت و مساعی کی وجہ سے یہ سمجھنے لگے ہیں کہ ہندوستان میں آپ لوگوں کے اسلام پرستانہ اقدام و اعمال کی بے وقعتی کی جارہی ہے، اور اس خیال سے بہت ملول ہیں، لیکن میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ واقعیت اس کے خلاف ہے۔ ہم لوگ آپکی سعی و مجاہدہ کے مداح، اور اس جوش خدمت مجاہدین اسلام کے تہ دل سے معترف ہیں۔ جبکہ ہندوستانی متعلمین فزنگ کی نسبت برسوں سے ہماری معلومات پر غم، اور اطلاعات و نتائج یاس انگیز تھے، ہم نے مسرت و انبساط کے عالم میں سنا کہ آپ لوگ اپنے تمام اشغال کو ترک کر کے، نقصان مال و ترک راحت جسم گوارا کر کے، بغیر اعانتہ خارجی، محض اپنے جوش و ولولہ سے قسطنطنیہ پہنچے، اور خدمت گزاری اخوان مجاہدین میں مصروف ہو گئے! فجزاکم اللہ تعالیٰ عن الاسلام و المسلمین خیر الجزاء! و انظر اللہ امثالکم، و ثبت اللہ اقدامکم۔

(۲) لیکن معاف فرمائیگا، میں اس امر کے سمجھنے سے بالکل قاصر ہوں کہ جو لوگ اپنے ”پلے“ اور ”دوسرے“ ہونے کی





## مميزان

میں جہاں تک خیال کرتا ہوں الہلال کی وقعت کے اسباب صوری اور معنوی محاسن کے ساتھ ساتھ گرائی قیمت بھی ہے اور فاکٹرز ہے۔ ہر چیز جو مشکل سے ہاتھ آتی ہے، عزیز بھی ہوتی ہے۔

اگر عام کر دیا جائے تو بجائے اس کے کہ شرق سے پڑھا جائے اور جلد بند ہوا کر رکھا جائے، عام اخباروں کی طرح بازار میں عطاروں کے یہاں کاغذاتِ ردی کے نرخ پر فروخت ہونے لگے گا۔ چونکہ مذاقِ علمی نے ابھی دلوں میں جڑ نہیں پکڑی ہے، سب لوگ اوزاں قیمت کی طرف جھک پڑینگے، اور یہ لطف نہیں رہیگا۔ یا اینہمہ قیمت موجودہ کچھ بھی گراں نہیں ہے۔ بلکہ میرے نزدیک تر: نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

میری رائے یہ ہے کہ الہلال کو اسی آب و تاب میں رکھا جائے اور کسی قسم کی تبدیلی نہ کی جائے۔ البتہ البیان کے جاری کرنے میں جلدی کی جائے۔ الہلال میں خبروں اور مباحث و آراء سیاسیہ کے عنوان بڑھائے جائیں۔ اور البیان کو تطبیق معقول و منقول اور اسلامی تاریخ اور علوم کے زندہ کرنے کیلئے وقف کر دیا جائے۔ تقطیع چھوٹی اور مرزوں کتابی ہیئت میں رکھی جائے۔ نیز روزانہ الہلال کے ارادہ کو سر دست ملتوی کر دیا جائے۔

آرزو ہے کہ جس مہینہ سے البیان جاری ہو، اُس مہینہ کے نام سے مچھکو اطلاع بخشیں۔ خریداری کی بابت میں نے پیشتر عرض کر دیا ہے کہ بلاپرسش ڈی۔ پی روانہ ہو۔ مگر مہینہ کے نام سے آگاہ کرنے کی ضرورت یہ ہے کہ ایک افتتاحی مضمون لکھونگا۔ جسکا عنوان مادہ تاریخ سے رکھونگا۔ پھر درج ہونا نہرنا پسندیدگی پر ہے۔

امید کہ اس ناچیز عریضہ کو الہلال میں کہیں جگہ  
ضرور عنایت فرمائیں گے، تاکہ ارباب راے کو اس تحریک میں  
راے دینے کا موقع ملے والسلام۔ (ایندہ ہفتے جراب عرض کرونگا۔  
ایڈیٹر)

منشی احتشام علی صاحب سکریٹری مال  
ندوة العلماء

( جناب ضیاء الحسن صاحب علمی - مقیم - ریسید کورٹ - علی گڑھ کالج )

تسلیم - آپ نے اپنی گذشتہ اشاعت میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے قارئین پر بحث کرتے ہوئے ایک موقع پر جناب منشی احتشام علی صاحب قبلہ کے متعلق یہ تحریر فرمایا ہے کہ عشرہ محرم میں بمبجبری انہیں لکھاؤ چھوڑنا پڑا ہے - غالباً جن ذرائع سے یہ علم آپ کو ہوا ہے انکواراعات کے متعلق غلط فہمی ہوئی، ورنہ یہ ایک بالکل بے بنیاد بات ہے - مجھے امید ہے کہ آپ اس جملہ کی تردید کریں گے اور بمصداق ”صاحب البیت ادری بما فیہا“ میرے بیان کی توثیق فرمائیں گے -

## التمهيد

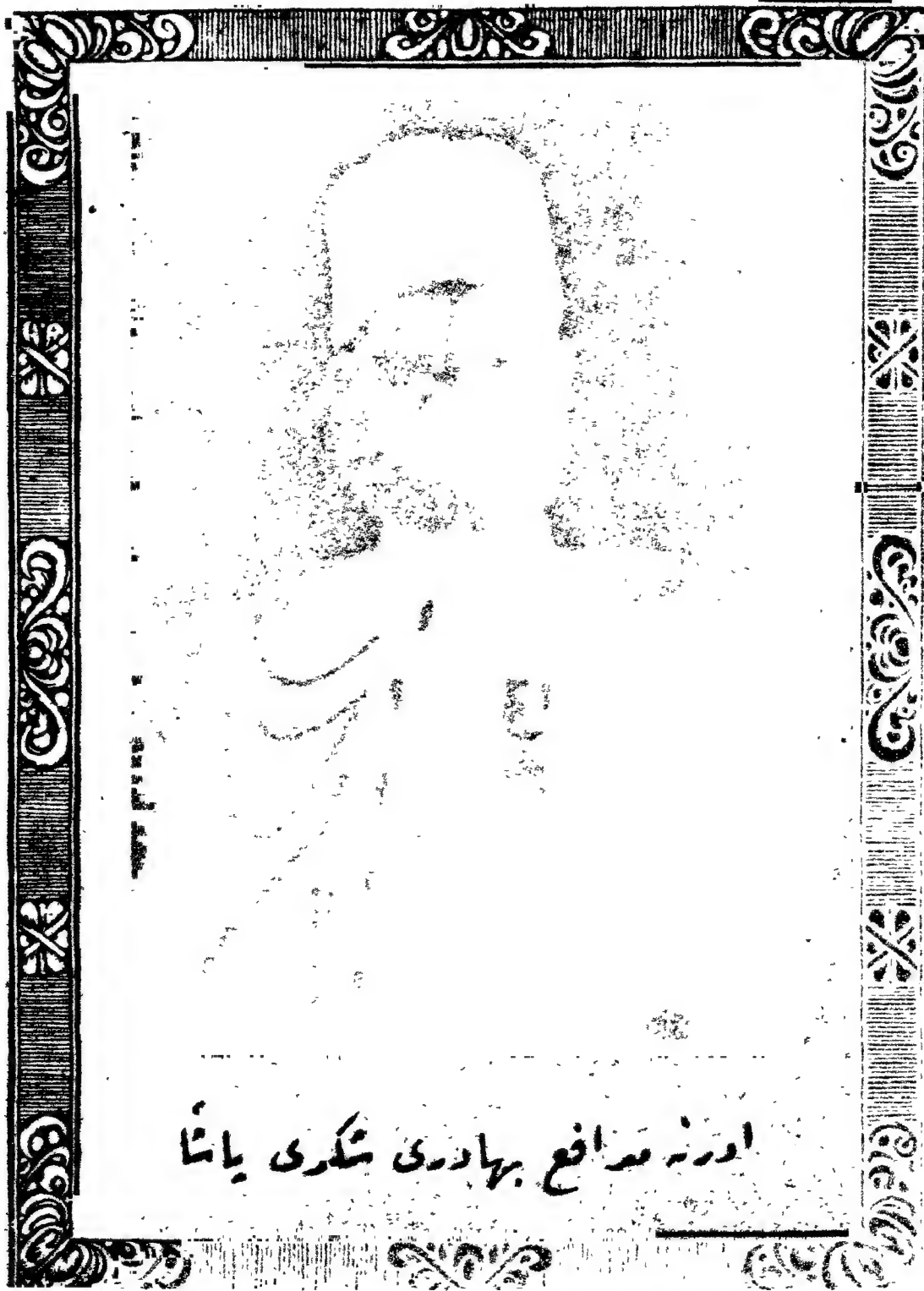
میں نے تو اس امر کو بطور تعرض نہیں بلکہ بطور تعجب لکھا تھا کہ ایسے حالات کے ساتھ ایسی کمزوری کا اظہار موجب حیرت ہے رہا اس واقعہ کا غلط ہونا، تو اگر غلط ہے تو مجھے اسکی غلطی کے تسلیم کر لینے میں کوئی عذر نہیں۔ میں نے بعض مرقق اشخاص سے سنا تھا۔ اب آپ نے اسکی تغلیط کردی تو غلط یقین کرتا ہوں یقیناً آپ کا بیان اس بارے میں زیادہ مستحق توثیق ہے۔ کیا اچھا ہو اگر منشی صاحب اصل بحث کی طرف متوجہ ہوں۔

أشياء لا

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ  
میر رسول نور خصوصی  
اسلام آباد اسلام آباد

قیمت  
سالانه ۸ روپيه  
ششمايي ۴ روپيه ۹۲ آف

کلیکتہ: چہار شنبہ ۱۴ جمادی الثانیہ ۱۳۳۱ ہجری  
Calcutta : Wednesday, May 21, 1913.



اور نہ مدافع بہادری شہری یا شا

## مقوی باہ گولیاں

ڈاکٹر برمن کی تیار کردہ قوت کی گولیاں چھ عدد امتحاناً نمونہ کی واسطے بلا قیمت دی جاتی ہیں۔ استعمال کے اول ہی روز اپنا فائدہ دکھاتی ہیں۔ ضرور امتحان کیجئے۔ اگر آپ امتحان کرنا چاہیں تو الہاں کے حوالہ سے آج لکھے راہی ڈاک سے آپکو نمونہ ملیگا۔ یہ گولیاں ۳۰ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں طاقت دینے والی مشہور دوائیں فاسفورس - اسٹنیا - ڈیمیان - ملا کر یہ بنی ہیں۔ ریڑھ - رگ اور خون کو طاقت دینی والی ہیں۔ مریض کو اول ہی روز سے فائدہ معلوم ہوتا ہے۔ چہرہ پر رونق اور ضعف کی حالت دور کرتی ہیں۔ درہرہ طاقت آتی ہیں۔ قیمت ۳۰ گولیاں کی شیشی ایک روپیہ معصوم پانچ آنہ۔ یہ موقع ہاتھ سے نہ دینا چاہئے قوت کی گولیاں کا نمونہ جلد منگوا کر آزمائش کیجئے ایک خوراک میں فائدہ معلوم ہوگا۔

نوٹ۔ ہماری کانگریسی جسمیں پوری فہرست ادویات اور سارٹیفکٹ درج ہیں بلا قیمت موجودہ درخواست آنے سے روانہ ہوتی ہیں۔

ڈاکٹر برمن کے بہترین شیشی دار جنت دت سب کلکتہ

## المکتبة العلمية الاسلامیة فی علی گڑھ

آدھ آنے کے گت وصول ہونے پر مفت روانہ کی جاتی ہے۔  
رسالہ المنار (جو تمام دنیا کے مسلم میں پہلے عربی رسالہ تسلیم کیا گیا ہے)  
اس کی گذشتہ ۱۵ سال کی ۱۵ جلدیں مکمل مع فہرست مضامین موجود ہیں۔  
قیمت نام طور پر فی جلد ۱۵ روپے ہیں مگر دوسری جلد کی قیمت پچاس روپے اور  
تیسری جلد کی قیمت پچاس روپے ہیں۔  
یہ کتب خانہ رسالہ المنار کا کل مالک ہندوستان میں سول ایجنٹ ہے اور  
جو اصحاب کو اس رسالہ کی خریداری منظور ہو چند سالانہ مبلغ ۱۵ روپے ہمارے  
پاس روانہ فرمائیں، روپیہ وصول ہوئے پر رسالہ براہ راست ان کی خدمت میں جا ہی  
گرا دیا جائیگا۔

اس کتب خانہ میں مختلف علوم و فنون کی کتابیں مطبوعہ مصر، شام، بیروت  
ہر قسطنطنیہ وغیرہ فروخت کے لیے موجود رہتی ہیں اور نہایت مناسب و معقول  
قیمت پر کتابیں کی خدمت میں روانہ کی جاتی ہیں۔ خاص کر مکتبہ المنار کی  
کتابیں، حضرت الشیخ الاسلام شیخ محمد عبده اور حضرت الشیخ الامام سید رشید رضا  
کی تمام تصانیف اس کتب خانے میں ہر وقت مہیا رہتی ہیں۔ فرمائش کی تعمیل  
سلسلے کے ساتھ کی جاتی ہے۔ کتب خانہ کی جدید فہرست تیار ہو گئی ہے جو

المشتہر منیجر المکتبة العلمیة الاسلامیة، مدرستہ العلوم، علی گڑھ



## حمیدیہ ہوٹل

نمبر ۱۳۱ لورچیت پور روڈ - کلکتہ

ہمارے ہوٹل میں ہر قسم کی اچھے خوراک اور تفریحی ہر وقت طیار ملتی ہیں نیز اسے ساتھ مسافروں کے قیام کیلئے ہر تکلف اور  
تمام مہکروں کا بھی انتظام کیا گیا ہے جو نہایت ہوا دار، فرشتہ اور ہر لب و لہجہ کے مطابق کرتا ہو ہر ذریعہ خط و کتابت منہجہ  
ہوٹل سے دریافت کر سکتے ہیں۔ جنگ ترکی و آبی اور جنگ ہوائی کی جملہ تصویریں ہماری ہوٹل میں فروخت کے لیے موجود ہیں  
مع تصدیق سبھی سبھی وغیرہ۔

شیخ عبد الکرم ملک حمیدیہ ہوٹل



الْهَيْتُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ

AL - HILAL

Proprietor & Chief Editor :

Abul Kalam Azad

7-1 McLeod street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4 - 12.

# الْهَيْتُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ الْوَحِيدَةُ

میرستون مخصوص  
اسلام آباد کلام الہی

مقام اشاعت  
۱۰۷ مکلاود اسٹریٹ  
کلکتہ

عنوان تلفراف  
«الہلال»

قیمت  
سالانہ ۸ روپیہ  
عشماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

ایک ہفتہ وار موصو رسالہ

۲۰

کلکتہ: چار شنبہ ۱۴ جادی الثانیہ ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta : Wednesday, May 21, 1918.

نمبر ۲۰

## اشاعة خصوصی بہ تذکار بطل ادرنہ : غازی شکری پاشا !

حادثہ سقوط ادرنہ کی نسبت الہلال میں بہت کم لکھا گیا تھا ، اور عام جرائد و صحائف ادرنہ میں بھی صحیح تفصیلی حالات بہ ترتیب و اجتماع مناسب بہت کم آئے تھے اس لیے اس ہفتے کا نمبر مخصوص طور پر اس واقعہ کی یاد گار میں شائع کیا جاتا ہے ۔ قلم گنجائش سے بعض ضروری چیزیں پھر بھی رہ گئی ہیں ۔ مثلاً غازی شکری پاشا کی سوانح عمری ، جو امید ہے کہ ائندہ پرچے میں شائع ہو ۔

۱۵

حول سقوط ادرنہ

۱۶

بعد سقوط

۱۶

سقوط کے آخری دن

۱۷

سوفیا میں بطل ادرنہ

۱۷

تصریحات شکری پاشا

ہمارے خزینہ اقبال کے آخری جوہر

عظیم الشان ادرنہ

باب المراسلہ و المذاظرہ

سیرۃ نبوی اور نقد روایات و آثار

۲۰

## نصاویز

( ۲ )

بے خانماں مہاجرین قسطنطنیہ کی سڑکوں پر

مربع افسانہ دفاع و سقوط ادرنہ جسمیں متعدد

( ضمیمہ )

تصاویر ہیں -

## فہرست

اعانۃ مہاجرین عثمانیہ

مذرات

مقالۃ افتتاحیہ

بطل ادرنہ

مقالات

حیات بعد المات

مراسلات

انجمن خدام کعبہ

جمعیت خدام کعبہ

شکری عثمانیہ

الانحاء الاسلامی

افسانہ دفاع و سقوط ادرنہ

وہاج ادرنہ

# طالع

- (۱) اگر کسی صاحب نے پاس دی گئی پرچہ نہ پہنچے، تو تاریخ اشاعت سے دو ہفتہ کے اندر اطلاع دیں۔ ورنہ بعد کوئی ترمیم چرانے کے حساب سے قیمت لی جائیگی۔
  - (۲) اگر کسی صاحب کو ایک یا دو ماہ کے لئے پتہ کی تبدیلی کی ضرورت ہو تو مقامی قائلخانہ سے بددیست کرلیں۔ اور اگر کسی یا کسی ماہ سے زیادہ عرصہ کے لئے تبدیل کرانا ہو تو دفتر کو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیں۔
  - (۳) نمونے کے پرچہ کے لئے چار آنہ کے ٹکٹ آنے چاہئیں یا پانچ آنے کے پی۔ پی کی اجازت۔
  - (۴) نام ریختہ خاص کر قائلخانہ کا نام ہمیشہ خرس خط لکھئے۔
  - (۵) خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
  - (۶) منی آکر روانہ کرتے وقت کریں پر نام، پورا پتہ، رقم، اور نمبر خریداری (اگر کوئی ہو) ضرور درج کریں۔
- نوٹ — مندرجہ بالا شرائط کی عدم تعمیل کی حالت میں دفتر جواب سے معذور ہے اور اس وجہ سے اگر کوئی پرچہ یا خط ضائع ہو جائے تو دفتر اس کے لئے ذمہ دار نہ ہوگا۔

## شرح اجرت اشتہارات

— \* —

میعاد اشتہار	فی صفحہ	فی کالم	نصف کالم	نصف کالم سے کم
ایک ہفتہ ایک مرتبہ کے لئے	۱۵ روپیہ	۱۰ روپیہ	۷ ۱/۲ روپیہ	۸ آنہ فی مربع انچ
ایک ماہ چار مرتبہ	۵۰	۳۰	۲۰	۷ آنہ
تین ماہ ۱۳ مرتبہ	۱۲۵	۷۵	۳۵	۶ آنہ
چھ ماہ ۲۶ مرتبہ	۲۰۰	۱۲۵	۷۵	۵ آنہ
ایک سال ۵۲ مرتبہ	۳۰۰	۲۰۰	۱۲۵	۴ آنہ

(۱) ٹائٹل پیج کے پلے صفحہ کے لیے کوئی اشتہار نہیں لیا جائیگا۔ اس کے علاوہ ۳ صفحوں پر اشتہارات تو جگہ دیجائیگی۔

(۲) مختصر اشتہارات اگر رسالہ کے اندر جگہ نکال کر دیے جائیں تو خاص طور پر نمایاں رہیں گے لیکن انکی اجرت علم اجرت اشتہارات سے پچاس فیصدی زائد ہوگی۔

(۳) ہمارے کارخانہ میں بلاک بھی طیار ہوتے ہیں جسکی قیمت ۸ آنہ فی مربع انچ ہے۔ چھاپنے کے بعد وہ بلاک پھر صاحب اشتہار کو واپس کر دیا جائیگا اور ہمیشہ انکے لئے کارآمد ہوگا۔

## شرائط

(۱) اس کے لئے ہم مجبور نہیں ہیں کہ آپکی فرمائش کے مطابق آنکر جگہ دیں، البتہ حتی الامکان کوشش کی جائے گی۔

(۲) ایک سال کے لئے اشتہار دینے والوں کو زیادہ سے زیادہ ۴ اقساط میں، چھ ماہ کے لئے ۲ اقساط میں، اور سہ ماہی کے لئے ۳ اقساط میں قیمت ادا کرنی ہوگی اس سے کم میعاد کے لئے اجرت پیشگی ہیجہ لی جائیگی اور وہ کسی حالت میں پھر واپس نہ ہوگی۔

(۳) منیجر کو اختیار ہوگا کہ وہ جب چاہے کسی اشتہار کی اشاعت روک دے، اس صورت میں بقیہ اجرت کا روپیہ واپس کر دیا جائے گا۔

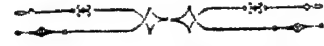
(۴) ہر اس چیز کا جو جرے کے اقسام میں داخل ہو، تمام منقہ مشروبات کا، فحش اسرار کی مواد اور ہر وہ اشتہار جسکی اشاعت سے بیلک کے اخلاقی و مالی نقصان کا اندازہ شدہ ہو، دفتر کو پیش کر دیا ہو کسی حالت میں شائع نہیں کیا جائے گا۔

نوٹ — کوئی صاحب رعایت کے لئے درخواست کی زحمت کوارا نہ فرمائیں۔ ہر جگہ اجرت یا شہادت میں کسی قسم کا رد و بدل نہیں ہوگا۔

## شذات



### من انصاری الی اللہ ؟ ؟



الا، ان حزب اللہ ہم الغالبون !

جب وہ قدیر و حکیم اپنے بندوں کے دلوں کو کسی کی صدا کے استقبال کیلئے کھول دے، تو پھر کون روک سکتا ہے ؟ الحمد للہ کہ اسکی توفیق کار ساز شامل حال، اور اسکا لطف و کرم دعا نواز و اجابت فرما ہے۔ یہ نہیں کہتا کہ میں پانی سے سیراب ہو چکا ہوں، بلکہ پیاسوں کا متلاشی ہوں کہ ہم سب ملکر دریا کے کنارے پہنچیں، اور جو نشان کہ مل چکا ہے، اسکو دلیل راہ بنا کر چل کھڑے ہوں۔ یہ نہیں کہتا کہ میں پانی ہوں تاکہ تم سیراب ہو جاؤ، بلکہ کہتا ہوں کہ پانی کے متلاشی میری سنیں کہ اسکا نشان پاچکا ہوں، اور اسے سوا تھنکی کی سیرابی کی کوئی راہ نہیں۔ پس جس کو پیاس ہے وہ اٹھے، اور جسکا حلق سوکھ رہا ہے، وہ پانی کی پکار پر لبیک کہے ! ر تلك الامثال نضربها لناس لعلمهم يفكرون !

رسالہ دعوت و تبلیغ مع فارموں کے علاوہ چھپ رہا ہے۔ ایسے حامیان دعوت الہی کی ضرورت ہے، جو بہت جلد اس کے متعدد نسخے منگوا کر ان لوگوں تک پہنچا دیں، جنکو خرد اس راہ کی تلاش و جستجو ہو۔ اس کے لیے صرف اطلاع کافی ہے۔ تکت و غیرہ بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ رب اللہ التوفیق و ہو حسنی بالکونین و خیر رفیق۔



### اعانۃ مہاجرین عثمانیہ

مرجودہ خریداران الہلال سے علی الخصوص، اور عام ناظرین کرام سے بالعموم التماس ہے کہ وہ مرجودہ مصائب کے متعلق مدد چاندروں میں شریک ہو چکے ہیں، مگر بے خانمان مہاجرین کی امداد، ہلال احمر اور تمسکات، دونوں سے زیادہ اہم اور مقدم ہے۔ خدا را ایک نظر آن ہزارہا بچوں اور مظلوم عورتوں کے غروں پر قالیں، جو گھر کے عیش و راحت سے ناگہاں محروم ہو کر موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ بحالت مرجودہ جو کچھ اور جتنی کچھ اعانتہ قلیل و کثیر ان کے امکان میں ہو، اس سے دریغ نہ فرمائیں۔ یہ خیال افسوس ناک ہے کہ ہم کہاں تک مدد کریں؟ عزیزان ملت ! اگر ہم مسلمان ہیں، اور رشتہ آخرۃ اسلامی میں منسلک، تو اس سے چھٹکارا دھونڈنا عبث ہے۔ اگر ہم آخر تک اور یکے بعد دیگرے مدد کرتے نہ رہیں گے تو کیا کریں گے؟ اور کہاں جائیں گے؟ اسلام کا دروازہ تو اسی وقت تک ہم پر کھلا ہے، جب تک اس کے فرزندان کا ہمارے دل میں درد ہے۔ اگر سو مرتبہ تمہارے آگے تمہارے بھائی ہاتھ پھیلا چکے ہوں، جب بھی تمہارے مال و متاع میں انکا حق باقی ہے۔ تم جو خدا کے آگے ہزار مرتبہ بھی سوال کر کے نہیں شرماتے، اس کے بندوں کے بار بار سوال سے کیوں گھبراتے ہو؟ تم مسلمان ہو تو تم کو اپنے بھائیوں کی مدد سے کبھی چھٹکارا نہیں۔ اور انسان ہو تو انسانوں کی مصیبتوں پر ہمیشہ رونا ہی پڑیگا : فارحما علی الارض، یرحمکم من فی السماء !!

اگر برادران ملت اعانتہ مہاجرین کیلئے ایک مرتبہ اور آٹھ کھڑے ہوں اور تھوڑی تھوڑی رقم بھی آرزو فراہم کر دیں، تو یہ مشکل آسان ہو جا سکتی ہے۔ ساتھ ہی ”الہلال“ کے خریدار بہم پہنچا کر بھی کم از کم فی خریدار ساڑھے سات روپیہ جمع ہو جا سکتا ہے۔ اور اشاعت دعوت حق، و تبلیغ اسلامی کا اجر اس کے علاوہ : ذالکم خیر لکم، ان کنتم تعلمون !



### اردو پریس علی گڑھ کی ضمانت

بالاخر ہزار سرجیس مسٹن نے اپنے مد سے قول کی تصدیق کر دی !

تعزیر جرم عشق ہے بے مرفہ محتسب  
بڑھتا ہے اور ذوق گنہ یار سزا کے بعد

مبارک ہے وہ حکومت، جو اپنے نفسانی ہیجان استبداد و جبر کے ضبط پر قادر ہو، اور خسران عاجل ہے اس حکومت کیلئے، جو جبر و تسلط کی آب پاشی سے، ملکی امیدوں کے بیج کو رقت سے پہلے سرسبز کر دے :

تو ہم شب را بسر کے می بری اے شمع کم فرصت !  
گرفتہ سوختی پیروانہ آتش بیکانی را !

ملنوں اور قوموں کی آزادی کی پوری تاریخ سے قطع نظر، سب سے قریب تر مثال کو دیکھو جو اس قانون طبیعی اور ناموس انقلاب عالم کی تصدیق کرتی ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ مرجودہ ملکی زندگی اور وطنی قوت کا اصلی باعث صرف لڑے کرزن کا پنج سالہ عہد حکومت تھا، اور پھر اس کے جانشین کی وہ ابتدائی پالیسی، جسکی سخت گیری نے پھانسیوں کے تختے، جیل خانوں کے کمرے، اور عدالت کے گتھروں سے کام لینا شروع کیا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا، تو یقیناً بنگالیوں کی دزلہ انداز تختہ وزارت ہند تحریک، اور ملک کی دہ سالہ وطنی زندگی کم از کم ایک چوتھائی صدی کیلئے ملتروں ہو جاتی۔

لینن لڑے مارے اور لڑے منتروں کی وہ یادگار دانشمندی قابل داد ہے، جس نے تالیف قلوب کی پالیسی عین رقت پر شروع کر دی اور پھر اسی کا نتیجہ نکلا کہ ملکی تحریک ایک زمانہ معتدہ کیلئے پیچھے رہ گئی۔

پھر کیا اب ہزار سرجیس مسٹن کا دربار نادری، وطنی شورش کی جگہ اسلامی تحریک کے مقابلے میں، ایک نئے تجربے کا خواہشمند ہے ؟

اسکا جواب واقعات نہیں بلکہ واقعات کے نتائج دینگے۔



گورکھپور میں ہزار آنے فرمایا تھا کہ میں بائی کلت کی تحریک کو حکمانہ روکوں گا۔ جو شخص اپنے قول اور عمل کو یکساں ثابت کر دے، اس کی اس شریفانہ انسانی خصلت کی ضرورت تعریف کرنی چاہیے۔ اگرچہ پہلا اقدام ظلم، اور دوسرا اسکا وقوع ہو۔ اسکا اعتراف کرنا چاہیے کہ ہزار ایک شریف آدمی کی اس نہایت ضروری خصلت کو اپنے اندر ثابت کرنے میں یقیناً کامیاب ہوئے ہیں۔

(اردو معلیٰ) علی گڑھ کی تازہ اشاعت سے ہزاروں کی اس اخلاقی فتح مندی کی سرگذشت معلوم ہوتی ہے۔ سید فضل الحسن حسرت موہانی کچھ عرصے سے مسلمانوں میں مرجودہ



## لاکھوں بے خانماں مہاجرین

قسطنطنیہ کی گلیوں میں !!!

### الہلال کلکتہ - سالانہ قیمت مع محصول صرف آٹھ اناہ !!!

اخراجات خط و کتابت کیلئے وضع کردے باقی ساڑھے سات روپیہ اس فنڈ میں داخل کر دیا جائیگا، اور ایک سال کیلئے اخبار آنکے نام جاری کر دیا جائے گا۔ گویا ساڑھے سات روپیہ وہ اپنے مظلوم و ستم رسیدہ برادران عثمانیہ کو دینگے، اسکا اجر عظیم اللہ سے حاصل کرینگے، اور صرف آٹھ اناہ آنے میں سال بھر کیلئے الہلال بھی (جو جیسا کچھ ہے، پبلک کو معلوم ہے) آنکے نام جاری ہو جائیگا۔ اس طرح دو ہزار خریداروں کی قیمت سے ۳۰ - ہزار روپیہ فراہم ہو سکتا ہے اور دفتر الہلال آئے خرد فائدہ اٹھانے کی جگہ، اس کا رخیہ کیلئے وقف کر دیتا ہے۔

(۵) اس وقت مہار تین سو تک نئے خریداروں کا اوسط

ہے۔ لیکن دفتر ۳۰ - جون تک کیلئے اپنی تمام آمدنی اپنے ارباب حرام کر لیتا ہے۔ دفتر اس وقت تک کئی ہزار روپیے کے نقصان میں ہے، اور مصارف روز بروز بڑھتے جاتے ہیں، تاہم اس کار کو پڑھکر طبیعت پر جو اثر پڑا، اس نے مجبور کر دیا، اور جو صورت اپنے اختیار میں تھی، اس سے گریز کرنا، اور صرف دوسروں ہی کے آنکے ہاتھ پھیلاتے رہنا، بہتر نظر نہ آیا۔ یورپ میں اخبارات کے دفتر اپنی جیب سے ہزاروں روپیہ کا رخیہ میں دیتے ہیں۔ شاید اردو پریس میں یہ پہلی مثال ہے، لیکن اسکی کامیابی اس امر پر موقوف ہے کہ برادران ملت تغافل نہ فرمائیں اور اس فرصت سے فائدہ اٹھا کر فوراً درخواست



یورپین ترکی کے بے خانماں مہاجرین  
جامع ایا صوفیہ کے سامنے

خریداری بھیجیں۔ رہنا تقبل منا انک انتہ السميع العليم (۶) الہلال - اردو میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے، جو یورپ اور ترکی کے اعلیٰ درجہ کے با تصویر، پر تکلف، خوشنما رسائل کے نمونے پر نکلتا ہے۔ اسکا مقصد وحید دعوت الی القرآن، اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔ محققانہ علمی و دینی مضامین کے لحاظ سے اسکی امتیاز و خصوصیت کا ہر موافق و مخالف نے اقرار کیا ہے۔ اس نے ہندوستان میں سب سے پہلے ترکی سے جنگ کی خبریں براہ راست منگوائیں، اسکا باب ”شؤون عثمانیہ“ ترکی کے حالات جنگ کے واقعات صحیحہ معلوم کرنے کا مخصوص ذریعہ ہے۔ ”ناموران غزہ طرابلس و بلقان“ اسکی ایک با تصویر سرخی ہے، جسکے نیچے وہ عجیب و غریب موثر اور حیرت انگیز حالات لکے جاتے ہیں، جو اپنے مخصوص نامہ نگاروں اور خاص ذرائع معلومات سے حاصل کیے جاتے ہیں۔ مقالات، مذاکرہ علمیہ، حقائق و وثائق، المراسلہ و المذطرہ، اسئلہ و اجوبہ، اسکے دیگر ابواب و عنوان مضامین ہیں۔ آٹھ آنے میں شاید ایک ایسا اخبار برا نہیں۔

(۷) درخواست میں اس اعلان کا حوالہ ضرور دیا جائے، اور

کارڈ کی پیشانی پر ”اعانہ مہاجرین“ کا لفظ ضرور لکھا جائے۔

آج دفتر الہلال میں دو تار دفتر تصویر افکار، اور ڈاکٹر مصباح کے پہنچے ہیں کہ ”خدا کیلئے یورپین ترکی کے آن لاکھوں بے خانماں مہاجرین کے مصائب کو یاد کر، جنمیں ہزار ہا بیمار عورتیں، اور جاں بلب بچے ہیں۔ جنکو جنگ کی ناگہانی مصیبتوں کی وجہ سے یکایک اپنا گہوار چھوڑنا پڑا، اور جنگی حالت جنگ کے زخمیوں سے بھی زیادہ درد انگیز ہے۔ جو مرگئے، انکو دفن کر دیں، جو زخمی ہیں انکو شفا خانے میں لے آئیں، لیکن جو بدنصیب زندہ، مگر مردے سے بدتر ہیں، انکو کیا کریں؟“

دفتر الہلال حیران ہے کہ اس وقت اعانت کا کیا سامان کرے؟ مدد کیلئے نئی اپیلیں کرنا شاید لوگوں کو ناگوار گذریں کہ دلال احمر کا

چندہ ہو جگہ ہو چکا ہے، اور تمسکات کا کام بھی جاری ہے۔ مجبوراً جو کچھ خرد اسکے اختیار میں ہے، اسی کیلئے کوشش کرتا ہے۔

(۱) کم از کم وہ ایک ماہ کے اندر دو ہزار پونڈ یعنی ۳۰ - ہزار کی رقم مخصوص اعانہ مہاجرین کیلئے فراہم کرنا چاہتا ہے، کیونکہ ہلال احمر کے مقصد سے جو روپیہ دیا جاتا ہے، اسکو خلاف مقصد دوسری جگہ لگانا بہتر نہیں۔ اسکی اطلاع آج ہی ترکی میں بھیجی گئی ہے۔

اس بارے میں جو صاحب درود اعانت فرمائیں گے  
فاجرة علي الله،

ورنہ وہ دوسروں پر بار ڈالنے کی جگہ، خود ہی اس رقم کو اپنی جانب سے پیش کرنا چاہتا ہے۔

(۲) اسکی صورت یہ ہے کہ بلا شک نقد تیس ہزار روپیہ دینا دفتر کے امکان سے باہر ہے، مگر یہ تو ممکن ہے کہ تیس ہزار روپیہ جو آئے مل رہا ہو، وہ خرد نہ لے، اور اس اشد ترین ضرورت اسلامی کیلئے وقف کر دے؟

(۳) یقیناً میں ۳۰ - ہزار نہیں دیں گے، لیکن آپ کیوں نہیں مجھے ۳۰ - ہزار روپیہ دیتے، تاکہ میں دیدوں؟

(۴) پس آج اعلان کیا جاتا ہے کہ دفتر الہلال دو

ہزار الہلال کے پرچے ایک ایک سال

کیلئے اس غرض سے پیش کرنا ہے۔ آج

کی تاریخ سے ۳۰ جون تک جو صاحب آٹھ

روپیہ قیمت سالانہ الہلال کی دفتر میں

بھیج دینگے، انکے روپیہ میں سے صرف آٹھ اناہ ضروری

باہر بھی اتنی ہی مکانت ہے - اندر رہے فقیر حریت مع اپنی کوشش و تہمت بیری کے خرد رہتا ہے ، اور باہر ایک کاتھہ کا دستی پریس اور دو چار پتھر ہیں - بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ خود اُسی نے اپنے ہاتھوں سے اردے معلیٰ کی کاپیاں لکھی ہیں ، خود ہی پتھر پر جمائی ہیں ، اور خرد ہی پریس چلا کر چھاپا ہے !

یہ کل کالڈت اردو پریس اور اسکے مالک کی ہے - کوئی درس دہیہ ذریعہ آمدنی نہیں ، اور نہ اُسکی طبع غیور کسی کی شرمندہ احسان ہونا پسند کرتی ہے - اردے معلیٰ کے دو چار سر خرید رہے ہیں - اُسکی قیمت سے شاید چند روپیے مہینے میں بچ رہتے ہیں ، اور اسی سے دورقت کی روٹی کھا کر نشہ آزادی کی بیخوردی اور دولت لا زوال حق و صداقت کے غناء غیر فانی سے مست رہتا ہے !

میں حقیر گدایان عشق را کین قوم

شہان بے کمر و خسروان بے کلمہ اند

اصلی دولت دل کی دولت ہے ، اور غناء فقر کے آگے دنیا کے تمام ساز و سامان ہیچ ہیں - جو فقر و فلاکت کی زندگی حق و حریت کی معیت میں گد و خاک پر بسر ہو ، وہ چاندی سونے کے بنے ہوئے اُن ایوان تعیش سے ہزار درجہ بہتر ہے ، جنکے اندر حق کے چراغ کی روشنی ہو - خدا کے دروازے کا فقیر ہونا ، دولت و بندگان دولت کے فقیر ہونے سے کیا بہتر نہیں ؟ یہی تو اس راہ کے منزل امتحان ہیں -

و لولا ان یکون اور اگر یہ نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک الناس امۃ واحدة ہی طریقہ کے ہرجائیں گے تو ساز و سامان لاجعلنا لمن یکفر دینا تو ہمارے یہاں اس درجہ حقیر و ذلیل ہے بالرحمن لیوتہم کہ جو لوگ منکران حق اور پرستاران دنیا ہیں ، سقفا من فضا انکے گھروں کی چھتیں ہم چاندی کی بدلتے و معارج علیہا اور چاندی ہی کی سیڑھیاں ہوتیں ، جن پر یظہرون ، رلبیوتہم چڑھ کر وہ چھت پر پہنچتے - اور چاندی کے ابواب و سررا علیہا دروازے ہوتے اور چاندی ہی کے تخت ، جن پر یکنکون و زخرف ، ران وہ تکیے لگا کر بیٹھتے ، اور یہ تو مثال کیلیے کل ذالک لما متاع چاندی کی قید لگائی گئی ، سمجھ لو کہ چاندی الحیاۃ الدنیا ، نہیں بلکہ یہ سب کچھ خالص سونے ہی کا بنا والاخرة عند ربک دیا جاتا ، لیکن پھر بھی یہ تمام ساز و سامان للمتیقین !! اس دنیا کی زندگی کے چند روزہ فائدے ہیں اور آخر کی کامیابیوں تو اللہ کے پاس صاحبان (۴۳ : )

اتقاء و حق ہی کیلیے ہیں !!

ان حالات کے ساتھ ایک ایسے فقیر زندگی شخص سے تین ہزار روپیے کی ضمانت طلب کرنا ، یقیناً ایک ایسا واقعہ ہے ، جو برٹش انڈیا کی تاریخ میں گورنمنٹ کے اظہار سطرت و اجلال کو ہمیشہ یاد دلاتا رہیگا !

\*\*\*

با ایں ہمہ صوبجات متحدہ کی گورنمنٹ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ تین ہزار کی ضمانت ایک سچے خادم ملک و ملت کے جد و جہد کو فنا کر دینے کیلئے کوئی کارگر آلہ نہیں ہے - یہ ابھی چند لمحوں اور منٹوں کے اندر ہمارے اختیار میں ہے کہ اس تین ہزار کے لاکھوں پیسے اور دھیاے بنا کر ، ایک ایک مسلمان سے وصول کریں ، اور اسکا دھیر ہزار سر جیمس مسٹن بہادر کے پر ہیبت و جلال قصر حکومت کی دیوڑھی پر لگا دیں - تاکہ انکو بھی معلوم ہو جائے کہ انکے تخت فرمانروائی پر قدم رنجہ فرمانے سے پہلے ہی دنیا بدل چکی ہے ، اور اب جو کچھ حسرت مرہانی سے مانگا جا رہا ہے ، وہ حسرت مرہانی سے نہیں ، بلکہ تمام مسلمانوں سے مانگا جا رہا ہے ، اور جو

اب مسلمانوں کی آنکھیں کھل گئی ہیں - خود زمانے نے اور زمانے کی صدا و جنبش نے اُس عمل السحر کا رد عمل کر دیا ہے ، اور اب وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور اپنے کانوں سے سنتے ہیں - اب انکو معلوم ہو گیا ہے کہ حسرت مرہانی کون ہے اور کیا ہے ، اور اُسکے گذشتہ معاملے کو محض ہندوئیکہ معیت کا ایک مسئلہ سمجھنا انکی کیسی درد انگیز غلطی تھی - اب وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حسرت مرہانی اس وسیع مملکت ہند میں ، جسمیں سوت کرور مسلمان بستے ہیں ، اپنی حریت دوستی اور صادقانہ جانفرشی کے لحاظ سے تمام مسلمانوں میں ایک فرد فرید ، اور ایک وجود گرانمایہ رحید ہے - وہ جس نے دنیوی آسائش و لذائذ پر جاں بازانہ حق کی معیت کے مصائب و مہالک کو ترجیح دی ! وہ جو آج تمام مسلمانان ہند میں ایک ہی خوش قسمت ہے ، جسکو راہ حریت میں امتحان عزم و ثبات دینے کی لائق صد رشک و حسرت فرصت کی توفیق ملی ! اور وہ ، جسکے مبارک پاؤں میں ، مقدس جرم حریت خواہی کے پاداش میں ، زندان عقوبت کی زنجیروں ڈالی گئیں ، اور پھر آہ ! وہ زنجیر محبوب ، اور صد رشک و ہزار حسرت اُس زندان مقدس و مطروب پر ، جو سبیل حریت و عشق مائے میں دھران امتحانگاہ حق و صداقت کو نصیب ہوا !

ترک جاں در رہ آں سرور راں این ہمہ نیست

عشق اگر نرخ نہد قیمت جاں این ہمہ نیست

• • •

یہ بالکل ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ اس ضمانت کا سبب براہ راست اس سعی و جہد کے سوا کچھ نہیں ہے ، جو غریب حسرت نے حال میں اسلامی مصائب جانکاہ سے متاثر ہو کر غیر ملکی مصنوعات کے مقابلے میں کی تھی ، اور بائی کات کیلیے اپنی عملی کوشش سے بعض کامیاب نتائج پیدا کر دیے تھے - علی الخصوص علی گڑھ میں کئی دکانیں کھل گئیں ، اور باوجود مرکز وحید استبداد و غلامی ہونے کے ، ہلال احمر فند اور جذبات صحیحہ اسلامیہ کے ابراز مظاہر میں وہ دیگر شہروں کے درش بدرش رہا - یہ باتیں مہینوں سے کہتے رہی تھیں ، اور کسی فرصت مناسب کا انتظار کیا جا رہا تھا - فرصت قانونی تو نہیں ملی ، مگر اشتداد و ہیجان غیظ و غضب اس درجہ مستولی ہوا کہ وہ قوت ضبط و تحمل ، جسکا دلفریب ظہر تقریروں اور سرکاری مواظ میں ہوا کرتا ہے ، دلی جذبات کے آگے قائم نہ رہ سکا ، اور ضمانت کا فرمان نادری صادر ہو گیا - پس افسوس اس شکست فاحش پر ، جو دماغ حکمرانی کو جذبات قلب انسانی کے مقابلے میں ملی ، اور ہزار اسف اُس غلطی پر ، جو انشاء اللہ نقصان ہلاکت پہنچانے کی جگہ ، ایک سرچشمہ آب حیات ثابت ہوگی - وما ذالک علی اللہ بعزیز !

تین ہزار روپیے کی ضمانت پریس ایکٹ کی مقدار مقررہ انتہائی کے اندر ضرور ہے ، لیکن عملاً پانچ سو یا ہزار روپیے سے زیادہ طلب نہیں کی جاتی ، اور صرف ایک دو مثالیں دو ہزار کی سنی گئی ہیں - پھر ہزار سر جیمس مسٹن بالقابہ کا دوبار سطرت و اجلال نہیں معلوم اتنی بڑی سنگین رقم ضمانت کیلیے کیا وجہ بیان کر سکتا ہے ؟

گورنمنٹ اس سے بے خبر نہیں کہ اردو پریس اور اسکے مالک کی کی حالت کیا ہے ؟ حسرت مرہانی جب قید سے رہا ہو کر آیا تو کوئی چیز اس دنیا میں ایسی باقی نہ تھی ، جو اسکے لیے ذریعہ تقویت مال ہوتی - دیر دو روپیہ ماہوار کرایے کا ایک جھڑپڑا ہے ، جسکے اندر ایک چھوٹی سی صحنچی اور ایک دوٹھری ہے ، اور

پس ان امور پر تو ہمیں بالکل تعجب نہ ہوا، اور نہ ہونا چاہیے، البتہ ہم کو تعجب ہوگا، اور صد ہزار تعجب ہوگا مسلمانوں کے لئے ادعاء زندگی، اور جدید دور حسیات ملی و اسلامی پر، اگر اس موقع پر ہم انکے اندر کوئی ثبوت زندگی کا نہ پائیں گے۔ انکی زبانیں خاموش، انکی آنکھیں موت کے سکتے سے پتھرائی ہوئیں، اور انکے جسم ایک تھنڈی لاش کی طرح اگر بے حس و حرکت ہونگے! فحاشا للمسلمین، ان یکنونوا من القوم المذققین ۱۱

یہ واقعہ حسرت موهانی کا نہیں ہے، بلکہ یہ صریح مسلمانوں کے جذبات کی پامالی، اور جدید اسلامی تحریک کو مذبح کرنا ہے۔ حالانکہ سر جیمس مسٹن حسرت موهانی کے پریس کو بند کر سکتے ہیں، لیکن الحمد للہ کہ انہیں یا انکے کسی ہم طریقت میں یہ قوت کبھی بھی آنے والی نہیں ہے کہ وہ سات کزور مسلمانوں کے دھوکے ہوئے دلوں کی حرکت کو، جنہیں انکا خدائے مصلوب نہیں، بلکہ قاهر و مقتدر اور لایزال و لم یزل خدائے توانا، حرکت میں لا رہا ہے، اپنی اس سعی باطل سے بند کر سکیں۔

ہزاروں کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اپنی جگہ سے ہلنا نہیں چاہتے مگر الحمد للہ کہ ہم ہل چکے ہیں اور اب ہمارے قدموں کو وہ پیچھے نہیں ہٹا سکتے۔ انکی خوش قسمتی کا وہ زمانہ گیا، جبکہ غریب حسرت موهانی کو، اس قتل حریت اور فدا کار آزادی کو، اس مجاہد حق و صداقت اور جانفروش راہ ملت پرستی کو، اس امتحان گاہ حریت پرستی کے کوہ ثبات، اور اس رزمگاہ صداقت کے سربکف جاں نثار کو، پکڑے قید کر دیا گیا تھا، اور علی گڑھ کالج کے سرپرستی نے اسکے خلاف شہادت دی تھی۔ پھر اسکا گھر باز لٹ گیا، اسکی عزیز کتابوں کو مٹی کی دھیریوں کی طرح نیلیم کیا گیا، اسکی مسکین و صداقت پرست بیوی اور شیرخوار بچے کو طرح طرح کے جال فرسا مصلاب جھیلنے پڑے، وہ دو سال تک روزانہ ایک من گیہوں پیستا رہا، پر اسکی قوم اسکو بھولی رہی اور اسکی ذرا بھی خبر نہ لی۔ اور اس طرح اس نے بدبختانہ اپنی تاریخ میں ہمیشہ کیلیے ایک یادگار ذلت و نفرت کو اپنے ہاتھوں سے ثبت کر دیا!

ہاں، ہزاروں کو معلوم نہیں تو یہ انکی ایک درد انگیز غلطی ہے، مگر ہم ایک خیر خواہ مشیر کی طرح انکو یقین دلاتے ہیں کہ وہ زمانہ گیا، اور شاید ہمیشہ کیلیے گیا۔ اب مسلمان اسے دس سال پیشتر کے وہ مسلمان نہیں ہیں، جنکو حکومت کے بعض سحرکار ایجنٹوں نے افریقہ کے مرض النوم میں گرفتار کر دیا تھا، جنکا دین و ایمان قبلہ حکومت کے طرف استقبال و جہہ، جنکا قرآن فجر صحیفہ استعبد و غلامی کی تلارت، اور جنکا ذکر و شغل فنا و استہلاک توحید تعبد حکومت و ارباب حکومت تھا، اور علی گڑھ کالج کے ارکان طیار رھتے تھے کہ جب کبھی کوئی ضرورت مقامی کلکٹر کو پیش آجائے، تو فوراً گواہی دیکر، معبد پرستش صاحبان ”اولو الامر“ کا درگاہ عبادت ادا کر دیں:

واتخذوا من دون اللہ آلہة لیکونوا لهم عزا - کلا، سیکفرون بعبادہم و یکنون علیہم ضدا! جبکہ انکے یہ معبودان باطل انکی عبادت گذاریوں اور غلامانہ بندگیوں (۱۹: ۸۴)

سے انکار کر دینگے اور عزت دینے کی جگہ الٹے انکے دشمن ہو جائیں گے!

\*\*\*

مصلاب اسلامی کی تحریکوں میں خاص طور پر حصہ لے رہے تھے۔ علی الخصوص علی گڑھ اور بعض دیگر مقامات میں انکی سعی مشکور سے ملکی صنعت و حرفت اور مصنوعات کی تحریک مسلمانوں میں جگہ پکڑ رہی تھی۔ چونکہ یہ واقعہ ہندوئی اُس شاہنشاہانہ اور مطلق العنانہ تہدید کے خلاف تھا، اسلیے اُسکو ”رکنے“ کیلیے ضرور تھا کہ حربہ حکمت حرکت کرتا۔

چنانچہ رسالہ اردے معلیٰ کے پریس سے یکایک تین ہزار روپیہ کی ضمانت طلب کی گئی ہے، اور چونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ اسکا فقیر و بورہ نشیں مالک تیس ہزار کی جگہ دس روپیہ کے تین نوٹ بھی ایک رقت میں نہیں دے سکتا، اسلیے اسکا لازمی نتیجہ یہی ہونا تھا کہ پریس بند ہو گیا۔

\*\*\*

ہم کو اس واقعہ پر ذرا بھی تعجب نہیں اور نہ افسوس ہے۔ ہم نے خبر سنتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ ایڈیٹر اردے معلیٰ کو تبریک و تہنیت کا ایک تار بھیجا، کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ صداقت و حریت کیلیے ہر پرہیزگار ایک صدی کی زبانی اور قلمی جدوجہد بھی وہ کام نہیں کرسکتی، جو ایک لمحے کے جابرانہ احکام ایسے موقعوں پر کر جائے ہیں، اور ایسا ہونا دنیا کی گذشتہ تاریخ حریت کے لازمی اور قدرتی واقعات، اور ہندوستان کے سفر حریت کے ناگزیر منازل ہیں۔ کوئی حکومت اُس فاتح و مسلط حکومت سے بڑھ کر اپنے لیے مہلک، اور ملک کیلیے حیات پرور نہیں ہے، جو اس طرح کے احکام و اعمال مستبدہ کی عادی ہو، اور درحقیقت جبر و قہر ہی کا پانی وہ آب حیات ہے، جو آزادی کے بیج کو جادوگروں کے تماشے کی طرح منٹوں اور لمحوں میں بار آور کر دیتا ہے۔ پس یہ جس قدر زیادہ ہو بہتر ہے، اور اسمیں جسقدر زیادہ سختی ہو، رحمت ہے۔ یہی چیز ہے جس نے ہمارے ہم وطنوں کو خواب غفلت سے چونکایا، اور یہی نعمت ہے، جسکے لیے ہم کرتسنا چاہیے کہ ہماری پیش آنے والی زندگی کیلیے، اگر وہ زندگی ہر کی، تو اس جنس گرامی و محبوب کی سب سے زیادہ مانگ ہے! ہم کو اسپر بھی کچھ تعجب نہیں ہوا کہ بغیر کسی قانونی گرفت کے اور بغیر کسی صریح استدلال پریس ایکٹ کے ایسا کیوں کیا گیا؟ کیونکہ ہم کو معلوم ہے کہ پریس ایکٹ اسلیے عام وجود میں نہیں آیا کہ وہ ایک زنجیر ہو جو مجرموں کے پانوں میں ڈالی جائے، بلکہ صرف اسلیے، تاکہ وہ ایک تیز آلہ ہو، جو ناگہانی استیلا و ہلاکت کیلیے تلوار کا قائم مقام ثابت ہو۔ قانون رعایا کے ہاتھ میں بیشک وسیلہ طلب انصاف ہے، مگر جابر حکومتوں کیلیے تو ایک بہانہ ظلم سے زیادہ نہیں۔ اُس کے نفاذ کیلیے جرم قانونی کی نہیں، بلکہ جرم حق پرستی و صداقت کی ضرورت ہے کہ:

وجودک ذنب، لا یقاس بہ ذنب

جو لوگ اس طرح کے واقعات پر داد و فریاد کی صدا لیں بلند کرتے ہیں، اور حق و انصاف کی بے سود دھائی دیتے ہیں، مجھکو ہمیشہ اُن پر ہنسی آتی ہے۔ ایک اخبار کیلیے درحقیقت اس جرم سے بڑھ کر اور کون سا سنگین جرم ہو سکتا ہے کہ وہ ظلم کی چوہمت کا پرستار نہیں ہے، اور حق اور صداقت کا ساتھ دیتا ہے؟ کیا یہ جرم طبیعی بڑی سے بڑی سزا کیلیے کافی نہیں کہ یہ نادان لوگ دوسرے جرموں کو تلاش کرتے اور پرچیتے ہیں؟ البتہ یہ دوسری بات ہے کہ ارباب ذوق و درد کہیں:

خدا گواہ کہ گر جرم ما ہمیں عشق ست

گناہ گبر و مسلمان بہ جرم ما بخشد!



دلوں کو درنیم ' اور اپنی فاموادیوں نے ہماری عزت ہزار سالہ کو سرنگوں کر دیا تھا ' تو پھر جنگ کے آخری ایام میں ایک اسی پیکر شجاعت و بسالت ' ستون آہنیں عزم و ثبات مدافعت ' قہرمان دفاع ملی ' بلند ساز لڑائے عزت اسلامی ' اسلام پرست ارجمند و غیور ' جانفروش ملک و وطن معبود کا رجود عظیم و جلیل تھا ' جو ظلمت ناکامی میں نیر درخشندہ حرب دفاع و استقلال ' اور ضیاء تابان عظمت و جبروت و اجلال بنکر سماء مجدد خالد پر نظر افروز نظارہ گیان عالم ہوا ' اور اچھے حیرت انگیز خوارق دفاع ' اور معجز العقول عزم و ثبات سے اس دور ناکامی و نامرادی میں عزت اسلامی و مجدد عثمانی کو نابود و فنا ہونے سے بچا لیا !! فالسلام علیک یا قدرة الابطال ! والسلام علیک یا زبدة الامجاد !!

\*\*\*

قوموں کی زندگی اپنے ناموزان ابطال کی عزت و زیادہ سے وابستہ ہے - محاصرہ ادرنہ نہ صرف تاریخ اسلام بلکہ باتفاق موافق و مخالف ' تمام تاریخ حرب عالم میں درجہ اعزاز سے نمایاں ہے - تاریخ قریب کے مشہور محاصرے مثل پیرس ' سباستو پرل ' پلونا ' لیڈی اسمتھ ' اور پورٹ ارتھر ہمارے سامنے ہیں ' اور جب تمام حالات و واقعات کا مقابلہ کرتے ہیں ' تو یہ آخری محاصرہ ' محاصرے کے ہر پہلو ' بلکہ عام جزئیات تک میں اپنا نظیر و مماثل نہیں رکھتا -

اس واقعہ کی عظمت نے یورپ کے ارباب بینش و انصاف کی گردنیں جھکا دی ہیں - فرانس اور جرمنی کے فوجی حلقوں اور مشہور اخبارات نے تعریکیں شرح کردی ہیں کہ اس دفاع عظیم کے اعتراف کے ثبوت میں انکے ملک رقوم کے طرف سے غازی شکری پاشا کو تعارف دیے جائیں - مصر میں بھی اسکی تجویز ہو چکی ہے ' اور ترکوں نے تو اسکا سامان بھی کر دیا ہے -

## تذکار شکری پاشا

بطل ادرنہ کا مسلمانان ہند کی طرف سے اعزاز و احترام !

ایسی حالت میں ضرور ہے کہ مسلمانان ہند بھی اس موقع پر اس اعزاز ملی میں حصہ لیں ' اور بطل ادرنہ کی خدمات اسلامیہ کے اعتراف کی کوئی پر اثر یادگار قائم کریں - یہ یادگار صرف " شکری پاشا " کی یاد گار نہ ہوگی ' بلکہ اسلامی دفاع و جانفروشی کا اس دور آخری میں ایک تذکرہ عظمت و احترام ہوگا - وہ ایک طرف موجودہ نسل اسلام کے اس فرزند جلیل کی عزت کا اعلان کریگا ' دوسری طرف سقوط ادرنہ کے اس داغ کو موجودہ مصائب کے داغہائے گونا گوں اور زخم ہائے بے شمار کے ساتھ ' ہمیشہ ہمارے دلوں کی جنبش اور ہماری غیرتوں کی بیداری کیلئے تازہ رکھے گا ' جو ہماری غفلت و سرشاری کی بدولت ' ہماری عزت کی پیدائشی پر ' غیروں کے ہاتھوں لگ چکا ہے -

لیکن یہ یادگار کیونکر ہو؟ اسکا بہترین اور مفید طریق کیا ہو؟ کوئی تحفہ ہو جیسا کہ فرانس و جرمنی اور مصر نے جانب سے پیش ہوا؟ یا کوئی ایسی تجویز ہو ' جو خود ہندوستان میں قائم ہو ' اور جو کسی اہم ضرورت وقت کو پورا کرنے کے ساتھ بحالت موجودہ سہل و آسان بھی ہو؟ میں چاہتا ہوں کہ اسکی نسبت ارباب فکر و رائے غور فرمائیں ' اور اپنی اپنی رائیں صفحات الهلال یا دیگر اخبارات میں شائع کریں - خود میری رائے اسکی نسبت قائم ہو چکی ہے ' مگر آخری نہیں ہے ' اور انشاء اللہ اسکو تعلم رابیں کے وصول ہو جانے کے بعد ظاہر کررنگا -

نشر و نما اب تک آمادہ ظہور ارتقا ہے - اور اگر دھقان کا ہاتھ اور باران رحمت کی نظر مہر مہر آجائے ' تو فوراً اسکی حالت میں انقلاب عظیم ہو جا سکتا ہے -

بعینہ یہی حال سرزمین حیات ملت کا بھی ہے - گو اسکی تمام سطح سرسبزی و شگفتگی کی جگہ خشکی و رحشت کا منظر ہو ' تاہم اگر کسی ایک گوشے میں بھی چند سبز شاخیں اور پتے نظر آ رہے ہوں ' تو نا امید نہ ہونا چاہیے ' اور سمجھنا چاہیے کہ اسکی قوت نشر و نما ابھی تک فنا نہیں ہوئی ' اور دھقان کی محنت ' اور ابر کی بخشش اگر ساتھ دیں ' تو کچھ بعید نہیں کہ یہی رحشت کدہ ارضی ' ایک جنت سماری بن جائے !

\*\*\*

آج صدیوں سے سرزمین اسلام پر جو تزلزل و اضطراب قلب و دماغ طاری ہے ' اس کا منظر یقیناً درد انگیز ہے ' لیکن اس مایوسی میں جو چیز امید دلانے والی ہے ' وہ صرف یہ ہے کہ باہیں ہمہ خشک سالی اور قحط کے آثار کو ہر طرف ہیں ' مگر زمین اب تک بنجر اور شور ثابت نہیں ہوئی ہے - یہ ضرور ہے کہ وہ زمائے شاداب اور وہ موسم نمو خیز اب چلا گیا ' جب ہماری سرزمین کے ایک ایک درے سے ناموزان عالم اور ابطال ملت اٹھتے تھے ' اور دنیا کی تاریخ کے بڑے بڑے صفحوں پر قابض ہو جاتے تھے - تاہم اب بھی جب کبھی اسباب و وسائل ظہور جمع ہو جاتے ہیں تو کہیں نہ کہیں سے صدائے ابطال و امجاد کانوں میں آ جاتی ہے ' اور عالم اسلامی کا کوئی نہ کوئی گوشہ اوصاف و خصائل گراں مایہ کا نمونہ پیش کر دیتا ہے - اور اس طرح یقین ہو جاتا ہے کہ زمین کی قوت نشر و نما اب تک معدوم نہیں ہوئی ' اور یاس و قنوط کے وقت میں ابھی دیر ہے - اب بھی اگر اس زمین کی درستگی کی جائے ' اور وسائل ذراعت مہیا ہو جائیں ' تو اسکا چہہ کھلے عطربیز اور درخت ہائے شاداب سے لہلہا سکتا ہے :

ذالک بان اللہ هو العقی ' اسلیے کہ اللہ اور اسکی پر اسرار قوتیں و انہ یعنی المورتے ' برحق ہیں ' اور اسلیے کہ وہ مردوں کو و انہ علی کل شیء قدیر ! زندہ کر دیتا ہے ' اور نیز اسلیے کہ وہ ہر مشکل سے مشکل بات پر قادر ہے ! ( ۷ : ۲۲ )

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید  
دیگران ہم بکنند انچہ مسیحا می کرد

\*\*\*

موجودہ دور اسلام کا ایک ایسا ہی فرزند جلیل ' و رجود نبیل ' سرنامہ صحیفہ عظمت و اجلال ' و رافع منار الملت و الاسلام - الرجل العالم :

## بطل ادرنہ غازی شکری پاشا

( متع اللہ المسلمین بطول حیائہ ' و حفظ رجودہ ' من شراعدائہ ) ہے - جبکہ جنگ بلقان کی یورپی تاریخ ہمارے لیے درد انگیز رجانگاہ تھی - جب نہ ملکوں پر ملکوں کے نکلنے ' اور شکستوں کے کھانے کی خبریں مسلسل و غیر منقطع تھیں - جبکہ مایوسی کی ایک گھٹا تھی ' جس نے ہر طرف سے ہمیں گھیر لیا تھا - جبکہ حسرت کے ساہ - تاریخ کے گذشتہ صفحات کو ہم پڑھتے ' اور اپنی موجودہ ناکارندوں کے ساتھ انکا مقابلہ کرتے تھے - جب کہ تاریخ عثمانی کی وہ مند داستا نیں ہمیں یاد آتی تھیں ' اور ہم متعجب ہو رہے تھے کہ دوسرے سے پوچھتے تھے ' کہ اگر آج محمد فاتم ' سیم ثالث ' اور بایزید یلدرم دنیا سے نابود ہو گئے ہیں ' تو کیا رُب عمر پاشا ' احمد طرسون ' اور عثمان پاشا بھی ترکوں میں قی نہیں رہا ؟ یعنی جبکہ غیروں کی فتح مندوں نے ہمارے

## بطل ادنہ غازی شکری پاشا

رجل العالم و رافع منار الاسلام ۱۱

ثبت ست برجیدہ عالم دوام ما



ایک چراغ سے ہزاروں چراغ روشن ہو جاتے ہیں۔ آگ کی ایک چنگاری بڑے بڑے آنکھوں اور تنوروں کو شعلوں سے بہرہ دیتی ہے۔ ایک بیج مدہا شاخیں، اور ہزاروں پھل پیدا کر دیتا ہے۔ باران رحمت الہی کا ایک شاداب دن، پوری فصل کو سرسبز کر دینے کیلئے کافی ہوتا ہے۔ موتی کا ایک بڑا دانہ، پورے ہار کی عزت بڑھا دیتا ہے۔ ہیرے کا ایک درخشندہ ٹکڑا پورے تاج کے حسن و جمال کیلئے بس کرتا ہے۔ کیڑے کا ایک درخت پورے باغ کے معطر ہونے کیلئے، گلاب کا ایک قیمتی پھول پورے ایوان و منزل کی رونق کیلئے، اور بہ تمثیل سادہ تر، ایک چراغ پورے کمرے کی روشنی کیلئے کافی ہوتا ہے!

یہی حال قوموں اور ملکوں کا بھی ہے۔ قوموں میں جب زندگی آتی ہے تو ہزاروں افراد کے ذریعہ نہیں، بلکہ ہمیشہ سرچشمہ حیات ایک، یا ایک سے زیادہ چند نفوس قلیلہ و عدیدہ ہی میں ہوتا ہے۔ اس عالم کی زندگی قوموں سے ہے، مگر قوموں کی زندگی صرف اشخاص کے دم سے وابستہ ہے۔ سرزمین انسانیت میں جب ایک عمدہ بیج بار آور ہو کر سر اٹھاتا ہے، تو اس سے مدہا شاخیں پھوٹتی ہیں، اور ان میں ہزار ہا تر تازہ پھل لٹکنے لگتے ہیں۔ پس باغ کی زمین کی طرح، اس سرزمین کی شادابی کیلئے بھی بہت سی خار دار اور بے ثمر جھاڑیں اور درختوں کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ صرف ایک ہی درخت کی۔

ایک ہی انسان چاہیے، جو انسان ہو، اور ایک پوری قوم اور ایک پورے ملک کو زندہ کر دے۔ اس عالم کی رونق اقوام کے دم سے ہے، مگر اقوام کی زندگی صرف اشخاص ہی کے دم سے وابستہ ہے۔ قومیں مرتبی ہیں اور زندہ ہوتی ہیں۔ لیکن انکی موت و حیات کے یہی معنی ہیں کہ پہلی صورت میں ان نفوس عالیہ سے خالی ہو جاتی ہیں، جنکے دم سے انکی زندگی وابستہ تھی، اور دوسری حالت میں انکے اندر ایسے رجوع قدسیہ موجود ہوتے ہیں، جو اپنی زندگی کے سرچشمے سے پوری قوم کے کشت اقبال کو سرسبز و شاداب کر دیتے ہیں۔

کیا نہیں دیکھتے کہ کتنے آدمی ہیں، جنکا مرنا قوموں کا مرنا ہوتا ہے، اور کتنے ہیں، جو اپنے ظہور کے اندر ایک پوری قوم اور ملک کی زندگی کو پوشیدہ رکھتے ہیں؟

قیس سا پھر کوئی آقا نہ بنی عامر میں  
فخر ہوتا ہے گھرانے کا سدا ایک ہی شخص!

\*\*\*

یہ قاعدہ طبعی ہے کہ کوئی زمین خواہ کیسی ہی بجزع نظر آئے، اور خواہ کتنی ہی اسباب و وسائل کشت کاری اور تربیت و پرورش ذریعے سے معرور ہو، لیکن اگر اسکی قوت نشرو نما بالکل معدوم نہیں ہوگئی ہے، تو اسکا کوئی نہ کوئی گوشہ سرسبز، اور کبھی نہ کسی کونے میں کوئی بیج سرور اور فطر آڈیگا، اور ایسا ہونا اس امر کی دلیل سمجھا جائے گا، کہ گو اس زمین کو اپنے خزانہ ہائے نباتاتی کے ظہور کے وسائل حاصل نہیں، اور اسباب و ذرائع سے معرور ہو کر بجزع اور غیر شاداب سی ہوگئی ہے، تاہم اسکی قوت

کچھ اس فقیر مات کے ساتھ کیا جا رہا ہے، وہ اسکی نہیں، بلکہ اسلامی جذبات کی پامالی ہے، اور اسکی چوت ہر مسلمان کے دل پر براہ راست لگتی ہے۔ وہ رقت گدا، جب قومی معاملات کو اشخاص کا معاملہ بنا کر مسلمانوں کو غافل کر دیا جاتا تھا، اور حق و آزادی کو صرف ہندوؤں کے سر باسم بغارت تھوپ کر، خود ہماری قوم ہی کے مفسدین و مروجین کو ہمارے سامنے کھڑا کر دیا جاتا تھا۔

ہم نے ان دنوں کے اندر ہی اس کی تحریک شروع کر دی ہوتی، لیکن صرف یہ خیال مانع آیا کہ خود اذیتہ اردوے معلے کے انتظامی مصالح کو پہلے معلوم کر لینا چاہیے کہ وہ آئندہ مستقل پریس کو مفید سمجھتے ہیں، یا کوئی انتظام دوسری طرح کا کرنا چاہتے ہیں، تاہم یہ دس چار ہزار روپیہ کیوں حکومت کے خزانے کے سپرد کیا جائے، اور کیوں نہ اردوے معلے کی کوئی عمدہ تقریب و اصلاح اور انکے کاموں کی ترقی کیلئے صرف ہو۔ ہم نے انکو اطلاع دیدی ہے کہ سردست پچاس روپیہ کی رقم حقیر الہلال کے طرف سے آئندہ انتظامات کیلئے قبول کریں، اور ایک امدادی فائدہ کی بنیاد پر جائے۔ جواب کے انتظار کی مہلت نہیں ہے کہ یہ آخری فارم کہ پوز ہو رہا ہے۔ پس آئندہ ہفتے تک اس مسئلہ اہم کا فیصلہ ہو جائے گا۔

ہم کو امید ہے کہ صوبجات متحدہ کی کونسل کی اولین فرصت میں اسکی نسبت سوال کیا جائیگا۔ حصول انصاف کیلئے نہیں، بلکہ صرف اعلان امر کیلئے۔ ہم اپنے سرگرم درست جناب انریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب کو توجہ دلاتے ہیں، کہ وہ اس معاملے کی نسبت سب سے پہلے سوال کریں۔ ایسا نہ کہ گذشتہ زمانے کی طرح کونسل ہال میں کسی مسلمان ممبر کو اپنے ایک برادر ملت کے مصائب کی نسبت کچھ کہنے کی جرأت نہ ہو، اور ایام زندان کے مصائب کی نسبت سوال کرے بھی تو ایک قابل ہندو ممبر، یعنی انریبل گنگا پرشاد رزما!

### سید نذیر ہاشمی اور علی گڑھ کالج

مجھے کو ایک تار کے ذریعہ اس واقعہ کی اطلاع ملی، اور اب اردوے معلے کی تازہ اشاعت میں اسکی تفصیل چھپی ہے۔ مسٹر ہاشمی ایک ذہین و قابل اور پرورش طالب علم ہیں، جو کچھ عرصے پہلے تکمیل تعلیم کا خیال چھوڑ کر دفتر ہمدرد میں آگئے تھے، اور اسکے بعد کسی سبب سے چائے آئے اور پی۔ اسے کی تکمیل میں مشغول ہو گئے۔ انہوں نے کالج کے اندر مختلف موقعوں میں جنگ طرابلس و بلقان کی نسبت اظہار حسدات و جذبات اسلامیہ میں حصہ لیا تھا، بعض پر جوش نظمیں لکھی تھیں، اور ان امور کا حس و درد اپنے اندر رکھتے تھے۔

بظاہر حالات میری معلومات صرف یہی ہیں۔ تازہ واقعہ یہ ہے کہ وہ کالج کے بیزدگ سے بجزع نکال دیے گئے، اور اس عالم مظلومی میں، کہ رات کا وقت تھا، آدمی زور سے چل رہی تھی، پانی لگاتار برس رہا تھا، اور پھر جس طالب علم نے رات کو انہیں کہانا کھلایا، اسکو بھی بجزع اعانت مجرم نکال دیا گیا۔ یہ، اور اس سے زیادہ انسوس ناک واقعات سے مملو مراسلات میرے پاس پہنچی ہیں، ان میں ظاہر کیا گیا ہے کہ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب موجودہ قائم مقام پرنسپل نے معض انکے اسلامی مسائل پر اظہار جوش کی بنا پر یہ سب کچھ کیا۔ میں نے تحقیق حال کیلئے ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں تار بھیجا، جسکے جواب میں وہ رقعہ مندرجہ اردوے معلے کی تغلیط کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں ضرور ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے ذاتی بیان کا پہلے انتظار کر لیا جائے۔ امید ہے کہ انہوں نے تار کے بعد کوئی والا نامہ اس بارے میں ضرور ارقام فرمایا ہوگا، اور اسکے بعد میں پھر بتفصیل و تشریح لکھونگا، جو کچھ اس بارے میں لکھنا ہے۔

# مقالہ

## حیات بعد المات

از جناب مولوی نواب ملی صاحب ایم۔ اے۔ ہرنیسر پورہ کالج

تمہید

میرے ایک دوست، جنہیں سائنس کے ساتھ خاص شغف ہے، ایک ہی مجھ سے کہنے لگے کہ دنیا میں جسقدر حقائق دریافت ہوئے ہیں وہ سائنس ہی کے ذریعہ سے، ورنہ مذہب تو ”واللہ اعلم“ کے بیچا حکم سے کسی مشکل مسئلہ کو حل کرنے ہی نہ دیتا، اور انسان کو ہمیشہ جاہل رکھتا۔ میں نے کہا: مذہب نے جن امور کو دریافت کیا ہے، انہیں انصاف کی نظر ڈالنے سے پہلے ذرا معلومات سائنس کی نوعیت پر غور کرنا سائنس کی تمام تحقیقات کا ماحض یہ ہے کہ چند قوانین ہیں جنکے باقاعدہ نفاذ سے کائنات کا کارخانہ چل رہا ہے۔ نسل انسانی کی طفولیت میں ان قوانین کا جزائی علم حاصل ہوا تھا۔ اب کلیات کی مشکل میں مرتب ہو کر سائنس کے نام سے مشہور ہوا ہے۔ مثلاً انسان نے پہلے یہ دیکھا کہ آفتاب کبھی تو دیر میں نکل کر جلد غروب ہو جاتا ہے اور کبھی جلد نکل کر دیر تک رہتا ہے۔ چاند کبھی کبھت جاتا ہے کبھی بڑھ جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان ریزانہ مشاہدات پر غور کرنے اور اجرام سماویہ کے متعلق اپنی معلومات میں وسعت دینے، اور پھر ان معلومات کو کلیات کی شکل میں ترتیب دینے سے عام ہیئت مدرن ہوا۔

یا مثلاً انسان کو پہلے یہ معلوم ہوا کہ لکڑی آگ سے جل اٹھتی ہے، لہذا پانی میں زنگ کہا جاتا ہے۔ میوہ عرصہ تک رکھ کر چھڑنے سے سڑ جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان مشاہدات میں جسقدر ترقی ہوتی گئی، اسیقدر اشیاء کے خواص، ترکیب، اور تحصیل کا علم بھی وسیع ہوتا گیا، اور آخر ان معلومات کے باقاعدہ ترتیب سے کسٹری (علم کیمیا) کی تدوین ہوئی۔

یہی حال سائنس کے بقیہ شعبوں کا سمجھو۔ لیکن با ایں ہمہ وسعت معلومات، سائنس اب تک اتنا بھی ترنہ سمجھا سکا اور نہ سمجھا سکتا ہے کہ ان قوانین کی اصلیت کیا ہے؟ اور کیوں نافذ ہیں؟ اس دعوے کے ثبوت میں ہم اسپانسر کی مشہور کتاب ”اصول اولیہ“ سے ایک مثال پیش کرتے ہیں:

”یہ مسلم ہے کہ کشش ثقل کا مسئلہ تحقیقات سائنس کا ایک بڑا کارنامہ ہے اور علمی دنیا نیوٹن کی مرہون منت ہے، جس نے یہ معرکہ الاڑا مسئلہ دریافت کیا۔ لیکن تہذیبی دیر کیلئے اس مسئلہ کی تاریخ پر غور کرو۔ قدیم آریہ قوموں کا یہ عقیدہ تھا کہ آفتاب ایک رتنہ ہے، جس پر آتکا آسمانی دیوتا بیٹھ کر سیر کرتا ہے۔ ابھی اس بحث کو چھوڑ دو کہ یہ عقیدہ فی نفسہ کیسا تھا، بلکہ صرف یہ دیکھو کہ آفتاب کی ظاہری حرکت کی علت سمجھنے کے واسطے اُس زمانے کے فہم کے مطابق قدماء نے کیونکر ایک معرکہ دیوتا کا وجود تسلیم کیا؟ مدت دراز کے بعد جب کپلر نے یہ دریافت کیا کہ سیارے آفتاب کے گرد گردش کرتے ہیں، تو اُسکو یہ خیال پیدا ہوا کہ انکی گردش کی کچھ علت ہونی چاہیے۔ اسلئے اُس نے یہ رائے قائم کی کہ ہر ایک

جرم سماری میں ایک پوشیدہ رزح ہے، جسکی قوت سے گردش کا ظہور ہوتا ہے۔ اس طرح ایک مادی مجسم دیوتا کا خیال تو باطل ہو گیا، لیکن اسکے عرض نفوس فلکیہ کا عقیدہ قائم ہو گیا۔ آخر میں جب نیوٹن نے اجرام سماویہ کی حرکت کو ایک ہی ہمہ گیر قانون کے دائرہ میں داخل کر دیا، تو نفوس فلکیہ معطل ہو گئے اور انکی جگہ قانون کشش ثقل نے لے لی۔ اس طرح قدماء کے محسوس مادی دیوتا، پہلے نا محسوس نفوس کی شکل میں تبدیل ہوئے، اور آخر کار ایک عسیر الخیال ازہمہ گیر قانون کے پدراپہ میں ظاہر ہوئے۔ کچھ شک نہیں کہ اس قانون کے دریافت ہو جانے سے اجرام سماویہ ایک باقاعدہ نظام کے تحت میں داخل ہو گئے، جسکو عقل سلیم تسلیم کرتی ہے، لیکن یہ مشکل حل نہ ہوئی کہ اس قانون میں نافذ ہونے کی قوت کہاں سے آئی؟ اسی لئے نیوٹن نے کپلر کے نفوس فلکیہ کے عرض، ایتھر کو قائم کیا، جسکی رساطت سے یہ قانون نافذ ہے۔

لیکن پھر بھی یہ مشکل کہ خود ایتھر اس قانون کو کیونکر نافذ کرتا ہے؟ حل نہیں ہوتی ا“ (اصول اولیہ صفحہ ۱۰۳)

اس مثل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مذہب نے جس راز کو پہلے ہی دن توڑے پھوٹے الفاظ میں افشاء کیا تھا، سائنس نے اُسکو ایک عمر کی کاوش و کاوش کے بعد سمجھایا بھی تو اس طرح کہ:

معلوم شد کہ هیچ معلوم نشد! لیکن مذہب کا اعجاز دیکھو کہ دور آخر میں انکی حقیقت ایک امی (روحی فداہ) کی زبان پاک سے کس طرح بیان کی گئی، جبکہ فرمایا کہ:

الشمس والقمر بحسبان سورج اور چاند حساب سے ہیں اور تارے والنجم والشجر يسجدان اور درخت سجدہ کرتے ہیں شمس و قمر، نجم و شجر، کی کچھ تخصیص نہیں، تمام کائنات کا یہی حال ہے:

وان من شيء الا يسبح بحمده اور کونشی شے ایسے نہیں جو اسکی تسبیح و ثناء لا تفقروں و تعبد لکرتی ہو، لیکن تم انکی تسبیح کر سمجھتے نہیں۔

یہ تسبیح و تعبد کیا ہے؟ انقیاد، یعنی ایک زبردست مقنن کے ہمہ گیر قانون کی پابندی میں سر جھکا دینا۔ اس انقیاد کا جلوہ ان تمام پوشیدہ قوتوں میں جنکے واسطے سائنس نے اپنی اصطلاحیں مثلاً: میل مرکزی، کشش اتصال، اتحاد کیمیائی وغیرہ ایجاد کی ہیں، نظر آتا ہے۔ انقیاد کا رنگ ان تمام قوانین کائنات میں، جنکا عام انسان کو سائنس کے ذریعہ سے ہوتا جاتا ہے، صاف جھلک رہا ہے، مگر تعجب ہے کہ سائنس کے ”گروہ معتدین“ کو نظر نہیں آتا؟ صدق اللہ العلی العظیم حیث قال:

لأنعمی الابصار ولكن تعی آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن دل جو القلوب التي فی الصدور سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سائنس کی روز افزوں معلومات صرف اسی قدر سمجھاتی ہیں کہ کائنات کا کارخانہ کس طرح چل رہا ہے۔ اسکے سمجھنے کیواسطہ آج ایک تہذیبی (راے رقیاس) قائم ہوتی ہے، کل دوسری، پرسوں



# ا - اسراہ - لام

## ادبیات

### عدل فاروقی کا ایک واقعہ

ایک دن حضرت فاروق نے منبر پہ کہا : \* ” میں تمہیں حکم جو کچھ دوں تو کرو گے منظور ؟ “  
ایک نے اُٹھ کر کہا یہ کہ ” نہ مانینگے کبھی “ \* کہ تیرے عدل میں ہم کو نظر آتا ہے فتور  
چادریں مال عنیمت میں جو آب کے آگے \* صحن مسجد میں وہ تقسیم ہونے سب کے حضور  
ان میں ہر ایک کے حصہ میں فقط ایک آئی \* تھا تمہارا بھی وہی حق کہ یہی ہے دستور  
اب جو یہ جسم پہ تیرے نظر آتا ہے لباس \* یہ اُسی لوٹ کی چادر سے بنا ہوگا غرور  
مختصر تھی وہ ردا، اور ترا قد ہے دراز \* ایک چادر میں ترا جسم نہ ہوگا مستور  
اچے حصے سے زیادہ جو لیا تو نے، تو آب \* تو خلافت کے نہ قابل ہے نہ ہم ہیں مامور



گرچہ وہ حد مناسب سے بڑھا جاتا تھا \* سب کے سب مہر بہ لب تھے چہ انات و چہ دکور  
روکتے کوئی کسیکو، یہ نہ رکھتا تھا مجال \* نشہ عدل و مسارات سے تھے سب مخمور



اچے فرزند سے فاروق معظم نے کہا : \* ” تم کو ہے حالت اصلی کی حقیقت پہ عبور  
تمہیں دیکھتے ہو اسکا مری جانب سے جواب \* کہ نہ پکڑے مجھے معشر میں مرار ب غفور



بولے یہ ابن عمر سب سے مخاطب ہو کر : \* ” اس میں کچھ والد ماجد کا نہیں جرم و قصور  
ایک چادر میں جو پورا نہ ہوا اُن کا لباس \* کر سکی اسکے وگوارا نہ مری طبع غیور  
اچے حصے کی بھی میں نے انہیں چادر دیدی \* واقعہ کی یہ حقیقت ہے کہ جو تھی مستور



نکتہ چین نے یہ کہا اُٹھ کے کہ ہاں اے فاروق \* حکم دے ہم کو، کہ اب ہم آئے مانینگے ضرور

( شہلی نعمانی )



## غزل



چندے گرہ کشائے خم زلف بـودہ ام \* تارفتہ رفتہ کار بہ بند قبلا رسید  
در کار عشق دیدہ وری شرط بودہ است \* ہر کس نظر کشود و تماشا بہا رسید  
زلفش دکان مشک فروشی کشادہ است \* این مژدہ ام بـوش ز باد صبا رسید  
پیچا رہ دل میان در قاتل فتادہ است \* نازک کشادہ غمزہ و ناز از قضا رسید  
شوخی کہ از غرور بہ خود ہم نمی رسد \* عذرش بنہ اگر نتواند بہا رسید  
قاصد ہزار گونہ سخن ساخت در پیام \* بے چارہ گشت چوں بہ سر مدعا رسید

( شہلی نعمانی )

اور اگر کوئی بد قسمت مسلمان اس قسم کے عہد سے انکار کرے یا کامل کرے تو سمجھ لینا چاہیے کہ فی الحقیقت اس کے مذہبی اعتقاد میں ضعف و کمزوری ہے۔ اور ایسی حالت میں ہم کو چاہیے کہ اس سے ہر قسم کا رابطہ و اتحاد قائم نہ رکھیں۔ اس کی کسی قسم کی رسم و تقریب میں شریک نہوں۔ اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھیں اور اس کو اسلام کا، انجمن کا، اور اپنا دشمن تصور کریں۔ اور اس قدر ہوشیار رہیں جس قدر کہ ایک دشمن سے رہنا چاہیے۔

### الہلال

جزم اللہ تعالیٰ کہہ نہیں سکتا کہ جذاب کی تحریر پڑھ کر کس قدر طبیعت مسرور ہوئی۔ جذاب نے آغاز تحریر میں لکھا ہے کہ ایک ایسی انجمن کے قیام کا خیال آپ کو بھی تھا، اور اب دوسری طرف سے بھی اس کی صدا سن کر نہایت مسرت ہوئی کہ اس خیال نے آرزوئیں میں بھی اپنا گھر کر لیا ہے۔ آپ کی تحریر پڑھ کر بعینہ یہی حال اس فقیر کا بھی ہوا۔ یہی خیالات ہیں جن کو کسی قدر زیادہ اضافہ و توسیع کے ساتھ پیش نظر رکھتا ہوں، اور اسی لیے محض کسی انجمن کے قیام اور ایک بہت بڑے فنڈ کے مہیا ہو جانے کو اصل کار نہیں سمجھتا، گرجا، ضروری کار، و منازل ایندھ و رسائل تقویت و اعانتہ ضرور ہیں۔ ہم مسلمان ہیں، اور دنیا میں صرف کعبے ہی کی حفاظت کیلیے نہیں ہیں، بلکہ کعبے کے ساتھ ہو کر تمام دنیا کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ یہ بد بختی ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ تاہم ہم کو اپنا نصب العین ہمیشہ بلند اور رہی رہنا چاہیے، جو ہمارے خدا نے ہم کو بتلایا ہے۔

جس وقت تک مسلمان اس آیت کریمہ کے مطابق اپنا حال و حال نہ بنالیں گے، اُس وقت تک کوئی انجمن، کوئی اسکیم، کوئی بڑی سے بڑی روپے کی تعداد آنکو خاک مذلت سے نہیں اُٹھا سکتی: الذین ان مکناہم فی الارض، اقاموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ و امروا بالمعروف و نہوا عن المنکر۔

ذرا توقف کیجیے۔ ہمیشہ کام ترتیب طبعی سے انجام پذیر ہوتا ہے۔ الہلال اُسی پر عامل ہے۔ میں بہت جلد یکے بعد دیگرے ان تمام امور کو بالتفصیل و تشریح عرض کرنے والا ہوں۔ معدے کی طرح دمغ بھی ایک وقت میں غذا کی ایک ہی مقدار ہضم کر سکتا ہے۔

### جمعیت خدام کعبہ

(از جناب مشیر حسین صاحب قذوائی - پیرسٹرائٹ لا)

جمعیت خدام کعبہ کی اسکیم کا خاکہ جو الہلال میں شائع ہوا، اوسبہ اکثر حضرات نے مجھے تحریریں روانہ کیں اور ان میں کی سب نہایت توقع افزا ہیں۔ بہت سی جواب طلب ہیں۔ میں بذریعہ اس اخبار کے سب حضرات کو اطلاع دیتا ہوں کہ ابھی دستور العمل زیر غور ہے۔ جب دستور العمل کا خاکہ حسب صلاح جناب شرکت علی صاحب اور دیگر حضرات طے ہو جائیگا تو پبلک کے پیشکش ہوگا۔ اور اوسپر رائیں لیکر یہ عالمگیر جمعیت قائم ہوگی۔

میں ناکامیاب ثابت ہوگا۔ یہ ممکن ہے کہ جو قومیں اپنے آپ کو عملی صورت میں اسلام کی دشمن ثابت کر رہی ہیں اور جن کا دلی مدعا یہ ہے کہ اسلامی سلطنتوں اور حکومتوں کو صفحہ ہستی سے مٹا کر اسلام کو اس قدر ضعیف اور کمزور کر دیا جائے، کہ پھر اس میں اوبھرنے کی قابلیت نہ رہے، جب ان قوموں کو اس بات کا علم ہوگا کہ کعبہ و مدینہ کی حفاظت کی واسطے ایک ایسی زبردست انجمن ہے جس کے ممبر حرمین شریفین کی حفاظت میں اپنی جان و مال فدا کرنے پر تیار ہیں اور یہ علم ان قوموں کو ضرور ہوگا، تو اول تو وہ قومیں اس انجمن کے درہم برہم کرنے کے لیے ہر طرح کے جائز و ناجائز ذریعے عمل میں لائیں گی۔ اگر ان کو اس مقصد میں کامیابی ہوگئی تو ان کے مدعا کے حاصل کرنا راستہ صاف ہو جائیگا۔ اور اگر ان کو نا کامیابی ہوئی تو ممکن ہے کہ بخیال مصلحت، کعبہ و مدینہ سے کسی قسم کا تعرض نہ کریں، اور تمام دیگر اسلامی ممالک کو فتح کر کے مسلمانوں کو ذلیل و خوار کر دیں، اور ان کو اپنی غلامی میں داخل کر کے طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں اور ان کو تمام حقوق مذہبی و ملکی سے محروم کر دیں، اور صرف کعبہ و مدینہ کو مسلمانوں کے ہاتھ میں رہنے دیں۔

لہذا محض کعبہ و مدینہ کی حفاظت کا مذہبی پہلو ہم کو ذات و پستی سے نکال کر عزت و بلندی پر نہیں پہنچا سکتا۔ میرا مدعا یہ نہیں ہے کہ حفاظت کعبہ و مدینہ کا مدعا ترک کر کے کوئی دوسرا مدعا پیش نظر رکھا جائے۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ مدعا ضرور پیش نظر رہے۔ نہ صرف حفاظت کعبہ و مدینہ ہی، بلکہ حفاظت کعبہ و مدینہ و بیت المقدس و کربلائے معلیٰ و دیگر مقدس مقامات اسلامی بھی ہماری انجمن کا مدعا ہونا چاہیے۔ کیونکہ معاملہ بیت المقدس عنقریب چھڑنے والا ہے، جس کی حفاظت کی واسطے ملیبی لڑائیوں میں لاکھوں مسلمان شہید ہو چکے ہیں، اور بیحد و حساب مال و متاع تصدق کر چکے ہیں اور جس مقدس مقام کے حاصل کرنے کی واسطے یورپ ہر طرح کرشمہ کر رہا ہے۔ علاوہ ازیں مجاس خدام کعبہ کے مقاصد میں یہ امر بھی داخل کیا جائے کہ اُس کے ہر ممبر پر پابندی احکام دین اسلام لازمی ہوگی۔ یعنی کلمہ کا قائل اور صوم و صلاۃ کا پابند ہوگا، اور بصورت توفیق ذکوۃ دیگا اور حج کریگا۔ مجلس کے ممبروں اور کل مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد قائم رہے اور پھیلائی کی ہمیشہ کرشمہ کرے۔ بغض و حسد رکینہ۔ عیب و عناد و دروغ گوئی۔ منافقت وغیرہ کی برائیاں کو ترک کر کے سب مسلمان کو کسی قسم کے نقصان پہنچانے کی مصلحتاً کفایت ہرگز نہ ہوگی۔ نہ کریگا، اور مظلوم مسلمان کی اور اسلام کی جان و مال سے حمایت اور امداد کریگا۔ پھر یہ عبارت بھی اکر مناسب تصور کیا جائے تو حلف میں داخل کر دیجائے۔ ہماری غرض اس وقت یہ نہ ہونی چاہیے کہ ممبران مجلس ہی تعداد فرما کر ایک کثیر تعداد ہو جائے، بلکہ ہم کو اس قسم کا معیار قائم کرنا چاہیے کہ جو مسلمان اوسپر عہد کر کے ممبر ہو، اس کی زندگی و زور و زلف کے سامانوں کی زندگی کی طرح ہو جائے، اور اسلام کا عہدہ سے عہدہ نمونہ نہ جائے۔ اور اس قسم کا ممبر بد رجا بہتر ہے اور ہزار ممبروں سے جو احکام دین اسلام کے پابند نہیں ہیں، اور وہ اکیلا اسلام کے ایک سر دشمن پر بھاری ہو سکیگا۔ اور نیز ہر مسلمان سے انجمن کے ممبر بنائی در خواست کی جائے۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ ہم کو اس کا علم ہو جائیگا کہ دنیا میں اسلام پر فی الحقیقت اپنی جان و مال دا کرنے والے کس قدر مسلمان ہیں اور کس قدر بڑے نام مسلمان ہیں۔ میرے خیال میں انجمن کے مقاصد اس قدر عمدہ ہیں کہ کوئی مسلمان بھی اس کے ممبر ہونے اور حلف لینے سے انکار نہیں کریگا

# مراسلہ

## انجمن خدام کعبہ

(از جناب مراسلہ نگار بہرہ مال)

حضرت مولانا - السلام علیکم - آپ کے اخبار الہلال مورخہ ۲۳ - اپریل سنہ ۱۹۱۳ میں مسٹر مشیر حسین قدوائی بیرسٹرات لاہی تجویز مجلس خدام کعبہ کو میں نے بغور و بخوشی پڑھا۔ اس قسم کی ایک مجلس قائم کرنا خیال مجھ کو اور نیز میرے دیگر ہم خیال احباب کو کئی ماہ سے تھا۔ اور اس کے قواعد و مقاصد پر غور کیا جا رہا تھا۔ الحمد للہ کہ یہ خیال ہمیں پر محدود نہ تھا بلکہ یہ خیال دوسرے مسلمانوں کو بھی پیدا ہوا۔ اور یہ ایک نیک فال ہے اور بلاشبہ اس کو ایک نائید غیبی سمجھنا چاہیے۔ اس کام میں خداوند تعالیٰ ہم کو ضرور کامیابی عطا فرمائے گا۔ جب خداوند تعالیٰ کو یہ منظور ہوتا ہے کہ کسی قوم کے زمانہ ذلت کا خاتمہ ہو، اور وہ بیدار ہو کر دنیا میں عروج حاصل کرے، تو اس کے افراد میں بہودی کے خیالات خود بخود پیدا کر دیتا ہے، اور شاندار مستقبل، اور قابل حصول مدعا کی مجسم صورت اس قوم کے سامنے کھڑی ہو جاتی ہے۔ نیز اس سے یاس اور ناامیدی کے جراثیم مہلکہ کو دور کرے، ارادہ اور استقلال اور سعی کی زندگی اس میں پیدا کر دیتا ہے۔ تاریخ و تجربہ و مشاہدہ صاف طور پر ہمیں یہ بتاتا ہے کہ جس قوم میں پست ہمتی و یاس اور ناامیدی کی گمراہیاں پیدا ہو جاتی ہیں، وہ قوم خواہ کتنی ہی ترقی یافتہ ہو، معزول ہو، گریست و نابود ہو جاتی ہے، یا ذلت و گمناہی میں زندگی بسر کرتی ہے۔ مگر جس قوم میں الوعزمی اور حصول مدعا میں مشکلات کا مقابلہ کرنے اور سر کر نیکی خوئیاں پیدا ہو جاتی ہیں، وہ ضرور ترقی اور عروج کے آسمان پر مائل آفتاب کے چمک کر رہتی ہیں۔ تاریخ ترقی اقوام اس امر کی بھی شاہد ہے کہ قوموں کی ترقی میں ان کے مذہبی پہلو نے ہمیشہ بڑا حصہ لیا ہے۔ جس قوم میں مذہبی پابندی کے ساتھ ارادہ، الوعزمی، اور استقلال شامل رہا ہے، وہ ضرور ترقی و عروج یا کورہی ہے۔ لہذا ہر قوم کی ترقی و عروج کے راز میں اس کا مذہب ہمیشہ ایک جزو اعظم ہوتا ہے۔ مذہب ہی ایک ایسی شے ہے جو کسی قوم کے مختلف خیال و مختلف المزاج افراد کو ہم خیال بنا سکتا ہے، اور جب تک کہ کوئی قوم ہم خیال نہ ہو جائے، اس وقت تک اس کی ترقی محال ہے۔

مسٹر مشیر حسین کی تجویز مجلس خدام کعبہ بیکہ ایک قابل قدر و قابل ستائش تجویز ہے، مگر اس تجویز میں مذہبی پہلو ایک گونہ شامل نہیں ہے۔ اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ حفاظت کعبہ و مدینہ خود ایک مذہبی مدعا ہے اور انجمن کے ممبروں کو ہم خیال بنانے کے واسطے یہی مدعا کافی ہے۔ لیکن اگر اس مسئلہ پر خود راہی و ہمت دہرمی کو علاحدہ کر کے تھنڈے دماغ کے ساتھ غور و فکر کیا جائے، تو معارف و جالیگا کہ محض حفاظت کعبہ و مدینہ کا خیال و مدعا ہم کو ذلت سے نکال کر عروج پر پہنچانے

تیسری - اس طرح انسان کی معلومات ترقی کرتی جاتی ہیں، لیکن یہ تمام انکشافات ان معلومات کے سامنے، جن کو خاص مذہب نے سمجھایا، محض سطحی معلوم ہوتے ہیں۔ وہ معلومات کیا ہیں؟ وہ یہ ہیں کہ یہ کارخانہ عبت نہیں ہے اور اس لیے ہم بھی جو اس کارخانے کے ایک جزء ہیں، نہ عبت پیدا ہونے نہ عبت مرتے ہیں:

ما خلقنا السموات  
والارض وما بینہما  
الا بالحق  
و اجل مسمی  
افھم انہما  
خلقنا کم عبثا  
وانکم الینا لاترجعون

کچھ شک نہیں کہ حیات بعد الممات کا مسئلہ انسان کے واسطے ایک مہتمم بالشان امر ہے۔ کیونکہ اس تحقیق کے درپے ہونا کہ کائنات کا کارخانہ کس طرح چل رہا ہے، صرف موجودہ زندگی تک ہی مفید ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ معلوم کرنا کہ یہ کارخانہ کیوں چل رہا ہے اور ہم کو کیا کرنا ہے، حقیقتاً ایسا ہے جس پر ہماری زندگی اور موت کا انحصار ہے اور یہی مذہب کا اصلی کارنامہ ہے۔

اس تقریر کا یہ منشاء نہیں ہے کہ سائنس کی معلومات جو درحقیقت دافع اوہام ہیں اور سچے مذہب کی موند، حقیر اور عبت ہیں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ جن مدعیوں نے اپنے محدود علم کے زعم و غرور باطل میں یہ سمجھ رکھا ہے کہ:

زعم الناس کفرا، ان  
لن یبعثوا، قل بلی  
ربی للبعثن ثم  
لننبئن بما عجلتم  
وذلك علی اللہ یسیر

وہ اپنی غلطی پر متنبہ ہو جائیں، کیونکہ ارتقاء گذشتہ پر ایمان لانا، مگر ارتقاء آئندہ، یعنی معد سے منکر ہو جانا، تعلیمات سائنس کی تکذیب کرنا ہے (۱) جس کی وجہ اس کے سوا اور کوئی نہیں جس کو شیخ عطار نے شتر مرغ کی لطیف تمثیل میں بیان کیا ہے۔ نفس کی حیلہ جوئی کے متعلق شیخ موصوف فرماتے ہیں:

چوں شتر مرغ بدایں این نفس را  
نے کشد بارو نہ پرد بر ہوا  
گر بہ پر گویش، گوید اشتہم  
ور نہی بارش، بگوید طائر

یہی حال سائنس کے گروہ معتدین کا ہے۔ طابائع جب یہ رنگ اختیار کر لیتی ہیں، تو قبول حق سے بہر حال دور ہو جاتی ہیں: نعدن باللہ من شرور انفسنا، و من سیات اعمالنا!

(۱) یہ بحث آئندہ آئینگی - (منہ)



## شہ جون عثمانیہ

پوشیدہ رفتی تھی، جو ان امور کے علاوہ کسی اور امر پر غور کرنا جانتے ہی نہ تھے، اب ترقی کے شائق ہیں اور ملی و قومی رابطہ اتحاد کو مستحکم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

بیشک نصراً میں رومی، قبطی، فرانسیسی، ارمنی، انگریز وغیرہ، مختلف جداگانہ قومیں ہم کو ملیں گی، مگر اسلام میں اس جنسی تقسیم کا اثر نہیں۔ ایک رومی ایک فرانسیسی کو اجنبی سمجھتا ہے تو سچ ہے، مگر ایک ہندوستانی مسلمان ایک افریقی مسلمان کو اپنا بھائی سمجھتا ہے۔ یہ رکھنا چاہیے کہ پیرس یا مارسیلز کا باشندہ جس نظر سے لیوان یا نائس کے باشندے کو دیکھتا ہے، اسی نظر سے ایک ترکی مسلمان ایک قوزاقی یا جارجی مسلمان کو دیکھتا ہے، بلکہ اس سے زیادہ محبت آمیز و اخوت آگیاں نظر سے۔

اسلام تمام اعتدالت سے برتر ہے۔ اسلام اقوام عالم میں ایک عالمگیر برادری یا اخوت ہے۔ بلاد اسلامیہ میں نصرانی سلطنتوں کے مکائد و دسائس خواہ کتنے ہی پھیلیں، اور ان کے اموال و مصنوعات کتنے ہی رائج ہوں، مگر یقیناً یہ چیزیں اس رشتے کو نہ توڑ سکیں گی۔ جلالتماب سلطان المعظم کا مرتبہ بعیثیت خلیفۃ المسلمین کے ان کے اس مرتبہ سے صدہا درجہ زیادہ ارفع و اعلیٰ ہے، جو ان کو بعیثیت شاہنشہ دولت عثمانیہ ہونے کے حاصل ہے۔ مقدم الذکر صورت میں وہ تمام عالم اسلامی کے بادشاہ ہیں۔ یہ ایک ایسی طاقت ہے۔ جس کا ہر شخص اعتراف و احترام کرتا ہے۔ اس طاقت کا فرض ہے کہ آجکل ظاہر ہو رہا ہے عملی نظام و تدریس کے ساتھ، جو اس کے مذہب ہو، تا کہ اگر یورپ اپنے مادی مصالح کا پاس کرنا چاہے تو اس کا فرض ہو کہ دولت عثمانیہ کی مخالفت سے اجتناب کرے۔ میں یورپی جرأت سے کہتا ہوں کہ آئندہ خلافت اسلامیہ کی حفاظت کا کوئی طریقہ اس سے بہتر نہیں مل سکتا۔

یورپ کا خیال ہے کہ مشرق میں عموماً اور عالم اسلامی میں خصوصاً، ایسا عام کوئی اثر نہیں، مگر یہ اس کی غلطی ہے۔ بیشک یہ صحیح ہے کہ سیاسی جماعتوں کے اختلافات، ان اس قدر عظیم الشان نہیں ہوتے، جتنے کہ آج جگہ ہوئے ہیں۔ مگر جب کہ مذہبی اختلاف ہو اور بحث و نزاع میں مذہب کی عزت کا سوال پیدا ہو جائے تو افریقہ کا حبشی بھی (جو تمدن میں کمترین درجہ سمجھا جاتا ہے) اپنے مذہب عزت کی مدافعت میں آواز بلند کرنے لگتا ہے۔ دولت عثمانیہ اتحاد اسلامی کا محکم ترین ستون ہے اور اس کا فرض ہے کہ اس سے جائز طور پر مستفید ہو۔ رفہ عالم اسلامی سے خود دولت عثمانیہ کو شرافت و قوت حاصل ہوتی ہے۔

مصر جو اپنے آپ کو آزاد کرنے، اپنی سرسبزی سے متمتع ہونے، اور اپنی گذشتہ عظمت کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے کوشش کر رہا ہے، دولت عثمانیہ کا ایک جزو غیر منفصل ہے۔ اس کو ہم دولت عثمانیہ کے لیے منجملہ اسباب ترقی و رفعت شان کے سمجھتے ہیں۔

افسوس ہے کہ بعض نوجوان، جنہوں نے واقعی اپنی عزت کو محسوس کیا ہے، ان خیالات سے ناواقف ہیں، جو ان کے متعلق یورپ کے حلقوں میں دائر و سائر ہیں۔ یورپ چاہتا ہے کہ اپنے تمدن کی بوقلمونی سے ان کو اپنے آپ میں جذب کر لے اور حقیقت سے اندھا

## الاتحاد الاسلامی

اثر خواہ، حضرت کاتب قدیر: جلال نوری بک

اتحاد اسلامی، خلافت، اور مسئلہ مصریہ کی بابت میرے خیالات، میرے ان اقوال سے معلوم ہرچکے ہیں جو اخبار اللواء نقل یا اقتباس کیا کرتا تھا، مگر آج یہ مصریہ، مضمون اس لیے لکھا ہوا ہے کہ مجملہ ان خیالات دیرینہ کو اپنے مصری اور ترکی بھائیوں کے سامنے پیش کروں، کیونکہ ان خیالات کو شاہی رعایا کے رشتہ الفت کے استحکام اور بقیہ قراء سیاسیہ اسلامیہ کے ثبات کے لیے سردمند سمجھتا ہوں۔

یورپ صرف انہی لوگوں کو پسند کرتا ہے، جن کا نشر و نما مغربی اصول یعنی وطنیت و جنسیت کی تقدیس پر ہوا ہو۔ لیکن عربوں، ترکوں، مصریوں، ہندوستانیوں، افریقیوں، غرض اسلامی قوموں میں سے کہیں بھی اختلاف جنسیت کا اثر نہیں۔ کیونکہ اسلامی تعلیم میں نہ جنسیت کی بنیاد ہے اور نہ اس کا اثر۔ اسلام نے تو یہ کہا ہے کہ تمام مسلمان ایک قوم ہیں۔ اگر بعض اجنبی سلطنتوں کے مسلمان خلیفۃ المسلمین کی تقدیس اور اقرار بیعت کے بارجوں اپنے آپ کو ایک جداگانہ قوم سمجھنا چاہتے ہیں، تو یہ ان کی سخت غلطی ہے جس کی وجہ اس کے سرا اور کچھ نہیں کہ وہ تعلیم اسلامی کی روح سے ناواقف ہیں۔

اسلام (جیسا کہ زبان کہتا ہے) ”ایک راوہ انگیز و معیر العقول طاقت ہے، جو لغت، جنسیت، وطنیت، طبیعت، اور مزاج کے اختلاف کے باوجود، اپنے حلقہ بگوشوں کو ایک کر دیتی ہے۔“ بنا بریں میں کہتا ہوں کہ یورپ کا مذہب استعمار جہاں تک ہوسکے دنیا میں پھیلے اور عام ہو، اور دل یورپ ایشیاء، افریقہ، اور اوقیانوس کے ممالک میں سے جس قدر چاہیں فتح کرائیں۔ پر یہ تمام فتح و استعمار مسلمانوں کے رشتہ اخوت و الفت کو منقطع نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کے برعکس ان سلطنتوں کا ظلم و ستم جس قدر زیادہ، اور تعدی و ترہین جس قدر گراں ہوگی، اس قدر عالم اسلامی کی بیداری اور احساس، دروں زیادہ ہونگے۔ پولینڈ نے، جس کو جماعتوں کے باہمی اختلافات و منازعات نے اس درجہ پارہ پارہ اور پامال کر دیا تھا کہ وہ اپنا اتحاد قومی اور جذبہ وطنی تک بھول گیا تھا، اس وقت اپنا گم کردہ احساس دوبارہ پیدا کیا، اور رشتہ ملی و وطنی کی حقیقت اور قدر قیمت سمجھی، جب روس، آسٹریا، اور پروشیا نے اس کو باہم تقسیم کر لیا۔ اس وقت تمام پولینڈ مدافعت کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور ہوا، جو کچھ کہ ہونا تھا۔

پس انگریزوں کا مصر میں احتلال، فرانس کا تونس اور الجزائر پر قبضہ اور مراکش کو نکلچا نا (جو حلق میں پھنس گیا ہے) اطالیا کا دولت عثمانیہ کے مقابلے میں اعلان جنگ، طرابلس اور باغازی کو بزور اسلحہ زیر کرنے کے لیے، وغیرہ وغیرہ، وہ مصائب ہیں، جنہوں نے عالم اسلامی کو بیدار کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ مراکش کے قبائل، جو ہمیشہ قباخت و تاراج میں مصروف رہتے تھے، جن کے دلوں میں اپنے ہمسایوں کو زک دینے یا نقصان کی فکر ہمیشہ

جمعیت خدام کعبہ کا مقصد یہی ہے۔ اور یہی اولین مقصد ہے۔ اسی مقصد پر کام شروع ہونا چاہیے۔ جمعیت کی تکمیل میں ایسی پانچ چھ ماہ کا عرصہ لگنا مگر ہیرلی تیار ہو رہا ہے۔ ترتیب میں ہر شخص کی رائے سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔

میرا شاید یہ لکھ دینا مناسب ہوگا کہ مجھے ایک ایسے الیہ العزیز شخص کا انتظار ہے جو بسم اللہ کہہ کر، علاقے سے علحدہ ہو کر، کمر ہمت چست باندہ کر آئے ہو۔ میں اس کے پیچھے چلنے کے لیے دامن سنبھالے بیٹھا ہوں۔ کوئی عالم با عمل یا رند بلاکش آئے ہو پھر اسکا میں ذمہ دار ہوں کہ اسکا ایک مقتدی تو ایسا ضرور ہونگا جو دنیا و مافیہا سے بیخبر ہو کر دایم، درم، سخن، قدم، بلکہ دل رجاہ سے خدمت کے لیے مستعد ہوگا۔ اس کام کے متعلق ایسی میری حالت حافظ (رح) کے اس شعر کے مصداق نہیں ہوئی ہے :-

آسمان بار امانت نترانست کشید

قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

بیشک میں ایک فینٹیک (Fanatic) (دیوانہ) مسلمان ہوں۔ مگر ابھی قرعہ فال میرے نام پر نہیں گرا۔ نہ ابھی کسی آسمان شکرہ پر اس کا تجربہ ہوا کہ وہ اٹھا سکیگا یا نہیں۔ خود میری شناخت میں در چار گراں پایہ حضرات ایسے ہیں جو ظاہر اسے اٹھانے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اللہ اونکو حوصلہ دے۔ استقلال دے۔ قوت دے۔ اور اسی کے ساتھ تہذیبی سی چاشنی جنوں یا یورپ کی زبان میں فینا ٹیزم (Fanaticism) کی بھی عطا کرے۔ اس لیے کہ :-

ناز پروردہ تنعم نہ برد راہ بہ دوست

عاشقی شیوہ رندان بلاکش باشد

ہاں اس کام میں پیش راہ ہونے کے لیے کسی امیر کو نہیں چاہتے۔ کسی رالی ملک کو نہیں چاہتے۔ کسی قارئین کو نہیں چاہتے۔ ہماری حالت خراب ہے۔ ہم پر بلاؤں کا نازل ہے۔ ہمارا جہاز گرداب میں پڑا ہے۔ الغرض :-

اندھیرا ہے۔ تلاطم ہے۔ ہوائے تندہ ہے۔ لیکن۔

ہمیں درائے محمد کیا۔ ہمارے نا خدا تم ہو۔

ارض حجاز کا قریبی چوہاں اب بھی ہماری گلہ بانی کو کافی ہے۔ محمد (صلعم) عربی کے نقش قدم راضع ہیں، اور ہم کو نزل مقصود تک پہنچانے کے لیے دلیل راہ بنسکتے ہیں۔ ہمارے لیے قرآن کریم کی ہدایت کافی اور بالکل کافی ہے۔ ہمارے جہاز کا اگر ناخدا کوئی بھی نہ ہو، تب بھی ہم کو یہ دعویٰ ہوگا :

ما خدا داریم مارا ناخدا درکار نیست

ہم کوئی سرغنا نہیں چاہتے۔ رہنا نہیں چاہتے۔ ہم صرف ایک خادم الخدام چاہتے ہیں۔

کوئی خدا کا بندہ مل ہی کر رہیگا۔ یہ خدا کا کام ہے۔ اور خدا کا کام بند نہیں رہتا۔ وہ اپنا کام جوں اور بدھے سب ہی سے لے سکتا ہے۔

اگر کسی صاحب کے ذہن میں کچھ خاص نام ایسے ہوں جو ان کاموں کے لیے مناسب معلوم ہوں ان سے بھی مطلع کریں۔ کتنے گراں بہا مرتبی ہیں جو صدف کے اندر ہی رہ جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ یوں نہ ہو تو ایکس ریز (Xrays) سے کام لیکر ہر صدف میں درجے بہا کی تلاش ہو۔ کوئی نہ کوئی گھر ایسا مل ہی جائیگا جسپر خاقان ہفت اقلیم کر بھی ناز ہو۔



کام اہم ہے۔ اللہ توفیق دے اور حمایت کرے۔ کامیابی یقینی ہے لیکن اصول اور ضوابط کو مکمل کر لینا ضروری ہے کہ بنیاد مضبوط ہو۔ اور وسعت کی اعتبار سے لنگر کی برداشت کی قوت ہو۔

جناب مولانا ابراہیم علیہ السلام کے مرکز خاطر کوئی اہم تحریک ہے۔ جسکی تمہید بلکہ ابتدائی کام بھی بذریعہ الہلال پبلک کے سامنے پیش ہے۔ اس اسکیم سے بھی فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔ جو رائیں آرہی ہیں اور امید ہے کہ بعد کر آئیں، ان سے بھی ہم سب لرگ مستفید ہونگے۔ اور انشاء اللہ یہ زبردست جمعیت قائم ہو جاوے گی۔

ہر در گاؤں اور ہر قصبہ میں ایک شاخ ہونا چاہیے۔ سب سے بڑی غرض جمعیت کے قائم کرنے سے یہ ہے کہ ہر مسلمان کو اسلامی خدمت میں حصہ لینے کا رولہ ہو اور موقع ملے۔ ایک ریہہ سال خدام کعبہ کا چندہ ہوگا۔ لیکن کوئی ضرورت ایسی بھی رکھی جائیگی جس سے وہ عام ہر داران توحید اور جاں نثاران بیت اللہ جو عسرت و فلاکت دنیاری کے بوریہ پر جلوہ افروز ہیں، محروم نہ رہسکیں، اور ثواب حاصل کرنے کا موقع اونکو بھی حاصل رہے۔ اکثر حضرات نے دریافت کیا ہے کہ کیا پین اسلامک انجمن کوئی اور ہوگی۔ یہ اور؟

میری حقیر رائے یہ ہے کہ خدام کعبہ کے مقاصد کو محدود رکھنا چاہیے۔ اور اسی سے ابتدا کر کے پھر انتہا پین اسلامک انجمن تک پہنچا دینا چاہیے۔ جس سے تمام مسلمان اور انکی انجمنیں ایک دوسرے سے ہم رشتہ اور آپس کے احوال سے باخبر ہو جاویں، اور اعدا کے مقابلے کے لیے بہ یک وقت سینہ سپر رہیں۔ یہ ابتدائی کام جمعیت خدام کعبہ کا درپیش ہے۔ یہ جمعیت رولہ افکن ہوگی۔ لوگوں کو نظم و نسق کا عادی کریگی۔ ہر گھر میں اسلامی خدمت کا چرچہ پیدا کریگی۔ اور انشاء اللہ العزیز دشمنوں کے دلوں میں وحشہ اور ارنکے خیالات میں زلزلہ پیدا کر دیگی۔

وہ جزو جسکی مسلمانوں میں کمی ہوتی جاتی ہے، یعنی اسلامی روح، پھر عود کر آئیگی۔

اس طرف اسلامی اخبارات نے بڑا کام کیا ہے۔ توقع ہے کہ اب عملی کام کے کرنے میں بھی وہ حصہ لینگے۔ ہر اخبار سے توقع ہے کہ وہ بار بار اس جمعیت پر اظہار آراء کریں گے۔ اور جمعیت خدام کعبہ کا پیغام ہر ہر قریہ میں پہنچا دیں گے۔

اگر دنیائے اسلام اب بھی ایک رشتہ میں منسلک ہو جائے۔ اگر اب بھی مسلمانان عالم اپنے حال سے باخبر اور اعدا کے اوادوں سے واقف ہو جاویں، تو کیا تعجب ہے کہ مسلمانوں کی ترقی و عروج کا دوتا پھر اسی طرح توجہ پر آجاریے جس طرح آجکل عیسائیوں کا ہے۔

دیگران ہم بکنند انچه مسیحا میگرد

اگر ہم غافل رہے تو نہ صرف ہم مسلمانوں کا بلکہ ایشیاء کا خاتمہ ہے۔ اور سب ایشیائی اقوام اور مذاہب مغلوب ہو کر رہیں گے۔

چین میں مصالح ملکی نے جو عیسائیت کا رولہ پیدا کیا ڈالا ہے وہ بہت ہی اندیشہ ناک آثاروں میں سے ہے۔

مسلمان اگر اپنی حالت درست نہ کریں گے تو سب سے اہم الزام اونپر یہ ہوگا کہ دنیا کو ضلالت کی طرف پہنچنے میں انہوں نے حصہ لیا۔ تعلیم وحدانیت سے لوگوں کو متنفر کیا۔

مسلمان ہرگز اپنی حالت نہیں درست کر سکتے جب تک وہ کہہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر سب کے سب مجتمع نہ ہو جاویں۔ جب تک انکا رخ ایک خدا کی طرف اور ایک قبلہ کی طرف نہ پھر جائے۔

ترجہ نہ کی، جسکا خمیازہ آخر کو بھگتنا پڑا۔ جب دوبارہ جنگ شروع ہوئی تو سامان غذا کا بڑا حصہ صرف ہرجکا تھا پھر بعض بعض چیزیں بالکل ختم ہونے لگیں۔ جنمیں نمبر اول نمک کا تھا۔

شہر میں گرانی سرعت کے ساتھ بڑھنے لگی۔ امراء شہر نے ایک حد تک گرانی کا تدارک فقراء کو مالی امداد دیکر کیا، لیکن مشکل یہ تھی کہ گرانی کے ساتھ فقراء کی تعداد بھی بڑھتی جاتی تھی۔ شکری پاشا کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے اسکا نہایت عمدہ انتظام کیا اور پھر حکومت کی طرف سے روزانہ ایک رقت ہر فقیر کو روٹی ملنے لگی۔

کرد و رواج کے باشندے مع اپنے مویشی و دیگر ضروریات کے شہر چلے آئے تھے۔ باشندے توپوں کی آواز سننے سننے عادی ہو گئے تھے اور اب ان آوازوں سے انمیں کوئی بیچینی پیدا نہیں ہوتی تھی۔ باشندوں کے آرام و راحت کے لیے شکری پاشا ہر طرح کی کوشش کرتے تھے۔ پولیس رات دن شہر میں پھرتی رہتی تھی، تا کہ کوئی شخص کسی کی راحت میں خلل انداز نہ ہو سکے۔ اوقات تقسیم غذا کے علاوہ، کسی دوسرے رقت کسی طرح کا بھی شرور غل نہیں ہوتا تھا۔

باشندوں کی حالت دیکھنے کے لیے شکری پاشا موٹر پر شہر میں گشت لگاتے تھے اور شہر ہی سے استحكامات جاتے اور ضروری احکام دیتے تھے۔ جیسا کہ لوگوں کا بیان ہے، غذا کی مقدار رافر موجود تھی۔

گولے شہر پر گرتے تھے، جس سے آتش زدگی کے کئی واقعات ہوئے، مگر آگ بجھانے کے آلات موجود تھے، اسلیے جہاں آگ لگی، فوراً بجھا دی گئی اور زیادہ نقصان نہیں ہونے پایا۔ ایک گولہ ارمینی گرجے پر گرا، جس سے گرجے کا صرف اسقدر نقصان ہوا کہ دریا تین دن میں اسکی مرمت ہو گئی۔ ایک طرف تو شہر میں سامان غذا کم ہو رہا تھا، جسکی وجہ سے گرانی بڑھ رہی تھی، دوسری طرف عام لوگوں کے پائل روپیہ ختم ہو گیا تھا۔ اسلیے آخر میں غربا کو سخت تکلیف اٹھانی پڑی۔

حملہ عام شروع ہوا تو تمام لوگوں پر سخت ہیبت چھا گئی۔ لوگ خانہ نشیں ہو گئے۔ راستے اور گلیوں میں سپاہیوں کے سوا اور کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ گولے راستوں میں گرتے تھے اور پھٹتے تھے۔ اہل شہر سمجھ گئے تھے کہ اب معاصرہ بر سر اختتام ہے، اسلیے اکثر ترشہرے باہر چلے گئے، اور بعض جو نہ جا سکے، رہ گھروں میں بند ہوئے بیٹھ رہے۔ شکری پاشا نے جب دیکھا کہ مقابلہ کامیاب ہوتا نظر نہیں آتا تو باب عالی کے حسب الحکم قلعوں، گرداموں، اور تاریخی عمارتوں کے مسمار کرنے کا حکم دیدیا۔ توپوں کے دھانے ادھر پھر گئے اور گولے برسنے لگے۔ تین دن تک شب روز گولہ باری ہوتی رہی۔ اسکے بعد معلوم ہوا کہ بلغاری مشرق کی طرف سے شہر میں داخل ہو گئے ہیں، مگر دیگر اطراف کی فوج ابھی کامیابی کے ساتھ مقابلہ کر رہی ہے۔ اسکے بعد توپیں خاموش ہو گئیں، اور شکری پاشا نے آخری مایوسی کے بعد ہتھیار ڈال دیے۔ ایک دن کے بعد فردینڈ شاہ بلغاریا آیا، اور پھر شکری پاشا صرفیہ روانہ ہو گئے۔ اسکے بعد اہل شہر میں سے جو لوگ گھروں میں چھپے ہوئے تھے، دوسرے دن نکلے۔ بلغاری فوج نے عثمانی امیروں کی تفتیش شروع کر دی۔

اس خیال سے کہ بلغاری جامع سلیم کی توہین نہ کریں، علما و مشائخ مسجد کے دروازہ پر آکر جمع ہو گئے تھے، مگر انکی ایک نہ چلی، اور بلغاریوں نے وہ سب کچھ کیا جو کرنا چاہتے تھے۔ تفتیش کا سلسلہ تین دن تک جاری رہا، جسقدر اسلحہ برآمد ہوئے گرفتار کر لیے گئے۔

سے محروم کرنا ہے۔ پس اب ہم کو سفر کے لیے تیار ہو جانا چاہیے کہ رقت قریب ہے۔

شکری پاشا اسکی طرف مڑتے ہیں۔ اسکے اعتناء و التفات کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

دودہ اغاج ... ایک ہل چل ... ترین روانگی کے لیے تیار۔ فوجیں سلامی کے لیے مستعد، شکری پاشا مع رفقا کے ترین کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ فوج سلامی دیتی ہے۔ شکری پاشا قرین میں بیٹھے ہیں۔ کھڑکی سے گردن نکالتے ہیں، شہر پر پر حسرت نگاہیں پڑتی ہیں جو کہتی ہیں:

”ادرنہ! آہ اے عزیز ادرنہ! تو مجھے ماں کی طرح محبوب و محترم اور بیرونی کی طرح عزیز پر نارس تھا۔ میں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک دم میں دم ہے، تیرے لیے مدافعت کرونگا۔ شب و روز مسلسل جاگا، استحكامات و خطوط کی نگرانی کی، خالٹوں نے تسلیم کرنا چاہا تھا مگر میں نے کہ دیا کہ اگر تو دشمنوں کے حوالے کیا گیا تو میں انکے پامال کرنے سے پہلے اپنے ہاتھ سے تجھے تردہ خاکستر بنا دوں گا۔ آخر رقت تک لڑا، پر افسوس کہ تمام کوششیں فاکام ثابت ہوئیں۔ تو بالآخر ان ہاتھوں میں چلا گیا، جن سے بچانے کے لیے ہزاروں مسلمانوں نے اپنی جانیں قربان کی تھیں؟

میں نے اپنی قسم کی تمام باتیں پوری کر دیں۔ البتہ میں خود زندہ ہوں۔ مگر اپنے لیے نہیں، روزہ میری تلوار میرا فیصلہ کر چکی ہوئی، بلکہ اپنے وطن عزیز اور امت محبوب کے لیے، کیونکہ وہ دشمنوں سے گھری ہوئی ہے۔ اسکی مصیبتوں کا ابھی خاتمہ نہیں ہوا ہے۔ اے ابھی جنگ کی آگ میں سلگنا ہے۔ ممکن ہے کہ میں اسرقت کام آسکوں۔ یہ سچ ہے کہ تو ساقط ہو گیا، اور میں زندہ ہوں۔ لہذا حیات کے لیے نہیں، بلکہ اس جسم کے لیے، جسکا تو ایک ٹکڑا ہے۔ اس تاج کے لیے، جسکا تو ایک گھر ہے، اور اس قوم کے لیے، جسکے بطلان کی تو آرام گاہ ہے!

فاداع الرداع الرداع! یا ادرنہ! الرداع الرداع یا محبوبی و یا مطلوبی!! السلام علیک و علی عن فیک من الابطال الامجاد!!!

## حول سقوط ادرنہ

مفتیس از لندن ٹائمس و منچسٹر گارجین

نامہ نگار جنگ ادرنہ سے لکھتا ہے:

قلعہ سے نہایت سخت تکلیف کے ساتھ میں ادرنہ پہنچا۔ سب سے پہلا کام میں نے یہ کیا کہ شہر کے حالات دریافت کرنے کے لیے اپنے چند درستوں کے پاس گیا جو شہر میں موجود تھے۔ اہل ادرنہ آغاز جنگ میں تو کھدے، مگر بعد کو عادی ہو چلے تھے۔ غذا کی ذرا بھی تکلیف نہیں ہوئی۔ سرکاری گودام کے دروازے انکے لیے التواء جنگ کے آخر تک کھلے رہے تھے۔

چونکہ غذا کی طرف سے اطمینان ہو گیا تھا، اسلیے لوگوں کی تڑپاں جمع ہونے اور جنگ کے متعلق گفتگو کرنے لگیں۔ آغاز جنگ میں بلغاری توپوں نے شہر کو اس سے زیادہ نقصان نہیں پہنچایا کہ قییق اور سلطان سلیم نامی دو محلوں کی چند عمارتیں منہدم، نیز ۵۰ آدمی قتل کیے۔ بہتر تو یہ تھا کہ منہرس التواء جنگ نہ ہوا ہوتا، لیکن اگر ہوا تھا تو ادرنہ میں رسد رسانی کی شرط ضرور لگادی گئی ہوتی۔ افسوس کہ سابق وزارت نے اسکی طرف



## افسانہ دفاع و سقوط ادرنہ

گاہ گاہ باز خواں این دفتر پارینہ را  
تازہ خواہی داشتن گرداغہاے سینہ را

لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب !

## وداع ادرنہ !!!

مقتبس از طعن (تسطنظیہ)

کیا ؟ ..... کیا وہ داخل ہو گئے ؟ کیا ادرنہ ساقط ہو گیا ؟ کیونکر ؟  
اور کس طرح ..... ؟

وقت آگیا کہ ہم میں سے ہر شخص ایک دوسرے سے پرہیز کرے  
کا نپتی ہوئی آواز اور لڑکھاتی ہوئی زبان سے یہ سوالات کرے -  
اخوان وطن ! ادرنہ - آل عثمان کا قدیم دار السلطنت، ابطال عثمانیہ  
کی آرامگاہ، عثمانی مدافعت کا مطالب، امة اسلامیہ کا محبوب،  
یعنی ادرنہ ساقط ہو گیا ! ہاں ساقط ہو گیا ! ہماری نظروں کے سامنے  
ساقط ہو گیا اور ہم، ہم بدبخت زندہ ہیں ! ! فیالادرنہ ! ! یا لادرنہ ! !  
یہ سانحہ، دلدرز سانحہ، جو ہر عثمانی کے مخیلہ پر مرتسم  
رہیگا، مہینوں اور سالوں تک نہیں، بلکہ اس وقت تک  
جب تک کہ اسکی رگوں میں عثمانی خون گردش کرتا ہے ! !  
سہ شنبہ کو فیصلہ کن حملہ شروع ہوا، حال نے مستقبل کی  
بابت پشین گوئی کی، اور ایسے روشن دلائل کے ساتھ، جسمیں  
تسکذیب کی گنجائش نہ تھی -

اب ادرنہ کے افق سے امید کی روشنی مفقود ہو چکی تھی،  
نومیندی کی گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی - یہ حالت تھی  
جسمیں بطل ادرنہ نے لاسلکی (رائرلیس) کے ذریعہ باب عالی  
کو اطلاع دی: ”دشمن نے سخت حملہ کیا، شدید جنگ  
ہورہی ہے“

یہ آخری اطلاع تھی جو بطل مورف نے بھیجی -  
... ایک مدت کے بعد سنائی دی توپوں کی گرج ... ہتیاروں  
کی کھڑکھڑاہٹ ... داخل ہونے والوں کا خروش ... جوش فتنہ  
سے بد مستوں کے نعرے ... امید کا چراغ گل ! یاس کا استیلا!  
شکری پاشا پر هجوم غم، زورور حیرت - نہیں جاننے کہ مرجائیں اور  
ذلت گرفتاری سے نجات پائیں، یا زندہ رہیں، اور وطن عزیز اور  
ملت بیضاء کے لیے اپنا لہو پانی کریں - خیالات میں تلاطم،  
جذبات میں ہیجان، مرگ و زیست کے لیے خود داری، اور وطن  
عزیز کے لیے کشاکش .....

دشمن کے نعرے ... موسیقی کے نغمے ... فوجوں کی  
حرکت ..... دروازہ کھلتا ہے - ایک شخص زرد و سفید ریش،  
بلند پیشانی والا داخل ہوتا ہے، اور کہتا ہے:

”اے قائد جلیل و اے فخر تاریخ حرب ! دشمن ہوں مگر قدر  
شناس - تیری بسالت اور پامردی کا معترف اور مداح - پس قدر  
کر اپنی، کہ دشمن تک تیری قدر کرتے ہیں - میں تجھ سے تلوار  
لینا نہیں چاہتا کیونکہ تجھ سے قائد شجاع سے تلوار لینا، تلوار کو عزت

کر دے - ہمارا کمال و تقدم ہر مشرقی سے نفرت، اور ہر مغربی کی  
تقلید کے ساتھ وابستہ نہیں، بلکہ ہماری خروش بخشی اور کامیابی  
ایسی اشیاء میں مضمر ہے جو مشرق اور اہل مشرق کی ترقی کا  
باعث ہوں -

اگر ہم اپنے قومی عادات و خصائل کو چھوڑ دینگے تو ہم صفحہ  
ہستی سے مٹ جائینگے - لیکن اگر ہم اپنے قومی عادات کو مضبوط پکڑے  
رہینگے، سختی کے ساتھ اپنے اخلاق کے پا بند ہو گئے اور اپنے مذہبی  
تمدن کی تعلیمات کی طرف رجوع کرینگے تو ہمیں ہماری گذشتہ  
عظمت پھر حاصل ہو جائیگی، اور ترقی یافتہ قوموں کی صف میں  
داخل ہو جائینگے -

ولایات متحدہ امریکہ اور جاپان، جنکا رشتہ اتحاد و ملذیت ہے،  
مغربی نفوذ کی حلقہ بگوشی اور مذہبی کے تذلل و انکسار کی  
وجہ سے دل عظمیٰ میں شمار نہیں کی گئیں، بلکہ اسکے برعکس  
ان دونوں سلطنتوں کو یہ مرتبہ صرف مغربی کورانہ تقلید اور اسکے  
نفوذ کی حلقہ بگوشی سے نفرت کی بدولت حاصل ہوا -

”عالم اسلامی آج اس قابل نہیں کہ دل یورپ کو نقصان پہنچا سکے -  
اسلیے اسکا اہم ترین فرض یہ ہے کہ اپنا مذہبی و علمی پایہ بلند کرے  
اور یورپ کی ممانعت و معاکست کے عالی الرغم، تمدن میں اسکا  
مقابلہ کرے - اگر ۴۰ یا ۵۰ سال تک عالم اسلامی پوری طرح  
کوشش کرتا رہا تو اسمیں ارباب فکر اور اہل کمال پیدا ہونے لگیں گے  
اور اسوقت یورپ جو اسوقت ہمارے ساتھ ہر ممکن خشونت  
و درشتی کے ساتھ برتا کر رہا ہے، اس طاقت کے آگے گھٹنوں کے بل  
جھک جائیگا -

جو قوم اپنے شرف و وقار کو پہچانتی ہے، اپنے فرزندوں کی  
ذکارت و جودت پر قناعت اور اپنے عمدہ اخلاق پر اعتماد کرتی ہے، محال  
ہے کہ کسی رقت بھی، کسی قوت کے سامنے بھی، اسکی عزت  
مت سکے - مصائب کتنے ہی مسلسل و متواتر ہوں، مظالم کتنے ہی شدید  
ہوں، مگر ضرور ہے کہ ایک دن آئے، جسمیں اسکی ظفر مندی کا  
اعلان کیا جائے -

اسلحہ کا اثر مادیات پر ہے، مجردات پر نہیں - توپیں اور بندوقیں  
سنگ و خشت کے قلعوں، کو فتح کر سکتی ہیں، اور اسکی فوج کو قتل  
کر دالتی ہیں، مگر نہ دل کے قلعوں کو فتح کر سکتی ہیں اور نہ اسکی  
فوج یعنی احساسات کو قتل کر سکتی ہیں - اصلی قلعہ یہی ہے  
جسکو ہمیں مستحکم کرنا چاہیے، اور اصلی فوج یہ ہے، جسکی تعلیم  
و تربیت ہمیں کرنی چاہیے - اسی لیے جب سے دولت عثمانیہ میں  
حریت کا آفتاب طلوع ہوا ہے میں اس خیال کی خدمت کر رہا ہوں  
اور اسکو عالم اسلامی میں پھیلانا چاہتا ہوں - ممکن ہے کہ میری  
مساعی کامیابی کا تاج زیب فرق کر سکیں -

## الہلال کی ایجنسی

ہندوستان کے تمام اردو، بنگلہ، گجراتی، اور مرہٹی ہفتہ وار  
سہاروں میں الہلال پہلا رسالہ ہے، جو بارہ ہفتہ وار ہونے کے  
روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک  
عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں، تو اپنے شہر کیلئے اسکے  
ایجنٹ بن جائیے -

آراز میں کہا: خورش آمدید! تمام عالم، ادرنہ کے غالب و مغلوب، درنوں کی شجاعت سے حیرت میں ہے۔ بلغاری ادرنہ کے بطل عظیم کی خدمت میں اپنا احترام و اجلال پیش کرتے ہیں۔ اے بطل عظیم! آپ یقین کر رہے کہ اس مایوسی کے عالم میں آپ نے جس بسالت و شجاعت کا اظہار کیا، اس پر بلغاریوں کو استعجاب ہے، اور اپنی ذات عالیہ کا وہ مخلصانہ طور پر احترام کرتے ہیں۔“

شکری پاشا کرنیل مارشولف کی طرف متوجہ ہوئے، اور پست اور رکتی ہوئی آراز میں ان جذبات کا شکریہ ادا کیا، جو بلغاریوں نے انکے استقبال میں ظاہر کیے تھے۔ اسکے بعد کرنل کانشف نے قائم مقام یونف کا شکری پاشا سے تعارف کرایا۔ اور اس نے شکری پاشا کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔

موثر اور دو گاڑیاں ان اسیران عثمانی کے انتظار میں کھڑی تھیں۔ موثر میں شکری پاشا اور یونف پہلو بہ پہلو بیٹھے، اور گاڑیوں میں باقی جنرل۔ اور اسپایڈڈ پبلس ہوٹل کی طرف، جرانے لیے فرود گاہ تجریز لیا گیا تھا، روانہ ہو گئے۔

## تصریحات شکری پاشا

تفصیل و تشریح بعض امور مہمہ، و تغلیط مکذوبات

غیر ملکی اخبارات کے نامہ نگاروں نے صوفیا میں شکری پاشا بطل ادرنہ سے اتنا سے ملاقات میں جو سوالات کیے، اور پاشاے موصوف کے انکے جو جوابات دیے، اخبار نویسوں پر پریس کا نامہ نگار صوفیا جسب ذیل بیان اسکے متعلق شائع کرتا ہے:

ہم مختلف ممالک کے ۱۳۔ نامہ نگار شکری پاشا کے کمرہ میں گئے۔ کپڑوں کی کھولتی میں پاشاے موصوف کی معدولی تلوار آرنزاں تھی، کمرے کے ایک گوشے میں ایک چھوٹی سی لائبریری تھی، جسمیں کتابیں اور بعض اخبارات تھیں۔ ہم ارگ جب کمرے میں داخل ہوئے، تو پاشاے موصوف نے ہم سے مصافحہ کیا۔ اس تمہید ملاقات کے بعد ہم نے متعدد سوالات پیش کیے۔ سلسلہ جواب شروع کرتے ہوئے پاشاے موصوف نے فرمایا:

”حالت قید میں نامہ نگاران ممالک اجنبیہ سے ملاقات میرے لیے ایک نہایت افسوس ناک واقعہ ہے، لیکن بہر حال آپ جو چاہیں پوچھ سکتے ہیں۔ جواب دیلیے طیار ہوں۔“

(س) شریف بہادر: کیا آپ بتا سکتے ہیں، کہ آپ نے اپنے کو بلغاریوں کے حوالے کیا تھا یا سرورس کے؟

(ج) میں آخری ایام میں حضورق کے مورچے میں تھا۔ بلغاریوں کا دعویٰ میری گرفتاری کی نسبت صحیح ہے، کیونکہ میں نے اپنے کو بلغاری کرنل ماروف کے سپرد کیا تھا جو درجہ جنگی افسروں کے ساتھ میری ملاقات کیلئے آیا تھا۔ اس بنا پر تسلیم ادرنہ کے متعلق بلغاری مرکز حربی عمری نے جو اعلان شائع کیا تھا وہ بالکل صحیح تھا۔ وزیر خارجہ سوریہ سے اس بیان کو سدر مجمع نہایت تعجب ہوا، کہ میں نے اپنے ایک سرورس کے حوالہ کیا تھا۔

واقعہ یہ ہے، پہلے بلغاری کرنل مارولوف میرے پاس آیا، جس سے ۱۵۔ منٹ تک میں نے گفتگو کی اور اسکے بعد اوسکے ساتھ ایک گاڑی پر سوار ہو کر ایک مقام تک آیا، جہاں میں نے کمانڈر داترف کو پایا، اور وہاں سے ہم سب ایک موثر پر سوار ہو کر کمانڈر کانوف کے پاس آئے، جہاں پہونچکر میں نے خواہش ظاہر کی، کہ میں بالفعل اونہیں مورچوں میں قیام کرنا چاہتا ہوں۔ افسروں نے

میرے آدمیوں نے جب یہ دیکھا کہ بلغاریوں کے لیے نارنگیوں سے لدی ہوئی ٹرینیں جا رہی ہیں اور وہ ضروریات زندگی تک سے محروم ہیں

تو وہ یقیناً شکستہ دل ہو گئے، ان سے دریافت کیا گیا کہ ”کیا یہ صحیح ہے کہ اپنی فوج کو بھاگتے ہوئے دیکھ کے آپ نے کہا تھا کہ ایسی فوج کے ساتھ لڑنا ناممکن ہے؟“ اسکے جواب میں انہوں نے بہت زور سے کہا: ”نہیں، ہرگز نہیں، ممکن ہے کہ مجھ سے کہیں غلطی ہوئی ہو، مگر میری فوج نے اپنا فرض پوری طرح ادا کیا“

پھر ان سے دریافت کیا گیا: ”کیا آپ کو اولی برغاس کی فیصلہ کن جنگ کا علم تھا؟ اپنے اختیار میں ۸۰۔ ہزار فوج رکھتے ہوئے آپ نے کیوں نہیں خرچ کیا؟“ پاشا موصوف نے جواب دیا کہ ”بالکل شروع میں ہم نے متعدد بار خرچ کیے مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ تمام خرچ کیوں نا کام رہے؟ یہ کہ اولی برغاس میں جنگ ہو رہی تھی، مجھے اسکا علم نہ تھا“ پاشا موصوف نے کہا کہ ”انہوں نے ریل کا پل اڑا دیا کیونکہ یہ انکا فرض تھا، مگر تسلیم کے بعد انہوں نے کوئی عمارت نہیں اڑائی۔ یہ غیر شریفانہ حرکت ہوتی۔ انہوں نے گھوڑوں کو بھی ضائع کر دیا، کیونکہ ہر ایسی شے کو ضائع کر دینا جو دشمن کے استعمال میں آسکے، انکا فرض علم تھا۔ مگر انہوں نے عام عمارتیں انسانیت کے خیال سے نہیں اڑائیں، کیونکہ قرآن (حکیم) کہتا ہے کہ سب کا ایک ہی خدا ہے!“

آخر میں انہوں نے فرمایش کی کہ ایک جرمن جنرل کی اس رپورٹ کی تردید کر دیجئے کہ انکے افسروں میں اور خصوصاً انہیں اور محافظ شہر اسماعیل پاشا اور انکے اسٹاف کے چیف منیجر فواد بے میں شکر رنجی تھی۔ اور یہ کہ یہ شکر رنجی غیر قانونی اسباب سے بڑھ گئی تھی۔

## صوفیا میں بطل ادرنہ

کا

درو

۲۸۔ مارچ کو موسم نہایت خروشگوار تھا۔ صوفیا کا اسٹیشن مختلف

قسم کی جھنڈیوں سے آراستہ کیا گیا تھا۔ اسٹیشن پر بلغاری اعیان میں سے کرنل کانشف، قائم مقام یونف، لفٹننٹ سترالف، سترایانف ایڈی کانگ رزرجنگ، اور معبرٹین وروس، شہر کی ایک تعداد عظیم موجود تھی۔ سارے چار بجے تھے کہ اسپشل ٹرین جسمیں شکری پاشا اور انکے رفقاء کے بارہ عثمانی افسر تھے، اسٹیشن پر پہنچی۔ ان عثمانی اسیروں میں سے شکری پاشا کے علاوہ کسی کے کمر میں تلوار نہ تھی۔ عثمانی جنرل گوجوان تھے مگر انکے بشرے ان مصائب کے آثار کو چھپ نہیں سکتے تھے، جو انہوں نے اثناء محاصرہ میں برداشت کیے تھے۔ رنگ زرد تھا، چہرے مرجھائے ہوئے تھے، اور آنکھیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ شکری پاشا کو معمر ہیں، چنانچہ انکی عمر اس وقت ۵۹۔ سال کی ہے، مگر انکے چہرے سے علم و رفتار کا نور چمک رہا تھا، اور انہوں سے تجربہ و فراست کی نہایت تیز شعاعیں نکل رہی تھیں۔

سب سے پہلے وہ یوزباشی جو شکری پاشا کی خدمتگداری کے لیے منعین کیا گیا تھا، اترا۔ اسکے بعد شکری پاشا اترے اور اپنے رفقاء، اور اشارہ دیا کہ اتر۔ چنانچہ وہ بھی اتر گئے۔ بلغاری افسروں نے فرجی سلام کیا۔ ملکی (سویلین) افسروں نے ٹوپیاں اتھائیں۔ کرنل کانشف شکری پاشا کی طرف بڑھا اور فرانسیسی میں تائر سے کانپتی ہوئی

## سقوط کے آخری دن

بطل ادرنہ کی تصریحات

(از نیر ایست لندن)

شکری پاشا ۱۵ - اپریل کو اپنی فرودگاہ (اسپلیٹ پیلس ہوٹل کے کمرہ) میں متعدد اخبارات کے نامہ نگاروں سے ملے اور ان کے سوالات کے جواب دیے۔ شکری پاشا نے بیان کیا کہ مشرقی حصے کی گرفتاری کے ۴ - گھنٹے کے بعد، سرریوں نے قلعہ حیدر لاق پر قبضہ کیا۔ اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھے گرفتار کیا تو میں زور کے ساتھ کہتا ہوں کہ واقعہ صرف یہی ہے جو میں نے بلغاریہ مرکز عالم میں بیان کر دیا ہے۔ اُس بیان کے ضمیمہ کے طور میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ کرنل مارشل بلغاری محافظ شاہی پلے حیدر لاق آئے اور ان کے اس اعلان کے بعد کہ میں قیدی ہوں، ہم لوگ بارک گئے، جہاں ہم جنرل دازف سے ملے۔ واپسی میں انہوں نے مجھے پولیس کی چوکی پر چھوڑ دینا چاہا، مگر میری فرمائش پر مجھے میری قیامگاہ لے گئے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو دریا نین گھنٹے کے بعد بلغاریوں نے مجھے گرفتار کیا۔ میں نے وہاں ایک سرری میجر اور ایک سرری کرنل کو موجود پایا جو مجھے سے باتیں کرنے لگے۔

اس سوال پر کہ ”آیا انہوں نے سرری افسروں کو اطلاع دی تھی کہ اب وہ بلغاریہ اسیر ہیں؟“ پاشا موصوف نے فرمایا: ”نہیں اسکا مجھے خیال بھی نہیں آیا۔ کسی نے مجھے قید کیا ہو، میرے لیے سب برابر تھے۔ مجھے وہم بھی نہ تھا کہ ایک دن اس سوال پر مناقشہ ہوگا“ ایک اور سوال کے جواب میں شکری پاشا نے کہا: ”میں نہیں کہہ سکتا کہ آیا صرف سرری حملہ قلعہ کو خطروہ میں ڈال سکتا تھا۔ مگر جسوقت میں گرفتار کیا گیا ہوں اسوقت تک مغربی حصہ گرفتار نہیں کیا جا سکا تھا“

ادرنہ کے ایام آخری

شکری پاشا نے بیان کیا کہ جسوقت قلعہ ساقط ہوا ہے، اسوقت ترکوں کے پاس آدھ چار با پانچ روز کی رسد باقی تھی۔ آخر میں سپاہیوں کے پاس بدترین قسم کے آٹے کی ۲۰۰ - گرام روٹی بھی موجود تھی۔ انکو یقین نہیں کہ رسد کی معقول مقدار شہر میں کہیں چھپی ہوئی تھی، کیونکہ اچھی طرح تفتیش کر لی گئی تھی۔ انہوں نے اس امر کا خیال رکھا کہ اہل شہر کو فوج سے بہتر غذا ملے، کیونکہ معصروں کی اصلی حالت کے متعلق اجانب کی شہادت کی تصدیق دینا جلد کر دیگی۔ شہر میں گھوڑوں اور بھیڑوں کی ایک کثیر تعداد موجود تھی، مگر نمک کی عدم موجودگی کی وجہ سے یہ ممکن نہ تھا کہ سپاہیوں کو، جو پیچش میں مبتلا تھے، کھانے میں گوشت بھی دیا جاتا۔ ایک مادہ سیال جو نمکین پنیر سے نکالا جاتا تھا، نمک کے بدلے روٹی میں ڈال دیا جاتا تھا۔ رہا سامان جنگ، تو اسکی اتنی مقدار رافر موجود تھی کہ سال بھر تک چلتا اور پھر بھی بچ رہتا۔

شکری پاشا نے بیان کیا کہ جنگ کی آخری منزلوں میں ان کے پاس صحیح طور پر صرف ۳۰ - ہزار آدمی تھے۔

اس سوال پر کہ ”آیا دو مہینے کے التواء جنگ نے فوج کی اخلاقی حالت کو نقصان تو نہیں پہنچایا“ شکری پاشا نے کہا: ”نہیں، مگر

## بعد سقوط

ادرنہ کی درد انگیز مظلومی!

مقبس از قبلی قبلی نراف لندن

نقد (سوفیا) کا نامہ نگار ادرنہ سے لکھتا ہے:

ادرنہ کی اسوقت یہ حالت ہے کہ ہر دیکھنے والے کو رونا آتا ہے اور دل پاش پاش ہوجاتا ہے۔ میں نے اکتوبر میں مصطفیٰ پاشا کو دیکھا تھا۔ اسوقت اسکی حالت نہایت درد انگیز تھی، مگر جو شخص اسوقت ادرنہ کو دیکھتا ہے، وہ مصطفیٰ پاشا کو بھول جائیگا۔ ایک طرف عثمانی مقتولین کا ایک پہاڑ لگا ہوا ہے، دوسری طرف عثمانی مجروحین ہزاروں کی تعداد میں پڑے دم توڑ رہے ہیں، تیسری طرف مریضوں کی ایک جماعت کثیر کراہ رہی ہے، راستے میں چلو تو بندر قریب کی آزاروں کے سرا، جو غالباً باشندوں پر سرکھچاتی ہیں اور ”رحم کر“ کی صداؤں، مظلوموں اور ستمزدوروں کے نالوں کے علاوہ، جو دلوں کو ہلا دیتی ہیں، اور کرلی آراز سنائی نہیں دیتی!!

سقوط کے بعد قریباً دو ہفتے تک یہی حالت رہی۔ ادرنہ کو بیک نظر دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ بلغاریوں کی سنگدلی اور وحش کے متعلق دنیا غلطی میں نہیں ہے۔

اسوقت بلغاریہ فوج اس درجہ فتح سے بدمست ہے، کہ ایک نامہ نگار نے جب ایک بلغاریہ افسر کی ترجمہ ان کے انسانیت سوز مظالم کی طرف منعطف کرنا چاہی، تو اس نے جواب دیا: ”جب ہم کو لوگ وحشی اور ظالم سمجھتے ہیں، تو پھر ہم کیوں اپنے جذبات کی تشفی نہ کریں؟“

سقوط ادرنہ کے بعد اخبار ماتان نے موسیو ہوگ اور کو ادرنہ اس سے غرض بیہجا کہ وہاں کے چشم دید حالات سے اطلاع دیں۔ چنانچہ ۱۵ - اپریل کے پرچے میں انکی رپورٹ شائع ہو گئی ہے۔ موسیو مذکور لکھتا ہے:

”ادرنہ جسوقت ساقط ہوا ہے، اسوقت شہر میں ۸۰ - ہزار باشندے اور ۶۰ - ہزار فوج تھی۔ یہ انسانوں کی تعداد عظیم بلغاریوں کے ظالم ہاتھوں میں آگئی۔ ان کے علاوہ ۴۵ - ہزار لوگ تھے، جو گرد و فواج سے آگے شہر میں پناہ گزیں ہوئے تھے۔ خود بلغاریہ فوج جسوقت داخل ہوئی ہے، ۴۰ - ہزار تھی۔ غرض سقوط کے بعد ادرنہ میں انسانوں کی مجموعی تعداد سو دو لاکھ تھی۔

بلغاریہ حکومت خواہ کتنے ہی پر زور لہجہ میں دعویٰ کرے، مگر دنیا یقین نہیں کر سکتی کہ اس تعداد عظیم کے کھانے کا انتظام وہ کر سکی ہوگی۔ اسکا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ اس جسم غفیر کا ایک بڑا حصہ بھوکا رہتا، اور یہ ظاہر ہے کہ عثمانی قیدیوں کے علاوہ اس حالت کے لیے اور اس کا قدرتی انتخاب ہو سکتا تھا؟ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ ہزاروں عثمانی قیدی عین اُس وقت، جبکہ بلغاریہ پیت بھرے عمدہ غذائیں کھا رہے تھے، بھوکے مر گئے!!

نہر طونہ پر ایک جزیرہ ہے، عرصہ ہوا میں وہاں کیا تھا۔ اسوقت وہ ایک جنت تھا، جسمیں مسلمان عورتیں، جو ہمیشہ پردہ میں رہتی ہیں، آتی تھیں، آزادی سے پھرتی تھیں، اور پھولوں کے گلدستے کھیر نیچاتی تھیں۔ مگر آہ! اب میں نے جاکے دیکھا تو وہ ایک وحشت انگیز قبرستان ہے، جسمیں عثمانی قیدیوں کی لاشیں بے گور و کفن پھینک دی گئی ہیں!!

اسوقت جزیرے کا منظر اس قدر عبرت انگیز اور درد ناک ہے، کہ دیکھنے والے کو بیساختہ رونا آ جاتا ہے۔



و مغرب ۱۳۰ میل دور اس سنگم پر واقع ہے جہاں مربع ' طبعہ ' اور واردا ' تین نہریں ہم اغوش ہو کر ایک نظر ربا عریض سطح آب پیدا کرتی ہیں۔ شہر کے گرد ایک پرانی شہر پناہ ہے۔ جس سے سنگم کی موجیں تگولتی ہیں۔ تمام شہر دلکش باغوں ' اسلامی اور غیر اسلامی تاریخی عمارتوں سے معمور ہے ' جوزبان خاموشی سے اسلاف کی جنگ آرائی ' نفاست درستی ' رفعت پسندی ' اور شکوہ نمائی کی داستان سناتی ہیں۔ یہیں وہ قصر بلند ہے ' جسکو ( اسکی سرے ) کہتے ہیں۔ اسی قصر میں بیٹیک عثمانی سلاطین سنہ ۷۶۸ - ہجری میں ' باب مسیحت ' پر ' جسے سب سے پہلے ایک مصابی نے اپنی شمشیر جہاد سے کھنگھایا تھا ' جانبازانہ و مسلسل حملے کرتے رہے۔ یہاں تک کہ سنہ ۸۰۸ - ہجری میں وہ کھل گیا ' اور اسلام کی دیرینہ آرزو پوری ہو گئی۔

شہر ادرنہ میں ۴۰ سے زائد مساجد ہیں ' جنمیں ۹ - خاص سلاطین عثمانیہ کی بنوائی ہوئی ہیں۔

#### جامع سلیم

ان مساجد میں سب سے زیادہ قابل ذکر جامع سلیم ہے۔ جیسا کہ اس کے نام سے معلوم ہوتا ہے ' جامع سلیم کا بانی سلطان سلیم ثانی تھا۔ جو خاندان عثمانیہ کا گیارہواں تاجدار تھا اور ۷۴ - ۹۸۲ - ہجری تک حکمران رہا۔ اس مسجد کی رفعت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یہ جامع ایا صرفیا سے ۲۰ - قدم بلند تر ہے۔ اس میں ایک عظیم الشان گنبد ہے ' جو سنگ سماق کے درختوں پر ٹھکا ہوا ہے۔ چار منارے ہیں۔ ہر منارے میں ایک زینہ ہے ' جس سے موذن سر ملائے تک جاتا ہے۔ صحن کے تین گوشوں میں قبة ہیں ' جو مسجد کی عظمت و جلال کو افزوں کر کرتے ہیں۔ اپنی عظمت ' استحکام ' اور خوشنمائی کے لحاظ سے ' جامع سلیم کا شمار عثمانی فن تعمیر و تمدن کے بہترین نمونوں میں ہے۔

ان مساجد کے علاوہ در بہت بڑے بازار ہیں ' جنمیں سے خوشنما ترور بازار ہے ' جسکو علی پاشا کہتے ہیں۔ یہ اسقدر طویل ہے کہ ایک متوسط رفتار آدمی ۱۵ - منٹ سے کم میں پورے بازار کا چکر نہیں لگا سکتا۔

#### دیگر عمارات

ادرنہ میں بڑے فندق ( ہوٹل ) ۵۲ - ہیں۔ نہر طبعہ پر ایک پل بھی ہے۔ ان عمارتوں کے علاوہ متعدد حمام ' مدارس ' قہرہ خانے اور شفا خانے ہیں۔ ایک مطبع بھی ہے۔ سرکاری پارچہ بافی کے کئی کارخانے ہیں ' جنمیں ریشمی اور ارنی کپڑے بنے جاتے ہیں : گلشن آباد عالم !

زمین نہایت درجہ سرسبز و زرخیز ہے۔ باغوں کی یہ کثرت ہے کہ ادرنہ گلشن آباد ہو رہا ہے۔ صرف نہر مربع کے ساحل پر ۵۰۰۰ باغ ہیں ! ان میں سے اکثر صرف گلاب کے لیے وقف ہیں۔ گلاب کی اس درجہ کثرت کی وجہ غالباً یہ ہے کہ یہاں عرق کشی کے کئی کارخانے ہیں ' جنمیں صرف عرق گلاب کشید کیا جاتا ہے ' اور اس کے لیے ادرنہ مشہور ہے۔ یہاں کا عطر و روح گلاب تمام دنیا میں اہل درجے کا تسلیم کیا جاتا ہے۔

#### آبادی

آبادی ۱۵۰۰۰ - ہے۔ جنمیں ایک ٹلٹ بلغاریہ رہنمائی ' اور بقیہ در ٹلٹ میں یہود ' ترک ' ارمنی ' اور عام فرنگی ہیں۔

#### قدیم تاریخی معرکے

فن تاریخ کا یہ ایک راز آشکارا ہے کہ جن ممالک پر قدرت کا ابر کرم زیادہ ہوتا ہے ' ان میں خون کی بارش بھی زیادہ ہوتی ہے۔

## ہمارے خیرینہ اقبال کے آخری جواہر

یورپین ترکی کا خاتمہ

( ۱ )

### عظیم الشان ادرنہ

مختصر حالات

نام اور حدود اربعہ

رومیلی ( یورپین ترکی ) میں ایک صوبہ ہے ' جسکی حد بندی شمال کی طرف سے امینہ طاع اور بلقان ' مشرق کی طرف سے بحر اسود ' جنوب کی طرف سے آستانہ علیہ ' بحیرہ مرمرہ ' درہ دانیال ' جزائر ارجنیل ' اور مغرب کی طرف سے دستیر طاع کرتا ہے۔ رقبہ ۷۸ ' ۷۲ - کیلومتر ہے۔ ۳۶ - ضلع اور ۵ - قسمیں ہیں۔ قسموں کے نام یہ ہیں :

( ۱ ) ادرنہ ( ۲ ) فلبہ ( ۳ ) اسلمہ ( ۴ ) تکفور طاع

( ۵ ) کلی پولی

کل آبادی ۵۹ ' ۷۰ ' ۵۳ - ۲ - ہے۔ صوبے کا دار الحکومت ادرنہ ہے۔ پہلے اس صوبے کا نام ٹرافٹ ( ٹہرافٹ ) تھا ' مگر اب یہ اچے دار الحکومت کے نام سے موسوم ہے۔

#### مناظر طبیعی

یورپ میں یورپین ترکی ' اور یورپین ترکی میں ادرنہ ' ان مقامات میں سے ہے ' جن کے لیے قدرت نے کشادہ دستی کو زیادہ کام فرمایا ہے۔ دامن ہارے کوہ ( جنکی اس صوبے میں کمی نہیں ) لذیذ میوے ' عطر بیز پھولوں ' اور خوش منظر درختوں کے کنج ' اور نظر کش و بامرہ افزا مرغزاروں سے معمور ہیں۔ پہاڑوں سے گرنے والے لطف انگیز و نغمہ طراز آبشاروں کے علاوہ ' شیریں ' خوشگوار ' اور شفاف پانی کی نہروں کا ایک رزمیہ جال ہے ' جو تمام صوبے میں بچھا ہوا ہے ' اور ہر ہر گوشے کو سیراب و شاداب کرتا رہتا ہے۔ ہوا بھی معتدل مگر لطیف و خوشگوار ہے۔ مختصراً یہ کہ یہاں کے مناظر طبیعی بے حد صحت پرور ' فرحت انگیز ' اور لطف آگیز ہیں۔

#### پیداوار

خاک ادرنہ جس طرح فرحت پرور اور نظر نواز ہے ' اسی طرح مایہ دار اور زر ریز بھی ہے۔ نباتات میں روئی ' انیسون ' بادام ' فندق ' کالی ' سیب ' ناشپاتی ' خربزہ ' اور جمادات میں پشمینہ ' لہوا اور سنگ مرمر پیدا ہوتا ہے۔ ان خدا داد سرچشمہ ہارے دولت کے علاوہ یہاں تمول کا درہ ذریعہ بھی ہے ' جو گنج عالم کی کلید اور قدرت کی فیاضیوں سے معمور ممالک کا مدار زندگی ہے۔ مہری مراد اس سے مذمت ہے۔ اصناف صنعت میں سے یہاں پشمینہ و پنبہ بافی اور اسلحہ سازی زیادہ رائج ہیں۔ تینوں قسم کے کارخانوں کی ایک تعداد موجود ہے جو کامیابی کے ساتھ چل رہی ہے۔ یہاں کی مصنوعات میں سے جانمازیں ' پردے ' اور عبائیں اپنی کلکاری ' خوش رنگی ' اور پائنداری کی وجہ سے مشہور ہیں۔ غرض کہ ادرنہ ایک شاداب ' سیر حاصل ' اور مایہ دار صوبہ ہے ' اور اسی لیے یورپین ترکی میں قسطنطنیہ کے بعد اسی کا نمبر ہے۔ شاید اب کہنا چاہیے کہ ' تھا ' ۱ ادرنہ بلحاظ دار الحکومت ہونے ' نیز طبیعی اور صناعی دونوں حیثیتوں سے اس صوبے کا واسطۃ العقد ہے۔ یہ قسطنطنیہ سے شمال

یہ ہے کہ واقعہ مدافعت ادرنہ دنیا کی تاریخ کا ایک عظیم النظیر واقعہ ہے۔

اس سے پہلے جسوقت مسلم منعقد ہوئی تھی، بجز اسکے اور کڑی اثر ہم پر نہ پڑا کہ ان ضویل ایم صلح میں ہمارا ذخیرہ خوراک نہایت کم ہو گیا۔ اسوقت جب چٹالچہ کی فوج کوروزانہ خوراک تقسیم ہوتی تھی، میری فوج روزانہ ۳۵ - گرام کے نان بے نمک پر قذاعت کرتی تھی۔ کچھ دنوں کے بعد ۳۵ - گرام سے کھٹکر صرف ۲۵۰ - گرام کی مقدار رہ گئی، اور اسے کاش اگر پوری خوراک ملتی ۔۔۔ (س) - کتنے عرصہ تک قلعہ اور مقارمت کرسکتا تھا ؟

(ج) - تین دن تک، کیونکہ خوراک میرے پاس اس سے زیادہ دن کی نہ تھی۔ عام باشندگان شہر کے پاس بھی کھانے کی کڑی چیز نہ تھی۔ ہم نے اکثر گھروں کا ملاحظہ کیا، اور ضروری چیزیں فوج کیلئے حاصل کیں، لیکن باایں ہمہ غیر ملکی اشخاص اور عیسائیوں کے پاس کچھ نہ کچھ کھانیکی چیز ضرور تھی، لیکن بیچارے مسلمانوں کی حالت نہایت خراب تھی۔ یہ ان حیوانات کا گوشت کھاتے تھے جو جنگ میں بیکار ہو جاتے تھے۔ قلعہ میں بے نمک کی روتی اور حیوانات کے گوشت کے کھانے سے دبیز انتیا کی بیماری عموماً پھیل گئی تھی۔ آخری دنوں میں تو فوج و جرکی روتی تقسیم ہوتی تھی۔ اوسمیں بھی نصف حصہ مٹی کا ہوتا تھا !!

(س) جذبات قلعہ میں کب داخل ہوئے ؟

(ج) - میں بعض امور کی تحقیقات کی غرض سے قوجانہ میں مقیم تھا، اور وہاں دو مہینے تک اقامت کی ضرورت ہوئی۔ میں اس اثنا میں نہایت سخت بیمار تھا کہ مجھے ادرنہ کے تقریبی کی اطلاع دی گئی۔ ڈاکٹر نے مجھے مشورہ دیا کہ میں قوجانہ چھوڑ کر بغرض علاج آستانہ چلا جاؤں، لیکن میں اس مشورہ طبعی کو اس قبول نہ کرسکا کہ میرے نزدیک اداے فرض ہر شے پر مقدم ہے۔ انہیں حالات کے ساتھ، میں شہر میں اعلان جنگ سے صرف پانچ روز پہلے داخل ہوا، لیکن باایں ہمہ ہمارے پاس اتنا سامان ضرور تھا، جو ایک سال تک کفایت کرتا۔

(س) کیا یہ معیم ہے کہ جذبات آخری ایام میں اپنی فوج سے ناراض تھے ؟

(ج) اس خبر کی کڑی بنیاد نہیں۔ میں اس فوج سے کیونکر ناراض ہوسکتا تھا، جو جو روزانہ ضروری خوراک کا بھی صرف تھالی حصہ پاتی تھی ؟

ہماری شکست کا تھا سبب بھوکہ کا سخت و شدید حملہ تھا، جسکی مدافعت کا ہمارے پاس کڑی سامان نہ تھا، علاوہ بویں تیس ہزار قلیل التعداد فوج اس فوج گراں کا مقابلہ کیونکر کر سکتی تھی، جو ایک لاکھ بتیس ہزار بلغاریوں، اور چالیس ہزار سروریوں سے مرکب تھی ؟ اس تیس ہزار میں سے بھی نصف مجروح اور مریض تھے !!

(س) جذبات نے ادرنہ کے پل کے انہدام اور حیوانات کے قتل کا حکم کیوں دیا ؟

(ج) - اسلیے کہ آستانہ سے مجھے بھی حکم پہنچا تھا، اور اس لحاظ سے بھی کہ میں ایک مسلمان سپاہی ہوں، افسران بالا کا امثال اور میرے لیے فرض ہے۔ علاوہ بویں جنگی مصلحتیں بھی اسی کی مقتضی تھیں۔ اسی بنا پر خوراک کی وہ قلیل مقدار جو میرے پاس بچ رہی تھی، اسکو بھی میں نے جلا دیا، اور یہ حکم مجھے آستانہ سے سقوط ادرنہ سے پہلے ہی پہنچ چکا تھا، جسکی میں نے پھر تعمیل کر دی۔

رضامندی ظاہر کی، اور میں اپنے مستقر پر واپس آگیا۔ اس واقعہ کے دو گھنٹے بعد دوسری افسر آئے، جنکو میرے اور بلغاریوں کے گذشتہ واقعات کی کچھ اطلاع نہ تھی۔ یہ افسر میری نسبت بعض تعریفی فقرے کہہ کر واپس چلے گئے۔ انہوں نے تسلیم ادرنہ کے متعلق ایک حرف بھی مجھے نہیں کہا۔

(س) کیا جذبات نے سروریوں کو اس سے مطلع کیا کہ بلغاری یہاں پہلے آچکے ہیں ؟

(ج) (مسکرا کر) نہیں، کیونکہ اسکی ضرورت نہ تھی۔ میں صرف یہ جانتا تھا کہ میرے سامنے جو فوج ہے، وہ متفقہ ریاستوں کی ہے۔ مجھکو سروریوں اور بلغاریوں کی باہمی منافست کا بالکل علم نہ تھا، اس بنا پر خواہ میں اپنے کو سروریوں کے حوالہ کرتا یا بلغاریوں کے، دونوں ایک ہی بات تھی۔ اسوقت میں نے آپ ارگوں سے حقیقت حال بیان کر دی کہ میں نے اپنے کو بلغاری کرنل کے حوالے کیا تھا۔

(س) یہاں یہ متواتر افواہیں پہنچیں کہ جذبات نے مار کولوف سے جب ملاقات کی اور اسنے درخواست کی کہ آپ اپنی تلوار حوالے کر دیں، تو جذبات نے جواب میں فرمایا کہ میں اپنے پاس تلوار نہیں رکھتا۔

(ج) میں یقین کرتا ہوں کہ پستول جسکو برابر میں اپنے ساتھ رکھتا ہوں، تلوار سے زیادہ کار آمد ہے، اسی لیے اسوقت بھی تلوار کی جگہ پستول ہی میرے پاس تھا۔

(س) کیا سروریوں نے مورچوں میں سب سے زیادہ نقصانات پہنچائے ؟

(ج) سروریوں نے جو حملہ کیا، اوسکا نتیجہ صرف یہ ہوا کہ وہ بعض اگلے مورچوں پر قابض ہو گئے۔ ارنا ترپخنے گر نہایت سخت بارش کر رہا تھا، لیکن میں یہ سمجھ گیا تھا کہ حملہ آوروں کا حقیقی ہدف صرف مشرقی جانب ہے، اور سروریوں کے یہ حملے فوج محصور کو محض دھوکا دینے کیلئے نفاذی ہیں، لیکن میں یہ اعتراف کرتا ہوں کہ انہوں نے ہر حملے میں بہادری ظاہر کی۔ (س) کیا قلعہ میں سکون اور خاموشی تھی ؟

(ج) پاشا نے یہ سنکر اپنی جیب سے فرانسیسی اخبار (طان) کے ۱۰ - اپریل کا نمبر نکالا جس میں لکھا تھا : ”کامل پاشا کے سقوط وزارت کے وقت ادرنہ میں اتحادی جنگی افسروں کی ایک جمعیت مشکل ہوئی۔ اس جمعیت کے مقابلے میں شکری پاشا عاجز رہے اور آخر ان سے یہ کہہ دیا گیا کہ تمہارا جو دل چاہے وہ کرو“ پاشا نے اسے بعد فرمایا : یہ واقعہ شائبہ صحت سے بالکل خالی ہے۔ تمام فوج آخر تک صادق، وفادار، اور اطاعت گزار رہی، اور کڑی باہمی تفریق یا جمعیت مختلفہ وہاں نہ تھی۔

اسکے بعد نامہ نگاروں نے جنگ کے متعلق سوالات کا ارادہ کیا، لیکن پاشا نے انکے جواب دینے سے انکار کر دیا، اسلیے گفتگو کا دوسرا سلسلہ شروع ہوا :

(س) کیا تمام ایام معاصرہ میں، روزانہ جذبات آستانہ سے گفتگو کرتے رہتے تھے، اور کیا آستانہ نے جذبات کو قرق کلیسا، یا اسکی لولہ برغاس، اور بنار حصار کی ہزیمتوں کی اطلاع دی تھی ؟

(ج) بیشک، مگر یہ ضرور تھا کہ بے تاریکی تاریکی کے آلات ابھی اچھے نہیں ہیں، اسلیے چند روز تک ہمیں کڑی اطلاع نہیں ہوئی۔ اسکے بعد پاشا نے ایک تہذیبی سانس لی اور فرمایا :

ایسے شہر کی مدافعت میں، جو ان تمام سامانوں سے خالی ہو، میں آپلوگوں کو کیا بڑوں کہ کن کن مصائب کا سامنا کرنا پڑا ؟ اگر میں بالتصریم تمام واقعات بیان کروں، تو آپ حیران ہو جائیں گے۔ حقیقت



ہندوستان میں نہ معلوم کتنے آدمی بخار میں مر جا رہے ہیں، اسکا بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ان مقامات میں نہ تو دوا خانے ہیں اور نہ ڈاکٹر اور نہ کوئی حکیمی اور حنفیہ پختہ دوا خانے نیست پر گھر بہت سے بلا طبی مشورہ کے میسر آسکتی ہے۔ ہلے خاق اللہ کی ضروریات کا خیال کر کے اس عرق کو سالہا سال کی کوشش اور صرف کثیر کے بعد ایجاد کیا ہے، اور فروخت کرنے کے قبل بذریعہ اشتہارات عام طور پر ہزارہا شیشیلی مفت تقسیم کر دی ہیں تاکہ اسکے فوائد کا پورا اندازہ ہو جائے۔ مقام مسرت ہے کہ خدا کے فضل سے ہزاروں کی جانیں اسکی بدولت بھی ہیں اور ہم دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے عرق کے استعمال سے ہر قسم کا بخار یعنی پڑا بخار - موسمی بخار - باری کا بخار - پھر کر آنے والا بخار - اور وہ بخار جس میں زرم جگر اور طحال بھی لاحق ہو، یا وہ بخار جس میں جلی اور قے بھی آتی ہو - سردی سے ہو یا گرمی سے - جنگلی بخار ہو - یا بخار میں درد سر بھی ہو - کلا بخار - یا آسانی ہو - زرد بخار ہو - بخار کے ساتھ کٹھنل بھی ہو گئی ہیں - اور اعضا کی کمزوری کی وجہ سے بخار آتا ہو - ان سب کو بحکم خدا دور کرتا ہے، اگر شفا پانے کے بعد بھی استعمال کیجئے تو بھوک بڑھ جاتی ہے، اور تمام اعضا میں خون صالح پیدا ہونے کی وجہ سے ایک قسم کا جوش اور بدن میں چستی و چالاکی آ جاتی ہے، نیز اسکی سابق تندرستی از سر نو آ جاتی ہے - اگر بخار نہ آتا ہو اور ہاتھ پیر ٹوٹے ہوں، بدن میں سستی اور طبیعت میں کاهلی رہتی ہو - کم کرنے کو جی نہ چاہتا ہو - کھانا دیر سے ہضم ہوتا ہو - تریہ تمام شکایتیں بھی اسکے استعمال کرنے سے رفع ہو جاتی ہیں - اور چند روز کے استعمال سے تمام اعصاب مضبوط اور قوی ہو جاتے ہیں -

قیمت - بڑی بوتل - ایک روپیہ - چار آنہ  
چھوٹی بوتل بارہ - آنہ  
پرچہ ترکیب استعمال بوتل کے ہمراہ ملتا ہے  
تمام درکانداروں کے ہاں سے مل سکتی ہے

تیل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چکنا ہی کرنا ہے تو اسکی لیے بہت سے قسم کے تیل اور چکنی اشیا موجود ہیں اور جب تہذیب و شائستگی ابتدائی حالت میں تھی تو تیل - چربی - مسکہ - بھی اور چکنی اشیا کا استعمال ضرورت کے لیے کافی سمجھا جاتا تھا مگر تہذیب کی ترقی نے جب سب چیزوں کی کٹ چھالت کی تو تیلوں کو بھروسہ یا مصالحوں سے بھرا کر معطر و خوشبودار بنایا گیا اور ایک عرصہ تک لوگ اسی ظاہری تکلف کے دلدانہ رہے - لیکن سائنس کی ترقی نے آج کل کے زمانہ میں بعض نمونہ اور نمائش کو نکما ثابت کر دیا ہے اور عام متقدم نمونہ کے ساتھ فائدہ کا بھی جوڑا ہے بقائیں ہم نے سالہا سال کی کوشش اور تجربے سے ہر قسم کے دہی و دھبہ تیلوں کو جانچ کر "موہنی کسم تیل" تیار کیا ہے اس میں نہ صرف خوشبو سازی میں سے مفید ہے بلکہ مرجمہ سائنٹیفک تحقیقات سے بھی جسکے بغیر آج مہذب دنیا کا کوئی کام چل نہیں سکتا - یہ تیل خالص نباتاتی تیل پر تیار کیا گیا ہے اور اپنی نفاست اور خوشبودار دیر پا ہونے میں لا جواب ہے - اسکے استعمال سے بال خوب گھنے آگئے ہیں - جزیں مضبوط ہو جاتی ہیں اور قبل از وقت بال سفید نہیں ہوتے ورنہ سر "نزلہ" چکر اور دماغی کمزوریوں کے لیے از بس مفید ہے اسکی خوشبودار نہایت خوشگوار و دل آویز ہوتی ہے نہ تو سردی سے جمتا ہے اور نہ عرصہ تک رکھنے سے سوتا ہے -

تمام دوا فروشوں اور عطر فروشوں کے ہاں سے مل سکتا ہے  
قیمت فی شیشی ۱۰ آنہ علاوہ محصور لداک -

المشہور دہر پورا ڈاکٹر

ایچ - ایس - عبد الغنی کیمسٹ ۷۳۰۲۲۰

کرلوٹولہ اسٹریٹ - کلکتہ

## ریویو آف ریلیجنز - یا مذاہب عالم پر نظر

اردو میں ہندو مت اور انگریزی میں یورپ امریکہ و جاہل مغربہ ممالک میں زندہ مذہب اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے والا - معصوم نبی علیہ السلام کی پاک تعلیم کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیل گئی ہیں - اس کا دور کرنے والا اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دینے والا یہی ایک درجہ ہے جس کو دوسرے مفسرین دنیا کے سامنے پیش کرنے کے قابل سمجھا ہے - اس رسالے کے متعلق چند ایک راؤں کا اکتیاس حسب ذیل ہے :-

الہیہان لکھنؤ - ریویو آف ریلیجنز میں ایک درجہ ہے جس کو خالص اخلاقی درجہ کہنا صحیح ہے - عربی میں انبار اور اردو میں ریویو آف ریلیجنز سے بہتر درجہ کسی زبان میں شایع نہیں ہوئے - اس کے زور آور مضامین ہر علم و فضل کو نواز ہے -

کریسٹنٹ لیور پول - ریویو آف ریلیجنز کا درجہ دلچسپ مضامین سے بھرا ہوا ہے - ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے متعلق جو جاہل مسلمان الزام لگاتے کرتے ہیں - اس کی تردید میں نہایت ہی قانعانہ مضامین اس میں لکھا گیا ہے - جس سے عہد مفسرین آج تک ہنسی نظر سے نہیں گذرا -

مسٹر روبرٹ صاحب امریکہ - میں یقین کرتا ہوں کہ یہ رسالہ دنیا میں مذہبی خیال کو ایک خاص سرورہ دینے کے لیے ایک نہایت زبردست طاقت ہوگی - اور یہی رسالہ اب روکنے کے دور کرنے کا ذریعہ ہوگا - جو جہالت سے سواری کی راہ میں ڈالی گئی ہیں -

ریویو آف ریلیجنز - لیکن - مغربی ممالک کے باشندوں کو جو مذہب اسلام کے زندہ مذہب ہونے کے مضمرات سے دلچسپی رکھتے ہیں چاہیے کہ ریویو آف ریلیجنز خریدیں -

وطن لاہور - یہ رسالہ بڑے پایہ کا ہے - اس کی تحقیقات اسلام کے متعلق ایسی ہی فلسفیانہ اور عمیق ہوتی ہے - جیسی کہ اس زمانہ میں دیگر سے ملانہ قیمت ہفت روپیہ - اردو درجہ ۲ روپیہ - نزلہ کی قیمت انگریزی ۳ - اردو ۲ - تمام دو خواستوں پر نام منیجر میگزین لادیاں - ضلع گورداس پور آئی چاہئیں -



## باب المراسلة و المناظرة

سیرت نبوی اور نقد روایات و آثار

از جناب مولوی محمد اسحاق صاحب مدرس مدرسہ عالیہ کلندہ

الہلال کی اشاعت گذشتہ میں سیرہ نبوی کے دیباچے کے جو بعض اجزا شائع ہوئے ہیں، ان میں بعض اصول نقد روایات سیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اُسکی نسبت چند گزارشات ہیں :

روایت کے ساتھ روایت کی پہلہ پہلہ نگاہداشت، ایک ایسا ضروری امر ہے، جس سے غالباً کسیکو اختلاف نہرگا۔ اسلیے کہ روایت، نقد روایت کے لیے ایک کسرٹی ہے، جس سے جید کو رہی سے امتیاز کیا جاتا ہے۔ علمائے ربانیوں نے اس سے جھوٹوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ لیکن اسکا اسطرح استعمال، جس سے قلب مریض ہو جائے، اور جس غرض کے لیے اسکا ایجاد ہوا، اسی کو قلع و قمع کر دے، انصاف کا خون کرنا ہے۔

”راہی میں قید عمر ہونا چاہیے یا نہیں“ فاضل ناقد نے اسمیں گفتگو کرتے ہوئے، سیرت نبوی کا اکثر رزاق غیر بالغین سے روایت ہونا دکھا کر، فرمایا ہے کہ ”قائع عالم ملکوت چونکہ اس عالم سے بالا تر ہیں اور وہ واقعات اسدرجہ کے امور ہیں کہ انکی ادا پر ہر ایک قادر نہیں۔ رزاق غیر بالغین نے نہیں معلوم کس طرح سے سنا، کیسا ادا کیا، اور بتدریج کتنا کچھ تغیر آگیا؟ اسکا کرن اندازہ کر سکتا ہے۔ معمولی قائع کے لیے نفس ثقافت اور ضبط و امتیاز کافی ہو سکتا ہے، لیکن واقعہ غیر معمولی کے لیے معمول سے زائد اتفاق و ضبط و ثقافت ضروری ہے ورنہ تغیر و تبدل سے امن معرض خطر میں ہے۔“

ہم نہیں سمجھتے کہ قائع عالم ملکوت کے لیے معمول سے زائد قحہ و ضبط اور عادل ہونیکے کیا خد ہے۔ اصول حدیث میں فقہاء صحابہ کو اگرچہ اونمیں بھی تفاوت مراتب ہے اور بعض کی خاص شان ہے (طبقہ علیا میں مانا گیا ہے اور بجا مانا گیا ہے۔ ہدایت وحی کی حدیث صحیحہ میں بطریق مختلفہ مروری ہے۔ اُسکی نسبت غایت استبعاد ظہر کیا ہے کہ ”سید المرسلین کو حضرت جبرئیل نظر آؤں۔ اور کو دیکھ کر آپ کانپتے ہیں۔ اپنے آپکو پہرے سے گرا دینا چاہتے ہیں۔ حراس کی نسبت شبہہ ہوتا ہے۔ پھر ایک عیسائی تسکین دیتا ہے۔ تب کہیں جا کر تسکین ہوتی ہے“ اسے راہی حضرت ام المومنین عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ انکا حفظ اور ضبط مستغنی عن البیان ہے۔ فی الاصابہ صفحہ (۶۹۲) جلد ۴۔ قل عطاء بن ابی رباح: کانت عایشہ افقہ الناس و اعلم الناس و احسن الناس را یا فی العامة :-

چہہ صحابی جو کثیر الرویت شمار کیے جاتے ہیں، انمیں سے ایک حضرت عائشہ بھی ہیں۔ یہ مسلم ہے کہ بدوہی کے وقت یہ پیدا نہیں ہوئی تھیں۔ فی الاصابہ صفحہ (۶۹۱) عائشہ بنت ابی بکر الصدیق ولدت بعد المبعث بربع سنین او خمس الخ۔ لیکن آنکی روایات اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں اور بعض دیگر چند صحابہ سے۔ فی الاصابہ صفحہ (۶۹۱) : روت عائشہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الکثیر الطیب و روت ایضاً عن ابیہا و عن عمر و فاطمہ و سعد بن ابی وقاص و اسید بن حضیر و جد امہ بنت رھب و حمزہ بنت عمر۔ باقی رہا نابالغی کا شبہہ جو ناقد علامہ کو پیش آیا ہے، تورہ نہیں معلوم کہ آیا بوقت نعل ہوا یا بوقت ادا۔ بوقت ادا تو ہو نہیں سکتا کہ عہدہ

جو انکا بھانجا اور تابعی ہے، ان سے روایت کرتا ہے۔ یہ زمانہ بعد زمانہ وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اور حضرت کے وفات کے وقت عائشہ صدیقہ ۱۸۔ برس کی تھیں اور عہدہ سے اس حدیث کا بیان کرنا یقیناً اس کے بعد ہوا۔ رہا وقت نعل، خواہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو جیسا کہ ظاہر ہے، یا کسی اور صحابی سے، بہر حال اسوقت انکے نابالغہ ہونیکا کیا ثبوت ہے؟ جب تک نعل کے وقت نا بالغہ ہونا ثابت نہ کیا جائے، صرف بعض احتمالات کی بنا پر یہ کہہ دینا کہ ”سیرت نبوی کے نہایت اہم واقعات جو آجنگ معرکہ الاراء ہیں اور جن پر ارباب ارأاء کے مختلف گروہ قائم ہو گئے ہیں اکثر ان راہیوں سے منقول ہیں جو سن بلوغ کو نہیں پہنچے۔“

فا کافی ہے۔ فاضل ناقد کو اول یہ ثابت کرنا چاہیے کہ بوقت سننے کے حضرت عائشہ کم عمر تھیں۔ ورنہ خوط القناد۔ فاضل ناقد کو جو ان واقعات کے متعلق استبعاد ہوا ہے اور اسکو روایت کے خلاف سمجھا ہے، اسپر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ امر کچھ بھی روایت کے خلاف نہیں ہیں۔ انبیاء علیہم السلام آخر بشر تھے: ان نحن الا بشر مثلكم ولكن الله يمن على من يشاء من عباده۔ اور نہ لوازم بشریہ آنسے منفک ہو سکتی ہیں اور نہ طبیعت بشری بدل سکتی ہے۔ انسان کی فطری عادت ہے کہ جب وہ کسی غیر مالسوف وغیر مانوس چیز کو جس سے کبھی سابقہ نہ پڑا ہو، دنعہ دیکھتا ہے تو مرعوب اور خوف زدہ ہوجا تا ہے۔ اور پھر کسی انیس اور معلومہ کے تسلی آمیز کلمات سے تشفی پانا بھی ایک امر طبعی ہے۔

باقی آئندہ

[ بقیہ صفحہ ۱۰ کا ]

مرتبہ ادرنہ پر قدرت کی اسدرجہ کرم گستری کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ وہ آماجگاہ جنگ ہوتا۔ رزمیوں کے زمانے سے ایکے اسوقت تک صدها ہولناک جنگیں ہوئیں، اور بارہا خون کے سیلاب، بکھرے ہوئے اعضا، اور خون آلود انسانی پیکروں سے ادرنہ کے دلکش مرغزاروں کو ایک ایسا لالہ گرس نقش زار بنادیا، جسے دیکھکے دل نگار اور آنکھیں خونبار ہوتی تھیں۔ سنہ ۳۲۴۔ میں قسطنطین اور ایکیندوس میں ایک خونریز معرکہ ہوا، جس میں ہزار ہا انسان کام آئے۔ سنہ ۳۷۸۔ میں پھر میدان کارزار گرم ہوا۔ فریقین جنگ کاٹھ اور شاہنشاہ فالنس تھے۔ میدان کاٹھ کے ہاتھ رہا۔ سنہ ۵۵۱۔ میں پھر آتش جنگ روشن ہوئی۔ سلاوی اور بیزنطینی سپاہ معرکہ آرا بھی ہوئی۔ لیکن بیزنطینی فوج کو شکست ہوئی۔ سنہ ۵۲۲۔ میں بلغاریوں نے فوج کشی کی، اور بزر شمشیر شہر میں داخل ہو گئے۔ سنہ ۱۱۸۹۔ میں انگریز داخل ہوئے مگر چلے گئے۔ سنہ ۱۲۰۵۔ میں بوز دین نے حملہ کیا۔ اسوقت شہر ادرنہ بلغاریوں کے قبضے میں تھا۔ میدان کارزار آراستہ ہوا، مگر حملہ آور فوج نے مدافع فوج کو شکست دی، اور بادشاہ کو قید کر لیا۔ سنہ ۱۳۶۱ میں خاندان عثمانیہ کے تیسرے تاجدار سلطان مراد اول نے اُسے فتح کیا اور وہ مشہور محل شاہی بنایا، جسکا ذکر عمارات کے سلسلہ میں آچکا ہے۔ سنہ ۱۲۴۵۔ میں روسی فوج داخل ہوئی مگر بعد کو معاہدہ ادرنہ کے بموجب روسیوں نے شہر خالی کر دیا تھا۔

اب اسکا حسرت انگیز حال سامنے، اور مستقل مجہول ہے ا

[ قلع گنجایش کی وجہ سے فہرست چندہ ندیجاسکی انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ صفحہ میں دیجائیگی ]



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# آلِیُّہُ

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

میرسنوں پر خصوصی

اسلام آباد اسلام آباد

مقام اشاعت

۱۰۵ مکلاوہ اسٹریٹ

کراچی

قیمت

سالانہ ۸ روپے

شعبہ ۴ روپے ۱۲ آنہ

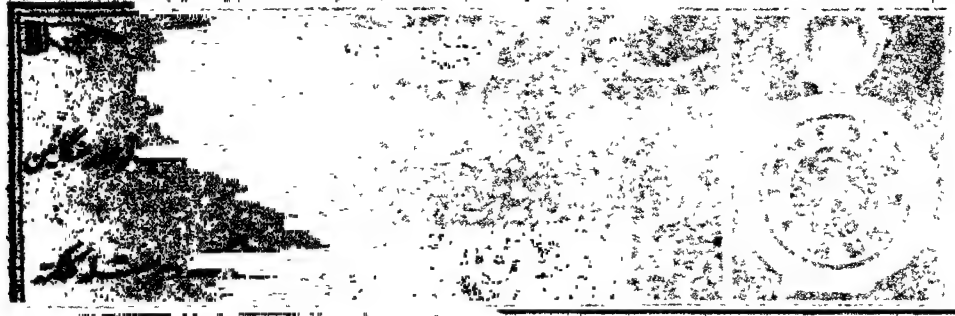
جلد ۲

کراچی: چار شنبہ ۲۱ جادی الثانیہ ۱۳۳۹ ہجری

Calcutta : Wednesday, May 28, 1918.

نمبر ۲۱





## درد سر و درد ریاہ کی دوا

ریاہی درد لفظ میں پہاڑ ہو جاتا ہے۔ یہ دوا لفظ میں اسکر پائی کر دیتی ہے۔ درد ریاہ جیسے ٹپک - چمک - ٹیس - رگوں میں لہر کن کنی سے چاہے جسقدر تکلیف ہو۔ اس دوا کے استعمال سے فوراً رفع ہوتی ہے درد سر کے واسطے بھی اس دوا کا ایسا ہی فائدہ ہے۔ نصف سر میں ہو یا تمام سر میں کسی وجہ سے کیسا ہی درد ہو اس دوا سے رفع ہو جاتا ہے۔ صرف بھی نہیں اگر سر کٹا جاتا ہو پھٹا جاتا ہو۔ آڑا جاتا ہو۔ اس دوا سے فوراً بند ہوتا ہے۔ اندھوں لوگ ذرا ذرا سی باتوں میں سر دکھایا کرتے ہیں کم میں یا مفت کی باتوں میں فکر و تردد میں عیش و عشرت میں دن کو رات اور رات کو دن بٹانے میں کل شکایتیں سر پر آ جاتی ہیں۔ اور ہاے رے درد سر پکارا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر برمن کی دوا ایسے لوگوں کے لیے ہے۔ دوا کے استعمال سے فوراً درد بند ہوتا ہے۔ اسلئے ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا لازم ہے۔

( قیمت ۱۲ ٹکیریں کی ایک شیشی (۶ آنہ) محصل ڈاک ایک سے چھہ ڈیہ تک ۵ آنہ )

ڈاکٹر ایس کے برمن - نمبر ۱۳۱ - پتہ پور روڈ - کلکتہ

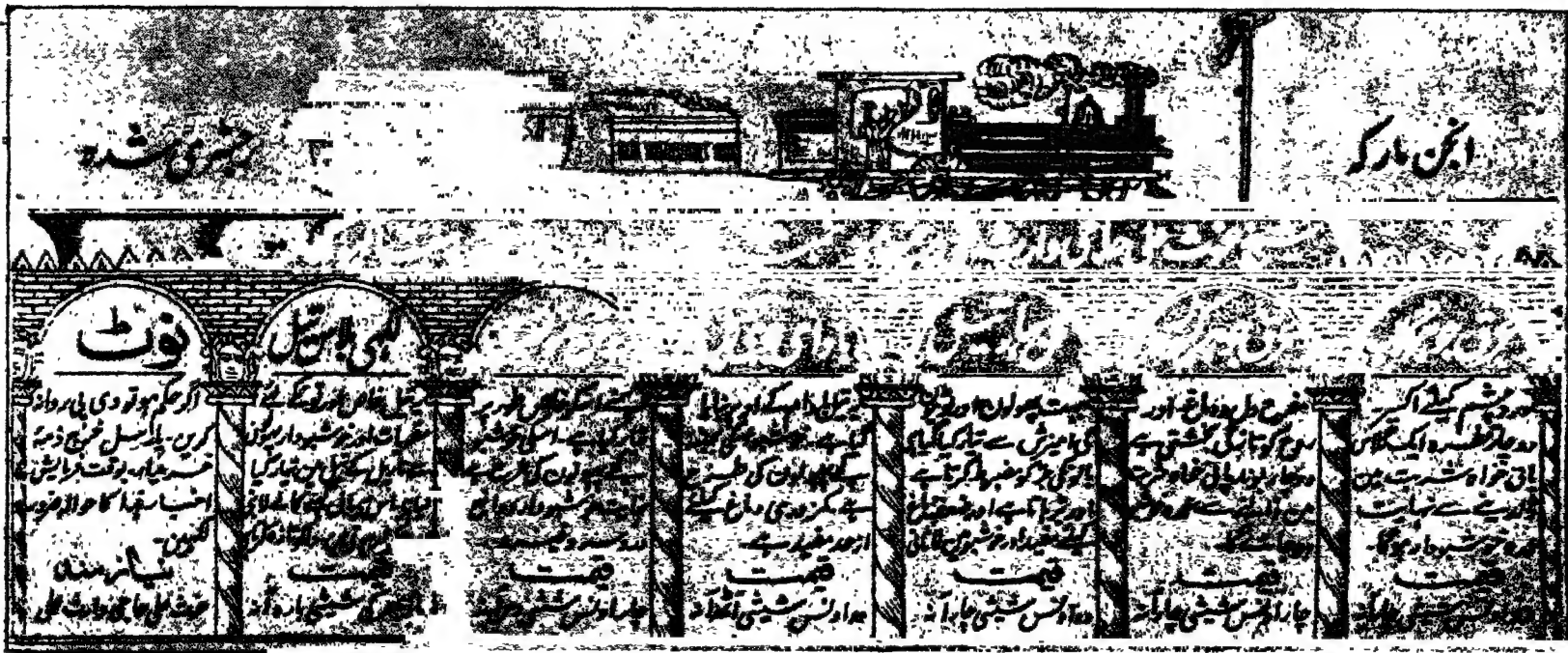
## المکتبة العلمية الاسلامیة فی علی گڑھ

— \* —

اس کتب خانہ میں مختلف علوم و فنون کی کتابیں مطبوعہ مصر، شام، بیروت، قسطنطنیہ وغیرہ فروخت کے لیے موجود رہتی ہیں اور نہایت مناسب و معتدل قیمت پر کتابتیں کی خدمت میں روانہ کی جاتی ہیں۔ خامکر مکتبۃ المنار کی کتابیں، حضرت الاسلام امام شیخ محمد عبدہ اور حضرت السید الامام سید رشید رضا کی تمام تصانیف اس کتب خانے میں ہر وقت مہیا رہتی ہیں۔ فرمائشوں کی تعمیل مستعملی کے ساتھ کی جاتی ہے۔ کتب خانہ کی جدید فہرست تیار ہو گئی ہے جو

المشتہر منیجر المکتبة العلمیة الاسلامیة، مدرسه العلوم، علی گڑھ

آدھ آنے کے ٹکٹ وصول ہونے پر مفت روانہ کی جاتی ہے \* رسالہ المنار (جو تمام دنیا میں اسلام میں بہترین عربی رسالہ تسلیم کیا گیا ہے) اس کی گزشتہ ۱۵ سال کی ۱۵ جلدیں مکمل مع فہرست مضامین موجود ہیں۔ قیمت عام طور پر فی جلد ۱۵ روپے ہیں مگر دوسری جلد کی قیمت پچاس روپے اور تیسری جلد کی قیمت پچیس روپے ہیں \* یہ کتب خانہ رسالہ المنار کا کل مالک ہندوستان میں سول ایجنٹ ہے \* جن اصحاب کو اس رسالہ کی خریداری منظور ہو چندہ سالانہ مبلغ ۱۵ روپے ہمارے پاس روانہ فرمائیں، روپیہ وصول ہونے پر رسالہ براہ راست ان کی خدمت میں جاری کر دیا جائیگا \*



## حیدرہ ہوٹل

—:~::~~::~:—

نمبر ۱۳۱ لور چیت پور روڈ - کلکتہ

ہمارے ہوٹل میں ہر قسم کی اشیاء خوردنی و نشیدنی ہر وقت طیار ملتی ہیں نیز اسے ساتھ مسافروں کے قیام کیلئے ہر تکلف اور بولم وہ کمروں کا بھی انتظام کیا گیا ہے جو نہایت ہوادار، فریڈ اور بر لب راہ واقع ہیں جن میں کچھہ دیوانت کرنا ہو بقدریہ خط و کتابت ملحقہ ہوٹل سے دیوانت کر سکتے ہیں۔ جنگ ترکی و اٹلی اور جنگ بلقان کی جملہ تصویریں ہماری ہوٹل میں فروخت کے لیے موجود ہیں۔ مع تصویر پانچ سونی وغیرہ۔

شیخ عبد السلام ملک حیدرہ ہوٹل



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

AL - HILAL

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad

7-1 McLeod Street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly " " 4 - 12.

# الاحلال

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

میر حسن علی صاحب  
میر حسن علی صاحب

مقام اشاعت  
۱-۷ مکلاود اسٹریٹ  
کالکٹہ

طوائف کلترا  
الاحلال

قیمت  
سالانہ ۸ روپیہ  
عشما ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

۲

کالکٹہ: چار شنبہ ۲۱ جادی الثانیہ ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta: Wednesday, May 28, 1918.

نمبر ۲۱

## اتقوا الله ايها المسلمون!

ولا تكونوا كالذين نسوا الله فانساهم انفسهم اولئك هم الفاسقون (۲۰: ۵۹)

منکر فتراں گشت اگر دم زنم از عشق  
این نشہ بمن گر نبود با دگرے هست

(۱) حکمت الہیہ اپنے کاموں میں ابتدا سے کچھ اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ اسکا کوئی کم آزمائشوں اور امتحانوں سے خالی نہیں ہوتا: احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا، ہم لا یفتنوں؟ (۲۰: ۲۸)

(۲) دعوت "من انصاری الی اللہ" میں بھی اولین آزمائش یہ تھی کہ بغیر اظہار و تعین کار کے لوگوں کو اپنی شرکت کے طرف بلایا گیا، اور پھر جنکے دلوں میں سچی طلب تھی، وہ بغیر فکر اس رآں، امداد، رفاقت، اور مستعد اعانت ہو گئے: وہم الذین لا خوف علیہم ولا هم یحزنون۔

(۳) جماعت "حزب اللہ" کے مقاصد و اغراض کا مضمون بھی آج کل میں چھپنے کیلئے دیدیا جائیگا اور پھر بصورت رسالے کے طبع ہوگا۔

(۴) چونکہ رسالہ مضامین تبلیغ و دعوت کے ساتھ ہی یہ رسالہ بھی قریب الاختتام ہے، اسلیے اب علیحدہ اشاعت کی جگہ دینوں کو یکجا شائع کرنا ہی مناسب معلوم ہوا۔

(۵) پھر جنکو پیاس ہے، انہیں کیا ہو گیا کہ "العطش" کی مدد نہیں لگائے؟ اور جو روشنی کے متلاشی تھے، یہ کیا ہے کہ وہ روشنی کو روشنی سمجھنے میں متامل ہیں؟ پس جلدی کر، جلدی کر کہ عجب نہیں اس جلدی ہی میں تمہارے لیے اصلی آزمائش پوشیدہ ہو۔ ان اربد الاصلاح ما استطعت، واللہ یتدیی من یشاء الی صراط مستقیم۔

## فہرس

شذرات	
اردو پریس کی ضمانت	۳
ہفتہ جنگ	۳
مقالہ افتتاحیہ	۵
تقدیم می بارہ اڑیں طاق مقنن بر خیز	۵
مقالات	
دولت بنی امیہ اور الہلال	۸
صرافات	
نماز با جماعت	۱۳
الہلال کی اشاعت عمومی	۱۴
باب المراسلۃ والمناظرۃ	
سیرۃ نبوی اور نقد روایات و آثار (۲)	۱۴
جماعت حزب اللہ اور مسلمان خواتین	۱۵
شکون عثمانیہ	
الانحاء الاسلامی (۲)	۱۶
دستار خروین	۱۷
مسئلہ ارمینیا	۱۸
تصریحات شاہ یونان	۱۸
نامروران غزوہ بلقان	
ہمادۃ ظل العربیۃ	۱۹
فہرست چندہ زر امانۃ ہلال احمر	۲۰

## تصاویر

صفحہ خاص

۲

۱۹

مرقع "افسانۃ دفاع ادرنہ" نمبر ۲ -  
یورپین ترکی کے بے خانمان مہاجرین  
نیازی بے

# اطلاع

- (۱) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے، تو تاریخ اشاعت سے دو ہفتہ کے اندر اطلاع دیں، ورنہ بعد کو فی پرچہ چرانے کے حساب سے قیمت لی جائیگی۔
  - (۲) اگر کسی صاحب کو ایک یا دو ماہ کے لئے پتہ کی تبدیلی کی ضرورت ہو تو مقامی ڈاکخانہ سے بندرپست کرلیں، اور اگر تین یا تین ماہ سے زیادہ عرصہ کے لئے تبدیل کرانا ہو تو دفتر کو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیں۔
  - (۳) نمبر کے پرچہ کے لئے چار آنہ کے ٹکٹ آنے چاہئیں یا پانچ آنے کے پی۔ پی کی اجازت۔
  - (۴) نام و پتہ خاصکر ڈاکخانہ کا نام ہمیشہ خوش خط لکھیے۔
  - (۵) خط رکناہیت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
  - (۶) منی آڈر روانہ کرتے وقت کوئی پر نام، پورا پتہ، رقم، اور نمبر خریداری (اگر کوئی ہو) ضرور درج کریں۔
- نوٹ — مندرجہ بالا شرائط کی عدم تعمیل کی حالت میں دفتر جواب سے معذور ہے اور اس وجہ سے اگر کوئی پرچہ یا پرچہ خالص مرجاویں تو دفتر اس کے لئے ذمہ دار نہ ہوگا۔

## شرح اجرت اشتہارات

—\*—

میعاد اشتہار	فی صفحہ	فی کالم	نصف کالم	نصف کالم سے کم
ایک ہفتہ ایک مرتبہ کے لئے	۱۵ روپیہ	۱۰ روپیہ	۷ روپیہ	۸ آنہ فی مربع الج
ایک ماہ چار مرتبہ "	۵۰ "	۳۰ "	۲۰ "	۷ آنہ " " "
تین ماہ ۱۳ مرتبہ "	۱۲۵ "	۷۵ "	۴۵ "	۶ آنہ " " "
چھ ماہ ۲۶ مرتبہ "	۲۰۰ "	۱۲۵ "	۷۵ "	۵ آنہ " " "
ایک سال ۵۲ مرتبہ "	۳۰۰ "	۲۰۰ "	۱۲۵ "	۴ آنہ " " "

(۱) ٹائٹل پیج کے پیلے صفحہ کے لیے کوئی اشتہار نہیں لیا جائیگا۔ اس کے علاوہ ۳ صفحوں پر اشتہارات دو جگہ دیجائیگی۔

(۲) مختصر اشتہارات اگر رسالہ کے اندر جگہ نکال کر دیے جائیں تو خاص طور پر نمایاں رہیں گے لیکن انکی اجرت عام اجرت اشتہارات سے پچاس فیصدی زائد ہوگی۔

(۳) ہمارے کارخانہ میں بلاک بھی طیار ہوتے ہیں جسکی قیمت ۸ آنہ فی مربع الج ہے۔ چنانچہ کے بعد وہ بلاک پھر صاحب اشتہار کو واپس کر دیا جائیگا اور ہمیشہ انکے لئے کارآمد ہوگا۔

## شرائط

(۱) اسکے لئے ہم مجبور نہیں ہیں کہ آپکی فرمائش کے مطابق آپکو جگہ دیں، البتہ حتمی امکان کوشش کی جائے گی۔

(۲) ایک سال کے لئے اشتہار دینے والوں کو زیادہ سے زیادہ ۴ اقساط میں، چھ ماہ کے لئے ۲ اقساط میں، اور سہ ماہی کے لئے ۳ اقساط میں قیمت ادا کرنی ہوگی اس سے کم میعاد کے لئے اجرت پیشگی ہمیشہ لی جائیگی اور وہ کسی حالت میں پھر واپس نہوگی۔

(۳) منیجر کو اختیار ہوگا کہ وہ جب چاہے کسی اشتہار کی اشاعت رکے، اس صورت میں بقیہ اجرت کا روپیہ واپس کر دیا جائے گا۔

(۴) ہر اس چیز کا جو جرے کے اقسام میں داخل ہو، تمام منقعی معرعات کا، فحش امراض کی دواؤں کا اور ہر وہ اشتہار جسکی اشاعت سے پبلک کے اخلاقی و مالی تقصاں کا اعلیٰ شبہہ ہی دفتر کو پیدا ہو، کسی حالت میں شائع نہیں کیا جائے گا۔

نوٹ — کوئی صاحب رعایت کے لئے درخواست کی ضمانت گوارا نہ فرمائیں۔ شرح اجرت بالا شرائط میں

# شذات

## اردو پریس علی گڑھ کی ضمانت

گذشتہ دو سال کے اندر اسلامی مصائب کے ظہور نے مسلمانان ہند میں جوش و حرکت کا ایک نیا دور پیدا کر دیا۔ جدید اخبار رسائل کی تاسیس، مضامین مہیجہ و محرکہ کی اشاعت، مجالس کا قیام، اور حس و بیداری کے مظاہر نہ صرف بڑے بڑے شہروں بلکہ قصبوں اور دیہاتوں تک میں پوری سرگرمی سے ظاہر ہوئے اور اسکا سلسلہ اب تک جاری ہے۔

یہ زمانہ مسلمانوں کے مصائب کے شدید ترین دور کا آغاز تھا، اور اسلام کی خانہ ویرانی جیسی اب ہوئی، صدیوں سے نہیں ہوئی تھی۔ غفلت کے بعد ناگہانی ہشیاری، اور خواب کے بعد اچانک بیداری، ہمیشہ خطروں سے پر ہوتی ہے، اور دل سے آئے ہوئے جذبات دماغ کی دانشمندیوں کے تابع نہیں ہوتے، ایسی حالت میں کچھ بعید نہ تھا کہ جوش و خروش میں ہر طرح کی بے اعتدالیاں ہوتیں، اور امن و سکون میں قسم قسم کی خلل اندازیاں پیدا ہو جائیں۔ تاہم برٹش انڈیا کی تاریخ میں یہ واقعہ ہمیشہ یادگار رہیگا کہ با ایں ہمہ حالات عقل بر انداز، و حوادث ہوش افکن و شکیب ربا، اس کماری سے لیکر کشمیر تک، تمام مسلمانان ہند نے کوئی حرکت امن و قانون کے خلاف نہیں کی، اور اگر ایچی ٹیشن کا کچھ ظہور بھی ہوا، تو وہی مجلس اراکین اور رزلوشنوں کے پاس کرنے میں، یا چند لمحوں کی گرم تقریروں، اور مجامع و مجالس کی کاہ گاہ، پھنسنے والی سرد آہوں میں۔

ہم سب کچھ سنتے تھے، اور سب کچھ جانتے تھے۔ ہم یورپ کے وزارت خانوں سے بے خبر نہ تھے، اور انگلستان کی موجودہ وزارت خارجہ کے نظارے سے بھی انکھیں بند نہ تھیں۔ جنگ کی خوں ریزیاں، اور صلح کی امن جویانہ دھمکیاں، دونوں ہمارے سامنے تھیں۔ ہم نے ان خونچکاں لاشوں کو بھی دیکھا، جنگا خوں جزل کڈیوا کی شمشیر برہنہ سے ٹپک رہا تھا، اور پھر ہم نے ان جالے ہوئے گھروں، ان تودہ خاکستر آبادیوں، اور ان تریقی ہوئی قشروں پر بھی نظر ڈالی، جس سے جنگ بلقان کے حدود ارضی کے مختلف گوشے نظارہ گیان عالم کیلیے جگر داش اور زہرہ گداز تھے، تاہم ہم کو جواب دیا جائے کہ ہم نے کیا کیا؟ اور ہم کو بتلایا جائے کہ ہم نے کیا چاہا؟ وہ وسیع مجمع انسانی، جسکی تعداد سات کروڑ سے متجاوز بتلائی جاتی ہے، کیا ممکن نہ تھا کہ اس موقع پر اپنے تئیں انسان قرار دیکر، جذبات طبعی سے مجبور انسانوں کی طرح، کچھ نہ کچھ بے عزتیاں کر گزرتا؟ مگر سوائے اس درد حسرت و ماتم کے، جو کبھی کبھی اس مجمع سے اٹھا، اور سوا ان مداہلے فغان سنج و الغیثات کے، جو لا حاصل و ناکام اس آبادی کی وسعت سے بلند ہوئیں، کوئی صدائے قانون شکن، کوئی حرکت بغاوت آمیز، کوئی سعی مخالفت حکومت، ایسی ہوئی، جو سامنے لائی جا سکتی ہے؟

میں بلا خوف تغلیط کہتا ہوں کہ انسانی مجامع کے غم و اندوہ اور اضطراب و اضطراب کی اگر کوئی تاریخ مرتب کی گئی ہو، تو مسلمانان ہند کے گذشتہ دو سالہ سکون و امن اور خاموشی و قانون رستی کی اسمیں شاید کوئی نظیر نہیں ملے گی۔

قوم اور ارکان حکومت، دونوں اس سے بے خبر نہیں ہیں کہ الہلال اپنے اصلی دلی خیالات کے بے کم رکاشت اظہار میں نہایت مبسوط ہے، اور اسمیں اور عام مسلمانوں میں یہی فرق ہے کہ انکے دل میں رہے، جو اسکے زبان پر ہے، پر انکی زبان پر رہے نہیں ہے، جو اسکے قلم پر ہے۔ اسلیے مجھے یہ کہہ دینے میں کوئی باک نہیں کہ اس تمام عرصے میں مسلمان ہند کی خاموشی و امن دوستی حد تغریط تک پہنچ گئی ہے۔ اور وہ قانون کے احترام اور امن کے ساتھ رہ کر جو کچھ کر سکتے تھے، افسوس کہ انہوں نے نہیں کیا۔

پھر یہ حکومت اور رعایا، دونوں کیلیے ایک نہایت ضروری سوال ہے کہ اس عجیب و غریب حالت کے اسباب کیا تھے اور کیا ہیں؟ کل کی بات ہے کہ لارڈ کرزن کے زمانے میں دبی ہوئی وطنی شورش نے ظہور کیا، اور چند سالوں کے اندر ہی اندر خطر ناگ جوش و خروش اور خوں ریزانہ اقدامات تک معاملہ پہنچ گیا، اور اب تک قائم ہے۔ حالانکہ اسکے لیے بظاہر جوش و خروش پیدا کرنے کے ایسے اسباب قوی نہ تھے، جو پچھلے دو سالوں کے اندر مسلمانان ہند کو پیش آئے، اور جسکے نتائج معززہ ابھی انکے سامنے سے ہتھے نہیں ہیں۔

یہ کیوں ہے کہ اس تمام عرصے میں ایک مسلمان ہاتھ بھی کسی خلاف قانون حکومت عمل کا مجرم نہیں ہوا؟ یہ ایک سوال ہے، جسکے جواب پر غور فرمانے کی ہزاروں سر جیمس مسٹن بالقابہ کی گورنمنٹ کو سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

میں پورے یقین اور وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اسکا سبب صرف ایک ہی ہے، اور سبب اصلی و قوی ہمیشہ ایک ہی ہوا کرتا ہے۔ دنیا میں اس طرح کے واقعات ہمیشہ گزرے ہیں، اور انکے حالات و نتائج نے ہمارے لیے بحث و رائے کا راستہ صاف کر دیا ہے۔

اُن پر نظر ڈالیے، اور ان سے بھی قریب تر خود ہندوستان کی گذشتہ دو سالہ تاریخ کو دیکھیے۔ صاف صاف نظر آئیگا کہ

اس کا سبب اصلی اسکے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ لارڈ ہارڈنگ کی دانشمند و مدبر، اور کاردان و حوادث اندیش گورنمنٹ نے اس تمام زمانے میں روک ٹوک اور جا ربیجا سختی و پریس کی وائیسی پر عملدر آمد نہیں کیا، اور مسلمانوں کو انکی اصلی حالت پر چھوڑ دیا۔ انکے کاموں میں کسی طرح کی رکاوٹ نہیں ڈالی، انکے مجامع و مجالس میں کوئی غلانیہ مداخلت نہیں کی گئی، اور ہر موقع پر گورنمنٹ نے اپنے تئیں ان تمام امور پر بے توجہ ظاہر کیا، اور اگر جوش و خروش کے ظہور میں بعض سخت گیر کار فرماؤں، اور حلقہ ہائے احتساب کو کوئی بات قابل گرفت نظر آئی بھی، تو اسکی بنا پر کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔

یہ ایک قدرتی بات ہے کہ انسانی قلوب کا جوش، دبانے سے اچھلتا، اور پٹکنے سے کودتا ہے۔ اسکی مثال ایک ابلتے ہوئے چشمے، یا اچھلتے ہوئے فوارے کی سی ہے، کہ جسقدر اسکی راہ میں رکاوٹ ڈالی جاتی ہے اتنا ہی وہ زیادہ قوت اپنے اندر حاصل کر لیتا ہے۔

پس اس دانشمندانہ اور مستحق تحسین پالیسی کا نتیجہ یہ نکلا کہ جوش و خروش اور حسیات و جذبات کو زیادہ ابھرنے اور زیادہ قوت و طاقت حاصل کرنے کا موقعہ نہیں ملا، اور وہ مثل ایک ایسے درخت کے ہو گیا، جسکو تخم اور زمین تو میسر آگئی تھی، لیکن آفتاب کی تپش اور پانی کی رطوبت میسر نہیں آئی۔ کیونکہ دلوں کے جوش و خروش کیلیے سختی اور سخت گیری، مثل حیات بخش پانی کے، اور مثل نامیہ افزا تپش و حرارت کے ہے۔ اسکو اگر دیا نا مقصود ہے تو پانی نہیں دینا چاہیے۔ پر اگر پانی دیا گیا تو وہ پہلے پھولے گا، اور اسکی جڑیں زمین



## لاکھوں بے خانماں - مہاجرین

قسطنطنیہ کی گلیوں میں !!!

### الہلال کلکتہ - سالانہ قیمت مع محصول صرف آٹھ آنے !!!

اخراجات خط و کتابت کیلئے وضع کردہ باقی ساڑھے سات روپیہ اس نقد میں داخل کر دیا جائیگا، اور ایک سال کیلئے اخبار آنکے نام جاری کر دیا جائے گا۔ گویا ساڑھے سات روپیہ وہ اپنے مظلوم رستم رسیدہ برادران عثمانیہ کو دینگے، اسکا اجر عظیم اللہ سے حاصل کرینگے، اور صرف آٹھ آنے میں سال بھر کیلئے الہلال بھی (جو جیسا کچھ ہے، پبلک کو معلوم ہے) انکے نام جاری ہو جائیگا۔ اس طرح چار ہزار خریداروں کی قیمت سے ۳۰ - ہزار روپیہ فراہم ہو سکتا ہے اور دفتر الہلال اُسے خود فائدہ اٹھانے کی جگہ، اس کا رخیر کیلئے وقف کر دیتا ہے۔

(۵) اس وقت ماہوار تن سو تک نئے خریداروں کا اوسط

ہے۔ لیکن دفتر ۳۰ - جون تک کیلئے اپنی تمام آمدنی اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے۔ دفتر اس وقت تک کئی ہزار روپیے کے نقصان میں ہے، اور مصارف روز بروز بڑھتے جاتے ہیں، تاہم اس قار کو پتھر طبیعت پر جو اثر پڑا، اس نے مجبور کر دیا، اور جو صورت اپنے اختیار میں تھی، اس سے گریز کرنا، اور صرف دوسروں ہی کے آگے ہاتھ پھیلاتے رہنا، بہتر نظر نہ آیا۔ یورپ میں اخبارات کے دفتر اپنی جیب سے ہزاروں روپیہ کا رخیر میں دیتے ہیں۔ شاید اردو پریس میں یہ پہلی مثال ہے، لیکن اسکی کامیابی اس امر پر موقوف ہے کہ برادران ملت تغافل نہ فرمائیں اور اس فرصت سے فائدہ اٹھا کر فوراً درخواست



یورپین ترکی کے بے خانماں مہاجرین  
جامع ایاصوفیا کے سامنے

خریداری بھیجیں۔ دینا تقبل منا انک انت السميع العليم (۶) الہلال - اردو میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے، جو یورپ اور ترکی کے اعلیٰ درجہ کے با تصویر، پر تکلف، خوشنما رسائل کے نمونے پر نکلتا ہے۔ اسکا مقصد وحید دعوت الی القرآن، اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔ محققانہ علمی و دینی مضامین کے لحاظ سے اسکی امتیاز و خصوصیت کا ہر موافق و مخالف نے اقرار کیا ہے۔ اُس نے ہندوستان میں سب سے پہلے ترکی سے جنگ کی خبریں براہ راست منگوائیں، اسکا باب ”شئون عثمانیہ“ ترکی کے حالات جنگ کے واقعات صحیحہ معلوم کرنے کا مخصوص ذریعہ ہے۔ ”ناموران غزوہ طرابلس و بلقان“ اسکی ایک با تصویر سرخی ہے، جسکے نیچے وہ عجیب و غریب موثر اور حیرت انگیز حالات لکے جاتے ہیں، جو اپنے مخصوص نامہ نگاروں اور خاص ذرائع معلومات سے حاصل کیے جاتے ہیں۔ مقالات، مذاکرہ علمیہ، حقائق و وثائق، المراسلہ و المناظرہ، اسئلہ و اجوبتھا، اسکی دیگر ابواب و عنوان مضامین ہیں۔ آٹھ آنے میں شاید ایک ایسا اخبار برا نہیں۔

(۷) درخواست میں اس اعلان کا حوالہ ضرور دیا جائے، اور

کارہ کی پیشانی پر ”اعانہ مہاجرین“ کا لفظ ضرور لکھا جائے۔

آج دفتر الہلال میں دو تار دفتر تصویر افکار، اور ڈاکٹر مصباح کے پہنچے ہیں کہ ”خدا کیلئے یورپین ترکی کے آن لاکھوں بے خانماں مہاجرین کے مصائب کو یاد کرو، جنمیں ہزارہا بیمار عورتیں، اور جاں بلب بچے ہیں۔ جنکو جنگ کی ناگہانی مصیبتوں کی وجہ سے یکایک اپنا گھر بار چھوڑنا پڑا، اور جنکی حالت جنگ کے زخمیوں سے بھی زیادہ درد انگیز ہے۔ جو مرگئے، انکو دفن کر دیں، جو زخمی ہیں انکو شفا خانے میں لے آئیں، لیکن جو بد نصیب زندہ، مگر مردے سے بدتر ہیں، انکو کیا کریں؟“

دفتر الہلال حیران ہے کہ اس وقت اعانت کا کیا سامن کرے؟

مدد کیلئے نئی اپیلیں کرنا شاید لوگوں کو ناگوار گذرے کہ ہلال احمر

کا چندہ ہر جگہ ہو چکا ہے، اور تمسکات کا کلم بھی جاری ہے۔ مجبوراً جو کچھ خود اسکے اختیار میں ہے، اسی کیلئے کوشش کرتا ہے۔

(۱) کم از کم وہ ایک ماہ کے اندر دو ہزار پاؤنڈ یعنی ۳۰ - ہزار کی رقم مخصوص اعانہ مہاجرین کیلئے فراہم کرنا چاہتا ہے، کیونکہ ہلال احمر کے مقصد سے جو روپیہ دیا جاتا ہے، اسکو خلاف مقصد دوسری جگہ لگا نا بہتر نہیں۔ اسکی اطلاع آج ہی ترکی میں بھیجی گئی ہے۔

اس بارے میں جو صاحب دون اعانت فرمائیں گے  
فاجرہ علی اللہ،

وارنہ وہ دوسروں پر بار ڈالنے کی جگہ، خود ہی اس رقم کو اپنی جانب سے پیش کرنا چاہتا ہے۔

(۲) اسکی صورت یہ ہے کہ بلا شک نقد تیس ہزار روپیہ دینا دفتر کے امکان سے باہر ہے، مگر یہ تو ممکن ہے کہ تیس ہزار روپیہ جو آئے مل رہا ہو، وہ خود نہ لے، اور اس اشد ترین ضرورت اسلامی کیلئے وقف کر دے؟

(۳) یقیناً میں ۳۰ - ہزار نہیں دیسکتا، لیکن آپ کیوں نہیں مجھے ۳۰ - ہزار روپیہ دیتے، تا کہ میں دیدوں؟

(۴) پس آج اعلان کیا جاتا ہے کہ دفتر الہلال چار

ہزار الہلال کے پرچے ایک ایک سال

کیلئے اس غرض سے پیش کرتا ہے۔ آج

کی تاریخ سے ۳۰ جون تک جو صاحب آٹھ

روپیہ قیمت سالانہ الہلال کی دفتر میں

بھیج دینگے، انکے روپیہ میں سے صرف آٹھ آنہ ضروری

علاقے واپس تو لیتے، اور تعمیر حکومت کی داغ بیل بھی پڑگئی۔ مگر یہ تعمیر بھی عام بے حسی و عدم مرکزیت کی برکت سے میرزا غالب کی اس تعمیر سے کم نہ تھی۔ جسکی نسبت خود ان کو شکایت تھی:

ہیولی برق خرمن کا ہے خوں گرم دھقان کا !

گیارہویں صدی کے انہیں واقعات کا اعادہ آج بیسویں صدی میں ہو رہا ہے۔ جنگ بلقان نے یورپ سے اسلامی حکومت کا خاتمہ کر ہی دیا۔ ایشیائی ممالک باقی رہے تھے جن میں عرب و مضافات عرب کو مخصوص اہمیت حاصل تھی۔ لیکن ۱۴ - مئی سنہ ۱۹۱۳ء کو، جس کی تفصیل لندن ٹائمز نے ۱۷ - مئی کی اشاعت میں درج کی ہے - اس میں بھی گہن لگ گیا۔

(۱) عرب کے مشہور ساحل جزیرہ ”کویت“ پر برطانیہ عظمیٰ کا باقاعدہ شاہی اثر تسلیم کر لیا گیا۔ باب عالی کی صرف نام کی سیادت رہ جائیگی۔ جزیرے کے استقلال، شہر حکومت، معاملات داخلہ، اوضاع سیاست - ولایت عہد، غرضکہ ہر ایک بات سے ترکی سلطنت بے تعلق ہوگئی، اور برطانیہ و کویت کے مابین جو معاہدہ ہوا ہے، اس کو نافذ الاثر سمجھیں گے۔

(۲) جزائر بحرین و مسقط و القطر سے باب عالی کے شاہی حقوق معدوم ہو گئے اور نشر نفوذ کا حق انگلستان کو حاصل ہو گیا۔ خلیج فارس میں روشنی کرنے - منقذات (جان بچانے والی کشتیوں) اور خضراء (پوائس محفوظ) کا نظم و نسق بھی اُسی سے متعلق ہوگا۔ (۳) شط العرب میں انگریزی اثر غالب ہوگا۔ دریائے دجلہ و فرات میں جہاز رانی کے لیے برطانیہ عظمیٰ کو خاص حقوق و مراعات حاصل ہونگے۔

(۴) ایک عثمانی کمیشن کے ذریعہ سے جس کی وضع و ترکیب میں برطانیہ کو طاقتور حصہ ملیگا، شط العرب میں جہاز رانی، اور بندرگاہوں میں حکومت کے مسائل طے کیے جائیں گے۔ عام انگریزی رائے اس بابہ میں یہ ہے کہ کمیشن کے معاین و مہندس، دونوں شاخوں کے اعلیٰ افسر انگریز ہونے چاہئیں۔ ورنہ انگریزی فوائد کے حصول میں خطر خواہ کامیابی نہوگی۔

(۵) بصرہ و بغداد کے مابین تاسیس ریلوے کا آخری حق برطانیہ کو حاصل ہوگا۔ بغداد ریلوے کی نظارت (ڈائریکٹروں کی مجلس) میں کم از کم دو انگریز افسر ہونگے، جن کے ذریعہ سے خرید و فروخت پر نگرانی اور مالیہ کے انتظام میں امتیازی سلوک روا نہ رکھنے کے فرائض انجام پایا کریں گے۔ اس معاہدہ کو گویا مکمل سمجھنا چاہیے - ۱۷ - مئی کو معاہدہ کے اُس حصہ پر جو مسئلہ کویت و حדרہ بصرہ سے متعلق ہے دستخط ہو چکے ہیں۔ بقیہ ہدو ز غیر موثق ہے۔ اُن پر بھی کچھ مدت کی گفت و شنفت کے بعد دستخط ہو ہی جائیں گے، اور رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے دیار سے اسلامی حکومت کے خاتمہ کی تحریک کے لیے ایک غیر متوقع سبیل نکل آئیگی۔ اس معاہدہ کی تکمیل سے انگریزوں کو جو نفع ہوگا ریوٹر ایجنسی نے ۱۷ - مئی کے تلغرافات میں اُس کی یوں ترجمانی کی ہے کہ ”مشرق اوسط میں تجارتی فوائد برطانیہ کی ترقی و تقریر کے لیے یہ معاہدہ ایک نہایت اہم واقعہ ہوگا“ اور ترکوں کو جو ضرر پہونچے گا اُس کا اندازہ ۱۵ - مئی سنہ ۱۹۱۳ء پائیونیر کے اُس فقرہ سے ہو سکتا ہے جو اُس نے مشہور بورڈین اخبار ”جرنل“ سے نقل کیا ہے کہ ”ان معاہدوں کو ایشیائی رزم کی تقسیم کا آغاز خیال کرنا چاہیے“

فرانس نے ارض شام پر قبض و دخل کی پیشرفت کے لیے مطالبات کیے ہیں (۱) مدارس (۲) ریلوے (۳) بندر (۴) اور اُن

# الہلال

۲۱ - جمادی الثانیہ ۱۳۳۱ ہجری

## فتنہ می باران ازیں طاق مقونس بر خیز !

اِمنتَم من فی السماء  
اِنْ یخسف بکم الارض  
فانذِہی تمرداً - ام  
اِمنتَم من فی السماء  
اِنْ یُرسِل علیکم حاصبا  
فستعلمون کیف نذیر؟  
(۹۷ : ۱۳)

خدا جو آسمان میں ہے کیا تم اُس کے جلال سے نڈر ہو گئے ہو کہ زمین میں تم کو دھنسا دے اور راہ پڑے جھکولے مارا کرے؟ یا جو آسمان میں ہے تمہیں اُس کے غضب کا خوف نہیں رہا کہ تم پر پتھر اُڑا کرے؟ عنقریب تم کو معلوم ہو جائیگا کہ ہمارا ڈرانا کیسا تھا؟

سنہ ۱۰۶۴ - ع - کا واقعہ ہے کہ جزیرہ صقلیہ (سسیلی) پر توحید کی حکومت تھی۔ بحر ابیض متوسط کے تمام سواحل میں اللہ اکبر کے نعرے گونج رہے تھے۔ سنہ ۸۳۶ ع میں یہ علاقہ علم اسلام کے زیر سایہ آئے تھے۔ اس واقعہ کو ۲۲۸ - برس گزر چکے تھے، اور اس مدت مدید میں اسلامی تمدن نے سسیلی میں اچھی طرح جڑ پکڑ لی تھی۔ سسیلی کا طبیب کالج تمام یورپ کا مرجع و مآب بن رہا تھا، پلر موکی عظیم الشان درسگاہ سے مغربی دنیا تہذیب و شایستگی کا سبق لیتی تھی۔ تعلیم عام بھی تھی اور مفت بھی۔ تربیت کا ایسا اچھا انتظام تھا کہ ہمارے ہر رنگ سسٹم (نظام اقامت) سے اب تک ایسے نتائج پیدا نہو سکے۔ ہمارے کالج و یونیورسٹی تو آزاد بھی نہیں ہیں اور دائرہ اثر بھی محدود ہے، مگر سسیلی کی عربی درسگاہیں اس خصوصیت میں اس حد تک ترقی کر گئی تھیں کہ یورپ کی متعجبانہ نگاہوں میں یہ باتیں ایک طرح کا جادو نظر آتی تھیں۔ یہ سب کچھ تھا اور ترقی کے بیشتر ذرائع فراہم تھے، لیکن جیسا کہ مرسیوسید نے خلاصہ تاریخ العرب (صفحہ ۱۷۷ و ۱۸۱) میں تحریر کی ہے، مسلمانوں میں بڑی کمی یہ تھی کہ نہ اُن کو اپنی حالت کا احساس تھا، اور نہ اُن میں کوئی مرکزی وابستگی تھی۔ ہر ملک کے مسلمان اپنے اپنے حال میں مگن تھے۔ کسی کو کسی سے اتنا بھی تعلق نہ تھا جتنا چین کے ایک بہت ہی معمولی بورچین کے رنج و راحہ سے سرایتورہ کرے کی نظارہ خارجیہ کو ہو سکتا ہے۔ بے حسی کا یہ عالم تھا کہ جزائر بلیارہ کے مسلمان ذبح کر دالے گئے، جزیرہ قندیہ چھن گیا، جنوبی اطالیہ کے بیشتر علاقے صلیب کے زیر حکومت چلے گئے، مگر کسی درد مند دل میں تیس بھی نہ آئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سنہ ۱۰۶۸ ع سے سنہ ۱۰۷۱ ع تک میں توحید کے تمام مقبروات تثلیث نے غصب کر لیے۔ سنہ ۱۰۹۸ ع میں جزائر مالطہ کی شامت آئی۔ سنہ ۱۱۲۵ ع میں سواحل افریقیہ کی نوبت پہونچی۔ سنہ ۱۱۴۸ ع میں صفاقس و سوس و مہدیہ و قیروان و تونس جاتے رہے، اور بحر ابیض متوسط میں اسلامی حکومت کا بالکل ہی خاتمہ ہو گیا۔ مرحدین نے بعد میں کچھ

نہیں۔ وہ دستخط سے قبل ضمانت چاہتی ہے۔ اسی تاریخ کے دوسرے تاریخ میں جو یہاں ۲۲ - کو موصول ہوا، یہ بیان کیا گیا تھا کہ حلفاء بلقان کی طرف سے سرریا نے سرایتورہ کرے سے ان ترمیمات کے متعلق مراسلت کی، جو صلحنامہ میں رکلاہ بلقان نے ایک جلسے میں تجویز کیے ہیں۔ اس جلسے میں ڈاکٹر دنیف زکیل بلغاری بھی شریک تھا۔ مگر اس نے ایک تجویز بھی ان ترمیمات کی بابت پیش نہیں کی۔ ان ترمیمات کا جو حصہ ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ پیرس کے مالی کمیشن میں بلقانی رکلا کی رہی حیثیت ہو جو دیگر رکلاہ دول کی ہوگی۔ نیز یہ کہ جنگ سے پہلے کے عہد نامے اس وقت نافذ رہیں، جب تک کہ ایک دوسرا وسیع عہد نامہ تیار نہ ہو جائے۔

ریوٹر کا یہ بھی بیان ہے کہ ترکی اور بلغاری رکلاہ نے سرایتورہ ذکر سے کہا ہے کہ یہ دول کا فرض ہے کہ وہ بقیہ حلفاء بلقان کے دستخط حاصل کرنے کے لیے کوئی تدبیر اختیار کریں۔ اور یہ کہ دول نے انکو فہمائش کی ہے، اور یہ کہا ہے کہ اگر انہوں نے اصرار کیا تو عجب نہیں کہ وہ ان فوائد کو ضائع کر دیں جو انکو عدم اصرار کی صورت میں حاصل ہوسکتے تھے۔

حلفاء بلقان کے تعلقات کی حالت دیکھیے خانہ جنگی کب تک درست رہتی ہے؟ بلغاریا کے خلاف سرریا اور یونان میں ایک معاہدہ کے وجود میں اب کوئی شک نہیں رہا۔ ۲۶ - کر سالونیکا کا تار ہے کہ کیولا سے کسی قدر فاصلے پر بلغاری اسکریڈرن نے یونانیوں پر آتشباری کی۔ اس کے علاوہ پیگہین میں بھی جنگ ہوئی۔ سرکاری طور پر بیان کیا گیا ہے کہ اس جنگ میں یونانی نقصانات کی تعداد ۳۹ - مقتول اور ۱۳۷ - معرورج ہیں۔

#### طرابلس الغرب

بنغازی سے ۱۹ - کا تار ہے کہ سیدی غربی اور اسیلانی کے مرکزوں پر کل اطالوی فوج کا سیلاب نہایت زور کے ساتھ امڈا، جسکو عربوں نے پیچھے ہٹا دیا۔ اس کے بعد عربوں نے اطالویوں پر ایک غیر متوقعہ حملہ کیا، مگر کمک پہنچنے کے بعد عربی حملہ بھی پسپا کر دیا گیا۔ اطالوی نقصانات کی مقدار ۷ - افسر ۷۲ - سپاہی مقتول، اور ۲۹ - افسر اور ۲۵۰ - سپاہی معرورج ہے۔

۲۴ - مئی کے روم کے تاریخ میں بیان کیا گیا ہے کہ پارلیمنٹ میں ایک سوال کے جواب میں صیغہ جنگ کے اندر سکریٹری نے یہ تسلیم کیا کہ ۴ - توپیں ضائع ہوئیں لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہا کہ تسلیم سے قبل وہ بیکار کر دی گئی تھیں۔ اس نے بتایا کہ موجودہ زمانے میں عہد قدیم کے تعصبات کے برخلاف، توپیں کے مقابلہ میں انسان زیادہ قابل ترجیح سمجھے جاتے ہیں!!

اسی تاریخ کو سینٹ میں وزیر مال نے اعلان کیا کہ اس سال فاضلات میں ۶۵ - ملیں لیر (ایک اطالوی سک) ہیں جن میں سے ۴۲ - ملیں ان مصارف کی ادائیگی کے لیے رکھے گئے ہیں جو جنگ طرابلس کی وجہ سے ہوئے۔ اور ۱۹ - ملیں بیڑے کی ترقی میں۔

سقوط رومی میں بین القری قبضہ ہو گیا۔ فوج بارکوں میں مقیم کی گئی ہے۔ باشندوں کی حالت اچھی ہے۔ لا سلی (والٹر لیس) اور دیگر امور ذمہ (پینک ورس) کے لیے کوشش کی جا رہی ہے۔

۱ - اندر اور شاخیں اسکے اوپر در دروز تک پھیل جائیں گی! گورنمنٹ کی یہ ایک اصلی دانشمندی اور ٹھیک ٹھیک قابلیت حکومت فرمائی کا استعمال تھا، اور ہمارے عقیدے میں اگر ایک طرف لازہ ہارڈنگ کے کارناموں کی تاریخ میں انکا مشہور مراسلہ تاریخی، تقسیم بنگال کی تفسیح، اور پھر حادثہ دھلی کے بعد تحمل و ضبط کا قابل تعریف ظہور، یادگار رہیگا، تو اسی کے ساتھ یہ دانشمندانہ طرز عمل بھی تعریف و توصیف کے ساتھ یاد کیا جائے گا، جو انہوں نے جنگ طرابلس کے بعد سے اس وقت تک اسلامی جوش و خروش کے متعلق اختیار کیا۔ یہ اسکا درحقیقت وہ قدرتی اور طبیعی سبب اصلی ہے، جس کی قوموں اور ملکوں کی گذشتہ تاریخ اور موجودہ حوادث سے تصدیق ہوتی ہے، لیکن اسکے بعد اسکے ذیل میں بعض آراء اسباب بھی قرار دیے جاسکتے ہیں، اور انہیں ازلین رجہ مسلمانوں کی یہ نمایاں قومی خصالت بھی ہے کہ وہ صبر و تحمل کے عادی اور فتنہ و شر سے گریزاں رہتے ہیں، اور اپنی اسی خصالت کی بے اعتدالانہ تفریط کے نتائج ہیں، جو مقدونیا میں حاصل کرچکے ہیں۔

یقیناً اس گذشتہ دو سال کے اندر انہوں نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ خواہ اضطراب و جوش کا کیسا ہی ہجوم ہو، مگر حزم و احتیاط اور امن و سکون کا سرشتہ انکے ہاتھوں سے نہیں چھوٹ سکتا۔

\*\*\*

یہ حالت تھے، مگر نہایت افسوس کے ساتھ اب مسلمان دیکھیں گے کہ صریحات متعددہ کی گورنمنٹ اس پالیسی کو ہاتھ سے دے رہی ہے، اور اسکا بہت بڑا عملی نمونہ اردو پریس علی گڑھ کی ضمانت ہے۔

اردو معالی کے مضمون پر گرفت نہیں کی گئی، اسمیں پورلیٹل مباحث کا حصہ عرصے سے فادر اور کالمفقد ہے۔

اسکے ایڈیٹر کا صرف یہی جرم نظر آتا ہے کہ اس نے اسلامی حسیات و جذبات کے اظہار میں حصہ لیا، اور اخری دنوں میں ملکی مصنوعات کے طرف توجہ، اور غیر ملکی مصنوعات سے احتراز دلانے کیلئے کوشش کی۔ اسکا نتیجہ یہی ہوا کہ مسلمان جو صرف اپنے مسلمان بھائیوں کی اعانت، اپنے مستقبل، اور اصلاح حال میں مصروف تھے، اور حکومت کے طرف سے بالکل مطمئن تھے کہ وہ انکی ہر امن مساعی و حرکت سے کوئی تعرض کرنا نہیں چاہتی، یکایک محسوس کریں کہ شاید واقعہ نفس الامریسا نہیں ہے، اور یہ انکے جوش کیلئے ایک قوت افزا رک کا کام دے۔ پھر انکا جوش بڑھے، اور جذبات میں ایک نئی حرکت پیدا ہو۔ حکومت کو غور کرنا چاہیے کہ اس نئے جوش کی ذمہ داری کیا پالیسی کے اس تغیر، اور سخت گیری پر نہوگی؟ کیا اسکی ضرورت نہیں ہے کہ لازہ ہارڈنگ کی دانشمند گورنمنٹ اس مسئلہ پر توجہ کرے؟

ہفتہ جنگ مبادی صلح پر ابھی تک دستخط نہیں ہوئے ہیں۔ حلقہ ہائے سیاسیہ میں یہ التواء "پر اسرار"

سمجھا جا رہا باعث التواء کون ہے؟

کل کی تاریخی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی ابھی عالم اسرار میں ہے، مگر ابتدائی تاریخوں میں سب سے پہلے اس باب میں جسکا نام لیا گیا تھا، وہ سرریا تھی۔

۲۱ - کر ریوٹر نے اطلاع دی تھی کہ سرریا کی رائے ہے کہ اسکے متعلق بیحد اہم معاملات میں دول کا فیصلہ کافی طور پر لازمی



نے اگر شمالی سواحل بحر اسود کے ارمینین کر ترکی حکومت سے آزاد کرالیا تو باسفورس و دردانیاں کی پر لطف آرزوئیں بر آنے میں کیا بات باقی رہ جائیگی؟ دول پررب کا کچھ یوں ہی سا کہتا ہے۔ وہ بھی اسی حد تک کہ یورپ میں موجودہ حالت برقرار رکھنے کی کوشش ہوگی، اور میدان جنگ ایشیا کو منتقل کر دیا جائیگا۔ ان تصریحوں کو معمولی نہ سمجھو، یہ صرف باتیں ہی باتیں نہیں ہیں، ان پر عمل درآمد کی طاریاں بھی شروع ہو چکی ہیں۔ ۱۳ مئی سنہ ۱۹۱۳ء کو ارمینی وفد نے باب عالی میں جو معنی خیز یادداشت پیش کی ہے۔ ارمینیا کی اصلاح پر زور دیا ہے۔ مسلمان مہاجرین کو اضلاع ارمینیا میں آباد کرنے پر اعتراض کیا ہے۔ عیسائیوں کی مصیبتیں کم کرنے، قتل و غارتگری کو روکنے، اور غیر مسلم اقوام کو جبراً مسلمان بنانے کے انسداد کی جانب توجہ دلائی ہے۔ صدر اعظم عثمانی (شوکت پاشا) نے اس کا جواب جس طرح کے ہمدردانہ الفاظ میں دیا ہے، اور اجراء اصلاحات کی نسبت جو معکم وعدے کیے ہیں، ان کی صداقت و استواری کا پارلیمنٹ انگلستان تک کو یقین ہے کہ ”ترکی ارمینیا میں گذشتہ خوفناک مظالم کے مکرر وقوع کا مطلق اندیشہ نہیں۔ اس امر کی شہادت مل چکی ہے کہ مطالبات اصلاح پر عمل درآمد ہو رہا ہے“ مگر کیا مقدونہ و طرابلس کے باب میں انہیں مبادی کا اعادہ نہیں ہو چکا ہے؟ ملک گیری کا سر آغاز عمل یہی ہے کہ اسلامی حکومتوں سے نہایت ملائم لہجہ میں اصلاح کا مطالبہ کیا جائے۔ کچھ روز کے بعد نفاذ اصلاح میں خود دخیل بن دیتے ہیں۔ اور جب اس مداخلت کی بنا پر اصلاحی کارروائیوں میں کھڈت پڑ جائے تو مظلوموں کی حمایت کے نام سے سلسلہ جنگ شروع کر دیں۔ پھر روس کا ارادہ ظاہر ہے، صرف تکمیل کے طریقے تلاش کرنے باقی ہیں۔ ان کی نسبت دیوان عام (ہاؤس آف کامنس) میں مسٹر آکلینڈ ۸ مئی کو سر ایڈورڈ گرے وزیر خارجہ برطانیہ کی زیارت میں اعلان کرچکے ہیں کہ ”معاہدہ صلح پر دستخط ہوجانے کے بعد حتی الامکان اس امر کا خیال رکھا جائیگا کہ ارمینیا میں باقاعدہ نظم و نسق قائم کرنے کے مسئلہ پر کامل غور کیا جائے“ اس غور و خوض کے کیا نتائج نکلیں گے؟ اس کے جواب کے لیے یورپ کی تاریخ استعمار کا مطالعہ کافی ہے۔ ممدوح کی یہ پر مغز تشریح بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ”تمام دول یورپ کی یہ دلی آرزو ہے کہ دولت عثمانیہ کو عمدہ مرقع دیاجائے کہ وہ اپنے بقیہ مقبوضات کو ترقی کے پیمانہ پر لاسکے (ترکوں کی مخالفت میں) جب کوئی مسئلہ پیدا ہو تو برطانیہ اس امر کا خیال رکھیگی، اور دول یورپ کو بھی خیال رکھنا چاہیے کہ وہ مسئلہ تمام سلطنتوں کی طرف سے اجماعی تحریک کے ساتھ پیش ہو، اور کسی قسم کی انفرادی کارروائی نہ کی جائے“ اس موقع پر برطانیہ عظمیٰ کی اس سیاسی مسابقت پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے جسکی ذیل میں زبان سے تو بقیہ مقبوضات عثمانیہ کے لیے ترقی کے بہترین مواقع ہم پہنچانے کے وعدے کیے جاتے ہیں، مگر یہ وعدے وفا اس طرح ہوتے ہیں کہ سواحل عرب و خلیج فارس کے ترکی علاقوں پر انگریزی نفوذ باقاعدہ سرایت کر جاتا ہے، اور ترک اپنی عافیت اسی میں سمجھتے ہیں کہ برائے نام سیادت کے علاوہ ہر قسم کے اختیارات فرمان روائی سے دست بردار ہو جائیں! بحث طلب امر یہ ہے کہ تجزیہ ترکی یا آزادی ارمینیا کی تحریک پیش کرنے کا انحصار جب دول یورپ ہی کے اجماع پر تھا تو یہ کیا بڑی بات ہے؟ ان سلطنتوں کے فوائد مصالح میں ہزار تناقض سہی، لیکن تناقض میں بھی تو آہہ رعدیں ہوا کرتی ہیں، پھر تجزیہ عثمانیہ کی تحریک میں ہر ایک کا امتداد ہرجانا کیوں مستبعد ہونے لگا؟

خلیج فارس ہی میں کار برآری ہوئی اور نہ بحر ابض متوسط ہی میں کام نکلا۔ ایران کی آٹھ سو کیلو میٹر مربع زمین پر اس وقت روس قابض ہے۔ لیکن جس سلطنت کے مقبوضات یورپ کے دائرے میں شیعہ کوچک سے ملے ہوں۔ جس کی دس ہزار کیلو میٹر کی لائی ریلوے لائن نے مشرق و مغرب کی حدیں ایک کر دی ہوں۔ اسی بے سود رے نتیجہ نمائشیں اس کے لیے کیا مفید ہو سکتی ہیں؟“

اس ترغیب و ترہیب کا مفاد ظاہر ہے۔ ایران کی آزادی سلب ہو گئی۔ جنوب و شمال کی طوفانی ہواؤں نے بنیادیں ہلا دیں، اندرون کی جانیں قربانگاہ استبداد پر بھینٹ چڑھائی گئیں، اور مردوں کی ہڈیوں سے چیل کرؤں کو دعوت دی گئی۔ یہ سب کچھ ہوا اور ہو رہا ہے۔ مگر مضمون نگار کی رائے میں ابھی یہ کافی نہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ کل کو آنے والی قیامت ابھی اور آج ہی کیوں نہ آجائے؟ طہران میں حکومت کے عتے ہوئے خطر و خال کیوں باقی رہیں؟ اور کیوں نہ خلیج فارس میں ایک مرکزی بندرگاہ کے بہانے احمد کی سلطنت نکولس کے لیے ایک خوشنما و خوش سواد مستعمرہ (کالونی) کی شکل میں تبدیل نہ ہو جائے؟

دوسری صورت یہ بتائی گئی ہے کہ ”اسکندرونہ“ پر قبضہ کر لینے سے روس کی وہ غرض پوری ہو جائیگی جس کا خواب دیکھتے ہوئے مدتیں گزر گئیں۔ یہ مقام جو اس وقت ترکوں کے زیر حکومت ہے، بحر ابض متوسط کا ایک نقطہ مرکزی، بغداد ریلوے کا ایک اسٹیشن، اور جزیرہ قبرص (سائپرس) کے بالمقابل واقع ہے۔ اسکندر اعظم کی نظروں میں اس بندرگاہ کی بہت بڑی اہمیت تھی، اور اسی کے نام پر یہ مشہور بھی ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اس پر سکھ بٹھانے کے لیے ہولناک خونریزیاں کرنی پڑیں گی۔ بزرگ باشندگان ”رشل“ اور ”اردیل“ کے مابین بڑے معرکہ کارن ہوگا۔ آجکل تو یہ شہر صرف جرمنی کے دائرہ اثر میں واقع ہے، لیکن اس کا مستقبل صاف بتا رہا ہے کہ آگے چل کر ایک مشہور جرمن بندرگاہ اور بحر ابض متوسط کا دوسرا ہمبرگ ہو جائیگا۔ یعنی روس اگر اسکندرونہ پر قبضہ کرنے میں نا کام بھی رہا، جب بھی یہ علاقہ ترکی حکومت سے جدا ہو جائیگا، اور جرمنی اس کو مشرق افریقہ کے لیے اپنا ایک حربی مستقر بنالیں گی۔ یہی نہیں بلکہ یورپ کی رفتار سیاست کا صحیح اندازہ کرنے کے بعد ”اسٹریسز راند رشو“ اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ ”ایشیائے کوچک کا عنقریب تجزیہ ہو جائیگا۔ ترکی حکومت یورپ کی پیچیدگی سلجھانے میں منہمک ہے۔ اس کو عالم بھی نہونے پائیگا کہ اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل جائیگی، اور اس کے مقبوضات منقسم ہو جائیں گے۔ سواحل بحر مرمر و ایشیائے کوچک میں بے شمار یونانی موجود ہیں۔ تحریک تقسیم کی راہیں صاف کرنے میں اُن سے طبعاً مدد ملیگی۔ شام پر فرانس کا ٹکٹ پلے ہی سے لگ چکا ہے۔ یہ ملک جمہوریہ فرانسی کا ایک مشرقی جزر ہو کر رہیگا۔ لیکن اسکندرونہ و خلیج عمانیہ کے مابین ایک علاقہ ہنوز بے تعلق ہے۔ روس ہمیشہ مرقع کا منظر رہا ہے۔ مناسب و موزوں وقت پیش آنے پر ادھر رخ بدلنے میں اسے کیا امر مانع ہو سکتا ہے؟ اس میں تو انگریزوں سے مصالحت یا جرمنی سے مقابلہ کا بھی خطرہ نہیں۔ ارمینی قوم کی آزادی کے لیے اسے نہایت سنجیدگی و متانت سے کام کرنا ہوگا۔ گریہ سچ ہے کہ ترکی ارمینیا میں اس قوم کو خواہ ذبح کر دے، یا روسی ارمینیا میں تاتاری اس کو سر مشق ستم بنائے رہیں، روس کی نظروں میں دونوں برابر ہیں۔ تاہم اسکی ہمدردانہ کارروائیوں

فرانسیسی مستعمرات کے باشندوں میں جس قدر ممکن ہوجوہ عداوت و ذرائع مخالفت پیدا کرتے رہیں، کیونکہ خیریت اسی وقت تک ہے کہ مسلمان باہم دست و گریبان رہیں۔ الجزائر میں اس مشورہ کی خصوصیت کے ساتھ قدر کی گئی اور مسلمانوں میں طرح طرح کے منازعے پیدا کیے گئے، مگر جنگ بلسان و طرابلس نے عام اسلامی مصائب کا احساس اس قدر وسیع کر رکھا تھا کہ تمام نواہیں فراموش ہو گئیں، اور فرانسیسیوں کا یہ جادو بھی کارگر نہوسکا۔ نائن تینتھ سنچوری کی تازہ اشاعت میں مرسو فیڈلپ میلٹ لکھتے ہیں: ”الجزائر بھی اب بیدار ہو رہا ہے۔ انگلستان کو مصر میں جو زحمتیں پیش آئی ہیں، وہی دقتیں فرانس کو یہاں پیش آنے والی ہیں۔ الجزائر کے عرب بھی استبداد و اضطهاد کے نقایح محسوس کرنے لگے ہیں، اور ان میں بھی حقوق انسانی کے مطالبے کے جذبات پھیل رہے ہیں۔ الجزائر کی حکومت نام کو آئینی ہے مگر اس کا پرداز عمل بالکل ہی استبدادی ہے۔ باشندوں کو ہر قسم کے ٹیکس دینے پڑتے ہیں، مگر فرانسیسیوں کو یہ سب معاف ہے۔ کسی عرب پر کیسا ہی ظلم ہو، فرانسیسی کے مقابلے میں اُس کی کوئی آواز نہیں سنی جائیگی، بلکہ اور اُسے قانونی شکنجہ کی کشاکشی برداشت کرنی پڑیگی۔ یہ ناقص نظام حکومت اب دہر تک قائم نہیں رہسکتا۔ فرانسیسی پارلیمنٹ کو مسلمانوں کے لیے بھی مساوات و انصاف کے حقوق دینے ہونگے۔ اُن کے فوائد بھی ملحوظ رکھنے پڑینگے، اور حکمرانی میں اُن کو بھی شریک کرنا ہوگا“

ایران و ایشیائے کوچک پر نظر ڈالو تو اُن کو سب سے زیادہ سر مشق ستم بنانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ ریپورٹ آف ریپورٹ کے اپریل کے نمبر میں ”ایشیائے کوچک کی مشکلات“ پر مرسو اوتوران گرسٹرز کا ایک مسدوط مضمون شائع ہوا ہے، جو اصل میں آسٹریا کے مشہور اخبار ”آسٹریسز رانڈ شو“ سے ماخوذ ہے۔ اس مضمون کا ما حاصل یہ ہے کہ ”روس اپنی سلطنت کو وسط ایشیاء و سائبیریا میں وسیع کرنے کے لیے صدیوں سے کوشش کر رہا ہے، جس کی خاص غرض یہ تھی کہ روسی گورنمنٹ کے لیے سمندر میں ایک نہ ایک مرکزی بندرگاہ مخصوص ہو جائے۔ لیکن ابھی تک نہ یہ کوشش بارور ہوئی نہ کوئی ثمرہ نکلا۔ سوال یہ ہے کہ فارس و ایشیائے کوچک میں روس کے فوائد کیوں پامال رہیں؟ شہنشاہ پطرس اعظم نے درہند و باد کردہ (باکو) کے علاقے جس طرح ایران سے لیے تھے۔ سنہ ۱۸۲۸ء میں ایرانی صوبہ اربوان جن شاطرائہ چالوں سے روس کے قبضہ میں آیا۔ ترکوں نے شمالی ارمینیا کے علاقے جن وجوہ سے روس کی نذر کیے۔ سنہ ۱۸۳۸ء میں اضلاع قارص و باطوم جس حکمت عملی سے پطر سبرگ کی حکومت میں شامل ہوئے۔ اسی دور کا تسلسل اب بھی کیوں نہ رہے۔ اور رفتار سیاست منحرف کیوں ہو جائے؟ روس نے اپنے اغراض کی تکمیل کے لیے جو دقیق روش اختیار کر رکھی ہے، اُس پر غور کرتے ہوئے انسان معجزات بن جاتا ہے۔ سنہ ۱۹۰۷ء کے معاہدہ روس و انگلستان نے شمالی ایران کی قسمت روس سے وابستہ کر رکھی ہے۔ ایک روسی سرمایہ دار کو گورنمنٹ ایران کی جانب سے اجازت مل چکی ہے کہ تجارتی کشتیوں کے لیے ارومیه میں ایک اسٹیشن قائم کرے۔ اس اجازت کا مدعا اُس وقت صاف ہو جاتا ہے جب اُن امتیازات پر نظر پڑتی ہے جو روس نے اصفہان سے تبریز، تبریز سے قزوین، اور اصفہان سے ارومیه تک ریلوے لائنیں جاری کرنے کے لیے حاصل کیے ہیں۔ اور جن سے شمالی مغربی طہران کے دیوہ سوکیلو میٹر مربع کے علاقے اُس کے زیر اثر آگئے ہیں۔ با ایں ہمہ ہنوز کسی مرکزی بندرگاہ کے حصول میں کامیابی نہیں ہوئی۔ نہ

تمام معاملات میں جن کو فرانس سے کسی قسم کا بھی تعلق ہو سکتا ہے، مخصوص رعایتیں مانگی ہیں۔ اور مطالبہ مراعات کو زور دار بنانے کے لیے ۱۸- مئی کو جنگی طیاروں کی تکمیل کے نام سے ۴۲- کرور فرنک کا زائد خرچ بھی فوج کے لیے منظور کیا ہے تاکہ ترک ان طیاروں کی دھمکی میں آکر، مطالبات منظور کر لیں۔ اس نازک وقت میں صرف ایک جرمنی ہے جو عثمانیوں کی معیہ کا دم بھر رہی ہے۔ مگر امریکن رسالہ ”لٹرییری ڈالچسٹ“ کا بیڈن اگر صحیح ہے تو انطول میں وہ بھی دوستانہ طریق پر جرمن اثر بڑھانے کے درپے ہے۔

یہ تو اغیار و اجانب کی پیدا کی ہوئی مشکلیں ہیں۔ لیکن مسلمان بھی اس مشکل آفرینی میں ہیٹھے نہیں۔ عثمانی ممالک میں لامرکزی کے اصول پر ہر ایک صوبہ کو خود مختار کر دینے کے لیے مصر میں بے وقت ایک مرکزی انجمن قائم کرالی گئی ہے۔ یکم مئی سنہ ۱۹۱۳ء کو اس کا جلسہ تھا، جس میں فرانس کو توجہ دلائی گئی کہ ترکی میں مداخلت کر کے لامرکزی کی بنیادیں محکم کرادے (!!!) ولایت بصرہ کی اصلاح کے لیے باب عالی نے نئے نظم و نسق کا اعلان کیا تھا۔ کامل پاشا کی تحریک لامرکزی جوش پھیلانے میں کامیاب ہو رہی چکی ہے۔ الموند پیلے ہی سے شیوخ بصرہ کی تالید میں تار شائع کر چکا ہے۔ باب عالی کا اعلان اصلاح اظہار فساد کا ایک بہانہ بن گیا۔ اہل بصرہ بگڑ پڑے ہوئے۔ اسگریزی جنگی جہاز ”سلوپ ایلرٹ“ مداخلت کی تک میں منتظر تھا۔ حفاظت عامہ کے نام سے ساحل پر لنگر ڈال دیے۔ ۴- مئی سے اب تک وہیں گرد آوری کر رہا ہے۔

ارض مصر میں بھی ترکوں کی رہی سہی حالت خرخشہ سے خالی نہیں۔ یہاں ترکی سلطنت کی جانب سے ایک ہائی کمشنر رہتا ہے۔ آجکل یہ عہدہ رؤف پاشا سے متعلق ہے۔ لارڈ کچنر کو اصرار ہے کہ آئندہ کے لیے یہ عہدہ باقی نہ رہنے پائے۔ باب عالی نے رؤف پاشا کا ایک دوسرا قائم مقام تجویز کیا تھا، مگر بقول الموند ریغیرہ لارڈ ممدوح کے اشارہ سے مصری گورنمنٹ رضامند نہوئی، اور یہ مسئلہ یوں ہی رہ گیا۔ حال میں خدیو مصر نے ایک عام دعوت کی تھی، جس میں تمام سفرا و قداصل طلب کیے گئے تھے۔ لیکن عثمانی کمشنر کی خبر تک نہ آئی گئی (!؟) دوسرے اسلامی ممالک میں بھی مسلمانوں پر یہی مصیبتیں ہیں۔ پچھلے مہینے میں فرانس نے طنجہ کے ایک مسلمان اخبار نویس کو محض اس جرم میں حبس دوام کی سزا دیدی ہے کہ مسلمانان مراکش کو بیدار کرنے والے مضامین اُس نے کیوں شائع کیے؟ تونس کا ملک اس وقت فرانس کے ماتحت ہے۔ اس میں اور اس کے ہمسایہ الجزائر میں عموماً عربوں کی آباہی ہے۔ پچھلے سال تونس میں پندرہ لاکھ ۱۹- ہزار ۷۸۵- ایکڑ زمین عربوں کے زیر کاشت تھی۔ پیداوار میں عشر کا طریقہ رائج ہے، جس سے گورنمنٹ کو ۱۷- ملین فرنک کی آمدنی ہوئی۔ فرانسیسیوں اور فرانسیسی یہودیوں کے قبضہ میں نو لاکھ ۹۴- ہزار ۱۴۰- ایکڑ اراضی ہے، مگر وہ ہر طرح کے محصول سے معاف ہیں۔ فرانس کو اُن سے ایک پائی بھی وصول نہوئی۔ عربوں نے اور اُن کے قائم مقام اخباروں نے جب اس پر قانونی اعتراض کیا، تو اُن سے ضمانتیں طلب ہوئیں اور دو عہدہ کے لیے ایک اخبار کی اشاعت روک دی گئی۔ پیریس کے نیم سرکاری اخبار ”طان“ نے نمبر ۱۸۵۶۱ (۱۷- اپریل سنہ ۱۹۱۲ء) کی اشاعت میں اصول استعمار پر بحث کرتے ہوئے جمہوریہ فرانس کو مشورہ دیا تھا: ”حکام کا فرض ہے کہ

الانبیاء علی ساحلہ“ کی صدائے حقیقت سے غلغلہ انداز عالم ملکوت تھی۔ کیونکہ ”لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ“ انکا دستور العمل و معرور جمیع اعمال و افعال تھا، اور اسلیے وہ سرچشمہ ”مقام محمدی“ کے فیضان سے بہرہ یاب تھے، پس اس مقام اور مقامات انبیاء گذشتہ عالم میں جو فرق تھا، وہ انکے اندر بھی نمایاں تھا کہ المرء مع من احب :

عن المرء لا تسئل و سل عن قرینۃ  
و لنعم ما قیل :

جمال ہم نشیں در من اثر کرد

و گر نہ من ہماں خاکم کہ ہستم

یہی وہ لوگ تھے کہ ”یحیہم و یحبونہ“ انکا مرتبہ اختصاص تھا، اور ”رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ“ کے مقام محبت و محبوبی و عشق و عاشقی سے فائز المرام تھے ! اللہ ! انکے مقامات عالیہ، جنکے وصف و تمجید پر کلام الہی نے شہادت دی: اشداء علی الکفار رحماء بینہم، تراہم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ و رضواناً، سیما ہم فی جرحہم من اثر السجود: (۲۹: ۴۹)

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے شمع ندرت سے براہ راست اپنے دلوں کو روشن کیا، جو خلوت و جلوت میں صحبت اندرز حضرت رسالت ہوئے۔ یہ وہ خوش نصیب تھے، کہ جس آب حیات کا ایک قطرہ ہزاروں قبر و اموات کو زندہ کر دینے کیلئے کافی ہے، اسکی بارش انکے سروں پر ہوئی، اور جس آب زلال کے ایک جرے کیلئے تشنگان عالم مضطر و متحسر ہیں، اسکے دریائے بیکران کے کذریے انہوں نے مدتوں زندگیاں بسر کیں۔ وہ اس رجود الہی کے جلیس تھے، جو خلوت ”ابیت عند ربی ہو یطعمنی و یسقینی“ کا نسب گذار، اور درس گاہ ”ادبی ربی فاحسن تادیبی“ کا درس آموز لیل و نہار تھا۔ فہم جلساء اللہ، لا یشتقی جلیسہم۔ و للہ در ما ذل:

غالب ندیم درست سے آتی ہے بڑے دوست

مشتغول حق ہوں بندگی ہو تراب میں !

سبحان اللہ ! یہ کون لوگ تھے کہ دن کے عزا و جہاد فی سبیل اللہ و دعوت حق و اعلان معروف ہی میں شریک کار اور معین راہ نہ تھے، بلکہ اُس مخاطب نداء محبت ”یا ایہا المزمحل“ کی راتوں کی خود فروشانہ عبادت گذاریوں، اور عاشقانہ اعمال مخصوصہ میں بھی شریک خلوت تھے، اور اسکی شہادت خرد خدا نے دی کہ :

ان ربک یعلم انک تقوم  
ادنی من بللی اللیل  
و نصفہ و ثلثہ، و طائفۃ  
من الذین معک، واللہ  
یقدر الیل والنہار، علم  
ان لن تحصرہ فتساب  
عایکم، فاقروا ما تیسر  
من انفسان، علم ان  
ان سیکون منکم مرضی  
و اخررون یضربون فی  
الارض یبتغون من فضل  
اللہ، و اخررون یقاتلون  
فی سبیل اللہ (۷۳: )

تمہارے ساتھ ہیں اس شب بیدار نہ  
عبادت میں تمہارے ساتھ شریک  
رہتی ہے۔ رات اور دن کے (تمام  
بشغال و اعمال) کا اللہ ہی اندازہ  
کر سکتا ہے۔ اُس کو معلوم ہے کہ تم  
(بوجہ انہماک عبادت اور کمال  
محبوبیت و خود فروشی) وقت کو  
محفوظ نہیں کر سکتے۔ اسلیے اسنے  
تمہارے حال پر ازراہ لطف رحم کیا اور وقت کی قید اتھادی۔ پس  
اب جس قدر بآسانی قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو! اُس کو یہ بھی

آپہنچیں ! پھر کون کہہ سکتا ہے کہ یہ امر بالمعروف کے سد باب کا پہلا دن تھا ؟ (میں عرض کرتا ہوں۔ الہلال)

افسوس اسلام کی بدقسمتی اب اس سے زیادہ کیسا ہوگی کہ جن فرزند اولی کی خیریت و فضیلت خود سرور کائنات علیہ التحیات نے بیان فرمادی ہو (صحیحین و سنن) آپ ایسے اسلام کے فدائی اور برگزیدہ ارباب علم اور نبیوں قرون میں بدعات و محدثات و معاصی کا بزار گرم کر رہے ہیں، اور صحابہ رضی اللہ عنہم، جنکے لیے آقائے اسلام ”فانہم خیارکم“ کی شہادت فرماتے ہوئے ”اکرموا اصحابی“ (نسائی) کا حکم فرما رہے ہوں، اور جن بزرگوں کے لیے ایسے صریح الفاظ میں تہدید فرمادی ہو کہ ”اللہ اللہ فی اصحابی اللہ اللہ فی اصحابی ! لا تتخذہم غرضاً من بعدی“ اور ”من اذہم فقد اذانی“ (ترمذی) آپ انہی بزرگوں کے ایک محترم فرد بلکہ امیر المومنین (بخاری احمدی) حضرت معاویہ علیہ السلام کا لا ابا لانہ انداز سے ذکر فرماتے ہیں اور پھر ستم تو یہ ہے کہ جناب انکے اسی ضرب المثل حام اور ساتھ برس کی بڑھیا کے ہفوات سے درگزر فرما جانے کو خدا جانے کن نگاہوں سے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

و اخر العذرة لا یمربصالح

الا و یلمزہ بکذاب اشیر

### جواب الہلال، بناب عبد الرحمن الجبیری

اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی عاجز و ناتوان بندے پر اپنا لطف و کرم مبذول فرماتا ہے، تو اسکی نسبت اپنے بندوں کے دلوں میں حسن ظن و میلان و الفت پیدا کر دیتا ہے۔ اور پھر خواہ وہ، اور اسکے ہم کتنے ہی حقیر و ذلیل ہوں، لیکن اسکے بندوں کی نظروں میں عزت و محبوب ہو جاتے ہیں: و ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء و اللہ ذو فضل العظیم۔

جناب، اور جناب ایسے بزرگان حسن ظن فرما کی نسبت ہمیشہ اس عاجز و ہیچ میوز کا یقین ایسا ہی رہا ہے۔ یہ اُسی کا فضل ہے کہ وہ آپ ایسے بزرگوں کے دلوں کو میری جانب مائل کر رہا ہے۔ پس اللہ کا احسان، اور جناب کے حسن ظن بزرگانہ کا تشکر و استدعاء دعاء حصول اسقامت و ثبات کار، و الی اللہ ترجع الامور۔

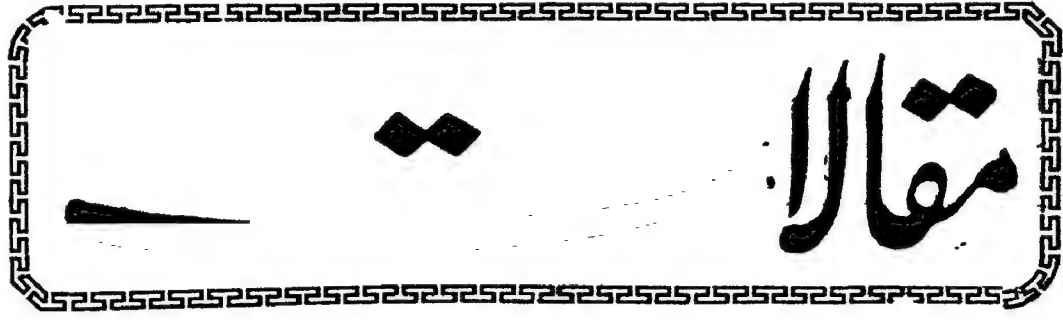
جناب نے اس بارے میں جو کچھ ارقام فرمایا ہے حیران ہوں کہ اسکے جواب سے کیونکر عہدہ برا ہوں ؟ اگر تفصیل سے کام لیتا ہوں تو ایک دفتر طویل مطرب، پھر نتیجہ کچھ نہیں۔ اور اگر اجمال پیش نظر رہتا ہے، تو اول تو بحث صاف نہیں ہوتی، اور دوسرے طبیعت بھی نہیں مانتی۔ بہر حال مجبوراً آخری ہی صورت اختیار کرتا ہوں، اور ہر سبیل اشارہ چاند معروضات ضروریہ کے اظہار ہی پر قناعت کر لیتا ہوں :

تو خود حدیث مفصل بخوان از بس مجمل

اللہ اللہ فی اصحابی !

(۱) میرا عقیدہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اس سماء دنیا کے نیچے وہ ایک ہی جماعت قدسیہ ہے، جو انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم السلام کے بعد تکمیل انسانیت، اور اخلاق و اعمال الہیہ کا اہل و اجمل ترین نمونہ و اسوہ تھی، اور نہ صرف تاریخ اسلام میں، بلکہ تاریخ جمیع ازمنہ ماضیہ عالم میں انبیاء کرام کے مستثنیٰ کر دینے کے بعد انسانوں کا کوئی گروہ، اور انسانیت کبریٰ کا کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ ظہور بھی انکے مقابلے میں پیش نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ انہی میں وہ نفوس ذکیہ و عظیمہ تھے، جو اپنے مظاہر اعمال کے اندر بعض اہل العزم انبیاء بنی اسرائیل سے بھی زیادہ ظہور صفات الہیہ کے تشبہ و تخلق کا رکھتے تھے، اور جنکی زبان حال ”جئنا بحراً، وقف





## دولت بنی امیہ اور الہلال

واللہ اللہ فی اصعابی - خیر القرون قرنی - بدعات و معدنات امویہ -  
خلفاء راہدین، اور ملک مضرش - و ما یناسب ذلک -

از جناب مولانا عبید اللہ صاحب (امچہر)

جناب کی نگے انداز کی انشا پردازوں، خصوصاً عالمانہ ارشادات اور قرآنی استشادات نے ہم لوگوں کے دلوں میں ایکی جو عظمت پیدا کر دی ہے، اور ایکی ذات سے ہم بد قسمت مسلمانوں کی جو امیدیں وابستہ ہو گئی ہیں، وہ بیان سے باہر ہیں، اور حق یہ ہے کہ اپکا وجود اور ایکی تحریر اس دعویٰ کیلئے برہان قاطع ہے کہ اس قحط الرجال میں بھی بعض نفوس قدسیہ پائے جاتے ہیں جنہیں بلا مبالغہ "لا یخافون لومة لائم" کہا جاسکے۔ آپ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا رعب فرما رہے ہیں، یا اپنی معجز بیانیوں سے احیاء اموات کر رہے ہیں؟ یہ کیا سحر اور کیا اعجاز ہے؟ آنکھیں خیرہ، کان سن نہیں۔ نہ ایسی تحریریں کہیں دیکھیں نہ ایسی تقریریں سنی ہیں۔

لیکن افسوس کہ ان باتوں کے احساس کرنے والے قلوب بھی یہ دیکھ کر معر حیرت بلکہ غرق ندامت ہو جاتے ہیں کہ جناب اپنی دراز دستیوں سے (بی ادبی معاف) اس چودھویں صدی کے اہم عالمی لیڈروں کو شہید اداء حق پرستی فرماتے ہوئے، جوش اعجاز نمائی میں حقیقی لیڈروں یعنی صحابہ کرام تک کو مجروح ناحق شناسی فرما جاتے ہیں۔

[ بقیہ صفحہ ۸ کا ]

ان تمام واقعات کو پڑھو اور غور سے پڑھو اور پھر سوچو کہ دنیا ہمارے فنا و زوال کے لیے کیا کیا تدبیریں کر رہی ہے، اور ہم کس بے خبری و بے حسی کے عالم میں ہیں؟ قزاقوں کا ہجوم دروازے پر پہنچ گیا ہے، اور کھر کے سونے والے کس طرح خواب غفلت میں سرشار ہیں؟

اے مقیمان تہ سقف سپہر غدار  
تا بہ بکے حسرت فرزند رزن و شہر و دیار؟  
آیہ فاعقبہرا یا اولی الابصار پڑھو  
ہو خرابے پہ اگر قصص ادرنہ کے گذار  
کبھی قرآن کا ظاہر تھا یہاں جاہ و جلال  
کبھی اسلام کا لگتا تھا یہاں پر دربار  
آج تثلیث نے اُس کا یہ بنایا عالم  
کہ نہ توحید ہے باقی نہ کہیں اُسکا مزار

ذلک بما قصمت ایدیکم، یہ تمام بربادیاں تم نے خود اپنے  
وان اللہ لیس بظلم، ہاتھوں مول لیں، رزقہ اللہ تو اپنے  
للعبید (۵۷: ۸) بندوں کیلئے کبھی ظالم نہیں۔  
پھر کیا رقت نہیں آگیا ہے کہ "من انصاری الی اللہ" کی صدا  
عالم میں بلند ہو، اور دین الہی کے آخری انصار "لبیک لبیک!  
اللہم لبیک" کہتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوں؟ فاین تذبہرون؟

جناب نے "بنی امیہ کا استبداد اور امر بالمعروف کے سد باب کا پہلا دن" (الہلال نمبر ۱ - ج - ۲) کی بنی امیہ کے سفکد بیجا اور خون ناحق سے شرابور سرخی، (گستاخی معاف) بے رقت قالم کر کے بنی امیہ کی قوم کو، خواہ وہ حضرت عثمان رسول علیہ السلام کے داماد، یا حضرت معاریہ محمد علیہ السلام کے مہر ہوں، یا سلیمان بن عبد الملک، یا حضرت عمر بن عبد العزیز ہوں، علیہ السلام، بلا استثناء ظالم، فساق، اور فجار کے الفاظ سے مخاطب فرما رہے ہیں۔ جناب کی ان تلخ کلامیوں نے قوم رفاض (کذا فی الامل - الہلال) کی یاد تازہ کر دی۔ اسلام میں یہی ایک فرقہ ہے جس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سب و شتم کرنا اپنا پیشہ بنالیا ہے، اور اکابر اسلام کو گالیاں دینا جزو مذهب سمجھ رکھا ہے۔ مگر ما! بنی امیہ بقول جناب کے ہزار برس سہی، پھر بھی اپنے بعد والوں سے بعکم صادق مصدوق "لایاتی علیکم زمان الا الذی بعدہ اشر منه حتی تلقر ربکم" (بخاری) لاکھ درجہ اچھے تھے، اسلئے انکے بعد والوں کو خصوصاً اس صدی کے مسلمانوں کو انہیں برا کہنے کا کوئی حق نہیں۔ چلے یہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنی سیدہ کاریوں کو دیکھیں اور بتائیں کہ اگلوں کو گالی دینے کے سوا اور انکے پاس کیا رکھا ہے!! امر بالمعروف کے راعظ کو شارع علیہ الصلوٰۃ کی یہ پر مغز رافع وصیت اپنا نصب العین بنانا چاہیے کہ "لیجوزک عن الناس ما تعلم من نفسک" (مشکوٰۃ) بنی امیہ کی فتوحات اسلامیہ کو تہذیبی دل سے دیکھیں تو وہ خود علی رضی اللہ عنہ تک کے زمانہ میں مفقود نظر آئینگی۔ بقیہ بنی ہاشم کا کیا ذکر ہے! میں بنی امیہ کے چند افراد کی انفسوسناک سیئات سے بے خبر نہیں، لیکن ساتھ ہی دیگر افراد کے حسنات سے چشم پوشی بھی نہیں کیجا سکتی۔ انکے بعض افراد نے مسلمانوں پر صف و صریح خون رانے والے ظلم کیے ہیں، تو دوسرے افراد نے اسلام کے حدود کو قابل تعریف طریقہ سے وسعت بھی دی ہے، اسلئے ہمیں انکے ساتھ ان الحسنات یذہبن السيئات کا انصافانہ سلوک کرنا چاہیے۔ آپ قیامت کے دن فساق و فجار کی صف بندیوں کر کے اور بنی امیہ کو صف اول میں جگہ دیکر اپنی تئیں حق بجانب سمجھ رہے ہیں تو کوئی وجہ نہیں اگر نسل بنی امیہ کا کوئی فرد ان مغفوف کے سائق رقائد ہونے کا فخر نبی ہاشم کو بخش دے تو آپ چیں بجیں ہوں، کیونکہ خارجیین علی الامام اور بغاۃ فساق کی اس قوم میں بھی کمی نہیں اور جو چیز جتنی اجلی ہوگی، اوسقدر اوسکے دہبے نمایاں بھی ہونگے۔

جناب نبی امیہ کو ملزم قرار دیتے ہیں کہ "اسلام کی جمہوریت کو غارت کر کے شخصی حکومت کی بنیاد ڈالی" نبی امیہ کا پہلا فرد جو رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ کا بجا طور سے جا نشین بنا، وہ حضرت ذبی النورین رضی اللہ عنہ تھے۔ انکی خلافت بھی بمشورۃ و اتفاق مہاجرین و انصار منعقد ہوئی۔ یہ پہلا دن تھا کہ خود جمہوریت اسلام بنی امیہ کو برسر اقتدار و تسلط بنایا، اور انکے ہر سر اقتدار آئے ہی فتوحات اسلامیہ کا ایک دریا تھا جو آمنت آیا۔ جسکی لہریں عرب و افریقہ کے آتش فشاں صحرا کو طے کرتی ہوئی ہند تک

بنفوسہم عن النظر فی شئون الحكومة و ترقیتہا، والعمل علی زيادة نموها و عمرانہا، والتوسع فی املاکها وردغارات الاعداء عنہا - پس ہم انکی سئیات دینیہ کی برائی کرنے میں باک نہیں رکھتے، اور اسی طرح انکے حسدات ملکیہ و سیاسیہ کے اعتراف میں بھی بخیل نہیں۔ لیکن یہ نہیں ہر سکتا کہ زید کے ذہین و طباع ہونے کے صلے میں، اسکے شرب خمر و ظلم و فسق کی بھی تعریف کریں، یا چونکہ ایک شخص خوش تقریر ہے لہذا کوئی مضائقہ نہیں، اگر تازک صلوٰۃ بھی ہو!! مقصد اصلی یہ ہے کہ بنی امیہ نے خلافت دینی کی جسا عمدہ کار اتباع شریعت تھا، محض حکومت و سیاست کی صورت میں تبدیل کر دیا، اور جو بنیاد خلفاء راشدین نے رکھی تھی، اسکو اپنے اغراض نفسانیہ و ہوا شخصہ پر قربان کر کے منہدم کر دیا۔ ظلم و منکرات کا بازار گرم ہو گیا۔ مشورہ کا سد باب ہو گیا، آزادی راے کو بزور شمشیر بند کرنا چاہا۔ اور علی الخصوص سب سے پہلے تاریخ اسلام میں احکام شریعت پر اپنے اغراض نفسانیہ و سیاسیہ کو مقدم کرنے، اور حسب ضرورت اسمیں تحریف ترجیحہ نما کرنے کی بنیاد رکھی۔ یہی بنیاد تھی، جسپر بعد کو آنے والوں نے بڑی بڑی عمارتیں کھڑی کیں، اور ہمیشہ کیلیے تاریخ اسلام اپنے ابتدائی سی سالہ عہد اصلی کو ماتم و حسرت کے ساتھ یاد کرتی رہی!

میں نے آغاز تحریر میں لکھ دیا ہے کہ معروضات محض اجمالی ہر سبیل اشارہ ہونگی، اسلیے افسوس کہ ہر قسم پر ہجوم دلائل و واقعات کو جبراً بڑھنے سے روکتا ہوں۔ ورنہ یہ ایک دفتر طویل و افسانہ طرانی ہے۔ اسفار اثار و تاریخ کو آٹھائیے اور ایک ایک واقعہ پر آنسو بہائیے۔

#### دور اوائل اور ظہور منکرات

(۹) اپ متعجب ہیں کہ میں نے اُس ابتدائی عہد کو درر محدثات و بدعات کہا۔ لیکن شدت تعجب و زفر حیرانی سے میں اسکے جواب پر قادر نہیں۔ فیاللعجب! یہ جملہ لکھ کر جناب نے تاریخ اسلام کے نہیں معلوم کئے ضخیم ابواب و فصول کو دنیا سے نابود کر دینا چاہا۔ یہ آپ کہاں ہیں اور کیا فرما رہے ہیں؟ عہد بنی امیہ سے بھی بلند تر دیکھیے۔ کیا شہادت حضرت عثمان کا فتنہ ایک اشد ترین بدعت نہ تھی؟ پھر کیا زیاد بن سمیہ کا استحقاق اور اسکے لیے مجلس شہادت مقرر کرنی ایک اولین بدعت اسلام میں نہ تھی؟ حالانکہ یہی زیاد تھا کہ جب اسنے حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بشارت فتح پر خطبہ فصیح دیا، تو ابوسفیان اور حضرت امیر علیہ السلام ممبر کے قریب بیٹھے تھے۔ ابوسفیان نے کہا کہ ”انہ ابن عمک“ یعنی یہ تو میرا بیٹا ہے۔ ”انا قن فتنہ فی رحم امہ سمیہ“ اسپر حضرت علی نے کہا کہ پھر اسکو ظاہر کریں نہیں کرتے؟ ابوسفیان نے حضرت فاروق کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ ”انا اخاف هذا الجالس علی المنبر“ یہ شخص جو منبر پر بیٹھا ہے، درتا ہوں کہ اس ادعاء خلاف شریعت پر برہم ہوگا!! (عقد الفرید جلد ۳ - صفحہ ۲۱۱) (۱)

یہ ایک مشہور اور تفصیل طلب واقعہ ہے۔ علم ناظرین کی واقفیت کیلیے اسقدر لکھ دیتا ہوں کہ (سمیہ) جاہلیہ کی ایک زانیہ و فاحشہ عورت تھی۔ ابوسفیان اسکے پاس رہا تھا، اور اسی سے (زیاد) پیدا ہوا تھا۔

لیکن اغراض سیاسیہ سے اسکا پھر استحقاق کیا گیا، اور اسکو اپنا بھائی قرار دیا۔ اسکے لیے ایک خاص مجلس شہادت بھی منعقد ہوئی تھی، جس میں گواہوں کے اظہارات لیے گئے تھے۔ از انجملہ ایک گواہ ابو مریم الکمار تھا، جس نے ابوسفیان کیلیے ”سمیہ“ کو مہیا کیا تھا: فقال اشہد ان ابنا سفیان حضر عندی و طلب منی

(۱) لیکن اس مقالے کو بعض مورخین نے عمر ابن عباس اور ابوسفیان کے درمیان لکھا ہے، اور حضرت امیر نے کہا ہے کہ ”اسکد یا ابوسفیان! فانک لاتعلم ان عمر توسع هذا القول منک، کان الیک سریراً (الفخری صفحہ ۱۰۰) - منہ

بھی ہے کہ انہوں نے سنت خلفاء اربعہ کو زندہ کیا، اور اپنے اولین خطبہ خلافت میں فرمایا:

ایہا الناس! انی ابتلیت بہذا الامر من غیر رئی منی فیہ، ولا طلبۃ، ولا مشورۃ من المسلمین۔ و انی قد خلعت ما فی اعناقکم من بیعتی، فاختراراً لانفسکم غیری (یعنی لوگو! میں اس حکمرانی میں مبتلا ہو گیا بذریعہ جانشینی اور بیعت فوربی کے، اور اسمیں نہ حسب حکم شریعت و سنت خلفاء راشدین، مشورہ ہوا، اور نہ مسلمانوں کی رائیں لی گئیں۔ اور یہ نہ میری خواہش تھی، اور نہ اسکا آرزومند تھا۔ پس میری گذشتہ بیعت کا جو بار تمہاری گردنوں پر ہے، اس سے میں تمہیں رہا کیے دیتا ہوں، اور اس مقام سے اپنے تئیں الگ کر دیتا ہوں، پس اس وقت تم جمع ہو۔ اپنے لیے باہمی مشورہ و اجماع سے کسی خلیفہ کو منتخب کرلو!!) لیکن یہ سنتے ہی تمام مسلمانوں نے بالاتفاق پکارا: قد اخترناک یا امیر المومنین و رضیناک امیرنا بالیمن و البرکۃ۔ ہم نے بس آپ ہی کو انتخاب کیا اے امیر المومنین! اور ہم سب آپسے راضی اور خوشنود ہیں! (طبری) اور پورے خطبے کی ایسے دیکھو ابن اثیر، ابو حنیفہ، ابن قتیبہ و دمیری وغیرہ)

(۶) جناب ارقام فرماتے ہیں کہ: ”آپ بلا استثنائے بنی امیہ و ظالمین کے الفاظ سے مخاطب کرتے ہیں اور انتہائے غصہ میں رسول علیہ السلام کی قرابت داریوں کو بھی بھول جاتے ہیں“ استثنائے بربذاء اعمال صالحہ ہر حال میں قدرتی طور پر موجود ہے، اور حکم اکثر پر ہوتا ہے۔ حضرت عثمان خود بخود مستثنائے ہو گئے، جب کہ خلفاء راشدین سے الگ بنی امیہ کا ذکر نیا گیا۔ اور حضرت عمر ابن العزیز اپنے اعمال غیر امویہ و اتباع سنت شیخین جلیلین کی بنا پر۔ یہ امر ایسا نہ تھا کہ موجب اعتراض ہوتا۔

اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری کی نسبت جو فرمایا، تو اگر آپ کے حکم سے اسکا ہر حال میں لحاظ رکھوں اور اسی کو محور منقبت و منقضت قرار دوں، تو اُن مشکلات کا کون ذمہ دار ہوگا جو دو چار قدم کے بعد ہی پیش آنا شروع ہو جائیں گی؟ شاید اسکا جناب کو خیال نہ رہا۔

حسن زبصرہ، بلال از حبش، سہیل از روم  
ز خاک مکہ ابو جہل، ایں چہ برالعجبیست!

(۷) ”لایاتی علیکم زمان“ الخ کا اگر مطلب یہی ہے تو اب عمر ابن عبد العزیز پر بلحاظ تقدم زمانی، مروان بن الحکم، اور سمر و زیاد کو ترجیح دیں۔ فہم سابقون فی الاسلام والعہد الزمان!! میں تو اس حدیث کا مطلب حفظ تقدم فضیلت اعمال، و اتباع شریعت، و عمل بالقرآن و السنۃ کی تطبیق کے بعد قرار دیتا ہوں، اور دراصل قرار دیا جہ چکا ہے۔ کما لا یخفی علی زباب النظر و العلم۔ و ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

#### فضائل و فضائل

(۸) بحث کے مختلف مواقع، و حکم ہر موقعہ بلحاظ اُطراف بحث۔ ائمہ اہل سنت و جماعت نے اسکا فیصلہ کر دیا ہے۔ بنی امیہ کے حسدات سیاسیہ و ملکیہ سے کسی کو انکار نہیں۔ عند فتوحات ممالک، و اشاعت تمدن و علوم، و تاسیس برید، و تدوین دفاتر و دیوان وغیرہ و کان لہم من الوزراء و ابطال الجند و الاعوان، من تغلبوہم علی الزمان۔ و افتحوا بسیوفہم البلدان، و حفظوا لہم الملک من الاعداء بعد الحسام۔ فصفوة القول فیہم ان هذا اولاء الملوک مع ما کانوا فیہم من الترف و الانصراف الی الملذات و الشهوات، و عدم اتباع الشریعت و الانحراف عن جادة السنۃ السنیۃ، و اعمال الدینیہ، کانوا علی جانب عظیم من الذکاۃ و الدہاء و الدرایۃ و الحزم و حسن العزیمۃ و فضل السیاسۃ۔ و کذلک لم یحل اشتغالہم

خطیب منبر پر چڑھتے تھے اور تحمید و تقدیس و صلوة و تسلیع کے بعد آخر میں حضرت علی علیہ السلام پر علانیہ لعنت بھیجتے تھے اور پھر شمشیر ظلم سے لوگوں کی زبانوں کو اس طرح لرزے و ترساں رکھتے تھے کہ کسی کو اس صریح فسق عظیم و معصیہ کبرے و ہتک شریعت الہیہ کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ الا ماشاء اللہ، وہم الذین لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔

لیکن تاریخ اسلام حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ہمیشہ رہیں منت رہے گی کہ انہوں نے تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی اس بدعت کا انسداد کیا اور مساجد اسلام کو انکی چھنی ہوئی عزت و حرمت واپس دلا دی۔ چنانچہ لعن و تبرے کی جگہ خطبہ ثانیہ میں ”ان الله يُمِرُّ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ“ وایتاء ذی القربىٰ ویطہی عن الفحشاء والمنکر والبغیٰ یعظم لعلکم تذكرون“ داخل کیا۔ یہ آ کریمہ آج تک خطبہ جمعہ کا جزو آخری ہے اور ہر ہفتے سنیات بنی امیہ اور حسنات عمر بن العزیز پر گواہی دیتی ہے۔ و قال فیہ کثیر عزہ:

ولیت ولم تسبب علیاً ولم تخف  
مویساً ولم تقبل مقالة مجرم  
وسدقت القول الفعال مع الذی  
اتیت، فامسى راضیاً کل مسلم  
فما بین شرق الارض والغرب کلها  
مناد ینادی من فصیح و اعجم  
یقول امیر المومنین ظلمتني  
باء خذک دیناری و اخذک درہمی  
فاربح بها من صفقة لمبايع  
واکرم بها من بیعة ثم اکرم

اس بزرگ جلیل اموی کا یہ ایک ایسا عمل عظیم تھا کہ سادات عظام اور درودمان حضرة خیر الاثم نے بھی اسکا اعتراف کیا۔ چنانچہ علامہ شیخ شریف الرضی الموسوی رحمۃ اللہ علیہ انکے مرتبے میں لکھتے ہیں:

یا ابن عبد العزیز لو بکت الع  
ین فتی امیة لبکیک  
انت انقذنا من السب والش  
ستم فارامس الجزاء جزینک  
غیرانی اقول انک قد طہ  
ست وان لم یطوب ولم یزک ینک  
دیرسمعان لا عدتک الفراءدی (۱)  
خیر میت من آل مروان مینک

(۵) از انجملہ بنی امیہ کا سب سے بڑا ظام جو انہوں نے اسلام پر کیا، یہ تھا کہ خلافت راشدہ اسلامیہ کو جسکی بنا اجماع و مشورہ مسلمین پر تھی، حکومت شخصی و مستبدہ و سلطۃ ملکیہ و سیاسیہ میں تبدیل کر دیا، اور حکومت کی بنیاد شریعت پر نہیں رکھی، بلکہ محض قوت اور سیاست پر۔ اور تاریخ اسلام کے تمام صغار و کبار و اعلیٰ و ادانی اسپر متفق ہیں اور تمام اہل سنت و جماعت کا اسپر اتفاق ہے کہ یہ ایک سخت بدعت تھی اور مطابق ارشاد صادق و مصدق علیہ الصاوة والسلام ”ملک عرض“ کا آغاز تھا۔ یہی ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے سد باب کا پہلا دن ہے اور یہی دن ہے کہ تاریخ اسلام ہمیشہ اسپر ماتم و فزاد کریگی۔ و القصة بطولها، فعلیکم النظر علی التاريخ و الاسفار۔

لیکن محسنات جلیلہ عمر ابن عبد العزیز میں ایک واقعہ یہ

(۱) حضرت عمر ابن العزیز نے سنہ ۱۰۱ - میں بمقام دیر سیمان انتقال کیا۔

اسی کے طرف اشارہ ہے۔ [ منہ ]

معلوم ہے کہ تم میں سے بعض آدمی بیمار پڑیں گے، بعض تلاش معاش و تجارت میں سیر و سیاحت کر رہے ہوں گے، اور بعض خدا کی راہ میں دشمنان اسلام سے لڑتے ہوں گے۔ بہر حال ایسی صورت میں اب صرف یہی حکم ہے کہ شب کو جستدر قرآن (تہجد کی نماز) میں بآسانی پڑھا جا سکتا ہے پڑھو، اور اپنے نفس و جسم پر بہت زیادہ بار نہ ڈالو۔

انصاف فرمائیے کہ جس شخص کا اعتقاد صحابہ کرام کی نسبت یہ ہو، یہ کیسی عجیب بات ہے کہ جذاب اسکو صحابہ کے فضائل سنائے کیلئے مخاطب بناتے ہیں، اور انکے سب و شتم سے روکتے ہیں، اور پھر آتش احادیث و جمع مرویات کی زحمت حاصل گوارا فرماتے ہیں؟

ان هذا من اعاجیب الزمن !

(۲) جذاب کا یہ ارشاد نہایت تعجب انگیز ہے کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی بہ زمرہ ظالمین شمار کیا! میں نے ملوک و امراء بنی امیہ کی نسبت اپنا خیال ظاہر کیا تھا، نہ کہ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نسبت۔ حضرت عثمان گو خاندان بنی امیہ سے تھے، مگر انکا شمار خلفاء اربعہ میں ہے، نہ کہ خلافت مروانی کے بانیوں اور اس سلسلے کے پادشاہوں میں۔ پھر بنی امیہ کے ذکر سے یقیناً انکے مخلص اعمال مراد ہیں اور ہر وہ شخص اس سے مستثنیٰ ہے جسکے اعمال انکے سے نہ تھے۔ یہ امر اسدرجہ ظاہر و بدین ہے کہ جذاب کا اس سے تغافل موجب کمال تعجب و تحیر ہے۔

یخرج الحی من المیت

(۳) پھر کیوں نہ وہ لوگ مستثنیٰ ہوں کہ ایسے ہی مستثنیٰ لوگوں میں سے وہ بزرگ حق، مجدد شریعت الہیہ، محب السنۃ السنیہ، جامع بدعات مروانیہ و بنی امیہ، یعنی حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، جنکو حکمت الہیہ نے اسی خاندان میں پیدا کیا، تا کہ انکے دست حق پرست پر شریعت اسلامیہ کا احیاء ہو، اور ”ملک عرض“ کے باطل و محدثات کا استیصال فرمائیں۔ پس اس و جرد گرامی نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تجدید کی، اور ایک ایک کر کے بنی امیہ و آل مروان کی پیدا کی ہوئی آن محدثات و بدعات و منکرات شنیعہ کا انسداد کیا، جنہوں نے خیر القرون کی شریعت خالص کو آلود و مکدر فسق و معاصی شتی کر دیا تھا۔ اور اس طرح سنت شیخین جلیلین کی (کہ سنت رسول اکرم تھی) حیات بعد الممات ہوئی! نور اللہ مضجعه، و شکر اللہ مساعیہ۔

تاریخ اسلام میں تبرے کی بنیاد

بنی امیہ نے ڈالی اور ہیچہ انکے متبع ہیں

(۴) از انجملہ بنی امیہ و آل مروان کی ایک سب سے بڑی ہدام شریعت اور پر معصیت و فسق و عدوان بدعت شنیعہ رہ تھی، جسکا انتقامانہ ابداع برادران شیعہ نے شروع کیا، اور افسوس ہے کہ بدبختانہ شاید آج تک کرتے ہیں۔ یعنی سب سے پہلے سرزمین اسلام میں، جو رحم و محبت اور صلح و اخوة ہی کی تخم ریزی کیلئے بنی تھی، سب و شتم اور لعن و تبرے کا تخم انہوں نے بویا، مقدس مساجد اسلام میں، جو صرف عبادت و طاعت الہی، و اذکار و اشغال مقدسہ کیلئے بنائی گئی تھیں، اپنے اغراض نفسانیہ مدکرہ سیاسیہ سے اہل بیت اہل بیت اور حضرت امیر عالیہ السلام پر علانیہ لعنت بھیجی شروع کی، اور جمعہ کے خطبہ ثانیہ میں اس فعل شنیع و منکر کو (کہ انہیں جانتا اسکو کن لفظوں سے تعبیر کروں؟) داخل کر دیا۔ چنانچہ تکبیر و تسبیح کی صداؤں میں



# مرآۃ

## سلام

### نماز با جماعت

سرمو فرق نہر - سلف کے مسلمانوں میں انہیں جماعتیں کے اندر جملہ امور سنگین طے ہوا کرتے تھے - ہر مسلمان کو رائے دینے کا موقع ملتا تھا - مسلمانوں میں جو لوگ نماز نہیں پڑھتے ہیں وہ بلاے جائیں، اونپر سختی تکبجائی بلکہ نہایت نرمی سے بتلایا جائے کہ نماز پڑھیں اور جماعت کے ساتھ پڑھیں - یقین ہے کہ جسقدر مسلمان ہونگے سب شریک ہو جائیں گے - اس پابندی کی فضیلت اور اہمیت صاحبان تفکر سے پوشیدہ نہیں - میں نے اسکی بناۃ القدی ہے ہر مسلم کا فرض ہے کہ اس میں جسقدر کامیابی ہو اسکی فہرست مرتب کر کے - فہرست میں ہر مسلم کے دستخط لے رکھیں - میرے محلہ اپنا فرض ادا کریں اور صدر کمیٹی کے لوگ اپنا فرض ادا کریں - اس طریقہ سے ہر مقام کیلئے ایک معقول جماعت مرتب ہو جائیگی - ضرورت کے وقت بھی لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دست ربا زربن جائیں گے اور جو کام کرینگے نہایت عمدگی سے انجام دیں گے - اور نماز نہایت شاندار طریقہ سے ادا ہوا کریگی - امامیہ طریق کے لوگوں کو بھی غالباً جماعت کی پابندی میں کڑی عذر نہوگا - وہ خود بھی پیش نماز کے عقب با جماعت نماز پڑھتے ہیں اور مسائل کے لحاظ سے شاید یہ ممکن ہے کہ اہل تشیع بنیت فوادہ جس کے عقب میں ہوں نماز پڑھ سکتے ہیں فقط -

### الہلال

جزاکم اللہ - زادنا اللہ وایاکم حمیۃ الاسلام - مسئلہ پابندی نماز و پابندی جماعت و شرکت اوقات خمسہ مساجد ایک اہم ترین اور مقدم ترین مسائل وقت میں ہے اور اسکا عملی طریق پر انتظام اقدام والزم - اس کے متعلق اس عاجز نے بعض امور پر غور کیا ہے - انشاء اللہ یہ ضمن ”جماعت حزب اللہ“ یہ تمام امور آجائیں گے - عذریہ اپنے خیالات کو پیشکش ناظرین کرینگا - فرضیۃ صلوۃ خمسہ کے ساتھ التزام جماعت بھی فی الحقیقہ فرض و ازجملہ اسرار و مصالح فرضیۃ صلوۃ ہے - یہ ہماری سب سے بڑی بد بختی ہے کہ باہمی اتحاد و تعاون و اتحاد کلمہ کیلئے نئی انجمنیں بناتے ہیں مگر اپنی قدرتی انجمنوں کو بھول گئے ہیں - آج مسلمانوں کیلئے کسی کام میں تاسیس و ایجاد کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صرف تجدید و احیاء امور احکام کی - ہمارے نیچے کچھ ضرورت نہیں ہے کہ نئے گھروں کی تعمیر کیلئے مضطرب الحال ہوں بلکہ ضرورت صرف اسکی ہے کہ اپنے اجڑے ہوئے گھروں کو آباد کریں - یہی اصولی اختلاف ہے جو اس عاجز کے اصول عمل اور ابنائے عصر کے طریق کار میں ہے اور غور کیجیے تو یہ ایک بہت بڑا نکتہ تھا جسکو میں نے سرسری طور پر عرض کر دیا - دعوت ”انصار اللہ“ کا اصل یہی اصول ہے اور انشاء اللہ تشریح کا وقت دور نہیں -

نماز پنجگانہ جماعت کے ساتھ پڑھنا نہایت ضروری ہے - اسکی نسبت متعدد احادیث منقول ہیں - بڑی تاکید اس امر کی ہے کہ جماعت ترک نہ کیجائے - اہمیت اور ضرورت اسکی اہل بصیرت سے پوشیدہ نہیں - بسبب تاکید کے علماء دین نے اس خیال سے کہ مسلمان ثواب سے محروم نہ رہیں جماعت کے مسائل میں آسانی اور سہولت پیدا کر دی - یعنی دس بیس مسلمان موجود ہیں اور وہ کام میں مصروف ہیں صرف تین آدمی کے جمع ہونے سے جماعت ہوگئی اور پھر در شخص بھی شامل ہوکر نماز پڑھ لیں تو جماعت کا ثواب ملگیا - حضرت شارع علیہ السلام نے جسقدر اہمیت اور ضرورت اسکی پیش نظر رکھی تھی وہ ان مبارک تاکیدات سے ظاہر ہے جو احادیث میں موجود ہیں - اگر مجھے رائے دینے کا موقع ہوتا تو میں ضروریہ کہتا کہ جس مقام پر پندرہ بیس مسلمان ہوں اور وہ کسی دوسرے کام میں مصروف ہوں ان کے ساتھ ہی نہ آئیں اور اپنے کاروبار میں لگے رہیں تو ایسے موقع پر تین شخصوں سے جماعت نہیں ہوتی دس پندرہ آدمی جمع ہو کر نماز ادا کرنی چاہیے - جو لوگ پہلے سے تیار ہوں اس مبارک اور مفید سنت کے ادا کرنے کی غرض سے دوسروں کے آنے کا قدرے انتظار کریں - اس زمانہ میں فی صد پانچ آدمی بھی نماز ادا نہیں کرتے ہیں - جماعت کجا - الہلال میں میں نے مضامین دیکھے جن میں زور دیا گیا ہے کہ جب تک ہمارے لیڈر پانچوں وقت با جماعت نماز ادا نہ کریں گے تو ہم انکو اپنا لیڈر نہ سمجھیں گے - سبحان اللہ کسقدر عمدہ بات ہے - ہر مسلمان کیلئے یہ لازمی گردانا ہے کہ جسقدر آدمی اس کے مکان میں ہوں ان کے ساتھ نماز با جماعت ادا کرے - اسکی اسقدر سختی سے پابندی ہونی چاہیے کہ بلا عذر شرعی کوئی نہ چھوڑے - جس طرح ہر شخص کو بے مکان کی حد تک جماعت کی پابندی لازم ہوگی - اگر شہر ہے و اہل محلہ کیلئے بھی پانچوں وقت محلہ کی مسجد میں جمع ہوکر نماز ادا کرنیکی پابندی ہونی چاہیے - اگر کاروبار دنیوی کا لحاظ با جائے تو محلے ہی مسجد کے متعلق چند نمازوں کی رعایت دی جائے - مگر جہاں کام کرتے ہوں نوکر ہوں جسقدر لوگ ہوں رہیں سب کو جماعت کی پابندی کرنی چاہیے - ان امور کی پابندی و نگرانی کیلئے اگر شہر ہو تو در شخص میر محلہ مقرر ہوں - اگر کوئی رختہ یا مل ہے تو دو یا چار شخص لیڈر مقرر ہوں اور وہ نماز جماعت کی پابندی کرائیں - اس طرح اب اس امر کی بھی ضرورت ہے بجائے اسکے کہ ہر محلے کی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کیجائے محلہ کے مسلمان جمع ہوں اگر قصبہ ہے آبادی کم ہے تو ایک یا مسجد جامع میں جمعہ کی نماز ادا کریں - شہر ہے آبادی زیادہ ہے تو چار یا تین مساجد جمعہ کی نماز کیلئے منتخب کی جائیں منتخب کیلئے ہر محلہ کے میر محلہ اور شہر یا قصبہ کے قاضی خطیب کی کمیٹی بنائی جائے اور انکی رائے سے بلعاط آبادی ضرورت و فاصلہ مساجد منتخب کی جائیں اور اسکی پابندی میں

نہایت ناکام زمانہ تھا۔ حکومت و سیاست کیلئے وہ بالکل موزوں نہ تھے، انکے زمانے میں اسلام کیلئے کوئی نئی فتح اور کوئی نہ نئی ملکی و ارضی توسیع نہیں ہوئی، اور پھر اسکو اصول و معیار بحث قرار دیکر نہایت شدید غلطیاں اس بارے میں کی جاتی ہیں، مگر یقین فرمائیے کہ یہ خیدل بالکل غلط، اور اصلاً حقیقت نہیں رکھتا، اور نہایت افسوس ناک سطح بینی اور تاریخ کی بے خبری پر دلالت کرتا ہے۔ وقت اور موقع تشریح کا نہیں ہے۔ نہایت ضروری ہے کہ ایک مبسوط و جامع سوانح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی لکھی جائے، اور اس غلط فہمی سے لوگوں کو نجات ملے۔ اگر اللہ نے توفیق دی تو انشاء اللہ یہ ایک اہم خدمت تاریخ اسلام ہے جسکو انجام دینا ہے۔ یہاں اس بارے میں اختصار ممکن نہیں اور تفصیل متعذر۔

(۱۱) آپ لکھتے ہیں:

”اگر نسل بنی امیہ کا کوئی فرد ان صفوف فساق و فجار کے قائد ہونے کا فخر بنی ہاشم کو بخشدے تو آپ چیں بجیں ہونگے“ گذارش ہے کہ جناب نے یہ مفت کا شرف مجھ کو عطا فرمایا، حالانکہ اسکی ضرورت نہیں دیکھتا۔ اگر کوئی فخر دو دمن، مہمان و ولید آج بنی ہاشم کو صف اولین فساق و فجار میں قرار دے، تو میں کیوں چیں بجیں ہونے لگا؟ اگر چیں بجیں ہونگے تو اشرف ترین خاندان بنی ہاشم یعنی (محمد) بن عبد اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہونگے۔ اور پھر جس کو ایسا کرنا ہے کرے۔ معاملہ مجھے میں اور اسمیں نہیں ہے۔ غالباً جناب یہ جملہ جلدی میں لکھ گئے، اور خیدل نہ فرمایا کہ بات کہاں تک پہنچتی ہے؟

طبری نے حضرت فاروق اور حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کا مسئلہ خلافت کے بارے میں ایک مکالمہ نقل کیا ہے۔ اسمیں ایک موقع پر حضرت فاروق نے ضمن کلام میں افسوس کیا تھا کہ بنی ہاشم نے دلوں سے پرانے رنج نہیں گئے، اور یہ جس لحاظ سے کہا نہ بالکل صحیح تھا، مگر حضرت ابن عباس بول ائے کہ ”رسول اللہ (صلعم) بھی تو ہاشمی ہی تھے؟“ حضرت فاروق نے فرمایا کہ اب اس بحث کو جانے دو (طبری صفحہ ۲۷۷۱)۔

حضرت ابن عباس نے نو بنی ہاشم کی نسبت اتنی سی معمولی بات پر اسطوف توجہ دلائی تھی، اور حضرت فاروق نے اس سے متاثر ہو کر ترک سخن کو ترجیح دی تھی۔ لیکن اگر آج بنی ہاشم کو بانقلاب بنی امیہ صفوف فجار و ظالمین میں جگہ دی جاتی ہے، نو دینے والے شوق سے دیں، اسمیں میرے چیں بجیں ہونے کا لحاظ نہ فرمائیے۔

(۱۲) پھر تمام ارشادات سابقہ سے عجیب تر بلکہ اعجب العجائب قول جناب کا یہ ہے:

”اسلام کی بد قسمتی اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ جن قرون اوی کی خیریت و افضلیت سرور کائنات نے بیان فرما دی، اب ایسے اسلام کے فدائی انہی قرون میں بدعات کا بازار گرم کر رہے ہیں“ اور پھر ساتھ ہی صحیحین و سنن کا حوالہ بھی جناب نے دیدنا ہے، کاش اگر وہ حدیث آپ نقل فرما دیتے تو اعتراض کے ساتھ میری جانب سے جواب کا فرض بھی ادا ہو جاتا!

براہ کرم مجھ کو ان احادیث سے اطلاع دیجیے، جنمیں دور بنی امیہ و قرون مروانیہ کی ”خیریت و افضلیت“ کی شہادت دی گئی ہے۔ افسوس ہے کہ میری محدود معلومات حدیث اس بارے میں مجھے کچھ مدد نہیں دے سکتیں، بلکہ افسوس ہے کہ اس دور کی ”خیریت و افضلیت“ کی جگہ محدثات و منکرات، جبر و تسلط، اور فساد و فتن کی خبر دینی والی احادیث کو اپنے سامنے پاتا ہوں۔ رشتان بین ہما!

بغیا، فقلت له ليس عندني الاسمية، فقال هاتها علي قدزها ووضها، فتأيت بها - فخلا معها، فخرجت من عنده و انما لتقطر ..... ایسی شہادتوں سے بالآخر غریب زیادہ بھی شرما گیا، اور چیخ اٹھا: مہلّا ینا ابا مریم! فانما دعیت شاعدا، و لم تدع شاتما!!

یہ واقعہ تمام تاریخوں میں مسطور ہے: و کان هذا اول ما ردت به احکام الشریعة، فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فضی بانولد للفراش، و للعاهر الحجر۔

اسی واقعہ کی نسبت عبد الرحمن بن حسان نے کہا تھا: و ترضی ان یقال ابرک زان! اتغضب ان یقال ابرک عف پھر کیا آپ اس سے انکار کریں گے کہ یہ بدعت نہ تھی؟ خیر یہ تو ایک خاص واقعہ تھا اور اس زمانے میں لوگوں نے اسکی تاریخیں بھی کیں۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا خلافت علی منہج النبوة کو حکومت اور ملک عضوض میں بددینا بھی بدعت نہ تھی؟ کیا مشورے کا سد باب ایک اشد شدید بدعت فی الدین نہ تھی؟ حالانکہ حضرت فاروق کا یہ جملہ ہم کو معلوم ہے کہ لا خلافت الا من شورة؟ کیا مسلمانوں پر جنگ میں پانی کا روک دینا بھی بدعت نہ تھا؟ جبکہ دوسرا فریق غالب ہو کر بھی نہیں روکتا؟ بدست سخت سے سخت مکر و خدع سے کام لہنے میں بھی باک نہ ہوتا، خفیہ دسائس سے مسئلہ حکمیں کا فیصلہ کرنا، اپنے اغراض سیاسیہ کو ہر موقع میں شریعت پر ترجیح دینا اور اسے ایسے لوگوں کو خفیہ و علانیہ بیت المال سے روپیہ دینا (جیسا کہ خود کہا کہ ”کنت احب الی قریش منہ [ای من علی] لانی کنت اعطیہم و کان یمنعہم“ فکم سبب من قاطع و نافر عنہ - استیعاب) شخصی طور پر بزور و جبر اپنے ترکے کو راجی عہد بدانا، عجمی شان و شکوہ اور علو و رفعت سے دربار آرائی کی اساس اولین قائم کرنا، مسجد میں اپنے لیے عام مسلمانوں سے الگ مقصورہ بنا کر نماز پڑھنا، اور شمشیر برہنہ نگہبانوں کے حصار کے اندر سجدہ کرنا، اور اسی طرح کی بیسیوں محدثات کو بھی بدعت تسلیم نہیں کیا جائے گا؟

فہو اول من جعل ابنہ ولی العہد خایفۃ بعدہ، و اول من اتخذ دیوان الخاتم و امر بہ ایا النیر و ز و المہرجان، و اتخذ المقاصیر فی الجوامع، و اول من قتل مسلماً صبراً و حجرأ و اصحابہ، و اول من اقام علی راسہ حرساً، و اول من قیدت بین یدیه الجذائب، و اول من اتخذ انحصیان فی الاسلام، و کان یقول ان اول الملوک (منخص از استیعاب حافظ ابن عبد البر جاد اول صفحہ ۲۹۳ و غیرہا)

اور پھر یہ تو خود امیر معاویہ نے زمانے کے حالات ہیں۔ آگے چکر جو کچھ ہوا اس پر نظر ڈالیے۔ میں نے بدعات و منکرات کا لفظ عام طور پر حکومت امویہ کی نسبت لکھا تھا، نہ کہ کسی خاص شخص کی نسبت۔

### خلافت مرتضوی

(۱۰) آپ فرماتے ہیں: ”بنی امیہ کی فتوحات کو دیکھیے تو خود حضرت علی کے زمانے میں مفقود نظر آئیں گی“

فتوحات ممالک و بلدان، و توسیع حکومت اسلام یقیناً ایک ایسی شے ہے کہ اس تیرہ سو برس میں جن جن ہاتھوں پر اسکا ظہور ہوا، انکی خدمات کا اعتراف ہمارا فرض ہے، لیکن میں تو اپنے مضمون میں ”امر بالمعروف و نہی عن المنکر“ کے سلسلے کی تاریخ نگہ رہا تھا، نہ کہ تاریخ فتوحات اسلامیہ۔ پھر وہاں مجھے اس سے کیا عرض کہ کن کے ہاتھوں زیادہ فتوحات ہوئے ہیں، اور کون اس سے قاصر رہے ہیں؟ بحث کے مواقع اور مختلف پہلو ہوتے ہیں۔ رہا حضرت امیر کے زمانے میں فتوحات خارجہ کا نہوٹا، تو میں نہایت رنج و غم سے اس غلط فہمی کو دیکھ رہا ہوں، جو آجکل کے نئے مذاق سیاسی نے پیدا کر دی ہے، اور اسکا ظہور جناب کے اس ارشاد میں بھی ہوا ہے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ حضرت امیر کا زمانہ ایک

## جماعت حزب اللہ

اور  
مسلمان خواتین

از مآلعة خاتون صاحبہ بنت سید محمد صالح مرحوم (آرہ)

اپنی دعوت ”من انصاري الي الله“ کی پُر اثر آواز پردہ میں بھی پہنچی، اور ہمارا اور مثل ہمارے اکثر ہماری بہنوں کا دل بیقرار ہو گیا، کہ اس انجمن میں ہم بھی کس طرح سے شریک ہوں۔ چونکہ حضور نے فرقہ نسران کی شرکت کی نسبت صراحت سے کچھ نہیں لکھا، پس نہیں معلوم کہ ہماری جنس کو جس کا اس زمانے میں کوئی پُر سال حال اور سچا ہمدرد نظر نہیں آتا، شرکت کا شرف حاصل ہوگا یا نہیں؟ یہ لکھنا عبث ہے کہ ہماری شرکت اس مبارک انجمن کے حق میں کس قدر مفید ثابت ہوگی؟ دنیا میں کوئی کام بغیر مرد اور عورت، دونوں کی شرکت کے اچھی طرح انجام نہیں پاتا۔ لڑائی تک میں جو خاص مردوں کا کام ہے، عورتیں بیماروں اور زخمیوں کی خبر گیری اور تیمار داری کا اہم کام کس خربی سے انجام دیتی ہیں۔ اسی طرح عبادت میں بھی وہ اپنے برادران دین کے ساتھ جسطرح زمانہ قدیم میں شریک ہوتی تھیں، اب بھی شریک ہو سکتی ہیں۔ غرضکہ کوئی کام ایسا سمجھ میں نہیں آتا کہ جو مردوں ہی کے فائدے اور انہی کی ترقی کے واسطے مخصوص ہو، اور عورتوں کو اس سے کوئی سرکار نہ ہو۔ چونکہ حضور نے کوئی تخصیص کسی کام کی نہیں کی ہے، ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ کام ہمارے حسب حال اور کرنے کے قابل ہوگا یا نہیں۔

اگر پردہ کا خیال کیا جائے تو اس کے دو جواب ہیں: ایک یہ کہ زمانہ قدیم میں عورتیں کیا کرتی تھیں، اور ایسے مبارک کاموں میں شرکت کرتی تھیں یا نہیں؟ اگر کرتی تھیں تو ہمارے واسطے بھی مثل ان کے شرکت میں کوئی مضائقہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ رسمی پردہ فی زمانہ خود کم ہو گیا ہے، اور رزبروز ارتہتا جاتا ہے۔ بہت سی عورتیں تعلیم یافتہ اور نیم تعلیم یافتہ ایک ضروری اور شرعی پردہ کے ساتھ سب کچھ کر سکتی ہیں، اگر کرنا چاہیں، اور ان کے ”قوامون علی النساء“ بھی ان کو اجازت دیں۔ بہر نہج یہ معاملہ بہت ضروری ہے، اور امید ہے کہ حضور بھی اس کی نسبت اپنی زبان فیض ترجمان سے کچھ ارشاد فرمائیں گے۔ ہم اتنا ضرور عرض کریں گے کہ اس زمانے میں ہر شخص ہمارا مخالف ہی مخالف ہے، کوئی اپنا اور ہمدرد نہیں۔ بعض صلاح کار حضور کے سامنے پردہ کی شق پیش کریں گے، بعض اوسکو غیر مناسب اور خلاف مصلحت بتلائیں گے، مگر حضور ان ریا کاروں کے کہنے سننے میں نہ آئیں، اور جیسا مناسب سمجھیں خود تصفیہ کریں، مگر ہمارے حقوق پامال نہیں۔

## الہلال: دعوت الفاراد

آپ اور مثل آپ کے دیگر اسلام پرست و با غیرت و حمیت بہنوں کا یہ جوش دینی، ان کی قدیمی روایات ملیہ کو تازہ کرنے والا، ان کے جنس اشرف کے جذبات و عواطف کے احترام کو زندہ کرنے والا، اور مستحق ہزار تحسین و صد ہزار حوصلہ افزائی، و نیز مرجع شکر حضرت عزا سہ ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق رفیق اور استقامت و ثبات ہم سب کے شامل حال فرمائے۔

دعوت ”انصار اللہ“ کا مقصد حقیقی اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بننے کی دعوت دی جائے، اور ایک

جماعت پیدا کی جائے جو اپنے تمام اعمال و افعال میں تعلیم اسلام کے خود فرورشانہ و مجاہدانہ اتباع کا نمونہ ہو، اور اپنی زندگی کو ہر طرف سے ہتاکر، صرف اللہ کے ماتحت کر دے۔ پس ظاہر ہے کہ اگر اسلام و قرآن کی دعوت میں مرد و عورت کی تفریق نہیں تو اس میں بھی کیوں ہونے لگی؟ اگر مسلمانوں کو مسلمان بنا چاہیے تو مرد و عورت، دونوں کا ہی ہے۔ اور اسلام جو تمام عالم میں عورتوں کو ان کی اصلی عزت و حقوق دلانے والی ایک ہی قوت الہیہ و حیدہ ہے، وہ کب کسی چیز میں امتیاز و تفریق کو پسند کرتی ہے؟ پس اگر ایک عورت مسلمہ، اللہ اس کے احکام کی مخاطب ہے، اگر مومنین و مسلمین کے ساتھ مومنات و مسلمات بھی صداۃ الہی کے مخاطب ہیں، اگر شریعت الہیہ اور احکام اسلامیہ اعمال حسنہ کی تمام انسانوں کو دعوت دیتے ہیں، اور اگر اللہ کے بندے صرف مرد ہی نہیں بلکہ بالکل انہی کی طرح عورتیں بھی ہیں، اور اگر اسکا دروازہ ہر اپنے چاہنے والے کا منتظر ہے، تو پھر کیا امر مانع ہے اس کے لیے کہ دعوت انصار اللہ کی صدا پردہ اپنے محترم دلوں کے اندر ولولہ مقدس پائیں اور لبیک نہ کہیں؟

پھر یہ ایک امر ظاہر و مسلم ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے انقلابات بعید و قریبہ کا اگر تفحص کیا جائے تو اس میں اس جنس اشرف و متہرم کے مساعی کا ایک بہت بڑا سلسلہ نظر آئے گا۔ یہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی معجزی ربوبیت کا منصب عطا فرمایا ہے، اور انسانی قلب و دماغ پر حکومت بخشی ہے۔ یہی ہیں جو اگر چاہیں تو گھر کے اندر رہ کر عظیم الشان انسانی تبدیلیاں پیدا کر دیں، جو باہر کے مجمعوں اور مجلسوں میں بڑے بڑے مصلحین و راعظین نہیں کر سکتے۔ یہ ماں کی صورت میں انسان کی طبیعت پر حاکم ہیں، اور اس کی فطرت ثانیہ ان کے ہاتھوں میں ہے۔ اور پھر بیوی کی صورت میں معیشت منزلی کی ملکہ فرماں روا ہیں، اور جس رنگ میں چاہیں، انسانوں کو رنگ دے سکتی ہیں۔

زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ آج ہم میں تبدیلی پیدا کرنے کیلئے ایک بہت بڑی اصولی اور بنیادی شے یہ ہے کہ ہمارے گھروں کے اندر تبدیلی پیدا ہو، اور ہماری عورتیں اس صدا کو گھروں کے اندر یاد دلائیں، جن کو گھر سے باہر ہم سنتے ہیں، اور پھر بدبختانہ بھلا دیتے ہیں۔

اگر وہ دن آجائے کہ ہماری عورتیں آمادہ عمل ہو جائیں، تو اللہ اللہ! اس دن کی عظمت و بزرگی، اور اس کے نتائج مدہشہ و جلیلہ کا کیا پوچھنا؟

یقین کیجیے کہ پھر ہم سب بدل جائیں، اور ہم بدل جائیں تو دنیا کو بھی بدل جانا پڑے۔

امید ہے کہ اب آپ کی تشفی ہو گئی ہوگی، اور میں اطلاعاً ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ علامہ اپنی جماعت مخصوص مقامی کی، باہر سے بھی اس وقت تک بہت سی خواتین غیر ر اسلام پرست شریک دعوت و معین راہ ہو چکی ہیں۔ رہا پردے کا سوال، تو اسکو اس مسئلے سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ خدا کا ہر بندہ اپنی جگہ پر رہ کر اپنے خدا سے مل سکتا ہے۔ اس کے لیے باہر نکلنے کی ضرورت نہیں۔ و نسال اللہ تعالیٰ ان پر زقنا کمال الحسنی، و سعادت العقبی، و خیر الاخرۃ والاوی۔





## الہلال کی اشاعت عمومی

اور  
کم استطاعتہ اشخاص

( از جناب مولوی معین صاحب )

## باب المراسلة و المناظرة

## سیرت نبوی اور نقد روایات آثار

از جناب مولوی محمد اسحاق صاحب مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

( ۲ )

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو نبی مرسل اور الوعزم پیغمبر ہیں، بدوہی کے وقت رادی مقدس میں شرف ہم کلامی سے مشرف ہیں، اور ”وما تلک بیمیلک یا موسیٰ“ وغیرہ لطف آمیز خطابات سے مخاطب، اس عین حضوری کیوقت جب عصا ڈالنے کا حکم ہوا اور عصا سائب بنکر ہلنے لگا تو موسیٰ علیہ السلام حسب مقتضاء بشری مونہ پھیر کر بھاگے۔ جب خدا تعالیٰ نے تسلی دی، تب جاکر سکون ہوا۔ قال اللہ تعالیٰ: فلما رآھا تہتز کانھا جان، ولی مدبر ار لم یعقب، یوموسیٰ لا تخف انی لایخاف لدی المرسلون۔ واقعہ کلیم اللہ علیہ السلام اور واقعہ رحیمی نبوی علیہ السلام نوعیت کے اعتبار سے بالکل یکساں ہیں۔ البتہ رۃ قرآن سے ثابت ہے، اور یہ حدیث صحیح سے۔ پس اگر روایت بدوہی تعجب انگیز ہے تو واقعہ موسیٰ علیہ السلام اعجب ہے۔ اس بنا پر حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارل اور جبریل علیہ السلام کو اونکی اصلی صورت میں جو ۶۰۰ برس کے ساتھ ظاہر ہوئے تھے، دیکھ کر گھبرا جانا اور بوجہ شدت ثقل رحیمی کے (جسکا ثقل قرآن سے ثابت ہے: انا سنلقی علیک قولاً ثقیلاً اور مشاہدہ صحابہ سے ثابت ہے۔ حدیث صحیح میں رزق ہے کہ اگر اتفاقاً آپ ناقہ قصراء پر سوار رہتے اور اسوقت رحیمی آنیکا اتفاق ہوتا، تو غایت ثقل سے ناقہ قصواء گھٹنے کے بل بیٹھ جاتی۔ اور زمانہ سرما میں بوجہ شدت رحیمی آپ پسینہ پسینہ ہرجاتے۔) مرعوب ہو جانا اور بدن فاسوتی پر لرزہ پڑ جانا، کس طرح منصب نبوت اور شان پیغمبری کے خلاف نہیں، اور نہ مرجب قدح روایت ہے۔ اور پہاڑ سے گرنیکا قصد معان اللہ بوجہ فتنہ حراس نہیں بلکہ جب رحیمی چند روز کے ایسے موقوف ہوگئی، اسوقت بسبب غایت شرق و ذرق اسکا خیال ہوتا، جیسا غایت اشتیاق کے وقت جان دیدینا ہر آدمی کی فطرت میں داخل ہے۔ فی البخاری بروایۃ معمر بن الزہری: ثم لم ینشب رقة ان توفي دفتر الوھی فترۃ حتی حزن الذہبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما بلغنا حزنا عدا منہ مرارا کی یتردی من رؤس شواق لجبال۔ فلما ارفی بذروة جبل لکی یلقی نفسه آبدی لہ جبریل فقال یا محمد انک رسول اللہ حقاً فیسکن لذلک جاشہ و تقر نفسه۔ فرجع فاذا طالت علیہ فترۃ الوھی عد المثل ذلک فاذا ارفی بذروة جبل تبدی لہ جبریل، فقال لہ مثل ذلک الخ۔ علی هذا ورقہ سے آپکو اطمینان ہوا تو یہ بھی امر طبعی ہے۔ جب کوئی شخص کسی فن کا ماہر ہو، اور اسکے گرد و پیش کے حالات اور معاملات اطمینان بخش ہوں تو اسکی بات بھی طبعاً مرجب تشفی ہوتی ہے۔ کثرت ادلہ سے مزید اطمینان کا ہونا منافی نبوت نہیں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے (لکن لیطمئن قلبی) یہ ثابت ہوتا ہے۔ درحقیقت آپکو اطمینان تو ارل ہی ہوچکا تھا، اس سے اور اید اطمینان ہو گیا۔

الغرض شواہد عقلیہ اور قواعد ثقلیہ قطعہ اسپر دال ہیں کہ بدوہی کی روایت بوجہ مذکورہ مظنہ اشتباہ نہیں۔ اصل درایت سے کس طرح ن روایات پر تنقید نہیں ہو سکتی۔ هذا ان اصبت فمن اللہ والا فمینی ومن الشیطان واللہ اعلم و لہ اتم و احکم۔

میں ان کم لیاقت اشخاص میں سے ہوں جنکو کسی رهنما کی ضرورت ہوتی ہے۔ خوبی قسمت سے جس دن کہ الہلال میری نظر سے گذرا، اسی روز سے دل میں یہ خیال جاگزیں ہو گیا کہ بس اسی کو اپنا مقتدا سمجھنا چاہیے۔ مگر قسمت نے کچھ ایسے مصائب میں مبتلا کر رکھا ہے کہ فی الحال بوجہ زیادتی چندہ اسکی خریداری کی جرأت نہ کر سکا۔ میرا خدا نخواستہ اس سے یہ مطلب نہیں کہ الہلال کا چندہ اسکی حیثیت سے زیادہ ہے، بلکہ بخدا میرا خیال پختہ ہے کہ اسکا چندہ دس گنا بھی کر دیا جائے تو بھی حق بین نگاہوں کے آگے کچھ گراں نہیں ٹھہر سکتا۔ گذشتہ اشاعت میں کسی صاحب نے (افسوس کہ فایل کے نہ ہونے کی وجہ سے میں اُنکا نام نامی نہیں تحریر کر سکا) بھرپال سے اسکی قیمت میں کمی کر دینے کے چند وجوہ تحریر کیے تھے، جس سے ایک امید ہوگئی تھی کہ اب میری آنکھیں بھی بلا امداد غیرے اسکی زیارت سے مشرف ہوا کریں گی۔ مگر افسوس صد افسوس، کہ اس ہفتے کی اشاعت میں جناب حکیم غلام غوث صاحب کا مضمون دیکھ کر اُس تازہ اُمید پر ایک اُرس سی پڑ گئی۔

حکیم صاحب موصوف نے چند معائب اُن لوگوں کے تر ضرر رکھلا دیے جنکے داور میں علم کی کوئی وقعت نہیں، مگر افسوس کہ اُن لوگوں کا مطلق خیال نہ کیا جو کہ علم درست اور کم استطاعت ہیں۔ کاشکے جذب حکیم صاحب کے دل میں بجائے اس خیال کے یہ خیال پیدا ہوتا، کہ دفتر الہلال میں ایک فنڈ کھولا جائے، جسکی اعانت ذمی مرتبہ اشخاص کے ذمہ ہو، اور اسکی غرض یہ ہو کہ کم استطاعت لوگوں کو یہ پرچہ نصف قیمت پر دیا جائے، اور خود اُس میں ایک بہت بڑا حصہ اپنے ذمہ لیکر ایک کثیر جماعت کو اپنا ممبر و مشکور بناتے۔ حیف مد حیف کہ اس زمانے میں بھی ذمی مرتبہ اشخاص غربا کو کسی بات کے اہل ہونیکے قابل ہی نہیں خیال کرتے، اور فرماتے ہیں کہ (ہنوز دہلی دورست) مسلمانوں یہ زمانہ خود داری و خود پسندی کا نہیں ہے، بلکہ تمکو چاہیے کہ ہر کہہ و رمہ کو اسلامی مشنری کا ایک باکار پرزہ خیال کرو، اور چھوٹے پرزوں کا زیادہ خیال رکھو، کیونکہ کثرت استعمال سے اُسکا جلد خراب ہو جانا ممکن ہے۔

## اعلان

## ضروری اطلاع

عالمی جناب شمس العلماء مولوی نواب امداد امام صاحب بہادر اثر بالقہ کا دیوان مطبع سرکاری ریاست رامپور میں زیر طبع ہے۔ جملہ شاعران باکمل کی خدمت میں گذارش ہے کہ براہ مہربانی قطعات تاریخ سنین حال بہت جلد راقم کے نام ارسال فرما کر ممبروں فرمایا جائے، تاہ دیوان موصوف کے ہمراہ طبع ہو سکیں۔ تمام قطعات تاریخی جولائی سنہ حال تک آجائے چاہئیں۔

راقم مصطفیٰ علیخان

ہوم سکریٹری ریاست رامپور۔ یو۔ پی

بچے، متب شریک تھے، زندہ جلا دی گئیں۔ ہزاروں عورتیں اور کم عمر لڑکیاں سنگدلی سے بے عصمت کی گئیں۔ اس طوفان خونخواری اور بہیمیت میں جو مظلوم مقدونیا پر نازل ہوا، سب سے بڑا قہر یہ ہوا کہ زخمی مرد اور بے بس عصمت دریدہ عورتیں اکثر زندہ دفن کر دی گئیں ۱۱

یہ افسانہ مظالم جو نہایت معتبر ذرائع سے ہم تک پہنچا ہے، من رعن شایع نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اول تو اس کے تفصیلی حالات اس قدر درد انگیز ہیں کہ انسانی طبیعت اس کی سماعت کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ دوسرے اس کا خوف ہے کہ اس کے زاری معض واقعات کی صفائی اور بلا کم و کاست ہونی کی وجہ سے پہچان لینے جائینگے، اور وہ خونخوار درندے، جو مقدونیا پر اب قابض ہیں، ان سے ضرور انتقام لین گے۔

واقعات کے انتخاب میں ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ بہت مختصر کر کے لکے جائیں۔

ہماری محدث ٹھکانے لگ جائے، اگر وہ واقعات جو ہنرے اس رسالے میں بیان کیے ہیں، اور جو اس پورے مواد کا عشر عشر بھی نہیں ہیں، جو ہمارے پاس موجود ہے، ان کو پڑھ کر تمہارا دل پسینے اور تم لوگ اپنی گورنمنٹوں کو سمجھاؤ کہ اب اس سکوت و جمود سے (جو سازش سے کسی طرح کم نہیں) باز آئیں، جو ان کا لڑائی کے پیشتر سے رتیرہ رہا ہے۔ اور ان مظالم کو روکیں، کیونکہ یہ اب تک جاری ہیں۔ اور اگر یہ نہ روکے گئے تو اس وقت تک جاری رہینگے، جب تک کہ رومیلیا کی یورپی اسلامی آبادی مت نہ جائیگی۔ ہم سے ہر روز وعدے کیے جاتے ہیں اور اس کا ثبوت ملتا رہتا ہے کہ دول یورپ مسئلہ بلقان کی نسبت تقریباً متفق ہیں، اور ان کے افعال سے ظاہر ہوتا ہے کہ یورپ کے فریب کار سیاست کم سے کم ایک مرتبہ تو ضرور سچ بولے۔

مگر یقیناً انسانیت کے سادہ مسایل پالیٹکس کے پیچیدہ مسایل سے کہیں آسان تھے، مگر اب تک اس معاملے میں کسی کوشش کا نہ کیا جانا، کیا اس کا فی ثبوت نہیں ہے کہ دول یورپ قتل و خونریزی کے واقعات سے بالکل پنبہ بگوش ہیں؟ مگر اسی حد تک جب تک کہ ان واقعات کا تعلق مسلمانوں سے ہے۔

اس رسالے کو سیاسی مسئلہ بلقان سے کوئی تعلق نہیں، مگر پھر بھی اس کے درد انگیز مطالب پوری طرح سمجھنے کیلئے ضرور ہے کہ ناظرین مسئلہ مذکور سے مختصراً آگاہ کر دیے جائیں۔

قطع نظر البانیا کے، جہاں مسلمانوں کی تعداد ہمیشہ سے غالب رہی ہے، مقدونیا کی آبادی بھی ابتدا سے ایک مخلوط آبادی ہے، جسمیں مختلف نسلوں اور متعدد مذاہب کے مخلوط ہو جانے سے کوئی صحیح تقسیم و تفریق ممکن نہیں۔ مثلاً اکثر مسلمان، سربی یا بلغاری، ہیں اور بہت سے وہ لوگ، جو یونانی کہے جاتے ہیں، دراصل البانی، یا ولاخ، (رومانی) ہیں۔ اور وہ جو بلغاریا کے نقشجات مردم شماری کے مطابق بلغاری کہے جاتے ہیں، دراصل یونانی ہیں، جنہوں نے در کے مارے تبدیل مذہب کر دیا۔ اسی طرح اکثر بلغاریوں نے بھی خوف سے کلیساے یونان قبول کر لیا ہے۔ چنانچہ مقدونیا کی آبادی مجملایہ بتلائی جاتی ہے:

مسلمان ۴۰ فیصدی  
عیسائی ۶۰ فیصدی

مگر یہ تعداد بلغاریوں کے حساب کے مطابق ہے۔ ترک اپنے حساب سے مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ بتلاتے ہیں۔ یعنی ہم از کم دس لاکھ۔ مگر خواہ کسی حساب سے ہو، مسلمانوں کی تعداد دیگر

راستبند، اس اثر اسلامی، اس مندر ماضی اور اس رشتہ اتحاد اسلامی کو فنا کر دینے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہے۔ اور اس کی جگہ اس زبان کو زندہ کرنا چاہتا ہے، جس کا نام بربری یورپ کی تمام زبانوں میں اپنے مفہوم رحمت کے لحاظ سے بدترین دشنام ہے۔

اس کارروائی میں فرانس سب سے پیش پیش ہے۔ اس عدل سرزمین مقصد کے لیے فرانس نے کیا کیا تدابیر اختیار کی ہیں؟ افسوس ہے کہ داستان طویل اور نطاق مقالہ تنگ، مختصراً یہ کہ بربری زبان کے زندہ اور عربی کے مردہ کرنے کے لیے تیغ و زر، دونوں سے کام لیا جا رہا ہے، اور بعض حصوں میں یہ مساعی شنیعہ اس حد تک کامیاب ہو گئی ہیں کہ کل تک جنکی زبان کے لیے عربی، جرے سلسیل تھی، آج ان کے کانوں کے لیے وہ پگھلا ہوا سیسہ ہے، جو دوزخ میں مجرموں کے کانوں میں ڈالا جائیگا۔

عربی کا ذکر عرضاً آیا تھا، مگر موضوع تفصیل طلب تھا، اور گو میں نے ایجاز کی کوشش کی مگر ایجاز بھی اتنا بڑھا کہ بجائے خود اطناب ہو گیا۔ ”مجھے لگتا ہے کہ علم، زبان، صنعت، تجارت، سپہری، غرض ان تمام اسلحہ ہجوم و دفاع سے عالم اسلامی تہیدست ہے، جو اس رزمگاہ ہستی میں کسی قوم کو پامالی سے بچا سکتے ہیں۔ لیکن با این ہمہ تہیدستی رہے سامانی، ایک ہتیار ہے جو تیغ بھی ہے اور سپر بھی۔ وہ دشمن کے وار رک بھی سکتا ہے، اور خود ان کے چرے بھی لگا سکتا ہے۔ یہ سلاح مقدس حبل اللہ فی الارض ”الاتحاد الاسلامی“ ہے۔“

پس اب مسلمانوں کو صرف دو کام ہی کرنے ہیں:

(۱) اس رشتہ اتحاد کو مضبوط پکڑنا، اور اس کے استحکام کی کوشش کرنا۔ اس کے لیے ضرورت ہے کہ ایک بین الملی زبان ہو جس کے لیے بحمد اللہ عربی موجود ہے۔ پس چاہیے کہ اس کی توسیع و ترقی، نشر و اشاعت، اور اسمیں نبوغ و کمال پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، اور ہر ایسے خطے میں جہاں مسلمان ہوں، ایک ایسی جماعت ہو، جو عربی میں اپنے افکار و اراء ظاہر کرسکے اور اس طرح ہر اسلامی ملک دوسرے اسلامی ملک کے حالات سے باخبر ہو۔ اور ان کے رنج و راحت میں شریک اور ایک دوسرے کی مشورہ و راے سے مدد کرے۔

علوم و معارف اور خصوصاً عملیہ پو خاص طور پر توجہ کی جائے۔ اور ملکی مصنوعات و تجارت کو فروغ دیا جائے۔ کیونکہ یورپ کی طاقت کا مدار دولت پر ہے، اور دولت کا مدار ایشیاء کی جیبوں پر۔ پس اگر ایشیاء کی جیبوں کے منہ یورپ کے لیے بند ہو گئے تو پھر یورپ آج کا یورپ نہ رہیگا۔“

## داستان خونین

(۲)

سلسلے کیلئے نمبر (۱) ملاحظہ ہو

بارجود ریاستہائے بلقان کی کوششوں، یورپین پریس کی زر خرید خاموشی، اور یورپین وزارتوں کی سازشوں کے، کچھ حصہ ان مظالم کا، جو ریاستہائے متحدہ نے مسیحیت کے نام سے اس لڑائی میں کیے ہیں، آخر اشکارا ہو رہی گیا:

جو چپ رہیگی، زبان خنجر لہو پکاریگا آستیں کا

ہزاروں قیدیوں کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے یا بیرحمی سے تہ تیغ ہوئے، غیر جنگجو لڑکوں کی یورپی آبادیاں، جنمیں بدھے، عورتیں،

# شؤون عثمانیہ

## الاتحاد الاسلامی

اثر حضرت کاتب قدیر: جلال نوری ہک

(۲)

عالم اسلامی پر تفرق یورپ کا راز دو باتوں میں مضمون ہے :

(۱) علوم و معارف میں عالم اسلامی کا تنزل -

(۲) مستعمرات اسلامیہ میں اشاعت مدنیۃ حدیثہ اور منع

انتشار علم و معارف کے لیے یورپ کی سعی -

پس اگر عالم اسلامی چاہتا ہے کہ یورپ کے غالب پنجے سے ان حقوق کو واپس لے لے، جن پر یورپ نے اپنی شجاعت و بسالت یا آتشیں و سفید اسلحہ سے نہیں، بلکہ اختراعات و اکتشافات، صنائع و تجارت دہاء و حزم، اور خدع و دروغ بانی سے قبضہ کر لیا ہے، تو اسکا اولین فرض یہ ہے کہ وہ اپنے تمام جوش و خروش، وارلہ و حوصلہ، سعی و کوشش، اور ہمت و وقت کو اس ایک مرکز پر جمع کر دیں۔ جب تک یورپ اپنے حوصلہ و علم سے ہماری زمینوں اور اپنے مصنوعات و اختراعات سے ہماری جیبوں کو خالی کر رہا ہے، اسوقت تک ہمارے لیے نہ انقلابات سیاسیہ و اضطرابات داخلیہ مفید ہونگے، اور نہ مومترات اصلاحیہ و موازنات دولیہ۔ کیونکہ ہماری موجودہ گونہ گون غلامیان علم کی شاخ سحر کا عمل ہیں، جسکے رد کے لیے بھی اسی شاخ سحر کی ضرورت ہے۔ پس عالم اسلامی کو یہ نکتہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اگر وہ اس کارزار ہستی میں آزادی کے ساتھ زندہ رہنا چاہتا ہے، تو اسکو لازم ہے کہ اس تیغ و سپر سے فوراً مسلح ہو جائے، جو حریت و حیات کے بقاء کے لیے ناگزیر ہیں۔ یہ تیغ و سپر کیا ہیں؟ علوم و معارف -

خطر اصفر (Yellow Peril) یورپ کے لیے خواب خوف آگیاں (ناٹ میو) ہے، جسے دیکھنے کے چیلنے والے کی آواز پر نہ صرف ایوان سیاست کے زرد ترس سونے والے، بلکہ بنگوں کے مہاجن اور بازاروں کے خروانیچے والے تک چیلنے لگتے ہیں۔ اسلیے ارباب دانش و سیاست عرصے سے اس کوشش میں ہیں کہ جسقدر جلد ممکن ہو سکے جراثیم کو قتل کر ڈالا جائے۔ یورپ کا خیال ہے کہ ان جراثیم کے توالد و تناسل، و تضاعف و تزايد کا سبب وحید، اتحاد اسلامی کا تخیل ہے، اور اس اتحاد اسلامی کا عرۃ الوثقی وحدت لغت یعنی زبان کا ایک ہونا ہے۔ پس جہاں مسلمانوں نے خود اپنی لغت ملیہ کو چھوڑ دیا ہے، اور بغیر قہر و اکراہ کے، نہ صرف بنظر ضرورت، بلکہ بخيال تفرنج، و برسبیل مباہات، فرنگی زبانیں اختیار کرتے جاتے ہیں، وہاں تو ضرورت ہی نہیں، مگر جن مقامات کے مسلمان ابھی اس رشتہ اتحاد اسلامی کو اپنی انگلیوں میں مضبوط پکڑے ہوئے ہیں، اور اسوقت تک چھوڑنا نہیں چاہتے، جب تک کہ گردنیں اپنی جگہ سے نہ سرک جائیں، وہاں ہر ایسی شرمناک فرنگیانہ تدابیر سے اسکے چھڑانے کی کوشش کی جا رہی ہے، کہ انسانیت کی زبان ارباب تدابیر کی تعقیر کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ مشرق کا ایک معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ قریباً ہر ملک میں

در زبانیں ہوتی ہیں : ایک لغت فصیحہ کہ ایک ہی ہوتی ہے، اور خطابت و کتابت اور خواندہ طبقہ میں عام طور پر استعمال کیجاتی ہے۔ دوسری دارجہ کہ متعدد ہوتی ہیں، اور زیادہ تر ناخواندہ و باشندگان قصبہ و رده میں مستعمل ہوتی ہے۔ دارجہ کا تعدد و تشلت لغت فصیحہ کی وحدت پر مؤثر نہیں ہوتا۔ اہل دارجہ خواہ صحبت و معاشرۃ، خواہ تعلیم و تربیت سے جب اس قابل ہو جائے ہیں کہ زبان فصیحہ استعمال کرنے لگیں، تو دارجہ کو چھوڑ کے فصیحہ اختیار کر لیتے ہیں۔ کردی کی زارا، عثمانی کی اذری، اور بربری کی عربی سے بھی نسبت ہے، جو فالقی، باسقی، اور بربر فانسالی کی فرانسیسی سے ہے۔

اس توطیہ و جیزہ کے بعد میں اپنے مقصود کی طرف مترجہ ہوتا ہوں۔ افریقہ کی دارجہ بربری ہے۔ رومیوں کے عہد میں تمام قبائل شمالی افریقہ کی یہی زبان تھی، مگر جب اسلام آیا تو اپنے ساتھ مدنیۃ اسلامیہ کے دیگر اجزاء کی طرح لغت اسلامیہ یعنی عربی بھی لایا۔ جس طرح کہ عالم اجسام میں ناموس (تذازع للعیان) (و بقاء الاصلح) جاری ہے، اسی طرح عالم السنہ میں بھی جاری ہے۔ بربری اور عربی میں تذازع و تصادم ہوا۔ بربری تاب مقابلہ نہ لاسکی۔ اعلیٰ طبقہ کو چھوڑ کے جہاں اور عامہ میں پناہ گزیں ہو گئی کہ وہ ہمچیت و توحش کی یاد گاروں کے لیے ایسی پناہ گاہیں ہیں، جہاں تک مدنیۃ و ارتقاء کا ہاتھ نہیں پہنچتا، اور اگر پہنچتا بھی ہے تو بہت عرصہ کے بعد۔ غرضکہ صرف سرانگشت کتابت و خطابت، اور اعلیٰ و خواندہ طبقہ پر عربی نے قبضہ لیا، اور یہ حالت ہو گئی کہ تمدن و شایستگی کا ذریعہ (کہ زبان اسلوب، بلکہ مخارج تک ہیں) عرب کے مخارج کی نقل و محاکات سمجھی جانے لگی، بعینہ اسیطرح، جس طرح کہ ایک انطولی دھقانی جب قسطنطنیہ میں چند دن رہتا ہے تو اپنا کرخت اور درشت لہجہ چھوڑ کے قسطنطنیہ کا شہریں و نرم لہجہ اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یا ایک باشندہ نو آبادی پیرس میں چند دن رہتا ہے تو اپنے وحشیانہ لہجہ کو چھوڑ کے پیرس کے شستہ، شائستہ، اور طرب انگیز لہجہ کو اختیار کر لیتا ہے۔ پس گو افریقہ کی اصلی زبان بربری تھی، مگر جب عربی آئی تو اس نے کچھ تر دامن ملت و خلافت سے وابستگی کی وجہ سے، اور زیادہ تر اپنی خورش آہنگی، مایہ داری، اور قدرت تعبیر سے بربروں کے قلم و ادب کو (جو خطابت و کتابت، تصنیف و تالیف، مراسلہ و مکالمہ پر مشتمل تھا) اپنی وسیع شاہنشاہی میں شامل کر لیا۔ پس اگر فرانس لغت، جنس، اور وطن میں افریقہ سے مختلف ہونے کے باوجود افریقہ کے استعمار کو جائز سمجھتا ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ عربی کے اس استعمار کو "غصب" یا تداخل نا جائز قرار دیا جائے اور افریقہ سے اس کے نکالنے کی کوشش کی جائے۔ حالانکہ اہل افریقہ سے عربی بنسبت فرانس کے زیادہ قریب ہے کہ وہ انکی زبان ملی اور صدیوں سے زبان ادبی ہے۔ مگر یورپ، یہ پیکر مصالح پرستی، یہ مجسمہ خود کامی، یہ مرقع اجماع حریت



# ناموران غزوہ بلقان

## شہادۃ بطل الحریہ

### رحمۃ اللہ علیک یا نیازی بک !!

شہید راہ ملۃ و وطن، و فقید الامۃ

## حادثۃ ملی

ناظرین نسل عثمانی کے موجودہ مجمع ابطال کے مشہور برگذیدہ رکن، اور دستور عثمانی کے اولین مجاہد، یوزباشی (نیازی بک) کو ابھی بھولے نہو گئے، جس کا ذکر صفحات الہلال ہی پر نہیں، بلکہ حوادث و واقعات عظیمۃ عالم کے قراطیس شہرت پر بارہا جالب انظار مغرب و مشرق ہو چکا ہے۔

غزوہ طرابلس کے زمانے میں غازی انور بے کے ورد طرابلس کے بعد انکا بہ تبدیل بناس مصر پہنچنا اور پھر افشاء راز کے بعد واپس جانا، اور پھر انقلاب عثمانیہ آخری میں جانفروشانہ عزائم کے ساتھ شریک ہونا، وہ تازہ واقعات ہیں، جو کل تک ہماری زبانوں پر تھے۔

ممالک اسلامیہ کی تازہ ترین ڈاک سے معلوم ہوتا ہے کہ عین اپنی بد نصیب ملۃ کے دور کھولتے، مگر خود اپنے عنفوان جوانی کے عالم میں، یہ فداء ملۃ، خود البانی عدا ملک و وطن کے ہاتھوں حدود البانیا کے اندر شہید ہو گیا ! انا للہ وانا الیہ راجعون۔

در حقیقت یہ حادثۃ فاجعہ صرف مملکت عثمانیہ کا ہی خسار نہیں ہے، بلکہ ایک مصیبت ملی ہے، جس کے غم میں تمام عالم اسلامی کا حصہ ہے۔ ناموران و ابطال کا فقدان زندہ قوموں کیلئے بھی ایک ماتم کبریٰ ہوتا ہے، پھر اس قوم کیلئے کیوں نہ ہو، جو بے دور انحطاط و تنزل کے دن گن رہی ہو، جس کے تمام خزانے لٹ چکے ہوں، جس کے تمام قوا، نشرو نما مضمحل ہو گئے ہوں، جس کا ہر آنے والا دن، بظاہر گذرے ہوئے دن سے بہ تر ہو۔

ایک دولت مند کی اشرفیوں کا صندوق بھی کھو جائے تو اس کے لیے چنداں غم و حسرت کی بات نہیں ہوتی، کیونکہ اگر ایک صندوق ضائع جاتا ہے تو صدھا صندوق خزانے میں موجود ہوتے ہیں، اور نئی دولت و حشمت کی افزائش و ترقی کا سلسلہ جاری ہوتا ہے، لیکن اگر ایک فقیر در بروزہ گز

جسکی تمام متاع اسکی پھٹی ہری جیب کے چند کھوٹے سکے ہوں، ایک تانبے کا حقیر و ادنیٰ سکہ بھی کھو دیتا ہے، تو شدت غم و مایوسی سے اسکا دماغ چکرا جاتا ہے، اور اپنی بیکسی و محتاجی پر زار قطار رونا شروع کر دیتا ہے۔ کیونکہ دولت مند کیلئے اشرفیائی بھی کچھ نہ تھیں، پر اس بدبخت کیلئے تو ایک کھوٹا سکہ بھی کم از تخت قیصر رتاج سکندر نہیں !!

یہی حال قوموں اور ملکوں کا بھی ہے۔ زندہ قوموں کا خزانہ خصائل و کمالات انسانی، طرح طرح کے طلائی سکوں اور قیمتی و نادر لعل و جواہر سے لبریز ہوتا ہے۔ اور روز بروز انکی دولت میں افزائش، اور انکے خزانے کے حدود ارضی میں وسعت ہوتی رہتی ہے۔ ان میں ہر صنف و فضیلت انسانی کے ارباب کمال موجود ہوتے ہیں، اور ایک جاتا ہے، تو دس اسکی جگہ آ موجود ہوتے ہیں۔ پس کاملین و ابطال کا فقدان کو فی نفسہ درد انگیز ہو، لیکن انکے لیے چنداں موجب خسران و نقصان نہیں ہوتا، لیکن جو قومیں کہ اپنا دور اقبال کھو دیتی ہیں، اور عروج و ارتقاء کی جگہ ادبار و تسفل کے زمانے میں مبتلا ہوتی ہیں، انکی مثال اسی کنگال فقیر کی سی ہوتی ہے۔ پس انکو تو اپنا ایک کھوٹا سکہ بھی ہزار درجہ زائد از لعل و گہر محبوب ہونا چاہیے۔ چہ جائیکہ وہ لعل درخشاں، جو فقیر کی گتھری ہی میں نہیں، بلکہ پادشاہ کے تاج و تخت کیلئے بھی زیور ہو !!



شہید راہ ملۃ و وطن :

رستمہ لی نیازی بک

ہم لت گئے ہیں۔ ہمارا خزانہ تاراج ادبار ہو گیا۔ اور ہمارے آجڑے باغ کے پھولوں سے آج غیروں کے کا شانہ و ایوان معطر ہو رہے ہیں۔

ایسی حالت میں ہم کو اپنی بچی کھچی پونجی کے ایک ایک ذرہ عشق ہونا چاہیے، اور اگر آرتو کو اپنے پھولوں کے لٹنے کا خوف ہے، تو ہم کو اپنے گہر کے خس و خاشاک کے ضائع ہوجانے کا غم ہونا چاہیے !!

\*\*\*

جب یہ حال ہو تو پھر آج ہم (نیازی بک) کے فقدان پر جس قدر ماتم کریں کم ہے۔

ہم اشاعت آتیہ میں انکی سوانح عمری شائع کرینگے، جو انکی خود نوشتہ سوانح (خاطر نیازی) سے ماخوذ ہوگی۔

جنگ بلقان کے چھوٹے ہی یہ ملت پرست غیر مصروف خدمات اسلامیہ ہو گیا تھا۔ اس نے فرج سے الگ ہو کر مجاہدین کی ایک خاص جماعت قائم کی تھی، اور اپنے دوست و ہمراز یوسف صبری بک کے ساتھ مصروف دفاع وطن، اور جہاد فی

آہنگ ہیں کہ ارمینیہ کی خوشحالی صرف ان اصلاحات سے ممکن ہے جو (یورپ کی کفالت پر) دولت عثمانیہ نافذ کرنا چاہتی ہے۔ ان خواہش کو پورا کرنا غیر ممکن ہے جو بعض ارمینی ارباب ہوس دیکھ رہے ہیں۔ اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ دولت عثمانیہ کی مشکوک حالت ہی نے ارمینیوں کو اس خیال سیاسی اور ان پر افراط مطالبات کے غاروں میں گرا دیا ہے۔ اور بعض نے تو بے سود حرکتیں کی ہیں جنکو مستقبل کی اصلاحات سے کوئی تعلق نہ تھا۔

موجودہ جنگ بلقان کو ارمینیہ کے مستقبل سے کوئی تعلق نہیں یہ ناممکن ہے کہ ریاستہائے بلقان کی فتوحات کا اثر مشرقی انا طول پر پڑے۔ دول عظمیٰ نے (اپنے مصالح کی بنا پر) بالاتفاق ط کر لیا ہے کہ ابھی انا طول ترکی ہی کے ہاتھ میں رہے۔ ترکی پر موجودہ جنگ کے نتائج کا اثر خواہ کچھ ہی پڑے، مگر اسکو مسئلہ ارمینیہ سے ذرا بھی مس نہیں۔ اگر وہاں دول عظمیٰ میں سے کسی کے فوائد پامال نہ کیے گئے، تو روس یا کوئی طاقت بھی شدائد جنگ کی طرف ایک قدم نہ اٹھائیگی۔ پس اگر ارمینی ترکی کے ساتھ اپنے تعلقات خوشگوار رکھیں تو یہ انہی کے لیے بہتر ہوگا۔ انکو چاہیے کہ یورپ کا دروازہ کھٹکھٹا نے کے بدلے اپنی ہی حکومت کی طرف رجوع کریں کہ انکی امیدوں کے حصول کے لیے یہ کفیل تر و قریب تر صورت ہے۔

### تصريحات شاه یونان

جارج مترونی شاہ یونان اور ڈاکٹر ہولڈت سے جوسالونیکا میں زخمیوں کے معالج میں، موجودہ جنگ کی بابت بارہا گفتگو ہوئی۔ چونکہ جنگ برسرِ اختتام تھی، اسلئے شاہ مترونی نے بعض ان امور کے اظہار میں تردد نہیں کیا، جواب تک اس نے ظاہر نہیں کیے تھے۔ جارج نے کہا کہ یونانیوں کے شدید ترین دشمن بلغاری ہیں، یونانیوں اور بلغاریوں میں ایک شدید جنگ کا ہونا ناگزیر ہے۔

۱۴ - برس سے ہم اس جنگ کے لیے تیار ہو رہے تھے، جس سے آج فتح مند نکلے ہیں۔ اس تمام مدت میں ہم کو رتوق تھا کہ کسی نہ کسی دن ضرور منزل مقصود تک پہنچیں گے۔ اسلئے ہم نے بہت سے زنجیر امور کو برداشت کیا۔ ہم نے بتحقیق یہ معلوم کر لیا تھا کہ ہم میں نہ ترقوت کی کمی ہے، اور نہ صبر و فرصت شناسی کی، لیکن ہم ترکی تخت کو نہ الت سکے اسلئے ہم نے اسوقت کا انتظار کیا جبکہ وہ اندر رولی اور بیرونی جنگوں میں مشغول ہو۔ موجودہ وقت ایسا ہی تھا، اسلئے ہم نے اس کے ساتھ وہ جنگ شروع کی، جسکا انجام ہماری فتح مندی پر ہوا۔ اب یونان کو استراحت کی ضرورت ہے، مگر نہ اسطرح کہ یہ بھول جائے کہ اسکو ایک اور جنگ کے لیے تیار رہنا ہے اور تین چار سال کے بعد جس سے بچنا ناممکن ہو جائیگا۔ بلکہ میری رائے میں عجب نہیں کہ عنقریب ہو۔

ممکن ہے کہ دشمن (نام کی تصریم نہیں) جب اپنی طاقت جمع کر لے تو ہماری قوت سے تعداد میں بڑھ جائے۔ مگر ایک سپاہی اور دوسرے سپاہی میں جو فرق ہے، وہ اس عدم توازن کی تلافی کر دیگا۔ ہماری بہادر فوج پر جوش ہے، اور بخلاف بلغاری فوج کیونکہ اسکی قوتیں گری ہوئی ہیں۔ مجھے اپنی فوج پر اعتماد ہے، اگرچہ اسکی تعداد اسوقت صرف ایک لاکھ ۸۰ ہزار ہے مگر ہم ضرورت کے وقت اس میں اہم اضافہ کر سکتے ہیں۔ میں ایک بات اور کہتا ہوں۔ جسطرح کہ ہم کو اس جنگ میں مددگار ملے ہیں اسطرح آئندہ جنگ میں بھی ہم کو معین مل جائیں گے۔

قوموں سے کہیں زیادہ (اس واقعہ کو ضرور یاد رکھنا چاہیے جسکو انیسویں صدی کے یورپ اکثر بھلا دیا کرتا ہے) اور پورے مقدونیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ قوائہ اور اس کے پاس کے تین اضلاع بالکل اسلامی شہر ہیں۔ ان کے علاوہ یہود (سفر دیم) بھی کثرت سے آباد ہیں۔ صرف ایک شہر سالونیکا میں انکی تعداد اسی ہزار سے کم نہیں جو دیگر فرقوں سے کہیں زیادہ ہے۔ یہ لوگ اور لوگوں کی نسل میں ہیں، جو سنہ ۱۴۹۳ء میں کلیسا اور سلطنت، دونوں کے ہاتھ سے گھایل اور مقدس انکریزیشن کے مظالم و تشدد سے بھاگ کر ترکوں کے پاس پناہ گزیں ہوئے تھے۔ ترکوں نے ان کے ساتھ ہمیشہ ایک بے تعصبانہ اور ہمدردانہ برتاؤ کیا۔ المختصر ”یونانی“ گوشہ جنوب مغرب اور مقامات ساحل میں، اور ”بلغاری“ مشرق میں، اور ”سربی“ شمال میں آباد ہیں۔

ہم سلطنت عثمانیہ کو اس الزام سے بالکل بری الزمہ نہیں کرنا چاہتے، جو مقدونیا کی بد نظمی کے معاملے میں اس پر عاید ہوتا ہے۔ ترکوں نے اس معاملہ میں بیشک غفلت اور سہل انگاری سے کام لیا، اور ریفارم (اصلاح معاملات) میں ضرور انہوں نے سستی کی۔ مگر ان کے ہمسایوں کا طرز عمل اس سے بالکل جدا تھا۔ ان کے واسطے بد نظمی بہت ضروری تھی، کیونکہ ان کے شیطانی منصوبوں کی پرورش صرف اس بد نظمی کے گہوارہ ہی میں ہو سکتی تھی۔ اگر ترک اصلاح نہیں صرف سستی کے گنہگار تھے، تو یہ لوگ اسی اصلاح کے جانی دشمن اور سخت مخالف تھے۔ اس کے علاوہ اس مخالفت کی تجویز میں ریاستہائے بلقان کے علاوہ اور لوگ بھی شریک رہے ہیں، جنکا دافع ہمیشہ سے البانیا اور سالونیکا پر لگا تھا۔

صدھا طریقوں سے مخالفت کی آگ بھڑکائی گئی، مگر ارمینیوں سے صرف چند ہمارے اس رسالے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ نفرت صرف ترکوں ہی تک محدود نہ تھی۔ ”یونانی“ اور ”بلغاری“ بسبب اختلاف قوم و مذہب آپس میں اسدرجہ عداوت رکھتے تھے کہ اس کے آگے ترکوں کی منافرت مات ہو گئی تھی۔ اصلاح کے سوا اور کسی چیز سے ان متضاد عناصر میں ایک غیر طبعی اتفاق و اتحاد کا پیدا کرنا ممکن نہ تھا، مگر اصلاح کے معنی تھے ایک متحدہ اور مطمئن مقدونیا، مگر مقدونیا کے اتحاد سے یونانیوں اور اسلافیوں کی تمام حوصلہ مندیوں خاک میں مل جائیں۔

### مسئله ارمینیہ

روسی اخبار باکو نے ارمینیہ کے متعلق سینٹ پیٹرسبرگ کے ایک مدیر کا مضمون شائع کیا ہے۔ مضمون نگار لکھتا ہے: اس امر کا تصور بھی ممکن نہیں کہ دول کی مخاصمت کا نشانہ بنے بغیر روس اراضی کو قاف سے زیادہ وسیع زمین حاصل کر سکے۔ کیونکہ اس صورت میں وہ مجبور ہوگا کہ ان تمام مقامات میں، جن پر وہ قابض ہوا، اتنی بڑی فوجی طاقت رکھے، جتنی کہ وہ کوہ قاف میں بھی جمع نہ کر سکا ہے، اور اگر خونیں رستخیز کے بعد چھ ہمسایہ اناطولی صوبوں کو روس نے مشغول کر لیا، تو دول عظمیٰ کے سامنے وہ اس جوابدہی کا ذمہ دار ہو جائیگا، جسکی اس میں طاقت نہیں۔ صوبہ ہائے مذکور میں انتظامی خود مختاری کی بنیاد انہی ارمینیوں کے لیے اس سے زیادہ مضر ہے، جتنی کہ مفید ہے۔ وہاں اکثریت اسلام کو حاصل ہے۔ پس انتخاب میں اقلیت (مذرتی) انہی کی طرف ہوگی۔

ارمینیوں کے لیے مفید ترین اصلاحات کا نفاذ ہے۔ مسئلہ شرقیہ سے بحث کرنے والے تمام ارباب سیاست اس امر میں میرے ہم

جس سے ہوا یا زرد بخار، جسم میں منتقلی اور قے بھی آتی ہو۔ سرہی سے ہوا کو بھی ہے۔ جنگلی بخار ہو۔ یا بخار میں درد سر بھی ہو۔ یا بخار۔ یا آسامی ہو۔ زرد بخار ہو۔ بخار کے ساتھ کلتیاں بھی ہو گئی ہیں۔ اور اعضا کی کمزوری کی وجہ سے بخار آتا ہو۔ اور سب کو حکم خدا ہو کرتا ہے "اگر شفا پانے کے بعد بھی استعمال کیجئے تو بہرہ بڑھ جاتی ہے" اور تمام اعضا میں خون صالح پیدا ہونے کی وجہ سے ایک قسم کا جوش اور بدن میں چستی و چلاکی آ جاتی ہے، نیز اُسکی سابق تندرستی از سر نو آ جاتی ہے۔ اگر بخار نہ آتا ہو اور ہاتھ پیر ٹوٹے ہوں، بدن میں سستی اور طبیعت میں کھلی رہتی ہو۔ کام کرنے کو جی نہ چاہتا ہو۔ کھانا دیر سے ہضم ہوتا ہو۔ تریہ تمام شکایتیں بھی اسکے استعمال کرنے سے رفع ہو جاتی ہیں۔ اور چند روز کے استعمال سے تمام اعصاب مضبوط اور قوی ہو جاتے ہیں۔

قیمت بی بی بوتل - ایک روپیہ - چار آنہ

چھٹی بوتل بارہ - آنہ

پرچہ ترکیب استعمال بوتل کے ہمراہ ملتا ہے

تمام دکانداروں کے ہاں سے مل سکتی ہے

المشتہر رہبر و رائلٹر

ایچ۔ ایس۔ عبد الغنی کیمسٹ - ۲۲ و ۷۳

کلر ٹولہ اسٹریٹ - کلکتہ



## سیکا مسیچر

ہندوستان میں نہ معلوم کتنے آدمی بخار میں مر جا چکے ہیں، اسکا برا سبب یہ بھی ہے کہ ان مقامات میں نہ تو درخانے ہیں اور نہ ڈاکٹر، اور نہ کوئی حکیمی اور مفید پینٹ ہو اور ان قیمت پر گھر بچھے بلا طبی مشورہ کے میسر آ سکتی ہے۔ ہنر خلق اللہ کی ضروریات کا خیال کر کے اس عرق کو سالہا سال کی کرشم اور صرف کثیر کے بعد ایجاد کیا ہے، اور فروخت کرنے کے قبل بذریعہ اشتہارات عام طور پر ہزار ہا شیشیل مفت تقسیم کر دی ہیں تاکہ اسکے فوائد کا پورا اندازہ ہو جائے۔ مقام مسرت ہے کہ خدا کے فضل سے ہزاروں کی جانیں انکی بدلت بھی ہیں اور ہم دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے عرق کے استعمال سے ہر قسم کا بخار یعنی بڑا بخار - مومنی بخار - باری کا بخار - پھر کر آنے والا بخار - اور زرد بخار، جسم میں نرم جگر اور طحال بھی

## ریویو آف ریلیجنز - یا مذاہب عالم پر نظر

اردو میں ہندو مت اور انگریزی میں یورپ امریکہ و جاہل وغیرہ ممالک میں زندہ مذہب اسلام کی صحیح تصویر پیش کرتے والا - معصوم نبی ملیہ السلام کی ہاں تعلیم کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں - اس کا دور کرنے والا اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دینے والا بھی ایک پرچہ ہے جس کو درست دھرم دنیا کے سامنے پیش کرنے کے قابل سمجھا ہے۔ اس رسالے کے متعلق چند ایک واؤں کا اکتیس حسب ذیل ہے :-

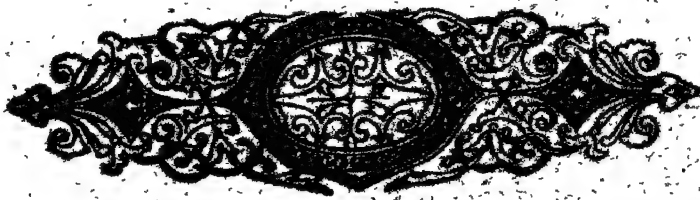
الہیہان لکھنؤ - ریویو آف ریلیجنز ہی ایک پرچہ ہے جس کو خالص اخلاقی پرچہ کہنا صحیح ہے - عربی میں النار اور اردو میں ریویو آف ریلیجنز سے بہتر پرچہ کسی زبان میں شائع نہیں ہوئے - اس کے زور آور مضامین ہر علم و فضل کو ناز ہے -

کریسٹنٹ لیور پول - ریویو آف ریلیجنز کا پرچہ دلچسپ مضامین سے بھرا ہوا ہے - ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے متعلق جو جاہل عیسائی الزام لگاتے کرتے ہیں - اس کی تردید میں نہایت ہی فاضلانہ مضامین اس میں لکھا گیا ہے - جس کے ساتھ مضمون آج تک شائع نہیں ہوئے گئے -

مسٹر روب صاحب امریکہ - میں یقین کرتا ہوں کہ یہ رسالہ دنیا میں مذہبی خیال کو ایک خاص صورت دینے کے لیے ایک نہایت زبردست طاقت ہوگی - اور یہی رسالہ اب زکریا کے دور کرنے کا ذریعہ ہوگا - جو جہالت سے بھاگی کی راہ میں قادی گئی ہیں -

ریویو آف ریلیجنز - لندن - عربی ممالک کے باغیوں کو جرمذہب اسلام کے زندہ مذہب ہونے کے مضامین سے دلچسپی رکھتے ہیں چاہے کہ ریویو آف ریلیجنز خریدیں -

وطن لاہور - یہ رسالہ بڑے ہابہ کا ہے - اس کی تحقیقات اسلام کے متعلق ایسی ہی فلسفیانہ اور عمیق ہوتی ہے - جیسی کہ اس رسالہ میں درکار ہے مالاہ قیامت اکثرین پرچہ ۴ روپیہ - اردو پرچہ ۲ روپیہ - نمونہ کی قیمت انگریزی ۴ - اردو ۲ - تمام درخواستیں بنام منیجر میگزین قادیان - ضلع گورداس پور آتی چاہئیں •







لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

# آلِ شَاہِ

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

میرسنوں کے خصوصی

مسائل کا مطالعہ

مقام اشاعت

۱۰۷ مکلاہ اسٹریٹ

کراچی

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

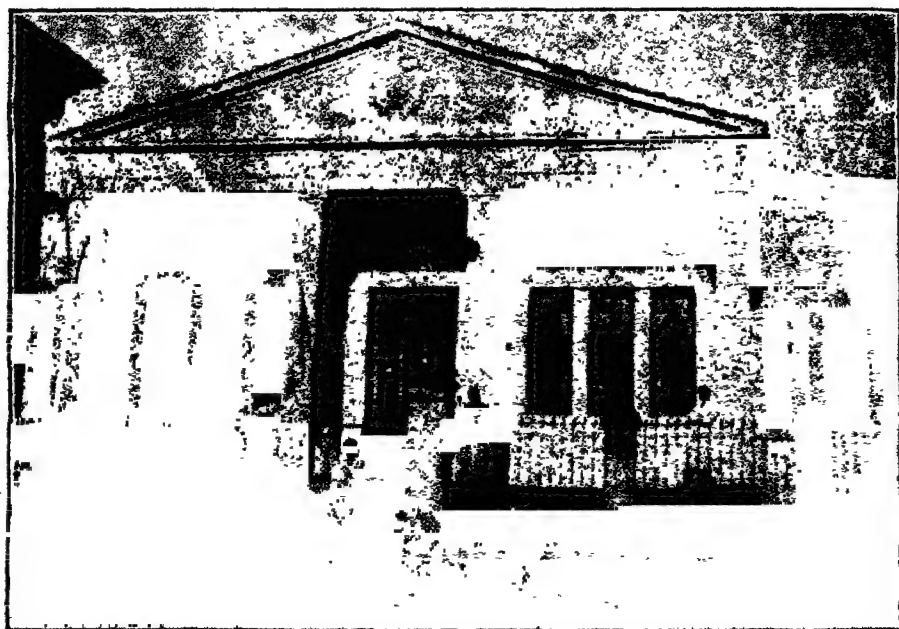
عشماوی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

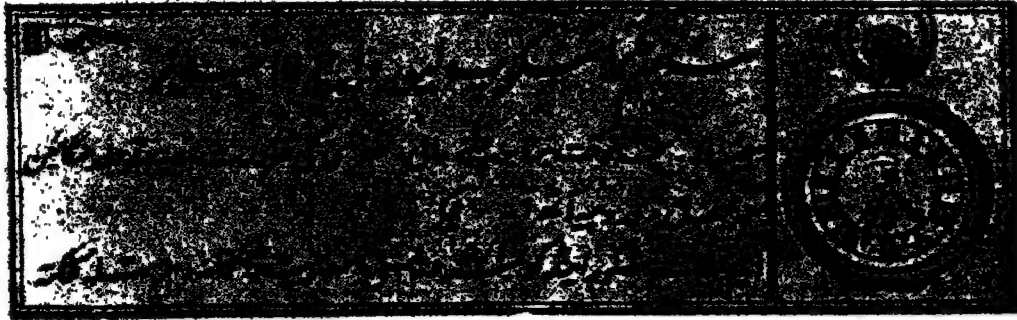
جلد ۲

کراچی: چہار شنبہ ۲۸ جادی الثانیہ ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta Wednesday, June 4, 1918.

نمبر ۲۲





## درد سر و درد ریاہ کی دوا

ریاہی درد لفظ میں پہاڑ ہو جاتا ہے۔ یہ درد لفظ میں اسکو پائی کر دیتی ہے۔ درد ریاہ جیسے ٹپک۔ چمک۔ قیس۔ رگوں میں لہر کن کنی سے چاہے جسقدر تکلیف ہو۔ اس دوا کے استعمال سے فوراً رفع ہوتی ہے درد سر کے واسطے بھی اس دوا کا ایسا ہی فائدہ ہے۔ نصف سر میں ہوا تمام سر میں کسی وجہ سے کیسا ہی درد ہو اس دوا سے رفع ہو جاتا ہے صرف یہی نہیں اگر سر کٹا جاتا ہو پھٹا جاتا ہو۔ آڑا جاتا ہو۔ اس دوا سے فوراً بند ہوتا ہے۔ اندنوں لوگ ذرا ذرا سی باتوں میں سر دکھایا کرتے ہیں کم میں یا مفت کی باتوں میں فکر و تردد میں عیش و عشرت میں فن کو رات اور رات کو فن بٹانے میں کل شکایتیں سر پر آ جاتی ہیں۔ اور ہمارے درد سر پکارا کرتے ہیں ڈاکٹر برمن کی دوا ایسے لوگوں کے لیے ہے۔ دوا کے استعمال سے فوراً درد بند ہوتا ہے۔ اسلئے ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا لازم ہے۔

( قیمت ۱۲ گیلوں کی ایک شیشی (۶ آنہ) محصول ڈاک ایک سے چھہ قبیہ تک ۵ آنہ )

ڈاکٹر ایس کے برمن۔ منبشتار اچندوت اشرف کلکتہ

## المکتبة العلمية الاسلامیة فی علی گڑہ

ادہ آلے کے گت وصول ہونے پر مفت روانہ کی جاتی ہے۔  
رسالہ المنار ( جو تمام دنیا کے اسلام میں بہترین عربی رسالہ تسلیم کیا گیا )  
اس کی گذشتہ ۱۵ سال کی ۱۵ جلدیں مکمل مع فهرست مضامین موجود ہیں  
قیمت عام طور پر فی جلد ۱۵ روپے ہیں مگر دوسری جلد کی قیمت پچاس روپے  
قیسری جلد کی قیمت پچاس روپے ہیں۔  
یہ کتب خانہ رسالہ المنار کا کل سالک ہندوستان میں سول ایجنٹ ہے  
جن اصحاب کو اس رسالہ کی خریداری منظور ہو چندہ سالانہ مبلغ ۱۵ روپے ہوا  
پاس روانہ فرمائیں، روپیہ وصول ہونے پر رسالہ براہ راست ان کی خدمت میں آج  
کرا دیا جائیگا۔

اس کتب خانہ میں مختلف علوم و فنون کی کتابیں مطبوعہ مصر، ہام، بیروت  
پورقطنطہ وغیرہ فروخت کے لیے موجود رکھی ہیں اور نہایت مناسب و معتدل  
قیمت پر کتابیں کی خدمت میں روانہ کی جاتی ہیں۔ خاصکر مکتبہ المنار کی  
کتابیں، حضرت الاسکا امام شیخ محمد مبدہ اور حضرت السید الامام سید رشید رضا  
کی تمام تصانیف اس کتب خانے میں ہر وقت مہیا رکھی ہیں۔ فرمائشوں کی تعمیل  
مستعمل کے ساتھ کی جاتی ہے۔ کتب خانہ کی جدید فہرست تیار ہو گئی ہے جو

المشتہر منیجر المکتبة العلمیة الاسلامیة، مدرسة العلوم، علی گڑہ

شیخ غوث علی خاں دارش علی ہند منبشتار اچندوت اشرف کلکتہ

<p><b>عق جبر کاغذ</b></p> <p>در چشم کشاکش کر روان خط و کتابت مالی خواہش دست بین الدریستہ سے تالیف عمر و حیات کا حوالہ ادوار و شیشی پلاٹ</p>	<p><b>عق جوہر کریمہ</b></p> <p>مفرد دل و دماغ اور روح کو تانگی کشتی ہے روان و پرمیانی غلام میں غلام سے غلام روان و پرمیانی غلام ادوار و شیشی پلاٹ</p>	<p><b>عق ہار تیل</b></p> <p>بیت بچوں اور بچوں کی تانگی کشتی ہے روان و پرمیانی غلام میں غلام سے غلام روان و پرمیانی غلام ادوار و شیشی پلاٹ</p>	<p><b>بادامی جوی تیل</b></p> <p>بیت بچوں اور بچوں کی تانگی کشتی ہے روان و پرمیانی غلام میں غلام سے غلام روان و پرمیانی غلام ادوار و شیشی پلاٹ</p>	<p><b>روغن ہولہری</b></p> <p>بیت بچوں اور بچوں کی تانگی کشتی ہے روان و پرمیانی غلام میں غلام سے غلام روان و پرمیانی غلام ادوار و شیشی پلاٹ</p>	<p><b>لہری باسٹیل</b></p> <p>بیت بچوں اور بچوں کی تانگی کشتی ہے روان و پرمیانی غلام میں غلام سے غلام روان و پرمیانی غلام ادوار و شیشی پلاٹ</p>	<p><b>نوٹ</b></p> <p>بیت بچوں اور بچوں کی تانگی کشتی ہے روان و پرمیانی غلام میں غلام سے غلام روان و پرمیانی غلام ادوار و شیشی پلاٹ</p>
---	---	---	---	--	--	--

## حمیدیہ ہونٹل

نمبر ۱۳۱ لوز چیت پور روڈ - کلکتہ

ہمارے ہونٹل میں ہر قسم کی اٹھائے خوردنی و نوشیدنی ہر وقت طیار ملتی ہیں نیز اس کے ساتھ مسافروں کے قیام کیلئے ہر تکلف اور  
لوم وہ کمروں کا بھی انتظام کیا گیا ہے جو نہایت ہوادار، فرلخت اور بر لب راہ واقع ہیں جن صلیبوں کو کچھہ دریافت کرنا ہر بذریعہ خط و کتابت ملویدہ  
ہونٹل سے دریافت کر سکتے ہیں۔ جنگ ترکی و اگلی اور جنگ بلقان کی جملہ تصویریں ہمارے ہونٹل میں فروخت کے لیے موجود ہیں  
مع تصویر شیشی سنری وغیرہ۔

رشیخ عبد الکیم مالک حمیدیہ ہونٹل



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

AL - H I L A L

Proprietor & Chief Editor :

Abul Kalam Azad

7-1 McLeod Street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

half-yearly " " 4 - 12.

# الاحلام

ایک ہفتہ وار موصولہ سالہ

میر حسن علی خاں  
میر حسن علی خاں

مقام اشاعت  
۱۰۷ مکلاوڈ اسٹریٹ  
کالکٹہ

عنوانات گفرائ  
«الاحلام»

قیمت  
سالانہ ۸ روپہ  
ششماہی ۴ روپہ ۱۲ آنہ

۲۲

کالکٹہ: چہار شنبہ ۲۸ جادی الثانیہ ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta : Wednesday, June 4, 1918.

## شذرات

### من انصاری الی اللہ ؟ ؟

درہ منزل جانال کہ خطرہاست بجان  
شرط اول قدم آنست کہ معنوں باشی

(۱) جو حضرات بغیر کسی تعریک کے معض اپنے ذاتی جوش اور قلبی زواری سے اس دعوت کی تبلیغ میں سعی مشکور فرما رہے ہیں، اور فارموس کو طلب کرتے، رسائل کی اشاعت کیلئے اپنے قلمیں پیش کرتے، اور والہانہ و بیقرارانہ اس بارے میں خط و کتابت فرما رہے ہیں، نہیں سمجھتا کہ کن لفظوں میں انکا تذکرہ کروں؟ اگر میرا ذاتی کام ہوتا تو انکا شکر گزار ہوتا، لیکن اس معاملے میں کسی کی سعی کے شکریہ ادا کرنے کا اگر کسی کو حق ہے، تو صرف اسلام کو، یا اس خدائے اسلام کو، جس نے آج مدعیوں کی آزمائش کھلیے اپنے دین معبود کو اسکی غربت اولیٰ میں چھڑ دیا ہے، اور زبان آردان خدمت و جہاں سپاری کیلئے ایک میدان امتحان کھول دیا ہے کہ کون بڑھتا ہے، اور کون ہے، جو خدمت ملت کی اس دولت عظمیٰ سے فالز المرام ہوتا ہے؟

(۲) اسطرح کے بزرگوں کے جوش ایمانی اور راولہ ملی کو تالیف الہی کے اس سلسلے کا پہلا ظہور یقین کرتا ہوں، جو الحمد للہ کہ میرے سامنے ہے، اور جسکی نسبت ایقان کامل اور مامانیہ رائق کی صدا روز اول ہی سن چکا ہوں۔ رہ، جسکا دست مغفی ہر ظہور صداقت، اور ہر دعوت حق و ہدایت کے تغم کی آب پاشی کرتا، اور ہر اپنے اوپر بہرہ رسد کرنے والے کا ساتھ دیتا، اور امکے اندر سے اپنی

## فہرست

۱	من انصار الی اللہ
۲	اعانۃ مہاجرین
۳	مسئلۂ حج ۷ مبادی
۴	ہفتہ چنگ
۵	مقالۃ افتتاحیہ
۶	مسلمانان ہند اور گورنمنٹ کی تعلیمی حکمت عملی
۷	مقالات
۸	دولت بنی امیہ اور الہلال (۲)
۹	ناموران غزوہ بلقان
۱۰	شہادت بطل حریت (۲)
۱۱	اعانۃ مہاجرین
۱۲	مراسلات
۱۳	تصمیم ضروری
۱۴	مدرسہ بجاء مکتب
۱۵	قانون ازدواج بیرون کی تعریک
۱۶	کیا عرب سے اسلام کی حکومت مت جاگیگی
۱۷	فہرست چندہ زر اعانۃ ہلال احمر

## نصاب

۱۳	گیلی پولی کا شفاخانہ ہلال احمر
۱۴	نیازی بے
۱۵	اسعد پاشا

## لاکھوں بے خانماں مہاجرین

قسطنطنیہ کی گلیوں میں ۱۱۱

### الہلال کلکتہ - سالانہ قیمت مع محصول صرف آٹھ اہہ !!!

اخراجات خط و کتابت کیلئے وضع کردہ رقمی سارے سات روپیہ اس نقد میں داخل کر دیا جائیگا اور ایک سال کیلئے اخبار آنکے نام جاری کر دیا جائیگا۔ گویا سارے سات روپیہ وہ اپنے مظلوم و ستم رسیدہ برادران عثمانیہ کو دینگے، اسکا اجر عظیم اللہ سے حاصل کریں گے اور صرف آٹھ اہہ آٹھ میں سال بھر کیلئے الہلال بھی (جو جیسا کہچہ ہے، پبلک کو معلوم ہے) انکے نام جاری ہو جائیگا۔ اس طرح چار ہزار خریداریوں کی قیمت سے ۳۰۰ ہزار روپیہ فراہم ہو سکتا ہے اور دفتر الہلال آج سے خود فائدہ اٹھانے کی جگہ، اس کا ذخیرہ کیلئے وقف کر دیتا ہے۔

(۵) اس وقت مہسوار تین سو تک نئے خریداروں کا اوسط

۰۳۰ لیکن دفتر ۰۳۰ جون تک کیلئے اپنی تمام آمدنی اپنے ارباب حرم کر لیتا ہے۔ دفتر اس وقت تک کئی ہزار روپیہ کے نقصان میں ہے اور مصارف روز بروز بڑھتے چلے ہیں، تاہم اس تار کو پھر طبیعت پر جو اثر پڑا، اس نے مہجور کر دیا، اور جو صورت اپنے اختیار میں تھی، اس سے گریز کرنا، اور صرف دوسروں ہی کے آگے ہاتھ پھیلاتے رہنا، بہتر نظر نہ آیا۔ یورپ میں اخبارات کے دفتر اپنی جیب سے ہزاروں روپیہ کا ذخیرہ میں دیتے ہیں۔ شاید اردو پریس میں یہ پہلی مثال ہے، لیکن اسکی کامیابی اس امر پر موقوف ہے کہ برادران ملت تعقل نہ فرمائیں اور اس فرصت سے فائدہ اٹھا کر فوراً درخواست



یورپین ترکی کے بے خانماں مہاجرین جامع ایاصوفیہ کے سامنے

آج دفتر الہلال میں دو تار دفتر تصویر افکار، اور ڈاکٹر مصباح نے پہنچے ہیں کہ "خدا کیلئے یورپین ترکی کے آن لاکھوں بے خانماں مہاجرین کے مصائب کو یاد کر، جنہیں ہزار ہا بیمار عورتیں، اور جاں بلب بچے ہیں۔ جنکو جنگ کی ناگہانی مصیبتوں کی وجہ سے یکایک اپنا گھر بار چھوڑنا پڑا، اور جنگی حالت جنگ کے زخمیوں سے بھی زیادہ درد انگیز ہے۔ جو مر گئے، انکو دفن کر دیں، جو زخمی ہیں انکو شفا خانے میں لے آئیں، لیکن جو بد نصیب زندہ، مگر مردے سے بدتر ہیں، انکو کیا کریں؟"

دفتر الہلال حیران ہے کہ اس وقت اعانت کا کیا سامان کرے؟ مدد کیلئے نئی ایپیلیں کرنا شاید لوگوں کو ناگوار گذرے، ہلال احمر

کا چندہ ہر جگہ ہو چکا ہے، اور تمسکات کا کام بھی جاری ہے۔ مجبوراً جو کچھ خود اسکے اختیار میں ہے، اسی کیلئے کوشش کرتا ہے۔

(۱) کم از کم وہ ایک ماہ کے اندر دو ہزار پاؤنڈ یعنی ۳۰۰ ہزار کی رقم مخصوص اعانتہ مہاجرین کیلئے فراہم کرنا چاہتا ہے، کیونکہ ہلال احمر کے مقصد سے جو روپیہ دیا جاتا ہے، اسکو خلاف مقصد دوسری جگہ لگا نا بہتر نہیں۔ اسکی اطلاع آج ہی ترکی میں بھیجی گئی ہے۔

اس بارے میں جو صاحب دود اعانت فرمائیں گے فاجرہ علی اللہ،

وہانہ وہ دوسروں پر بار ڈالنے کی جگہ، خود ہی اس رقم کو اپنی جانب سے پیش کرنا چاہتا ہے۔

(۲) اسکی صورت یہ ہے کہ بلا شک نقد تیس ہزار روپیہ دینا دفتر کے امکان سے باہر ہے، مگر یہ تو ممکن ہے کہ تیس ہزار روپیہ جو آئے مل رہا ہو، وہ خود نہ لے، اور اس اشد ترین ضرورت اسلامیہ کیلئے وقف کر دے؟

(۳) یقیناً میں ۳۰۰ ہزار نہیں دیسکتا، لیکن آپ کیوں نہیں مجھے ۳۰۰ ہزار روپیہ دیتے، تاکہ میں دیدوں؟

(۴) پس آج اعلان کیا جاتا ہے کہ دفتر الہلال چار

ہزار الہلال کے پرچے ایک ایک سال

کیلئے اس غرض سے پیش کرتا ہے۔ آج

کی تاریخ سے ۳۰ جون تک جو صاحب آٹھ

روپیہ قیمت سالانہ الہلال کی دفتر میں

بھیج دینگے، انکے روپیہ میں سے صرف آٹھ اہہ آنے ضروری

خوبداری بھیج دیں۔ رہنا تقبل منا انک انت السميع العليم

(۶) الہلال - اردو میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے، جو یورپ اور

ترکی کے اعلیٰ درجہ کے با تصویر، پر تکلف، خوشنما رسائل کے نمونے پر نکلتا ہے۔ اسکا مقصد وحید دعوت الی القرآن، اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔ محققانہ علمی و دینی مضامین کے لحاظ سے اسکے امتیاز و خصوصیت کا ہر مرافق و مخالف نے اقرار کیا ہے۔

اُس نے ہندوستان میں سب سے پہلے ترکی سے جنگ کی خبریں براہ راست منگوائیں، اسکا باب "شئون عثمانیہ" ترکی کے حالات جنگ کے واقعات صحیحہ معلوم کرنے کا مخصوص ذریعہ ہے۔

"ناموران غزہ طرابلس و بلقان" اسکی ایک باتصویر سرخی ہے جسکے نیچے وہ عجیب و غریب موٹر اور حیرت انگیز حالات لکے جاتے ہیں۔

جو اپنے مخصوص نامہ نگاروں اور خاص ذرائع معلومات سے حاصل کیے جاتے ہیں۔ مقالات، مذاکرہ، علمیہ، حقائق و وثائق، المراسلہ و المناظرہ، اسئلہ و اجوبہ، اسکے دیگر ابواب و عنوان مضامین ہیں۔

آٹھ آنے میں شاید ایک ایسا اخبار برا نہیں۔

(۷) درخواست میں اس اعلان کا حوالہ ضرور دیا جائے، اور

کارہ کی پیشانی پر "اعانتہ مہاجرین" کا لفظ ضرور لکھا جائے۔

حج حج عمریت کے ساتھ ادائے فريضہ حج کے لیے سفر نہ کر سکیں۔ خوف یہ ہے کہ ایام حج میں مختلف ممالک کے مسلمانوں کا مکہ مبارکہ میں اجتماع ہوتا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپس کے مبادلۂ افکار سے ان میں زندگی کی کوئی مفید روح سرايت کر جائے، اور پھر یہ قوم موت قطعی سے، کہ یورپ اسی کے تہیہ میں ہے، بچ نکلے۔ حال میں حج حج ہند کیلئے بعض نئے انتظامات گورنمنٹ ہند کے پیش نظر ہیں، اس نے عام مسلمانوں کے اندر بدگمانی پیدا کر دی ہے کہ یہ بھی مسئلہ حج کیلئے ایک بندش ہے۔

جدید بندش موجودہ واقعات یہ ہیں کہ انگریزوں کی ایک جہازوں کمپنی (مسرس ٹرنر مارینس - اینڈ کو) نے ایرانیوں کی بمبئی پرشیا اسٹیم نیویگیشن کمپنی کے جہاز، جو گویا حج کے لیے مخصوص ہیں، خرید لیے ہیں۔ اس خریداری نے دامن ہوس پھیلانے اور کمپنی نے گورنمنٹ بمبئی سے درخواست کی کہ مسافران حج کا اس کو تھیکہ مل جائے، اور جو ایک دو مسلمانوں کے جہاز حاجیوں کو عرب لے جائے اور وہاں سے واپس لے آئے ہیں وہ بھی اس نفع سے محروم ہو جائیں۔ اس تحریک خواستگاری میں کرایہ واپسی کی شرح سب سے زیادہ عجیب تھی۔ جولائی میں رجب و شعبان کے دن ہوتے ہیں، ان دنوں میں خاص حج کی غرض سے کوئی کیوں سفر کرنے لگا؟ حج کا سفر ترمید کے بعد یعنی وسط ستمبر سے شروع ہوتا ہے، اور کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی طیاریاں اوائل ذی قعدہ یعنی آغاز اکتوبر میں پوری ہوتی ہیں۔ کمپنی کی فیلسوفی تماشاً طلب ہے کہ، جولائی میں جانے والوں کا کرایہ جہاز بمبئی سے جدہ تک کے لیے سو روپے، ۲۶ - اگست تک کے لیے ۱۲۰، ۲۷ - اگست سے ۲۵ - ستمبر تک کے لیے ۱۴۰، ۲۶ - ستمبر سے ۱۰ - اکتوبر تک کے لیے ۱۶۰ روپے کی شرح مقرر

[بقیہ مضمون صفحہ ۸]

نقلیات ہیں جو ”زبائن“ و ”مارکونی“ و ”بیکر“ و ”دکسن“ کی صورتوں میں نمایاں ہو کر زمانہ کو معبود کر دیتے ہیں کہ ہر ایک قسم کی علمی و عملی ترقی میں یورپ کے قدموں پر سر جھکا دے۔ لیکن کیا ہندوستان میں بھی کوئی ایسا انتظام ہے، یا گورنمنٹ کی مہربانی سے ہو سکتا ہے کہ ہندوستانیوں کے قراء عقلمند آراستہ و مہذب بن جائیں؟ علوم و درس میں اعمال ادا کیے کے لیے بھی کوئی گنجائش نکلے؟ قومی زبان، قومی لٹریچر، اور قوم کی تاریخ سے بنائے قومیت استوار ہو سکے؟

(۵)

اسلام نے مسلمانوں کو ہمیشہ ظاہر فریبیوں سے بچنے کی ہدایت کی ہے، جس قوم پر ہر جانب سے افلاس محیط ہو، جسے تعلیم کے نام کا نتیجہ دیکھتے دیکھتے ایک زمانہ گذر گیا ہو، جس کے لیے عموماً اُن مقدمات و مبادی کو معدوم بتایا گیا ہو جن سے اُس کی بے خبری میں اضافہ، اور تنزل میں ترقی ہوتی ہو، ایسی قوم کا علاج سطحی و سرسری دراڑوں سے ممکن نہیں۔ گورنمنٹ کے حسن التفات کا بے شبہ قوم کو شکر گزار ہونا چاہیے، لیکن اگر یہ تعلیمی منشور انہیں حالتوں میں نافذ العمل ہو گیا اور اصلی اساسی دقتیں بدستور برقرار رہیں تو مسلمانوں کو صاف کہہ دینا چاہیے کہ یہ نام نہاد اجزائے اصلاح اُن کے درد کی دوا نہیں ہیں۔ ان سے کسی دوسری جماعت کو خرش کرنے میں مدد لینا چاہیے۔

ما بچامے کہ ز جم ماند، قناعت کر دیم

بہ سکندر بدھید انچہ ز دارا ماند

البتہ افسوس ہے کہ الہلال کے خریداروں کی رفتار ایسے موقع پر جیسی ہونی چاہیے تھی، نہیں ہے۔ اور مجھے معاف رکھا جائے، اگر عرض کروں کہ یہ امر واقعی میرے لیے نہایت درد انگیز ہے۔ زمانہ جانتا ہے کہ الہلال نے کبھی اپنی اشاعت کی توسیع کیلئے ناظرین پر بار نہیں ڈالا۔ صرف ایک مرتبہ خاتمہ جلد اول کے مضمون میں سرسری طور پر اس کی نسبت توجہ دلائی تھی، اور پھر اس کے بعد اُسکا دھرانا تک پسند نہیں کیا، کیونکہ الحمد للہ وہ اصول و فن تجارت سے جہل و نفاقیت کا الزام قبول کرنے کیلئے عیار ہے، مگر اپنی ذات کیلئے گدا گری اور دست سوال بڑھانے کا عادی نہیں۔ اگر یہ روش منظور ہوتی تو نہیں معلوم آج الہلال کی اشاعت کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتی۔ یہ نقص ہو یا نادانی، لیکن اپنی طبیعت کے بدلنے پر قادر نہیں ہوں۔

مگر یہ معاملہ الہلال کے ذاتی نفع و فائدہ کا نہیں ہے، اور جو کچھ پور جیسا کچھ ہے، وہ محتاج تشریح نہیں۔ پھر اگر اس کی جانب بھی اخراج ملت متوجہ نہیں اور اس کے لیے سعی نہ فرمائیں، تو انصاف کا طالب ہوں کہ میرا دل کیوں نہ زخمی ہو، اور میری زباں سے کیوں نہ آہ نکلے؟

تاہم شکوہ کسی حال میں نہیں۔ ابتدا سے الہلال کا اصول عمل یہ ہے کہ صرف اپنا فرض ادا کرنا۔ نتائج پر نہ کبھی نظر رہی ہے اور نہ رھینگے۔ میری تسکین کیلئے یہ یقین بس کرتا ہے کہ جس ذات سے ہم سب کا اصل معاملہ ہے، وہ دلوں کی نگرانی سے غافل نہیں، اور جو کچھ کر رہا ہوں، اس کے پیش نظر ہے۔ واللہ يعلم سري و علانی، و علیہ ترکلت و الیہ انیب۔

ایک غلط فہمی

آخر میں یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ جو قیمت اس مد میں الہلال کیلئے آئیگی، اس سے صرف ۸ آنہ - وضع کیا جائیگا، باقی ساڑھے سات روپیے اعانۂ مہاجرین میں چار یا اس سے زیادہ قسطوں میں روانہ کر دیے جائیں گے۔ اسے ترکی تمسکات سے کوئی تعلق نہیں، اور یہ ایک ایسا امر ہے جو سب کے سامنے آجایگا۔



یورپ کو حج کعبہ میں بڑے بڑے مسئلہ حج کے مبادی خطرات نظر آتے ہیں، پہلے اس مقدس فريضہ کی حکمت و غرض و غایت پر ایک مدت تک اعتراضات ہوتے رہے کہ مسلمان اس سے باز آئیں اور طبیعتیں اس سے پھر جائیں، یہ وار کار گر نکلا اور مدنیت فرنگ کے اکثر شیدائی حج کو ایک فضول کلم سمجھنے لگے، لیکن سوادا عظم ہنوز اس کی فرضیت ہی کا قائل رہا۔ اس گروہ کے لیے مرسو ہانو تور زبر فرانس نے پندرہ برس ہوئے یہ تجویز پیش کی تھی کہ پیرس کے عجائب خانہ ”لو فر“ کو خالی کر کے کعبہ کی شکل میں تبدیل کر دیا جائے، اور مکہ مبارک سے حجر اسود کو یہاں منتقل کر کے اسی کو مرکز حج بنادیا جائے۔ مصر کے مفتی اعظم شیخ محمد عبدہ نے فرانسیسی اخباروں میں بڑے جوش و قوت سے اس تجویز کی مخالفت کی۔ آخر یہ بات تردید گئی، مگر فرانسیسی مقبوضات الجزائر و تونس کے مسلمان سفر حج سے روک دیے گئے۔ ہر سال موسم حج میں ایک سرکاری فرمان شائع ہوتا ہے کہ حجاز میں رہا و طاعون پھیل گیا ہے لہذا حج ارادہ حج کو ملتوی رکھیں۔ اس سال مراکش میں بھی اسی حکم کی توسیع مد نظر ہے۔ مسلمانان روس بھی قیام دیوما (روسی پارلیمنٹ) سے قبل سفر حج سے ممتنع تھے، اب آزادی تو مل گئی ہے، مگر حکام ایسی شرطیں عائد کرنے کی فکر میں ہیں کہ



اگرچہ عاجز نے اعانت کیلئے صرف ضمناً اشارہ دیا تھا، اور جو کچھ اپنی بساط میں اس موقعہ کیلئے تھا، صرف اسی کے پیش کردینے پر قناعت کر لی تھی، لیکن عالم طر پر معاذین کرام اور احباب و مخلصین نے جس طرح اس پر توجہ گرامی مبذول فرمائی، اور جس جوش و خروش سے امداد اعانت ہو گئے، سچ یہ ہے کہ وہ میری توقع سے بہت زیادہ ہے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ دو سال سے اعانت مجروحین طرابلس و بلقان کیلئے چندوں کا سلسلہ برابر جاری رہا اور اب تک جاری ہے۔ پس مجھ کو خوف تھا کہ شاید لوگ اب کسی نئی تحریک کے سنے کیلئے طیار نہیں، اور چندوں کی صداؤں سے اکتا گئے ہوں۔ اسلئے بہتر نظر آیا کہ بجائے عام تحریک و صدا اعانت طلب کے، خود اپنے اختیار میں جو کچھ ہے، اسی کیلئے کوشش کروں، اور ناظرین کو اس بارے میں کوئی زحمت تازہ نہ دوں۔ گو اس زحمت کو اپنے عقیدے میں حیات دنیوی کی ہزار نعمتوں سے بہتر سمجھتا ہوں۔

پہرہ خیال بھی ہوا کہ جس دعوت کا سب سے پہلے خود اپنے نفس کو مخاطب نہیں بنا سکتے، ہمیں کیا حق ہے کہ اس کے مخاطب کا دوسروں پر بار ڈالیں؟ اس کے لیے کونسی دلیل بتلائی جا سکتی ہے کہ کسی کام کیلئے مسلمانوں کو مال و دولت لٹانے کی تعلیم دی جائے، اور خود باوجود ادعاء اسلام، اپنے تئیں مستثنیٰ کر لیا جائے؟ یا ایہا الذین آمنوا! لم تقولون ما لا تفعلون؟ کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔

یہ ضرور ہے کہ پریس کی موجودہ مالی حالت، اور نقصان جاری و قائم کے لحاظ سے چار ہزار پرچوں کا ایک سال تک مفت جاری کرنا ایک ایسا امر ہے، جو اگر کوئی بڑی جرأت نہ سمجھی جائے، تو کم از کم ایک ایسا ارادہ تو ضرور ہے، جسکی تعمیل مشکلات سے خالی نہیں۔ تاہم اپنی نظر میں یہ کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے، جس پر لوگوں کو توجہ دلائی جائے۔ اداء فرض اسلامی کی ایک حقیر و ادنیٰ ترین کوشش ہے، اور جس قدیر و مقتدر نے اسکا ارادہ دل میں ڈال دیا ہے، وہی اسکی تکمیل کا سامان، اور اس کے تحمل کی طاقت بھی بخشدیگا: و من یتوکل علی اللہ فہو حسبہ۔

اس بارے میں بعض ارباب ہمت کو اللہ تعالیٰ نے جیسی کچھ توفیق بخشی ہے، میں چاہتا ہوں کہ اسکا اعلان ہوتا رہے۔ اور اسی لیے آجکی اشاعت میں (اعانتہ مہاجرین) کے عنوان سے بعض خطوط کا اقتباس شائع کیا جاتا ہے، اور آئندہ بھی شائع ہوتا رہے گا۔ ان میں بعض خطوط ایسے ہیں، جن میں ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ الہلال کی اپیل کو پڑھ کر اشکبار ہو گئے، لیکن میں اپنی وہ آنکھیں انہیں کیونکر دکھلاؤں، جو ان کے خطوط کے پڑھتے وقت ان سے کم اشکبار نہ تھیں؟ اللہ اللہ! اس دور تزلزل و غفلت، اس ہجوم نا امید و مایوس، اس حصار نامرادی و ناکامی میں ایسے نفوس قدسیہ ابھی موجود ہیں، جو اپنے برادران دینی کے مصائب کا افسانہ سن کر اپنی خواتین کا اسباب آرایش، اور اپنی زندگی کی آخری پرنجی تک دیدینے پر طیار ہیں! اور اب بھی ممکن ہے کہ تاریخ اسلام کی گذشتہ روایتیں دلوں اور دماغوں کی صورت میں مجسم ہو کر اسلام کے ابتدائی انصار و خدام کے کارنامہ ہائے مقدس و عظیم کو زندہ کر دیں! اگر ایسا ہی ہے، تو ابھی نا امید و قنوط کا آخری وقت نہیں آیا، اور گو چولہا شعلوں کی بہرک سے محروم ہے، مگر چنگاریوں کی حرارت مفقود نہیں:

کسیکہ محروم راز صباست، می داند

کہ با رجود خزاں بوے یا سمن باقیست

صداء الہی سناتا اور بلند کرتا ہے، آج بھی اپنی نصرت غیبی کے معجزات دکھلانے پر دیا ہی قادر ہے، جیسا کہ ہمیشہ سے رہا ہے، اور ہمیشہ رہیگا۔ پس ضرور ہے کہ اسکی قدرت و حکمت کے متغی خوارق و عجائب ظاہر ہوں، اور یقینی ہے کہ اسکا ساتھ دینے والے اسکی معیت کی فتح یابیاں اور کامراندیاں بہت جلد اپنے سامنے دیکھیں: اللہ ولی المہ الذین امنوا، یخرجہم من الظلمات الی النور، والذین کفروا، اریہم ہم الطغوت یخرجونہم من النور الی الظلمات، اولئک اصحاب النار، ہم فیہا خالدون (۲: ۲۵۷)

(۳) جن صاحبان یقین، اور جان نثاران اسلام نے محض ایک مہم و مجمل صداء دعوت سن کر، اپنا نام بلا تامل بھیج دیا، اور ان تمام خطرات و رساوس سے مرعوب نہ ہوئے، جو ایسے موقعہ پو قدرتی طور پر نفس انسانی میں پیدا ہوتے ہیں، انہوں نے فی الحقیقت راہ جاں سپاری و فدریت کا پہلا امتحان دیدیا، اور اس طریق دعوت میں فی الحقیقت ایک بہت بڑی حکمت یہی پرشیدہ تھی۔ اس سے بھی مقصود تھا کہ سچی پیاس رکھنے والے، اور جھوٹے مدعیان تشنگی میں تمیز ہو جائے۔ جنکو سچی پیاس ہوگی، وہ پانی کا نام سنتے ہی دروڑیں گے، اور پیاس کی شدت انہیں اسکا موقع ہی نہ دیگی کہ عادت بدنیوں اور مصلحت اندیشیوں میں مبتلا ہوں۔

پس جن بزرگوں نے بلا تامل قدم بڑھایا، وہ الحمد للہ کہ پہلی منزل امتحان سے کامیاب گذر گئے، اور بعد کی آنے والی منازل سے گذرنے کا اپنے تئیں مستحق ثابت کر دیا۔ ان کے جوش کی مڈل مقدس، اور انکی سبقت و پیش قدمی کی عظمت قابل احترام ہے۔ لیکن جو متامل ہوئے اور جنکے رولہ قلبی نے خطرات نفسانی سے شکست کھائی، انہوں نے سبقت و آزمائش کی بہترین فرصت کھو دی۔ تالیذ الہی عنقریب اس دعوت کو ایک عظیم الشان جماعۃ کی صورت میں ظاہر کرنے والی ہے، لیکن جبکہ اغراض و مقاصد کی اشاعت ہو جائیگی، تو پھر یاد رہے کہ اسکی طرف سبھی بڑھیں گے، لیکن انکا اجر ان لوگوں کا سا تو نہیں ہو سکتا، جنہوں نے خطرات و خدشات کے ہجوم میں اسکا ساتھ دیا ہے۔ اور یہ ایک بہت بڑی معنی توفیق الہی ہے، جس کو ملنے والی ہے، اب بھی مل رہیگی، اور جس کو محروم رہنا ہے، محروم رہیگا: و ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء، واللہ ذو الفضل العظیم۔

(۴) رسالہ اغراض و مقاصد زیر طبع ہے۔ انشاء اللہ ۱۵ جون سے اسکی روانگی شروع ہو جائیگی۔ مضمون بہت بومگیا ہے، اسلئے چھپنے میں زیادہ وقت صرف ہو رہا ہے۔ و ما توفیقی الا باللہ، علیہ توکلت و الیہ انیب۔

## اعانتہ مہاجرین عثمانیہ

کسیکہ محروم باد صباست می داند  
کہ با رجود خزاں بوے یا سمن باقیست

الحمد للہ کہ اعانت مہاجرین عثمانیہ کیلئے الہلال کی صداء الغیاث بیکار نہ گئی، اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم میں سے سب سے بڑا احسان کسی بندے پر یہ ہے کہ وہ اسکی آواز میں اثر، اور اسکی آہ میں درد بخشدے۔

طوفان نوح لانے سے اے چشم فائیدہ؟  
دزاشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں!

پر دی جاے۔ اس وقت تو ان مراعات کی قدر و قیمت کا علم اعتراف ہوا تھا لیکن حکومت نے جو سیاسی بندشیں ان کے ساتھ وابستہ کر رکھی تھیں، قومی ترقی کے ایسے وہ اس قدر مہاسک ثابت ہوئیں، کہ قومیت میں روز بروز اضمحال آتا گیا اور آخر یہ حالت ہو گئی کہ تہذیب ہی زمانہ میں عرب یا تو بالکل ہی فنا ہو گئی یا کچھ رہے بھی تو نصرانیت کی تہذیب نے ان کو اپنے اندر مدغم کر لیا!

ہمارے ملک میں اصلاح تعلیم کا خیل تو گورنمنٹ کو اب ہوا ہے اور خاصۃً مسلمانوں کے متعلق ابھی ۲۔ مئی سنہ ۱۹۱۳ء کو تعلیمی سرکلر شائع کیا گیا ہے، لیکن یورپ میں اس کی ابتدا اڈیسویں صدی کے سراغز سے درس بدش ہے۔ ہنری بسٹالوئسی مترنی سنہ ۱۸۲۶ء (جس کے الفاظ اس مضمون کے طعراے عنوان ہیں) تہذیب نظام درس کے عوامل و محرکے میں پہلا شخص تھا۔ وہ ایک مقام پر لکھتا ہے:

”آجکل تعلیم کے جو طریقے رائج ہیں ان کے اتباع نے یورپ کو بڑی سخت غلطی میں مبتلا کر رکھا ہے۔ غلطی ہی نہیں وہ آپ اپنے سامانِ ہلاکت میں ہے۔ ایک طرف تو رے اعلیٰ درجہ کے علوم و فنون و صنایع میں ترقی کے فلک العرش پر پہنچ گیا ہے، اور دوسری جانب تعلیم طبعی کی رہ بنیاد ہی کھربیتا ہے جس کا مدعا یہ ہے کہ سب کو ایک تعلیم دینی چاہیے، اور سب کی تعلیم ان کے ذوق طبعی کے موافق ہونی چاہیے۔ مجمع معام نہیں کہ یورپ کی طرح دنیا کا کوئی اور حصہ ترقی کے اس درجہ تک بلند، اور پھر ہبوط کے ایسے قعر میں گر گیا ہو۔ ہمارے براعظم کی یہ حالت اس مجسمہ کے مشابہ ہے جس کی تصویر پیغمبروں نے کھینچی تھی کہ اس کا سر تروسے کا ہے مگر پاؤں (جس پر یہ سرفراہ ہے) ٹھیکری کے بنے ہیں! یورپ نے اپنے ان تعلیمات کے ذریعہ سے قوم کو محبت و الفت و دانائی و حکمت و مدارات و جذبات کے لباس سے برہنہ کر کے، اس کے دماغ میں انس پسندی سے وحشت، ایمان سے تنفر، اور تہذیب و خرافات سے دلچسپی پیدا کر رکھی ہے۔ اس خلل کا سد باب میری رائے میں یہ ہے کہ سطحی تعلیم کو ترک کر کے عقلی و ذہنی تعلیم کو ترقی دی جائے، اور حقیقی معرفت کے مصدر و منبع کی جانب رجوع ہو۔“

یہ وہ الفاظ ہیں جو یورپ کی تعلیمی حالت کے متعلق کہے گئے تھے، جس کی علمی ترقی اس زمانہ میں بھی مسام نہی، مگر صد حیف ہے ہندوستان پر جو اس طویل و عریض انگریزی عہد حکومت میں عام کے صحیح مفہوم تک سے آشنا ہونے نہ پایا!! حال میں تعلیم کی نسبت جو سرکاری سرکلر شائع ہوا ہے، اس نے مسئلہ تعلیم و اصلاح کو از سر نو چھیڑ دیا ہے۔

مسلمانوں کی قومیت کے آجکل جو مختصر ترکیبی عناصر ہیں، ان سب میں شکرگزاری و معذرت کا عنصر ہر ایک پر غالب ہے، اور یہی وجہ ہے کہ سرکلر میں گورنمنٹ کی جانب سے جس سلسلہ احسان کا اعلان ہوا ہے، اس کی منت پذیرگی کے جذبات سے تمام قوم کے سینے لبریز ہو رہے ہیں۔ یہ احساس واقع میں قبل تعریف ہے اور بہرہ عامہ کی ذیل میں حکومت کا جو قدم اگے بڑھے، رعایا کا فرض ہے کہ اس کا خیر مقام بجالائے، اور اس کی قرار دہی عزت کرے، لیکن جب اس کی اشاعت سے خرد گورنمنٹ کا مدعا یہ ہے کہ نفاذ احکام سے پیشتر استشارہ و استصواب کر کے مسئلہ کو منجم کر لیا جائے، تو کوئی وجہ نہیں کہ اس باب میں آزادی سے بحث نہ ہو، اور عام رائے کو اصلی معذور میں آشکارا نہ کیا جائے؟

# المللا

۲۸۔ جادی الثانیہ ۱۳۳۱ ہجری

خم گو سر خود گیر کہ خم خازہ خراب است

مسلمانان ہند اور گورنمنٹ کی تعلیمی

حکمت عملی

وما انخفضا کم یرفعوکم و انما

رأوا خفضکم طول الحیاة اہم رفعا

بذین کفرزا اعمالہم  
لرباب بقیعة یحسبہ  
اعمان ماء، حتی  
باجاء، لم یجدہ  
نیلاً، و وجد اللہ  
مدہ فوافہ حسابہ  
اللہ سربح الحساب  
(۳۹: ۲۴)

”تعلیم صحیح ایک ایسے درخت کے مشابہ ہے جو کسی نہر کے کنارے اپنی اناری وسطی و سرسبز ہی بہا رہا ہو۔ یہ درخت کس چیز سے پیدا ہوا ہے؟ ایک ندی اور حقیر سے بیج کے اس کو درخت بنایا ہے، جو درخت کے تمام افعال و خواص پر حاوی ہے، اور جو اس وقت خاں میں چھپا ہوا ہے۔ انسان بھی اسی درخت کے مشابہ ہے۔ بچوں میں دیکھو، وہی تمام فوہیں محمی و مستور ہیں، جو اس کی زندگی میں نمایاں ہونی ہیں۔ انسان ہی تہذیب صرف ادبی و اخلاقی حالت کا نتیجہ ہے۔ اور کچھ نہیں“

(ہنری بسٹالوئسی)

ہندوستان کی تعلیمی رفتار کے دماغی قوی پر جو ناگوار اثر ہے، میں، طبیعتیں جس طرح کند ہو گئی ہیں، ابھرے والی ذی طافوں پر جو گراں بار دباؤ پڑا ہے، موعا دہدیہ کی پامالی و جیسی دست درازیاں اس کے لیے ہیں، اس کی خارجی برک کوئی ہو سکتی ہے، تو ”رابرٹ جسرڈ“ اور اس کے بھائی اجر“ کی وہ حکمت عملی، جس کے رز سے ایک طرف سنہ ۱۰۷۱ء میں جنرلی اطالیہ کی عربی سلطنت پامال کے اسلامی دنیا سے عربوں کے تعلقات ہمیشہ کے لیے منقطع پے گئے، اور دوسری طرف اس خیال سے کہ ملک کی تمدنی داعی و علمی اہمیت کے اجزائے عظمیٰ ان دنوں صرف عرب تھے، کو یہ امتیازی رعایتیں بھی دی گئیں کہ مسیحی گورنمنٹ کی ہی میں ان کی تعلیم کا ہیں برقرار رہیں، جن میں ان کی ارادہ یسی تعلیم، جو منشاء حکومت کے مطابق ہو، سرکاری خرچ

اور سلف گورنمنٹ اپنی اصلی صورت میں حاصل نہوگی، اس وقت تک کہ بھی بھی ہندوستان کی ضرورتوں پر لحاظ ممکن ہے؟ اور کیا صرف قانون کی نمائشی مجلسوں سے ملک اپنے فوائد و مصالح کی حفاظت میں کبھی کامیاب ہو سکتا ہے؟

۲۷۔ مئی کی صبح کو سر ایڈورڈ گری وکلاء بلقان سے علیحدہ علیحدہ ملے، اور یہ اطلاع دی کہ صلح نامہ میں مباحثہ کی مزید گنجائش نہیں، جیسا اس وقت ہے، اسی پر دستخط ہونا چاہیے اس کے جواب میں بلغاریہ وکیل نے دستخط کے لیے مستعدی ظاہر کی۔

سرری اور یونانی وکلاء نے جواب دیا کہ چونکہ دول کا لہجہ بالکل غیر متوازن ہے، اس لیے ہم کو اپنی اپنی حکومتوں سے مزید تعلیمات ضروری حاصل کرنا چاہئیں۔

لہجہ کی استقامت وکلاء و فیڈرل (پبلک) دفتروں کے لیے حیرت انگیز ہے۔

۲۸۔ کے تار میں بیان کیا گیا ہے کہ سرریا اور یونان کو یقین دلایا گیا ہے کہ یورپین مجلس میں جب تفصیلات زیر امتحان آئیں گی تو ان کو اپنے مصالح کی مدافعت کے لیے شریک کیا جائیگا۔

۲۹۔ مئی کی دہرہ کو سر ایڈورڈ گری نے تمام وکلاء کو اطلاع دیدی کہ کل عہد نامہ پر ضرور دستخط ہر جانے چاہئیں۔ شام کو ایک باقاعدہ دعوت نامہ تمام وکلاء کے پاس بھیجا گیا۔

جسمیں یہ فرمایش کی گئی تھی کہ کل سینٹ جیمس میں ۱۲ بجے عہد نامہ پر دستخط کے لیے سب جمع ہوں۔

حسب دعوت سب لوگ سینٹ جیمس میں جمع ہوئے۔ سر ایڈورڈ گری نے ایک تقریر کی جسمیں صلح پر شاہ جارج کی تہنیت و ناشفی کا اظہار کیا، اور کہا کہ ”اس احساس میں تمام دول شریک ہوں، جو کو اب تک نا طرفدار رہیں (۱) مگر انکی یہ خواہش تھی کہ بغرض اطمینان یورپ میں پھر امن واپس آجائے“ اصل صلح نامہ کے دستخط میں تو صرف چند منٹ لگے، مگر چند اور ضمیموں اور مسودوں پر بحث میں آدھ گھنٹہ صرف ہو گیا۔ اعلیٰ انوان نیابت میں اس دفعہ پر تہنیت آمیز تقریریں کی گئیں، اور یہ تجویز کیا گیا کہ سر ایڈورڈ گری کی خدمت انکی ان تھک محنت پر مبارکباد کا تار بھیجا جائے۔

کی۔ گورنمنٹ بمبئی نے یہ درخواست گورنمنٹ ہند کے پاس بھیج دی، جس نے تمام مقامی گورنمنٹوں سے اس باب میں رائے طلب کی، بعد میں گورنمنٹ بمبئی کا سفارشی نامہ بھی موصول ہوا کہ یہ درخواست ہر طرح سے منظوری کے قابل ہے۔ ۱۶۔ مئی سنہ ۱۹۱۳ع کو گورنمنٹ ہند نے ہر ایک صوبہ کی حکومت کو اس سفارش کی بھی اطلاع دی، ان سے رائے پرچھی اور اس باب میں عام اسلامی رائے سے واقف ہونے کی ضرورت ظاہر کی۔ اسٹینسمین نے یہ راقعات ۲۴۔ مئی کی اشاعت میں درج کیے تھے، لیکن دوسرے ہی دن ۲۵۔ مئی کے پرچہ میں صاف تصریح کر دی کہ گورنمنٹ بمبئی کی سفارش گورنمنٹ ہند نے منظور کر لی ہے۔

ما کہ ہاشیم کہ اندیشہ

ما نیز کنند؟

اسٹینسمین کی صاف بیانی سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ گورنمنٹ کی جانب سے اس تجویز کی منظوری کا باقاعدہ اعلان ہنوز نہرا، نہی، مگر گوشہ چشم اسی جانب ہے، اور اہل حل و عقد کے میل خاطر کی حمایت اس کو حاصل ہو چکی ہے۔ یہ سچ ہے کہ منظوری کی صورت میں مسلمانوں پر سخت ظلم ہوگا، بے شمار تکلیفیں برداشت کرنی ہوں گی، بہت زیادہ کرایہ جہاز دینا پڑیگا، یہ بھی درست ہے کہ مشرقی طبیعتیں اس نشر معدلت کی حقیقت سمجھنے سے بالکل ہی قاصر ہیں کہ ایک دن استشرہ کے لیے ایک اسکیم شائع کی جاتی ہے، اور پھر دوسرے ہی دن بغیر اس کے کہ کسی ایک صوبہ کی عام رائے بھی دریافت ہونے پائے، اسکیم کا تصفیہ بھی ہو جاتا ہے۔ گورنمنٹ اپنے سرکاری کاموں کو اجارہ پر دینے کے لیے تو تندر طالب کرتی ہے کہ جو شخص یا کمپنی کم نرخ پر کام کرنے کیلئے آمادہ ہو، اسی کو یہ کم تقویض کیا جائے، مگر کرایہ جہاز کے مسئلہ میں تندر کا نام بھی نہیں لیا جاتا، اور خود بخود صرف ایک درخواست پر فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ ہندوؤں اور عیسائیوں کے مذہبی تہواروں کے موقع پر ریٹرن ٹکٹ لینے والوں کو ایک طرف کے کرایہ میں دونوں طرف کا ٹکٹ مل جاتا ہے، اور واپسی کے لیے ایک خاص مدت معین ہوتی ہے، لیکن بے زبان و غریب حاجی اس عام رعایت سے بھی محروم رکھے جاتے ہیں ۱۱

ان حالات کے ہوتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ جب تک ہندوستان میں ہندوستانیوں کو حکومت میں شریک ہونے کا موقع نہ ملے گا

ان حالات کے ہوتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ جب تک ہندوستان میں ہندوستانیوں کو حکومت میں شریک ہونے کا موقع نہ ملے گا



جب ان ترقعات کی تکمیل کا نام و نشان ہی نہیں ہے، جب طرز تعلیم میں نقد و نظر سے علاقہ ہی نہیں رکھا گیا، جہاں مسائل کے افہام و تفہیم کے لیے کوئی اسلوب تدریج ہی نہ ہو، مباحثہ درسی کو طلبہ سمجھیں یا نہ سمجھیں مگر درسگاہ کی حاضری پوری ہو جائے، مدرسین کا صرف یہ فرض ہو کہ مقدار مقررہ تک کے لیے اپنے روزانہ لکچروں کا وظیفہ پورا کر دیا کریں، عقلی ترقی کے محرکات سے علاقہ نہ ہو، تلامذہ کی شخصیت کا احترام غیر ضروری سمجھا جائے، کوشش کی جاتی ہو کہ اس طرز تعلیم سے متعلمین کی بہترین مخفی قوتیں مخفی تر ہو جائیں، ان کے دلوں میں نئے نئے قسم کے قوی استعداد پیدا ہوں، تہذیب نفس کی غرض تدنیس قلب سے آلودہ رہے، متعلمین و معلمین کے مابین اکثر اوقات میں خاص قسم کے تعلقات رہا کریں، تو یہ ان حالات میں یہ اصلاحی نمائشیں کیا مفید ہو سکتی ہیں؟ اور ان پر شکریہ کے زور لیوشن پاس کرنے کے کیا معنی ہیں؟

یورپ کی بیشتر مسیحی طاقتوں نے دنیاے اسلام کو جن ہولناک و ہلاکت افزا مصائب کا آماجگاہ بنا رکھا ہے، اس کے زخم ایسے اچھے نہیں ہیں کہ معمولی مرہموں سے مندمل ہو جائیں۔ وہ قوم جس کو فنا کرنے کی علانیہ تدبیریں ہو رہی ہوں، اگر ترقی اصلاح کی سرسری تجویزیں ہی اس کو پامال ہونے سے بچا سکتی ہیں، تو کوئی شک نہیں کہ شیخ شیرازی کی

”خانہ از پایے بست ویران است“

والی حکایت میں:

”خواجہ در بند نقش ایران است“

کی مینا کاری، مکان کو انہدام سے محفوظ رکھنے کی سب سے اچھی ترکیب رہی ہوگی۔

(۴)

یہ وہ اصول ہیں جن پر ممالک یورپ کی ہر ایک درسگاہ میں عمل در آمد فرض ہے، اور جن کے طریق عمل میں بہت کم اختلافات پیدا ہوئے ہیں، لیکن اب کچھ دفر سے فرعیات میں بعض اور اصلاحیں شروع ہو گئی ہیں، جن کے اہم پہلو یہ ہیں:

(۱) تعلیم و طرز تعلیم سے خاص غرض یہ تھی کہ تلامذہ کے قوائے عقلیہ آراستہ ہو جائیں، لیکن اس کی کوئی سہل الوصول ترکیب متعین نہ تھی۔ اب اس کی یوں تعدید کی گئی ہے کہ صرف اعمال دراکہ سے اس میں کامیابی ممکن ہے۔

(۲) مصلحین نے اب تک طبیعیات کی تعلیم مقدم رکھی تھی، یہ تقدم تو اب بھی یک گونہ مسلم ہے، اور عملی دنیا میں سب سے زیادہ فزیکل سائنس ہی کو فروغ دینے پر زور دیا جاتا ہے، مگر اہل نظر کی رائے میں قومیں عموماً زبان کی ترقی یا تنزل سے بنتی بگرتی ہیں، اس لیے ادبیات کی تعلیم کو طبیعیات پر ترجیح حاصل ہے۔

(۳) پہلے جغرافیہ و حساب و سائنس کے درس پر زیادہ اصرار تھا،

لیکن اب اس کی جگہ زبان و ادب و تاریخ کو ملی ہے۔

(۴) اب تک تعلیم نفسی کی حمایت کی جاتی تھی، قدیم فلسفہ عقلیہ کی تعلیم سے انکار تھا، لیکن اس کی قائم مقام کوئی اور چیز نہیں رکھی گئی تھی۔ اب یہ جگہ فزیکل سائنس سے معمور کی گئی ہے، جس کے لیے بے صف اولین میں ممتاز گنجائش نکالی گئی تھی۔ یہ اصلاحیں اصولی و عمومی حیثیت سے یورپ میں تسلیم کر لی گئی ہیں، اور اب ایک مدت سے یورپ کے تمام اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں یہی اصول زیر عمل ہیں، اور انہیں کے

[بقیہ مضمون کے لیے صفحہ ۳ ملاحظہ ہو]

گرچے ہوں کہ ہندوستان کے لیے پرائمری ایجوکیشن کا لزوم سرمد مند نہیں ہے، جس کے ذریعہ سے انشا و لغت و ادبیات کی سطحی معلومات میں بھی کامیابی نہ ہوتی ہو، جس کا خاص نتیجہ یہ ہوتا ہو کہ فطرت انسانی کی مخفی طاقتیں کسی حالت میں بھی ظہور پذیر نہ ہو سکیں، جس کے انداز درس میں نقد و اختیار و توسیع معارف کی گنجائش ہی نہ رکھی گئی ہو، جہاں درس دینے والے اپنے فیشن کے لحاظ سے بہترین نمونہ تہذیب اور اپنے کیرکٹر کی بنا پر بدترین تمثال بربریت و وحشیت نظر آئیں، جو اساتذہ کو تلامذہ کے ساتھ ذات آفریں خشونت کا برتاؤ سکھاتی ہو، جو ایک عجیب و غریب معنی میں اصول مساوات کی اس شدت سے پابند ہو کہ طلبہ کی ذہنی و عقلی و دماغی حالتیں خواہ کیسی ہی مختلف ہوں، اور ہر ایک کے ذوق طبیعیہ میں چاہے کتنا ہی تباہی محسوس ہوتا ہو، مگر سارے گلے کو ایک ہی لٹھ سے ہنکا یا جائے، اور تمام طبقات مختلفہ کو ایک ہی قسم کی بے نمک تعلیم دی جائے، ایسی تعلیم اور اس تعلیم کا اصلاحی منشور (سرکلر) اگر کسی قوم کی کامیاب زندگی میں معارف ہو سکتا ہے، تو ہم کو تسلیم کرنا چاہیے کہ قدرت نے نتائج میں غلطی کی، ورنہ محکوم مسلمانان سسلی کے لیے رہاں کی مسیحی گورنمنٹ کو فرمان مراعات کو اصل میں آیت رحمت ثابت ہونا چاہیے تھا!!

(۲)

یورپ میں طرز تعلیم کے کیا اصول ہیں؟ اس کا معیار حقیقت

یوں قائم کیا گیا ہے:

(۱) طرز تعلیم میں اصلی چیز نقد و نظر ہے۔

(۲) ہر ایک شاخ میں درس کی ابتدا سادہ و سرسری اصول سے

کرنے دقیق مسائل تک اس کو بہ تدریج پہنچانا چاہیے۔

(۳) مسئلہ جب تک منقح ہو کر متعلم کے ذہن نشین نہ ہو جائے

معلم کو آگے نہ بڑھنا چاہیے۔

(۴) طرز تعلیم کو صرف عقل کے ترقی دینے والے مسائل کے

دائرہ میں محدود نہ رکھنا چاہیے۔ مباحثہ علمیہ کے دوران میں

دماغوں پر غیر علمی تسلط بٹھانا، یا علمی اصول میں مذہبی تحقیق

کو خلط و ملط کر دینا، دماغ کے لیے ایک تشویش آفریں چیز ہے۔

(۵) تلامذہ کی شخصیت قابل احترام ہے۔

(۶) تعلیم کا یہ نتیجہ ہونا چاہیے کہ انسان میں جو قوتیں

مخفی ہیں، وہ آشکارا ہو جائیں۔ یہ نتیجہ نہ ہونا چاہیے کہ دل میں

قٹی قوتیں ڈال دی جائیں۔

(۷) قوت کو معلومات، اور ذہن کو تعلیم سے آمیزش دینی

چاہیے۔

(۸) معلمین و متعلمین کے مابین جو بزرگانہ تعلقات ہوں ان کی

عمارت اس داغ بیل پر تعمیر ہونی چاہیے، جس کی بنیاد دراصل

تعلیم رسالت نے ڈالی تھی کہ ”لیکبر کبیر کم و لیرحم صغیر کم“

(تسم میں جو بڑے ہوں ان کی بزرگداشت کی جائے، اور جو

چھوٹے ہوں ان کے ساتھ مرحمت و مہربانی کا برتاؤ ہو)

(۹) طرز تعلیم کی خاص غرض تہذیب نفس سمجھنا چاہیے۔

سوال یہ ہے کہ گورنمنٹ کی نظارہ معارف (سررشتہ تعلیم) میں

کیا اسی طرز پر تعلیم دی جاتی ہے؟ اور کیا موجودہ اصلاحی منشور

اس دل آویز و خوشگوار توقع کی ضمانت ہو سکتا ہے کہ اسکولوں اور

کالجوں میں اب انہیں اصول پر تعلیم دی جا یا کرے گی؟ سرکلر میں

تحریک اصلاح ہی پیش ہوئی تھی، مگر اصلاحی مداخلت نے تھوڑے ہی دنوں میں ان سب کے نظم و نسق سے مسلمانوں کو بے دخل کر دیا۔ نیشنل اسکول اعظم گڑھ اور کاظمین اسکول لکھنؤ اسی بہانہ سے ٹوٹے ہیں، اور اسی مادہ کی اصولی صورت گری ہے جس نے مدرسۃ العلوم کی حکومت میں غیروں کو مسلمانوں کی جگہ صاحب نفوذ و حکومت بنا رکھا ہے۔

( ۵ ) پرائیویٹ انتظام کے ذریعہ سے اسلامی ہوسٹل کی تجویز نہایت مبارک ہے، لیکن کیا حقیقت میں یہ ہوسٹل غیر سرکاری مسلمانوں کے ہات میں ہونگے؟ کیا واقع میں اسلامی خصوصیات کے مطابق یہاں تہذیب نفس کا انتظام ہوگا؟ اور کیا بغیر ان باتوں کے ہوسٹل سے کسی مفید و سودمند نتیجہ ہی امید حق بجانب ہو سکتی ہے؟

## ( ۲ )

اب ان اصلاحات کا مقابلہ یورپ کی تعلیم و تہذیب سے کیجیے جس کو ہندوستان کی تعلیمی زندگی کے لیے مثال و نمونہ کے طور پر ہوشیار پیش کیا جاتا ہے، اور یونیورسٹی کے ہر ایک کانورژیشن میں ہندوستانیوں سے اسی کے اتباع کی خواہش کی جاتی ہے۔ اس تعلیم کے خاص خاص اصول یہ ہیں:

( ۱ ) تعلیم اُس خارجی ترقی کا نام نہیں ہے جو انشا و رغبت و ادبیات کی سطحی معلومات پر قائم ہو، اصل میں تعلیم اُن مغربی قوتوں کے اظہار کا نام ہے جو فطرت نے انسانی طبیعت میں ردیعت کی ہیں۔ علم النفس (سائیکا لوجی) کے اصول پر آج یورپ میں جس تعلیم کا رواج ہے اُس کا مدعا یہی ہے کہ ان خیالات کو علمی صورتوں میں لائبریریوں کا ایک جز بنا دے۔

( ۲ ) تعلیم کا چلہ یہ انداز تھا کہ علم کو محنت و کوشش سے حاصل کیا جائے اور انسان کو محنت و کوشش کا خوگر بنا دیا جائے۔ اب یہ اسلوب ہے کہ تعلیم کا نقطہ مرکزی صرف نفع ستانی و نفع رسانی ہے۔ ( ۳ ) تعلیم کی بنیاد یہ ہے کہ نقد و اختیار و ترسیع معلومات کے ذریعہ سے انسانی قوی کو ترقی دیا جائے۔

( ۴ ) درسگاہوں میں طرز تعلیم کی اصلاح کی جائے اور درس دینے والوں کو نمونہ تہذیب بنا دیا جائے، تا کہ وہ اپنے فرائض کو نہایت کامیابی سے ادا کر سکیں۔

( ۵ ) تلامذہ کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ ہو، اُن کی ذہنی و عقلی و دماغی حالتیں ملحوظ رہیں، اور درس میں ہر ایک متعلم کی مدد و مذاق طبیعت کو زیر نظر رکھا جائے۔

( ۶ ) ابتدائی تعلیم کا پورا پورا اہتمام ہو۔

( ۸ ) تعلیم کا مقصد افراد کو ترقی یافتہ بنانا ہو۔

( ۸ ) تعلیم کے لیے فرض ہے کہ ایسے طرز و طریق پر دی جائے کہ دنیا کا ہر ایک فرد اپنی عقلی و مقدرت و طبعی استعداد کے مطابق خاطر خواہ ترقی کر سکے۔

کیا کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان میں کہیں بھی ان باتوں کا نام و نشان ہے؟ وہ تعلیم جسکی بنیاد محض گورنمنٹ کی مخصوص ضرورتوں کے لیے پڑی ہو، جس کے نصاب حقیقت میں، رضع و افتاد میں، اسلوب و پرداز میں، استعداد کا جوہر ہر ایک چیز پر غالب ہو، جسکا منشاء عمل ہی یہ ہو کہ تعلیمی دگریاں، غلامی کی ذلیل زندگی بسر کرنے کا آل تمغا ثابت ہوں، جو افراد کے دماغی تنزل کو ترقی دینا چاہتی ہو، جو عقلی و مقدرت و طبعی استعداد کے دباؤ رکھنے کی حامی ہو، جس کے حکام فیصلہ

عہد قدیم کے ایک گنوار عجمی نے ایک نامور عرب ( حنظلہ بن صفوان ) سے ایک مرتبہ پوچھا تھا کہ ”حسن اور حسین ( یعنی حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما ) کس پیغمبر کی لڑکیاں تھیں؟“ اُس نے جواب دیا کہ ”خدا کے لیے اس ایک جملہ میں کوئی ایک بات تو درست کہی ہوئی“ یہ بحث ضروری نہیں کہ اس واقعہ میں اور موجودہ سرکار میں کس حد تک مماثلت موجود ہے؟ البتہ اس حقیقت کو بے نقاب کر دینا ضروری ہے کہ سرکار کی خامیاں پختہ مغزان نقد و نظر کے لیے نہایت مایوسی کا باعث ہوئی ہیں۔

( ۱ ) اسلام اور تعلیم میں قدرتی لزوم ہے، اس لیے ہر ایک مسلمان ہی یہ خصوصیت ہونی چاہیے کہ وہ سب سے پہلے تعلیم یافتہ ہو۔ عہد رسالت میں صرف اظہار ایمان ہی پر قناعت نہ تھی، بلکہ یہ بھی تقید تھا کہ ہر ایک مسلمان بقدر میسر قرآن کریم کی تعلیم بھی، کہ اُس زمانہ میں وہی ایک تعلیم تھی، حاصل کرے۔ اس کے لیے اتنے ترغیبی احکام تھے کہ ضروریات زندگی کے اہم اوصاف، حتیٰ کہ بیع و شری اور مہر نکاح تک میں اداے معاوضہ کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ قرآن کی تعلیم دینے سے یہ حق ادا ہو جاتا ہے۔ اس خصوصیت پر غور کیجیے اور پھر یہ دیکھیے کہ اعلیٰ تعلیم تو معدوم ہے ہی، ابتدائی تعلیم میں بھی مسلمان کتنے پیچھے ہیں؟ با این ہمہ سرکار میں بیان کیا جاتا ہے کہ ابتدائی تعلیم میں مسلمانوں کی جماعت ہر طرح فریقیت رکھتی ہے۔

( ۲ ) ہندوستان کے عام طبقات و عناصر میں اگر زبان اردو کی عمر ویت کو بحث میں نہ بھی لایا جائے، جب بھی اس قدر ماننا پڑیگا کہ تمام اقطاع کے مسلمانوں میں اردو سمجھی جاتی ہے، علمی پہلو سے ہر جگہ اسی زبان کی حکومت ہے، اور چار دوسری بولیاں رائج ہیں وہ بھی اصل میں زبان نہیں ہیں، بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ زبان کے لہجے ہیں، اور اُن میں بھی اردو دخیل ہے۔ پھر بھی گورنمنٹ کی رائے ہے، کہ ”بہت سے اقطاع ایسے ہیں جن میں مسلمانوں نے اردو کا استعمال بالکل ترک کر دیا ہے“

( ۳ ) یہ درست ہے کہ اردو کے علاوہ دوسری زبانوں کے ذریعہ سے انگریزی تعلیم حاصل کرنے میں مسلمانوں کو سخت سے سخت زحمتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں، از رہ بھی سچ ہے کہ غالب تعداد کے مدارس ثانویہ (سیکنڈری اسکولز) کا انتظام بہت کم مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے، لیکن اس کا علاج صرف یہ بتایا گیا ہے کہ ”مسلمانوں کے لیے خاص خاص کالج و اسکول قائم کرنے سے یہ دقتیں جاتی رہیں گی“ سوال یہ ہے کہ ان مخصوص درسگاہوں کا سلسلہ اتنا وسیع تو ہوگا نہیں کہ تمام اسلامی آبادی کے لیے کافی ہو سکے، لامحالہ عام درسگاہوں کے ذریعہ سے یہ نمی پوری کرنی پڑے گی۔ پھر ان درسگاہوں میں یہ مشکلیں کیوں کر آسان ہونگی؟

( ۴ ) مدرسۃ عالیہ کلکتہ، اسلامی کالج لاہور، اور اسلامی اسکولوں کی اصلاح کی تجویز پیش کی گئی ہے، جو نہایت عمدہ بات ہے۔ اگر اس تجویز پر قابل و تجربہ کار مصلحوں کی اعانت سے عمل درآمد ہوا، اور تعلیمی و انتظامی معاملات میں مسلمانوں کی آزادی سلب نہ ہوئی، تو بے شبہ یہ ایک بہت ہی کامیاب و معقول صورت ہوگی، مگر خوفزدہ پبلک کے اس اعتراض کا کیا جواب ہے کہ ہوگلی کالج، حسین آباد اسکول، اور میرزا محسن مرحوم کے رائف استیثیت کے لیے بھی ابتدا میں

یہ امر یہاں ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ ان احادیث اور نیز انکے ہم مطالب احادیث کی نسبت اس عاجز نے اپنے خاص پیش نظر مباحث سے اس موقع پر کچھ کلم نہیں لیا ہے۔ چونکہ جذبات نے ”خیر القرون“ کی حدیث کے طرف اشارہ کیا، اور ان احادیث سے جا بجا استشہاد فرمایا، اس لیے ضرور ہوا کہ جذبات کو احادیث ہی کی طرف ترجیح دلائی جائے۔

پھر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ان احادیث پر جناب نے نظر نہیں ڈالی، اور اس عاجز کے اتنا لکھ دینے پر، کہ ”بنی امیہ کے عہد میں بدعات و محدثات کا بازار گرم ہوا“ اس قدر متاثر و متذنب ہوئے؟ کیا جس عہد کی نسبت یہ تصریحات موجود ہیں، اس کی نسبت ضمناً کسی موقع پر کچھ اشارہ کر دینے کا بھی آج کسی قلم کو حق نہیں؟ اور کیا ان احادیث سے بالکل غص بصر کر لینے کی علت دریافت کرنے کی اس عاجز کو اجازت ملیگی؟

یہ تورہ مشہور ترین احادیث تھیں، جنکو مشکوٰۃ وغیرہ میں ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔ لیکن کیا یہ حدیث بھی جناب کو یاد ہے، جسکو ترمذی ابواب الفتن کے ”باب ما جاء في الشام“ میں لائے ہیں؟ اور جس کو ابن قریہ نے بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ ”اذا فسد اهل الشام، فلا خير فيكم“؟ اور نیز یہ کہ ان احادیث کے معاملہ، تابعین و تبع تابعین و محدثین نے کیا قرار دیے ہیں، جن میں ظہور فتن و فساد کی بکثرت خبر دی گئی ہے، اور جسے اسفار حدیث کے ابواب فتن بہرے ہوئے ہیں؟ مثلاً ”سیکون فتن“ القاعد فیہا خیر من القائم، والقائم فیہا خیر من الماشی، والمنشی خیر من الساعی“ (متفق علیہ)

براہ کرم اس بارے میں کفر العمال کے ابواب فتن، یا کتب دلائل و خصائص، مثل خصائص سیوطی وغیرہ کے ابواب اخبار پر ایک نظر ڈال لیجیے، اور خدا را اس پر تعجب نہ کیجیے کہ بدعات و محدثات کی گرم بازاری در بنی امیہ میں کیونکر تسلیم کی جاسکتی ہے؟ اگر طبرانی و حاکم اور بیہقی اور ابو نعیم اصفہانی وغیرہ کی مرویات پر بھی نظر ڈالی جائے، تو در بنی امیہ، حتیٰ کہ بعد از شہادت حضرت فاروق فتنہ و فساد و منکرات و بدعات کے متعلق ایک ذخیرہ دفاتر و مواد مجلدات کثیرہ موجود ہے (۱)

اگے چل کر کس قدر پر غیظ لہجے میں ارشاد ہوتا ہے:

”بنی امیہ لاکھ برس سہی پھر بھی اپنے بعد والوں سے لاکھ درجہ اچھے تھے..... آجکل کے مسلمانوں کو انہیں برا کہنے کا کوئی حق نہیں“

(۱) احمد و بیہقی اور طبرانی نے عروہ بن قیس سے روایت کی ہے: قال الغالب بن ولید، اب الفتن قد ظهرت، قال لها و ابن الخطاب حي، فلا اما تكون بعده۔ حافظ سیوطی نے خصائص لیوی اور جمع الجوامع میں ایک خاص باب اس عنوان سے باندھا ہے کہ ”اخبارہ (معلم) بالفتنہ و ان مبداء قتل عمر“، یعنی آنحضرت کی خبر دہی فتنہ کی نسبت، اور یہ کہ اسکا مبداء حضرت عمر کا ہی ہونا ہے۔ اس باب کی بنیاد ترمذی و مسام کی حدیث والی حدیث ہے جو مشہور ہے، لیکن اس کے علاوہ دیگر سنن و مسانید و معاجم کی حدیثیں بھی بکثرت جمع کی ہیں، جسے گویا استدلال کیا ہے کہ حضرت عمر کی وفات کے بعد ہی فتنہ شروع ہوا، اور انکا وجود ایک دیوار درمیان امن و فتن کے ہے۔ غور کیجیے تو شہادت حضرت عثمان اور پھر جناب صفین وغیرہ کے وہ مقالات، جنکی دس کم سو راویوں میں ہر روایت مشہور ستر ہزار صحابہ و مسلمین قتل ہوئے، اور چنانچہ ۲۰ سے زیادہ صحابہ ہرگز بدر بھی تھے، در حقیقت اسلام کے ابتدائی عروج کیلئے ایسا شدید فتنہ تھا، جس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے؟ یورپ کے مورخ حبرائیں ہیں کہ باوجود اسے مقالات عظیمہ کے جو کرائے ہند ابتدائی میں اسلام کی فاتحانہ قوت قائم رہی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف قائم الہی و نصرت غیبی کا اعجاز تھا۔ (منہ)

آنحضرت (صلعم) نے فرمایا: جب تک اللہ کو منظور ہے، تم میں وجود نبوت باقی رہے گا، اس کے بعد منہاج نبوت پر خلافت قائم ہوگئی، اور جب تک اللہ چاہیگا قائم رہیگی اور پھر اٹھالی جائیگی۔ اس کے بعد جور و ظلم کی پادشاہت شروع ہوگئی اور جب تک منظور الہی ہے، رہیگی۔ اس کے بعد بعض جبر و تسلط کی حکومت ہوگئی، اور وہ بھی مشیت الہی کے مطابق رہیگی۔ لیکن اس کے بعد پھر ایک دور خلافت نبوت کے دور کا آلیگا۔

حبیب کہتے ہیں کہ جب عمر ابن عبد العزیز تخت خلافت پر بیٹھے، تو میں نے یہ حدیث انکو لکھ کر بھیجی، اور لکھا کہ مجھے امید ہے کہ آپ اس حدیث کی خبر کے مطابق ”ملک عضو و جبر“ کے بعد بعض پادشاہ ہی نہیں بلکہ امیر المومنین ہونگے!

اس میں زمانے کی قید نہیں ہے، مگر ترمذی کی حدیث میں جسکو امام موصوف نے دوسری جلد کے باب الفتن میں درج کیا ہے، زیادہ تصریح ہے:

عن سعید بن جہان - قال ثنی سفینہ: قال (صلعم) الخلافة في امتي ثلاثين سنة، ثم ملك بعد ذلك ثم قال لي سفينة: امسك خلافة ابی بكر، ثم قتل: و خلافة عمر، و خلافة عثمان۔ ثم قال: امسك خلافة علي، فوجدناها ثلاثين سنة، قال سعید: فقلت له ان بني امیہ يزعمون ان الخلافة فيهم، قال كذبوا بؤ الزقاء، بل هم الملوک من شر الملوک (تامل)

سفینہ نے کہا کہ زرقا کی اولاد نے (یعنی بنی امیہ نے) کذب بیانی اختیار کیا۔ وہ خلیفہ کہاں ہیں؟ وہ تو شیر ترین پادشاہوں میں سے پادشاہ ہیں“

ان تمام احادیث کی تطبیق سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ بہترین بن آنحضرت کا تھا۔ اس کے بعد شیخین کی خلافت کا۔ اس کے بعد حضرت عثمان سے لیکر عام الجماعہ تک کا، جبکہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے خلافت سے کثرت کشی فرمائی۔ اور پھر اس کے بعد بعض ”ملک عضو“ اور ”ملک جبر“ کا عہد فتن و فساد شروع ہو گیا، اور وہی در بنی امیہ، اور ”امر بالمعروف کے سد اب کا پہلا دن“ تھا۔



# مقالہ

## دولت بنی امیہ اور الملل کا جواب

اللہ اللہ فی اصحابی - خیر القرون قرنی - بدعات و محدثات امریہ -  
خلفاء راہدین ، ملک مفرض - و ما یاسب ذلک -

کتاب  
از مولانا عبدالحق صاحب انجمن ( ۲ ) سلسلہ رابع ص ۳۶

از مولانا زکریا

حدیث ” خیر القرون ”

آپے چونکہ قرون اولی کا لفظ لکھا ہے ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً وہی مشہور حدیث مراد ہے ، جس کو امام مسلم اور ترمذی نے عمران بن حصین سے باختلاف بعض الفاظ روایت کیا ہے کہ : ” خیر الناس قرنی ، ثم الذین یلوئہم ، ثم الذین یلوئہم ” ترمذی کی روایات میں ” خیر الناس قرنی ” اور ” خیر القرن الذی بعثت فیہم ” بھی ہے ، اور بعض میں ” خیر القرون قرنی ” حاصل سب کا یہ ہے کہ انحضرت نے فرمایا ” بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے ، پھر اسکے بعد کا ، اور پھر اسکے بعد کا ”

قرن کے مفہوم کے تعین میں محدثین نے غور و خوض کیا ہے۔ لیکن چونکہ دوسری حدیث ” الخلافة بعدی ثلاثین سنة ” ( خلافت میرے بعد صرف تیس برس تک ہے ) موجود ہے ، اسلیے یقیناً اس حدیث میں قرن سے مراد دس برس کا زمانہ مراد ہے ، اور مقصود یہ ہے کہ بہترین دہ سالہ دور آنحضرت کا تھا ، اسکے بعد دوسرا عشرہ ، اور اسکے بعد تیسرا ، جسکے بقیہ چھ مہینے حضرت حسن بن علی علیہما السلام کی خلافت سے پورے ہو گئے اور پھر زمانہ شروع فتن کا شروع ہو گیا ۔

پس گزارش ہے کہ جس زمانے کی نسبت میں نے محدثات و بدعات کی ابتدا لکھی ہے ، اس سے خیرون القرون کی شہادت کو کیا تعلق ؟ آپ مجھے اس طرح کے خلط بیان سے کیوں تعجب و تحیر میں مبتلا کرتے ہیں ؟ کہاں خیر القرون کا زمانہ خیریت و افضلیت ، اور کجا دور امویہ و مروانیہ کے قرون جبر و تسلط و ملک عرض ؟ خیر القرون کا عہد میمون تو بنی امیہ کی حکومت سے پیشتر ہی ختم ہو گیا تھا ، اور فی الحقیقت وہی دور اسلام کی تعلیم کا اصلی نمونہ ، اور اسکی عمر کا حاصل و مآل زندگی تھا ۔

میں یقیناً اُس زمانے کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے سد باب کا پہلا دن ، اور محدثات و بدعات کی نرم بارانی کا آغاز عہد قرار دیتا ہوں ، جسکی نسبت اسی حدیث کے بقیہ تکرے میں سرورائیات نے پیش آنے والے امور کی خبر دی تھی ، اور جس کو جداب نے غالباً بخیل ایجاز و اختصار چھوڑ دیا ، مگر میں ( کہ باوجود ارادہ و سعی اختصار ، مبتلائے اطلد ہر جگہ ہوں ) اسے چھوڑ نہیں سکتا ، چنانچہ جیسا کہ اوپر گذرچکا ہے ، فرمایا کہ بہترین زمانہ میرا اور اسکے بعد کا ہے ۔ مگر اسکے بعد :

ثم یتاتی من بعد ہم قوم ایک قوم آئیگی جو محض کثرت  
یتسننوں و یحسبون مال و جاہ و اکل و شرب اور عیش  
السمن ( ترمذی جلد نفس ، اور ادعا و نمائش میں

۲ - ابواب الفتن ) مبتلا ہو جائیگی ۔

اس حدیث کا رازی اول عمران بن حصین ہے ، اور آگے چلکر مختلف رواۃ نے مختلف الفاظ میں روایت کی ہے ۔ چنانچہ ایک دوسری روایت میں بعض الفاظ زائد ہیں ۔

مثلاً : ” یشہدون ولا یشہدون ، ویخونون ولا یؤتمنون ، ویغشوا فیہم السمن ” ۔ ترمذی نے اپنی اصطلاح میں اسکو ” حسن صحیح ” لکھا ہے ۔

اور مسلم کی روایت میں ان الفاظ کے بعد ” وینذرون ولا یوفون ” و یشہرون السمن ” بھی ہے ، اور اس سے علامہ نفس پرستی ، عیش پسندی ، اور دولت و جاہ و نمائش کے تذکرہ انہماک کے ، عدل و امانت اور ایفاء عہد و اخلاق حسنہ کا بھی اس جماعت میں فہرنا ثابت ہوتا ہے ۔

پس یہی جماعت ہے ، جو خیر القرون کے سی سالہ عہد کے بعد نمودار ہوئی ، اور یہی دور بنو امیہ ہے ، جو ” امر بالمعروف کے سد باب کا پہلا دن ” تھا ، اور یہی وہ دور محدثات و بدعات و فتن و فحشا ، و شر و فساد امور کا ہے ، جسکی حضرت صادق و مصدق ( روحی فدائے ) نے اسی حدیث میں ، جو جذب کے استشہاد و استدلال کا عرۃ الوثقی ہے ، صف صاف الفاظ میں اطلاع دیدی تھی ، اور پھر غالباً یہی ہے ، جسکی اطلاع کلام الہی نے بھی ” و انقروا فتنۃ ، لا نصیب للذین ظلموا مدینہ خاصہ ” فرما کر دیدی ہے : فصدق اللہ العلی العظیم ، و صدق رسولہ النبی الکریم ، و نحن علی ذلک من الشاعدين !

### اخبار ظہور فتن و منکرات

اصل یہ ہے کہ اخبار ظہور فتن ، و تحدید ازمئہ خیر و فضیلتہ کی نسبت اگر شرح و بسط کے ساتھ لکھا جائے ، تو اتنا وافر ذخیرہ ہے ، اور اسکے متعلق بعض ایسے اہم مباحث ہیں کہ ایک پورا رسالہ چاہیے ۔ اسکی مہلت کہاں اور پھر ضرورت بھی نہیں ۔ آپے ذکر کردیا ، تو کیا کروں ؟ باوجود ارادہ اختصار و اجمال ، خود بخود بحث بڑھتی جاتی ہے ۔

اس بارے میں جو احادیث صحاح اور دیگر اسفار حدیث میں مروی ہیں ، اور اثر صحابہ و تابعین میں اسکی جو تصبیق و تصدیق کی گئی ہے ، اُن سب پر نظر ڈالکر علماء سلف نے اس مسئلہ کو تقریباً حل کر دیا ہے ۔ انکا بیان ہے کہ سب سے زیادہ صحیح اور صاف پیشین گوئی اس بارے میں ” خیر القرون ” والی حدیث ہے ، جسکو اس مبحث کا اساس و بنیاد قرار دیتے ہیں ۔ اسمیں انحضرت نے اپنے عہد رسالت ، اور اسکے بعد دو زمانوں کو یکے بعد دیگرے بہترین زمانہ قرار دیا ، اور یہی زمانہ ” خلافت علی عنہاچ النبوة ” اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا عہد طلائی تھا ۔ یہ زمانہ امیر معاویہ کی خلافت سے پہلے ختم ہو گیا ، اور اسکی تصدیق اُن احادیث سے ہوتی ہے ، جنمیں بتصریح اسکی اطلاع دی گئی ہے ۔

چنانچہ ” خیر القرون ” والی حدیث کے مطالعہ کے بعد اُس حدیث کو دیکھیے جسکو صاحب مشکوٰۃ نے باب ” الانذار والتحذیر ” کی تیسری فصل میں درج کیا ہے :

بکارہ نے ان بیانات کو سنکر امیر معاریہ سے کہا :  
 ”تیرے یہ کتے مجھ پر حملہ کر رہے ہیں“ اور میرا عصا دفاع  
 ضعیف ہے کہ انکو ہنکا نہیں سکتی۔ بیشک ان اشعار کی میں  
 ہی مصنف ہوں۔ میں پسند نہیں کرتی کہ اس سے انکار کروں۔  
 اب میں واپس جاتی ہوں۔ سچ یہ ہے کہ امیر المومنین علیؑ کے  
 بعد زندگی میں کوئی خوشی نہیں“ (بلاغت النساء صفحہ ۱۰۰ - ۱۰۱)  
 اسی طرح سورہ بنت عمارہ رحمہا اللہ کا واقعہ بھی مسلمانوں  
 کیلئے حق گوئی اور صدق لہجہ کی ایک مثال عظیم اور اسوہ حسنہ  
 ہے۔ یہ جب امیر معاریہ کی تخت نشینی کے بعد اس کے سامنے  
 آئی تو امیر نے پوچھا :

”کیا تو وہی عورت نہیں ہیں جس نے ایام جنگ صفین  
 میں یہ اشعار کہے تھے ؟“

شمر کفعل ابیک یا بن عمارۃ  
 یوم الطعان و ملتقی الاقران  
 رانصر علیا والعسین ورہطہ  
 واقصد لہند و ابنہا بہران  
 ان الامام اخر النبی محمد  
 علم الہدی ومنارۃ الایمان  
 فقہ الحترف و سر امام لوائہ  
 قد ما بایض صارم و سنان

سورہ نے کہا :

”اے واللہ ! میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو حق سے  
 وقت پر پھر جاتے ہیں اور کذب گوئی کیلئے حیلہ طرازیں کرتے  
 ہیں۔ بیشک میں ہی ہوں جس نے یوم صفین میں یہ  
 اشعار کہے تھے“

امیر نے کہا : ”کیا شے تھی جس نے ان اشعار کے کہنے  
 پر تجکو امادہ کیا ؟“

سورہ نے بے باکانہ و مسلمانہ کہا :

”حب علی علیہ السلام“ و اتباع الحق - حضرت علیؑ کی  
 محبت اور حق کی پیروی“ (ایضاً صفحہ ۳۶ - ۳۷)

(الہلال) میں (احرار اسلام) کا باب تاریخ اسلام کے ایسے  
 ہی امثال جلیلہ کے احیاء ذکر کیلئے تھا مگر افسوس کہ ہجوم  
 اشغال نے مہلت نہ دی کہ ایک ادبی کیا کیا کرے ؟

بہر حال اس مضمون میں یا سورہ کے طرف اشارہ تھا یا بکارہ  
 الہلالیہ رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف۔ آپ اسکو ”ایک بڑھیا کے  
 ہفوات“ سے تعبیر کر کے شاید کوئی خوشی حاصل فرماتے ہونگے  
 مگر یقین کیجیے کہ آپ کے الفاظ پڑھکر میری آنکھوں سے تو آنسو  
 نکل پڑے۔ فسبحان من لا یتغیر ! ایک زمانہ تھا کہ ہم میں سے  
 بڑھیا عورتوں کے اندر اسلام کا ایسا سچا اتباع، حق اور حریت کے  
 ایسا گرانمایہ امثال، امر بالمعروف کا ایسا سچا ولولہ، اور ازادی  
 و صداقت کی ایسی غیر متزلزل محبت تھی۔ اور ایک زمانہ  
 آج کا ہے جب کہ مردان اسلام اور رجال علم و فضل ایسی  
 مثالوں کا پیش کرنا ایک طرف رہا، انکو ”ہفوات“ کے لفظ سے  
 تعبیر کرتے ہیں !!

اللہ اللہ ! اس مقدس مسلمہ و مومنہ کا مقام عالی اور مرتبہ  
 ارفع ! جسکے دل کو خدا نے خاندان نبوت کی محبت و عشق  
 کا کاشانہ بنایا، جسکو حق کی معیت کی توفیق عظیم ملی، جس  
 نے اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و نصرت  
 میں اپنے سیف لسان کے جوہر دکھائے، اور جسکی حریت  
 و ازادی اور حق پرستی و صداقت پڑوہی کو تخت دمشق کی

اہل بیت اور صداقت پرست و جرأت فرما عورتوں کے آنے، سوال  
 و جواب میں خطبات بلیغہ و موثرہ دینے، اور اپنے اشعار مدحیہ  
 حضرت امیر سنانے کے متعدد واقعات تاریخ و مختارات ادبیہ میں  
 منقول ہیں، اور فی الحقیقت عرب کی ازادی، اسلام کی تعلیم  
 حریت، اور قرون اولیٰ کے امر بالمعروف کی تاریخ میں ان میں سے  
 ہر عورت، شرف و احترام اور عظمت و کمال کا ایک درجہ مخصوص  
 و ممتاز رکھتی ہے۔

صاحب عقد الفرید وغیرہ اور امام ابوالفضل ابن طاہر نے  
 ”بلاغت النساء“ (۱) میں سورہ بنت عمارہ، زرقاء بنت عدی،  
 بکارہ الہلالیہ، عکرمہ بنت الاطش، اور ام البراء بنت صفوان کا ذکر  
 کیا ہے، جنہوں نے جنگ صفین میں شرکت کی تھی، اور حضرت امیر  
 کی نصرت و حمایت میں جانبازانہ حصہ لیا تھا۔ پھر امیر معاریہ  
 کے تسلط کے بعد یہ لوگ مختلف تقریبات میں اس کے سامنے پیش  
 ہوئے ہیں، اور انکو امیر معاریہ نے وہ زمانہ یاد دلایا ہے۔ اسپر  
 نہایت بے باکانہ و حق گووانہ حضرت امیر کے فضائل بیان کیے ہیں،  
 پور تمام اہل دربار کو اپنی عظمت حق گوئی سے متحیر و متعجب  
 بنا دیا ہے !!

از انجملہ (بکارہ الہلالیہ) کے وفد کا واقعہ نہایت موثر ہے، اور  
 غالباً اس مضمون میں، میں نے اسی کی طرف اشارہ کیا تھا۔

صاحب بلاغات النساء نے لکھا ہے کہ بکارہ الہلالیہ بالکل بڑھاپے  
 اور ضعف و نانوانی کے عالم میں ایک مرتبہ امیر معاریہ کے  
 دربار میں گئی۔ وہ اسقدر ضعیف تھی کہ در عورتیں در طرف سے  
 آئے نہامکر لڑتی تھیں۔ وہاں مرزان بن حکم اور عمر بن عاص بھی  
 بھی موجود تھے۔ انہوں نے امیر معاریہ سے کہا کہ ”آپ نے اسے پہنچا نا ؟  
 یہ وہ عورت ہے جس نے جنگ صفین میں ہم لوگوں سے مقابلہ  
 کیا تھا اور یہ اشعار پڑھکر لوگوں کو سناتی تھی :

اتری ابن ہند للخلافة مالکا  
 ہیئات ذاک و ما اراد بعید  
 من ذلک نفسک فی الخلاء ضلالۃ  
 اغراک عمرو للشقاء و سعید  
 فارجع با نكد طائر بنحوسہا  
 لاقت علیا اسعد و سعود !

سعید بھی موجود تھا۔ اسنے کہا کہ اتنا ہی نہیں، بلکہ یہ اشعار  
 یہی اسی کے ہیں :

قد کنت آمل ان اموت و لا اری  
 فوق المنابر من امیۃ خاطبہا  
 فاللہ اخر مدتی و فتطاولت  
 حتی زابت من الزمان عجائبہا  
 فی کل یوم لا یزال خطیبہم  
 وسط الجموع لال احمد عائبہا

یعنی میری ارزو تھی کہ مجھے موت آجائے، مگر اس وقت کو اپنی  
 آنکھوں سے نہ دیکھوں، جبکہ بنی امیہ کا کوئی فرد ممبر پر خطیب  
 نظر آئے ! مگر افسوس کہ یہ ارزو پوری نہ ہوئی، اور اللہ نے میری  
 موت کے وقت کو بڑھا دیا۔ یہاں تک کہ آج میں زمانے کے انقلابات  
 کے عجیب عجیب رنگ دیکھ رہی ہوں، مسجدوں کے ممبروں پر  
 بنی امیہ کے خطیب چڑھتے ہیں، اور آل محمد پر علانیہ لعن و طعن  
 کرتے ہیں !!“

(۱) بلاغات النساء امام ابوالفضل احمد بن ابی طاہر بغدادی متوفی سنہ ۲۸۰ -  
 ہجری ایک نہایت دلچسپ کتاب ہے، جس میں جاہلیہ و صدر اسلام کی مشہور عورتوں کے  
 اقوال و خطبات اور بلاغات و نوادر کو بطرز احسن و بہ تقسیم مراد و ترتیب ابواب جمع  
 کیا ہے، اور اس بارے میں اسکا مطالعہ عقد الفرید و اغانی وغیرہ سے زیادہ مفید  
 و دلچسپ ہے۔ مصر میں چھپ گئی ہے۔ (منہ)

کی نسبت ظلم کی نسبت دی، تو میرے اس جرم کے دیگر شرکاء کو کیوں فراموش کر دیا جاتا ہے ؟

جناب نے فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ تو قطعاً پڑھی ہوگی۔ قضا کے ابواب میں کوئی اس قسم کی عبارت بھی جناب کو یاد ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں ؟

يجوز تقلد القضاء من السلطان ظالم پادشاہ کے طرف الجائر، كما يجوز من العادل، سے قضا کا عہدہ قبول کرنا لان الصحابة تقلدوا من معاربه ..... جائز ہے چنانچہ صحابہ والتابعين تقلدوا من العجاج نے معاریہ کی جانب سے ( ہدایہ مطبوعہ لکھنؤ جلد ۳ - قبول کیا تھا - نیز حجاج صفحہ ۱۱۷ - ) سے تابعین نے -

صاحب ہدایہ کے اس ”لا ابا لانه“ طریق ذکر کی نسبت جناب کا کیا خیال ہے ؟

(۱۰) جناب نے یہ بھی ارقام فرمایا ہے کہ :  
”آپ کی ان تلخ کلامیوں نے ”رفاض“ کی یاد تازہ کر دی جنہوں نے صحابہ کو سب و شتم کرنا اپنا پیشہ بنا لیا ہے“  
لیکن اگر اعمال مروانیہ کو ظلم و جور کے لفظ سے تعبیر کرنا رفض ہے، تو میں بکمال مسرت و انتہا ج رہی کہوں گا، جو امام شافعی کی طرف منسوب ہے کہ :

فليشهد الثقلان اني ”رافضي“ !!  
اور خوش ہرنگ کہ یہ ایک ایسا ”رفض محبوب و مطلوب“ ہے،  
جسمیں الحمد للہ، میرے ساتھ وہ وہ لوگ شریک ہیں، جنکا نام آج دنیا اسلام بغیر دعا و تحیۃ کے نہیں لیتی :

نازم بکفر خود کہ بایمان برابر ست !  
رہا تیرہ اور سب و شتم، تو افسوس ہے کہ اس بدعتہ شیعہ کی بنیاد اولین بھی بنو امیہ ہی نے رکھی، جو علانیہ ہر سر منبر و کرسی پر رسول کے ساتھ حضرت امیر پر لعنت بھیجتے تھے، اور اسی کا اتباع ہے، جو شیعہ دنیا بدبختانہ کر رہی ہے -

وفد بکارة الهلالية علي معاوية

(۱۱) جناب نے آخر میں الہلال کے مضمون زیر نقد کے ایک جملے کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور لکھا ہے :  
”ستم تو یہ ہے کہ جناب ان کے اسی ضرب المثل حلم اور سائتہ برس کی بڑھیا عورت کے ہفوات سے درگزر فرما جانے کو خدا جانے کن نگاہوں سے ملاحظہ فرماتے ہیں ؟“  
جناب کا یہ اشارہ الہلال کے مضمون زیر نقد کی اس عبارت کی طرف ہے :

”اگرچہ طرح طرح کی بدعات و مکتدات کا بازار (خلفاء راشدین کے بعد) گرم ہو گیا تھا، تاہم چونکہ عہد نبوت کا فیضان روحانی اور تعلیم قرآنی کا اثر ابھی بالکل قائم تھا، اس لیے پھر بھی ”امر بالمعروف“ کی آواز کی گرج کوفہ و دمشق کے ایوان و محل کو لرزا دیتی تھی - ساتھ برس کی ایک بڑھیا عورت ہر سردار بلائی جاتی تھی، اور امیر معاویہ کے سامنے بے دھڑک اپنے وہ اشعار جوش و خروش کے ساتھ پڑھتی تھی، جن میں نہ صرف حضرت امیر علیہ السلام کے مناقب ہوتے تھے، بلکہ کھلے کھلے لفظوں میں بنی امیہ کے فظائع و مثالب بیان کیے گئے تھے - الخ“ (الہلال جلد ۲ - نمبر ۱ - صفحہ ۶ - ) -

اب اس وقت یاد نہیں آتا کہ اس مضمون میں کس عورت کی جرأت و دلیری و حق گوئی کی طرف اشارہ کیا گیا تھا، جو جناب کے لفظوں میں ”ہفوات“ سے ملقب ہونے کی مستحق قرار پائی ہے ؟ امیر معاویہ کے سامنے اس طرح کی معب

مخدوما! ان دو سطروں میں کئی غلطیاں ہیں - اول تو ”لا یاتی علیکم زمان الا الذی بعدہ اشر منہ“ کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہر مقدم مورخ سے افضل ہو - مقصود من حیث القوم اور من حیث الاکثر ہے، اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ بنی امیہ کے زمانے میں جمیعۃ اسلام اور ممالک اسلامیہ اپنے بعد کے زمانے سے ہزار درجہ بہتر تھے - عرب کی اصلی سادگی اور آزادی ہر شے کے اندر نمایاں تھی - صحابہ و تابعین و تبع تابعین کا گروہ عرصے تک موجود رہا - عام خاندان اہلبیت مطہرہ اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام یکے بعد دیگرے موجود رہے - مسلمانوں کے اندر ولولہ اسلام اور جوش فتوحات بالکل تازہ اور عروج پر تھا، وغیرہ وغیرہ - لیکن چونکہ فتنہ و فساد کے جرائم پیدا ہر جگہ تھے، اس لیے وہ بتدریج بڑھتے گئے، اور ہر آنے والا زمانہ گذشتہ زمانے سے بدتر ہوتا گیا - یہاں تک کہ جو ہونے لگا تھا، اور آج جو حالت ہے وہ ظاہر ہے -

پھر ”برا کہنے“ کے حق کی نسبت بھی حدود مقرر کرنے چاہئیں، ورنہ سیاہ و سفید کی تمیز اٹھ جائیگی - ”الحب فی اللہ و البغض فی اللہ“ تمام اعمال و افعال میں مسلمانوں کا محور اعمال ہے، اور اچھے اعمال کو اچھا سمجھنا، اور برائی کو خواہ وہ کسی عہد میں ہوئی ہو، برا یقین کرنا، ایک ایسی شے ہے، جس کا خود ہمارے اعمال و خصائل پر اثر پڑتا ہے - اشخاص کی بحث خود بخود پیدا ہوجاتی ہے، جبکہ اعمال پر نظر ڈالی جاتی ہے - یزید کے مظالم پر بعد کو آنے والے کیوں فریادی ہیں، حالانکہ آپ کے اصول کے مطابق تو ”لا یاتی علیکم زمان الا الذی بعدہ اشر منہ“ ؟ ؟

اطلاق لفظ فسق و ظلم نسبت بنی امیہ

(۹) بہت زیادہ تاسف جناب کو اُس مضمون کی ”خون سے شرابور سرخی“ پر ہے، اور اس پر کہ بنی امیہ کی طرف ظلم و فسق کو کیوں نسبت دی گئی؟ خیر، اور تمام باتوں کو جائے دیجئے - آپ ترمذی کی اُس حدیث کی نسبت کیا کہتے ہیں، جو اوپر گذر چکی ہے، اور جسمیں سفینہ کا بنی امیہ کی نسبت یہ قول نقل کیا ہے کہ ”بل ہم ملوک من شر الملوک“ ؟ ؟

قاتلین عمار بن یاسر

پھر اُن احادیث مشہورہ (اور بقول سیوطی متواترہ) کی نسبت کیا ارشاد ہوتا ہے، جنمیں حضرت عمار بن یاسر کی شہادت کی خبر دی گئی تھی، جو جنگ صفین میں اہل شام کے ہاتھوں شہید ہوئے، اور جنمیں ان کے قاتلوں کی نسبت ”فئۃ الباغیہ“ کا وصف فرمایا گیا تھا ؟

عن ام سلمہ و ابی قتادہ ام سلمہ اور ابو قتادہ سے روایت ہے ان رسول اللہ (صلعم) کہ انحضرت (صلعم) نے فرمایا : اے قال لعمار : تقتلک الفئۃ عمار! میں دیکھتا ہوں کہ تجھ کو ایک الباغیہ (بخاری و مسلم) باغی گروہ قتل کریگا -

حافظ سیوطی اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں :

”ہذا الحدیث متواتر، رواہ من الصحابہ بصعۃ عشر، کما بینت ذلک فی الحدیث المتواترہ“ (خصائص کبریٰ - جلد ۲ - صفحہ ۱۴۰)

یہ تو صحیحین کی حدیث ہے، لیکن امام احمد و حاکم اور طبرانی نے عمر ابن العاص سے روایت کی ہے کہ ”سمعت رسول اللہ (صلعم) یقول : اللهم ازلعت قریش بعمار قاتل عمار و سالبہ فی النار“

یہ احادیث صفین کے اہل شام کی نسبت قرار دی جاتی ہیں، پھر انصاف فرمائیے کہ میں نے اگر عام حکومت بنی امیہ



# ناموران غزوہ بھتان

جسکی ایک رات اس عالم میں بسر کی تھی، کہ صبح کو اپنی جماعت کے ساتھ علم حریت کا اعلان کرنے والے تھا، جسکا نتیجہ مجھول تھا، اور اسکی نو جوان بیوی، جسکے ساتھ شادی کے بعد صرف دو نا تمام مہر بسر کر سکا تھا، شیر خوار بچے کو گود میں لیے ہوئے اسکے وداعی الفاظ سن رہی تھی !!

لیکن آہ اے نیازی بک ! اے پرستار ملت و وطن !! تیرا وطن محبوب بھی ہمارے ہاتھ سے گیا، اور اسکے بعد تو نے بھی ہم سے کڈاڑہ کشی کی ! کیا اس لیے کہ اپنی ملت کی ذلت و نکبت تجھ سے دیکھی نہ گئی ؟ اور کیا اس لیے کہ تیری غیرت عشق نے گزارا نہ کیا کہ وطن کے جانے کے بعد، وطن کے نام لیوا دنیا میں باقی رہیں ؟

آہ ! تو، اور تجھے ایسے شہدائے ملت، خوش نصیب ہیں کہ آنے والے وقت سے پہلے ہی دنیا سے چلے گئے، اور اپنی ملت عزیز اور وطن محبوب کی ہونے والی ذلتیں دیکھنے کیلئے باقی نہ رہے، لیکن بتلا کہ ہم بد بخت کہاں جائیں ؟ ہم کہ زندہ ہیں، اور اس لیے زندہ ہیں کہ اپنی برہادیوں اور غیروں کی کامرانیوں کو ابھی کچھ دنوں اور دیکھ لیں !!

\*\*\*

انقلاب دستور کے بعد دنیا اُن لوگوں کو جاننے کیلئے نہایت مضطرب تھی، جنہوں نے بظاہر چند ماہ کے اندر ملک میں رکھر ملک

کو بدل دالا تھا۔ اسی زمانے میں نیازی بک نے اپنا روز نامہ انقلاب دستور ”خراطر نیازی“ کے نام سے ترکی میں شائع کیا، جسکا انگریزی خلاصہ مستر ای۔ ایف۔ نائٹ نے نکھا، اور پھر ولی الدین بک نے عربی میں شائع کیا۔ اسمیں مرحوم نے اپنے ابتدائی حالات مختصر طور پر لکھے تھے۔

نیازی بک کی ابتدائی حیثیت محض ایک عام سپاہی کی تھی، سب سے پہلا امتیازی وصف جو اس سے ظاہر ہوا، وہ جنگ یونان کا موقع تھا، اور اس نے ایک طرف تو فوجی حلقوں کو اسکی طرف متوجہ کیا، اور دوسری طرف ارباب حکومت کی اصلاح

شہادۃ بطل الحریۃ !!

رحمۃ اللہ علیک یا نیازی بک !

حادثہ ملی

(۲)

یورپین ترکی کے بہترین بلاد جمیلہ اور مقدونیا کی حسین ترین آبادیوں میں تیسرا نمبر (مناسٹر) کا ہے۔ وہ مغربی سرزمین میں مشرقی اوضاع و اطوار کے اختلاط کا (جورپین ترکی کی خصوصیت ہے) ایک نہایت دلکش نمونہ ہے۔ موسم کی خرابی، قدرتی مناظر کی دلفریبی، پہاڑوں کی قطاریں، چشموں کی روانیاں وہ مرآۂ روح پرور ہیں، جنکی نعمت سے وہاں کا ہر باشندہ، دنیا میں آنے ہی متمتع ہونے لگتا ہے۔



نیازی بک اعلان دستور کے زمانے میں

اسکے اطراف و جوانب میں دورنگ چھوٹے چھوٹے قصبے اور دیہات ہیں، جنمیں سے اکثر دامن کرم میں واقع ہیں، اور یہاں کے باشندے اب تک بدویت اور حضریت کی درمیانی زندگی کے آثار اپنے اندر رکھتے ہیں۔ مقدونیا کے وہ پہاڑی عصابات (جرگے) جنکے قتل و غارت اور باہمی جنگ و جدال نے اس صوبے کو ہمیشہ حکومت عثمانیہ کیلئے مصائب انگیز رکھا، انہیں دیہاتوں اور انکے جوار کی وسیع پہاڑیوں میں بستے ہیں۔

انہیں قصبوں میں ایک بڑا قصبہ، اور اضلاع کی فوجی چوکیوں کا صدر و مرکز، رسنہ نامی مقام ہے۔

یہی (رسنہ) نیازی بک کا مولد و منشاء ہے۔ یہیں وہ پیدا ہوا، یہیں اپنی فوجی زندگی کا ایک بڑا حصہ صرف کیا، یہیں سے اُس نے اپنی ملکی جان نثاری کی حرکت شروع کی، لیکن افسوس کہ یہاں ہی آخری خاک آسے نصیب نہیں ہوئی۔ حالانکہ آسے رسنہ بہت محبوب تھا۔ وہ رسنہ، جسکے ایک جھونپڑے میں اُس نے اپنی ملت و وطن کی راہ میں قربانی کا آخری عہد و میثاق باندھا تھا، اور

مجلدات آثار دنیا سے نابود کر دینا چاہئیں، کیونکہ وہ ”مصلحت وقت“ کے خلاف ہیں !!

لیکن اس عاجز کا مسلک ان دونوں مذاہب سے مختلف ہے۔ میں دونوں جماعتوں کو افراط و تفریط میں دیکھتا ہوں۔ اپنی تمام قوت علم و دین کو محض تاراج مجاہدہ و مکابہ کرنا، اور امور متنازعہ کو خواہ نخواستہ زندہ کر کے امن و اتحاد و جمعیت کلمہ میں خلل انداز ہونا، عقل و شرع، دونوں کے لحاظ سے مضر ہے، لیکن ساتھ ہی میں اس ”مصلحت اندیشی“ کا بھی قائل نہیں، جس کے معنی یہ ہیں کہ تاریخی مباحث و تحقیقات کا سد باب کر دیا جائے، تصحیح خیال، و تعدیل اعتقاد، و تمجید اعمال حسنہ، و ذم افعال سیئہ کو روک دیا جائے، اور دفاتر اخبار، و اسفار اثار کے دروازوں پر یک قلم قفل چڑھا دیا جائے۔

قاہم بحالت موجودہ میں اسکی بالکل ضرورت نہیں دیکھتا کہ ان مباحث میں اپنا اور ناظرین کا وقت صرف کروں۔ وہ وقت کہ ہماری فرصتیں قلیل، اور ضرورتیں لا تعد ولا تحصى ہیں، اور ہم یہ بحثیں تو ہماری زندگی سے وابستہ ہیں، لیکن پیش آنے والے حالات تورہ ہیں، کہ ہماری زندگی ہی کو مشکوک، اور ہماری ہستی ہی کو مفقود کر دینے والے ہیں۔

الہلال کی گذشتہ جلد کے اختتام، اور نئی جلد کے فاتحہ میں ”امر بالمعروف و نہی عن المنکر“ کی (کہ اصل مقصود دعوت الہلال ہے) تاریخ کی طرف مختصر سا اشارہ کیا گیا تھا، اور اس فضل مخلص امت مرحومہ کی طرف توجہ دلائی تھی کہ ہر زمانے میں حکمت الہیہ نے احیاء شریعت و امر بالمعروف کیلئے برگزیدگان امت کو منتخب کیا، اور انکے ذریعہ حق کا اعلان، اور باطل کا استیصال ظہور میں آیا۔ اسی ضمن میں یہ ذکر بھی آگیا تھا کہ اسلام کا اصلی دور زندگی ابتدائی عہد راشد تھا، اور پھر اسکے بعد ہی بدعات و محدثات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ رہاں نہ بنی ہاشم اور بنی امیہ کے منازعات کا ذکر تھا، اور نہ جمل و صفین کا۔ نہ تعین تھی، اور نہ تشخص۔ لیکن جناب نے اس طرف توجہ مبذول فرمائی، اور اسکو رسم سب و شتم، و اتباع ”رفاض“ و سب صحابہ کرام [رضوان اللہ علیہم] سے تعبیر کیا۔ ایسی حالت میں ضرور تھا کہ برسبیل اجمال اپنے خیالات ظاہر کر دوں۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ واقعات سے بالکل چشم پوشی کر لی جائے، اور یہ کیا استبداد و قہر، اور حکم بندش قلم و لسان ہے کہ ضمناً بھی کہیں صاحبان اعمال خیر کی مدحت، اور موسسین بدعات و محدثات کی طرف اشارہ منقضت نہ ہو؟

(۱۳) پس یہ اسباب تے جنکی وجہ سے الہلال کے چند صفحات اس ذکر کی نذر ہو گئے۔ نیز اس لیے بھی کہ اس بارے میں جناب کا اصرار شدید تھا، ورنہ قارئین کرام پر واضح رہے کہ اس عاجز کے قلم و دماغ کے لیے امویہ و عباسیہ کا مبحث نہیں، بلکہ اب تو اسلام کا سوال درپیش ہے، اور تاریخ اسلام کا حفظ نہیں، بلکہ نفس اسلام کے حفظ کی مہم سامنے ہے۔ اب اسوقت ”صفین“ اور ”جمل“ کے واقعات پر غور کرنے کی مہلت کہانے لائیں، کہ یوم ”بدر“ اور ”احزاب“ کے واقعات تازہ ہو رہے ہیں !!

مرحوم غالب نے اس بحث کا فیصلہ کر دیا ہے :

بحث و جدل بجائے ماں، میکدہ جوے، کاندازان  
کس نفس از جمل نزد کس سخن از فدک نخواست



شوکت قیسری اور ابنت عجمی مرعوب نہ کرسکی! آپ اسکے کارنامہ حق پرستی کو ہفوات و ترہات کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ کیجیے، لیکن مجھ کو تو اگر اپنی تمام زندگی میں ان ”ہفوات“ کی ایک مرتبہ پیروی کرنے کی بھی سچی توفیق مل جائے، تو اپنی قسمت پر ناز کروں، اور یقین کروں کہ میری بخشش کا سامان ہو گیا !!

تو وطوبی و ما و قامت دوست

فکر هر کس بقدر همت اوست

مخدوم من! معاف فرمائیگا، عقائد نسبی ہی کے اندر سب کچھ نہیں ہے، اس سے باہر بھی ذرا اپنی نظروں کو فرمائیے۔ حق کی بحث فریقانہ تعصبات سے ارفع و اعلیٰ ہے، اور اہل حق کا مسلک عدل و اعتدال، اور افراط و تفریط سے اجتناب ہونا چاہیے۔ آپ کو میری اس تحریر میں ”رفاض“ کے سب و شتم کا طریقہ نظر آیا کہ بذریعہ کی بدعات کا ضمني تذکرہ بھی آپ کے خیال میں مشرب ”رفاض“ ہے۔ نہیں سمجھتا کہ اس بارے میں کیا عرض کروں؟ تاہم اتنا عرض کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ الحمد للہ، اہل بیت نبوت کی محبت سے فاضل المرام راہم ان اندرز ہوں، اور اس عالم میں ہوں کہ جب خدا کے حضور میں عبادت کیلئے جاتا ہوں، تو میری نماز بھی اس وقت تک پوری نہیں ہوتی، جب تک کہ آل محمد پر درود و سلام و تحیۃ کا ہدید، پیش کش بارگاہ حضرت تبارک و تعالیٰ نہ کر لوں کہ ”اللہم صل وسلم علی سیدنا محمد و علی آل محمد“ دعا صلیت و سلمت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم انک حمید

مجید :

یا اہل بیت رسول اللہ جبکم

فرض من اللہ فی القرآن انزلہ

کفاکم من عظیم القدر انکم

من لم یصل علیکم لا صلوة له !

میں تشہد میں درود کو اصطلاحی واجب نہیں بلکہ حقیقی واجب یعنی فرض سمجھتا ہوں، فنسأل اللہ تعالیٰ ان یجعلنا علی اتباع الكتاب و قرآنہ اہل بیت النبی الکریم، علیہ و علی آلہ و اصحابہ الصلوٰۃ و التسلیم۔

(۱۲) آخر میں یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس قسم کے مباحث و مذاکرہ کی نسبت ارباب عصر کی مختلف رائیں ہیں۔ بعض حضرات انکو اس درجہ اہم اور اقدم سمجھتے ہیں، کہ دین و دنیا کا کوئی خیال اور اسلام و مسلمین کی کوئی مصلحت انکی نظروں میں انسے اہم تر نظر نہیں آتی، اور انکے عقیدے میں اب مسلمانوں کیلئے اسکے سوا دنیا میں کوئی کام باقی نہیں رہا ہے کہ گذشتہ منازعات و مناقشات کی نسبت تصنیف و تالیف و جرح و تعدیل کا بازار گرم کیا جائے، اور قوم و ملت اپنی زندگی کو اسکے مطالعہ کیلئے وقف کر دے !!

ان بزرگوں کے ساتھ ایک دوسرا روشن خیال، اتحاد دوست اور ”مصلحت“ فرما طبقہ ہے، جسکا خیال ہے کہ اس طرح کے تمام مباحث چونکہ اسکی ”مصلحت وقت“ کے خلاف ہیں، اسلئے بہتر ہے کہ ہمیشہ کیلئے انکو مدفون مقبرہ ذہول و نسیاں کر دیا جائے، اور کبھی انکی طرف اشارہ بھی نہ ہو۔

گویا اس خیال کے بزرگوں کے نزدیک سیاہ و سفید، حق و باطل، صدق و کذب، نور و ظلمت، اور معروف و منکر کی بنیاد، حقیقت نہیں، بلکہ ”مصلحت“ ہے، اور تمام تاریخی اسفار، اور

## اعانۃ مہاجرین عثمانیہ

قبلہ مدظلہ السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ - الہلال ابھی ابھی مجھے ملا ہے - آپکا چھوٹا سا اپیل دربارہ امداد مہاجرین پڑھنے میں آیا - آپکی ہمت پر جوش اور رشک کے آنسو نکل پڑے - اللہ تعالیٰ آپکو اس سے بھی بڑھ کر توفیق عنایت فرمائے اور مجھے بھی - لیکن میں اپنے پاس ایسی جیب کہاں سے لاؤں جسکی وسعت اسقدر ہو، جتنی ان بے خانماں بہالیوں، بھنوں، اور ماؤں کی امداد کی ضرورت ہے، یا جسمیں الہلال کی سی قابلیت ہو کہ وہ ایک عظیم الشان ایثار کے ساتھ اتنی بڑی رقم اپنے اندر سے اگال دے - ادھر تنگی حوصلہ ملاحظہ ہو کہ جی نہیں چامتا کہ آپ پر بار بنوں، یا جو قلیل رقم آتھہ رویہ کی ہوں وہ بھی میرا ایثار نہ ہو، بلکہ جناب کا - اور اگر محض ایک خریدار ہی پیدا کریں تو پھر میں نے تو کچھ بھی ندیا - اللہ میری مٹھی کو تنگ نہ کرے، اور نہ میرے حوصلہ کو پست - لہذا میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ اپنی بیوی کی طرف سے (اور کسقدر مقام شرم و غیرت ہے کہ آج میری بیوی جسے میرا نصف ہونا چاہیے تھا، مجھ سے بڑھ گئی ہے) ایک جرّی طلائی بندوں کی پیش کرتا ہوں - میں نے یہ جرّی اپنے درست ..... کو دیدی ہے - وہ فررخت کر کے قیمت آپکو ارسال کر دیگے - ..... میں چونکہ زبور کی قیمت اچھی پڑتی ہے اسلیے اسے وہیں فررخت کرنا مناسب سمجھا - اس ادنی سی رقم کو آپ اس چندہ میں راقم الحرف یا اسکی بیوی کی طرف سے شمار کر لیں، لیکن ساتھ ہی عرض ہے کہ ہرگز میرا نام آپکی فائل میں ظاہر نہ کیا جائے -

پس جسوقت رقم پہنچ جائے فقط اتنا لکھ دیجیگا کہ ایک بد نصیب مسلم جسے بہت کچھ دینے کی تمنا تھی، لیکن جو بداعت کچھ نہ رکھنے کے اپنے دل کے ارمان نکال نہیں سکتا " [الہلال - ذلک، فلیتنا فس المتذافسون]

[از جہاب شیخ محمود صاحب جفت فروش - اکوٹ صلح اکولہ ملک ہزار]

السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ - اعانۃ مہاجرین کے متعلق آپ نے جس ایثار اور مالی قربانی سے کام لیا ہے میں جہاں تک خیال کرتا ہوں عملی دنیا میں یہ پہلی نظیر ہے - کاش طبقہ امرا بیدار ہوتا اور منہی اعانت میں کوشاں ہوتا تو یہ آفات کی گھٹا جو مسلمانان عالم پر چھائی ہوئی ہے پرزے پرزے ہو کر رہ جاتی - وہ مقلب القلوب لوگے دلوں کو اسلام کے درد اور مسلمانوں کی ہمدردی سے بہر دے - میرے دل نے اسبات کو گورا نہ کیا کہ اتنی بڑی رقم کا بار آپ کی ایک واحد ذات پر ڈالا جائے - اس بنا پر نیاز مند نے آتھہ رویہ کی حقیر رقم اعانۃ مہاجرین کی مدد میں بذریعہ منی اقر خدمت اقدس میں ارسال کی ہے - اس رقم کو آپ اخبار کی قیمت تصور نہ فرمائیں - کیونکہ اخبار کا چندہ ختم ہونے پر اخبار کی مقررہ قیمت برابر ادا ہوتی رہیگی -

[بقیہ مضمون پچہ کالم کا]

کے دشمنوں کی گرفتاری کی تدبیریں سونچتا تھا - اب اسکے سامنے ان عظیم الشان دشمنوں کی صفیں تھیں، جنکے حملے روز بروز اسکی قوم اور اسکے ملک کو برف کی طرح پگھلا رہے، اور خشک سالی کے چشموں کی طرح سکھا رہے ہیں -

وہ اب شب و روز ایک عشق غیر معلوم، اور ایک تلاش رجستجوعہ مجہول کی فکر میں مستغرق رہنے لگا.....

اور اسکے ارکان و اعضا ویسے نہیں ہیں، جیسے کہ پہلے تھے - اس وقت، جس کی روایتیں بچپنے سے میں سنتا آیا ہوں ..... پھر اگر ایسا ہی ہے تو خدایا یہ کیا بد بختی ہے، اور تیرے ہاتھ کر دیا ہوا کہ ہمیں نہیں پکڑتا ؟.....

مقدونیا میں ایک اور نیا سامان تذبہ اور اعتبار کا پیدا ہو گیا تھا، اور نیازی اور اسکے بعض ساتھیوں کی دیدہ عبرت کیلیے اسکے نظارے نے بھی سرمۂ بصیرت کا کلم دیا -

مسئلۃ مقدونیا کی قبل از دستور آخری پیچیدگی اس طرح ساجھائی گئی تھی کہ دول ستہ نے اپنے ہائی کمشنروں کا ایک سیشن منعین کر دیا تھا، اور انکے ماتحت ترکی فوج کا ایک حصہ ندیا گیا تھا، جنکا مقصد بظاہر بتلایا جاتا تھا کہ سعی اجراء اصلاحات اور قیام امن ہے -

یہ ترکی فوج جو باہر کے افسروں کے ماتحت رہتی تھی، انتظام و راحت کے لحاظ سے تمام عثمانی فوج کیلیے رشک انگیز تھی - چونکہ اسکا انتظام یورپین طاقتوں کے کمشنروں کے ماتحت تھا، اسلیے وہ اسکو باقاعدہ، تدخواہیں دلاتے تھے، عمدہ وردیاں پہناتے تھے، انکے جوتے توڑے ہوئے، اور انکے کوت پہتے ہوئے نہیں ہوتے تھے، اور ترکی زندگی کی محبوبات، یعنی قہوہ اور تمباکو کیلیے ترستے نہ تھے - ان سپاہیوں کا رجود مقدونیا کی عام عثمانی فوج کیلیے ایک تازیانہ عبرت ہو گیا - وہ انکو دیکھتے اور اپنی حالت سے مقابلہ کرتے - اور پھر سونچتے کہ یہ کیا بد بختی ہے، کہ انہی کے بھائی انہی کے سے سپاہی، انہی کی سر زمین کے فرزند، چند غیروں کے ماتحت رہ کر عزت و خوشحالی کی ایسی رشک انگیز زندگی بسر کرتے ہیں، اور خود وہ اپنے ملکی افسروں کے ماتحت رہ کر اور اپنے ملک کی پرسنش کا عہد باندھ کر، ذلت و نکبت، افلاس و ناداری، عسرت و تنگی، اور پریشانی و پریشان حالی میں مبتلا رہتے ہیں؟ غیروں کو کیوں یہ عزت و عظمت حاصل ہے، اور انکے ملک دلیسے کیوں ذلت و نکبت کے سوا کچھ نہیں؟

نیازی بک لکھتا ہے کہ "میں جب کبھی مقدونیا کے کمشنروں کے ماتحت سپاہیوں کو دیکھتا تو اپنے ہماراز دوست یوسف صدی سے گھنٹوں اس اختلاف حالت کے اسباب و نتائج پر بحث کر دے -"

\*\*\*

اسی زمانے سے نیازی بک کے خیالات میں تغیر شروع ہو گیا - اسے احساسات بدل گئے، اسکے مشاہدات نے ایک نئی چدر دہلی، اور اسکے کانوں قلب میں "خدمت ملک و وطن" کی وہ مغبی آگ روشن ہو گئی، جو اگر ایک بار روشن ہو جائے، تو پھر سکا بچنا دشوار ہوتا ہے -

اس نے بغیر کسی مرشد و رہنما کے حیات ملکی و ملی کے سر ہفتی کو معلوم کر لیا، اور اسکو یقین ہو گیا کہ ہمارے جسموں کے اندر روح نہیں ہے - کشتی پانی سے بہرتی جاتی ہے، اور بستر مرض روز بروز مایوسی سے قریب تر ہوتا جاتا ہے -

اسکے کانوں میں ایک فرشتہ غیبی کی ہر وقت صدا آنے لگی کہ "وہی انسان اس خاکدان ارضی، اس سماء دنیا کے نیچے زندہ نہیں ہو سکتا، جب تک کہ روح حرۃ اسکی رگوں کے اندر نہ دوڑ رہی ہو، و مملکت عثمانیہ کا مرض اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ ایک صدی کے اندر اسکے چاروں طرف ہی دنیا پلت گئی ہے، لیکن وہ اب تک اپنی نگہ پر پڑی ہے"

اب نیازی بک وہ نیازی بک نہ تھا، جو چند مہینے پہلے بنی بارک کے فوجی قہوہ خانے میں بیٹھ کر اپنے اطراف و جوارب



تھا، محض فوجی فرض، اور حق تنخواہ کے جذبے سے نہیں، بلکہ اپنے ملک کی محبت، اسکو فتنہ و فساد سے محفوظ کرنے کی آرزو، اور خلق اللہ کے امن و رفاہ کیلیے۔

لیکن اس فوجی خدمت کے اثنا میں اسپر نئی نئی باتوں کا انکشاف ہوا، اور اس نے حیرت اور غم کے ساتھ دیکھا کہ اس کے ملک اور ملکی حکومت کی حالت ویسی نہیں ہے، جیسی کہ وہ بچپن سے سمجھتا آیا ہے۔

\* \* \*

وہ لکھتا ہے :

”سب سے بڑھکر جس واقعہ نے اس زمانے میں مجھے پر اثر ڈالا، وہ یہ تھا کہ میں اپنے وفادار ساتھیوں کی زندگی کو خطرے میں ڈالکر راتوں کی نیند اور دن کی راحت سے اپنے تئیں یک قلم محروم کر کے طرح طرح کی مصیبتوں اور طرح طرح کی مشکلات کے بعد، کسی مشہور بلغاری سرغنے، یا کسی مشہور کوہی ڈاکو کو گرفتار کرتا، اور اس کے خونی جرائم اور حملوں سے مظلوم انسانی آبادیوں کو نجات دلانا، لیکن جب اسکو مناسٹر بھجھدیتا، اور وہاں سے اسکا معاملہ (یلدیز) کے ہاتھوں میں پہنچتا، تو چند دنوں کے بعد حیرت و تعجب سے سنتا کہ ”قلل یورپین حکومت کے سفیر نے انکے معاملے میں مداخلت کی، اور وہ فوراً باعزاز و اکرام رہا کر دیے گئے“ !!

یا درمیان حکم کو رشوتیں مل گئیں، اور تیسرے چوتھے دن ہی وہ پھر اپنے قبائل سے آملے !!

اس کے ساتھ ہی میں دیگر فوجی افسروں کو دیکھتا، جو میری ہی طرح بلغاری باغیوں کے مقابلے کیلیے متعین تھے، اور دیگر اطراف مقدونیا سے تعلق رکھتے تھے۔ نہ انکو غریب دیہاتیوں کے لئے کچھ غم تھا، اور نہ باغیوں کی تادیب و تنبیہ کی کچھ فکر تھی۔ نہ انہوں نے ان خطرناک جگہوں سے مقابلہ کر کے انہیں اپنا دشمن بنایا، اور نہ کبھی انکو گرفتار کرنے کی کوشش کی۔ اپنے اپنے مقاموں پر پڑے رہتے، اور جب کبھی کسی جگہ کے لئے اور تاراج قتل و غارت ہونے کی خبر آتی، تو دوسرے تیسرے دن معائنہ کیلیے چلے جاتے، اور اپنے روز نامے میں لکھ دیتے کہ ”غارت گروں کا کچھ سراغ نہ لگ سکا“ !

تاہم وہ مجھ سے زیادہ محروم و عزیز تھے۔ !!

میں نے سوچا کہ الہی یہ کیا معاملہ ہے؟ کیا بچپن سے اعتقاد و فکر کی جس جذبت میں مقیم ہوں، وہ محض ایک دھڑلہ اور فریب ہے؟ کیا اب تک میں نے جو کچھ سنا، اور جو کچھ سمجھا، وہ واقعیت اور صداقت سے خالی تھا؟.....؟

کیا یہ سچ نہیں ہے کہ دنیا کی حکمران قوموں کی طرح ہم ایک عظیم الشان حکمران قوم ہیں، اور ہمارا سلطان دنیا کے پادشاہوں میں ایک بڑا پادشاہ ہے؟ اگر یہ سچ ہے تو یہ کیوں ہے کہ جن مجرموں نے ہمارے ملک کی عافیت کو تاراج کر دیا ہے، ہم انکو پکڑتے ہیں، لیکن ہماری حکومت کو اتنا حق بھی حاصل نہیں کہ اپنی مرضی سے انہیں سزا دے، اور وہ محض ایک یورپین سفیر کے اشارے پر بلا تامل چھوڑ دیے جاتے ہیں! چھوڑ دیے جاتے ہیں، تاہم وہ پھر آکر ہماری سر زمین کو قتل و غارت اور نہب و سلب سے بھر دیں! تا کہ مظلوم انسانوں کی عورتیں بدو، اور تاکہ انکے شیر خوار بچے یتیم ہوں!! ..... یا للعجب! ریالاسف.....

اگر ہماری حکومت کا یہی حال ہے، تو پھر ہماری جانوں کو انکے مقابلے کیلیے کیوں معرض ہلاکت میں ڈالتی ہے؟ ..... کیا یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ ہم ذلیل و حقیر ہو گئے ہیں، اور اپنے آپکو سندھ لئے پر قادر نہیں؟ کیا ہماری حکومت کا انتظام

طلب بے عزتوں کا پہلا نقش اس کے دل پر کھینچ دیا۔ جنگ کے ایک پرخطر موقعہ میں اس نے تنہا ۱۸ - یونانیوں کو فید کر لیا تھا، اور ان میں بعض نہایت ممتاز یونانی فوج کے افسر تھے۔ وہ اپنے اسیروں کو لیکر خوشی خوشی قسطنطنیہ روانہ ہوا کہ سلطان کے حضور میں پیش ہو کر اپنی خدمت کو پیش کرے۔ راہ میں امراء یلدیز میں سے ایک امیر کا لڑکا ملا، اور اسکو معلوم ہو گیا کہ نیازی بک کے ساتھ یونانی اسیر ہیں۔ قبل اس کے کہ نیازی قسطنطنیہ پہنچے، مابین ہماہونی سے ایک فرمان شائع ہو گیا، جس میں ۱۸ - یونانیوں کو تنہا قید کر لینے کے کارنامے کو اس امیر زادے کے طرف منسوب کیا گیا تھا، اور پھر اس کے صلے میں ترقی مراتب و مدارج کا اعلان تھا!

نیازی بک کہتا ہے کہ ”یہ پہلا واقعہ ہے، جس نے میری آنکھیں کھولیں، اور مجکو اپنے ملک کے حکام، اور مرکزی بد نظمی کی نسبت علم ہوا“

سنہ ۱۹۰۳ء کے اواخر میں یورپین ترکی کے اندر بلغاری جگہوں کی بغاوت اور شورش کا ہمسایوں نے انتظام کیا، اور تمام مقدونیا میں آتش فساد بھڑک اٹھی۔ یہ کوہستانی اطراف اور دیہات و قصبات کے قبائل تھے، جنہوں نے مختلف جرائم پیشہ سرغناروں کی سرکردگی میں اپنی اپنی جماعتیں بنائی تھیں، اور پھر باہم ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے تھے، اور دیہاتوں اور قصبوں کو لوٹتے تھے۔ یہ بغاوت سنہ ۱۹۰۸ء تک قائم رہی، جبکہ دستور عثمانی کا پہلا اعلان ہوا۔

\*\*\*

حکومت نے جن لوگوں کو بلغاریوں کے مقابلے، اور سرکوبی کے لیے متعین کیا تھا، ان میں نیازی بک بھی تھا۔ وہ پانچ سال تک اپنی رجمنٹ کے ساتھ مقدونیا کے جگہوں کا مقابلہ کرتا رہا، اور اس عرصے میں اس نے اپنی شجاعت و بسالت، ایڈر نفس و جوش خدمت ملک و ملت، اور نوع پرستی و انسانی ہمدردی کی نہایت نمایاں مثالیں پیش کیں۔ اسکا وجود تمام اطراف رسنہ و مناسٹر کیلیے ایک رحمت الہی تھا۔ اس نے بلغاری اشارے کے حملوں اور لوٹ مار سے تمام اپنے قرب و جوار کی آبادی کو بالکل محفوظ کر دیا تھا، اور برے برے مشہور بلغاری ڈاکو اور سرغنے اس کے نام سے ڈرتے اور اسکی شجاعت و کاردانی کا اعتراف کرتے تھے۔ اسکی ہمدردیوں کے بلا اختلاف مذہب و مات تمام اطراف و جوارب کے لوگوں میں اس کے وجود کو محبوب القلوب بنادیا تھا۔ اسکی موجودگی کا یقین راتوں کو تاریکی میں امن و امان کی روشنی تھا، جو گروں کے اندر عورتوں اور بچوں کو اطمینان کی نیند بخشتا تھا، اور بوڑھوں اور معذوروں کو بلغاری وحوش و برابہ کے حملوں سے بے پروا کر دیتا تھا۔

ایک ذکی الحس اور حقیقت جو طبعیت کیلئے دنیا کے تمام حوادث و واقعات عبرت و بصیرت کا درس ہوتے ہیں۔ مدھا عام سپاہی اور فوجی افسر نیازی کی طرح اس کام میں مصروف تھے، لیکن نیازی بک جو کچھ کرتا، اور جو کچھ دیکھتا تھا، وہ کسی کو مبسر نہ تھا۔ وہ گو اب تک انقلاب و اصلاح کی کسی تعریک میں شامل نہیں ہوا تھا، اور اس کے خیالات میں کوئی انقلاب انگیز جنبش فکر پیدا نہیں ہوئی تھی، باہر کے اخبارات کی ملک میں اشاعت مسدود تھی اور علی الخصوص ترکی فوجی زندگی تمام دنیا سے بے خبری اور بے فکری میں گتھی تھی۔ تاہم چونکہ اسکا دل محبت ملک، اور اسکا دماغ پیرو ضمیر تھا، اس لیے وہ جو کچھ کرتا

## کیا عرب سے اسلام کی حکومت مت جائیگی ؟

میرا خیال ہے کہ ہندوستان کے اردو اخباروں میں آپ ہی کا ایک اخبار ایسا ہے جو اسلامی معاملات پر آزادی سے بحث کرتے ہوئے اپنی آواز کو قسطنطنیہ کے باب عالی اور دہلی کے ایوان حکومت تک پہنچا سکتا ہے۔ اور گو میری ناچیز تحریر اس کے زریں کالمن کے لیے عیب ہے۔ مگر میں ان خیالات کو اظہار کیے ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا جو مجھ کو عرصے سے پریشان کر رہے ہیں۔ اگرچہ مجھے یقین ہے کہ وہ اخبار کے کالمن میں شائع ہونے کا شرف نہیں پاسکتے۔ لیکن اس امید پر کہ ممکن ہے آپ میری رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اپنے قلم فصاحت کو جنبش دیں دھرم المقصود۔ موجودہ رفتار سیاست کو دیکھتے ہوئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آئندہ عرب رجحان کا حاکم اعلیٰ کون ہوگا۔ یہ سوال گو بظاہر ایک سرسری بات ہے۔ مگر موجودہ رگدشتہ واقعات ایک آنیوالے خطرے سے مجھ کو ڈرا رہے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ جس طرح ممکن ہو ان خطروں کا ذکر مفصل کروں۔ میں جس خطرناک شہنشاہ عرب کا رجحان خراب دیکھ رہا ہوں۔ اس کی تعبیر ریوٹر ایجنسی نے ترکی و انگریزی معاہدہ خلیج فارس کو ظاہر کرتے ہوئے کر دی ہے۔ عرب کے موجودہ پالیٹکس کو سمجھنے کے لیے بہتر ہوگا کہ تاریخ عرب میں ترکی اور انگریزی اقتدار کے مابین سیاست پر بحث کرتے ہوئے معاہدہ خلیج فارس و مسئلہ مصر پر رائے زنی کی جائے۔

”عرب میں ترکی حکومت شریف جعفر“ اول سے شروع ہوئی سلیمان صاحبقران (۱۵۲۰ - ۱۵۶۶) کے عہد میں عثمانی سلطنت منہلے عروج پر تھی۔ اس وقت تمام عرب ترکی ایشیا میں شامل تھا۔ مگر ارنلٹسویس مدی کے شروع میں مدت تک ترکی حکومت عرب میں متزلزل رہی۔ سنہ ۱۸۲۰ء میں ترکی حکومت کا دوبارہ اعلان ہوا۔ اور عبدالمطلب مکہ کے شریف اعظم مقرر ہوئے۔ لیکن شریف اور پاشا میں منافست کے باعث عبدالمطلب کو معزول کر کے محمد بن عون کو حاکم مشہور کیا گیا۔ ۱۵ - جون سنہ ۱۸۵۸ء کو جدہ میں انگریزی قنصل کے قتل ہو جانے کی وجہ سے انگریزوں اور حجاز کے فرمانرواؤں میں لڑائی ہوئی۔ جدہ پر گواہ باری کی گئی اور اس شرط پر جھگڑا رفع ہوا کہ انگریزوں کو تاراج دیا جائے اور قاتلوں کو سزا دی جائے۔ نہر سویس کے اجراء سے ترکی کا تعلق مکہ سے قوی ہو گیا۔ جدہ بحر قلمز کے سلسلہ تار سے ملا دیا گیا۔ باعالی سے مکہ کو تار پہنچنے لگے۔ طائف میں تار پہنچایا گیا۔ شرفاء حجاز کے لیے مخالفانہ کارروائی کا موقع نہ رہا۔ جنگ رزم و رزم میں مکہ سے سپاہیوں کے ایک رجمنٹ بھرتی کرنے کی کوشش کی گئی۔ سنہ ۱۸۶۹ء میں مدینہ، جدہ، مکہ اور طائف میں عثمانی دفتر اور محکمے قائم ہوئے۔ مکہ میں عبد اللہ ایک ہر دلعزیز شریف تھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا مقرر ہوا جو سنہ ۱۸۸۰ء میں قتل کر دیا گیا۔ اسی سال عبدالمطلب دوسرے مرتبہ شریف ہوا۔ گوکہ اس نے انتظامات تو اچھے کیے مگر طبیعتیں پلے ہی سے اس کی جانب سے متنفر ہو چکی تھیں۔ عزل کی درخواست کی گئی۔ عثمان پاشا نے آکر اس مسن و معمر شریف کو معزول کر دیا اور شہر کی حکومت خود سنبھال لی۔ ۱۸۸۲ء میں حسین کا بیٹا عون الرفیق شریف مقرر ہوا، اس دور عملی سے بددلوں نے بغارت کر دی۔ رفیق مدینہ بھاگ گیا۔ اور عثمان پاشا

تعلیم کے لیے۔ ایک مولوی کی اجازت ملجاء تو بہت مناسب ہے۔ یہ نیک نظیر ناموری کا باعث ہوگی کہ سرکاری اسکول میں ایک فرماں رواے اسلام کی طرف سے مذہبی تعلیم کا انتظام ہوا۔ اسکول کو بھی مقابلہ زیادہ رونق ہوگی۔ مسلمان طلبہ مذہبی تعلیم سے مستفید ہونگے۔ ہیڈ ماسٹر مڈل اسکول۔ ہر وقت نگران رہیگا۔

## قانون ازدواج بیوگان کی تحریک

از جناب نثار احمد خاں صاحب کٹوری

بیواؤں کے عقد ثانی کا مسئلہ اس قدر ضروری راہم ہے کہ کوئی دور اندیش و معاملہ فہم دل و دماغ اس کی اہمیت سے انکار نہیں کر سکتا۔ میری رائے میں اس کے لیے امپیریل ایجنسیٹر کونسل میں ایک خاص قانون وضع کرنے کی پرزور تحریک کرنی چاہیے۔ جس کا ابتدائی مسودہ یوں ہو سکتا ہے۔

دفعہ (۱) صاحب کلنٹر یا سیشن جج یا ان کے مرتبہ عہدہ داران ریاست کو بذریعہ درخواست با ضابطہ بیوہ کے حالات و متعلقات کی اطلاع ہونا چاہیے۔

دفعہ (۲) ہر ایسی درخواست میں بیوہ کی تخمینہ عمر۔ اسباب عدم نکاح ثانی مع ان وجوہ کے جو رلیوں مریدوں یا سرپرستوں کی طرف سے کہ مانع نکاح ثانی ہوں درج کرنے چاہئیں۔

دفعہ (۳) ہر ایسی درخواست کے گذرنے پر عہدہ دار خود یا اپنے کسی ماتحت افسر کو خواہ وہ آنریری ہوں یا ملازم سرکاری بغرض تصدیق بیانات عرضی گزار کے مامور کر کے عزرات مندرجہ درخواست کی تصدیق کرائیگا۔

دفعہ (۴) درخواست تصدیق شدہ چند معزز مقامی باشندوں کے پاس مزید تصدیق و تحقیق کی غرض سے بھیج دی جائے اور ان کی سفارشی رپورٹ پر مناسب لحاظ کیا جائے۔

دفعہ (۵) اگر شادی ہونیکے لیے سفارش ہو تو بیوہ جس شخص کی سرپرستی یا نگرانی میں ہو اس کو مناسب وقفہ و مہلت دیکر بیوہ کے عقد ثانی کی ہدایت کرنی چاہیے۔

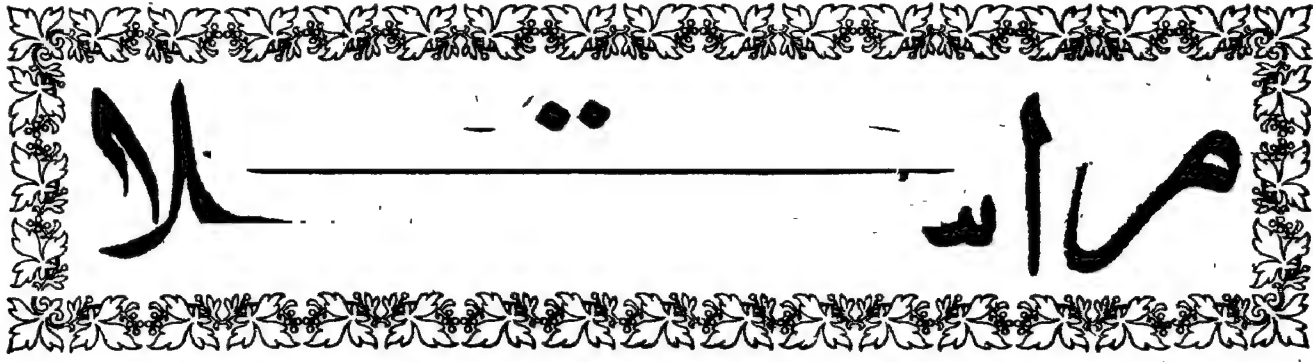
دفعہ (۶) مناسب مہلتوں کے بعد بھی اگر تکمیل نہ ہو تو ایسی حالت میں مقامی معززین کو راجی و سرپرست مقرر کر کے تکمیل قد کرنیکے لیے ہدایت کی جائے۔

دفعہ (۷) بحالت بالغ ہونے بیوہ کے حسب سفارش مقامی معزز باشندوں کے تکمیل عقد کے لیے مناسب ہدایت کی جائیں، ان کے عمل در آمد نہ ہونے پر برادری کے ہر قسم کے رسوم میں شرکت نیسے آئے روک دیا جائے۔ خود اس کے یہاں کی تقریب غمی شادی میں اہل برادری وغیرہ کی شرکت ممنوع قرار دی جائے۔ عدول حکمی کی سزا اخلاقی و میعادہ ہونا چاہیے۔

دفعہ (۸) خاص عمر کی اور مریض اور ایسی بیواؤں جو احب اولاد ہوں اور جن کے عقد کرنیسے ان کی اولاد کی بربادی کا بیشہ ہو مستثنیٰ قرار دی جائیں۔

دفعہ (۹) بیوہ ترکہ شوہر اول سے محروم نہ کی جائے۔ نفاذ اس کا اثر عقد اول سے عقد ثانی تک رہے۔ مگر بیوہ ہونے پر نکاح کے لیے مجبور نہ کیا جائے۔

ہندو بیواؤں کے لیے بھی بہ نظر ہم وطنی و ہمدردی انسانی بایسا ہی قانون جاری ہونا چاہیئے۔



## تصحیح ضروری

از جناب شرف الدین احمد صاحب ریاست رام پور

آپ نے اپنے معزز پرچہ ”الہلال“ مورخہ ۷ مئی سنہ ۱۹۱۳ ع میں میرے ناچیز ترجمے یعنی ”جہنم سے بچے اور دوسرے خط“ پر جو ریویو فرمایا ہے اس میں دو غلطیاں ہیں اگر براہ کرم آپ ان کی صحت فرمادینگے تو میں شکر گزار ہوں گا۔

(۱) تقریباً دو سال سے میں ہید کلرک جیل نہیں ہوں بلکہ اب ہن ڈپارٹمنٹ میں عالی جناب صاحبزادہ محمد مصطفیٰ علی خان صاحب بہادر ہوم سیکریٹری کی عنایت آمیز ماتحتی میں اپنا فرض منصبی انجام دیتا ہوں۔

(۲) اصل کتاب میں تیس خط ہیں۔ آپ نے ۲۰ - خطوط لکھے ہیں ۳۰ - میں سے صرف دو خطوں کا ترجمہ ابھی شائع ہوا ہے تیسرا زیر طبع ہے۔

## مدرسہ بجائے مکتب

از جناب نصیر خاں صاحب جلال آبادی

احتشام الملک سلطان الدولہ جناب احمد علی خان صاحب بہادر مرحوم شہر بیگم صاحبہ بھوپل جلال آباد ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے۔ راجی عہد بہادر ریاست بھوپال اور ان کے بھائی کرنل محمد عبد اللہ خان بہادر جلال آباد کے رئیس اعظم محمد ولایت علی خان صاحب کے یہاں منسوب ہیں۔

ان تعلقات نے بھوپال اور جلال آباد میں وابستگی پیدا کر رکھی ہے۔ جلال آباد میں کا ارادہ تھا کہ ہر ہائلس بیگم صاحبہ بھوپال سے ایک ہائی اسکول کے لیے درخواست کیجائے۔ یہ ارادہ عملی صورت میں ظہور پذیر ہونے بھی نہ پایا تھا۔ کہ ایک دراصحاب نے درخواست پیش کی۔ کہ سرکار عالیہ کی جانب سے جلال آباد کے مسلمان بچوں کی تعلیم کیلئے ایک حافظ قرآن کا تقرر منظور فرمایا جائے۔ رہاں کیا تھا۔ دس روپیہ ماہوار پر ایک حافظ صاحب مقرر ہو گئے۔

جلال آباد کی آبادی چار ہزار ہے۔ اس میں بڑی کوشش سے ۱۵۰ طلبہ تعلیم پاتے ہیں۔ ایک سرکاری مڈل اسکول ہے جس میں متعلمین کا شمار اب سے دو ماہ پیشتر دیر سے تھا۔ اب اس مکتب کے طفیل میں روز بروز تعداد کم ہونے لگی۔ سرشتہ تعلیم سے جواب طلب ہوا۔ اس وقت تو کچھ یوں ہی سا جواب دیدیا گیا ہے۔ لیکن تابکے۔ یہی حالت رہی تو کبھی تعداد طلبہ کی وجہ سے اسکول دوسری جگہ منتقل ہو جائیگا۔ پھر آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اہل شہر اور مضافات کے باشندوں کو کس قدر نقصان ہوگا۔ ہر ہائلس بیگم صاحبہ کی ترجمہ سے بمنظوری صاحب کلکٹر ضلع مظفر نگر انٹر بجائے علحدہ مکتب قرآنی کے مڈل اسکول ہی میں مذہبی

از جناب مولوی یعقوب صاحب ہید مولوی اسکول جمہری ضلع موئیر

مخدومنا الاعظم جناب المکرم مولانا ابوالکلام آزاد۔ ادام اللہ شمس افاضکم ساطعة علی راس المومنین وجعلنا اللہ سبحانہ و ایاکم من انصار المسلمین۔ السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ۔ اعانت مہاجرین بے خانمان ترک کے لیے مبلغ آٹھ روپے ارسال خدمت ہیں۔ دینا تقبل منا انک انت السميع العليم۔

حقیقت کے بدل جانے سے حکم بھی بدل جاتا ہے، اب جناب والا کے الہلال نے حکم: الذین ینفقون اموالہم ابتغاء مرضات اللہ صد ہزار بدر کامل کو بے نور و صد ہزار متاع کونین کو ہیج کر دیا۔ ان ہذا کان لکم جزاء و کان سعیکم مشکورا۔ میرا خیال ہے کہ تیس ہزار کی رقم خطیر کے ایڈر سے دلیل راہ بننے کی مثل آپ سے پہلے کوئی اخبار ہندوستان کا شاید نہیں ہوا ہے۔ اسکی مقبولیت کی کافی دلیل آیت مذکور ہے۔ کیونکہ ابتغاء مرضات اللہ سے افضل ترین دوسری کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ یہ امتیاز جناب والا کا لرحہ اللہ ہے کسی مداح کے مدحت سے اچھا اور کسی حاسد کے چشم پر فتن کے دیکھنے سے برا نہیں ہو سکتا۔

نما نطعمکم لرحہ اللہ لا نرید منکم جزاء ولا شکورا۔ جناب والا نے غازی شکری پاشا متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ کے خدمات اسلامیہ کی یاد گار قائم کرنے کا خیال جو ظاہر فرمایا ہے گر کسی حیثیت سے معذور، متضرر ہو، مگر بنفسہ بہ چند وجوہ یہ یاد گار قابل اعتراض ہے۔

(۱) کیا یہ خیال صحیح ہے کہ قوم ترک کے افراد میں بطل و درنہ غازی شکری پاشا سے زائد اسلام پرستی و ملک و وطن کے لیے جانفروشی کرنے والا دوسرا کوئی فرد اس جنگ بلقان میں ثابت اقدام نظر نہ آیا؟ اگر یہ خیال صحیح ہے تو اور کئی یاد گار کے لیے یہ کافی ہے کہ اشداء علی الکفار کی صفت سے عامہ مسلمین یاد کیا کریں۔ تاریخ میں ان کے لیے یہ صفت باعث صد افتخار و مکرمات ہے۔ بشق ثانی اگر ایک کے لیے کوئی یاد گار قائم ہو اور دوسرے کے لیے نہیں، تو ترجیح بلا مرجع ہے۔ یقین جانیے کہ اس دور ناکامی و نامرادی میں بھی ہر مسلمان سپاہی جوش و ہمت و عزم و ثبات میں خالد وقت ہے، پھر ایک کے لیے یادگار قائم کیجائے اور دوسرے کے لیے نہیں، کیا یہ رائے صائب ہو سکتی ہے؟

## صوفی بالکل مفت

از جناب محمد الدین صاحب ایڈیٹر صوفی ہنوی بہاؤ الدین ضلع گجرات

تصرف کا بے نظیر رسالہ جو ہندی بہاؤ الدین ضلع گجرات سے ماہوار شائع ہوتا ہے۔ ان صاحبان کی خدمت میں سال بھر تک بالکل مفت روانہ کیا جائیگا۔ جو اسکی سالانہ قیمت ایک روپیہ ۵ - آنہ خزانہ اعانہ مہاجرین عثمانیہ میں بنام ایڈیٹر صاحب الہلال کلکتہ بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں۔ اور رسید منی آرڈر جو ڈاکخانہ سے ملے وہ معہ اپنے پتہ کے دفتر صوفی میں ارسال فرمائیں۔ رسالہ سال بھر تک ان کے نام جاری رہے گا۔ [الہلال - جزاء اللہ تعالیٰ خیر الجزاء]



## فہرست زرعائے دولت علیہ اسلامیه ( ۲۳ )

ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم و اموالهم

بان لهم الجنة

[ بذریعہ جناب ضامن علی صاحب گزدارو بہ سعی مہبران مسلم کلب  
لوندے پور میوات ۳ - سو - ۲۳ - روپیہ ایک آنہ ۳ - پائی  
( بتفصیل ذیل )

پگہ	آنہ	روپیہ	نہی بخش صاحب
۰	۱۳	-	شیر خاں صاحب
۱	۱۰	-	جماعت کفش دوزاں
۱۶	۴	-	کریم بخش صاحب
۱	۱۰	-	قاسم صاحب
۰	۶	۶	رحیم بخش صاحب
۰	۱۳	-	مستری رحیم بخش صاحب
۰	۱۳	-	اسحاق صاحب
۰	۱۳	-	قادر بخش صاحب
۰	۱۳	-	اللہ رکھہ جی اوستا
۰	۱۳	-	نقہ خاں عرف تاهتو
۰	۱۰	-	غنوجی
۰	۱۳	-	احمد بخش صاحب
۴	۰	۴	عبدالستار صاحب
۶	۹	۹	جماعت کھار بونی
۰	۱۳	۶	فتح محمد و ابراہیم - فخرالدین صاحبان
۰	۱۳	۶	علامہ اڑن ایک انشتری طلائی بھی عنایت کی ہے - جو فروخت ہو کر
۰	۱۳	۹	جداگانہ قیمت دوسرے مزی آرڈر کے ہمراہ روانہ کیجائیگی
۰	۱۳	۹	ملم خاں صاحب
۹	۱۰	۱۰	محراب خاں
۱	۱۰	-	پیش طلب خاں
۱	۱۰	۹	خواجه صاحب
۱	۱۰	-	روضان خاں صاحب
۱	۱۰	-	محراب صاحب
۱	۱۰	-	میاں نند پوش صاحب
۱	۰	-	مذہبی محب اللہ خان صاحب
۱۶	۳	-	جعدار سندھی سلطان محمد صاحب
۰	۱۳	-	سندھی فقیر محمد صاحب
۲	۷	-	دومدار ناچ محمد صاحب
۲	۶	-	شمس الدین صاحب
۰	۱۳	-	رتن لال صاحب
۰	۶	-	دیر بخش صاحب
۰	۱۳	-	عربہ دار جتوئی خاں صاحب
۰	۱۳	-	امین اسماعیل صاحب
۲	۱۱	-	رحیم بخش صاحب
۰	۱۳	-	ایک خاں
۸	۰	-	محمد اکبر خان صاحب
۴	۰	-	بابت فائدہ سید صاحب
۱۹	۷	-	بابت فائدہ محرم
۳	۳	-	از نشان بردار و دفعدار حوالدار
۱۶	۳	-	اللہ بلی صاحب
۰	۰	-	میاں کمال شاہ صاحب
۰	۰	-	سلیمان صاحب
۰	۰	-	داؤد حی سنگ تراش
۱۴	۰	-	حسن بخش جی سنگ تراش
۱	۰	-	عظیم حی سنگ تراش
۱	۰	-	رحمن بخش جی رانی
۳	۰	-	اللہ رکھہ جی چورنگر
۳	۰	-	فضل الدین جی سنگ تراش
۲	۰	-	فخر الدین جی سنگ تراش
۱	۰	-	تفاجی فقیر
۱	۰	-	امیر خاں جی
۱	۰	-	امام بخش جی
۱	۰	-	عوض خاں جی
۱	۰	-	زمان خانجی خولدار

باسفروس کے ایشیائی ساحل سے انقرہ ( انکرہ ) کو جو ریل آئی ہے وہ جرمن کے ایک سندیکیت کے زیر اہتمام ہے - اس لائن کے بغداد تک وسیع ہو جانے کی تجویز ہے - عرب میں انگلستان کے درحاکم رہتے ہیں - ایک بوشہر کا برٹش رزیدنٹ جو قونصل جنرل کے نام سے مشہور ہے - دوسرا عدن میں اسی نام سے رہتا ہے - بوشہر کے رزیدنٹ کی نسبت لارڈ کرزن نے لکھا ہے کہ ” اسکو اگر خلیج فارس کا بادشاہ بے تاج کہا جائے تو درست ہے - اس کے ماتحت ایک دو مسلم جہاز رہتے ہیں - ایرانی اور عرب اپنے جہازوں میں اسکو سرپرست بناتے ہیں - ایک جہاز خاص اسکی ضرورت کے لیے رہتا ہے “

اس شاہی اثر کا قائم کرنیوالا کرنیل راس اور اسکا پیشرو سرلونس بلی تھا - بحریں کے سرداروں سے بحری امن کے قیام اور دول غیر کی مزاحمت اور انسداد غلامی کے لیے عہد نامہ ہرچکے ہیں - قطر کے جنگجو عربوں سے بھی عہد نامہ کیے گئے - سنہ ۱۸۵۳ء میں دیگر قبائل سے اس شرط پر دائمی عہد نامہ ہوا تھا کہ بحری لڑائی نہ کیجائے - تمام جہاز برٹش رزیدنٹ سے فیصل کرائے جاتے ہیں - اس کے علاوہ ایک خاص عہد نامہ کے زر سے شیخ بحریں نے اس مجمع الجزائر کو انگریزی حفاظت میں دیدیا ہے - سرحال الحسا و القطر کے عرب قبائل ترکی حکومت کے مطیع ہیں - مگر انگریزوں کے منازعات میں بھی دخل دیتے ہیں - القطیف سے بصرہ تک ترکی علاقہ پایا جاتا ہے ملک گیری کی ہوس عرب کو اپنے ماتحت بنانے کی بے حد خواہشمند ہے - اور جبکہ ترکی سلطنت میں ضعف کے آثار پائے جاتے ہیں تو یہ تخیل بالکل بجا ہے کہ مصر کی طرح بصرہ و بغداد میں بھی ہماری قوت زور پکڑے گی - اور مقدس سرزمین کے ہم وارث ہونگے - ان مدبروں نے کاغذی لڑائی شروع کر دی ہے - بری و بحری : ساکر سے امداد کا وعدہ لیا ہے - امیر البحر نے خلیج فارس میں بحری قوت مستحکم کی ہے - پولیٹیکل افسروں کے استناف و سلسلہ تلگراف کی توسیع ہونے کو ہے - کویت کا جزیرہ ترکی سلطنت کے ماتحت ریاست ہے مگر معرے سیاست جو چاہے انقلاب پیدا کر دے - ترکوں کا فرض ہے کہ اس سیاسی کشمکش کو جہاں تک ممکن ہو فرصت اجازت دے دے کر کرنے پر جلد متوجہ ہوں - اور اپنے حقوق ہی کی نہیں بلکہ دراصل اسلام کی حفاظت کریں - ” غصوبہ ممالک کو اگر واپس لینے کی طاقت نہیں رکھتے تو م سے کم اپنے بچی ہوئی املاک کو تو بچائیں اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو منتظر رہیں کہ :

” قومے از غیب ہوں آید و کارے بکند “

## اطلاع

دفتر الہلال کے ذریعہ پریس کا تمام سامان ” اور لیٹر اور ٹائپ “ ی مشینیں ” نئی اور سکینڈ ہنڈ “ مل سکتی ہیں -

ہر چیز دفتر اپنی ذمہ داری پر دیگا -

سردست در مشینیں فروخت کیلئے موجود ہیں :-

( ۱ ) ٹائپ کی قابل کراؤں سائز ” بین کی مشین “ جو بہترین

ر قدیمی کار خانہ ہے - اس مشین پر صرف دو ڈھائی سال تک عملی کام ہوا ہے - اس کے تمام کیل پڑے درست اور بہتر سے بہتر کیلئے مستعد ہیں -

ابتدا سے الہلال اسی مشین پر چھپتا ہے - در ہارس پارر موٹر میں سولہ سو فی گھنٹہ کے حساب سے چھاپ سکتی ہے - چونکہ ہم اسکی جگہ بڑے سائز کی مشینیں لے چکے ہیں - لیے الگ کر دینا چاہتے ہیں -

( ۲ ) ٹیڈل مشین ” جو پانوں سے بھی چلائی جاسکتی ہے ” مائی فولیو سائز کی - اس پر ہاف ٹون تصاویر کے علاوہ ہر قسم کا جلد اور بہتر ہو سکتا ہے -

## انگریزی اثر

فرماں رواے عمان کو انگریزوں سے وظیفہ ملتا ہے۔  
 عدن برٹش مقبوضات میں ایک اہم جزیرہ ہے۔ یہ یمن۔  
 بحیرہ قلم اور تمام مغربی عرب کا راستہ ہے، پہلے پہل سنہ ۱۶۰۹ء میں  
 کپتان شارر کے ایست انڈیا کمپنی کا جہاز لیکر عدن گیا تھا  
 وہاں اسے قید کر کے فدیہ لے کر رہا کیا گیا۔ اس جہاز کے دو انگریزوں  
 نے روپیہ دینے سے انکار کیا۔ انکو صنعاء میں پاشا کے پاس  
 بھیج دیا گیا۔ سنہ ۱۶۱۰ء میں ایک اور انگریزی جہاز سے  
 دغا کی گئی۔ سنہ ۱۸۲۰ء میں بحیرہ ہند (انڈین نیوی)  
 کے کپتان ہنس عدن گئے۔ سنہ ۱۸۲۹ء میں کورٹ اف ڈائرکٹرنے  
 عدن کو کوئلہ کا اسٹیشن بنانا چاہا۔ مگر پھر اس خیال سے باز رہے۔  
 لیکن سواحل عدن میں جب ایک جہاز کے ٹوٹ جانے پر بدویوں نے  
 مسافروں اور ملاحوں پر دست درازی کی تو گورنمنٹ بمبئی نے  
 عدن پر سنہ ۱۸۳۸ء میں ایک مہم بھیجی۔ اور لکھا کہ عدن ہمارے  
 حوالے کر دیا جائے۔ سنہ ۱۸۳۹ء میں تین سو یورپیوں اور چار سو  
 ہندوستانی فوجوں نے جہاز والگا سے گولہ باری کی اور اسکو مسخر  
 کر لیا۔ عربوں نے براہ خشکی چار مرتبہ عدن لینے کی کوشش کی،  
 مگر ہر مرتبہ نقصان کے ساتھ ناکامیاب رہے۔ اسکی بائریاں، دمدمے  
 سوگنیں، قلعے بہت مستحکم ہیں۔ ہر سال حفاظت کے لیے نئی  
 تعمیرات کی جاتی ہیں۔ اور پرانی کو مضبوط کیا جاتا ہے۔ یہ مقام  
 جو تجارت کا ایک بڑا مرکز اور دنیا میں اول درجے کا کولہ کا اسٹیشن  
 ہے احاطہ بمبئی کے زیر حفاظت ہے۔ ایک ریزرڈنٹ اور دو اسسٹنٹس  
 کے مات میں عدن انتظام ہے، نہر سویس کے اجرا سے تجارت  
 بڑھتی جاتی ہے۔ عدن اپنے نواح کی چھوٹی چھوٹی عربی ریاستوں  
 کے استحکام کا بھی ذمہ دار ہے۔ جزائر سقطرہ اور جزائر کوربا موریا بھی  
 عدن سے ملحق کر دیے گئے۔ اور افریقہ کا ساحل شمال بھی۔  
 سقطرہ کا رقبہ ۱۳۸۲ میل مربع سے زائد ہے۔ اور آبادی دس ہزار  
 کے قریب۔ سنہ ۱۸۸۶ء میں سلطان سقطرہ سے اسکی حفاظت کا عہد  
 نامہ ہوا۔ کوربا موریا کے پانچ جزیرے سلطان مسقط نے بحیرہ قلم کا  
 سلسلہ تار قائم رکھنے کے لیے انگریزوں کو دیے تھے جو بہت زر خیز ہیں۔  
 حدیدہ کے شمال بحیرہ قلم میں طوڑا ۱۵۔ میل اور عرض ۵۔ میل  
 جزیرہ قمران (کامران) واقع ہے۔ یہ بھی مقبوضات انگریزی میں خیال  
 کیا جاتا ہے۔ یہاں حجاج کو قرنطینہ میں رہنا پڑتا ہے۔ جزائر  
 بحرین پر بھی انگریزوں کا اثر ہے۔ موجودہ سردار شیخ عیسیٰ کو  
 سنہ ۱۸۶۱ء میں انگریزوں ہی نے تخت نشین کیا۔ اور اپنی حفاظت  
 میں لیا۔ سنہ ۱۸۷۰ء میں اسکو باقاعدہ حکمران بنا کر دوسرے مدعیوں کو  
 ہندوستان میں جلائے وطن کر دیا۔ بو شہر کا انگریزی ریزرڈنٹ ان جزائر  
 کی نگرانی کرتا ہے۔ تاہم یہ سلطان کے مقبوضات سمجھے جاتے ہیں۔  
 بحیرہ قلم کے سرے پر جزیرہ پیوم سنہ ۱۷۹۹ء میں ایست انڈیا  
 کمپنی کے قبضہ میں آیا۔ اور بمبئی سے وہاں فوج بھیجی گئی۔ مگر چند  
 ہی روز میں واپس بلالی گئی۔ سنہ ۱۸۵۷ء میں پورا پورا انگریزی دخل  
 ہو گیا۔ سنہ ۱۸۶۱ء میں لائٹ ہارس کی تکمیل ہوئی، اور قلعہ میں  
 مستقل فوج متعین کی گئی۔ مصر کے عربی مقبوضات پر بھی انگریزی  
 حفاظت رہتی ہے۔ جزیرہ نماے سینا۔ اور بحیرہ قلم کا ساحلی علاقہ  
 نہر سویس کے گورنر جنرل کے زیر حفاظت ہے۔ خلیج فارس  
 اور بحیرہ روم کو ملانے کے لیے فرات سے بصرہ تک اور پورٹ سعید سے  
 مشرق ہو کر بصرہ تک ریلوے بنانے کی تجویزیں ہیں۔ مگر  
 انگریزی و مصری حکومت ہے۔ انگلستان سنہ ۱۸۷۲ء سے بری  
 راستے سے ریل بنانا چاہتا ہے۔ مگر ابھی عملی صورت میں نہیں لاسکا۔

کی معزولی تک واپس نہ آیا، عثمان پاشا سے اہل مکہ ناراض تھے۔  
 کیونکہ آسنے شریف کے بچوں اور غلاموں کو قتل کر کے شہر میں ان  
 کے سرور کی تشہیر کرائی تھی۔ صفو پاشا آسنے جانشین نے  
 بغاوت فرار کی۔ حجاز اور یمن کے درمیان عسیر کا علاقہ ہے، یہاں کے  
 لوگ قدیم سے بہادر اور آزادی پسند ہیں، زیدی مذہب کے پیرو  
 ہیں۔ سنہ ۱۸۲۲ء سے ۱۸۱۷ء تک ترکی افواج نے ان کو ہستائیں  
 سے ۶ لڑائیاں کیں۔ مگر ہر مرتبہ شکست ہوئی۔ سنہ ۱۸۳۳ء  
 ۱۸۳۴ء میں پہلا لڑائی جاری ہوئی۔ اگست ۱۸۳۴ء میں بڑے معرکے  
 کی لڑائی ہوئی۔ جسمیں ترکوں کی فتح ہوئی۔ مگر عرب ترکی  
 قلعوں پر چھاپے مارتے رہے۔ اور ستمبر میں ترک پہر شکست کھا کر  
 واپس گئے۔ سنہ ۱۸۳۶ء میں پھر حملہ کیا گیا۔ مگر پہلے سے زیادہ  
 نقصان اٹھانا پڑا۔

سنہ ۱۸۳۰ء میں عربوں نے ترکوں سے یمن کو جبراً خالی کرالیا۔  
 مگر ۱۸۷۲ء میں ترک پھر صنعاء یمن میں داخل ہو گئے۔  
 کیونکہ امام یمن قبائل کی غارتگری کا انسداد نہیں کر سکتا  
 تھا۔ اسلیے مدح کے سوداگروں نے ترکوں کو حکومت کے لیے  
 دعوت دی۔ مارچ سنہ ۱۸۷۲ء میں احمد مختار پاشا کے زیر کمان  
 بیس ہزار جرار ترکی فوج براہ جدہ بھیجی گئی۔ جو ۵۔ اپریل کو  
 صنعاء میں داخل ہوئی۔ اہل شہر نے بغیر لڑائی دروازے کھول دیے۔  
 فوجیں صنعاء کے شمالی و جنوبی علاقوں میں ہر سمت پھیل گئیں۔  
 جب یہ فوج سلطان الحج کے علاقہ کی طرف بڑھی۔ جسے  
 انگلستان سے عہد نامہ کیا تھا، تو عدن کے انگریزی ریزرڈنٹ نے  
 جنگی توپ خانہ اور رسالہ بھیجا۔ اور گورنمنٹ انگریزی نے  
 باعالی میں اعتراضات پیش کیے۔ حتیٰ کہ دسمبر سنہ ۱۸۷۲ء میں  
 ترکی فوج واپس آگئی۔ سنہ ۱۸۷۵ء میں یمن کی جاربی سرحد  
 پر یورش ہوئی۔ جو فرار کر دی گئی۔ فوج نے صنعاء پر قابض  
 ہو کر امام یمن کو معزول کر دیا تھا۔ مگر مذہبی اثر کی وجہ سے  
 اسکو شہر میں رہنے کی اجازت تھی۔ اور عثمانی سلطنت کے  
 وفاداری کی شرط پر اس کو پنشن بھی عطا ہوئی۔ اسکی وفات  
 پر یحییٰ حمید الدین زیدیوں کا امام اور باب عالی کا وظیفہ خوار  
 قرار پایا، سنہ ۱۸۹۲ء میں چار سو توکی فوج بمبئی مرزا سے جدہ  
 کے شمالی ساحل پر ٹیکس وصول کرنے گئی۔ عربوں نے حملہ کر کے  
 اس کو نیم جان کر ڈالا۔ اور حمید الدین کو زبردستی سپہ سالار  
 بنا کر تمام قبیلے جہاں کے لیے آمادہ ہو گئے۔ یمن میں صرف  
 ۱۵۔ ہزار ترکی فوج تھی۔ صنعاء سے امام بھاگ گیا۔ اور باغیوں نے  
 شہر پر قبضہ کر لیا۔ مناخہ، طائر، پیوم پر بھی تسلط ہو گیا۔  
 صنعاء۔ حدیدہ اور شمال کے دو چھوٹے شہروں کے سوا تمام یمن  
 باغیوں کے مات آ گیا۔ اور فیضی پاشا گورنر سابق کی سرکشی میں  
 حدیدہ کو کمک بھیجی گئی، جو مناخہ کو فتح کرتے ہوئے آگے  
 بڑھی۔ تیس میل پر اسکی مزاحمت کی گئی۔ باغی بارہ روز تک  
 سیدی انہرالی کے زیر کمان ایک تنگ درے میں مزاحم رہے۔  
 آخر یسپا ہو کر پہاڑوں میں بھاگ گئے اور ترکی فوج بڑھ کر صنعاء  
 پر قابض ہو گئی۔ جنوری سنہ ۱۸۹۳ء کو تمام شہر مسخر ہو گیا۔  
 سوگنیں کھل گئیں۔ بغداد پر ترکوں نے سنہ ۱۶۳۸ء میں قبضہ  
 کیا۔ جو آج تک صوبہ کا پایہ تخت ہے۔ سنہ ۱۸۸۴ء میں بصرہ  
 بغداد سے عائدہ کیا گیا۔ القطیف اور الحسا پر ترکوں کا قبضہ  
 سنہ ۱۸۷۱ء میں ہوا۔ الحسا آجکل رایت بصرہ کا ایک حصہ سمجھا  
 جاتا ہے۔ اور ہف ہف میں نجد کا متصرف پاشا رہتا ہے۔ جزیرہ  
 نماي القطر میں ترکی فوج کا قلعہ ہے، بحرین اور کویت کے  
 شیخ ترکی کے باجگذار ہیں۔

میں بعض نمونہ اور نمائش کو نکالنا ثابت کر دیا ہے اور عام متمدن نمونہ کے ساتھ فالگہ کا بھی جوہاں ہے بلکہ یہیں ہم نے سالہا سال کی کوشش اور تجربے سے ہر قسم کے دہی و دہلی ٹیلوں کو جانچ کر "موہنی کسم ٹیل" تیار کیا ہے اس میں نہ صرف خوشبو ساری ہی ہے مدہ لی ہے بلکہ ہر جہہ سائنٹیفک تحقیقات سے بھی جسکے بغیر آج مہذب دنیا کا کوئی کم چل نہیں سکتا۔ یہ ٹیل خالص نباتاتی ٹیل پر تیار کیا گیا ہے اور اپنی نفاست اور خوشبو کے دیر پا ہونے میں لاجواب ہے۔ اس کے استعمال سے بال خوب گہلے اگلے ہیں۔ جڑیں مضبوط ہوجاتی ہیں اور قبل از وقت بال سفید نہیں ہوتے دوسرے "نزلہ" "چکر" اور دماغی کمزوریوں کے لیے از بس مفید ہے اس کی خوشبو نہایت خوشگوار و دل آویز ہوتی ہے نہ تو سردی سے جملتا ہے اور نہ عرصہ تک رکھنے سے سوتا ہے۔

تمام درافروشن اور عطر فروشن کے ہاں سے مل سکتا ہے قیمت فی شیشی ۱۰ آنہ علاقہ معصوم آباد۔

المشتی روبرو پرائیمر

ایچ۔ ایس۔ عبد الغنی کیمسٹ۔ ۲۲ و ۷۳

کرلو ٹولہ اسٹریٹ۔ کلکتہ



## سیچا کا موہنی کسم ٹیل

ٹیل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چمکا ہی کرنا ہے تو اس کے لیے بہت سے قسم کے ٹیل اور چکنی اشیا موجود ہیں اور جب تہذیب و شایستگی ابتدائی حالت میں تھی تو ٹیل - چربی - مسکہ - گھی اور چکنی اشیا کا استعمال ضرورت کے لیے کافی سمجھا جاتا تھا مگر تہذیب کی ترقی نے جب سب چیزوں کی کثرت چھالت کی تو ٹیلوں کو پھولوں یا مصالحوں سے بھا کر معطر و خوشبودار بنایا گیا اور ایک عرصہ تک لوگ اسی ظاہری تکلف کے دلدادہ رہے۔ لیکن سائنس کی ترقی نے آج کل کے زمانہ

## ریویو آف ریلیجنز - یا مذا

اردو میں ہندو مت اور انگریزی میں یورپ امریکہ و جاہاں وغیرہ ممالک میں زندہ مذہب انہم ہی مسیح صوبیز پیش کرتے ہیں۔ معصوم نبی علیہ السلام کی پاک تعلیم کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں۔ اس کا دور کرنے والا اور مخالفین احکام کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دینے والا بھی ایک ہرچہ ہے جس کو درست فہم دنیا کے سامنے پیش کرنے کے قابل سمجھا ہے۔ اس رسالے کے متعلق چند ایک راؤں کا اقتباس حسب ذیل ہے :-

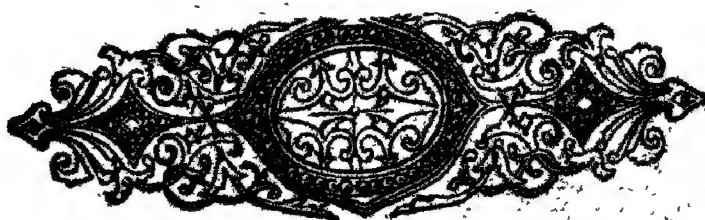
البتہاں لکھنؤ۔ ریویو آف ریلیجنز ہی ایک ہرچہ ہے جس کو خالص اخلاقی ہرچہ کہنا صحیح ہے۔ عربی میں المنار اور اردو میں ریویو آف ریلیجنز سے بہتر ہرچہ کسی زمانہ میں شایع نہیں ہوئے۔ اس کے (زر آور مضامین پر علم و فضل کو ناز ہے۔

کریسٹنٹ نور پول۔ ریویو آف ریلیجنز کا ہرچہ دلچسپ مضامین سے بھرا ہوا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے متعلق جو جاہل ہوسانی الزام لگایا کرتے ہیں۔ اس کی تردید میں نہایت ہی فاضلانہ مضامین اس میں لکھا گیا ہے۔ جس سے عہدہ مضروب آج تک ہمارے نظر سے نہیں گذرا۔

مسٹر وپ صاحب امریکہ۔ میں یقین کرتا ہوں کہ یہ رسالہ دنیا میں مذہبی خیال کو ایک خاص صورت دینے کے لیے ایک نہایت زبردست طاقت ہوگی۔ اور یہی رسالہ اس دور کے دور کرنے کا ذریعہ ہوگا۔ جو جہالت سے سچائی کی راہ میں قتالی لگتی ہیں۔

ریویو آف ریلیجنز۔ لندن۔ مغربی ممالک کے باشندوں کو جو مذہب احکام کے زندہ مذہب ہونے کے مضروب سے دلچسپی رکھتے ہیں چاہیے کہ ریویو آف ریلیجنز خریدیں۔

وطن لاہور۔ یہ رسالہ بڑے ہایہ کا ہے۔ اس کی تحقیقات احکام کے متعلق ایسی ہی فلسفیانہ اور عمیق ہوتی ہے۔ جیسی کہ اس زمانہ میں درکار ہے حالانکہ قیمت انگریزی ہرچہ ۳ روپیہ۔ اردو ہرچہ ۲ روپیہ۔ نونہ کی قیمت انگریزی ۴۔ اردو ۲۔ تمام درخواستیں بنام منیجر میگزین قادیان۔ ضلع گورداس پور آتی چاہئیں۔





پاڻي	آڻه	روپيه	پاڻي	آڻه	روپيه
۰ ۱۳ ۰	ڪريم بخش صاحب	۱ ۰ ۰	وزير علي جي سنگ تراش	۱ ۰ ۰	
۱ ۱۰ ۰	ڪا لوشاه صاحب	۱ ۰ ۰	صليبان جي سنگ تراش	۱ ۰ ۰	
۱ ۱۳ ۰	پير بخش صاحب	۱ ۰ ۰	بيجو جي سنگ تراش	۱ ۰ ۰	
۲ ۰ ۰	نور بخش صاحب	۱ ۰ ۰	بيورو جي سنگ تراش	۱ ۰ ۰	
۰ ۳ ۰	مسماة سڪينه پاڻي	۰ ۸ ۰	سنگ جي گهاسي جي	۰ ۸ ۰	
۰ ۶ ۰	ثاني سڪينه پاڻي	۱ ۱۴ ۰	ميران بخش جي سنگ تراش	۱ ۱۴ ۰	
۰ ۱۳ ۰	زوجه بيا جي صاحب	۰ ۱۳ ۰	پير جي صاحب	۰ ۱۳ ۰	
۰ ۱۳ ۰	مولوي عبداللطيف صاحب	۰ ۳ ۰	علي جي صاحب	۰ ۳ ۰	
۰ ۱۳ ۶	ڪريم بخش صاحب	۶ ۱۵ ۰	تاکي والي شهر اوده پور	۶ ۱۵ ۰	
۰ ۶ ۶	گهيسو صاحب	۰ ۰ ۰	معد حسين خان صاحب	۰ ۰ ۰	
۰ ۱۳ ۰	فتح محمد صاحب	۱ ۰ ۰	دفعدار فضل الهي جي	۱ ۰ ۰	
۰ ۱۳ ۰	شفيع محمد صاحب	۰ ۸ ۰	سوار گهاسي خانجي	۰ ۸ ۰	
۰ ۶ ۶	قطب الدين صاحب	۰ ۸ ۰	سوار حڪيم علي جي	۰ ۸ ۰	
۰ ۱۳ ۰	فتح محمد صاحب	۰ ۸ ۰	سوار شير محمد جي	۰ ۸ ۰	
۰ ۳ ۰	اميرالدين صاحب	۱ ۰ ۰	نشان بردار سردار خانجي	۱ ۰ ۰	
۰ ۶ ۶	مسماة ڪالي پاڻي	۰ ۸ ۰	گل محمد جي	۰ ۸ ۰	
۰ ۱۳ ۰	حوالدار شيخ ميندو صاحب	۰ ۸ ۰	عنايت خان سپاهي	۰ ۸ ۰	
۰ ۱۳ ۰	منشي ابراهيم خانصاحب	۰ ۸ ۰	غلام حسين جي سپاهي	۰ ۸ ۰	
۰ ۱۳ ۰	نور محمد صاحب	۱ ۰ ۰	خدا بخش جي سپاهي	۱ ۰ ۰	
۰ ۶ ۰	ابراهيم صاحب	۰ ۸ ۰	زوردار خانجي سپاهي	۰ ۸ ۰	
۰ ۶ ۰	بهاوج گهيسو جي چورنگر	۰ ۸ ۰	خواجه خان جي سپاهي	۰ ۸ ۰	
۰ ۶ ۰	چانڊو صاحب	۰ ۸ ۰	ايلار خان جي سپاهي	۰ ۸ ۰	
۰ ۳ ۳	ڪالو صاحب	۲ ۲ ۰	ڪالو جي سپاهي	۲ ۲ ۰	
۱ ۱۰ ۰	چانڊ محمد جي اوستا	۱ ۰ ۰	سليمان جي سپاهي	۱ ۰ ۰	
۰ ۶ ۰	مسماة ساگر پاڻي	۰ ۸ ۰	نور خان جي سپاهي	۰ ۸ ۰	
۰ ۱۳ ۰	علاء الدين صاحب	۰ ۸ ۰	دل جي سقه	۰ ۸ ۰	
۱ ۰ ۰	اسماعيل صاحب	۰ ۸ ۰	مظير خان جي سپاهي	۰ ۸ ۰	
۱ ۰ ۰	ننڍا جي بهشتي	۰ ۴ ۰	چتر خان جي سيرواتي	۰ ۴ ۰	
۰ ۶ ۶	الهي بخش صاحب	۲ ۸ ۰	ڪچرو جي چوڙي ساز	۲ ۸ ۰	
۰ ۲ ۳	ڪريم بخش جي اوستا	۰ ۱۴ ۰	دهن جي چوڙي ساز	۰ ۱۴ ۰	
۱ ۰ ۰	ڪمال صاحب	۱ ۰ ۰	قاهتو جي چوڙي ساز	۱ ۰ ۰	
۲ ۴ ۰	ميجر سيد شاه خانصاحب	۱ ۰ ۰	حافظ محمد اسحاق صاحب	۱ ۰ ۰	
۲ ۰ ۰	خانسامه صاحب	۰ ۰ ۰	فقير روشن شاه جي	۰ ۰ ۰	
۰ ۸ ۰	محمد يوسف صاحب	۰ ۲ ۰	فقير چمن شاه	۰ ۲ ۰	
۰ ۳ ۳	اوستا جلال بخش صاحب	۰ ۸ ۰	پير محمد جي	۰ ۸ ۰	
۰ ۸ ۰	اوستا چانڊ محمد صاحب	۰ ۱۴ ۰	ڪيسر چوڙي ساز	۰ ۱۴ ۰	
۰ ۶ ۶	اوستا علي محمد صاحب	۰ ۸ ۰	گلاب صاحب	۰ ۸ ۰	
۰ ۱ ۶	اوستا چانڊ محمد صاحب	۰ ۸ ۰	بهشتي منا جي	۰ ۸ ۰	
۰ ۱ ۶	والده سبھان بخش صاحب	۰ ۸ ۰	محمد مديق صاحب	۰ ۸ ۰	
۰ ۱ ۰	والده علي جي اوستا	۰ ۳ ۰	لال محمد صاحب	۰ ۳ ۰	
۰ ۶ ۰	زوجه قسم جي اوستا	۱ ۰ ۰	حوالدار غلام رسول صاحب	۱ ۰ ۰	
۰ ۹ ۰	زوجه اله بخش اوستا	۰ ۱۲ ۰	جمعدار اڪبر محمد صاحب	۰ ۱۲ ۰	
۱ ۰ ۰	همشيره غوث محمد صاحب اوستا	۰ ۶ ۰	مبارڪ صاحب	۰ ۶ ۰	
۰ ۱ ۶	زوجه غوث محمد صاحب	۱۷ ۲ ۰	اوستا خواجه بخش صاحب	۱۷ ۲ ۰	
۰ ۳ ۳	گل محمد جي	۲۴ ۰ ۰	ابراهيم صاحب	۲۴ ۰ ۰	
۰ ۱۳ ۰	شيخ نبي بخش جي	۸ ۰ ۰	عبدالرحمن صاحب	۸ ۰ ۰	
۰ ۳ ۳	قادر بخش جي	۰ ۱۳ ۰	الله بيلي صاحب	۰ ۱۳ ۰	
۰ ۳ ۳	ڪالو جي	۱ ۱۰ ۹	منشي الهي بخش صاحب	۱ ۱۰ ۹	
۰ ۸ ۰	گهاسي جي	۰ ۱۳ ۰	جمعدار شاه نور خانصاحب	۰ ۱۳ ۰	
۰ ۰ ۹	ڪريم خانصاحب	۰ ۱۳ ۰	امير صاحب	۰ ۱۳ ۰	
۰ ۶ ۰	الله زڪيه جي	۰ ۱۳ ۰	قبرالدين صاحب	۰ ۱۳ ۰	
۰ ۶ ۰	رحيم بخش جي نورگر	۱ ۰ ۰	ولي محمد صاحب	۱ ۰ ۰	
۰ ۶ ۰	سبھان بخش جي نورگر	۱ ۰ ۰	وزير خانصاحب	۱ ۰ ۰	
۰ ۶ ۹	قاسم جي اوستا	۰ ۱۳ ۰	محراب خانصاحب	۰ ۱۳ ۰	
۰ ۱۳ ۰	خواجوه جي ميره فروش	۰ ۶ ۰	منشي ڪريم الدين صاحب	۰ ۶ ۰	
۱ ۰ ۰	مصاحب خانصاحب	۲۴ ۰ ۰	ميران علي محمد صاحب	۲۴ ۰ ۰	
۳۰ ۰ ۰	گان ماڌل گڏه ميرواز	۰ ۱۳ ۰	سيد مراد علي صاحب	۰ ۱۳ ۰	
		۱ ۱۰ ۰	ضامن علي صاحب	۱ ۱۰ ۰	
		۰ ۱۳ ۰	ڪريم بخش صاحب	۰ ۱۳ ۰	
		۰ ۱۳ ۰	حسن بخش صاحب	۰ ۱۳ ۰	
		۰ ۱۳ ۰	حڪيم اڪبر محمد صاحب	۰ ۱۳ ۰	
		۰ ۱۳ ۰	حڪيم مشتاق احمد صاحب	۰ ۱۳ ۰	
		۰ ۱۳ ۰	ملا رحيم بخش صاحب	۰ ۱۳ ۰	
		۰ ۱۳ ۰	وزير خان صاحب	۰ ۱۳ ۰	
		۰ ۱۳ ۰	الله بخش صاحب	۰ ۱۳ ۰	



لَا تَقْرَأُوا الْقُرْآنَ وَلَا تَسْمَعُوهُ أَوْ لَا تَذَكَّرُوهُ مِنْكُمْ أُولَئِكَ هُمُ الرَّاغِبُونَ إِلَى الْمَأْثَمِ الْمُبِينِ

# لَا تُؤْمِنُوا

نہت  
سالانہ ۸ روپیہ  
عقبنامی ۴ روپیہ ۱۴ آٹہ

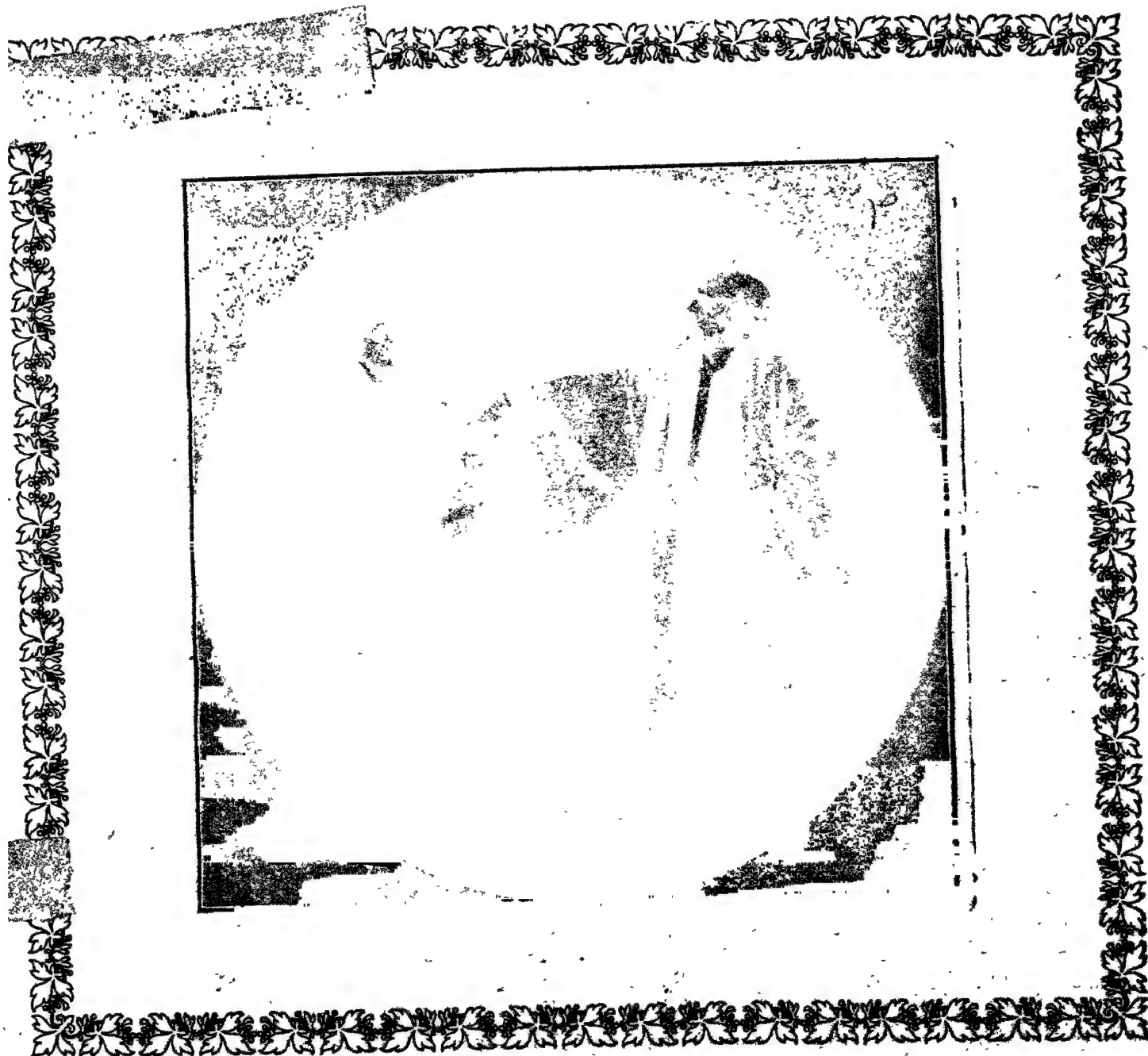
ایک ہفتہ وار مصوٰر سالہ  
پرسنل فریجی  
اسلام آباد اسلام آباد

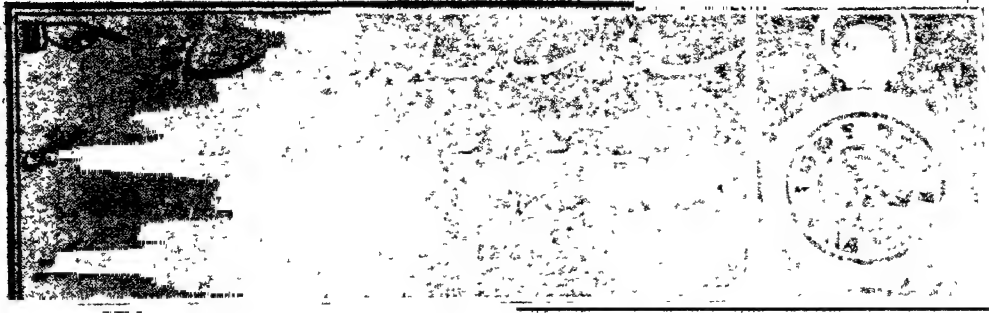
مقام اشاعت  
۱۰۰۰ مکلاوہ اشرف  
کلاکٹہ

۲

کلاکٹہ: چہار شنبہ ۵ رجب ۱۳۳۱ ہجری  
Calcutta : Wednesday, June 11, 1918.

۲۳





## درد سر و درد ریاہ کی دوا

ریاہی درد لفظ میں پہاڑ ہو جاتا ہے ۔ یہ درد لفظ میں اسکر پائی کر دیتی ہے ۔ درد ریاہ جیسے ٹپک ۔ چمک ۔ ٹیس ۔ رگوں میں لہر کن کنی ہے چاہے جسقدر تکلیف ہو ۔ اس درد کے استعمال سے فوراً رفع ہوتی ہے درد سر کے واسطے بھی اس دوا کا ایسا ہی فائدہ ہے ۔ نصف سر میں ہو یا تمام سر میں کسی وجہ سے کیسا ہی درد ہو اس درد سے رفع ہو جاتا ہے صرف یہی نہیں اگر سر کٹا جاتا ہو پھٹا جاتا ہو ۔ آڑا جاتا ہو ۔ اس درد سے فوراً بند ہوتا ہے ۔ اندھن لوگ ذرا ذرا سی باتیں میں سر دکھایا کرتے ہیں کام میں یا مہمت کی باتوں میں فکر و تردد میں عیش و عشرت میں دن کو رات اور رات کو دن بٹانے میں کل شکایتیں سر پر آجاتی ہیں ۔ اور ہالے رے درد سر پکارا کرتے ہیں ڈاکٹر برمن کی دوا ایسے لوگوں کے لیے ہے ۔ دوا کے استعمال سے فوراً درد بند ہوتا ہے ۔ اسلئے ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا لازم ہے ۔

( قیمت ۱۲ لگیں کی ایک شیٹی ( ۶ آنہ ) معصوم ڈاک ایک سے چھہ قبیہ تک ۵ آنہ )

ڈاکٹر الیس کے برمن - نیشنل رتار اچندوت اسٹریٹ کلکتہ

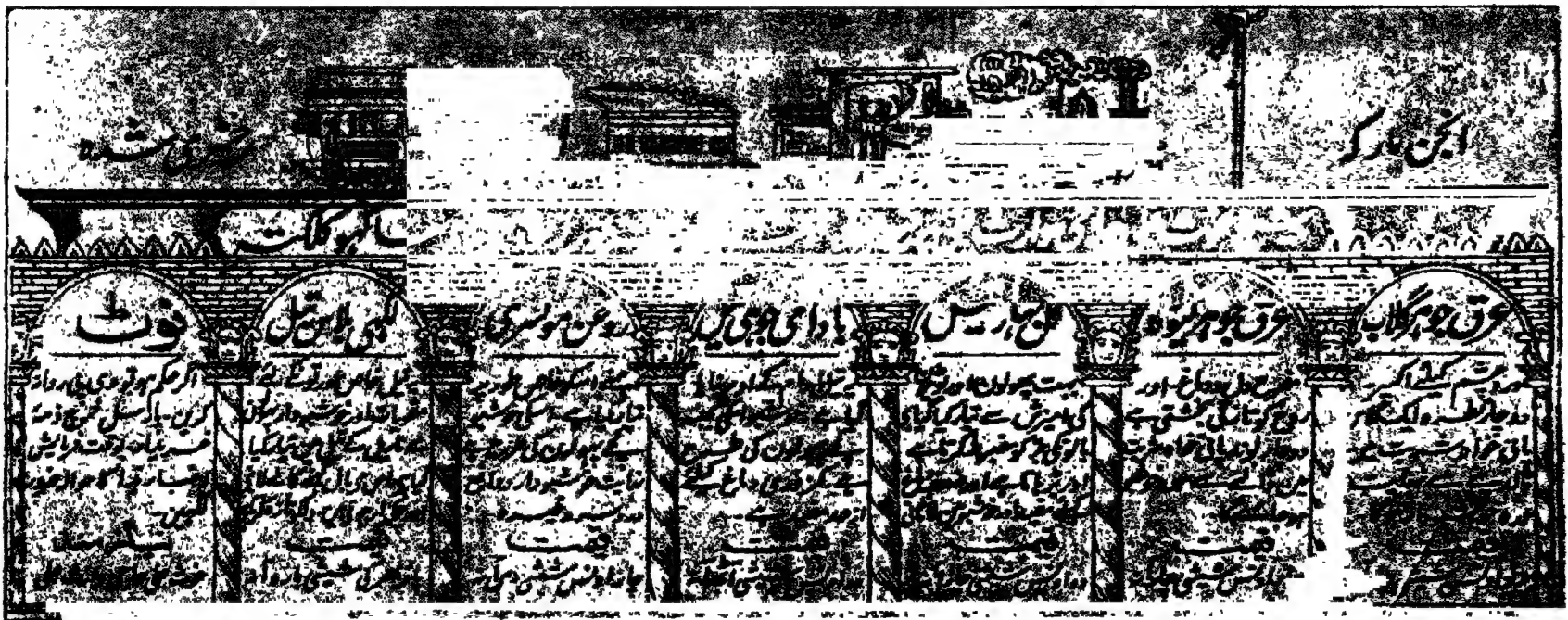
## المکتبة العلمية الاسلامیة فی علی گڑہ

اس مکتبہ میں مختلف علوم و فنون کی کتابیں مطبوعہ مصر ، شام ، بیروت اور قسطنطنیہ وغیرہ سرحد کے لیے موجود رہتی ہیں اور نہایت مناسب و معتدل قیمت پر شائقین کی خدمت میں روانہ کی جاتی ہیں ۔ خاصکر مکتبہ المنار کی کتابیں ، حضرت الامام شیخ محمد عابدہ اور حضرت السید الامام سید رشید رضا کی تمام تصنیفات اس کتب خانے میں ہر وقت مہیا رہتی ہیں ۔ فرمائشوں کی تعمیل مستعملی کے ساتھ کی جاتی ہے ۔ کتب خانہ کی جدید فہرست تیار ہو گئی ہے جو

آدھ آنے کے ٹکٹ وصول ہونے پر مفت روانہ کی جاتی ہے ۔

رسالہ المنار ( جو تمام دنیا کے اسلام میں پھریں عربی رسالہ تسلیم کیا گیا ہے ) اس کی گزشتہ ۱۵ سال کی ۱۵ جلدیں مکمل مع فہرست مضامین موجود ہیں ۔ قیمت عام طور پر فی جلد ۱۵ روپے ہیں مگر دوسری جلد کی قیمت پچاس روپے اور تیسری جلد کی قیمت پچاس روپے ہیں ۔ یہ کتب خانہ رسالہ المنار کا کل مالک ہندوستان میں سول ایجنٹ ہے اور جن اصحاب کو اس رسالہ کی خریداری منظور ہو چندیہ سالانہ مبلغ ۱۵ روپے ہمارے پاس روانہ فرمائیں ، روپیہ وصول ہونے پر رسالہ براہ راست ان کی خدمت میں بھیجا کر دیا جائیگا ۔

المفتی منیجر المکتبة العلمیة الاسلامیة ، مدرستہ العلوم ، علی گڑہ



## آئیوا لے انقلابات

کے معلوم کرینکا شوق ہو تو حکیم جاملسپ کی نایاب کلاب جاملسپ نامہ کا ترجمہ مفتا کر دیکھیے جو ملا محمد الواعدی ایڈیٹر نظام المشائخ نے ناپیس فصیح اور سلیس اردو میں کیا ہے ۔ پانچویں برس پہلے اس میں بحساب بیچوم و جعفر آجک کی بابصہ جسقدر پیشینگوئیاں لکھی گئی تھیں وہ سب ہو بہر پوری آئیں ۔ فلا بعثتہ آنحضرت معلم ۔ مہرکہ کرپلا ۔ خاندان تیموریہ کا مہر و زوال وغیرہ وغیرہ قیمت تین آنے ۔

## آئیوٹر الہلال

کی لکھی ہوئی اردو زبان میں سرمد شہید کی پہلی سوانحی جیسی نسبت خواجہ حسن نظامی صاحب کی رائے ہے کہ با اعتبار ظاہر اس سے اعلیٰ اور شاندار الفاظ آجکل کوئی جمع نہیں کر سکتا اور باعتبار معانی یہ سرمد کی زندگی و موت کی بعثت ہی نہیں معلوم ہوتی بلکہ مقامات دروہی پر ایک مسئلہ اور ایلا خطہ نظر آتا ہے ۔ قیمت صرف تین آنے ۔

المشیر منیجر رسالہ نظام المشائخ و دروہش پریس ایجنسی دہلی



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

AL - HILAL

Proprietor & Chief Editor :

Abul Kalam Azad

7-1 McLeod Street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

ak-yearly " " 4 - 12.

میر سرتول فرحی  
مسلم کلام لکھنؤ

مقام اشاعت  
۱۰۷ مکلاوڈ اسٹریٹ  
کلکتہ

عنوانات للفراف  
الہلال

قیمت  
سالانہ ۸ روپے  
عسائی ۴ روپے ۱۲ آنہ

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور سالہ

۲

کلکتہ: چہار شنبہ ۵ رجب ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta : Wednesday, June 11, 1913.

نمبر ۲۳

شذرات

فہرس

مسجد "مچھلی بازار" کانپور

کانپور کی مسجد کے انہدام کا مسئلہ اخبارات تک پہنچ چکا ہے۔ راتہ کی تفصیل حسب ذیل ہے :

کان پور میں ایک نئی سڑک نکل رہی ہے جس کا نام اے۔ بی روڈ ہے۔ یہ سڑک کلس بازار اور مچھلی بازار سے ہوتی ہوئی مول گنج جائیگی۔ کلس بازار میں ایک مندر سڑک کے وسط میں پڑتا تھا۔ پیدو چپاٹی نے اس کے متولی سے مندر کے لینے کی بات گفتگو کی چنانچہ ہمیں معلوم ہوا کہ وہ منہدم کر دیا گیا۔

مچھلی بازار میں بھی ایک مندر بعینہ اس طرح حائل تعمیر شاہراہ تھا اس پر بھی میونسپلٹی نے قبضہ کرنا چاہا مگر اس کے متولی نے صاف انکار کر دیا اور شہر میں یہ خبر گرم ہو گئی کہ اگر مندر مسمار کیا گیا تو میونسپلٹی کے معماروں کا تیشہ پلے سرور پر پڑے گا اس کے بعد مندر کی دیواروں کی نوبت آئی پس ایسی حالت میں ضرور تھا کہ اس مندر کی قسمت کا فیصلہ اس کے پیشرو کی طرح نہرتا۔

زمانہ قدیم کے برخلاف موجودہ زمانے کی سیاست کے فیصلے خریدے جاسکتے ہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ ان کی قیمت نہایت گراں ہوتی ہے۔

جن ہاتھوں میں اس قدر قیمت دینے کی ہمت ہوتی ہے وہ اس کے فیصلے خرید لیتے ہیں پر جو تہی دست ہیں ان کو محرومی کی شکایت زیبا نہیں۔

غالباً پلے مندر کی طرح اس مندر کیلئے بھی بالا ترین مقامات حکومت سے فیصلہ ہو چکا تھا مگر ان حالات کے بعد منسوخ ہو گیا۔

شذرات

مسجد مچھلی بازار کانپور

فہرس زر اعانہ ہلال احمر

فلسفہ فطریہ

فرانس میں استعمال انیوس

مقالہ افتتاحیہ

مسئلہ سرد

مذاکرہ علمیہ

اخلاق و آداب میں مرور ٹی اثر

وثنائے و حقائق

نتائج و غیر

کارزار طرابلس

مدنیہ اطالیا

ادبیات

مذہب یا سیاست

مغرب اقصی

معرکہ سینفل

تاریخ حسیات اسلامیہ مسلمانان ہند کا ایک ورق

اعانہ مہاجرین

فہرس چندہ زر اعانہ ہلال احمر

تصاویر

شائلاک اور اس کے مقروض کا رکیل

طرابلس میں ایک جرمن پادری کو اطالیوں نے

گرفتار کر لیا

طرابلس کے مظلوم و فقیر الحال لوگ جنکو حراست میں

رکھا ہے

اس مراکش کا ایک قارچ شدہ بازار

## لاکھوں بے خانمان مہاجرین

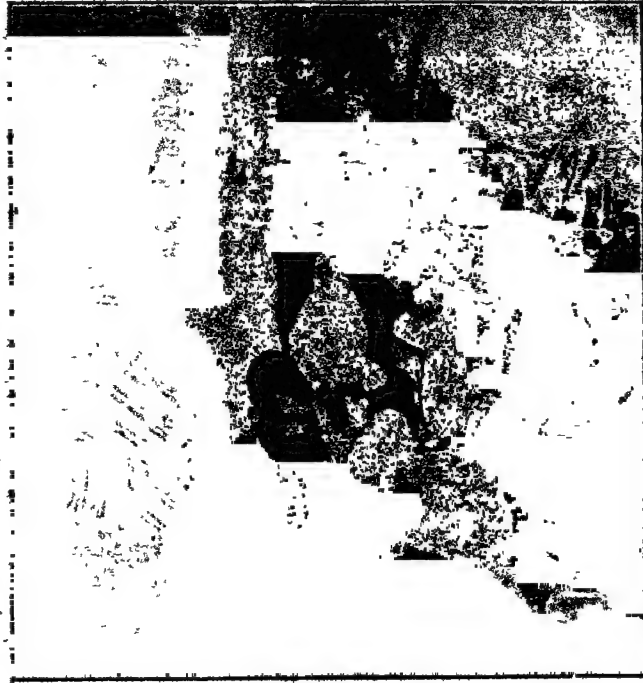
قسطنطنیہ کی گلیوں میں ۱۱۱

### الہلال کلکتہ - سالانہ قیمت مع محصول صرف آٹھ آنہ !!!

اخراجات خط و کتابت کیلئے وضع کردہ رقم سالانہ صرف ۳۰ روپیہ اس فنڈ میں داخل کر دیا جائیگا اور ایک سال کیلئے اخبار آنکے نام جاری کر دیا جائے گا۔ گویا سالانہ صرف ۳۰ روپیہ کے ایک مظلوم و ستم رسیدہ برادران عثمانیہ کو دینگے، اسکا اجر عظیم اللہ سے حاصل کریں گے اور صرف آٹھ آنہ کے میں سال بھر کیلئے الہلال بھی (جو جیسا کچھ ہے) پبلک کو معلوم ہے (انکے نام جاری ہو جائیگا۔ اس طرح چار ہزار خریداروں کی قیمت سے ۳۰ - ہزار روپیہ فراہم ہو سکتا ہے اور دفتر الہلال اسے خود فائدہ اٹھانے کی جگہ اس کا ذخیرہ کیلئے وقف کر دیتا ہے۔

(۵) اس وقت مہسوار تین سو تک نئے خریداروں کا اوسط

۳۰ - لیکن دفتر ۳۰ - جون تک کیلئے اپنی تمام آمدنی اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے۔ دفتر اس وقت تک کئی ہزار روپیہ کے نقصان میں ہے اور مصارف روز بروز بڑھتے جاتے ہیں، تاہم اس کار کو پتھر طبیعت پر جو اثر پڑا، اس نے مجبور کر دیا، اور جو صورت اپنے اختیار میں تھی، اس سے گریز کرنا، اور صرف دوسروں ہی کے آگے ہاتھ پھیلانے والے بہتر نظر نہ آیا۔ یورپ میں اخبارات کے دفتر اپنی جیب سے ہزاروں روپیہ کا ذخیرہ میں دیتے ہیں۔ شاید اردو پریس میں یہ پہلی مثال ہے، لیکن اسکی کامیابی اس امر پر موقوف ہے کہ برادران ملت تغافل نہ فرمائیں اور اس فرمت سے فائدہ اٹھا کر فوراً درخواست



یورپین ترکی کے بے خانمان مہاجرین  
جامع ایاصوفیہ کے سامنے

خریداری بھیجیں۔ دینا تقبل منا انک انت السمیع العلیم (۶) الہلال - اردو میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو یورپ اور ترکی کے اعلیٰ درجہ کے با تصویر پر تکلف، خوشنما رسائل کے نمونے پر نکلتا ہے۔ اسکا مقصد وحید دعوت الی القرآن اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔ محققانہ علمی و دینی مضامین کے لحاظ سے اسکی امتیاز و خصوصیت کا ہر موافق و مخالف نے اقرار کیا ہے۔ اُس نے ہندوستان میں سب سے پہلے ترکی سے جنگ کی خبریں براہ راست منگوائیں، اسکا باب "شئون عثمانیہ" ترکی کے حالات جنگ کے واقعات صحیحہ معلوم کرنے کا مخصوص ذریعہ ہے۔ "ناموران غزوہ طرابلس و بلقان" اسکی ایک با تصویر سرخی ہے جسکے نیچے وہ عجیب و غریب مزئیر اور حیرت انگیز حالات لکے جاتے ہیں جو اپنے مخصوص نامہ نگاروں اور خاص ذرائع معلومات سے حاصل کیے جاتے ہیں۔ مقالات، مذاکرہ علمیہ، مقالین و وثائق، المراسلہ و المناظرہ، اسلئے واجوبتہا اسکے دیگر ابواب و عنوان مضامین ہیں۔ آٹھ آنے میں شاید ایک ایسا اخبار برا نہیں۔

(۷) درخواست میں اس اعلان کا حوالہ ضرور دیا جائے اور

کارڈ کی پیشانی پر "اعانۃ مہاجرین" کا لفظ ضرور لکھا جائے۔

آج دفتر الہلال میں دو تار دفتر تصویر انکار اور ڈاکٹر مصباح کے پہنچے ہیں کہ "خدا کیلئے یورپین ترکی کے آن لاکھوں بے خانمان مہاجرین کے مصائب کو یاد کرو، جنہیں ہزار ہا بیمار عزتیں اور جاں بلب بچے ہیں۔ جنکو جنگ کی ناگہانی مصیبتوں کی وجہ سے یکایک اپنا گھر بار چھوڑنا پڑا، اور جنگی حالت جنگ کے زخمیوں سے بھی زیادہ درد انگیز ہے۔ جو مرگئے، انکو دفن کر دیں، جو زخمی ہیں انکو شفا خانے میں لے آئیں، لیکن جو بدنصیب زندہ، مگر مردے سے بدتر ہیں، انکو کیا کریں؟"

دفتر الہلال حیران ہے کہ اس وقت اعانت کا کیا سامان کرے؟ مدد کیلئے نئی اپیلیں کرنا شاید لوگوں کو ناگوار گذرے کہ ہلال احمر کا چندہ ہر جگہ ہر جگہ اور تمسکات کا کم بھی جاری ہے۔ مجبوراً جو کچھ خود اسکے اختیار میں ہے، اسی کیلئے کوشش کرتا ہے۔

(۱) کم از کم ۲۰ روپیہ ایک ماہ کے اندر دو ہزار پانچ سو یعنی ۳۰ - ہزار کی رقم مخصوص اعانۃ مہاجرین کیلئے فراہم کرنا چاہتا ہے، کیونکہ ہلال احمر کے مقصد سے جو روپیہ دیا جاتا ہے، اسکو خلاف مقصد دوسری جگہ لگا نا بہتر نہیں۔ اسکی اطلاع آج ہی ترکی میں بھیجی گئی ہے۔

اس بارے میں جو صاحب  
خود اعانت فرمائیں گے  
فاجورۃ عالی الہ

۲۰ روپیہ دوسروں پر بار ڈالنے کی جگہ، خود ہی اس رقم کو اپنی جانب سے پیش کرنا چاہتا ہے۔

(۲) اسکی صورت یہ ہے کہ بلا شک نقد تیس ہزار روپیہ دینا دفتر کے امکان سے باہر ہے، مگر یہ تو ممکن ہے کہ تیس ہزار روپیہ جو آئے مل رہا ہو، وہ خود نہ لے، اور اس اشد ترین ضرورت اسلامی کیلئے وقف کر دے؟

(۳) یقیناً میں ۳۰ - ہزار نہیں دے سکتا، لیکن آپ کیوں نہیں مجھے ۳۰ - ہزار روپیہ دیتے، تاکہ میں دیدوں؟

(۴) پس آج اعلان کیا جاتا ہے کہ دفتر الہلال چار

ہزار الہلال کے پرچے ایک ایک سال

کیلئے اس غرض سے پیش کرتا ہے۔ آج

کی تاریخ سے ۳۰ جون تک جو صاحب آٹھ

روپیہ قیمت سالانہ الہلال کی دفتر میں

بھیج دینگے، انکے روپیہ میں سے صرف آٹھ آنہ ضروری

عہد و مواعید، امید و توقع، سعی و سفلی، آہ و زاری، عرض تمنا، اور امروز و فردا، تابے؟ اور غفلت و اہمال تا کجا؟ کچھ عجب نہیں کہ عمائدین کانپور کو اپنی دعا ہلے اقبال دولت، اور گدایانہ التماسات و معروضات سے فرصت نہ ملے، اور اسلام کی ناموس و عزت کا جو کچھ فیصلہ ہونے والا ہے ہرجائے۔ ہمارا مخاطب اسوقت عمائدین کانپور سے نہیں بلکہ وہاں کی عام پبلک سے ہے۔ ہم کو تازہ ترین حالات معلوم نہیں، لیکن آخری اطلاعات تک حالات بدستور تھے۔ اگر انہیں اپنی مسجد کا بھی وہی حال دیکھنا منظور نہیں، جو حال میں انکے سامنے ایک مندر کا ہوجکا ہے، تو خدا را آنے والے وقت کو محسوس کریں، اور اپنی اور اپنی مسجد مقدس کی عزت کی حفاظت کو ارباب دولت و جاہ و سرخ کے ہاتھوں میں بالکل چھوڑ دینے کی جگہ، خود اپنے ہاتھوں میں لیں۔ کچھ ضرور نہیں کہ قانون کی خلاف ورزی کی جائے۔ پورے امن، اور پورے سکون کے ساتھ ہم اپنے ہر حق کیلئے اپنے جذبات اور انکی قوت کا اظہار کر سکتے ہیں۔ علم باشندگان شہر کو فرراً عید گاہ میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کرنا چاہیے۔ شہر کے علماء اور بزرگان دینی کا فرض اصلی ہے کہ اس معاملے کو غیر متزلزل قوت اور محکم ثبات کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لیں، اور تمام مسلمانان شہر کو اس جلسے میں حکماً جمع کریں۔ اس دن شہر کی دکانیں بند ہونی چاہئیں، اور ہر کاروباری مسلمان کو اپنے خدائے قدوس و ذوالجلال کی عبادت گاہ کی عزت کیلئے ایک دن وقف راہ الہی کر دینا چاہیے۔ جلسہ پورے سکون اور وقار کے ساتھ ہو، مگر اسکی سرور دیوار تک سے جوش ملی و جذبہ اسلام پرستی کی گرمی کے شرارے نکلیں۔ اسمیں یہ صاف صاف ظاہر کر دیا جائے کہ مسجد کی سوا ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ ہم مسلمان ہیں، اور ہمارے جسموں سے زندہ گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے، کٹی ہوئی رگوں اور ٹپکتے ہوئے خون کے ساتھ کات لیے جاسکتے ہیں، مگر یہ محال قطعی ہے کہ مسجد کی زمین، اسکی عمارت، بلکہ اسکی چار دیواری کے اندر کے کسی جز سے، ایک انچ، ایک انگل، ایک جو برابر بھی کوئی ٹکڑا الگ کیا جاسکے !!

تم اپنے اندر قوت پیدا کرو گے تو قوت بھی تمہارا ساتھ دیگی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کی صرف اتنی ہی تعریف نہیں کی کہ وہ اللہ کو پکارتے ہیں (ان الذین قالوا ربنا اللہ) بلکہ اسکے ساتھ یہ بھی کہا کہ ”ثم استقاموا“ پھر اسپر مضبوطی کے ساتھ جم بھی گئے ہیں۔ پس استقامت اصل کار، اور تمام کامیابیوں اور نصرت یابیوں کا سبب اصلی ہے۔

مسجدوں کی جب کبھی بحث چھڑتی ہے تو یہ صرف چند عمارتوں کا سوال نہیں ہوتا، بلکہ قومی عزت و ذلت، اور دینی تذلیل و تعظیم کا۔ ایک نظیر اگر آج قائم ہوتی ہے، تو کل کیلئے اسے دامن میں ہزاروں واقعات پنہاں ہوتے ہیں۔ اس وقت مسجد کے وضو خانے کا سوال ہے۔ کس کو معلوم ہے کہ کل معراب و ممبر کا نہرگا؟ اگر مسجدیں ڈھاکر سرکیں نکالی جاسکتی ہیں، تو پھر اقلیم ہند کے کسی شہر کی کسی مسجد کی زندگی بھی خطرے سے خالی نہیں۔

اگر مسلمانان کانپور نے خود استقامت دکھلائی، تو وہ مطمئن رہیں کہ تمام مسلمانان ہند انکے ساتھ ہیں، اور پھر ضرور ہے کہ ہزار سر جمیس مسن بالقابہ کی دانشمند گورنمنٹ بھی انکی نصاب طلبی کی صدا سے اغماض نہ کریگی۔ واللہ عاقبۃ الامور۔

اور اتمام، دوسرے دعا پڑھا، اور اسکا لفظ لفظ العنہ و مننت، خشوع و خضوع، اوداعہ و عقیدت، و تضرع و ابتہال تعبدانہ میں ڈوبا تھا !!

تاہم جو واقعات اخبارات میں شائع ہوئے ہیں، انسے معلوم ہوتا ہے کہ ہزاروں بالقابہ نے مقامی حکم سے مشورہ کے بعد میموریل مستعد کر دیا:

برہمن می شد مگر اینقدر زناں می بستم !!

کانپور کی خصوصیت نہیں۔ ہر جگہ اس طرح کے کاموں کو عزم انجام دے نہیں سکتے، اور بد قسمتی سے خواص نے، جو آج اسلام کے جزو کل کو اپنے ہاتھوں میں رکھنے کے خواہشمند ہیں، صرف دعاؤں کے آئے ہوئے ہاتھوں، اور زمین پر در سجود سوزوں کے رکھنے ہی کی مشق کی ہے۔ حالانکہ اس طرح عالم کی ادنیٰ ترین موجودات یعنی جمادات تک کا مقابلہ ممکن نہیں، چہ جائیکہ ذی روح اور دارائے قوت انسان کا، جو صرف قوت ہی کا قتل، اور صرف زور ہی کا بندہ ہے!

یہ سچ ہے کہ حریفانہ طلب حق کی جگہ، عجز و تذلل کے ساتھ التماس معروضات، زیادہ آسان اور آرام دہ طریقہ ہے، اور بہتر تھا کہ ہمیں اسی کا عادی رکھا جاتا، لیکن کیا کیجیے کہ حالات و تجارت اور صد مشاہدات و نتائج اسکے برعکس ہیں، اور اگر اپنی گزشتہ اور موجودہ حالت پر قانع نہ رہیں، تو اسمیں ہمارا قصور نہیں۔

اسی کانپور میں، اسی معاملے سے متصل، اور اسی مسئلہ کے مماثل، دو مندروں کا واقعہ موجود ہے۔ پہلا منہدم، مگر دوسرا اپنے وجود حی و قائم کے اندر ایک صدائے تدبہ، اور ایک اعلان بصیرت ہے۔ پھر کیا رہ اس قانون حیات کی شہادت نہیں دے رہا کہ ”ہر شے کی زندگی صرف اسکی قوت کے اظہار میں ہے، نہ کہ تذلل اور عجز انکسار میں؟“

یہ تو تازہ واقعات ہیں، گزشتہ واقعات کو بھی اگر سامنے لایا جائے تو اسی کانپور میں نظائر کی کمی نہیں، مولگنج کے چوراہے پر بھی ایک مسجد واقع ہے۔ جب ہالسی روڈ نکل رہی تھی تو بعینہ ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا، یعنی مسجد کا ایک حصہ لیے بغیر سڑک صاف نہیں ہو سکتی تھی۔ اسوقت کلکٹر ضلع ہالسی صاحب تھے۔ مسلمانوں کا ایک وفد انکے پاس گیا اور اسوقت کے مسلمان شاید اسوقت کے سے مسلمان نہ تھے۔ اس مسئلے کی بابت گفتگو کی۔ صاحب موصوف نے شعائر اسلامیہ پر دست درازی مناسب نہ سمجھی، مسجد کی ایک انچ زمین بھی نہ لی، اور سڑک کو دسواہی رهنے دیا۔ چنانچہ آج تک یہ مسجد ۴۔ فیت سڑک پر نکلی ہوئی ہے، اور میں خود اسے دیکھ چکا ہوں۔

وہی حاکم ہے اور وہی قانون۔ پھر یہ کیا ہے کہ جس عمارت پر آج سے پہلے دست درازی جائز نہیں رکھی گئی تھی، اس پر آج با ایں ہمہ گریہ و زاری، تضرع و فغان سنجی، اظہار وفا کیشی و دعا گوئی، بے نیازانہ دست درازی کیجا رہی ہے؟ یہ زمانہ قوت پرستی کا ہے۔ اسمیں فغان سنجی بے سود، اور اشکباری دیکار سمجھی جاتی ہے۔ جس قسم کا مبلغ جد و جہد یہیں تک ہو، اسکو کوئی زندہ تسلیم نہیں کرتا۔ مردوں کو ٹھکراتے ہیں، مگر زندہ انسان کی تعظیم کیلئے استقبال کیا جاتا ہے!

بہر حال یہ تو اس مسئلے کی پہچلے سر گذشت تھی۔ میموریل بھیجنے والوں اور رزلوشن پاس کرنے والوں کو جو کچھ کرنا تھا کر لیا، اور جو کچھ اسکے نتائج تھے، سامنے ہیں، لیکن اب سوال یہ نہیں ہے کہ کل ٹکب کیا ہوا؟ بلکہ غور اسپر کرنا ہے کہ کیا ہوگا؟



قاعدہ ہے کہ اہم اراضی متنازعہ فیہ کے معائنہ کے لیے مجسٹریٹ ضلع خرچ آتا ہے۔ چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ مجسٹریٹ ضلع کانپور مسجد کے معائنے کیلئے بہ نفس نفیس تشریف لائے اور ”بورت“ پہنے ہوئے مسجد کے اندر تشریف لے گئے۔ معززین شہر اور مقربان بارگاہ میں سے اکثر اصحاب انکے پیچھے پیچھے دست بستہ موجود ہوئے، مگر مجھے اسمیں شک ہے کہ کوئی ”مسلمان“ بھی انکے ساتھ تھا یا نہیں؟

اس معائنہ کے بعد شہر کے سر بر آورہ مسلمانوں کا وفد کلکٹر ضلع کے در دولت پر حاضر ہوا، اور ”اپنی چہل سالہ مسلمہ قومی پالیسی“ کے اصول پر بصد عجز و نیاز الحاج وزاری التجا کی کہ اپنے فرمان واجب الاذعان پر نظر ثانی فرمائی جائے، لیکن ارشاد ہوا کہ قضاء مبرم کے فیصلے میں ترمیم ممکن نہیں!

بورڈ کا جب دوسرا جلسہ ہوا تو اسمیں ایک مسلمان ممبر نے اسکی نسبت تجویز پیش کی، مگر نا منظور کر دی گئی۔

اس معاملے کی سرگذشت میں سب سے زیادہ اہم اور قابل ذکر واقعہ یہ ہے کہ اس مسئلے میں مسلمانوں کی اعانت کیلئے بورڈ کے انصاف پسند ہندو ممبر بھی مستعد تھے، اور اس سے کانپور کے ہندو مسلمانوں کے تعلقات کی نسبت تعجب انگیز مسرت ہوتی ہے۔

بورڈ کے تیسرے جلسے میں ہندو اور مسلمان ممبروں نے متفقہ طور پر ایک آرر رزلوشن پیش کیا، جس کا مقصد یہ تھا کہ ”مسجد کا کوئی جزر کسی حالت میں بھی نہ لیا جائے، اور اگر بالفرض بورڈ کے کسی ایکٹ کی رو سے ایسا کرنا جائز بھی ہو، تو وہ ایکٹ منسوخ کر دیا جائے“ لیکن بورڈ کے تمام انگریز ممبروں نے قاطبہ اس تجویز سے اختلاف کیا، اور خود چیرومین صاحب نے انکا پوری قوت سے ساتھ دیا۔

تعداد میں ہندو مسلمانوں کی متحدہ تعداد زیادہ تھی۔ قاعدہ سے اس کو پاس ہو جانا چاہیے تھا، مگر پاس ہونا یا نہ ہونا صرف تعداد کی اقلیت و اکثریت ہی پر موقوف نہیں ہے، اور صرف تعداد کے دیوتا کی پرچا جو آج ہندو مسلمان اپنے تعلقات کے مسائل میں کر رہے ہیں، انہیں کون سمجھائے کہ یہی انکی سب سے بڑی گمراہی ہے۔ اصل شے قوت ہے، اور ایک قوی وجود بھی ہو، تو وہ ہزارہا انسانوں پر غالب ہوتا ہے۔ جب یہاں ایک اور ہزاروں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے تو پھر اس مقابلے کی نسبت زیادہ بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، جس میں ہندو مسلمان ممبروں کے مقابلے میں ایک سے بہت زیادہ افراد حکومت کی صدائیں کار فرما تھیں، اور اگر یہ بھی نہ ہوتا، جب بھی صرف چیرومین صاحب بہادر کی ایک نگاہ گرم ہی کیا کم تھی؟

بہر حال رزلوشن منظور نہوا، البتہ ہندو مسلمان ممبروں کے اتحاد اور یک رائے ہوجانے کا یہ نتیجہ ضرور نکلا کہ اس رزلوشن کی جگہ ایک دوسرا رزلوشن اس مضمون کا قرار دیا گیا کہ بورڈ ہزاروں سے سفارش کرے کہ مسجد کا وہ حصہ منہدم نہ کیا جائے

اسکے بعد بعض حضرات کے مشورے سے یہ طے پایا کہ ہزاروں کی خدمت میں ایک میموریل بھیجا جائے۔ چنانچہ ایک میموریل تیار کیا گیا، جس پر عمائد، رؤسا، علماء اور اعیان شہر میں سے ۱۲ ہزار آدمیوں کے دستخط تھے۔ علماء شہر کا ایک فتویٰ بھی اسکے ساتھ منسلک کیا گیا تھا۔

”چہل سالہ مسلمہ قومی طرز تحریر“ کے مطابق یہ میموریل کمال عجز و تذال کے ”اظہارات اسلامیہ“ سے لبریز تھا، اسکا آغاز

یہ واقعہ ہزاروں سرجمس مسٹن بالقابہ کے عہد حکومت کا ایک امید افزا اور سبق آموز واقعہ تھا۔ ہم نے سنا ہے کہ مزید تلمیح سے ہندوؤں کو جسقدر مسرت ہوئی، اتنی ہی مسلمانوں کو بھی ہوئی۔ اولاً تو اسلیئے کہ جہاں تک ہمیں علم ہے، کانپور کے ہندو اور مسلمانوں کے تعلقات نہایت خوشگوار ہیں، ثانیاً اسلیئے بھی کہ دنیا کے قانون حیات اجسام اور حکمرانوں کے اصول کار کا ایک تازہ ترین تجربہ ہو گیا تھا، اور معلوم ہو گیا تھا کہ اگر مسلمان بھی اپنے شعائر دینیہ اور ناموس ملت کی حفاظت کے لیے استقامت و پامردی کے ساتھ کوشش کریں گے، اور اسکی مطلوبہ قیمت دینے کے لیے تیار رہیں گے تو ضرور انکی خواہشوں کا بھی لحاظ رہا جائیگا۔

اس واقعہ کے چند دنوں بعد مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ اس مندر کے مغرب و جنوب میں چند گز کے فاصلے پر جو ایک مشہور آباد مسجد واقع ہے، اسکا بھی ایک حصہ صرف اسلیئے لے لیا جائیگا کہ مہورہ سرک کی کھجی نکل جائے۔

حتیٰ اتفاق سے اسی زمانے میں صوبہ کے ہر دل عزیز لفٹنٹ گورنر دورہ فرماتے ہوئے کانپور تشریف لائے۔

بورڈ کے بعض مسلمان ممبروں نے ہزاروں سے مسئلہ مسجد کے متعلق گفتگو کی۔ جہاں تک ہم کو علم ہے، ہم یہ لکھنے کیلئے وجہ پاتے ہیں کہ ہزاروں نے حسب عادت اسپر نہایت ہمدردی ظاہر کی اور اطمینان دلایا کہ مسلمانوں کی مذہبی عمارت کا احترام و بحال میں ملحوظ رہیگا۔

اس سے زیادہ کسی وعدے کیلئے صاف اور صریح الفاظ نہیں ہو سکتے، جو کہے گئے تھے کہ ”ہندو مسلمانوں کے معابد میں کسی طرح بھی دست اندازی نہیں کی جائیگی“

صوبے کے سب سے بڑے حاکم کے اطمینان دلانے کے بعد پبلک کو ضرور مطمئن ہونا ہی چاہیے۔ پھر ایک وعدہ کی حیثیت سے دیکھیے تو اسکا اخلاقی احترام نا گزیر ہے۔ پس مسلمانان کانپور بالکل مطمئن اور فارغ البال ہو کر بیٹھ گئے۔ جو رقم آج تمام مساجد عالم کی طرف سے بے پروا اور فارغ البال ہو، جسکو ان تمام مساجد سے اعظم و اقدس، اس عبادت گاہ الہی اور اولین مسجد اسلام کی طرف سے بھی کوئی بے اطمینانی اور تشویش فکر نہ ہو، جسکا وجود اسکی ہستی ملی و دینی کا حقیقی سرچشمہ حیات ہے، وہ اگر ایک ملک کے ایک شہر، اور ایک شہر کی بھی ایک مسجد کی فکر سے فارغ و اسودہ خاطر ہو بیٹھے، تو یہ کونسی تعجب کی بات ہے؟

مسلمانوں کی غفلت تو ضرور قابل تعریف ہے کہ دنیا کی کوئی فکر بھی اسمیں خلل انداز نہیں ہو سکتی، لیکن قدرت کی اس ضد کی بھی دہ دینی چاہیے کہ اسنے بھی انکے ہر اطمینان کو اضطراب سے بدل دینے کا پورا تہیہ کر لیا ہے۔ ہمارے ہر اطمینان کی طرح اس اطمینان کی عمر بھی زیادہ نہ نکلی۔ تہذیبی ہی مدت کے بعد امپرومینٹ ٹرسٹ کمیٹی نے اس صاف و صریح وعدے کے بارجود، یہ رزلوشن پاس کر دیا:

”مسجد کا مشرقی حصہ لے لیا جائے اور اسکے عوض میں مسلمانوں کو مسجد کے مغربی حصے میں زمین کا ایک ٹکرا دیدیا جائے“

کمیٹی کا یہ رزلوشن جب بورڈ کے جلسے میں تصدیق (کنفرمیشن) کے لیے پیش کیا گیا، تو مسلمان ممبروں نے اسکی مخالفت کی، اور بالآخر اس جلسے میں اس رزلوشن کی تصدیق ملتوی کر دینی پڑی۔

# الملأ

۰۰ رجب ۱۳۳۱ ھجری

## مسئلہ سود

بہ تذکرہ تحریک انریڈل خواجہ غلام الثقلین صاحب

( ۱ )

یا ایہا الذین آمنوا ! لا تأکلوا الربا مضاعفاً مضاعفہ ، واتقوا اللہ ، لعلکم تفلحون ( ۱۲۵ : ۳ )

مسلمانوں ! سود کے لینے سے پرہیز کرو کہ وہ ( سود در سود کی صورت میں ) دگنا چوگنا ہوتا چلا جائے ، اللہ سے ڈرو ( کہ ظلم و زیادتی سے اسکا غضب ظہور میں آتا ہے ۔ ) عجب نہیں کہ اس طرح تم دنیا میں فلاح پاؤ ۔

انریڈل خواجہ غلام الثقلین صاحب نے پہلے دنوں مسئلہ سود کے متعلق صریحات متحدہ کی کونسل میں جو مبسوط تقریر کی تھی ، وہ تمام اخبارات اردو و انگریزی میں چھپ چکی تھیں ۔ اس تقریر کا منتظر تھا کہ اسکو پڑھسکوں ۔ اس تقریر کا اخبارات نے عام طور پر تذکرہ کیا ہے ، لیکن میں اسکو دوسری نظر سے دیکھتا ہوں ۔

سب سے پہلے جناب خواجہ صاحب کو ایک ایسے ضروری اور اہم مسئلے پر ایک مبسوط ، مدلل ، اور پر مغز تقریر کرنے کیلئے تمام قوم کی طرف سے مبارک باد کا مستحق سمجھتا ہوں ۔ انہوں نے فی الحقیقت ممبری کے انتخاب کیلئے بہت جلد اپنے تئیں مستحق ثابت کر دیا ، اور انکی قابلیت اور قومی خدمات کے قدیمی رولے اور جوش کو پیش نظر رکھتے ہوئے ، اس بڑے میں جو توقعات کی جاسکتی تھیں ، سچ یہ ہے کہ ان میں ذرا بھی نا کامی نہیں ہوئی ۔

ہماری حالت اپنے ہم وطن بھائیوں سے بالکل مختلف ہے ، اور حالت مختلف ہے تو ہماری تحسین وہ تقبیم اور جرح و تعدیل کو بھی مختلف ہونا چاہیے ۔ ان میں قابلیت اور اداء فرض کا قحط نہیں ہے ۔ وہ مجالس عامہ اور کونسل کے ہال ، دونوں میں اپنی قابلیت کے بہتر سے بہتر مظاہر رکھتے ہیں ، اور موجودہ ہندوستان کے چھل سالہ عہد میں انہوں نے اپنے کاموں کی ایک اچھی تاریخ مرتب کر لی ہے ۔ لیکن ہماری حالت ان سے بالکل متضاد ہے ۔ قابلیت اور اداء فرض ، دونوں میں ہمارا خانہ عمل صفر سے زیادہ نہیں ۔ پس ایسی حالت میں اگر ہماری قوم کے اندر کوئی چھوٹا سے چھوٹا کام بھی قابلیت اور صداقت کے ساتھ انجام پائے ، تو اسکو آروں کے بہتر سے بہتر کام کے برابر سمجھنا چاہیے ۔ جوہریوں کے بازار میں میرے کے مرصع ہار کو بھی کوئی نہیں پرچھتا ، لیکن کسی کوئلے کی کان میں موتی کا ایک دانہ بھی لیکر نکل جائیے ، تو ہر شخص کی نظر پڑیگی کہ یہ کیا چیز ہے ؟

کونسل کی تاریخ میں مسلمان ممبروں کا تذکرہ

ہندوستان میں مجلس وضع قوانین کی ابتدا کو ایک قرن سے زیادہ زمانہ گزر گیا ، اور رفاہ پر بھی کونسل کا ایک پورا عہد انتخاب گزر چکا ہے ۔ لیکن اس تمام عرصے کی پوری تاریخ پڑھ ڈالیں ۔ یہ کیسی شرم کی بات ہے کہ وہ تمام تر صرف ہندوؤں کی قابلیت ، ازاد بیانی ، حق پرستی ، اور اداء فرض کے صدھا کارنامہ ہائے جلیلہ و عظیمہ کی سرگذشت ہے ، اور سوائے ایک واقعہ کے ، مسلمانوں کیلئے کوئی تذکرہ نمایاں اپنے اندر نہیں رکھتی !

ایک واقعہ سے میرا مقصود سید صاحب مرحوم ہیں ، جو کونسل کے ابتدائی عہد میں دو بار شامل کیے گئے ، اور جنہوں نے مشہور ” البرت بل “ کے مباحثہ میں یادگار حصہ لیا تھا ۔

اور رفاہ کے بعد صرف مسٹر مظہر الحق کو جانتا ہوں ، جنکو مسلمان ممبروں کی عام حالت سے یقیناً مستثنیٰ کر دینا چاہیے ۔

کونسل کے اندر اظہار قابلیت کے متعدد مواقع ہیں ۔ سب سے پہلی چیز تو مناسب اور ممکن النفاذ قوانین کا مسودہ پیش کرنا ہے ۔ پھر عام مباحثہ و مذاکرات میں علم و قابلیت اور اجتہاد فکر و رائے کے ساتھ حصہ لینا ، ہر معاملہ اور قانون کے متعلق ملکی مصالح اور اغراض کی حمایت کرنا ، سرکاری تجاویز و خیالات کے بے اعتدالانہ اثر کی اعتدال و قابلیت کے ساتھ مخالفت کرنا ، بھت و غیرہ کے اہم مواقع پر عمدہ اور مفید مباحثہ و انتقادات پیش کرنا ، ملک کی عام حالت پر نظر رکھنا ، اور اسکے درس و مطالعہ سے کونسل کے کاموں میں مدد لینا ، شمار و اعداد کو ہر معاملے کی نسبت خاص طور پر محفوظ رکھنا ، اور ہر بحث میں ان سے کام لینا ، مفید اور نتیجہ خیز سوالات کرنا ، اور انکے جوابات سے ملک کی عام معلومات اور رائے میں اضافہ ، اور حکومت کی غلطیوں کا انکشاف کرنا ۔ یہ ، اور اسی طرح کے صدھا مواقع ہیں ، کہ ایک قابل شخص کی قابلیت کیلئے کونسل ہال میں آزمائش ہو سکتے ہیں ۔

پھر حق گوئی اور راست بیانی ایک جوہر اصلی ہے ، جسکی ہر موقع پر ضرورت ہے ۔ اور جو ایک روشنی ہے ، جس سے کونسل کا ہال ہی نہیں بلکہ ہر جگہ روشن ہو سکتی ہے ۔

لیکن افسوس کہ اس تمام عہد گذشتہ و رزان میں مسلمان ممبروں نے ، ان تمام امور میں سے کسی ادنیٰ ترین کام کا بھی اپنے تئیں اہل ثابت نہیں کیا ۔

البتہ ایک چیز ہے ، جسکی قابلیت کا انہوں نے ہر موقع پر ثبوت دیا ۔ اور ایسا قاطع و مانع ، کہ ہندوستان کی کوئی قوم اسکے مقابلے میں اپنے عجز صریح کو نہیں چھپا سکتی ۔ یعنی ملک اور ملکی امیدوں کی تذلیل ، جہل و نادانی کے ساتھ ہر سرکاری خواہش کا استقبال ، اور ہر صدائے حکومت کے آگے بلا تامل رکوع و سجود ۔ اور یہ وہ صفت ملکوتیہ ہے ، جو ملاء اعلیٰ و کروبیان عالم بالا کیلئے بھی بہترین وصف ہے ، چہ جائیکہ کونسل ہال میں انسانوں کیلئے کہ : لا یسبقونہ بالقول ، وہم بامرہ یعملون ۱۱ (۱)

اس سے بھی زیادہ درد انگیز بات یہ ہے کہ برائی کے ظہور کی اصلاً دو شکلیں ہوتی ہیں : ایک نیکی کا عدم ، اور دوسرا بدی پر اصرار ۔ پہلی صورت بہتر ہے ، اگر دوسری صورت پیش نہ آئے ۔ ایک شخص کچھ نہیں کرتا ۔ یہ بری بات ہے ۔ لیکن اُس شخص سے تو وہ ہزار درجہ بہتر ہے ، جو نہ صرف یہ کہ نیک کام نہیں کرتا ، بلکہ

( ۱ ) سورہ انبیاء میں یہ آیت فرماتی ہے تعریف میں ہے یعنی وہ اللہ کے اہم پراہتے اعمال ہیں کہ اسکے کسی حکم کے خلاف نہیں کرتے ۔ ( مند )





یہی حال تقریباً انسان کے تمام بڑے بڑے جرائم کا ہے اور فضیلت انسانیت ہر بڑی سے بڑی زندگی کی تاریکی میں بھی کبھی نہ کبھی اپنی روشنی کو بے نقاب کر دیتی ہے۔

لیکن اسکے مقابلے میں ایک سود خوار زندگی کر لاؤ۔ وہ چور نہیں ہے، وہ ایک ڈاکو کے نام سے ذلیل و حقیر نہیں کیا جاتا، لوگ اُس سے پناہ نہیں مانگتے، بلکہ اسکو دھونڈھتے ہیں۔ وہ پہاڑوں کی غاروں، اور جنگلوں کے گنجائ گروں میں مجرموں کی طرح نہیں چھپتا۔ وہ سوسائٹی سے مردود و مطرود نہیں ہے۔ اُس نے پادشاہ کے قانون کے توڑنے اور انسانوں کے اداب و مراسم کی حقارت کا کبھی جرم نہیں کیا۔ وہ ایک شہری ہے، جو مثل ایک شریف باشندہ شہر کے انسانوں میں رہتا، اور جسم اجتماعی میں عضو صحیح کی طرح شامل ہے۔ با ایں ہمہ، اسکے اعمال کا کیا حال ہے؟ وہ ڈاکو سے بڑھ کر آبادی کو غارت کرتا، وہ قاتل سے زیادہ انسانی حیات کو موت سے تبدیل کرتا، وہ عادی مجرم سے زیادہ سوسائٹی کو تباہ کرتا، وہ ایک درندہ سے بھی خوفناک تر خوں آشام اور بھیڑیے اور جنگلی سرور سے بھی بڑھ کر حیات انسانی کا دشمن ہے۔ پھر ان سب سے زیادہ یہ کہ سخت سے سخت بے رحم ڈاکو کی آنکھوں سے بھی کبھی نہ کبھی رحم کا ایک قطرہ اشک ٹپک پڑتا ہے، پر یہ معالِ قطعی ہے کہ اسکی قسارت و شقارت کبھی بھی کسی تربتے ہوئے جسم اور کسی پُکارتی ہوئی زبان پر ایک لمحے، ایک دقیقے، اور ایک عشر دقیقے کیلئے بھی ترس کھائے !!

(شکسپیر) کے ایک (شائیلک) کا ذکر ہے سود ہے۔ دنیا میں اس وقت تک کتنے ہزار شائیلک گذر چکے ہیں، اور کتنے ہمارے سامنے موجود ہیں !!

#### ایک اہم نکتہ

اگر ایک شخص چور ہے، ڈاکو ہے، قاتل ہے، تو قانون اسکو قتل کریگا، اور انسانی آبادی اس سے پناہ مانگے گی، لیکن ایک سود خوار، جو کہتا ہے کہ ”انما البیع مثل الربوا“ اسکا علاج کیا ہے؟ اس نے تجارت کی ایک دکان کھولی ہے، اور ضرورت و احتیاج انسان کے ہوش و حواس کو معطل کر دیتی ہے۔ ڈاکو سے انسان بھاگتا ہے، لیکن ”شائیلک“ کے پاس تو اسکا مظلوم قرضدار خرد ہی دروڑ کر گیا تھا۔ پس فی الحقیقت قتل و غارت کسی قانون اور مذہب کیلئے اسدرجہ سختی کی مستحق نہیں ہو سکتے، جسقدر کہ سود، اور سود خوار کی مہیب زندگی۔

پھر کیا ”حرب من اللہ ورسولہ“ سے اسکی تعبیر صحیح نہیں؟ اور کیا تمام مذاہب عالم میں اسلام کی یہ سب سے بڑی خصوصیت نہیں کہ اس نے باوجود جاہلیت عرب کے اس میں غرق ہونے کے، سود خوار کو سب سے بڑا جرم اور معصیۃ کبیرہ قرار دیا؟

تجارت اور لین دین کی بے رحمیوں، اور عام بے رحمیوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ انسان کے تمام مظالم اور بے رحمیاں ایسی ہیں کہ انسانوں کیلئے کوئی دام اور کشش اپنے اندر نہیں رکھتیں۔ وہ ہر سرتا پا نفرت اور مبغضیت ہیں۔ لوگ ان سے پناہ مانگتے ہیں۔ لیکن رویہ کا لین دین ایک ایسی شے ہے کہ خواہ کیسے ہی سخت سے سخت عنوان ظلم سے ہو، لیکن چونکہ احتیاج اور ضرورت کو وقتی اور فوری طور پر در کرنے والی ہے، اسلیئے انسان اس سے بھاگ نہیں سکتا، بلکہ پناہ مانگنے کی جگہ خرد ہی اسکی طرف دروڑتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ سود خوار ایک بے رحم ڈاکو اور خونخوار درندہ ہے، لیکن جنگل کے ڈاکو سے نفرت کرتا، اور اس شہری ڈاکو نے آگے عاجزی سے ہاتھ جوڑتا ہے، تا کہ وہ اسے اپنے دام ظلم میں پھنسا لے

۔ رزخ کا نمونہ بنا دیتا: لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ ثم ردناه اسفل سافلین، الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات فلهم اجر غیر ممنون (۹۶: ۶)

#### انسانی خود غرضی کا مہیب ترین ظہور

اس خود غرضی کا ایک بد ترین ظہور جمع و حصول مال کی سرکھ ہے، جسکو پیاس کھذا چاہیے، اگر استسقا کی تشبیہ سے اس آجائے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو اعمال انسانیہ میں اس مرض کا کوئی ظہور اس درجہ انسان کے ملکوتی خصائل کے لیے مہلک، اسکی بہیمیت و سبعیت کیلئے مقوی، ہیئتہ اجتماعیہ اور مجامع انسانیہ کی صحت مدنی کیلئے سم قاتل، اور عالم مخلوقات کے اس جمیل ترین مخلوق یعنی انسان کو خوفناک درندہ بنا دینے کیلئے ایک عمل السحر نہیں ہے، جیسا کہ سود، اور سود خوار کی زندگی کی مختلف شکلیں۔

اخلاق و خصائل انسانیہ کا آبگینہ تو اسدرجہ نازک ہے، کہ تجارت و کاروباری معیشت کی زندگی کی تھپس کا بھی متحمل نہیں ہوتا، و ہمدردی و مروت کا چشمہ کچھ نہ کچھ مکدر ہو ہی جاتا ہے۔ پھر ظاہر ہے کہ اسکے لیے سود (جس سے بغیر حق محنت حصول نفع کا اصول غیر طبعی قائم ہو جاتا ہے) کس درجہ مضر ہوگا؟

یقیناً تمام انسانی معامی میں صرف یہی معصیت ”حرب من اللہ ورسولہ“ ہے، کیونکہ اور کسی معصیۃ میں انسان خدا کے بندوں کیلئے اس درجہ بے رحم اور خونخوار نہیں ہو جاتا، جس درجہ سود کو اپنا وسیلۂ معاش بنا لینے کے بعد از سرتا پا مجسمۂ شقارت و قسارت و غلظت و صلابت ہو جاتا ہے۔ اور خدا کے بندوں کے آگے بے رحمی سے مغرور ہونا، فی الحقیقت خدا کے آگے مغرور ہو کر آمادہ جنگ و پیکار ہونا ہے۔

\*\*\*

انسان کے اُن تمام بڑے بڑے جرائم پر، جنکو اسکی خود غرضی کا دیو اسکے اندر سے انجام دیتا ہے، اپنے سامنے لاؤ، اور ایک ایک کر کے دیکھو! بڑے بڑے عادی مجرموں کو تم دیکھو گے کہ بارہا انسانی مظلومی اور بیکسی نے انکی آنکھوں کو اشکبار، اور انکے دلوں کو درنیم کر دیا ہے۔ سخت سے سخت بے رحم ڈاکو اور قاتل کی سمیت بھی تم سن سکتے ہو کہ اُس نے عین اپنی بے رحمی و قسارت کے کسی عمل کو انجام دیتے وقت، ایک بڑھیا عورت کی فریاد، ایک بیکس عورت کی گریہ و زاری، اور ایک یتیم بچے کے اضطرابانہ فغان الغیث پر اپنی کھینچی ہوئی تلوار پھینک دی، اور چند لمحوں کیلئے اسکی بھولی ہوئی معنی انسانیت اُسے یاد آ گئی۔ تاریخ اور ملکی روایات نے اُن ڈاکوؤں کے حالات قلمبند کیے ہیں، جو ایک طرف تو درات مندوں کو لوٹتے، اور مال و دولت سے بھرے ہوئے قافلوں کو تاخت و تاراج کرتے تھے، دوسری طرف عدھا بیوہ عورتیں اور بیکس و مسکین خاندان تھے، جنکو ایک فیاض طبع دست کریم، اور ایک دریائے بخشش پادشاہ کی طرح، امداد و اعانت سے مالا مال کر دیتے تھے۔ انگلستان کے قرون متوسطہ و رنڈوستان کے گذشتہ زمانے کے بڑے بڑے ڈاکوؤں کی نسبت ہر شخص جانتا ہے کہ انہوں نے قصبات و دیہات کی بیکس عورتوں کیلئے باقاعدہ وظائف و مشاہرے مقرر کر دیے تھے، اور روم کے ایک مشہور ڈاکو نے تیتس سے کہا تھا: ”میرا مجرم ہاتھ پادشاہ کے مقدس ہاتھ سے زیادہ غریبوں اور بیکسوں کی مدد کرتا ہے، اگرچہ وہ پادشاہ اور میں ڈاکو ہوں“

اس سے بھی زیادہ یہ کہ برائیوں پر مصر ہے :

مرا بخیر تو امید نیست ، شر مرسان

مسلمان معذروں نے اتنا ہی نہیں کیا کہ اپنے وجود سے کچھ کم نہیں لیا ، بلکہ اس سے زیادہ یہ کہ جب کبھی کچھ کم لیا بھی تو یہی لیا کہ ملک کو نقصان پہنچایا ، اور ہمیشہ اسکی بہترین امیدوں کیلئے ایک سنگ گراں بنکر حائل رہے ۔ یہ ہماری پیشانی پر ایک ایسا داغ سیدہ ہے ، جو افسوس کہ مٹ نہیں سکتا ۔

بہر حال یہ تو خود ایک مبحث ہے ۔ ضمناً ذکر آجائے تو خیالات کو روک نہیں سکتا ۔ خواجہ صاحب کی تقریر پر پھر جمعہ سب سے زیادہ خوشی یہ ہوئی کہ کونسل ہال میں ایک مسلمان ممبر نے ایک اہم اور ضروری مسئلہ کی نسبت لب کشائی کی ، اور

اسپر قابلیت اور صرف وقت کے ساتھ غور کیا ۔ یہ بات فی نفسہ گو بہت اہم نہ ہو ، مگر ہمارے بازار میں جس جنس عام کی نایابی ہے ، اسکے ملنے پر خصوصیت کے ساتھ کیوں نہ خوش ہوں ، گو آؤں کے ہاں رہ عام ہو ۔

مسئلہ سرن اور قرآن کریم

خواجہ صاحب نے اپنی تقریر میں (سود در سود) کے اُن نتائج پر قانون کو توجہ دلائی ہے ، جس نے تاریخ کے قدیم ترین زمانے کی طرح اس دور میں بھی انسانوں کی آبادیوں کو ویران کیا ہے ، انکی کوشش اور محنت کے نتائج کو بغیر کسی حق طبعی کے دوسروں کی طرف منتقل کر دیا ہے ، اور نہیں معام کرتے عالیشان محل ہیں ، جو اسکی بدولت خاک کا ڈھیر بن گئے ہیں ، اور کتنے وسیع قبرستان ہیں ، جنکے اندر اس کی تباہی و ہلاکت کے پھیرے پڑے سو رہے ہیں !

میں نے ہمیشہ اس امر پر غور کیا کہ قرآن کریم نے انسانی معامی و جرائم کے متعلق طرح طرح کی وعیدیں فرمائی ہیں ، لیکن سود کے متعلق ایک لفظ ایسا کہ دیا ہے ، جس سے سخت تر وعید اور کسی سخت سے سخت جرم و معصیت کی نسبت بھی نہیں آئی ۔ اسکا سبب کیا ہے ؟

یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وذرُوا ما بقی من الربوا ، ان کنتم مومنین ۔ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ (۲۷۸: ۲)

مسلمانو! اگر تم صاحب ایمان ہو تو اللہ سے ڈرو اور تمہارے پچھلے لین دین میں جو کچھ سود باقی رہ گیا ہے ، اُسے چھوڑ دو ! (پھر) اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو اللہ اور رسول کے ساتھ اترنے کیلئے خبر دار ہو جاؤ کہ یہ

فی الحقیقت اللہ اور اس کے رسول سے اعلان جنگ ہے ۔ (۱)

قرآن کریم نے اس آیت میں سود کے لینے پر اصرار کو ”حرب من اللہ ورسولہ“ سے تعبیر کیا ہے کہ اس کے لینے والے اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کیلئے مستعد رہیں !

بظاہر یہ تشدد تعجب انگیز معلوم ہوتا ہے ۔ انسان کی وحشیت اور ہمجیت نے دنیا میں کیسی کیسی مہیب معصیتیں کی ہیں ، اور وہ جب سبعیت و درندگی پر آجاتا ہے تو اس کے اعمال کس درجہ خوفناک ہو جاتے ہیں ؟ لیکن یہ کیوں ہے کہ قرآن کریم نے کسی انسانی معصیت کو بھی ”حرب من اللہ ورسولہ“ سے تعبیر نہیں کیا ، اور اس وعید کیلئے صرف سود ہی کو (کہ محض ایک لین دین اور معاملات کی چیز ہے ، اور زیادہ ۔

زیادہ انسانی خود غرضی کا ایک ظہور) تمام ذایل انسانیہ میں سے منتخب کیا ؟

حرب من اللہ

انسانی خود غرضی

یہاں اسکی تفسیر مقصود نہیں ہے ، مگر اشارہ ضروری ہے ۔ سود کے کاروبار کی اگر کبھی تاریخ مرتب کی جاتی تو میں سمجھتا ہوں کہ اس آیت کی بہتر سے بہتر تفسیر خود بخود ہو جاتی ۔

جلب نفع اور خود غرضی سے اس دنیا کے عجیب ترین جانور کا (جسکو انسان کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے) کڑی فعل خالی نہیں ۔ اور اگر خالی ہے ، تو صرف وہ فعل ، جو اُس سے بہ حیثیت مخلوق حیوانی کے صادر نہیں ہوتا ، بلکہ اس کے انور کی وہ روح انسانیت کبریٰ اور معنی خلافت الہیہ کام کرنے لگتی ہے ، جو مقام ملکوتیہ سے بھی ارفع ، اور در یاب مقام قدسیت اعلیٰ ہے ۔ مذہب ، قانون ، اخلاق ، سوسائٹی ، اور

اسی طرح کی تمام بندشیں صرف اس خود غرضی ہی کے مظاہر شدیدہ کو روکنے کیلئے ہیں ۔ اور اگر اس خوفناک جانور کے پانوں میں اتنی بوجھل بیڑیاں نہ ہوتیں ، تو اغراض و استجلاب نفع کا تصادم دنیا کو شیطان کا تخت ، اور

(۱) ”فاذنوا بحرب من اللہ“ مفسرین نے مختلف اقوال جمع کیے ہیں کہ اس سے مقصود کیا ہے ؟ اذنوا کو بعض نے بکسر ذال و مد حمزہ پر وزن ”آمنوا“ پڑھا ہے ، اور بعضوں نے بفتح ذال ، لیکن مقصود دونوں سے بھی ہے کہ معلوم کرلو یا خبر دار ہوجاؤ ۔ حرب من اللہ سے بعض مفسرین نے حقیقی معنی لیے ہیں ، یعنی جو سود لین گئے ، ان سے اللہ اور اسکا رسول قتال کریگا ، اور وہ اس سے خبردار ہو جائیں ، لیکن فی الحقیقت یہاں حرب سے مراد واقعی جنگ نہیں ہے ، بلکہ وعید و عقاب اور تہذیب میں مبالغہ مقصود ہے ، یعنی اس فعل کو باوجود نہی ترک نہ کرنا ، ایک ایسا جرم قرار دیا ہے ، جو گویا اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں حریف جنگ دہنے کے مماثل ہے ۔ اسی لیے ترجمہ میں میں نے اسکو راجع کر دیا ہے ۔ (مدہ)



”تو صرف ایک رطل گوشت لے سکتا ہے“ اور عدالت کا فیصلہ واجب التعمیل ہے

یعنی شائیلاک یہودی اور اس کے مقروض کا رکیل

ہیکسپیئر نے اپنے مشہور تراجم (میرجٹ اف رینس) میں ایک سود خوار یہودی کی فسارت اور اس کے مقروض کی غلامی کا جو نقشہ کھینچا ہے ، وہ اس درجہ مشہور ہے کہ معراج شریعہ میں ۔

حال میں انڈس کے قریبی لین کے دار القمائل (ہیڈرہال) میں اسکی نمائندگی (انکٹ) کے ساز سامان سے دکھلائی گئی تھی ۔ مسٹر فارنس نے شائیلاک کا ، اور مسٹر گرٹ الیٹ نے مقروض کی بیوی کا پارت لیا تھا ۔ یہ تصویر اس نمائندگی کے اس مرقعہ کی ہے ، جبکہ مقروض کی بیوی رکیل کے پیس میں آئی ہے ، اور اُس نے خوفناک شائیلاک سے کہا ہے کہ ”بہتر“ اپنے قرض کے بدلے ایک رطل گوشت مقروض کے جسم سے کاٹ لے ، مگر شرط ہے کہ صرف ایک ہی رطل ہو“

بعینہ یہی حالت سود خوار کی بھی ہوتی ہے۔ عالم جذبات و عواطف کی دنیا بھی اجسام و جوارح انسانی کا ایک پرت ہے۔ ٹھیک ٹھیک مثل ایک مصروع کے دنیا کے سامنے وہ نمودار ہوتا ہے۔ اسمیں از فرقہ تا بقدم کوئی چیز ایسی نہیں ہوتی، جو ایک شریف اور شہری زندگی کی مخالف ہو۔ وہ ڈاکوؤں کی طرح جنگل کے پوشیدہ گوشوں اور پہاڑوں کے تاریک غاروں کو تلاش نہیں کرتا، بلکہ ہر مدنی وجود کی طرح شہر اور انسانوں کی آبادی کا خواستگار ہوتا ہے۔ وہ عین آبادی کے وسط میں مکمل بنا کر رہتا ہے۔ وہ کسی شریف شہری کی طرح بازاروں میں خرید و فروخت، اور گھر کے اندر ملاقات و محبت میں مصروف نظر آتا ہے۔ تم اسکو ہر طرح ایک شریف آدمی کی طرح پاتے ہو۔ وہ تمہارے ساتھ نرمی و محبت سے باتیں کرتا، تمہارے استقبال کیلئے خوش آمدید کہتا، تم کو لطف و وداد کے ساتھ اپنے پاس بٹھاتا، تمہارے ساتھ کھتا پیتا، اور چلتا پھرتا ہے۔ لیکن با ایں ہمہ، جب کہ تم ان مظاہر انسانیہ سے متاثر، ان علائم امیال و عواطف سے مطمئن، اور ان ابرازات آمدن و حضریہ سے خوش وقت ہوتے ہو، تو یکایک اس کے نظام جذبات و خصائل میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہونے لگتا ہے۔ صرع کے جن کی طرح سود خوار کی شیطانی اسمیں حلول کر جاتا ہے، اسکی طبیعت نانیہ کے ہیجان کا اُبال اس کے دل کے اندر جوش کھا کھا کر اُبلنے لگتا ہے۔ اسکی صورت متغیر ہو جاتی ہے۔ رحم و انسانیہ کی لینڈ نرمی کی جگہ وحشیت و سبعیت کے آثار و علائم سے اسکی پیشانی مکررہ بن جاتی ہے۔ اسکا چہرہ جو چند لمحے پیشتر ایک انسان کی طرح حسین تھا، دفعۃً ایک خونخوار درندے کی طرح مہیب ہو جاتا ہے۔ اسکی آنکھوں میں قسارت و بے رحمی کی سرخی پھر جاتی ہے۔ اسکی ناک کے نتھنے ہیجان غیظ و غضب سے خون آشام درندوں کی طرح پھوٹنے لگتے ہیں، اسکا دماغ معطل ہو جاتا ہے، اور تمام جذبات و عواطف انسانیہ و ملکوتیہ اس کے صفحہ ذہن سے یک لخت مٹو ہو جاتے ہیں۔ پھر ایک مصروع اور آسیب زدہ مریض کی طرح وہ اپنے قابو میں نہیں ہوتا اور نہ اس کے ہوش و حواس اس کے اختیار میں ہوتے ہیں۔ اس کے سامنے صرف ”سود“ کا شیطان ہوتا ہے، جو اسکو مسمومیت کے معمول کی طرح اپنے قبضے میں کر لیتا ہے۔ اسکی آنکھ اور کان، دونوں انسانیہ کی حکمرانی سے باغی ہو کر صرف شیطان کے تابع فرمان ہو جاتے ہیں۔ پھر نہ وہ ”سود“ کے سوا کچھ دیکھتا ہے اور نہ سود کے سوا کچھ سنتا ہے۔ جس طرح ایک آسیب زدہ کسی مجہول و غیر مرئی وجود کو دیکھ کر اسکو پکارتا اور اسکی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اسی طرح وہ صرف ”سود“ ہی کی طرف اشارہ کرتا، اور صرف ”سود“ ہی کی آواز کو سننا چاہتا ہے۔ اسکا میدانِ ظلم اس کے سامنے خاک پر لوتے، زخمیوں کی طرح چیخے، یا جاں کنی میں تڑپنے والوں کی طرح تڑپے، پر اسکو کچھ نظر نہیں آتا۔ وہ مدھوش اور پاگل کی طرح ان سب باتوں سے بے پروا و بے علم، صرف ”سود“، ”سود“، ”سود“ کہہ پکارتا، اور اس کے لینے کیلئے اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے!! ان الذین یا کلون الربوا، لا یقومون الا کما یتخططه الشیطان من المس!!

# # #

اس تکرے کو کہاں تک طول دوں؟ الہلال کے صفحات ان مباحث کیلئے محل موزوں نہیں۔ جسقدر زیادہ غور کرتے جائیے گا اور دونوں حالتوں کو اپنے سامنے لائیے گا، اتنا ہی اس تشبیہ کی جامعیت اور احاطہ کا انکشاف ہوتا جائے گا۔ یہ صرف سرسبی اشارات ہیں، جنسے ایک فکر سلیم اندازہ کر سکتی ہے کہ امثال

تاہم وہ انسان نہیں ہوتا، کیونکہ انسانوں میں ایک سب سے بڑی قیمتی چیز ہے جو اسمیں نہیں ہوتی۔

یہی حال ایک سود خوار زندگی کا ہے۔ بظاہر اسمیں کوئی برائی نہیں ہوتی۔ وہ سوسائٹی کا ایک جزو، اور شہر کا ایک جائز باشندہ ہوتا ہے۔ عام تاجروں کی طرح اسکی بھی ایک تجارت ہوتی ہے۔ وہ مبادلہ اشیا کی تجارت نہیں کرتا تو کیا ہوا؟ ایک ہی جنس کو دیتا اور ایک ہی جنس کو لیتا ہے، تو کیا نقصان لازم آگیا؟ پھر بھی یہ ایک کاروبار اور بیع و شراء ہی ہے۔ وہ ڈاکو کی طرح لوٹتا نہیں ہے، اور چور کی طرح چھپ کر چورائے نہیں آتا۔ جائز لین دین میں پہلی شرط فریقین معاملہ کا راضی ہونا اور جبر و اکراہ کا نہ ہونا ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ وہ جب کبھی معاملہ کرتا ہے، تو انہی سے کرتا ہے جو اسکی شرائط کو بخوشی منظور کرتے، اور اس کے معاملے پر اپنی پوری رضا ظاہر کرتے ہیں۔ وہ تلوار لیکر لوگوں کو نہیں دھمکا تا کہ اس سے روپیہ لیں، اور اسکی شرائط کے آگے سر جھکا دیں۔

پس ایک شریف انسان، ایک با امن شہری، ایک جائز کاروباری آدمی میں جو کچھ ہونا چاہیے، اسمیں ہوتا ہے، اور بڑی بات بظاہر اس کے خلاف نظر نہیں آتی۔

لیکن ان تمام مظاہر انسانیہ و مدنیہ کے ساتھ، دوسری طرف دیکھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ ہے، مگر ایک شریف انسان اور ایک کاروباری شہری میں سب سے زیادہ ضروری جوہر جو ہونا چاہیے، اسمیں نہیں ہے۔ وہ باوجود انسان ہونے کے ایک خوفناک درندہ ہے، وہ باوجود شریف زندگی ہونے کے رذالت و سفاقت اور ہمہ جیت و بربریت کا ایک پیکر مجسم ہے۔ وہ باوجود ایک جائز باشندہ شہر ہونے کے درندوں کے بہت اور وحشیوں کے جنگل کا ایک جانور ہے۔ اس نے گو تجارت کی دکان کھولی ہے مگر وہ ایک ڈاکو ہے، جو خود تاجروں کو لوٹتا، اور بے رحم چوروں کی طرح ان کے صندوقوں کو خالی کر دیتا ہے!!

ایک پاگل آدمی باوجود انسان صورت ہونے کے انسان نہیں ہوتا، کیونکہ اسکا نظم حواس و ادراک درہم و برہم ہو جاتا ہے، اور یہی شے انسان کا اصلی جوہر شرف ہے۔ بالکل اسی طرح ایک سود خوار باوجود ایک جائز باشندہ شہر اور شریف زندگی ہونے کے، شریف نہیں ہوتا، کیونکہ اس کے تمام جذبات و عواطف ملکوتیہ اور فضائل خصائل و اخلاق معطل ہو جاتے ہیں، اور یہی وہ چیزیں ہیں جو معطل ہو جائیں تو:

فلم یبق الا صورت اللحم والدم!

اور زیادہ اس تشبیہ پر نظر ڈالیے! ایک مصروع آدمی کہتا ہے پیتا ہے، عقل و حواس کی باتیں کرتا ہے، بالکل ایک بھلے چنگے آدمی کی طرح اپنے ساتھ دسترخوان پر بیٹھا ہوتا ہے، لیکن دفعۃً اسکی حالت میں ایک انقلاب عظیم ہو جاتا ہے۔ اس کے ہاتھ پاؤں کھینچنے لگتے ہیں، اعصاب میں تشنج ہونے لگتا ہے، خون کا دوزان جاری و ساری یکایک بند ہو جاتا ہے۔ بالکل اس مشین کی طرح جسکا انجن کا ایک پھت گیا ہو، اس کے ہوش و حواس کے کیل پرے بند ہو جاتے ہیں، وہ چکر اکر زمین پر گر جاتا ہے، احتضار موت کی سختیوں کی طرح ایڑیاں رگرتا ہے، منہ سے کف جاری ہو جاتا ہے، اور دیکھنے والے متعجب و متعجب ہو کر رہ جاتے ہیں کہ چند لمحوں کے اندر ایک صمیم و سالم، مضبوط و توانا، ذی حس و دماغ ہوش و حواس انسان کی حالت میں، یہ کیا انقلاب عظیم ہو گیا؟



۱۱ جون ۱۹۹۳ء

اور سود خوار قیامت کے دن قبروں سے اس طرح اٹھائے جائیں گے، جیسے کوئی مصروع اور آسیب زدہ پاگل ہوا کرتا ہے۔ اور پھر اسکی مختلف ترجیحات قرار دی ہیں۔

فی الحقیقت قرآن کریم کے حقائق و معارف کے متعلق آج ایک اہم مبحث ارباب نظر کیلئے یہ بھی ہے کہ اسکے اکثر ارشادات و تمثیلات و بیانات، جن میں اسی دنیا کی زندگی اور انکے اعمال و نتائج کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، صرف قیامت اور بعد الممات کی زندگی کیلئے مخصوص سمجھ لیے گئے ہیں، اور سخت ضرورت ہے کہ اس مبحث پر نظر ڈالی جائے۔

میں انشاء اللہ ماہوار رسالے میں ”سود“ کے مسئلہ پر ایک مبسوط مضمون لکھ رہا ہوں کہ اسکے متعلق بعض خاص مباحث پیش نظر ہیں، اور اس موقعہ کی تفصیل بھی بہتر ہے کہ اسی وقت کیلئے ملتوی کر دی جائے، لیکن یہاں اتنا عرض کر دیتا ہوں کہ درحقیقت اس آیت کریمہ کی تفسیر وہی امور ہیں، جنکو اوپر بغیر کسی ترتیب کے لکھ چکا ہوں۔

مفسرین صحابہ کی جو روایات اس بارے میں موجود ہیں، وہ یقیناً مستحق قبولیت ہیں۔ یہ میرا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر میں لغت عرب اور صحابہ کی تفسیر، یہی درجہ اولیٰ اصل ہیں، اور اگر صرف انہیں دراصلوں کو پیش نظر رکھا جائے تو آج تمام مشکلات و غرائب قرآن کا خاتمہ ہے۔ لیکن تاہم آخرت کی زندگی اس دنیا کی زندگی ہی کا نتیجہ ہے، اور جو کچھ کل ہونے والا ہے، اسکی مثال آج چشم ہائے بصیرت اور دیدہ ہائے اعتبار کیلئے ہمارے سامنے کر دی گئی ہے۔ پھر کیا ضرور ہے کہ ہر نتیجہ عمل کو صرف قیامت ہی کے دن پڑاؤ رکھا جائے، اور خود دنیا میں جس شے کا سراغ لگ سکتا ہے، اسکے لیے صرف دنیا سے باہر ہی کا نظارہ کریں؟

#### ایک تفسیری اشارہ

اصل یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں ایک سود خوار زندگی، اسکے عادات و خصائل، اسکے اعمال و افعال، اور انکے نتائج کی جیسی جامع و مانع تشبیہ دی گئی ہے، وہ گویا اس مسئلہ کی ایک پوری کتاب ہے۔ اہل عرب کا خیال تھا کہ شیطان اور جن کے ضرب سے انسان مجنون و لاعقل ہو جاتا ہے، اور صرع (مرگی) کی بیماری دراصل ایک طرح کا آسیب ہوتی ہے۔ (مس) جنوں کے معنی میں بولا جاتا ہے، اور (ممسوس) پاگل کو کہتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے اس آیت میں سود خوار زندگی کو ایک آسیب زدہ پاگل، اور ایک مصروع کے حالات و خصائص سے تشبیہ دی ہے، اور مقصد اسکے وہی حالات ہیں، جو آسے دنیا کی زندگی میں پیش آتے ہیں۔

ایک شخص، جو پاگل ہو گیا ہو۔ ایک مجنون، جسکی عقل و دانش بالکل معطل ہو۔ ایک مضبوط العواس، جسکے ہوش و حواس کا کارخانہ بگڑ گیا ہو۔ ایک مصروع، جو مرگی کے اشتداد سے اپنے اوپر حکومت نہ رکھتا ہو۔ غور کر کے دیکھیے کہ اسکی حالت کیا ہوتی ہے؟ وہ عالم انسانوں کے طرح ایک کامل و سالم انسان ہوتا ہے۔ اسکے تمام اعضا و جوارح صحیح ہوتے ہیں، اسکے تمام امیال و جذبات بالکل ایک تندرست آدمی کی طرح درست ہوتے ہیں۔ وہ بظاہر بیمار نہیں ہوتا۔ چلتا ہے، پھرتا ہے، بھوک کا اظہار کرتا ہے، اور پیاس سے دباہی بیکار ہوتا ہے، جیسا کہ دنیا کا ہر حیوانی مخلوق۔

کیلئے چن لے، اور اسکو معروح تیغ قسارت و بے رحمی کرنے سے انکار نہ کرے! 11

اسکا نتیجہ یہ ہے کہ اور تمام ہزارہا انسانی بے رحمیاں کسی آبادی کو اس طرح نقصان نہیں پہنچا سکتیں، جس درجہ پرے شہر میں ایک ”سود خوار“ کا وجود پہنچا سکتا ہے۔ یہی ہے کہ قرآن کریم اسکو سب سے بڑی رعید الہی کا مستحق قرار دیتا ہے۔

#### اسکی علت اصلی

اصل یہ ہے کہ کسی خود غرضی کے عمل اور بے رحمی کے کام میں اسدرجہ استمرار اور مدارمت نہیں ہے، جیسی کسی گروہی بے رحمی میں۔ قاتل ایک شخص کو چند لمحوں میں قتل کر دالے گا، ڈاکو ایک گھنٹے کے اندر ایک قافلے کو لٹ لپکا، لیکن سود خوار کا عمل ظلم دائمی، اور انسانی عمروں، خاندانوں، اور نسلوں تک جاری رہتا ہے۔ وہ جس شکار کو پکڑتا ہے، اسکی مظلومی و بیکی کا نظارہ برسوں تک دیکھتا رہتا ہے، اور جب تک ہمیشہ کے لیے اسکے ترپے، لوٹنے، اور گراہنے کے نظارہ کا تحمل اپنے اندر پیدا نہ کر لے، وہ سود خوار نہیں بن سکتا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اسکی قسارت و بے رحمی سب سے زیادہ سخت، اور تمام جرائم کے عادیوں سے زیادہ مستقل و محکم ہوتی ہے۔ وہ چونکہ ہمیشہ اپنی بے رحمی کے شکاروں کی مظلومی کو دیکھتا رہتا، اور انکی بیقراروں کے معائنے کا اپنے دماغ کو عادی بناتا رہتا ہے، اسلیے رفتہ رفتہ اسکے تمام قوائے ملکوتیہ پر ایک عالم ممات طاری ہو جاتا ہے، اور رحم و ہمدردی کے جذبات اس طرح بیکار و معطل ہو جاتے ہیں کہ کوئی قری سے قری محسوس نہ ہو، انکو زندہ نہیں کر سکتا۔

یہ کیا بات ہے کہ ڈاکو رحم کرتا، مگر سود خوار کی آنکھیں ہمیشہ خشک رہتی ہیں؟ اسکا سبب یہی ہے کہ ظلم کا استمرار اور بے رحمی کی مدارمت ڈاکو کو رسی نصیب نہیں، جیسی اور جس درجہ کی بے رحمی میں ایک سود خوار کی تمام زندگی بسر ہو جاتی۔

#### قرآن کریم کی ایک تشبیہ

کیا نہیں دیکھتے کہ اسی حالت مخصوص کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے، جبکہ اس نے سود خوار کی زندگی کا انفاق فی سبیل اللہ کے بعد ذکر کیا، جو اسکا ضد حقیقی ہے:

الذین یا کاون الربوا، جو لوگ کہ سود کھاتے ہیں، وہ کہتے  
لا یقرمون الا کما یقرمون، نہو سکیں گے مگر اس پاگل کی طرح،  
الذین یتخبطہ الشیطان، جسکو شیطان کے اثر نے مضبوط  
من المس، ذلک بانہم العواس بنا دیا ہو، اور یہ اسلیے  
قلوا انما البیع مثل، ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ضرور بیع و شراء  
الربوا (۲: ۲۷۶) بھی مثل سود ہی کے ہے۔

افسوس ہے کہ عام (متداول) مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں اس امر پر بالکل توجہ نہیں کی کہ سود خوار کی زندگی کو اس تمثیل کے ساتھ کیوں بیان کیا گیا؟ اور پھر اس تمثیل اور حالت کا سبب ”ذلک“ کہہ کر انکے اس قول کو کیوں قرار دیا کہ ”بیع بھی مثل سود کے ہے؟“

اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز امر یہ ہے کہ ان بزرگوں میں سے اکثر نے اس بیان حالت کو بعض آثار مرئیہ کی بنا پر صرف قیامت کے دن ہی کیلئے مخصوص کر دیا ہے، اور اسکی تفسیر یوں کی ہے کہ ”لا یقرمون“ اسی یوم القیامۃ من قبرہم، یعنی یہ حالت صرف قیامت کے دن ہی کی نسبت بیان کی گئی ہے۔

” ہمیں آج تک اس امر میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی کہ وراثت کے اثرات کو تبدیل کر سکیں۔ عورت کے بائمر ہونیکے وقت سے لیکر بچے کے رحم سے باہر آنے تک، ایک ذرہ بھر ہم بدی کو باہر نکال نہیں سکتے، اور نہ ایک ذرہ بھر خوبی رحم کے اندر بھیج سکتے ہیں۔ بچے کے پیدا ہونیکے بعد کسی قسم کی تعلیم یا دواؤں کے ذریعہ اس بچے کے موروثی اخلاق کو ہرگز ہرگز نہیں بدل سکتے۔ سربت پیز (ایک قسم کا پھول ہے) کا پودہ زمین سے پانچ فٹ بلند ہو جاتا ہے، حالانکہ اس کا ہم نوع شمال پیز زمین سے ایک فٹ بھی اونچا ہونے نہیں پاتا۔ چھڑی جو سربت پیز کو بلند ہونے میں مدد دیتی ہے، اور بغیر اس کے وہ اس بلندی تک کبھی بھی پہنچ نہیں سکتا، شمال پیز کو کسی طرح بھی اونچا نہیں کر سکتی۔ انسان کے لیے تعلیم، و حفظ صحت ایسی ہی ہے، جیسے پیز کے لیے چھڑی۔ جس بچے میں صلاحیت کا مادہ موجود ہے، اسے یہ اپنے طور پر تدریجی یا ارتقاء تدریجی (development) میں مدد دیتے ہیں، اور بغیر ان کے وہ صلاحیت ضائع ہو جاتی ہے۔ مگر اس بچے کو جسمیں وہ صلاحیت موجود ہی نہیں، ہرگز ہرگز اسے کوئی مدد نہیں مل سکتی۔“

اس بہت بڑے اور مستند شخص کے قول سے دو اصول قابل بحث پیدا ہوتے ہیں جن پر ہم ایک سرسری نظر ڈالیں گے:

اول - انسان کے اخلاق کا زیادہ حصہ موروثی ہوتا ہے۔  
دوم - موروثی اثرات کا دور کرنا موجودہ علم کے مطابق محالات سے ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ محالات عقلی میں سے ہے، بلکہ ابھی تک انسان کا علم اس درجہ وسیع نہیں ہوا کہ وہ ان اثرات کے دور کرنے میں کامیاب ہو۔

اصول اول کی تحقیق کرتے ہوئے (سرفرانسس گالٹن Sir Francis Galton) علم یورجینکس کے بانی مبانی حسب ذیل مشاہدات پر پہنچے:

(الف) وراثت کے اثرات میں نصف دونوں والدین کا، چوتھائی والدین کے چاروں والدین کا، آٹھواں حصہ تیسری پشت کے آٹھوں لجداد کا ..... رقس علی هذا ..... ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو بحث بر قانون وراثت سرفرانسس گالٹن A debate on Sir Francis Galton's Law of Ancestral Inheritance)

ہم اس بات کے ماننے کیلئے تیار ہیں کہ اس قانون میں ترمیم و تنسیخ کی ضرورت ہے، اور جن جن علمی تحقیقات کا دائرہ وسیع ہوتا جائیگا، یہ قانون بھی خود بخود ایک عملی صورت اختیار کرتا جائیگا۔ مگر اس بات کے ماننے کے لیے کہ یہ قانون سرے سے ہی غلط ہے، ہم ہرگز ہرگز تیار نہیں ہیں، جب تک کہ ہمارے پاس کوئی کافی معتبر ثبوت موجود نہ ہو۔

(ب) اگر جسمانی و اخلاقی تندرستی کے مدارج مقرر کیے جائیں، اور انہیں سب سے اعلیٰ درجہ خاندان (الف) کا ہوم (ب) کا، سوم (ج) کا، چہارم (د) کا، پنجم (ر) کا، اور ششم (س) کا، و علی هذا، تو تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ اگر قسم (ج) کے آدمی اپنے سے ایک درجہ ادنیٰ قسم میں شادی کر لیں تو وہ صرف ۶ - بچے قسم (ج) کے پیدا کر سکیں گے، اور اگر وہ قسم (س) میں شادی کریں تو صرف ایک بچہ قسم (ج) کا پیدا کریں گے۔ حالانکہ ۲۵۰۰ - جوڑے قسم (س) کے صرف ایک بچہ قسم (ج) کا پیدا کر لیں گے، اور (س) سے گھٹیا قسم کے جوڑے ایک بھی (ج) کی قسم کا بچہ پیدا نہیں کر سکتے!! اس کا ماحصل یہ ہے کہ جسمانی و اخلاقی کمزوری کے اسباب

اب ذرا پروفیسر کارل پیرسن کی بھی تحریر ملاحظہ ہو - وہ (نیشنل لائف فورم دی سٹینڈ پائنٹ آف سائنس National life from the stand point of science) میں اخلاقی وراثت کے اصول پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”والدین کے چال چلن اور اخلاق و اطوار، انکی خوریاں، انکی برائیاں، انکی عادات، انکی بیماریاں - سب کی سب ایک مقررہ نسبت کے ساتھ انکے بچوں کو ورثے میں ملتی ہیں - آدمی کے سر کی شکل، اس کی دماغی قابلیت و حالت، گھوڑوں کی کمال کا رنگ، افیون کے پھول کی پنکھڑیاں، پھر اور بہت سی باتیں بغیر کسی استثنا کے موروثی ہیں - قصہ مختصر انسان کے ادنیٰ سے ادنیٰ اخلاق سے لیکر اعلیٰ سے اعلیٰ اخلاق تک، تمام و کمال موروثی ہیں۔“

پھر ہکسلے لیکچرز (Huxley Lectures) (۱) میں پروفیسر کارل پیرسن فرماتے ہیں:

”ایک اخلاقاً ناند درست ستاک سے اخلاقاً تندرست ستاک کا پیدا ہونا از قبیل محالات ہے - اور یہ خیال کرنا کہ یہ محال نہیں ہے، ایسا ہی لغو ہے، جیسا یہ خیال کہ چیتے بغیر رنگدار دھبوں کے پیدا ہو سکتے ہیں - ایک بیمار اخلاق کی نسل کو ایک تندرست نسل کے ساتھ ملائیکا بدیہی نتیجہ یہی ہے کہ تندرست نسل کمزور ہو جائیگی - مثال کے طور پر یہ کہدینا کافی ہے کہ گندھک کے تیزاب میں جسقدر پانی ملائے جاؤ گے، اتنا ہی وہ کمزور ہوتا جائے گا - اخلاقی و جسمانی امراض میں مبتلا نسل سے قوم کو نجات دینے کا صرف یہی علاج ہے کہ اسے آہستہ آہستہ مفقود ہو جانے دیا جائے - تعلیم اور اصول حفظ صحت، اور دیگر اثرات، انسان کے موروثی اخلاق کو ہرگز ہرگز تبدیل نہیں کر سکتے۔“

یہ مقولے مشتے نمونہ از خروارے ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں، تاکہ وہ ملاحظہ فرمائیں کہ مسٹر عباسی کا یہ بیان کہ کارل پیرسن انکے ہم رائے ہے، بے بنیاد اور محض غلط فہمی پر مبنی ہے - اخلاق پر ایک بہت ہی عامیانہ بحث (مجھے معاف فرمایا جائے، اگر تصحیح بحث کیلئے ایسا کہوں) کر کے عباسی صاحب لکھتے ہیں:

”یہ ثابت ہو گیا کہ وراثت اخلاق میں کوئی دخل نہیں کہتی ...“

میں حیران ہوں کہ صاحب موصوف نے اپنے مضمون میں کہاں یہ ثابت کیا ہے کہ وراثت کو اخلاق میں کوئی دخل نہیں؟ کیونکہ بحث تورہ کر رہے ہیں انفصال و ارادہ کی، جسمیں وراثت کا ذکر سک نہیں - شاید وہ اس غلط سند کو بھی اپنے خیال میں کافی سافی ثبوت اپنے دعویٰ کا خیال کرتے ہونگے - اگر بالفرض یہ مان لی لیا جائے کہ وہ سند صحیح تھی (حالانکہ نہیں ہے) تو بھی اس ایک فقرہ سے یہ بات کہاں پایہ ثبوت تک پہنچ گئی کہ اخلاق وراثی نہیں ہیں؟ بہتر ہے کہ اب ہم اس موضوع پر اپنی رائے کچھ نہ کہیں، اور صرف مشاہدات و تجارب میں اس مسئلے فیصلے کو تلاش کریں کہ کہاں تک اخلاق میں وراثت کو دخل ہے، اور کس درجہ ہمارے دوست کا دعوا قابل تسلیم ہے؟

(ولیم پیٹسن) سائنٹفک جرنل میں لکھتے ہیں:

(۱) پروفیسر ہکسلے کی یادگار میں بڑے بڑے سائنس دان کسی نہ کسی بحث مضمون پر سال بھر کے اندر ایک دفعہ لیکچر دیا کرتے ہیں - چونکہ پروفیسر پیرسن یورجینکس میں فاضل بے مثل تسلیم کیے جاتے ہیں، اس لیے انہوں نے ہر سال ہر کئی دفعہ لیکچر دئیے ہیں - ان لیکچروں کے مجموعہ کا نام ہے اسلے لیکچرز بائی کارل پیرسن

[ 10 ]



## وَتَائِقُ وَحَقَائِقُ

### نتائج و عبر

استبداد کے نتائج انسان کو دنیا ہی میں نظر آجاتے ہیں۔ یورپ میں روس کی وسعت حکومت سب پر فائق ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ مغربی مدنیت کے تماشا گاہ میں اس وسیع رقبہ حکومت کے فرمانروا کو ایک خاص حیثیت سے تہذیب کا مدلل تسلیم کرنا چاہیے۔ مغرب کی تہذیب و مدنیت پر گرو زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ ادرنہ و سلاویک و مذاستر و قوسو و طرابلس و مقام رضا (علیہ السلام) میں اس کے اصول عمل اچھی طرح عالم آشکار ہو چکے ہیں، تاہم عجیب بات یہ ہے کہ خود اہل مغرب ان اصول کو مشرق کے مقابلہ میں جائز رکھنے پر بھی ان کے معنوں سے نفرت کرتے ہیں، اور سخت اظہار نفرت کے متمنی ہوتے ہیں۔ نقولا (قیصر نکولس زار روس) کی حکومت نے مسلمانوں کے مدارس بند کر دیے، مظلومان بلقان کی اعانت کرنے والوں پر سختیاں کیں، اظہار بے طرفی (نیو ٹریٹٹی) پر بھی ارسال فوج و اسلحہ و سامان رسد سے جبل اسود (مانٹی نگر و یوگوسلاویا) کی طرف فوجی حملہ لیتی رہی، اور دول یورپ کے اس اجماع کا باعث ہوئی کہ یورپ کی مہذب سر زمین میں مسلمانوں کو حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ سب کچھ ہوا، اور اس کے نتائج سے تمام اہل مغرب مستفید ہو رہے ہیں، مگر نقولا کی جان عذاب میں ہے۔ آسایش کی زندگی اس کو نصیب نہیں، آزادی کے فوائد اسے حاصل نہیں، پولیس کی حراست میں اس کی عمر نکلتی ہے، اٹھتے، بیٹھتے، سرتے، جاگتے، کسی عالم میں بھی سپاہیوں کا پہرہ اس سے جدا نہیں ہوتا۔ ولیم قیصر جرمنی کی شاہزادی لویزی کے بزم عقد میں شوکت کے لیے برلین آتا ہے، یہاں فوج کے حصار سے جان تریج جاتی ہے، مگر اسٹیشن سے ایوان سلطنت تک کی مختصر مسافت میں ماشائیں اور راہ گیروں کے نعرہ ہائے تحقیر توپ و تفنگ بن کے اس پر برسے ہیں!! اگر اس کی اخلاقی حس پلے ہی مردہ ہو چکی ہوتی، تو یہ آتش بازی اس کے سوزش جسم و روح کیلئے فی ثقیل۔

[بقیہ مضمون صفحہ ۱۲]

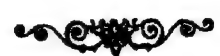
ثابت کرنا تھا کہ ”وراثت کو اخلاق میں دخل ضرور ہے“ جن حضرات کو اس مضمون پر ایک مبسوط نظر ڈالنے کا شوق ہے اور انگریزی بھی جانتے ہیں، وہ ان ہر دو کتابوں کے علاوہ، جنکا والہ ہمنے اپنے مضمون میں دیا ہے، مندرجہ ذیل کتب کا بھی زور مطالعہ فرمائیں:

اول - Heredity مصنفہ جے۔ اے۔ ٹامسن J. A. Thomson  
دوم - ہاؤس آف کامنز ڈیپٹی رپورٹ - مورخہ ۱۷ - مئی سنہ ۱۹۱ - جلد ۳۸ - نمبر ۶۴

سوم - رپورٹ رائل کمیشن سنہ ۱۹۰۴ - سنہ ۱۹۰۸ -

چہام - کرائم اینڈ ان سینٹی - ڈاکٹر مرسیئر - Crime and Insanity -

(حق)



نقولا پر کیا منحصر ہے؟ یورپ کے کسی مستبد (فرمانروا) کو بھی رعایا کی ہمدردی حاصل نہیں۔ کہتے ہیں کہ اسلامی دنیا کا قدیم دستور اجتناب انسان کی آزاد شخصیت کے حق میں ایک نہایت بدنما قرینہ تھا، لیکن سوال یہ ہے کہ ان مستبدین کے رہنے سہنے، کھانے پینے، سونے جاگنے، چلنے پھرنے، بولنے اور چپ رہنے کا جس کارش سے احتساب کیا جاتا ہے، یہ کیا ہے؟ وہ انسان کو غلام بناتے ہیں، دنیا میں غلامی پہیلے ہیں، قدرت کے بہترین عطیہ حریت کے استعمال کو، جس سے چیزیں بھی اپنے گھونسلوں میں اور مچھلیاں بھی اپنے آبخور میں معرور نہیں ہیں، انسان کے لیے حرام بقائے ہیں، مگر خود ان کی حالت کیا ہے؟ وہ خود اپنی دارالسلطنت میں اپنے ہی محکوم شیخ البلد (لڑکے میر) اور تشریفات (چمبرلین) کے غلام ہوتے ہیں۔ بارہ گھنٹے پہلے جب تک انہیں اطلاع نہ دیں اور ان سے اجازت نہ لے لیں، شہر کے کسی حصے میں نہ آسکتے ہیں نہ جاسکتے ہیں۔ آزادی کے ساتھ سیر و تفریح وہ نہیں کرسکتے، تماشا گاہوں میں وہ نہیں جاسکتے، کسی عوامی شخص (پبلک مین) سے ملنا چاہیں، کسی کو کچھ لکھنا چاہیں، کوئی بات کرنا چاہیں، سب میں بھی قید ہوگی کہ مجلس مستشار جب اور جس سے ملنے کی اجازت دے، اس کی پابندی کریں، جو مسودہ مرتب ہو، وہی لکھیں، جن امور کی تلقین کی جائے، وہی ان کی زبان سے ادا ہوں۔ ظاہر ہے کہ ان قیود کے ساتھ ضمیر کی آزادی کیونکر قائم رہ سکتی ہے؟ ان حالتوں میں اگر انہیں رعایا کے مصائب کا احساس نہ ہو، استعباد کی جفاکاریاں نظر نہ آئیں، مظلوموں کی فرباد سنائی نہ دے، تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟ جس کا نور ایمان (کانشس) مردہ ہو چکا ہو، جس کے ضمیر کی زندگی موت سے بدل چکی ہو، اس کو زندہ سمجھنا ہی غلط ہے۔ مراہل زندگی کے طے کرنے میں حامیان استبداد کی جانب سے جو باتیں سنگ راہ ہوں، انہی سے انکی شکایت کرنا بے فائدہ ہے؟ ایک اسٹیچر ہے، ایک کالبد ہے، ایک مجسمہ ہے، جو کسی خاص طاقت سے مردم آزاری کے وظائف ادا کر رہا ہے۔ اس سے گلہ و شکوہ کیوں کرو؟ اس کے آزار سے محفوظ رہنے کے لیے کوئی معقول و جائز با اصول ترکیب کیوں نہیں نکالتے؟ خسرو شعرا مدت ہوئی، اس حقیقت کی ترجمانی کر چکا ہے، جسے اس کی روح حکمت شعریہ، بہ تبدیل الفاظ، آج بھی سنا رہی ہے:

رسید نالہ من از جفائے استعباد

بر آسمان، و شنیدند تیسر و کیوانش

اگر بگوش حکومت نمی رسد، زان است

کہ سالہا است کہ از جسم، یارہ شد جانش

عرب میں ایک مثل مشہور ہے: ”العر لا یحتمل الضیم“ شریف آدمی سب کچھ برداشت کر لیا، لیکن کوئی ایسی کارروائی جس سے اس کی آزادی و عزت نفس کو صدمہ پہنچتا ہو، کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

(۱) ولا یقیم علی ضیم یراد بہ

إلا الا لان عیر العی والوند

(۲) هذا اعلی الغسف منکوم ہر متہ

وذا یشج فلا یسرئی لہ احد

(۱) کوئی مخلوق جس پر جو درد ستم منظور ہو وہ اس حالت کو کبھی گوارا نہ کریگی۔ بجز دو ذلیل چیزوں کے [۱] قبیلہ کا اونٹ [۲] اور اس کے باندھے کی میخ۔  
(۲) یہ [اونٹ] تو بے آب و گیلا، رہیوں سے بندھا ہوا، سرچھکے رہتا ہے۔  
اور اس [میخ] پر چوڑ ہوئی ہے تو کوئی اس پر رحم بھی نہیں کرتا۔

ہمارے آبا و اجداد کی طرف منسوب ہونے چاہئیں اور رہی انکے ذمہ دار ہیں۔

رائل کمیشن نے (جوسنہ ۱۹۰۴ء میں ان معاملات پر غور کرنیکے لیے مقرر ہوئی تھی) اپنی تحقیقات کا سلسلہ چار سال تک جاری رکھا۔ اُس نے سنہ ۱۹۰۸ء میں تحقیقات کی ایک رپورٹ مرتب کی جو اب بلو بک (Blue Book) کی شکل میں چھپ گئی ہے۔ اس رپورٹ میں صدہا مثالیں دیکر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ دماغی کمزوری اور جنون عموماً موروثی ہوتے ہیں۔ ہم اس میں سے ناظرین کی دلچسپی کے لیے چند واقعات کا اقتباس کرتے ہیں:

اول - ایک ایسے شخص کا حال جو چند مرتبہ چوری کے جرم میں سزا یاب ہو چکا تھا - اس کے کئی بیٹے تھے - بڑا لڑکا ۱۸ سال کی عمر سے لیکر ۳۲ سال کی عمر تک، ۳۴ دفعہ سزا یاب ہوا - دوسرا لڑکا پندرہ سال کی عمر سے لیکر ۲۹ برس کی عمر تک ۱۷ دفعہ اسی چوری کے الزام میں قید ہوا!

دوم - ایک چودہ سال لڑکے کا حال، جس نے اس عمر تک پہنچنے سے پہلے تین مرتبہ پون ٹینول (Pontenville) کے جیلخانہ میں سزائے قید کی عقوبتیں جھیلیں - اس کا باپ اسی جیل خانے میں کئی دفعہ جا چکا ہے، اور اس کی ماں شارع عام میں شراب پی کر مدھوش ہو جانیکے جرم میں سزا پا چکی تھی۔

سوم - ایک صحیح رسالہ آدمی کا واقعہ، جس نے ایک ایسی عورت سے شادی کی، جو کہ سرقہ صغیرہ کے جرم میں کئی دفعہ سزائے قید بھگت چکی تھی - اُسکی نسبت انسپکٹر جنرل جیلخانہ جات کی رپورٹ کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

”اس جوڑے کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں - بڑی لڑکی مقامی پاگل خانے میں عمر کا زیادہ حصہ بسر کر چکی ہے - چھوٹی لڑکی ابھی کنواری ہے لہذا والد کے زیر حفاظت ہے - پولیس ابھی اُسکی نسبت کچھ رپورٹ نہیں کر سکتی -

بقیہ دو لڑکوں سے دو کنبے چلے: (م) (ن) -

پہلے کنبہ کا باپ مقامی پاگل خانے میں رہ چکا ہے، اور ابھی تک بڑی غضبناک طبیعت رکھتا ہے - اس کی پہلی بیوی سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں - لڑکی کی پیدائش کے چھ ہفتے بعد وہ مر گئی -

اس کے بڑے لڑکے کا اعمالنامہ حسب ذیل ہے، اگرچہ اس کی عمر ابھی صرف پچیس برس ہی کی ہے:

گیارہ سال کی عمر میں اسے چوری کرنیکے جرم میں تربیخ کی گئی - اٹھارہ سال کی عمر میں اینڈروور Androver میں ایک گھڑی چرانیکی پاداش میں اسے ایک ماہ کی قید ہوئی - اسی سال ونچسٹر کالج میں فریب دہی کی غرض سے اپنا نام داخل رجسٹر کرانیکے جرم میں اسے ایک ماہ کیلئے جیلخانہ کی ہوا کھانی پڑی - پھر منچسٹر میں چند گھڑیاں چرانیکی جرم میں وہ ایک ماہ کیلئے قید خانے میں بھیج دیا گیا - پھر الستر میں چوری کے جرم میں دو ماہ کیلئے قید رہا - ۱۹ سال کی عمر میں، ڈاکہ مارنے کی سعی کے الزام میں بمقام مین فیلڈ Man field ایک ماہ کیلئے بدشاہ کا مہمان رہا - اسی سال الستر میں ایک گھڑی چرانیکے جرم میں اسے ایک ماہ کی قید ہوئی - اسی سال پھر سات دن کیلئے بھیک مانگنے کی خاطر بند کر دیا گیا - بیس سال کی عمر میں بمقام نارچ کیس بکس چرانیکی غرض سے ایک ماہ کیلئے

مقتل کر دیا گیا - اسی سال سٹیمفورڈ میں بھیک مانگنے کے جرم میں چودہ دن کے لیے پھر قید کیا گیا - پھر ایک ماہ الستر میں چوری کے لیے، اور تین ماہ ڈاکے کے الزام میں شاہی چہار دیواری میں مقید نظر آیا ..... چوبیس سال کی عمر میں اسے شارع عام میں بازاری زبان استعمال کرنیکی پاداش میں ۱۰ - شلنگ جرمانہ ہوا، اور اسی سال چوری کے الزام میں ۱۵ - ماہ کیلئے جیلخانہ بھیج دیا گیا!!

دوسرا لڑکا گیارہ سال کی عمر میں چوری کے جرم میں گرفتار ہوا، اور اسے چار ماہ کیلئے ایک ریفرمیٹری (Reformatory) (یعنی تربیت خانہ جوائن و اراگی - الہلال) میں بھیج دیا گیا - اور اس کے بعد ۵ - دفعہ مجسٹریٹ کے سامنے چوری کے الزام میں حاضر کیا گیا -

باقی تینوں بچے ابھی بہت خورد سال ہیں -

یہ تو ایک کنبہ تھا - اب دوسرے کنبے یعنی (م) کا حال بھی سن لیجیے:

”دوسرے بھائی کے نزدیک تھے (بخوف طوالت ہم اس طویل داستان کا لب لباب درج کریں گے) پہلا لڑکا گیارہ دفعہ چوری کے الزام میں قید ہوا - ایک لڑکی پاگل خانہ میں ہے - دوسری لڑکی ایک شادی شدہ نوجوان کے ساتھ تعلق ناجائز پیدا کر کے اور اپنے والدین کو چھوڑ کر بھاگ گئی، اور بہت عرصہ تک اسی کے پاس رہی - نتیجہ جو ہوا وہ ناظرین خیال کر سکتے ہیں - باقی بچوں کا حال بھی اسی پر قیاس کر لیجیے -

”چہارم - ایک فاحشہ عورت نے گیارہ حرامی بچے جنے - انمیں سے پانچ لڑکیاں اس فعل بد کی کئی دفع مرتکب ہو چکی ہیں -

پنجم - ایک کمزور دماغ عورت کو چند شہدوں نے گمراہ کر کے عصمتی پر آمادہ کیا، جس کا نتیجہ دو ولد الزنا لڑکیوں کی صورت میں نمودار ہوا - بڑی لڑکی کی عمر اس وقت (یعنی ہر وقت تحقیقات کمیشن) ۱۸ سال کی ہے، اور وہ دو ولد العرام بچوں کی ماں ہے، اور چھوٹی لڑکی ناجائز حمل سے ہے“

یہ واقعات ایسے نہیں کہ انکو محض مستثنیات کہہ کر نظر انداز کر دیا جائے، بلکہ یہ ایسے واقعات ہیں جو ہر روز مشاہدے میں آتے رہتے ہیں - کمیشن کی رپورٹ میں انکو ایسے صدہا واقعات ملیں گے، جنکو ہم نے بخوف طوالت نظر انداز کر دیا - جن حضرات کو زیادہ شوق ہے وہ اس رپورٹ کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں -

ان تلخیصات علم و تجارب سے وہ دلنوں اصول، جو ہم نے بیان کیے تھے، ثابت ہوتے ہیں، یعنی:

اول - اخلاق کا زیادہ حصہ موروثی ہوتا ہے -

دوم - کسی قسم کی خارجی تعلیم یا تربیت ان موروثی اثرات کو بدل نہیں سکتی -

ریفرمیٹری یا پاگل خانے عارضی طور پر انکے فوری اثر کے ظہور کو روک سکتے ہیں، مگر جب بیمار انکی حفاظت سے نکلا، پھر اپنی فطرت کو لوٹا - واقعہ سوم خاص طور پر قابل غور ہے - تقریباً سب کے سب لڑکے گیارہ سال کی عمر میں چوری کے جرم میں ماخوذ ہوئے - اور پھر باقی تمام عمر اسی میں مشغول رہے - ریفرمیٹری میں چار سال تک اور ہر طرح کی تعلیم وغیرہ کے زیر اثر رہنے کے بعد بھی ایک لڑکے کی چوری کی عادت نہ گئی!! یہ خیال کرنا کہ ہماری تحریر کا ماحصل یہ ثابت کرنا تھا کہ ”تمام اخلاق موروثی ہی ہوتے ہیں“ غلط ہوگا - ہمارا ماحصل صرف

تنگ گیری اسکے ان خیالات کو پورا کر لگی، جنکو اسکا کینہ پرور  
سیفہ چھپاے ہوئے ہے ؟؟

نئی کی بات ہے کہ بنغازی میں ایک غریب الوطن جرمنی کے  
پادری کو اسلیے قید کر دیا گیا تھا، کہ وہ اپنے معمولی مراعات میں  
نسافی رحم و ہمدردی کے الفاظ بکثرت کیوں بولتا ہے ؟

بعض دیگر ارباب مستعمرات حکومتوں کی پیروی میں،  
حکومت اطالیا نے بھی بنغازی کی فوج کے لیے بازار والوں کو  
(کہ متوسط طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں) بجبر بھرتی کرنا اور عوام  
کے لیے رزق کے دروازے بند کرنا شروع کر دیا ہے۔ بالکل مبالغہ نہ  
ہوگا، اگر کہا جائے کہ اسوقت طرابلس کے اطالوی مقبوضات میں  
احتیاج، فاقہ اور ضرورت کی جو گرم بازاری ہے، اسکی نظیر کہیں  
نہیں مل سکتی۔

عرب طرابلس کے ساتھ حکومت اطالیا جو کچھ کرنا چاہتی  
ہے، اسکا اندازہ اس کے اعمال و احکام سے ہو سکتا ہے۔

غیر اطالوی مال پر ۵ - فیصد چنگی لگائی گئی ہے۔  
اطالوی ممالک میں آلو اور اسی قسم کی دیگر چیزوں کے  
سوا پیدا ہی کیا ہوتا ہے، جو اطالوی تاجر لائے یہاں فروخت  
کریں گے؟ اس کے علاوہ شہری عربوں کا مدار زندگی تو اطالوی برٹوں  
کے صاف کرنے پر ہے۔ پس اگر اطالوی اسباب راحت و آرام  
لائے بھی تو یہ تہیدست انکو خریدیں گے کہاں سے؟ غرض گرانی  
بڑھ چکی اور غریب طبقہ، کہ آبادی کا بیشتر حصہ ہے،  
فاقہ موت کا شکار ہوگا۔

تمام دیسی تاجر اس خیال سے ایک تنگ بازار میں نظر بند  
کیے گئے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں سے اسکندریہ تجارت کے  
بہانے چلے جائیں اور مجاہدین سے مل جائیں !

چند مدارس بھی کھلے گئے ہیں اور یہ یورپ کا سب سے بڑا  
شیطانہ دسیسہ ہے۔ ان میں قرآن حکیم کے علاوہ (جسکی نسبت  
بیان کیا گیا ہے کہ پڑھایا جائیگا) باقی تمام تعلیم صرف اطالوی  
زبان میں ہوگی جو کچھ شروع بھی ہوگئی ہے۔

ایک معمولی اطالوی کی رپورٹ پر عربوں کو انکی زمینوں سے  
بیدخل کر دیا جاتا ہے، اور وہ زمینیں نہایت ارزاں قیمت پر  
اطالویوں کے ہاتھ فروخت کر دی جاتی ہیں۔ ان مصائب پر  
مستزاد یہ ہے کہ جب سے اطالوی آئے ہیں، فقط و گرانی برابر  
رہتی ہے اور بھرک کا خراج دینے کے لیے وہ بدبخت اپنی زمینیں  
اور گھر اطالویوں کے ہاتھ نہایت کم قیمت پر خود ہی فروخت  
کر دیتے ہیں۔

دولت عثمانیہ نے جو استقلال اداری دیا ہے، اسکی حالت یہ  
ہے کہ نائب السلطان اپنے گھر تک پر عثمانی علم نصب  
نہیں کر سکتا !



بنغازی میں بازار کے فقیر الحال لوگوں کو جنہیں بچے اور مورتیں بھی حاصل ہیں  
اسلیے قید کر لیا ہے کہ وہ اپنا تمام سامان فوج کے حوالے نہیں کر دیتے۔

طرابلس میں اطالوی افسروں نے ایک جرمن پادری کو گرفتار کیا ہے۔ اس  
جرم میں کہ اس نے رحم و انسانیت پر وعظ کیا تھا !!



اور انکے لیے گذشتہ صدیوں کی وحشیت و درندگی پھر عہد کر آئے !  
ہر شخص جانتا ہے کہ اطالیا سواحل بنغازی سے (جہاں تک کہ  
اس کے بیڑے کی توہوں کے گولے جاتے ہیں) آگے اب تک نہیں  
بڑھ سکی ہے۔ بیس دن ہوئے کہ اس کے نفس بد نے اسے سچھایا کہ  
کم از کم (سانیدہ فقیہ محمد بن شتوان) پر، کہ سواحل بنغازی سے صرف  
آدھ گھنٹہ کی مسافت پر واقع ہے، بلغار کرے۔ اسکی بزدل فوج  
استحکامات بناتی، اور سرحدیں مستحکم کرتی ہوئی نکلی، اور برابر  
پیش قدمی کرتی ہوئی بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ شدہ شدہ  
بیس گھنٹے کی مسافت طے کر گئی۔ جب ان شیران حریف  
امکن کے نیستانوں کے قریب پہنچی تو وہ ایک بار ہی پھرے اور  
اس زور سے حملہ کیا کہ چند لمحوں کے اندر ہی صدها لاشیں تپ  
گئیں، اور جو بچے، وہ اس عالم میں بھاگے، کہ ساحل بھر سے ادھر  
ایک لمحہ کیلئے بھی کہیں دم نہ لیا !!

مگر مزے کی بات یہ ہے کہ ایک طرف تو بنغازی میں اطالیا کی  
جنگی حالت یہ ہے، دوسری طرف سرکاری خبریں کہتی ہیں کہ اب  
تک اطالیا نے سادہ لوحان طرابلس سے نرم کلامی کا سررشتہ  
ہاتھ سے نہیں دیا ہے۔ وزیر مستعمرات (نوابدتی) ان سے وعدے  
کرتا ہے، انہیں امیدیں دلاتا ہے، انہیں پھسلاتا ہے، انہیں بھلاتا  
ہے، کیونکہ اسکو یقین ہے کہ ماسک داری، ستم رانی، جانماں  
بربادی، عصمت دری، اور مردم کشی سے نہیں ہوتی بلکہ نرمی،  
فریب، رو بہ بازی، اور سیم رزر کے عوض میں دنی الطبع  
و سفلہ مزاج دلوں کی خریداری سے ہوتی ہے !! با این ہمہ  
اسکی فوج میں ایک جماعت ہے جو قتل و سفاکی وغیرہ سے  
دلوں کی آگ بھی روشن کرتی رہتی ہے۔ پس اگر اطالیا اپنی  
اس فزنگانہ ستم رانیوں کو نرمی اور حسن سلوک خیال کرتی ہے  
تو اسکا کراہا، اس وقت کیا ہوگا جب کہ سختی، کینہ کشی،



# کامنز اسٹراٹا

## مدینة اطالیا

اطالیا اس وقت جس سب سے بڑی امید کی جستجو، جس سب سے بڑی منزل کے لیے تگا پو، اور جس سب سے زیادہ صحیح راستے کو اختیار کر رہی ہے، وہ یہ ہے کہ لبدہ اور برقعہ کے اطراف و جوانب میں اپنی ہزارہا بکھری اور پھیلی ہوئی رعایا کو نوآباد، اور ان اطراف کے مذہب کو ایک کر دے، - اور طرابلس میں بربادی اندلس، یعنی اس مصیبت دلدوز، اس آفت اسلام سوز کے احیاء کے ذریعہ، تاریخ کو بازگشت کا موقع دے !

اس نے ان ملمع کار الفاظ میں سادہ لوحوں کو شہ، جاہلوں کو فریب، اور کذب ذہنوں سے سخن سازی شروع کی ہے کہ انکو صرف متمدن بنانے، ان کی حالت کو ترقی دینے، انکے شہروں کو آباد کرنے، اور ان کی ثروت کے پوروں کو پہیلانے کے لیے آئی ہے، اور یہ ایسے وقت میں، کہ اہل طرابلس کو اطالیا برباد کن جہاز نیست و نا بود کر رہے تھے، اطالیا تلواریں انکے گلے کاٹ رہی تھیں، اطالیا توپیں انکے گہر بار اور چھوٹوں بڑوں پر آتش افشانی کر رہی تھیں، اور اطالیا فرج عزتر کو چاک، اہل رعیل کو قید، اور مال و دولت کو دست برد کر رہی تھی !

حالانکہ ان شہروں میں اس حکومت نے صرف اس لیے احتلال (قبضہ) کیا ہے تاکہ اپنے بکھرے ہوئے پوروں کو اسمیں جمع کرے، انکے ناکردہ گناہ اصلی باشندوں کو اپنے آہنی پنجہ ظلم میں دبائے

[بقیہ مضمون پہلا کالم]

اشتراک کو سخت صدمے پہنچائے ہیں، کار فرماؤں کے مقابلے میں کارکنوں کی کچھ پیش نہیں جانی - معدلت کے جو اصول ہیں ان میں خرد استبداد غالب ہے - تمام ظالمانہ احکام الفانسو کی نام سے نافذ ہوتے ہیں، لہذا اس کے قتل کی کوشش کر لی ہے اصول وغیر آئینی کوشش نہیں کہی جاسکتی - جسم کے کسی عضو میں کوئی مہلک خرابی آجاتی ہے تو اسے کات دیتے ہیں کہ دوسرے اعضا بھی اس سے ماؤف نہو جائیں، انسان کی ہیئت اجتماعیہ میں بھی یہی کیفیت ہے، اور اس کی ضرر رسانی استیصال بھی اسی ضابطہ کے تحت میں ہونا چاہیے

خرد یورپ کی فضا تو ان صداؤں سے گرنج رہی ہے، مگر وہ مشورے سے چاہتا ہے کہ اسکے سکوت تعبد میں انصاف جوئی اور حق طلبی کی آواز سے بھی خلل نہ پڑے !

قرآن کریم کی اصطلاح میں یہی چیز اخلاقی "تطف" ہے :

وہل لطفیفین، بربادی و تباہی ہو توں میں الذین اذا اتالوا کم دینے والوں کیلئے، علی الناس یستوفون، جب لوگوں سے خرد کوئی شہ راز کا لہو ہم اور زور ہم مای کر لیں تو پورا پورا لیں یخسرون (۸۲ : ۱) لیکن جب انکو دیں تو کم کر کے دیں !

لیکن ہم ہیں کہ یہ سب کچھ دیکھتے ہیں، اور یہ سب سنتے ہیں، پھر بھی اپنے خاموش و استبداد پسند و بے حس طرز عمل سے مزاحیہ رزم کے اس تخیل کا مجسم نمونہ بنے ہوئے ہیں کہ :

چشم باز و گوش باز را این ذکا خیرہ ام ہر چشم بندہ خدا

کئی مہینے ہوئے مظالمہ بلقان کے متعلق یورپ سے داد رسی کے توقع پر ترکوں نے ایک انجمن قائم کی تھی، جس کے معیر مجلس غازی احمد مختار پاشا تھے - انجمن نے بلقانیوں کے مظالم کی ایک مفصل و مبسوط رپورٹ (تقریر) مرتب کر کے دل یورپ کے پاس بھیجی تھی، جس پر کہیں کہیں سے جواب تو ملا، مگر اندلسی کارروائی کسی نے بھی نہ کی، اسکی توقع بھی نہیں - تین ہفتے ہوئے، ترکی اخبار "صباح" نے اس رپورٹ کے متعلق ایک صافگو فرانسیسی مدبر کا ایک مضمون نقل کیا تھا، جس کا مفاد یہ تھا کہ "نادان و نا فہم بچوں کو راحت پہنچانے اور زحمتوں سے بچانے کا تو دستور ہے، اور یہ دستور کچھ ایسا نا موزوں بھی نہیں، مگر جو قوم قدرت کی دی ہوئی طاقتوں کے استعمال سے بے خبر ہو، اور مصائب سے بچنے میں اپنی طاقت کا سہارا پکڑنے کی جگہ غیروں کے بھروسے پڑی رہے، وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اسے کسی قسم کی امداد بھی دی جائے" یہ ضابطہ قابل تسلیم ہو یا نہ ہو، مگر ترقی پذیر دنیا کا آج اسی پر عمل ہے، اور یہی رہے بنا تھی جس پر کئی سال ہوئے، کوریا کے شاہی ایلچی کو جاپانی حکومت کی شکایت کرنے پر ہیگ کانفرنس میں پھانسی دے دی گئی تھی - ان مراتب کو پیش نظر رکھ کر سرچو اور سمجھو کہ جس زوال حریت کا تم مرثیہ پڑھتے ہو، جس فذائے جلالت کا تمہیں رونا ہے، جس بذائے قومیت کے انہدام کا رنج و صدمہ ہے، کیا کبھی تم نے مناسب و معقول ذرائع سے اس کے واپس لانے کی بھی کوشش کی؟ اور اس بات میں جائز طریقوں پر اپنی طاقت کا بھی استعمال کیا؟ نفس میں صحیح طرز پر کام کرنے کا رولہ ہی نہیں تو لبوں کی شکوہ سنجی سے کیا حاصل؟ نہو جب دل ہی پہلو میں تو پھر مونہ میں زباں کیوں ہو؟

الفانسو فرمانروائے اندلس پر ایک مشہور فرضی (انارکسٹ) نے، جس کا نام سانشز ہے، کچھ زمانہ ہوا گولی چلائی تھی - یہ شخص اصل میں فرقہ اشتراکیہ (سوشیا ارجسٹ پارٹی) کا ممبر تھا اور الفانسو کی حکومت کا استبداد دیکھ دیکھ کے اس کا دشمن ہو گیا تھا - ارتکاب جرم کے بعد پولیس نے اسے گرفتار کر لیا - قاعدہ تو یہ ہے کہ ایسے مجرموں کے مقدمات محکمہ عرفیہ (کورت مارشل) میں پیش ہوتے ہیں، اور جرم کی تحقیقات خفیہ اور بالذیل ہی خفیہ کی جاتی ہیں، مگر ملک کی صحافت (پریس یا اخباری اجتماع) نے ایسے تند و توش لہجہ میں صدائے احتجاج بلند کی کہ، حکومت کو معمولی و آئینی عدالت میں ارجاع مقدمہ کی اجازت دینی پڑی، جس کے علانیہ اجلاس ہوئے، اور اب تک ہو رہے ہیں - مجرم کا جواب دعویٰ یہ ہے کہ "الفانسو کی حکومت نے اصول

# مغرب

## معرکہ سینغل

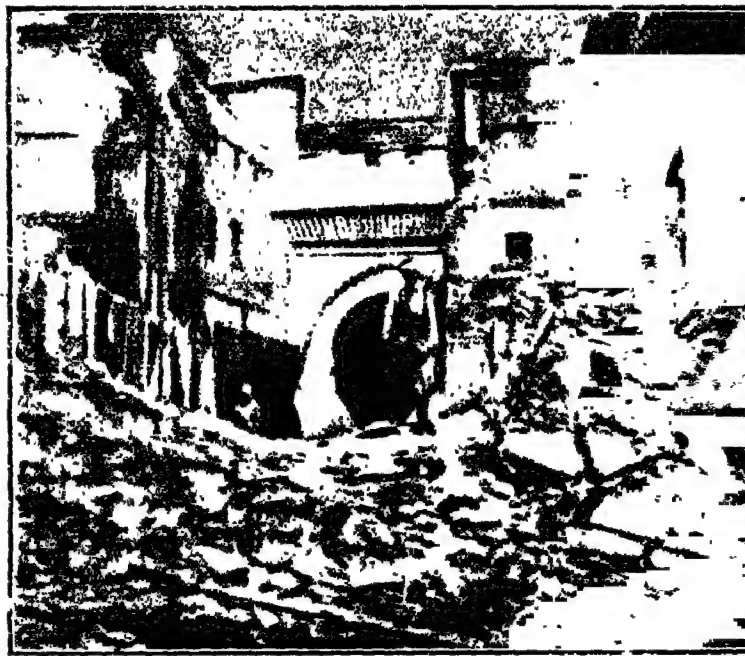
جم غفیر سرق سینی غمال میں جمع ہوا - ان جانباً زان راہ حریت  
وطن کی تعداد صرف ۱۸ - سوتھی ' جنہیں ۶ - سر اسپ  
سوار ' اور ۱۲ - سر پیادے تھے -

اس اجتماع کا مقصد یہ تھا کہ مرکز نخیلہ میں فرانسیسی غار تگراں  
حریت پر حملہ کیا جائے - ( مولویہ ) کے بعض مرکزوں نے اسکی  
اطلاع جنرل آلیکس کو دیدی -

مغرب اقصی کے مشرقی حصے کے فرانسیسی قائد نے یہ طے کیا  
کہ ان مجاہدین کرام کے آغاز عمل سے پہلے ان پر حملہ کرے ' انکا شیراز  
برہم کر دیا جائے - اس قرار داد کی بنا پر اس نے ایک ریجیمینٹ

ترتیب دی ' جسکی قیادت خود اپنے  
ہاتھ میں لی ' اور ۹ - بجے شب کو  
مرادہ سے نکل کے روانہ ہو گیا - صبح  
ہوئے ہوتے نخیلہ کے قریب پہنچا ' اور  
اسکی معاذات میں مقیم ہو گیا -

اس تازہ فوج کی آمد فرانسیسی  
محافظ فوج کے لیے ایک مزیدہ جاں  
بخش تھی ' جو ان مجاہدین راہ  
حریت کی تیغ خوں آشام سے انہیں  
نجات دینے کے لیے آئی تھی - اس نے  
نہایت گرمجوشی اور مسرت آمیز  
از خود رفتگی کے ساتھ استقبال کیا ' اور  
اپنی جماعت میں سے بھی چند پلٹنیں  
بطور مزید کمک کے ساتھ لے لیں -



فاس دار الحکومت مراکش کا ایک تاراج شدہ بازار  
حملہ فرانس کے بعد

یہ مجموعی فوج دو حصوں میں منقسم ہوئے آگے بڑھی - اور  
کوہ زاغ سے اترے مجاہدین کرام کی منزلگاہ کی طرف روانہ  
ہو گئی - منزلگاہ سے جب اسقدر قریب پہنچ گئی کہ خمیروں کی  
چوٹیاں نظر آنے لگیں تو فرانسیسی توپخانہ مرکز مناسب کی  
جستجو کی غرض سے پیچھے رہ گیا ' اور دہنوں رجیمینٹ آگے بڑھیں -  
صبح کا وقت تھا - قریباً ۵ - بجے تھے - دفعتاً ایک آواز سنائی دی -  
یہ آواز ایک مغربی مجاہد کی بندرگاہ کی تھی ' جو اس نے فرانسیسی  
ملاعنہ کے سواروں پر سر کی تھی - آواز بمشکل خاموش ہوئی  
تھی کہ نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوئی ' اور نعروں کے ساتھ ہی مختلف  
اطراف و اکفاف سے سواروں کی ٹولیاں آتی ہوئی نظر آئیں - گھوڑوں  
کی باگیں ڈھیلی تھیں ' اور سرعت رفتار کی یہ حالت تھی کہ ٹاپیں  
بمشکل زمین پر پڑتی تھیں - بندرگاہیں سواروں کے سینوں سے لگی  
ہوئی تھیں ' اور دھانوں سے گولیوں کی بارش ہو رہی تھی - مجاہدین  
کرام اور جنود ملاعنہ فرانسیسیہ میں چونکہ مسافت زائد تھی ' اسلحے گولیوں  
کی زہ سے محفوظ تھے - سوار پیادوں کے انتظار میں رک گئے - پیادے  
جب آگے تو سب ملے آگ بڑھتے ہوئے آگے بڑھے - مجاہدین نے  
جو نقشہ جنگ تجویز کیا تھا ' وہ یہ تھا کہ سواروں کی ٹولیاں مختلف  
اطراف و اکفاف سے نکلیں ' اور دشمن کے طرف اس انداز سے  
بڑھیں ' کہ جب اسکے قریب پہنچ جائیں تو انکا ایک حصار آہنوں

الجزائر میں منطقہ استنبولیہ کے قریب ایک مقام ہے ' جو الخندق  
کے نام سے معروف ہے - اس میں ایک بازار ہے جسکو  
( سرق سنغل ) کہتے ہیں - ۱۰ - اپریل کو اس بازار میں اس آتش  
وطن و حریت پرستی کے پھر شعلے بھڑکے ' جو آج ایک صدی سے  
باشندگان مغرب اقصی کے سینوں میں سلگ رہی ہے ' اور جسکے بجھانے  
کے لیے بارہا اعداء حریت و انسانیت یعنی فرانسیسی ملاعنہ کی  
تلاشیں جزائری خون کی نہریں بہا چکی ہیں -

اس معرکہ مقدسہ یا کرشمہ طرازی  
حریت و وطن پرستی کی داستان تازہ  
عربی داک سے موصول ہوئی ہے -  
بوجہی اور مثالہ کے حریت  
پرست قبیلوں کے مجاہدین کا ایک

(بقیہ صفحہ ۱۵)

سرکاری دفتر کی حالت  
عجیب و غریب ہے - مسلمان  
ملازموں میں سے ایک شخص بھی  
ایسا نہیں جو اطالوی زبان اچھی  
طرح جانتا ہو ' مگر بائیں ہمہ وہ  
قریب دہی کیلئے رکھے گئے ہیں اور  
انکا کام یہ ہے کہ گھروں میں بیٹھے  
رہیں - قطع نظر اسکے کہ اس سے

بیگاری کی عادت پیدا ہوتی ہے ' ہر شخص سمجھ سکتا ہے  
کہ یہ پنشن ہمیشہ نہیں ملیگی اور جلد یا بدیر موقوف ہو جائیگی  
پھر وہ نان شبینہ تک کو محتاج ہو جائیں گے -

داک کے محکمے میں ایسے لوگ رکھے گئے ہیں جو عربی حروف  
تک نہیں پہچانتے اعدائوں میں اہل کریت و یونان رکھے گئے  
ہیں ' جنہوں نے اطالوی تبعیت کو قبول کر لیا ہے - مختصراً یہ  
کہ جن محکموں سے عربوں کو شب و روز کام پڑتا ہے ' ان میں ایک  
شخص بھی ایسا نہیں ہے جو عربی پوری طرح جانتا ہو -  
اس مختصر مضمون میں ان تمام مظالم و مصائب کا استقصاء ناممکن  
ہے جو اس وقت طرابلس میں نازل ہو رہے ہیں اور جن میں سے ہر  
ایک ' برق خوں و خوں ریزی ہے ' اور جو اسلیے گرائی جا رہی ہے کہ  
شہری و ساحلی عربوں کی بیخ کنی کر دی جائے -

چونکہ شیخ سنوسی (مزع اللہ المسلمین بطول بغاۃ) نے اطالیا  
کے موجود مقاصد اور آئندہ کے پوشیدہ ارادوں کو محسوس کر لیا  
ہے ' اسلیے اعلان کر دیا ہے کہ انکا جہاد برابر جاری رکھا جائیگا - یہاں  
تک کہ اللہ اسلام اور اسکے دشمنوں میں فیصلہ کر دے -

یہ تمام حال ساحلی مقامات اور شہر کا ہے - البتہ اندرون  
طرابلس اب تک شرلعتہ مسیحیہ سے محفوظ ہے ' اور یہ اللہ کے  
ہاتھ میں ہے کہ وہ اسکے مستقبل کو اسکے حال سے بہتر کر دے -

## انکیشات

### مذہب یا سیاست

تم کسی قوم کی تاریخ اٹھا کر دیکھو، \* دو ہی باتیں ہیں کہ جن پر ہے ترقی کا مدار  
یا کوئی جذبہ دینی تھا، کہ جس نے دم میں \* کر دیا ذرہ افسردہ کو ہم رنگ شرار  
ہے یہ وہ قوت پر زور کہ جسکی تکر \* سنگ خارا کو بنا دیتی ہے اک مشیت غبار  
اسکی زد کھا کے سرز جاتی ہے بنیاد زمیں \* اس سے تکر کے بکھر جاتے ہیں اوراق دیار  
یہ اسکا تھا کرشمہ کہ عرب کے بچے \* کھیلنے جلتے تھے ایوانگہ کسرا میں شکار  
وہ آلت دیتے تھے دنبہا کا مرقع دم میں \* جنکے ہاتر میں رہا کرتی تھی اونٹوں کی مہار  
اسکی برکت تھی کہ صحرائے حجازی کی سموم \* بنگائی دھرم میں جا کر چمن آراء بہار  
یہ اسکا تھا کرشمہ کہ عرب کے رہزن \* فاش کرنے آئے جبریل امیں کے اسرار



یا کوئی جاذبہ ملک و وطن تھا، جس نے \* کردیے دم میں قوای عملی سب بیدار  
ہے اسی سے یہ سرمستی احرار وطن \* ہے اسی نشے سے یہ گرمی ہنگامہ کار



آپ دونوں سے کیے دیتے ہیں ہم کو مہر دم \* نہ سیاست ہے نہ ناموس شریعت کا وقار  
مدتوں بحث سیاست کی اجازت دی نہ تھی \* کہ وفاداری مسام کا تھا یہ خاص شعار  
اب اجازت ہے مگر دائرہ بحث یہ ہے \* کہ گورنمنٹ سے اس بات کے ہوں عرضہ گزار  
”ہم کو پامال کیے دیتے ہیں ابنائے وطن \* تر ہے، پس جائے نہ یہ نرقہ اخلاص شعار  
یہ بھی اک گونہ شکایت ہے غلاموں کو ضرور \* کہ مذہب میں ہے کم حلقہ بگوشوں کا شمار“



اب رہا جذبہ دینی، تو وہ اسطرح مٹا \* کہ ہمیں آپ ہی آتا ہے اب اس نام سے عار  
وضع میں، طرز میں، اخلاق میں، سیرت میں، کہیں \* نظر آئے نہیں کچھ حرمت دیں کے آثار  
آپ نے ہم کو سکھائے ہیں جو یورپ کے عہدوم \* اس ضرورت سے نہیں قوم کو ہرگز انکار  
بحث یہ ہے کہ وہ اس طرز سے بھی ممکن تھا \* کہ نہ گھٹتا کبھی ناموس شریعت کا وقار  
ہم نے پہلے بھی تو آغیار کے سیکھے تھے علوم \* ہم نے پہلے بھی تو اس نشہ کا دیکھا ہے خمار  
نام لیتے تھے ارسطو کا ادب سے، ہر چند \* تھے فلاطون الہی کے بھی گوشکر گزار  
جانتے تھے مگر اسبات کو بھی اہل نظر \* کہ حریفوں کو نہیں انجمن خاص میں بار  
یعنی یہ بادۂ عزائی کے نہیں ذوق شائس \* بزم اسرار کے یہ لوگ نہیں بادۂ کسار



آج دہر بات میں ہے شان تہذیب و تمدن \* آج دہر رنگ میں یورپ کا نمایاں ہے شعار  
ہیں شریعت کے مسائل بھی وہیں نک مقبول \* کہ جہاں تک انہیں معقول بتائیں آغیار



نہ شریعت، نہ سیاست، تو پھر آب کسکے ایسے \* یہ رنگ و روہ، یہ شرش، یہ غل، یہ پکار؟

(شبلی نعمانی)



بقرب تریلد فرزند سعید خود اس طرح پیش کرتے ہیں کہ  
بمجرہ رسیدن عریضہ ہذا ' مبلغ سولہ روپیہ کا رمی - پی - الگ  
نام بھجوا یا جارے - اسمیں سے پندرہ روپیہ تو داخل فذہ اعانہ  
مہر و حین کیا جارے ' اور آٹھ آنے میں الہلال ایک سال کے واسطے  
بخدمت با برکت سیدی و مولائی حضرت شاہ ابو الغنی صاحب  
لقب بندی ' مجددی بمقام کوٹہ ( بلوچستان ) جاری فرما دیویں ' اور  
باقی آٹھ آنے میں سید فضل شاہ صاحب یعنی خود معطی کے  
واسطے الہلال از ابتدائے یکم جولائی سنہ ۱۹۱۳ - لغایت - ۳۰ - جون  
سنہ ۱۹۱۴ء تک جاری فرما دیویں - کیونکہ ان کا موجودہ چلہ  
۳۰ جون سنہ ۱۹۱۳ء کو ختم ہو جایگا -



( جناب عبد الغنی صاحب اور سید محکمہ نیر دلگی سرحد شمال مغرب )  
اعانہ مہاجرین میں کمترین کے طرف سے ایک نہایت ہی ناچیز  
ہدیہ ۵۰ - روپیہ کا ( نوٹ نمبر ۱ ) منظور فرمائیں ' نیز چاہتا ہوں کہ  
الہلال کے دفتر پر کسی طرح کا بوجھ نہ ہو - میں الہلال کی اعانت کو  
بھی اعانہ مہاجرین سے کم نہیں سمجھتا - کیونکہ وہ اگر جسمانی  
مہاجرین کی اعانت ہے ' تو یہ ان روحانی مہاجرین کی اعانت  
ہے ' جنکے دل سے حب اسلام اور ایمان قریبا ہجرت کر چکی ہے -  
اور اس قوت اور روح اسلامی کو مسلمانوں کے دلوں میں آباہ کرنے  
کے واسطے الہلال کی دعوت ایک غیبی تالیف ہے .....

یہاں خدا کے فضل سے ہر شخص آپکے معنی بلکہ آپکے طریق  
تبلیغ کو دل سے لبیک کہتا ہے - خدا اپنے فضل اور قدرت کاملہ سے  
سرسبز کرے ' حوادث زمانہ سے بچائے اور آپکی ذات اور " الہلال " کو  
باعانت تقویت دیں و ایمان مسلمانان عالم کرے -



کیا ہی اچھا ہو کہ آپ تمام اردو پریس کے ذریعہ یا ہینڈ بل  
کی شکل میں اپنا اشتہار " اعانت مہاجرین " عام پبلک کے  
ہاتھوں میں پونچھائی کرشن فرمائیں -

" اعانت مہاجرین " کا اشتہار موجودہ صورت میں صرف الہلال  
ہی کے ناظرین دیکھ سکتے ہیں ' مگر اصل مدعا اور اصل غرض تو یہ  
ہے کہ اس " ایک پختہ در کج " میں عام پبلک شریک ہو ' اور  
آپکا ہاتھ بنائے -

## الہلال

یہ درست ہے - اسی غرض سے اسکا اعلان تمام معاصرین  
کی خدمت میں بھیج دیا گیا تھا - بعض حضرات نے بصیغہ مراسلات  
بعض نے بمعارضہ اشتہارات معاصرانہ ' اور بعض نے پورے ایک  
صفحہ کی اجرت لیکر چھاپا ' اور بعض نے شائع ہی نہیں کیا -  
سب کا شکر گزار اور دعا گو ہوں - اب علیحدہ اوراق پر چھپوا لیتا  
ہوں کہ متفرق طور پر تقسیم ہو سکے -



جناب محمد مصطفیٰ صاحب ( حیدر آباد )

براہ کرم بموجب تجویز مذکور ایک پرچہ الہلال میرے نام  
جاری کیجیے ' اور پہلا پرچہ ۱۵ - روپیہ ۸ - آنہ کا رمی - پی - کرے  
بھیج دیجیے - منجملہ اس رقم کے ۸ - روپیہ الہلال کی قیمت  
مہجرا کرے حسب تجویز متذکرہ بالا کارروائی فرمائیے ' اور بقیہ ۷ - روپیہ  
۸ - آنہ بلا معارضہ الہلال ' میری جانب سے اعانت مہاجرین کے  
فذہ میں داخل کر کے مطلع فرمائیے -



اس تیس ہزار کی رقم میں ایک معقول حصہ اپنے ذمہ لے لیتا  
مگر میں مجبور ہوں - لہذا آج ۸ - روپیہ بھیجتا ہوں ' اور آپکو  
اسلام کے فخر کی قسم دیتا ہوں کہ انکو بلا اجراء پرچہ اس فذہ  
میں ڈال دیں ' اور الہلال کے بالخصوص صرف ان حقیر روپیوں کے  
جواب میں ایک خط خاص اپنے قلم کا باطلاع خیریت مزاج مجھے  
بھیج دیں - کیونکہ ایک سال سے مجھے اسکا اشتیاق ہے ' اور سال  
گذشتہ سے بازجوہ میری خط و کتابت کے آپکا دستی خط نہیں ملا  
ہے - اگر آپ روپیہ لینے میں تامل کیا تو میں خدا کو گواہ کرتا ہوں  
کہ پھر تابعدا میرے آپکے تعلقات غائبانہ بھی نہ ہینگے ' اور آپ  
ایک مخلص کو کھو کر افسوس کریں گے -

ہاں جب تک آپ اپنے قلم خاص سے خیریت لکھ کر نہ  
بھیجیں گے ' یہ روپیہ میری ملکیت رہیگا - میری یہ تحریر مرکز  
آپ اخبار میں نہ درج فرمائیں ' اور اگر ضرورت ہو تو میرا نام نہر -

## الہلال منقو

آپ ان لوگوں میں ہیں کہ اپنی ایک نظر شہی ' الہلال کی بہتر  
سے بہتر قیمت ہے - کیا کیجیے کہ کوئی کام بغیر بقدر ضرورت روپیے کے قائم  
نہیں رہ سکتا ' ورنہ الہلال کی مدد توفیقی کے الفاظ میں یہ ہے :

نفائس دل ر دین می دہم بہ نیم نگاہ

بمن معاملہ کن کہ راست گفتارم

باقی آپ اس عاجز کے اس ارادہ معقرہ ترسیل اعانہ کی  
نسبت جو الفاظ لکے ہیں ' تو میرے حق میں دعا کیجیے کہ ان  
حقیر و ناقابل ذکر امور کی جگہ ' کسی واقعی قابل ذکر و یاد  
خدمت ملی انجام دینے کی توفیق پائیں - یہ جناب نے کیا ارقام  
فرمایا کہ " دل گوارا نہیں کرتا کہ اس سے زیادہ آپ سے توقع رکھی  
جائے " ؟ یہ بات ہی کونسی تھی کہ قابل توقع ہوتی ؟ توقعات کا  
پورا میدان تو ابھی خالی پڑا ہے ' اور وہ پیش آنے والا ہے - اگر ان  
توقعات کا تھوڑا بہت بھی اہل ثابت ہوا ' تو سمجھو گاہ کہ زندگی اور  
زندگی کے رولے بیکار نہ گئے - ورنہ جس معبد کی تقدیس کیلیے  
جان و ناموس کی قربانوں کی ضرورت ہے ' وہاں ان حقیر مالی  
نقصانات کی نذر کرکوں پہنچتا ہے ؟

در مدرسه کس را نہ رسد دعویٰ توحید

منزل کہ مردان موحّد سردار ست

مدائے اعانت مشہور الہلال مورخہ ۱۴ - جمادی الثانیہ ۱۳۳۱  
ہجری کے جواب میں آٹھ روپیہ میں بھی پیش کرتا ہوں - بذریعہ  
قیمت طلب پارسل وصول فرما کر منزل مقصود تک بھجوا دیجیے -  
باقی رہا جناب کا ایک سال کے لیے الہلال بھجوانا ' وہ جناب کا اختیار  
ہے - بھجوائیں یا نہ بھجوائیں - الہلال اور آٹھ آنہ !

نرخ بالا کن کہ ارزانی هنوز

خیر جزاکم اللہ خیر الجزاء -

مکرر آنکہ - مشفق منشی سوبہ خان صاحب ہرنم پوسٹماسٹر جہت  
یت بقرب تولد فرزند سعید خود بجائے آٹھ روپیہ کے مبلغ ۱۰ -  
روپیہ اس طرح پر پیش کرتے ہیں کہ دس روپیہ کا رمی - پی - پرچہ  
الہلال کا ان کے نام بھیجا جارے - جسمیں سے آٹھ آنہ قیمت الہلال  
برائے ایک سال وضع کر کے بقیہ ساڑھے نو روپیہ داخل فذہ زر اعانہ  
مہر و حین عساکر عثمانیہ جمع کیا جائے -

ثالثا - معینی سید فضل شاہ صاحب سب اسسٹنٹ سرجن  
جہت پت جو پلے سے الہلال کے خریدار ہیں ' مبلغ سولہ روپیہ

# تاریخ حسیات اسلامیہ مسلمانان ہند

## کا ایک ورق

اعیانہ مہاجرین

تسلیم - مجھے یقین ہے کہ آپ مجھ کو اور میرے لئے ..... کو نہ بھولے ہوئے۔ سال گذشتہ میں نے ارزاں ملنے کے لالچ میں برخوردار... کے نام سے پرچہ جاری کرا دیا تھا، اور بعد میں آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے ہی یہ واقعہ لکھ کر آپ سے استدعا کی تھی کہ پوری قیمت آٹھ روپیہ روانہ کر دیں، مگر آپ نے یہ گزارش نہیں فرمایا کہ میرے لئے سے پوری قیمت لی جائے۔ اس مرتبہ آٹھ روپیہ اخبار کی راجدہ قیمت سے بھی کم قیمت بیچ چکا ہوں۔ اب آپ ۸ - آنہ قیمت کا اعلان کیا ہے اور ۷ - روپیہ ۸ آنہ مظلوم ترکوں کے واسطے وقف کر دیا ہے۔ میرے پاس واللہ الفاظ نہیں ہیں، جنکے ذریعہ آپ کی اس فیاضی کا اعتراف کروں، اور آپ کو بتا دوں کہ میری ذات پر آپ کے اس ایثار نے کیا اثر کیا ہے؟ مگر ہاں میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہنوز دنیا میں ابتداء اسلام کا نمونہ باقی ہے !!

موقع تو یہ ایسا تھا کہ عالم گیموں کے آسناؤ ملا جیوں، صاحب کے اس قصہ کو دھرا لیا جاتا، کہ جب وہ سرائے میں منزل مقصود پر طویل سفر کر کے پہنچے، تو سستی سواری مل جانے پر پھر مکان کو واپس روانہ ہو گئے! پس اس وقت مکرر الہال خرید لیا جاتا۔ مگر میں آپسے سمجھتا ہوں۔ آپ کی حالت، ہر اعتبار سے قابل اعانت ہے، اور میرا دل ہرگز نہیں گوارا کرتا کہ آپ جن نقصانات کو برداشت کر رہے ہیں، ان سے زیادہ آپسے توقع رکھی جائے۔ بخدا اگر آسانی سے ممکن ہوتا تو میں

﴿بقیہ مضمون یہاں کالم﴾

جب تک یہ علم مبارک سرنگوں نہ ہو جائے - قبائل الجزائر کی حالت یہ معلوم ہے - وہ بے برگ و نوا، بے اعوان و انصار، بے علوم و معارف انسانوں کا ایک گروہ ہے، جن سے انکی عزیز ترین متاع یعنی حریت و استقلال سلب کر لی گئی ہے، اور گو اس پر ایک مدت مدید گزر گئی، مگر وہ اپنی چھٹی ہوئی حریت و حکومت کو نہیں بھولتے - ہر وقت ایک آگ سی لگی رہتی ہے، اور جب فرانس کے مظالم کا دامن اسکو ہوا دیتا ہے تو اس سے شعلے بلند ہونے لگتے ہیں - انکو خون کی بارش دبا سکتی ہے، مگر بجھا نہیں سکتی۔

معرکہ سینغال کے بعد، مرکز انخیلہ کی طرف سکر ہوا گیا۔ مگر دوسرے مرکز کے قریب شعلے بھڑک رہے تھے۔ جنرل مذکور نے اپنی مستعدی اور قدرت کے اظہار کے لیے اُس کی طرف بھی فرانسیسی بیڑوں کا ایک غول بھیجا، مگر تمام نقل و حرکت اور خونریزی و سفائی کا ماحصل یہ ہے کہ اسوقت دو نوں مرکز خطرے میں ہیں، اور فرانسیسی محافظ فوج ہر وقت خوفزدہ رہتی ہے۔

مراکش

آخر ترین رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ تنزیت، ایت یار، انشیدن، اور ایت عز بڑہ میں ایک حرکت عام پھیلی ہوئی ہے۔ یہ بھی ییارس کیا گیا ہے کہ الہا کی جماعت فرانسیسی مقبوضات مراکش پر ناخست و تاراج کر رہی ہے : ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

بن جائے - اسمیں دشمن ہر چہار طرف سے گھرا ہو اور اسقدر  
شدید آتشباری کی جائے کہ نہ توڑی ہی دیر میں گھوڑوں کی  
زمینیں سواروں سے خالی نظر آنے لگیں !!

مجاہدین اسلام کا پڑاؤ معرکہ کاٹھ جی ۴ - سو میٹر کی مسافت پر تھا، فرانسیسی انسان پاش توپوں نے اس پر گراں زبن گولے اتارنا شروع کر دیے۔ پڑاؤ قلعہ نہ تھا کہ اسکی سینگھی دیواریں اسکا پفاہ گزینوں کے لیے سینہ سپر ہوتیں۔ فدا کاران حویٹ نے دیکھا کہ اب قیدیل مقام نا گزیر ہے۔ فوراً اس کے انتظام میں مصروف ہو گئے۔ فرانسیسیوں نے اس مشغولیت کو مغنم خیال کیا۔ جنرل الیکس جواب تیک کو زاغ کی چوٹی پر کھڑا، رفتار جنگ دیکھ رہا تھا، اتر، اور فوج کو لیکے دفعۃً مگر انتظام کے ساتھ ٹوٹ پڑا۔ حملہ خطرناک موقع شناسی کے ساتھ کیا گیا تھا، جسکا نتیجہ عموماً غوج حریف کی پراگندگی، برہمی، اور دیوانہ راز گریز کی صورت میں نکلتا ہے، مگر یہ علم برداران حریص جوش سر فروشی کے ساتھ کمال جنگ آرائی بھی رکھتے تھے۔ پیادوں میں فوراً ایک انتظام قائم کیا گیا، اور اپنے سامنے کے نشیب و فراز سے پورا فائدہ اٹھانے کا موقع حاصل کر لیا۔

حملہ آوروں نے آگ برباد کر دیا۔ دشمن کے کوہاے  
آتشیں شہاب ثاقب تھے کہ فضا سے زمین پر بکثرت آ رہے تھے، مگر  
سواروں کی بے جگہی کا یہ عالم تھا کہ نہایت بے پروائی سے  
ہر طرف گھومے آڑے پھرتے تھے اور برق کی طرح کبھی یہاں تھے  
اور کبھی وہاں !!

• - بچے صبح سے زوال آفتاب کے ایک گھنٹہ بعد تک آتشباری ہوتی رہی، اور گورنارنسیسی فوج ایک طرف تربیت یافتہ اور دوسری طرف فرانس کے جہنمی اسلحہ سے آراستہ تھی، مگر با ایں ہمہ ان جانباز پرستاران اسلام و وطن کی بنیان مرموصہ کو اپنی جگہ سے نہ ہٹا سکے، اور عاجز ہو کے خود ہی نخیلہ واپس چلے گئے۔ مجاہدین کرام میں بعض نے موخرۃ العیش (بالکل آخر کی فوج) پر تھوڑی دیر تک آتشباری کی، لیکن بیشتر حصہ کرب و جبال کی طرف چلا گیا۔

اس معرکہ خونریز کے اسطرح انجام پذیر ہونے کے بعد مجاہدین غیور، کارزار سے شہداء اور مجروحین کو لائے - تھپیڑ و تکفین اور معالجہ سے فراغت کے بعد اپنی جماعت کی رخنہ بندی کے طرف متوجہ ہوئے -

مجاہدین سرفروشی اور ضروریات جنگ کی فراہمی کے بعد ایک دوسرے فرانسیسی مرکز کی طرف انہوں نے اپنے حملے کا رخ کیا۔ قائد فالی کی ماتحتی میں تھوڑی سی فوج تھی۔ ان مجاہدین میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو فرط شوق جہاد سے باقاعدہ جنگ کا انتظار نہیں کر سکتے تھے۔ دی کر تو نہیں جاتے تھے کہ مصلحت عامہ کے خلاف ہوتا۔ البتہ رات کو پھٹ کے بل رینگتے ہوئے قلعہ تک پہنچ جاتے تھے۔ رفتار کا یہ انداز اسلیے اختیار کیا گیا تھا کہ دشمن کو انکی آمد کا علم نہ ہو۔ قلعہ کے قریب پہنچ کر بندوقیں سر کرتے تھے جن سے کم از کم اتنا تو ہو رہا کہ دشمن کے سپاہی اور جانور مرنے، زخمی ہوتے، اور کچھ نہیں تو کم از کم انکی تمام شب اضطراب و قلق اور خوف و بیم ہی میں گزرتی۔

جنرل الیکس نے یہ طے کر لیا تھا کہ جو قبیلہ یا جماعت راہِ حرم پرستی میں علمِ جہاد بلند کرے، اسکی تعذیب و تنکیل کے لئے وہ مع اپنے انسانِ صورت بھیڑیوں اور آلاتِ جہنمیہ کے فوراً پہنچ جائے، اور اسوقت تک سفاکی و خونریزی جاری رکھے،



میں محض لٹریچر اور لٹریچر کو لکھا ثابت کر دیا ہے اور عالم متقدم  
 لٹریچر کے ساتھ ملنے کا یہی جرم ہے بلاتریس ہم نے سالہا سال  
 کی کوشش اور تجربے سے ہر قسم کے ایسی روایتی باتوں کو  
 جانچ کر "موہنی کسم تیل" تیار کیا ہے اس میں نہ صرف خوشبو  
 سازی ہی سے مدد لی ہے بلکہ مرجعہ سائنٹیفک تحقیقات سے  
 بھی جسکے بغیر آج مہذب دنیا کا کرلی کام چل نہیں سکتا۔  
 یہ تیل خالص نباتاتی تیل پر تیار کیا گیا ہے اور اپنی نفاست اور  
 خوشبو کے دیرپا ہونے میں لاجواب ہے۔ اس کے استعمال سے بال  
 خراب گہلے آگے ہیں۔ جڑیں مضبوط ہو جاتی ہیں اور قبل از وقت  
 بال سفید نہیں ہوتے دوسرے "ڈوڈ" "چکر" اور دماغی کمزوریوں  
 کے لیے از بس مفید ہے اس کی خوشبو نہایت خوشگوار و دل آویز  
 ہوتی ہے نہ تو سرخی سے جملتا ہے اور نہ عرصہ تک رکھنے سے  
 سوتا ہے۔

تمام ذرا فروروش اور عطر فروروش کے ہاں سے مل سکتا ہے  
 قیمت فی شیشی ۱۰ آنہ علاقہ مصروفہ لاہور۔

المفتی محمد رفیع الرحمن

ایچ۔ ایس۔ عبد الغنی کیسٹ ۲۲ و ۷۳

کولونیل اسٹریٹ۔ کلکتہ



## مسیح کا موہنی کسم تیل

تیل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چمکا ہی کرنا ہے تو اس کے  
 لیے بہت سے قسم کے تیل اور چمکی اشیا موجود ہیں اور جب  
 تہذیب و شایستگی ابتدائی حالت میں تھی تو تیل - چربی -  
 مسکہ - گھی اور چمکی اشیا کا استعمال ضرورت کے لیے کافی سمجھا  
 جاتا تھا مگر تہذیب کی ترقی نے جب سب چیزوں کی کٹ  
 چھانٹ کی تو تیلوں کو یہاں یا مصالحے سے بھا کر معطر  
 و خوشبودار بنایا گیا اور ایک عرصہ تک لوگ اسی ظاہری تکلف  
 کے دلدادہ رہے۔ لیکن سائنس کی ترقی نے آج کل کے زمانہ

## ریویو آف ریلیجنز - یا مذاہب عالم پر نظر

اردو میں ہندو مت اور انگریزی میں یورپ امریکہ و جاپان وغیرہ مذاہب عالم کی صحیح تصویر پیش کرنے والا - معصوم نبی علیہ السلام کی پاک تعلیم  
 کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں - اس کا دور کرنے والا اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دینے والا یہی ایک پرچہ ہے جس کو درست دھن  
 دنیا کے سامنے پیش کرنے کے قابل سمجھا ہے۔ اس رسالے کے متعلق چند ایک باتوں کا اکتیاس حسب ذیل ہے :-

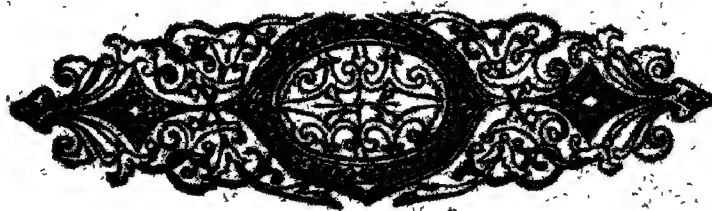
۱۔ البیان لکھنؤ - ریویو آف ریلیجنز ہی ایک پرچہ ہے جس کو خالص اخلاقی پرچہ کہنا صحیح ہے۔ عربی میں البیان اور اردو میں ریویو آف ریلیجنز سے بہتر پرچہ کسی زبان  
 میں شایع نہیں ہوئے۔ اس کے زور اور مضامین پر علم و فضل کو ناز ہے۔

کریسٹنٹ لوور پول - ریویو آف ریلیجنز کا پرچہ دلچسپ مضامین سے بھرا ہوا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے متعلق جو جاہل عیسائی الزام لگایا  
 کرتے ہیں - اس کی تردید میں نہایت ہی فاضلانہ مضامین اس میں لکھا گیا ہے۔ جس سے مددہ مضبوط آج تک ہمارے نظر سے نہیں گذرا۔

مسٹر روب صاحب امریکہ - میں یقین کرتا ہوں کہ یہ رسالہ دنیا میں مذہبی خیال کو ایک خاص صورت دینے کے لیے ایک نہایت زبردست طاقت ہوگی۔ اور یہی  
 رسالہ اس دور کے دور کرنے کا ذریعہ ہوگا۔ جو جہالت سے بچائی کی راہ میں قربانی لگتی ہیں۔

۲۔ ریویو آف ریلیجنز - لندن - مغربی مذاہب عالم کے بلند مذہب ہونے کے مضامین سے دلچسپی رکھتے ہیں چاہے کہ ریویو آف ریلیجنز  
 غلط ہے۔

وطن لاہور - یہ رسالہ بڑے پایہ کا ہے۔ اس کی تحقیقات اسلام کے متعلق ایسی ہی فلسفیانہ اور منطقی ہوتی ہیں۔ جیسی کہ اس زمانہ میں درکار ہے مانند قیمت انگریزی  
 پرچہ ۳ روپیہ - اردو پرچہ ۲ روپیہ - نیولہ کی قیمت انگریزی ۴ آنہ - اردو ۲ آنہ - تمام فروختیں بنام منیجر میگزین قادیان - ضلع گورداس پور آئی چاہئیں۔





## فہرست زر اعانتہ دولت علیہ اسلامیت (۲۴)

بسمعی جذب حافظ محمد عالی اکبر خاں صاحب شروانی اہل - اے -  
حسنپور وسید محمد رفاض الحسن گدگیری و حافظ محمد مسلم  
خاں صاحب شروانی حسن پور ۳ - سو ۶۱ - روپیہ ۹ - ۴۱ -  
(بہ تفصیل دیل ) :

پائی	آنہ	روپیہ
۲۳	۴	-
والدہ عبد الجمیل خانصاحب		
( نقد ۲ روپیہ قیمت زبور ۲۱ روپیہ ۴ آنہ )		
۱۵	۷	-
والدہ حافظ محمد شعیب خانصاحب		
۱۵	۰	۰
والدہ حافظ محمد علی اکبر خانصاحب		
۱۰	۰	۰
محمد اسحاق خانصاحب		
۱۰	۰	۰
حافظ محمد زکریا خانصاحب		
۷	۶	۳
والدہ محمد حامد علی خانصاحب		
( نقد ایک روپیہ ایک پیسہ قیمت زبور ۵ روپیہ ۶ آنہ )		
۷	۰	۰
محمد اسماعیل خانصاحب		
۷	۰	۰
عبد الواسع خانصاحب		
۶	۶	۰
والدہ محمد عبد الواسع خانصاحب		
( نقد ایک روپیہ قیمت زبور ۵ روپیہ ۶ آنہ )		
۵	۰	۰
مسعود عبد الجمیل خانصاحب		
۴	۰	۰
ہمشیرہ حافظ محمد عالی اکبر خانصاحب		
۴	۰	۰
محمد حامد علی خانصاحب		
۲	۰	۰
عبد الجمیل خانصاحب		
۲	۰	۰
حامد محمد مسام خانصاحب		
۲	۰	۰
مسندہ مہربانو		
۱	۱	۰
حاجی عبد الرقیب خانصاحب		
۱	۳	۰
مداری صاحب		
۱	۰	۰
عبد العزیز خانصاحب		
۱	۰	۰
والدہ مدار خانصاحب		
۱	۰	۰
ولی محمد خانصاحب		
۱	۰	۰
چندو صاحب		
۱	۰	۰
بقر علی صاحب		
۱	۰	۰
محمد ادیس خانصاحب		
۱	۰	۰
محمد سلیمان خانصاحب		
۲۵	۰	۰
محمد نصیر اللہ خانصاحب		
۱	۰	۳
پسر محمد ادیس خانصاحب		
۱	۰	۰
منشی اشرف خانصاحب		
۱	۰	۰
مداری صاحب		
۲	۶	۳
متفرق		
۳	۱۰	۹
متفرق		
۱	۱۰	۰
اہلیہ حاجی رفاہی خانصاحب مرحوم		
( نقد ۲ آنہ قیمت زبور ایک روپیہ ۸ آنہ )		
۳	۱	۱
متفرق		
۰	۲	۰
ٹکاجی		
۰	۰	۹
ٹکاجی		
۰	۹	۰
متفرق		
۰	۴	۰
متفرق		

باقی آئندہ

## آل انڈیا شیعہ سنٹرل بورڈنگ ہوس ضرورت ہے

۱۳ - رجب سنہ ۱۳۳۰ کو آل انڈیا شیعہ سنٹرل بورڈنگ ہوس کا افتتاح ہوا، جو شیعہ طلباء اس بورڈنگ میں داخل ہونا چاہتے ہیں وہ فوراً اپنی درخواستیں بنام انریبری سکریٹری آل انڈیا شیعہ سنٹرل بورڈنگ ہوس بمقام خاقان منزل وزیر گنج لکھنؤ ارسال کریں فقط -  
سید امجد علی خان  
انریبری سکریٹری

جناب محمد تقی صاحب - گواڈہ

گرنڈہ ایک بہت چھوٹا مقام ہے، اور باوجودیکہ کئی مرتبہ غریب مسلمانان گونڈہ چندہ ہلال احمد دیکھے ہیں، لیکن تھوڑی سی امداد ترک مہاجرین کیلئے بھی مرسل ہے۔ آپکے مضمون سے لوگوں پر کچھ عجیب اثر ہوا ہے۔ یہ امر خاص طور پر قابل گزارش ہے کہ اس چندہ میں کسی امیر آدمی کا ایک پیسہ بھی شامل نہیں، کل روپیہ غریب اور متوسط الحال مسلمانوں کا ہے۔

~~~~~

جناب محمد سراج الدین صاحب صنع فیروز پور

حسب الارشاد والا اعانت بے خانمان مہاجرین کی مدد پر لبیک کہتا ہوں، ایک خریدار پیش کرتا ہوں، جو آپکے درد میں شریک ہو کر پوری قیمت اخبار ادا کرتے ہیں، اور اسقدر رقم زر اعانت میں بھی دینا چاہتے ہیں۔

~~~~~

آج الہلال میں ایک مضمون بابت اعانتہ مہاجرین عثمانیہ دیکھ کر ایک قسم کی حرکت روحانی پیدا ہوئی اور دل دھڑکنے لگا۔ اللہ تعالیٰ آپکو جزاء خیر دے کہ جو ہم جیسے خرابیدہ نفوس پر خمزار زندہ اشخاص کو نوم الغسلہ سے بیدار فرمائے ہیں۔ بالفعل پانچ روپیہ ہم دروں بھائی اپنی طرف سے، اور در روپیہ اپنے ملازم حیدر الدین کیطرف سے ارسال خدمت عالی کرتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور بھی کوشش کرتے رہینگے والسلام۔

حکیم فتح محمد "عمدۃ الحکما" و حکیم عبد القیوم حیدر آباد سندھ

~~~~~

جناب من، السلام علیکم - حسب وعدہ سات روپیہ آٹھ آنہ برائے اعانتہ مہاجرین ارسال خدمت عالی کرتا ہوں، کل ایک بیہ زبورات کا جسکا تضمینہ پچاس روپیہ کا ہوا، ارسال کیا ہے، امید ہے کہ رہ بھی پہنچ گیا ہو۔ فہرست میں اگر ذکر کیجیگا تو اسکی تصریح ضرور کردیجیے کہ غریب عورتوں نے بھٹولی ضلع بارہ بنگی سے اس غرض کیلئے بھیجا ہے۔

( معین الدین احمد قدرانی ندوی )

~~~~~

جناب من - مبلغ آٹھ روپیہ ارسال خدمت والا کرتا ہوں، مہربانی فرمائے اعانتہ مہاجرین کے فنڈ میں جمع کر لیجیے۔ اخبار بھیجنے کی ضرورت نہیں۔

( مہدی حسین )

~~~~~

برائے "اعانتہ مہاجرین" حقیر ۸ - روپیے کی رقم پیش کیگئی ہے، مگر الہلال کی سالانہ مقررہ قیمت برابر ادا ہوتی رہیگی۔ یہ رقم اس کے علاوہ ہے۔

( شیخ محمود سرداگر جفت )

~~~~~

مبلغ آٹھ روپیہ روانہ خدمت ہیں۔ اخبار بھیجنے کی تکلیف نہ فرماویں، خداوند کریم آپ کی کوششوں کو با برکت فرمائے۔

( رکن الدین - مری )

~~~~~

مبلغ ۲۵ - روپیہ بتقریب شادی برادر منشی لطیف الدین احمد صاحب برائے امداد مہاجرین ترکی ارسال خدمت ہیں۔

( فیاض عباسی ہاشمی )

~~~~~

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# الانوار

ایک ہفتہ وار مضمون رسالہ

مہر سونہر و خرمی

اسلام آباد پاکستان

مقام اشاعت

۱۰۷ مکاروہ انشورہ

کراچی

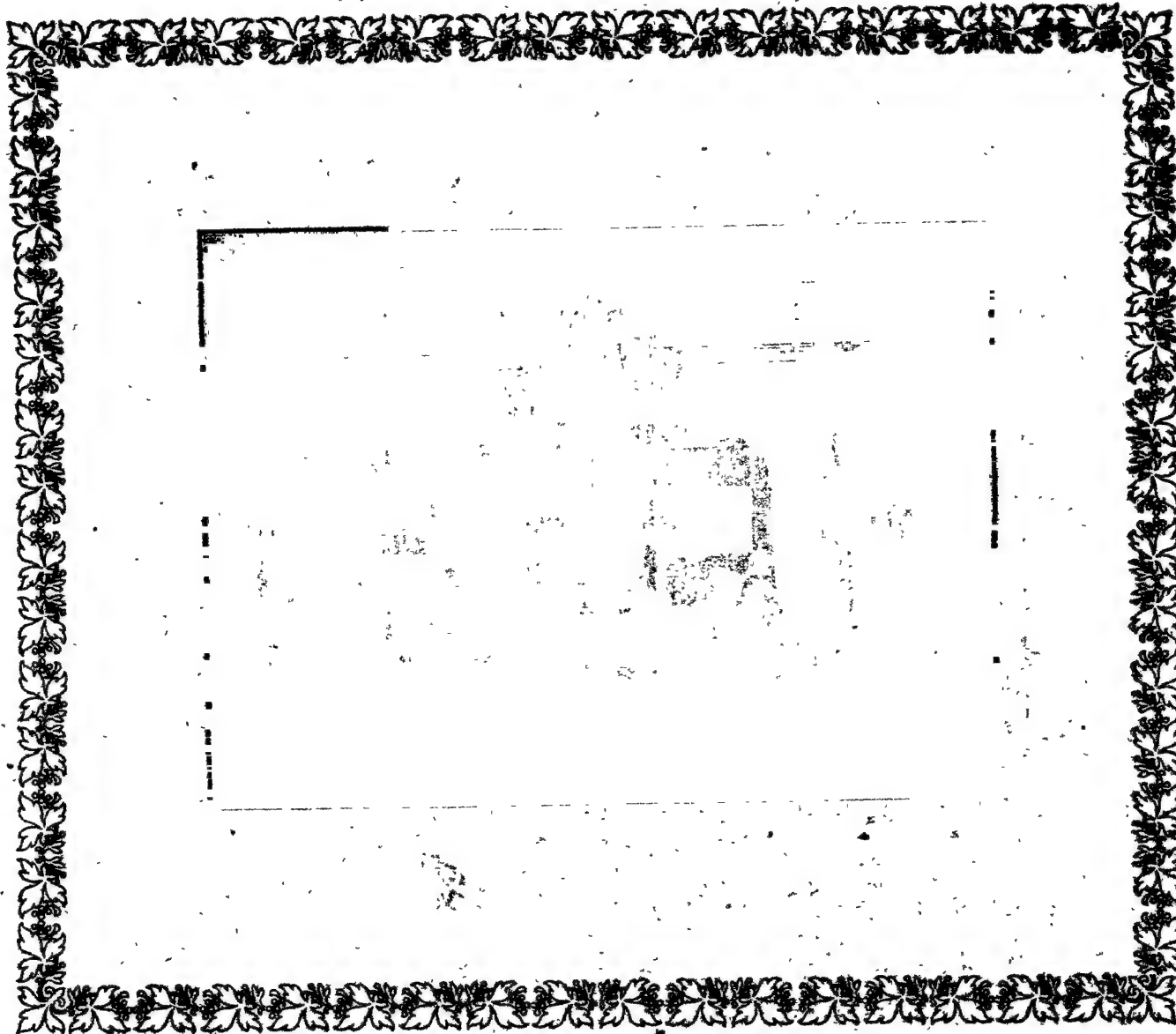
قیمت  
۵ روپے  
۱۲ روپے

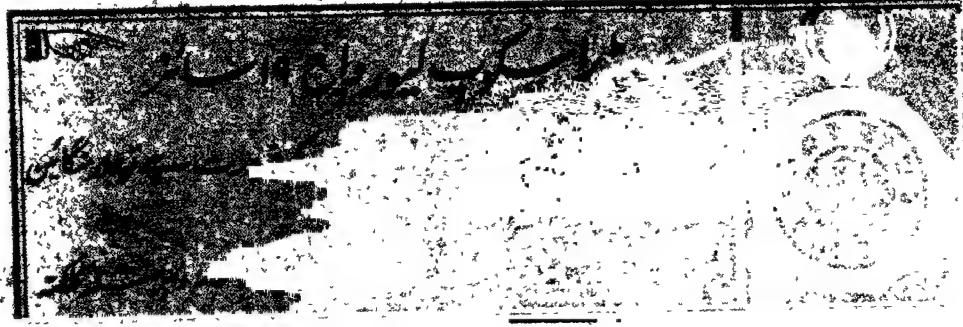
جلد ۲

کراچی: جمعہ شب ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ

Calcutta : Wednesday, June 18, 1913.

۲۴  
۶۳





## درد سر و درد دیاہ کی دوا

وہلے درد لفظ میں پہاڑ ہو جاتا ہے۔ یہ دوا لفظ میں اسکر پائی کر دیتی ہے۔ درد دیاہ جیسے ٹپک۔ چمک۔ ٹیس۔ رگوں میں لہر کن کلی سے چاہے جس قدر تکلیف ہو۔ اس دوا کے استعمال سے فوراً رفع ہوتی ہے درد سر کے واسطے یہی اس دوا کا ایسا ہی فائدہ ہے۔ ناصب سر میں ہو یا تمام سر میں کسی وجہ سے کیسا ہی درد ہو اس دوا سے رفع ہو جاتا ہے۔ صرف یہی نہیں اگر سر کا جانا ہو پھٹا جاتا ہو۔ آڑا جاتا ہو۔ اس دوا سے فوراً بند ہوتا ہے۔ اندنوں لوگ ذرا ذرا سی باتوں میں سر دھکیلا کرتے ہیں کم میں یا مفت کی باتوں میں فکر و ترہد میں عیش و عشرت میں دن کو رات اور رات کو صبح بنانے میں کل شکایتیں سر پر آ جاتی ہیں۔ آڑا ہلے رے درد سر پکارا کرتے ہیں ڈاکٹر برمن کی دوا ایسے لوگوں کے لیے ہے۔ دوا کے استعمال سے فوراً درد بند ہوتا ہے۔ اسلئے ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا لازم ہے۔

( قیمت ۱۲ ٹکیوں کی ایک شیشی (۶ آنہ) معصوم ڈاک ایک سے چھہ ڈیہ تک ۵ آنہ )

ڈاکٹر ایس کے برمن۔ نیشنل ہسپتال دہلی

## المکتبۃ العلمیۃ الاسلامیۃ فی علی گڑھ

آدھ آنے کے ٹکٹ وصول ہوئے ہر مفت روانہ کی جاتی ہے \*  
رسالہ المنار ( جو تمام دنیا کے اسلام میں پھرتی ہوئی رسالہ تسلیم کوا گیا ہے )  
اس کی گذشتہ ۱۵ سال کی ۱۵ جلدیں مکمل مع فہرست مضامین موجود ہیں۔  
قیمت عام طور پر ہر جلد ۱۵ روپے ہیں مگر دوسری جلد کی قیمت پچاس روپے اور  
تیسری جلد کی قیمت پچاس روپے ہیں \*  
یہ کتب خانہ رسالہ المنار کا کل مالک ہندوستان میں سول ایجنٹ ہے \* اور  
جن اصحاب کو اس رسالہ کی خریداری منظور ہو چندہ سالانہ مبلغ ۱۵ روپے ہمارے  
پاس روانہ فرمائیں، روپیہ وصول ہوئے ہر رسالہ براہ راست اس کی خدمت میں پہنچا کر  
کرا دیا جائیگا \*

اس کتب خانہ میں مختلف علوم و فنون کی کتابیں مطبوعہ مصر، ہام، بیروت  
اور قسطنطنیہ وغیرہ فروخت کے لیے موجود رہتی ہیں اور نہایت مناسب و معتدل  
قیمت پر شائقین کی خدمت میں روانہ کی جاتی ہیں۔ خاصکر مکتبۃ المنار کی  
کتابیں، حضرت اقصیٰ الامام شیخ محمد عبدہ اور حضرت السید الامام سید رشید رضا  
کی تمام تصانیفات اس کتب خانہ میں ہر وقت مہیا رہتی ہیں۔ فرمائشوں کی تعمیل  
مستعمل کے ساتھ کی جاتی ہے۔ کتب خانہ کی جدید فہرست تیار ہو گئی ہے جو

المشتہر منیجر المکتبۃ العلمیۃ الاسلامیۃ، مدرستہ العلوم، علی گڑھ



## آنیوا لے انقلابات

کے معلم کرنیکا شوق ہو تو حکیم جاملس کی نایاب کتب جاملس نامہ کا  
ترجمہ منکا کر دیکھیے جو ملا محمد الواحسی اڈیٹور نظام المشائخ نے تہا۔  
فصلی اور سلیس اردو میں کیا ہے۔ میانچہزار برس پہلے اس میں بحساب نجوم  
و جفر آجک کی بابہ جس قدر پیشینگوئیاں لکھی گئی ہیں وہ سب ہو بہو  
پوری آتیں مثلاً بعثتہ آنحضرت معلم۔ معرکہ کربلا۔ خاندان تیموریہ کا  
مروج و زوال وغیرہ وغیرہ قیمتیں تین آنے۔

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ و درویش پریس ایچس دہلی

## ایڈیٹر الہلال

کی لکھی ہوئی اردو زبان میں سرمد شہید کی پہلی سوانح عمری جسکی نسبت  
خراجہ حسن نظامی صاحب کی رائے ہے کہ باعتبار ظاہر اس سے اعلیٰ اور  
شائہر الفاظ آجکل کوئی جمع نہیں کر سکتا اور باعتبار معانی یہ سرمد کی  
زندگی و موت کی بصف ہی نہیں معلوم ہوتی بلکہ مقامات درویشی پر  
ایک مسئلہ اور ایلا خطہ نظر آتا ہے۔ قیمت صرف تین آنے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

AL - H I L A L

Proprietor & Chief Editor :

Abul Kalam Azad

7 / 1 McLeod street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

half-yearly " " 4 - 12

الاحلام

ایک ہفتہ وار مصور سال

میر رسول غرضوی  
مسئد اعلیٰ علامہ مولوی

مقام اشاعت  
۷ - ۱ مکلاود اسٹریٹ  
کالکٹہ

طوائف للفران  
"الاحلام"

قیمت  
سالانہ ۸ روپے  
عشماوی ۴ روپے ۱۲ آنہ

جلد ۲

کالکٹہ: چہار شنبہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta : Wednesday, June 18, 1918.

نمبر ۲۴

## شذرات

دوسری جلد کی آخری اشاعت

### تذکار شہداء اسلام

(۱) ناموران غزوہ طرابلس کے سلسلے میں شہداء اسلام کے حالات ایک مخصوص طرز میں لکھے جاتے تھے - ایک مدت سے طبیعت افسردہ ہے - عرصہ گذر گیا کہ شہیدان ملت کی یاد میں کوئی صعبت ماتم منعقد نہیں ہوئی - جس قوم کیلئے اب دنیا میں صرف "ماتم و حسرت" ہی کا ایک شغل باقی رہ گیا ہے اسے اتنے دنوں تک اپنے اس ایک ہی شغل محبوس سے بے خبر نہیں رہنا چاہیے :

دلایہ درد و الم بھی تو مغنم ہے کہ آخر  
نہ نالہ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے

(۲) شہداء بلقان اور جان نثاران اسلام کے حالات و تصاویر کا ایک بڑا ذخیرہ عرصے سے مہیا ہے مگر لکھنے کی مہلت نہ تھی - ارادہ تھا کہ السہال کی ایک "خزینہ اشاعت" خاص شہداء اسلام کی یاد گار اور مخصوص تذکار میں شائع کی جائے -

(۳) حسب ارادہ تو ترتیب مضامین کی مہلت نہیں تھی تاہم ارادہ ہے کہ ائندہ کی دو اشاعتیں خاص طور پر "تذکار شہداء اسلام" میں شائع کی جائیں - عام ابواب مضامین کے علاوہ اسمیں بعض مخصوص مرقعات اور مقالات ہونگے -

(۴) نیز "حزب اللہ" کے مقاصد کی تشریح و توضیح کے متعلق جن مضامین کا انتظار ہے وہ بھی مقالہ افتتاحیہ کی جگہ ان میں شائع کیے جائیں گے - رسالے کے مضمون میں زیادہ تفصیل پیدا ہوتی جاتی ہے - اسکو مکمل کر کے شائع کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے کہ پھر بعض دیگر ابتدائی معلومات کیلئے بھی اعضاء حزب اللہ کو اسی کا بھیجدینا کافی ہو - و ماترفیقی الالبالہ -

## فہرست

شذرات	
دوسری جلد کی آخری اشاعت	۱
النباہ الایم	۲
مسئلہ هام و مصر	۳
بے طرفی یا طرفداری	۴
ہفتہ جنگ	۵
مقالہ افتتاحیہ	۶
مسئلہ سرد (۲)	۷
مذاکرہ علمیہ	۸
حظ و کرب (۱)	۹
مقالات	۱۰
نتائج و عبر	۱۱
ناموران غزوہ بلقان	۱۲
شہادت بطل حریت (۳)	۱۳
شہرین عثمانیہ	۱۴
مسلمان جزائر فلپائن	۱۵
مراسلات	۱۶
واقعہ سیدہ ہاشمی	۱۷
داستان خرنیں	۱۸
تاریخ حسیات اسلامیہ مسلمانان ہند کا ایک ورق	۱۹
اعانۃ مہاجرین	۲۰
فہرست زر اعانۃ مہاجرین عثمانیہ	۲۱

## تصاویر

معہود شرکت پاشا مرحوم	۲
سراء یلدرز کا ڈائینگ ہال	۱۴
رسنہ کا ایک نظارہ	۱۵

## لاکھوں بے خانمان مہاجرین

قسطنطنیہ کی گلیوں میں ۱۱۱

### الہلال کلکتہ - سالانہ قیمت مع محصول صرف آٹھ آٹھ !!!

اخراجات خط و کتابت کیلئے وضع کردہ باقی سارے سال روپیہ اس فنڈ میں داخل کر دیا جائیگا اور ایک سال کیلئے اخراجات کے نام جاری کر دیا جائے گا۔ گویا سارے سال روپیہ وہ ایک مظلوم و ستم رسیدہ برادران عثمانیہ کو دیئے گا اسکا اجر عظیم اللہ سے حاصل کریں گے اور صرف آٹھ آٹھ کے میں سال بھر کیلئے الہلال بھی (جو جیسا کہ پہلے ہے) پبلک کو معلوم ہے (انکے نام جاری ہو جائیگا۔) اس طرح چار ہزار خریداروں کی قیمت سے ۳۰-۴۰ روپیہ فراہم ہو سکتا ہے اور دفتر الہلال آجے خود فائدہ اٹھانے کی جگہ اس پر خرچہ کیلئے وقف کر دیتا ہے۔

(۵) اس وقت ماسواں گلی سو تک نئے خریداروں کا رستہ

ہے۔ لیکن دفتر ۳۰-۴۰ جون تک کیلئے اپنی تمام آمدنی اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے۔ دفتر اس وقت تک کئی ہزار روپیہ کے نقصان میں ہے اور مصارف روز بروز بڑھتے جاتے ہیں۔ تاہم اس کارکردگی کی قیمت پر جو اثر پڑا اس نے مجبور کر دیا اور جو صورت اپنے اختیار میں تھی اس سے گریز کرنا اور صرف دوسروں ہی کے آگے ہاتھ پھیلاتے رہنا بہتر نظر نہ آیا۔ یورپ میں اخبارات کے دفتر اپنی جیب سے ہزاروں روپیہ کارخیز میں دیتے ہیں۔ شاید اوروپ پریس میں یہ پہلی مثال ہے لیکن اسکی تعمیری اس امر پر موقوف ہے کہ برادران ملت تغافل نہ فرمائیں اور اس فرصت سے فائدہ اٹھا کر فوراً درخواست

خریداری بھیجندیں۔ رفا تقبل منا انک الت السميع العليم (۶) الہلال اردو میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو یورپ اور ترکی کے اعلیٰ درجہ کے با تصدیق پر تکلف خوشنما رسائل کے نمونے پر نکلتا ہے۔ اسکا مقصد وحید دعوت الی القرآن اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔ محققانہ علمی و دینی مضامین کے لحاظ سے اسکی امتیاز و خصوصیت کا ہر موافق و مخالف نے اقرار کیا ہے۔ اس نے ہندوستان میں سب سے پہلے ترکی سے جنگ کی خبریں براہ راست منگوائیں اسکا بلب "شہر عثمانیہ" ترکی کے حالات جنگ کے واقعات صحیحہ معلوم کرنے کا مخصوص ذریعہ ہے۔ "ناموران غزو طرابلس و بلقان" اسکی ایک باتصویر سرخی ہے جسکے نیچے وہ عجیب و غریب موثر اور حیرت انگیز حالت لکے جاتے ہیں جو اپنے مخصوص نامہ نگاروں اور خاص ذرائع معلومات سے حاصل کیے جاتے ہیں۔ مقالات، مذاکرہ علمیہ، حقائق و وثائق، المناظرہ، اسئلہ و اجوبہ اس کے دیگر ارباب و عزیزان مضامین ہیں۔ آٹھ آٹھ کے میں شاید ایک ایسا اخبار ہو نہیں

(۷) درخواست میں اس اعلان کا حوالہ ضرور دیا جائے اور بارے کی پیشانی پر "اعانہ مہاجرین" کا لفظ ضرور لکھا جائے۔

آج دفتر الہلال میں دو تار دفتر تصویر انکار اور ڈاکٹر مضباح کے چیلے ہیں کہ "خدا کیلئے یورپین ترکی بے آن لاکھوں بے خانمان مہاجرین کے مصائب کو یاد کرو" جنہیں ہزار ہا بیمار عورتیں اور جل بلب بچے ہیں۔ جل کر جنگ کی ناکہانی مصیبتوں کی وجہ سے یکایک اپنا گھر بار چھوڑنا پڑا اور جنگی حالت جنگ کے زخمیوں سے بھی زیادہ درد انگیز ہے۔ جو مرگئے انکو دفن کر دیں جو زخمی ہیں انکو شفا خانے میں لے آئیں لیکن جو بد نصیب زندہ مگر مردے سے بدتر ہیں انکو کیا کریں؟

دفتر الہلال حیوان ہے کہ اس وقت اعانت کا کیا سامان کرے؟ معد کیلئے نئی اپیلیں کرنا شاید لڑکیوں کو ناگوار گذرے کہ ہلال احمر کا چندہ ہر جگہ ہر جگہ اور تمسکات کا کم بھی جاری ہے۔ مجبوراً جو کچھ خود اس کے اختیار میں ہے اسی کیلئے کوشش کرتا ہے۔

(۱) کم از کم وہ ایک ماہ کے اندر دو ہزار پاؤنڈ یعنی ۳۰-۴۰ ہزار کی رقم مخصوص اعانہ مہاجرین کیلئے فراہم کرنا چاہتا ہے کیونکہ ہلال احمر کے مقصد سے جو روپیہ دیا جاتا ہے اسکو خلاف مقصد دوسری جگہ لگا نا بہتر نہیں اسکی اطلاع آج ہی ترکی میں بیجیسی گلی ہے۔

اس بارے میں جو صاحب درد اعانت فرمائیں گے فاجرة على الله

ہولہ وہ دوسروں پر بار دالنے کی جگہ خود ہی اس رقم کو اپنی جانب سے پیش کرنا چاہتا ہے۔

(۲) اسکی صورت یہ ہے کہ بلا شک نقد تیس ہزار روپیہ دینا دفتر کے امکان سے باہر ہے مگر یہ تو ممکن ہے کہ تیس ہزار روپیہ جو آجے مل رہا ہو وہ خود نہ لے اور اس اشد ترین ضرورت اسلامی کیلئے وقف کر دے؟

(۳) یقیناً میں ۳۰-۴۰ ہزار نہیں دیسکتا لیکن آپ کیس نہیں مجھے ۳۰-۴۰ ہزار روپیہ دیتے؟ تاکہ میں دیدیں؟

(۴) پس آج اعلان کیا جاتا ہے کہ دفتر الہلال چار

ہزار الہلال کے بڑے ایک ایک سال

کیلئے اس غرض سے پیش کرتا ہے۔ آج

کی تاریخ سے ۴۰ جون تک جو صاحب آٹھ

روپیہ قیمت سالانہ الہلال کی دفتر میں

بھیج دینگے انکے روپیہ میں سے صرف آٹھ آٹھ ضروری

یورپین ترکی بے خانمان مہاجرین  
جامع ایاصوفیہ کے سامنے



اب اس سے بھی زیادہ بڑھانے کا سوال درپیش ہے، اور مالٹا کی جگہ اسکندریہ کو فوجی مرکز بنانے کا مسئلہ پیش نظر۔

بیشک یہ عذر معقول اور تعلیل درست ہے۔ مصر کے حملہ آوروں کی مدافعت ضرور ہے کہ انسانیہ پرست برطانیہ ہی انجام دے۔ البتہ وادی نیل کے بدبختوں کو یہ سرنچنے کی مہلت ضرور ملنی چاہیے کہ خود برطانیہ کے حملہ حال و مستقبل سے مصر کی مدافعت کون کریگا؟



بے طرفی یا طرفداری غزوة طرابلس کے سر آغاز ہی میں برطانیہ عظمیٰ کی جانب سے بے طرفی (حیادۃ یا نیوٹرلٹی) کا اعلان ہوا تھا، اور اس اعلان کی تجدید معابر بلقان میں کی گئی تھی، مگر عملی حالت یہ تھی کہ اطالیوں کو باربرداری کے لیے اونٹوں اور خچروں کی ضرورت پڑتی تو جزیرہ عدن سے یہ ضرورت پوری ہو گئی، لیکن ترکوں کی امداد کے لیے جب مرحوم نیازی طرابلس الغرب کے قصد سے بھیس بدلے ہوئے مصر پہنچا، تو امدادی بے طرفی نے ان کو حراست میں لیکر قسطنطنیہ واپس کر دیا۔ ترکی جنگی جہاز (حمید یہ) نے چند مرتبہ بندر گاہ سعید و اسکندریہ کے چکر لگائے تھے، جہاں اُس کے لیے کوئلے کا ذخیرہ بہم پہنچایا گیا تھا، ”بے طرفی“ نے اس کی مخالفت کی اور وہ سلسلہ بند ہو گیا، مگر یونانی بیڑے نے ۱۸ - اپریل ۱۹۱۳ء کو جب سویس کا چکر لگایا ہے تو پورٹ سعید میں اُس کے لیے کوئلے کی فراہمی میں پولیس کی اعانت و امداد طرفداری نہیں سمجھی گئی ۱۱

انگلستان و ہندوستان میں جنگ بلقان کی عکسی تصویریں یورپین اخبارات و رسائل کے ذریعہ سے عام ہو چکی ہیں، مگر جب دہلی کی ایک مسلمان ایجنسی قاہرہ سے یہی تصویریں منگا تی ہے تو اسٹنٹ کلکٹر کسٹم ہاؤس بمبئی پارسل کوررک لیتا ہے کہ ہندوستان میں تصویروں کا داخلہ قانونی اجازت کے خلاف ہے! قانون سے غالباً قانون بے طرفی مراد ہوا اور جس طرز پر یہ پارسل روکا گیا ہے، اُس سے واقعات سابقہ کی تجدید منظور ہوگی۔ اس طرز عمل میں جو غرابت ہے، عام رائے بے شبہ اس کو متعجبانہ چشم و ابصر سے دیکھ رہی ہے، لیکن غور سے دیکھیے تو اس میں حیرت و غرابت کی کیا بات ہے؟ جس ملک کی رعایا کو حکمرانی میں شرکت کا حق ہی حاصل نہ ہو، وہاں ایسے شتر گرہ اگر ظہور میں نہ آئیں تو یہ بات البتہ تعجب کی ہوگی۔



ہفتہ جنگ سنہ ۱۹۰۸ء سے پہلے البانیہ کی بہادر قوم کو ترکی سلطنت میں مخصوص امتیازات حاصل تھے۔ مجلس شوریٰ نے حقوق کے لحاظ سے جب اقوام و افراد کے امتیازی مدارج اُتھا دیے تو گورنمنٹ کے جانب سے البانیوں کی ناز برداری میں قدرۃ کمی ہوئی تھی، اور طبعاً یہ ”حور بعد الکرم“ گراں گزرتا تھا یورپ نے آزادی کی امید دلائی، اسماعیل کمال بک کو، جو سلطان عبد الحمید خاں کا مقرب السلطنت اور انقلاب ثانی کے دنوں میں چند روز کے لیے وزیر اعظم و میر مجلس مبعوثان (پریسڈنٹ ترکی پارلیمنٹ) بھی رہ چکا تھا، سلطنت البانیہ کی توقع ہوئی۔ وزیر اعظم فرید پاشا، جنہیں خاندان سلطانی میں دامادی کا شرف حاصل تھا، اس آگ پر تیل تپکاتے رہے۔ البانیوں نے اول مطالبہ اصلاح کی صدا بلند کی، اور پھر بغاوت کر دی۔ باب عالی نے اس کو بزور شمشیر فرو کرنا چاہا، ہنوز

سلطان المعظم نے فوراً عہدہ صدارت عظمیٰ پر پرنس حلیم پاشا کو مقرر کر دیا، اور نہایت اعزاز اور احتشام سے رسوم تدفین عمل میں آئے۔

جو حالات قسطنطنیہ کے پیش نظر ہیں، انکے لحاظ سے اس واقعہ کی علت تاریکی میں نہیں رہ سکتی۔ یہ قطعی ہے کہ یہ حادثہ انجمن اتحاد و ترقی کے مخالفین کی سازش سے وقوع میں آیا، جو آخری انقلاب کے بعد سے مصروف کاریہ۔ لیکن خواہ کچھ ہو، ترکی کے برباد شدہ خزانے کا ایک سب سے زیادہ قیمتی ہیرا تھا، اور وہ بھی اسکے ہاتھ سے نکل گیا ۱۱

آئندہ اشاعت میں مرحوم کے حالات شائع کریں گے، اور اب ماتم گساروں ملت کیلئے اسکے سوا کیا کام باقی رہ گیا ہے کہ بریادیوں پر ماتم، اور تباہیوں پر مرثیہ خوانی کرتے رہیں!



ایشیا میں ترکی سلطنت کے خوشگوار مسئلہ شام و مصر مستقبل کی نسبت چند ہی روزہ ”دول یورپ“ نے کیا کچھ امیدیں دلائی تھیں؟ لیکن یہ امیدیں جس انداز سے پوری ہو رہی ہیں، اُس کی تشریح معاہدہ کویت و بحرین کی زبان حال نے اپنے خاموش لہجے میں اچھی طرح کر دی ہے۔

فرانس نے قبضہ شام کے لیے مناسب موقع و محل پیدا کرنے کے لیے چند مخصوص رعایتوں کی خواستگاری کی ہے، اُس کے واقعات بھی آشکارا ہو چکے ہیں۔ ایکو دی پیرس نے اب یہ نئی خبر سنائی ہے کہ ایشیائے کوچک میں بھی فرانسیسی مصالح و فوائد کی نگرانی و حفاظت لازمی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کہاں لازم نہیں؟ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے، صرف یورپ ہی کیلئے ہے، اور جو نہیں ہوتا، اسکے مطالبے کا بھی صرف یورپ ہی کو حق حاصل ہے۔ آدمی جب مرجاتا ہے تو زمین کے اوپر رہنے کا اُسے کوئی حق نہیں رہتا، لیونکہ اب اسکے لیے صرف یہی باقی رہ گیا ہے کہ چند بالشت زمیں، زمین کے نیچے لیکر قانع ہو جائے، مگر زندہ انسانوں کیلئے زمین کی پوری وسعت وقف ملکیت ہے۔

یہی حال قومی حیات و ممات کا بھی ہے۔ جو قومیں زندہ ہیں، انکو پورا حق حاصل ہے کہ مردوں سے زمین خالی کرائیں۔ اسمیں شام اور ایشیاء کوچک ہی کے چند بچے بچائے گوشن کی کیا خصوصیت ہے؟

وزیر خارجہ نے اس موضوع کو بہت بڑی اہمیت دی ہے، اور وزیر بحریہ بھی اس کی نائید میں ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ جنگی بیڑہ کا ایک حصہ سواحل مشرق ادنیٰ کی نگرانی کے لیے مخصوص کر دیا جائیگا، تاکہ یہاں بھی فرانس کا سیاسی رسوخ محکم ہو جائے۔

دوسری جانب مدبرین برطانیہ مصر میں انگریزی افواج کی تعداد بڑھانے پر زور دے رہے ہیں، اور عذریہ قرار دیا ہے کہ اگر کسی دشمن نے مصر پر حملہ کر دیا، تو کیوں کر مقابلہ ہو سکیگا؟

فتنہ اعرابی پاشا کے بعد انگریزی تجارت کی حفاظت کے نام سے مصر و اسکندریہ میں دہائی ہزار انگریزی فوج کا قیام ضروری سمجھا گیا تھا، اور سلطان روم و خدیو مصر سے اسکی اجازت بھی لے لی گئی تھی۔ مرحوم مصطفیٰ کامل پاشا کی تحریک و جذبات و طنیت میں جب توسیع ہوئی، اور انگریزی قبضہ مصر کے خلاف آواز بلند کی گئی، تو یہ تعداد پانچ ہزار، اور پھر چھ ہزار کر دی گئی۔



اس ماتم سراے عالم میں نہیں معلوم روز ایسے کتنے حوادث و واقعات ہیں، جو گزرتے ہیں، اور ایک ایک زندگی کے اندر ایک ایک مجسم انسانہ پنہاں ہے۔

غور کیجیے تو یہ چند افراد کے مصائب ہیں مگر ہماری قومی و ملی بربادیوں کا بھی یہی عالم ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے کسی فرد ہی پر نہیں، بلکہ فرزندان ملت کے پورے گہرانے پر ایک ہی رقت کے اندر ساری مصیبتیں گہرائی ہیں۔ ماتم و حسرت کا ایک جنازہ طیار کرتے ہیں، زبانیں فغان سنجی میں، اور ہاتھ سیدھ کوئی میں مصروف ہوتے ہیں، لیکن ابھی اس پر جی بھر کے رونے بھی نہ پائے تھے کہ ایک دوسرے جنازہ کی طایاریاں شروع ہو جاتی ہیں! پھر کس کس کا ماتم کیجیے، اور کس کس پر روئیے؟

کلیم از دست پیدان کے نالیم؟  
بہ کشت ما گذار لشکر آفتاد؟  
بربادیوں کی یہ انتہا ہے کہ اثر  
ہماری بھی کبھی دراست غیروں  
کے ہاتھوں جنگ کے میدان میں  
نہ لٹی، تو شہر کی کلیوں میں  
خود اپنے ہی ہاتھوں قاحت  
و تاراج کی جا رہی ہے!

میرا ہر آشیانہ، اور آدھا جلا ہوا؟  
بچہ بھی گئی تھی اک تو بچہ کو کیا ہوا؟  
اب مرگ بیمار اپنا ایک ایک دن  
گذا کرتا ہے، اور جب سختیوں  
ازربے چینیں کا ایک آفتاب غروب  
ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ ایک دن اور  
گذر گیا۔ یہی حال ہماری ملت  
بیمار، اور امت مریضہ کا ہے۔  
یہ لوگ جو آج جنگ کے میدانوں  
یا امن کی سازشوں میں ٹرپ  
رہے ہیں، دراصل ہمارے بقیہ ایام  
حسرت کے چند ایام معدودہ تھے، جو  
ایک ایک کر کے یکے بعد دیگرے  
ہم سے رخصت ہو گئے۔ مرحوم  
شوکت پاشا بھی ہماری بقیہ زندگی  
کا ایک آخری شاندار دن تھا، اور

افسوس کہ آج وہ بھی غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔  
حادثے کے متعلق خبریں بالکل مبہم ہیں، اور  
تفصیل حادثہ خاص تفصیل بھی ہمارے پاس نہیں پہنچی۔  
تمام قارئین کا خلاصہ یہ ہے کہ گذشتہ بدھ کو مرحوم ایک موٹر کار  
میں سوار جا رہے تھے۔ انکے ساتھ ایڈیکاننگ موجود تھے۔ یکایک  
ایک مقام پر در آمد میں نے ریوالور سے حملہ کیا اور گولی نشانے پر  
لگی۔ وہ خود اور ایک ساتھی، دونوں شہید ہو گئے۔

پولیس نے اس موقع پر حیرت انگیز مستعدی اور انتظامی  
قابلیت دکھلائی۔ کسی طرح کی بد امنی نہ ہونے دی۔ فوراً قاتلوں  
کی تفتیش شروع ہو گئی۔ اب تک کئی گرفتاریاں عمل میں آچکی  
ہیں۔ ایک شخص تو پال قدری نامی زیادہ مشتبہ ہے، جو مالٹا کے  
ایک انگریز کے مکان میں پرشیدہ تھا۔ تاہم قطعی سراغ لگا لینے  
کا کوئی اعلان نہیں ہوا ہے۔

## النباء الالیم !!

والفزع الاکبر

ابھی کل کی بات ہے کہ مرحوم (نیازی بک) کی شہادت کے  
حادثے پر لکھتے ہوئے ہم نے ایک ماتمی تمہید لکھی تھی، اور اپنی  
خانماں بربادیوں کو ایک تہی دست فقیر سے تشبیہ دی تھی،  
جسکو اپنی بچی کبھی پونجی کا ایک ایک پیسہ، اشرفیوں اور  
زرر جواہر سے بھی زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

لیکن ابھی وہ قصہ غم ختم نہ ہوا تھا کہ ہزار ایکساںسی محمود شوکت  
پاشا کے ناکہانی قتل ہو جانے کی خبر الیم نے ایک تازہ زخم کا سامان  
دلوں کے لیے کر دیا، حالانکہ اگر دلوں کے زخم ہی مطلوب ہیں تو

انکی پیشتر ہی سے کیا کمی تھی؟  
لیکن آہ، اب زخموں کے دن گئے،

جسم پر اگر دس بیس زخم ہوں تو  
انہیں زخم کہنا چاہیے، لیکن جو  
جسم از فرق تا بقدم زخموں کے سوا  
کچھ نہ ہو، وہ نئے زخموں کے لیے  
کہاں سے جگہ لائے؟ اب اسکے لیے  
زخموں کے استقبال کا انتظار نہیں ہے،  
بلکہ زخم سے بھی بڑھ کر کسی چیز  
کا، یعنی موت کی تڑپ اور فنا کے  
نظارے کا!!

ہر چکیں غالب بلائیں سب تمام  
ایک مرگ ناکہانی آرہے!  
حیران ہوں کہ اس حادثہ ہائلہ  
اور اس فزع اکبر کی تمہید ماتم  
و تعزیت میں کیا لکھوں؟

نئی مصیبتوں کی سختی پچھلی  
مصیبتوں کو بھلا دیتی ہے، اور بیماری  
کے آخری ایک دن کے شدائد  
مہینے بھر کی مصیبتوں کو فراموش  
کرا دیتے ہیں۔ ہمارے گھر کی  
آنشزدگی کو صدیاں گزر گئیں، لیکن  
پچھلے دو سالوں سے تو ہر لمحہ  
کسی نہ کسی نئی بربادی کے

استقبال ہی میں کٹ رہا ہے۔ مصیبتوں کی جب یہ کثرت ہو تو  
ماتم گساروں کی زبائیں فغان سنجی سے، اور ہاتھ سیدھ کوئی سے  
بھی کیوں نہ تھک جائیں؟ حوادث و مصائب کی کثرت کی حد  
ہو گئی کہ اب ماتم گساروں کو نئے ماتموں کیلئے اظہار غم و اندوہ  
کے الفاظ بھی نہیں ملتے۔ کثرت غم سے انکھوں کے آنسو خشک  
ہو جاتے ہیں، زبانیں بھی اگر بند ہو جائیں تو عجب نہیں؟  
غم و اندوہ کے فسانوں میں ایسے گہرائوں اور خاندانوں کی  
مصیبتیں بیاں کی گئی ہیں، جن پر ایک ہی رقت میں ہزاروں  
غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے، مثلاً کوئی جنگ، جس نے ایک ہی  
معرے میں انکے تمام افراد کو تھ تیغ کر دیا۔ کوئی بیماری، جس  
کی ہوا چلی، اور چند گھنٹوں کے اندر سب کے جنازے اٹھ گئے،  
کوئی ملکی جرم و عقوبت کا حادثہ، جسکی پاداش میں سب کے  
سب سولی پر چڑھا دیے گئے۔ یہ محض افسانے ہی نہیں ہیں، بلکہ



مرحوم محمود شوکت پاشا

اسلامیہ کے متعلق ہیں، جنکی بنا پر وہ دولت کی مرکزیت، و عین تقسیم، و تحصیل اشخاص، و تمول افراد، و ضعف کسب و عمل، کا سخت مخالف، اور ہر اس ذریعہ معاش و طریق زندگی کا دشمن ہے، جس سے اس طرح کی حالتیں پیدا ہو جائیں۔

مگر بحث کے اس ٹکڑے کو اب نہیں چھیڑتا، کیونکہ مضمون بہت بڑھ گیا ہے۔ انشاء اللہ مجلہ شہریہ (مہوار رسالے) میں اسکو کسی وقت لکھونگا۔

عزود الی المقصود

لیکن سرد کے شجرہ خبیثہ کا بدترین پھل، اور اصول سرد خوار کی مہیب ترین صورت، وہ جرثومہ (۱) حیات مدنیہ، وہ اعدا عدوۃ انسانیت، اور وہ مہلک عمران بلاد، عفریت خون آشام ہے، جسکو (سرد در سرد) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اور جسکی تیغ ہلاکت نے نہیں معام اس وقت تک دنیا کی کتنی آبادیوں کو ویران، کتنے محل رايوان کو کھنڈر، کتنے بیوت اشراف و اعیان کو فنا، کتنے پرورنق بازاروں کو سنسان، اور کتنی عزتوں اور شرافتوں کو ذلتوں اور رسوائیوں، بربادیوں اور تباہیوں، نکبت و مسکنت، فلاکت و ادبار سے بدل دیا ہے!!

اگر عجائب و غرائب عالم کو کوئی یک جا کرنا چاہے، تو اس کے لیے سب سے بڑی عجیب و غریب شے اس مسئلے کی ہر العجیبی بھی ہوگی۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ قانون چور کو مجرم قرار دیتا ہے، قاتل کو پھانسی پر چڑھاتا ہے، ڈاکوؤں کے سراغ میں جنگلوں اور غاروں میں بھٹکتا ہے، اور جرم کی تلاش میں شب و روز حیران و سرگرداں رہتا ہے، مگر ہزار چوروں اور ڈاکوؤں سے بڑھ کر تنہا مجرم تو خود اسکی آستین میں پل رہا ہے۔ جسکو اس نے ایک خونخوار بھیڑیے کی طرح مظلوم انسانوں کے گلے پر چھوڑ دیا ہے، جسکے جرائم کو وہ رونق دیتا، اور جسکی درندگی کو وہ دودھ پلاتا ہے۔ اسکی طرف سے وہ بالکل غافل ہے، اور غافل ہی نہیں، بلکہ صریح طور پر اسکی حمایت کر رہا ہے!

آج ملک کے افلاس و فلاکت پر گورنمنٹ کے سرکاری اور تعلیم یافتہ ملکی حلقوں میں بحثیں کی جاتی ہیں، اور ان لوگوں کی تعداد کثیر پر لوگوں کو اکثر رحم آجاتا ہے، جو اسقدر غیب ہیں، کہ دو وقت کی غذا بھی انہیں میسر نہیں آتی۔ یقیناً ایسے لوگ مستحق رحم ہیں، اور انکی تعداد دادا بھائی نوروز جی کے گذشتہ قابل قدر شمار و اعداد میں ایک کڑور سے متجاوز بنلائی گئی ہے، لیکن ہندوستان کی آبادی صرف ایک کڑور ہی نہیں ہے، بلکہ اس تعداد سے تیس چالیس گنا زیادہ ہے۔ جن لوگوں کو دو وقت کی روٹی میسر نہیں آتی، وہ ملک کی خوشحالی کا زار نہیں ہیں۔ اصلی جماعت وہ ہے جسکو دو وقت کی روٹی سے زندہ ملنا چاہیے، مگر نسوس کہ اتنا ہی بمشکل ملتا ہے۔ یہ ایک کڑور کی تعداد ملک کے پانوں کی ایک انگلی ہے، جو کت بھی جائے تو غم نہیں، لیکن اسکے جسم کی تڑپ کی ہڈی وہ کڑوروں انسان ہیں، جو شہر سے باہر، عم زراعت پیشہ آبادی کی صورت میں اور شہر کے اندر متوسط الحال اور اس سے کسی قدر ادنیٰ طبقات کی صورت میں موجود ہیں، اور جنکی خوشحالی سے ملک کی خوشحالی، اور جنکی تباہی سے اس پورے براعظم کی تباہی ہے۔

وہ جرائم مہلکہ جو ملک کے اس اکثر حصہ آبادی کو گھن کی طرح کھوکھلا کر رہے ہیں، ایک نہیں بلکہ متعدد ہیں، اور جس فضا سے آتے ہیں، وہ بھی ایک نہیں بلکہ مختلف ہیں۔ ان کے

(۱) جرثومہ: جراثیم کا ہند ہے، جو اچکل خورد بینی کیڑوں (مائی کرب) کیلئے کھا جاتا ہے۔ بعد وہ مہلک کیڑے، جنکے اثر و نفوذ سے مختلف بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ [مد]

# السلام

۱۲ - رجب ۱۳۳۱ ہجری

مسئلہ سون

بہ تذکرہ تحریک انریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب

(۲)

الشیطان یعدکم الفقر  
و یامرکم بالفحشاء  
واللہ یعدکم مغفرة  
منہ و فضلاً اللہ واسع  
علیم - یوتی الحکمة  
من یشاء و من یوت  
الحکمة فقد اوتی  
خیراً کثیراً و ما یدکر  
الا اولی الالباب  
(۲: ۲۷۲)

شیطان تم کو تنگ دستی سے ڈراتا ہے،  
اور برائیوں پر آمادہ کرتا ہے۔  
لیکن خدا اپنی طرف سے مغفرت  
و برکت کا وعدہ کرتا ہے۔ اسکا خزانہ  
فضل وسیع، اور وہ سب کے حال سے  
واقف ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے، دانائی  
اور حکمت عطا فرما دیتا ہے، اور جس  
کو حکمت ملے تو بیشک اس نے بڑی  
دولت پائی، اور نصیحت بھی وہی مانگے  
ہیں، جو ارباب عقل و بصیرت ہیں۔

بقیہ مبحث اشاعت گذشتہ

اصل یہ ہے کہ اس تشبیہ میں علت تشبیہ وہ اضطراری حالت ہے، جو کسی مضبوط الحواس یا مصروع کی اپنے دماغ اور دماغی قویوں کے مقابلے میں ہوتی ہے۔ یہی مجبوری، بے اختیار، اور اضطرار، ایک سرد خوار کو اپنے عوامل ادبیہ اور جذبات و عواطف کے مقابلے میں پیش آتا ہے۔ وہ بغیر حق و معنیت اور صرف وقت کے رویہ حاصل کرنے کا عادی ہو کر، اسکو ایک حق قدرتی و قانونی سمجھنے لگتا ہے۔ دولت کی افزائش کا یہ غیر معمولی وسیلہ اسکی طمع و ہوس کو عام انسانی مطامع کے درجے سے المضاعف کردیتا ہے۔ وہ چونکہ شب و روز ایک ظالمانہ حصول نفع اور بے رحمانہ جلب زرعی زندگی میں رہتا ہے، اسلیے رفتہ رفتہ اسکی طبیعت کے تمام امیال و جذبات پر یہی جذبہ حاری ہو جاتا ہے، اور اسکا دماغ رویہ کی تعداد کی کمی و زیادتی کے مسئلے کے سرا کسی اور چیز کو سمجھنے یا محسوس کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ باوجود انسان ہونے کے، اپنے قوائے سبعیہ کی مقاومت کر کے انسان نہیں رہ سکتا، اور ایک پاگل اور مصروع شخص کی طرح سرتا سر وجود مضطر، راز فوق کا بقدم پیکر اضطرار و مجبوری ہو جاتا ہے!

\*\*\*

یہی سبب ہے کہ قرآن کریم نے سود خوار پر اصرار کرنے والے نیلیے سب سے بڑی وعید نازل کی، اور اسکو ”حرب من اللہ و رسوله“ سے تعبیر کیا۔

یہاں تک بحث عام انسانی اخلاق و خصلت کے نتائج کے لحاظ سے تھی، لیکن اس کے بعد اقتصاد و تمدن کے لحاظ سے ”حرب من اللہ و رسوله“ کہنے کے اسباب و علل پر نظر ڈالنا باقی ہے، اور اس کے ذیل میں نہایت اہم مباحث ان اصول مدنیہ صحیحہ

خلاف انسانیت نہو، مگر اب دو فرنگی حکومتوں کی معرکہ آرائی سے مسیحیوں کی جان و مال خطرہ میں پڑ جائیگی، لہذا یہ جنگ ضرور خلاف انسانیت ہوگی۔ بااين همه رومانیہ کو یہ فلسفہ تسلیم نہیں ہے۔ اُس نے اعلان کر دیا ہے کہ مشرقی یورپ کے سیاسی میزبان اقتدار میں خلل پڑنے کو وہ کبھی گوارا نہیں کر سکتی۔ ضرورت پڑتی تو نہایت کوشش و جان فشانی کے ساتھ اُس کو تلوار کے زور سے اس معاملہ میں دخل دینا پڑیگا۔ وہ اپنی فوجیں فراہم کرنے کی ضرورت بھی ظاہر کر چکی ہے۔

عثمانیوں اور بلقانیوں میں صلح کرانے کے لیے لندن میں جو کانفرنس اجلاس کر رہی تھی، اُس کی نشستیں پوری ہو چکی ہیں۔ اصولاً تو معاہدہ صلح پر پہلے ہی دستخط ہو چکے ہیں، تفریع مراتب باقی ہے، جسکی نسبت رکلاے مصالحت کی خواہش ہے کہ ہر ایک حکومت کے مابین جدا جدا عہد نامے ہو جائے تو زیادہ آسانی کے ساتھ قطعی نتائج نکل سکتے تھے۔



مرحوم شوکت پاشا کامل پاشا کی جماعت نے۔ جو مصر کو قطعی طور پر، مسٹر ایلفرد بلنت ایڈیٹر اخبار ایجنٹ لندن کے بیان کے مطابق انگلستان کے ہاتھوں فروخت کر دینے، شام میں فرانس کا قابضانہ رسوخ تسلیم کرنے، اور عرب میں انگریزی سلطنت کے زیر اثر ایک جداگانہ حکومت قائم کرنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ اپنے اغراض کو پورا ہونے نہ دیکھ کر غالباً (قدری توپال) کے ہاتھوں غازی محمود شوکت پاشا کو شہید کر دیا۔ قاتل کے تعلقات ایک فرنگی سلطنت کے سفارتخانے سے بھی بیان کیے جاتے ہیں، تاہم اسکی تفصیل شاید بعد کو آئے کہ اس حادثے میں یورپ کے دست سیاست نے کیا کام کیا ہے؟ خونریز جماعت کو امید تھی کہ اس انقلاب کے بعد حکومت اُن کے ہاتھ آجائیگی، مگر یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔ فوری نظم و نسق کے رو سے شہزادہ سعید حلیم پاشا وزیر اعظم مقرر ہوئے، جنہیں اس سے قبل تک صرف وزارت خارجہ کی ریاست حاصل تھی۔ خاندان خدیوہ مصر کے وہ ایک مشہور ممبر اور اتحاد و ترقی کے سرگرم کارکن ہیں۔

شام و عراق میں کامل پاشا کو شورش پھیلانے میں خاطر خواہ کامیابی ہو چکی ہے۔ شام کی حالت سنبھالنے کے لیے سابق وزیر اعظم (حسین حلمی پاشا) انسپکٹر جنرل مقرر کر کے بھیجے گئے ہیں۔ عراق کا بندوبست بھی عن قریب ہوا چاہتا ہے، لیکن یہ پیشینگوئی کرن کر سکتا ہے کہ سلطنت کا اب کیا حال ہوگا؟

## زر اعانہ "اردوے معلے"

الہلال میں اگرچہ کوئی باقاعدہ تحریک اس بارے میں نہیں کی گئی تھی، کیونکہ سید صاحب کا ارادہ معلوم نہ تھا، مگر بعض ارباب درد نے بطور خود چند رقم بھیج دیں۔ اب چاہتا ہوں کہ اسکی فہرست کھول دی جائے۔ الہلال میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے، ارباب درد و غیرت کیلئے کافی ہے، اور اللہ کے ہاتھ میں ہے کہ وہ دلروں کو اس کیلئے کھول دے۔

ایڈیٹر الہلال ۵۰ - روپیہ - ایک صاحب درد ۱۰ - روپیہ - ایک با غیرت و حمیت خاتون ۵ - روپیہ - جناب سید مرتضیٰ صاحب (پٹنہ) ۵ - روپیہ - جناب سید فضل الرحمن صاحب ۲ - روپیہ -

یہ قضیہ ختم نہوا تھا کہ طرابلس میں جنگ چھڑ گئی۔ ترک ادھر متوجہ تھے، ادھر میدان خالی تھا، البانیہ میں جمہوریت کا اعلان ہوا۔ اسماعیل کمال بک رئیس الجمہور قرار پائے۔ جنگ بلقان کے سر آغاز ہی میں وعدے ہوئے تھے کہ البانیہ کی آزاد جمہوریت کو تمام یورپ مصدق مان لیگا۔ البانیوں نے بلقانیوں کا ساتھ دیا، ترکوں سے ہر معرکہ میں جنگ ہوتی رہی، اور آخر اسعد پاشا نے اشقودہ (سقوٹری) کو اسی امید پر جبل اسرد کے لیے خالی کر دیا۔

تخلیہ کے دوسرے ہی دن اُسے یورپ کے وعدے مشتبہ محسوس ہونے لگے، اور نظر آگیا کہ وہی سلطنتیں جو کامل و مکمل طور پر استقلال البانیہ کے وعدے کر چکی تھیں، اب بھری پار لیمنٹ میں سرایدورہ کرے اُن کے خیالات کی یوں ترجمانی کر رہے ہیں، کہ البانیہ کی حکومت ترکی سلطنت سے تو آزاد ہو گئی، مگر یورپ کی نگرانی سے آزاد نہو گی!

لیکن اسعد پاشا خود البانیہ کا پادشاہ بن بیٹھا، اور ایوان شاہی پر ترکی جھنڈا نصب کر کے عثمانی سیادت کا اعلان کر دیا۔ اٹلی و آسٹریا نے حمایت کی۔ انگلستان اس پر رضامند نہ تھا، اُس نے اپنے دست پروردہ مصری شاہ زادہ (احمد فواد پاشا) کو نامزد کرنا چاہا۔ یہ امید ایسی تھی کہ مصر میں شاہ زادے کو جس قدر اعزازی عہدے حاصل تھے، سب سے دست بردار ہو جانا پڑا۔ مگر جب سلطنت کی آرزو برانے کا وقت آیا تو قدیم آسمانی تعلیم کی حقیقت سمجھ میں آگئی، کہ آدم (عم) جرات کر کے شجر ممنوعہ کی جانب بڑھے تو تھے، لیکن ہاتھ کچھ نہ آیا۔ اُلٹے اپنی برہنگی کی ندامت اُنہانی پڑی! اشقودہ اس وقت یورپ کی حفاظت میں ہے، مگر اس حفاظت سے غالباً مسلمانان اشقودہ کی عزت اور بھی غیر محفوظ ہو گئی تھی۔ شاید وہ آمادہ ہو چکے تھے کہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ انگلستان کو یہ ولولہ دبانا تھا، جس کے لیے فوجی طاقت سے زیادہ اور کیا چیز موزوں ہو سکتی تھی؟ ۷ - جون کی شب میں ریسٹ یارک شائر کے ایک دستہ فوج کو روانگی کا حکم ملا۔ ریوٹر نے یہ خبر مشہور ہی کی تھی کہ مظلومان اشقودہ کی سرگرمیاں تہذیبی پڑ گئیں۔ البانیہ میں جہاں جہاں اسلامی آبادی کم ہے وہاں آج کل مسلمانوں کی حالت بالکل ہی غیر محفوظ ہو رہی ہے، لیکن پارلیمنٹ انگلستان میں جب اس کے متعلق سوال کیا جاتا ہے تو اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر بھی گورنمنٹ کی جانب سے یہی جواب ملتا ہے کہ "اس باب میں کسی موثر کاروائی کا اعلان ممکن نہیں"

ہڈیوں پر میری لڑتے ہیں سگان کرمی دوست

بلغاریہ و سربوہ میں مفتوحہ ترکی علاقوں کے قبض و دخل کے متعلق اس قدر کشاکش ہوئی کہ روس و جرمنی اور فرانس کو بڑی سختی سے تہدید کرنی پڑی۔ دونوں سلطنتوں نے روس کی ثالثی تسلیم کر لی ہے۔ بلغاریہ کی مجلس وزرا اس مداخلت کو بے اصول سمجھ کر مستعفی ہو گئی ہے۔ ڈائریکٹوریٹ نے وزیر اعظم مقرر ہوئے ہیں، اور وہ جدید وزارت بھی مرتب کر چکے ہیں۔ اس جنگ سے تباہی کا جو خطرہ تھا وہ ترک گیا ہے، مگر سربس کی بلغاریہ فوج ہیضے سے تباہ ہوتی جاتی ہے۔

انگلستان کی رائے میں "اب اس حالت میں ازسرنو جنگ کا چھڑ جانا انسانیت کے بالکل ہی خلاف ہے" یعنی اس سے قبل کی خونریزی اور مسلمانوں کا قتل عام تو شاید



اسقدر صاف اور صریح صدا بلند کرنا، ایک احسان عظیم اور ایک فضیلت کبریٰ نہ تھا؟

وکنتم علی شفا حفرة من النار فانقذکم منها، کذلک تھا کہ گویا تم آگ کے گڑھے کے کنارے یسین اللہ لکم ایاتہ، لعلمکم آگے تھے، لیکن اسلام کا ہاتھ دستگیری قہتدرون - (۳: ۱۰۰) کیلیے ظاہر ہوا، اور خدا نے تم کو بچالیا۔ اسی طرح اللہ اپنی نشانیاں ظاہر و بین کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

دنیا آج سود کے نتائج الیمہ کو محسوس کرے تو غنیمت ہے، اور قانون اسکے انسداد کی ضرورت کو پالے تو بہت بہتر ہے، لیکن اللہ کے قانون کو جو کچھ کرنا تھا، وہ کرچکا، اور جو حکم دینا تھا، دے چکا۔ یہ ہماری گمراہی ہے کہ انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کی عزت کرتے ہیں، لیکن الہی قانون کو بھول گئے ہیں حالانکہ: ومن احسن من اللہ جو لوگ یقین کرنے والے ہیں، انکے حکماً لقوم یوقنون؟ لیے اللہ سے بہتر حکم دینے والا اور قانون نافذ کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے؟ (۵: ۵۶)

یہ مسلمانوں کا اصلی مشن ہے

پس میں ”سود“ کے مسئلے کو عام نظروں سے بالکل مختلف دیکھتا ہوں، کیونکہ بہتوں کے نزدیک میری سب سے بڑی سعادت، اور بہتوں کے نزدیک میری سب سے بڑی ضلالت یہی ہے کہ ہر مسئلے پر نظر ڈالتے ہوئے میرے لیے دلیل راہ صرف ”اسلام“ ہی کا ہاتھ ہوتا ہے:

ان الذین یبایعونک جو لوگ داعی اسلام کے ہاتھ میں اتباع انما یبایعون اللہ، ید و بیعت کے عہد کا ہاتھ دیتے ہیں، اللہ فرق ایدیم، تو انکے ہاتھ پر اسکا ہاتھ نہیں ہوتا، بلکہ دراصل خود خدا کا ہاتھ ہوتا ہے!! (۴۸: ۱۰)

فالحمد للہ، الذی ہدانی لہذا، و ہر بہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ پس میں ”مسئلہ سود“ کی تحریک کو محض ملک کا ایک اقتصادی مسئلہ نہیں سمجھتا، بلکہ یہ ایک خالص اسلامی تحریک، اور اسلام کے مشن کا احیاء ہے، اور تمام مسلمانوں کو اپنا فرض دینی سمجھکر اسکے مصائب و شدائد کے انسداد کی سعی کرنا چاہیے، اور یقین کرنا چاہیے کہ بہ حیثیت اسلام کے فرزند ہونے کے انکا اصلی مشن یہی ہے کہ خدا کے بندوں کو ظلم و برہاد سے نجات دلائیں۔ سود کیلیے جب اور جہاں کلم ہوا، وہ اسلام ہی کا کلم ہے۔

اس تحریک کی سلسلہ جنبانی کرتے ہوئے، آنریبل خواجہ غلام الثقلین نے فی الحقیقت ایک اسلامی فرض ادا کیا ہے، اور مسلمان کو اسکا اعتراف کرنا چاہیے۔

ہندوستان میں اسلام کو اپنا فرض ادا کرنا ہے۔ وہ ہر طرح کے ظلم و عدوان کی بیڑیاں کاٹنے کیلیے آیا ہے، اور تمام عالم سے قطع نظر، خود ہندوستان کے پائوں ابھی بہت بوجھل ہیں۔ ظلم و زیادتی کی یہ بھی ایک زنجیر ہے، اور مسلمانوں کو اپنا فرض دینی سمجھکر اس سے ملک کو نجات دلانے کیلیے سعی کرنا چاہیے۔

خراجہ صاحب کا ارادہ ہے کہ وہ اسکے لیے ایک انجمن قائم کریں گے، اور باقاعدہ طور پر اسکی کوشش جاری رکھی جائیگی۔ کام کرنے کیلیے اس صیغے میں بہت بڑا وسیع میدان موجود ہے، اور انجمن کا خیال نہایت صحیح اور ایک بالکل وقت کی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ از باب رائے و اثر اس بارے میں ضرور خواجہ صاحب کی اعانت فرمائیں گے۔ و نسائل اللہ تعالیٰ ان یرفقنا و سائر اخواننا لمسلمین لما یحبہ و یرضاه۔

کابلی اپنے مقرض کو اسکے گھر کے اندر سے گھسیٹتا ہوا سڑک پر لایا ہے۔ وہ رو رہا ہے، منٹیں کر رہا ہے، اسکے پائوں پر لوت رہا ہے، لیکن کوئی طاقت نہیں ہے، جو اسکی قہار لاتی سے اسے امان دیسکے، اور کوئی ہاتھ نہیں ہے، جو اس ظلم کیلیے منتقم ہو۔ پینل کورٹ ہائی کورٹ کے کتب خانے کی الماری میں، اور جج ایک عالی شان ایوان انصاف کے تخت عدالت پر بے خبر متمکن ہے!!

قانون کی درد انگیز ناکامی

حقیقت میں یہ عجیب بات ہے کہ قانون انصاف کے نام سے اپنی پوجا کراتا ہے، لیکن جنکو انصاف کی ضرورت ہے، وہی سب سے زیادہ انصاف سے محروم ہیں۔ دنیا میں قانون کی مجلدات سے صدھا کتب خانے بھرے ہوئے ہیں، عدالتوں کی عمارتیں سربفلک کھڑی ہیں، پولیس کا دیوتا سڑکوں کے ہر ناکے پر اپنا علم انصاف لیے ہوئے اثبات وجود کر رہا ہے، اور یہ تمام سامان اسدرجہ وسیع اور عظیم الشان ہے، جسکو دیکھکر خیال ہوتا ہے کہ دنیا عدل و داد سے معمور، اور ظلم و بے انصافی سے پاک ہوگئی ہے، اور انصاف کا فرشتہ دنیا کے کونے کونے میں مظلوموں کی غریب الغیات کو دھونڈھٹا پھرتا ہے، تاکہ انکو اپنے پروں کے اندر پناہ دے!!

لیکن اگر عدالت کدوئے سربفلک مناروں سے نظریں ہٹا کر، زمین کی آبادیوں کے اندر جائیے، اور کسی ایک شہر کا ایک محلہ، ایک محلہ کا ایک مکان، اور ایک مکان کا ایک گوشہ بھی دیکھیے، تو اس وقت صاف نظر آجائے کہ ظلم کا خونخوار دیوار تک بدستور آزاد و حکمران ہے۔ اسکے پائوں میں کوئی بیڑی نہیں، اسکا خنجر پرانے سے پرانے غیر متمدن عہد کی طرح بے نیام ہے۔ اسکی بے آمان کات برابر اپنا کلم کر رہی ہے، مگر قانون کو اپنے قیمتی عدالت خانوں سے جھانکنے کی مہلت نہیں:

عسس بخانہ و شہ در حرم سرا خفتست

ممکن ہے کہ امرا کے جگمگاتے ہوئے محل، قانون کی روشنی سے منور ہوتے ہوں، مگر روشنی کی ضرورت برق تاب ایوانوں میں نہیں ہوتی، بلکہ تاریک حجروں اور تہ خانوں میں، اور افسوس ہے کہ انکی تاریکی کیلیے روشنی کا کوئی وسیلہ نہیں۔

فی الحقیقت دنیا میں حکومتوں کا قانون کبھی بھی انسداد مفساد و مظالم میں کامیاب نہیں ہوا، اور یہی ناکامی ہماری رہنمائی کرتی ہے اور بتلاتی ہے کہ نظام اصلاح و عدل کے قیام کے لیے دنیا ان قوانین سے بالا تر ایک الہی قانون یعنی مذہب کی محتاج ہے، جسکی حکومت جسموں پر نہیں بلکہ دلوں پر ہوا!

اضعافاً مضاعفہ

پس یہی سبب ہے کہ قرآن کریم نے ”اضعافاً مضاعفہ“ کہ کمر سود و رسود پر خاص طور پر زور دیا۔

یہ ”اضعافاً مضاعفہ“ اسی سود و رسود کے نتائج کی طرف اشارہ ہے، اور جو حال کابلیوں کے سود اور ظالم مہاجنوں کی بڑھوتری کا آج نظر آ رہا ہے، یہی ہے جو جاہلیت عرب میں رائج تھا۔ اور اسکی تفصیل ان روایات و آثار سے معلوم ہوتی ہے، جنکو (امام طبری) نے اپنی عظیم الشان تفسیر میں بہ ذیل آیات ربا جمع کیا ہے۔ علی الخصوص حضرت (عبد اللہ بن عباس) کی مشہور حدیث مطالعہ طلب ہے۔

اسلام دنیا میں آیا، تاکہ ہر طرح کے ظلم و جور سے عالم انسانیت کو نجات دلاے، اور دنیا کیونکر اس سے انکار کر سکتی ہے کہ سود کے بارے میں اسکا ساتویں صدی عیسوی کی تاریک فضاء عالم میں

حیات میں سے کچھ نصیب نہیں، ان ظالم میاںوں کے فتراک سود کا نچیر ہے، اور اہلے مناظر ایسے درد ناک، اضطراب انگیز، اور چشم انسانیت کیلئے گریہ آرہے ہیں، کہ انکو دیکھ کر ممکن نہیں، کرٹی انسان قانون کی مجرمانہ اور معصیت پرورانہ غفلت راغماض پر اپنے حق بجانب غیظ و غضب کو روک سکے۔

ان لوگوں کی کوئی خاص شرح مقرر نہیں، بلکہ مقروض کی احتیاج پر موقوف ہے، اور جیسی سخت مجبور کن اسکی ضرورت ہوتی ہے، اتنی ہی رقم بھی سود کی مقرر کردہ جاتی ہے۔ راکفیلر وغیرہ امریکن کرورپتیوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ انکی آمدنی اسقدر وسیع ہے کہ گھنٹوں کے حساب سے اسکی تقسیم ہو سکتی ہے۔ یہی حال ان کابلی مہاجرین کی شرح سود کا بھی ہے۔ اسکا حساب بھی مہینے کی قید سے نہیں بلکہ ایک ایک روز کے حساب سے کیا جاتا ہے۔ اکثر حالتوں میں ایک روپیہ کا سود ایک دن کیلئے در آنہ، اور بعض حالتوں میں ایک آنہ ہوتا ہے!!

غریب آبادی اپنی ضرورتوں سے مجبور ہو کر انکے دلم میں پھنستی ہے۔ سینٹ (پال) نے کفارہ مسیح کی تعلیم اباحت دیتے ہوئے کہا تھا: ”شریعت گناہگار کو سزا دے سکتی ہے، پر بچا نہیں سکتی“ یہ ایک سخت فریب تھا، لیکن میں صحیح طور پر کہتا ہوں کہ قانون صرف ڈگری دے سکتا ہے، پر مظلوم کو بچا نہیں سکتا۔

ان کابلیوں کا کاروبار ایک طلسم عذاب ہے، جسمیں ایک مرتبہ اگر کوئی شخص پھنس گیا تو پھر ”سود در سود“ کے پھیر سے نکلنا محال ہے۔ ساری عمر سود کے دینے ہی میں گذر جاتی ہے، اور پھر بھی وہ پورا نہیں ہوتا، اصل رقم کا کیا سوال ہے؟ ابھی کل کی بات ہے کہ کلکتہ کی عدالت خفیہ میں ایک یوریشین عورت نے ایک کابلی پر مداخلت بیجا کی فالش کی تھی، جو روپیہ مانگتے ہوئے اسکے مکان میں گھس آیا تھا۔ مقدمے کے چلنے سے معلوم ہوا کہ مدعیہ کی نانی نے ۲۴ روپیہ اس سے قرض لیا تھا، جسکا سود ادا کرتے ہوئے در نسلیں گذر گئیں۔ اصل رقم اب تک باقی ہے، اور ابھی سود کا سود بھی پورا ادا نہیں ہوا!

سب سے زیادہ عجیب بات روپیے کے دینے میں انکی دلیری اور کسی فیاض آدمی کی طرح بے عذری ہے۔ لین دین کا عدم اعتماد اور قانونی تحفظ معاملہ کی شرائط کا پورا نہ ہونا بھی معاملات قرض کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے، اور اسکی بدولت بہت سے لوگ قرض لینے سے بچ جاتے ہیں۔ مگر کابلیوں کیلئے یہ تمام چیزیں بے اثر ہیں۔ انسے معاملہ کرنے کیلئے صرف ایک ہی شرط کافی ہوتی ہے، یعنی انسے معاملہ کرنا اور روپیہ کی طلب۔ پھر خواہ کیسا ہی بے اعتبار اور مفکر الحال شخص طالب قرض ہو، لیکن انہیں ابداً انکار نہیں۔ اسلیئے کہ انہیں اپنے پوتوں کی قوت پر بھروسہ، اور سب سے زیادہ اپنی لاٹھی کی بے امان قہرمانیت اور ہمہ وقت مستعد قوتوں پر پورا اعتماد ہے۔ انکا قانون، انکی عدالت، انکا جج، سب کچھ وہی ایک سحرکار لاٹھی ہے۔ وہ بے خطر روپیہ دیدیتے ہیں، کیونکہ جانتے ہیں کہ انکا مقروض قرض لیتے وقت صرف انکے دھنہ ہاتھ سے روپیہ ہی نہیں لے رہا تھا، بلکہ بائیں ہاتھ کی جڈر و قہار لاٹھی کو بھی دیکھ رہا تھا!!

میں جہاں رہتا ہوں، اسکے قریب ہی چند غریب دھربیں کے گھر ہیں۔ کبھی ہفتہ اس سے خالی نہیں جاتا کہ اس بے امان گروہ کی قسارت، اور سود کے نتائج معززہ کا کوئی الم ناک نظارہ نہ دیکھتا ہوں۔ میں نے بارہا دیکھا ہے کہ عین دن کے وقت، کلکتہ جیسے عظیم الشان شہر کے یورپین کوارٹر میں، ایک قسی القلبہ

اولین اور قریب اسباب کی تلاش میں حکومت اور طرز حکومت کا سوال پیدا ہوتا ہے، اور اسکے بعد خود ملکی اور داخلی مفاسد کا۔ انہی میں سے ایک سبب اعظم اور ایک جرثومہ قاتل، سود کا بھی مسئلہ ہے، اور اسکے لیے کسی عذر و دلیل کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، کہ براہ راست اسکی جواب دہی اور تمام تر ذمہ داری قانون کے سرکیں نہر؟

گورنمنٹ اگر اس سے غفلت کر رہی ہے اور اپنی غفلت پر قانع ہے، تو اسکا کوئی شکوہ نہیں۔ ایک اسی پر کیا موقوف ہے۔ آج ملک کا قریہ حال ہے کہ:

ماجرا ہاست بان چشم فسوں ساز مرا  
لیکن پھر ستم یہ ہے کہ با ایں ہمہ حالات بینہ و قاطعہ، وہ ملک کی خوشحالی کی مدعی، اور اسکے اسباب افلاس کی سراغ رسانی کی بڑی خواہشمند بھی ہے۔

از حسن این چہ سوال ست کہ معشوق ترکست؟

این سخن را چہ جوابست، تو ہم میدانے!

خواجہ صاحب نے اپنی تقریر میں شرح و بسط کے ساتھ سود در سود کے حالات و نتائج پر نظر ڈالی ہے، اور آخر میں گورنمنٹ سے خواہش کرتے ہیں کہ قانون خراب غفلت سے کھڑک لے، اور اپنی ہوشیاری کے اصلی موقع پر آنکھیں بند نہ کرے۔ اس حالت کا علاج صرف یہی ایک ہے کہ قانوناً سود در سود کے سلسلہ لامتناہی اور اعضا مضعفہ کی غیر محدود افزایش کو محدود کر دیا جائے، اور بالعموم سود کی ایک ایسی شرح خاص مقرر کر دی جائے، جس سے زیادہ کے لین دین کرنے کا کسی کو اختیار نہ ہو، اور عدالت ڈگری دینے سے انکار کر دے۔

خواجہ صاحب کی اس خواہش میں یقیناً تمام ملک بالانفاق انکا ساتھ دیگا۔

انہوں نے ہندوستان میں سود کے ابتدائی قانون کا ذکر کر کے انگلستان کے قوانین کا ذکر کیا ہے، اور پھر ان حالات پر نظر ڈالی ہے، جنکی وجہ سے شرح سود کا غیر محدود ہونا ملک کو ایک دائمی طاعون سے زیادہ نقصان پہنچا رہا ہے۔ قانون میں آج اسکے لیے کوئی رک نہیں کہ ایک روپیہ سود در سود کے اصول پر، ایک عرصے کے بعد سو یا ہزار روپیہ کیوں نہ ہو جائے؟ اور اگر روزانہ نفاذ و راقعات پر نظر ڈالی جائے تو قتیلاًں خنجر ”اضعافاً مضاعفہ“ کا ہر شخص اپنے سامنے ایک وسیع قبرستان آباد پائے گا۔ خواجہ صاحب نے چند مقدمات کے طرف اشارہ کیا ہے، جنمیں چند روپیوں کے قرض کیلئے دس ہزار روپیہ کے سود در سود کی ڈگری دی گئی ہے، اور اگر تھوڑا سا وقت خاص اس مسئلے کے نظر الیمہ جمع کرنے پر صرف کیا جائے، تو صدھا مڈلین بحوالہ فیصلہ ہائے عدالت، گذشتہ چند سالوں کے اندر کی بیڈن کی جا سکتی ہیں۔

”شائلاک“ کا ایک نیا گھرانہ

عام مہاجروں اور یہود خصلت بنیوں کی ہندوستان میں کیا کمی تھی کہ ایک نئی مصیبت سیاح کابلیوں اور ولایتی پٹنوں کی پیدا ہو گئی ہے۔ یہ کابلیوں کا ایک بہت بڑا گروہ ہے، جو ہندوستان میں سید کی بے قاعدہ تجارت کرنے کیلئے آتا ہے، اور بڑے بڑے شہروں کے علاوہ تمام دیہات و قصبات میں پھیل جاتا ہے۔ روپیے کی ایک تھیلی انکے کمر میں ہوتی ہے، اور ایک خطرناک اور مقروض انگن لاٹھی ہاتھ میں۔ کم تنخواہ کے ملازمت پیشہ اشخاص، بے سرمایہ دکاندار، غریب اہل حرفہ و صناع، عام مزدور اور بیوہ عورتیں، اور وہ تمام جمعیۃ انسانیت کا مظلوم ترین طبقہ، جس کو اس سماں دنیا کے نیچے عیش و مراد





# مذہب علمیت

## مفردات جذبات

علم النفس کا ایک باب

### حظ و کرب (۱)

اثر: مسٹر عبد الماجد - بی - اے - ( لکھنؤ )

(۱)

تمہید

قانون ارتقاء کی سب سے زیادہ اہم دفعہ، انتخاب طبیعی و تزاہم غنی الحیات کا مسئلہ ہے۔ مد و جزر، خیر و شر، نور و ظلمت، جذب و دفع، ایجاب و سلب، کون و فساد، التیام و خرق، اجتماع و انتشار، این سب کی متضاد قوتیں ہر لحظہ و ہر آن اپنا عمل کرتی رہتی ہیں۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ کائنات نام ہی اسی تزاہم و کشاکش کا ہے، اور دنیا کی حقیقت اس سے زائد کچھ نہیں کہ وہ ایک استیج ہے، جس پر بقا و فنا کے متناقض الخواص پتلے ہر وقت ایکٹ کر رہے ہیں ! جسوقت تک کسی شے میں اجتماع، ایجاب، کون، اور التیام کے عناصر کا پلہ زبردست ہے، ہم کہتے ہیں کہ وہ شے زندہ ہے یا اسکی ہستی قائم ہے۔ اور جہاں اس میں انتشار، خرق، سلب، اور فساد کے عنصر نے غلبہ حاصل کیا، وہ شے ہماری اصطلاح میں فنا یا مردہ ہو جاتی ہے۔ پس کسی مخلوق کے زندہ رہنے کے معنی یہ ہیں کہ اپنے ماحول کے مقابلے میں اسکے اندر ایسی استعداد موجود ہے، جسکے باعث اسکے موثرات حیات افزا کا پلہ، بہ نسبت عوامل مہلکہ کے بہاری ہے۔ جس مخلوق میں یہ استعداد جتنی زیادہ ہوگی، اسی نسبت سے وہ بہتر، اور زیادہ مدت تک زندگی بسر کر سکیگی۔

یہ قانون، عالم موجودات کے ذرہ ذرہ پر محیط ہے، جسکی پابندی سے انسان مستثنیٰ نہیں۔ اگر اسے زندہ رہنا ہے، تو ضرور ہے کہ اس میں اُن تاثرات کا حصہ، جو حیات کو قائم رکھنے والے، اسکی قوتوں کو بڑھانے والے، اور جسم و نفس کو باہدگی پہنچانے والے ہیں، بہ نسبت ان تاثرات کے زیادہ ہو، جو اسکی قوت کو گھٹانے والے، اسے کمزور و ناتواں بنانے والے، اور اسے موت کے طرف لیجانے والے ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ جہاں تک اسکی سعی و انتخاب کو دخل ہے، وہ ہمیشہ اول الذکر نوعیت کے مقابلہ میں آخر الذکر نوعیت کے تاثرات کو اختیار کرے۔

احساس حظ و کرب

لیکن سوال یہ ہے کہ انسان کے پاس ان عوامل متفادہ میں امتیاز کرنے کا ذریعہ کیا ہے؟ دیا ہے، جسکی بنا پر وہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ فلاں افعال اسکے بقائے حیات کے حق میں مفید ہونگے، اور

(۱) یہ دراصل ایک مستقل کتاب کا ایک ٹرہ ہے، جو جناب ماسلہ نگار خبیر

پبلک لکچر رچ میں (الملاح)

فلاں مضر؟ اگر کہیے کہ تجربہ و آزمائش، تو اس جواب کا نا کافی ہونا ظاہر ہے۔ اسلیے کہ قبل اسکے کہ انسان عوامل مہلکہ کے تجارب سے فائدہ اٹھا کر آئندہ اُن سے معترز رہنے کے قابل ہو، درازان تجربہ ہی میں اسکا کلم تمام ہو جایگا۔ اسلیے فطرت نے خود نفس انسانی میں ایک ایسی قوت ودیعت کر رکھی ہے، جسکے باعث وہ فی الفور مضر کو مفید سے، اور زہر ہلاہل کو آب حیات سے تمیز کر سکتا ہے، اور یہ وہ شے ہے جسے ہم حیات نفسی میں (احساس حظ و کرب) سے تعبیر کرتے ہیں۔

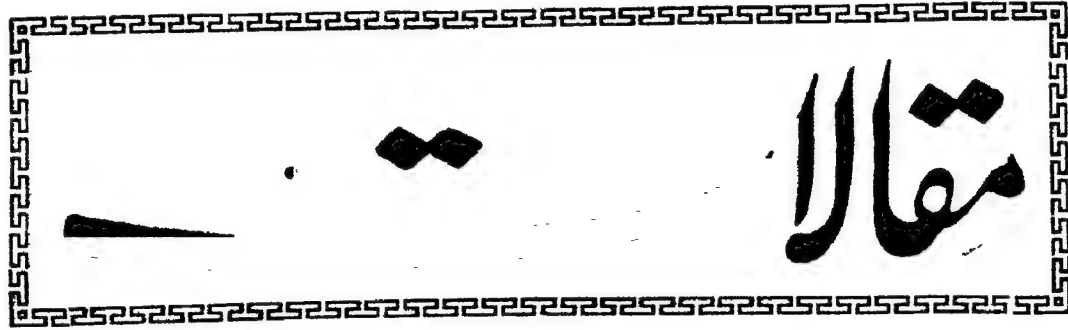
مزید توضیح

یعنی جو اشیاء ہمیں خوش ذائقہ معلوم ہوتی ہیں، جتنی چیزیں خوشبودار ہوتی ہیں، جن آوازوں کا سننا خوشگوار معلوم ہوتا ہے، جن نظاروں کا دیکھنا مرغوب ہوتا ہے، جن چیزوں کے مس کرنے میں لذت محسوس ہوتی ہے، غرض کہ جو چیزیں کسی حیثیت سے بھی ہم میں لذت، مسرت، انبساط، حظ کا احساس پیدا کرتی ہیں، وہ علی العموم وہی ہوتی ہیں، جو ہمارے قیام حیات کے حق میں مفید ہوتی ہیں۔ اسی طرح جو ماحولات و مشروبات ہمیں بد ذائقہ معلوم ہوتے ہیں، جو آوازیں کرخت ہوتی ہیں، جن چیزوں میں بو آتی ہے، جن نظاروں سے آنکھ میں خستگی یا خیرگی محسوس ہوتی ہے، جن اجسام کو مس کرنا ناگوار گذرتا ہے، غرض جن چیزوں سے ہم میں کسی حیثیت سے بھی درد، کرب، اذیت اور انقباض کا احساس پیدا ہوتا ہے، وہ وہی چیزیں ہوتی ہیں، جو صحت انسانی کو نقصان پہنچانے والی اور انسان کے لیے مودی الی الفنا ہوتی ہیں۔ اور چونکہ یہ بھی انسان کی جبلت میں داخل ہے کہ وہ ہمیشہ انہیں افعال کو اختیار کرتا ہے، جن سے اسے حظ حاصل ہوتا ہے، یا حصول حظ کی توقع رہتی ہے، اسلیے فطرت نے ہم میں (احساس حظ و کرب) ودیعت کر کے ہمیں ایک ایسے قبل اعتماد و دلیل راہ کی سیدگی میں دیدیا ہے، جو قدم قدم پر ہمیں مضرت کی راہ سے خبردار، اور منفعت کی راہ کی طرف مستعد کرتا رہتا ہے، اور جسکی رہبری میں ہم بے خوف و خطر، نہایت کامیابی و کامرانی کے ساتھ منازل حیات طے کر سکتے ہیں۔

قانون توارث

لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مختلف چیزوں کے احساسات ہمارے نفس میں ہمیشہ سے از خود ایک معین رضع پر قیام ہیں، بلکہ ان احساسات کا مبداء اصلی دراصل تجربہ ہے، ثورہ تجربہ، تجربہ افراد نہیں، بلکہ تجربہ متوارث ہے، اور اس مسئلہ کا حل قانون توارث میں ملتا ہے۔

قانون توارث کا منشایہ ہے کہ خصائص جسمانی کی طرح، اسلاف نے خصائص ذہنی بھی اختلاف میں وراثتہ مبدل ہوتے ہیں، اور جن خصائص کو چند پشتیں، علی الاتصال، اختیار یا ترک کرتی رہتی ہیں، وہ آگے چلکر نئی نسل کے افراد میں یا تو مستقل طور پر جت پکڑ جاتی ہیں، یا اُن سے بالکل فنا ہو جاتی ہیں۔



## وَتَائِقُ وَحَقَائِقُ

### فتائب و عبر

قال موسى لقومه: استعينوا بالله واصبروا، لن الأرض لله، يورثها من يشاء من عباده، والعاقبة للمتقين - قالوا: أؤذينا من قبل ان تاتينا من بعد ما جئتنا، قال: عسى أن يهلك عدوكم ويستخلفكم في الأرض فينظر كيف تعملون (۱۱۴: ۷)

موسی نے اپنی قوم سے کہا: ”اللہ سے مدد مانگو اور صبر کیے رہو، ملک تو سب اللہ ہی کا ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اُس کا وارث بنا دیتا ہے، اور حسن انجام پڑھیزگاروں ہی کے لیے ہے“ وہ لگے کہنے کہ ”تمہارے آنے سے پہلے اور تمہارے آنے کے بعد بھی ہم تو اذیت ہی اٹھاتے رہے“ موسیٰ نے کہا ”اب وہ وقت قریب آ رہا ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے، اور تم کو اُنکا قائم مقام بنا دے، پھر دیکھو کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔“

دنیا میں ہمیشہ ناکامیوں نے کامیابی کی بنیادیں محکم کی ہیں۔ جس قدر بندشیں بڑھتی گئیں، جتنا استبداد زیادہ ہوا، جیسے جیسے مظالم ترقی کرتے گئے، اُسی تناسب سے حوصلہ بھی بڑھتا گیا، اور ہمت نے بھی پر پر راز نکالے۔ شیر کو چوٹ لگتی ہے، زخم کھاتا ہے، معرچہ ہو جاتا ہے، مگر در ماندہ ہو کر ہمت نہیں ہار دیتا۔ جوش انتقام میں دوڑتا پھرتا ہے، اور جب تک اپنی ابتدائی ناکامی کو انتہائی کامیابی کی صورت میں تبدیل نہیں کر لیتا، خاموش نہیں ہوتا۔

غاز (گیس) کو شیشے میں بند کر دیتے ہیں، دبا لے ہیں، مگر وہ دباؤ کو نہیں مانتی اور بھرت بھرتی ہے۔ درخت کی شاخیں قلم کرتے ہیں، کاٹتے ہیں، بے برگ و بار کر دیتے ہیں، لیکن بہار آتے ہی اُس میں آرزو نمودار ہوتا ہے، پھلتا ہے، پھولتا ہے، ہرا ہرا ہو جاتا ہے!! سمندر کو مطیع بنانے کی کیا کیا کوششیں کی جاتی ہیں؟ اُس نے پشت پر جہاز چلاتے ہیں، چڑھتے ہیں، سینہ چیر دالتے ہیں، بحری تار کا جال بچھا کر اُسکے قلب میں شگاف کر دیتے ہیں، لیکن وہ خبر بھی نہیں ہوتا۔ آخر جب شدائد بہت بڑھتے ہیں، نا قابل برداشت ہو جاتے ہیں، تو وہ دفعۃً کر روت لیتا ہے، ہیجان عین آتا ہے، ”وَرَّ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ الْحَلِيْمِ“ کا ایک معمولی طوفان، ساری بندشوں کی دھجیاں بکھیر دیتا ہے!!

یہی حال قوموں کے ہبوط و صعود، ترقی و تنزل، حرکت و سکون، اور موت و حیات کا بھی ہے۔ قومیں گرتی ہیں، اس لیے کہ اُبھریں۔ سرتی ہیں، اس لیے کہ پھر جاگیں۔ پیچھے ہٹتی ہیں، اس لیے کہ آگے بڑھیں۔

مصائب کے تنوع نے بے شبہ ہماری موجودہ حالت خراب کر رکھی ہے، خستہ کر رکھی ہے، مگر جراحت کو نا قابل اندمال کیوں فرض کیے لیتے ہو؟ دنیا تو اسی کا نام ہے کہ مصائب و مشکلات پیش آئیں، زندگی تلخ ہو جائے، اذیتوں کا طوفان اُمتد پڑے، اس تلاطم میں انسان ہر ایک زحمت کے مقابلہ کو اڑتھ کھڑا ہو، اُس کی کوششیں بار بار نا کام ثابت ہوں، قدم قدم پر ٹھہریں لگیں، چلے اور گر پڑے، لیکن پھر سنبھلے اور سب کچھ سنبھال لے۔

يعقوب بن ليث ایک تہتیرا تھا۔ اُس نے جب دکان بڑھائی ہے، اور دوستوں سے حصول عظمت و عزت کے تذکرے کیے ہیں، تو لوگ اُس کے باتوں پر ہنستے تھے:

نہ سوچا بھی میسر ہوا بچھانے کو  
ہمیشہ خواب ہی دیکھا کیے چہر کھت کا  
وہ اس طعن و تشنیع کا چند مختصر لفظوں میں جواب دے دیا کرتا تھا:

”میرے پاس مال نہیں ہے، دولت نہیں ہے، اعوان و انصار نہیں ہیں، ملک گیری و ملک رانی میں سابقہ معرفت حاصل نہیں، مگر کیا میرے پاس وہ دل بھی نہیں ہے جس نے ایک خراسانی کافر کو (ابو مسلم) بنا دیا تھا؟“

دمشق کا جب تخت اُٹھا، اور بنی امیہ کے جاہ و جلال نے آل عباس کیلئے جگہ خالی کی، تو اس انقلاب کا علم بردار (ابو مسلم) نامی ایک نور مسلم خراسانی تھا۔ یعقوب بن لیث کا اشارہ اسی طرف تھا کہ اگر ایک نور مسلم ایک عظیم الشان حکومت کو خاک میں ملا سکتا ہے، اور ایک نئی حکومت کی بنیاد رکھ سکتا ہے، تو پھر ہر انسان کیلئے جو ہمت و عزم رکھتا ہو، یہ کیوں نا ممکن ہے؟

یہ عزم راسخ، یہ ہمت بلند، یہ جلالت آفریں حوصلے، ایک ایسے شخص کے تھے، جس کے حصے میں دنیا اور اُس کی نعمتوں سے کوئی نمایش و نموداری کی بات نہیں آئی تھی، مگر یہ حساس دل تھا، یہ اللہ اکبر کی صدائیں تھیں، یہ ”ليستخلفنهم في الارض“ (قابلیت و صلاحیت رکھنے والے ایمانداروں کو زمین پر خدا اپنا جانشین بذاتیگا) کے وعدے پر یقین رکھنے والے جذبات تھے، کہ اُن کی بکرت سے بالآخر ایک مجہول و بے حیثیت تہتیرا ایران کا بادشاہ ہو گیا، اور خلیفۂ روم زمین کی عظمت اور سپہ و سلطنت بھی اُس کا کچھہ بگاڑ نہ سکی۔ تاریخ ایران یعقوب بن لیث کی داستان عظمت و جلال آج تک سنا رہی ہے!!

ذلک بان اللہ مولیٰ یہ اس لیے ہوا کہ حقیقت میں ایمانداروں الذین امنوا، وان کا مالک اور کار ساز خدا ہے، اور جو الکافرین لا مولیٰ لهم خدا کی قدرت کے منکر ہیں، اُن کا کوئی بھی مالک اور کار ساز نہیں۔ (۱۰: ۴۷)

آجکل کا سنہ ۱۹۱۳ ع، سنہ ۱۱۲۳ ع کے اندلس سے گیا گزرا نہیں ہے، جہاں مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ ہو چلا تھا، مسجدوں میں

خواہ کیفی خواہ کمی حیثیت سے اختلال ہوا، حیات انسانی میں بھی انحطاط اور اسلیے نفس میں بھی انقباض پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بعض اکابر علماء نفس نے اسی کلیہ کو اختیار کیا ہے۔ ورزش بالکل نہ کرنا، یا غیر معتدل طور پر کرنا، دونوں صورتوں میں ایک ناخوشگوار اور انقباضی کیفیت کا احساس ہوتا ہے، ہر خلاف اسکے معتدل ورزش کرنے سے طبیعت کو فرحت حاصل ہوتی ہے۔ ایک موسیقی دلوں کی خوش الحانی تھرتی دیر تک لطف دیتی ہے، لیکن اگر دیر تک رہے تو گراں گزرنے لگتی ہے۔ احباب کا لطف صحبت تھرتی دیر کے لیے ہوتا ہے، لیکن اسکے بعد طبیعت اکتا جاتی ہے۔ ریل اگر اپنی معمولی رفتار سے چل رہی ہو، تو ہم خوشی کے ساتھ دریچوں سے باہر جھانکتے ہیں، لیکن اگر وہی فاصلہ ایک نہایت سست رفتار بیل گاڑی، یا نہایت سریع السیر برقی معین کے ذریعے طے کرنا پڑے، تو دونوں صورتیں ہمیں ناگوار ہونگی۔ اسلیے کہ پہلی صورت میں اعصاب بصری کے سامنے ایک ہی منظر، حد سے زیادہ دیر تک رہیگا، جس سے انسان اکتا جایگا، اور دوسری صورت میں تمام اشیاء اس سرعت کے ساتھ آنکھ کے سامنے یکے بعد دیگرے آتی جائیگی، کہ کسی شے پر نظر نہ جم سکیگی، اور انسان پریشان ہو جایگا۔

ہوا جب تک سبک و لطیف ہے، خوشگوار معلوم ہوتی ہے، مگر وہی ہوا تند ہو کر، آندھی کی شکل میں کس قدر تکلیف دہ ہو جاتی ہے؟ روشنی، جسوقت تک ہلکی ہے، لطف دیتی ہے، لیکن تیز ہو کر وہی روشنی تڑپ کھلاتی ہے، اور آنکھوں میں خیرگی پیدا کر دیتی ہے۔ آواز میں دلکشی و نرمی اسی وقت تک ہے، جب تک وہ ایک حد خاص سے بلند نہیں ہونے پاتی، لیکن تیز ہوتے ہی ایک تکلیف دہ شور و غوغا کی صورت اختیار کرے، کان کو کس قدر ناگوار معلوم ہونے لگتی ہے؟ یہ تمام تمثیلات شواہد ہیں اس دعوے کے، کہ ایک ہی شے، جب تک کہ اعصاب کو ایک حد معین و طرز خاص تک مقام کرتی رہتی ہے، خوشگوار و انبساط بخش رہتی ہے، اور جب اپنے حدود سے متجاوز ہو کر اعصاب کو متاثر کرنے لگتی ہے تو ناگوار اور باعث انقباض ہو جاتی ہے۔

#### ایک ضروری نکتہ

احساس کی بحث میں یہ نکتہ غالباً سب سے زیادہ اہم ہے کہ قوت ارادی اپنی فعلیت میں سرتا سر احساسات کے تابع اور محکوم ہوتی ہے۔ یعنی انسان، اپنے قصد و ارادہ سے انہی افعال کو اختیار کرتا ہے، جن سے اسے براہ راست انبساط حاصل ہوتا ہے، یا حصول انبساط کی توقع رہتی ہے (۱) اور جن افعال سے اجتناب کرتا ہے، وہ بھی ہیں، جو اسکے لیے، موجب انقباض ہوتے ہیں۔ یہ فطرت انسانی کا ایک عالمگیر قانون ہے۔ اس سے انسان کا کوئی فعل ارادی مستثنیٰ نہیں۔ رند و ارباش، عالم و فاضل، زاہد و صوفی، سب اس حیثیت سے مساوی ہیں۔ فق صرف یہ ہے کہ کسی کو جام و مینا میں حظ و لطف آتا ہے، کسی کو مطالعہ کتب و انہماک علمی میں، اور پھر کسی کو حور و قصور کے تصور میں۔ بڑا سے بڑا مرتاض زاہد، جس نے جسم کو ہر طرح کی اذیت و تکلیف کا خوگر بنا رکھا ہے، اور بڑا سے بڑا مشقت پسند عالم، جو اغراق کتب بینی و استہلاک غرور فکر سے بالکل نجف و زار ہو گیا ہے، دلوں کو اگر تگلو، تو معلوم ہوگا کہ ان سب لوگوں کو انہی مشاغل و ریاضات میں حظ حاصل ہوتا ہے، اور ویسا ہی حظ، جیسا کہ علم افراد کو پر تکلف لباس اور لذیذ مآنولات و عشریات میں (لہا بقیۃ)

اور اسی بنا پر، ان افعال سے ایک فزوی اذیت، لیکن اسکے بعد ایک دیر پا لذت محسوس ہوتی ہے۔ مثلاً فرض کرو کہ کسی شخص کا ایک دانت ہلنے لگا ہے، اور ڈاکٹر کو اسے مجبوراً اکھاڑنا پڑا ہے۔ غور کرو کہ ایسی حالت میں اس شخص کی مضرت و منفعت، دونوں کے سامان ایک ہی فعل کے ذریعہ انجام پا رہے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ مضرت ہنگامی ہے، اور منفعت مستقل: یعنی ایک طرف تو اسکا ایک عزیز عضو، ایک جزر جسم، اس سے علیحدہ کیا جا رہا ہے۔ اور دوسری طرف اسکی ایک اذیت، ایک تکلیف کا بھی ازالہ کیا جا رہا ہے، پس ضرور ہے کہ اسے اول الذکر نقطہ خیال سے تکلیف، اور آخر الذکر حیثیت سے راحت محسوس ہو۔ چنانچہ دانت اکھاڑتے (اور اسی نوعیت کے تمام اعمال جراحی کے) وقت، ایک ہنگامی تکلیف، مگر اسکے بعد ایک مستقل راحت سے لذت یاب ہونا، اسی تناقض عملی اور تناقض اثری کا نتیجہ ہے۔

#### الام و لذات محض اضافی ہیں

ہمارے آلام و لذات، جیسا کہ ہر شخص کو نظر آتا ہے، دنیا کی تمام اشیاء کی طرح اضافی و اعتباری ہوتے ہیں۔ ایک شے ایک شخص کے لیے موجب راحت ہے، مگر دوسرے کے لیے باعث کلفت۔ یا خود اسی شخص کے لیے ایک ہی شے مختلف حالات و واقعات کے درمیان، مختلف احساسات رکھتی ہے۔ اس تغیر احساسات کی وجہ صاف ظاہر ہے، یعنی وہی افراد کی جلب مضرت و منفعت کی قابلیت۔ اور چونکہ اس استعداد، اس قابلیت میں ہر وقت تغیر ہوا کرتا ہے، اسلیے (حظ و کرب) کے احساسات میں تغیر ہوتے رہنا بھی لازمی ہے۔ وہی غذا جو بھوک کے وقت نہایت خوشگوار معلوم ہوتی تھی، شکم سیری کی حالت میں ہمارے لیے کوئی رغبت نہیں رکھتی۔ اس کا سبب صرف یہ ہے کہ پہلی صورت میں وہ محد حیات تھی، اور اب برخلاف اسکے مضرت بخش ہو گئی ہے۔

#### ایک اعتراض

رہی یہ بات کہ بعض ذرائع ہیں، (مثلاً کونین) جو مفید ہونے کے ساتھ ہی سخت بد ذائقہ بھی ہوتی ہیں، تو اسکا جواب یہ ہے، کہ انکا بد ذائقہ ہونا، نظریۂ بالا کے عین مطابق ہے، اسلیے کہ وہ فی نفسہ نہایت مضر صحت ہوتی ہیں، اور ہمیں ان سے شفا جو حاصل ہوتی ہے، تو صرف اس لیے کہ وہ اپنے سمی اجزا سے، امراض کے پیدا کردہ زہر کا تور کر دیتی ہیں، اور اس طرح گو آخر کار انسان کو شفا حاصل ہو جاتی ہے، لیکن اس سے ان ادویہ کی فطرۃ سم آلودہ بدل نہیں سکتی۔

#### خلاصہ بحث

صفحات بالا میں نظریۂ احساس کی جو تشریح کی گئی، اسکا خلاصہ یہ نکلا کہ افادہ و انبساط، اور مضرت و انقباض مرادف الفاظ ہیں۔ لیکن ”افادہ“ و ”مضرت“ میں پھر بھی ابہام ہے۔ عام وظائف الاعضاء کی مدد سے یہ پتہ بھی آتا ہے، اور صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ افراد کا افادہ و نقصان دراصل نام ہے علی الترتیب انکے اعصاب جسم کے معتدل و راجب، اور معتدل و راجب عمل کا۔

پس اب نظریۂ بالا کو ان الفاظ میں نہد سکتے ہیں:

”اعصاب جسوقت تک ایک حد معین اور طرز مناسب کے ساتھ کام کرتے ہیں، حیات انسانی کو تقویت، اور اسلیے نفس کو انبساط حاصل ہوتا ہے۔ اور جہاں انکی فعلیت میں



بمبئی نے احمد آباد گجرات میں بھی ایک سرکاری یونیورسٹی قائم کرنے کی راے دی تھی - اس کے مقابلے میں ارض شام کی حالت دیکھیے، جہاں ایک یونیورسٹی بھی نہیں - گورنمنٹ کی طرف سے کوئی کالج بھی قائم نہیں ہے - صرف گورنمنٹ اسکول ہیں یا بیرونی میں مبشرین امریکہ کا ایک بہت ہی مختصر کالج ہے جو اپنا آپ ہی امتحان لیتا ہے، اور سند دیتا ہے -

تادم تعلیم کا نظام اتنا سودمند ہے، نشو و ارتقاء دماغ پر اس قدر زور دیا جاتا ہے، اظہار مواہب فطریہ کے محرکات اس درجہ بڑھے ہوئے ہیں، کہ وہی معمولی تعلیم ان میں مصنفین و مخترعین پیدا کر سکتی ہے، مگر ہماری غیر معمولی تعلیم ایجاد و اختراع کے سمجھنے اور عوام و فنون کا صحیح مطالعہ کرنے میں بھی مدد نہیں دے سکتی !



عبد اللہ افندی البستانی ارض شام کے ایک مشہور بزرگ ہیں، جن کو تعلیمی حیثیت سے یونیورسٹی کی کوئی ڈگری حاصل نہیں - حال میں انہوں نے ایک نئی چیز دریافت کی ہے جس کا غلغلہ دمشق و بیروت سے نکل کر، یورپ تک پہنچ گیا ہے -

تذاکر کے نقصانات اس قدر عام اور وسیع ہیں کہ ان مضرتوں کا تذکرہ اب ایک طرح کا اعلام معلوم ہو گیا ہے - علماء حفظ، صحت اس کے ضرر پر رسالے لکھ چکے ہیں، بڑی بڑی انجمنیں اس کی عادت چھڑانے کے لیے قائم ہیں، اور حکومتوں کے اس کے لیے قوانین نافذ کیے ہیں، تاہم جو شے ایک صدی سے جزو زندگی ہو گئی ہے، اس کا ترک بہت مشکل ہے -

عبد اللہ بستانی کو فلسفۂ اجتماع کی اس حقیقت کا علم تھا کہ جس طرف پبلک کا عام رجحان ہو اور یہ رجحان پختہ ہو چکا ہو، اس کی فوری بندش کی کوششیں ہمیشہ ناکام رہتی ہیں - اصلاح البتہ ممکن ہے اور وہ بھی تدریجی رفتار سے مقبول ہو سکتی ہے - تذاکر میں مضرت کی جو خاص چیز ہے وہ ایک قسم کا زہریلا مادہ ہے جو استعمال کرنے والوں کے اعضاء و ریسے پر بہت برا اثر ڈالتا ہے - اس مادہ کا علمی نام ”نیکوٹین“ ہے، اور وہی ان مضرتوں کا باعث ہے - بستانی کی اختراعی قابلیت نے ایک ایسی چیز نکالی ہے کہ تذاکر کے مزے اور ذائقہ دونوں میں فرق بھی نہیں آنے پاتا، اور یہ مادہ بھی اس سے نکل جاتا ہے - مصر کے سنیٹری کمشنر (افسر محکمہ حفظان صحت) ڈاکٹر بیٹرس نے اس اکتشاف کی نہایت کامیاب تصدیق کی ہے -

ایجاد کی عملی تصدیق یوں ہوئی کہ ایک سرخروگرشوں کے خورن میں مادہ (نیکوٹین) پھکاری کے ذریعہ پہنچایا گیا - ہنوز پورے بیس منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ سب کے سب مر گئے - پھر اس مادے سے الگ کیے ہوئے تذاکر کے جوہر سے دوسرے سرخروگرشوں پر یہی عمل کیا گیا، مگر وہ بالکل زندہ رہے، اور ان کی طبعی حالت میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا -

فاضل مکتشف نے پچھلے مہینے میں اس اکتشاف کے متعلق مصر میں ایک لکچر بھی دیا تھا، اور اس کیفیت کا تجربہ دکھلا دیا تھا، چنانچہ علمی دنیا کے مختلف حصوں سے انہیں ہرجس مبارکباد دی گئی ہے -

کیا ہندوستان میں بھی وہ دن آلیگا کہ تعالیم کا صحیح معیار اور درست انتظام قائم ہو، اور تعلیمی نتائج بہترین علمی اکتشاف و اختراع کی صورت میں ظاہر ہوا کریں؟

پچھلی مئی میں واشنگٹن کے ایک مدرسہ ثانویہ (سیکنڈری اسکول) میں طلبہ کا امتحان تھا - جوابات کیلئے ایک یہ شرط بھی لگادی گئی تھی کہ جواب کی کاپیوں پر خاتمۂ مسائل کے بعد جہاں نام لکھے جاتے ہیں، وہاں ہر ایک متعلم یہ بھی لکھے کہ تکمیل تعلیم کے بعد وہ کیا کرنا چاہتا ہے؟ طلبہ کا شمار قہاالی سوتھا - ان میں بجز دس لڑکوں کے، جنہوں نے تعلیم کے ذریعہ قوم کو فائدہ پہنچانے کے لیے سرشتۂ تعلیم کی ملازمت پسند کی تھی، اور سب نے آزاد کاروباری زندگی کی جانب رغبت ظاہر کی - اور سرکاری ملازمت کو پسند کرنے والا کوئی نہ نکلا - طالباء میں ایک غریب گھرانے کی نوخیز لڑکی بھی تھی - اس نے اپنے نام کے ساتھ لکھا تھا: ”میں امریکہ کی پریسیڈنٹ (رئیس الجمہور) بننا چاہتی ہوں“ غریب لڑکی کو معلوم تھا کہ اس کی حالت خستہ ہے، خراب ہے، بے بس ہے، بے کس ہے، عورتوں کو رئیس الجمہور بننے کا حق بھی حاصل نہیں، لیکن حقیقی معیار تعلیم نے اس کے خیالات بلند کر رکھے تھے، اور اس کو یقین تھا کہ مدعاے تعلیم یہی ہے کہ گرے ہوئے دل و دماغ ہمیشہ گرے ہی نہ رہیں بلکہ ان کو ابھرنے اور عزت کی سب سے اونچی سطح تک پہنچانے کا موقع مل سکے -

تعلیمی روشنی کا نفاذ شعاعی (فوکس) ایک طرف تو یہ ہے، اور دوسری جانب یہ ہے کہ پھر، پڑھ کر گریجویٹ بنو، لیکن صرف اس لیے کہ تمہارے لیے چاکری کی کوئی سبیل نکل سکے - تم اپنی شادی زندگی اسی غلامی میں بسر کردو، اور اسی کو حاصل ایام سمجھو :

ماہمہ بندہ و ابن قوم خداوندانند !!

فاعتبروا یا اولی الابصار !!



کچھ اوپر سر برس ہوئے، ہندوستان میں انگریزی حکومت آئی، اور جدید علم و فن کو اپنے ساتھ لائی - اسکول بنائے، کالج قائم کیے، تربیت گاہ (ہوسٹل) و اقامت گاہ (بورڈنگ ہاؤس) کی بنیاد ڈالی، وظیفے دیے، ملازمتوں کا دروازہ کھولا، سرشتۂ تعلیم کی رسی دراز کی - یہ سب کچھ ہوا، لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ تعلیم کا نظام اور اس کا طرز و طریق ہی ایسا ناقص تھا کہ تعلیم یافتہ گرہ نہ ذہنیات ہی میں ترقی کر سکا، نہ دماغ ہی آراستہ ہوئے، نہ عملی طریق پر ملک کی ثروت بڑھانے کی ضرورت محسوس ہوئی، اور نہ ایجاد و اختراع ہی کی جانب توجہ پیدا ہوئی - اس تمام تعلیمی آگ و دراز غوغاے علم کا نتیجہ صرف اسی قدر نکلا کہ سرکاری دفاتروں میں معرری و نظامت کے لیے کم معاوضہ پر فرنگی کارکن نہیں مل سکتے تھے، ہندوستانیوں کو انگریزی میں بہرہ نہ تھا، انگریزی افسر ہندوستانی معرروں کے حاجتمند بھی تھے، اور ان کے ہاتھوں زحمت بھی اٹھاتے تھے - پس سرکاری یونیورسٹیوں نے یہ زحمت رفع کر دی - کلرکی کے لیے اس تعلیمی ترقی کے دور میں ہر قسم کے ہندوستانی گریجویٹ ملنے لگے، جن کی زندگی کا ماحصل یہی ہوتا ہے کہ کما لیں، کھا لیں، اور گورنمنٹ کی غلامی میں عمریں گذاردیں !!

خلاص حافظ ازان زلف تابدار مباد



یہ حالت تو ہندوستان کی ہے، جہاں ایک نہیں پانچ سرکاری یونیورسٹیاں پلے سے موجود ہیں، اب ایک اور نئی یونیورسٹی ڈھاکے میں قائم ہونے والی ہے، اور پچھلے دنوں سر جارج کلارک گورنر

حالت کو دیکھیے، کیا ہماری غفلت و بے حسی اُس عہد کی سرمستی سے بڑھی چڑھی نہیں ہے؟

ہندوستان میں ہیں تو ہندوستان سے باہر نہ جائیے۔ یہیں کا ماضی و حال سلف و خاف کے موازنے کیلئے کافی ہے۔ ایک عہد تو رہا تھا کہ (خان دوران) کرعین معرکہ جنگ میں نماز پڑھتے ہوئے گولی لگتی ہے، وہ شہید ہو جاتا ہے، سپاہی بد دل ہو جاتے ہیں، لشکر میں تفرقہ پڑ جاتا ہے، اسی عالم میں معین الملک (میر منو) آتھتا ہے، مرحوم سپہ سالار کی لاش کو آگے رکھ لیتا ہے، اور اس شدت سے حملہ کرتا ہے کہ احمد شاہ ابدالی جیسے نبرد آزما کو ”دست ستیز“ پر ”پاے گریز“ کو ترجیح دینی پڑتی ہے۔ دشمنوں سے میدان خالی ہو جاتا ہے، اور وہی فوج جو ایک گھنٹہ قبل سراسیمہ ہو کر بھاگنے پر تلی بیٹھی تھی، اپنے احساس کے بیدار ہوتے ہی حریفوں کو بھاگ کر دم لیتی ہے۔

اب اُسی قوم کی یہ حالت ہے کہ مدنیۃ فرنگ اُس پریکسر مسلط ہو چکی ہے، دین و دولت لے چکی ہے، علم و فضل لے چکی ہے، تہذیب و تمدن لے چکی ہے، اُس کے تمام موارد حیات کو فنا کر چکی ہے، اور اب اُس کے بقیہ انفاس حیات کو نیست و نابود کر دینے پر آمادہ ہے۔ مذہب کی لاش آگے پڑی ہوئی ہے، اور وہ اسے چہرے کر پیچھے بھاگے جا رہے ہیں۔

راضیۃ الناس والدین العذیف وما  
تلقاه من حادثات الدهر اجواد  
هتک و قتل و احداث یشیب بها  
راس الریبد و تعذیب و اصفاد

ہاے، یہ لوگوں کی تباہ کاری، یہ مذہب مقدس کا ضائع ہونا، یہ حوادث زمانہ سے شرفا کا ابتلا میں گرفتار ہو جانا!! عصمت کی پردہ دری ہو رہی ہے، جذبات کا قتل عام ہے، حوادث ایسے پیش آ رہے ہیں کہ بچوں کے بال سفید ہو جائیں، طرح طرح کے عذاب ہیں اور گرفتاریاں وقوع میں آ رہی ہیں!!

وقت آ گیا ہے کہ ان حالات پر ہم غور کریں، ان معاملات کو پیش نظر رکھیں، ان مقدمات و نتائج سے اثر پذیر ہوں، اور اُس دیرینہ روش کو، جو فرسودہ ہو چکی ہے، جو ہمیشہ بے سود ثابت ہوا کی ہے، جس نے قوم کو رولۃ حیات سے محروم کر رکھا ہے، ترک کر کے اس نئی راہی میں قدم رکھیں، جس کا خدا نے ہم سے وعدہ کیا ہے، اور پھر اُس پیغام آسمانی کو یاد رکھیں جو خدا نے مقدس کو سینا پر مرسى (علیہ السلام) کی زبانی بنی اسرائیل کو دیا تھا:

”دیکھو! میں آج کے دن تمہارے آگے برکت، و لعنت دونوں کو رکھ دیتا ہوں۔ برکت، جب کہ تم اپنے خدا کے احکام کو، جن کا میں آج تم کو حکم دیتا ہوں، مانو۔ اور لعنت، جب کہ تم اپنے خدا کی فرماں برداری نہ کرو، اور اُس راہ سے پھرے، جس کی بابت میں آج تم کو حکم دیتا ہوں۔“

پرانے معبودوں کی، جنہیں تم نے نہیں جانا، پیروی کرو۔“ جب تیرا خدا تجھے کو اُس سرزمین میں جہاں تو جاتا ہے کہ اُس کا وارث بنے، داخل کرے گا تو اُس برکت کو تو جرسم کی پڑھی پڑے، اور اُس لعنت کو جبل ایبال پہ سے سذلیگا ..... تم اورن پار جاؤ ہو کہ اُس سرزمین کے، جو تمہارا خدا تمہیں دیتا ہے، وارث ہو۔ تم اُس کے وارث ہو گے اور اُس میں بسر کرے، لہذا تم اُن تمام حقوق و احکام کی معافیت کرو، جنہیں میں آج تمہارے سامنے رکھتا ہوں، اور اُن پر عمل کرو (استثنا - ۱۱: ۲۶ - ۳۳)

ہر اب پرنگالی کے در چلتے تھے، تماشا گاہوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی تمثیل (ایکت) ہوتی تھی۔ الفانسو ہفتم نے ملک ہی سے نہیں، آزادی و عزت سے بھی مسلمانوں کو بے دخل کر رکھا تھا۔ اس معشر آفات میں پرانے مذاق اور پرانے خیال کا ایک فقیر منہس مولوی آتھتا ہے، جس کے پاس بجز ایمان اور عمل صالح کے اور کوئی ساز و سامان نہیں ہوتا۔ یہ شخص (محمد بن عبد اللہ) مشرق سے روشنی لیکر مغرب میں اکیلا آتا ہے، اور اکیلے ایک خدا کی جانب بندوں کو بلاتا ہے، اور اتباع قرآن و احیاء سنت رسول کی دعوت دیتا ہے۔ اس دعوت میں صرف اُس کا ایک شاگرد (عبد المومن) ساتھ ہے، لیکن صداقت کو بہت سے ساتھیوں کی ضرورت نہیں پڑا کرتی۔ اُس کی تنہا کوششیں حکومت میں انقلاب پیدا کر دیتی ہیں، اور سنہ ۱۱۴۷ - سے سنہ ۱۱۹۷ - تک کی قلیل مدت میں، انداس کی تالیث پر ہر بارہ توحید غالب اگر زمین کو آسمان کے اس مقدس پیغام کا مفہوم سمجھا دیتی ہے: خالقمنا من الذین احرموا جن لوگوں نے جرم کیسے کیے ہم نے دکن حقا علینا نصر اُن سے انتقام لیا، اور ہم پر حق تھا المومنین (۳۰: ۴۰) کہ ایمان داروں کی مدد کریں۔

یہ انتقام و نصرت کچھ اُسی زمانہ سے مخصوص نہیں، اور وہ قدرت کاملہ کے وعد و وعید میں کسی عہد کی تخصیص ہوا کرتی ہے۔ ایمان کی خصوصیت اگر اب بھی ہمارے افعال سے نمایاں ہو، اور قانون الہی کی اس دفعہ پر اگر اسوقت بھی ہمیں سچا ایمان حاصل ہو جائے کہ ”ان العزۃ للہ“ و لرسولہ، و للمومنین جمیعاً“ (عزت صرف اللہ کے لیے، اُس کے رسول کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے ہے) اور ہم اپنی اس کھوئی ہوئی عزت اسلامی کو واپس لانے کے لیے با اصل کوششیں کرتے ہیں، تو اس حالت میں خدا پر بھی حق ہے کہ ہماری مدد کرے، اور جو لوگ فناء حق و عدل کے مجرم ہیں اُن سے انتقام لے، اور پھر یہی صداقت الہی ہے، جو (من انصاری الی اللہ) کی صدائے دعوت میں اپنے تھوڑے تھوڑے والوں کو تھوند تھوندی ہوئی ہے، لیکن انفس کہ ”قلیلاً ما تذکرون“ ایسے بہت کم ہیں، جنکے پاس عبرت آشنا دل ہوں!

فتنۃ تاتار (جس نے ساتویں صدی میں تمام عالم اسلامی کو زیر و زبر کر دیا) اسکا پہلا سر مشق جلال الدین خوارزم شاہ تھا۔ اُس کا یہ عالم تھا کہ ہولا کو خاں کی حملہ آور فوج پیچھے پیچھے اور غفلت و رمی گساری و مخموریت آگے آگے رہتی تھی۔ آج کسی شہر میں مقابلہ ہوا، تاتاریوں نے خوارزم شاہیوں کو پسپا کر دیا، پادشاہ ساز و سامان چھوڑ کر بھاگ نکلا، رات کو بڑی مشکلوں سے کسی مامن میں پناہ لی، لیکن پھر شراب و شادی اور رور و سرور کا مشغلہ شروع ہو گیا۔ دوسرے دن تاتاری یہاں بھی آپہنچے، اور خوارزم شاہ بھاگ کر کسی دوسری جگہ پناہ گزیں ہوا۔ پھر وہی دور چل نکلا، اور رات بھر جہم و میدا کی صعب عیش میں بسر ہوئی۔ یہی تباہ کاریاں تھیں، جن سے متاثر ہو کر پادشاہ کے خاص شاعر شک کا دل بھر آیا تھا اور اس نے لکھا تھا کہ:

شامہ ز مئی گران چہ بر خواہد خاست  
روز مستی ہر زمان چہ بد خواہد خاست  
شہ مست، جہاں خراب، دشمن پس و پیش،  
پیدا ست کزین میان چہ بر خواہد خاست

پادشاہ اس پر بھی متاثر نہ ہوا، اور آخر اپنی سلطنت ہی نہیں، بلکہ دنیا کے اسلام کی ساری عظمت و عزت بھی بھری بیٹھا۔

یہ واقعات آج سے سات سو برس قبل کے ہیں، لیکن آج اپنی

دوسری اور تیسری رجمنٹیں یورپین ترکی کے صدر مقامات سلاویک، مناسٹر، اسکوب، ادرنہ، اور ازبیر میں تھیں، اور چوتھی رومیلی میں۔ باقی چار، یعنی پہلی، پانچویں، چھٹی، اور ساتویں میں سے ایک دار الخلافہ میں، اور تین بلاد بعیدہ یعنی دمشق، بغداد، اور یمن میں متعین تھیں۔

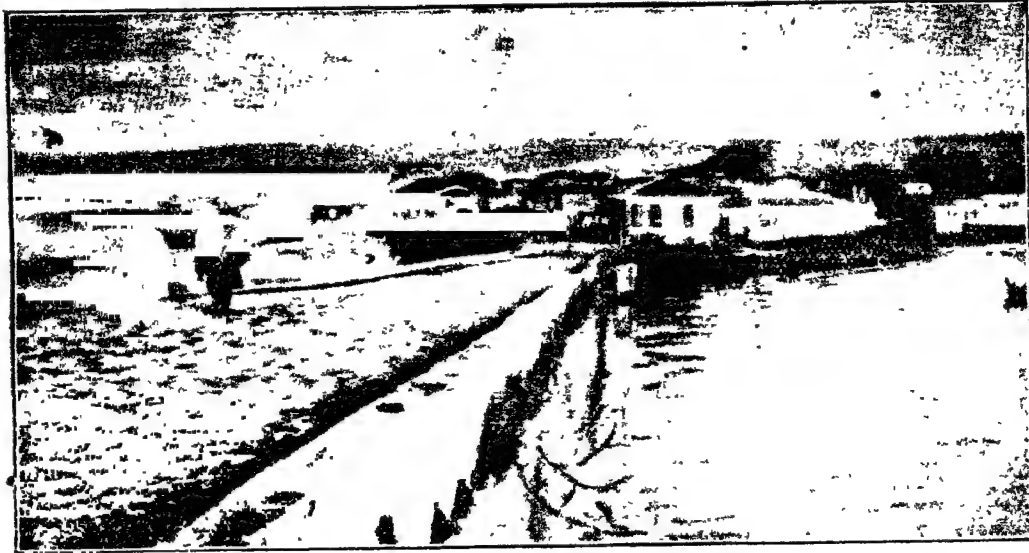
انجمن نے ان میں سے تین رجمنٹوں کو جو یورپین ترکی میں مقیم تھیں، اور جنکے چھتیس ہزار سپاہی عثمانی فوج کا اعلیٰ ترین حصہ تھے، اپنے ساتھ کر لیا تھا، اور اسکے تمام چھوٹے بڑے افسروں نے انجمن کی اطاعت کی قسم کھالی تھی۔ (غازی انور بے) اور مرحوم نیازی اسی تیسری رجمنٹ سے تعلق رکھتے تھے۔

پہلی رجمنٹ جو دار الخلافہ میں تھی، اسکے تمام بڑے افسر حتیٰ کہ سرے یلدیز کے محافظین انجمن کے ممبر تھے۔ بقیہ چار رجمنٹیں اسقدر دور تھیں، کہ انکی وجہ سے وقت پر کڑی مدد قسطنطنیہ پہنچ نہیں سکتی تھی۔

انجمن کی اصلی حکمران جماعت

پس انجمن نے دیکھا کہ اب کم حد تکمیل کے قریب ہے، اور فرجی معیت کا مسئلہ تقریباً طے ہو گیا۔ اب وہ صرف اسکی منتظر

تھی کہ پہلی رجمنٹ کے چھوٹے افسروں اور علم سپاہیوں میں جو خفیہ نقیب پھیلے ہوئے تھے، وہ بھی اپنے کاموں کو مکمل کر لیں، لیکن حالات نے انتظار کی مہلت نہ دی۔ سنہ ۱۸۹۸ء میں شہنشاہ اترتہ اور زار روس کی مشہور ملاقات بمقام (ریوال) نے مقدونیا کی آزادی کا مسئلہ تقریباً طے کر دیا، اور انگلستان اور روس نے متفق ہو کر اور ایک



مرحوم نیازی کا مرحوم وطن !!

رسنہ کا ایک نظارہ !

اینگلورشین اسکیم مرتب کر کے، باب عالی کو بھیج دی۔

اب وہ وقت آگیا تھا کہ انگلستان اور روس یورپین ترکی کے فصل کا فیصلہ کر چکے تھے، اور اب دو ہفتے کے اندر مقدونیا کی قسمت کا آخری فیصلہ ہو جانے والا تھا !

پس انجمن کی جماعت عاملہ نے ۲۰ - جون سنہ ۱۸۹۸ء کی رات کو آخری فیصلہ کر دیا کہ اب کام بلا تاخیر شروع کر دیا جائے۔

یہ جماعت عاملہ انجمن کی اصلی حکمران جماعت تھی۔ اسکی تعداد پانچ ممبروں سے زیادہ نہ تھی۔ دنیا کی تاریخ میں ہمیشہ یہ لوگ عجیب و غریب تسلیم کیے جائیں گے، کیونکہ اپنے کاموں کی طرح، یہ خود بھی نہایت عجیب تھے۔ خود انجمن کے تمام ممبر اور شرکاء بھی واقف نہ تھے کہ ہماری حکمران جماعت کہاں ہے، اور وہ کون لوگ ہیں؟ صرف انکے احکام تھے، جو نقیبوں کے ذریعہ ممبروں تک پہنچ جاتے تھے۔ ممبروں میں کاموں کی تقسیم ہو گئی تھی۔ ان میں سب سے بڑی جماعت فدا کیوں کی تھی۔ انکا کام صرف یہ تھا کہ جو حکم پہنچے، اسی وقت اسکی تعمیل کریں، گو اسمیں کیسا ہی خطرہ کیوں نہ ہو۔ ان فدا کیوں کو بھی معلوم نہ تھا کہ ہم پر حکومت کرنے والے اور احکام بھیجنے والے کون لوگ ہیں؟ وہ صرف حکموں کو سنتے تھے، اور اسکی تعمیل کیلئے سرفروشانہ طیارہ رھتے تھے۔

مخلصین امت و جاں نثاران ملت کی ایک مخفی جماعت موجود ہے۔ لیکن وہ کہاں ہیں؟ کون لوگ ہیں؟ کیا نام ہے؟ کون کون ان میں شریک ہو چکا ہے؟ ان امور کی ابھی اسکو کوئی اطلاع نہیں دی جاتی تھی، تاکہ اگر وہ دھوکا دینا چاہے، تو اسکے شر سے انجمن محفوظ رہے۔

جب وہ اُس مخفی جماعت میں شریک ہونے کیلئے طیار ہو جاتا، تو اسکے آگے نہایت سخت پر امتحان و محن کاموں کو پیش کیا جاتا، اور شدید سے شدید شرطیں سنائی جاتیں۔ اس منزل سے بھی گذر جاتا، تو پھر وہ نقیب اسکو اپنے ساتھ لیتا، اور رات کے پچھلے پھر کی تاریکی میں آنکھوں پر پٹی باندھ کر کسی غیر معروف اور شہر سے دور مقام پر لیجاتا، وہاں ایک نہایت پر خوف اور ہیبت انگیز مختصر سی صحبت ہوتی۔ چارپانچ سیاہ پوش اجسام ہوتے، جنکے چہرے نقاب سے چھپے ہوئے، اور جنکی آوازیں ہیبت اور جبروت میں ڈوبی ہوئی ہوتیں۔ ہر شخص بڑھنہ تلواروں کو اجنبی کے سر پر بلند کرتے، اور ایک شخص قرآن مجید اسکے ہاتھ میں دیتا۔ پھر قبلہ رو ہو کر ”حلف و میثاق مقدس“ کے مندرجہ ذیل الفاظ اسکی زبانی دہرائے جاتے:

”میں آج خدا کی عہدیت، اسکی عدالت کے احترام، اسکے رحم کی پیروی، اسکے قوانین حریت، مساوات، اخوت، اور بذی نفع انسان کے طبیعتی حقوق کی نگہداشت کے عہد کی تجدید کرتا ہوں۔ آج سے میری جان، میری عزت، میری آبرو، میرا مال، اور میری تمام قوتیں میری نہیں رہیں، بلکہ اُس جماعت کی، جو انکو ملک کی

سعادت و حریت اور اسکو ظلم و استبداد اور طمع و غصب اجانب سے نجات دلانے کی راہ میں خرچ کرے گی۔ مجھ پر اور میری نسل پر تا قیامت اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہو، اگر میں آج کے مقدس حلف و میثاق کی خلاف ورزی کا کبھی تصور بھی اپنے دل میں لاؤں۔“

انجمن کے پر اسرار اعمال کے عجائب کا یہ حال تھا کہ عام آبادی ایک طرف رہی، خود سرے یادیز کے دائینگ ہال کے اندر در آدمیوں سے اسکے بھیس بدلے ہوئے نقیب نے مقدس حلف لیا تھا !

فوجی مسئلہ

نیازی بک بھی ان تمام منازل سے گذرا، اور رسنہ سے پوشیدہ مناسٹر میں لایا گیا، جہاں ایک مخفی اور مجہول الحال مقام پر اس نے عشق ملت اور ہوائے وطن کی مقدس قسم کھائی، اور پھر واپس آکر انجمن کی دعوت و تبلیغ کا کام شروع کر دیا، اور تھوڑے ہی دنوں کے اندر اسکی پلٹن کے اکثر افسر اور ساتھی بھی انجمن میں شامل ہو گئے۔

انجمن اپنے کاموں میں نہایت تیزی سے مصروف تھی، اور وقت مناسب کا انتظار کر رہی تھی۔ ترکی کی فوج نظام سات رجمنٹوں میں منقسم ہے، جسکو (فیلق) کہتے ہیں، اور یہی فیالق نظامیہ اسکی فوج کی اصلی طاقت ہیں۔ ان میں سے



# ناموران غزوہ بلقان

## شہادۃ بطلان الحریۃ

رحمۃ اللہ علیک یا نیازي !!

## حادثۃ ملی

(۳)

انجمن میں شرکت

(نیازی بک) کے خیالات کا تغیر روز افزوں تھا۔ اس کے تفکرات سیداسیہ روز بروز عمیق تر ہوتے جاتے تھے۔ عشقِ ملت اور ہوائے حریت کے ایک محبِ غرب غیر مرئی کی یاد نے اس کی تمام حسدات و جذبات ذہنیہ پر قبضہ کر لیا تھا۔

لیکن تاہم اب تک اس کا سفر بے مقصد، اور اس کی تفکرات فکریہ مجہول تھیں۔ اٹلی کے مشہور داعیِ حریت (جوزف میزینی) نے جب اپنے ہم وطنوں کو غیر ملکی سپاہیوں کی قید میں سڑک پر سے گذرتے ہوئے دیکھا تھا، تو عشقِ حریت کی آگ اس کے سینے میں بھڑک اٹھی تھی۔ وہ اپنی مخفی بیقراری سے مضطرب اور اپنے انتہا پسندی سے مضطرب تھا، لیکن تھوڑے ہی دنوں کے اندر بغیر کسی تلاش و جستجو کے،

خود بخود اسے ایک مخفی ملکی جماعت کا پتہ مل گیا، اور اس کی شرکت کے ساتھ ہی اس کی تاریخی زندگی شروع ہو گئی۔

بعینہ اسی طرح نیازی بک کو بھی زیادہ انتظار کرنا نہیں پڑا۔ اس انقلابِ طبیعت پر بیقراری کا ایک سال بھی نہیں گذرا تھا کہ اسے ”انجمن اتحاد و ترقی“ کا ایک مخفی داعی مل گیا، جس نے انجمن کے مقاصد و اغراض سے مطلع کیا، اور بتلایا کہ ”جن افکار میں تم مبتلا و مضطرب ہو، یہی مضطرب ہے، جس نے ملک کے ہزاروں فرزندان کو تم سے بہت پہلے رشتہ اتحاد و اشتراک عمل میں منسلک کر دیا ہے“

(نیازی بک) لکھتا ہے: ”اس راہ میں (انور بے) کے ارشاد طریقت اور دلائل راہِ بندے کا میں ہمیشہ شکر گزار رہوں گا“

• • •

انجمن کے قبل از دستور کاموں کے ذکر کا یہ مرقعہ نہیں۔ تیس برس کے اندر مختلف مقامات میں رہنے اور حوادث و موانع کے ظہور سے ٹوٹنے اور منتشر ہونے کے بعد، بالاخر انجمن کی مرکزی جمعیت پیرس میں آکر مقیم ہو گئی تھی، مگر اپنے کاموں کی طرف سے بالکل ناامید تھی، اور سرے یلدیز کی مخالفانہ و حریفانہ کوششوں کا مقابلہ کرتے کرتے عاجز آگئی تھی۔ یہاں تک کہ سنہ ۱۸۹۶ء سے مقدونیا کے مسئلے نے یورپین ترکی کے مسئلے کی صورت اختیار کر لی، اور دولِ ستہ نے صاف صاف اسمیں مداخلت کا اعلان کر دیا۔ انجمن نے سونچا کہ یہ وقت خاموشی اور صرف نظر کا نہیں ہے، اور ترکی کے لیے جو کچھ ہونا ہے، ضرور ہے کہ دولِ یورپ کے مظالم کے ظہور سے پہلے ہی ہو جائے۔ اس نے دیکھا کہ برلن کا نگریس کے معاہدے میں سے الحاقِ بوسنیا و ہرزیگوینا وغیرہ کا بڑا سبب دولتِ عثمانیہ کا غیر آئینی حکومت ہونا ظاہر کیا گیا تھا، اور اس کی تصریح

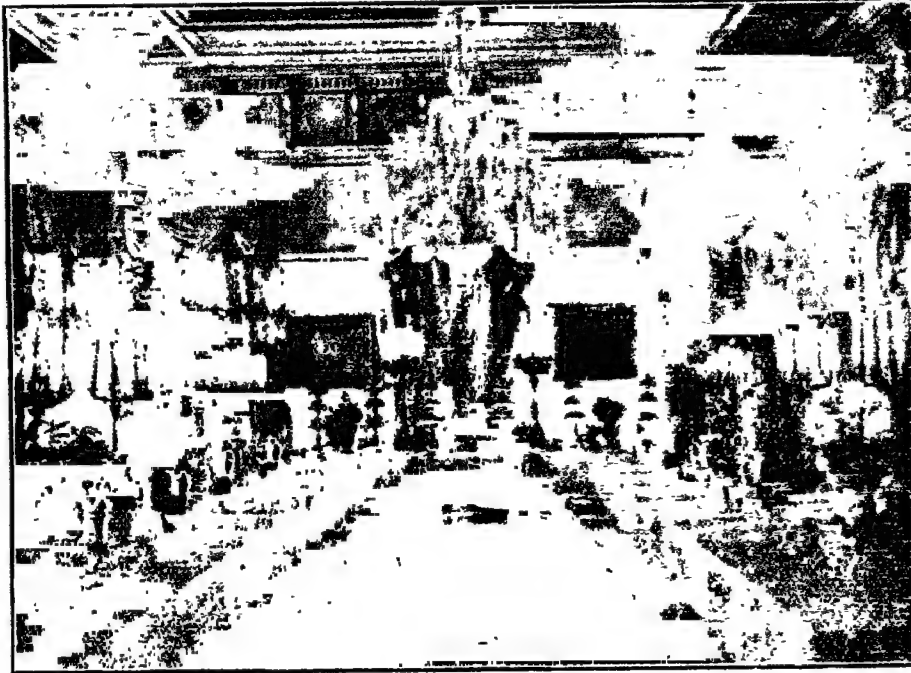
کردی گئی تھی کہ اگر سنہ ۱۸۸۷ء کی عثمانی پارلیمنٹ قائم رہی اور اصلاح و ترقی کرتی رہی، تو یورپین ترکی کی علحدگی یا خود مختاری کا سوال بالکل چھوڑ دیا جائے گا۔

پس اگر اس وقت کوئی داخلی انقلاب نہ ہو، تو مقدونیا اور بقیہ یورپین ترکی کا دولتِ عثمانیہ سے فصل قطعی اور یقینی ہے۔

چنانچہ انجمن اتحاد و ترقی نے اپنی مرکزی جماعت، پیرس کی جگہ مصر میں قرار دی۔ پھر اس کے بعد سنہ ۱۸۹۷ء میں

خود مقدونیا کے مرکزی اور فوجی مقامات (سلانیک) اور (مناسٹر) میں منتقل کر دی گئی، اور اس کے داعی و نقیب طرح طرح کے بھیسوں اور لباسوں میں تمام فوجی آبادیوں کے اندر پھیل گئے۔ انجمن کے پر اسرار اعمال

انجمن خطروں اور ہلاکتوں میں گھری ہوئی تھی، اس لیے اس نے قدیمی ادلائی اور مخفی جماعتوں کے اصول پر اپنے تمام کاموں کے طریقے قرار دیے تھے۔ اس کے نقیب سوسائٹی میں شامل ہو کر لوگوں کے خیالات کو قوت دیتے، اور ان کی طبیعت کا اندازہ لگاتے رہتے۔ جب ان کو کسی شخص کے خیالات میں تغیر و اصلاح اور مصائب ملک و ملت کے حس کا پتہ لگتا، تو پھر اس کو طرح طرح کی آزمائشوں میں ڈالتے، اور کچھ عرصے تک اس کے خیالات کی استقامت کی تعقیب کرتے۔ جب وہ مستقل اور قابل وثوق ثابت ہو جاتا تو پھر اس کو اطلاع دیتے، کہ جن چیزوں کے تم متلاشی ہو، انہی کیلئے



مشہور ”سرائے یازد“

کا ڈائینگ ہل

# ماہنامہ

## واقعہ ”سید ہاشمی“

قائم مقام پر نسیہل کی تصریح

کچھ عرصہ سے سید ہاشمی کے کالج سے اخراج کے متعلق اخبارات میں غلط اور بے بنیاد خبریں شایع ہو رہی ہیں۔ اس قسم کی افواہیں خواہ غلط ہوں یا صحیح، کسی حالت میں نہ طالب علم کے لیے مفید ہیں نہ کالج کے لیے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کے متعلق اصل واقعات شائع کر دیے جائیں۔ یہ مشہور کیا گیا ہے کہ سید ہاشمی نے ٹینس ڈنر کی مخالفت اس بنا پر کی کہ ہمارے بھائیوں پر مصیبت آ رہی ہے، اور اس مخالفت کی سزا میں انہیں نکال دیا گیا۔ اس کے اصل واقعات یہ ہیں :

ڈنر کی تاریخ سے دو ہفتہ پیشتر ٹینس کمیٹی کا ایک جلسہ ہوا جس میں سید ہاشمی شامل تھے، اور اس جلسہ میں یہہ قرار پایا کہ پرانے عہدہ داروں کی علیحدگی اور نئے عہدہ داروں کے چارج لینے کی تقریب میں ایک ڈنر دیا جائے۔ اس کمیٹی میں سید ہاشمی نے کسی قسم کی مخالفت نہیں کی۔ ڈنر کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ مہمانوں کے پاس انویٹیشن جا چکے، جسکو انہوں نے قبول کر لیا، تمام جنس خریدی جا چکی۔ آخر وقت میں ہاشمی نے کالج کے کچھ اور طلبہ کو جنکا ڈیپوٹیشن سے کچھ تعلق نہیں تھا بہتر کر یہہ رزلوشن پاس کرایا کہ ٹینس ڈنر نہیں ہونا چاہیے۔ اسپرٹینس کمیٹی کا جلسہ ہوا، اور یہہ بیان کیا گیا کہ انکو ڈنر کی مخالفت کمیٹی میں کرنا چاہیے تھی۔ اگر اسکا مقصد ہمدردانہ ہوتا تو وہ ٹینس کی کمیٹی میں مخالفت کرتے، اور پندرہ روز خاموش رہ کر اسے رقت میں جبکہ ڈنر کا ملتوی ہونا ناممکن تھا، ایسے نا جائز طریقہ سے اعتراض نہ کرتے۔ کمیٹی نے یہ خیدل کیا کہ اسکا یہ فعل کہ کمیٹی میں بیٹھ کر خاموشی سے ایک بات کی موافقت کرنیکے بعد باہر جا کر اس کے خلاف اور دیگر درغلانہ ایک شریف علی گڈہ بوائے کے کیڑا کڑے خلاف ہے۔ چنانچہ ٹینس کمیٹی کی ممبری سے انکا نام خارج کر دیا گیا، اور یہ معاملہ یہیں ختم ہو گیا۔ ان کے اخراج کے اسباب یہہ ہیں :-

(۱) پچھلے تین سالوں میں ٹیوٹر کے پاس ان کے متعلق خراب رپورٹیں آئیں، اور انکو متعدد مرتبہ ان کے ٹیوٹر نے مذنبہ بھی کیا۔ اور ایک مرتبہ کچھ ناگوار گفتگو بھی ہوئی۔

(۲) انہوں نے اپنے اسٹنٹ کی سچائی کے خلاف جھوٹی رایتیں مشہور کیں۔

(۳) انہوں نے سنیر اسٹف کے ایک پروفیسر کو جھڑپوں کا دھوکا دیا، جس پر پرنسپل صاحب نے بہت تادیب کی، اور کہا کہ تہوڑی سی بات پر وہ نکال دیے جائینگے۔

(۴) تہہذیب کے سالانہ امتحان میں وہ باتیں کرتے ہوئے پکڑے گئے۔

مسلمانوں میں میجر رنلی کی ہر دلعزیزی اور معبودیت کا یہ عالم ہے کہ جب سے وہ روانہ ہوئے ہیں، ہر نماز جمعہ کے بعد جو لوگ قرآن حکیم پڑھ سکتے ہیں، وہ سورہ یاسین، اور جو لوگ اس نعمت سے محروم ہیں، وہ دو رکعتیں پڑھ کے دعا مانگتے ہیں کہ تین ماس میجر رنلی باحترام و اکرام آستانے پہنچیں، سفراء و جالاتماب سلطان المعظم سے ملاقات ہو، اور مقصد سفر میں کامیاب ہوں، اور پھر بخیر و خوبی و راحت و آرام جزائر واپس آئیں !!

جلالتاماب سلطان معظم کی خدمت میں جو عریضہ بھیجا گیا ہے وہ نہایت فصیح و بلیغ عربی میں لکھا گیا ہے۔ یہ عریضہ ایک سفید مچھلی کے کاغذ کے غلاف میں ہے۔

یہ غلاف سرخ، زرد، اور سبز، تین رنگوں کے فیتے سے آراستہ ہے۔ یہ رنگ غالباً اس واسطے انتخاب کیے گئے ہیں کہ یہی وابستہاے متعددہ امریکہ کا شعار ہے۔

اس واقعہ سے متعدد نتائج نکلتے ہیں :

(۱) سلطان المعظم کا یہ حیثیت خلیفہ دور دراز کے جزائر تک پر نبی اقتدار ہونا۔

(۲) مسلمانوں کی امن پسندی، جو ہر جگہ نمایاں ہے۔

(۳) ترکی نے ہندوستان کے مسلمانوں کے نام غدر سنہ ۵۷ء کے بعد ایک فرمان بھیجا تھا، جس میں شرش و بد امنی سے بچنے کی ترغیب دی تھی۔ ترکی کا یہ ایک احسان عظیم ہے جسکو شاید گورنمنٹ آف انڈیا بھلا چکی ہو، مگر اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ہندوستان ہی کی خصوصیت نہیں، بلکہ جزائر فلپائن کے مسلمانوں کو بھی ترکی نے امن و فاداری کی تعلیم دی تھی، اور اس طرح اس نے اپنے اثر کو یورپ کی نو آبادیوں میں کبھی یورپ کے زعم کے مطابق وسیلہ شرش و بغاوت نہیں بنایا۔ شرش تو یقیناً اچھی بات نہیں، لیکن بہتر تھا کہ ترکی اپنے اثر سے طلب حقوق و حصول حریت کی سعی میں کام لیتی۔

(۴) مسلمانوں کی احسانمندی اور احسان پسندی، کہ ایک سیعی کا سرک ان سے اچھا ہوا، تو اس کے لیے دعائیں مانگیں، اور سکر باپ کھڑے پکارے ہیں۔ افسوس کہ اس احسان پرستی کا انہیں روپ سے جو جواب ملا، اسکا اشارہ اب تغیر خصلت کی طرف ہے، یہ مبارک ہیں وہ، جو اس اشارے کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں !

## الہلال کی ایجنسی

ہندوستان کے تمام اردو، بنگلہ گجراتی، اور مرہٹی ہفتہ وار رسائل میں الہلال پہلا رسالہ ہے، جو بارہ ہفتہ وار ہونے کے، زائد اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے۔ اگر آپ ایک عہدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں، تو اپنے شہر کے لیے نئے ایجنٹ بن جائیں۔

## شؤون عثمانیہ

### عالم اسلامی

#### مسلمانان جزائر فلیپائن

جزائر فلیپائن ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ماتحت ہیں - ان جزائر میں اس وقت ۵ - لاکھ مسلمان آباد ہیں -  
جزائر (مورر) جزائر فلیپائن کی حکومت کے ماتحت ہیں -  
جزائر (مورر) پر ۱۱ - سال تک میجر ونلی حکمران رہا - میجر مذکور نے اپنے عہد میں فرائض حکمرانی نہایت خوبی سے ادا کئے اور باشندوں میں ہر دلعزیز و معتمد علیہ ہو گیا -

سن (نیویارک امریکہ) کو اپنے نامہ نگار قسطنطنیہ کے خط سے معلوم ہوا ہے کہ میجر ونلی فلیپائن کی اسلامی آبادی کے رکیل مطلق کی حیثیت سے آجکل آستانہ علیہ آئے ہوئے ہیں -

میجر مذکور آستانہ پہنچتے ہی شیخ الاسلام کے پاس گئے، اور وہ تمام سرکاری کاغذات پیش کیے، جن کی بنا پر یہ خدمت وکالت ان کے متعلق کی گئی ہے -

میجر مذکور نے مسلمانان جزائر مورر اور اپنے مقصد کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے بیان کیا:

”مسلمانان فلیپائن نے انکو اسلیے اپنا رکیل بنا کے بھیجا ہے، تاکہ وہ (یعنی میجر مذکور) سلطان المعظم سے مسلمانان فلیپائن کے رئیس دینی یا خلیفے کی حیثیت سے ملیں اور نیابتاً عرض کریں کہ جلالتماب ریاستہائے متحدہ امریکہ کی پالیسی یعنی تفریق حکومت و مذہب کی بابت اطمینان فرمائیں۔ اور میجر موصوف بدلائل قاطعہ جلالتماب کو یقین دلائیں کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ اپنے دل میں اپنی مسلمان رعایا کے ساتھ بد سلوکی کا خیال پوشیدہ نہیں رکھتی، کیونکہ وہ اسلام پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ ایک ہی وقت میں وہ مومن کامل بھی ہوں اور امن دوست شہری بھی“

میجر ونلی نے کہا:

”ممکن ہے کہ ان اسباب کا دریافت کرنا مشکل ہو، جنگی جہاز پر ایک قدیمی و فطری زندگی بسر کرنے والی جماعت نے میرے غیر مسلم ہونے کے باوجود یہ خدمت میرے متعلق کی، لیکن میں کہتا ہوں کہ میں اپنے عہد حکومت میں ان کے اعتماد و اعتبار کے حاصل کرنے میں ہمیشہ کامیاب ہوا، کیونکہ میں نے ان پر محبت و مروت کا اظہار کیا، اور انکو یقین دلایا کہ وہ موجودہ حالت میں نیک کردار مسلمانوں کے راستے پر نہیں چل رہے ہیں اور اصلاح کے محتاج ہیں“

یہ حالات تھے، جنگی بنا پر انہوں نے میجر ونلی کو اس مقصد عالی کے لیے اپنا رکیل بنا کے بھیجا ہے - خط سے معلوم ہوتا ہے

کہ آج سے چلے کبھی انہیں اس مقصد کے لیے کسی شخص کو بھیجنے کا اتفاق نہیں ہوا -

چنانچہ وہ اپنے اسی خط میں سلطان المعظم کو لکھتے ہیں:

”اب ہماری تمام امیدیں آپ ہی کے ہاتھ وابستہ ہیں - ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے، جس سے ہمارے تعلقات آپ کے تعلقات سے زیادہ قریب ہوں - کیونکہ آپ جانیں رسول اللہ اور ہم تمام مسلمانوں کے خلیفہ ہیں - اس کے علاوہ کوئی اور شخص ایسا نظر بھی نہیں آتا جس سے یہ امید ہو کہ وہ اتباع اسلام کے باب میں ہماری خواہشوں کے پورا کرنے میں ہمیں مدد دیگا“

میجر ونلی اپنی اور مسلمانان مورر کے تعلقات کی سرگذشت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”میرے اور مسلمانان مورر کے تعلقات ان مساعی کی بدولت ہوئے ہیں، جو میں نے آستانے میں انجام دی تھیں - جس وقت یہ جزائر ریاستہائے متحدہ امریکہ کو ملے ہیں اس وقت اسکا معتمد مسٹر اوسکار ٹروس آستانے میں مقیم تھا - اسکو جب معلوم ہوا کہ ہماری نئے مستعمرات (نو آبادیوں) میں بہت سے مسلمان بھی ہیں، تو وہ سلطان عبد الحمید خاں سے ملا، اور معاہدہ ریاستہائے متحدہ و صربہ طرابلس الغرب پیش کیا، جسکی دفعہ ۱۱ - میں لکھا تھا:

”چونکہ ریاستہائے متحدہ کی حکومت کی بنیاد کسی حیثیت سے بھی مسیحیت پر نہیں ہے، اور چونکہ یہ حکومت مسلمانوں کے اسباب راحت، ان کے عقائد، ان کے مذہب کے ساتھ، کسی طرح بد سلوکی کا ارادہ نہیں رکھتی، اور نیز کیونکہ وہ آج تک کسی مسلمان قوم سے معرکہ آرا نہیں ہوئی ہے، اسلیے فریقین اس امر پر متفق ہیں کہ دونوں ملکوں کے تعلقات باہمی کے انقطاع کے لیے مذہبی امور سبب نہ قرار دیے جائیں“

چونکہ سلطان عبد الحمید خاں کو ان جزائر کا حال معلوم نہ تھا، اسلیے پہلے انہوں نے یہ دریافت کرنا چاہا کہ آیا درحقیقت ان جزائر میں مسلمان رہتے ہیں؟ اور کیا انہیں سے کوئی جماعت اداۓ فریضہ حج کے لیے حجاز بھی آئی ہے؟ پھر اسی غرض سے انہوں نے ایک تار بھی مکہ معظمہ بھیجا - حسن اتفاق سے ان جزائر کے دو شخص وہاں موجود تھے - سلطان عبد الحمید نے ان دونوں آدمیوں کے ہاتھ مسلمانان جزائر کے پاس خطوط بھیجے، اسمیں انہوں نے نصیحت کی تھی کہ حکام کے ساتھ دوستی و محبت کے تعلقات رکھیں - یہ انہیں خطوط کا اثر تھا کہ جب یہاں اگنیلڈر کے قاصد آئے، اور باشندوں کو بغارت میں شرکت کی دعوت دی، تو مسلمانوں نے شرکت سے صاف انکار کر دیا -

میجر ونلی کو مسلمانان فلیپائن (ٹون ماس) کہتے ہیں - ٹون ماس کے لفظی معنی بادشاہ، باپ، یا سردار کے ہیں -

مسلمانوں نے ایک بہت بڑی مرصع انگشتری بھی بطور یادگار انکو دی ہے، اور وہ ہر وقت اسے فخریہ زیب انگشت رکھتے ہیں -

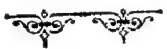


جب کبھی اپنے بچوں کو محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں تو ہمارے پیارے و عزیز ترک شہداء، پیاری مائیں، پیاری بہنیں، پیارے و عزیز بچے یاد آجاتے ہیں، اور بے اختیار آنکھ سے جھری شروع ہو جاتی ہے۔

آہ اے رب العالمین! تیری شان قہاری کو کیا ہو گیا؟ تیرے حبیب کی امت پر یہ کیسی مصیبت ہے؟ تو اور تیرا عرش سکوت میں کیوں ہے؟ تیری وحدانیت اور تیرے حبیب کی رسالت کی گواہی دینیکا بدلہ یہ ہم سے لیا جا رہا ہے۔

مجھے بچپن سے اردو اخبارات دیکھنے کا شوق ہے، لیکن اب اخبارات دیکھتی ہوں تو اسلام پر ہر طرف ایک اندھیاری سی چھاٹی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اب تو یہی بہتر معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے کل مسلمان ایک دل ہو کر اسلام کی حفاظت کا عہد کر لیں۔ اسکا نتیجہ جو کچھ خدائے پاک کو منظور ہوگا۔ ہوگا۔ ہمارا بھروسہ تو اس خدائے وحدہ لا شریک پر ہے۔ میں تو اس دن کو اپنے لیے عید سے بڑھ کر جشن کا دن سمجھوں جس دن اپنے شہر اور اپنے نو سالہ فرزند کو شہید ہوتے دیکھوں۔ اور میں خود بھی فاطمہ بنت عبد اللہ کے قدم بقدم چل کر شہید ہوں، جو جنگ طرابلس میں شہید ہو کر حوران بھشتی کے آغوش میں کھیل رہی ہے، اور جسکا حال حضور نے اخبار میں لکھا تھا۔

کل میرے غریب شوہر نے آٹھ روپیہ کلدار بذریعہ منی آڈر (اعانۃ مہاجرین عثمانیہ) کے لیے بھیجا ہے، اسی سلسلہ میں آج یہ خادمہ بھی آٹھ روپیہ بذریعہ منی آڈر ارسال کرتی ہے۔ ہر کسی معاوضہ کی ضرورت نہیں۔



(از جناب محمد حسین صاحب سکرٹری انجمن ہلال احمر بلکلم) روزانہ زمیندار میں اعانہ مہاجرین کے عنوان سے الہلال کا شائع شدہ مضمون نظر سے گذرا۔ اپنے عالی ہمتی اور ایثار سے الہلال کی چار ہزار کاپیاں وقف امداد مہاجرین کی ہیں۔ جزا کم اللہ احسن الاجزا۔ آپکی اس عالی ہمتی کی صرف زبانی داد دینا تو نہایت آسان امر ہے، لیکن اصل بات یہ ہے کہ کچھ عملی کارروائی بھی کر دکھائی جائے۔ اسی خیال سے میں نے آج نماز جمعہ کے بعد جامع مسجد میں ایک مختصر تقریر بیان کی، اور مسلمانوں سے اس امر کی تحریک کی کہ کم از کم ہر ایک مسلمان کے لیے ایک الہلال ضرور خریدنا جائے جسکی خریداری ہم خرما و ہم ثراب سے بھی بڑھ کر ہے۔ اسی وقت آٹھ روپیہ جمع ہو گئے جو آپکی خدمت میں بذریعہ منی آڈر روانہ کئے گئے ہیں۔ وصول فرما کر الہلال امام صاحب مسجد بلکلم کے نام جاری فرمائیں۔

ارادہ ہے کہ ہر ایک مسجد میں جاکر لوگوں کو اسکی خریداری پر آمادہ کروں تاکہ ایک محفل تعداد الہلال کے خریداروں کی پیدا ہو جائے۔ اور اس طرح مہاجرین کی بھی اعانت ہو۔

## الہلال

(کثر اللہ امثالکم۔ کہہ نہیں سکتا کہ جناب کے اس خلوص و درود اسلامی نے میرے دل میں کیسی جگہ پیدا کر لی ہے؟)



حضرت مولانا۔ اللہ تعالیٰ آپکے عام و فضل میں برکت و اضافہ کرے۔ مجھے ضعیف و نحیف کا عزیز از جان فرزند عبد الرحیم کاتب بعمر ۲۲ سال آپ کے اخبار الہلال کا عاشق شیدا تھا۔ جب تک الہلال کو دیکھ نہ لے، آئے چین نہ پڑتی تھی افسوس کہ اس

موجود ہیں کہ انہیں سے صرف ایک متنفس ہی اتنی قلیل رقم کو بلا تکلف دیکر، مظلوم مہاجرین کی اعانت فرما سکتا ہے۔ ذرا ہمت کو کام فرمایا جائے تو ارباب ہم کیلئے یہ امر کچھ بھی دشوار نہیں:

ہمت نغورد نیشتر لا رنعم را

عجب نہیں جو اب تک کسی غیور ہمدرد نے رقم مطلوبہ آپ کی معرفت قسطنطنیہ بھیجا دی ہو۔ یا آپکو بذریعہ قیمت اخبار حسب اعلان ایک معتد بہ رقم وصول ہو چکی ہو۔ رکفی باللہ وکیلا۔

آہ آہ آہ مولانا۔ خدا کی قسم میرے پاس اسوقت بجز نقد جان کوئی سرمایہ نہیں، جس سے اپنے مظلوم بھائیوں کی اعانت کر سکوں، البتہ کوئی خرید فرما لے تو میں بکنے کیلئے تیار ہوں، مگر حیران ہوں کہ مجھے بدترین خلیق کو کرن خریدیگا؟ مجھے میں نہ ایاز کا ساحل و قال، نہ یوسف کا ساحل و جمال، پھر کہتا ہوں کہ کو کچھ نہ سہی مگر انسان ہوں۔ مسلمان ہوں۔

جبکہ ادنے ادنے اشیاء چندہ کے جلسوں میں روپیوں اشرافیوں سے بذریعہ نیلام نہایت احترام کے ساتھ بک گئی ہوں، اور جبکہ پھٹے کپڑے ٹوٹے جوتے نک بک جاتے ہیں، تو کیا دس کروڑ اہل اسلام میں ایک خریدار سراپا ایثار بھی مجھ کو میسر نہ آئیگا؟

پھر ہاں اے جان عزیز! بتا کہ اب تیرا کیا عزم ہے؟ گو تر سب سے عزیز سہی اور نقد دو عالم تیرے مقابلہ میں ہیچ، مگر تیری محبت کی قسم کہ تو جان آفریں کی خوشنودی سے تو زیادہ ہرگز عزیز نہیں۔ اگر تو اسوقت بھی کام نہ آئی تو پھر کس کام کی۔ خدا را تامل نہ کر اور اپنے ستم رسیدہ بھائیوں کی اعانت میں قربان ہو جا! یا خدا میری اس صدائے جانفرشی کو در اجابت تک پہنچا اور شرف قبول عطا فرما۔ و افوض امری الی اللہ۔

حضرت مولانا۔ حاشا آپ میری اس تحریر کو شاعرانہ تعلی یا دیوانے کی بڑخیال نہ فرمائیں۔ میں آپکو بعزم و استقلال، بہ ثبات عقل و ہوش، و برضا و رغبت، بلا اکراہ و جبر مطلع کرتا ہوں، بلکہ اختیار دیتا ہوں کہ جو صاحب، جن دامن چاہیں، مجھ کو خرید فرمائیں یا آپ جسکے ہاتھ جس قیمت پر چاہیں فروخت فرما کر زر قیمت فوراً قسطنطنیہ روانہ فرمائیں۔ اچھے عذر نہ کروں گا، اور تا زیست اپنے مولیٰ کی غلامی سے الاعراف نہ کروں گا، معاملہ طے ہو جانے پر باضابطہ خط غلامی بھی لکھ دوں گا۔ و باللہ التوفیق۔



یہ خادمہ ایک غریب شوہر کی زوجہ ہے۔ جو کثیر العیال بھی ہیں۔ میرے غریب شوہر مسمیٰ منشی محمد عبد الکریم صاحب سکنہ فست پان بازار سکندر آباد نے ابھی ابھی مجھ سے فرمایا کہ ہمارے ترک بھائی، بہنیں، اور مائیں، جو مہاجرین ہیں، بڑی سخت مصیبت میں ہیں۔ ان کی امداد کے لیے حضرت مولانا ابوالکلام مدظلہ نے اپنا اخبار مفت بھیجنے کا وعدہ فرما کر اعلان شائع کر دیا ہے۔ یہ خادمہ آپکی دن دردن رات چوگنی دولت بڑھنے کے لیے اور درازی عمر کے لیے دعا کرتی ہے۔

جیسے کہ جنگ طرابلس اور جنگ بلقان شروع ہوئی۔ اور ہمارے پیارے ترک بھائیوں، بہنوں، اور ماؤں، اور ننھے ننھے بچوں پر ظالم بلقانوں نے مظالم کیے ہیں۔ انکا حال سن سن کر میرا اور میرے شوہر کا کلیجہ پاش پاش ہو چکا ہے۔ ہم دونوں

## تاریخ حسیات اسلامیہ مسلمانان ہند

### کا ایک ورق

#### اعانۃ مہاجرین

#### اعلان جان فروشی

جناب عبد الحی خاں صاحب از دیو د رگ

حضرت مولانا مدظلہ العالی - سلام مسنون - اس وقت یورپین  
ٹرکی کے مظلوم و بے خانماں مہاجرین کے مصائب اور احتیاج کے  
تار کا مضمون اور ان کے حال زار کا مرقع جانگزا مندرجہ الہلال پیش  
نظر ہے -

کیا عرض کروں کہ دل بیتاب کیا کہہ رہا ہے ' اور آنکھوں سے کیا  
بہہ رہا ہے ؟ جس اینار سے آپ بذرِ عہد قیمت اخبار ۳۰ ہزار کی فراہمی  
کا انتظام و اعلان فرمایا ہے وہ نہایت مستحسن اور سہل الحصول طریقہ  
ہے - بفضلہ تعالیٰ قوم میں ہزاروں عالی ہمت اور صاحب دل ایسے

[ بقیہ مضمون پہلا کالم ]

اس کے متعلق اس قدر عرض کرنا ضروری تصور کرتا ہوں کہ اس  
روئداد کا ترجمہ آپ خود فرمائیں - اور اگر کوئی اور شخص انگریزی  
سے اردو میں ترجمہ کرے تو بھی آپ اوسپر خاص نظر و اصلاح فرما دیں -  
یہ رسالہ اردو تالیف میں نہ چھپے بلکہ لیتھوگراف میں ' کیونکہ عوام الناس  
تالیف کو اچھی طرح نہیں پڑھ سکتے ' اور کم از کم اوسکے پڑھنے میں  
دقت محسوس کرتے ہیں - اس رسالہ کے ترجمہ میں مغلق الفاظ  
سے حتی الوسع احتراز کیا جائے ' کیونکہ بد قسمتی سے ہندوستان  
میں عربی تقریباً معدوم و مفقود ہوگئی ہے - یہ رسالہ حوشخط  
ہر مگر کاغذ کی پرور نہیں ' خواہ کیسا ہی کم قیمت ہو - اسکی  
ایک لاکھ کا پیمان تمام ہندوستان میں کم سے کم شائع کی جائیں -  
اور اصلی قیمت (Cost Price) پر فروخت کیجائیں - میں نہیں جانتا  
کہ اس روئداد کا عربی میں بھی ترجمہ ہوا ہے - لیکن اگر نہیں  
ہوا تو ضرور ہونا چاہیے - اور مصر اور شام اور بلاد عرب طرابلس وغیرہ  
مقامات میں اسکی ہزاروں کاپیاں مشتہر کرنی چاہئیں - حج بیت  
اللہ کے موقع پر اسکی اشاعت خصوصیت سے کیجائے ' تا کہ مسلمانوں  
کی آنکھیں کھلیں ' اور وہ خراب غفلت سے کورت لیں - اچکی قاک  
میں بطور چندہ دس روپیہ کا منی آرڈر اس رسالہ کی اشاعت کی  
غرض سے آپکی مبارک خدمت میں بھیجتا ہوں - امید ہے کہ  
اسکی اشاعت کی لیے بہت زیادہ چندہ کی ضرورت نہ رہے گی - اور تہری  
سی سعی سے کافی چندہ ہوجائیگا - کل شہروں میں ائمہ  
مساجد جامع کے پاس یہ روئداد مفت بلا قیمت جانی چاہیے -  
اس روئداد کے عربی ترجمہ کے لیے آپ قسطنطنیہ میں خط و کتابت  
فرماکر انتظام باسانی فرما سکتے ہیں - میری رائے میں اس اشاعت  
سے ایک اور بھی مدعا حاصل ہوگا ' اور وہ یہ کہ گورنمنٹ برطانیہ کے  
رحم اور دیگر یورپین حکومتوں کی بے رحمی اور قسارت کا اندازہ  
عامہ خلایق کو بفحوائے تعرف الاشیاء باضداد ہوجائیگا والسلام -

راقم ایک مسلمان

( ۵ ) فضل العسن مرہانی آڈیٹر اردو سے معلیٰ کو جو سٹیشن

میں سزایاب ہوچکے ہیں پرنسپل نے بہ اتفاق آنریبری سکریٹری کالج  
میں آنیکی اور طالب علموں کو آنسے ملنے کی ممانعت کی ہے -  
سید ہاشمی کا اوسے ربط و ضبط رہا اور انکے بائیکاٹ کے نوٹس نمائش  
میں تقسیم کرنے میں نمایاں حصہ لیا -

یہ مشہور کیا جاتا ہے کہ انکے اندھی اور میڈہ میں رات کے  
وقت نکالا - جس طالب علم نے انکو اپنے یہاں ٹھہرایا انکو نکالا - اور  
جس نے روٹی کھلائی اوسکو بھی نکال دیا - اس کے متعلق واقعات یہ ہیں کہ  
انکو صبح آٹھ بجے کالج سے چلے جانے کے لیے کہا گیا ' اور انکی متعدد  
قسم کی فیس معاف کر کے انکو سفر خرچ کے لیے روپیہ بھی دیا گیا -  
اور کہا کہ اسی روز پانچ بجے کی گاڑی سے چلے جائیں ' اور اسسٹنٹ  
چیوٹر صاحب انکو اسٹیشن پر روانہ کرنے گئے - وہ اوس روز نہیں گئے ' اور  
تین دن تک ایک طالب علم کے یہاں چھپے رہے ' جسکی کسیکوکوٹی  
اطلاع نہیں کی گئی - ان طالب علم کے خلاف چونکہ پہلے کوئی بات  
نہیں تھی اسلیے انکو متنبہ کر کے اوسکا کمرہ تبدیل کر دیا گیا ' اور  
کوئی سزا نہیں دی گئی - ہاشمی کے اخراج کے بعد پرنسپل اور  
چیوٹر نے نوٹس دیدیا تھا کہ کوئی طالب علم سید ہاشمی کو ریسرو  
فکرے - ایک طالب علم نے اس حکم کے خلاف سید ہاشمی کو ایک  
شاندار ڈنر دیا ' جس میں بہت سے طلباء کو مدعو کیا - سید ہاشمی کو ہار  
پھنچا - اسپراس طالب علم کو صرف ایک ماہ کے لیے اسٹینڈیکٹ کیا -  
اس طالب علم کی پہلے سے بھی کچھ شکایتیں تھیں - سید ہاشمی کی  
ورائگی دہلی کو شام کے پانچ بجے ہوئی ' اور اوس روز اتفاق سے  
خاص طور پر موسم اچھا تھا - انکے روانہ ہونے کے بعد ٹھوٹر اور  
اسسٹنٹ چیوٹر میرے مکان پر آئے - ان تمام واقعات کے لکھنے کے بعد  
میں اخبارات کے ایسے آڈیٹروں سے جو کالج کے دوست ہیں اپیل  
کرتا ہوں کہ وہ کالج کے متعلق خبریں شائع کر نیسے قبل آنریبری  
سکریٹری یا پرنسپل سے واقعہ کی تصحیح کر لیا کریں - مجھے  
خوشی ہے کہ چند آڈیٹر صاحبان نے تصحیح کے لیے پرنسپل یا  
آنریبری سکریٹری کو لکھا -

ضیاء الدین احمد

قائم مقام پرنسپل ایم - اے - او - کالج - علیگڑہ

## داستان خونیں

مظالم بلقان اور اسکی اشاعت

حضرت مولانا - السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ - آپکے اخبار  
مورخہ ۱۴ - مئی سنہ ۱۳۱۹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجلس دفع ملی  
نے جو روئداد مظالم بلقان کی شائع کی ہے اور اسکے تراجم مختلف  
اسنہ یورپ میں کیے گئے ہیں - اسکی ایک کاپی انگریزی آپکے  
پاس پہنچ گئی ہے ' اور آپ اوسکا ترجمہ اپنے اخبار میں وقتاً فوقتاً  
چھپتے رہینگے - آپکے یہ خیال بھی ظاہر فرمایا ہے کہ اگر ہمدرد اسکو  
چھاپ دے تو بہت بہتر ہو ' میری رائے ناقص میں نہ صرف ہمدرد  
بلکہ کل روزانہ اور ہفتہ وار اسلامی اخباروں میں اسکی اشاعت  
از بس ضروری ہے - اور میں امید کرتا ہوں کہ ان اخبارات سے پرائیوٹ  
خط و کتابت کر کے آپ اسکا انتظام فرمائینگے - اخباروں کی اشاعت کے  
بعد جیسا کہ آپکا خیال ہے اس روئداد کو ایک رسالہ کی صورت میں  
شائع کیا جائے -



ہندوستان میں نہ معلوم کتنے آدمی بخار میں مر جاتے ہیں۔ اسکا بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ان مقامات میں نہ تو دوا خانے ہیں اور نہ ڈاکٹر اور نہ کوئی حکومی اور مخفیہ پبلک دوا خانہ طبیعت پر گہر بدھتے بلکہ طبی معورہ کے مہر اسکی ہے۔ ہمارے خلق اللہ کی ضروریات کا خیال کر کے اس حق کو سالہا سال کی کوشش اور صرف کثیر کے بعد ایجاد کیا ہے اور فروخت کرنے کے قبل بذریعہ اشتہارات عام طور پر ہزارہا شیپیل مفت تقسیم کر دی ہیں تاکہ اسکے فوائد کا پورا اندازہ ہو جائے۔ مقام مسرہ ہے کہ خدا کے فضل سے ہزاروں کی جانیں اسکی برصورت بھی ہیں اور ہم دوسرے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے حق کے استعمال سے ہر قسم کا بخار یعنی پڑانا بخار - مرمی بخار - باری کا بخار - چھوڑنے والا بخار - اور زہ بخار، جسمیں روم جگر اور طحال بھی تھق ہو یا زہ بخار، جسمیں مثلی اور لیم بھی آتی ہو۔ مرمی سے ہوا گرمی ہے۔ جنگلی بخار ہو۔ یا بخار میں درد سر بھی ہو۔ یا بخار۔ یا اسکی ہو۔ زہ بخار ہو۔ بخار کے ساتھ گلنہلی

بھی ہو گئی ہیں۔ اور اعضا کی کمزوری کی وجہ سے بخار آتا ہو۔ اس سب کو بھگت خدا مر کرتا ہے اگر غفا پانے کے بعد بھی استعمال کیجئے تو بہرک ہو جاتی ہے اور تمام اعضا میں خون صالح پیدا کرنے کی وجہ سے ایک قسم کا جوش اور بدن میں چستی و چلائی آ جاتی ہے۔ نیز اسکی سابق تندرستی از سر نو آ جاتی ہے۔ اگر بخار نہ آتا ہو اور ہاتھ پیر ٹوٹے ہوں، بدن میں سستی اور طبیعت میں ٹھہلی رہتی ہو۔ کام کرنے کو جی نہ چاہتا ہو۔ کیا ہاں سے غصہ ہوتا ہو۔ قریب تمام شکایتیں بھی اسکے استعمال کرنے سے رفع ہو جاتی ہیں۔ اور چند روز کے استعمال سے تمام اعضاء مضبوط اور تھیں ہو جاتے ہیں۔

قیمت بری بوتل - ایک روپیہ - چار آنہ  
چوٹی بوتل بارہ - آنہ

ہرچہ ترکیب استعمال بوتل کے ہمراہ ملتا ہے  
تمام دواخانوں کے ہاں سے مل سکتی ہے

المفت - ہر دواخانہ

لج - لاس - عبد الغنی کیسٹ - ۲۲ و ۲۳  
کڑو لڑا اعتدیت - کلکتہ

## [ ۲۰ ] ریویو آف ریلیجنز - یا مذاہب عالم پر نظر

اردو میں ہندو مت اور انگریزی میں ایروپ امریکہ و جاپان وغیرہ ممالک میں زندہ مذہب اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے والا - معصوم لبیب علیہ السلام کی پاک تعلیم کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں - اس کا دور کرنے والا اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دہانے والا یہی ایک پرچہ ہے جس کو درست مذہب دنیا کے سامنے پیش کرنے کے قابل سمجھا ہے۔ اس رسالے کے متعلق چند ایک باتوں کا اکتباس حسب ذیل ہے :-

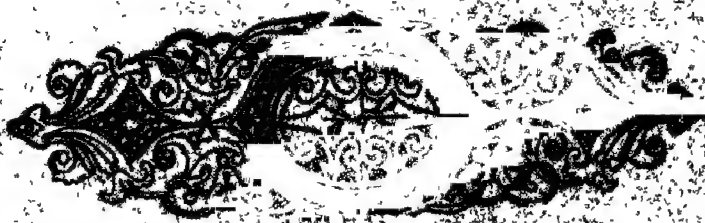
الہیاتی لکچرنگ ریویو آف ریلیجنز ہی ایک پرچہ ہے جس کو خالص اخلاقی پرچہ کہا صحیح ہے۔ عربی میں المنار اور اردو میں ریویو آف ریلیجنز سے بہتر پرچہ کسی زبان میں شائع نہیں ہوئے۔ اس کے زور اور مضامین پر علم و فضل کو لازم ہے۔

کریسٹنٹ لیور پول - ریویو آف ریلیجنز کا پرچہ دلچسپ مضامین سے بھرا ہوا ہے۔ ہمارے لبیب کریم علیہ اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے متعلق جو جاذب مہمانی الزام لگایا کرتے ہیں - اس کی تردید میں نہایت ہی فاضلہ مضمرہ اس میں لکھا گیا ہے۔ جس سے عہدہ مضمرہ آج تک شامی نظر سے نہیں گذرا۔

مسٹر روبرٹ صاحب امریکہ - میں یقین کرتا ہوں کہ یہ رسالہ دنیا میں مذہبی خیال کو ایک خاص صورت دینے کے لیے ایک نہایت زبردست طاقت ہوگی۔ اور یہی رسالہ اس دور کے دور کرنے کا ذریعہ ہوگا۔ جو جہالت سے بھائی کی راہ میں قالی لگی ہیں۔

ریویو آف ریلیجنز - لکھنؤ - عربی ممالک کے باشندوں کو جو مذہب اسلام کے ساتھ مذہب ہونے کے مضمرہ سے دلچسپی رکھتے ہیں چاہیے کہ ریویو آف ریلیجنز خریدیں۔

وطن لاہور - یہ رسالہ بڑے باہر کا ہے۔ اس کی تحقیقات اسلام کے متعلق ایسی ہی فلسفیانہ اور دقیق ہوتی ہیں۔ جیسی کہ اس رسالہ میں درکار ہے مالکہ قیمت انگریزی پرچہ ۴ روپیہ - اردو پرچہ ۲ روپیہ - نولہ کی قیمت انگریزی ۲ آنہ - اردو ۲ آنہ - تمام دواخانوں پر تمام میگزین قادیان - ملحق گورنمنٹ پریس آف پاکستان •



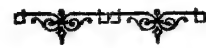


جناب حاجی محمد معی الدین صاحب	•	•	•
بنگلور	•	•	•
جناب عبد المجید خان صاحب انسپکٹر - شرر کورٹ	•	•	•
جھنگ	•	•	•
زمینداران گہڑہ بذریعہ غلام محمد صاحب	•	•	•
۲ ۱۵	•	•	•
جناب مولانا سبھان احمد خان صاحب ناظر	•	•	•
عدالت بھگل پور	•	•	•
۳۰۰	•	•	•
جناب احمد حسین صاحب ٹیکہ دار نہر	•	•	•
درگئی پشار	•	•	•
۳۰	•	•	•
جناب معز الدین احمد صاحب سبزی منڈی -	•	•	•
الہ آباد	•	•	•
۱۵ ۱	•	•	•
غیر مسلمانان بازید پور - مونگیر	•	•	•
۱۶ ۵	•	•	•
جناب ایم - ترابعلی خان صاحب - تحصیلدار	•	•	•
حیدر آباد دکن	•	•	•
۵۰	•	•	•
مسلمانان جھلم	•	•	•
۱۰۰	•	•	•
جناب عبد الغفور صاحب - بسین برہما	•	•	•
۱	•	•	•
جناب امرات علی صاحب دہلی	•	•	•
۲	•	•	•
جناب مولوی حبیب الدین صاحب دہلی	•	•	•
۸	•	•	•
جناب ایم امین الدین صاحب پیرسٹر لائل پور	•	•	•
۳	•	•	•
جناب محمد اشفاق الذبی خان صاحب	•	•	•
سب انسپکٹر رامپور	•	•	•
۸	•	•	•
جناب میران بخش صاحب پٹواری ہوشیار پور	•	•	•
۵۰	•	•	•
جناب منشی مہدی حسن صاحب معمر	•	•	•
چنگی پرتاب گڈہ اردہ	•	•	•
۸	•	•	•
جناب سید فضل احمد صاحب - خوشبو ساز بریلی	•	•	•
۱۵	•	•	•
جناب ایم - حصول احمد صاحب انری	•	•	•
مچسٹریٹ خیر آباد	•	•	•
۱۰۰	•	•	•
مسلمانان کھنٹی بذریعہ عزیز الحق صاحب	•	•	•
مختار - ٹھونٹی - رائچی	•	•	•
۲۰	•	•	•
جناب محمد نصیر صاحب موضع ہرگازان بریگھا	•	•	•
۱۰۳ ۹	•	•	•
جناب ور بیگ صاحب رکیل جونپور	•	•	•
۵	•	•	•
جناب ڈاکٹر عبد اللہ خان صاحب بکائی - کرتہ	•	•	•
۳	•	•	•
جناب شیخ فضل احمد صاحب - گجرات	•	•	•
۷ ۸	•	•	•
جناب سید محمد تقی صاحب - ازگوندہ	•	•	•
۶۵	•	•	•
جناب سید فضل شاہ صاحب جھٹ پٹ	•	•	•
۸ ۶	•	•	•
میار نذیر حسین صاحب از لوهیا نوالہ	•	•	•
ضلع گوجرا نوالہ	•	•	•
۳	•	•	•
جناب جمال خان کشمیری گھر - گوجرا نوالہ	•	•	•
۱	•	•	•
ایک صاحب درد از قصر لاہور	•	•	•
۵۰	•	•	•
معین الدین احمد صاحب قدرائی ندی	•	•	•
۷	•	•	•
بذریعہ معین الدین احمد صاحب قدرائی ندی زہرات	•	•	•
( بہ تفصیل ذیل )	•	•	•
جوشن تقری مرس ۱۹ عدد - جوشن تقری سادہ ۲۳ عدد -	•	•	•
گڑہ تقری - بجلی طلائی ایک جفت - کیل طلائی ایک عدد -	•	•	•
چوڑی تقری ۴ عدد - چھنی تقری ۴ عدد - آرسی تقری	•	•	•
ایک عدد	•	•	•
جناب سید علی حامد شاہ صاحب سجادہ نشین	•	•	•
۳ ۳	•	•	•
سندی ہردائی	•	•	•
شیخ محمد بخش صاحب سکریٹری ٹرکس	•	•	•
۳	•	•	•
ریلیف فنڈ - امرتسر	•	•	•
باقی آئندہ	•	•	•

ضعیفی میں مجھے داغ جدائی دیکھا، یعنی چند ماہ بیمار رہ کر انتقال کر گیا۔ میری بقیہ عمر ضائع ہوئی۔ کیا کروں کدھر جاؤں؟ مہاجرین بلقان کا درد ناک احوال جو آپ نے الہلال میں تحریر کیا ہے اس سے دلپر سخت صدمہ پہنچا۔ مرحوم کے طرف سے ایک روپیہ چندہ ارسال کرتا ہوں، اسکو قبول فرمائیے اور میرے بیٹے کے حق میں دعا فرمائیں کہ خدا اسکی مغفرت کرے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ سے آمین۔

## الہلال

(عظم اللہ اجرکم بمصابکم - اللہم اغفرہ وارحمہ رانت خیر الراحمین !)



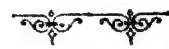
(فضل کریم حکیم ڈویژنل کورٹ ہوشیار پور)

عزیزہ اہلیہ نرادر داکٹر اشفاق محمد صاحب حکیم مقیم ہاتھی ہروازہ امرت سر دو تین ماہ سے بعارضہ بخار بیمار ہیں۔ تبدیل آب دھوا کی غرض سے یہاں آئی تھیں۔ بیماری کی شدت سے چونکہ وہ بہت دلگیر اور مایوس تھیں، اسلئے انہیں خیال ہوا کہ اپنے زیرات راہ خدا میں دیدیں۔ چنانچہ دو بالیاں جو امرت سر میں غالباً ۵۸ روپیہ کو خریدی گئی تھیں، مجھے دیدیں کہ انہیں کسی عمدہ مصرف میں لگا دیا جائے۔ کل رات الہلال کو پڑھتے ہوئے دل میں خیال آیا کہ اعانت مہاجرین سے اچھا مصرف اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

آج ہر دو بالیاں قہیا میں بند کر کے ارسال خدمت والا ہیں۔ یہ خلاصاً آپکی نذر ہیں، آپ پسند کریں تو انہیں اعانت مہاجرین میں بھیج دیں۔ اور مرضہ کے حق میں دعاے محبت فرمائیں۔

## الہلال

(اللہ تعالیٰ اس مومنہ مخلصہ کو صحت عطا فرمائے۔ جمیع قاریین الہلال سے التجا ہے کہ انکی حق میں دعاے صحت و سلامتی فرمائیں)



(از جناب نظیر احمد خان صاحب سہرامی)

ہمارے والد ماجد مولوی سبھان احمد خان صاحب ناظر عدالت دیوانی برابر الہلال دیکھا کرتے ہیں۔ اس ہفتہ کے الہلال کو دیکھ کر نہایت غمگین ہوئے اور مہاجرین کی حالت دیکھ کر دل بھر آیا۔ چنانچہ ۳-۳ روپیہ اپنے مشاہرہ سے پس انداز اس ارادہ سے کیا تھا کہ حج کو تشریف لیجائیں۔ مگر حالت مہاجرین قابل رحم ہے۔ فوراً حکم دیا کہ کل روپیہ ”بمد اعانت مہاجرین“ دفتر الہلال کو بھیج دے کہ منزل مقصود تک پہنچ جائے۔ اور ان بیکسوں کی دستگیری ہو۔ لہذا حسب العکم جذب موصوف الصدر مبلغ ۳-۳ روپیہ بذریعہ کرنسی نوٹ بیمہ ارسال ہے۔ امید کہ رسید سے بہت جلد مطلع کریں گے اور ”اعانت مہاجرین“ کے مد میں جمع کریں گے۔



## فہرست ذراعات مہاجرین عثمانیہ

(۱)

پائی آنہ روپیہ	•	•	•
جناب انوار الحق صاحب سرداگر - پوریان	•	•	•
۱۶	•	•	•
شاعچہ پور	•	•	•
مسلمانان قصبہ رسولی بذریعہ جناب	•	•	•
۱۶ ۷	•	•	•
برہان حسین صاحب	•	•	•
جناب عبدالرضا خان صاحب - آر -	•	•	•
۲۲	•	•	•
آر - کھیری - لکھیم پور	•	•	•

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# الانوار

مقام اشاعت  
۶۰۷ مکاروہ اشرف  
کراچی

ایک ہفتہ وار تصویر رسالہ  
میر سرتوں عزیز خاں  
مسئول ادارہ کراچی

قیمت  
سالانہ ۸ روپے  
عشاق ۴ روپے ۱۲ آنے

۲۰

کراچی: چار شنبہ ۱۹ دج ۱۳۳۹ ہجری

Calcutta : Wednesday, June 25, 1918.

۲۵





## گھر بیٹھے عینک لیجیے

میں

زندگی کا لطف انہوں نے ہم تک پھر آپ اسکی حفاظت  
کہیں نہیں کرتے؟ صرف اسلیئے کہ قابل اعتماد عینک آسانی سے  
نہیں ملتی؟ مگر اب تو یہ وقت نہیں ایک اطلاعی کارڈ پر ہمارا  
منتھن چھم حاضر ہوگا بالکل نئے اصول پر امتحان لیجائیگی۔

ایم۔ این۔ احمد۔ اینڈ سن

نمبر ۱۵/۱ رہن اسٹریٹ - قلعہ خانہ ریلوے - کلکتہ



## عمدۂ ام شیوین

آپ خریدنا چاہتے ہیں تو ملیں آباد کا "سفیدہ" - منگلیہ  
۳۴ دانہ کی قیمت ۳ - روپیہ ۱۵ - آٹہ - ۶۳ - آم تک معمر  
وخرچ ایک روپیہ - ۱۵ - جولائی - تک مل سکتا ہے پھر نہیں -  
پھول ہتی کے بیج پودے آم کی قامیں بالکل سستے ہمارے لیجئے  
نذیر بواہ رس کنرل ہار ایجنسی ملیں آباد - لکھنؤ

## اشتہار

چند قومی نظموں کا مجموعہ جنکی قیمت انجمن مہاجرین اسلام  
میں داخل کیجائیگی۔

۱۰۰ روپے کے گنت آئے پر - ایک فرد - روانہ ہو سکتا ہے

۶ آئے کی گنت آئے پر - ۶ - فرد - " " " "

۸ آئے کی گنت آئے پر - ۱۲ - فرد - " " " "

المشہر خاکسار خادم الدھر سید غلام باری زہر - محمد منزل بہار

## اصل عرق کافور

اس گرمی کے موسم میں کھانے پینے کے بے اعتدالی کی وجہ سے  
پتلے دست پیت میں درد اور کبھی اثر ہو جاتے ہیں - اور اگر اسکی  
حفاظت نہیں کر لی تو ہیضہ ہو جاتا ہے - بیماری ہو جاتے ہیں  
سنبھالنا مشکل ہوتا ہے - اس سے بہتر ہے کہ ڈاکٹر برمن کا اصل  
عرق کافور ہیضہ اپنے ساتھ رکھو - ۳۰ برس سے تمام ہندوستان  
میں جاری ہے اور ہیضہ کی اس سے زیادہ مفید کر لی دوسری  
ہو نہیں ہے - مسافرت اور غیر وطن کا یہ ساتھی ہے -

قیمت فی شیشی ۳ - آٹہ ڈاک معمر ایک سے

چار شیشی تک ۵ - آٹہ -

## عرق پودینہ

ہندوستان میں ایک نئی چیز ہے جو تک کر انکسار  
فائدہ کرتا ہے ہر ایک اہل رعایا والے کو گھر میں رکھنا چاہیے -  
قازی و لایقی پودینہ کی گرمی پتلیں سے یہ عرق بنا ہے - رنگ  
بہی پتلیں کے ایسا سبز ہے - اور خوشبو بھی قازی پتلیں کی سی  
ہے - ملدردہ ذیل امراض کیواسطے نہایت مفید اور آکسیر ہے -  
نفخ ہو جانا - کھٹا ذکر آنا - درد شکم - بد ہضمی اور مٹلی -  
اشتہاکم ہونا رواج کی علامت وغیرہ کو فوراً دور کرتا ہے -

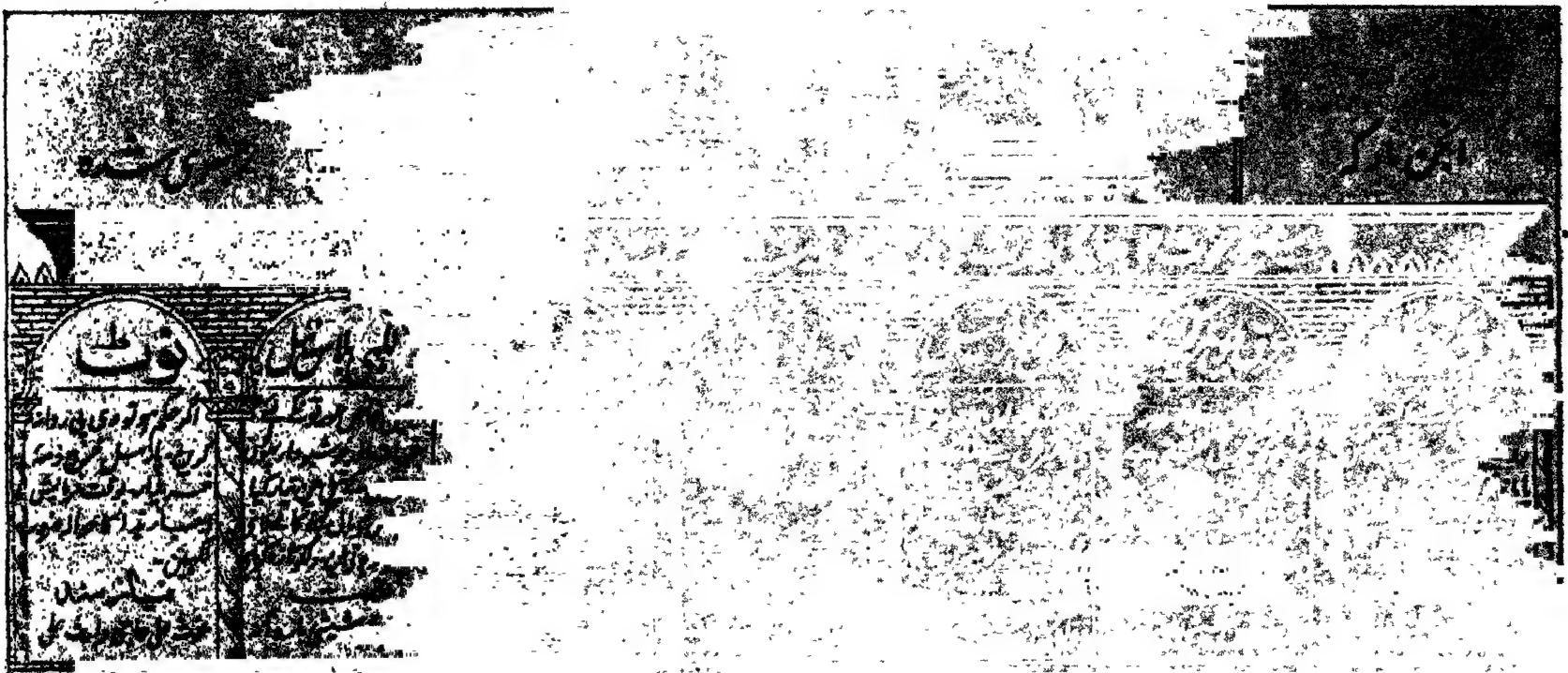
قیمت فی شیشی ۸ - آٹہ معمر ڈاک ۵ - آٹہ

پورنی حالت نہرست بلا قیمت منگوا کر ملاحظہ کیجئے -

نرت - ہر جگہ میں ایجنٹ یا مشہور ہوا فروش کے یہاں

ملتا ہے -

ڈاکٹر برمن کے برمن - مشہور تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

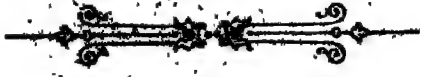






## لاکھوں بے خانمانی مہاجرین

قسطنطنیہ کی گلیوں میں ۱۱۱



### الہلال کلکتہ - سالانہ قیمت مع محصول صرف اٹھ اٹھ !!!

اخراجات خط و کتابت کیلئے وضع کردہ باقی سارے سال روپیہ اس فنڈ میں داخل کر دینا چاہیے اور ایک سال کیلئے اخبار آنکے نام جاری کر دیا جائے گا۔ گریبا سارے سال روپیہ ۱۰ روپے مظلوم و ستم رسیدہ برادران عثمانیہ کو دینگے، اسکا اجر عظیم اللہ سے حاصل کریں گے اور صرف اٹھ اٹھ آنے میں سال بھر کیلئے الہلال بھی (جو جیسا کچھ ہے) دینگے (معلوم ہے) انکے نام جاری ہو جائیگا۔ اس طرح چار ہزار خریداروں کی قیمت سے ۳۰ - ہزار روپیہ فراہم ہو سکتا ہے اور دفتر الہلال آجے خرد فائدہ اٹھانے کی جگہ، اس کو خیر کیلئے وقف کر دیتا ہے۔

(۵) اس وقت ماضی میں سر تک نئے خریداروں کا اوسط ہے۔ لیکن دفتر ۳۰ - جون تک کیلئے اپنی تمام آمدنی اپنے اوزار حرام کر لیتا ہے۔ دفتر اس وقت تک کئی ہزار روپیہ کے نقصان میں ہے اور مصارف روز بروز بڑھتے جا رہے ہیں۔ تاہم اس فکر کو بھٹک کر طبیعت پر جو اثر پڑا، اس نے مجبور کر دیا، اور جو صورت اپنے اختیار میں تھی، اس سے گریز کرنا اور صرف دوسروں ہی کے آگے ہاتھ پھیلاتے رہنا، بہتر نظر نہ لگا۔ یورپ میں اخبارات کے دفتر اپنی جیب سے ہزاروں روپیہ کار خیر میں دیتے ہیں۔ شاید اوزر پریس میں یہ پہلی مثال ہے، لیکن اسکی کامیابی اس امر پر موقوف ہے کہ برادران ملت تعاون نہ فرمائیں اور اس فرصت سے فائدہ اٹھا کر فوراً درخواست



یورپین ترکی کے بے خانمان مہاجرین  
جامع ایاصوفیہ کے سامنے

آج دفتر الہلال میں ہوا قدر تصور افکار، اور ڈاکٹر مصباح کے پہنچے ہیں کہ "خدا کیلئے یورپین ترکی کے ان لاکھوں بے خانمان مہاجرین کے مصائب کو یاد کرو" جنہیں ہزار ہا بیمار عورتیں اور جل بلب بچے ہیں۔ جنکو جنگ کی ناگہانی مصیبتوں کی وجہ سے یکایک اپنا گھر بار چھوڑنا پڑا، اور جنکی حالت جنگ کے زخمیوں سے بھی زیادہ درد انگیز ہے۔ جو مر گئے، انکو دفن کر دیں، جو زخمی ہیں انکو شفا خانے میں لے آئیں، لیکن جو بدنصیب زندہ، مگر مردے سے بدتر ہیں، انکو کیا کریں؟

دفتر الہلال حیران ہے کہ اس وقت اعانت کا کیا سامان کرے؟ مدد کیلئے نئی اپیلیں کرنا شاید لوگوں کو ناگوار گذرے کہ ہلال احمر کا چندہ ہر جگہ ہو چکا ہے، اور تمسکات کا کلم بھی جاری ہے۔ مہجوراً جو کچھ خرد اس کے اختیار میں ہے، اسی کیلئے کوشش کرتا ہے۔

(۱) کم از کم وہ ایک ماہ کے اندر دو ہزار پاؤنڈ یعنی ۳۰ - ہزار کی رقم مخصوص اعانت مہاجرین کیلئے فراہم کرنا چاہتا ہے، کیونکہ ہلال احمر کے مقصد سے جو روپیہ دیا جاتا ہے، اسکو خلاف مقصد دوسری جگہ لگا نا بہتر نہیں۔ اسکی اطلاع آج ہی ترکی میں بھیجی گئی ہے۔

اس بارے میں جو صاحب  
دل اعانت فرمائیں گے  
فاجرہ علی اللہ،

وہ وہ دوسروں پر بار ڈالنے کی جگہ، خود ہی اس رقم کو اپنی جانب سے پیش کرنا چاہتا ہے۔

(۲) اسکی صورت یہ ہے کہ بلا شک نقد تیس ہزار روپیہ دینا دفتر کے امکان سے باہر ہے، مگر یہ تو ممکن ہے کہ تیس ہزار روپیہ جو آئے مل رہا ہو، وہ خود نہ لے، اور اس اشد ترین ضرورت اسلامی کیلئے وقف کر دے؟

(۳) یقیناً میں ۳۰ - ہزار نہیں دے سکتا، لیکن آپ کیوں نہیں مجھے ۳۰ - ہزار روپیہ دیتے؟ تاکہ میں دیدیں؟

(۴) پس آج اعلان کیا جاتا ہے کہ دفتر الہلال چار

ہزار الہلال کے پڑے ایک ایک سال

کیلئے اس غرض سے پیش کرتا ہے۔ آج

کی تاریخ سے ۳۰ جون تک جو صاحب اٹھ

روپیہ قیمت سالانہ الہلال کی دفتر میں

بھیج دینگے، انکے روپیہ میں سے صرف اٹھ اٹھ ضروری

خیرداری بیجیدیں - دنیا تقبل منا انک انت السبح العظیم

(۶) الہلال - اردو میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے، جو یورپ اور

ترکی کے اعلیٰ درجہ کے با تصور پر تکلف، خوشنما رسائل کے نمونے

پر نکلتا ہے۔ اسکا مقصد وحید دعوت الی القرن اور امر بالمعروف

و نہی عن المنکر ہے۔ محققانہ علمی و دینی مضامین کے لحاظ سے

اسکے امتیاز و خصوصیت کا ہر موافق و مخالف نے اقرار کیا ہے۔

اُس نے ہندوستان میں سب سے پہلے ترکی سے جنگ کی خبریں

براہ راست منگوائیں، اسکا باب "شہر عثمانیہ" ترکی کے حالات

جنگ کے واقعات صحیحہ معلوم کرنے کا مخصوص ذریعہ ہے۔

"ناموران غزوا طرابلس و بلقان" اسکی ایک با تصور سرخی ہے جسکے

نیچے وہ عجیب و غریب مؤثر اور حیرت انگیز حالات لکے جاتے ہیں

جو اپنے مخصوص نامہ نگاروں اور خاص ذرائع معلومات سے حاصل

کئے جاتے ہیں۔ مقالات مذاکرہ علمیہ، حقائق و وثائق، المراسلہ

و المناظرہ اسلئے راجدیتا اسکے دیگر ایڑا و عنان مضامین ہیں۔

اٹھ آنے میں شاید ایک ایسا اخبار پرا نہیں۔

(۷) درخواست میں اس اعلان کا حوالہ ضرور دیا جائے کہ

کارہ کی پیشانی پر "اعانت مہاجرین" کا لفظ ضرور لکھا جائے۔



## مردم شوکت پاشا

گذشتہ انقلاب کے دوسرے دن

- |   |  |   |
|---|--|---|
| [۱] سیاست انہمی وزیر معتمد دست و قلمیاف | [۲] شیخ الاسلام                                      | [۳] شاہزادہ - عید حاتم - پرمیٹنٹ سائو و وزیر خارجہ و معتمد اعظم |
| [۴] جلال بک وزیر معتمدات و وزیر اعظم    | [۵] مارشل معتمد شوکت پاشا مرحوم وزیر اعظم و وزیر جنگ | [۶] ابراہیم پاشا وزیر معتمد                                     |
| [۷] حاجی عادل بک وزیر دفاعی             | [۸] رفعت بک وزیر مال                                 | [۹] بیاد انہمی وزیر ہنگ و ریس                                   |





موجودہ دسل اسلامی کا بزرگ ترین فرد :

**مجموعہ محمّد شوق پاشا**

القربانی الغاروقی

ایسے اعلیٰ عربی لباس میں، جنکی شہادت موجودہ عصر مہذب کے عظیم ترین ضائعات ملیہ میں سے ہے -  
نور اللہ - ضمیمہ

لَا تَتَوَلَّوْا الْبَيْعَ وَالْجَنَاحَ بَيْنَ يَدَيْهِمَا إِنَّ الَّذِينَ يَفْعَلُونَ ذَلِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

AL - H I L A L

Proprietor & Chief Editor

Abul Kalam Azad

7 / 1 McLeod Street,  
CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly " " 4 - 12

الاحلام

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

میر سرتوں غرضوی  
مسئد کلہ کلام الہی

مقام اشاعت  
۱۰۰ مکلاود اسٹریٹ  
کلکتہ

طوائف تلفراف  
"الاحلام"

قیمت  
سالانہ ۸ روپیہ  
عشماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۲

کلکتہ: جہار شنبہ ۱۹ رجب ۱۳۳۱ ہجری

Calcutta : Wednesday, June 25, 1918.

نمبر ۲۵

اطلاع

خریداران الاحلام کی خدمت میں

الاحلام کی دوسری ششماہی جلد کا  
یہ آخری پرچہ ہے۔ جن حضرات نے گذشتہ  
جولائی میں سالانہ قیمت دی تھی، یا  
جنہوں نے جنوری میں ششماہی مرحمت  
فرمائی تھی، انکا حساب اس اشاعت سے  
ختم ہو گیا۔ اگر ائندہ کیلیے الاحلام  
کی اعانت مقصود ہو، تو براہ کرم اس  
نمبر کو دیکھتے ہی ائندہ کیلیے قیمت  
روانہ فرمائیں، یا ایک کارڈ لکھ کر وی۔  
پی۔ کی اجازت دیں۔ ورنہ مجبوراً انکی  
خدمت میں ائندہ پرچہ روانہ نہو گا۔

تذکار شہداء اسلام

الاحلام کی "اشاعت خونیں"

افسوس ہے کہ جس مخصوص اشاعت کا گذشتہ پرچے میں  
ذکر کیا گیا تھا، اسکی ترتیب کی بالکل مہلت نہ ملی۔  
ناظرین سے معافی خواہ ہوں۔ انشاء اللہ نئے سال کی ابتدائی  
اشاعت میں اسکا حسب دلخواہ انتظام ہرجائیگا۔ تصاویر  
بکثرت ہیں اور چھپ رہی ہیں۔ صرف مضامین کی ترتیب  
باقی ہے۔

فہرست

شذرات

خاتمہ السدہ الارلی

مسئلہ ارمیہ

توکوں در نظر عنایت

ہفتہ جنگ

مقالہ افتتاحیہ

البداء والبداء

بقیہ شذرات

مذاکرہ علمیہ

حفظ و کرب (۲)

بقیہ شذرات

زر اعانتہ اردو معلی

احرار اسلام

العربۃ فی الاسلام

مقالات

المکاتیب العربیہ

رثایق و حقایق

اقتراعات

کارزار طرابلس

ایک فتح عظیم

تاریخ حسیات اسلامیہ مسلمانان ہند کا ایک ورق

اعانتہ مہاجرین

فہرست زر اعانتہ مہاجرین عثمانیہ

تصاویر

مرحوم محمود شوکت پاشا اپنے وطنی لباس میں صفحہ خاص

وزارت عثمانیہ کا مرقع

سفریجت کے بعض مناظر

۱۷





کشا کش آریزش کی حد تک پہنچ گئی - سرحدیں فوجوں سے لبریز ہیں - روس کی سعی مصلحت سے کوئی خوش نہیں - اتحاد بلقان کے ہر رکن کو اس سے اختلاف ہے - اسٹریا تک اس کے تسلیم سے ناراض ہو رہا ہے - بلغاریہ متطوعین (وائٹیرز) کے ایک دستے نے سروریا کی باقاعدہ فوج پر حملہ شروع کر دیا - ۱۲ - جون کے حملے میں کچھ سروری مقتول و مجروح بھی ہوئے - روس نے ایک کانفرنس کے ذریعہ مصلحت کرانی چاہی تھی - سروریا نے اس میں شرکت سے انکار کر دیا، اور تصفیہ مذاکرات میں صرف آگ اور تلوار کو حکم بنانے کی خواہش ظاہر کی - ۲۴ جون کو روس کے العاج و اصرار پر اس کی فالش تو منظور کر لی ہے مگر کسی معلوم کہ کل کیا ہوا ؟ مقدونیہ کے مقام کوہرلی (کوہرللو) میں جو بلغاریہ کی سرحد پر واقع ہے اس نے ایک لاکھ چالیس ہزار سپاہ فراہم کر لی ہے، صوفیا دار الحکومت بلغاریا یہاں سے صرف ایک سو میل کے فاصلہ پر ہے، اس سے بلغاریوں کو خوف ہے کہ سروری فوجیں صوفیا پر حملہ کو دینگیں - یونان و بلغار میں بھی کشمکش کی ابتدا ہو گئی ہے - مقدونیہ اس وقت یونانیوں کے قبضہ میں ہے - بلغار کو یونان سے شکایت ہے کہ مقدونیہ میں بلغاری رعایا پر سخت مظالم ہو رہے ہیں - اس نے اپنی فوجیں سرحد مقدونیہ پر جمع کر رکھی ہیں کہ تلوار کے زور سے اس شکایت کا انسداد کر سکے - دوسری جانب یونان کا مطالبہ ہے کہ مقدونیہ کے وہ علاقے جو تاریخی روایات و قومیت کے لحاظ سے یونانی ہیں، بلغاریوں کے قبضہ سے یونانیوں کو واپس ملنے چاہئیں - خاتمہ جنگ کے بعد سے بلغاریہ کی روش باب عالی کے ساتھ ایک گونہ تواضع و تذلل کا پہلو لیے ہے - یونان کو اس کی بھی شکایت ہے کہ یونانی حکومت کی مخالفت کے لیے یہ روش اختیار کی گئی کہ اگر جنگ تک نوبت آئے تو عثمانیوں کی امداد سے یونانیوں کو منہزم کیا جائے - جزائر بحر سفید کے قبضے کا تصفیہ پیرس کانفرنس کے متعلق ہے، مگر یونان نے ابھی سے ان جزائر کے لیے تگ و دو شروع کر دی ہے، جس سے ریوٹر ایجنسی کی رائے میں جنگ کے خطرات قریب آتے جاتے ہیں - اور اب یہ احتمال اس قدر قریب ہو رہا ہے کہ ملکہ یونان نے سیاحت جرمنی کا ارادہ ملتوی کر دیا - کیونکہ بلقان میں صورت معاملات کی تبدیلیاں ایسی نہیں ہیں کہ اس حالت میں سیورر سیاحت کے لیے ملک سے باہر جانے کا موقع مل سکے -

پیرس کی بین الدولی کانفرنس کے ابتدائی مراتب طے ہو گئے کانفرنس کے لیے پچاس ممبر منتخب ہوئے ہیں، جن میں عثمانیوں اور بلغانیوں کے علاوہ دل ستہ (برطانیہ، فرانس، روس، جرمنی، آسٹریا، اٹلی) کے ممبر بھی شریک ہیں - کانفرنس میں حسب ذیل مسائل پیش ہوئے:

- (۱) ترکی سلطنت کے ذمے قرضہ فرنگستان کا جو بار ہے، وہ ہر ایک ترکی علاقہ پر منقسم ہے، اور ہر جگہ کی آمدنی سے ایک خاص مقدار اس قرضے میں دی جاتی ہے - بلغانیوں نے جو علاقے فتح کیے ہیں، ان سے جس قدر قرضہ کی رقم ادا ہوتی تھی، اب وہ کس حد تک باقی رہیگی؟ بلقانی اُس کو یکمشت ادا کر دینگے یا سود کی سالانہ قسطوں کی صورت میں دیتے رہینگے؟ دونوں صورتوں میں ترکی تمسک لینے والوں کے لیے کیا ضمانت ہوگی؟
- (۲) بلغانیوں کو کس قدر تاوان جنگ دلا یا جائے -
- ترکی تمسکات میں زیادہ حصہ فرانس کا ہے، جو طبعاً اس باب میں زور دے گا، لیکن اس وقت تک مجرے سیاست بلقان سے یہی مسطبط ہوتا ہے کہ ترکی قرضے کی جو مقدار بلغانیوں نے ذمے عائد ہوگی، وہ کم از کم ایک کروڑ بیس لاکھ پونڈ، اور زائد از زائد دہ کروڑ پونڈ ہوگی -

یہ اصلاحات قدرتی و سیاسی اصول کی بنا پر ہیں، کیونکہ قسطنطنیہ کے دار الخلافہ رہنے سے یورپ کی توجہ ادھر زائد رہیگی، علاوہ اس کے قسطنطنیہ کے تمام قدرتی مناظر میں روز بروز کمی بھی آتی جاتی ہے، موجودہ مجلس مبعوثان عثمانی کو اس بہشت ارضی (قسطنطنیہ) کا چہرنا طبعاً گوارا نہوگا، تاہم جو مدبر جب کبھی اس اہم کام کو انجام دے گا، وہ ضرور تحسین و آفرین کا مستحق ہوگا!!

اب یہ بات صاف ہو گئی کہ معصود شریک پاشا ہفتہ جنگ مرحوم کے قاتل انگریزی رعایا کے افراد تھے، اور سازش قبل میں خارجی سیاست کو تعلق تھا - کامل پاشا اس کے علم بردار تھے، اور پچھلے دنوں ان کی آمد قسطنطنیہ اسی پخت ریز کے متعلق تھی - ارکان سازش نے موجودہ ترکی حکومت کو خاک میں ملا دینے کا فیصلہ کر لیا تھا - طلعت ہے، نازل ہے، عاصم ہے، ان سب کے قتل کا تہیہ ہو چکا تھا، مگر صرف وزیر اعظم کے سرگئی، اور سب بچ رہے - کامل پاشا کے فرزند اس انقلابی تحریک کے سرغنہ تھے، جو اپنے بہت سے رفیقوں کے ساتھ گرفتار ہوئے ہیں - ان لوگوں کو امید تھی کہ انقلاب میں وہ برسر حکومت آجائینگے، اور ممالک عثمانیہ کا خاطر خواہ تجزیہ کر کے دول فرنگ کی ہمدردی حاصل کر لینگے، مگر منصوبہ ناکام رہا، راز انشا ہو گیا، اور اب باب عالی اس انقلابی پیکر کے قطعی استیصال میں منہمک ہے - ۲۰ سرغفوں کے لیے سزائے موت کا حکم ہوا ہے جن میں ۱۲ - کو میدان با بزد میں پھانسی دے دی گئی - کامل پاشا کے حفید (پوتے) ایک اطالی جہاز میں سوار ہو کر بھاگ گئے - اجانب نے ان کو پناہ دی ہے کہ اب نہ سہی پھر کبھی ان آتش پازوں سے اشتعال شورش میں مدد ملیگی - دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت برطانیہ نے جس معاہدہ کی زد سے بلقانیوں اور عثمانیوں میں صلح کر دی ہے، لندن ٹائمس نے اس کی تفصیل شائع کر دی - معاہدہ کے اہم دفعات یہ ہیں:

(۱) مسیحی مقبوضات عثمانیہ کے وہ تمام علاقے جو "اینوس" سے "میدیا" کے خط وسطی کے قرب میں واقع ہیں، بلقانیوں کو تفویض کر دیے جائینگے - حد بندی کا تصفیہ ایک بین الدولی کمیشن کے ذریعہ سے ہوگا -

(۲) البانیہ کی حد بندی اور حکومت البانیہ کے تمام متعلقات کا فیصلہ یورپین سلطنتیں کرینگیں، ترکی جزائر بحر سفید (بہ استثناء جزیرہ کریٹ و جزیرہ نماے کوہ آتھوس) کا مسئلہ بھی دول فرنگ ہی پر را گزار ہوگا -

(۳) جزیرہ کریٹ بلقانیوں کو دے دیا جائیگا - دہرات عثمانیہ کو جو سیاسی و سلطانی وغیرہ حقوق حاصل ہیں، وہ ان سب سے دست بردار ہو جائیگی، اور یہ تمام حقوق بلقانیوں کو مل جائینگے -

(۴) اس جنگ سے جو مالی نقصانات ہوئے ہیں، ان کی تعویض کا سوال وہ بین الدولی کانفرنس حل کرے گی، جو اسی غرض کے لیے عن قریب پیرس میں منعقد ہونے والی ہے - مفتوحات (یا مغصوبات) کی تقسیم بھی اسی کانفرنس کے ذریعہ ہوگی -

(۵) اسیران جنگ، سیاسی حدود اختیارات، قومیت اور تجارت کے مسائل بلقانیوں اور عثمانیوں کے باہمی معاہدہ سے طے ہونگے - اس معاہدہ نے یورپ کے تمام علاقے، جن میں صرف تھریس کا ایک بہت ذرا سا جزو اور قسطنطنیہ کے مضافات شامل نہیں ہیں، اسلام سے لے کر نصرانیت کو دلا دیے، اور اب خلافت اسلامیہ کے لیے وہاں مذہبی حقوق بھی باقی نہیں رہے - ادھر سے تو صفائی ہو گئی، لیکن اب خود بلقانیوں کی باہمی کدورت سیاسی مطلع کو روز بروز مکرر کرتی جاتی ہے - سروریا و بلغاریا کی

## شذرات

### خاتمة السنة الاولى

فیضی گماں مبر کہ غم دل نگفتہ ماند  
اسرار عشق انچه توان گفت، گفتہ ایم

الحمد لله کہ الہلال کی اشاعت کے پہلے سال کا یہ اخیری پرچہ ہے۔ اس پرچے پر دوسری ششماہی جلد ختم ہوگئی، اور اشاعت انیہ سے تیسری جلد شروع ہوگی: فالحمد لله فی البدایة والانتہا، والشکر لله فی السراء والضراء۔ ونسال الله ان یرزقنا، کمال الحسنی، وسعادة العقبی، وخیر الآخرة والاولی:

ز عاشقان جہاں غیر ما نما ند کسے

بیار بادہ کہ ما ہم غنیمتیم بسے

اس موقع پر بہت سے خیالات تھے، جو معرض تحریر میں آچکے تو بہتر تھا۔ جس زندگی کیلئے ہر ساعت اور ہر لمحے میں اپنے نفس و اعمال کا احتساب ضروری ہے، کم از کم چھ مہینے کے بعد تو اس پر ایک نظر ڈال لی جائے۔ سب سے بہتر ”کراماً کا تبیین“ انسان کیلئے خود اسکا ضمیر ہے، اور جو لوگ اس فرشتہ غیبی کی صدا کی سماعت حاصل کر لیتے ہیں، انکو احتساب اعمال کیلئے قیامت کے دن کی ضرورت نہیں رہتی۔ وہ جب کبھی اپنی جستجو میں نکلے ہیں تو خود انکے اندر سے آواز آتی ہے:

اقر کتابک، کفی  
بنفسک الیوم  
علیک حسیبا! ضرورت نہیں، خود تیرے ضمیر ہی کا احتساب تیرے لیے کافی ہے! (۱۷: ۱۵)

لیکن افسوس ہے کہ بعض ضروری اور مقدم افکار نے خاتمہ جلد کے لکھنے کی مہلت نہ دی، اسلئے اللہ تعالیٰ کے شکر، معاذین کرام کے تجدید ذکر، اور آئندہ کیلئے طلب توفیق رفیق، و استقامت و ثبات کی دعا پر، اس جلد کو ختم کرتا ہوں، اور آئندہ اشاعت کے مانعہ جلد ثالث کے مضمون پر بعض ضروری گذارشات رقت ملتوی۔

جو کچھ کیا جا رہا ہے، سب کے سامنے ہے۔ اور جو کچھ کرنے کا ارادہ ہے، اسکے لیے ادعا نہیں۔ صلے کی نہ کبھی خواہش ہوئی، اور نہ نکتہ چینی کی سماعت سے انکار ہے۔ اگر کوئی ایک لمحہ بھی خدمت ملے اور اعلاء حق کا نصیب ہوا، تو یہ اسکا فضل ہے۔ اور اگر نیتوں میں کھرت اور کاموں میں قصور رہا، تو یہ میرے نفس کی کمزوریاں ہیں: ما اصابک من حسنة فمن الله، وما اصابک من نفسة فمن نفسک۔

پہلی صورت میں تحسین کی خواہش نہیں مگر انصاف کی التجا ضرور ہے۔ اور دوسری حالت میں اعتراف سے گریز نہیں، مگر دعا کی التماس البتہ رکھتا ہوں۔ فنعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا ومن يهدي الله فماله من مضل؟

مسئلہ ارمینیہ ایشیائی ترکی میں زیادہ تر پانچ قومیں آباد ہیں: ترک، ارمینی، عرب، کرد، یونانی۔ انمیں بڑی تعداد ارمینیوں کی ہے جن کی آبادی ۳۹ فیصدی ہے۔ مسٹر تھرمیسن کی رائے میں یہی قوم سب سے زیادہ سر مشق ستم ہے، وہ کہتے ہیں:

”قتل و غارت، لوت مار، عفت دری، اور زبردستی مسلمان بنا لینے، زمین و املاک کو جبراً ضبط کر لینے کی کارروائیاں کچھ اور نصف صدی سے علی الاصال جاری ہیں۔ حکام کے دستبرد

سے اسکا انتظام اول ہی ہوچکا تھا کہ ارمینیوں سے اسلحہ لے لیے گئے تھے۔ اسلئے غریب نصرانی ارمینی اپنی حفاظت خود نہیں کر سکتے۔ حکام کی ریشہ دوانیوں سے اکثر قتل عام ہوتے رہے ہیں، اور جو لوگ قتل ہونیسے بچ رہے، جلاے وطن کر دیے گئے۔ عجیب ترین امر یہ ہے کہ ارمینی یہ تمام مصیبتیں جھیلنے میں، پھر بھی انکی دلی آرزو یہی ہے کہ دولت عثمانیہ کا ایک جزر ہنکر رہیں۔ اس معاملہ میں وہ استقدراز خود رفتہ ہیں کہ اگر آج یورپ اُنکو آزاد بھی کر دے تو وہ اسکو منظور نہیں کر سکتے“

یہ تخیلات اس قدر غرابت آفریں تھے کہ مقامی اینگلو انڈین معاصر کی عصبيت بھی ۱۸- جون سنہ ۱۹۱۳ء کی اشاعت میں ان کو مجموعہ تضاد ماننے پر مجبور ہے، کیونکہ ”ارمنیوں کو رسی رعایا بننے کی اجازت دی جاتی ہے، جب بھی وہ ترکی رعایا بنکر ہی رہنا پسند کرتے ہیں“

مسٹر تھرمیسن انگلستان کو الزام دیتے ہیں کہ ”ترکی کو تمام بد عنوانیوں سے روک سکتا تھا۔ اب بھی موقع ہے کہ ایشیائی ترکی میں سلسلہ اصلاح جاری ہو تو فرنگی سلطنتیں اُس پر نگرانی رکھیں۔ نیز فرنگی حکام نگران مقرر کیے جائیں“

انگلشمن اس رائے کی تحسین کرتے ہوئے اس کے عملی نفاذ میں مشکلات کے پیش آمد سے خوف زدہ ہے، تاہم اُس نے قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ ”فرنگی سلطنتوں کی امداد سے انگلستان کو حق حاصل ہے کہ دولت عثمانیہ سے نصرانیوں کے حقوق کی نگرانی کے لیے باقاعدہ مطالبہ کرے، کیونکہ دنیا بھر میں اس وقت برطانیہ ہی سب سے بڑی ”اسلامی سلطنت“ ہے۔ یعنی ”سب سے بڑی اسلامی سلطنت“ کا یہ حق نہیں ہے کہ مسلمانوں کو مظلمیت سے بچانے کا مطالبہ کرے۔ البتہ اُس کو یہ حق ضرور حاصل ہے کہ سب سے بڑی اسلامی سلطنت ہونے کی عجیب و غریب خصوصیت کو اس طرح عمل میں لائے کہ بقیۃ السیف مسلمان سلطنتوں کے داخلی نظم و نسق میں، مداخلت و دراندازی کرے، انکی رہی سہی زندگی کا بھی خاتمہ کر دے!!

ترکوں پر نظر عنایت افسوس ہے، اُن کی رائے میں جس کی ترجمانی مینچسٹر گارجین نے کی ہے ”اب یہی بہتر ہے کہ ترکی مقبوضات یورپ کو فرنگیوں کے رحم پر چھوڑ کر ایشیائے کوچک چلی جائے“ ترکوں کو اُنہوں نے درستانہ صلاح دی ہے کہ ”وہ اپنی فوج کو از سر نو مرتب کر کے اس قدر طاقتور اور زبردست بنا لیں کہ اگر کوئی سلطنت اُن پر حملہ کرنے کا قصد بھی کرے تو خود اُس کی ہستی معرض خطر میں آجائے“ اُن کو صاف اعتراف ہے کہ ”آجکل کی دنیا سیاست اُسی کے حق میں انصاف کرتی ہے جو زبردست ہو، حامی اُسی کی ہوتی ہے جو طاقت رکھتا ہو، جن کی طرف سے ذرا بھی اندیشہ ہوا کہ علی حالہ چھوڑ دینے سے قوت پکڑ جائینگے، پھر اُن کی خیر نہیں“ ان اصول موضوعہ کی ترتیب رتھمید سے فارغ ہونے کے بعد لکھتے ہیں:

”سلطنت عثمانیہ کو زیادہ انواج کی ضرورت نہیں کیونکہ اُسکو صرف دو سرحدوں کی حفاظت کرنی ہوگی، میدیا سے اینفوس تک کی، اور دامان کوہ قاف کے حدود کی“ فوج میں غیر مسلمان عنصر کا داخلہ بھی اُن کے خیال میں ضروری ہے۔

سیاسی اصلاحات کے ضمن میں اجرا و توسیع ریلوے کی ضرورت پر زیادہ زور دیتے ہیں کہ ”اناضول (اناطولیہ) سے عرب کے داندی مل جائیں، سلطان روم قسطنطنیہ سے دست بردار ہوجائیں، خلافت کا نشیمن دمشق یا حلب میں قائم ہو، عربوں سے قربت قریبہ حاصل رہے“ اسکے بعد رائے دی ہے کہ:

منزلیں طے کرتا ہوا نظر آتا ہے (۲) موسم بدلتے ہیں اور نئی نئی ہوائیں چلتی ہیں۔ سمندروں میں طوفان اٹھتے ہیں، اور آسمان پر بجلیاں چمکتی ہیں۔ جبکہ موسم خشک اور گرم ہوتا ہے تو بارش کی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں، اور جب علامتوں کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے تو بارش کا نزول ہوتا ہے۔ غرضکہ جو دنیا تمہارے سامنے موجود ہے، وہ طلوع و غروب، عروج و مہاق، تساط و تنزع، تضارب و تضادم، تداخل و تسابق، تسفل و ترقی، تبدل و تجدد، اور ایاب و ذہاب کا ایک یکسر مرتع ہے، جسکے مناظر منظر 'اور جسکے مناظر و امثال متحرک ہیں۔

بعینہ یہی حال آس دنیا کا بھی ہے جو تمہارے سامنے نہیں، مگر تم میں موجود ہے۔ وہاں بھی طلوع و غروب ہوتا ہے، اور جبکہ تاریکی چھا جاتی ہے تو آفتاب دریچہ ظلمت سے اپنا سر نکالتا ہے۔ وہاں بھی موسم بدلتے ہیں، اور ہوائیں متغیر ہوتی ہیں۔ بہار عیش حیات کا پیغام لاتی ہے، اور خزاں افسردگی و ہلاکت کے ساتھ ظہور کرتی ہے۔ وہاں بھی سمندروں میں طوفان اٹھتے ہیں، اور زمینوں پر موسم کی تند و تیز ہوائیں چلتی ہیں۔ جب موسم بدلتا ہے، تو یہاں کے آسمان کے طرح، وہاں کا آسمان بھی بدل جاتا ہے۔ اور جب پانی برسے کیلئے آتا ہے، تو پہلے ابر کے محیط ٹکروں اور سرد ہواؤں کے مرطوب جھونکوں کو بھیج دیتا ہے۔ قحط اور خشک سالی اس سرزمین کی سب سے بڑی مصیبت سمجھی جاتی ہے، لیکن وہاں بھی اس سے بڑھ کر آرزوئی مصیبت نہیں۔ جب آسمان اپنی دریا نوالی کا اور زمین اپنی بخشش کا دروازہ بند کر دیتی ہے، تو دریا اُتر جاتے ہیں، اور سیر حاصل زمین خشک ہو کر چٹیل میدان بن جاتی ہے۔ پھر موت اور بربادی دنیا پر چھا جاتی ہے، اور انسان اپنی غذا سے محروم ہو جاتا ہے۔

یہی حال وہاں کا بھی ہے۔ البتہ فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں کی خشک سالی جسم کو غذا سے محروم کر دیتی ہے، اور وہاں کا قحط قالب و روح کیلئے پیغامِ ہلاکت ہوتا ہے۔ پس یہاں جسم کیلئے موت ہے، جسکے بعد بھی زندگی باقی رہتی ہے، اور وہاں دل کیلئے ہلاکت ہے، جسکی ہلاکت کے بعد زندگی کا کوئی سامان نہیں!

والقلب تعمل ما لا يحمل البدن!

جسم و جان، رنگ و بو، لفظ و معنی، صورت و حقیقت، یہی دو مختلف دنیاؤں اور موجود و مشہود کی دو اقامتیں ہیں جنکو انسان الہی "عالم آفاق و انفس" سے تعبیر کرتا ہے:

سنریہم ایاتنا فی الافاق ہم اپنی نشانیوں عالم کا کثرت کے مختلف رسی انفسہم حتی اطراف و جوانب میں بھی دکھلائیں گے یتبیین لہم انہ الحق اور انکے نفس کے اندر بھی، یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائے گا کہ بیشک وہی حق ہے۔ (۵۲: ۴۱)

اور یہی وہ عالم معنوی ہے، جسکے آثار و علائم، اور آیات و اسرار پر قرآن کریم توجہ دلاتا ہے، اور جس سے آرادِ اُنم کی غفلت و اعراض پر وہ ہر جگہ متاسف ہے کہ:

وفی انفسکم افلا تبصرون؟ اور کیا جو کچھ تمہارے نفس کے اندر موجود ہے، اسے تم نہیں دیکھتے؟ (۲۱: ۵۱)

ما بعد اثار و عقب علائم

پس گو آثار و علائم ہمیشہ مظنون، اور مستقبل کا چہرہ ہمیشہ تاریکی میں ماغرب ہوتا ہے، تاہم علامتوں کے ظہور میں شک

(۲) ایام مہاق سے مراد اصطلاح نجوم میں مہینے کی وہ آخری راتیں ہیں جب چاند گھٹنے لگتا ہے، یعنی نصفِ آخری (منہ)

من المیت ویخرج المیت من العسی - (امید و کامیابی کا) ایک قوی و تدارک دیکھ کر دیتا ہے۔ وہی زندگی کو موت سے، اور موت کو زندگی سے نکالتا ہے۔ یہی قدرت کی نیرنگیاں دکھلانے والی ذاتِ قدوس، تمہارا خدا ہے، پھر تم کدھر بہکے جا رہے ہو، اور کیوں اسکی طرف نہیں جھکتے؟

علائم و آثار

لیکن اسمیں شک نہیں کہ سمندروں کا پانی اُرتا اور پھر ابر کی صورت میں پھیل جاتا ہے۔ یہ یقینی ہے کہ پانی کے برسنے سے پہلے موسم بدلتا، اور اپنے آنے سے پہلے، اپنی علامتوں کو بھیجتا ہے۔ طوفان کے آنے سے پہلے طوفانی ہوائیں چلتی ہیں، اور برسات سے پہلے ابر غلیظ کی چادریں آسمان پر پھیلا دی جاتی ہیں:

اللہ الذی یسرل الیاء فنثیر سحاباً فیسطہ فی السماء کیف یشاء ویجعلہ کسفاً فتری الودق یشرج من خلالہ فاذا اصابتہ من یشاء من عباده اذا ہم یبشرون (۷۴: ۳۰)

"اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے اور وہ بادلوں کو اپنی جگہ سے اُبھارتی ہیں، پھر خدا جس طرح چاہتا ہے اُنسے کام لیتا ہے۔ کبھی بادلوں کو آسمان پر پھیلا دیتا ہے، کبھی انکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے، اور تم کو ایسا نظر آتا ہے، گویا انکے درمیان سے مینہ نکلا چلا آتا ہے!

پھر جب اپنے بندوں میں سے جن پر برسانا چاہتا ہے، برسا دیتا ہے، ترہ (زندگی پا کر) خوشیاں منانے لگتے ہیں!!

یہ علائم فطریہ اور آثارِ طبیعیہ جو تم کو دنیا میں اپنے سے باہر نظر آتے ہیں، بعینہ تمہارے اندر بھی موجود ہیں۔ تم جو اس عالمِ صورت و جسم کے ذرے ذرے کی پرستش کرتے ہو، بھول گئے ہو کہ ایک اقامتِ قالب و معنی بھی ہے، اور اس "عالمِ صغیر" میں جو کچھ ہے، اُسی "عالمِ کبیر" کا عکس و ظلال ہے:

الم تر الی ربک کیا تم نے اپنے پروردگار کی اس حکمت کیف مد الظل؟ و قدرت کو نہیں دیکھا کہ اُس نے کیونکر "ظل" یعنی سائے کو پھیلا دیا ہے؟ (۲۵: ۴۷)

سر زرخانیوں داری رے خود را ندیدستی

بغواب خود در آتا قبلہ زرخانیوں بینی

آفتاب طلوع ہوتا ہے، اور اپنے سایے کو اپنے ساتھ متحرک کرتے ہوئے غروب ہو جاتا ہے (۱) چاند نکلتا ہے، اور عروج و مہاق کی

(۱) "غروب ہو جاتا ہے" اس اعتبار سے کہ ایسا نظر آتا ہے۔ یہ تمام باتیں مغربی ادبیات میں داخل ہو گئی ہیں۔ آسمان کو ماکن ہو اور زمین گردش میں، لیکن ہم شکایتِ آسمان ہی کی گردش کی کریم کہ کرتے آئے ہیں۔ [منہ]

[نوٹ صفحہ ۵۵ کا]

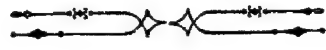
(۱) فطرۃ انسانی عجائب و اسرارِ ہوائی ہے۔ خالق انسان من عجل۔ اسلئے ممکن ہے کہ بعض حضرات کو، جو اغراض و مقاصد کی تشریح کیلئے ایک مبارک اضطراب اپنے اندر رکھتے ہیں، یہ تمہید ناگوار گذرے، کہ سنی سنائی باتوں کے اعادے سے کیا فائدہ؟ لیکن جہاں انہوں نے اپنے عرصے تک مہر کیا ہے، وہاں جو دنوں کا اور انتظار گزارا فرما لیں تو بہار ہے۔ ہر کم ترتیبِ طبعی سے انجام پاتا ہے۔ اغراض و مقاصد سے پہلے اُن تمام امور پر نظر ڈال لینا ضروری ہے، جنکے بہ یک وقت پیش نظر ہوئے بغیر، مقاصدِ امای سمجھ میں آئیں سکتا۔ لوگوں کے ہمارے خطوط و استفسارات اس تمہیدی امور کی نسبت آچکے ہیں، اور اسنے سوا چارہ نہیں کہ تمہید ہی میں اپنے خیالات مفادِ مافی عرض کردوں آگے چلکر یہ تمہید ہی تشریح مقاصد کا کم دیگی، اور اسمیں صرف چند مفہوم کی دیر ہے۔



# الملاح

۱۹ - رجب ۱۳۳۱ ھجری

## الداء والدواء



یعنی

جماعت ” حزب اللہ “ کے اغراض و مقاصد

(۱)

یا ایہا الناس ! قد جاءکم موعظہ من ربکم وشفاء لما فی الصدور ، وهدی ورحمة للمؤمنین - قل بفضل اللہ ورحمۃہ ، فبذلك ، فادعوا ، وھو خیر مما یجمعون ( ۱۰ : ۶۰ )



زخمہ بر تارگ جاں می زخم \* کس چہ داند تا چہ دستاں می زخم  
زخمہ بر تارم پریشاں می رود \* کین نوا ہاے پریشاں می زخم  
خامہ ہراز دم گرم منست \* آتش از نے در نیستاں می زخم



باز شوقم در خروش اورده ست \* باز ہوے ہمچو مستاں می زخم  
دی بہ یغما داده ام رخت و متاع \* امشب آورد در شبستاں می زخم  
جوے شیراز سنگ راندن ابلہی ست \* بہر گوہر تیشہ بر کل می زخم  
گریہ را در دل نشاطے دیگرست \* خندہ براب ہاے خنداں می زخم  
بند ہر خواہش ز دل می بگسلم \* نقش ہر صورت بعنواں می زخم  
دعوتے ہستی ، ہماں بت بند کیست \* کافر کم کر لاف ایماں می زخم



در خراباتم فدیدیستی خراب \* بادہ پنداری کہ پنےاں می زخم  
تو درینجا بینی و ، من خود ہنوز \* جام مے در بزم اعیان می زخم



می ستیزم با قضا از دیر باز \* خویش را بر تیغ عریاں می زخم  
لعب با شمشیر و خنجر می کنم \* بوسہ بر سا طور و پیکل می زخم

در جنوں بیکار نتواں زیستن

آتشم تیزست و دامال می زخم



تمہید (۱)

ہیں - وہ قدیر و حکیم ، جو ایک چھوٹے سے بیج کو ایک عظیم الشان نباتاتی ہستی تک پہنچاتا ، اور پھر خود اس سے ہزاروں بیج پیدا کرتا ہے ، صرف اسکے ہاتھ میں ہے کہ بیداریوں کو استرار ، عبرتوں کو نتیجہ خیز ، اور متحرک نعشوں کو حی و قائم اجسام کی صورت میں بدل دے :

ان اللہ فالق الحب و النوى ، یخرج العی  
”بیشک خدا ہی ہے جو زمین کے اندر  
بیج کے دانے کو ( جبکہ وہ محض امید

یہ بار بار کہا گیا ہے کہ عالم اسلامی کے گذشتہ اخیری مصائب نے مسلمانوں میں تذبذب و اعتبار کے جیسے غیر معمولی علامہ و آثار پیدا کر دیے ہیں ، انکا دو سال اردھر وجود نہ تھا -

اس قسم کے آراء قیاسات ہمیشہ مظنون ، اور مستقبل کے نتائج کے محتاج ہوتے ہیں ، اور انکی صحت و عدم صحت کے حلال منسٹوں اور لمحوں کے راقعات و حوادث سے متغیر ہو جاتے

والے مصائب کو کیونکر دور کر سکے گا، جو چاروں طرف سے ہم پر امنڈنے والے ہیں؟ کیا ملکوں اور قوموں کا انقلاب ایک ایسا معاملہ ہے، جسکو ایک دو کروڑ روپیہ بطور رشوت دیکر ہم اپنے حسب مرضی طے کرالیں گے؟ کیا کرایے کی فوجیں، اور کرائے کا جوش لندن اور برلن میں ملتا ہے کہ جب کبھی کوئی فرج بلاد اسلامیہ پر حملہ آور ہوگی تو ہم تار کے ذریعہ اجرت طے کرکے فوراً انہیں میدان کی طرف روانہ کر دیں گے؟ کیا ہماری قلم بریادیاں اور نامرادیوں صرف اسلیے تھیں کہ ہم نے ہمیشہ اپنے پاس روپیہ جمع نہ رکھا، اور یورپ نے صرف افلاس کا الزام رکھ کر ہم سے سلانیک اور ایڈریا نرپل لے لیا؟

فرض کیجیے کہ کل کو فرانس نے شام پر علانیہ قبضہ کر لینا چاہا، اور اسکی خبر ریوٹر نے ہمیں پہنچادی۔ اس وقت ہمارے پاس ایک نہایت طاقتور انجمن ہوئی جسکے خزانے میں دو سال کا چغندہ چودہ کروڑ روپیہ موجود ہوا۔ پھر با ایں ہمہ دولت فراوان، ہم کیا کریں گے؟ ایم۔ پروانکرے کو تار دیں گے کہ ہم سے ۱۴ کروڑ روپیہ لیکر شام کے قبضے کا ارادہ ترک کر دے؟ یا سرایدہ وردہ گرسے سے سرخراستہ کریں گے کہ ہم سے ۱۴ کروڑ روپیہ لیکر اپنے اتحاد ثلاثہ کے مقاصد اور فیصلہ مسئلہ مشرقی کو راہیں کر لیجیے، اور کرایے کی ایک عظیم الشان اور قاہرہ باسل فرج از راہ رعایا پروری ساحل بیروت پر آثار دیجیے؟

فمالکسم کیف تحکمرن؟

ممکن ہے کہ بعض خوش اعتقاد بزرگوں کا ایسا خیال ہو :

وللناس فیما یعتقدون، مذاہب

لیکن :

فأش می گویم از گفتہ خود دل شام

بندہ عشقم از ہر درجہاں آزادم

اگر مثال کیلیے فرض ہی کرنا ہے تو زیادہ بہتر مثال کیوں نہ فرض کی جائے؟ فرض کیجیے کہ کل کو انگلستان نے مسئلہ عراق کا قطعی فیصلہ ضروری سمجھا، اور اسپر قبضے کا اعلان کر دیا تو پھر اس وقت ہمارا یہ عظیم الشان فنڈ کیا خدمت انجام دے گا؟ عزیزان من! ملکوں اور زمین کے تکرور کا نیلام نہیں ہے کہ آپ بھی زیادہ سے زیادہ بولی دینے کیلیے اپنی جیب کو مستعد رکھیں۔ یہ تو قوتوں کا مقابلہ اور طاقتوں کی نبرد آزمائی ہے۔ صرف آپکی جیب ہماری ہوگئی تو اس سے کیا ہوتا ہے، جبکہ دل ہی خالی ہے!

معمورہ دلے اگرت هست بازگوئے

کین جاسخن بہ ملک فریدوں نمی رود

اس وقت کے مستعد جوش و خروش اور طاقتور حیثیات اسلامیہ، کو محض روپیے کے جمع کر دینے ہی میں خرچ کردالنا، اپنے ہاتھوں اپنی آخری فرصت کو کھونا ہے۔ روپیہ کی ضرورت اور قوت سے انکار نہیں، لیکن خدا را اتنی پرستش تو نہ کیجیے کہ قوم کی ساری قوتیں صرف اسی میں ضائع ہو جائیں؟

ہمارے سامنے آج ہمارا زوال ہے، ہم بریادیوں کے کنارے پر کھڑے ہیں، اور اپنی تہییز و تکفین کا سامان اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ہمارے پاس اب اتنی مہلت نہیں ہے کہ بار بار نسخے آزمائیں، اور بہت سے طبیبوں سے رجوع کریں۔ ہم کو اس وقت صرف ایک ہی نسخے کی ضرورت ہے، اور صرف ایک ہی طبیب کی۔ ہمارے امراض یقیناً بے شمار ہیں، اور فرصت ہوتی تو ایک ایک کا علاج کرتے، مگر اب تو ایسے نسخے کی تلاش ہی پر انحصار زندگی اور امید صحت ہے، جو ایک ہو، مگر اپنے اندر ہمارے تمام بے شمار امراض کا علاج رکھتا ہو۔

کی برکتوں میں داخل ہو گیا، اسکے لیے پھر ہمیشہ کیلیے امن و امان ہے۔

پس ضرور ہے کہ ہر مسلم ہستی اسکی خدمت گذاری کی راہ میں اپنے تئیں قربان کر دینے کا حلف اٹھائے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ انڈہ کیلیے پوری سعی و مجاہدات کے ساتھ ایک عظیم الشان اسلامی خزانہ فراہم کیا جائے، جو ہر موقعہ پر ہمارے لیے وسیلۂ کار اور ذریعۂ رفع احتیاجات ہو، اور اسکے لیے بہتر سے بہتر اشخاص اپنا وقت بے دریغ صرف کریں۔

یہ سب کچھ سچ ہے۔ اس سے کسی طرح انکار نہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ جو ضرورت ہمارے سامنے ہے، جس منزل کی تلاش و جستجو ہے، جس مقصد کے کھرج میں قدم اٹھے ہیں، اور جس لیلی کے فراق میں مجنون صفتان عشق کی یہ کچھ بیقراریاں ہیں، کیا اسکے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے؟ کیا صرف ایک عہد کا لے لینا، اور ایک بہت بڑے فنڈ کا قائم کر لینا ہی ہماری کوششوں کا اصل مقصد، اور ہمارے امراض کا علاج رحید ہے؟ جو سوال ان کاموں کے شروع کرنے کا سبب تھا، مشکل یہ ہے کہ اختیار کرنے کے بعد بھی وہی سوال سامنے آ جاتا ہے :

گشت راز دگران راز کہ افشا می کرد

مدتوں مچکر صرف مشغول آہ و بکا رہنے کا الزام دیا گیا۔ کئی ماہ سے لوگ معترض ہیں کہ صدا آٹھ رہی ہے مگر مدعا کا پتہ نہیں۔ اسکے اسدب سے تفصیلی بحث کبھی نہ کبھی ہو رہیگی، اور غالباً مضمون کے آخر میں کروں، مگر یہاں صرف اسقدر کہنا چاہتا ہوں کہ یہ خاموشی بے وجہ نہ تھی۔ یاران راہ نے منزل مقصود کی جستجو کر جتنا آسان سمجھ رکھا ہے، شاید اسقدر آسان نہیں ہے :

بیا کہ مسئلہ عشق ازل دقیق تراست

کہ حل شود شرف از فکر باطل ہمہ کس

لوگ سفر کا اعلان کر دینے میں بہت جلد باز ہیں مگر بہتر ہو اگر یہ جلدی قدموں کی جگہ دماغوں کو سر نہچنے میں نصیب ہو۔ روپیہ کا جمع کرنا ایک نہایت اہم کام ہے، اور خدمت کعبہ تو ہر مسلمان کا شعار ملی ہے۔ پانچ وقت جس تجلی گاہ معبود حقیقی کی طرف روز ہمارا منہ ہوتا ہے، دن میں ایک مرتبہ بھی کیا اسکی طرف ہمارا دل نہرگا؟ اس رولے کی آگ جسقدر ممکن ہو بھڑکا ئیے، اور اگر کچھ بھڑکی ہے تو دامن سے ہوا دیجیے۔ لیکن کہا صرف یہ ہے کہ اسکے بعد مشکل حل نہیں ہو جاتی، اور عقدہ کار کی گرہ بدستور باقی رہتی ہے۔ پھر کہتا ہوں کہ یہ سب شاخیں ضرور ہیں، سوال یہ ہے کہ جڑ کہاں ہے؟ باغ بسانے کی تدبیر یہ نہیں ہے کہ درختوں کی شاخوں پر پچکاری سے پانی دیجیے۔ پہلی بات یہ ہے کہ جڑ کو تروتازہ کیجیے۔ آپکو یہ معلوم نہیں تو ممکن ہے کہ دوسروں کو معلوم ہو۔

تو گل از باغ می خواہی من از گل باغ می جویم

من از آتش دخان بینم تو آتش از دخان بینی

فستلو اهل الذکر ان کنتم پھر اگر تمہیں معلوم نہیں تو صاحبان لا تعلمون (۱۶ : ۳۵) فکر و ذکر سے دریافت کرو؟

صرف روپیے پر زور دینا

ایک خطرناک غلطی ہے

یقیناً حالات نے ہمیں بتلا دیا ہے کہ ”ضروریات ملی“ کی غرض سے ایک وسیع ”خزینہ ملی“ (نیشنل فنڈ) کا ہمیشہ مہیا رکھنا کس درجہ ضروری ہے؟ پس ضرور ہے کہ اسکا سامان کیا جائے۔ لیکن صرف کسی ایسی انجمن کا قائم کر لینا، ان آنے

طرح کسی دیہات کی ایک چکی پیسنے والی عورت بھی سمجھنے لگی ہے۔ کل تک مصائب کے زور کا خوف تھا، اس لیے صرف ذہن و دماغ ہی انکو محسوس کرسکتے تھے، مگر آج جبکہ وہ ظاہر ہو چکے ہیں اور بقیہ ظہور سامنے ہے، تو انکے سمجھنے کیلئے دماغ کی نہیں بلکہ دیکھنے کے لیے آنکھوں کی ضرورت ہے۔ اور دماغ کم ہوں مگر آنکھوں کی کمی نہیں۔

کچھ تو مایوس ہیں اور کچھ متلاشی، مگر انتظار دنوں کو ہے پہلوں کو اگر راہ دکھلا دی جائے تو چلنے سے انکار نہیں، گو ابھی انکے قدم ساکن ہیں۔ اور دوسرے فکر و جستجو میں حیران ہیں، کس طرف کا رخ کریں، اور منزل کو معلوم ہے مگر راہ باز نہیں۔

### بیداری کے بعد غفلت

حریفانہ رہ دیر کرد نہ کم فوید لہم ثم وید لہم !

مگر جیسا کے میں مختصراً اشارہ کر چکا ہوں، آج کسی قدر تفصیل کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ غفلت کے معنی صرف بستر ہی پر سونے کے نہیں ہیں بلکہ سونے کے ہیں، اور جو مسافر بستر غفلت پر آٹھکراہ میں سوجائے، وہ گو بستر سے اُٹھ چکا ہے، لیکن نیند بیدار نہیں ہوا۔

سفر کا تہیہ ہی مطلوب نہیں ہے، بلکہ صحیح راہ سفر کا معلوم کرنا اور پھر اس پر چلنا، دونوں باتیں شرط کار ہیں۔ کیا فائدہ اس سے کہ اپنے بستر کے آرام اور خواب نوشیں کی راحتوں کو خیر باد کہا جبکہ نیند میں ضائع ہونے والی زندگی، بستر کی جگہ، راہ کی گم کردگی اور ضلالت پیمائی میں ضائع ہو رہی ہے !

آج اس بارے میں بلند ترین حد نظر، اور فکر و جستجو کا آخری سدرة المنتہی جو لوگوں کے سامنے ہے، وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ حفظ اسلام و مقامات مقدسہ اسلامیہ کے نام سے ایک وسیع عظیم الشان فنڈ جمع کیا جائے، اور ہر مسلمان بقدر استطاعت اس میں حصہ لے۔ نذرانہ عہد کرے کہ کعبہ معظمہ کی حفاظت ہمیشہ پیش نظر رکھیگا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ زمین کی وراثت اور تاج و تخت حکومت میں سے جو کچھ ہمارے پاس باقی رہا تھا، وہ ہماری غفلتوں اور نادانیوں کی نذر ہو گیا۔ جو باقی ہے ہر آن وہ لمحہ خطرے میں ہے، اور اگر کوئی متاع آخری رہ گئی ہے تو صرف اسلام کا مبداء اولیٰ اور دعوت الہی کا اولین سرچشمہ ہے جہاں ”فاران“ کی چرتیاں ہیں، جس پر ”سعیر“ کے بعد خداوند خدا سینا نے کتاب شریعت اور شمشیر عدل کے ساتھ ظہور کیا۔ جہاں وہ محترم و قدوس ”غار“ ہے، جس کی تاریکی میں ”داعی الہی“ اللہ و سراج منیر“ کی روشنی سب سے پہلے نمودار ہوئی، اور دعوت اسلامی اور ملت حنیفہ کے اس اولین داعی کی یاد ہے، جس نے اپنے نفس و جاں کی قربانیوں کا اس پر حسنہ دکھلا کر، حقیقت اسلامیہ کی پہلی بنیاد رکھی تھی :

ان اول بیت وضع  
للمناس للذی بیکۃ  
مبارک و ہدی للعالمین۔  
یہی تھا، جو شہر مکہ کی سرزمین میں  
فیہ ایسات بینات  
مقام ابراہیم، و من  
دخلہ کان امناً۔  
اس میں حکمت الہیہ کی بہت سی  
کھلی کھلی نشانیاں ہیں۔ اور انہ  
( ۳ : ۹۱ )

نشانوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی اسلام کے اولین داعی حضرت ابراہیم کا ”مقام“ مقدس ہے۔ جو شخص اس بیت الہی

نہیں۔ یہ ضرور ہے کہ موسم بدل رہا ہے، اور آنکھیں ابڑکی پھیلی ہوئی چادر کو، اور جسم تھنڈی ہواؤں کو محسوس کر رہے ہیں۔ پس پانی کا برسا ضرور ہے، اور گرمی جس قدر تیزی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے، اتنا ہی بارش کے نزل کو متیقن بھی کر دیتی ہے۔

دلوں کی اقلیم میں ایک شورش بپا ہے۔ اس کے سمندر تہہ و بالا ہورہے ہیں۔ موجوں اور طوفانوں کا زور ہے۔ آسمان کی رنگت پہلے سرخ تھی، مگر اب سیاہ اور تاریک ہو گئی ہے۔ اور بجلی پہلے چمکتی تھی، پر اب گرج گرج کر زمین پر گزنا چاہتی ہے۔ فضاء آسمان ایک معرکہ دار و گیر، اور ایک محشر رستخیز بگڑتی ہے۔ اور کائنات کی ہر شے ابھرنے اور اچھلنے کیلئے بیقرار ہے۔ اگر کوئی فوج نہیں آرہی، تو یہ گرد و غبار کیوں ہے؟ اگر آگ نہیں جل رہی، تو یہ دھواں کہاں سے اُٹھ رہا ہے؟ اور اگر کچھ ہونے والا نہیں ہے، تو یہ ہونے کی علامتیں کیوں ظاہر ہو رہی ہیں؟  
ان فی ذلک لآذکرى لمن کان لہ قلب، اوالقی السمع  
وہر شہید۔

دھقان آسمان کو دیکھ کر سمجھ لیتا ہے کہ اُسے کیا کرنا چاہیے اور کشتی بان طوفان کے آنے سے پہلے کشتی کو کنارے تک پہنچا دیتا ہے۔ پس ضرور ہے کہ دلوں کی شورش و اضطراب بے معنی نہ ہو، اور اس اقلیم کے حوادث و تغیرات کے اشارات گویا سمجھے جائیں۔

عالم اسلامی آج ایک آخری انقلاب کے کنارے پر ہے، اور تبدیلیوں اور انقلابوں کی وہ تمام علامتیں اس کے چپے چپے میں موجود ہیں، جو دنیا کے گذشتہ سخت سے سخت انقلابات کی تکمیل سے پہلے ہمیشہ ظاہر ہوا کی ہیں۔ وہ انقلابات عظیمہ، جنہوں نے دنیا اور دنیا کے مناظر کو یکسر پلٹ دیا۔ وہ تغیرات مدہشہ، جنہوں نے قوموں اور ملکوں کی تاریخ یک قلم اولت دی۔ وہ، جنہوں نے زمین کے جغرافیے اور اس کی خشکی اور تری کے حدود میں تبدیلیاں کر دیں۔ وہ، جنہوں نے انسانی نسلوں کے عمران و تمدن اور انکے عوائد و خصائل کی عمارتوں کو ڈھا کر پھر از سر نو تعمیر کر دیا، اور وہ، جو اس لیے ظاہر ہوتے ہیں تاکہ حیات و ممات امم کے قانون الہی کے مطابق، زمین اور زمین کے بسنے والوں کو ازسرتا پا بدل دیں۔ ٹھیک ٹھیک ایسے ہی مظاہر و آثار کو اپنے آگے اور یمن و یسار رکھتے تھے، جیسے کہ آج دنیا کے سامنے ظاہر ہو رہے ہیں۔ یہ دنیا میں ہمیشہ ہو چکا ہے، اور ایسا ہونا انقلابات امم و ملل کے ایک دائمی قانون کے ماتحت ہے : و ماتسبق من امة اجلها و ما یستأخرون ( ۱۵ : ) ( ۱ )

### تہیہ سفر

منجملہ علائم و آثار مخصوصہ کے ایک علامت یہ بھی ہے کہ رفتہ بر ماتم اور ایندہ کی حسرت کی جگہ اب بہت سے دماغ ہیں، جو کام بھی کرنا چاہتے ہیں، اور محض ماتم و فریاد پر قانع نہیں۔ یہ احساس عام ہے اور عالم اسلامی کے دیگر اکثاف و اطراف سے قطع نظر، خود ہندوستان میں بھی باوجود استیلاء یاس و قنوط موجود ہے۔ اور اگر صحیح وسائل اختیار کر لے، تو فی الحقیقت انقلاب حالت کا اسے پہلا بیج سمجھنا چاہیے۔

کل کی فکر آج ہر شخص کے سامنے ہے۔ فکر مستقبل اب صرف خاص دماغوں ہی کا حصہ نہیں رہا، بلکہ اخبارات کے دفاتر کی

( ۱ ) اور کوئی امت نہ اپنے مقدر وقت سے آگے دھسنے اور نہ پیچھے دھسنے  
ہے۔ ( منہ )



# مذہب علمیت

( ۲ ) کوئی حیات انسانی ' آلام و تکالیف سے قطعاً پاک نہیں رہ سکتی -

چونکہ حیات عبارت ہے مجموعہ حرکات سے ' اور حرکت نام ہے انتشارِ سالمات کا ' جو مرادف ہے انقباض و کرب کا ' اسلیے ہر ذی حیات کے لیے کرب و اذیت ناگزیر ہے - پھر چونکہ ہر حیات انسانی لازمی طور پر حیات اجتماعی ہونی چاہیے ' اور حیات اجتماعی ممکن نہیں ' جب تک کہ افراد کی آزادی اعمال، محدود نہ کر دی جائے ' اور اسی تحدیدِ حریت کا نام ' احساس کرب ہے ' پس اسلیے بھی درد و آلام حیات انسانی میں ناگزیر ہے -

( ۳ ) قوتِ احساس ' مدارج تمدن کے متناسب ہوتی ہے - احساس ' چونکہ نفس کے ایک خاص شعبے کا نام ہے ' اسلیے اسکا نشور نما عام نفسی نشور نما کے تابع ہوتا ہے - یعنی جن لوگوں کے عام قوائے نفس نامور یافتہ ہوتے ہیں ' انکی قابلیت احساس بھی بڑھی ہوئی ہوتی ہے - اور چونکہ متمدن اقوام ہمیشہ غیر متمدن باشندوں کے مقابلے میں ذہنی حیثیت سے بلند پایہ ہوتی ہیں ' اسلیے انکے افراد بھی نسبتاً نہایت ذکی احساس ہوتے ہیں ' اور ایسے انداز سے انداز واقعات سے متلذذ یا متاثر ہوتے ہیں ' جنکے وقوع کی غیر متمدن افراد کو خبر تک نہیں ہوتی -

کسی مہذب پروردگار کے نرم و گداز بستر پر خفیف شکن بھی اگر بھجاتی ہے ' تو وہ چیں بہ جیں ہو جاتا ہے ' لیکن ہندوستانی دھقان بلا تکلف فرش خاک پر لیت رہتا ہے ' اور اسکی پیشانی پر ہلکی سی ہلکی شکن کا نشان بھی نہیں ہوتا -

متمدن ممالک میں ہلکے سے ہلکے عمل بالید کے لیے ہوشیار سے ہوشیار ڈاکٹر ' اور بہتر سے بہتر انتظامات درکار ہوتے ہیں ' اسکے مقابله میں وحشی قبائل کے افراد بلا کسی ساز و سامان کے بلا تکلف اپنے ہاتھ ' پیر ' اور دیگر اعضاء جسم کاٹ ڈالتے ہیں - عوام اس طرح کے واقعات کو طبقہ اعلیٰ کے تصنع پر محمول کرتے ہیں - حالانکہ یہ صحیح نہیں - تمدن کی بلندی کے ساتھ ' احساسات کا نازک و دقیق ہوجانا بھی لازمی ہے -

ایک اور وجہ متمدن افراد کے زیادہ متاثر عن احساسات ہونے کی یہ ہے کہ چونکہ ان میں عقل ' دور اندیشی ' اور پیش بینی زیادہ ہوتی ہے ' اسلیے بہ نسبت وحشیوں کے وہ نتائج افعال کا اندازہ انکے وقوع سے بہت پیشتر کر لیتے ہیں ' اور اسی لیے وقوع واقعات سے بہت پیشتر ہی وہ حظ یا کرب سے متاثر ہونے لگتے ہیں - فرض کر لو کہ ایک بکری ذبح کرنے کے لیے ہم نے خرید لی ' مگر چونکہ وہ اپنی قسمت سے ناراقف ہوتی ہے ' عین ذبح ہونے کے وقت تک آتے کوئی غم نہیں ہوتا - برخلاف اسکے جس انسان کو پہانسی کا حکم سنا دیا جاتا ہے ' وہ اسی وقت سے گھانے لگتا ہے - اسی طرح جو انسان تمدن اور عقل و عام میں ترقی کرتا جاتا ہے ' اسی کے ساتھ ساتھ وہ اپنے آلام و لذات ' دونوں کے اسباب بھی بڑھاتا جاتا

## مفردات جذبات

علم النفس کا ایک باب

## حظ و کرب

اثر : مسٹر عبد الماجد - بی - اے - ( لکھنؤ )

( ۲ )

### چند اہم تفریعات

گذشتہ نمبر میں احساس کی بابت اصولی نظریہ کا بیان تھا - غنچات ذیل میں اس مسئلہ کی چند اہم تفریعات درج کی جانی ہیں :

( ۱ ) دنیا کی کوئی لذت ' درد و اذیت کی آمیزش سے پاک نہیں ہوتی ' بلکہ ہر انبساط کے اندر انقباض کا شاید لازمی طور پر شامل رہتا ہے -

یہ ہم ابھی اوپر کہہ چکے ہیں کہ حظ نام ہے اعصاب کے ایک محدود و متعین عمل کا ' اور چونکہ ہر عمل سے اعصاب میں کسی نہ کسی قدر تکان پیدا ہونا ضروری ہے ' اسلیے کوئی حظ ایسا نہیں ہو سکتا ' جسکے متعاقب کرب نہ واقع ہو - جس طرح ہر کون کے لیے مساد اور ہر محنت کے لیے خستگی لازمی ہے ' اسی طرح ضروری ہے کہ ہر حرکت عصبی کے بعد ایک کسل و تکان پیدا ہو ' اور اسی کا نام انقباض ' کرب ' اذیت ہے -

گذشتہ نمبر کی آخری طور میں قوتِ ارادی اور احساسات کے تعلق پر بحث کرتے ہوئے ظاہر کیا گیا ہے کہ انسان کے تمام افعال ارادیہ حس لذت و الم کے تابع ہوتے ہیں - انکے متعلق ایک ضروری فٹ نہتہ شائع ہونے سے رہ گیا تھا جو درج ذیل ہے :

بعض موجودہ علماء نفس کو اس کلیہ کی ہمہ گہری سے انکار ہے ' اور تعجب ہے کہ ہر فیسر جیسے جیسا دقیق النظر عالم نفس بھی انکا ہم راہ ہے - یہ تسلیم کرنے کے بعد کہ افعال انسانی کا ایک بڑا حصہ اسی کلیہ کی ماتحتی میں انجام پاتا ہے ' جبیس ایک خطیبانہ انداز میں کہتا ہے :

” کون شخص شغف کی لذت کے لیے ہنسنا ' اور غضب ناک ہونے کے استلذاذ سے مضطرب ہوتا ہے ؟ کون شخص غم چھپنے کی تکلیف رفع کرنے کی غرض سے چھپتا ہے ؟ کون شخص غم و غصہ اور خوف کی حالت میں حصول لذت کے لیے انکی ملازم حرکات کا مرتکب ہوتا ہے ؟ “ ( ہرنسچلز آف سائیکا لوجی جلد ۲ - ۵۵۰ )

لیکن عرض یہ ہے کہ یہ حرکات ' اور نیز افعال عادیہ ہمارے ارادے کی معدوم ہی کب ہوتے ہیں ؟ یہ تو افعال اضطراری ہیں ' جو بلا قصد ہم سے زبرد سرزد ہو جاتے ہیں - حالانکہ احساس حظ و کرب کا دائرہ عمل بہ حیثیت حرکات افعال ارادیہ تک محدود ہے - یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ معرکات افعال صرف موجودہ احساسات ہی نہیں ہوتے ' بلکہ احساسات کے تصورات بھی ہوتے ہیں - ( منہ )

## بقیہ شذرات

۱. **اُنلا تَقْصُون؟** مصر کی مجلس ہلال احمر نے محمد بک کو مسلمانانِ ادرنہ (ایڈریا نوپل) کی موجودہ حالت کا اندازہ کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ اُن کا بیان ہے کہ ادرنہ میں چالیس ہزار مسلمان اس رقتِ ایسے درد انگیز حالوں میں ہیں کہ تو دھانکے کو کپڑا، اور سد رفق کو دن رات میں ایک رقت کا کھانا بھی میسر نہیں۔ چار ہزار مسلمان زخمی پڑے ہیں، اور ۲۶ - ہزار قیدی ہیں۔ مناسٹر میں ۱۵ - ہزار، سلانیک میں اس سے بھی زیادہ۔ اور تمام مقدونیہ کے ستم رسیدہ و بے خان و ماں اسلامی آبادی کا شمار تو ایک لاکھ سے بھی زائد ہے۔ یہ وہ بے سر سامان لوگ ہیں، جن میں اتنی بھی سکت نہیں رہی کہ ظالموں کے دستِ ستم سے چھوٹ کر قسطنطنیہ تک اپنے آپ کو پہنچا سکیں اور وہاں اُن کے لیے کوئی انتظام ہو۔

اس حالت میں اگر کوئی درد رسیدہ و درد مند دل ان بلا کشاں صلیب کی اعانت کے لیے کوئی تدبیر سوچتا ہے اور اس کے مطابق کام کا آغاز کر دیتا ہے، تو اُس پر تعریضیں ہوتی ہیں کہ ترک خود اپنے بھائیوں کی امداد سے مقصر ہیں تو ہم کیوں یہ بلا اپنے سر لیں؟

و اذا قيل لهم: انفقوا مما رزقكم الله، قال الذين كفروا للذين امنوا - انطعم من لويشاء الله اطعمه؟ ان انتم الا نسی ضلال مبين (۳۶: ۳۸)

جب اُن سے کہا گیا کہ "خدا کی دی ہوئی روزی سے خرچ کر" تو منکروں نے ایمانداروں کو جواب دیا: "کیا ہم ایسے کر کھلائیں جسے اللہ چاہتا تو آپ کھلا دیتا؟ تم لوگ تو صریح گمراہی میں پھنسے ہو جو ایسا کہتے ہو"

۲. **فرنگی سلطنتیں** وائے بر ریشے کہ اُن را از نمک مرہم کنند خوش ہیں کہ باب عالی نے ایشیائے کوچک کے متعلق نظم و نسق میں اصلاحیں منظور کر لی ہیں، جن کا اہم پہلو یہ ہے کہ یہ پورا ملک چھہ صوبوں پر تقسیم کیا جائیگا۔ ہر صوبہ کا انتظام چھہ ممبر اور ایک گورنر کے متعلق ہوگا جو سب کے سب گورنمنٹ کے ملازم سمجھے جائینگے، اور جن میں ایک ثلث فرنگی ہونگے۔ اس کمیشن کے ذمے چار مختلف شعبوں کی نگرانی ہوگی: (۱) عدالت - (۲) تعلیم - (۳) پولیس - (۴) رفاہ عام - جند ارمہ (جنگی پولیس) ہر صوبہ کے لیے علحدہ علحدہ ہوگی، جس کے سرکاری (کمیشنڈ) و غیر سرکاری (نان کمیشنڈ) افسر فرنگی ہوا کریں گے۔ فرانسیسوں نے پچھلے تین سالوں میں معاملات انا طول کر ایک طرح اپنے ہات میں لے لیا ہے۔ گورنمنٹ کا کوئی ایسا محکمہ نہیں ہے جس میں ایک نہ ایک فرانسیسی کارفرما یا کارکن نہ ہو۔ اس مداخلت کے سرخیل جنرل بومن ہیں، جن کی حسن خدمت کے ترک بھی معترف ہیں۔ وہ ترکی گورنمنٹ کے فرائض ملازمت بھی ادا کرتے ہیں، اور درپردہ فرانس کا نفوذ و رسوخ بھی بڑھاتے رہتے ہیں۔ اس تمہید مداخلت کی بنا پر انگلستان نے تسلیم کر لیا ہے کہ فرانسیسی افسروں کے علاوہ اور جتنے افسر ہونگے، سب انگریز ہونگے، یعنی اتحاد برطانیہ و فرانس، جو مصر و مراکش کے متعلق پہلے سے قائم ہے، اب مشرقِ صغیر بھی اُسی سلسلہ میں منسلک ہو جائیگا !!

مرہم از لبہاش می جویند ہر جان نگار  
وائے بر ریشے کہ اُن را از نمک مرہم کنند !

پھر اگر ہم نے محض خدمتِ حرمین کا عہد کر لیا اور ایک رقم ماہوار یا سالانہ اس کے لیے نکال دی، تو گویہ بہت اچھا کیا، اور کئی حیثیتوں سے مفید ہوگا، لیکن کیا اس سے ہمارے تمام اُن امراض کا علاج ہو جائے گا، جنہوں نے صدیوں سے ہمارے جسم کو گھلا رکھا ہے، اور اب یہ حالت ہر گئی ہے کہ:

کین خستہ اگر دیر زید، شام بمیرد !

۳. **کے کہا جاتا ہے کہ اسلامی حکومتوں کا خاتمہ، اور ترکی کا بدرجہ قصوی انحطاط ایک ایسا واقعہ ہے، جس نے حرمین شریفین کی حفاظت کو خطرے میں ڈال دیا ہے، پس اب صرف اس لیے اُٹھ کھڑے ہونا چاہیے۔** اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ ہمارے لیے صرف یہی ایک کام علاجِ اصلی ہے، تو سوال یہ ہے کہ اس مقصد کو بھی کیونکر حاصل کریں گے؟ ہمارے پاس دو ہی چیزیں ہونگی۔ یا ممبروں کا عہد یا انجمن کے خزانے کا روپیہ، عہد و قرار تو پ و تفنگ کا کام دے نہیں سکتا، اور روپیہ لیکر حمایہ اور واپس نہیں ہو سکتے۔ پھر:

چیست یاران طویقت بعد ازین تدبیر ما؟

فرض کیجیے کہ اگر تمام مسلمانانِ ہند نے حرمین شریفین کی جگہ آج ایڈریا نوپل کی (مسجد سلیم) کی حفاظت و خدمت کا عہد کر لیا ہوتا، اور اس نام سے ایک فنڈ بھی ان کے پاس مہیا ہوتا، تو کیا ایڈریا نوپل کو وہ بچا لیتے؟

۴. **ایلم جنگ میں ہم نے جو کچھ مالی مدد دی، وہ نتائج کی محتاج نہ تھی۔** کیونکہ وہ جنگ، اور اسلام و صلیب کے مقابلے کا وقت تھا، اور بغیر فکرِ نتائج و عواقب، ہمارا فرض دینی و جہادی یہ تھا کہ جو کچھ بن پڑے، اس سے دریغ نہ کریں۔ آج بھی جبکہ مہاجرین کے مصائب کے حالات ہمارے سامنے ہیں، ہمارا فرض دینی ہے کہ ان کی اعانت کریں۔ اور یہ اعانت کچھ اس بنا پر نہیں ہے کہ اس سے مصائبِ اسلامی کا خاتمہ ہو جائے گا۔

لیکن جبکہ ہم ائندہ کیلئے انتظام کرنا چاہتے ہیں، جبکہ مسلمانانِ عالم کا مستقبل ہمارے سامنے ہوتا ہے، اور جبکہ آئندہ کی حفاظت کے نام سے ہم قوم کو دعوت دیتے ہیں، تو ہمارا فرض ہونا چاہیے کہ ہر قدم پر نتائج و عواقب امور کا لحاظ رکھا جائے، اور اس وسیلہٴ فوز و فلاح کی جستجو کریں، جس کے حاصل ہو جانے کے بعد آئندہ کیلئے ان مصائب کے نازل و ہجوم کا قطعی سد باب ہو جائے۔

### کعبہ کی خصوصیت

حاجی برد کعبہ (دراں) کبرگاہ دین ست  
خوش می رود، اما وہ مقصود نہ اینست

پھر صرف "خدمتِ کعبہ" کی خصوصیت سے بھی میں متفق نہیں ہو سکتا۔ یہ سچ ہے کہ آج بڑی ضرورت مسلمانوں میں تنظیماتِ عمل (آرگنائزیشن) کی ہے، اور مسلمان کعبے ہی کی حفاظت کیلئے اسلامی ممالک کی بقا کے بھی خواہشمند ہو سکتے ہیں، مگر ضروری ہے کہ اسی وقت اس کی تشریح بھی کر دی جائے۔ نہ کہ ہمتیں پست ہو جائیں، اور تمام موجودہ قوتیں اسی دائرے میں سمٹ آئیں کہ "صرف حدودِ کعبہ و مدینہ کی حفاظت ہی ہمارا فرض ہے اور بس"۔

جو کچھ کہہ رہا ہوں، بہتر تھا کہ آپ اُسے سمجھتے۔ میں بغیر کسی اندیشہ و تامل کے اپنے عقیدے کا اعلان کر دینا چاہتا ہوں، اور حیاتِ ملت کا یہ ایک اساسِ قدیم ہے، جس سے اگر آج غلطی کی گئی تو عجب نہیں کہ اس دورِ مصائب و نا امیدی میں بے ہمت دلوں کیلئے کوئی سہارا باقی نہ رہے۔

مختلف موقعوں پر بولا جاتا ہے، لیکن عربی میں یہ ہمیشہ ”الم“ کے مقابلے میں لایا جاتا ہے، اور لغت میں اسکی تعریف ”نقیض الالم“ ہے۔

”کرب“ اور ”الم“ میں بھی فرق ہے۔ کرب صرف ”حزن“ کے معنوں میں آتا ہے، لیکن ”الم“ میں اس سے زیادہ وسعت اور تعمیم ہے۔



## بقیہ شذرات

ہنا و ہناک

محمد شریعی پاشا مصر کے ایک نامور دولتمند رئیس ہیں۔ ارض شام میں انہوں نے تین شاخ در شاخ ریلوے لائن جاری کرنے کی درخواست کی ہے۔

(۱) ایک لائن غزہ سے بیرسبع تک۔

(۲) غزہ سے یافا و بیت المقدس تک۔

(۳) غزہ سے مصر تک۔

دو درخواستیں خود اہل شام نے بھی دی ہیں، جن میں ایک اجراء ریلوے اور ایک جہاز رانی کے متعلق ہے۔ ٹراموے کے لیے بھی ایک درخواست پیش ہوئی ہے، جو امید ہے کہ منظور ہو جائیگی۔

مسلمانان شام کی اس پر آشوب حالت کا اندازہ کیجیے کہ مظالم یورپ نے اُن کے دل پاش پاش کر دیے ہیں، مگر بقاء حیات کی فکروں سے وہ اس حالت میں بھی غافل نہیں! نہ اس لیے کہ مظلومان بلقان کا اُن کو درد نہیں ہے، بلکہ بعض اس لیے کہ رقت فرصت سے فائدہ اُٹھانے میں اگر پیش قدمی نہری تو یہی اجارے فرنگی سرمایہ داروں کو مل جائیگا۔ لیکن ہندوستان کی حالت کس قدر افسوس ناک ہے کہ تمام مراد ثروت پر غیر ہندوستانی قومیں قابض ہوتی جاتی ہیں، تاہم کسی ہندوستانی سرمایہ دار کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا، اور بدحواسی و رزہ مصائب کے، پھر بھی آنکھیں بند ہیں!



## ذر اعانہ ”اردوے معلے“

جناب معتمد ناظم صاحب مدیقی رسوں سے لہتے ہیں:

آپکے اخبار الملال میں ”اردو پریس علیگڈہ کی ضمانت“ کے عنوان سے جو مضمون شائع ہوا ہے، اُسکو پڑھ کر بہت صدمہ ہوا اور اُسوقت آرزو بھی اضطراب پیدا ہوا، جب میرے ایک دوست مسٹر غلام جیلانی نے جو حال ہی میں علیگڈہ سے تشریف لائے ہیں اُن تمام امور کی تصدیق کی جو کچھ جناب محسرت موہانی کی عربیت کا حال اپنے اخبار میں درج فرمایا ہے۔ واقعی ایک ایسے پریس سے نین ہزار کی ضمانت طلب کرنا سراسر ناانصافی ہے۔ ہملوگ اپنی حیثیت کے مطابق موجودہ احباب سے ایک ایک روپیہ جمع کر کے اپنی خدمت میں بھیجتے ہیں۔ آپ جس طرح چاہیں اس روپیہ سے حضرت موہانی کی امداد فرما دیں۔ ہملوگ استدعا کرتے ہیں کہ آپ بہت جلد اس کے متعلق ایک باقاعدہ فنڈ قائم کر دیں۔ ہملوگ کوشش کرے جس قدر بھی روپیہ یہاں سے جمع ہو سکیگا، آپکی خدمت میں بھیجینگے۔

جن صاحبوں نے ایک ایک روپیہ دیا ہے اُنکے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

مسٹر غلام جیلانی - مولوی امام علی صاحب - مسٹر رشید محمد مولوی شہباز خان صاحب - محمد ناظم مدیقی -

عزاید کی عملی تدابیر، تو اولاً تو اس بحث کے چھوڑنے کا یہ موقع نہیں، دوسرے ہم اسکی کسی قدر تفصیل اپنے ایک علیحدہ مضمون میں کرچکے ہیں]

حس لذت و الم کا ایک اہم فرق

(۶) الم کی طرح لذات کبھی تیز و شدید نہیں ہو سکتیں۔ دیکھا ہوگا کہ شدید درد کی حالت میں ساری رات کو روٹیں بدلتے رہتے ہیں اور کسی پہلو کل نہیں پڑتی۔ فرط غم کی حالت میں پچھائیں کھاتے ہیں اور سینہ کوبی کرتے کرتے اپنے تئیں ہلکان کر دالتے ہیں، لیکن فرط مسرت میں کبھی یہ بے قابی اور بیقراری طاری ہوتے نہ دیکھی ہوگی۔ اسکی وجہ ظاہر ہے۔ انبساط نام ہے اعصاب کی معتدل ورزش کا، اور اس پر انبساط کا اطلاق اسی رقت تک ہو سکتا ہے، جب تک کہ اس میں اعتدال ہے، اور جہاں انبساط کی کیفیت حد درجہ اعتدال سے متجاوز ہوئی، وہ انبساط نہیں رہتی، بلکہ بجائے خود ایک کرب و الم ہو جاتی ہے۔ اطمینان، سکون، چین، کل، راحت، کے حدود مقرر ہیں، لیکن اضطراب، بیقراری، بیچینی، بے کلي، کرب کی کڑی انتہا نہیں ہو سکتی۔

وجدان

احساس کا نظریہ مع اسکی اہم تقریعات کے بیان ہو چکا۔ اب دو لفظوں میں صرف یہ کہدینا باقی ہے کہ احساس، جسکے دو رخ ہیں: ایک حظ اور انبساط کا، دوسرا کرب و انقباض کا، وجدان کی منزل اولین کا نام ہے۔ وجدان جسوقت تک سادہ، بسیط، زور مفرد حالت میں ہے، احساس کہلاتا ہے اور جب پیچیدہ، مرکب اور مخلوط شکل اختیار کر لیتا ہے، تو جذبے کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ گویا احساسات، جذبات کے عناصر و مفردات ہیں۔ یعنی جذبات کی جب تحلیل کی جاتی ہے، تو آخر کار وہ احساسی نیفیات ہی پر آکر تہیر جاتے ہیں۔ جذبات کی ماہیت، اور مہمات جذبات کی مفصل تشریح، آئندہ ابواب کا موضوع ہے۔

## لزٹ الملال ہر مضمون خط و کرب

یہ مضمون کذب کا ایک ٹکڑا ہے، اور امید ہے کہ اس کے آؤر ابواب بھی شائع ہوں۔ مسٹر عبد المجید اُن معدودے چند تعلیم یافتہ ارباب علم میں سے ہیں، جنکو تصنیف و تالیف اور تراجم علمیہ سے ذوق ہے۔ ان ابواب کی اشاعت سے انکا مقصود یہ ہے کہ طرز تحریر و اسلوب بیان کے متعلق اگر ارباب علم مشورہ دیں، تو قبل از اشاعت کتب اس سے فائدہ اُٹھائیں، مگر مجھے اس میں شک ہے کہ لوگ اس طرح کے مضامین کو غور سے پڑھنے اور رائے دینے کی زحمت گوارا کریں گے۔

بالفعل صرف ایک امر کے طرف اشارہ کردینا ضروری ہے۔ مضمون میں جا بجا ”حس لذت و الم“ کو ”حظ و کرب“ سے تعبیر کیا ہے، اور اسی کو بصورت اصطلاح عنوان میں بھی جگہ دی ہے۔ لیکن اس کے لیے ”لذت و الم“ ہی کے الفاظ زیادہ موزوں اور صحیح تھے۔ اول تو ”حظ“ کے معنی لذت کے نہیں بلکہ حصے کے ہیں (الحظ: النصیب، جمعہ حظوظ) البتہ اردو اور شاید فارسی میں لذت کیلئے بولتے ہیں، لیکن باعتبار لغت غلط ہے، اور عربی میں تو اس معنی کا کہیں پتہ نہیں۔

پھر جب ”لذت“ کا ایک لفظ پیشتر سے اس کے لیے موجود ہے، اور عربی میں تھیک تھیک اُسی مفہوم کو ادا کرتا ہے، جو مباحث علم النفس میں آپکا مقصود ہے، تو دوسرا لفظ کیوں تلاش کیا جائے؟ اردو میں لذت کا لفظ اپنے اصلی معنی سے ہٹ گیا ہے، اور



و نفاست مزاجی ترقی کرتی جاتی ہے ( اور جسکا نمونہ ہمیں آج کل کی اونچے طبقے کی یورپین خواتین میں ملتا ہے ) معدہ ، انتڑیاں ، شکم ، بلبہ ، وغیرہ آلات ہضم کا نام لینا تک سخت بد تہذیبی خیال کیا جائے لگتا ہے ۔ کھانا کھانے کا فعل ، بہ ظاہر اس اصول کے منافی معلوم ہوتا ہے ، اور بلاشبہ ایک حد خاص تک وہ اس کلیہ کے مستثنیات میں داخل ہے ، لیکن صرف ایک حد تک ، اس سے زائد نہیں ۔ کھانا کھانے کی حالت میں دفعۃً کسی غیر شخص کا آجانا ، کھانے والے اور آنے والے دونوں کو محجوب کر دیتا ہے ۔ ہم خود جب کسی کھانا کھاتے ہوئے شخص سے ملتے ہیں تو کوشش کرتے ہیں کہ اس کے کھانے پر ہماری نگاہ نہ پڑے ۔ اس کے علاوہ ضیافتوں کے موقع پر اسکا خاص اہتمام رہتا ہے کہ کھانے والوں کی ترجیح ، گفتگو وغیرہ دیگر مشاغل کی جانب مصروف رہے ، اور اعلیٰ طبقوں میں غذا کے ذائقہ وغیرہ کا ذکر تک کرنا سخت بد مذاقی خیال کیا جاتا ہے ۔ اس سے ظاہر ہوگا کہ کھانا کھانے کی مثال بھی کلیہ بالا کے معارض نہیں ، بلکہ ایک حد تک مرید ہے ۔

اس کے مقابلے میں ان مشاغل کو دیکھنا چاہیے ، جنکا قیام حیات سے نہایت بعید تعلق ہے ، اور جنہیں ہم صرف تغذی طبع کے لیے اختیار کرتے ہیں ۔ مثلاً کسی قدرتی سیفیری ( منظر ) میں دریا پھر ، سمندر ، سبز زار وغیرہ ، یا کسی اعلیٰ انسانی صناعی کو دیکھ کر ، یا وہ احساسات جو سماع موسیقی سے پیدا ہوتے ہیں ، نہایت اعلیٰ خیال کیے جاتے ہیں ، اور جن لوگوں کے یہ احساسات قوی ہوتے ہیں ، انہیں ” صاحب ذوق “ و ” خوش مذاق “ وغیرہ کا لقب دیا جاتا ہے ۔

#### استحالة احساس

( ۵ ) بعض حالات میں ممکن ہے کہ انبساط ، انقباض ، اور انقباض ، انبساط کی شکل میں تبدیل ہو جائے ۔

احساس حظ و احساس کرب ، جیسا کہ ہم اوپر کہہ آئے ہیں ، چونکہ نام ہے کسی ذات اور اس کے ماحول کے درمیان علی الترتیب موافقت و غیر موافقت کا ، اور یہ بالکل ممکن ہے کہ جو شے پہلے ہمارے مزاج کے موافق تھی ، اب ناموافق ہوگئی ہو ۔ یا جو پہلے ناموافق تھی ، اب موافق ہوگئی ہو ۔ اس لیے انبساط کا انقباض میں ، اور انقباض کا انبساط میں تبدیل ہو جانا بھی بالکل ممکن ہے ۔ جو لوگ بچپن میں کھیل کود ، اچک پھاند پر جان دیتے تھے ، بدھے ہو کر اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں ۔ بعض غذائیں اب ہم رغبت سے کھانے لگے ہیں ، حالانکہ چند سال پیشتر انکی صورت سے بھی کراہیت آتی تھی ۔ سردی کے موسم میں برف کو چھونا تک گوارا نہ تھا ، لیکن گرمیوں میں اسے ذوق و شوق سے ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں ۔ یہ تمام واقعات اسی کلیہ بالا کے تحت میں حل ہوتے ہیں ۔ اس ” استحالة احساسات “ کی حسب ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں :

( الف ) ماحول میں تغیر ۔ مثلاً موسم ، اور آب و ہوا وغیرہ کی تبدیلی ۔

( ب ) ذات میں تغیر ، مثلاً عمر میں نشوونما ، دفعۃً کسی مرض میں مبتلا ہو جانا ، یا اس سے شفا پانا ۔

یہ دونوں صورتیں غیر ارادی ہوتی ہیں ، اور علی العموم دفعۃً ، لیکن جو صورت انسان کے تصرف و اختیار کے اندر ہے ، اسکا نام ہے :

( ج ) مشق و تمرین ، یعنی ناموافق چیزوں کی تدریجی مزارعت کر کے انکو موافق بنا لینا اور انکا خورگر ہو جانا ۔ [ رہیں اکتساب

ہے ، اور اکثر حالات میں اصل واقعات مسرت و غم سے زیادہ ، ان چیزوں کا تصور خوش آئند یا روح فرسا ہوتا ہے ( ۱ ) ۔

پھر محض انسان کی عقل و پیش بینی ہی نہیں ، بلکہ اسکی تمام تمدن زاائدہ صنایع و دستکاریاں ، ویل ، تار ، جہاز ، ہوائی جہاز ، و آلات جنگ ، جہاں ایک طرف اس کے اسباب راحت و مسرت میں اضافہ کرتے ہیں ، وہاں دوسری طرف اسکی تکلیف و بربادی کا سامان بھی اپنے اندر رکھتے ہیں ۔

( ۴ ) مختلف احساسات ، معاشرت کی رفعت و قیمت کے لحاظ سے مختلف درجات میں رکھے جاسکتے ہیں ۔

ہمارے احساسات ، اگرچہ میں حیث الاحساس ، سب کے سب مساوی درجہ کے ہوتے ہیں ، تاہم بازار معاشرت میں انکی قیمتیں مختلف ہوتی ہیں ۔ بعض احساسات پست و ادنیٰ خیال کیے جاتے ہیں ۔ بعض بلند و اعلیٰ ، اور بعض بلند تر و اعلیٰ تر ۔ یہ فرق مراتب ، محض اگتال کی بنا پر نہیں ، بلکہ ایک خاص اصول کے ماتحت ہے ۔ یعنی

جو احساسات ، بقائے افراد و حفظ نوع سے براہ راست متعلق ہیں ، وہ ادنیٰ درجہ کے ، اور جو اس سے صرف بعید و بانواسطہ تعلق رکھتے ہیں ، وہ اعلیٰ درجہ کے سمجھے جاتے ہیں ۔ بہ الفاظ دیگر ، احساسات کی پستی و بلندی کا انحصار لوازم حیات سے علی الترتیب اتنے قریب و بعید تعلقات رکھنے پر ہے

اس کلیہ کی توضیح چند مثالوں سے ہوگی ۔ غور کرو نوع یا نسل کی بقا کا دار و مدار کس فعل پر ہے ؟ ظاہر ہے ، کہ عمل زوجیت پر ، لیکن یہ بعینہ وہ فعل ہے ، جس سے تعلق رکھنے والے احساسات کا ذکر تک ہر مہذب سوسائٹی میں سخت معذوب خیال کیا جاتا ہے ، اور تمام الفاظ ، جو اس فعل کی جانب بعید اشارہ بھی کرتے ہیں ، ” فحش “ خیال کیے جاتے ہیں ۔ اس کے بعد ان افعال کا نمبر ہے ، جو اس عمل کے مقدمات کا کام دیتے ہیں ۔ مثلاً یورپ میں کورٹ شپ ۔ اس قسم کے افعال اتنے شرمناک نہیں خیال کیے جاتے ۔ چنانچہ ہم علانیہ انکے متعلق گفتگو کر سکتے ہیں ۔ تاہم انکی حالت عمل پر شرم و حجاب کا پردہ پڑا رہتا ہے ، یعنی سوسائٹی اسکو جائز نہیں رکھتی کہ ان افعال کا وقوع علانیہ ہو ۔ اس سے بھی اتر کر وہ افعال ہیں ، جنکا تعلق فعل بقائے نسل سے نہایت بعد ہوتا ہے ۔ مثلاً عورت کا خارجی ذرائع ، یعنی لباس ، زیور وغیرہ سے اپنے تئیں دلفریب بنانا ۔ ظاہر ہے کہ اس تزیین و آرایش کا مقصد محض نمایش ہوتا ہے ، تاہم اگر شوہر یا اس خاص شخص کے علاوہ ، جس کے لیے یہ سامان کیا گیا ہے ، کسی اور شخص کی نظر اس پر پڑ جائے ، تو سخت محجوب ہوتی ہے ۔ غرض کہ جو احساسات بقائے نسل سے تعاقب رکھنے والے افعال سے جتنا زیادہ وابستہ ہوتے ہیں ، اتنے ہی وہ پست و ادنیٰ درجہ کے سمجھے جاتے ہیں ۔

بہی حال ان افعال کا بھی ہے ، جن پر افراد کی حیثیت کا انحصار ہے ۔ خیال کرو کہ جسم کی تمام خارج کردہ کثافتوں ، یہانتک کہ ناک صاف کرنے اور تھوکنے کا ذریعہ بھی مہذب حلقوں میں کس قدر مکرر و ناشایستہ سمجھا جاتا ہے ؟ رفتہ رفتہ جو جوش شایستگی

( ۱ ) امکا تجربہ ہر شخص کو اپنی زندگی میں ہوا ہوگا کہ اکثر آئندہ مصائب کا تصور خود اس مصائب سے بڑھ کر تکلیف دہ ہوتا ہے ۔ غالباً بے خبر نہا ہے :-  
بے تکلف در بلا بود بہ از بیم بلاست  
فقر دریا سلسیل و روزے دریا آتش است

اسکے بعد تاریخ اسلام کی اس مزعومہ عام شخصیت اور استبداد پسندی میں بعض فرمانرواؤں کا عدل و لیاقت سے اتصاف تسلیم کرتا ہے، لیکن مثال میں بابر، حسین مرزا، اور ہمایوں و اکبر کے سوا، تاریخ اسلام کے اس عظیم الشان ماہر کو، آرکولی نام نہیں ملتا! و ذلك مبلغهم من العلم۔

یہ یورپ کے ایک مشہور مستشرق کا خیال ہے، اور گو "شاررہم فی الامر" ہم کو پیغمبر اسلام کے اقوال میں نہ ملے، مگر قرآن سے دھونڈھکر نکال سکتے ہیں، اور اسکی اتنی واقفیت کو بھی غنیمت سمجھتے ہیں۔

اسلام کے ماضی و حال کا جب مقابلہ کیا جائے گا، تو اس طرح کے خیالات کا پیدا ہونا قدرتی ہے۔ ایک ضعیف و لب گور بیمار، اگر اپنی صحت و توانائی کے عہد کی طاقت آزمائیوں کو بیان کرے۔ تو عجب نہیں کہ سننے والے اس کے نحیف و زار چہرے کو دیکھ کر تسلیم کرنے میں متامل ہوں۔ مسلمان آج اپنے بڑھاپے کے انحطاط و اضمحلال میں مبتلا ہیں۔ ان کے قوی مضحل ہو چکے، اور ان کے چہرے پر رونق و شگفتگی ہی جگہ، افسردگی اور مردنی چھا گئی ہے، پھر ان کے "ذکر جوانی در عہد پیری" کو آج کون بغیر شک و شبہ کے تسلیم کریگا؟ گری ہوئی دیواروں اور شکستہ اینٹوں کا ڈھیر ممکن ہے کہ کبھی ایک قصر چہل سترن ہو، مگر اس وقت تو ایک مٹی کے ڈھیر سے زیادہ نہیں!!

فکام دام برکنجشک و شام، یاد آن ہمت  
کہ گرسیمـرخ می آمد بدام، آزاد می کردم

\*\*\*

قاہم جستجو کرنی چاہیے کہ اسلام کی جمہوریت اور آزادانہ روح کی نسبت آج جو کچھ کہا جاتا ہے، وہ یورپ کے اثر سے پیدا کی ہوئی تاریخیں، اور انقلاب فرانس کی بخشی ہوئی حریت کا عکس مستعار ہیں، یا خود (اسلام) اپنی روز پیدائش ہی سے اس روح کو اپنے اندر رکھتا تھا، اور کیا یہ واقعی مسٹر نائٹ اور دیگرے کے الفاظ میں "چند برسوں" کے نوزائیدہ خیالات ہیں، یا تیرہ سو برس سے اسلامی دعوت و تعلیم کے صحائف و اسفار میں مدفون چلے آئے ہیں؟

ایک دوسرا گروہ

علاوہ بریں اس جستجو و تفحص کیلئے متذکرہ صدر خیالات سے بھی بڑھ کر ایک اور خیال معرک ہے۔

اسلام کے متعلق یورپ اور مسیحیت کی ضلالت اندیشی عام ہے۔ اس نے اب تک جو کچھ سمجھا ہے اور ظاہر کیا ہے، وہ تمام تر مجموعۂ افتراء و اکاذیب ہے۔ وہ اس جسم کے کسی خال و خط کے دیکھنے ہی میں غلطی نہیں کرتا، بلکہ اسکی نظر میں از سرتاپا اسکی ہیئت و صورت مکررہ ہے۔ پس اگر اسلام کی تعلیم حریت کے متعلق وہ اس طرح کے خیالات رکھتا ہو، تو یہ چنداں عجیب و مستبعد نہیں۔

لیکن بدبختی یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم کے سمجھنے میں ہمیشہ غیروں سے زیادہ خود اپنوں نے تھوکریں کھائی ہیں۔

گذشتہ ۵۵ سال کے اندر ایران اور ترکی کے اندر جمہوریت کی تحریکیں بار آور ہوئیں، اور نظام حکومت شخصی استبداد حکمرانی کی جگہ دستوری و آئینی طرز حکومت پر قرار پایا۔ اس قسم کے انقلابات قدرتی طور پر امن و سکون حاصل کرنے کیلئے ایک زمانہ ممتد کے محتاج ہوتے ہیں۔ بیمار آدمی کو گو بہتر سے بہتر نسخہ مل جائے، مگر اسکے استعمال کے نتائج کیلئے انتظار ناگزیر ہے۔

اور بار بار یہ ظاہر کیا گیا کہ اسلام خود اپنے اندر جمہوریت اور مساوات کے اصول رکھتا ہے، اور یہ جو کچھ ہوا، اسکی تعلیم کا اصلی منشاء اور اقتضا تھا، مگر (انقلاب عثمانی) پر یورپ کے اخباروں، وقائع نگاروں، اور عام اہل قلم نے جس قدر تحریریں لکھیں، مچکویاد ہے کہ ان میں کوئی قلم ایسا نہ تھا، جس نے شک و شبہ کے ساتھ بھی اس بیان کے قبول کرنے میں تامل نہ کیا ہو۔ مسٹر (ای۔ ایف۔ نائٹ) جو عرصے تک یورپین ترکی کے متعدد مقامات میں رہ چکا ہے، اور بقول خود سیکڑوں مسلمانوں کا دوست اور اسلامی معلومات کو ایک مسلمان سے بہتر جاننے والا ہے، (سلطان عبد العزیز) کے واقعۂ عزل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"یہ یاد رکھنا چاہیے کہ گو بعض لوگوں کا ایسا خیال ہے کہ (سلطان عبد العزیز) کو اسکی نا اہلی اور ناقابل حکمرانی ہونے کی وجہ سے معزول کرنا قرآن کی تعلیم کے عین مطابق تھا، مگر فی الحقیقت ایسا نہیں ہے، اور پکے مسلمانوں کے عقیدے میں دستوری گورنمنٹ مذہباً قبول نہیں کی جاسکتی۔ البتہ نوجوان ترکوں کا یہ بیان ہے کہ اسلام ظلم و تعدی کو پسند نہیں کرتا، اور اُس نے قوموں اور ملکوں کو اپنے اوپر آپ حکومت کرنے کا حوصلہ دلایا ہے۔ چنانچہ اب کچھ مدت سے قرآن کی چند آیتیں بتلائی جاتی ہیں جنکا خلاصہ یہ ہے کہ خدا ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا، اور جب لوگ اپنے کاموں کا باہمی مشورے سے انتظام کرتے ہیں تو خدا انکو اجر دیتا ہے" (Awakening of Turkey p. 8)

مسٹر (نائٹ) اسلامی معلومات کی واقفیت پر نازاں ہیں، مگر ہم کو معلوم ہے کہ مشرقی معلومات کے تبصر کا یورپ کی اصطلاح میں اتنا ظرف ہے، اسلیے انکا بیان چنداں قابل اعتنا نہیں، لیکن پروفیسر (ریمبرے) جس نے ترکی کے قلب میں رہ کر نشروء نما پائی ہے، جو برسوں مسلمانوں کے قافلوں میں ایک مسلمان سیاح یقین کیا گیا ہے، جو قرآن کی سورتوں کی عربی لب و لہجے میں تلاوت کرتا ہے، اُس فقرے کا ذکر کرتے ہوئے، جو شیخ الاسلام نے سلطان عبد العزیز کے عزل پر لکھا تھا، رقم طراز ہے:

"چونکہ تمام مذہبی کتابوں میں کہینچ تانکے تاریخیں کی جاسکتی ہیں، اسلیے قرآن کی آیتیں کانسٹی ٹیوشنل گورنمنٹ اور حریت و مساوات کی تائید میں باسانی ملگئیں، لیکن یہ تمام بدعتیں دراصل یورپ سے حاصل کی گئی تھیں، گو انکا منبع اسلام قرار دیا گیا، اور پیغمبر اسلام کے اس قول سے کہ شاررہم فی الامر (اپنے معاملات کیلئے باہم مشورہ کر لیا کرو) پارلیمنٹ قائم کرنے کی تاکید ثابت کی گئی"

پھر ایک دوسرے موقع پر اسلام کو عام ایشیائی مطلق العنانی سے ناقابل استثنا قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:

"کہا جاتا ہے کہ خلافت راشدہ کے دور کے حکمران، عدل و انصاف سے متصف تھے۔ (خلیفۂ اول) نے منصب خلافت قبول کرتے ہوئے مسلمانوں سے کہا: "جب تک انصاف پر چلوں میرا ساتھ دو" اور اگر اسکے خلاف کروں تو ملامت کرو"..... جب تک میں احکم شریعت کی تعمیل کروں، تم کو میری اطاعت کرنی چاہیے، لیکن اگر تم دیکھو کہ میں بال برابر بھی راہ شریعت سے ہٹ گیا ہوں تو میرا کہنا ہرگز نہ مانو" (خلیفۂ دوم) کی نسبت بھی ایسا ہی کہا جاتا ہے..... جو مسلمان آجکل کی آزادانہ طرز حکومت پر شیفتہ ہیں، وہ اس طرح کی بہت سی نظیریں پیدا کر کے مسلمان پادشاہوں کے عدل و انصاف کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اسلام کے دور اول میں فرماں داؤں کا یہی حال تھا، تو بھی یہ حالت دیر تک قائم نہیں رہی" (Western Light and Eastern Lands Vol. 3. p. 32.)

# الاسلام

## الحرية في الاسلام

(۱)

منجمله ان مقاصد مهمہ کے، جن کے لیے الہلال شائع کیا گیا، ایک مقصد اہم احرار اسلام کا باب تھا۔ ارادہ تھا کہ منجمله مستقل ابواب مضامین کے، یہ باب بھی بالالتزام ہمیشہ چند صفحات کا سرعنوان رہیگا اور اس کے نیچے تاریخ اسلام کے ماضی و حال کے وہ واقعات اور سوانح حالات درج ہوا کریں گے، جسے غفلت پیشگان ملت کو اپنا حق پرستی و حریت روشنی کا بھولا ہوا خراب یاد آجائے گا۔

لیکن اس کے لیے سب سے پہلے بطور دیباچہ و توطیہ مضامین کے، ایک مبسوط تمہید کی ضرورت تھی، تاکہ اسلام اور حریت صحیحہ کے رشتے کو نمایاں طور پر ظاہر کر دیا جائے۔

الہلال جلد اول کے دوسرے نمبر ہی سے اسکا سلسلہ شروع کرنا چاہا، اور اسکی پہلی تمہیدی قسط "الحرية في الاسلام" کی سرخی سے شائع بھی کی، لیکن اس کے بعد سے آج تک کہ دوسری جلد کا اختتام درپیش ہے، اس کے متعلق ایک حرف لکھنے کی مہلت نہ ملی۔ احباب کرام نے بارہا یاد دلایا، اور بھولا تو میں بھی نہ تھا، لیکن کیا کرتا کہ اپنی بسط میں زندگی اور زندگی کے اوقات کی ایک ہی اینٹ تھی۔ کن کن عمراتوں کی دیواریں اس سے چٹنا، اور ایک ہی پنہر کو کہاں کہاں لگاتا؟ فرصت دیدن گل آہ کہ بسیدار کم است و ارزے دل مرغان چمن سيارست!

اب چاہتا ہوں کہ الہلال میں یہ سلسلہ بالالزام شروع ہو جائے۔ سب سے پہلے "اسلام و حریت" کے تعلق پر مختلف پہلوؤں سے نظر ڈال لی چاہیے، اور اس کے لیے سب سے پہلے قرآن کرم، پھر احادیث صحیحہ، اور اس کے بعد آثار صحابہ و تابعین، اور تاریخ اسلام کے عام حالات و سوانح سے مدد لینی چاہیے۔

سلسلہ بیان کیلئے ضروری تھا کہ الہلال جلد (۱) نمبر (۲) کا تمہیدی مضمون سامنے آجائے، اسلئے آج کی اشاعت میں وہ مکرر شائع کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اصلی سلسلہ جو طیار و مستعد ہے، شائع ہونا شروع ہو جائے گا۔ و ما ترفیقي الا باللہ۔

یا صاحبی السجس! اے یاران محبس! بہت سے مالک اور ارباب متفقہ و خیر آقا بنا لینا اچھا ہے یا ایک ہی خداے ام اللہ الواحد القہار؟ قہار کے آگے جھکنا؟ تم جو اللہ کو چھوڑ

ما تعبدون من دونہ  
الا اسماء، سمینموا  
انتم و اباؤکم ما  
انزل اللہ بہا من  
سلطان "ان الحکم  
الا للہ" امرالا  
تعبدوا الا ایاه،  
ذلک الدین  
القیم، ولکن اکثر  
الناس لا یعلمون  
(۱۲: ۴۱)

کر دوسرے معبودوں کی پوجا کر رہے ہو،  
تو یہ اس کے سوا کیا ہے کہ چند نام ہیں،  
جو تم نے اور تمہارے پیشروں نے گھڑ  
لیے ہیں؟ حالانکہ خدا نے تو اس کے لیے  
کوئی سند بھیجی نہیں۔ اے گمراہو!  
یقین کر کہ تمام جہان میں حکومت  
صرف اُس ایک خدا ہی کیلئے ہے۔  
اس نے حکم دیا ہے کہ صرف اُس کے  
آگے جھکو! یہی دین اسلام کا سیدھا  
راستہ ہے لیکن افسوس کہ اکثر لوگ  
ہیں جو نہیں سمجھتے!!

مترجم: سید

انسان کے تمام نوعی فضائل و محاسن اور عاؤ و شرف کا اصلی منبع (توحید) ہے۔ اس کا اعتقاد انسان کو خدا کے آگے جس قدر تذلل و تعبد اور انکسار و ابتہال کے ساتھ جھکتا ہے، اتنا ہی خدا کی پیدا کی ہوئی تمام کائنات کے آگے سر بلند و مغرور کر دیتا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت، اور خدا کے سوا کوئی ہستی، اس کے دل کو مرعوب و محکوم نہیں کر سکتی۔ وہ ایک چرکت پر سر جھکا کر، اور نام بند کیوں اور فرماں برداروں سے آزاد ہو جاتا ہے، اور ایک کا ہو کر سب کو اپنا بنا لیتا ہے۔

(اسلام) اسے اعتقاد کی دعوت ابکریا، اور (ان الحکم الا للہ) کی صدا کے ساتھ حکومت، خاندان، نسب، رسم و رواج، اور تمدن قوم و مرزبوم کی وہ تمام بیڑیں کٹ کر گر گئیں، جن کے بوجہ سے نوع انسانی کے پاؤں شل ہوئے تھے، لیکن یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ آج صدیوں سے اس کے پیرو اپنے اندر اس حریت بخش تعلیم کا کوئی ثبوت نہیں رکھتے۔ ان کے تمام اعمال یکسر نفس و اہام اور انسان و اجسام کی غلامی و تعبد کا نمونہ ہیں، اور وہ جن بیڑیوں کو کاٹنے آئے تھے، ان سے زیادہ بوجھل بیڑیاں آج خود ان کے پائوں کا زبور ہیں!!

بسرخ عقل و حیرت کہ این چہ برالعجبی ست!  
پھر کیا ایک ہی علت دو متضاد نتائج پیدا کر سکتی ہے؟ اور کیا تاریخ اسلام کے آغاز کے صفحے، اس کے وسط و آخر کے مقابلے میں غلط اور پُر فریب تو نہیں ہیں؟ اور اگر نہیں ہیں، تو کیا اسلام کی دعوت کی گہری، چند ابتدائی سالوں ہی تک کیلئے کوئی گئی تھی؟

یہ سوالات ہیں، جو قدرتی طور پر اس موقعہ میں پیدا ہوتے ہیں۔

گذشتہ نصف صدی سے عالم اسلامی کی نئی بیداری ازادی و حریت کے زلزلوں سے معمور ہے۔ علی الخصوص پچھلے چھ سالوں کے اندر تمام اسلامی ممالک میں جمہوریت اور آزادی کی تحریکیں پیدا ہوئیں، ایران اور ترکی میں پارلیمنٹیں قائم ہوئیں،



یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اپنی مراسلات میں کیا لکھیں اور کیونکر لکھیں ؟ -

اس موقع پر مجھے وہ گفتگو یاد آتی ہے جو ایک اخبار کے مالک اور بہت بڑے صحافی میں ہوئی تھی - مالک اخبار پہلے قالین بان تھا - اُسکے یہاں فرش بنے جاتے تھے، مگر آدمی بلند حوصلہ تھا - اس نے ایک اخبار جاری کیا، اور اسکی تحریر (ایڈیٹری) کے لیے اس صحافی کی خدمات حاصل کر لیں - کچھ دنوں کے بعد مالک اخبار کو خود مضمون نویسی کا رولہ اٹھا، اور کاغذ کے چند صفحے سیاہ کر کے مالکانہ تحکم کے ساتھ ایڈیٹر کے حوالہ کیے - مضمون اس درجہ مہمل اور بے معنی تھا کہ ایڈیٹر اپنی رائے کے ضبط کرنے پر قادر نہ ہو سکا اور ردی کے ٹوکے میں ڈال دیا - یہ دیکھ کر مالک نے کہا :

”میں نے بہت سے مضامین دیکھے تھے اسلیے مجھے یہ خیال ہوا کہ اب میں بھی لکھ سکتا ہوں“

نامہ نگار نے کہا :

”ہاں مگر میں نے بہت سے فرش پامال کیے لیکن مجھے تو کبھی یہ خیال نہ ہوا کہ اب میں خود بھی فرش بن سکتا ہوں“ !!

نامہ نگاروں کا یہ ازدحام دفعۃً نہیں ہوا، بلکہ اس تدریجی اضافے کا نتیجہ ہے، جو جنگوں کے توالی و تتابع کی وجہ سے عرصے سے ہو رہا ہے -

۱۔ لم درمان (سودان) کی جنگ میں ہم لوگوں کی تعداد ۱۶ - تھی مگر اس پر بھی لارڈ کچنر نے کہا تھا کہ اب یہ تعداد اتنی ہو گئی کہ ایک پورا ریجمنٹ ترتیب دیا جا سکتا ہے - مگر ان میں صرف ۶ - شخص پختہ کار نامہ نگار تھے - انہی چھ میں فریڈرک اردس بھی تھے جو بالآخر زخمی ہوئے، اور ہربرت ہارڈ بھی تھے، جنہوں نے اس راہ میں اپنی جان تک قربان کر دی -

جنگ بوہر میں ہماری تعداد آروہ بڑھ گئی، اور جنگ جاپان دروس میں تو اسقدر بڑھ گئی تھی کہ پورا ایک لشکر جبار تھا - ہم میں سے بعض نے اپنی خدمات بغیر کسی معارضۂ مالی کے پیش کی تھیں - جاپان سے جب کوریا جانے کے لیے روانہ ہوئے تو ہم میں سے ۵۶ - آدمیوں نے فوج کے ہمراہ جانے کی درخواست کی - ان ۵۶ - میں ۳۳ - انگریزی اخبارات کے نامہ نگار تھے، ۱۷ - امریکن، ۲ - فرانسیسی - اتنے ہی جرمنی، اور اطالوی اخبارات کے تھے -

ہم انگریزی نامہ نگاروں کے قافلے میں ارباب صحف و قلم کے علاوہ عام مضمون نگار، معلم، تاجر، بساطی وغیرہ بھی تھے -

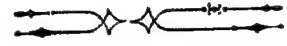
دخانی جہاز اس لشکر مکاتبین کے لیے ہر روز نئی نئی کمکیں لاتے رہتے، جنہیں سے کسی میں امریکہ اور کسی میں سوئزرلینڈ کی خاتونیں بھی ہوتی تھیں -

بلغاری فوج کے ہمراہ کتنے نامہ نگار تھے؟ مجھے اسکا صحیح علم نہیں - کیونکہ ان لوگوں کے صرفیا پہچنے سے پہلے ہی میں نے مرقیا چھوڑ دیا - لیکن تخمیناً سر سے تو کسی طرح کم نہ ہونگے - انہیں سے بعض فوجی افسر بھی تھے - ان فوجی افسروں نے عجیب قماشہ کیا - ایک طرف تو الحاقی سپاہیوں کے مقابلے میں اس بنا پر امتیاز کا دعویٰ کیا کہ وہ نامہ نگار ہیں، اور دوسری طرف نامہ نگاروں کے مقابلے میں بعینہ یہی دعویٰ اتنی تبدیلی کے ساتھ دہرا دیا کہ وہ فوجی افسر ہیں !!

ان میں سے اکثر برگ و ساز اور تجربہ و اختیار، دونوں حیثیتوں سے اس خدمت کے لیے تیار نہ تھے -

میں ایسے طلسموں کی عمر زیادہ ہی ہو سکتی - دوسرے وقائع نگاروں نے بہت جلد واقعات پرندہ اٹھا دیا، اور ایک طرح کی قلمی جنگ واقعات بلقائے متعلق چھڑ گئی - جبکہ یورپ ادنیٰ کے میدانوں میں لڑ و صلیب معرکہ آرا ہو رہے تھے، تو یورپ اقصیٰ کے کاغذ میدانوں میں صدق و کذب اور حق و باطل بھی دست گردیاں ہونے لگے -

سب سے پہلے مسٹر نیت نے (بن ٹینتھ سنچوری) میں ایک مضمون شائع کیا، جس میں تمام وقائع نگاروں پر نہایت سخت حملے کیے، جو عسکرمانی کے ہمراہ تھے - اس مضمون کا جواب مسٹر جارج پا نے اسی رسالے میں شائع کیا - پھر اسی سلسلے میں مسٹر ولیم مکسول نے ایک پر مغز مضمون رسالہ مذکور میں شائع کیا - اس کے آغاز میں ان سوانح و وقائع پر بہ ایک سرسری نظر ڈالی تھی، جو نامہ نگاروں کو گ سودان، جنگ بوہر، جنگ جاپان، وغیرہ وغیرہ پیش آئے تھے - یہ مضمون کسقدر طویل ہے - اسلیے مضمون کے بدلے صرف اسکی تلخیص شائع کیجاتی ہے کہ بعض دلچسپ اور سبق آموز کوائف سامنے آجائیں۔



سنہ ۱۸۵۴ء کے بعد سے جنگ بلقارب سے پہلی جنگ ہے، جس میں نامہ نگاروں کو معرکوں میں شرکتی اجازت نہیں دی گئی - مگر اس باب میں ترکی اور ریاستہائے ن، دونوں حق بجانب ہیں - اسلیے کہ گذشتہ زمانے میں نامہ نگار کی مراسلات کے پہنچنے اور شائع ہونے میں اتنا وقت صرف جاتا تھا کہ اس کے بعد ان اطلاعات سے فریقین جنگ کسی حالت میں مستفید نہیں ہو سکتے تھے، اور اس طرح ان مراسلات کا فائدہ ایک تاں حد تک محدود رہتا تھا، مگر اب حالات بالکل بدل گئے ہیں - ہ نگار کی مراسلات اسی دن پہنچ جاتی ہے، اور وصول اشاعت کے بعد سب سے پہلی اشاعت میں نکل جاتی ہے، اور اُسکو دنیا کی طرح فریقین جنگ بھی پڑھ سکتے ہیں -

پس اگر نامہ نگاروں کو معرکوں میں بہت کی اجازت دیجاتی تو ان مراسلات کا اثر وقائع نگاری کی سے گذر کے جاسوسی کی حد تک پہنچ جاتا، اور فریقین میں سے کوئی بھی اپنے ان مخصوص حالات کو پوشیدہ نہ رکھ سکتا، نہ کہ اخفا اس کے مصالح کے نقطہ نظر سے ناگزیر تھا -

یہ ایک ایسی بات ہے، جسکو کوئی بھی گوارا نہیں کر سکتا، کیونکہ اس کا مقصد اپنے حریف کی شکست ہوتی ہے نہ کہ قابضین کی دلچسپی اور جرائد و صحائف کی گزراہی -

ماضی و حال میں ایک فرق یہ ہے کہ گذشتہ زمانے میں نامہ نگاران جنگ کی جماعت میں منتخب، اور کارداں افراد کا مجموعہ ہوتے تھے، مگر اس نے میں برخلاف اُسکے نامہ نگاروں کا ایک جم غفیر تھا، جس میں طبقے اور ہر لیاقت کے لوگ تھے - ان نامہ نگاروں کی فوج گرامیں سے بعض نے تو اپنی خدمات بعض اخبارات کے لیے بلا معہ محض اس شوق کی بناء پر پیش کر دی تھی کہ وہ اپنی آنکھ سے ان افسانہ ہائے غم کو ایکٹ (مثلاً) ہوتے دیکھیں گے، نہ نہایت عمیق شوق و ذوق کے ساتھ ہمیشہ اخبار و رسائل، قار یا ناریوں کے صفحات پر پڑھا کرتے ہیں -

بساط صحافت (نامہ نگاری) کے ان نوارداں جنگ میں بعض افراد تو اس درجہ اپنے فرائض سے ناز ہوتے ہیں کہ انہیں

# مقالا

## المکاتیب الحریبہ

### یعنی وقائع نگاران جنگ

موجودہ تاریخ حرب کا ایک صفحہ

اثر: مسٹر ولیم - نامہ نگار قیلمیل میل ( لندن )

دینا کی تمام مشہور جنگیں اپنے اندر چند ایسی خصوصیتیں ضرور رکھتی ہیں، جو ان کے لیے علت شہرت و باعث تذکرہ ہوتی ہیں۔ مگر بیسویں صدی کی صلیبی جنگ گرنہ گرنہ خصائص و مزایا کا ایک طویل سلسلہ ہے، اور ان خصائص میں ایشیاء کے لیے عموماً اور عالم اسلامی کے خصوصاً سب سے زیادہ سبق آموز پہلو، یورپ کے خصال و عقائد کی بے نقابی ہے، جس نے مسیحی عصبیت کے تمام خال و خط نظارہ گیدان عالم کیلئے نمایاں کر دیے۔

غالباً لغت‌نذرت و گنراولین وقائع نگار جنگ کے لیے مزید تعارف کی ضرورت نہیں، کیونکہ ان کی روپوشی کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔ قاریین کرام کو یاد ہوگا کہ آغاز جنگ میں لغت‌نذرت مذکور کی سحر کار پنسل نے فترحات بلغاریہ کا ایک طلسم باندھا تھا، مگر اس عصر کھرباء و بخار

[ بقیہ مضمون پیچہ کالم کا ]

بنایا ہے کہ اس امر خاص میں ہمارا عمل اس کی تعلیم کا آئینہ ہوتا ہے لیکن مصیبت یہ ہے کہ سرے سے جمہوریت اور نظام شوری ہی کو اسلام کا ضد اور مخالف بتلایا جاتا ہے، اور اس طرح اسلام کی دعوت و تعلیم کے متعلق (کہ پیشتر ہی سے غلط فہمیوں اور غلط اندیشیوں میں ملفوف ہے) ایک نئی اور نہایت سخت تاریکی پھیلائی جا رہی ہے۔

حالانکہ اسلام کو شخصی حکومت کا حامی بتلانا ایک ایسی اشد شدید ضلالت ہے، جس کا تصور بھی اس کے دامن حریت پرور کیلئے معصیت کبریٰ سے کم نہیں۔

پس ضرور ہے کہ اس غلط فہمی کا، اس کے ترقی و اشاعت سے پہلے انسداد کیا جائے۔ نہ کہ حوادث و آلام کا فوری اثر نادانوں کو اسلام کے متعلق ایک سخت ضلالت اندیشانہ عقیدے پر استوار کر دے۔ اس کا تو کچھ غم نہیں کہ ترکی اور ایران کے رجال انقلاب کے متعلق دنیا کیا سمجھتی ہے؟ البتہ اسلام کے دامن عصمت پر جہل و تاریکی اور ظلم و استبداد کی حمایت کا دھبہ گوارا نہیں کیا جاسکتا:

من و دل گر فنا شدیم، چہ باک؟  
غرض اندر میاں سلامت ارست

بد قسمتی سے ان دونوں حکومتوں کو ناگہانی انقلاب کے قدرتی نتائج، اختلال و اعتشاش، اور اجانب کے فشار و هجوم سے مہلت نہ ملی، اور اسکے بعد ہی بربادیوں اور تباہیوں کا ایک سلسلہ غیر منقطع شروع ہو گیا۔ علی الخصوص دولت عثمانیہ، جو موجودہ جنگ کی بربادیوں سے بالکل نیم جاں ہو گئی ہے۔

عام نگاہیں جو انقلاب حکومت سے نتائج عاجلہ کی منتظر تھیں، انہوں نے دیکھا کہ نتائج مطلوبہ ایک طرف، انقلاب کے بعد تو پچھلی حالت بھی قائم نہ رہ سکی، اور بربادیوں کا ایک سیلاب عظیم ہر طرف سے امداد آیا۔ بظاہر ہر مقدم واقعہ، مخرکی علت ہوتا ہے، اس لیے بہتر ہے یقین کر لیا کہ یہ تمام بربادیاں صرف دستوری حکومت کے نتائج ہیں، اور پھر اس الزام سے اسلام کو بچانے کیلئے یہ سمجھ لیا گیا کہ اسلام صرف شخصی حکومت ہی کا مجوز ہے، اور ”مشورہ“ اور ”شوری“ سے حکومت دستوری مقصود نہیں۔ یا ہے بھی تو وہ کوئی آواز سے ہو گئی جس کی ہمیں خبر نہیں۔ کم از کم دستوری نظام حکومت کو تو اس سے کوئی تعلق نہیں!!

اس طرح وہی اسلام، جو کل تک شخصیت کا دشمن اور حکومت مستبدہ کا قانع یقین کیا جاتا تھا، اور اسکے لیے قرآن کریم کی آیات سے استدلال کیا جاتا تھا، ترکی اور ایران کے حوادث کے بعد آئین و دستور کا اعد عدو مخالف ہو گیا!! و ما لہم بہ من علم، ان یتبعون الا الظن، وان الظن لا یغنی عن الحق شئاً (۵۳:)

آج ہندوستان کے مسلمانوں میں شاید نصف سے زیادہ اخبار ہیں طبقہ اسی غلطی میں مبتلا ہے۔

لیکن فی الحقیقت یہ ایک نہایت خطرناک گمراہی ہے۔ اسلام اگر حریت و جمہوریت کا حامی ہے، تو اسکے لیے وہ ترکی اور ایران کے تجربے کا محتاج نہیں، اور اگر مخالف ہے، تو مدحت پاشا یا جمال الدین کی تحریک اس کو حامی نہیں بنا سکتی۔ پھر ہم کو اسلام کے متعلق ایک مختم فیصلہ کر لینا چاہیے۔ وہ ایک تعلیم ہے۔ کوئی پیچیدہ راز نہیں ہے۔ اس کی تعلیم کی جو حقیقت ہمارے سامنے ہو گئی، وہ ہمیشہ قائم رہیگی، خواہ تمام دنیا کی جمہوری حکومتیں غارت ہو جائیں، خواہ دنیا سے شخصیت و استبداد کا نام و نشان ہمیشہ کیلئے مٹ جائے۔

کوئی تعلیم تجربے کی ناکامیوں کی ذمہ دار نہیں ہوسکتی۔ تجربہ حالات و حوادث اور اپنے اطراف و ماحول سے وابستہ ہوتا ہے، پس دنیا میں کبھی کامیابیاں ہوتی ہیں، کبھی ناکامیاں۔ لیکن قانون اور تعلیم کی حقیقت ہمیشہ غیر متزلزل ہوتی ہے۔

کچھ ہرج نہ تھا اگر لوگ ایران اور ترکی کے انقلاب پر معترض ہوتے۔ کچھ مضائقہ نہ تھا اگر وہاں کے حامیان دستور پر لعنت بھیجتے، اور وہاں کے رجال انقلاب کی سخت سے سخت مذمت کرتے۔ اسلام کے احکام اسکے پیروں کی غلطیوں سے ملوث نہیں ہو سکتے، اور اسلام کی کس تعلیم کا آج ہم نے اپنے تئیں ذمہ

## وَتَائِقُ وَحَقَائِقُ

### اقتراعیات

یعنی سفر بجٹس

میںرہنما کے لیے مسوری میں ایک لیدی کے انتخاب نے ہندوستان میں بھی اقتراعیات انگلستان (حقوق طلب عورتوں) کی یاد تازہ کر دی ہے۔

روزانہ تار برقیوں میں ایک دو تار ان عورتوں کے متعلق ضرور ہوتے ہیں۔ ان کے سرورشانہ عزائم اور جاں نثارانہ اقدامات کے حالات فی الحقیقت نہایت عجیب و غریب ہیں۔

جس قوم کے افراد رجال ”حقوق طلبی“ کے معنی سے نا آشنا ہوں، ان کے لیے ان عورتوں کی حقوق طلبانہ جاں بازیوں کی خبریں نظر انداز نہیں کی جاسکتیں۔

قوم کو مجبور کیا جائے کہ وہ حقوق طلب عورتوں کی خواہشوں کے آگے سر تسلیم خم کر دے۔

اس راہ میں کسی سخت سی سخت قربانی سے بھی جو کوئی زندہ وجود کرسکتا ہے، انہیں انکار نہیں۔ وہ وزیر اعظم (مسٹر اسکوتھ) پر حملہ کرتی ہیں، مظاہرے (ڈیما سٹریشن) نکالتی ہیں، پریس سے لڑتی ہیں، ایران حکومت کو گھیر لیتی ہیں، ہم چلاتی ہیں، قید ہوتی ہیں، قید خانے میں فاقہ کرتی ہیں، پارلیمنٹ کی چھت میں اپنے تئیں لٹکا دیتی ہیں، اجلاس شروع ہوتا ہے تو مسئلہ اقتراع کی ضرورت پر انقلاب آفریں تقریریں کرتی ہیں۔

شہنشاہ (جارج خامس) کی سواری جا رہی ہے، ایک اقتراعیہ بڑھکر گاڑی روک لیتی ہے، گھوڑوں کے آگے فرش راہ بن جاتی ہے۔ اور بالآخر بادشاہ آئرلینڈ کی مزاج پرسی کرتے ہیں۔

اس سے بھی زیادہ یہ کہ ۱۴۔ جون کو یہی نازک و ناز آفریں جماعت بریڈ فورڈ (لندن) کے قریب ایک عالی شان عمارت میں آگ لگا دیتی ہے، جس سے دو لاکھ دس ہزار روپے کا نقصان ہوتا ہے۔



خوش طبیعے ست، بیا تا ہمہ بیمار شویم!

شکسپیر کا ایک مشہور قراصا Tamin of the Shrew - حال میں لندن کے ایک تھیٹر نے سفیریت عورتوں کی دھم درازوں کو اس کے بعض مناظر میں نہایت خوبی سے دکھایا ہے۔ اس تصویر میں مس دی سلوا قراصے کی عیار و شوخ چشم عورت بنی ہے، اور اپنے آخری امیدوار کی جوتے سے مزاج پرسی کر رہی ہے!

یبلک کا یہ حال ہے کہ آب رسانی کے در منبع (ریزروائرس) خراب کر دیے ہیں، پانی کا رنگ بدل گیا ہے اور اسمیں سمیت آگئی ہے، مجبور ہو کر سلسلہ آبرسانی کو بند کر دینا پڑتا ہے۔

کوئٹہ ہال کے جلسے میں مسٹر چرچل تقریر کرنا چاہتے ہیں مگر۔ اقتراعیات کے شرور غوغا سے ناچار ہو کر رک جاتے ہیں۔

شہنشاہ کی تصویر جو مسٹر فیلی کی معجزانہ بداعت نگاری کا بہترین نمونہ ہے، رائل اکیڈمی کے وسط ایوان میں آویزاں تھی، اسکی صورت بگاڑنے کا خطرہ پیدا ہوتا ہے، اس لیے ملکہ الیزبتھ بے بس ہو کر ۶۔ جون کو اکیڈمی سے تصویر واپس منگالیتی ہیں۔

اس قسم کے بے شمار واقعات ہر روز پیش آتے رہتے ہیں، حکومت نالاں ہے، امن عامہ میں خلل آگیا ہے، قانون کی بے عزتی ہوتی ہے، تعزیرات بے اثر ہیں، یہ سب کچھ ہے مگر سوائے اعظم کا ایک بڑا حصہ اس جدوجہد میں عورتوں سے ہمدردی رکھتا ہے، خود سر ایڈورڈ گرے بہادر (وزیر خارجہ برطانیہ) جنکا طرز عمل مشرق کی آزادی کا سب سے بڑا دشمن ثابت ہوتا آیا ہے، پارلیمنٹ کے

یہ بحث بالکل الگ ہے کہ جو طریقہ ان عورتوں نے اختیار کیا ہے اور جو ہیشہ ایسی جماعتیں اختیار کرتی ہیں، وہ کس درجہ قابل تحسین و تقلید، اور کہاں تک موجب اختلاف ہے؟ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ راہ حق طلبی میں جو رولہ استقلال اور استحکام و ثبات یہ عورتیں ظاہر کر رہی ہیں، کیا ایشیا کے مردوں کیلئے ان میں کوئی عبرت اور بصیرت نہیں ہے؟

اگر یورپ کے جاں فروش مردوں کے حالات ہمیں بیدار نہیں کرتے تو حیف ہے اگر وہاں کی عورتوں کی قربانیاں بھی ہمارے لیے تازیانہ عبرت نہیں!

حقوق طلب عورتوں کی تحریک اگرچہ عرصہ سے ہے، مگر فدا کی عورتوں کے اعمال کا سلسلہ سنہ ۱۹۰۵ء سے شروع ہوتا ہے، جبکہ سر ہنری کیمل بنیر میں وزیر اعظم ہوئے تھے۔ اس فدا کی تحریک کا مقصد یہ ہے کہ جہان تک ممکن ہو، ملک کے قانون، امن، نظام اور سکون میں خلل ڈالا جائے، اور اپنی جانوں کی قربانیاں کر کے



پھر کس اعتماد پر آئے تھے؟

صرف اس امید پر کہ وہ بلغاریہ قوم کی خدمت کے لیے جا رہے ہیں، اس لیے حکومت اور قوم، دونوں انکا خیال کرینگے!! اقوام کے اختلاف کے ساتھ نامہ نگاران جنگ کے ساتھ برتار بھی بدلتا رہا ہے۔

جنگ ام درمان (سردان) میں پہلے تو لارڈ کچنر نے نامہ نگاروں کو شرکت کی اجازت دینے سے صاف انکار کر دیا تھا، حالانکہ وہ خود (اسٹینڈرڈ) کے نامہ نگار تھے، مگر جب لارڈ رزبری نے سفارش کی تو پھر اجازت دی گئی۔ مگر احتساب مراسلات میں کسی طرح کی تنگ گیری نہیں کی۔ کیونکہ فوج ایک ہی تھی۔

اس وقت محتسب مراسلات سرفرانسس رنگلت تھے۔

کہا جاتا ہے کہ نامہ نگاروں کو روکنے کے لیے جنگ روس و جاپان میں جاپانیوں نے بعض وسائل اختیار کیے تھے، مگر یہ بالکل غلط ہے۔ میرے علم میں کوئی ایسی قوم نہیں جس نے جاپانیوں سے زیادہ نامہ نگاروں مدارات کی ہو، یا جنگ کے قوانین متعلقہ نامہ نگاران جنگ، جاپانیوں کے قوانین سے زیادہ معقول ہوں۔ مورخ الذکر قوانین میں اگر کوئی عیب تھا (بشرطیکہ یہ عیب ہو) تو صرف یہ کہ وہ قابل نامہ نگاروں کو شرکت کی اجازت دیتا تھا، اور ناقابل نامہ نگاروں کو محروم رکھتا تھا۔ لائق نامہ نگاروں کے واسطے ہر ممکن الریۃ معرے کے دیکھنے کے لیے جاپانیوں نے ہر قسم کی آسانیاں بہم پہنچائیں۔ نگرانی میں غیر مناسب سختی نہ تھی۔ مراسلات کا وہ حصہ ہرگز حذف نہیں کیا جاتا تھا، جس کی اشاعت اصولاً جائز تھی، مگر بعض مصالح خصوصیہ کے خلاف ہو۔

نامہ نگاروں کے انتخاب کا طریقہ بھی معقول تھا۔ ہر امیدوار کے لیے ضروری تھا کہ وہ اپنی حکومت کے سفیر کی ایک تحریر پیش کرے، جس میں اس بات کی شہادت دی گئی ہو کہ یہ شخص کم از کم ایک سال تک کسی اخبار کے دفتر میں کام کرچکا ہے، یا معروف صحافی ہے۔

اگر امیدوار اور سفیر میں اختلاف ہوتا تھا تو اسکا فیصلہ اس حکومت کے متعلق کر دیا جاتا تھا جس کی طرف نامہ نگار اپنے آپ کو منسوب کرتا تھا۔

ان اصول پر انتخاب میں ۵۶ امیدوار کامیاب ہوئے۔ ان میں سے پہلی فوج کے ساتھ ۱۶ گئے، جن میں ۸ انگریز، ۶ امریکی، ایک فرانسیسی، اور ایک جرمن تھا۔ دوسری فوج کے ساتھ ۲۰ گئے۔ ان میں ۱۱ انگریز، ۶ امریکی، ایک فرانسیسی، ایک جرمن، اور ایک اطالی تھا۔ تیسری فوج کے ساتھ بھی ۲۰ نامہ نگار گئے، جن میں ۱۴ انگریز، اور ۱۶ امریکی تھے۔

کون کس فوج کے ساتھ جائے؟ اسکا فیصلہ قرعے کے ذریعہ کیا گیا تھا۔ حکم یہ تھا کہ جس کا نام جس فوج کے ساتھ نکلے، وہی اس کے ساتھ رہے۔

ایک امریکی نامہ نگار اس تقسیم پر راضی نہ ہوا، اور اس کے خلاف احتجاج (پروٹیسٹ) کرنے کیلئے ایک مشہور امریکی مصنف اور ایک دوسرے مشہور انگریزی مصور کو اس نے راضی کر لیا، مگر نتیجہ یہ نکلا کہ ایک فوجی افسر آیا اور اس نے نامہ نگار کو اطلاع دیدی کہ ایک گھنٹے کے بعد ترکیب کے لیے یہاں سے تشریف روانہ ہوگی، ضرور ہے کہ تم اسی تشریف میں روانہ ہو جاؤ!!

بلغاریا اور نامہ نگاران جنگ

مگر جنگ بلقان کی حالت اس سے بالکل مختلف تھی۔

جاپانیوں نے تعداد کو قلیل رکھی تھی اور اہل لیاقت و کفایت کے انتخاب کا اصول کسی قدر سخت ضرور تھا، تاہم اتنا ہی دانشمندانہ بھی تھا۔ لیکن بلغاریوں نے دو افسروں کے اعتراض کر کے باوجود، صرف اس خوف سے آئین انتخاب کو نظر انداز کر دیا، کہ اگر یہ لڑک (جو جنگ کے متعلق دنیا کی معلومات کا سرچشمہ ہیں) ناراض ہو گئے، تو ہمارے اسرار و خفایا کو بے نقاب کر دینگے، اور یورپ کی شعوبہ و امم کی اس ہمدردی کو نفرت سے بدل دینگے، جو غیر معمولی فراوانی و ہوشیاری کے ذریعے حاصل کی گئی ہے۔

بلغاریا نے اپنے مصالحہٴ مخصوصہ کی بنا پر چاہا کہ نامہ نگاروں کی دو جماعتیں کر دی جائیں۔ ایک جماعت پہلے جائے اور دوسری اس کے بعد۔ جو جماعت کہ بعد کو بھیجی جائے، اس نے اس تجویز پر نہایت سختی سے اعتراض کیا۔ چونکہ بلغاریا کا قبلہ عمل پہلے ہی سے نامہ نگاروں کی رضا جوئی تھا، اس لیے اعتراض کی وجہ سے پہلی تجویز مسند کر دی گئی، اور تمام نامہ نگاروں کو صوفیا سے لشکر گاہ تک اک ساتھ جانے کی اجازت مل گئی۔

اس وقت نامہ نگاروں کی تعداد سو کے قریب تھی۔

اس کاروان مکاتبین میں سے ۱۰ اشخاص کو تیسری فوج کے ساتھ جانے کی اجازت دی گئی۔ ان میں کرنل رنکینگ نامہ نگار ٹائمس، مسٹر فرانک فکس نامہ نگار مورننگ پوسٹ، اور نامہ نگار ڈبلیو میل کے علاوہ تین روسی نامہ نگار بھی تھے، جن میں دو فوجی افسر تھے اور ہمیشہ اپنے رسمی لباس میں رہتے تھے۔

فرانسیسی نامہ نگار بھی شامل ہو گئے تھے اور ان میں بھی دو فوجی افسر تھے۔

لیکن قرق کلیسا، لولوبرغاس، اور چٹلجا کے معرکوں میں خود بلقانی ریاستوں کے نامہ نگاروں میں سے صرف ایک ہی شخص تھا!! لغتنت (ریگنر) کا دعویٰ ہے کہ وہ تیسری فوج کے ساتھ گئے تھے، اور محققانہ تاریخ نگاری کے پرداز پر انہوں نے اپنے مشاہدات قلمبند کیے ہیں، مگر اصل واقعہ یہ ہے کہ تیسری فوج کے ساتھ ایک بھی آسٹریائی نہ تھا۔ آسٹریا اور جرمنی کے نامہ نگار تیسری فوج کی ہمراہی سے اس لیے عمداً روک دیے گئے تھے کہ وہ بلغاریوں کا طریقہٴ جنگ نہ دیکھ سکیں۔

خوش قسمتی سے میں بھی ان لوگوں میں سے تھا، جن کو اجازت تھی کہ جس فوج کے ساتھ وہ چاہیں، جا سکتے ہیں۔

جب میں (مصطفیٰ پاشا) پہنچا تو افسر فوج نے اپنی فوج کے ہمراہ جانے کی مجھے اجازت نہ دی۔ یہ افسر خوش صحبت تھا۔ اس نے ایک بار میری دعوت بھی کی تھی۔ میرے پاس روساء ارکان جنگ کا صریح اجازت نامہ بھی موجود تھا۔ با ایس ہمہ مجھ کو اجازت نہ مل سکی، اور کہا گیا کہ یہاں ٹھہرے رہنا ناگزیر ہے۔ بسا اوقات اس طرح کے غیر اختیاری معاملات میں کثرت کار کسی ایسی صورت سے ہر جاتی ہے جس کا ہمیں خیال بھی نہیں ہوتا۔ اسی اثنا میں بلغاریہ فوج میں دو پروفیسر پہنچ گئے، جن میں سے ایک مدرسہٴ حربیہ کا معلم تھا، اور دوسرا صوفیا کی یونیورسٹی کا۔ یہ دونوں احتساب مراسلات جنگ پر مامور کیے گئے، اور انہیں حکم ملا کہ چٹلجا روانہ ہو جائیں۔

راستہ دشوار گزار تھا اور سواری کوئی نہ تھی۔ صرف میرے اور کرنل رنکینگ کے پاس موٹر کار تھی۔ یہ حالات دیکھ کر ہم نے فرصت کو معلوم کر لیا، اور ان پروفیسروں سے کہا کہ اگر وہ ہمیں فوج کے ہمراہ جانے کی اجازت دیدیں تو ہم ان کو اپنی موٹر پر چٹلجا پہنچا دینگے۔

## تاریخ حسیات اسلامیہ مسلمانان ہند

### کا ایک ورق

#### اعانۃ مہاجرین

آپ کی اپیل دربارہ اعانۃ مہاجرین ترکی الہلال مورخہ ۲۱ -  
ملکی کو دیکھ کر قلب کی جو حالت ہوئی، اسکو نہ تو خود اپنی -  
زبان سے بیان کر سکتا ہوں، اور نہ زبان قلم ہی کو اتنی قوت ہے کہ  
اسکو ظاہر کر سکے۔ اپیل کو پڑھ کر دلی خواہش یہی ہوئی کہ اگر خدا  
استطاعت دیتا تو آپکا پورا بار اپنی گردن پر لے لیتا، مگر اپنی شرمی  
قسمت کو کیا کرے کہ صرف تنگدست ہی نہیں بلکہ تہید سقور  
کی جماعت میں زندگی بسر کرنے کے لیے پیدا ہوا ہوں، اور  
اسی جماعت میں انشاء اللہ خاتمہ بھی ہوگا۔ بہر کیف سر دست  
مبلغ چار روپیہ اعانۃ مہاجرین ترکی کے لیے بذریعہ منی آدر روانہ  
کرنا ہوں، اور بقیہ چار روپیہ انشاء اللہ اس مہینہ کا مہارہ پا کر روانہ  
کروں گا، لیکن حضور ایسا ہرگز خیال نہ فرمائیں کہ میں اس کے صلے میں  
ایک برس مفت الہلال لینا چاہتا ہوں، اور مجھے پر کیا منحصر ہے۔  
شاید کوئی مسلمان جس کے دل میں کچھ بھی جوش اسلام ہوگا اسکو  
قبول نہیں کر سکتا۔ میرے خیال کے بموجب ہر مسلمان کا فرض  
ہے کہ ایسے وقت میں آپکا ہانہ بٹائے نہیں بلکہ اپنے مصیبت زدہ  
رفت رسیدہ بھائی بھنوں کی مدد کرے۔

میری یہ خواہش نہیں ہے کہ حضور میرے اس خط کو  
اپنے قیمتی پرچہ میں جگہ دیں، لیکن اگر حضور کی خواہش ہو تو  
مجھے کوئی عذر بھی نہیں، لیکن نام میرا نہ ظاہر کریں۔

مجھے اُمید ہے کہ آپ میری اس حقیر تحریر کو کسی گوشہ  
اخبار میں جگہ دیکر ممبران مرامونگے۔ آج اخبار مشرق میں آپکا  
مضمون دربارہ اعانۃ مہاجرین قسطنطنیہ نظر سے گذرا۔ دل بہر آیا  
کہ کیونکر ان لاکھوں بے خانمان مہاجرین کی امداد کیجائے؟ چنانچہ  
یہ تحریر جناب بابو فتح محمد خان صاحب رئیس موضع بیمہیان  
ضلع گوندہ کی خدمت میں پیش کی گئی۔ ممدوح جو ایک دردمند  
دل رکھتے ہیں، اور ہونہار پر جوش اور ہمدرد نوجوان ہیں،  
اس خبر مرحش کا اُنکے دلپر کمال اثر ہوا۔ اور فوراً مبلغ دوسو  
بیالیس روپیہ سات آنہ برائے اعانت مرحمت فرمایا۔ اور وعدہ کیا  
کہ انشاء اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً اور جو مدد میرے امکان میں ہوگی دیتا  
رہوں گا۔ زمر مذکور آج کی ڈاک سے آپکے نام روانہ کیا جاتا ہے۔  
جس پرچہ اخبار میں یہ مضمون شائع ہو۔ اسکی ایک کاپی جناب  
بابو فتح محمد خان صاحب رئیس موضع بیمہیان ڈاکخانہ پچپڑوا  
ضلع گوندہ کی خدمت میں روانہ کیجائے۔ والسلام  
شیخ عبد الوحید قدرائی ہیڈ مدرس اسکول پچپڑوا ضلع گوندہ

مخدومنا دام برکاتہم

پس از تسلیم ملتئم ہوں کہ جناب نے جو الہلال میں مظلومین  
و مہاجرین ترکی کی اعانت کیلئے تیس ہزار روپیہ کا اعلان کیا ہے  
شاید اس گرانہا ایثار کی مثال اس وقت دشواری سے مل سکیگی،  
کیونکہ ہماری قوم کی ناقدری سے اسلامی اخبارات کی جیسی کچھ

الہی تازہ کمک کی صورت میں نمودار ہوئی۔ فوج نظامی پہلا  
ریجیمینٹ آگیا، اور عزیز بک نے اسکو اطالیوں کے میمنہ پر پھرنے  
کا حکم دیا، یہ حرکت نہایت کامیاب ثابت ہوئی۔

معا دشمن کے پیر اکھڑنے لگے۔ عین اسوقت جبکہ دشم -  
پیچھے مڑ رہے تھے، ایک توپخانہ بھی آگیا، جسمیں چار زرد گولہ بہت  
بھاری توپیں بھی تھیں۔

اسوقت تک مجاہدین کی مثال ایک ایسے چہرے والے کی  
تھی، جسکو ہیڑیوں کے ایک بہت بڑے گلے نے گھیر لیا، اور وہ  
انہیں اپنے پاس آنے سے روک رہا ہو۔ مگر توپخانے کے دھنچے ہی  
خروج میں ترتیب عسکری پیدا کی گئی، اور اس کے بعد ف کی  
بچھتی ہوئی آگ کو اس زور سے ہوا دی کہ پھر شعلے بھڑکے۔

کامل ۱۱ گھنٹے تک یہ ہنگامہ بپا رہا۔ ۱۱ گھنٹے غالبانندگان  
عیش آباد (رومہ) کے صبر و ثبات کی بڑی سے بڑی بھرے  
اور سچ یہ ہے کہ وہ اسمیں معذور بھی ہیں۔ کیونکہ اسوقت جو  
کچھ ہو رہا ہے، وہ انکی "جرع الارض" کا ایک معجزہ ہے، وہ آگ  
میں نہانا پیکران حسن کا کام نہیں۔

اب ہر اطالی اس طرح مبہوت و مندھش تھا، گویا مرمجسم  
سامنے کھڑی ہے، اور اسکی عزیز ترین متاع یعنی "حیات" لینے  
کے لیے ہاتھ بڑھا رہی ہے۔ پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ چھلانگے لیے  
صرف معمولی ٹھیس کی ضرورت تھی۔ ایک پر ازورش  
صدائے اللہ اکبر نے یہ خدمت انجام دی۔ اطالیوں نے بدحوہی کے  
عالم میں بھاگنا شروع کیا۔ مجاہدین نے انکے پیچھے گھوڑے دیے۔  
دبائے ہوئے دور تک چلے گئے۔ اطالی جب اپنے استحکامات میں  
گھس گئے تو مجبوراً واپس آ جانا پڑا۔ مجاہدین کرام میں ۷۰ - ۷۰  
اور ۳۰ - شہید ہوئے: رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

اطالیوں کے نقصانات کی تفصیل یہ ہے کہ مجاہدین کو نیمت  
میں ۳۰ پہاڑی توپیں، ایک مٹر الیوز قسم کی توپ، ۵ - ۵ - سربوزیں  
اور بمقدار کثیر ذخیرہ جنگ ملا۔ ۵۰ - آدمی گرفتار ہوئے۔ ہنمیں  
گیارہویں ريجيمينٹ کا لفٹننٹ (میجر جیلر) بھی ہے۔ گراطالی  
مقتولین کی صحیح تعداد معلوم نہیں، مگر لفٹننٹ (میجیجیلر)  
کے اس بیان سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ "اسکی صفوں کے آگے جو  
ريجيمينٹ لڑ رہا تھا، اس کا بیشتر حصہ تباہ ہو گیا۔"

یورپ کہتا ہے کہ مسیحیت رحم کی تعلیم دیتی ہے، اور اسلام  
قسارت و سنگ دلی کی۔ مسیحی رحم کا نمونہ تو تم اطالی کیمپ  
اور نخلستان میں دیکھ چکے ہو۔ اب اسلام کی سنگدلی کی داستان  
بھی سن لیں۔

یہ پچاس انسان پابزنچیر کون ہیں؟ غارتگران وطن، اعداء  
حربیت، دشمنان اسلام، اور قاتلین شیوخ و شبان و نساء و اطفال، مگر  
با ایں ہمہ بطل غیور عزیز بک حکم دیتا ہے کہ تمام زخمی قیدیوں کا  
علاج کیا جائے، مردے دفن کیے جائیں، اور اسیر لفٹننٹ شخص  
اسکے ساتھ کھانا کھائے ۱۱ ع: بین تغارت رہ از کجا اسیر ہوتا تھا؟  
اطالیوں کا عام قاعدہ ہے کہ اپنی شکستوں کو چھپاتے ہیں، مگر  
یہ شکست اسقدر شدید تھی کہ گورنر کا ری طور پر اسکی یوری  
اہمیت کا اعتراف نہیں کیا گیا، تاہم اتنا مان لیا گیا ہے کہ لفٹننٹ  
مادل مارٹین زخمی، اور لفٹننٹ میجر فیلر گرفتار ہو گیا ہے۔ چار  
توپیں بھی عربوں نے لے لی ہیں۔

اس شکست کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ  
جنرل رانی سے استعفا لے لیا گیا ہے، اور اسکی جگہ جنرل گریونی  
مامور ہوا ہے۔

# کارسن اسرار طرابلس

## ایک فتح عظیم

### نا کام حملہ اطالیہ

جنرل رانی کا استعفا

اطالی غارتگران طرابلس خود حملہ آور ہیں، مگر آغاز جنگ سے انہوں نے اپنا انداز یہ رکھا ہے کہ گویا خود معصروں ہیں، اور انکا فرض مدافعت سے زیادہ نہیں۔ ر قذف فی قلوبہم الرعب، فریقاً تقتلون و تأسرون فریقاً (۳۳: ۲۴)

بیشک انکے اعمالنامے میں حملوں کا بھی ایک عنوان ہے، مگر یہ حملے ان خراج سے مختلف نہیں، جو معصروں شداقد محاصره سے اکتائے کر دیا کرتے ہیں۔

۱۶۔ مٹی کو اطالیوں نے ایک حملہ کیا تھا۔ اس حملے کی تفصیل تازہ عربی ڈاک سے موصول ہوئی ہے۔  
دورہ سے ایک نامہ نگار لکھتا ہے:

”مجاہدین کرام کی ایک جماعت دورہ کو گھیرے پڑی ہے۔ صبح کا وقت تھا۔ رات کی خاموشی کے بعد ابھی ہنگامہ عمل بپا نہیں ہوا تھا کہ مجاہدین نے اپنے آپ کو جنرل ممبروتی کے زیر قیادت ۱۲۔ ہزار فوج میں گھرا ہوا پایا۔ صبح کا وقت، پہلے سے علم نہیں، دشمن سر پر، مگر با ایں ہمہ سپہ سالار عام (عزیز بک) نے ثبات قلب سے اس خبر کو سنا، اور سننے ہی فوراً تیاری کے لیے مجاہدین کی مختلف جماعتوں کے نام اور امر و احکام صادر کر دیے۔ تفتیش حال کا کام اہم اور دشوار تھا، اس لیے اسکو خود اپنے لیے رکھا۔

آفتاب طلوع ہو رہا تھا کہ عزیز بک تفتیش کے لیے روانہ ہو گئے۔ نقطہ (عین المصورہ) تک اطالیوں کے آنے کی خبر نہ تھی، اس لیے انہوں نے اپنے ہمراہ زیادہ فوج نہیں لی۔ مگر جب اے بوڑھے تو ۱۲۔ ہزار انسانوں کا ایک سیلاب رراں نظر آیا۔

دورنوں فرجیں رو در رو کھڑی ہوئیں۔ ایک طرف مٹی بھر انسان تھے، دوسری طرف ایک لشکر جوار، مگر فتح و شکست کا مدار قلت و کثرت ہی پر نہیں بلکہ اس شجاعت و بسالت، صبر و ثبات جوش و فہریت و شرق شہادت پر ہے، جو وجود مومن کی صفات اصلہ ہیں، اور جذبی وجہ سے تاریخ اسلام کے ابتدائی عہد میں ایک مسلم اور دس حملہ آور یکساں سمجھے جاتے تھے۔

عزیز بک اس شرمندہ قلیلہ کو لیکے اس انسانی سیلاب کے راستے میں کھڑے ہو گئے، اور اپنے کمال عسکری کے معجز العقول کرشمے دکھانے لگے۔

اطالیوں کی آتشباری نے کارزار کو آنشکدہ بنا دیا، مگر عزیز بک مع اپنے مجاہدین کے اس آنشکدے میں کھڑے جواب دے رہے تھے۔ آتشباری کی شدت نہایت شدید تھی۔ ممکن تھا کہ انسانی کمزوری صبر و ثبات پر غالب آجاتی، مگر غالباً جسقدر ابتلاء و امتحان ہو چکا تھا وہ کافی نہ تھا۔ فیصلہ کن گہری قریب آرہی تھی کہ نصرت

پچھلے افتتاح کے موقع پر اقتراعیات کی حمایت میں تقریر کرتے ہیں۔ تیس برس سے مسٹر ایسکریٹھ کے ساتھ ان کے دوستانہ تعلقات ہیں، مگر انہیں کسی بات کی پورا نہیں ہوتی، علانیہ مخالفت کرتے ہیں، اور عورتوں کو حق اقتراح دینے کے خلاف مسٹر ایسکریٹھ نے جو روش اختیار کر رکھی ہے، اس کو بڑی رضاحت سے قابل ترمیم بتلاتے ہیں !!

وہ مردانہ وار قید خانے میں جاتی ہیں، اور خوشی خوشی اس کے مصائب جھیلتی ہیں۔ قید خانے میں عہد کر لیتی ہیں کہ بالکل بھوک پیاسی رہیں گی، اور اس طرح اپنی جان دیدہ بنگی، لیکن جرم کا اعتراف نہ کریں گی۔ مشہور اقتراعیہ: مس کرائسٹیل پانکھرست بارہا قید خانے جا چکی ہے۔ جیل کے ڈاکٹر کو ربر کی نالیں حلق میں اتار کر غذا پہنچانی پڑی، مگر اس نے اپنے میثاق جان فوری کا روزہ کبھی نہیں توڑا۔ مچھور ہو کر پولیس نے بارہا رکھا کر دیا۔ اب پھر قید خانے میں ہے۔

پولیس کی کیا ہستی ہے؟ فوج تک انکے ہاتھوں عاجز آگئی ہے۔ وہ مرد نہیں عورتیں ہیں۔ اسلحہ و آلات جنگ انکے پاس نہیں۔ ہلاکت اور بربادی کی قوتوں پر دسترس نہیں۔ دولت و شوکت اور فوج و جمعیت، کوئی بھی کار فرما قوت اپنے ساتھ نہیں رکھتیں۔ چند جوان اور بوڑھی عورتیں، جنس نازک و ضعیف کی ایک جمعیت محقرہ، چند نا تمام مشورے، اور کہ زور ہستیوں کی ایک باہمی سازش !! لیکن با ایں ہمہ ایک طرف انکی صف ہے، اور دوسری طرف حکومت اور ملک مع اپنی فوج و آلات جنگ کے، اور مع اپنے قوائے عظمت و جبروت کے صف آرا ہے۔ برسوں گذر گئے، لیکن اب تک شکست و فرار، عجز و اعتراف، اور تذلیل و تعقیر کے سرا انہیں کچھ نصیب نہیں !!

غور کیجیے کہ حقوق طلبی کے فرشتے کے بل پر کیسے قومی ہیں؟ یہ چند کمزور عورتوں کے دل گردے نہیں ہو سکتے کہ گھوڑے درز کے میدان میں بادشاہ کے گھوڑے کو روکنے کی کوشش کریں، اور پھر اس کے نیچے آکر جان دیدیں۔ یہ کوئی دوسری ہی روح ہے جو انکے اندر کام کر رہی ہے:

ہم از غالب حریفی ہائے حسن است

کہ یک عالم حریف کردے نیست

چند نازنینان عشوہ طراز نے ایک پورے ملک کے امن کو خطرے میں ڈال دیا ہے !!

خوش طبعیے ست، بیا تا ہمہ بیمار شرم

اس حالت پر لگی حیثیتوں سے نظر ڈالی جا سکتی ہے۔ یورپ نے مردوں اور عورتوں کے حقوق عامہ میں جس غیر طبعی مساوات کا دعوا کیا ہے، اگر آج اس پر عمل کا وقت آیا ہے تو اسے پیٹھ نہیں دکھلائی چاہیے۔ حالات کا لازمی نتیجہ یہی تھا جو ہوا، اور جبکہ ان حقوق طلبیوں میں کامیابی ہو گی (اور ایسا ہونا ضروری ہے) تو اسکے بعد یورپ کے نظام عائلہ و معیشتہ منزلی کے امراض اجتماعی و ادبی کے ظہور کا آخری دن ہوگا:

ابھی تو تلخی کلم روہن کی آزمایش ہے !

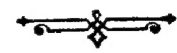




پائی آنہ روپیہ		
۲۰	-	ایکڑی در کس کوہ مری
۲۴	-	جناب مہر الدین احمد صاحب اور سیر در گئی
۸۰	-	جناب شیخ محمود صاحب سوراگر جفت
	-	جناب شیخ عبدالستار صاحب سیر ننگدانت
۲۰	-	مل پاکن برہما
۱۰	-	جناب نظیر الدین صاحب نعمانی - ردلی
	-	جناب حکیم فتح محمد رحیم عبد القیوم
۷	-	حب حیدر آباد سندھ
	-	جناب رکن الدین صاحب ایس اینڈ - ٹی - کور
۸	-	ی
۳۰۰	-	ایکڑی
۱	-	جناب سید مہدی حسن صاحب - بہار
	-	جناب سید محمد یعقوب صاحب سب
۱۲	-	ٹی کلکٹر - جموٹی ضلع مورنگیر
۲۵	-	جناب غلام زین العابدین صاحب (میرتھہ)
۶	-	جناب سید یوسف رضا صاحب رنگل
۸	-	جناب میرزا محمود بیگ صاحب رکیل - گوندہ
۹	-	جناب مولوی عبد الرحیم صاحب - ملیر کوتلہ
۱۵	-	جناب نصیر الرحمن خان صاحب - گونا
۲۵	-	جناب غلام حسین صاحب ابو - رنگون
۱۰۰	-	جناب عبد الغنی اسحاق صاحب رنگون
	-	جناب بابو فتح محمد خان صاحب رئیس موضع
۲۴۲	۷	بیہیان - گوندہ
۴۰۰	-	جناب عبد الکریم صاحب اویہما - اسام
۱۲۲	-	ایکڑی بزرگ غیور از ریاست رامپور
۸	-	جناب محمد اسماعیل صاحب - خیر پور ناتھن شاہ
۵	۶	جناب رضی احمد صاحب - پرن پرن
۹	-	جناب نذیر الدین صاحب نعمانی - ردلی
	-	جناب م - ن - ا - بغرض ثواب اہلیہ خود -
۱	-	( غفرہا اللہ تعالیٰ )
۱	-	جناب عبد علی صاحب بغرض ثواب اہلیہ خود
۱۵۰	-	جناب پیر بخش صاحب از کرانچی
	-	( بہ تفصیل ذیل )
۲۵	-	جناب پیر بخش صاحب
۵	-	جناب محمد ابراہیم ولد پیر بخش صاحب
۲۵	-	جناب حاجی محمد حاجی قاسم بیضہ فررش
۳۰	-	جناب فضل الدین صاحب انسپکٹر
۱۵	-	ملازمان پیر بخش
	-	وہ عام لوگ جنسے درکان کی بابت مال وغیرہ
۱۵	-	لیا جاتا ہے
۴۵	-	اجاب حدوسترکی طرف سے
۸	-	جناب منشی محمد عبد الکریم صاحب
	-	بی بی فائزہ صاحبہ زوجہ منشی محمد -
۸	-	عبد الکریم صاحب سکندر آباد
	-	جناب عبد المجید صاحب نارکل ڈانگا - کلکتہ
۲۰	-	سکندر آباد
۱۸۳۳۰	۱۳	میزان
۱۰۴۳	۶	میزان سابق
۸۸۷	۶	میزان کل

حالت ہے وہ تو ظاہر ہی ہے، اگر ہماری قوم کے اعلیٰ طبقہ کے حضرات اس طرف متوجہ ہو جائے تو کچھ زیادہ دشواری نہ تھی۔ میں بہت ہی کم درجہ والوں میں ہوں، افسوس عدم استطاعت اس کار خیر میں جناب کا کچھ زیادہ ہاتھ بٹانے کی اجازت نہیں دیتی، سردست ایک ہندوی ایکسپر - تیس روپیہ کے اس مقصد کے لیے خدمت والا میں پیش کرتا ہوں، اس کے عوض میں آپ الہلال کا ایک پرچہ ذیل کے پتہ پر ایک سال کیلئے روانہ فرمائیں - باقی روپیہ امداد مہاجرین ترکی میں روانہ فرمائیں - میرا نام اور اس کا اعلان نفر مایا جائے اخبار میں بھی درج نفر مایا جائے

( از رامپور )

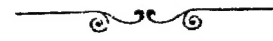


قبل اس کے میری اہلیہ مبلغ تیس روپیہ اعانہ مہاجرین میں داخل کر چکی ہیں، وہ مجھ سے پرچہ تھی ہیں کہ ۴ - جون والے پرچہ میں اس کی اشاعت نہیں کی گئی، نہیں معلوم اصلی مقام پر روپیہ پہنچا ہے یا نہیں -

مبلغ یکصد اور چودہ روپیہ ۱۲ - آنہ بذریعہ منی آرڈر ارسال خدمت کرتا ہوں - دوسری قسط انشاء اللہ العزیز پرسوں تک خدمت والا میں روانہ کی جاوے گی -



جناب اقدس! الہلال کو دیکھ کر اعانہ مہاجرین سے چشم پوشی کیجئے کیا معنی، چنانچہ اپنی استطاعت کے مطابق حاضر و پیشکش خدمت عالی کیا گیا - یہ بھی ضرور عرض کروں گا کہ یہ رقم حقیر خدا جانے کس صورت سے ارسال کی گئی - اشارۃ یوں خیال فرما لیجیے کہ ایک طالب علم جو کہ درس و تدریس کر رہا ہے اس کا تحفہ معقر ہے -



مبلغ ۲۳ - روپیہ دوائے مہاجرین ترک ارسال ہے ۸ - آنہ میں اخبار الہلال بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے میں قبل سے الہلال کی پوری قیمت دیکر خریدار ہوں -

خواجہ محمد خلیل عفی عنہ



## فہرست ذر اعانۃ مہاجرین عثمانیہ

( ۲ )

پائی آنہ روپیہ

		جناب محمد علی صاحب طالبعلم اسلامیہ اسکول
۱	-	گوجرانوالہ
۲	-	جناب محمد عبد الحق صاحب مختار - ارہ
۲	-	جناب غلام نظام الدین حیدر صاحب
	-	جناب زید - اے - ہاشمی صاحب دیوبند
۲۵	-	لشکر آگرہ بتقریب شادی
۲	-	جناب محمد یوسف صاحب ارگڑگھا
	-	جناب عبد اللہ خان صاحب سب انسپکٹر تھانہ
۱۰	-	بہول مظفر نگر
۵	-	جناب منشی مصطفیٰ خان صاحب
۵	-	جناب منشی عبد الباقی صاحب علوی
۷۰	-	مستورات اہل کا پیور بذریعہ محمد یسین صاحب
	-	اہلیہ منشی عبد الرحمن صاحب سب اور سیر







## گھر بیٹھے عینک لپیجیے

زندگی کا لطف انکھوں کے ہم تک پھر آپ اسکی حفاظت  
لہوں نہیں کرتے؟ صرف اسلیئے کہ قابل اعتماد عینک آسانی سے  
لہوں ملتی؟ مگر اب تو یہ دقت نہیں ایک اعلیٰ کوالٹی پر ہمارا  
مستحق چشم حاضر ہوگا بالکل نئے اصول پر امتحان لیجائیگی۔

ایم۔ اے۔ احمد - اینڈرسن

نمبر ۱۵/۱ رہن اسٹریٹ - ڈاکخانہ ریلوے - کلکتہ



## عمدہ ام شیریں

آپ خریدنا چاہتے ہیں تو ملیم آباد کا "سفیدہ" - منگائیے  
۳۳ دانہ فی قیمت ۳ - روپیہ ۱۵ - آنہ - ۶۴ - آم تک محصول  
وخرچ ایک روپیہ - ۱۵ - جولائی - تک مل سکتا ہے پھر نہیں -  
پھر پتی کے بیج پودے آم کی قاعیں بالکل سستے د امرن لیجئے  
نئیو برادر س کنٹرول ہار ایجنسی ملیم آباد - لکھنؤ

## اشتہار

چند قومی نظموں کا مجموعہ جنکی قیمت انجمن مہاجرین اسلام  
سے داخل کیجائیگی۔

۱۔ آئے کی گنت آئے پر - ایک فرد - روانہ ہو سکتا ہے  
۲۔ آئے کی گنت آئے پر - ۶ - فرد - " " "  
۸۔ آئے کی گنت آئے پر - ۱۲ - فرد - " " "

المعتبر خاں سارا خاں الدھر سید غلام باری زہر - محمد منزل بہار



## اصل عرق کافور

اس گرمی کے موسم میں ہانے پینے کے بے اعتدالی کیوجہ سے  
پتلے دست پٹک میں درد اڑتے اڈر ہو جاتے ہیں۔ اور اگر اسکی  
حفاظت نہیں ہوئی تو یہ ہو جاتا ہے۔ بیماری بڑھ جاتے ہیں  
سنبھالنا مشکل ہوتا ہے۔ اسے بہتر ہے کہ۔ ڈاکٹر ہرمس کا اہل  
عرق کافور ہمیشہ اپنے ساتھ ہو۔ ۳۰ برس سے تمام ہندوستان  
میں جاری ہے، اور ہیشہ اس سے زیادہ مفید کوئی دوسری  
دوا نہیں ہے۔ مسافرت اور وطن کا یہ ساتھی ہے۔  
قیمت فی شیشی - آٹھ ڈاک محصول ایک سے  
چار شیشہ تک ۵ - آنہ۔

## عن پودینہ

ہندوستان میں ایک چیز بچے سے بڑے تک کو ایکساں  
فائدہ کرتا ہے ہر ایک اہل بال والے کو گھر میں رکھنا چاہیے۔  
قازی و لایقی پودینہ کی پتلیوں سے یہ عرق بنا ہے۔ رنگ  
بھی پتوں کے ایسا سبز ہے اور خوشبو بھی تازی پتلیوں کی سی  
ہے۔ مندرجہ ذیل امراض بطے نہایت مفید اور اکسیر ہے  
نفخ ہو جانا، کھٹا ذکار، درد شکم - بد ہضمی اور مقلی  
اشتہا کم ہونا ریاح کی علامت پودے کو فوراً درو کرتا ہے۔

قیمت فی شیشی - آٹھ محصول ڈاک ۵ - آنہ  
دوری حالت فہرست قیمت منگوا کر ملاحظہ کیجئے۔

نوٹ - ہر جگہ میں ات یا مشہور دوا فروش کے یہاں  
ملتا ہے۔

ڈاکٹر ایس کے برکات رتاراجندوت اسٹریٹ کلکتہ